اورینٹل کالج میگزین

حصہ اوّل

ایڈیٹر

محمد اقبال
پروفیسر پنجاب یونیورسٹی

اورینٹل کالج میگزین

عرضِ واجب

اغراض و مقاصد اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے۔ کہ احیاو ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تا حدِ امکان تقویت دی جائے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوق تحقیق پیدا کیا جائے۔ جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں۔

کس قسم کے مضامین کا شایع کرنا مقصود ہے کوشش کی جائے گی۔ کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شایع ہوں۔ جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں۔ غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابل قبول ہوگا۔ اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شایع کئے جائیں گے۔

رسالے کے دو حصے یہ رسالہ دو حصوں میں شایع ہوتا ہے حصہ اوّل عربی، فارسی، پنجابی (بحروف فارسی) حصہ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی)، ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے۔

وقت اشاعت و قیمت اشتراک یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شایع ہوگا۔ سالانہ چندہ حصہ اردو کے لئے ۲ٌ، اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا۔ کسی سہ ماہی کے رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شایع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے۔ ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہوسکیگا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری، مئی، ستمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیئے؛

خط و کتابت و ترسیل زر خرید رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیل زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہیئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہیئں؛

محلِ فروخت یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جاسکتا ہے؛

قلمِ تحریر حصہ اردو کی ادارت کے فرائض پرنسپل محمد شفیع ایم اے اورینٹل کالج سے متعلق ہیں۔ اور یہ حصہ ڈاکٹر محمد اقبال ایم اے، پی ایچ ڈی کی اعانت سے مرتب ہوتا ہے؛

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نمبر مجبوراً جولائی یا ستمبر میں شایع ہوتا ہے؛

فہرست مضامین

جلد ۱۹ - عدد ۳ | بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۴۳ء | عدد مسلسل ۷۳

نوٹ: ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام ہمۃ الیشر(؟) پرنٹر طبع ہوا۔ اور بابو صدیق احمد خان نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا۔

قدیم[۱] عربی تصانیف میں ہندوستانی[۲] الفاظ

اردو کی قدامت کا مسئلہ موجودہ زمانے میں علمائے لسانیات کا ایک بہت بڑا موضوع بحث ہے۔ جس کے متعلق ابھی تک تحقیق و تلاش جاری ہے۔ اور فیصلہ کُن اکتشافات کی توقع میں اسرارِ اللسان کے ماہر پرانی کتابوں، کتبوں اور ملکی زبانوں کے قدیم ترین نمونوں کو ڈھونڈھنے میں معروف ہیں۔ تاکہ یہ بات آخری طور پر معلوم ہو جائے کہ اُردو یا ہندوستانی کی ترکیب اور تخلیق میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ کِن کِن مقامی زبانوں نے حصّہ لیا۔

افسوس ہے کہ ہمارے پاس ہندی کے قدیم نمونے موجود نہیں۔ جو صحیح اور اصلی نمونے دستیاب ہوتے ہیں۔ وہ چودھویں پندرھویں صدی عیسوی سے متعلق ہیں۔ پنجابی زبان کے قدیم ترین آثار بھی اس سے پُرانے موجود نہیں۔ اور بعض جو بتلائے جاتے ہیں۔ وہ اکثر محققین کے نزدیک جعلی اور مشکوک ہیں۔

یہی سبب ہے کہ ہم زبانِ اردو کے تعمیری دور کی ابتدائی تاریخ سے ابھی تک تقریباً ناواقف ہیں۔ اور اسی بے خبری اور بے بصری کے عالم

۱؎ یہ مقالہ یونیورسٹی لیکچر کے طور پر ۲۶ مارچ ۱۹۳۳ء کو پڑھا گیا تھا۔ ۲؎ میں نے یہ لفظ خاص مصلحت سے اختیار کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ میری فہرست الفاظ میں ہندوستان کی بیشتر زبانوں کے الفاظ آگئے ہیں جن پر اطلاق کرنے کے لئے "ہندوستانی" سے زیادہ وسیع اصطلاح مجھے نہیں مل سکی۔

میں بعض اوقات محض افسانہ طرازیاں کرتے ہیں۔ اور پھر اس افسانے کو حقیقت کے لباس میں دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے ع

چو ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند

اندریں حالات ہمیں ہندوستان کی قدیم ورنیکلرز کے جتنے الفاظ اور جملے جہاں بھی مل جائیں۔ بے حد غنیمت ہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے مطالعہ لسانی کے سلسلے میں بے حد مفید اور نفع بخش ہیں۔ اس مواد کی مدد سے ہم آہستہ آہستہ یہ جان سکیں گے۔ کہ مسلمان جب ہندوستان میں وارد ہو تو وہ کون سی وسیع ورنیکلر یا ورنیکلرز تھیں۔ جن کا سنسکرت کے زوال کے بعد شمالی ہندوستان پر عام تسلط تھا اور جن کے ساتھ عربی و فارسی کی آمیزش سے ایک نئی زبان وجود میں آئی۔ ہندی اور پنجابی کے قدیم ترین نمونوں کی عدم موجودگی سے ہمیں جو مایوسی ہوتی ہے خوش قسمتی کی بات ہے کہ اس کی کس قدر تلافی عربی اور فارسی کی ان قدیم کتابوں سے ہو جاتی ہے۔ جو ہندوستان میں یا ہندوستان کے متعلق تصنیف ہوئی ہیں۔ ان کتابوں میں حسن اتفاق سے کچھ ہندی الفاظ ایسے موجود ہیں۔ جو خالص مسلمانی ماحول کی یادگار ہیں۔ اور جن کا مسلمان اہل علم کی تحریر و تقریر میں آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ فارسی عربی کے علاوہ ایک خاص ملکی زبان ایسی بھی تھی۔ جس میں یہ مسلمان علما و فضلا بول چال کیا کرتے تھے۔

اس خاص نقطۂ نظر سے اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کا آغاز ہمارے مخدوم پروفیسر شیرانی صاحب[1] نے کیا تھا۔ عرصہ ہوا انہوں نے قدیم فارسی کتابوں سے اردو الفاظ اور جملوں کا سراغ لگا کر اردو کی قدامت اور وسعت کا ثبوت پیش کیا

---

[1] اورینٹل کالج میگزین نومبر ۱۹۲۹ء و اگست ۱۹۳۰ء

تھا۔ان کی جستجو کا نقطۂ آغاز غزنوی دور تھا۔چنانچہ شاہنامہ فردوسی سے لے کر مغلیہ دور کے درمیانی حصے تک جس قدر فارسی کتابیں اس سلسلے میں کارآمد تھیں۔انہوں نے سب کی ورق گردانی کی اور ہندی کے مسلمانی الفاظ اور تلفظات کی ایک طویل فہرست مرتب کی[1]۔

فارسی تصانیف کے اس متلاشیانہ اور محققانہ مطالعہ کے بعد ضروری تھا۔کہ غزنوی عہد سے پہلے کی عربی تصانیف کو بھی اسی مقصد کے ساتھ دیکھا جائے۔چنانچہ گذشتہ سال پرنسپل محمد شفیع صاحب کے ارشاد سے میں نے عربی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔علی الخصوص مشہور فاضل سنسکرت علامہ البیرونی کی تصانیف کے بحر زخار کی غواصی کرنے کی کوشش کی۔اس تلاش و جستجو سے جو کچھ ہاتھ آیا ہے۔اُسے میں آج آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

بطور تمہید یہ اشارہ کرنا ضروری ہے۔کہ ہندوستان کے ساتھ عربوں کے تعلقات بہت پرانے ہیں[2]۔اسلام سے قبل عربوں اور ہندوستانیوں کے درمیان تجارتی تعلقات موجود تھے۔جس کے آثار ان دونوں ملکوں کی زبانوں میں موجود ہیں۔بلکہ خود قرآن مجید مین اس باہمی تعلق کے کچھ نشانات دوتین الفاظ کی شکل میں محفوظ ہیں۔اور مولانا سید سلیمان ندوی کے بقول "ہم ہندیوں کو بھی فخر ہے کہ ہمارے دیس کے بھی چند لفظ ایسے خوش نصیب ہیں۔جو اس پاک اور مقدس کتاب میں جگہ پا سکے" (عرب و ہند کے تعلقات ص ۱۸)

میں اس موقعہ پر ضروری سمجھتا ہوں۔کہ عرب و ہند کے تعلقات کی طویل داستان کو نظر انداز کرتے ہوئے۔صرف اس قدر گزارش کروں ۔ کہ

---

[1] پنجاب میں اردو" ص ۱۰ و مابعدہٗ

[2] اس کی تفصیلات کے لئے دیکھو عرب و ہند کے تعلقات از مولانا سید سلیمان ندوی۔

محمد بن قاسم کے حملہ سندھ کے بعد عربوں نے سندھ پنجاب اور گجرات کے بعض حصوں پر ایک حکومت قایم کر لی۔ جو کم وبیش تین سو سال تک قایم رہی۔ تاآنکہ پہلے صفاریوں نے مکران اور بلوچستان پر قبضہ کرتے ہوئے۔ اور پھر خاندان غزنویہ نے پنجاب ملتان اور سندھ کو زیر نگین بنا کر عربی حکومت کے آخری نقوش کو بھی مٹا دیا اور ہندوستان پر شمال سے ترکی ایرانی اثرات کا دروازہ کھول دیا۔

سندھ اور پنجاب پر عربوں کی حکومت کے سلسلے میں یہ بات یاد رکھنے کے لایق ہے۔ کہ ان کے حملے کے وقت ملتان کو تمام شمالی ہندوستان میں کئی وجوہ سے بہت بڑی اہمیت حاصل تھی۔ فوجی مرکز تجارتی منڈی اور مذہبی تیرتھ ہونے کے لحاظ سے اس شہر کو ایک مرکز خیال کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر عرب فاتح نے ملتان کی اس اہمیت کو محسوس کیا۔ اور اس پر قبضہ رکھنے کی انتہائی کوشش کی۔ جس کے لیے ضروری تھا کہ اس مقام کو زبردست فوجی اڈا بنایا جائے۔ اور اس میں زیادہ سے زیادہ مسلمانی آبادی کو لانے اور آباد کرنے کا انتظام کیا جائے۔ آپ جان سکتے ہیں، کہ یہ فوجی تدبیر ملتان میں ایک مخلوط زبان کی پیداوار اور ترقی کی کس قدر ذمہ دار ہوئی ہوگی۔

ان تمہیدی اشارات کے بعد میں اپنے اصلی موضوع یعنی "عربی تصانیف میں ہندوستانی الفاظ" کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ اور ان مآخذ کا ذکر کرتا ہوں۔ جن سے ہمیں اپنی اس تحقیق میں مدد ملے گی۔ غالباً یہ بات محتاج تفصیل [۱] نہ سمجھی جائے گی۔ کہ ہندوستانی موضوعوں پر لکھنے کا ذوق، عباسیوں کے

---

[۱] اس کے لیے دیکھو عرب وہند کے تعلقات' البرامکہ از مولانا عبدالرزاق کانپوری' برسالہ اسعد جلالی مئی ۱۹۳۲ء

زمانے میں ہی پیدا ہو چکا تھا۔ جس کا سلسلہ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی (۱۳۶ - ۱۵۸ھ) کے زمانے میں شروع ہوا۔ جس کے دربار میں ہندو علما وفضلا موجود تھے۔ ان میں طبیب بھی تھے۔ منجم بھی' فاضل مذہبیات بھی تھے۔ اور ریاضی دان بھی' ان حضرات کی مدد سے عربی میں سنسکرت علوم وفنون کے ترجمے ہوئے۔ اور بعض مسلمان عالموں نے اس ذوق کو اس درجہ ترقی دی۔ کہ ہندو علوم وفنون کے متعلق مستقل کتابیں لکھیں البیرونی سے پہلے جن لوگوں نے اس سلسلے میں کچھ کام کیا۔ ان میں الاہوازی تنوخی اور الایرانشہری کا نام خاص طور پر لیا جا سکتا ہے۔

افسوس ہے کہ متذکرہ بالا فضلا کی کتابوں سے ہم استفادہ نہیں کر سکتے اور ہمارے موجودہ موضوع کے اعتبار سے ان کا مطالعہ شاید ہمارے لئے چنداں فائدہ بخش بھی نہ ہو۔ اس لئے کہ ان کی کتابوں میں ورنیکلرز کی بجائے شاید سنسکرت الفاظ کا ذخیرہ (اور وہ بھی نہایت بگڑی ہوئی صورت میں) ہوگا۔ جس سے ہمیں اس وقت چنداں دلچسپی نہیں۔

بنا بریں ہمارے لئے مفید ترین سرچشمے ہندیات یا Indology کی وہ کتابیں ہیں جو ہندوستان میں یا ہندوستان کے متعلق قریب ترین ماخذ کی مدد سے لکھی گئی تھیں۔ ہندیات میں سب سے زیادہ البیرونی کی کتابوں کو شرف امتیاز حاصل ہے۔ جن کا تذکرہ اگرچہ سب سے آخر میں آئے گا۔ لیکن اہمیت کے اعتبار سے انہیں اولیت حاصل ہے۔ اس کے بعد عرب سیاحوں اور جہازیوں کے سفرنامے ہیں۔ جن میں ہندی الفاظ کی آمیزش ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں علمی سیاحتوں[1] کا رواج عام تھا۔ بہت سے سیاح

---

[1] مسلمان سیاحوں کے محرکاتِ سفر کیلئے دیکھو' Newton - Travel & Travellers of the Middle Ages - Chapter V, PP. 89 - 99.

ایسے ہو گزرے ہیں۔ جنہوں نے اسی جذبے کے ماتحت برّ و بحر کی سیاحت کی۔ ممالک کو دیکھا اور مسالک کو ناپا۔ قوموں اور ملکوں کے خصائص دریافت کئے۔ اور ان کے علوم و فنون پر نظر ڈالی۔ یہ سیاحتین اس زمانے کی دلپسند تفریحات تھیں۔ جن کے حالات کتابوں میں موجود ہیں۔ اور ان کے سلسلے میں مقامی اشیا اور اسما کا ذکر آگیا ہے۔

سفرناموں کے علاوہ جغرافیہ[1] و تاریخ کی کتابوں میں بھی ہندوستان کے حالات کے ضمن میں ہندوستانی الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

ہمارے مآخذ کی فہرست یہ ہے:-

۱۔ **سلیمان تاجر**۔ یہ سب سے پہلا عرب سیاح ہے۔ جس کا سفرنامہ ہم تک پہنچا ہے ۱۸۴۵ء میں سلسلۃ التواریخ کے نام سے شائع ہوا تھا۔ یہ تاجر عراق کی بندرگاہ سے چین تک سفر کیا کرتا تھا۔ یہ سفرنامہ ۲۳۷ھ میں لکھا گیا تھا۔ اس میں سلیمان تاجر نے ہندوستان کے ساحلی علاقوں کے حالات لکھے ہیں[2]۔

۲۔ **ابوزید حسن السیرافی**۔ سیراف خلیج فارس کی ایک بندرگاہ تھی۔ ابوزید یہیں کا رہنے والا تھا۔ یہ بھی سیاح تھا۔ ۲۶۴ھ کا سال اس کے سفرنامے میں ملتا ہے۔ اور مسعودی سیاح ۳۰۳ھ میں اس سے ملا تھا۔ ابوزید نے سلیمان تاجر کے سفرنامے

[1] جغرافیے کی کتابوں کے متعلق دیکھو حدود العالم۔ دیباچہ از بارٹولڈ،

[2] ایلیٹ: تاریخ ہندوستان ج ۱ ص ۳ : عرب و ہند کے تعلقات ص ۲۵،

کا تکملہ ہے۔ اور اس میں اپنے سفر کے تجربات کا
اضافہ کیا ہے۔[1]

۳۔ فتوح البلدان بلاذری۔ ۲۷۹ھ، یہ کتاب ابتدائی عہد عباسیہ میں
لکھی گئی تھی۔ یہ عراق اور ایران کی فتوحات پر ختم ہو جاتی ہے

۴۔ ابن خورداد بہ۔ (متوفی ۳۰۰ھ) یہ صاحب خلیفہ معتمد عباسی کے
زمانے میں محکمہ ڈاک کے افسر اعلیٰ تھے۔ انہوں نے
خود ہندوستان کی سیاحت نہیں کی۔ مگر ڈاک کے محکمہ
کے رئیس ہونے کی وجہ سے انہوں نے بغداد سے مختلف
ملکوں کی مسافتوں اور آمد و رفت کے راستوں کی تشریح
کی ہے۔ ان کی کتاب کا نام کتاب المسالک والممالک ہے[2]

ابو دلف مسعر بن مہلہل ینبوعی۔ اس عرب سیاح کا زمانہ ۳۳۱ھ اور ۳۷۷ھ
کے درمیان ثابت ہے[3]

بزرگ بن شہریار۔ یہ ایک جہاز ران تھا۔ جو عراق سے چین تک جہاز رانی
کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے مشاہدات سفر عجائب الہند کے
نام سے مرتب کئے ہیں۔ اس کا زمانہ ۳۰۰ھ کے قریب
قریب ہے[4]

مسعودی۔ ابو الحسن علی، ایک نامور مورخ، جغرافیہ نویس اور سیاح تھا
اس نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے مروج
الذہب و معادن الجوہر نہایت بلند پایہ کتاب ہے۔

---

[1] ایلیٹ ۔ج ۱ ص ۱، عرب و ہند کے تعلقات، ص ۳۱، [2] ایلیٹ ج ۱ ص ۱۲، عرب و
ہند کے تعلقات ص ۳۲، [3] عرب و ہند ص ۳۴، [4] عرب و ہند ص ۳۵،

یہ دراصل تمام دنیا کی اقوام کی تاریخ ہے۔ جس میں ہندوستان کے حالات بھی ہیں۔ یہ کتاب ۳۳۲ اور ۳۳۲ کے درمیان لکھی گئی تھی۔ مسعودی کی وفات ۳۴۵ھ / ۹۵۶ء میں ہوئی۔[1]

اصطخری ۔ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی (اس نے ایشیا کے اکثر ممالک کی سیاحت کی۔ جغرافیہ میں اس کی دو کتابیں ہیں۔ کتاب الاقالیم اور مسالک الممالک۔ وہ قریباً ۳۴۰ھ میں ہندوستان آیا تھا۔ ابن حوقل (جس کا ذکر آگے آتا ہے) سے اس کی ملاقات وادی سندھ میں ہوئی تھی[2]

ابن حوقل (محمد ابو القاسم) یہ بغداد کا تاجر تھا۔ ۳۳۱ھ میں بغداد سے سیاحت کے لئے نکلا اور ۳۵۸ھ میں واپس آیا۔ اصطخری سے اس کی ملاقات وادی سندھ میں ہوئی تھی۔ یہاں ان دونو سیاحوں نے ایک دوسرے کی یادداشتوں کا مطالعہ کیا اور ان سے فائدہ اٹھایا۔ اس کی کتاب اشکال البلاد یا کتاب المسالک والممالک شاید ۳۶۶ھ میں مرتب ہوئی۔ اس نے سپین سے لے کر ہندوستان تک کی سیاحت کی۔

بشاری مقدسی ۔ شمس الدین محمد بن احمد المقدسی اس نے تمام دنیائے اسلام کی ساحت کی۔ ہندوستان میں سندھ تک آیا۔ اس کی کتاب احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم ہے۔ جو ۳۷۵ھ میں

---

[1] عرب و ہند ص ۳۶ ایلیٹ ج ۱۔ ص ۱۸، [2] عرب و ہند ص ۳۸ ایلیٹ ج ۱۔ ص ۲۶، [3] عرب و ہند ص ۳۹ ایلیٹ ۔ ج ۱ ص ۳۱،

خوارزم میں ابوالعباس مامون کے دربار سے متعلق رہا۔ پھر جب زمانے نے اس خاندان کی بساطِ سلطنت الٹ دی۔ اور خوارزم سلطان محمود غزنوی کے قبضے میں آگیا۔ تو ۴۰۷ھ میں وہ (البیرونی) چند اُمرا کے ساتھ اسیر ہو کر غزنی پہنچا۔ ۴۰۸ھ اور ۴۲۱ھ کے درمیان اس نے ہندوستان کی سیاحت کی۔ اور بالآخر بتاریخ ۲ رجب ۴۴۰ھ (مطابق ۱۱ ستمبر ۱۰۴۸ء)[1] بروز جمعہ رہگرائے عالم جاودانی ہوگیا۔ محمودی دربار سے اس کا کس حد تک تعلق تھا۔ اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ لیکن محمود کے جانشینوں یعنی مسعود اور مودود کے زمانے میں دربار سے اس کا تعلق ثابت ہوتا ہے۔

ہمارے موجودہ مضمون کی مناسبت سے البیرونی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس نے بعض عرب سیاحوں کی طرح خود ہندوستان میں پھر کر یہاں کے حالات دریافت کیے۔ اور ہندو علوم و فنون پر بہت سی مستند کتابیں لکھیں جن سے اُس وقت کی عام علمی زندگی کے علاوہ اس عہد کی زبان پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ آگے چل کر اس پر بحث کی جائے گی۔

اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ البیرونی ہی پہلا مسلمان فاضل نہ تھا۔ جس نے ہندوؤں کے علوم کے متعلق تحقیق و تدقیق سے کام لیا۔ بلکہ خلافتِ عباسیہ کے زمانے میں ہندیات کا ذوق کافی نشو و نما پا چکا تھا۔ پس یہ امر موجب تعجب نہ ہوگا۔ کہ البیرونی نے جرجان اور خوارزم کے

---

[1] لیکن پروفیسر زکی ولیدی کے بیان کے مطابق البیرونی ۴۴۲ھ تک زندہ رہا کیونکہ اس سن میں اس نے اپنے ایک دوست کے ساتھ مل کر کتاب الصیدنہ کو ترتیب دیا (ملاحظہ ہو (Biruni's Picture of the World ed. by Zaki Validi Toghan, p. XV.)

قیام کے دوران میں "ہندیات" Indology کے متعلق کام شروع کر دیا تھا۔ پھر جب وہ اتفاقاتِ زمانہ سے غزنی میں پہنچا تو غزنی میں ہندو علماء کی بکثرت موجودگی سے اس کے ذوق کو اور بھی ترقی ہوئی۔ وہ ۴۰۸ھ میں غزنی میں آیا۔ اس وقت سے لے کر ہندوستان کی سیاحت سے واپسی تک (۴۲۰ھ) اس نے کئی سنسکرت کتابوں کے عربی میں اور عربی کتابوں کے سنسکرت میں ترجمے کیے۔[1] ۴۲۲ھ میں سلطان محمود کے انتقال کے ۲ سال بعد اُس نے "ہندیات" کے سلسلے میں اپنے شاہکار یعنی تحقیق ماللہند کو مکمل کیا۔ جو البیرونی کے کارناموں میں بلند ترین درجہ رکھتا ہے۔

البیرونی کی تصانیف کی مجموعی تعداد ڈیڑھ سو سے کم نہ ہوگی۔ ان میں سے وہ کتابیں جو خاص ہندوستان سے متعلق ہیں، ان کی تعداد بھی بیس[2] اور پچیس کے درمیان ہوگی۔

میں اس موقعہ پر البیرونی کی باقی "ہندیاتی" تصانیف سے قطع نظر کرتے ہوئے۔ اس کی صرف دو کتابوں کے متعلق کچھ اشارات کروں گا۔

پہلی کتاب الصیدنہ (جس کا مفصل ذکر آئے گا) الفاظ الادویہ سے متعلق ہے۔ دوسری کتاب تحقیق ماللہند ہے۔ جس میں سنسکرت اور دیگر دونوں طرح کے الفاظ کثرت سے ہیں۔

میں سب سے پہلے تحقیق ماللہند کا ذکر کرتا ہوں۔ اس کا پورا نام تحقیق ماللہند من مقالۃٍ مقبولۃٍ فی العقل او مرذولۃٍ ہے۔ اس کا نہایت عمدہ ایڈیشن پروفیسر زخاؤ نے ۱۸۸۷ء میں لندن سے شائع کیا۔ اور ۱۸۸۸ء میں اسی

---

[1] البیرونی حسن برنی ص ۵۷؛　[2] ایضاً ص ۸۱ : زخاؤ: آثار الباقیہ دیباچہ ص xx؛

فاضل نے اس کا ترجمہ مع حواشی دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جس کے لئے ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہیئے۔

تحقیق ماللہند کے زمانۂ تصنیف کے متعلق صرف اتنا کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ ۴۲۱ھ اور ۴۲۲ھ کے درمیان لکھی گئی اور ۳۰ اپریل اور ۳۰ ستمبر ۱۰۳۰ء کے درمیان پایۂ تکمیل کو پہنچی[1]۔ یہ کتاب کہاں بیٹھ کر لکھی۔ اس کا کتاب سے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ممکن ہے کہ غزنی میں لکھی گئی ہو۔ درحقیقت یہ کتاب البیرونی کے تجربات و تاثرات متعلقہ ہند کا خلاصہ ہے۔

افسوس ہے کہ بہت سی دوسری باتوں کی طرح البیرونی کے سفر ہند کے حالات بھی تاریکیوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ بعض مؤرخوں کا قیاس ہے۔ کہ وہ محمود کی سپاہ کے ساتھ ہندوستان پہنچا۔ لیکن اس کے لئے ہمارے پاس کافی ثبوت موجود نہیں۔ اسی طرح ٹھیک طور پر یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ وہ کس سن میں ہندوستان آیا! اور کب واپس گیا؟ سنسکرت علوم کی تحصیل کے لئے اس نے کیا کیا ذرائع اختیار کئے۔ اس کی سیاحت کی انتہائی حدود کیا تھیں؟ وغیرہ وغیرہ، تاہم خوش قسمتی کی بات ہے کہ کتاب الہند کے بعض ضمنی اشارات سے، اس کے بعض حالات دستیاب ہوتے ہیں۔ جن کو فاضل مستشرق زخاؤ نے بڑی عمدگی کے ساتھ اپنے دیباچے میں جمع کر دیا ہے۔

سیاحت ہند کے سلسلے میں یہ جاننا ہمارے لئے بہت ضروری ہے کہ البیرونی اپنے سفر کے دوران میں کہاں کہاں گیا؟ تاکہ ان مقامات کے ضمن میں البیرونی کے ہندوستانی الفاظ کی کوئی تعبیر و توجیہ کی جا سکے۔

گیارھویں صدی عیسوی میں ہندو علوم کے مرکز کشمیر اور بنارس تھے

---

[1] تحقیق ماللہند، مرتبہ زخاؤ۔ دیباچہ X

لیکن یہاں کسی اجنبی کا تحصیل علم کی غرض سے پہنچنا ممکن نہ تھا۔ لہذا مجبوراً البیرونی نے پنجاب کی حدود میں رہ کر تحصیل علم کی ہوگی۔ کیونکہ اس سے آگے جانا ممکن نہ تھا۔

کتاب الہند میں جن مقامات کی سیر کا خود ذکر کرتا ہے۔ وہ یہ ہیں:۔

لاہور، ویہند، قلعہ نندنا، ملتان، سیالکوٹ، مندگورا، گندی، دنپور (جلال آباد)، لمغان، پشاور، اٹک، جہلم .... کتاب الہند میں وہ خود کہتا ہے۔ "ہم ان مواضع مذکورہ سے آگے نہیں گئے" کتاب الہند ص۱۶۳[1]

پس البیرونی نے اگرچہ قانون مسعودی میں ہند اور سندھ کے بہت سے شہروں کے اطوال و عروض دیے ہیں۔ یہاں تک کہ دکن کے ایک مقام تنجور کا حال بھی لکھا ہے۔ مگر پروفیسر زخاؤ کے قول کے مطابق اس کا دائرہ سفر دریائے کابل کی وادی اور پنجاب تھا[2]

---

[1] برنی ص۵۵، زخاؤ تحقیق ماللہند xiii ؛ [2] البیرونی نے ہندوستان کا سفر تنہا کیا یا وہ محمودی فوج کے ساتھ آیا۔ اور ان کی حفاظت میں دور دراز مقامات کی سیر کی۔ ان میں سے کوئی بات ثابت شدہ نہیں۔ لیکن اگر محمودی فوجوں کی ہمرکابی کا مفروضہ مان لیا جائے۔ تو اس صورت میں ہم اس کی سیاحت کی حدود کو محمود کی فتوحات کی حدود کے ذریعے متعین کر سکیں گے۔ سلطان محمود کی ہندوستانی سلطنت کی مغربی حدود ملتان اور سومنات شمال مشرق میں بھنبھر (جموں کشمیر۔ لوہکوٹ) جنوب میں کالنجر اور گوالیر اور مشرق میں قنوج۔ متھرا۔ نگرکوٹ۔ اگر ان حدود کے ساتھ البیرونی کے سفر کو متعلق کیا جائے۔ تو اس کی سیاحت کا رقبہ یقیناً زیادہ ہو جاتا ہے۔ (دیکھو ڈاکٹر ناظم "محمود آف غزنہ")، سید سلیمان "عرب و ہند..." میں کہتے ہیں "جب وہ ہندوستان آیا تو محمود کے حملے ابھی شروع نہیں ہوئے تھے (ص۱۲۴)، پروفیسر شیرانی "پنجاب میں اردو" میں لکھتے ہیں "البیرونی محمود کی غزوات میں شریک رہا ہے" (ص۳۵) اور اس کا زیادہ تر

کتاب الہند میں ملتان کے حال کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاید ملتان میں اس کا قیام کچھ زیادہ رہا۔ وہ ملتان کی مقامی تاریخ، آب و ہوا اور اہل شہر سے بخوبی واقف معلوم ہوتا ہے۔
اب میں تحقیق ماللہند کے عام فہم الفاظ کی فہرست پیش کرتا ہوں۔ سنسکرت کے ٹھیٹھ علمی الفاظ اس فہرست میں شامل نہیں کیئے گئے۔
[اس فہرست میں صفحات کا حوالہ زخاؤ کے ترجمے سے دیا گیا ہے]
گھڑیان۔ گھڑی۔ (ج ۱۔ ص ۲۱۷) دن کی گھڑیاں۔
مُہورت (" " ")
مہینوں کے نام۔ چیتر (ج ۱۔ ص ۲۱۹)، بیشاک، جیرت، آشاڑ، شراہن، بہادرو، اشوج، کاتک، منگھر، پوش، ماگ، پاگن،
نگر (ج ۱۔ ص ۲۱۹: ج ۲۔ ص ۱۹۳)، کینڈ (ج ۱۔ ص ۲۲۰)، رَس (ج ۱۔ ص ۱۴۲) جو چیز چکھی جائے، ناگ (ج ۱۔ ص ۱۴۲)، تولا (ج ۱۔ ص ۱۶۰)، ماش (ج ۱۔ ص ۱۶۰)، چنا (= ماشہ) (ج ۱۔ ص ۱۶۳)، پل (وقت کا ایک جزو) (ج ۱۔ ص ۱۶۵)، بُھار (ایک وزن) (ج ۱۔ ص ۱۶۵)، بیسی۔ غالباً ۲۰ من کا پیمانہ (ج ۱۔ ص ۱۶۶)، کُرَنکا = کُرتا (ج ۱۔ ص ۱۸۰)، تھوہر، ایک نباتات (ج ۱۔ ص ۱۹۲)، گنڈا = گینڈا (ج ۱۔ ص ۲۰۳)، تیندوا، کٹ کھٹ (ج ۱۔ ص ۲۰۶)، دَوار (ج ۱۔ ص ۲۰۷)، بوارج = بیڑہ (ج ۱۔ ص ۲۰۸)، کوڈہ = کوڑی (ج ۱۔ ص ۲۱۰)، برہم انڈا = Egg of Brahma (ج ۱۔ ص ۲۲۱)، وار (وہ لاحقہ جو دنوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً سوم وار، ایت وار) (ج ۱۔ ص ۲۱۳)، تھاتو = تان = جگہ (ج ۱۔ ص ۲۹۸)، مَن۔ وزن (ج ۱۔ ص ۱۶۲)، دیمس = دن، راتری = رات، ماسا = ماہ۔ مہینہ، برَہ = وَرہہ = برکھ

برش = برس (ج ۱- ص ۳۵۹)، رتھ (ج ۱- ص ۴۰۷)، تارا = ستارہ (ج ۱- ص ۴۲۳)،
شرد = موسم خزاں (اس وقت بھی پنجاب اور ہزارہ میں مستعمل ہے) دیکھو
Platts . (ج ۲- ص ۹۲)، کہیر = ایک درخت کا نام (ج ۲- ص ۹۹)، پنڈاہ
(ج ۲- ص ۱۰۴)، پاتال (ج ۲- ص ۱۴۰)، گنڈا = گینڈا (ج ۲- ص ۱۵۱)،
وسنت = چیتر میں ایک تہوار عورتوں کا۔ (ج ۲- ص ۱۷۸-۱۷۹)، ترنجاہی =
تریونجاہی = جہاں ۵۳ وادیاں ملتی ہیں۔ (ج ۲- ص ۱۸۲)، دیبالی = دیوالی
(ج ۲- ص ۱۸۲)، ناؤ (ج ۲- ص ۲۲۰)، چتر (ج ۲- ص ۲۲۰)، کٹو (ستارہ ں
کا مجموعہ) (ج ۲- ص ۲۳۴)، منہ (ج ۲- ص ۳۲۰)، (تحقیق ماللہند ص ۲۹)

اعداد۔ برقہ = ایک - شمالی پنجاب میں اب بھی برکت کہہ کر گنتی
شروع کرتے ہیں۔ بیہ = دو، تریہ = تین، چوت = چار، پنجی - پنج،
ست = چھ، ستیں = سات، اٹین = آٹھ، نون = نو، دھین = دس،
یاہی = گیارہ، دواہی = بارہ، ترواہی = تیرہ، چودھی = چودہ، پنچیاہی =
پندرہ،

دوسری کتاب کتاب الصیدنہ ہے۔ جو الفاظ الادویہ سے تعلق رکھتی ہے
یہ ۱۰۵۰ء میں تصنیف ہوئی۔ اور البیرونی کی ان تصانیف میں سے ہے جن
کا ذکر کشف الظنون میں ہے۔ دنیا ایک عرصے تک اس کتاب کے نام
سے بے خبر تھی۔ اس کے کچھ اجزا ۱۹۳۲ء[1] میں جرمنی میں شائع ہوئے تھے
خوش قسمتی سے ۱۹۳۴ء میں استامبول کے پروفیسر تاریخ اے۔ زکی ولیدی طوغان

---

[1] Das Vorwort Zur Drogenkunde des Beruni ... Von. Max Meyerhof. Berlin 1932 (in Quellen und Studien ....)

نے البیرونی کی چند دوسری کتابوں کے اقتباسات کے ساتھ اس کو بھی ایڈٹ کیا ہے۔ جو محکمۂ آثار قدیمۂ ہند کی طرف سے (شمارہ ۵۳) "Biruni's Picture of the World" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

اس کتاب کے ترجمۂ فارسی کے نسخے کئی جگہ موجود ہیں۔ برٹش میوزیم لنڈن اور لٹن لائبریری علیگڈھ کے علاوہ اس کا ایک نسخہ خان بہادر مولوی محمد شفیع صاحب کے پاس بھی ہے۔ مترجم کا نام ابوبکر بن علی الکاشانی ہے جس نے ۷۰۰ھ کے بعد کسی وقت التمش کے لئے ایک کتاب الادویہ لکھی اور کتاب الصیدنہ کو اس میں استعمال کیا۔

کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ مصنف پہلے مفرد ادویہ کا وہ نام لیتا ہے۔ جو عام طور پر مشہور ہوتا ہے۔ اس کے بعد عربی، یونانی، سریانی، جرجانی، خوارزمی، فارسی، عراقی، ہندی، سندھی وغیرہ زبانوں کے ہم معنی الفاظ کا ذکر کرتا ہے۔ اور پھر اس کی خاصیت بیان کرتا ہے۔ اس ترتیب سے بہت سے ہندی الفاظ جمع ہوگئے ہیں۔

کتاب الصیدنہ میں استعمال شدہ ہندی الفاظ کی فہرست ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔ جس کے ساتھ کسی قدر لفظی تحقیق بھی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

[جہاں جہاں لفظ فق لکھا گیا ہے۔ اس سے مراد صیدنہ کا وہ فارسی نسخہ ہے۔ جو زکی ولیدی طوغان کے پیش نظر تھا]

شیستف ۔ [آبنوس] "ولا یتخلف عنہ شیستف الذی تنحت المنودمنہ قوایم نعو منتھم" (ص۲ کتاب الصیدنہ)

محیط اعظم (ج ۱۔ ص ۹۳) میں لفظ 'آبنوس' کے ذیل میں لکھا ہے :-

آبنوس، بمدّ الف وکسر بای موحدہ، وضم نون وسکون واو وسین، معرب اباتس یونانی است وگویند بیونانی سیفافیولس، ونزد بعضی ساتم وساسب، وبرومی ایکسلین نامند وبفارسی وہندی آبنوس بسکون بای موحدہ، .... ودو قسم می باشد حبشی وہندی، وحبشی بہتر وقوی تر می باشد ودر اں سفیدی اصلا یافتہ نمی شود، ودر ہندی سیاہی یافتہ می شود، اہل زنگبار آنرا اسیکوا (صیدنہ۔ منگیوم) گویند .... وبعضی چوب شیشم را نوعی از آبنوس ہندی دانستہ اند وبعضی گویند کہ درخت او را در ہندی تمال گویند .....

اس موقعہ پر ہمیں اس بحث سے صرف اس قدر مقصود ہے۔ کہ بعض اطبا کے نزدیک، آبنوس[1] شیشم کی ایک قسم ہے۔ البیرونی کے بیان میں شیستف کا تلفظ ممکن ہے۔ کسی قدر تصرف کے ساتھ ہم تک پہنچا ہو۔ اس لئے کہ ہابسن جابسن کی تحقیق کے مطابق ہندوستان کے مختلف حصوں میں اس کا مختلف تلفظ ہے۔ مثلاً

ہندی (موجودہ) میں سیسو۔ سیسُون اور شیشم (اصل سنسکرت میں سیم)

تلگو میں سیسو (ملاحظہ ہو Drury's useful Plants of India P. 176.)

بنگالی۔ شیت سال[2]

پنجابی۔ سسو، سفیدہ، شیشائی، شیشم[3]۔ ٹاہلی

ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصنف مذکور کو بنگالی کے کیندو یا کنو ہندی کے نیندو، تامل کے تمبلی وغیرہ سے آبنوس کے سلسلے میں التباس ہوگیا ہے

---

[1] آبنوس کی مختلف اقسام کے متعلق ملاحظہ ہو۔ Sir E. Tennet کی کتاب Ceylon, i, 184

[2] اس کا علمی نام 'Dalbergia Sisso' ہے۔ [3] 'Punjab Plants, 65.'

بابر بھی توزک میں آبنوس کے سلسلے میں لکھتا ہے "اہل ہند آنرا تیندو می گویند" (بابرنامہ ص۲۴۶) ایک عرب ہندوستانی ابو ضلع سندھی کے وطنی گیت کے چند اشعار سید سلیمان صاحب نے آثار البلاد سے نقل کئے ہیں۔ ان میں ایک شعر میں ساسم کا لفظ آتا ہے :۔

ومنها الکوک والببغاء والطاؤس والجوزل
ومنها شجر الرانج والساسم والقلفل

(عرب و ہند کے تعلقات ص۹۶)

کوتیا جن ۔ (صیدنہ ص۱۹) "الاثمد هو حجر الکحل و بالفارسیة سرمه وبالهندیة کوتیاجن ....." (حاشیہ: تف: کردیا جن)

اس لفظ کے متعلق بھی کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے ۔ غالباً یہ لفظ کیونت انجن جو سرمے کی ایک قسم ہے[1]

۳۔ دَھَک ۔ (صیدنہ ص۱۱) ذکر مقام: وبوشاور من ارض الهند

۴۔ آملہ ۔ (صیدنہ ص۱۱) اُمْلَج (حاشیہ: تف: وابو ریحان گوید: درخت بلیلہ و آملہ در کوہ ہای کشمیر بسیار دیدیم در وقتی کہ بلیلہ و آملہ تمام نرسیدہ بود۔

محیط اعظم (ج ۱ - ص۱۱۱) میں آملہ کے ذیل میں لکھا ہے: "اسم فارسی و معرب آن املج و بہندی آنولہ گویند" پھر ص۱۲ پر لکھتے ہیں "و آنولہ را در سنسکرت وبہشاد و آنوتک بمعنی ترش۔ ولیم کی انگلش سنسکرت ڈکشنری میں اَملک کو سنسکرت قرار دیا ہے۔ پنجاب میں اس کا موجودہ تلفظ آنولا ہے۔ اگرچہ تعلیم یافتہ حضرات آملہ ہی بولتے ہیں[2]

---

[1] آپٹے کی سنسکرت انگلش ڈکشنری نیز Khorey's Bombay Materia Medica P. 36

[2] پنجاب پلانٹس ص۷، ۱۸، ۱۹۳ (ملاحظہ ہو آنولہ)

کلّہ [حاشیہ صیدنہ ط۱۱۱ بضمن انجیر آدم [حاشیہ تف: جرم او مدقد باشد ... وبلغت ہندی او را کلّہ گویند و در کوہ ہای کابل بسیار بود .... "
غالباً یہ وہ چیز ہے۔ جس کو انگریزی میں (Wild fig) کہتے ہیں۔ اور اس کا علمی نام (Ficus glomerata) ہے۔ یہ تحقیق نہ معلوم ہو سکا۔ کہ البیرونی کی اس سے کیا مراد ہے۔ انجیر آدم کو ہندی میں ڈمر کہتے ہیں جو سنسکرت اُدمبرا سے بگڑا ہوا ہے۔ ایک اور چیز جسے محیط اعظم میں انجیر احمق قرار دیا ہے۔ ہندی میں گلر۔ گولر یا گلڑ کہلاتی ہے[1]۔ دکنی اور بنگالی میں گلرا۔ اس کے علاوہ پیپل کے پھل کو بھی گوُل کہتے ہیں۔ پنجاب میں ایک میوہ ہے۔ جس کا نام گولڑ ہے[2]
بہر صورت کلّہ انہی الفاظ میں سے کسی ایک کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ ممکن ہے کلّہ دیعنی گلر یا گولر) ہو۔

اوسپید (صیدنہ ط۱۱۱) "ضربٌ من النیلوفر الھندی ...."
حاشیے میں کاشانی کے فارسی نسخے کی مدد سے یہ عبارت درج ہے۔ "وبلون نیلی در زمین ہند نیلوفر نیست مگر در اطراف جرم و بدخشان"۔
محیط اعظم میں ہے[3]:- اُوسپید۔ اسم فارسی وآن قسمی از نیلوفر ہندی است" اسی مصنف کے نزدیک اس کی اصل نیلوپتر ہے۔ اگرچہ بمبئی میٹریا میڈیکا نے "نیلوُاُتپل" لکھا ہے۔ یعنی نیلا کنول۔ فارسی میں یہ لفظ بڑی کثرت سے اور بطور لفظ اصلی کے استعمال ہو رہا ہے۔ لیکن اس کی اصل شاید سنسکرت ہے۔

پودنہ (صیدنہ ط۱۱۱) برُدی کے ضمن میں۔ [تف:

[1] پلٹس ڈکشنری و محیط اعظم، [2] پنجاب پلانٹس، [3] ج ۱، ص ۲۳۰،

یہ لفظ ہندوستان کی سب بولیوں میں بولا جاتا ہے، فارسی میں پودنگ اور معرب فوذنج، جنق بھی کہتے ہیں۔ شمالی ہند اور پنجاب میں پودنہ ہی مستعمل ہے۔

ابرسنا روا۔ (صیدنہ ص ۱۱) بیباس .... فزاری گوید بیباس را اہل ہند وسند مادو بوی گویند .... وبعضی گفتند ۔ بلغت ہندی ابرسنا روا ویند۔ اس کی تحقیق نہ ہو سکی۔

تُل ۔ (صیدنہ ص ۱۱) اور ماشجہ (صیدنہ ص ۱۱) بقم کے ذیل میں۔ یہ مشہور اوزان کے نام ہیں۔ تحقیق ماللہند میں بھی آ چکے ہیں۔ "فی الہند۔ ماشہ" سرِس (صیدنہ ص ۱۱) ۔ بھرآمج کے ذیل میں " .... وبالسندیۃ سرس وہو البہرامج" البیرونی نے اس کو سندھی قرار دیا ہے۔

بیش (صیدنہ ص ۱۱)، بالھندیۃ بش منبتہ بارض الھند فی جبال کشمیر واسم الجبل الذی ینبت علیہ شنکرستاجن جبلٌ فی کشمیر فی حدود کرناوہ...." (نوع یسمی سرنک۔ منبتہ فی جبل کالیھار فی حدود کشمیر بوبھند) محیط اعظم میں لکھا ہے: بیش ۔ بش، وآن بیخ است ہندی، بسیار سمی قتال کہ در اکثر جبال ہند ونواح ہند می شود، وبہندی بس، بچھناگ، ومیٹھا نامند (ج ۱ ۔ ص ۲۷۵) لیکن یہاں شاید یہ لفظ مراد نہیں۔ بلکہ وہ درخت جس کو پنجاب میں بِس یا بیئس کہا جاتا ہے ۔ جو بید مجنون کے خاندان میں سے ہوتا ہے (Salix alba) ہندوستان کی باقی زبانوں میں مندرجہ ذیل نام ہیں:۔

کشمیری ۔ وویر، پنجابی بِیس ۔ یُر، چنگما ۔ ماچنگ، یمّا وغیرہ ۔ افغانی بیدسیاہ، سندھ پار ۔ کھروالہ (ملاحظہ ہو پنجاب پلانٹس، واٹڈین میڈیکل

پلانٹس ج ۲، ص ۱۲۲)

اگر پہلی صورت کو تسلیم کیا جائے۔ تو پنجابی اور ہندوستانی میں بس بمعنی زہر ہے۔ اگر دوسری صورت ہو تو شمالی پنجاب کا بیِنش۔

دیودار (صیدنہ ۱۴۴) العشر دیودار .... وسمیتہ اہل عج کہ کرک

یہ وہی لفظ ہے جسے پنجابی میں دیار کہتے ہیں۔ اس کی بہت سی اقسام ہیں۔ ان میں پُدرّ۔ دیار۔ کیلو۔ کیولی۔ کینول۔ کیولی بھی شامل ہیں۔ دیودار فارسی میں "دارو" مستعمل ہے۔ لیکن سنسکرت والے اس کو اپنا لفظ قرار دیتے ہیں۔ (دیودارو) انڈین میڈیسنل پلانٹس (ج ۲، ص ۱۲۲۳) کے مصنف نے دیودار اس کی ہندی بتائی ہے (ملاحظہ ہو آپٹے سنسکرت ڈکشنری و ہابسن جابسن "بذیل دیودار)۔ نیز ملاحظہ ہو بمبئی میٹریا میڈیکا ص ۲۱۲ ۵۔

ترنج (صیدنہ ۱۱۴) ترید۔ بالفارسیہ تربل وبالہندیتہ ترنج ..... یجلب من نھلوار ہ من بلاد السند

تودری (حاشیہ صیدنہ ۱۱۴ [تودریج و تودری] تودرک فی الاصل

محیط اعظم کے بیان کے مطابق اس کا ہندی نام تُودری ہے (ج ۲، ص ۱۰۱)

چاء۔ (صیدنہ ۱۱۴) اگرچہ ہندوستانی لفظ نہیں۔ لیکن صیدنہ کے فارسی ترجمے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل ہند التمش کے زمانے میں اس "بادۂ حلال" سے خوب واقف تھے۔ اور اس کی بڑی قدر تھی۔ اور اس کا بیع وشرا ناجائز تھا۔

الروبجہ۔ (صیدنہ ۱۱۱) [ھی الدراھم السندیۃ وھی القصریات عند الہند]

۱؎ پنجاب پلانٹس۔ ۲۲۰،

ہابسن جابسن کے بیان کے مطابق روپیہ کا لفظ سنسکرت "Rupya" ہے

تاتگی ۔ داذی : بالہندیۃ تاتگی .....

عربی داذی کا نام فارسی میں جوجاذو ہے (محیط اعظم ۔ ج ۲ ص ۹۹ ؛ پنجابی اور ہندی میں بلنت ۔ ویند لو بلسنت ہے (ملاحظہ ہو پنجاب پلانٹس ص ۳۰۰ : انڈین میڈیکل پلانٹس ج ۱ ۔ ص ۱۴۶ : انڈین میٹریا میڈیکا ص ۴۶) تاتگی کے متعلق تحقیق نہ ہو سکی ۔

تج ۔ (صیدنہ ص ۱۲) " دار صینی .... وھو بالھندیۃ تج " ۔

آج کل پنجاب اور دوسرے صوبوں میں تج کے مقابلے میں دارچینی کا لفظ زیادہ مستعمل ہے ۔ تاہم ہندی ۔ بنگالی اور دکنی میں اب بھی تج کا لفظ موجود ہے (ملاحظہ ہو بمبئی میٹریا میڈیکا ۔ ص ۴۷۲ اور انڈین میٹریا میڈیکا ۔ ص ۲۰۰) تج پتر یعنی جنگلی دارچینی ؛

پانڈورت ۔ (صیدنہ ص ۱۲) " دم الاخوین .... بالسندیۃ باتورت وبالفارسیۃ خون سیاوشان وقیل کاخون وبالہندیۃ پاندورت یعنی دم پاندو وھولحد الکبار عندھم بازاء سیاوش عند الفرس الخ

دم الاخوین کے ذیل میں محیط اعظم میں ہے " ہندی ہیرادکھی ورنگ برت رتت ۔ لہو ؛

ریوند : صیدنہ ص ۱۳ ، [تعت]

ریوند چینی اس وقت ہندوستان کی بہت سی زبانوں میں مستعمل ہے ۔ مثلاً ہندی ، بنگالی ، پنجابی وغیرہ ، فارسی میں اس کو ترسک اور سنسکرت میں املاوتسا (Amla Vetasa) کہتے ہیں ۔ (ملاحظہ ہو انڈین میٹریا

میڈیکا ۱۴۱۷ اور انڈین میڈیسینل پلانٹس ج ۲-ص ۸۰ - ۱۰۷۹،

سُمدر پھین (صیدنہ ص۱۲) "زبد البحر بالہندیۃ سمدر پین ....."

صیدنہ میں یہ لفظ کچھ غلط لکھا گیا ہے ... یعنی سمدر پین - اصل لفظ سنسکرت ہے - اور اس وقت گجراتی وغیرہ میں استعمال ہو رہا ہے - پنجاب میں سُمندر جھگ کہتے ہیں - (انڈین میٹریا میڈیکا ۱۱۲۷)

توتیا نجی - (صیدنہ ص۱۲) "زرنب" و زرقفت ... ویسمی بالھندیۃ **توتیا نجی**"

اس لفظ کی کما حقہ تحقیق نہ ہو سکی - محیط اعظم میں زرنب کو برہمی، تالیس اور تالیس پترا کے مرادف قرار دیا ہے - کوئی تعجب نہیں کہ یہ لفظ سنسکرت کا توتھا نجن ہو جو ہندی کے ہرن توتیا کا ہم معنی ہے (انڈین میٹریا میڈیکا ص ۲۲۷)

کتورہ (صیدنہ ص۱۲۲) "**زھم بالھندیۃ کتورہ یجلب من السند والدیبل** .... ولا یعرفہ العرب"

تحقیق نہیں ہو سکی -

کوہ (صیدنہ ص۱۲۲) "زیتون .... **والمولتانیون یسمونہ کوہ**"

یہ زیتون کا ہم معنی ہے - اور بہت سی اقسام رکھتا ہے - پنجاب میں اس خاندان کے درخت بہت ہیں - پنجاب پلانٹس میں اس کو Kau، Koha، Ko، Khau لکھا گیا ہے - پنجاب اور ضلع ہزارہ میں بہ کثرت ہوتا ہے - ہزارہ میں کہو کہتے ہیں -

نوشادر (صیدنہ ص۱۲۳) السبج کے ذیل میں -

اس کی اصل شاید فارسی ہے - لیکن اس وقت ہندوستانی کا جزو بن چکا ہے -

مُشت (صیدنہ ص ۱۳۳) "سعد ... بالھندیۃ مت، بالزبلیۃ مست ..."

محیط اعظم میں ہے "سعد" وآن بیخ نباتی است برگ او شبیہ برگ گندنا الّا ازان باریک تر نوعی بستانی است بہ ہندی "موہتہ" گویند۔ (ج ۳ ص ۲۴۴)

سعد کوفی اس کی عمدہ ترین قسم ہے۔ ہندی میں اس کے مختلف نام یہ ہیں۔ موتھہ۔ تمیر۔ ثمرو۔ چمر۔ پنجابی میں مرآڑا، ڈودمیر وغیرہ کہتے ہیں۔ (انڈین میڈیسنل پلانٹس ج ۱، ۱۴۲۸) تلگو میں موہودو، موردو کہتے ہیں (انڈین میٹریا میڈیکا۔ ۳۰۳) کشمیری میں چمکت اور وادی ستلج میں مورت (پنجاب پلانٹس ۶۷)

جوتا = چوٹا۔ (حاشیہ صیدنہ ص ۱۳۳) سفرجل کے ذیل میں حاشیہ تف = "و اہل کشمیر جوتا گویند ..."

ہزارہ، جموں اور پنجاب کے شمالی اضلاع میں سیب کو چوٹا کہتے ہیں۔

رال (صیدنہ ص ۱۲۵) "سندروس: بالھندیۃ رال، وقیل ایضاً مزیمہو وقیل میتو ....."

(نیز ملاحظہ ہو "الجماہر فی الجواہر")۔

محیط اعظم میں چندرس اس کی ہندی بتائی ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ یہ کہربا کی طرح کی چیز ہوتی ہے، زرد اور سرخ، پنجابی میں رال یا رالی کہتے ہیں۔ جو سنسکرت کے رال آرلو سے ماخوذ ہے۔ ہندی میں کنگلی بھی کہتے ہیں۔ گجراتی میں چندرسا اور بمبئی کے بعض حصوں میں جن اردھو مدھا کہتے ہیں جو مزیدہون کے قریب قریب ہے۔ انگریزی میں علمی نام *Mimosa Rubricaulus.* ہے۔ جو میو کی

اصل معلوم ہوتی ہے (ملاحظہ ہو انڈین میٹیریا میڈیکا ۵۵۲، محیطِ اعظم ج ۴
ص ۲۴۶، بمبئی میٹیریا میڈیکا ص ۵۱۱)

مُہلت = مُلَتِّھ (صیدنہ ص ۱۲۵) "سُوس - بالھندیۃ مُہلت .. وبالزنگلیۃ
قلنج"

ہندی میں مُلہٹی یا میٹھی لکڑی ہے۔ سنسکرت میں مدھوک یا یشٹی مدھ
لیکن اس کا عام فہم اور عوام پسند تلفظ مُلٹھی یا مُلَٹھی ہے (بمبئی میٹیریا میڈیکا
۲۵۴، انڈین میٹیریا میڈیکا ۳۹۶)

کبیر کاکول - (صیدنہ ص ۱۲۵) "شقاقل" "بیخ گزر دشتی را گویند و ذو قو تخم
اور اگویند و او را از سمرقند باطراف برند و بھندی آنرا کبیر کاکول گویند"

[تف]

محیطِ اعظم میں ہے "شقاقل .... و بھندی دود ہالی بمعنی شیر دار، ستالی
بسیار اولاد پیدا کنندہ، سوالی - آرام دہندہ، کاکول - امید زیادہ کنندہ ...
وبقول بعضی کاکول اسم فارسی است و آن بیخ است معروف (ج ۳ ص ۱۲۳)

رخت چندن = رت چنن (صیدنہ ص ۱۲۶) "صندل - وبالزنجیۃ جندل
.... والمقامری سہ سوگند ای قطاع جیلۃ والاحمر منہ
رخت جندن ...."

مندرجہ بالا عبارت میں سہ سوگند غالباً Shohugandh ہے۔
(ملاحظہ ہو انڈین میڈیسنل پلانٹس ج ۱ - ص ۴۵۷) سنسکرت، بنگالی
اور کناری میں رکت چندن کہتے ہیں (انڈین میٹیریا میڈیکا ۱۸)
اس کو پنجاب میں رت چنن کہتے ہیں۔

تالک - (صیدنہ ص ۱۲۷) "طلق، بالھندیۃ تالک ...."

محیط اعظم میں ہے "طلق ۔ معرب از تالک فارسی، بعربی کوکب الارض و بفارسی ابرک و بہندی ابھرک و بھوڈل نامند ....." انڈین میٹریا میڈیکا کے مطابق ابھرک سنسکرت، تلک فارسی اور دکنی، اَوْرک ہندی۔ گجراتی ہے (ص ۱۰۰)۔ بمبئی میٹریا میڈیکا (ص ۶۵) ابھرک سنسکرت، اورک ہندی اور فارسی ہے۔ فارسی لغات تے تلک اور تالک کو فارسی لفظ قرار دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ البیرونی کے زمانے میں تالک پنجاب اور اس کے مضافات کے ذخیرۂ زبان میں جذب ہو چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بیرونی اس کو ہندی لفظ قرار دیتا ہے۔

جوک (صیدنہ ص ۱۲۷) "پارسیاں دیوجہ گویند و بہ ہندی جوک گویند ... (تف)

مَرِچ (صیدنہ ص ۱۲۹) "فِلفِل ... والفلفل الاسود بالهندیة مَرِچ و بالسغدیة ایضاً مَرِچ"

انڈین میٹریا میڈیکا (ص ۱۶۳) کے بیان کے مطابق سنسکرت میں مَرِچ پھلم یا کتوویرا اور ہندی لال مرچ کہتے ہیں۔ بمبئی میٹریا میڈیکا (ص ۴۹۵) میں اس کی سنسکرت اُشنا مَرِشا، بنگالی گول مَرِچ اور ہندی کالی مرچ لکھا ہے۔

پنجاب کے شمالی اضلاع میں جہاں ٹھیٹھ اردو یا ہندی تلفظ نہیں پہنچا۔ ابھی تک لوگ اس کو مَرِچ یا مَرچ میم مفتوح کے ساتھ بولتے ہیں۔

مَنِت [ـ مَنِیت یا مَنجِیت] (صیدنہ ص ۱۲۹) "فوّة الصاغین، بالهندیة مَنِت و بالفارسیة روین ....."

بمبئی میٹیریا میڈیکا کے بیان کے مطابق (ص۳۵) اسے ہندی میں مجیٹھ یا مانجیٹھ مہاراشٹر میں مانجیشتہ دکنی اور بنگالی میں ماجیت کہتے ہیں۔ انڈین میٹیریا میڈیکا (ص۵۵) مختلف زبانوں میں اس کا یہ تلفظ ہے: سنسکرت کناری بمبئی اور مہاراشٹر میں منجیت۔ ہندی اور بنگالی میں منجت۔ تامل میں منڈتی ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ البیرونی کا تلفظ ان سب سے قدرے مختلف تو ضرور ہے۔ لیکن ہندی سے اقرب ہے گو کسی حد تک بگڑا ہوا ہے۔

ایلانجی ایل گکولا وتلا۔ (صیدنہ ص۲۹) "قاقلہ هی من ارض الزهب بالهندیه ککولا وتلا نوعان کبار و صغار . . . . ویسمی الهند صغارا اذا کان منثورا ایل واذا کان مغلقا ایلانجی . . . ."

(اس کے لئے دیکھو "عرب و ہند کے تعلقات" ص۷۶) ہیل

لونگ ولونگل (صیدنہ ص۳۱) "قرنفل بالهندیة لونگ او لونگل . . . ." لونگ اس وقت ہندوستان کی زبانوں کا ایک عام لفظ ہے۔ لونگل شاید لونگھل ہے (صیدنہ کا حاشیہ نمبر۲ ملاحظہ ہو)

کُٹ (صیدنہ ص۳۱) "قسط۔ بالهندیة کت و بالرومیة قسطوس . . . ومنه نوع ابیض مرّ وهو الهندی یسمی البنفجی (؟) لان رایحته یشبهه". سنسکرت میں کُشت یا پشکر ہندی میں کُست کُٹ وغیرہ پنجاب میں کُٹ۔ کوت یا کوٹھ تلگو میں کُستم گجراتی میں پشکرمُل وغیرہ کہتے ہیں (انڈین میٹیریا میڈیکا ۷۷۶، ۲۴۸ "بمبئی میٹیریا میڈیکا ۴۷، ۳ پنجاب پلانٹس ص۱۲) کشمیر اور اس کے نواحی پہاڑوں پر بکثرت ہوتی ہے۔ اور بڑی خوشبودار چیز ہے۔ محیط اعظم (ج۲۔ ص۹۹۹)

میں ہے: قُسط، بضم قاف وسکونِ سین وطاء مہملہ' گویند معرب از کُٹ ہندی است و بیونانی قرسطوس' و بفارسی کوشتہ' و بفرنگی کست و بہندی کٹ و کوٹھ نیز گویند'

اسبغول ۔ (صیدنہ ۱۳) ''قطونا' در پارسی اسبغول و خرغول .... و واسبغول ہندی و جرجان بمنفعت زیادہ بود از انواعِ دیگر'' [تعقیب] یہ لفظ غالباً فارسی الاصل ہے۔ لیکن اس وقت بنگالی ہندی پنجابی وغیرہ میں جذب ہو چکا ہے۔ کاشانی کے زمانے میں ہندی بن چکا تھا۔

رال (صیدنہ ط ۱۳) ''قیر۔ واو را از قعر دجلۂ بغداد بیرون آرند... یکنوع را از و در زمین ہند او را (کذا) رال می گویند و در صیدنہ چنین دیدم کہ اہل ہند او را بسہ گویند ...''

بسہ کی تحقیق نہ ہو سکی۔ محیط اعظم میں لکھا ہے (ج ۲۔ ص ۴۶)' ''رال۔ اسم ہندی قیقہر است و ہندیاں آنرا گگلم گویند و بسنسکرت بھلنکش (یعنی دافعِ کرم) گویند' درخت آن سیاہ باشد و صمغ آن زرد است۔ و امراضِ جلدیہ را نافع''

کیوڑہ (صیدنہ ط ۱۳) ''کاذی ... و کیہانی گوید: ... اہل زمین ہند کاذی را گل کیوڑہ گویند''

محیط اعظم میں ہے (ج ۴ ص ۴۴): کَدر اسم عربی است و بلغت اہل یمن' و بقول بعضی بہ لغت ہندی کاذی نامند و نیز بہندی کیوڑہ گویند و نوع کوچک آن را کیتکی خوانند' صاحب جامع بغدادی می گوید کہ در یمن بسیار است و معروف بہ کاذی است۔ دینوری

می گوید - کہ نبات کادی ببلاد عرب در نواحی عمان بسیار می شود وغیرہ'
وصاحب جوامع ادویہ مفردہ مرکبہ گفتہ کہ آنرا کادی گویند - درختی
است کہ در زمین ہند' و سند و مکران می روید"

انڈین میٹیریا میڈیکا (۶۳۱) کے بیان کے مطابق سنسکرت میں
کیتکی' بنگالی میں کیوڑا' بمبئی اور مہاراشٹر میں کیوڈا - تامل میں کیتھا'
کناری وغیرہ میں کیدگی کہتے ہیں - اس لحاظ سے کادی (کاذی)
بھی ہندی لفظ کے قریب ہے (نیز عرب وہند کے تعلقات)

آلسی (صیدنہ ط۱۳۲) "کتان - تخم اورا بہ سُغد و سمرقند و فرغانہ زغیر گویند -
وزغیرہ نیز گویند و بہندی آلسی گویند" -
محیط اعظم میں ہے"..... بہندی آلسی وتیسی گویند (ج ۴ - ص ۳۴) -
"بمبئی میٹیریا میڈیکا (ص۱۹۱) میں ہے کہ آلسی تخم کتان کو کہتے ہیں - ہندی
میں آلسی اور تِسی' سنسکرت میں اَتسِی اور بمبئی میں اَلشی یا آلشی کہتے
ہیں -

جیروا = زِیرہ (صیدنہ ط۱۳۲) "کمونا - بالفارسیۃ زیرہ ..... بالہندیۃ اجاجی
وبالسندیۃ جیروا -

انڈین میٹیریا میڈیکا (۲۶۹) میں ہے سنسکرت میں جیرکا - اجمود -
جیرا وغیرہ کہتے ہیں - ہندی اور بنگالی میں سفید جیرا اور فارسی میں
زیرہ کہتے ہیں - گجراتی میں سفید جیرم تلگو میں جِیل کرا - کنڑی میں
جِیرج - مہاراشٹری وغیرہ میں جیرہ کہتے ہیں - البیرونی زیرہ کے
لئے ہندی لفظ اجاجی بتایا ہے - اس کے معنے سنسکرت میں " وہ
جسے بکریاں چھوڑ جائیں " زیرہ کو بکریاں پسند نہیں کرتیں - اس سے لئے

اس کا یہ نام رکھا گیا (ملاحظہ ہو ولیم سنسکرت ڈکشنری) اس موقعہ پر البیرونی نے ہندی سے سنسکرت مراد لی ہے۔ بایں ہمہ اس کے بعد لفظ زیرہ ہی ہندوستانی زبانوں میں جگہ پکڑ گیا ہے۔ چنانچہ محولہ بالا بیان کے مطابق ہندوستان کی سب بولیوں میں موجود ہے۔

لیمو (صیدنہ ۱۳۵) "یعمل من قصدار یشبہ النارنج وفیہ ازانۃ وملاسۃ لایبق علیہ و یعل شبیہ بلیب النارنج ...."

سنسکرت میں Jambeeram Jambha. کہتے ہیں۔ اس وقت یہ لفظ ہندی، دکنی، بنگالی، کشمیری، پنجابی اور گجراتی میں ادنیٰ اختلاف موجود ہے۔

کستری۔ کتوری (صیدنہ ط ۱۳۶) "مسک: بالھندیۃ کستری کتوری .... واما الھندی فاجودہ النیبالی ... ومن الھندی [نوع] یسمی حرسری (؟) و بعدہ النیبالی والکشمیری ....."

انڈیا میٹیریا میڈیکا میں ہے (۱۱۱۹): - کہ مشک کو سنسکرت، ہندی، بنگالی، گجراتی، کونکنی، کناری، تامل، تلگو، ملیالم میں کستری یا کستوری کہتے ہیں۔ اسی مصنف کے بیان کے مطابق اس کی مختلف ہندی اقسام کا مروپی، نیپالی اور کشمیری ہیں۔ لفظ حترسری کی تحقیق نہ ہو سکی (نیز ملاحظہ ہو بمبئی میٹیریا میڈیکا ۹۸)

کلکل۔ کرکر = گوگل (صیدنہ ط ۱۳۶) "المقل .... بالرومیۃ بدلیون وایضاً بدالیون وبالسریانیۃ مقلاً وبالفارسیۃ بوے جهودان ....، بالھندیۃ کلکل وقیل کرکر ...... الخ

محیط اعظم میں ہے (ج ۴ ص ۹۶): بہندی آنرا گوگل نامند و آن

صمغ درختی است بقدر درختِ کندر و بسیار عظیم و در سواحل بحر
عمان ..... الخ"

انڈین میٹیریا میڈیکا (ص ۹۸، ۱۲۶) میں ہے۔ کہ یہ چیز سنسکرت میں
گگل یا کوشیکا کہلاتی ہے۔ ہندی، دکنی، تلگو، مرہٹی میں گگل، بنگالی
میں گگل یا مُقل، تامل میں گگل اور گجراتی میں گگر اور کناری میں
گگل کہلاتی ہے۔ البیرونی کا تلفظ کسی قدر بدلا ہوا ہے۔

ناریل (صیدنہ ص ۱۳۸) "نارجیل، بالہندیۃ ناریل ....."
سنسکرت میں Tranaraj. اور نری کیل ہے۔ بنگالی میں بھی
یہی ہے۔ یہ ہندوستانی زبانوں کا ایک عام لفظ ہے۔

پَدُم۔ (صیدنہ ص ۱۳۹) "نیروفل، و بارض الھند لا یکون منہ غیر الاحمر
والابیض ویسمونہ، پدم ....."

بمبئی میٹیریا میڈیکا (ص ۱۴۳) میں ہے: کہ ہندی میں اسے کنول یا
کمل پھول، سنسکرت میں کنول یا پدم، اور باقی زبانوں میں بھی کم و
بیش کنول یا کمل کہتے ہیں۔ اس لفظ کے سلسلے میں عام مقامی بولیو
کی بجائے سنسکرت کو مأخذ بنایا ہے۔

کورکو [کوڑی] (صیدنہ ص ۱۴۰) "الودع بالھندیۃ کورکو وایضاً
کج ....." ..... الکبار المسماۃ شنک فی غایۃ البیاض"

محیط اعظم میں ہے (ج ۴۔ ص ۱۸۸): "بفارسی آنرا کچک و در دیلم
کلاچک ..... و بہندی کوڑی گویند و قسم بزرگ آنرا بہ فارسی سفید مہرہ
و باد مہرہ و بہندی سنکھ نامند، و نوع کوچک آنرا بشیرازی گوش
ماہی و بہندی گھونگا خوانند" اس بیان کے مطابق کج یا کچک

فارسی ہے۔ شنک اور سنکھ ایک ہی لفظ ہے۔

ہَرْتِیْن زہریرہ] دصیدنہ ط ۱۴۱ " ھلیلج وقیل انہ' بالھندیۃ ھوزبل وایضاً ھَرْتِیْن ....."

انڈین میٹیریا میڈیکا (۶۴۴) میں ہے۔ کہ اسے سنسکرت میں ہریتکی ہندی اور دکنی میں پیلی ہرڑ' ہرڈ' پنجابی اور کشمیری میں زرد ہلیلہ نیز بمبئی میٹیریا میڈیکا (۲۹۵) کے مطابق ہندی میں ہَرْج' پیلی ہَرْ اور ہرڈ کہتے ہیں۔ کوئی تعجب نہیں کہ اس کا اصل تلفظ ہَرْتِین ہو۔

فقط

میں یہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔ کہ البیرونی کی سیاحت کا محور اور دائرہ وادی کابل پنجاب اور سندھ تک محدود تھا۔ جب یہ ثابت ہوگیا تو ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ البیرونی نے جو ہندوستانی الفاظ اپنی کتابوں میں لکھے ہیں اُن کی ماہیت کیا ہے؟

البیرونی کی کتاب الجماہر فی معرفۃ الجواہر حیدر آباد (دائرۃ المعارف) سے ۱۳۵۵ھ میں شائع ہوئی ہے۔ زکی ولیدی طوغان نے بھی اس کے اقتباسات شائع کئے ہیں۔ یہ کتاب موودود کیلئے سنہ ۱۴۳۰ھ میں لکھی گئی تھی (ملاحظہ ہو زکی ولیدی' دیباچہ ص ۱۷)

اس میں جو ہندوستانی الفاظ آئے ہیں۔ ان کی فہرست یہ ہے:۔ (جغرافیائی نام خارج ہیں) اوت (ص ۹۹)' بھلر (ص ۱۵۸)' پاندورت (ص ۳۷)' پتنک (ص ۱۸۲)' پدم راگ (ص ۳۷)' تل۔ تولہ (ص ۳۶)' چندکاند (ص ۷۹)' واریدم (ص ۱۷۶)' دیب (ص ۴۳)' رتو (ص ۹۹)' سپ (ص ۲۴۲)' سورن (ص ۲۳۲)' شنک و شنکر دا۔ دا' کلت (ص ۴۶)' کسنب (ص ۳۵)' کندبیر (ص ۳۵)' ستی (ص ۴۵)' مریدھون (ص ۲۳)' منک (ص ۹۱) نیل (ص ۳۳)' ہرباچ (ص ۲۱۳)' ھیرا (ص ۹۲)'

یہ الفاظ فہارس میں "اجناس الجواہر" سے لئے گئے ہیں

پروفیسر زخاؤ کا بیان ہے کہ البیرونی سنسکرت اور ورنیکلرز کے Phonetic System کا بڑا ماہر معلوم ہوتا ہے۔ اسے سنسکرت کی علمی اصطلاحوں سے کامل واقفیت تھی۔ اور ادبی روایات و اصول کا پورا شناسا تھا۔ اس کی سنسکرت دانی مسلم تھی۔ یہاں تک کہ بعض اوقات بڑے بڑے پنڈت اور ودّیادان بھی اس کی محیر العقول علمی قابلیت کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے۔

عجیب بات ہے کہ البیرونی اصطلاحات علمیہ سے واقف ہونے کے باوجود سنسکرت اور پراکرت کا لفظ کہیں استعمال نہیں کرتا۔ بلکہ جب کبھی وہ کوئی ہندوستانی لفظ استعمال کرتا ہے۔ تو محض "الہندیہ" کہہ کر اس کا ذکر کرتا ہے[1]۔ مثلاً تحقیق ما للہند میں (ص ۷۶؛ س ۸) ایک جگہ کہتا ہے: "و ھو المعروف عندنا بکتاب کلیلہ و دمنہ فانہ تردد بین الفارسیۃ و الھندیۃ ثم العربیۃ والفارسیۃ ....." اسی طرح ص۱۰۵ پر کواکب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "اسماؤھا بالھندیۃ"۔

مگر باوجود اس کے وہ کتابی علمی زبان اور بولی کے فرق کو بخوبی جانتا ہے۔ اور کلاسیکل زبان اور عوام کی زبان میں امتیاز کرتا ہے۔ مثلاً تحقیق ما للہند میں (ص۱۱۲؛ س ۱۷؛ ۱۹) میں ادھ ماسہ کے ذکر میں کتابی اور مبتذل زبان کے فرق کو واضح کرتا ہے۔ پھر بھی یہ ضرور ماننا پڑے گا۔ کہ وہ بعض اوقات

---

[1] زخاؤ۔ دیباچہ الہند XXII: نیز اس بحث پر دیکھو زخاؤ کا جرمن رسالہ۔ Indo-Arabischen Studien Zur Aus-Sprache und Geschichte des Indischen in Der Ersten Hälfte des XI Jahrhunderts- Berlin 1888.

سنسکرت اور ورنیکلر عامی اور فصیح کے درمیان امتیاز نہیں کرتا[1]۔ مثلاً تحقیق ماللہند (ص ۱۰۵) میں ہندی بہنوں کے نام لیتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ کلاسیکل زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ سنسکرت کی صورتیں نہیں ہیں[2]۔

تحقیق ماللہند میں غیر سنسکرت (یا ورنیکلر) الفاظ دو قسم کے ہیں۔ اوّل وہ جو پراکرت کے مرحلے سے آگے گذر چکے ہیں۔ دوم وہ جو پراکرت کے مرحلے سے نہیں گذرے۔ لیکن براہ راست سنسکرت سے مشتق ہیں[3]۔

سچ یہ ہے کہ تحقیق ماللہند کے ورنیکلر الفاظ کا مسلۂ نہایت پیچیدہ اور مشکل ہے۔ موجودہ لسانیاتی مطالعہ کی روشنی میں یہ بات متعین نہیں کی جا سکتی۔ کہ البیرونی کسی خاص ورنیکلر کے الفاظ لاتا ہے۔ پروفیسر زخاؤ فرماتے ہیں کہ "تحقیق ماللہند میں جو ورنیکلر الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ میں موجودہ ہندوستانی ورنیکلرز میں کسی کے ساتھ ان کو متعلق نہیں کہہ سکتا۔ شاید یہ کسی ایسی زبان کے الفاظ ہیں — جو گیارہویں صدی میں وادی کابل اور اس کے نواحی علاقوں میں بولی جاتی تھی اور یہ ایسی زبان تھی۔ جس کے تحریری نمونے کسی کتاب، یا کتبے کی صورت میں ہم تک نہیں پہنچے" کچھ آگے چل کر یہی فاضل لکھتا ہے۔ کہ البیرونی نے گنتی کے جو اعداد دئے ہیں۔ ان کو دیکھنے نیز بہت سے اور الفاظ کا مقابلہ کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ البیرونی کی ورنیکلر ہندوستان کی باقی سب

---

[1] زخاؤ دیباچہ تحقیق ماللہند XXXIII، [2] ان مباحث کے لئے دیکھو Hoernle, Comp. Grammar, P. 72 اور زخاؤ، [3] بیمز کا مضمون رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۷۱، ص ۱۴۹،

نیو آرین زبانوں کے مقابلے میں، سندھی سے قریبی علاقہ رکھتی ہے"۔

(دیباچہ الہند (XXIV))

بد قسمتی سے البیرونی کے بعض ہندوستانی الفاظ نہایت بگڑی ہوئی شکل میں ہم تک پہنچے ہیں۔ یہاں تک کہ فاضل پروفیسر زخاؤ نے تحقیق ماللہند کے ایڈیشن میں اس دقت کو سخت محسوس کیا ہے۔ لہذا بہت سے ورنیکلر الفاظ کی اصل محض اس لئے معلوم نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ اپنی اصلی صورت میں نہیں۔

ہمارے پاس پنجابی اور ہندی کا کوئی قدیم نمونہ ایسا موجود نہیں۔ جسے اس وقت سے متعلق کیا جا سکے۔ ہندی کے قدیم ترین نمونے جو ہمیں دستیاب ہو رہے ہیں۔ وہ گریرسنؔ کے بقول مشکوک ہیں۔ شبو سنگھ سروج کے مطابق ہندی کا قدیم ترین شاعر Punya پُسیَہ یا پُنّیہ یا پنڈ؟ تھا۔ جو اُجین کا رہنے والا تھا۔ یہ شاعر سنسکرت اور ہندی دونوں زبانوں میں لکھتا تھا۔ اس کا زمانہ ۷۱۵ء کے لگ بھگ بتایا جاتا ہے۔ اسی طرح کھمن سنگھ ایک اور شاعر تھا۔ جس کا زمانہ ۸۳۰ء بتایا جاتا ہے۔ کیدار د (۱۱۵۰ء) علاء الدین غوری کے زمانے کا شاعر تھا۔ چاند کوی کی شہرت سب سے زیادہ ہے۔ جس کی کتاب پرتھوی راج رایسا بڑی مشہور کتاب ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ سب مشکوک ہیں۔ علی الخصوص چاند کوی کی پرتھی راج رایسا تو پروفیسر شیرانی صاحب کے بیان اور تنقید کے مطابق بالکل جعلی تصنیف ہے۔ اس لحاظ سے ہندی کے قدیم ترین مستند نمونے چودھویں

ے The Modern Literary History of Hindustan, Grierson Chap. I & II.

پندرہویں صدی عیسوی سے متعلق مل سکتے ہیں۔

پنجابی زبان کے متعلق بھی یہی بیان دیا جاسکتا ہے۔ بقول ایک مصنفؒ کے "پنجابی کے قدیم ترین تحریری نمونے آدگرنتھ میں محفوظ ہیں"۔ یہی نمونے ہر لحاظ سے مستند ہیں۔ گورکھ ناتھ اور گوپی چند کے شبد اس سے پہلے کے ہیں۔ (۱۴ ویں صدی ع) لیکن یہ بھی مشکوک سمجھے جاتے ہیں۔

ان حالات میں البیرونی کے الفاظ کے متعلق کوئی رائے قایم کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ تاہم یہ ضرور کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس کے وہ الفاظ جو کتاب الصیدنہ میں ہیں۔ شمالی ہندوستان کی اس وسیع رائج الوقت ورنیکلر سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو عہد گپت (۸ ویں صدی ع) کے بعد شمالی ہندوستان میں مختلف عناصر سے مل کر ظہور میں آچکی تھی۔ اور اس کی ترکیب سنسکرت، پالی، فارسی، چینی، یونانی اور ترکی سے عمل میں آئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گیارہویں صدی ع میں جب البیرونی نے ہندوستان کا سفر کیا۔ تو یہی ورنیکلر یہاں کی وسیع ترین زبان تھی۔ جس کو البیرونی جیسا فاضل سنسکرت، الہندیہ کے نام سے یاد کرتا ہے حالانکہ اگر وہ چاہتا تو سہسکرتی، پراکرت یا کسی اور نام سے اس کو تعبیر کرسکتا تھا۔ ملتان میں البیرونی کا قیام کچھ زیادہ رہا۔ اس سے بھی یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے۔ کہ شاید اُس ورنیکلر کا اہم ترین مرکز ملتان ہی ہوگا۔ کتاب الصیدنہ کے الفاظ تحقیق ماللہند کے مقابلے میں ورنیکلر سے زیادہ متعلق ہیں۔ اور آج بھی ہمارے لئے قابل فہم ہیں۔ بلکہ بعض ایسے الفاظ ہیں۔ جو اس وقت بھی پنجابی میں بولے جاتے ہیں۔ بہرصورت، ان الفاظ کے متعلق کوئی قطعی اور آخری رائے نہیں

ؒ A Phonology of Punjabi - Banarsi Dass, pp. 2-3.

دی جا سکتی۔ پروفیسر زنماؤ کا یہ خیال کہ یہ الفاظ سندھی سے قریب تر ہیں۔
اس ترمیم و اضافہ کے ساتھ قبول کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس زمانے میں کوئی
ایسی بلند پایہ ورنیکر پنجاب اور سندھ میں موجود تھی۔ جس کی حیثیت محض
بازاری زبان کی نہ تھی۔ بلکہ اس کی مقبولیت سنسکرت کے قریب قریب تھی
قدرتاً اس کا مرکز ملتان اور سندھ کا مشرقی حصہ ہوگا۔ لیکن اس کا دائرہ اثر
ملتان سے لے کر کشمیر کی سرحدوں تک ممتد ہوگا۔

غالباً یہی وہ زبان تھی۔ جو بعد میں تمام نو آرین زبانوں پر اثر انداز
ہوتی ہے۔ اور اس قدر اہمیت اختیار کرتی ہے۔ کہ اس کے الفاظ مسلمانو
کی سپاہ کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے باقی حصوں میں پہنچتے ہیں۔ اور
ان علاقوں کی مقامی بولیوں کا جزو بن جاتے ہیں۔

البیرونی کی کتابوں کے ذریعے اور خصوصاً صیدنہ کے شائع ہو
جانے سے آج سے ہزار سال قبل کی رائج الوقت زبان کے متعلق یقیناً
ہماری معلومات میں اضافہ ہوا ہے۔

سید عبد اللہ

خلاصۃ التواریخ کا مصنف

اورینٹل کالج میگزین بابت ماہ اگست ۱۹۳۴ء میں خط و خطاطان کے تحت آغاز و انجام خط کے عنوان سے ایک اقتباس خلاصۃ التواریخ سے نقل ہوا اور اس کو نامعلوم الاسم مصنف کی کتاب بتایا ہے۔ میری رائے میں یہ تاریخ قاضی میر احمد بن میر محمد قمی کی تصنیف ہے۔ جو شاہ طہماسپ صفوی کا میر منشی۔ سلطان ابراہیم میرزا والی خراسان کا وزیر اور مرزا اسکندر بیگ مصنف عالم آرای عباسی کا استاد ہے۔ اور شاہ عباس ماضی کے عہد میں وفات پائی ہے۔

قاضی میر احمد نے خلاصۃ التواریخ کے نام سے پانچ جلدوں میں ایک عمومی تاریخ لکھی ہے اس کی پہلی چار جلدیں نہایت کم یاب ہیں پانچویں جلد جس میں سلاطین صفویہ کے حالات ہیں۔ اور جو ۱۰۰۱ھ میں تمام ہوئی ہے۔ ایران کے بعض کتاب خانوں میں موجود ہے۔ قاضی میر احمد نے اس کے علاوہ دو تذکرے بھی لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک شعرا کا تذکرہ ہے جس کا نام مجمع الشعراء ہے دوسرے تذکرے میں جس کا نام گلستان ہنر ہے۔ خطاطوں اور نقاشوں کے حالات لکھے ہیں۔ یہ آخر الذکر تذکرہ ۱۰۱۶ھ میں تصنیف ہوا ہے۔ اور اس کو میں نے دیکھا ہے۔ اس میں قاضی میر احمد نے اپنی تصنیف کی حیثیت سے کئی جگہ خلاصۃ التواریخ کے حوالے دئے ہیں۔

ان مقامات کو اور خاص کر قاسم شاہ دلشاد اور محمد حسین باخرزی کے
حالات کو آپ کے شایع کردہ متن سے مقابلہ کیا جائے تو ثابت ہوجاتا
ہے کہ خلاصۃ التواریخ اور گلستان ہند دونوں ایک مصنف کی تصنیف ہیں
اگر زحمت نہ ہو تو آپ میری طرف سے جناب شیرانی صاحب کو مبارکباد
دیجئے کہ اُن کے کتاب خانہ میں ایران کے ایک ممتاز مصنف کی
نہایت نادر و کمیاب کتاب موجود ہے ۔

حکیم سید شمس اللہ قادری

نوٹ :۔ حکیم صاحب کا مکتوب شکریے کے ساتھ اوپر درج کیا جاتا ہے ۔ قاضی
میر احمد بن میر محمد منشی حسینی قمی اور ان کی تینوں تصنیفوں یعنی مجمع الشعراء، خلاصۃ التواریخ
اور تذکرہ خوشنویساں و نقاشان کا حال کسی قدر تفصیل کے ساتھ جناب سہیلی خوانساری
نے تہران کے ادبی رسالے ارمغان سال نوزدہم شمارہ ۷ (ص ۴۳۷ تا ۴۴۰) میں
شائع کیا ہے ۔ قارئین کرام اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں ۔

محمد شفیع

(ورق ۱۴)

تصور کیا یہ کہ بہرام ہے | میری جانِ غمگین کا آرام ہے
یہ دی اس کو آواز اے بے وفا | ہوئی کیا ہے اب مجھ سے ایسی خطا
کہ اس بیکسی سے ہمیں چھوڑ کر | گیا رشتۂ اُنس کو توڑ کر
سنا اوسنے جس وقت یہ سوز و آہ | تو مونہہ موڑ کر اپنی پھیری نگاہ
بہت خوش تھی زہرہ کہ اب یار سے | گلے لگ کے چھوٹوں گی آزار سے
نظر اس کے چہرہ پہ جس دم پڑی | خجالت سے گویا زمین مین گڑی
بہت سی ندامت وہاں سے اٹھا | لگی رونی چلا کے [گو] شہ مین جا
چنان اشک بارید آن نازنین | کہ سبزہ بر آورد روئی زمین
یہان شاہ بہرام چشمہ پہ آ | اوسے ڈھونڈہ کر چاہ غم میں پھنسا
جسے زہرہ سمجھی تھی بہرام شاہ | یکایک پڑی اوسکے اوپر نگاہ
اودھر اسپ کو پھر کیا تیز گام | دیا تازیانہ اوٹھائی لجام
نہیں مجھ کو آگے ہے اب آگہی | گیا کس طرف کو وہ سروِ سہی
و لے اب کہوں اس صنوبر کا حال | جو اس ہجر میں اوسپہ گذرا ملال
پیا اے میرے ساقی نوجوان | کیا ہجر نے بس ہمین ناتوان
تو اس وقت میں ہو میرا غمگسار | کہ ہے مجھسے برعکس یہ روزگار

چلی پھر جو گوشہ سین وہ نازنین | جدائی میں ہو اس کی اندوہگین
گریبان کیا چاک دامان تلک | بہے اشک اس کے زنخدان تلک
یہان تک ہوا زار زہرہ کا حال | ہر یک موئے تن ہو گیا تھا وبال
گران اس کے موتی ہوئے کان کے | کیئے ٹکڑے ٹکڑے گریبان کے
بدن تھا جو مثلِ گل ارغوان | تپ ہجر سے ہو گیا زعفران

کف پا جو نازک تھے جون برگ گل — تشبک ہوئے خار صحرا سے گل
کبھی اپنی آنکھوں سے وہ ٹپکے خون — طمانچوں سے عارض کرے نیلگون
شب تار میں یہ گذرتا تھا غم — نہ دشمن پہ ہو اے خدا وہ ستم
نہ کوئی وہان اس کا غمخوار تھا — نہ مشفق نہ ہمدم نہ دلدار تھا
جو شاید وہ دیکھے کوئی جانور — بہت سا اوسے پیدا ہووے خطر
کبھی کہتی گھبرا کے یہ اے صبا — نشان اس گل تر کا مجھ کو بتا

(ورق ۱۸)

کہان کس گلستان میں ہے گل میرا — بہت مجھ پہ ہووے گا احسان تیرا
جہان اوس کے پاؤن نشانِ قدم — ملوں جا کے میں اپنی وہان چشم نم
اگر اس صنم سے ملاوے مجھے — نئے سر سے گویا جلاوے مجھے
کبھی خاک بھرتی تھی دامان کے بیچ — کبھی ہاتھ رکھتی گریبان کے بیچ
کبھی کھول چوٹی سے اپنی موباف — بناتی کمند دل زار صاف
کبھی غم سے اپنے فراموش ہو — کبھی آہ و نالہ سے خاموش ہو
کبھی غم سے ہو کر نپٹ بیقرار — کرے اس طرح شکوۂ روزگار
ہوا مجھ سین کیونکر میرا یار دور — کبھی کچھ نہ اس کا کیا تھا قصور
نہ جھوٹی ہوئی عہد و پیمان میں — ہمیشہ رہی اس کے فرمان میں
نہ باہر ہوئی میں کسی بات سے — نہ چھوڑی محبت دلی ہاتھ سے
کہا اوس ستمگار سے ہائے مل — چھوڑایا پدر اور مادر سے دل
کہاں سے ہوئی ہائے الفت مجھے — کہ حاصل ہوئی اوسے کلفت مجھے
اگر جانتی میں کہ وہ بے وفا — کرے گا میرے ساتھ ایسی دغا
تو اس طرح سے دل لگاتی نہ میں — کبھی اس کے پھندے میں آتی نہ میں
نہ آگے سے آیا مجھین یہ شعور — کہ رہتی میں اس شوخ سے دور دور

کروں ہائے اب کیا میں پروردگار گیا ہاتھ سیں رشتۂ اختیار

اسی طور سے روز کرتی تھی غم میسر نہ ہوتا تھا وصل صنم

جدائی سے اس طرح محزون ہوئی کہے تو کہ لیلی سے مجنوں ہوئی

پھری جب بہت گردش دہر میں کہیں جا کے پہنچی کسی شہر میں

قضاکار شہزادۂ آن دیار شدہ ناگہاں زاں پریرو دوچار

اسی وقت پوچھا کہ اے گلبدن تیرا نام کیا اور کہاں ہے وطن

وہ ہے کونسا تجھکو درپیش کام کہ جاتا ہے اس طرح جلدی تمام

یہ سن کر ہوئی غم سے بیہوش وہ رہی مثل تصویر خاموش وہ

کہ یارب بچے کس طرح نام و ننگ پھنسی آکے میں دام دشمن میں تنگ

کہاں سے میں آئی یہاں پر خدا کہاں سے ہوئی اس صنم سے جدا

چرا مرکبم را نیفتاد سم چرا پی نکردم درین راہ گم (ورق ۱۹)

نہ جب اوس نے کچھ اوسے گفتار کی بہت شاہزادہ نے تکرار کی

غرض چار ناچار کھولی زبان کہ ہے دور میرا یہاں سے مکان

بڑا ایک عجب طور کا اتفاق ہوا جس میں اپنے وطن سے نفاق

کہ یکدن ہوئی بس تپ آفتاب نہ آئی میرے جی کو گرمی کی تاب

چلا شہر سے سیر گلزار کو ہوا رنج حاصل دل زار کو

کہ یک مست آہو چراگاہ میں نظر مجھکو آیا کہیں راہ میں

اودھر میں نے گھوڑے کی پھیری لگام کہ تدبیر سے میں کروں اوسکو رام

پھری اس طرح چوکڑی بید رنگ اوڑے روے بیمار سے جیسے رنگ

مجھیں شوق آگے سے نخچیر پر بہت سا تھا اے شاہ عالی گہر

گیا تند گھوڑا جو میدان میں چھپا جا کے آہو بیابان میں

رہی کچھ نہ منزل سے مجھکو خبر ہوا رفتہ رفتہ یہان پر گذر
تصور یہی رات و دن ہے میرا کہ پھر اپنے دیکھوں وطن کو ذرا
کہا شاہزادہ نے اے سیم بر تردد سے کچھ روز آرام کر
غبار کدورت کو خاطر سین دہو میری بزم اقبال کی شمع ہو
کیا آخرش اوس پری نے خیال کہ ظالم سے اب چھوٹنا ہے محال
جو کچھ اور کرتی ہون انکار میں رہون گی ہمیشہ گرفتار میں
یہ ہی ایتے بہتر ہے دو چار روز رہون شاہزادہ کی محفل فروز
گئی گھر میں اس کے جو وہ دلربا خوشی سین وہ پھولا سمائا نہ تھا
زبس تھا دل و جان سے پابند ناز کیا ہر طرح سے اوسے سرفراز
ہوا جب کہ دعوت سے فارغ تمام تسلی سے پوچھا تیرا کیا ہے نام
کہا اوس نے میں بیخرد ہوں تمام ولیکن خردمند کہتے ہیں نام
یہ سُن کر اٹھا بزم اقبال سے کیا دایہ کو محرم اس حال سے
کہ یک نازنین ہے خردمند نام جسے ہو خجل دیکھ ماہ تمام
کہین راہ غربت سے آیا یہان مگر ایک مجھ کو ہوا ہے گمان
کہ ہین مثل عورت کے اسکے نشان نہ معلوم اسرار کیا ہے نہان
(ورق ۴) اگر اوسکی پاؤن حقیقت ذری کرون اس سے ایک رات ہمبستری
کہا دایہ نے اے شہِ نیک فال نہ لا جی میں اپنے تو ایسا خیال
نصیحت مری تو ذرا مان لے سوار اور پیادے کو پہچان لے
نہووے کہین گنج میں اژدہا سمجھ کر تو رکھیو قدم کو ذرا
بہت مرد ہوتے ہیں صاحب جمال کہ ہون ان کے عورت کے سے خال
نہو بدگمان مرد مہمان سین تسلی کر اوس کی ہر ایک آن سین

کہ جس میں تیرا وہ ثناخوان رہے — دل و جان سے ممنونِ احسان رہے
کتابیں نصیحت کی دیکھی ذرا — کہ سعدی نے کیا بوستاں میں کہا
بزرگان مسافر بجان پرورند — کہ نام نکو شان بعالم برند
تبہ گردد آں مملکت عنقریب — کزو خاطر آزردہ گردد غریب
کہا شاہزادہ نے دایہ سیں ہاں — تیری بات ہے گرچہ آرام جاں
ولیکن کروں کیا کہ چارہ نہیں — میرا اوس کے بن اب گذارہ نہیں
نظر جب سے آیا ہے وہ نازنیں — مجھیں صبر و طاقت ذرا بھی نہیں
کہا پھر یہ دایہ نے اے شہریار — ابھی سیں نہ ہو اس طرح بیقرار
بھلا پہلے تو یہ تو معلوم کر — کہ عورت ہے یا مرد یہ سیم بر
نہ یہ جان ظاہر ہیں ہے خاکسار — چھپا شاید اس گرد میں ہو سوار
صبوری کنی گر ترا دیں بود — کہ تعجیل کار شیاطیں بود
نصیحت اگرچہ سُنی بے شمار — ولیکن نہ آیا اوسے کچھ قرار
بولا ایک پری پیکر دلربا — کہا مہرباں ہو کے زہرہ سے جا
کہ آپ اوسے حاصل کریں کام دل — نہ بیٹھے رہو اس طرح منفعل
ہم آغوش اس سے رہو رات بھر — کرو چین سیں رات ساری بسر
بہت طرح سے جبکہ تکلیف دی — خردمند نے شاہ سے عرض کی
خدا سے ہمیں عہد و پیماں سے ہے — کہ جب تک بدن میں مری جان ہے
گناہوں سے دامن بھرونگا نہیں — خطا میں دلیری کروں گا نہیں
کھلا جب نہ یہ شاہ کے دل پہ راز — مہیا کیا جب نہانے کا ساز
کہ کھولیگا جب پیرہن اپنا گل — تو اوس وقت بھید اوسکا جاویگا کھل
غرض شوق سے پاس زہرہ کے جا — کہا اس طرح اوس سے اے دلربا

یہاں باغ میں ایک تالاب ہے — بہت خوب اُس کا صفا آب ہے
وہاں آپ چل کر نہائین ذرا — حرارت سے آرام پاوین[۱] ذرا
ہوئی سن کے وہ اپنے جی میں کباب — دیا شاہزادے کو اوس دم جواب
نہ تکلیف دو مجھ کو بیمار ہون — سفر کی حرارت سے مین زار ہون
نہائین جو تالاب مین آج چل — تو گرمی و سردی کا ہووے خلل
کیا اس طرح سے جو پھر رد قبول — گیا شاہ اپنے تئیں غم سے بھول
ہوا بیخودی مین جو پھر ہوشیار — کیا اپنی خاطر مین یہ اختیار
کہ اب کچھ نہیں ہوگا تدبیر سے — کرون حال معلوم نخچیر سے
خردمند کو جب ہوئی یہ خبر — کہ ہے آرزو اوس کی نخچیر پر
اوسی وقت پس قصد صحرا کیا — کسی کو نہین ساتھ اپنے لیا
شہنشاہ کے جو کہ صیاد تھے — بشیر افگنی خوب اوستاد تھے
اونہین مال و گوہر بہت سا دیا — کہ مرہون منت کا سب کو کیا
خوشی ہو کے دل میں شکاری تمام — ہوئے مہربانی سے اوسکے غلام
اوسی وقت کہنے سے اوس ماہ کے — پکڑ شیر کو مثل روباہ کے
لئے کاٹ دونو وہین کان کو — کیا شاد زہرہ کی بس جان کو
چلی شادمانی سے وُہ دلربا — کہا شاہ سے آکے یون برملا
فلان جو کہ دشتِ میدان ہے — خطرناک سارا بیابان ہے
ہوا آج میرا جو وان پر گذر — تو ایک شیر آیا یکایک نظر
اوٹھا دیکھتے ہین مجھین بیگمان — ڈرے جس کی ہیبت سے پیل دمان
ڈپٹ کر کے غصہ سے ماری ذقند — کیا سامنے میرے پنجہ بلند

۱؎ پائیں،

اوسی دم مین کھینچ اپنی تلوار کو　　کیا وو قلم اوس تبہ کار کو
نہوتا اگر فضل رحمان پاک　　تو آج اوسکے ہاتھونسے ہوتا ہلاک
یہ کی تیرے اقبال نے یاوری　　نہین مجھکو طاقت کہان تھی فدی
غرض یہ بہا تا بتایا اوسے　　نشانی کو لا پھر دیکھایا اوسے
اوسی وقت صیاد بیداد کار　　کہ تھے سب خردمند کے اختیار
ہوئے شاہزادہ سے اوسکے گواہ　　کہ ہان سچ ہے یہ بات اے بادشاہ
یہ احوال سن سب کو حیرت ہوئی　　بہت شاہزادے کو غیرت ہوئی
ہوے منتشر اوس کے غم سے حواس　　گیا بیقراری سے دایہ کے پاس
کیا ہاتھ مل مل کے سارا بیان　　لیا مین نے ہر رنگ سے امتحان
ولیکن ہوا کچھ نہ معلوم حال　　میرے حکم کی[ل] دین بہانے سے ٹال
کہا اوسنے اے بادشاہ جہان　　نیکو ہست آئین شاہنشہان
رعایت ہر یک پر کرین ہین مدام　　کہ دنیا میں مشہور ہون نیکنام
نہ کچھ چھیڑیو اب خردمند کو　　ذرا یاد رکھیو میری پند کو
اگر اور تجھ کو رہا ہو گمان　　پلا کر میٔ لعل لے امتحان
میٔ ارغوانی کا سنتے ہین نام　　ہوئی اوس کو مجلس سے خواہش تمام
وہان سے خردمند کے پاس جا　　کہا اس طرح سے کہ اے آشنا
میرے دل مین ہے آج یہ آرزو　　پئین بیٹھ کر جام مے دو بدو
کہا اے شہنشاہ عالی دماغ　　رہے تیری محفل کا روشن چراغ
وہاں مے کے پینے کی ہووے بہا[ر]　　جہان ہو کہین ساحل جوئبار
نہیت اوسکو یہ بات آئی پسند　　سر اپنا کیا بس خوشی سے بلند

ل بھیجا ۱

نہ معلوم اوس کو ہوا اب تلک　　کہ کس طور بازی کرے گا فلک
مہیا کیا سازِ عشرت تمام　　مئے لالہ گون اور زمرد کے جام
ہوائے خوش و ساحل جوئبار　　شراب و کباب و رخِ گلعذار
شب ماہتاب اور آب روان　　مئے لعل اور ساقیٔ نوجوان
دمادم مئے سرخ سین بھر کے جام　　پلاتا تھا ساقی سبھون کو تمام
خردمند کو جب وُہ دیتا شراب　　بہانے سے گِرتا زمین پر خراب
جہان تک کہ تھے اور میخوار سب　　ہوئے مے کے پینے سے سرشار سب
کوئی خاک پر مست سونے لگا　　کوئی نقد ہوش اپنا کھونے لگا
نشے سے گیا جبکہ ساقی کا ہوش　　ہوا بانگ قلقل سے مینا خموش
گرا غالباً پر شاہزادہ وہان　　کہ تھا نشۂ مے سے بس سرگران
خردمند مدت سے تھا گھات مین　　نہ پاتا تھا قابو کسی بات مین
جو دیکھا کہ سب مست و سرشار ہین　　نہ ہین ہوش مین اور نہ بیدار ہین
جدا کر کے خنجر سے اپنی میان　　کیا دور بینی کا رُخ سے نشان
نہ غفلت سے واقف ہوا بادشاہ　　نہ اورون کی اوسپر پڑی کچھ نگاہ
اوسی وقت گھوڑے پہ ہوکر سوار　　چلا وہاں سے یکبارگی بیقرار
قلمرو سے جب شہ کی باہر ہوا　　تو اوس وقت فتنہ سے بیڈر ہوا
پلا مجھکو ساقی مئے سرخ رنگ　　کہ غیرت سے ہو جاں دشمن کا تنگ

ورق ۱۲۳

کرون کیا حقیقت اونہون کی بیان　　ہوئی صبح جس دم جہانمین عیان
ہوئے خواب غفلت سے بیدار سب　　ہوئے نشۂ مے سے ہشیار سب
خردمند کا جو نہ پایا نشان　　رہے دیر تک سارے حیران وہان

پڑی شاہزادہ پہ جسدم نگاہ　　اوٹھی دل سے ایکبارگی بسکے آہ
کہا کیا ستم کرگیا ہائے ہائے　　کوئی اوسکو جس جا پہ ہو ڈہونڈ لائے
اگر اوسکو اس وقت پاویں کہیں　　خدا کی قسم مار ڈالیں وہیں
نہ کچھ پوچھو اب شاہزادیکا حال　　کہ تھی زندگی اوسکو اپنی وبال
کہا ہائے وُہ ظالم بے وفا　　بڈی[1] مجھ سے یہ کرگیا ہے دغا
کہاں سے ہوئی ہائے یہ آرزو　　طمع نے کیا مجھ کو بے آبرو
کیا ہر طرف قاصدونکو رواں　　خبر لاؤ اوسکی وہ ہووے جہاں
ملے جس جگہ تم کو وہ ہوشمند　　جدا تیغ سے کیجیو بند بند
ذرا کام کی اپنے پاوے سزا　　نہ کوئی کرے پھر کسی سے دغا
ہوئے ہر طرف گرچہ قاصد رواں　　نہ پایا کہیں اوسکا نام و نشاں
حریفوں کا پانا بہت دور ہے　　مثل سچ یہ دانا کی مشہور ہے
کہ جو دام سے مرغ آزاد ہو　　کہاں پھر وُہ تسخیر صیاد ہو
سنی جب کہ دایہ نے یہ غم کی بات　　لگی مارنے اپنے زانو پہ ہات
کہا شاہزادہ سے اے خود فروش　　نہ آیا نصیحت سے کچھ تجھکو ہوش
اوسی فکر میں رات دن تو رہا　　نظامی نے کیا یہ سخن سچ کہا
ز پند بزرگان نباید گذشت　　سخن را ورق در نباید نوشت
سنے جو کہ دل سے بزرگون کی پند　　نپاوے کبھی دشمنوں سے گزند　　(ورق ۲۴)
خردمند کو یہ ہے لازم تمام　　کہ بے خوض ہرگز کرے کچھ نہ کام
رہے جس کی ہر دم[؟] بدی پر نگاہ　　تو ہوتا ہے پھر عاقبت وُہ تباہ
بناموس کس رخنہ انداختن　　بمال دگر دست افراختن

---

[1] بڑی،

یہیں فرض بدکار و بدراہ کو — خصوصاً نہیں چاہیے شاہ کو
کند جہد آسایش خاص و عام — کہ تا ازنکوئی برآرند نام
رعیت نہ بیزار رکھیں کبھیں — کہ ہے باعث امن تاج و نگیں
اگر شاد ہو شہ سے خلق و سپاہ — رہے بادشاہی میں اوسکی پناہ
نہ ہو ہاتھ فتنہ کا ہرگز دراز — کہ ظالم رہے ظلم سے اپنے باز
نہ رکھے کسی جا پہ بنیاد جور — کرے دمبدم حال مسکیں پہ غور
ہمہ روز مہمان نوازی کند — بہ بیچارگان چارہ سازی کند
کوئی دم جہان سے نہ غافل رہے — شب و روز ہشیار و عاقل رہے
کتابیں نصیحت کی دیکھے تمام — رکھے بادشاہی کی فطرت سے کام
نہ ہر روز ہو مست جام شراب — نہ ہرگز کرے دن کو غفلت سے خواب
رہے بخت بیدار و ہشیار کار — نہ لازم کہ غفلت کرے شہریار
کرے مرد دانا کو اپنا وزیر — بھرا مصلحت سے ہو جس کا ضمیر
خدا ترس ہو اور کم آزار ہو — نکوکوی[1] و خوش خلق ہشیار ہو
کہ اوس سے نہ آوے کسی پر گزند — رہے شاہ دشمن پہ فیروزمند
خبر دین و دنیا سے رکھے مدام — نہ مشغول عشرت رہے صبح و شام
نہ پہونچے رعیت پہ ہرگز ستم — نہ ظالم سے مظلوم پاوے الم
نہ رستم کرے زال پہ ظلم و زور — سُنے ناتوانوں کا فریاد و شور
رعیت جو ہو شاہ سے شادمان — رہے ملک اوس کے میں سب پہ امان
نہ آوے کبھیں سلطنت میں زوال — فزوں دمبدم ہووے مال و منال
نہ ہو رات و دن عیش میں بادشاہ — کہ عاجز رہے اوس سے ہر دادخواہ

---

[1] ن زاید ہے،

نہ دہقان سے لیوے جا افزون خراج   ہمیشہ رہے رونق تخت و تاج
جو سفلہ کا افزون کرے مرتبہ   دغا اوس سے کھاوے گا ہر مرتبہ
شہنشاہ وہ جو کہ دا دوست ہو   حلیم و رحیم و خدا دوست ہو   (ورق ۲۵)
خرد جو ہو مرد خرد سنج سے   کہ بہتر خردمند ہے گنج سے
اگر صلح خواہد عدو سر مپیچ   وگر جنگ جوید عنان بر مپیچ
نداری کنون خاطر خویش ریش   ترا کردۂ خویشتن آمد بہ پیش
کرے جو کہ جیسے جہان میں عمل   دیکھاوے خدا ویسے ہی اوسکو پھل
یہ ہے جب تلک گردش آسمان   رہا نام تیرا بدی میں عیان
ہوئی گرچہ دایہ بہت طعنہ زن   نہ آیا اوسے کچھ جواب سخن
خوشی سے پلا ساقیا جام مُل   کہ جی خوف دشمن سے فارغ ہو کل

سنو اب ذرا اوس پریرو کا حال   ہوئی جب کہ دہشت سے فارغ کمال
پھر ایک شہر اوس گل کے آیا نظر   لطافت میں گلزار سے خوب تر
بنے سنگ مرمر کے سارے مکان   جنہیں دیکھ حاصل ہو آرام جان
منقش تھے سب اوسکے دیوار و در   رہے دیکھ کر جن کو حیران نظر
مکلف چھتین سب سنہری تھا کام   اور اوس مین زری کے تھے پردہ تمام
بچھے تھے تمامی تمامی کے فرش   منور تھے اوس سین زمین تا بعرش
مصفا یہ تھے اوس کے صحن مکان   رہے دیکھ آئینہ حیران جہان
عجب دلکشا وہاں[۱] کا بازار تھا   نہ بازار تھا بلکہ گلزار تھا
دو دو یہ قرینے بنی تھی دُو کان[۲]   مقابل ہوں جیون ابروئین گلرخان

---

[۱] وان، [۲] یہ اسلوب بیان بالکل انوکھا ہے،

ہریک وہاں[1] پہ خجلت وہ حور تھا ۔۔۔ نہ تھا شہر وہ عالم نور تھا

پریرو تھے ایسے وہاں جلوہ گر ۔۔۔ فرشتہ جنہیں دیکھ ہوں بے خبر

سدا اونکی خوبی سے خوبانِ چین ۔۔۔ رہیں مارے غیرت کے سب شرمگین

رہے رشک میں اوس سے کنعان مدام ۔۔۔ کہ تھے جس میں یوسف سے لاکھوں غلام

نہ غمگین کوئی اور نہ بیمار تھا ۔۔۔ فقط ایک محبت کا آزار تھا

ہر ایک باغ اوسکا تھا رشک ارم ۔۔۔ نہ تھا کوئی گلزار رضوان سے کم

بھرے آب شیریں سے چشمہ تمام ۔۔۔ خجل جس سے رہتا تھا کوثر مدام

کسی باغبان کا وہاں تھا مکان ۔۔۔ کیا جا کے اوس گل نے مسکن وہاں

(ورق ۲۶)

کہا باغبان نے کہ اے خوشجمال ۔۔۔ تجھے دیکھ برہم ہوا میرا حال

بتا مجھکو اپنی حقیقت ذری ۔۔۔ فرشتہ ہے یا حور ہے یا پری

سہی سرو کس بوستان کا ہے تو ۔۔۔ گل تازہ کس گلستان کا ہے تو

وہ ہے کونسا شہر رشک ارم ۔۔۔ جہان تیرے رہتے ہیں ہر دم قدم

مفصل بتا کیا ہے اسم شریف ۔۔۔ کہان کس جگہ ہے مکان لطیف

کہا یہاں سے ہے دور میرا مقام ۔۔۔ خردمند عاجز کا کہتے ہیں نام

تجارت کو تھا اپنے گھر میں چلا ۔۔۔ گیا چھوٹ مجھ سے میرا قافلہ

یکی رفت مال و متالم بباد ۔۔۔ دوم گشت رنج سفر مستزاد

اگر تو کرے مہربانی کا کام ۔۔۔ تو دے اپنی منزل میں مجھکو مقام

سفر سے جو آرام پاؤن ذری ۔۔۔ بہت سی اوٹھاؤن گا منت تیری

یہ کہکر اوسے نقد بھی کچھ دیا ۔۔۔ غرض اپنے قابو میں اوسکو لیا

ہوا تازہ تر مثل گل باغبان ۔۔۔ کہا اوس سے اے میرے آرام جان

---

[1] وان،

قدم جو سر آنکھون پہ لاوے کہین
قسم ہے گرانی نہ آوے کہین

غرض اوس نے مسکن وہان پر کیا
کچھ اسباب سوداگری کا لیا

بنائین کئی وہان پہ بازار مین
دوکانین تمنا ے دلدار مین

کہ شاید کسی روز آوے صنم
اسی طرح قسمت ملاوے صنم

وہین یاد مین اوس کی بیٹھا کرے
دو چند اور رو رو کے سودا کرے

نہ کھانے سے مطلب نہ پینے سے کام
نہ پروائے خاص و نہ پروائے عالم

یونہین زندگانی وُہ کرتی رہی
معیبت کے جو دن تھے بھرتی رہی

خوشی سے پلا ساقیا مے ذری
کہ ہوتا ہے وصل پری با پری

گئے جب کئی روز اس مین گذر
جمال اوس کا روشن ہوا تھا ہر پر

ہر یک شخص کو عشق پیدا ہوا
جہان دیکھ کر اوسکو شیدا ہوا

کوئی شوق مین اوسکے مرنے لگا
کوئی جان قربان کرنے لگا

ہوئے اوسکے مشتاق پیر و جوان
گیا دل سے ہر ایک کے تاب و توان

قضا کار اوس شہر کا بادشاہ
کہ برج خلافت مین رکھتا تھا ماہ

صنوبر قد و گلرخ و لالہ فام
جہان مین پری پیکر اوس کا تھا نام

کھڑی ہو کسی کے جو وہ روبرو
یہ معلوم ہو ہے پری ہو بہو

سُنا شہرۂ حسن زہرہ جو ہین
ہوئی مشتری نقد جان سے وہین

تپ عشق سے اوسکے جلنے لگی
بہانہ سے باہر نکلنے لگی

غرض چھپ کے ہر وقت اغیار سے
اوٹھاتی مزہ اوس کے دیدار سے

قضا کار ایک دن کہین شہریار
گیا متصل کھیلنے کو شکار

خردمند بھی اتفاقاً اودہر
ہوا ماہ کی طرح سے جلوہ گر

(ورق ۲۷)

شہنشاہ دیکھ اوس کا حسن وجمال ہوا بے خود و مست حیران کمال
اوسی وقت دل دے کے بے اختیار ہوا تیر مژگان کا اوس کے شکار
ندیمون کو بلوا کے پوچھا وہین کہان پر یہ رہتا ہے ماہ جبین
کہا ایک نے اے شاہ عادل زمان نہ معلوم اس کا وطن ہے کہان
کئی روز سے اسنے آکر یہان بنائی ہے سوداگری کی دوکان
فلانا جو ہے شہر مین باغبان یہ سرو سہی ہے فروکش وہان
مگر شہر مین آپ کے اب کہین کوئی اسکا خوبی مین ثانی نہین
دیا حکم جلد اوس کو حاضر کرو گل حسن سے دامن دل بھرو
گیا آدم شاہ زہرہ کے پاس کہا یہ کہ پہنئے جلد اپنا لباس
تجھے شاہ نے یاد اسدم کیا مجھے تیرے لانے کو فرمان دیا
یہ سن کر ہوئی وہ پری بے قرار کہ ہے میری کس فکر مین شہریار
نہ دیکھا جو فرمان شہ سے عدول کیا اوس نے لاچار چلنا قبول
گیا دور خاطر سے اپنی ہراس پہن کر چلی گل سا رنگین لباس
مودب شہنشاہ کے پاس جا گئی بیٹھ مجلس مین وہ دلربا
ابھین تک نہین کچھ ہوا تھا کلام فقط ایک ہوا تھا علیک السلام
اوسی دم کہین دختر شاہ بھی کہ مدت سے عاشق تھی اوس ماہ کی
وہین اوس کی اوڑتی سی پاکر خبر نکالا محل کے جھروکے سے سر
اوسی وقت بیتاب ہو بر محل لگی پڑھنے اس طور سے یہ غزل
تو اس طرح ظالم ستایا نہ کر غم ہجر اپنا دیکھایا نہ کر
جو ہے مجھکو منظور خاطر میری کبھین پاس غیرون کے جایا نہ کر
خدا کے تئین اے بت جنگجو رقیبون سے آنکھین لڑایا نہ کر

(ورق ۲۸)

شب ہجر میں اپنے اے گلبدن مجھے مثل شبنم رولایا نہ کر
فدا مثل پروانہ اے شمع رو تپ غم سے اپنے جلایا نہ کر
بھلا شربت وصل یک دن پلا بہانے ہمیشہ بتایا نہ کر
دے اب مجھکو راحت ملاقات سے
میرے جی کو ہر دم ستایا نہ کر

پڑھی اوس نے جب یہ غزل بیحجاب ہوا شرم سے شاہ بس غرق آب
اوسی وقت زہرہ کو رخصت کیا مشیروں سے احوال دختر کہا
وزیروں نے کی عرض اے بادشاہ ابھین تک نہیں کچھ ہوا ہے گناہ
نصیحت ہماری اگر گوش کر پری کو پری سے ہم آغوش کر
اگر فتنۂ عشق بیدار ہو سنبھلنا پھر اوس وقت دشوار ہو
پس و پیش اس مین مناسب نہین نہ پڑ جائے عزت میں رخنہ کہین
یقین ہے ہمارے تئین یہ مگر کہ ہے یہ جوان بھی گرامی گہر
ہوئی مصلحت شاہ کو یہ پسند مناسب وُہ سمجھا وزیرونکی پند
کہا تم خردمند کے پاس جا کہو اوس سے یہ مژدۂ دلکشا
خردمند سنتے ہی پیغام کو گیا بھول سب عیش آرام کو
کہا درمیانے سے یہ صاف صاف کہ اس امر سے تو مجھے رکھ معاف
تعجب کیا شہ نے یہ سن کے حال کہ کیا اوس کے جی مین سمایا خیال
عجب طور کا مرد معصوم ہے کہ دنیا کی لذت سے محروم ہے
مکرر کہا پھر یہ پیغام میں سعادت تری ہے اسی کام میں
مجھے ایسا بتلا تو کیا کار ہے کہ اس امر بہتر سے انکار ہے

دیا اوسکو زہرہ نے پھر یہ جواب مجھے اس سے ہرگز نہین اجتناب
ولے ایک ایسا ہے درپیش کام فراموش ہے اوسے آب و طعام
نہین لایق اسکے کسی سے کہون جو محرم ہو اپنا اوسی سے کہوں
برآویگی جب تک نہ میری مراد نہیں ہونگا میں وصل سے اوسکے شاد (ورق ۲۹)
کرون یک طرح سے مین شادی قبول جو ہو سال کی مجھکو فرصت حصول
سُنا شاہ نے جب کہ یہ ماجرا خواصون سے اپنی بولا کر کہا
کہ بالفعال[1] آگے کی اُمیدین کرو مہ کو پیوند خورشید سین
یہہ خوش پری پیکر اس راہ سے خموشی کرے نالہ و آہ سے
خواصون نے یہ سن کے بے اختیار پری کو پری سے کیا ہمکنار
خردمند نے جی میں اپنے کہا عجب طرح کا یہ ہوا ماجرا
کہ عورت کی عورت سے شادی کہین سلف سے کسی نے سُنی ہو نہین
گذر جائے محنت سے جو سال بھر تو ناموس پر اپنے آوے خطر
خدا سے یہ ہی مجھکو ہے آرزو کہ جانے نہ پاوے میری آبرو
پری پیکر عشرت سے رہنے لگی جو کچھ حال دل تھا وہ کہنے لگی
بآرام صحبت میں اوس کی تمام سدا نوش کرتی محبت کا جام
غرض شوق مین رات دن وہ پری مناتی تھی بس سال کی آخری
اگر شاہ بہرام آوے ایدھر کرے کچھ میرا نا ئیۂ شب اثر
اوسی وقت لے مرغ شیرین زبان مرصع بناؤن تیرا آشیان
کرون لا کے موجود میوہ تمام رہے جس سے پھر روح تازہ مدام
یہی گفتگو تھی کہ بہرام شاہ یکایک ہویدا ہوا مثل ماہ

---

[1] بالفعل،

پریشان فقیرونکا ایسا لباس　　چلا آیا آہستہ زہرہ کے پاس
کہا دیکھ کر اپنے جی میں کہ آہ　　مگر ہے وُہی زہرۂ رشک ماہ
ولے فرشاہی جو غالب ہُوا　　نہ وُہ گفتگو اوسنے کچھ کر سکا
نہ پہچانا زہرہ نے بھی اوسکو جی　　کہ تھی گرد چہرہ پہ اوسکے پڑی
جدائی سے ازبسکہ دل تنگ تھا　　نہ وُہ رخ کا عالم نہ وُہ رنگ تھا
لڑی اوسسے جس دم بخوبی نگاہ　　تو ششدر ہوئی دیکھ وہ رشکماہ
الگ ہوکے اوسسے کہا اے جوان　　کہ دے نام کا اپنے مجھکو نشان
تیرے دیکھنے سے سن اے نوجوان　　گیا ہے دل و جان سے تاب و توان
سُنا جبکہ بہرام نے یہ کلام　　کہا یار جانی کو میرا سلام
جدائی میں کیا کیا مجھے دُکھ دیا　　کہ آوارۂ کوہ و صحرا کیا
خدا کی قسم مجھکو اے دل رُبا　　نہیں مَیں نے دی تجھکو واں پر دغا
میں جاگا سحر کو جو اے گلعذار　　میرے سامنے آگیا یک سوار
اوسے دیکھ کر جی میں آیا خطر　　کہیں اس سے فتنہ اوٹھا وے نہ سر
تجھے اے پری خواب میں چھوڑ کر　　رواں اپنا گھوڑا کیا میں اودھر
وُہ تھا اتفاقاً سوار[1] سے وزیر　　بھرا تھا کدورت سے اوسکا ضمیر
مقابل میرے وُہ عدو آن کر　　کہا مجھ سے زہرہ کی بتلا خبر
تیرے حق میں واللہ بہتر نہیں　　وہ جانی رہی تو تیرا سر نہیں
زباں عدو سے یہ سن کر کلام　　لیا طیش نے تیغ کا مجھ سے کام
کنایا اوسی وقت گھوڑے کے وے　　کیا اوسکو چورنگ[2] شمشیر سے

(ورق ۱۳)

[1] کسرۂ اضافت کی جگہ ی استعمال کی ہے۔　[2] تلوار کے ایک وار سے کسی چوپائے کی چاروں ٹانگیں کاٹ دینا۔

وہاں سے جو مین پھر اید ہر کو پھرا — ملا مجھکو ہرگز نہ تیرا پتا
اوٹھایا جو غم تیری خاطر حبیب — نہ دشمن کو بھی ہووے ہرگز نصیب
سدا ابر کی طرح روتا رہا — جدائی میں جی اپنا کھوتا رہا
نہ خواب آیا تجھ بن کبھین رات کو — میں سینہ پہ مارا کیا ہات کو
رہے چشم سے اشک خونین روان — جگر سے نکلتی تھی آہ و فغان
تیرے ہجر نے یہ ستایا مجھے — کہ مجنوں کا ثانی بنایا مجھے
رہا مثل سیماب بیتاب مین — بنا غم سے ماہئے بے آب مین
ہمیشہ رہی تیرے بن بے کلی — کھلی ایکدن بھی نہ دل کی کلی
ہے یہ شکر چھوٹا اب آزار سے — ہوا سیر پھر تیرے دیدار سے
دیا اوسکو زہرہ نے ہنسکر جواب — کہ اے برج اقبال کے آفتاب
میرے غم کی ہے طرفہ داستان — کرون گی اکیلے میں اوسکو بیان
فلک کی نہیں اس مین تقصیر تھی — اسی طور سے میں تقدیر تھی
یہ کہ کر ہوئی یار سین ہمکنار — کہ بچھڑی تھی مدت سے اور بیقرار
گلے لگ کے آپسمین رونے لگے — دلون کا غبار اپنے دھونے لگے
ہوئی خوب سی بوسہ بازی وہان — ملے شادمانی سے دونو وہاں
پھر یکبار ہو کر جدا وہ نگار — کیا تاج شاہی کو اوس پہ نثار (ورق ۳۲)
پلا ساقیا مجھکو عشرت سے جام — کدورت کے دن ہو گئے سب تمام

غرض شہ نشین میں گئی وہ پری — خوشی ہو کے پہنا لباس پری
سلائی سے آنکھوں میں سرمہ دیا — نئی طرز سے زلف کو خم کیا
گوندہی ایسی چوٹی کجوری کی ہائے — کہ ہر پیچ پر مار تھے پیچ کھائے

وُہ چونٹی پہ تعویز تھا خوشنما ۔ کہ ہون ماہ و خورشید اوسپر فدا
مسی اپنے ہونٹوں میں ایسی ملی ۔ کہ سوسن کو جسے ہوئے بے کلی
اور اوسپر قیامت تھی سرخی پان ۔ کہ دیتا تھا لالے کا رنگ اپنی جان
نیا جھاو نلی کا وُہ انداز تھا ۔ ہر یک شخص بس کشتۂ ناز تھا
غضب کان میں وہ کرن پھول تھا ۔ کہ شرمندہ گلشنین ہر پھول تھا
یہ جھومر کی تھی اوس پری کے بہا ۔ چمک پر ہو جس کی ثریا نثار
ستارے کی تھی ناک میں وہ دمک ۔ ستاروں مین ہرگز نہ ہو وہ چمک
گلے میں وہ پہنے تھی چنپا کلی ۔ کہ جنبہ کو ہو دیکھ کر بے کلی
اور اوسپر وُہ طوق طلائی غضب ۔ مہ نو سمجھتے تھے بس اوسکو سب
وہ تھی تنگ محرم کی اوسکے بہار ۔ حباب اپنا جی جس پہ کردے نثار
اور او بھری پھین کیا نمودار تھیں ۔ کہ آزار دہ ہر دل زار تھین
وُہ کرتی تھی جالی کی کیا پھولدار ۔ سمجھتا تھا دام اوسکو ہر گلعذار
غضب اوسپہ ترچھے دوپٹے کا طور ۔ کہ جو دیکھے یکدم میں ہو حال اور
کناری کے دامن میں تھی وُہ بہار ۔ جسے دیکھ کر برق ہو بے قرار
بندھی اوسکے بازو پہ وہ نورتن ۔ فدا جسپہ عاشق کا ہو جان و تن
نہ آتا تھا جوشن کا ہرگز خیال ۔ بندھے بازوں پر تھے گویا ہلال
پری بند اوسکی جو دیکھے پری ۔ تو پھر رشک سے زہر کھاوے پری
کھنچا تھا وہ پاجامہ گلبدن ۔ کہ تھا تنگ اوسے ہر یک گلبدن
وُہ نیفے کی سرخی قیامت تھی بس ۔ کہ وا کرنے کی دلکو ہووے ہوس
وُہ شلوار بند اوسکا مقیشی تھا ۔ کہ دربان تھا وُہ در عیش کا

ؔ چمپا،

(ورق ۳۴)

نہ تھا پاپچوں میں وہ لچکا ٹنکا — مگر کہکشاں کا تھا گچھا لگا
چھڑوں میں یہ آواز تھی دمبدم — کہ ہے ناک میں حسین عاشق کا دم
وہ چھلے انگوٹھوں میں اوسکے جڑے — جسے دیکھ کے ہالہ پانون پڑے
نہ تھا وہ کفِ پا میں رنگ حنا — کسی بے گنہ کا ملا خون تھا
وہ پاپوش تھی بی تلہ زرنگار — ستاروں پہ جس کے ہون انجم نثار
چلی جبکہ انچل سے مُنہ کو چھپا — لگے ہونے سب دل سے اوسپر فدا
عجب اوسکی اوسوقت رفتار تھی — زمین پر قیامت نمودار تھی
خراماں ہوئی صحن میں جس گھڑی — پری پیکر اس غم سے بس گر پڑی
کہا ہائے کیا فتنہ برپا ہوا — میرے شاہ کو آج یہ کیا ہوا
کیا کس نے یہ جادوئی سامری — فرشتہ ہوا کس طرح سے پری
غرض اوسکو زہرہ نے جلدی اوٹھا — کہا اے پری پیکر دل رُبا
ہوئی اپنی حالت سے کیوں بیخبر — کہ اس طور سے گر پڑی خاک پر
نہ میں مرد ہوں اور نہ میں شہریار — میرا نام ہے زہرہ اے گلعذار
فلاں جو شہ ہند کا ہے وزیر — اوسی کی میں ہوں دختر بے نظیر
ہوا مجھ سے بہرام سے اختلاط — بڑھا رفتہ رفتہ یوہیں ارتباط
یہاں تک کہ سب پر ہُوا یہ عیاں — کہ ہین دونو آپس مین آرام جاں
کسی نے پدر سے میرے یہ کہا — کہ بہرام زہرہ پہ عاشق ہوا
مجھے اوس نے قیدی زندان کیا — جُدا وہ میرا راحت جاں کیا
سوا اس کے جا کر شہنشاہ پاس — کیا یک بیک حال سب التماس
ہوا سن کے یہ شہ کو غصہ کمال — دیا حکم دو اوسکو گھر سے نکال
نہ دیکھی جو بہرام نے کچھ پناہ — تو لی پھر اوسی وقت صحرا کی راہ

وہان سے مجھے خط لکھا اے صنم   تیرے ہجر سے ناک مین اب ہے دم

اگر مجھ سے کرتی ملاقات پھر   تو مَین تجھ سے کہتا کوئی بات پھر

تجھے خوب معلوم ہے میری جان   کہ چھوٹا محبت سے شہر و مکان

پڑہا خط کو مین جس گھڑی کھولکر   اوٹھا آتش غم سے دل مین شرر

نہ آئی مجھے پھر جدائی کی تاب   چڑھی اپنے گھوڑے کے اوپر شتاب

سوارون کی سی اپنی وضع بنا   چلی شاہ بہرام کو جلد جا   (ورق ۱۳۴)

ہوئی کشمکش سے وُہ منزل تمام   سرِ شام دریا پہ ٹھہرا مقام

گئی شادمانی سے سب شب گذر   سحر کو ہویدا ہوا یک خطر

ہوا شاہ جب خواب سے ہوشیار   نمودار اوسکو ہوا یک سوار

مجھین خواب مین پس وہین چھوڑکر   چلایا اودہر بادپا تند تر

اوٹھی بعد یکدم جو مین خواب سے   نہ دیکھا اوسے چشم پر آب سے

رہی دیر تک مضطرب مین وہان   ہوئی رو کے آخر وہانسے روان

اکیلی بیابان مین روتی رہی   غم یار مین جان کھوتی رہی

کئی دن کے بعد آخر اے سیم بر   ہوا یک مکان پر جو میرا گذر

قضاکار وہان کا جو تھا شہریار   یکایک ہوا راستہ مین دوچار

بہت مہربانی سے نزدیک آ   کہا مجھ سے آہستہ کائے دلربا

تجھے بیقراری ہے کیا اس قدر   کہ جاتا ہے دامن کشان تند تر

ذرا شہر مین میرے آرام کر   تردد سے کچھ روز اب درگذر

ہوا آتش خوف سے دل کباب   دیا مین نے اوسکو نہ پھر کچھ جواب

غرض جب کہ اوس نے بہت سا کہا   تو لاچار ہو میرا جانا ہوا

ہوئی اوسکی آخر بدی پر نگاہ   لگاوٹ لگا کرنے وہ خواہ مخواہ

کئی بار اوس نے لیا امتحان ۔ ہوا کچھ نہ احوال میرا عیان
کہا ایک دن مجھ سے اے ماہ رُو ۔ ہوئی ہے میرے دل مین یہ آرزو
پئین بیٹھ کر آج ہم تم شراب ۔ ملے تا کہ لطف شراب و کباب
کہا مین نے اوسوقت اے شہریار ۔ کہ ہے اسکی دریا کے اوپر بہار
میری بات سن کر خوش آئی اوسے ۔ لب جو پہ یہ بزم بہائی اوسے
مہیا کیا ساز عشرت تمام ۔ مئے لالہ گون اور زمرد کے جام
خوش آواز ایسی تھی طبلہ کی تہاپ ۔ کہ پھنستا تھا جی اوسپہ ہر یک کا آپ
دو چند اور اوسپر مجرے کی چوٹ ۔ سب آواز پر اونکی جاتے تھے لوٹ
عجب سیر تھی چاندنی رات مین ۔ مگر مین تھی وہاں اور ہی گھات مین
دیا جو پیالہ مجھے مے سے بھر ۔ بہانہ سے پھینکا اوسے خاک پر
لبوں پر ہی تھا جام رکھنا مجھے ۔ گزک[1] مفت ساتھ اوسکے چکھنا مجھے

(ورق ۳۵)

کسی کو نہ میری ہوئی کچھ خبر ۔ میں باہوش ہرگز نہ آئی نظر
ہوئی بیہشی شاہ کو بھی کمال ۔ رہا کچھ نہ اوسکو بدن کا خیال
سدا اوسکی رہتی تھی بس گھات مین ۔ نہ سوتی تھی دہشت سے دن راتمین
اوسی وقت چپکے سے جلدی اوٹھ کے ۔ کیا خط بینی کا چہرہ سے حک
نہ مستی سے واقف ہوا شاہ کچھ ۔ نہ دربان ہوئے اس سے آگاہ کچھ
شبا شب وہاں سے ہوئی پھر روان ۔ بہت بیقراری سے آئی یہان
شب و روز سودا مجھے دلدار سے ۔ تعلق میں رکھتی تھی بازار سے
نہ تھی مجھکو پروائے سود و زیان ۔ کہ قالب میں اپنے نہ رکھتی تھی جان
دو کانون سے مطلب تھا اپنا یہی ۔ کہ پاوے خبر میری سرو سہی

---

[1] گزک ،

ملے آکے یوسف میرا مجھ سے آ یہی چاہ رکھتی تھی اے دلربا
سدا مثل یعقوب روتی تھی میں زلیخا صفت جی کو کھوتی تھی مین
خدا نے کیا پھر یہ اپنا کرم میسر ہوا مجھکو وصل صنم
تجھے یاد ہے کیا شہنشاہ سے بہانا کیا تھا میں اس راہ سے
کہ ہے آج کل مجھکو درپیش کام نہ دے مجھ سے شادی کا ہرگز پیام
یہی شوق دیدار بہرام تھا مجھین اور کچھ تو نہین کام تھا
غرض اوس نے جو کچھ کہ احوال تھا سب اول سے آخر تلک کہ دیا
پھر آخر کو بہرام کے پاس لا کیا اوس نے جو طور شادی کا تھا
پری پیکر اوس کی ملاقات سے چھوٹی روز کے رنج وہیہات سے
غنیمت اور سے بھی وہ خوشخرام کہ تھا اوسکی خوبی کا یوسف غلام
زلیخا کی مانند مفتون ہوئی دل وجان سے زہرہ کی ممنون ہوئی
ہمیشہ شب و روز باہم رہین جدا اوس سے ہرگز نہ یکدم رہین
خوشی سے کہوں کیا مین زہرہ کا حال ہوئی سرخ مانند گل اوسکے گال
رہی شاد وصل دل آرام سے نہ رکھتی تھی کچھ غم کسی کام سے
کسی ڈھب کا اوسکو رہا کچھ نہ رنج کہ تھی سب طرح مالا مال و گنج
مئے لعل دے ساقیا سبز رنگ اوٹھی ہے جہان میں خوشی کی ترنگ

کرون کیا سمان اوسگھڑی کا بیان گیا تخت پر جب وہ شاہ جہان (ورق ۳۶)
ہوئی شہر میں ہر طرف دھوم دھام جہان میں نہ باقی رہا غم کا نام
ہوئے شادمانی سے ہر خاص وعام ہوئے مست و مخمور بیغم تمام
ہوئے بسکہ لولو و گوہر نثار ہوا شہر میں ہر گدا مالدار

اوٹھا ملک میں ہر طرف رقص و رنگ ‏ لگے بجنے ہر جا پہ مردنگ و چنگ
خوشی کا کہان تک کرون مین بیان ‏ ہوئی رقص میں زہرۂ آسمان
نہ بہرام کو کچھ رہا درد و غم ‏ خدا نے دئے ایک سے دو صنم
اوٹھایا دل اپنے پہ جیسا وبال ‏ ہوا ویسے ہین مالک ملک و مال
نہین پھر کیا قصد سوئے وطن ‏ ہوا شہر وُہ اوس سے رشک چمن
رہا جب ملک تخت پر کامگار ‏ نہ پہونچا کسی پر الم زینہار
نہ رکھی کسی شہر میں رسم جور ‏ سدا حال مسکین پہ کرتا تھا غور
سخاوت میں اس طرح رکھتا تھا ڈول ‏ کہ تھا درفشانی مین نیسان خجل
کہان تک کرون وصف اوسکا بیان ‏ کہ ہے طول اس کی بہت داستان
پلا ساقیا خوب سا بھر کے جام ‏ کہ ہوتی ہے اب داستان یہ تمام

کرون اب ادا شکر پروردگار ‏ کہ ہے نام غفار و آمرزگار
مجھے مثنوی کا نہ کچھ شوق تھا ‏ غزل گوئی کا تھوڑا سا ذوق تھا
میرے اک شفیقو نمین ہین شیو غلام ‏ سخن فہم و رنگین ادا خوش کلام
یہ فرمایا مجھ سے کہ اے مہربان ‏ کرو داستان کوئی رنگین بیان
عزیز اونکی خاطر تھی مجھکو کمال ‏ اوسی دم بندھا مثنوی کا خیال
غرض تھوڑے عرصے میں کر فکر و غور ‏ کیا میں نے اس داستان کا یہ طور
جو یہ حال سب عشق کا لکھ چکا ‏ خیال آیا پھر مجھکو تاریخ کا
تو یہ ہاتف غیب نے اوس زمان ‏ کہا "کیا ہی ہے خوب تو داستان"

۱۲۴۱ھ

ہین ایک لالۂ بے بدل رام دین تخلص فرخ شاعر نکتہ چین
سُنی جبکہ یہ داستان نگار خوشی سے کہا "ہے یہ باغ بہار"

سنہ ۱۲۴۱

مصنف چنین تازہ مثنوی کہ بھگونت رای است کاکوروی (ورق ۱۴۷)
مگر اوسکو راحت سبھی خاص و عام تخلص میں مشہور کرتے ہین نام
یہ ہے نکتہ چینوں سے اب التجا جہان جس جگہ پر ہوئی ہو خطا
کریں اپنی بخشش کی اوسپر نظر نہ کچھ عیب جوئی پہ باندہین کمر
پڑھے جو کہ یہ مثنوی شوق سین جہان مین رہے وہ سدا ذوق مین
الٰہی یہ ہے جب تلک روزگار
رہے مجھ سے یہ داستان یادگار

تنقید و تبصرہ

ادارۂ ادبیات اردو ۱۹۴۲ء میں

حیدرآباد میں زبانِ اردو کی توسیع و ترقی کے لئے جو کوششیں جاری ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ منجملہ اُن اداروں کے جو وہاں اردو کی خدمت میں مصروف ہیں۔ ایک ادارۂ ادبیات اردو ہے۔ جو عرصہ بارہ سال سے اردو ادب کی نشر و اشاعت کا کام کر رہا ہے۔ ۱۹۳۱ء میں یہ ادارہ ڈاکٹر سید مُحی الدین زورؔ اور ان کے رفقا کی تحریک سے قائم کیا گیا۔ اس قلیل عرصے میں نوّے کے قریب اردو کی کتابیں کارکنانِ ادارہ کی کوشش سے شائع ہو چکی ہیں۔

کتاب زیرِ تبصرہ ادارۂ ادبیات اردو کی اُن خدمات کا تذکرہ ہے۔ جو اُس نے ۱۹۴۲ء کے دوران میں انجام دیں۔ حدودِ ریاست حیدرآباد کے اندر مختلف شہروں اور قصبوں میں ادارہ کی چالیس شاخیں کُھل چکی ہیں۔

منجملہ دیگر خدمات کے جو ادارہ انجام دے رہا ہے۔ سب سے زیادہ مفید اور نمایاں کام یہ ہے کہ وہ اس وقت اردو انسائیکلوپیڈیا کی ترتیب و تکمیل میں مصروف ہے۔ ہمیں سب سے بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ کارکنانِ ادارہ میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شریک ہیں۔ اور اپنے

ملک کی زبان کو ترقی دینے میں یکساں سرگرم ہیں۔
ادارہ کے صدر نواب مہدی یار جنگ بہادر اور معتمد ڈاکٹر سید محی الدین زورؔ ہیں۔ ان علم نواز بزرگوں کے نام ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ ادارہ کا مستقبل شاندار ہوگا۔

شاد اقبال ادارۂ ادبیات اردو کے سلسلۂ مطبوعات میں اس کا نمبر ۹۶ ہے۔ یہ اُن خطوط کا مجموعہ ہے جو علامہ اقبال مرحوم اور مہاراجہ سرکرشن پرشاد آنجہانی مدارالمہام دولت آصفیہ المتخلص بہ شادؔ نے ۱۹۱۶ء اور ۱۹۲۷ء کے درمیان ایک دوسرے کو لکھے۔

ہم ان خطوط کو بے حد قابلِ احترام سمجھتے ہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ وہ ہندوستان کی دو بہت بڑی ہستیوں کے باہمی تعلقات کا مرقع ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ وہ موجودہ نسل کے لئے درسِ عبرت ہیں۔ خطوط کے مطالعہ سے پڑھنے والے پر اُس پاک محبت اور دلی عقیدت کا گہرا اثر ہوتا ہے جو ان دو بزرگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تھی۔ یہ عقیدت اور محبت اُن باہمی تعلقات کا ایک نمونہ ہے جو پرانے بزرگوں میں بلا امتیاز مذہب دیکھنے میں آتے تھے اور جن کا موجودہ نسل کی سوسائٹی میں ڈھونڈنا بے سود ہے۔

ذاتی حالات کے علاوہ ان خطوں میں ادبی تبادلۂ خیالات بھی ہے۔ ادارۂ ادبیات اردو نے اس کتاب کی اشاعت سے بہت عمدہ خدمت انجام دی ہے۔ شروع میں چالیس صفحے کا ایک مقدمہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ کا لکھا ہوا ہے۔ جس میں بہت سی مفید اطلاعات درج ہیں۔

تعداد صفحات: ۲۰+۴۵۰+۱۷، قیمت ۶ ملنے کا پتہ: ـ سب رس کتاب گھر، رفعت منزل ـ خیریت آباد ـ حیدر آباد دکن،

Caliphate and kingship in Medieval Persia. یعنی "خلافت و سلطنت در ایران بعہد قرون وسطیٰ" (بزبان انگریزی، مؤلفہ ڈاکٹر امیر حسن صدیقی لیکچرر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ،

تیسری صدی ہجری میں خلافت عباسیہ کے زوال پذیر ہونے پر ایران بالخصوص خراسان میں خود مختار سلطنتیں پیدا ہونی شروع ہو گئیں ـ چنانچہ اس وقت سے لے کر تاتاریوں کے ہاتھوں خلافت کے خاتمے کے وقت تک طاہری، صفاری، سامانی، غزنوی، سلجوقی اور خوارزمشاہی خاندان مشرقی ایران میں اور بنو بویہ مغربی ایران میں برسر حکومت آئے۔ خلافت عباسیہ اور ان خاندانوں کے درمیان صلح و جنگ کے جو تعلقات رہے ـ یہ کتاب ان کی ایک مختصر لیکن دلچسپ تاریخ ہے ـ

اسلام میں خلافت ایک مرکزی ادارہ تھا۔ اور جب تک وہ قائم رہا اپنے عروج کے زمانے میں بھی اور زوال کے زمانے میں بھی دنیائے اسلام کی یکرنگی اور یگانگت کا باعث رہا۔ خلافت کا انتہائی زوال اور بالآخر خاتمہ اُس طویل کشمکش کا نتیجہ تھا جو بنو عباس اور ان خود مختار خاندانوں کے درمیان جاری تھی ـ اس کا خاتمہ گویا تمدنِ اسلام کا خاتمہ تھا ـ

خلافت عباسیہ اور ایران کی ان خود مختار سلطنتوں کے درمیان سیاسی اور مذہبی روابط کیا تھے ـ اور ان سے کیا نتیجے پیدا ہوئے ـ کتاب زیر تبصرہ کا یہ موضوع ہے ـ اور یہ ایک اچھوتا مضمون ہے ـ جو بالخصوص ایک مسلمان مصنف کے قلم سے پہلی مرتبہ لکھا گیا ہے ـ سر ٹامس آرنلڈ کی کتاب "خلافت" اگرچہ ایک حد تک اسی

موضوع پر ہے۔ لیکن وہ سیاسی پروپاگنڈا کی خاطر لکھی گئی تھی۔ اور اس کا مقصد مسلمانوں کے دلوں سے خلافت کی عظمت کا مٹانا تھا۔ برخلاف اس کے کتاب حاضر محض علمی تحقیقات کے مقصد سے لکھی گئی ہے۔

تین چار سال ہوئے اس کتاب کا اردو ترجمہ "خلافت و سلطنت" کے نام سے دار المصنفین اعظم گڈھ نے شائع کیا تھا۔ ہمیں خوشی ہے کہ اب یہ کتاب اصل انگریزی میں طبع ہو کر شائقین کے ہاتھوں میں آگئی ہے۔

شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے اس کو گذشتہ سال (۱۹۴۲ء) میں شائع کیا ہے۔ تعداد صفحات ۱۸۰، قیمت چار روپے۔

The Administration of the Sultanate of Delhi. مؤلفہ ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی تعداد صفحات ۲۰۸، مقام اشاعت لاہور ۱۹۴۲ء، قیمت آٹھ روپے۔

ہندوستان میں اس وقت تک تاریخ نویسی سے صرف واقعہ نگاری مراد لی جاتی تھی۔ یعنی فقط یہ بیان کرنا کہ کونسے بادشاہ کے عہد میں کیا کیا واقعات پیش آئے۔ اُس نے کب سے کب تک سلطنت کی۔ یا فلاں خاندان کب اور کیونکر نابود ہوا۔ اور اس کی جگہ کس خاندان نے لی، فلاں لڑائی کب اور کہاں اور کس کس کے درمیان ہوئی۔ کون فتح یاب ہوا۔ اور کس کو شکست ہوئی وغیرہ۔ لیکن موجودہ دور میں تاریخ نویسی کا مفہوم بہت زیادہ وسیع ہو گیا ہے اور واقعہ نگاری سے گزر کر ارتقائے تمدن کا مطالعہ ایک مؤرخ کا سب سے پہلا فرض قرار دیا گیا ہے۔ گذشتہ چند سال کے عرصے میں انگریزی زبان میں متعدد کتابیں ہندوستان میں عہد اسلامی کی تمدنی تاریخ پر لکھی گئی ہیں، کتاب حاضر انہی میں سے ایک ہے، ۱۲۰۶ء سے ۱۵۲۶ء تک ہندوستان کی اسلامی سلطنت

کا جو نظام حکومت تھا۔ اس کی تشکیل اور ترکیب پر اس کتاب میں عالمانہ بحث کی گئی ہے
مختلف ابواب کے عنوانوں سے کتاب کا موضوع اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے' وہ یہ ہیں: سلطان شرعی
سلطانِ حقیقی' شاہی گھرانا' وزارۂ مالیات' فوج' محکمۂ عدالت اور پولیس' امور مذہبی تعلیم
اور امور رفاہ عام' صوبجاتی اور مقامی حکومت' وغیرہ'

ڈاکٹر قریشی نے یہ کتاب لکھکر علمی دنیا کو اور بالخصوص مسلمانوں کو احسانمند کیا ہے۔ انہوں نے یہ دکھایا ہے کہ مغلوں سے پہلے سلطنت دہلی صحیح معنوں میں اسلامی سلطنت تھی۔ جس کا اصولِ حکومت شریعت کے قواعد پر مبنی تھا۔ پندرہویں صدی میں جب ہندوستان کے طول وعرض میں چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قایم ہوگئیں تو یہی روایات دہلی سے منتقل ہوکر مالوہ' گجرات' بنگال' جونپور اور بہمنی سلطنتوں میں سرایت کر گئیں۔ گویا دوسرے لفظوں میں سلطنت دہلی ہندوستان میں اسلامی تمدن کی پرورشگاہ تھی' یہیں یہ پودا پروان چڑھا۔ اور اسی کی شاخیں ملک کے طول وعرض میں پھیل کر سرسبز ہوئیں۔

ڈاکٹر قریشی نے جو کام سرانجام دیا وہ کچھ آسان نہیں تھا۔ مغلوں کے زمانے سے پہلے کی تاریخ کے مآخذ بہت کم یاب ہیں۔ اور اس قسم کی تفاصیل جو انہوں نے جمع کی ہیں۔ بہت تلاش سے دستیاب ہوئی ہیں۔

شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور ہمارے خاص شکریے کے مستحق ہیں۔ کہ انہوں نے اس کتاب کو نہایت عمدہ طباعت کے ساتھ اور اعلے درجے کے کاغذ پر شائع کیا ہے خصوصاً ایسے زمانے میں جب کہ کاغذ بالکل نایاب ہے۔ تاریخ و تمدن اسلام پر انہوں نے اسی زمانے میں چند نہایت عمدہ کتابیں۔ شائع کی ہیں۔

Minhaj ... | بزبان انگریزی' مؤلفہ ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی ایم اے۔ ڈی لٹ

تعداد صفحات ۳۰۲ قیمت چار روپے، شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے شائع کی (۱۹۴۲ء)

کتاب زیر تبصرہ میں ابتدائے زمانۂ اسلام سے لے کر آج تک ہندوستان میں مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کے نصاب پر بحث ہے۔ کتاب میں چار باب ہیں۔ پہلے باب میں ترک اور افغان بادشاہوں کے زمانے کا نصابِ تعلیم بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں عہدِ مغلیہ کے نظامِ تعلیم پر بحث ہے۔ تیسرے باب میں انگریزی دورِ حکومت کے اسلامی مدارس (قدیم اور جدید) کا تعلیمی نصاب مذکور ہے اور چوتھے باب میں آزاد ہندوستان یعنی زمانۂ آیندہ کی تعلیمی اسکیم پر اظہارِ خیالات کیا گیا ہے۔

شروع کے دو بابوں میں فاضل مصنف نے بالعموم عربی اور فارسی کی اُن متداول کتابوں کا ذکر کرنے پر اکتفا کی ہے۔ جو اسلامی ممالک میں عام طور پر رائج تھیں۔ اور جن کا مطالعہ تکمیل تعلیم کے لئے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ وہ یہ ثابت نہیں کر سکے کہ یہ کتابیں مدارس میں داخلِ نصاب تھیں۔ شاید اسلئے کہ ان کے مآخذ میں اس قسم کی تاریخی شہادت نایاب تھی۔ لیکن ناظرین کو جو چیز زیادہ تشنہ رکھنے والی ہے۔ وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیانات کی تائید میں مآخذ کے حوالے بہت کم دئیے ہیں۔

تیسرے باب میں یعنی انگریزی زمانے کے مدارس کے نصاب پر بحث کرنے میں انہیں اپنے بیانات کی توضیح میں زیادہ کامیابی ہوئی ہے۔ اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اس زمانے کی گذشتہ تعلیمی رپورٹیں اور نصاب نامے اس وقت موجود ہیں۔ اور بآسانی دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ان مدارس سے ہماری مراد مدرسۂ عالیہ کلکتہ، دہلی کالج، دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنؤ، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور

اورینٹل کالج لاہور وغیرہ ہیں۔

آخری باب جس میں مصنّف نے آیندہ نصاب کی اسکیم پیش کی ہے۔ کتاب کا سب سے زیادہ دلچسپ حصّہ ہے۔ اگرچہ چند فروعی باتوں میں ان سے بعض ماہرینِ تعلیم کو اختلاف ہوگا لیکن اصولی باتیں جو انھوں نے لکھی ہیں وہ قابلِ احترام ہیں۔ مثلاً یہ کہ مذہب کو نصابِ تعلیم کی تعمیر میں مرکزی حیثیت دی جانی چاہیئے۔ یا یہ کہ ہر صوبے کی زبان کو وہاں کی تعلیم کا ذریعہ قرار دینا چاہیئے۔

کتاب کی طباعت نہایت عمدہ ہوئی ہے۔

مجلّہ طیلسانیین | انجمن طیلسانیین عثمانیہ یعنی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے گریجوئیٹوں کی انجمن کا سہ ماہی رسالہ۔ یہ رسالہ اردو میں حیدرآباد سے شائع ہوتا ہے۔ ہمارے پیش نظر ساتویں جلد کا پہلا شمارہ ہے۔ جس کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ مضامین کا معیار بلند رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر علم و فن کے مضامین کا شائع کرنا مقصود رکھا گیا ہے۔ رسالے کو نو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:۔

۱۔ اداریہ، ۲۔ مقالات، ۳۔ مخطوطات کے خزانے، ۴۔ تاریخی کاغذات کے ذخیرے، ۵۔ تنقید و تبصرہ، ۶۔ معاصروں کے صفحے، ۷۔ جامعاتی معلومات، ۸۔ انجمن اور اس کے ملحقہ اداروں کی اطلاعات، ۹۔ حصّہ معاشیات،

رسالے کے مدیر مسٹر محمد غوث ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی (عثمانیہ) ہیں۔ تقطیع ۲۰×۲۶/۸، حجم تقریباً ۱۷۵ صفحے، چندہ سالانہ صہ۔ ملنے کا پتہ: معتمد انجمن طیلسانیین کمرہ نمبر ۲ مجردگاہ سڑک نظام شاہی حیدرآباد دکن،

ادارہ

مستعدِ کار باشند و برانغار از امراء نامدار و بهادرانِ شمشیرگذار که در سلکِ اهتمام میرزا عبدالعزیز انتظام داشتند استحکام یافت بیت

چو[1] شیرانِ خشمین و پیلانِ مست

ز جان از پیِ آب رُو شسته دست

و میرزا علاءالدوله را چشم امیدوار از طرف برانغار بفروغ طلعتِ میرزا صالح و مردمِ او روشن بود بیت

همه[2] سر پُر از خشم و دل پُر ز کین

بابردی مردی در افگنده چین

و قول از فرِ شکوهِ بادشاهانه و نورِ حضورِ خسروانهٔ میرزا علاءالدوله زیب و زینت گرفت و چند امیر تومان با لشکرهاء جهان بنوسون کوماک هیّا بودند تا اگر از طرفی قصوری و ضعفی روی نماید تدارک آن کنند بیت

یلانِ[3] سرافرازِ شمشیر زن نبرد آزمایانِ لشکر شکن

و جوانغار[4] از لمعانِ سنان و برقِ تیغ رخشانِ میرزا خلیل سلطان آراسته بود و جمعی مردم دلاور و بهادرانِ زورآور ع

در سایهٔ چتر او مقرّر بودند

القصه بدین سان آن دو سپاهِ گران و آن دو لشکرِ بیکران در برابر یکدیگر رسید و شکلِ مصاف و پیکرِ پیکار پدیدار گشت فضاء لشکرگاه از

---

[1] قبلش در آک +: ع سپاهی به بسیاری از حد برون — یکایک به مردی ز رستم فزون

[2] آک قبلش +: ع سپاهی سبک حملهٔ تیز جنگ — گشاده کمین جستن از خصم جنگ (رکنا)

[3] آک بعدش +: ع همه کارشان کوشش و تاختن — همه رای شان رایت افراختن

[4] بجایش در آک: و برانغار بعهدهٔ ضبط میرزا خلیل سلطان استحکام داشت — آ مطابق متن است اما و برق را ندارد

کثرتِ جوشن[1] و زره دارِ حصارِ آهنین شد و هوارِ رزمگاه از برقِ تیغ و صاعقهٔ خنجر صحرای آتشین گشت گوشِ نگاوران بنوکِ سنان آرایش یافت و عنانِ مبارزان از چپ و راست در گردش آمد

نظم[2]

رسیدند[3] لشکر بجای مصاف	دو پرکار بستند چون کوه قاف
چنان[4] آمد از هر دو لشکر غریو	کزان هول دیوانه شد مغزِ دیو
ستون[5] عَلَم جامه در خون زده	نجات از جهان خیمه بیرون زده

در وقتی که آن دو سپاهِ رزمخواه در برابرِ یکدیگر صفها آراسته بودند[6] میرزا سلطان عبدالله[7] شیرازی بجانبِ میرزا الغ بیگ عزیمت نمود و میرزا علاء الدوله را بغایت دشوار آمد اما از قبضهٔ اختیارِ او بیرون رفت و آن دو لشکر بیشتر خویش و پیوند یکدیگر جنگ پیش بردند شرارِ

10 کارزار از حضیضِ خاک باوجِ افلاک برآمد و آتشِ قتال زبانهٔ جدال کشید از نهیبِ شمشیرِ آبدار زهرهٔ شیر ژیان آب دار از بیم سنانِ چون ثعبان آتش در دلِ سنگ نهان گشت خدنگِ جان ستان پیامِ اجل بدل می رسانید و نیزهٔ پیچان[8] حدیثِ دلِ مجروح پیشِ روح مشروح می گذرانید و آن دو لشکرِ رزم آور در یکدیگر[9] آمیختند و در شب گردِ روزِ رستاخیز[10]

---

[1] ک: جوشن الخ (بجای جوشن درا الخ) تصحیح از روی آ ب ک؛ با: جوشن و زره و از خفتان،

[2] مصنف این ابیات را ظاهراً از مواضع متفرقهٔ شرف نامه گرفته است، [3] خمسهٔ نظامی و شرف نامه، ص ۱۰۲ س ۱۱، [4] خمسهٔ نظامی و شرف نامه، ص ۱۲۲ س ۲، [5] خمسهٔ نظامی و شرف نامه، ص ۱۹۱ س ۲،

[6] آ ب: بود (بجای بودند)، [7] یعنی عبدالله بن ابراهیم سلطان بن شاه رخ والی فارس،

[8] ک با آ ب: پیچان؛ اک: پیچان، [9] با ب آ ک: بیکدیگر (بجای در یکدیگر)،

[10] در غیر ک: رستخیز،

براگیختند بیت

چو لشکر بلشکر بر آمیختند قیامت زگیتی براگیختند
سپاه از دو سو بر سر بارگی بجنبید لشکر بیکبارگی
ستیز دو لشکر چو از حد گذشت زمانه یکی را ورق در نوشت

و از طرفین سعی و کوشش بسیار نمودند و بیش از حدّ و شمار در مقام کشش یکدیگر بودند، میرزا علاء الدوله در آن واقعهٔ صعب صبر و تحمّلِ تمام پیش برد و تا نَمِ قوّت در جگرِ توانائی داشت پای ثبات و قرار بیفشرد و عاقبت عنایت ربانی و عاطفتِ آسمانی میرزا الغ بیگ را مظفر و منصور ساخت، و رایتِ نصرت او را بر افراخت و سپاه خراسان ترسان و هراسان ع ۱۰

بیکبار از هم فرو ریختند

جمعی بر اثر الفرارُ فی وقتهِ ظفرٌ[1] رفتند، و فوجی دست ناتوانی در نطاق الفرارُ ممّا لایُطاقُ زدند، و میرزا علاء الدوله چون دید که عنان اختیار از دست رفت (ورق ۲۱۶ ا) و لشکر از پا در آمد با شکِ غیرت و آبِ حسرت ۲۱۶ ا دستِ بخت از تاج و تخت شسته و دل از مملکت و پادشاهی برداشته ع

عنان بارهٔ تیز تگ را سپرد

وتا مشهدِ مقدّس در هیچ مقام آرام ننمود،[2] و با خلاص تمام زیارت حضرت

---

[1] ک: الفرارُ ممّا، بجای الفرار ممّا؛ آ ب: الفرار ممّا؛ آ: الفرار بما؛ اک: الفرد بما. [2] عبارت آینده از «وآیت آتا ختنا الخ»، در ک باختصار آورده است وگفته: و لشکر او در پای دام بلا و قید و قیدِ محنت و عنا اسیر و مجروح و قتیل و مطروح گشته و آیت «اتا فتحنا الخ» ز اسماء انصار اکه مغرور شده نبد[3] موسوم بعد «فتحنا امان یافت» آمده است.

امام علیه التحیة والسلام فرمود و بقلعهٔ[1] عماد رفته خزاین کشاد و اموال فراوان بهرکس داد و از آنجا عازم استرآباد شد، و در ولایت خبوشان با میرزاده[2] ابوالقاسم بابر[3] ملاقات کرده و برادران یکدیگر را کنار گرفته، میرزا ابوالقاسم بابر دلجوئی تمام نمود و فرمود که ملک و مال و لشکر دریغ نخواهد بود

و مهد علیا گوهرشادآغا و برادر او امیر محمد صوفی ترخان و خواجه غیاث الدین پیر احمد و امیر سلطان ابوسعید داروغه که در هراة بودند چون خبر فرار میرزا علاء الدوله را[4] استماع نمودند همراه صبا و شمال بر سبیل استعجال روان شدند و آهنگ راه عراق ساختند، و امیر سلطان ابوسعید در اثناء راه گرفتار شد و دیگران بسلامت[5] بمملکت عراق

10 رسیدند،

و میرزا الغ بیگ را آیهٔ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِینًا طراز رایت ظفر آمد، و مضمون وَیَنْصُرَکَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا نامهٔ منشور سلطنت شد، و[6] میرزا الغ بیگ چون صورت نصرت در آئینهٔ ظفر مشاهده نمود لشکر منصور را از قتل مقهوران منع فرمود و بقیهٔ لشکر شکسته بفریاد و فغان زینهار و امان[7] خواستند بیت

---

[1] رک به ص ۵۵ س ۹، این قلعه مذکور است در دولت شاه، ص ۴۲۲، [2] آ: بابوالقاسم بابر میرزا، با بب: با میرزا ابوالقاسم بابر، [3] آ با بب —، [4] آ: سلامت، بجای بسلامت، [5] ازینجا مضمون چند ورق را در بب ندارد تا "افزون باد" بر ص ۷۹ س ۱۳، از بیت "بیا زنهار گرقوی دستی بترس از آه مظلومان که هرگز ضعف نالان تر قوی تر زخم پیکانش" باز مضمون را دارد، بظاهر از اصلی ناقص نقل نموده از آنکه بیاض ندارد، [6] فقط آ —،

چو دید آن همه عجز و زنهار شان ببخشود بر حالت زار شان

و لشکر منصور از کثرت غنایم معمور شدند و میرزا الغ بیگ این فتح بزرگ را زیور فتوح ملک دانسته تیسر آن از لطایف عنایت ایزدی و نتایج سعادت سرمدی شناخت، و شکر نعم آفریدگار بجای آورد، و مثال آسمان امتثال بتحریر فتح نامها نفاذ یافت، و دبیر روشن ضمیر گوهر منثور در سلک عبارت و لؤلؤ منظوم در عقد استعارت نظم داد، و مبشران باطراف ممالک روان شدند، و با آنکه میرزا عبداللطیف درین مصاف آثار شجاعت و جلادت ظاهر ساخته بود میرزا الغ بیگ میدوی فتح بنام میرزا عبدالعزیز رقم فرمود، و اینمعنی بر خاطر شریف میرزا عبداللطیف دشوار آمد و کدورت تمام در ضمیر او جایگیر شد،

و سپاه سمرقند کامران و کامیاب از منزل ترناب بجانب دارالسلطنهٔ هراة نهضت نمود، و در منزل چهل دختران جناب ولایت مآب، شیخ الاسلام بهاء الدین عمر قدس سره را که بعزم مصالحت عزیمت فرموده بودند غارت

لفظ آ: زنهار بجای زنهار، آ با: شد بجای شدند، آ ـــ، با ـــ، ک: تیسیر آ با مثل متن، فقط ک: لطافت، اک در عبارت اختلافی جزئی دارد، اک اینجا دو بیت در مدح دبیر افزوده، ولد خورد تر الغ بیگ میرزا، آ: برد بجای در، اک مثل متن، آ با: برتاب، اک: ترتاب ـــ بن اعمال بادغیس (دولت شاه ص ۳۶۳)، موضعیت قریب از حد شمالی میان دولت روسیه و افغان، محلش بر دریای کشک است میان کشکینکی (روسی) و قراتپه (افغانی)، رک به افغانستان داز جلال الدین احمد و محمد عبدالعزیز ص ۱۱ و خریطه در آخر آن کتاب، برای دی رک به جزو ۲ ازین کتاب ص ۷۴۲ ح ۱، آ ـــ،

10

عام کردند، و میرزا الغ بیگ هم دران منزل با جنابِ شیخ ملاقات کرده شرایطِ اعزاز و اکرام و مراسمِ تعظیم و احترام تقدیم نمود، و حکم فرمود که اولاغان و محقّهٔ[1] شیخ را باز دهند، امّا استغنائی درصورتِ تعظیم بظهور آورد، و آن معنی بر میرزا الغ بیگ و ارکانِ دولتِ او مبارک نیامد، چنانچه شرح آن خواهد آمد انشاء الله تعالی. بیت

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد ... هیچ قومی را خدا رسوا نکرد[2]

۲۴۶ب و راوی اوراق از جمعی[3] | ثقات استماع نمود که دران زمان که جنابِ شیخ در اُردوی میرزا[4] الغ بیگ غارتِ عام یافته بود در حضور مردم مثلِ مولانا یوسف عطّار و مولانا حسن بن عبدالقادر طبیبِ میرزا الغ بیگ فرمود[5] که زود باشد که میرزا عبداللّطیف میرزا الغ بیگ را بموجبِ حکمِ قاضی و مقتضی

۱۰ شرعِ شریف بقتل رساند، و آنچه فرموده بود بعینه ظاهر شد و کارِ دولتِ او آخر شد آری. بیت

---

[1] آ با حبیب السیر (۴: ۳: ۱۵۵): الاغان محفّه؛ اک: الاغان محفیه؛ [2] مثنوی مولانای روم (طبع استاد نکلسن)، ۱: ۲۱۴؛ [3] فقط در ک میان "جمعی" و "ثقات" عبارتی را دارد که بظاهر عبارت حاشیه بود کاتبِ این نسخه آن را شامل متن کرده، و آن عبارت اینست: "مثل سید خانشاه، امّا جناب ولایت پناهی مولانا نورالدین عبدالرحمن الجامی باور نداشت که شیخ این سخن گفته باشد، و فرمود که شیخ مردی لطیف بود، مثل این سخنان نمی گفت، ابلهان پندارند که کمال این باشد که کسی از آینده خبری گوید و چنین نیست شهاب حسن شاه استرابادی در صنعت رمل حکمهای کرد که مقدور نبود، با آنکه نیز که (کذا) طبعی است ثقه نیست" و این عبارت را د و آ با اک ندارد، و چنانکه گفته شد درین موضع چند ورق را ندارد؛ [4] آ با اک —؛ [5] آ: فرموده بود بجای فرمود؛ اک: فرمودند؛

اولیا[1] را چون شود خاطر دگر[2]   ملک شاهان می شود زیر و زبر

و میرزا الغ بیگ عازم مستقر[3] دولت و مرکز دایرهٔ خلافت شد، وسادات و قضاة و موالی و اهالی بر سبیل استقبال استعجال نمودند و مراسم دعاگوئی و ثناخوانی و نثار و نیاز بظهور آوردند، و میرزا الغ بیگ همه را نیک دید و احوال پرسید، و چون خورشید در اوج کمال نزول اجلال[4] فرمود، وصیت فتوح شهریاری و صدای ظفر و کامگاری در اطراف عالم سایر و دایر گشت، و اخبار مفاخر و آثار مآثر در اقطار جهان شایع و مشهور شد، و اطراف ممالک و مسالک زیور امن و زینت امان یافت[5]، و آفتاب معدلت و فروغ مرحمت بر عامهٔ رعایا و زیردستان تافت[6]، و امیرزاده جلال الدین محمد ولد امیر سلطان[7] شاه برلاس که حاوی اوراق از امراء اتراک بمدت ادراک او مشاهده ننمود در تاریخ این فتح قطعهٔ خوب فرمود   10

قطعه

مظفر[8] الغ بیگ کشور گشای   که در سلطنت ماند اساسی عجیب[9]
چو لشکر بسوی خراسان کشید   میسر شدش فتح و فتحی[10] غریب

---

[1] در اک بجایش: ع اولیا راهست قدرت از اله ـ تیر رفته بازگرداند زراه ـ
کیل (کذا)، لیک ۹۰)، ایشان را چو شد خاطر دگر برای بیت اول رک به مثنوی مولانا در طبع استاد نکلسن ۱۹۲۹،
[2] فقط آ: جلال دبجای اجلال)
[3] در اک این جمله را بعبارت دیگر بیان نموده و آنچه بعدش در متن است تا ذکر حصار نیره تو (ص ۷۷ س ۲) آن را منحف کرده و بجایش ذکر فراریان و در راه گرفته شدن امیر سلطان ابوسعید در رک به ص ۹۰   [4] س ۹) آورده،   [5] آ: یا ـ،   [6] فقط با: جلال الدین سلطان شاه دبجای سلطان شاه)،   [7] آ: اساس عجیب، یا: اساس عجیب،   [8] فقط آ: فتح،

خرد از پی نصرتِ لشکرش
بتاریخ گفت : اِنّ فتحاً قریب[۱]

حصارِ نیره تو[۲] که در شمالی شرقی هرات بمسافت ده[۳] فرسخ واقع است بر قلهٔ کوهی[۴] و در درونِ (آن) چند چشمهٔ آب که بمحافظانِ آن وفا می نماید، و پیش ازین بچند سال حضرت خاقان سعید فرمود که آن را عمارت کردند و[۵] بسنگ و گچ محکم ساختند[۶]، و بعد از واقعهٔ آن حضرت میرزا علاء الدوله خزاین بسیار و نقودِ بیشمار بآنجا نقل کرده بمعتمد خود سپرده بود مفتوح گشت، و[۷] این سخن شهرتی دارد که اسباط فریدون در ایام استیلاء مخالفان بعمارتِ آن قلعه قیام نمودند،

۱۰ و حصارِ اختیار الدین که مشحون گنجهاء جهان و مخزن نقود فراوان بود و آقا حاجی بیگ آن را نگاه می داشت چنانچه شرح آن گذشت[۸] درین ولا بسعیِ میرزا عبداللطیف که چندگاه درآنجا محبوس بود مفتوح گشت، و میرزا الغ بیگ بآن حصار فرمود، و خزینهاء آن حضرت[۹] که مانده بود کشود، و از میرزا عبداللطیف چند هزار مثقال طلاء و دیگر اوانی زر و سیم،

---

[۱] آ : ان فتحنا (بجای اِنّ فتحاً)، [۲] رک به جزء اول ص ۳۰۷، س ۱ برای این حصار — فقط آ : نره تو (بجای نیره تو)، [۳] فقط ک : دوازده (بجای ده)، [۴] در ک + : از همه کوهها که در حوالی اوست بلند تر (بجای کوهی)، [۵] ک — ، از روی آ نوشته شده، آ ، ک : او (بجای آن)، [۶] آ — ، [۷] در آثار هرات ص ۱۰۲ گفته است : تعمیر آن (یعنی حصار نره تو) را بزمانه های قبل از اسلام یعنی دوره های پیده و تصرف کیان نسبت می دهند، [۸] رک به ص ۵۵ س ۱۰، [۹] آ : حضرت خاقان سعید (بجای آن حضرت)، ک : خاقان سعید،

و دویست[1] تومان نقد که در زمان عزیمت حضرت خاقان سعید بجانب
عراق میرزا عبداللطیف در آن حصار مخزون ساخته بود میرزا[2] الغ بیگ
(ورق ۲۱۷ ل) با آنکه از فتوحات خراسان چیزی بفرزند عنایت نفرمود[3] در آنچه ۲۱۷ ل
خاصّهٔ او بود هم مضایقه نمود و بدین جهت پسر از پدر مکدر شد،

و از جملهٔ[4] افعال حمیده و خصال پسندیده که میرزا الغ بیگ
درین ایام بظهور آورد[5] تربیت جناب شریعت مآب قدوة العلماء الراسخین
افضل الفقهاء المحققین مولانا قطب الدین احمد الامامی[5] سلمه الله و ابقاه
بود که منصب اعلاء قضا را بجانب او تفویض نمود و آن منصب عالی را
علاوهٔ درس و فتوی آنجناب ساخت، و مرتضای[6] اعظم دستور وزراء الامم
امیر سید عماد الدین[7] بن سید زین العابدین جنابدی را منصب وزارت ۱۰
ارزانی داشت، و مهمات مال و منال دیوان اعلی را بحسن کفایت و لطف
درایت او بازگذاشت،

و درین اثنا امیرزاده یارعلی ولد امیر اسکندر ترکمان را که امیر خلیل الله

---

[1] فقط ک: قرب صد تومان (بجای دویست تومان)، [2] فقط آ۔ با: و میرزا، اک مثل متن، [3] ک: نفرمود و (بجای نفرمود)، [4] در ک ترتیب فقرات متفاوت است از متن، در آن بعد "بظهور آورد" ذکر تفویض منصب دیوان اعلی به سید عماد الدین کرده و بعدش گفته: وجناب افادت مآب ... مولانا قطب الدین احمد الامامی ... را قاضی القضاة ممالک تعیین فرمود و آن منصب را علاوه درس و فتوی ساخته باتفاق خواجه قطب الدین محمد امانی که در زمان حضرت خاقان سعید سالها قاضی بود بدان شغل خطیر قیام نمودند، [5] فقط آ: الامانی (بجای الامامی)، اما بر ص ۴۴، س ۷ مثل متن نوشته است و همان صواب است، [6] آ ر: مرتضی، [7] با: سید علاء الدین، اک مثل متن، ــ برای سید عماد الدین محمود رک به ص ۹۴ (ح ۱۳)،

شروانی بهراة فرستاده بود و حضرت خاقان سعید اورا بسمرقند رهان فرمود و میرزا الغ بیگ درین یورش بهراة آورده بود بسبب فتنه که ازو مشاهده می نمود بند فرمود[1] و مصحوب امیر سلطان ابو سعید داروغه که پیش ازین مقید بود بمعتمدان سپرده بحصار نیره[2] تو فرستاد و رکاب ظفر انتساب بصوب مشهد مقدس معلّا[3] حرکت داد

و[4] درین ایام جناب تقوی مآب شیخ اکابر المفسرین ناصح الملوک و السلاطین مولانا تاج الملة والدین احمد الکاریزی در محروسهٔ هراة بجوار رحمت احدیت پیوست و در مزار پرانوار پیر[5] تسلیم مولانا شیخ الاسلام نظام الحق والدین علیه الرحمة والرضوان که جدّ بزرگوار او بود مدفون شد[6]

ذکر عزیمت میرزا الغ بیگ کورگان بصوب مشهد[7] و سایر بلاد خراسان[8]

سابقاً مذکور شد که میرزا علاء الدوله از مصاف جنگ ترناب[9] چون

---

[1] رک به حبس — ۲۰۲ — ص ۴۴۵ (بذیل وقایع ۸۳۶ھ)، [2] آ: نره تو، آ: نیرتو، [3] آ آ —، [4] با آک —، ک: الاکابر والمفسرین (بجای اکابر المفسرین)، تصیح از روی آر، [5] کذا در ک، اما بخط هرات "پیر تعلیم" باید خواند که بمعنی معلّم علوم دینی است، [6] آ + : مقدس، [7] اک: و فتح سایر بلاد ممالک خراسان (بجای و سایر بلاد خراسان)، [8] برص ۵۸۹ بذیل وقایع همین سال، [9] با: رتاب، اک: ترتاب،

تیر پرتاب بیرون رفت و تا مشهد مقدس[1] در هیچ مقام آرام نگرفت،
و از آنجا بولایت خبوشان رفته با میرزا ابوالقاسم بابر ملاقات کرد
هر گونه مقالات میان ایشان واقع شد، و هر دو برادر با یکدیگر[2] اتفاق
نمودند، و جمعی گریختگان بایشان پیوسته جمعیتی عظیم حاصل شد، و میرزا
الغ بیگ از امراء کبار و بهادران نامدار چند هزار سوار در قفای هزیمتیان
فرستاده بود و ایشان تا ولایت جام رفته آثار تسلط و اقتدار بظهور آوردند،
و چون باز آمدند شرح اتفاق برادران و صورت اجتماع ایشان بوقف
عرض رسانیدند،

میرزا الغ بیگ چون این اخبار استماع نمود و برین احوال اطلاع
یافت سمند جهان پیمای[3] بصوب مشهد مقدس تافت و رایات ظفر ۱۰
آیات از دارالسلطنۀ هراۃ نهضت نمود، و بمشهد مقدس و مرقد اقدس
رسیده زیارت حضرت امام علیه التحیۃ والسلام فرمود و انواع صلات
و صدقات بسادات و مستحقان رسانید، و چند روز در آن بلدۀ طیبه
بدولت و سعادت گذرانید، و جمعی امراء را بتسخیر قلعۀ عماد فرستاد و
نوید امن و امان بساکنان آنجا پیغام داد، و آن قلعه ایست در غایت
متانت و حصنی در نهایت حصانت، ساکنان آن از غلغل مسبحان افلاک
آگاه و مقیمان آن همنشین آفتاب و ماه، و انواع حیل که در فتح قلاع ۱۵
متصور است از منجنیق و عراده و محاصره و غیره نسبت بآن قلعه چون
دنیدن باد دست با ایوان سبع شداد بیت

---

۱ آ ب اک + : رضوی، ۲ آ : برادران دیگر ای و هر دو برادر با یکدیگر) با شتر حق،
۳ آ ب : جهان کشای دیگر ای جهان پیمای،

ز سنگِ حادثه برجِ سپهر را چه خلل
ز بادِ نایبه شمعِ ستاره را چه زیان

شهباز آرزوی سلاطینِ کامگار در هوای تسخیرِ آن قلعهٔ نامدار پرواز کرده[1]
و بعد از سعیِ بسیار عاجز و مایوس باز گشته، و میرزا علاءالدوله در زمانِ
حضرت خاقانِ سعید آن قلعه را عمارت فرمود و نقود و جواهرِ وافر و نفایسِ
اجناس بی حد و قیاس بآنجا نقل کرده بود بتخصیص درین ایام که عزم
محاربهٔ میرزا الغ بیگ نمود، میرزا الغ بیگ چون دانست که تسخیرِ
آن قلعه بحیله و تدبیر صورت پذیر نیست بل کشادِ آن بازبستهٔ تقدیرست
امرا [را] که بآن طرف فرستاده بود حکمِ معاودت فرمود، و رایات ظفر نشان
۱۰ عازم الُنگ[2] رادکان گشت و در چهار باغِ رادکان چند روز توقف نموده
اعلام نصرت اعلام باوج[3] ثریا ارتفاع یافت،

و در آن مقام ایلچی میرزا ابو القاسم بابر آمده تحف و هدایا گذرانید
و لقبولِ خطبه و سکهٔ نقد اخلاصِ[4] خود را تمام عیار گردانید، و میرزا الغ بیگ
اظهارِ عنایت و عاطفتِ پادشاهانه فرمود و فرستاده را بواجبی نواخته اجازت
مراجعت فرمود، و بتعجیلِ تمام در عقب ایلچی روان شد و تا ولایتِ اسفراین عنانِ
عزیمت باز نکشید[5] و مدت بیست روز در ظاهر آن قصبه سایه بانِ

---

[1] آ بعدش: بود؛ ب: بودند [2] یعنی سبزه زار و مرغزار [3] آ، ب: تا اوج، بجای باوج

[4] حبیب السیر (۳: ۲: ۱۵۵) بعدش: و متابعت [5] در آ، ک بعدش گفته است: القصه میرزا علاءالدوله
خزاین قلعه عماد را بکشاد و نقود فراوان بهر کس داد و چون باد عازم صوب استراباد گشت و در ولایت خبوشان
با میرزا ابو القاسم بابر ملاقات کرده یکدیگر را کنار گرفته میرزا بابر شرایط تعظیم و اکرام و مواجب توفیر و توقیر و
احترام و لعدم (تقدیم) نموده آنچه مناسب و لایق و ملایم و موافق آنجناب بجناب بود و پادشاه باشد بظهور

(باقی حاشیه بر صفحه ۶۹)

ظلِّ الٰهی[۱] باز کشید و میرزا عبداللطیف و میرزا عبدالله[۲] شیرازی[۳] را با علیه تمام بجانب ولایتِ بسطام فرستاد و فرمود که میرزا سلطان عبدالله بولایت استراباد در آید و آثار تسلط و اقتدار بمازندرانیان دیو سار بنماید و هر دو شاه زاده بموجب فرموده کاربند شدند و میرزا الغ بیگ تا پُلِ[۴] ابریشم[۵] فرموده معاودت نمود

و میرزا عبداللطیف در سرحدِ بسطام مقام داشت چون از معاودت[۶] پدر وقوف یافت او[۷] نیز بی توقف باز گشت[۸] و بحقیقت معاودتِ میرزا الغ بیگ از پُلِ ابریشم موجبِ ظهورِ ضعف و قصور و سببِ عجز و فتورِ لشکرِ منصور شد و چون در کارخانهٔ تقدیر مقرر و مقدر بود که میرزا ابوالقاسم بابر چند سال بسعادت و اقبال در مملکتِ خراسان و جرجان و سایر ولایت سلطنت باستقلال خواهد فرمود صورت معاودت میرزا الغ بیگ

(بقیه حاشیه صفحه ۶۸) پیوست واز گذشته و آینده احوال یکدیگر پرسیدند بازوی ملک وساعد دولت بدو شهریار جمشید صولت قوی شد و پشت سپاه سلطنت پناه بدو شهسوار خورشید طلعت مبین[؟] گشت و اختر سعد در برج جهانداری قران کردند و دو کوهر تاج دولت در برج بختیاری قرینِ شدند و میرزا ابوالقاسم بابر خاطرجوئی بسیار نموده تسلی تمام داد که باتفاق کارهای عظیم از پیش برداریم مصراع

آری باتفاق جهان می توان گرفت

حاشیه صفحه ۶۹) [۱] نسخهٔ آ: ظل الٰهی در حبیب السیر محل مذکور صورت جمله اینست: سایبان عظمت وحشمت برافراخته، [۲] آ: سلطان عبدالله شیرازی، اک: سلطان عبدالله [۳] در کتب سیر نام جای نزدیک بسطام (بهار عجم)، [۴] آ با اک: مراجعت بجای معاودت، [۵] اک: بی توقف معاودت نموده براه نیشاپور متوجه گشت بجای او نیز بی توقف باز گشت،

درآیینۂ زمانہ روی نمود؛ والّا از رُوات ثقات منقولست[1] کہ اگر میرزا
الغ بیگ اَعلام ظفر اِعلام تا اولنگ[2] بسطام می رسانید شاہزادگان کرام
عِظام میرزا علاء الدولہ و میرزا ابوالقاسم بابر را بکلّی مُستاصل می گردانید؛ و
ایشان بضرورت در ظلّ رایت و کنفِ رعایتِ[3] میرزا سلطان محمد بعراق
می رفتند؛ و بعد از آن غالباً ایشان را کاری از پیش نمی رفت؛ لکن یفعلُ
اللہُ مایَشاءُ[4]،

القصہ میرزا عبداللطیف[5] چنان بسرعت بازگشت کہ طبل و علم
در منزل گذاشت؛ و درین اثنا تابی[6] مُحرِق در بوتۂ دل و کورۂ سینۂ او
مشتعل شد و غمہای جگر سوز و فکرتہای محنت اندوز رُوی باو آورد؛ و مزاج
۱۰ از اعتدالِ طبیعی عدول نمود؛ و طبیعت از منہاجِ اصلی منحرف شد؛ و سر
و عجز (ورق ۱۴۸ ل) بر بالینِ ناتوانی نہادہ از زیورِ صحت عاطل گشت،
و چون بحوالی نشاپور رسید مَیلِ بُلوکِ[7] بار[8] کرد و ہر روز بار خاطر و علت
زیادت می شد؛ و با آنکہ مرض در غایتِ صعوبت بود و اکثر اطبا تشخیص
بدق می کردند؛ جمعی مفسدان پیش میرزا الغ بیگ چنان باز نمودند کہ شاہزادہ

---

۱ درحبیب السیر محلّ مذکور صورت کلام منقول اینست کہ میرزا علاء الدولہ و میرزا بابر "خاطر بر آن قرار داده بودند کہ ہرگاه ماہچۂ رایت میرزا الغ بیگ پرتو وصول بر النک بسطام اندازد دست از ملک و مال شستہ و بولایت عراق گریزند و بپنجۂ عجز و اضطرار در دامن متابعت میرزا سلطان محمد آویزند" ۲ آ، با: النک؛ ۳ آ: عنایت بجای رعایت؛ آک مثل متن؛ ۴ این آیت نیست؛ در قرآن مجید (۲:۲۵۴) ولکنَّ اللہَ یَفعلُ ما یُرِیدُ است یا (۳:۴۰) کذلک اللہُ یَفعلُ ما یشاءُ؛ ۵ درحبیب السیر گفتہ است کہ میرزا عبداللطیف و میرزا عبداللہ ہر دو بازگشتند؛ ۶ آک: تب بجای تبی؛ ۷ آ، با: ملوک؛ آک: بلوکہ؛ ۸ نام قریہ ایست از مضافات نیشاپور (انجمن آرای ناصری)؛

مطلقاً مرض ندارد و تمارض می کند و خیال استقلال دارد، و میرزا الغ بیگ امرا بولایت نشاپور فرستاد تا شاهزاده را در محفّه انداخته بمشهد پیش پدر بردند، و میرزا الغ بیگ چون احوال پسر مشاهده کرد و ماهِ آن آسمان شهریاری را رهین مُحاق و قرینِ احتراق دید دانست که ارباب اغراض از باب صواب اعراض نموده اند و سخن سقیم در باب عرضِ مرض بعرض رسانیده[1] سخنان خبیثان ناشنوده انگاشت، و بقلمِ صواب رقم تدبیر صحت بر لوحِ اندیشه نگاشت، و بطبیب حاذق و اشربهٔ موافق اشارت فرمود تا اسباب تنقیه و تصفیه ترتیب نمود، و صبح صحت از مطلع مراد و اُفقِ امید طلوع آغاز نهاد، و قوّت طبیعت غبارِ تغیّر از دامن مزاج افشاند و از حضیضِ اعتلال باوجِ صحت و کمالِ اعتدال رساند، و قلم سخن ساز داستان پرداز در آن ولا چند بیتِ ملمع در تهنیتِ صحتِ شاهزاده بنظم آورده بود درین اثنا بعد از چند سال خاطر بایراد آن اقبال نمود، شعر

بُشرَی لک السّرور شفاءٌ مِنَ السَّقَم
طُوبَی لک العنایةُ مِن واهبِ النِّعَم
باز اعتدال یافت مزاج شهنشهی
روز نشاط آمد و بگذشت شام غم
فالشّمسُ اشرَقَت[2] ولها وجهٌ ضاحِکٌ
مستبشرٌ بانّک ناجٍ من الالم
ذات تو یافت صحت کلّی هزار شکر

---

[1] آ: رسانید (بجای رسانیده)، بآ: نموده اند،
[2] ک ـ، از روی اک ثبت شد، ودرآ این بیت را ندارد،

گو خصم خون گرفته بمیر و حسود هم
[هذا الذی اصبت[1] به قد اصابنا
لست الوحید فی مرض بل بنا الم]
تو آفتاب ملک[2] و جهان[3] در پناه تو
یارب مباد از سرِ ما سایهٔ تو کم!
عمرت هزار سال در اقبال و بخت باد
بالخیر والسّعادة والجود والکرم
و میرزا الغ بیگ انواعِ انعام و اصنافِ اکرام نسبت با فرزندان[4]
عظام عنایت فرمود، و مملکت خراسان را بجانب او تفویض فرمود، و منتصف
۱۰ رمضان بواسطهٔ فتنهٔ یار علی ترکمان از چهار باغ مشهدِ مقدس عازمِ
دارالسلطنهٔ هراة شد[5]

ذکر معاودت میرزا الغ بیگ گورگان بسبب فتنهٔ امیرزاده یار علی و غارت یافتن بیرون هراة[6]

در داستانِ فتح خراسان سبق ذکر یافت[7] که میرزا الغ بیگ
امیرزاده یار علی و امیر سلطان ابو سعید داروغه را بند فرموده بحصار نیره تو

---

[1] این بیت را آ و اک دارد، در ک و با نیست، [2] با: و ملک جهان؛ دیگر ملک جهان؛ اک: ملک جهان، [3] آ با اک: تست؛ بجای تو، [4] ک: فرزند؛ تصحیح از روی آ، [5] اک: شهر هرات بجای هرات؛ با: دارالسلطنهٔ هرات، [6] دک: ب ص ۶۶،

فرستاد و درین اثنا بمسامع جلال رسید که امیرزاده یارعلی خلاص شده قلعه را گرفت و لشکر جمع آورده عازم تسخیر هراة شد و شهر را محاصره کرد

و بیان این سخن آنست که از کسان امیر سلطان ابوسعید شخصی کماچی[1] بقلعه فرستاد و در میان کماچ سوهان[2] ابدار نهاد[3] و امیرزاده یارعلی و امیر سلطان ابوسعید بند ها سودند و تیغ بیدریغ در مستحفظان قلعه نهادند و تنی چند را[4] بقتل آورده باقی امان خواستند و چنان قلعه مسخر شد و امیرزاده یارعلی امیر سلطان ابوسعید را اجازت داده بیرون فرستاد و چون در آن حصار ذخیرهٔ بسیار و نقود بی شمار بود امیرزاده یارعلی دست سخا کشاد و گروه انبوه[5] پیش او جمع آمدند و مواضع که در حوالی قلعه بود مسخر فرمود و بآن قناعت ننموده عازم تسخیر هراة شد و بولایت کروخ[6] رسید امیر بایزید پروانچی که در شهر حاکم بود چون این احوال استماع نمود قاصدان پیش میرزا الغ بیگ دوانید و شهر و برج و باره را مضبوط و مستحکم گردانید و حکم فرمود که هرکس در شهر اولاغ داشته باشد برسم قتال باستقبال امیرزاده یارعلی رود مردم تازیک بی یراق و سلاح بنواحی کروخ[7] رسیدند صبحی امیرزاده یارعلی بریشان تاخت و هرچه داشتند عرضهٔ تاراج ساخت و رعایا را بجان امان داد و از اموال ایشان

---

[1] ک آ با، کماجی ' اک : کوباجی — 'کماج یا کماچ نانی است مشهور و نانی را نیز گویند که بر روی اخگر و زغال پزند (فرهنگ آنند راج) در حبیب السیر این کلمه را کوماج نوشته است ' [2] آ : سوهان ' [3] فقط آ : نهاده ' [4] آ با — ' [5] فقط با و حبیب السیر : گروه ' [6] فقط با : کرخ '

احوال او روی بار تقاع نهاد و از آنجا عازم تسخیر[۱] هراة شد و بظاهر
شهر آمده، جمعی اوباش و لئام و فوجی نوکران امراء عظام که درین ایام بی
اعتبار و احترام بودند پیش او جمع آمدند، و امیرزاده یارعلی آغاز محاصره
کرده بافروختن آتش فتنه و انگیختن غبار فساد میان دربست، و دست
ظلم و بیداد بغارت و تاراج برکشاد،

امیر جلال الدین بایزید باتفاق جناب شریعت مآب مولانا
قاضی قطب الدین احمد الامامی و باقی اکابر و موالی و سایر عوام و خواص کمر
اخلاص بر میان جان بستند بیت

کمری بر میان جان بستند
جان کمروار بر میان بستند

و[۲] از حضرت آفریدگار جلت قدرته — که حافظ و حامی همه اوست و
بازگشت جمله باو — استعانت خواستند[۳] [و چند روز بزخم ناوک جگر دوز و
نوک پیکان آتش افروز بیرونیان را مجال آن نبود که پیرامون شهر گردند]
و چون بعد از واقعهٔ حضرت خاقان سعید این نخست واقعه بود که در دار السلطنة
هراة روی نمود و مردم شهر بامثال این وقایع معتاد نبودند فدائی وار
بدفع آن فتنه اشتغال نمودند، جمهور نامداران و مشهور پیشه کاران
از محترفه و ارباب صنایع تا متصوفه و اصحاب صوامع نفیر عام برآوردند
و[۴] روز بروز فوج فوج از طرفین بنوبت جنگ انداخته اظهار جلادت می کردند،

۱؎ آ — اک: دار السلطنة، با مثل متن، ۲؎ درین موضع وساکت چند سطر افزوده بمعنی این که لاورا در کوشش آمدند، ۳؎ در ک — از روی آو با واک افزوده شد، ۴؎ در با و اک
بجای عبارت متن عبارت ذیل را دارد: و همه لسان تیر هم پشت و چون تیغ هم زبان روی بدفع

(باقی بر صفحه ۵۷)

تا[۱] بعد از چند روز که اسباب محاصره مرتب گشت امیرزاده یارعلی با چند هزار سوار و پیاده از برابر گوشهٔ برج[۲] شوانیان که فاصله است میان عراق و فیروزآباد جنگ پیش آورده بکنار خندق آمدند و صدای نقاره و نفیر بکرهٔ چرخ اثیر رسید ناگاه جمعی بسیار فدائی وار سپرها در سر کشیده و چپرها[۳] در بر گرفته از خندق گذشتند و بفصیل درآمده بیل و میتین[۴] در تنهٔ[۵] دیوار شهر بستند[۶] و از بالا بسنگ و تیر و هر گونه تدبیر مدافعه می نمودند و بیرونیان چند نیزه از دست ایشان در ربودند[۷] و چون کار تنگ رسید ترکان سمرقندی راپای ثبات از جا رفته از[۸] روی بارو گریختند[۹] و مردم تازیک بر موافقت ایشان بیکبار از هم فرو ریختند در آن حال از زمرهٔ مشاهیر هراة جناب[۱۰] مولانا و صاحب اعظم[۱۱] بقیة الاعیان مولانا عمادالدین مطهر کاریزی که بفرط تهور[۱۲] و کمانداری اشتهار و امتیازی تمام داشت با[۱۳] قلیلی از مردم خود بعزم جهاد بر تایید الهی اعتماد فرمود و[۱۴] پای جلادت

(بقیه حاشیه صفحه ۷۴) ایشان آوردند و چون مردم ترکی و سپاهی نسبت با سایرالناس بصورت بسیار رکم می نمودند و اکثر مردم شهر اهل حرفه و ارباب صنعت بودند پیشه وران را: هر یکیرا بجای پیشه وران) در بازار بیکار بیکاری نشستند و در وقت گیر و دار صاحب یسار و مایه دار می زیستند هر یک در دکان مخاصمت می کشودند و مناسب صنعت خود حرفتی می نمود - اینجا تا با نعام و اکرام میرزا الغ بیک اختصاص تمام یافت و لبعدانده و سه روز (دهو ۷، س ۹) جمله عبارت را در آک ندارد، حاشیه صفحه ۷۵ [۱] آ: شوانیان آ با: شوالسان - گویا از شوان است که بوزن و معنی شبان است [۲] آ: بذروهٔ کره (بجای بکره) [۳] با آ - [۴] ک: جبرها آ چبرها با: خبرها [۵] بروزن پیشین [۶] ک: سنه با - آ تنل فن [۷] با: بکار آمدند (بجای بستند) [۸] با - [۹] با: ع گریختند بیکبار از سر بارو [۱۰] آ - [۱۱] آ: الاعظم [۱۲] با - [۱۳] آ: با بعضی از تیراندازان با جبری (کذا)

ودلاوری و قدم شجاعت و بهادری فشرده از اول چاشت تا آخر روز
بضرب تیر دلدوز حملهای متواتر[۱] دشمنان را دفع می نمود (ورق ۴۱۹ ل)
تا یکی از سرداران ایشان را که لشکری پیش کرده از آب می گذشت
باتش دوزخ فرستاد، و مردم ایشان از روی خاک ریز[۲] و اندرون فصیل
چپرها و سپرها انداخته[*] بازپس گریختند، و تا کنار خندق رسیدند[۳] همه[۴]
افگار و زخمدار شدند، و امیرزاده[۵] یار علی که در میدان جولان می نمود،
بیک چشم زدن گوش او را نیز نشانه تیر تقدیر ساخته برگردانید، و
بسبب[۶] آن شجاعت که در آن روزگار فرمود[*] شهر محفوظ مانده، بانعام و
اکرام میرزا الغ بیگ اختصاص تمام یافت، و بعد از دو سه روز
۱۰ میرزا الغ بیگ جمعی امرا بشهر فرستاد و سبب مزید قوت شد، و
هفتده[۷] شبان[۸] روز[*] مدت محاصره متمادی گشت، و بیرونیان بجنگ و
جدل و مکر و حیل کاری از پیش نتوانستند برد، در وقتی که شهر محاصره بود
مردم شهر در بیرون دروازه خوش شخصی را گرفته لت بسیار زدند چنانچه
هلاک او جزم شد و ریسمانی[۹] بهر پای او بسته و سرنگون از دروازه[۱۰] خوش
بروی باره بدروازه[۱۱] قپچاق آوردند، و همچنان آویخته گذاشتند، بعد

---

[۱] با: دلاورانه در بجای متواتر دشمنان را د ،
[۲] با: چپر انداخته در بجای و اندرون فصیل چپرها و سپرها انداخته، - در آ چپرها را شکل سابق چپرها نوشته است،
[۳] آ: رسیدن را بجای رسیدند همه افگار بود،
[۴] با: بیشتر در بجای همه افگار و ،
[۵] آ: امیرزاد،
[۶] با: - ،
[۷] آ با: هفده،
[۸] آ: شبا روز،
[۹] آ ک: ریسمان،
[۱۰] دروازه شرقی هرات دلیستر ینج ص ۴۰۹،
[۱۱] دروازه شمالی شرقی هرات، دلیستر ینج، در ک و با، دروازه ملک در بجای دروازه قپچاق، - دروازه ملک دروازه شمالی هرات است دلیستر ینج،

از مدتی در جنبش آمد او را فرود آورده بشهر آوردند و معاهدت نموده در سخن آمد و گفت مردی پیشه ورم[1] او را گذاشتند و بعد از آن سالها در حیات بود و این از غرایب است آری بیت

اگر تیغ عالم بجنبد ز جای — نبرد رگی تا نخواهد خدای

و درین اثنا میرزا الغ بیگ[2] از جانب مشهد رسید و یار علی مغرور از صولت لشکر منصور عاجز گردید[3] و از تسخیر شهر مایوس گشته عزم حصار نیره تو نمود و اوباش و لئام که پیش او جمع بودند پریشان شده بهر طرف رفتند بیت

همه کبود لب و زرد روی و[4] بهر رخ سرشک

همه شکسته دل و تیره چشم[5] و خشک زبان

و میرزا الغ بیگ در دار السلطنهٔ هراة نزول فرمود و از فتنهٔ یار علی استفسار نمود امیر بایزید بموقف عرض رسانید که بیرونیان با او همداستان شده این نوع طغیان نمودند و اگرنه او را چه محل و یارای آن بود میرزا الغ بیگ را آتش قهر[6] جهانسوز اشتعال یافت و حکم فرمود که بیرون هراة را غارت کنند و گروه انبوه که فتنه و فساد انگیخته بودند و خونهای مسلمانان بناحق ریخته بقتل آوردند و سه شبان[7] روز غارت عام کردند لشکر از شیشهٔ ضبط بیرون جست و هیهات از مرکز ربط عدول

---

۱ در با د اک بعدش +: و اندیشهٔ جنگ ندارم ۲ در با د اک بعدش +: بالشکرهای جهان سوز چون بلای ناگهان ۳ فقط با بعدش +: بر سر یار علی ترکمان ۴ فقط با بعدش +: و متحیر ۵ فقط ک: خشم دبجای چشم؛ ازین بعد زیادات غیر مهم که در با دارد درج نشده ۶ فقط ک: فتنه و قهر د بجای قهر ۷ فقط آ: شبا روز

جُدت، هرکرا یافتند اسیر بندِ کمند و گرفتار قیدِ (گزند) ساختند، نرگس وار همه چشم برزر داشتند، و سیم را قرة العین می پنداشتند، شمسهٔ زرّینِ آفتاب از طاقِ لاجوردی بناخن می کنند، و نعلِ هلال از ابلقِ شموسِ چرخ بدندان می ربودند، قندیلها در مساجد می شکستند و امامان[1] می آویختند[2] و آب روی عزیزان بر[3] خاکِ خواری می ریختند[4]، مدارس رباط الخیل[5] و درس و[6] تلاوت کلام اللیل، بجای دعا و درود سرود می گفتند و در مقامِ علم و حکم[7] زیر و بم می نواختند، همه کس را چون سیر پوست باز کردند، و از لباس تو بر تو چون پیاز بی نیاز ساختند، و از بدایعِ وقایع آن بود که در آن ایام که میرزا الغ بیگ حکمِ غارتِ عام فرمود لشکر اوزبک نیز ا بنواحی سمرقند آمده تا دروازهٔ شهر تاختند و غارتِ عام کردند[8] و باغات خاصّهٔ میرزا الغ بیگ را ویران ساختند

۱۴۱ ب

چینی خانه که ازار[9] دیوار چینیِ آن را از خطا بمدتِ چند سال آورده بودند او زبکان بزخمِ چُماق دگرز درهم شکستند، و ایوانها در زرکاری[10] تراشیده وخراشیده را[11] انواع خرابی کردند، و افعالی که از لشکر سمرقند در بیرونِ هراة و باغات بادشاهان صادر شده بود نمودار آن در بیرونِ سمرقند و باغاتِ

---

[1] بآ: امامان را، اک مثل متن،
[2] فقط آ: آویخت،
[3] آ: باخاک خواری می آمیخت، (بجای برخاک خواری می ریختند)، بآ: باخاک خواری می آمیختند،-کـ: خاری (بجای خواری)،
[4] ک: الخیل،
[5] آ—،
[6] ک: علم— در اک "وحکم" را ندارد،
[7] فقط آ: کرده،
[8] بآ: ایزار،
[9] کذا الیضاً وملاک، بآ: زرنگار را،
آ: زرکاری تراشیده وخراشیده،

میرزا الغ بیگ از مردم اوزبک بوقوع پیوست[۱] و صورت «وَجَزاءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِثْلُها»[۲] بالغ وجهی روی نمود بیت

چو بد کردی مباش ایمن ز آفات
که واجب شد طبیعت را مکافات

و قضیهٔ غارت بیرون هراة در اواخر ماه رمضان واقع شد و بعد از سه روز اکابر شهر شفاعت کردند و میرزا الغ بیگ حکم فرمود که لشکر دست از غارت باز داشتند[۳] و مسلمانان را در خانهاء خالی گذاشتند[۴] و در آن ایام سرما[۵] قوی بود و عید صیام قریب، مردمان در روز عید چون عاصیان محشر عریان، و بیروتیان میرزا الغ بیگ را بزبان اخلاص دعا و ثنا خوان، شخصی[۶] که تمام جامهاء او بتاراج برده بودند و بنای ۱۰
نان محتاج ساخته* روز عید عریان بسان بید می لرزید و پیش اسپ میرزا الغ بیگ می دوید و بزاری زاری نالیده می گفت: پادشاه عادل[۷]! خوش عیدی[۸] دادی درویشان را عمر و دولت تو افزون باد! بیت

بباز و گر قوی[۹] دستی بترس از آه مظلومان
که هر کز ضعف نالان تر قوی تر زخم پیکانش[۱۰]

---

۱ فقط آ، ــ ۲ قرآن مجید ۴۲ (سورة الشوری): ۴۰، ۳ فقط
ک، ــ ازروی آ نوشته شد، ۴ فقط ک: سرمای، ۵ حبیب السیر
۳ : ۳ : ۱۵۹) «فقیری که هرچه داشت سبب غارت و تاراج برداده بود» ۶ فقط آ،
عالم فاضل (کذا)، عادل، ۷ ک: عیدی آ: عیدی ۸ فقط
ک: بر عمر (بجای عمر)، ۹ از قصیدهٔ مشهور خاقانی که
اولش «دل من پیر تعلیم است و من طفل زباندانش» است، ۱۰ چنانکه بر ص ۳۰۶
مذکور شد بعد چند ورق را افتاده تا ابتداء ان ست کو جای بت بار دیگر شامل مقابله می شود،

و میرزا عبد اللطیف تا عید صیام در مشهد امام علیه[1] السلام مقام داشت، چون آوازۂ آمدن میرزا ابو القاسم بابر بمشهد رسید شاهزاده متوجه هراۃ[2] گردید، میرزا الغ بیگ سلطنت[3] هراۃ را بمیرزا عبد اللطیف عنایت فرمود و بسرعت تمام عزیمت جانب ماوراء النهر نمود، و نعش مغفرت مآب حضرت خاقان سعید را[4] در محفه نهاده بتعظیم تمام روان ساخت، و بسیاری از ارباب صنایع و هرگونه بدایع نقل کرد، از الجمله چند زوج درب[5] فولاد که حضرت خاقان سعید از تبریز[6] آورده بود[7] بر سر مهد علیا گوهر شاد[8] آغا منصوب بود، و اموال جهان و خزاین فراوان روان ساخت مصراع

هرچه دلخواه بود حاصل شد

۱۰

---

۱ آ - ، ۲ آ با : دار السلطنه هراۃ، در اک زیادتی دارد درین موضع اعنی : شاهزاده عازم هرات گشت و بپدر ملحق شد و اخباری که معلوم داشت معروض گردانید، میرزا عبد اللطیف را در راه مشهد نوید سلطنت هرات دادند، چون دید که آن کار بقائی ندارد میخواند که : بطرب ندهد جام عسس میکرد دکذا ناقصا، ۳ حبیب السیر : حکومت هرات را که بشرف زوال وصدد انتقال بود، ۴ حبیب السیر : از بیت المغفرة گوهر شاد آغا بر داشته، ۵ آ با بت اک : درد بجای درب، ۶ آ - ، اک شل تن، ۷ آ - ، ۸ ک آ - ،

ذکر نهضت میرزا ابوالقاسم بابر بجانب[1] دار السلطنهٔ هراة و قتل امیرزاده یارعلی و فرستادن امیر هندوکه بطرف مرو*

میرزا[2] ابوالقاسم بابر در حدود بسطام و دامغان استماع نمود که میرزا الغ بیگ از نواحی پل ابریشم معاودت نمود، شاهزاده رایت عزیمت بصوب دار السلطنهٔ هراة برافراخت و در سرعت نهضت دو منزل یکی ساخت، و بالشکری چون شیر سخت جنگ و چون پلنگ زود آهنگ بی باک و هتاک و خشمناک و سفاک بیت

هریکی جلد و آزموده بجنگ
بر زمین اژدها، در آب نهنگ

---

[1] فقط اک: بعزم تسخیر خراسان و فتح آن ملک بتوفیق دیان دبجای بجانب ... مرو، - * بطرف مرو، ملوه آنداره،
[2] مضمون سطر آنامل مروه را در اک باختلافی از متن آورده است، حاصل کلامش اینکه: سابقا ذکر فتح خراسان کرده شد و احوال میرزا الغ بیگ گفته آمد و بیان کرده شد که بزمانیکه میرزا الغ بیگ در چهار باغ راد کان بود میرزا بابر ایلچی فرستاده اظهار اطاعت کرد و میرزا الغ بیگ ایلچی را اجازت مراجعت فرموده خود متعاقب روانه شد و لشکر به بسطام فرستاد، و بالآخر این لشکر از انجا واپس شده چنانچه مفصل ذکر کرده آمد، میرزا بابر بعد معاودت این فوج بامید تسخیر خراسان بجعد دامغان آمد و تا مشهد رفت، و چون شنید که میرزا الغ بیگ بسرخس رفته است متوجه سرخس شد، و لشکری را بجانب هرات روانه کرد و از سرخس امیر هندوکه را بمرو فرستاد، [3] آ: منزل را دبجای منزل،

بمشهد مقدس آمد و آنجا استماع نمود که میرزا الغ بیگ عزیمت ماوراء النهر فرمود، جمعی[1] بهادران دلیر و مبارزان با شمشیر بجانب دار السلطنهٔ[2] هراة فرستاد و موکب ردیف ۴۲۰ ل۱ منصور عازم طرف سرخس شد و امیر هندوکه را فرمود که با گروهی مردان مرز و دلاوران صف نبرد چون بهرهٔ[3] دست بقبضهٔ شمشیر خون آلود زده و چون سپهر چین کین در جبین صلابت آورده روی بولایت مرو آوردند[4] و شب هنگامی که صحن زبرجدی بانوار سیارات و از هار ثابتات آرایش یافته بود و اجرام نورانی چون گهرهای شب افروز از حقهٔ آبگون گردون تافته باردوی میرزا الغ بیگ رسیدند و لشکر ماوراء النهر بهم برآمده دست عجز در دامن فرار زدند بیت

۱۰
میر هندوکه اسپ را در تاخت
تیغ می راند و تیر می انداخت
لشکر خصم را ز دشنهٔ تیز
تا بجیحون رسید گرد گریز
میر چندان گرفت گوهر و گنج
که دبیر آمد از شمار برنج

---

[1] در حبیب السیر (۳:۳:۱۵۶) افزوده است که امیر خلیل (کذا) هندوکه و با خواجه (کذا) را با جمعی دیگر از بهادران به هراة فرستاد[2] دولت شاه ص ۴۳۰ او را "امیر هندوکه نویادوت" خوانده است و گفته که وی "بعهد شاهرخ سلطان زیاده منصبی و مرتبهٔ نداشت" امّا در استرآباد بملازمت شاهزاده بابر رسید و امیر الامرا شد" او مرد مسن و روزگار دیده و مبارز بود" رک به دولت شاه ص ۴۳۰ برای تنقید بعض تدابیر او که شاهزاده بابر بغرض انتقال ملک بدو اختیار نموده[3] ۳ ـ،
[4] در حبیب السیر (۳:۳:۱۵۶) +: تا سر راه بر سپاه سمرقند گرفته دست بردی نمایند

وامیر بندد کہ امیر ابراہیم امیر ایدکو تیمور[1] را گرفتہ مقید ساخت، و مردم فولدان از کوچیان بر گردانید و نقود و اجناس بی حدّ و قیاس در قبضۂ اقتدار آوردہ عازم دار السلطنۂ ہراۃ شد

و میرزا الغ بیگ بر معبر آموبہ پل بستہ عبور نمود، و لشکر بعضی[2] گذشتہ و باقی می گذشتند کہ ناگاہ لشکرِ اوزبک رسید و بر آن سپاہ شکستہ زدند ع

صفِ مغلوب را ہوبی لبندست

جمعی کثیر اسیر شدند و اموال بغارت و تاراج رفت، و لشکر بزحمتِ تمام بولایت بخارا رسید، و میرزا الغ بیگ قشلاق ہمانجا[3] فرمود، و نعش مغفرت مآبِ حضرت خاقان سعید را بدار الملکِ سمرقند فرستاد، ۱۰ و باعزاز و اکرام و توقیر و احترام در گنبدِ حضرت صاحبقران امیر بزرگ ع

چون گنج دفینِ خاک کردند

أَفَاضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ غُفْرَانَهُ[4]

و میرزا ابو القاسم بابر جمعی امرا را کہ بطرف ہراۃ فرستادہ بود[5]، امرا

---

[1] حبیب السیر: امیر ابراہیم ایکو تیمور را کہ بر ساقۂ لشکر بود (بجای امیر ابراہیم امیر ایدکو تیمور را)۔ غالباً پسر امیر ابراہیم پسر امیر ایدکو (یا ایکو) تیمور مراد است۔ [2] آ ب: جمعی (بجای بعضی)، اک مثل متن۔ [3] آ ب: ہم آنجا۔ [4] بجایش ھ اک: طاب ثراہ ؎

افلاک را بلاس مصیبت بساط گشت واجرام را دفایہ (وقایۂ) ظلمت حجاب شد

[5] در حبیب السیر گفتہ است کہ "امیر خلیل و باباخواجہ چون بقصبۂ توشنج نزول نمودند، میرزا عبد اللطیف بعد از آنکہ پانزدہ روز در ہراۃ حکومت کردہ بود نیم شبی فرار نمودہ ندی بما وراء النہر آورد"

بولایتِ فوشنج رسیدند، و میرزا عبداللطیف که بعد از پدر[1] پانزده روز در هراة پادشاه بود چون خبر رسیدنِ لشکرِ میرزا ابوالقاسم بابر شنید و از جانب امیرزاده یارعلی نیز بغایت اندیشه ناک بود تنگِ اسپِ عزیمت تنگ بر کشید و خودرا از غرقابِ ہلاکت بساحلِ سلامت رسانید، و جمعی امراء و بهادران میرزا ابوالقاسم بابر مقدّمهم امیر خلیل و امیر بایخواجه[2] شهر را گرفته قلعه را گشادند، و اساسِ ظلم و بیداد بنیاد نهادند، و بعد از سه[3] روز امیرزاده یارعلی با گروهی انبوه بظاهرِ شهر فرود آمد، و سه شبان[4] روز شهر را محاصره کرد شبی جمعی[5] از طرف دروازهٔ[6] عراق او را بشهر آوردند و امراء میرزا ابوالقاسم بابر گریخته بحصار اختیارالدین در آمدند، و روز دیگر بعهد و پیمان بیرون
۱۰ آمدند، و بار شب بحصار رفته مبلغی گرامند که در شهر نقد کرده بودند از حصار بیرون آورده فرار نمودند، و امیرزاده یارعلی قریب بیست روز در مستقرِ سلطنت بعیش و عشرت گذرانید، و الحق رعایا را ازو زیادت آسیبی نرسید، و اوصباح در رواح چون نرگس و لاله بی جام و پیاله نبود[7]، میرزا ابوالقاسم بابر از سرخس عزمِ هراة فرمود، و عبدالعلی رکابدار از اردوی میرزا ابوالقاسم بابر آمده بخدمتگاری امیرزاده یارعلی قیام می نمود، شبی دانست که لشکر منصور نزدیک آمد داروی بیهوشی در شراب ریخته بادهٔ

[1] فقط ک۔ [2] اک آ ب ب : بایخواجه، آ : بایخواجه، حبیب السیر : بایخواجه، [3] حبیب السیر۔
[4] آ ب اک : شبانروز، [5] در حبیب السیر گفته است که "اکابر و اعیان که از جور و طغیان بابریان بجان رسیده بودند در سحر جمعه یارعلی را بشهر در آوردند"، [6] یعنی دروازهٔ غربی هرات، [7] در حبیب السیر افزوده است که دی "اصلا بحفظ دروازها و اطراف شهر نپرداخت تا بدان چه رسد که از حدود ولایت باخبر باشند"

گران بیهود و امیرزاده یارعلی در باغ شهر صبحی میان مستی و بیهوشی
آسوده بود که ناگاه جمعی دلاوران معرکهٔ جنگ و صفدران میدان نام و
ننگ تیغها آخته و از دروازهٔ ملک درتاخته بسر او رسیدند و دست د
گردنش بسته در سر خیابان بخدمت میرزا ابوالقاسم بابر رسانیدند
و موکب همایون بطالع سعد و فال میمون و زمانهٔ کارکشاد ستارهٔ رهنمون
درباغ سفید نزول اجلال فرمود و امیرزاده یارعلی را در چهار
سوی هراة براه عدم روان ساختند و سر او که سودا خانهٔ هوا و هوس بود
برخاک مذلت انداختند بیت

فلک را سر انداختن شد سرشت
نشاید کشیدن سر از سرنوشت
نپرورد کس را که آخر نکشت
که در مهر نرم است و در کین درشت

و این واقعه اواخر شهر ذی الحجه بوقوع پیوست

---

۱ فقط ک ۔ ۲ یعنی دروازهٔ شمالی هرات ۳ حبیب السیر : سر کوچه خیابان ۴ آ ب ت اک : جلال (بجای اجلال) ۵ اک بعد ش + ، اثنین (کذا) و خمس و خمسین ، و ثمانمایه

وقایع سنهٔ ثلاث و خمسین

ذکر جلوس میرزا ابوالقاسم بابر بر سریر سلطنت خراسان

ارادت ملک ملک بخش عزّ شأنه چون رایت عنایت برافراخت
و جنات کاینات را بانوار عدل و احسان و فروغ امن و امان برافروخت،
و حکمت قادر مختار عظم سلطانه چون خلعت واللّهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ
یَشَاءُ[1] مرتّب ساخت بآتش قهر جهانسوز لباس تلبیس دشمنان را درهم
سوخت، و منشور دولت چون بتوقیع نَصْرٌ مِنَ اللّٰهِ موشّح بود اسباب
جهانگشائی بموجب وفتحٌ قریب ابواب فتح و ظفر کشود، و سریر سلطنت
مسند دولتمندی شاید که بنور عقل کامل و وفور عدل شامل ظلام ظلم از
مرآت کاینات زداید، و تاج خلافت افسر سروری باید که چون آفتاب
در اطراف آفاق بشعاع تیغ عالم اقطاع آثار ید بیضا نماید موافق این
عبارت و مطابق این استعارت جلوس همایون میرزا ابوالقاسم بابر بست
بر سریر سلطنت خراسان،

و بیان آن چنانست که چون میرزا الغ بیگ با اولاد کرام و امراء عظام

---

[1] آ ب اک: یؤتی ملکه (بجای یؤید بنصره)؛ آ: مثل متن،

وخیل و حشم وعبید و خدم و اموالِ جهان ونفایس فراوان از ولایتِ
خراسان بطرفِ ماوراء النهر رفت و طغیانِ امیر زاده یارعلی ترکمان[۱]
تسکین یافت میرزا ابوالقاسم بابر بر مستقرِ سلطنت و سریرِ خلافت بتمکینِ
تمام مقام وآرام فرمود[۲] و دار السلطنۀ هراة که در حسن و بهاو لطافتِ
آب و هوا در هفت اقلیم عالم ممتاز و مستثنیٰ[۳] است در تحتِ تصرّف
وقبضۀ اقتدار قرار یافت[۴] و آفتابِ مرحمت و سایۀ معدلت بر کافۀ رعا ما
ودهاۀ برایا تافت و اکابر و اشراف بخدمت درگاه معظم شتافتند و مراسم نثار
وپیشکش بجا آورده مناسبِ قدر و مرتبه رعایت وعنایت یافتند و امیر
مبارزالدین هندوکه از جانبِ ولایتِ[۵] مَرو آمده امیر ابراهیم امیرایدکو تیمور
وکوچیان وارباب صنائع راکه باز گردانیده بود بهراة رسانید و خون امیر
ابراهیم رازانو زده درخواست کرد و میرزا ابوالقاسم بابر عنایت فرموده
باو بخشید وصنوفِ عنایاتِ پادشاهانه وفنونِ عواطفِ خسروانه نسبت با
امیر هندو که مبذول داشت وعظماء امراء ومقربانِ درگاه وگردنکشان سپاهِ
ظفر پناه از ابرِ احسان و دریاء امتنان بمواهبِ انعام و مواجبِ اکرام اختصاص
یافته سرِ افتخار (ورق ۴۲۱ الف) بذروۀ ثریّا بر افراشتند ودستِ اعتبار در
کمربند جوزا زدند و هواء موالاء دولتِ قاهره در ضمیر مطیع وعاصی ودانی وقاصی[۶]
جای گرفت وزبانِ غایب وحاضر و سامع و ناظر بذکرِ دعا ونشرِ ثنا آرایش
یافت و خطبه و سکّه[۷] بشرف نام والقابِ عالی خرّم و تازه و مشرّف و بلند

۱۰ (margin)
۴۲۱ الف (margin)

[۱] آ: بتمکین؛ اک بب: بتمکین، بآمثل متن؛ [۲] اک ـ، با: مسلّم است دبهای مستثنی است؛
بب: مستثنی و مسلّم؛ [۳] آ ـ؛ [۴] حبیب السیر: امیر ابراهیم ایکوتیمور؛ [۵] فقط
کب ـ، بآ: اقاصی دبهای قاصی؛ [۶] حبیب السیر: خطبه وسکّه در جمیع ولایات خراسان؛

آوازه شد قطعه[1]

زچوب منبر خشک از نشاط گل بدمد
نسیم نام تو چون بگذرد[2] بلفظ خطیب
دهان سکه فراهم نیاید از شادی
که یافت از شرف نام تو بنقد نصیب

و میرزا علاء الدوله ازان زمان که از میدان میرزا الغ بیگ
رو گردان شد تا اکنون که عنایت ملک بیچون فتح دار السلطنهٔ هراة میسر
گردانید در ظل رافت میرزا ابو القاسم بابر بعیش و نشاط می گذرانید، و
چون مملکت خراسان جولانگاه سپاه میرزا ابو القاسم بابر بود کرم نموده
۱۰ سرکار تون[3] را سیورغال میرزا علاء الدوله فرمود، و میرزا علاء الدوله فرزند[4]
دولتمند[5] میرزا سلطان ابراهیم را با کوچ و اوروق و جواهر و نقود که دران
اوان از قلعهٔ عماد بیرون آورده بود بجانب ولایت تون روان فرمود،[6]
درین ولا که دار السلطنهٔ هراة مفتوح شده اعداء مکسور و مقهور گشتند لعبتباز
گردون شعبدهٔ ساخت[7] و زمانه طرح بازی از نو در انداخت، و جمعی مردم
بد و ارباب حسد که پیش آن دو پادشاه راه آمد و شد داشتند بر لوح اندیشهٔ
میرزا ابو القاسم بابر نگاشتند که میرزا علاء الدوله فکر سرکشی و جدال
دارد و نقش استقلال بر صفحهٔ خیال می نگارد، و میرزا ابو القاسم بابر فرمود، که

---

[1] با آک: بیت — برای بیت اول رک به قصائد ظهیر فاریابی ص ۱۶۹، [2] آ: —،
[3] در قهستان، رک به لیسترنج ص ۳۵۳، [4] حبیب السیر: پسر خود
بجای فرزند دولتمند، [5] در حبیب السیر گفته است که میرزا علاء الدوله بنفس نفیس
در هراة توقف نمود" [6] با آ: باخت دبجای ساخت،

میرزا علاء الدوله را گرفته محبوس ساختند، و گروهی[1] انبوه بعزمِ گرفتنِ میرزا سلطان ابراهیم بطرفِ تون تاختند، و میرزا سلطان ابراهیم را از نزدیک تون بازگردانیدند، و مولانا احمد لیسا[2] دل جنگ عظیم کرده و بر دست[3] او زخمی قوی رسیده، رقیه سلطان بیگه[4] همشیرهٔ میرزا سلطان ابراهیم را بجانب عراق برد، و بمهد علیا گوهر شاد آغا و میرزا سلطان محمد رسانید، و میرزا سلطان ابراهیم را باخر این نقود که مهندس عقل از حساب آن عاجز بود و شرایف ظرایف[5] و زواهر جواهر پیش میرزا ابوالقاسم بابر آوردند، میرزا سلطان ابراهیم را حبس فرمود، و صندوقهای جواهر و طلا و نقرهٔ وافر ناگشوده و ناکشیده بخشید، و آن همه نقود و جواهر را میزان همت بجوی نسنجید، و از آن وقت میرزا[6] سلطان ابراهیم چون لعل در زندانِ کان[7] و دُر در صدف ۱۰ عمان محبوس بود تا آن زمان که عنایتِ الٰهی بموجب مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا[8] او را از مضیقِ حبس بیرون آورده بر سریرِ سلطنت نشاند بیت

---

[1] آ با: گروه (بجای گروهی)، — در حبیب السیر گفته است که "یکی از امرای معتمد را بتون روانه گردانید تا میرزا ابراهیم را گرفته بدار السلطنه هراة رسانید"، [2] آ با بب: بدست (بجای و بردست)، [3] ک آ: بیگم، [4] اک بب: ظرایف (بجای ظرایف)، آ: مثل متن، — راجع بجود مفرط میرزا بابر رک به دولتشاه ص ۴۳۳ ببعد، [5] در حاشیهٔ آ +: "اگرچه میرزا سلطان محمد در زمان فتح خراسان چند روزی میرزا سلطان ابراهیم را اطلاق فرمود اما باز مرزا ابوالقاسم او را حبس نمود منه رحمه الله"، — یعنی ازین عبارت مصنفا درک شامل متن است بعد "محبوس بود"، [6] از روی آ و اک و با، [7] در کتب این کلمه نیامده و با لفظ زندان را ندارد، [8] قرآن مجید ۳۵ (سورة الملائکه): ۲،

اوّل شکسته باش که او بَر سریرِ ملک
یوسف پس از مجاهدۂ قعرِ چاه یافت

چنانچه شرح از مساعدت وقت مأمول است و میرزا ابوالقاسم بابر بکران مراد در میدانِ سلطنتِ خراسان جولان داد، و همای دولت و سعادت بالِ اقبال بازگشاد، و امیر هندوکه در دیوانِ اعلیٰ بغایت صاحب اختیار بود و بضبطِ مملکت اهتمام نمود، امّا چون امیر[1] میرزا ابوالقاسم بابر صبح و شام بشربِ[2] مدام اشتغال داشت و نوای نی کار و بارِ جهان را بادی می‌پنداشت جمعی امرا ۱۲۴ب وغیر صدا رعود | که از دیر باز مخصوصِ او بودند آغازِ فتنه و فساد و بنیادِ ظلم و بیداد نمودند، و امیر هندوکه از اوضاعِ امرا ملول شده اجازت خواست که چند روزی ۱۰ در ییلاقِ بادغیس نشیند، و رخصت یافته امیرزا ابراهیم را که محبوس داشت همراه برد، و درین ولا امیرزا عبداللطیف از بلخ ایلچی فرستاده پیغام داد که میرزا الغ بیگ سپاهِ گران جمع آورده ع

عزمِ تسخیرِ خراسان دارد

و ما سرِ راهِ او گرفته ایم، و بعونِ عنایتِ الٰهی نخواهیم گذاشت که عبور نماید، و با شما در مقامِ محبّت و مودّت و اتّحاد و اعتقادیم، میرزا ابوالقاسم بابر ایلچی را رعایت فرموده جوابِ موافق نوشته ارسال نمود،

---

[1] آ، میرزا، [2] فقط ک: بشراب دیجای بشرب،

ذکر عصیان میرزا عبداللطیف نسبت با میرزا الغ بیگ گورگان و اسباب آن

میرزا عبداللطیف بعد از میرزا الغ بیگ چند روز در هراة بود و چون آوازهٔ آمدن میرزا ابوالقاسم بابر استماع نمود و میرزاده[۱] یار علی ترکمان از طرف قلعهٔ نیره تو در کمین بود میرزا عبداللطیف را مجال توقف نماند و[۲] شبی و چه شب بیت

شبی همچو روز قیامت دراز در امن بستهٔ ره فتنه باز

از دارالسلطنهٔ هراة بیرون رفت و از معبر اندخود گذشته بما وراء النهر رسید، و قاصد بجانب سمرقند دوانید، میرزا الغ بیگ نشان فرستاد که ولایت بلخ سیورغال اوست، آنجا رفته بضبط آن قیام نماید، میرزا عبداللطیف را این صورت بغایت موافق طبع نمود چه در باطن از پدر ترسان و هراسان بود و چون به بلخ آمد دران ولایت رایت مخالفت بر افراشت و صورت خلاف پدر کالنقش فی الحجر بر لوح اندیشه نگاشت ع

اوّلا صندوق تمغا[۳] را شکست

و منادی فرمود که تمغا را بر انداختیم[۴] کسی[۵] ازین جهت متعرض مسلمانان نشود[۶] و

---

۱ بعدش اک + ، که بغو ستنج رسید، ۲ آ: میرزا بجای میرزاده [illegible] ک: میرزاده ... ترکمان را ... که بر عهد،
۳ در آ اک با ب ت واو را ندارد، ۴ آ: تمغا، ۵ فقط آ: انداختم کس ذیجای انداختیم کسی)، ۶ در حبیب السیر افزوده است که ''باعث برین چیز آن بود که میرزا الغ بیگ در باب حصول وجوه تمغا و زکوة مبالغه بسیار داشت،

تمام کشتیها که در گذر ها بود پیش خود جمع آورد، و ایل والوس که بکلی از میرزا
الغ بیگ نفور بودند بیکبارگی بر درگاهِ میرزا عبداللطیف، هجوم نمودند
و روز بروز اسباب وحشت وکدورت دست در هم می داد، تا بآنجا رسید که
میرزا الغ بیگ لشکر کشید و قاصدِ جانِ پسر گردید[1]
و منشاءِ خلاف آن بود که بحسبِ احکامِ نجوم میانِ طالعِ پدر و پسر[1] غایتِ
عداوت می نمود، پدر را در طالع ذنب که عقدۀ نحس[2] است دُم فرو برده
بود و پسر را راس که عقدۀ سعد است از طالع سر بر آورده[3]، و هردو پادشاه
علمِ نجوم را نیک می دانستند[4]، میرزا الغ بیگ بغلبۀ ظن زوالِ ملکِ خویش
از پسر می دید، و نیک دیده بود و بر پسر متغیر[5] گشته بود، و میرزا عبداللطیف هم
۱۰ این معنی را دریافته بود و در تدبیرِ آن کارسعی تمام می نمود، و در وقتِ فتح[6]
خراسان بچند جهتِ دیگر خاطرِ پسر از پدر رنجیده، اوّل آنکه خزینۀ او که در
قلعۀ اختیار الدین محفوظ بود باو نداد، دوم[7] دیگر آنکه او را در هراة که سالها بعظمت
گذرانیده بود در غایتِ فلاکت نگاه داشت، وسوم[8] دیگر آنکه او را در سرحد
۴۲۲ الف بسطام و مشهد و هراة در دهانِ یاغی گذاشت (ورق ۴۲۲ ب) و وجودِ او
را عدم انگاشت[9] و از همه[10] افزون آنکه برادرِ خردِ او را ــ میرزا عبدالعزیز را ــ
از همه جهت بر میرزا عبداللطیف مقدم داشت، بدین اسباب میان

---

[1] فقط ک: پسر که
[2] آ: نجس؛ آ: نحس، اک: شل تن
[3] فقط آ: آورده بود
[4] در حبیب السیر (۳: ۲: ۱۵۷) برین افزوده که "خضر خان والی هندوستان کیفیت این حال از جوکیان معلوم کرده بود نوبتی رقعه پیش پادشاه فرستاده شمه ازین امر بدیع در آن کتابت درج فرموده و بعد ش گفته که مولانا محمد اردستانی که از علم طالع مسئله و در عمل وقوفی تمام داشت هم باین امر اشار تنکرده
[5] ک: و دیگر
[6] آ: سدیگر
[7] رک به دولت شاه ص ۳۴۶
[8] در ک ــ اما آ با اک دارد

پدر و پسر مواد[1] عناد انعقاد یافت، و بنیادِ فساد استحکام پذیرفت، و منجر بآن شد که پسر کمرِ عداوت پدر بر میانِ جان بست و پدر در قصدِ قتل پسر بیطاقت گشت، و تیغ کین بزهرِ بی بهری آب داد و خدنگ جفا از کمانِ بلا می کشاد، و با لشکری چون حوادثِ گردون و ریگ هامون بساحلِ جیحون آمد، و میرزا عبداللطیف با سپاهی[2] چون مور و ملخ از نواحی بلخ پیش رفته از عبور مانع شد، و صبح و شام بآیینِ تمام لشکر در مقامِ انتقام بودند، و صدای سورن و نفیر بذروهٔ فلک اثیری رسید، مدّتی مدید این حال متمادی گردید۔

میرزا ابوالقاسم بابر چون برین حال وقوف یافت خاطر بکلّی ازان طرف جمع ساخت. بیت

چو در لشکرِ دشمن افتد خلاف
تو شمشیرِ خود را بمان در غلاف

و لشکرِ ظفر نشان عزیمتِ تسخیرِ مملکتِ سیستان فرمود، و سپاهِ جهانسوز بطرفِ ولایتِ نیمروز ارسال نمود،

---

[1] ک: مواد، [2] فقط آ: سپاه، [3] آ ب ت: ذمّتی،

ذکر عزیمت میرزا ابوالقاسم بابر بجانب سیستان و عصیانِ امیر ہندوکہ و قتل او در ولایت خبوشان

والی سیستان شاہ حسین[1] کہ آبا و اجدادِ او ہمیشہ باج گذار و خدمتگار این خاندان بودند و بمراسمِ جانسپاری قیام می نمودند درین ولا اندیشۂ خلاف کردہ دیوِ غرور سودا۔ فاسد در دماغ او راہ داد و چون بدمستان شرابِ شرارت راہِ فتنہ و فساد بسوی شہر و ولایت خود باز کشاد بیت

ہر سیہ دل کہ شد از جامِ ہوا مستِ غرور
فتنہ انگیزتر از غمزۂ جانان گردد

میرزا ابوالقاسم بابر فرمان فرمود کہ[2] نامداران سپاہ و مقربان درگاہ در ظلِ رایتِ ظفر آیت کہ مطلعِ آفتابِ نصرتست جمع آمدند و از دارالسلطنۂ ہرات نہضت نمودہ عزیمتِ مملکتِ سیستان فرمود و قاصدی بطلب امیر ہندوکہ کہ در بادغیس بود فرستاد امیر ہندوکہ عرضہ داشت کہ میرزا عبداللطیف در بلخ است این سرحد را خالی گذاشتن مصلحت نمی نماید

---

[1] ب: خراسان؛ ت: خونشان [2] بری معزالدین حسین معروف بہ حسین شہید و بعض حکیا[ت]

قصۂ عصیان او مثلاً سکہ و خطبہ کردن او بنام خودش رک بہ سیستان از ٹیٹ (Tate) ص ۶۴ ببعد۔ آنچہ راجع بہ امیر ہندوکہ در آن کتاب نوشتہ کہ در ۸۵۹ھ بار دیگر ملک حسین را منہزم کردہ درست نیست از انکہ امیر مذکور ہمین سال ۸۵۳ھ قتل شدہ چنانکہ می آید بر ص ۹۶ س ۱؛ [3] فقط آ ،

میرزا ابوالقاسم بابر یکران اقتدار تا ولایت اسفزار[1] رانده جمعی امرا[2] و دلاوران[*] نامزد فرمود که بجانب مملکت نیمروز عزیمت نمایند، والی سیستان دانست که با پیلِ دمان پهلو زدن و با شیرِ ژیان پنجه آزمودن موافق عقل و مطابق نقل نیست. بیت

هرکه با پولاد بازو پنجه کرد
ساعدِ سیمین خود را رنجه کرد

عنانِ تجبّر و تهوّر بازکشید، و بادِ کبر و غرور از سر بیرون کرد، و وسایل انگیخت و دست در دامن شفعاء آویخت، و جمعی مقرّبان را واسطه ساخت و بزبانِ عجز و نیاز عذرِ گناهِ گذشته خواست و بپیمان و ایمان مؤکّد گردانید که بعد الیوم مراسمِ خدمتگاری و شرایط جانسپاری بظهور آورد، ۱۰ و بمال و لشکر و باقی خدماتِ دیگر از مقتضی مثالِ واجب الامتثال در نگذرد، و پیشکشهاء لایق و تحفهاء موافق روان داشت، امراء عرض حال | و قبول مال و منالِ او بموقفِ عرض رسانیدند، از آنجا که مرحمتِ ۲۲۲ اصلی و رأفتِ جبلّی آن بادشاه بود ملتمس و مأمول او را مبذول داشت و جریدهٔ جریمه او را ع

ناخوانده و ناشنوده انگاشت

و امراء مملکتِ سیستان را ایل و منقاد گردانیده مراجعت نمودند، و امیر هندوکه در ییلاق بادغیس بختِ هندو[3] صفت[*] کار فرمود، و

---

[1] آ ب: اسفزار. در حبیب السیر (۴: ۳: ۱۵۷) گفته است که چون به قصبهٔ سبزوار رسید فوجی از امراو سپاه را بر سم منقلای پیشتر روانه کرد، تا صوابش اسفزار است)
[2] آ: امراء کبار و دلاوران تیغ گذار (بجای امراء و دلاوران)
[3] فقط ک: هندو (بجای هندو صفت)

چون دانست که میرزا ابوالقاسم بابر بجانب سیستان عزیمت نمود امیر ابراهیم ایدکو[1] تیمور را بطرف ماوراء النهر فرستاد[2] و او را در اندخود گرفته پیش میرزا عبداللطیف بردند و مدتی در حبس او گرفتار بود، و امیر هندوکه[3] دوال جدال بر طبل اقبال[4] کوفته شیوهٔ بغی و طغیان[5] وطریق خلاف وعصیان پیش گرفت، وچون ابر و باد بطرف استرآباد[6] روان شد، میرزا ابوالقاسم بابر بافوجی از سپاه ظفر پناه با شلیغ امیر شیخ علی بهادر و امیر سلطان ابوسعید داروغه را تعیین فرمود و فرمود که بیت

سر دشمنان زیر سنگ آورند[7]
جهان بر بداندیش تنگ آورند[8]

۱۰ ولشکر[9] فیروزی اثر در ولایت خبوشان باو رسیدند[10] و آتش محاربه و قتال التهاب و اشتعال یافت، وشرار کارزار از مرکز خاک بر ذروهٔ افلاک تافت[11]، چشمهٔ نوربخش آفتاب از غبار معرکه تیره شد و چشمهای کواکب ثواقب از گرد سپاه سیاه و خیره گشت. بیت

ستاره سنان بود و خورشید تیغ
ز آهن زمین بود و از گرد میغ
کشاینده شمشیر بند زره
چو باد از سر زلف خوبان گره

---

[1] حبیب السیر: ایکوتیمور دبجای ایدکو تیمور بهر موضع)، [2] آ ـ، [3] آ: اقبال دبجای جدال، با بت مثل متن)، اک: اجداد، [4] آ، جلال دبجای اقبال)، بت مثل متن، اک: وبال، بت ـ، [5] آ، طغیان، [6] حبیب السیر: جرجان دبجای استرآباد)، [7] فقط آ: آورید، [8] فقط آ: آورند، [9] فقط درک، [10] فقط درک افتاده،

(۸۷۳) محی الدین ابو الفتح منصور بن علی عبد الله الصَّابِق

الفقیہ کان من الفقہاء العلماء وله شعر، انشد :-

کاد فی السائقی عند ابی العبا ... س والفضلُ ما علمت کریمُ

شبّهها بالنساءِ فی کلِّ امر ... اِنّ کید النساء کید عظیمُ

لیس ذنبی الیک یا بکراٍ الّا ... اِنّ اسیری علیک لیس یقومُ

(۸۷۴) محی الدین ابو منصور منکوبرس بن قیصر بن منکوبرس

العراقیؒ الامیر۔

کان من اولاد الامراء ذی الشجاعة والاقدام والذب

عن حوزة الاسلام وکان معروفا بالاکرام والانعام؛

(۸۷۵) محی الدین ابو الحارث مهارش بن المجلیؒ بن عکیث

بن قنان بن شغب بن المقلد العقیلیؒ المضریؒ صاحب الحدیثة

کان من الامراء الکبراء وهو الذی اقام عنده الامام

القائم بامر الله فی الحدیثة[1] وکان یجتهد فی خدمته

وکان کثیر الصلوات ملازما للجمعة والجماعات محبا

لاهل العلم والخیر وکان یتصدّق فی کل یوم بثلثمائة

رطل من الخبز، وکانت اقطاعه دُجَیل ونهر الملك

وتوفی فی صفر سنة اربع[2] وخمسین واربعمائة،

وکانت داره برحبة الجامع من بغداد ؛

---

[1] سنة خمسین واربعمائة ایامُ فتنة ذلك البساسیریّ انظر التفصیل عن الوقعة فی تاریخ الکامل ؛ [2] الصحیح انه توفی سنة تسع وتسعین واربعمائة کما ذکر ذلك ابن الاثیر فی تاریخ الکامل (۱۰ : ۱۷۴)؛

(۸۶۶) محی الدین ابوالغنائم مهدی بن علی بن محمد
الحُسینی النسّابة

قال :- و أمرہ بحراسة هذا النسب الاطهر والنصاب الافخر
عن جاهلٍ یعتزی الیه ویدخل نفسهُ فیه، و یصونه
عمّن لم تتشجّ فیه اعراقهُ فمعلوم من ینسب الی
غیر ابیه

(۸۶۷) محی الدین ابوالفتح نصر بن عبد الرحمن ابن اللمغانی
البغدادی الفقیه

ذکرہ الشیخ زین الدین ابوالحسن ابن القطیعی فی تاریخه
وقال کان فقیها مناظراً مفتیاً صالحًا وکان ملازمًا لمجالس
الذکر فاصابه خشوع فی مجلس الشیخ جمال الدین عبدالرحمن
بن الجوزی فخرج بسکرته ومات من یومه فی شهر ربیع
الاوّل سنة خمس وسبعین وخمسمائة. وصلی علیه ابوالفرج
ابن الجوزی ودفن بمقبرة الخیزران ؛

(۸۶۸) محی الدین ابوعمرو هاشم بن محمّد بن الحسن بن
طلحة الهاشمیّ الکاتب

من کلامه :- ورد کتابه ورود الثروة بعد العُدم والصحة
عقیب السقم فبردت به حرارة الجوی وافدیت به
ناظر الشوی، فاجتنیت اطایب ثماره واجتلیت لالی
زهره ونواره ؛ وجلت طرفی بمیدانه، وکررته فی
اثنائه حتی کأنّ سواده من انقاسه اوجفنه مکان

قرطاسه، ووجدت فيه من ذكر الشوق وتضاعفه ووصف الحنين وترادفه ماخلته ناطقًا عن ضمائري وحاويا على لساني مخاطري۔

(۷۹) محي الدين ابو علي هبة الله بن زاذان بن اسماعيل القزويني الفقيه

كان من فقهاء العلماء [قال:] قال الجاحظ :۔ مرّت امرأة بمجلس من مجالس بني نمير فتأمّلها قوم منهم فقالت :۔ يا بني نمير لاقولَ الله سمعتم ولاقولَ الشاعر اَطعتم، قال الله تعالى: قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ، و قال الشاعر:۔

فَغُضِّ الطَّرفَ اِنَّكَ من نُمَيْرٍ   فلا كَعْبًا بَلَغْتَ ولا كِلَابًا

(۸۰) محي الدين ابو الحامد يحيٰى بن شيخنا شمس الدين ابي المجد ابراهيم بن محمد بن احمد الخالديّ المخزومي الشبدني نزيل بغداد المحدّث الصدر العالم خازن الكتب بالمستنصريّة وهو يحيى بن ابراهيم بن رشيد الدين ابي الفضائل محمد بن احمد بن ابراهيم بن محمد بن محمد بن حسّان بن محمّد بن احمد بن عبد الله بن محمّد بن منيع بن خالد بن عبد الرحمٰن بن سيف الله خالد بن الوليد المخزوميّ الشبدني من البيت المعروف بالعلم والفضل، ولد ببلاد الترك ونشأ في خدمة والده وجدّه وقرأ القرآن المجيد وسمع الاحاديث وتأدّب ولنا

نزل سلطان العالم ھولاکو الی العراق و قتل الامام المستعصم بالله واستولی علی اهله انفذ کریمتیه الی اخیه منکوقان فتوفیت احداهما بخارا و وصلت الاُخری الی منکوقان ؛ واجتهد شیخنا شمس الدین فی خلاصها وزوّجها بولده محی الدین فاولدها ؛ وخرج من بلاد ما وراء النهر قاصداً حضرة اباقا، ولما اجتمع به طلب منه ان یمکن بغداد فدخلها ونزل باهله دارسوسیان، وفوّض الیه امر خزانة الکتب بالمدرسة المستنصریة سنة احدی وسبعین وستمائة، و لم یزل بها مشتغلاً بنفسه مقبلاً علی درسه الی ان توفی ببغداد . . . . وکنت اتردد الی خدمته وانفذ لی ثوباً من الشبدتی، ومن عجائب الاتفاق ان السلطان اباقا بن هولاکو انعم علیه با بنة عمها الحاجة زینب بنت الامیر ابی القاسم عبد العزیز بن الامام المستنصر بالله فاتصل بها ونقلها الی بغداد وهذا لم یتفق لاحد من العالم وکانت وفاته لیلة الجمعة سابع رجب سنة اثنین وثمانین وغسل لیلاً وحمل سُحُرة تلک اللیلة الی باب حرب فصلی علیه بالحضرة ودفن مجاور شیخنا کمال الدین ابن وضاح بوصیة منه، وعملت تعزیته بمسجد قمریة ولم یتکلم فی تعزیته واعظ۔

(۸۸۱) محی الدین یحیی بن احمد بن علی بن یاسین الحموی

یعرف بابن المعلم، سمع صحیح البخاری علی الحسین ابن الزبیدی[۱] و مسند الدارمی علی ابن اللتی[۲]

(۸۸۲) محی الدین ابو زکریا یحیی بن احمد بن نعمة المقدسی

المقری الفقیه المحدث کان من الفقهاء الادباء

قرأت بخطه :-

عذیری من الرشا الاحور ومن وشی عارضه الاخضر

ومن ورد خدّ له احمر ومن حسن لونٍ له اسمر

(۸۸۳) محی الدین یحیی بن زکریا بن یحیی الحورانی

سمع بالحرم الشریف بمکة شرفها الله تعالی جزء البانیاسی علی شیخنا الفقیه العالم کمال الدین[۳] ابی غالب هبة الله بن ابی القاسم بن ابی غالب فی ذی الحجة سنة ست وثمانین وستمائة،

(۸۸۴) محی[۴] الدین ابو الفضل یحیی بن شرف بن مرا النواوی

---

[۱] م ۶۳۱ھ، ر: کتاب الکاف ص ۲۱۶ [۲] ھو ابو المنجا عبد الله بن عمر بن علی (۵۴۵-۶۳۵ھ) ؛ ر، [۳] ذکره فی کتاب الکاف (ر، ص ۲۹۹) ولم یذکر انه شیخه [۴] الاشهر فی اسمه انه محی الدین ابو زکریا یحیی بن شرف بن مُرّی النواوی، وھو صاحب الآثار الخالدة من اصحاب الحدیث لم یناسب هذا الاختصار فی ذکره بالمصنف الا انه ترک فراغا ولعله انتظر فرصة فلم یوفقها اما تراجم النواوی فمبسوطة فی تذکرة الحفاظ ۴ : ۲۵۹-۲۶۴) وطبقات الشافعیة ۵ : ۱۶۵-۱۶۸) وغیرهما وانظر قائمة مصنفاته فی بروکلمن (۱ : ۱۲۸)

الحرّانی الفقیہ

کان من علماء الشام الاعیان، له التصانیف المفیدة،

(۸۸۵) **محی الدین** ابو الفضل **یحیی** بن زکی الدین علی بن الحسین

بن محمد القرشی الدمشقی القاضی بدمشق

من بیت الحکمة والقضاء والعلم والعدالة، وفیه

یقول مجد الدین ابن الظهیر الحنفیؒ من قصیدة:-

بعلاء محی الدین اصبح حالیا　　　من منصب العلیاء عاطل جیدہ

امسی حفیّا بالرعیّة واغتدی　　　متتبعاً فیها رضی معبودہ

نال الفخار بعلمه وبحلمه　　　وبجدّہ وبجدّہ وجدودہ

مولی امدّ من السماء بنسبةٍ　　　قرشیةٍ اودت بقلب حسودہ

ومن شعر القاضی محی الدین الذی اوردہ ابن الشعّار،

قال: انشد فی سنة اربعین وستمائةٍ:-

اشتد البلاء بهذی البلاد　　　غلاء الحمیر لرخص الجیاد

فکیف المقام بارض بها　　　تقاد الاسود بایدی النقاد

نسبہ:- یحیی بن محمد بن علی بن محمد بن یحیی بن علی بن عبد

العزیز بن الحسین بن محمد بن عبد الرحمٰن بن الولید

بن القاسم بن الولید بن عبد الرحمٰن بن ابان بن عثمان

بن عفان الاموی العثمانی القرشی؛

(۸۸۶) **محی الدین یحیی** بن علی بن ابی طالب بن عبد الله

سمع جزء ابن الجهم علی الحسینی الموسوی الحسین الزبیدی

(۸۸۷) **محی الدین یحیی** بن علی بن محمد التمیمی الادیب،

قرأت بخطه :-

خاطری فی مدیحکم مستجیب   بالتهانی و بالعزاء بلید
خلد الله ملککم للرعایا   وهنا هم فی ملکک التخلید

(٨٨٨) محی الدین یحیی بن عیسی بن یحیی الجیلیّ الفقیه

سمع علی مشائخنا، وکان قد سمع شیخنا جمال الدین احمد بن علیّ القلانسیّ سنة سبع وسبعین وستمائة، ومن مسموعاته کتاب الشکر لابن ابی الدنیا القرشیّ،

(٨٨٩) محی الدین ابو الشکر یحیی بن محمد بن ابی الشکر بن حمید. نزیل مراغة التونسیّ المغربیّ المهندس الرصدیّ کان اوحد دهره فی علم الهندسة والمجسطی واوقلیدس ومعرفة الحساب، عالماً بالارصاد ومعرفة الابعاد وتقویم الکواکب والحکم الصائب، وکان فی بلده قد قرأ الفقه علی مذهب الامام مالک بن انس. وقدم دمشق، و اتصل بخدمة السلطان الملک الناصر یوسف بن العزیز بن غازی بن الملک الناصر یوسف بن ایوب فلمّا انکسر بدمشق[1] علی ید الملک المعزّ عزّ الدین الترکمانی هرب واتّصل بخدمة مولانا السعید نصیر الدین ابی جعفر وصار من حکماء الرصد وصنّف وقدم بغداد الی خدمة الصاحب شرف الدین هارون بن الصاحب شمس الدین ثمّ عاد الی مراغة واشتغل علیه الاصحاب والغرباء ولم یزل

[1] له: علی دمشق؛

مقيمًا بمراغة وله بها الحُرمةُ الوافرةُ والادرار
السلطانى إلى ان مات فى شهر ربيع الاول سنة
اثنتين وثمانين وستمائة،

(۸۹۰) محى الدين ابو حامد يحيى بن صدر الدين محمد
بن عبدِالله بن لل المَراغىُّ القاضى،
كان من قضاةِ الاماثل والحُكام الافاضل واليه تنسبُ
المدرسة المحيية بسوق مراغة ويقال انه كان يأخذُ
على ابيه القاضى صدرِ الدين مايصدُرعنهُ،

(۸۹۱) محى الدين شهاب الدين يحيى بن ابى المناقب محمّد
بن عبدالله بن محمد بن عبد اللطيف بن نودى
المرندى القاضى
من بيت القضاء والحُكم بمَرَند وقد ذكرنا اهلَه
على مقتضى ترتيب الكتٰب

(۸۹۲) محى الدين ابو زكريا يحيى بن محمد بن عبدالصمد
السُلمىُّ المعدل المحدث
اورد باسنادِه إلى ابى صالح عن ابى هريرة رضى الله
عنهُ قال قال رسُولُ اللهِ صَلّى الله عليه وسلم: من
نَفّس عن مُؤمنٍ كُربةً من كُرَب الدُّنيا نَفّس
اللهُ عنهُ كربةً من كُربِ يوم القيامةِ ومن
ستَر على مسلمٍ فى الدنيا ستر الله عليه فى الدنيا
والآخرةِ واللهُ فى عون العبد مادام العبدُ فى عون اخيه

(۳)[1] ۵۹۳ محی الدین ابو القاسم یحیی بن محمد بن محمد بن منصور بن نصر بن صُرَد الخُزاعی الواسطی الصوفی

ذکرہ الحافظ ابو طاہر احمد بن محمد السلفی فی معجم السفر وقال کتبت عنہ بواسط وسألتہ عن مولدہ فذکر انہ وُلد فی شہر ربیع الاول سنۃ خمس وثلٰثین واربعمائۃ[2]

(۴) ۵۹۴ محی الدین ابو الفضل یحیی[3] بن محمد بن علی بن محمد بن یحیی بن علی بن عبد العزیز بن الحُسین بن محمد بن عبد الرحمن بن الولید بن القاسم بن الولید بن عبد الرحمن بن ابان بن عثمان بن عفان الاُموی العثمانی من اہل دمشق و ابناء قضاتہا من بیتٍ عریق فی القضاء یعدّ (کذا) سِتّۃ من القضاۃ علی نسقٍ واحدٍ، مولدُہ فی شعبان سنۃ ستٍ وتسعین وخمسائۃٍ واشتغل علی تاج الدین زید الکندی وسمع الحدیث علی القاضی جمال الدین عبد الصمد بن محمد بن ابی الفضل الانصاری الخرستانی واشتغل بالادب علی زین الدین یحییٰ بن معطی المغربی۔

---

[1] ہو الذی ذکرہ آنفا باسم یحیی بن علی وہو من اولاد القاضی ابی المعالی محی الدین محمد بن علی المتقدم ذکرہ وکان شیعیاً یفضل علیاً علی عثمان مع کونہ ادعی نسبا الی عثمان وتوفی فی سنۃ ۶۶۸ھ/... الشذرات (۵ : ۳۲۸)

[2] (۴۳۵-۵۲۰ھ) مرآۃ الجنان ۳ : ۲۳۴ - الشذرات ۴ : ۶۲ - الاعلام (۱ : ۳۳۹)

[3] (۵۲۰-۶۱۴ھ) الشذرات (۵ : ۶۰)

[4] (؟ ۶۱۸ھ) الشذرات (۵ : ۶۹)

٨٩٥) محي الدين يحي بن محمود بن احمد بن محمد زين قلم المراغي

قد تقدم ذكر والده وانه استوطن مراغة إلى ان توفي بها ورأيت ولده المذكور واجتمعت به وهو شاب كيّس محصل سنة سبع وسبعمائة

٨٩٦) محي الدين ابو زكريا يحي[1] بن شرف الدين مُري بن حسن بن حُسين بن مري النواوي الشافعي صاحب كتاب روضة الطالبين ومنهاج المفتيين اختصره من شرح الرّافعي للوجيز

٨٩٧) محي الدين ابو محمد يحي[2] بن هبة الله بن يحيى الأزهري الفقيه

٨٩٨) محي الدين ابو محمد يحي بن يوسف بن ابراهيم المُوصِلي الاديب رأيتُ بخطه :-

اذا ما غفرتُ الذنب يوماً لصاحبٍ　　فلستُ معيداً ما جنيتُ له ذكرا

ولستُ اذا ما صاحبٌ حال عهده　　وعندي له سرٌّ مذيعٌ[3] له سرّا

٨٩٩) محي الدين ابو محمد يعقوب[4] بن يوسف بن عمر بن الحسين الحربي المقري

قرأ القرآن الكريم على البارع الحسين بن محمد الدبّاس وغيره وسمع ابا القاسم بن الحسين وكان ثقة ، وتوفي سنة سبع وثمانين وخمسمائة

---

[1] قد اخطأ المصنف في تلقيب مُري بشرف الدين وانما هو يحيي بن شرف بن مُري، وقد تقدم ذكره ؛

[2] كذا من غير ترجمة ،　[3] كذا في الاصل بالرفع ؛

[4] انظر طبقات القراء (٢، ٣٩١)

(۹۰۰) **محی الدین** ابو محمد یوسف بن ابی الغنائم احمد بن الحسین المعروف بابن المنش الحریمی الصوفی

ذکرہ ابن الدبیثی فی تاریخہ فقال سمع احمد بن الحسین بن البنا وطبقتہ سمعنا منہ ونعم الشیخ کان وتوفی فی رابع شوال سنۃ احدی وستمائۃ؛

(۹۰۱) **محی الدین** ابو محمد یوسف[1] بن ابی الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن المستنصریۃ الجوزی البکری البغدادی المحتسب الواعظ اُستاذ الدار الرسول مدرس،

صاحب الفضائل الوافرۃ والمزایا الباھرۃ الذی ان اخذتُ فی تعداد ما أتاہُ اللہ تعالی ورزقہ من العقل والفضل والادب الموروث والمکتسب لاحتجتُ الی تحریر کتابٍ مفردٍ فی شانہ، اشتغل ودأب وحصّل ورُتِّبَ فی صباہ محتسبا وکان یعظ فی کل اسبوع ورتّب لہ والدہ المجالس الیوسفیۃ، ولہُ شعرٌ وتصنیفٌ ورُوسل بہ الی ملوک الاطراف ولمّا فُتحتَ المدرسۃ المستنصریۃ عُیّن علیہ فی تدریس الطائفۃ الاحمدیۃ ورتّب استاذ الدار وحصل لہ القربُ والاختصاصُ فی حضرۃ الامام المستعصم باللہ، وسمع علیہ الاحادیث الثلثۃ عشر وسمعناھا علیہ سنۃ ثلاث وخمسین ولم یزل معظّما مکرّما الی ان استشھد فی الموقعۃ سنۃ ستٍ

[1] انظر ترجمتہ فی الشذرات (۵: ۲۸۶)، ومرآۃ الجنان (۴: ۱۴۸)، وتاریخ العراق (۱: ۲۳۳)

وخمسين ومولده في ذي القعدة سنة ثمانين وخمسمائة

(۹۰۲) محي الدين ابو الفتح يوسف بن نصر الله بن عبد الجليل المرندي الفقيه[1]

قال لما زفت بوران بنت الحسن[2] بن سهل الى المأمون حاضت من هيبة الخلافة فلما خلا بها ومد يده اليها قالت يا امير المؤمنين أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ[3] فوقف على حالها وازداد اعجابه بها۔

(۹۰۳) محي الدين ابو العز يوسف[4] بن يوسف بن يوسف يعرف بابن زيلاق الهاشمي الموصلي الصاحب الكاتب الوزير الشاعر كان اديبا كاتبا شعره احسن من الروض جاده الغمام وازهى من اللؤلؤ الرطب زانه النظام؛ وذكره شيخنا بها الدين ابو الحسن علي بن عيسى بن ابي الفتح الاربلي في كتاب التذكرة الفخرية وروى لنا شعره وقال كانت بيني وبينه مكاتبات؛ وانشدنا له :۔

بدا لنا من جبينه قمر	تضل في ليل شعره الفكر
احور يحلو الدجى تجنبه	اسمر يحلو بذكره السمر
ظبي غرير في طرفه سنة	يلذ فيها للعاشق السهر

[1] (۶۹۱ - ۱۱۶۰ھ) الوفيات (۱: ۹۳) الاعلام (۱: ۱۵۹)۔ [2] هو اخو الفضل وفيهما قال الشاعر تقول حليلتي لما رأتني؛ اشد مطيتي من بعد حل؛ ابعد الفضل ترتحل الطايا؛ فقلت نعم الى الحسن بن سهل شذرات (۲: ۸۶) الوفيات (۱: ۱۳۱)۔ [3] القرآن الكريم سورة النحل (۱۶) آيت ا۔ [4] وقال ابن العماد اسمه محمد بن يوسف؛ ر: الشذرات (۵: ۳۰۴)

تثنى الحُمَيَّا من لين قامته غصناً وطيباً فروعُهُ الشَعَر
حيث عهد الشباب ما حُفَّت بالرّيحان وردٌ فى خدّه نَضِر
ولا رعت مقلة نبات عذا ره فيحتاج عنه نعتذر
جوامع الحسن فيه ظاهرةٌ فالقلبُ وقف عليه والبصر
خصرٌ كما اثّر التفرّق فى حبى ورِيقٌ رضابه خَصِر
وقامة لدنة اذا خطرت هان علينا فى حبّه الخطر

واشعاره كثيرة ذكرت منها فى كتاب نظم الدرر الناصعة فى شعراء المائة السابعة ومولده سنة ثلاث وستمائة وقتل[1] بالموصل فى شعبان سنة ستّين وستمائة

الميم والخاء وما يثلّثهما

(٣٠٩) المخلِص ابو شجاع ارجاسپ بن بلقسم[2] بن جستان الديلمى الاصفهسالار

ذكره الرئيس ابو الحسين هلال بن المحسن بن ابى اسحٰق الصابى فى تاريخه وقال: كان من الشجعان الموصوفين و الفُرسان المذكورين وهو الذى عُيّنَ عليه فى الخروج الى لقاء السلطان يمين الدولة ابى القاسم محمود بن سبكتكين لمّا ورد الى بلاد الجبال واستولى على الرىّ واصبهان سنة عشرين واربعمائة وخرج معه المرشد ابو الوفاء ازاذويه وانضمّا الى الكامل ابى حرب بارختكين الناصحى والفاخر صهر مبارك الوظائفى،

---

[1] قتله التتريون دخلوا موصل؛ الشذرات ٥: ٣٠٢ [2] كتب عليه فى الاصل كذا لعله تقدّم ذكره فى كتاب الكاف (ص ٩٣) وهناك ضبط طبق هو سقرو الميم من المناصحى؛

(۹۰۵) المختار ابو اسحٰق ابراهیم بن اسمٰعیل بن محمود البغدادی
قرأتُ بخطه: قال النبی صلی اللّٰہُ علیہ وسلم من قال :-
هلك النّاس فهو اهلكهم، وفی روایة ابی هریرة ان النبی صلی
الله علیه وسلم قال: اذا قال الرجل هلك الناسُ فهو اهلکهم؛
قال مالك: اذا قال ذلك تحزّناً فلا باس به واذا قال ذالك
عُجباً بنفسه وتصغیراً للناس فهو المکروه؛

(۹۰۶) المختار ابو القاسم احمد بن عبد الله بن المطلب الهاشمی
النبی (صلی الله علیه وسلم)
من القابه صلّی الله علیه وسلّم المختار، فی حدیث ابی هریرة
قال قال رسول اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللّٰہَ تبارك وتعالٰی
اختار العربَ علی جمیع الامم واختار منهم کنانة ثُمّ
اختارَ النضر بن کنانة ثم اختارَ منهم قریشًا ثم اختار
منهم بنی هاشم ثم اختارنی من بنی هاشم،

(۹۰۷) المختار ابو القاسم احمد بن عبد الله بن محمود الاذرقیُ
الفقیه روی بسنده عن ابی هریرة قال قال رسولُ اللّٰہ صلّی
الله علیه وسلم: البیانُ من الله والعیُّ من الشّیطان ولیس
البیان کثرة الکلام ولکنّ فصل القول فیما یحب اللّٰہُ
عزوجلّ ولیْسَ العیُّ عیّ اللسانِ ولکن قلّةَ المعرفةِ
بالحقِ؛

(۹۰۹) مختار الدین ابو محمد اسمٰعیل بن یعقوب بن عباد
الاصبهانی الادیب
کان رجلا فاضلا صنّف مجموعًا مصبوعًا

ذکر فیه نیف التحف وطرف الطرف واهداه الی بعض رؤساء[٢] زمانه، ووقع الیّ هذا المجموع فنقلت منه ما اسنده الی الحسن بن علیّ من ادام الاختلاف الی المسجد اصاب الثمانی آیة محکمة واخا مستفادا وعلما مستطرفا ورحمة منتظرة وحکمة تدل علی هدی او تردّه عن ردی وترک الذنوب حیاء او خشیة؛

(٩٠٩) المختار ابو الفوارس اتکین بن عبد الله الارمنی المعروف بابی الموت ذکره ابو الحسین ابن الصابی فی تاریخه وقال کان عظیم الشوکة وبسببه عُزل ابو الفضل محمد بن علی بن عبد العزیز بن حاجب النعمان عن کتابة القادر بالله وعدّدوا علیه اشیاء منها مصاهرة الاتراک والتعرض بالجند وقد کان صاهر المختار اتکین؛

(٩١٠) المختار ابو منصور تکبتین بن عباط المعروف بالکلابزی الاصفهسالار ذکره ابو الحسین ابن الصابئ فی تاریخه وقال کان وجیها وله اقطاعات کثیرة ولما مات سنة ست وثلاثین واربع مائة اُقِرّ النصف من اقطاعه علی ولدیه واخذ السلطان النصف الآخر؛

(٩١١) المختار ابو الفضل حاجی بن یوسف بن محمد الجیوقی الکاتب

---

[١] قد وجدت ذکر ابیه ابی الحسن علی بن عبد العزیز المتوفی فی سنة ٤٢١ھ فی تاریخ الکامل (٩: ٥٣، ١٩١، ١٨١) ولم اطلع علی ذکر ابنه بعد؛

من كلامه: قد اهدت مكاتبته طارف شوقٍ انا سوسرُ من تلادِه، متريعتادهٔ وسقتني نُغبةً اَضمرتني صدًى واَضرمتني جوًى وزادتني على البُعد تألُّمًا وبهثت احزاني وماكنّ نوّمًا۔

(۹۱۲) المختار ابوالقاسم الحسين بن علی بن محمد بن اسحٰق النیسابوری الواعظ

ذکره عبد الغافر[1] بن اسمٰعیل الفارسی فی کتاب سیاق التاریخ لنیسابور، وقال شیخ معروف مشهور متصرفٌ فی الامور، ذو لسانٍ فی المحافل فاضلٌ له لسانٌ فی المعرفة طائل، حدث عن الاستاذِ ابی طاهر الزیادی[2] وعبد الله[3] بن یوسف وطبقتهما وکان حفظةً للاخبار والحکایاتِ، کتبت عنه، قال، وزمن فی اخرِ عمرِهٖ وحُمل فی المحفَّةِ وتوفی سنة ثلاث وسبعین واربعمائة۔

(۹۱۳) المختار ابو حمزة بن عبد الله بن مازن بن مجاسر الخارجی الفقیه

قال اعترض رجلٌ جاریتین احدٰهما بکرٌ فمال الیها لعذرتها وکانت نعتُه الی الثیب اتوق لجمالها، فقالت له یا سیدی لم لا تشتری نی؟ فقال لها والله انی لحریص

---

[1] هو ابوالحسن الفارسی من علماء العربیة والتاریخ والحدیث (۴۵۱ھ - ۵۲۹ھ) وفیات الاعیان (۱: ۳۰۹) الشذرات (۴: ۹۳) [2] هو محمد بن محمد بن محمش الفقیه الشافعی المتوفی بعد سنة ۴۰۰ھ تهذیب الاسماء (۲: ۲۴۵) [3] هو ابو محمد الجوینی النیسابوری المتوفی سنة ۴۳۸ھ شذرات ۳: ۲۶۱۔

على ذلك ولكنّ البكرَ اعجبُ الىّ؛ فقالت: وما بيني وبينها إلّا يَوْمٌ واحدٌ، فقالت البكرُ: يا فاعلة وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ[1]؛ فاشتراهما جميعا

(۹۱۴) **المختار** ابو زيد صَالح بن عبد الرحمن بن علىّ البَصْرِىُّ الشاعر كان من الشُعراء الادباء، وله شعرٌ حسنٌ، مما يُنسبُ اليه:-

هجرتُ للعلم كُلّ خِدنٍ | وصرتُ للانقباض خدنا
فلا أُعزّى ولا أُعزّى | ولا أُهنّى ولا أُهنّى

وله فى التحميض[2]:-

لِلّهِ واسط ما اشهى المقامُ بها | إلى فؤادى وأحلاهُ اذا ذُكرا
لا عيب فيها ولله الكمالُ سوى | انّ الخَسيم بها يفسُو اذا خطرا

(۹۱۵) **مختار الدين** ابو زيد صالح بن محمد بن على بن محمد بن المعتزم الهمدانىُّ الفقيه امام جامع همدان.

ذكره تاج الاسلام ابو سعد السمعانى فى المذيّل، وقال: كان شيخا فاضلا حسن الطريقة، ورد بغداد سنة اربع وثمانين واربعمائة؛ سمعَ بهمدان الامامَ ابا اسحٰق ابراهيم[3] بن علىّ بن يوسف الشيرازى وسفيان بن الحسن بن فنجويه الدينورى واحمد بن عمر الصند، وتى وببغداد ابا بكر[4] محمد بن احمد بن الحُسين الشاشى كتبت عنه بهمدان وسُئل عن مولده فقال فى سنة اثنتين وستين

---

[1] القرآن الكريم، سورة الحج (۲۲) الآية (۴۷)؛ [2] كذا فى الاصل ولا نعرف ما اراد به.
[3] المتوفّى سنة ۴۷۶ھ؛ س: طبقات السبكى (۳: ۸۸) [4] م ۵۰۷ھ؛ الشذرات (۴: ۱۶)

وخمس مائة۔ توفی بهمذان فی شعبان سنة ثلاث وثلاثین واربعمائة ؛

(۹۱۶) مختار البلد ابو محمد عبد الله بن الحسن بن حفص بن الفضل بن یحیی بن ذکوان الاصفهانی المحدث المقدم

ذکره ابو الشیخ[1] ابن حیان الاصفهانی فی کتاب طبقات المحدثین باصفهان، وقال: هو ابن اخی الحسین[2] بن حفص، وکان مقدما فی البلد معروفا عند السلطان یسمی مختار البلد وکان ممن یرجع الیه فی الشهود ؛ روی عن عمه الحسین بن حفص وبکر بن بکار[3]، وکاتبه من الخلفاء المعتصم والواثق والمتوکل والمنتصر والمستعین قال:- و مات سنة اربع وخمسین ومائتین[4] ؛

(۹۱۷) المختار ابو الفضل عبد الحمید بن حسان بن یوسف الاردستی الفقیه

کان من الفقهاء العلماء [قال] قال بعض السلف: ایاکم و مؤاخاة الاشرار وعلیکم بالمتقین الابرار فان الله تعالی قد حکی عن بعض اصحاب النار: یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ، لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ[5]

---

[1] عبد الله بن محمد بن جعفر المتوفی سنة ۳۶۹ھ، الشذرات (۳: ۶۹) [2] م ۲۲۳ھ الشذرات (۲: ۲۸) [3] هو ابو عمرو القیسی البصری ثقة توفی باصبهان، ذکره ابو نعیم وقال: قدم اصبهان سنة ست ومائتین ولم یذکر سنة وفاته، تاریخ اصبهان (۱: ۲۳۴) [4] انظر ترجمته فی تاریخ اصبهان (۲: ۵۳، ۵۴) [5] سورة الفرقان (۲۵) الآیة ۲۸ ؛

فنبّهنا على اَنّ صَديقَ السّوءِ سببٌ لدُخولِ النّار ؛

۹۱۸۔ مختارُ الدولة ابو الحسن عليّ بن احمد بن الجسطار الدمشقي

العميد بدمشق

ذكرهُ حمزةُ بن اسد التميمي في تاريخه[1]، وقال : وفي سنةِ سبعٍ وخمس مائةٍ قُبِضَ على العميد مختارِ الدولة علي بن احمد الجسطار لاحوالٍ نقمت عليه بعد تَمكُّنِ رُتبتِهِ في تولّي البلدِ والديوانِ والاشغالِ وصُولح على جملةٍ من المال اَدّاها ولَزِم بيتَهُ الى اَنْ تُوفّي فُجاءةً بعد خروجه من الحمّامِ سنة ثمانٍ وخمسمائةٍ وقُبِر في داره ثم نُقل الى تربةٍ لهم بباب الصغير ؛

۹۱۹۔ المختار ابو الحسن عليّ بن جعفر البطائحي صاحبُ البطيحة

ذكرهُ ابن الصابئ في تاريخه، وقال لمّا تملّك المظفّر بن عليّ على البطيحةِ وقَتل ابا الفرج بن عمران وتَلقّب بالموفّق عهد في الامرِ الى مهذّب الدولةِ عليّ بن نصر وعلى ابن جعفر وهما ابنا اُختيهِ على ان يكون التقدّمُ لعلي بن نصر[2]، وكان عليّ بن جعفر اوسع صدرًا و

---

[1] لم نجد اسم المترجم. ولا شيئا من احواله. في تاريخ ابن القلانسي (حمزة بن اسد) والله اعلم!

[2] كان ذلك سنة ۳۷۳ھ وقد ذكر ابن الاثير هذه الوقعة فقال : ـ وا حسن السيرة وعدل في الناس مدة ثم انه عهد الى ابن اخته ابي الحسن علي بن نصر الملقب بمهذب الدولة وكان يلقب حينئذ بالامير المختار وبعده الى ابي الحسن علي بن جعفر وهو ابن اخته الاخرى وقد ذُكر علي بن نصر فحسب في المطبوع من كتاب الوزراء لابن الصابي (ص ۲۰۰) وتاريخ الكامل (۹ : ۱۳)

اجلّ بیتًا واکرم یدًا واشجع قلبًا ولقبہٗ مختار الدولۃ،
ومات الموفّق سنۃ ستٍّ وسبعین وثلثمائۃٍ؛

(۹۲۰) المختار ابوالحسن علیّ بن شہفیروز الدیلمیّ الکاتب

کان المختار بن شہفیروز من ارباب النباھۃ والفضل واصحاب
الرأی والعقل وھو الذی انفذہ الملک العزیز بن
جلال الدولۃ ابی طاھر بن بہاء الدولۃ الی حسام الدولۃ
ابی الشوک یدعوہ الی الطّاعۃ وعاد ومعہ ابوعبداللہ
بن عبدالملک رسولًا من حسام الدولۃ سنۃ خمس و
ثلثین واربع مائۃ[1]

(۹۲۱) المختار ابوالحسین علیّ بن محمد بن ابی العلاء السروجیّ الرئیس

کان من الرؤساء الاکابر کبیر النفس محبًا للاصحاب کثیر
الافضال علیہم وکان یحبّ اِطعام الطّعام قال: حصل
(کذا) جحظۃ[2] فی دعوۃٍ وفیہا متلاعبان بالشّطرنج و
قوم نظّارۃٌ وجحظۃ جائعٌ فلما قُدِّمت المائدۃُ اخذ
جحظۃ بطرف النطع فقلب الشّطرنج وقال جاءَ الحقُّ[3]
وزھق الباطلُ

(۹۲۲) مختار الدین ابو محمد علی بن محمد العمید الدمشقی الرئیس

---

[1] لم نطّلع علی ما قال المصنّف، وفی ھذہ السنۃ کان قد توفی الملک جلال الدولۃ فاستولی
ابوکالیجار علی ملکہ ولم یجد الملک العزیز من ینصرہ علیہ فھرب الی میّافارقین
یقصد نصرالدولۃ ابن مروان وتوفی ھناک سنۃ ۴۴۱ھ؛ ر: ابن الاثیر (۹: ۲۱۵) [2] ھو احمد
بن جعفر البرمکیّ النّدیم (۲۲۴-۳۲۶ھ) ر: الوفیات (۱: ۱۱۱) [3] سورۃ بنی اسرائیل ۸۱ الآیۃ ۸۱

كَانَ من اولاد الرُؤساء بدمَشْق، وله همّةٌ عاليةٌ ومدحه
رشيد الدين النابلسيّ بقصيدة فيها :-

عَرّج على باب الصغير وسَلْ عَنِ الصّدْرِ الكبير الماجدِ المختارِ
نجل العميد ومن علا اجلاله رُفعت لهُنّ على السماكِ سواري

(۹۲۳) المختار ابو على عُمَر بن المسلّم بن محمد المعلوى العبيدلى النقيب امير الحاج

كان جليلَ القدر ولى نقابة السادة بالكوفةِ، ولمّا قصد مصر حضر عنده بعض فقراء الطالبيين وذكر ضرورته وكثرة عياله، وصادف من المختار ضيق يد فاستحيا من ذلك الطالبىّ وتصبّر ساعةً، ثم خرج من خيمته وقال لذلك الفقير: دونك الخيمةَ بجميع ما فيها، وكانت تحتوى على جملةٍ من الآلاتِ الصُفريّةِ والثياب والاثاث وغير ذلك ما يساوى ثلثمائة دينارٍ وانتقل المختار الى خيمةٍ مختصرةٍ لبعض مُتعلّقيه؛

(۹۲۴) المختار ابو محمد القاسم بن الناصر احمد بن يحيى العلوى الرسّى[1] الزّاهدُ

كانَ مِنَ السّاداتِ الزُهّادِ والعلماء العُبّاد، وكان يحفظ كلام جدّه علىّ بن ابى طالب عليه السّلام، منها انه خطب يومًا فقال فى خطبته: عباد الله! الموتُ ليس منه فوت ان اقمتم له اخذكم وان هربتم منه ادرككم الاو

---

[1] نسبة الى رسّ وهو بطن من العلويّة؛ الانساب ص ۲۵۳ ؛

إنّ القبرَ روضةٌ من رياض الجنّة او حُفرةٌ من حُفر النار

آلا وانّ وراء، ويومًا يجعل الولدان شيبًا آلا وان وراءَ ذلك اليوم

نارًا حرّها شديدٌ وقعرها عميق بعيدٌ ليست لِلّٰهِ فيها

رحمةٌ؛

۹۲۵) المختار ابوجعفر محمد بن احمد الزوزنيُّ الاديب الكاتب

ذكره الباخرزي في دُميته وقال، المختارُ مختارٌ في ادبه كلقبه

متحلٍّ في عنفوانِ شبابه بفنون اُدابه، وكان اعرف

الناس بلعب الشطرنج والنرد، ومن شعره الذى مدح به

لنظام الملك :-

سلامٌ على تلك المعاهد بالحِمىٰ	وان اعجمت عن ان تجيبَ مسلّما
ديارٌ عليها للتقادم ميسمٌ	وعهدى بها الحسن والطيب ميسما
اَذلتُ ذيول العشق في عرصاتها	وصُنتُ الهوى عن ان ينال محرّما
منازل غزلان اصحّ بها الصِبىٰ	وكان الهوى فيها على محكّما
وقفت عليها اللاسى غير مالك	اُحاكى باسباب الدموع متمّما

۹۲۶) المختار ابوجعفر محمّد بن احمد الخراسانى الاديب

هذا غير الذى تقدّم، وكان اديبا ايضًا قرأت بخطه؛

لكلّ زمان واحدٌ يقتدى به وهذا زمان انت لاشكّ واحده

واورد من كلام الوزير ابى الفضل محمّد بن عبدالله البلعمى

له ص ۱۲۸، فصل ادباء زوزن؛ له فى الدمية، متيما؛ مصحفًا له م ۳۲۹ ه انظر

تاريخ الكامل (۸ : ۱۲۶) والشذرات (۲ : ۳۲۳)؛ والبلعمى بالعين المهملة منسوب

الى بلعم واحد من اجداده؛

وزيرًا بخارا؛ العلاء ممزوجٌ بالعناء؛ ومن كلام ابى عبد الله البا ذنى: ان المكارم بالمكاره تُجتنىٰ؛-

۹۳۶، المختار ابو منصور محمد بن جمعة بن على يعرف بالبندار البيهقى الرئيس

ذكره فى تاريخ بيهق[1]؛ وكان رئيسا حسن السيرة؛ انشد:-

طاردُ الفقرِ بالسماحة طبعا   وهو كهفٌ وعصمةٌ للطريدِ
راحمُ القلب فاتكٌ بالاعادى   عجل فى الندىٰ بطئ الوعيدِ

۹۳۷، المختار عز الملك ابو عبد الله محمد[2] بن عُبيد الله بن احمد بن ادريس يعرف بالمسبحى المصرى الكاتب المؤرخ

ذكره ياقوت الحموى فى كتاب معجم الادباء[3] وقال: كانت له عنايةٌ بالتاريخ تامّةٌ وكتابه فى ذلك من احسن الكتب وابسطها واتقنها، وهو كتابٌ كبيرٌ نحو ثلاثين مجلدة، قال: وقفتُ على شئٍ منهُ فاستحسنتُه وكتبت منه؛ وله كتاب السوال والجواب وكتاب التجن والسكن، وكتاب الراح والارتياح، وكتاب سيرة الحاكم مفردة؛ وكان يلقب بالمختار عز الملك، ويخاطب بالامير، ولما قتل الحاكم صرف عما كان يتولاه من امر الحرب بالغربية من اعمال مصر؛

۹۳۹، مختار الدين ابو الفتح مسعود بن عبد الله بن طاهر

---

[1] لم اجده فيه [2] ۴۲۰ھ انظر الشذرات (۳: ۲۱۶) والوفيات (۱: ۵۰۱) وبابن وذيل التاريخ ابروكلمن (۱: ۵۷۱-۵۷۲)، [3] ليس فى المطبوع من معجم الادباء ذكره

ابن السّری البُروجردیُّ القاضی

کان فی جملة الفُقهاء الکبار والقُضاة الاعیان روی بسنده عن عُتبة[1] بن غزوان قال سمعت رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم یقول انّ الدنیا قد اذنت بصُرم وولّت حذّاء فلم یبق منها الا صُبابة کصُبابة الاناء یتصابّها صاحبها، وانّکم منقولون الی دارٍ لا زوال فیها فانتقلوا بخیر ما بحضرتکم۔

(۹۳۰) **مختار الدین هبة اللّٰه** بن النفیس الفارسی الاصفهانی الحاسب

(۹۳۱) **مُختصُّ الدین** ابو اسحٰق **ابراهیم** بن صاعد بن سعید الاسُوانیُّ[2] ۔ ۔ ۔

قرأت بخطه قال:۔ من طریف ما قیل فی البخلاء بالطعام قول الصّیصیّ:۔

لابی نوح رغیفٌ ابداً فی جحر دایه
ابداً یمسحه الدهرَ بکمٍ ووقایه
ویعاویذ علیها خُطّ فیها بعنایه
فَسَیَکْفِیکَهُمُ اللّٰهُ الی آخر الآیه

(۹۳۲) **مختص الدین** ابو اسحٰق **ابراهیم** بن محمد بن ابراهیم الاربِلیُّ المشرف

ذکره الصاحب شرف الدین ابو البرکات المبارک بن المستوفی

---

[1] الاصابة (۲: ۱۰۸۶) تهذیب التهذیب (۵: ۱۰۰) اعلام (۴: ۴۲۳) [2] بیاض بالاصل [3] کذا بالاصل ولم اتمکن من تکمیله۔

فی تاریخه وقال: البدیع الاصطرلابی البغدادی قال كنت
بدار الوزیر المؤید الطغرائی سنة سبعین وخمسمائة
وعنده المختص وكنت اعمل صنعة واحتاج الی النار
فتأذی المختص من النار وكان بقروعین ركن ا) فخرج
ووافق دخول المؤید وعرف بما جری له من الدخان
فاستدعاه فكتب المختص یعتذر عن الحضور:

لولا الدخان لما فارقت مجلسكم فانه مجلس الانعام والجود

فكتب المؤید الوزیر الیه:-

ذاك الدخان الذی شاهدت بدته یدُ الهواء جهاراً اتی تبدید
فاحضر لنعتاض عنهم مرتقلو یاسیدی بدخان الند والعود

(۹۴۳) المختص ابو العباس احمد بن اسحٰق بن محمد الدینوری
الفقیه

كَانَ عَالِمًا كثیرَ الادبِ لَهُ تصانیف فی الحدیث والوعظ
والرقائق، قال: بعث ملك الروم الی معاویة بقارورة
وقال: ابعث الی فیها من كل شئ؛ فبعث بها الی ابن
عباس فملأها ماءً ورددها؛ فلما وردت الی ملك الروم
قال: لِلّٰهِ دَرُّهُ مَا ادهاهُ؛ واراد ابن عباس قوله تعالی
وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیًّا

(۹۴۴) مختص الملك معین الدین ابو نصر احمد بن الفضل

له انظر بعض اخباره فی زبدة النصرة لقوام الدین البنداری بحسب الفهرس؛ و
سیذكره المصنف فی ترجمته بلقب معین الدین؛ وقد اثبت المصنف اولا
اسمه احمد بن محمد بن الفضل ثم صححه ههنا ولم یصححه هنالك؛

بن محمود القاشانی[1] الوزیر؛
قال العماد الکاتب؛ کان السلطان معز الدین سنجر بن ملکشاہ قد قلّد وزارته بعد شهاب الاسلام عبد الرزاق بن اخی نظام الملک اباطاهر سعد بن علی بن عیسی القمی الی ان توفّی فی المحرم سنة ست عشرة وخمسمائة ثم قلّد وزارته مختص الملک وکان من اجود الامجاد وامجد الاجواد وهو الذی حبب ایام عمره ورد کل مظلمة جرت علی ذکره؛ وفتکت به الباطنیة فی یوم الثلاثاء ثامن عشری صفر سنة احدی وعشرین وخمسمائة وللکعبانی[2] فیه مدائح کثیرة؛

(۹۳۵) المختص ابو المکارم احمد بن محمد بن محمد بن عبد الله الشیرازی[3] الفقیه

[قال] قال بعض مُجّانِ الفقهاء: قرأتُ ما بین الدفتین فلم اجد تحریمًا للنبیذ؛ ثم قال: فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ[4] فکت وسکتنا. وکان مطیع بن ایاس[5] یقول: انّ فی النبیذ لمعنًی فی رکن من الجنة لانّ الله تعالی یقول حکایة عن اهلها: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ[6] والنبیذ یذهب الحزن؛

---

[1] هو القاضی ناصح الدین ابو بکر احمد بن محمد بن الحسین الشاعر المتوفی سنة ۵۴۲ھ
[2] دائرة المعارف للبستانی (۳: ۲۸۰) والوفیات (۱: ۴۹-۵۰) [3] سورة المائدة (۵) الآیة ۹۱ [4] م ۲۲ [5] الاعلام (۳: ۱۰۴۹) [6] سورة فاطر (۳۵) الآیة (۳۴)

(۹۳۶) المختص ابو طاهر باتكين بن عبد الله النشاوري الامير
ذكره ابن الهمذانی فی کتاب عنوان السير وقال: تقلد المختص واسط حربًا وخراجًا، وتقلد معها الكوفة سنة تسع وعشرين واربعمائة، وكان حسن السيرة يُخرج عُشر ماله ويتصدق به وتوفی بارّجان سنة احدى واربعين واربعمائة؛

(۹۳۷) مختص الدين ابو عبد الله الحسين بن عبد الله بن يوسف البغدادی الاديب كان من الادباء الاذكياء، انشد:-

لئن غدوت مقيمًا فی ربوعكم ۔۔۔ وقد دعتنی ربوع المجد والشرف
فالماء فی حجر والتبر فی ترب ۔۔۔ والبدر فی سدف والدر فی صدف

(۹۳۸) المختص ابو البقاء الخضر بن معتمر بن عبد الواحد القرشی الاصفهانی المحدث
روى باسناده عن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يكون الحكيم لعّانًا وفی رواية بيس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی؛ وفی رواية قال: لا تكونوا طعانين ولا مداحين ولا لعانين ولا عيابين ولا متماوتين؛

(۹۳۹) المختص ابو الخير صالح بن محمد القائنی[1]
قرأت بخطه فی مجموع له:-

لو اسعدت بوصلها سعاد ۔۔۔ لما جفت اجفانه الرقاد

---

[1] سيأتی ذكر ابيه المختص معتمد، وهو نسبة الى قاين وهو بلد قريب من طبس بين نيسابور واصفهان. معجم البلدان ۷: ۲۰

اجمع الشکوی وتابی لوعتی　　یفصح عن محنتها الصفاد
والصون فی شرع الهوی غباوۃ　　فاخلع عذار ‌ًالنہی تعتاد

(۹۴۰) **مختص الدین** ابوبکر عبد اللہ بن مسعود بن احمد

(۹۴۱) **مختص الدین** ابوبکر عبد الحمید بن عبد المجید بن محمد بن عبد اللہ۔ تعرف بمختص طوری الاصفہانی القاضی ذکرہ العماد الکاتب فی الخریدۃ، وقال کان من ائمۃ اصفہان ومدرسیہا ومجری سفائن الافادۃ بہا ومرسیہا!
ولہ شعر حسن فمما انشد فی لنفسہ :۔

الا یالیت دھری صار شخصا　　ویدرک فہمہ رتب الکلام
لاعرف منہ فی سرلما ذا　　اصر علی معاداۃ الکرام

قال وتوفی باصفہان سنۃ تسع وخمس وخمسمائۃ ؎

(۹۴۲) **المختص** ابوطاہر عبد الرحیم بن محمد بن عبد الواحد الکاغذی الاصفہانی المحدث

کان کثیر الحدیث، روی بسندہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نظرت الی من فوقک فانظر الی من تحتک، وفی روایۃ انظروا الی من ھو اسفل منکم ولا تنظروا الی من ھو فوقکم فانہ اجدر ان لا تزدروا نعمۃ اللہ علیکم! وانشد:

لا تنظرن الی ذوی المال المؤثل والمعایش
فتظل موصول النہا　　ر بحسرۃ قلق الفرائش

ل کتب المصنف فوقہ "بدرخش" ولم احد لتاخیرہ وجہا فان الالف من کلمۃ اللہ محسوب عند المصنف بالھ ولم اجدہ فی فہرس شعراءھا ؎

وانظر الی من کان مثلك او نظیرك فی المعاش
تقنع بعیشك کیف کا ن وترض منه بانتعاش

(۹۴۳) مختص الدین عبد العزیز بن ابی بکر بن ابی البرکات بن ابی سلمة الدرکزینی[1] الرئیس

من الرؤساء المعروفین، وهو ابن شرف الدین ابی بکر بن عماد الدین ابی البرکات عبد الواحد بن ابی سلمة الدرکزینی من اولاد الوزراء والرؤساء۔

(۹۴۴) مختص الدین عبید الله بن ایوب بن علی الحلبی

الادیب کان من الادباء البلغاء، انشد:۔

اُداری السرّ ذا خلق نکیر ... واُعرض صافحًا عن ذنب خلّ
ولا اصغی اللئیم بکشف ضُرّی ... ولو اسلمتُ للموت المذلّ
واعدوا من غنی نفسی غنیًّا ... عن الدنیا ولی حال المقلّ
وکم ضحكٍ کتمتُ به دموعًا ... لیسلم عندها سرّی وعقلی

(۹۴۵) مختص الدین ابو العز بن عبد السید العراقی الادیب

ذکره ابن الشعار فی کتاب الکنی من کتابه فی ذکر من عُرِفَ بکنیته، وانشد له:۔

افدی الذی اسهر فی حُبّه ... اذ نام فی اللیل الخلیّونا
ومن فتورُ اللحظ من طرفه ... صیّر هذا القلب مفتونا
ومن اذا اضمر لی جفوةً ... هِمتُ فلا دنیا ولا دینا
لمْ انسهُ واللیلُ مُخلَولِكٌ ... وصبوةُ العشاق تدعونا

---

[1] نسبة الی درکزین وهی بلیدة من کورة اعلم بین همدان وزنجان؛ معجم البلدان ۲: ۵۶۸

وقوله وهو اذا ما مشٰی | کالغصن یحکی القدّ واللّینا
ما اوحش الظلماء لکنّہا | یستر افعال المجّنینا

۲۶ و، مختص الدین ابو الحسن علیّ بن ابراهیم بن منصور بن نصر الجرباذقانی الخطیب انشد فی السفینۃ :-

من الدهم قودا علی صفاتها | صنوف حلّی من وشاح الی شنف
علی ظهرها تمشی ویرکب بطنها | وتجنب من قبل وتلجم من خلف
اذا لاعبتها الریح خلت لبانها | یساجل فی الجری البوارق فی الخطف
تجوب حزونا فی المسیر سهولۃ | حمی المسل من وطی الحوافر والخف

۲۷ و، المختص ابو الحسن علیّ بن ابراهیم النسوی الحکیم کان من حکماء الریّ وهو صاحب الزیج الفاخر، و کان مهندسا ذا اخلاق حسنۃ وکان من المعتبرین من تلامذۃ کوشیار؛

۲۸ و، المختص ابو الحسن علی بن احمد الدیلمی العارض ذکره ابن الصابی فی تاریخه، وقال: کان المختص رئیسا عاقلا لبیبا ولمّا وصل الی حضرۃ ابی کالیجار المرزبان حمّله کتابا الی اخته السیدۃ زوجۃ الملک العزیز ابی منصور بن جلال الدولۃ فقام فی ذلک احسن قیام، وعرف له ملک الملوک ابو کالیجار ذلک وحظی عنده؛ وکان عارفا بامور الدیلم واقدارهم وانسابهم؛

۲۹ و، مختص الدین ابو الحسن علی بن ابی الفتح بن نصر الله

لہ انظر ترجمتہ فی تتمۃ صوان الحکمۃ للبیهقی والمواضع التی ذکرت فی حاشیتها (ص ۱۰۹)
۲ہ الشذرات (۳ : ۲۶۸)

بن غالب بن يشكر الباجاتي شيخ البلد

كان شيخ بلد الموصل وله معرفة حسنة بامور الناس وكان مع ذلك حفظة للاخبار والامثال والنوادر كريم النفس واليد، له خيرات دارّة على الغرباء حدثني عنه جمال الدين ابو الفرج يوسف بن الحسين بن الكرخي قال: وكان غاليًا في مذهب الشيعة؛

(۹۵۰) المختص ابو محمد علي بن ابي القاسم بن سعيد الجرجاني الفقيه

قال: لما قدم هُدبة[1] بن الخشرم العذري ليقتل ومعه ابواه يبكيان التفت[2] اليهما وقال:-

ابلياني اليوم ... امنكما | ان حُزنا منكما بادٍ لمستتر

لا ارى ذا الموت الا هينا | ان بعد الموت دار المستقر

اصبرا اليوم فاني صابر | كلّ حيّ لفناء وقدر

(۹۵۱) المختص ابو الحسن علي[3] بن محمد بن علي العلوي العريضي النقيب

اليه ينتسب بيت المُختص ببغداد وهو جدّ هم الاعلى وهو علي بن محمد بن علي بن محمد بن احمد بن

---

[1] شاعر فصيح، قتل منه لرجل من بني رقاش سنة ۵۴ هـ؛ ر: الاغاني ۲۱: ۱۹۹

[2] و: فالتفت؛ [3] ذكره صاحب عمدة الطالب (ص ۲۱۰) فقال: ومنهم بالعراق بنو المختص (كذا مصحفًا) وهو ابو منصور علي بن محمد بن علي بن ثوبيه بانه هو علي بن علي المعروف بعلي بن ثوبيه ينسب الى امه *

محمد بن الحسن بن علی بن الحسن بن عیسی [الثانی بن محمد بن عیسی][1]
بن محمد بن علی العریضی بن ابی عبد الله جعفر الصادق بن ابی
جعفر محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن
ابی طالب؛ وهو جد جمال الدین احمد بن الحسن بن المختص؛

(۹۵۲) **مختص الدین** ابو عبد الله **محمد** بن عزیز الدین شرفشاه
بن محمد الجعفری الادیب

قدم فی خدمة والده وولی والده الاعمال الدیوانیة واهتم
باکتساب الاخلاق النفسانیة وادأب نفسه فی التحصیل[2] و
الاشتغال بالعلوم الادبیة وقرأ الادب والفقه، وحفظ
کتاب نهج البلاغة ؛ وذکره لنا شیخنا السید النسابة جمال الدین
ابو الفضل بن المهنا وقال توفی شابا سنة ثمانین وستمائة؛

(۹۵۳) **مختص الدین** ابو القاسم **محمود** بن عبید الله بن صاعد
بن احمد بن الحارث الحارثی المروزی الطائقانی[3] الفقیه ؛
ذکره جمال الدین محمد بن سعید بن الدبیثی ، وقال سمع بمرو
من تاج الاسلام السمعانی ومن ابی الفتح مسعود[4] بن محمد
المسعودی وقدم بغداد حاجا وحدث بها عن تاج الاسلام
ابی سعد السمعانی ومن ابی الفتح مسعود بن محمد المسعودی
وابی الفتح نصر[5] بن سیار وابی محمد الفضل بن محمد الزیادی

---

[1] الزیادة من عمدة الطالب (ص ۲۱۰) [2] ا: فی الاشتغال والتحصیل [3] کذا فی الاصل .
[4] من اقران السمعانی: انظر الانساب (ص ۳۲۹ ب) ومعجم البلدان (۱ : ۳۲۱) مادة الایمان ؛
[5] م ۵۴۲ هـ الشذرات (۴ : ۱۳۲) [6] م ۵۵۰ هـ ؛ ر: طبقات الشافعیة (۴ : ۲۹۳) والانساب
(ص ۲۸۳ ا)

وغيرهم فسمعنا منه وعاد الى بلده، وتوفى به فى شهر ربيع الاول سنة ست وستمائة؛

(۹۵۴) مختص الدولة ابو الدر مرجان بن عبد الله المسترشدى استاذ الدار كان من اخص خدم المسترشد بالله، وكان كثير الخيرات والصدقات، وكان معه لما قتل بمراغة سنة تسع وعشرين وخمسمائة وكان كاتبا يحب سماع الاحاديث والاخبار والميل الى اهل الصلاح من العلماء الاخيار،
ذكره النقيب قثم بن طلحة الزينبى فى تاريخه؛

(۹۵۵) مختص الدين ابو سعد مسعود بن فضل الله بن سعيد الكرمانى الصوفى
ذكره شيخنا تاج الدين ابو طالب، وقال قدم بغداد و استوطنها، ورتب اماما برباط المأمونية وسمع من المشائخ والمحدثين، وكانت وفاته فى جمادى الآخرة سنة ثمان وستمائة؛

(۹۵۶) مختص الدين ابو سعد مظفر بن عبد الرحيم بن على الاهوازى الاديب كان اديبا فاضلا، انشد لابى العباس احمد بن يحيى بن احمد بن زيد الكوفى؛

اذا ما انخبت الى درهم   فانت المعظم بين الورى
واما فخرت على معشر   فبالمال ان شئت ان تفخرا
ولا تفخرن بالعظام الرفات   ودع ما سمعت وخذ ما ترى

فان اناضل هذا الزمان من كان ذا جدة او ثرى
وذو العلم عندهم جاهل اذا كان بينهم مصدا

(۹۵۷) مختص الدين ابونصر مظفر بن ابی القاسم عبدالله بن المبارك بن ابرهیم بن التیتی البغدادی العدل المحدث
ذكره ابن الدبيثي، وقال: شهد عند ابی الفرج عبداللطيف بن علی بن البخاری لما ولی القضاء بمدينة السلام مطلقا يوم الثلاثاء ثامن عشر ذی الحجة سنة ثمان وستمائة؛ وسمع الحديث من ابيه ومع ابيه من اصحاب ابی طالب ابن يوسف و ابی القاسم بن الحصين و ابی غالب بن البنا؛ وكان مولده فی سابع المحرم سنة ثمان وسبعين وخمسمائة

(۹۵۸) المختص ابوالقاسم معاذ بن عبدالله بن رجا الواسطی المقرئ
ذكره الحافظ ابوطاهر السلفی وقال: رأيته بواسط؛ وقال: روى لنا عن ابی طالب احمد بن عثمان الصيرفی

(۹۵۹) مختص الدين ابواحمد معمر بن عبدالواحد بن الفاخر القرشی الاصبهانی المحدث.
اورد بسنده عن ابی ذر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم يا اباذر ينبغی للعبد ان يكون

۱ه توفی سنة ۵۶۴ھ، انظر ترجمته فی الشذرات (۴: ۲۱۲) ومرأة الجنان (۳۷۳:۳) وقد ذكر ابنه المختص خضر وسياتی ذكر ابنه الآخر الخاص محمد؛

عارفا بزمانہ مُقبلا علی شانہ[1] وعن عائشة رضی الله عنہا
قالت : دخل یہودیٌّ علی النبی صلی الله علیہ وسلم
فقال : السام علیکم. فقال لہ : علیکم فلما خرج قلت :
اما فہمت ما قال ؛ فقال : وما رأیتِ ما رددتُ علیہ یا عائشة
انّ الرفقَ لو کان خَلقا لما رأی الناس خلقا احسن منہ و
ان الخرق لو کان خَلقا لما رأی الناس خَلقا اَقبَحَ منہ
کان معمر من العلماء الربّانیین ولہ اسناد عالٍ روی
نسب قریش وحدّث بہ وحدث بکثیر من الصحاح و
کان ثقةً عالمًا ؛

(۹۶۰) **فخص الدین** ابو الحرم **مکّی** بن محمد بن مکّی بن محمد بن احمد بن حری الحربی المالکیّ الفقیہ

ذکرہ ابو طاہر احمد بن محمد السِلَفی فی کتاب معجم السفر،
وقال روی لنا بابہر عن ابی حفص عمر بن محمد بن عمر
الحاباری وغیرہ وسالتُہ عن مولدہ فذکر انّہ ولد سنة
ثلاث وعشرین واربعمائة ؛

(۹۶۱) **فخص الدین** ابو نصر **منصور** بن محمد بن اسحاق البَیہقیّ الادیب

وقع الیّ کراسةٌ بخطہ من الفوائد ، منہا : وقف رجل
للمأمون فقال لہ : یا امیر المؤمنین ! ان الله تعالی استوقف
سلیمانَ بن داؤد علیہما السلام لیتمّم منہا وما انا عند الله

---

[1] متفق علیہ بلفظ مشہور عن وهب بن منبہ قال مکتوب فی حکمة آل داؤد علیہ السلام وحق
علی العاقل ان یکون حافظا للسانہ مُقبلا علی شانہ عارفا بزمانہ کذا لم اقف علی ما نسب الیہ ؛

باحقر من نملة ولا انت عند الله باعظم من سليمان،
فقال، صدقت؛ ووقف له وقال، ارفع حاجاتك؛ فلما كلّمه
امر بقضاء حوائجه واجازه وفيه: اسلم اعرابيٌّ وادركه
شهر الصيام في اب[1] فكاد يتلف جوعًا وعطشا فقال، ـ

وجدتا دينكم سهلا علينا ... شرائعه سوى شهر الصيام

(٩٦٢) **مختص الدين ابو الخير نعمة الله بن محمد بن نعمة الله بن ابي الخير سلماسي الفقيه**

رأيت بخطّه اجزاء تشتمل على تاريخ أذربيجان، وكان
لحدود سنة اربعين وخمسمائة؛ وانشد عن بعض الفضلاء بسلماس[2]

قالت: فما حيلة المشتاق تمقّته ... عينُ الرقيب فما ينفك من وجل
قد ضاق صدري بما الفؤ[ا]د فعلت لها ... لو صح منكِ الهوى ارشدتِ للحيل

(٩٦٣) **المختص ابو رجاء يحيى بن محمد بن عبد الله بن علي بن حواوا البغدادي الفقيه المقرى**

ذكره ابن الدبيثي في تاريخه وقال، كان شيخا صالحا حافظا
للقرآن المجيد، وسمع من اصحاب ابن العلّاف[3] وابن نبهان[4]
وابن بيان[5] الرزاز وغيرهم، قال، وكانت وفاته يوم الخميس
خامس عشر شعبان سنة تسع وستمائة؛ ودفن بباب حرب.

---

[1] شهر يوافقه في الكلينية اغسطس ر ... [2] انظر عليه مقالا في دائرة المعارف للبستاني (١١: ١٠) [3] ابو الحسن علي بن محمد المتوفى سنة ٥٠٥ه، الشذرات (۴: ١٠) [4] ابو علي محمد بن سعيد بن ابرهيم المتوفى سنة ٥١١ه، الشذرات (۴: ٣١) [5] ابو القاسم الرزاز علي بن احمد بن محمد المتوفى سنة ٥١٠ه، الشذرات (۴: ٢٧)

(٩٦٤) **المختص** ابو الله يُمن بن عبد الله الهندي

من نوادر هذا الباب للشريف ابي يعلى بن الهبارية في غلام هندي يلقب بالمختص :-

ايا من حبّه نُسُك ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ومن قلبي له ملك

ومن قلت لعذالي ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ وزرع العذل لا يزكو

رأيتم قبل مختص ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ غزالاً كلّه مسك

ترفق بي او اقتلني ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ فاني منك لا اشكو

(٩٦٥) **مخلص الدين** ابو العباس احمد بن يحيى بن عوف الاسكندري القاضي

كان من القضاة الافاضل رأيت له وصيةً كتبها لبعض اصحابه، ومنها :

تجنّب احاديث الحسود فواجبٌ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تجنّبُهُ فيما يقول ويفعلُ

متى قال عني السوء عندك انه ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ كذا لك يقول السوء عنك وينقلُ

ويحلف فينا بالطلاق سفاهةً ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ وتلك يمينٌ للخيانة اميَلُ

ولو كان طيبُ الاصل فيه سجيّةً ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ لما يدّعي ما كان ذلك يجهلُ

ولا تأمنن يوماً الى قول كاذبٍ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ وحاشاك ان تصغي لما يتقوّلُ

ولا تطمئن في ملبس المتصل انه ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ على ان ذاك الملمس يُردي ويقتلُ

(٩٦٦) **مخلص الدولة** ابو المعالي اسعد بن عبد الله الحلبي المنجم

ذكره العميد في تاريخ الشام[1] وقال : كان الملك رضوان بن

---

[1] يريد تاريخ دمشق لابن القلانسي لكني لم اجد فيه ذكر مخلص الدولة وقد ذكر في حوادث سنة ٤٩٠ ان قد اقيمت الخطبة للمستعلي بالله وللافضل بالشام منهما في كتابين ارسلا الى رضوان فلم تزد على مدة الهيشة الا نحو جمع ثم انكر عليه ياغي سيان في ذلك الامر فرد الخطبة الى ...

تتش قد جرى بينه وبين جناح الدولة زوج والدته
امورٌ ذكرها بعضها فى ترجمته، وكان مؤيّد الدولة بغبسان[1]
صاحب انطاكيةٌ يُعادى جناح الدولة فلمّا بعُد عنه قدم
المؤيد الى حلب وزوّج رضوان بابنة ولده وزيّنت حلب
واستخدم رضوان اسعد المنجّم ولقّبه مخلص الدولة
وكان يميل الى مذهب المصريين فلم يزل بالملك
رضوان يدبر الامر ويحسّن له الدخولَ الى طاعة المصريين
الى ان اجاب لهم وخطب لهم بحلب واعمالها سنة
تسعين واربعمائةٍ؛

(٩٦٢) **المخلص** ولى الدولة ابو المكارم حاتم بن جعفر بن
منصور الاسكندرى القاضى الفقيه

قرأت ذكره فى بعض المجاميع، ومن شعره :-

لَوْ ذُقْتَ حين عتبتَ السرَّ حُبِّه	لعلمتَ مُنْ غرامه من عذبه
ومن البليّة ان ينوم على الهوى	من ليس يعلم سهله من صعبه
مَا انت منه اذا تطاول ليله	سهرًا ولجتَ مُعَنّتا لمتُهوبه
وثملتُ من كاس الكرى وبداله[2]	تكوى جوانحه بميسم كربه
انا بعض من سَبَت الحاظ فؤاده	قسرًا ولم تَحْفل بلامة حربه
يا ساكنى مصر اما من رحمة	منكم لمن ذهب الغرام بلُبّه
امن المروّة ان يروم دياركم	مثلى ويرجع مُغرمًا من قلبه

وسيأتى ذكره فى كتاب الواو انشاء الله تعالى؛

---

[1] كذا فى الاصل وفى تاريخ العيني: ياغى سيان غير مرة. [2] ورواية اخرى اشار اليها المصنف
، اخا السهرى؛

۹۶۸) مخلص الدین ابو محمد الحسن بن اسفندیار بن رستم الاصفہانی العارض

ذکرہ العماد الکاتب، وقال ھو اصبہانی الاصل بغدادی المولد، وکان یکتب خطا حسنا ولہ ید فی الترسل والانشاء، وولی عرض الجیوش فی اقلالہ دولۃ الناصریۃ بالشام وکان عارفا بالامور عالما باحوال الجمہور ولہ اشعار حسنۃ؛

۹۶۹) المخلص ابو عبد اللہ الحسین بن ابی بکر بن الحسین بن قُطْنَبی الحریمی المقری

ذکرہ محمد بن سعید فی تاریخہ وقال: شاخ واسن حتی بلغ المائۃ من عمرہ وکان قد سمع علی عکبرستہ من ابی علی احمد بن محمد الرحبی؛ سمع منہ ابو الخطاب عمر بن محمد العلیمی الدمشقی بعد سنۃ ستین وخمسمائۃ وکان خبازا بالحریم الظاہری ومولدہ سنۃ عشر وخمسمائۃ وتوفی فی السابع والعشرین من شہر رجب سنۃ سبع وستمائۃ وکان کثیر الخیر صالحا۔

۹۷۰) المخلص ابو الانس خلیل بن عثمان بن سکی الارموی الصوفی

ذکرہ ابو طاہر السلفی فی کتاب معجم السفر وقال: رأیتہ بدیار مصر، وروی لنا عن ابی الحسین الجبادی الواعظ ببغداد، وکان کثیر الفوائد حسن المحاضرۃ سمعتہ

لہ وقم ذکرھا استطرادا فی معجم البلدان (۲: ۸۲۸) ثم م سنۃ م ہہم ز السندات

لہ ۵م (۲۲۸)

يقول: ثلاثةٌ تذهب ضياعًا؛ دين بلا عقل، ومال بلا بذلٍ وعشق بلا وصلٍ، وقال يقول ابليس: ثلاث من كنَّ فيه ادركتُ منه حاجتي من استكثر علمه ونسي ذنبه واُعجِبَ برايه؛

(٩٧١) **مخلص الدين للمرتضىٰ**[١] **ابوالحسن روزبه بن موسىٰ بن روزبه بن ابراهيم الخناعى القاضى.**

ذكره ابوطاهر، وقال: حدّث بمصر عن ابى الحسين نصر بن عبدالعزيز بن نوح الشيرازى وغيره، قال: وسألته عن مولده فذكر لى انه ولد فى السابع والعشرين من رجب سنة عشرين واربعمائة وتوفى فى السابع والعشرين من رجب سنة خمس عشرة وخمسمائة. كتب عنه، قال بعض الملوك لبنيه: صفوا لى شهواتكم من النساء، فقال الاكبر يعجبنى الخدودُ والقدودُ والنهودُ؛ وقال الاوسط يعجبنى الارداف والاعطافُ والاعطاف، وقال الاصغر يعجبنى الثغور والنحور والشعور؛

(٩٧٢) **المخلص ابوالخير سعد بن جعفر بن سلام السيدى الاصفهانيُّ الصوفيُّ**

ذكره الشيخ ابوالحسن محمّد بن القطيعى فى تاريخه وقال كان شيخًا صالحًا سمع شهدة بنت الابرى

---

[١] لقبهٔ ههنا ولم يذكره فى الملقبين بالمرتضىٰ ثانيًا؛ وقد نقل فى كتاب الكاف (ص ٥٥) عن السلفى ترجمة كريم الدين روزبه بن محمد بن روزبه الخزاعى فليتنبّه؛ م سنة ٦١٢هـ الشذرات (٣: ٣٠٩)

صدرالبیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
لحیّ	بمُغْظَمِ	طویل	۱۳	۱۶۴
جَعَلْنَ	مُحْرِمِ	"		۱۶۶ (=
(اَوْجَعَلْنَا)		"		۱۵، ۱۳اع
		"		۱۷: ۲۲۹)
فکان	اَلدَّمِ	"	۱۳	۲۰۴
وکشحٍ	المُذَلَّلِ	"	۱۳	۲۶۴
دَعَوْتُ	المذَمَّمِ	"	۱۳	۳۵۲ (=
				۱۴: ۳۷۹)
نَمَا	سَاسَمِ	"	۱۳	۳۷۴
وأَرْسَلَ	دمی	"	۱۳	۴۸۷
فَتُغْلِلْ	دِرْهَمِ	"	۱۴	۱۷
وأَقْفَر	خَثْیَمِ	"	۱۴	۸۳
فیَقْتل	بالدَّمِ	"	۱۴	۱۲۶
اذاما	مُقْدِمِ	"	۱۴	۱۲۶
وَهَلْ	خِضْرِمِ	"	۱۴	۲۳۴
رَمَتْهُ	مَأْتَمِ	"	۱۴	۲۶۹ (=
				۱۹: ۵۲،
				۲۰: ۲۹۸)
اذا	مُوْطَمِ	"	۱۴	۲۸۵
أَرَغْت	مَأْكَمِ	"	۱۴	۲۸۶
نَزُورُ	فَیَأْتِمِی	"	۱۴	۲۹۲ (=

صدرالبیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
				۱۸: ۴۸،
				۴۸۱)
أَشَاقَتْكَ	المُکَتَّمِ	طویل	۱۴	۳۰۸ (=
				۱۵: ۴۳۲)
فِدَاء	مُسْلَمِ	"	۱۴	۳۲۸
وردُّوا	لِلْمُحَلَّمِ	"	۱۵	۳۶ (=
				۱۶: ۴۳۰،
				۴۵۸،
				۴۶۳)
لَحَیْنَهُمْ	تَحَلَّمِ	"	۱۵	۳۷ (=
(اولَحَیْتَهُمُ)				۲۰: ۱۰۸)
ونحن	مُحَلِّمِ	"	۱۵	۳۷
یُذَکِّرُنِی	التَّقَدُّمِ	"	۱۵	۴۰ (=
				۱۶: ۵۱)
مِن	حَنْتَمِ	"	۱۵	۵۱ (=
				۱۸: ۱۴۸)
وفی	المُخَذَّمِ	"	۱۵	۵۷
شَرَی	حَذْلَمِ	"	۱۵	۵۹
فقلت	المُخَضْرَمِ	"	۱۵	۷۶
تَمَشَّی	مُتَیَّمِ	"	۱۵	۸۸ (=
				۲۰: ۱۵۰)

صدر البیت	قافیته	بحر	مجلد	صفحه
ومِنھُنّ	الھزائمِ	طویل	۱۵	۱۴۲
أمْسَتْ	بنائمِ	»	۱۵	۲۶۷
تُنادِی	بالعُجارِمِ	»	۱۵	۲۸۶
تُحدِّث	عارمِ	»	۱۵	۲۹۱
صفا	الغَلاصِمِ	»	۱۵	۳۲۷
فما	والغلاصِمِ	»	۱۵	۳۳۷
عَنِیفٌ	الکَرازِمِ	»	۱۵	۴۲۰
وأورَثَکَ	الکَرازِمِ	»	۱۵	۴۲۰
یُعَلّقُ	الکمائِمِ	»	۱۵	۴۲۹
سَبیٰ	غارمِ	»	۱۶	۱۵
وَرَدَتِ	ھاجِمِ	»	۱۶	۸۴
عَفَتْ	الدَّعائِمِ	»	۱۶	۱۲۵
لھا	الصَّرائِمِ	»	۱۶	۱۹۴ (۔
(او الصَّرائِمِ		»	۱۸ : ۳۱)	
رَدَدْتُھُمُ	العَمائِمُ	»	۱۶	۱۲۵
ولِلعُتبِ	الأشاجِمِ	»	۱۶	۲۱۵
اذا	العُجارِمِ	»	۱۶	۲۴۶
أَلَمْ	الجماجِمِ	»	۱۶	۲۵۸
ونَحْنُ	نائِمِ	»	۱۷	۲

صدر البیت	قافیته	بحر	مجلد	صفحه
عَیْنَیَّ	التّوائِمِ	طویل	۱۷	۱۰۸
وَاِنَّ	سالِمِ	»	۱۸	۱۹۷
أَتَرِیدُ	مخاصِمِ	»	۱۸	۲۲۲
بکَتْ	حازِمِ	»	۱۸	۲۴۵
فِدًی	الاھاتِمِ	»	۱۹	۳۱
تَعالَوا	حاتِمِ	»	۱۹	۳۴۹
تَقُولُ	بِدائِمِ	»	۲۰	۶۲
ولم	سَراجِمِ ؟	»	۲۰	۱۳۲
کأنَّ	ظالِمِ	»	۲۰	۲۵۷
تُخَبِّرُ	عارِمِ	»	۲۰	۲۶۴
یُوالِی	المَظالِمِ	»	۲۰	۲۹۷
نُفَلِّقُ	القَماقِمِ	»	۲۰	۳۴۳
ونُحاکَ	مَرامِ	»	۱	۴۳
حَلِّی	کلامِ	»	۳	۷۴
تَظَلَّمَنِی	عِظامِی	»	۳	۸۵ (۔
				۱۴ : ۱۸۳)
أَلَمْ	مَقامِ	»	۳	۱۰۴
تَیَمَّمَتْ	طامِی	»	۳	۱۳۹ (۔
				۹ : ۵۰)

---

۵۸ انظر ایضا (۲۰ : ۲۱۴)۔

صدر البیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
لَیتَ	بِزِمَامِ	طویل	۴	۳۷۳(=
راوفلیت)				۱۵: ۱۶۴،
				۳۹۰،
				۱۹: ۳۶۵)
قَرَنْتُ	بِذِمَامِ	"	۵	۱۳۲(=
				۱۴: ۲۹۱)
تَدَاعَیْنَ	سِلَامِ	"	۵	۱۳۳(=
				۱۵: ۱۸۹)
أوالِبَ	بِآثَامِ	"	۶	۹۱
یَشْرَب	شَآمِی	"	۶	۳۱۸
فماذا	بِالسَّنَامِ	"	۷	۲۳۰
علی	قِرَامِ	"	۷	۲۴۰(=
				۱۵: ۳۷۴)
تَوَخَّی	عَامِ	"	۷	۲۵۷
وکم	عِصَامِ	"	۸	۱۷۷
لَعَمْرِی	حُمَامِ	"	۸	۲۹۴
عَجِبْتُ	تُرْخَمِ	"	۱۱	۳۲۹
أخَافُ	حمامی	"	۱۱	۳۴۳
فَخَلَّقْتُہ	إمَامِ	"	۱۱	۳۷۸(=
راووخَلَقْتُہ)				۱۴: ۲۹۱،
				۱۵: ۹۴)

صدر البیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
کَأنَّ	قُشَامِ	"	۱۳	۱۳۱(=
				۱۵: ۳۸۵)
وکم	طَوامِی	"	۱۴	۳۷
طَوَی	غلامِ	"	۱۴	۲۱۵
انی	حَمامِ	"	۱۵	۵۰
سَبایَتَ	ثُغَامِ	"	۱۵	۲۰۰
کأنّا	بِسِهامِ	"	۱۵	۲۰۲
ولکن	بِعِنرامِ	"	۱۵	۲۴۰
هُمَا	جَامِ	"	۱۵	۳۵۷(=
				۱۷: ۴۲۳)
فَکَیفَ	کِرامِ	"	۱۷	۲۴۹(=
				۲۵۳)
فَقَأْتُ	والحامِی	"	۱۸	۲۲۰
لم	بِأعْلامِ	"	۲۰	۲
جَفَاهُ	عَتُومِ	"	۲	۴۷۴
وانی	تَمِیمِ	"	۳	۳۲۴
فَلَمْ	کَلِیمِ	"	۹	۳۳۳
بِمَصْرَعِنا	صَمِیمِ	"	۱۰	۹۴(=
				۱۵: ۲۳۹)
فَان	حَلِیمِ	"	۱۵	۳۷

[1] انظر (١٣: ٣١٥)۔ [2] انظر (١٣: ١٣٩)

صدر البیت	قافیته	بحر	جلد	صفحه
رُبَیبَةٌ	الصُّدَیِّمَا	طویل	۳	۴۹۵
أَلَمْ	أَظْلَمَا	"	۳	۵۰۷
فَلَنْ	أَنْعُمَا	"	۴	۲۱۲ (= ۵۷:۱۶، ۳۴:۴۰)،
کَأَنَّ	تَلَجَّجَمَا	"	۴	۲۳۹ (= ۳۰:۱۴)،
دَعَتْنَا	مُظْلِمَا	"	۴	۲۴۸
رَأَیْتُ	ضَیِّمَا	"	۴	۲۵۰
کَأَنَّهَا	کُشَاهُمَا	"	۴	۲۹۳
تَکُرُّ	مُعَصَّمَا	"	۴	۳۹۷
فَلَیْتَكَ	أَعْجَمَا	"	۴	۴۰۸ع
سَأُحْمِدُ	حُکَّمَا	"	۴	۴۷۳
وَهُمْ	أَعْجَمَا	"	۴	۴۷۶
تَأَزَّرَ	نُوَّمَا	"	۵	۷۶ (= ۲۴۳:۱۳)،
فَطَارَتْ	تُقَقَّمَا	"	۵	۱۱۵
صَفَائِحُ	مُحَکَّمَا	"	۵	۱۳۴
حَلَفْتُ	أَیْهَمَا	"	۵	۱۶۵
أَلا	وَیُنْعَمَا	"	۵	۱۸۰

صدر البیت	قافیته	بحر	جلد	صفحه
حَذَارِ	تَتَنَدَّمَا	طویل	۵	۲۳۹
دَمًا	تَرَنَّمَا	"	۵	۲۵۶ (= ۲۵۷، ۳۶:۱۴، ۴۹:۱۵)،
لَنَا	تَکَرُّمَا	"	۵	۲۷۳
اذا	عَنْدَمَا	"	۵	۳۶۶
حَزِی	مُحَرَّمَا	"	۵	۳۷۶
بَرِتُهُ	مُکْرِمَا	"	۶	۳۷
یَطْفُنَ	أَعْجَمَا[1]	"	۶	۵۴
لَنَا	مُنَمْنَمَا	"	۶	۵۸ (= (اولها ۲۳۹:۷)،
حَشَا	تَخَذَّمَا	"	۶	۹۰
وَکُنَّا	فَتَقَوَّمَا	"	۶	۱۲۶ (= ۳۳۹:۱۶)،
اذا	مَطْعَمَا	"	۶	۱۲۷
وَلَن	تَیَمَّمَا	"	۶	۲۵۲
جَعَلْنَا	أَضْجَمَا	"	۶	۲۸۷
وَأَغْفِرُ	تَکَرُّمَا	"	۶	۲۹۴
عَجِبْتُ	فَمَا	"	۶	۳۶۶

[1] (انظر ۶ : ۳۹۹)۔

صدر البيت	قافیته	بحر	مجلد	صفحه
جاءت	أعجما	طویل	٦	٣٩٩
قصیر	تجشما	"	٦	٤١٠
قطن	أثرزما	"	٦	٤٢٩
قرین	أعجما	"	٦	٤٢٤
ولو	معدما	"	٤	٢١
أماو	عندما	"	٤	٦٠(ر=
				٢٢٩،
				١٣: ٦،
				١٥: ٣٢٥،
				١٦: ٢٢٨،
				٢٠: ١٣٥)
ولو	قذاكما	"	.	٤٤
أناخت	أصحما	"	٤	١٢٤
فما	أخرما	"	٤	١٣٠
إن	غناهما	"	٤	١٥٩
فلسنا	الدما	"		١٦٥(ر=
				١٨: ٢٩٣)
اذا	یترمرما	"	٤	٢٣٥
لقی	أثرشما	"	٤	٢٨٣(ر=
				١١: ١١٣،

صدر البيت	قافیته	بحر	مجلد	صفحه
				١٥: ١٣٣،
				١٦: ٣٣٤)
تبز	وأنثما	طویل	٤	٣١٨
وما	مسلما	"	٤	٣٥٦
بعینی	فترذما	"	٤	٣١٢
فلما	موشما	"	٤	٨٤(ر=
				١٣: ٣٣٤)
وما	خشعما		٨	٨٩
فهل	حذیما	"	٨	١١٤
ولم	مأتما	"	٨	١٢٨
اذا	ملثما	"	٨	١٥٨
وجاءت	والدما	"	٨	١٥٩
ونحن	أقسما	"	٨	١٦٨
من	توأما	"	٨	٢٠٠
وحصحص	صمما	"	٨	٢٨١(ر=
				١٥: ٢٣٣)
فما	أظلما	"	٨	٣٠١
فلو	مبسما	"	٨	٣٤٠(ر=
	زاد ولو			١٩: ١٢٢)
مدحنا	أعجما	"	٩	١٣٥(ر=

له انظر (١٨: ٩٦) - ٥٢ (١٣: ٣٥٣) -

صدر البيت	قافيته	بحر	جلد	صفحه
				۱۱: ۴۲۵)،
				۴۲۹)،
ونضنض	صمّما[1]	طويل	۹	۱۰۵
تخيّرن	المخيّما	”	۹	۱۸۴
أحاربك	دما	”	۹	۲۱۲(=
				۱۳: ۳۳۷)،
بمن	أعظما	”	۹	۲۲۹(=
				۱۰: ۲۱)،
فان	ألوما	”	۹	۲۳۶
لمن	تقدّما	”	۹	۳۳۱(=
				۱۸: ۲۹۴)،
ترعى	سديما	”	۹	۳۳۹ع
أطافت	تعلّما	”	۱۰	۴۸
هم	معظما	”	۱۰	۱۰۶(=
				۱۹: ۲۹۱)،
فكان	مقتما	”	۱۰	۱۰۹
وأى	سلّما	”	۱۰	۱۱۰
لذى	ليعلما	”	۱۰	۱۳۵
تعززتها	فقرّتما	”	۱۰	۱۳۶

صدر البيت	قافيته	بحر	جلد	صفحه
ترى	المحرّما	طويل	۱۰	۱۵۵
فيوى	الدّما	”	۱۰	۱۶۱
لقد	صمّما	”	۱۰	۱۹۶
دبارٔ	المتمّما	”	۱۰	۲۶۵
ولو	عزموما	”	۱۰	۳۰۵
تالله	أشأما	”	۱۰	۳۲۱
عجبت	أعلما	”	۱۰	۳۲۴(=
				۱۸: ۱۳)،
سأجزيك	الدّما	”	۱۱	۳۱
سياحف	تعزّما	”	۱۱	۴۵(=
				۱۹: ۱۶۰)،
فيالهما	أغدما	”	۱۱	۶۷
تعشت	أكرما	”	۱۱	۲۵۸
ألم	سواكما	”	۱۱	۳۶۶
ترى	يتقدّما	”	۱۲	۳۱(=
				۳۷)،
وما	خثعما	”		۱۳۴(=
				۱۴۱،
				۲۹۹)

[1] انظر ایضا (۸: ۲۸۱)،

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
فجاءَ	تَوْأَما	طویل	۱۴	۲۱۹ (و
(او فجاؤا)				۱۴: ۳۲۸")
وفى	تَخَشَّعَمَا	″	۱۲	۲۲۹
أيا	مِنْكُمَا	″	۱۳	۴۱
وليس	أَوْهَمَا	″	۱۳	۸۸
مُطَوَّقَه	كُلَّمَا	″	۱۳	۱۳۹
فَرُحْنَ	المُرَقَّمَا	″	۱۳	۳۵۵ (و
				۱۵: ۱۴۰")
فَإِنْ	وَأْلُوَمَا	″	۱۳	۳۸۴
عَقِيلَة	المُدَيَّمَا	″	۱۳	۴۹۰
				۱۵: ۹۴
				۱۱۰")
أتَتْقِى	وُالأَمَا	″	۱۳	۵۱۶
الا	المحتدما	″	۱۳	۳۱۵
خليلى	وتَبَسَّمَا	″	۱۳	۴۹۶
مِنْ	مِيسَمَا	″	۱۴	۸۰ (و
				۱۵: ۸۸")
هَوَى	تَجَشَّمَا	″	۱۴	۱۳
وَلَسْتَ	أتقدما	″	۱۴	۱۲۸

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
أُنْتُقِلا	فَتُسْمَا	طویل	۱۴	۱۹۶
وَيَوْم	تَأَجَّمَا	″	۱۴	۲۶۳[۵۲]
اذا	مُبَمَّمَا	″	۱۴	۳۰۸
بِكَأْسٍ	بَقَّمَا	″	۱۴	۳۱۸ (و
				۱۹: ۱۸۵")
ديار	فَتَغْلَمَا	″	۱۴	۳۳۲
وهل	أُجْذَمَا	″	۱۴	۳۵۴
يَقْرِمْنَ	الْجُمْثَمَا	″	۱۴	۳۷۴
وَيَوْم	تَحَتَّمَا	″	۱۵	۳
بِحَمْدِ	تَحَتَّمَا	″	۱۵	۴
رَغِبْنَ	والمُحَرَّمَا	″	۱۵	۱۱
أَقَمْنَا	المُحَرَّمَا	″	۱۵	۱۱
تَرَى	المُحَرَّمَا	″	۱۵	۱۱ (و
				۱۹: ۱۹۵")
تَحَلَّمْ	تَحَلَّمَا	″	۱۵	۳۵
وَقَدْ	فَتَجَمْجَمَا	″	۱۵	۴۶
كَأَنِّى	أَنْجَمَا	″	۱۵	۵۶[۵۳]
أَرَانِي	مُكَرَّمَا	″	۱۵	۹۰
فَلَمَّا	خَيَّمَا	″	۱۵	۸۴

[۵۱] انظر (۱۹: ۳۶")- [۵۲] انظر (۱۵: ۲۱")- [۵۳] (۱۹: ۲۴۰")-

۵ انظر (۲۰ : ۳۷۴)۔

[1] انظر ایضا (۱۲: ۲۳۸)

[1] انظر ایضاً (۱۴: ۸۱)

صدر البیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
		بسیط		۴: ۵۴، ۱۱: ۱۹۴، ۱۵: ۳۰ ع)
حوّاء	البراعیم[۵۰]	″	۱	۳۰۱ (= ۳: ۳۹۵)
کأنّ	ملثوم	″	۱	۴۴۰ (= ۱۱: ۲۹۹)
خلّی	ھمھیم		۱	۴۴۷ (= ۱۳: ۴۰۴، ۱۶: ۱۰۷)
یحملن	مشموم	″	۲	۵۱ (= ۳: ۴۰، ۱۵: ۲۱۸)
ما	ملزوم[۵۱]	″	۲	۳۰۹
ماظلّ	مھموم	″	۲	۴۶۶
مما	الاکامیم[۵۲]	″	۳	۱۳۸ (= ۱۹: ۱۲۰)
کأننا	الدیامیم	″	۳	۱۶۷ (= ۱۶: ۲۲۸)
او نفحة	مرھوم	بسیط	۳	۱۹۲ (= ۱۵: ۱۴۹)
حتی	ھیم	″	۳	۱۹۸ و ۱۹۸ص (= ۱۴: ۲۲۱، ۲۵۸)
لا	منظوم	″	۳	۲۰۶
أبیض	مفعوم	″	۳	۳۵۶ (= ۱۵: ۳۵۳)
قد	مذموم	″	۳	۴۲۳
فانصاعت	ھیم	″	۳	۴۵۴ (= ۶: ۱۲۱، ۱۰: ۱۴۷)
کأنہ	مأموم[۵۳]	″	۳	۵۰۶
تنجوا	الخراطیم	″	۴	۹۵
سرد	معکوم	″	۴	۱۸۴
ظلّت	ملثوم[۵۴]	″	۴	۴۲۹
والمال	مجلوم	″	۴	۴۳۷ (= ۶: ۳۹۸)
ھل	علکوم	″	۵	۱۳

[۵۰] (۹ : ۲۰۴)۔ [۵۱] انظر ایضاً (۱۶: ۵۸)۔ [۵۲] انظر ایضاً (۱۵: ۲۳۱)
[۵۳] انظر ایضاً (۱۵: ۳۵۱) [۵۴] انظر ایضاً (۲۰: ۲۲)۔

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
تأوِی	جُرثُومُ	بسیط	۱۳	۱۶۲
ودِمنة	الرَّوَابیمُ	"	۱۴	۲۱۷(=۱۳۳:۱۵)
کأنّھنّ	الاَوَادِیمُ	"	۱۴	۲۷۸
أمْ ھَلْ	مَشکُومُ	"	۱۴	۳۰۳
بھا	الأبَارِیمُ	"	۱۴	۳۱۵
وَخفّ	التُّومُ	"	۱۴	۳۳۱
إنّ	الخَوَاتیمُ	"	۱۵	۵۴
حتی	مَزمُومُ	"	۱۵	۹۷
مُعرَورِیاً	تَدوِیمُ	"	۱۵	۱۰۵
تَثنی	مَرثُومُ	"	۱۵	۱۱۷(=۱۵۴:۱۷)
کأنّھا	مَرخُومُ	"	۱۵	۱۲۵ع
لأنّ	مَنجُومُ	"	۱۵	۱۳۲
قد	إنرِمیمُ	"	۱۵	۱۶۵
لا	السَّلاَلِیمُ	"	۱۵	۱۹۱(=۱۸۰:۱۸، ۲۳۸:۱۹)
وقد	مَسمُومُ	"	۱۵	۱۹۶
کأنّھا	تَنھیمُ	"	۱۵	۲۰۱

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
یُنفِر	شَرَاذِیمُ	بسیط	۱۵	۲۱۵
یَبیضُ	مَرکُومُ	"	۱۵	۲۶۲
باتت	أطَامِیمُ	"	۱۵	۲۶۵
تِلکَ	تَطھیمُ	"	۱۵	۲۶۵
إنْ	طُومُ	"	۱۵	۲۶۶
یَھدِی	عَیثُومُ	"	۱۵	۲۷۷
وقد	عَیثُوم	"	۱۵	۲۷۸
جاوَزتُه	مَعلُومُ	"	۱۵	۲۸۴
الجِنّ	عَیشُومُ	"	۱۵	۲۹۶
عُقماً	مَدمُومُ	"	۱۵	۳۰۸
فما	العَلاَجیمُ	"	۱۵	۳۱۶
حَتّی	العَلاَجیمُ	"	۱۵	۳۱۶
ھَیھاتَ	العَیَاھیمُ	"	۱۵	۳۲۵
کأنّهُ	مَفصُومُ	"	۱۵	۳۱۵(=۳۴۳:۱۶)
بین	مَکعُومُ (و مَعکُومُ)		۱۵	۳۲۲(=۱۳۳:۱۹، ۱۲۴:۲۰)
لما	الأکَامیمُ	"	۱۵	۳۳۱
إذا	المَوْمُ	"	۱۶	۴۲

ملہ انظر ایضا (۱۳: ۲۹۱) ملہ انظر ایضا (۱۰: ۲۸)

صدر البیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
کأنّما	الأضامیمُ	بسیط	۱۶	۴۳
وقَدْ	تَنْشِیمُ	"	۱۶	۵۴
ماأُنْعَمَ	مَلْمُومُ	"	۱۶	۵۸
دَانَى	الأناعیمُ	"	۱۶	۶۴(=
				۱۷: ۲۳۲،
				۱۸: ۳۰۰،)
حتی	نِیمُ	"	۱۶	۸۰
فی	النّیمُ	"	۱۶	۸۰
صَعْلٌ	مَهْجُومُ	"	۱۶	۸۲
أُودَى	مَهْجُومُ	"	۱۶	۸۲
مَحْطُولَة	تَحْمِیمُ	"	۱۶	۱۰۶
أَعَنْ	مَنْهُومُ	"	۱۷	۱۶۸(=
				۱۸۴،)
کأنّنی	مَهْیُومُ	"	۱۹	۸۷
ظَلّتْ	مَهْجُوم	"	۲۰	۲۲
ومُطْعَمُ	مَحْرُومُ	"	۲۰	۳۲۲
هَنّاَ	هَیْنُومُ	"	۲۰	۳۷۵
ثُمّ	کَتَمُ	"	۴	۴۱
فلا	بِرَاهِمِ	"	۱۷	۲۷۵

صدر البیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
ولا	النُّظُمِ	بسیط	۱۸	۲۸۰(=
				۳۱۱،)
حتی	فاحْتَزِمِ	"	۱	۱۸۸
عَذْب	القَدَمِ	"	۱	۲۱۷
یَظَلُّ	والسَّقَمِ	"	۱	۳۲۵
ماکُنْتُ	الکَلِمِ	"	۱	۳۵۴
حتی	کالنَّجَمِ	"	۱	۴۶۵
حتی	یَنَمِ	"	۲	۴۵(=
				۱۱: ۲۹۰،
				۱۳: ۵۰۳،
				۱۹: ۱۴۵،)
عَمْدِی	اللُّجُمِ[1]	"	۳	۲۱۷
أَلا	حَکَمِ	"	۳	۲۹۳
واسْتَدْبَرُوا	الصَّرَمِ	"	۳	۳۵۷
تَخْشَى	الرُّزَمِ	"	۴	۲۶(=
(او یَخْشَى)				۱۵: ۱۳۰،)
بأسْرَعِ	اللِّمَمِ	"	۴	۲۲۰
یَأْوِی	والنَّشَمِ	"	۴	۲۳۸(=
				۱۶: ۵۴،
				۱۷: ۲۳۲،)

[1] انظر ایضاً (۶: ۲۱۷)-

بران ماهِ مغفور فغفور چین | فرو ریخت از چرخ دُرّ ثمین
عروسانه بهدش بارای زرد | مرصع بیاقوت و لولوی تر
نهادند در دخمه بر روی تخت | به مرمر در دخمه کردند سخت
ز سرچشمهٔ چشم نادیده خواب | فشاندند بر خاکِ مرقد گلاب
پس آنگه ز گنبد برون آمدند | ز خون جگر غرق خون آمدند
همای جگر خسته پر باز کرد | برو بال و زان قبّه پرواز کرد
ز دیوانگی سر بصحرا نهاد | چو دیوانه در کوه و صحرا فتاد
نه کس را خبر زد نه اورا ز کس | غمش همدم و ناله اش هم نفس
برون رفته از کفر و فارغ ز دین | بری گشته از مهر و آیین و کین

۳۶ب

چو تیهو شکار عقابان شده | چو وحشی مقیم بیابان شده
بجز کوه هیچش هم آواز نی | بجز غم کسش محرمِ راز نی
نه روزش فرازی نه شب لنگری | نه آرامگاهی نه آبش خوری
دران کوه و در تا بحدی بگشت | که شد مونسش وحشیِ کوه و دشت
گهی با چرنده چراگر شده | گهی با پرنده پرآور شده
گهی بر فراز گوزنان سوار | گهش بر گذارِ پلنگان گزار
گهی چشم شیران نمکدان او | گهی یالِ گوران نمکس ران او
گهی چشم او منزل خواب مور | گهی اشک او چشمهٔ آب شور
گهی مار زهر افکنش یار غار | گهی باده ناب او زهر مار

---

[۱] جم۔ قید، [۲] ا۔ بره [۳] ا، جم۔ همدل، [۴] ب ۔ از مهر و آیین کین، [۵] ا۔ کوه و دریا، جم۔ کوه و صحرا، [۶] ب۔ که شد مونس گور وحشی در دشت، [۷] ب۔ بال، [۸] ا۔ گور، [۹] جم ۔ زهر یار،

گهی صحن میدانِ او تیغ کوه — گهی یاگو زنان شده هم گروه

ز بانگش طیور هوا راسماع — ز شورش وحوش زمین راصداع

رمیده چو مرغ رمنده ز دام — دُر افشان بصبح و خروشان بشام

نبودی دمی بی شراب وکباب — کبابش[2] دل ریش و اشکش شراب

زدی بر گرد هستی کمر — زند رخنه در عمر و آید بدر[3]

بماندہ[4] میان وجود و عدم — ملول از حدیث حدوث و قدم

زهی[5] دهر پُر حیلتِ پُر فسوس — که گه سندروس است و گه آبنوس

چو کارش دو رنگی بود روزگار — تو یک رنگی از وی توقع مدار

کند قصد این قصرِ پیروزه رنگ — گهی[6] قیصرِ روم و گه شاهِ زنگ

بدینسان که این مهرهٔ سندروس — روان است بر تختهٔ آبنوس

بدان ای جوان بخت روشن ضمیر — که در مهره بازیست گردون پیر

اگر راستی خواهی از وی خطاست — که نا راست[7] هرگز نگشت است راست

جهان گندپیریست[8] ناپایدار — که گه[9] در کنار است و گه برکنار

یکی زنده[11] و عالمی در عزاش — یکی مرده[10] و کس نجسته رضاش[12]

سرانجام بیرون برد آشیان — ازین قصر قیصر وزین[13] خانه خان

---

[1] این شعر از متن نسخهٔ ب افتاده است، [2] ب - کباب از دل ریش، [3] ج - بسر، [4] ب - نماند، [5] ب - ازین، [6] این شعر با شعر لاحق از نسخهٔ ب افتاده است، [7] ج - باراست، [8] گندپیر یا گندِ پیر که معرب آن قندفیر آمده، بمعنی پیرزنِ سالخورده دنیا کسی که مافظاش گُند بود و بمجاز بمعنی پیرِ خرف مستعمل شده (فرهنگ آنندراج)، [9] ب - که گه جهان است و گه برکنار، [10] ب - مرده، [11] ب - زنده، [12] ج - یکی مرده و کس نجسته زیاش، [13] ب - وزین خاکدان،

بمیرد اگر بادشا و گدا ست	کسی کو نمرد و نمیرد خداست

عاشق شدن فرینوش پسر دستورِ فغفور بر پریزاد دختر خاقان چین و رفتن او به بهزاد و بهرشه بتلاش همای برائی پیغام رسانیدن که همایون نسرین بدن موردِ صد رنج و محن هنوز زنده است

برآ ای دل از قعرِ دریای دل	برون آ ازین ورطۂ آب و گل
زمقصورۂ کن فکان در گذر	ببازار گردبیان در نگر
جواهر فروشان جان را ببین	بضاعاتِ دریا و کان را ببین
گذاری برین طاقِ فیروزه کن	نگاهی درین باغِ شش روزه کن
علم بر درِ شاهِ سیّاره زن	صفیری برین هفت طیّاره زن
فرازندۂ تاجِ جمشید باش	فروزندۂ شمعِ خورشید باش
وطن جز برین سبز محمل مساز	بجز قلبِ اکلیل منزل مساز
تو ئی تاجِ خورشید را گوش دار	تو ئی گوشِ ناهید را گوش وار
کدام اختری کاسمان برجِ تست	چه دُرّی که کون و مکان درجِ تست
دگر نقد عینی عیارِ تو چیست	دگر علمِ شعری شعارِ تو چیست

---

۱ ب۔ گر، ۲ ب۔ گرد بیان، ۳ ب۔ کان را زمین، ۴ ب۔ هوشدار،
۵ ب۔ کدام آسمان اختر برجِ تست، ۶ ب۔ عقد و علمی،

۳۷ ر

بدستِ جواهر فروشانِ راز چنین دیدم این گوهر دل نواز

که فغفورِ چین چون بدستور گفت که این دُر بدرجی بباید نهفت

همایونِ بت روی را همچو ماه نهان کرد در قعرِ آن تیره چاه

پریزادِ خاقان چو دلدادگان[1] شبی با گروهِ[2] پری زادگان

بایوان دستور شد در نهفت سر چاه آنه بمژگان رفت

پس آنگه سرِ حجره[3] را بر گرفت [4]زِ رُخ پایهٔ حجره در زر گرفت

همایون چو آن گلرخان را بدید ز شادی رخش همچو گل بشگفید

همه پیشِ او در نماز آمدند بسی خون براندند و باز آمدند

ز داندهٔ راز روشن ضمیر چنین یاد دارم که دستورِ پیر

نبودش بعالم[5] بجز یک پسر که بی او نمی رفت روزش بسر

بهشتی لقای قیامت قیام فروزنده رای فرهنگش نام

دران شب پریزاد چون در گذشت[6] جوان فتنهٔ آن پری چهره گشت

ز جام محبت چنان مست شد که از پا در افتاد و از دست شد

دلش چون کبوتر طپیدن گرفت ز چشمش روان خون چکیدن گرفت

چو زلف پریزاد شد بیقرار ز خون دلش شد زمین لاله زار

ز دودِ دلش چرخ آئینه رنگ چو آئینهٔ چین بر آورد زنگ

چو شب تیره شد روزِ عمرش ز غم زمین از سرشکش بر آورد نم

نداد را بجز غم کسی غمگسار نه او را بجز گریه کس یارِ غار

دلش همدل و سایه اش همنشین غمش همره و غصه اش همقرین[7]

---

[1] ب - آزادگان، [2] ب - شبی با گروهی چو دلدادگان، [3] ب - زا، [4] ب - رخ و پایهٔ حجره در زر گرفت، [5] ب - زعالم، [6] این شعر از نسخهٔ ب ساقط شده است،

زگل گلشنش را تهی داشتند   همه گلشنش زعفران کاشتند

نه از گریه شب می توانست خفت   نه با هیچکس می توانست گفت

خزانِ غمش را نه روئی[1] بهار   بدریای عشقش نه راهِ کنار[2]

چو مهر رخش را زوالی نه دید   در ایوان قربت مجالی نه دید

شبی پس که لولو بمژگان بسفت   برون رفت از خویش و با خویش گفت

که دردم نیاید دوای زکس   مگر از همای منوشنگ و بس

چو من کام دل در کنارش نهم   نشانِ دلِ بیقرارش دهم

یقینم که پایم برآرد زگل   بدستم دهد دامن کام دل

چو شمع شهر خاوری درگرفت   ره لشکر خاوری برگرفت

زخونابه گلگون بهامون دواند   جنیبت بنخجگاهِ بهزاد راند

فروجست چون آتش از بادپای   ثناگفت و پرسش[3] نمود از همای

که چون بال بگشود و پر برکشید   کدام آشیان را نشیمن گزید

پس آنگه علم زد بصحرای راز   سر حقهٔ راز را کرد باز

ز سردابه و حالِ آن گلعذار   همه سِرِ پوشیده کرد آشکار

گرانمایه بهزاد ازان شاد شد   روانش ز قید غم آزاد شد

بخندید و مانند گل بر شگفت   پس آنگه برو آفرین کرد و گفت

که با لشکر خاور و مهر شاه   بهر منزلی قطع کردیم راه

بگشتیم[4] یک هفته در کوه و در   ندیدیم ازان[5] مرغ وحشی اثر

ندانیم کان خسته را حال چیست   بکوه و بیابان هم آواش کیست

---

[1] ا ب ج - بوی ، [2] ا ب ج - زدریای عشقش نه روی کنار ، [3] ج - پرسش گرفت ، [4] ب - بگشتم بیک هفته ، [5] ب - از ،

نه از وی نشان می توانیم یافت | نه از چین عنان می توانیم تافت
نه روی نزول و نه راهِ گزار[1] | نه رای رحیل و نه جای قرار
عنان رنجه کن تا بکوه و کمر | بجولان در آئیم با یک دگر
چو سیمرغ زین داگه بر پریم | بود کاشیانش بچنگ آوریم
برفتند و گفتند با هر سته | وزان پس نهادند رخ سوی ره
پراز مرغِ پرّنده کردند وام | تک از ترّه گورِ رمیده زدام
زگردون روش[2] عاریت بستند | پی نعل بر پای کوکب زدند
چو سوی[3] بیابان شتابان شدند | به پرواز گوئی عقابان شدند
به بستند بر دیدگان راهِ خواب | کشودند از دیدگان راه آب
بهر کوی پویان بهر در دوان | بهر سو خروشان[4] بهر جا نوان[5]
به نعلِ سُمِ جرمهٔ[6] ره نورد | زکوه و بیابان برآورده گرد
زمانی بصحرا در افگنده بور | زمانی بدریا در افگنده شور
بهر عرصه آورده رخ شاه خوان | شده اسپِ شان با صبا[7] همعنان
بسرعت زچرخِ فلک برده دست | بکه کوب کوه و کمر کرده پست
خروشان چو دریا بهر ساحلی | شتابان چو عنقا بهر منزلی
گهی دست با کوه شان در کمر | گهی پنجه افگنده با شیرِ نر

---

[1] ب - نه رای گزار، [2] ب - روش، ج - عبارت زدند، [3] ب - چو آهوی صحرا،
[4] ج - خرامان، [5] ب - روان + و نوان بمعنی نالان است، خاقانی فرماید فرهنگ آنندراج،
آن کوس عیدی بین نوان بر درگهِ شاه جهان | مانند طفلِ درس خوان در درس تکراره آمده
[6] جرمه - اسپ نقره و اسپ تیز - اسدی طوسی گوید
برانگند بس جرمهٔ گرم خیز | در انگند در هندوان رستخیز (فرهنگ آنندراج)
[7] ب - باد صبا،

۳۷ب

گهی پای شان با صبا در رکیب — گهی آتش از تاب[1] شان در نهیب

گهی گوی خورشید شان بر کلاه — گهی بیضهٔ ابر شان در قبا

گهی با درو کوه شان گفتگوی — گهی از[2] دَرو دام شان جستجوی

گهی چشمهٔ مهر شان آبخور — گهی خاک[3] شان بود در زیر پر

سپهر از دم سرد شان در سکون — هوا از سُم اسپ شان[4] نیلگون

گذشتند در صحن آن کوه و دشت[5] — نشان پی شاه پیدا نگشت

شبی از بیابان برون تاختند — بسر چشمهٔ سر بر افراختند

رسیدند زان پس بکوه گران — به کُه بر دوانند که پیکران

بران کوه دیری کهن یافتند — بر آهنگ آن دیر بشتافتند

کشیشی برآمد از آن[6] دیر پیر — سری همچو شیر و دلی همچو قیر

بزد بانگ کای مردم بی خرد — برین آشیان مرغ مشکل پرد

شمارا باین کوه سرکش چه کار — مرانید زینگونه گستاخ وار

چنین گفت بهزاد فرخنده رای — ازان مرغ فرخنده یعنی همای

که ما مدتی شد که بر بوی وی[7] — کشیدیم آفاق را زیر پی

نگاور بهر دامگه تاختیم — بهر آشیان پر[8] بر افراختیم

ندانیم کورا نشیمن کجاست — درین منزل آگاهی[9] از وی کجاست

چنین گفت کهبد[10] که بر دیر ما — کسی را نباشد گذر غیر ما

ولیکن برین دامن کوهسار — بود منزلی خرم و سبزه وار

---

۱ ج - تاب، ۲ ب - با، ۳ ا - گهی بیضهٔ خاکشان زیر پر + کهکشان ؟

۴ ب - سیل خون، ۵ ب - کشیدند در زیر پی کوه و دشت، ۶ ب - بران، ۷ ج - نام وی،

۸ ب - سر، ۹ ب - ازول، ۱۰ ب - مهبان که در،

در اطراف آن کاروانی مدام[1]	گله در چرا و شتر در کنام
علم بر فرازید زین[2] مرحله	بپرسید حال وی از قافله
جهان جوی بهزادِ روشن گهر	برانگیخت شبرنگ چون شیرِ نر
زکوهِ کمرکش نه پیچید[3] روی	رهی بر کمر دید مانندِ موی
شب تار و ره تنگ و منزل دراز	رُخ آورده سوی نشیب از فراز
فرو راند کوکب را از کمر	بران دشت خرّم برآورد سر
فرینوش چینی دران تیره شب	ز شبرنگ بهزادش آمد عجب
کزانگونه پرواز کرد از هوا	فرود آمد از کوه چون اژدها
پی افشرد[4] و برزد رکاب و عنان	فلک زیر پای و صبا زیرِ ران[5]
چو عنقا از ان کوه پر برکشید	بهامون فرو راند و سر برکشید
براندند تا صبح چون بادِ سخت	بران کاروانگه کشیدند رخت

رسیدن بهزاد و فرینوش راستکار به همای کیشان روزگار و آگاهی یافتن همای از حال همایون و وارفتگی فرینوش و پس آمدن ایشان بشهر چین و بیرون آوردن همایون حزین از خانهٔ زیر زمین

چو شهزادهٔ بهزادِ فرخنده رای	نظر کرد از کوه[6] هم باد پای

---

[1] ب - در اطرافِ او کاروان را مدام، [2] ب - زان، [3] ب - بپیچید، [4] ب - بیفشرد، [5] ب - فلک زیر پای مرکب زیر ران

همه کاروان دید در مرغزار　　زده خیمه گردِ لبِ جوئبار

در و کوه و دشت از شتر گشته پُر[1]　　بدانست کان کهٔ بود از شتر[2]

بزرگان گردن کش سرفراز　　روان همچو کشتی ولی با جهاز[3]

همه ژاژ خا گشته امّا خموش　　برهنه ولی جمله پشمینه پوش

همه راه بینانِ صاحب قدم　　بگردن فرازی بعالم علم

همه بردبارانِ صاحب سکون　　قدم نانهاده زجاده برون

همه نای ها[4] شان بکردار چنگ　　چو چنگ آمده از بریشم به تنگ

همه کوه کوهان همه کوه شُرین[5]　　همه راه پیما همه راه بین

نهاده سر اندر پی یک دگر　　یکا یک بمستی بر آورده سر

بیک رشته با یکدگر شان نزاع　　بقول عرب جمله صاحب سماع

نه شاخ گل و جمله را برگ خار　　بران دشتشان یکبیک برگ و بار

فرو راند شبرنگ در کاروان　　پس آنگه برزد بانگ بر ساروان

که شهبازی از دست ما بر پرید　　بدین دامن کوهسارش که دید

ندانید[6] کاندم که پرواز کرد　　کجا سایه افگند و پرباز کرد

همای چو سیمرغ پر بر گشاد　　بقاف تحیّر نشیمن نهاد

ندانم که طوطی شکر مے شکست　　برون رفت از ذوقِ[7] شکر زدست

کسی شکر از پیش او بر گرفت　　شکر چون ندید او فغان در گرفت　۲۸

معنبر نسیمی که فصل بهار　　علم بر چمن می زد از مرغزار

---

[1] ب-تر،　[2] ا-بدانست کان پیل بدیا شتر، ج-ندانست،

[3] ب-مطبی جهاز،　[4] ب-تابها،　[5] این شعر از متن ب افتاده است،

[6] ج-ندانندا،　[7] ب-شوق،

چنان بندهٔ سروِ آزاد بود — که ملک جهان پیش او باد بود
چو آزاد سروش ز پا در فتاد — هوائی شد و سر بصحرا نهاد
بشبگیر بلبل چو گل را ندید — بزد نعره وز باغ بیرون پرید
ندانید[1] کان مرغ بی بال و پر — کجا آشیان کرد در[2] کوه و در
ندیدید[3] شاهی برین تخت گاه — دریده قبا و فگنده کلاه
ز شاهی[4] ملول وز لشکر جدا — دمش دوزخ و همدمش اژدها
ندانم چو آهو بصحرا فتاد — و یا همچو ماهی بدریا فتاد
شتربان چو بشنید گفت ای امیر — ظفر همرهت باد[5] و نصرت نصیر
ندیدیم شخصی[6] برین رهگذار — ولیکن برین دامن کوهسار
کسی می کند نالهٔ دردناک — نخسپد شبِ تیره تا روز پاک
ندانیم کان نالهٔ زار چیست — وز آنجا به قیدی گرفتار کیست
همانا اسیرِ شبانان بود[7] — و یا صیدِ نخچیربانان بود
چو بشنید بهزادِ کشورکشای — فریبوش را گفت کای نیک رای
مرا در دل آید که آن پیلتن — درین دامن کوه دارد وطن
که آن نالهٔ آشنای بود[8] — نشانِ چنین هم ز جای بود
برانگیز یکره تگاور ز جای — که مرغی دگر نبود اِلّا همای
بیا تا ازین دامگه بر پریم — همانا که بازش بدست آوریم
بگفتند و یکران برانگیختند — به سُم خاک در چشم مه ریختند

---

[1] ج - ندانند ! ، [2] ب - بی بال و پر ، [3] ج - ندیدند ، [4] ا ج - ملکت ، [5] ج - کوهسار ، [6] ج - جانب رهگذار ، [7] ب همانا اسیرِ شما آن بود + ا - امیر شما ، [8] ا - که آن ناله از آشنای بود ،

بدان دامن کوه در تاختند | بران کوه بیرق برافراختند
بدیدند[1] در دامن کوهسار | ملک زاده مانند ابر بهار
ز چشمش روان گشته صد چشمه آب | تنی پر ز درد[2] و دلی پر ز تاب
بقایش فنا و وجودش عدم | عدیلش عنا و ندیمش ندم
بیک مو تنش چون هلالی شده[3] | هلالش بسان خیالی شده
ز خون نرگسش ارغوانی شده[4] | ز حسرت گلش زعفرانی شده
سهی سرو او همچو سنبل ز خم | سمن برگ او همچو خیری ز غم
نه بر سر کلاه و نه در بر[5] قبا | زره رفته افتاده بر خاک راه
چو آواز پای ستوران[6] شنید | از ایشان چو توسن عنان در کشید
چو مرغ پرنده پریدن گرفت | چو وحش رمنده[7] رمیدن گرفت
چو جادو ز جرز و چو دزد از عسس | چو تیهو ز باز و چو کبک از قفس
برآمد ز جا همچو باد از ختن | بجست از نظر همچو برق از یمن[8]
به نیرنگ و افسونش کردند رام | ببازی کشیدند بازش بدام[9]
بگفتند چیزیکه بایست گفت | بسفتند دری که بایست سفت[10]
ملک زاده رو بر فرازی نهاد | در ایشان نظر کرد و باز ایستاد
فریتوش و بهزاد فرخ نهاد | بجستند از کوههٔ زین چو باد
به نزد شه دردمند آمدند | بلب خاک را نقش بند آمدند

---

[1] ا ب - چه دیدند، - ج - چو دیدند، [2] ج - رنج، [3] ا ج - بیک مو تنش گشته همچون هلال - خیالی ازو مانده و آن هم خیال، [4] ب - بچشم!،
[5] ب - در تن، [6] ب - سواران، [7] ب - رسنده، [8] ازدمن!
[9] ج - زدام!، [10] ب - رازیکه شایست سفت،

بنزدِ تو آورده ام داد ازو | بفریادِ[1] من رس که فریاد ازو
شہِ نامور گفت کای نیک نام | بقدِ ہمایونِ طوبی خرام
که شمشاد را نکو نه دل بند نیست | وزین راست تر هیچ پیوند[2] نیست
که گر زان پری ردیم آری پیام[3] | زِ لعلش دلم را رسانی بکام
بهِ[4] بینم شبی کان مسهِ خرگهی | بکاخم درآید چو سروِ سهی
برآرم مرادِ دل ریشِ تو | بمیرم چو شمع سحر پیشِ تو
پریزاد خاقان اگر خود پریست | ویا فی المثل شمسهٔ خاوریست
رسانم بیرج تو چون اخترش | درآرم بدرج تو چون گوهرش
درآمد فرینوش عالی نژاد | ثنا گفت و پیشش زمین بوسه داد
پس آنگه بجستند ہمچون پلنگ | کشیدند که کوب رانتک تنگ
بباد صبا بر نهادند زین | چو بادِ ختن رخ نهاده بچین
سوی لشکرِ خاوری تاختند | وز آنجا بچین سر برافراختند
نهادند کشور کشایانِ عهد | بایوانِ دستور فغفور رهد
فرینوش از پیش[5] و از پس سپاه | نه دستور آگه نه فغفور شاه
علم بر سرِ حُفره بفراشتند | سر روزنِ حفره برداشتند
چه دیدید در قعر آن تیره چاه | پری چهرهٔ ہمچو تابنده ماه
به تنگ شکر برده آب نبات | دران تیرگی ہمچو آب حیات
ز رخسارِ رنگینِ او رفته[6] رنگ | چو زر گشته در جوفِ آن خاره سنگ
فرو رفته در ابر مهتاب او | نهان در صدف دُرِّ خوش آب او

---

[1] ب ج۔ بفریادِ دل، [2] ب۔ سوگند، [3] ب۔ مقام، [4] ب۔ نه بینم، [5] ب۔ در پیش، [6] ب۔ رفت،

ز چاهِ زنخدان او رفته آب — ز زلفِ پریشان او رفته تاب
همه بوستان زعفران کاشته — دو نرگس پُر از ارغوان داشته
لبِ لعل او گشته یاقوت زرد — بریسمِ او تختهٔ لاجورد[1]
فرو رفته در چاهِ هاروتِ او — نه برآبِ خود ماند یاقوتِ او
برآمد ز زیر زمین چون پری — پری گشته آن ماه را مشتری
ز شب عقد بر طرفِ خورشید بست — چو خورشید در مهدِ زرین نشست
کشیدند محمل به لشکر گهش — بمژگان برفتند خاکِ رهش

آگاهی یافتن فغفور از بدر آوردنِ همایون و پس آراستن قشونِ جرار بجنگ شهزادهٔ نامدار همای عالی مقدار و بقتل رسیدنِ فغفور و بماتم نشستن همایون از دستِ بیدادِ گردون

چو طاؤسِ[2] خورشید پر برکشید — ز آفاق شد زاغِ شب ناپدید
برآورد عنقای خور بالِ[3] زر — پدید آمد از آشیان زالِ زر
خبر شد مقیمانِ درگاه را — که از چاه بردند آن ماه را
برون آمدند از حرم جنگجوی — نهاده[4] سوی شاهِ فرخنده روی

۱۳۹ر

---

[1] این شعر از متن ب افتاده است،
[2] ر۔ چو خورشیدِ طاؤس،
[3] ر۔ بال و پر،
[4] ر۔ نهادند بر،

برآورد شه کاویانی درفش | بسان تهمتن برانگیخت رخش
درآمد سپاه و برآمد بباه | صهیل ستوران و گرد سپاه
جهان پر شد از بانگ روئینه خم | بترسید شیر از دم گاو دم
برآمد خروش از دم کرنای | بجنبید لشکر بیکره زجای
بایوان فغفور در تاختند | علم بر سر قصر بفراختند
چو بر کوههٔ پیل بستند کوس | فرینوش بر پای شه داد بوس
که شاها بفرمای تا در حرم | مبادا کسی برفرازد علم
بمن بخش این یک دو بدروز را | دم افسردگان جگرسوز را
ملک زاده گفت ای جوان شاد باش | ز قید غم و محنت آزاد باش
بقول تو این پرده را کم زنند | بزرگان ازین پرده کی دم زنند
تو خوش باش و بر دل منه بار غم | که بنود حرامی مقامش حرم
پس آنگه خبر شد به فغفور شاه | که شد تیره گردون ز گرد سپاه
بجوشید مانند دریای نیل | برد تخت بر کوههٔ ژنده پیل
در گنج بگشود و زر برفشاند | سپاهی چو مور و ملخ برنشاند
همه جنگجویان پرخاش خر | بکین عدو بسته هر یک کمر
همه کوه کوبان و پولادخای | شده غرق آهن ز سر تا بپای
علم برکشیدند و در تاختند | بمیدان کین سر برافراختند
چو لشکر درآمد برآمد بابر | ز روئینه خم بانگ چرم هژبر

---

۱ ب۔ ابر آتش درخش، ۲ ب۔ سواران، ۳ ل۔ دل، ۴ این شعر از متن ب ساقط شده است، ۵ ج۔ پرفشاند، ۶ ج۔ بکین عدو جمله بسته کمر، ۷ ب۔ کوه کوبان، ۸ ل۔ جرم،

برآمد قیامت ز آوای نای	که صور بود آن نفس نای نای
شه نامور کرده از بهر نام	ز پولاد جامه ز الماس جام
ز گرد دلیران سیه گشت چشم سپهر[1]	ز بیم دلیران بلرزید مهر
ز گرد سواران پر خشم و تاب	شد انباشته چشمهٔ آفتاب
رخ شاه گردون شد از بیم زرد	پر از خاک شد چشمهٔ[2] لاجورد
ز خون یلان کوه و صحرای چین	بموج اندر آمد چو دریای چین[3]
زمین گل شد از خون خنجر کشان[4]	پر از خشت شد قالب آسمان
بنوک سنان شاه روشن گهر	فرو ریخته طرف کوه و کمر
جوانان زده نعره بر پیر چرخ	بمانده[5] زه اندر دهان تیر چرخ
سر کوه افتاده از زخم تیغ	سر از تیغ باران چو باران ز میغ
ز بیم دلیران پولاد چنگ	شکسته دل شیر و پشت پلنگ
نگاور براقان[6] بکردار برق	زده نعل بر فرق سلطان شرق
سر افگنده بر خاک ره سروران	علم[7] موکشاده بسوگ سران
پلنگان شده کشته دریای پیل	روان سیل خون همچو دریای نیل
فنا حمله آورده همچون پلنگ	اجل باز کرده دهان چون نهنگ
پر از کاسهٔ سر همه صحن خاک	طبقهای گردون پر از جان پاک[8]
براقان[9] بیرق بر آورده سر	عقابان سرکش بر آورده پر
ز شیر فلک چرخ بسریده مهر	ز چنبر برون جسته گاو سپهر

---

[1] جم ـ چشمهٔ مرز گرد، [2] این شعر از متن جم ساقط شده است، [3] ب ـ لشکر کشان،

[4] جم ـ سرکشان، [5] ب ـ نمانده رهش در دهان تیر چرخ، [6] ب ـ براقان،

[7] ا ـ سر، [8] جم ـ همه کاسه‌ها پر ز خون و ز خاک، [9] برآفاق گرد دل،

کند سواران پُر از تاب و چین   سرِ سرفرازان پُر از خشم و کین
جهان در جهان کشته در خاک پست   همه روی صحرا پُر از پا و دست
سر[1] افکنگان در سر افکندگی   شده تیره سرچشمهٔ[2] زندگی
شتابنده بر تازیان غازیان   خروشنده بر نازنان تازیان[3]
زکشته بهرسوی صد پشته پیش   بر پشته بهرسوی صد کشته بیش
جهان بر دو لشکر شده تار و تنگ   بحیرت بمانده در و کوه و سنگ[4]
زده بوسه هر لحظه در[5] گوشها   کمان گوشها بر بنا گوشها
قضا در نهیب و قدر در گریز   اجل سست پای و اجل تند خیز[6]   ۲۹ب
زمین لعلگون و هوا لاجورد   سیه چشم ماه و رُخ مهر زرد
بهر کوی[7] از پشته ها کشته ها   بهر سوی[8] از کشته ها پشته ها
همه کوه دشت و همه دشت تل   همه دشت کوه و همه کوه تل
شده غرقهٔ خون بدریا نهنگ   ز شیران گریزان بصحرا پلنگ
ملک دشنه در چنگ و بر خصم چیر   سپه تشنه بر جنگ و از عمر سیر
زناگه دلیران ایران زمین   کشودند بر قلب دشمن[9] کمین
بخیل شهِ چین در آمد شکست   بشد کارِ ترکان بیکره ز دست
نه جای قرار و نه روی ستیز   نهادند ناکام رو در گریز
شهِ شهسواران عنان داده تاب   بخون سواران سنان داده آب
قضا را بفغفورِ چین در رسید   شهِ چین چو آن شیر دل را بدید

---

۱ ج - براگفندگان، ۲ ب چشمهٔ زندگی، ۳ ب- شهنشه بهرسوی صد کشته پیش، ۴ ج- تنگ، ۵ ب- بر، ۶ ب- تسند و تیز، ۷ ج - بهرسوی، ۸ ج - بهرموی، ۹ ب- لشکر،

رخ آورد و پیلش سبک پیش راند[1] — شه پیلتن اسپ را در جهاند
برآورد از پیل و از شاه گرد — بزد شه رخ و شاه را مات کرد
بیازید چنگ و بغل بر کشود — به خنجر سرش را ز تن در ربود
بیک ره بشد پای ترکان ز جای — شدند آن همه سرکشان زیر پای
نگونسار شد چینیان را علم — نزد[2] نای ترکی دگر باره دم
بچوگان سواران پرخاش جوی — ز تن می ربودند سر همچو گوی
زمین شد غبار و برآمد باوج — جهان گشت بحر و درآمد بموج
کمند دلیران خاور زمین — چو موی سر زنگیان پر ز چین
سمند سواران شامی نژاد — زده آتش رشک در جان باد
خدنگ افگنان سر یک از بیم[3] چنگ — کمان می فگندند همچون خدنگ
ز بس سر که شهزاده از تن بکند — زمین گفت تا کی زمان گفت چند
ز بس کشته کافگند در صحن[4] و دشت — جهان گفت بس کن که از حد گذشت
برآورد گردون گردان فغان — برآمد خروش از جهان کالامان[5]
چو تیغ شه شرق بگرفت زنگ — ز خون عرصهٔ خاک بگرفت رنگ
شه شهسواران[6] ایران زمین — علم زد بر ایوان فغفور چین
بفرمود تا هر که بود از سپاه — عنان را بپیچد[7] ز آوردگاه
همان دم که آگاهی آمد بشهر — که کشتند فغفور چین را بقهر[8]
چو غنچه همایون نسرین[9] بدن — بخون در شد و چاک زد پیرهن

---

[1] ا - رخ آورد و پیشش سبک پیل راند، [2] ب - بزد، [3] ب - از بن،
[4] ب - بر صحن و دشت، [5] این شعر از نسخهٔ ب ساقط شده است، [6] ا ج شهریاران،
[7] ب - بپیچید ج - بپیچند، [8] ا - نقهر، [9] ا - سیمین،

بفندق گل از طرف بستان بکند | بلولو برآورد مرجان زقند
درافگند آن سنبل مشکفام | بپای سهی سرو طوبی خرام
بنفشه بر افشاند بر نسترن | بپاشید عناب بر یاسمن
فرو ریخت از چشم میگون شراب | ز بادام بر برگ گل زد گلاب
همه خلق از ان ماتم دردناک | نشستند یک هفته بر روی خاک
جهان را همین است آئین و کیش | که هر لحظه بیگانه گردد ز خویش
کسی کو بود بر جهانی امیر | بمیرد چو گوید جهانش بمیر
چو خورشید هر کو نماید جمال | بود روز بازار او را زوال
اگر بر درت پنج نوبت زنند | مشو غره زانکت بنوبت زنند
چو ابر ار زنی سایبان بر سماک | چو قطره بود بازگشتت بخاک
اگر بر سر تخت داری قرار | نه بینی که تخت تو بند است و دار
جهانرا نمانند باقی بکس | بماند خداوند باقی و بس
سحر بر سر شاخ دیدم گلی | که گلبانگ می زد برو بلبلی
اگر زانکه بر خویش خندی رواست | ولی کار ناید بدین خنده راست
چو دانی که دوران ندارد ثبات | یک امروز و فرداست دور بقا
چو شوکت نمائی برو لب ببند | برین شوکت و رنگ و بویت مخند
فلک نیک داند ستم پروری | میاموز هاروت را ساحری
بود رسم این شاهد دلفروز | که گاهی بود ساز و گاهیش سوز
درین پرده هر جا نوائی زنند | بجای نوازند و جای زنند
برآید ازین گلشن دلپذیر | گهی ناله زار و گه بانگ زیر

۱؎ ل ۔ بیاید ۲؎ بم ۔ که گاهی بود شام و گاهیش روز ۳؎ ب ۔ نوازی

که دیداست در باغ سرو بلند ❊ که دوران گیتی ز بیخش نکند[۱] ۱۴۰
کشیشی درین دیر گردنده نیست[۲] ❊ که دارندهٔ دیر راینده نیست
مکن خودپرستی خدا را پرست ❊ که هر کو خدا را پرستید رست[۳]

نشستن شهزاده همای بر تخت فغفور و شفیع شدن فریبوش پدر خود را و عفو کردن همای تقصیر آن وزیر و بار دیگر بوی ارزانی داشتن آن منصب خطیر کبیر

بیار ای ای باغبان باغ را ❊ چو گلزار فردوس کن لاغ را
بکش فرش فیروزه بر طرف باغ ❊ برافروز در گلشن از گل چراغ
سمن را ز دامن برافشان غبار ❊ چمن را ز گلبرگ پر کن کنار
در باغ بکشا که دل بسته ایم ❊ بفرما مفرح که دل خسته ایم
رخ لاله پر قطرهٔ ژاله بین ❊ می ژاله در ساغر لاله بین
بزن تخت کاوس بر صحن[۴] باغ ❊ بکش پر طاوس بر روی زاغ[۵]
می از دست سرو گل اندام خواه ❊ چو گل چاک زن[۶] جامه را جام خواه
که مستان ز خود خیمه بیرون زنند[۷] ❊ دگر باره پیمانه در خون زنند[۸]

---

[۱] ب ـ بکند، [۲] ب پاینده، [۳] ب ـ بر تخت، [۴] ب ـ راغ، [۵] ا ـ ندا، [۶] ب ـ زنند،

به بستان کشیدند رخت صبوح | چشیدند راح و فشاندند روح
به مشتی علم بر ثریا زدند | ز کاشانه خرگه بصحرا زدند
صبوحی کنان می خون دل | ترنم نوازان قانون دل
سراپرده در بوستان می زنند | بدستان ره روستان می زنند
درین وادی از سر قدم کرده اند | بجای همه ملک جم خورده اند
چو مرغ چمن ارغوان ساز شد | گل ارغوانی دلش باز شد
فرو گفت در گوش مرغان خروس | که گل شوهر است و شقایق عروس
سرائیند روان دستان سرای | بدینگونه دستان زدند از همای
که از انگبین چون مگس دور کرد | بوی عسل دفع زنبور کرد
جنیبت بدون راند از آوردگاه | علم زد بایوان فغفور شاه
چو خور بیرق از برج مه بر فراخت | ز نه ترک اطلس کله بر فراخت
چو خسرو ز شیرین لبان خواست جام | رسید از لب لعل شیرین بکام
در آئینه چین رخ یار یافت | بچین سر زلف دلبر شتافت
در گنج بگشوده دکشته مار | ز اغیار ببریده و برده یار
رطب خورده و استخوان سوخته | خریده گل و خار بفروخته
گذشته ز نار و رسیده بنور | نظرگاه فردوس و منظور حور
چو پیروز شد شاه فیروز تخت | زدندش بر ایوان فیروزه تخت
کنارش ز دیو و پری در کنار | غمش شادی و شادیش غمگسار
چو سلطان مشرق برآمد بگاه | ز یاقوت بر سر نهاده کلاه

ا ب - چشانند، ۲ جم - زیستی، ۳ ا، ر - که سوریست و ردو شقائق عروس،
۴ ب - گشته، ۵ بج - منظور طور، ۶ این شعر از متن ب افتاده است،
۷ جم - خورشید،

سراپرده بر چرخ اطلس زده — علم بر رواق مقرنس زده
همه سرفرازانِ ماچین و چین — نهاده سرِ بندگی بر زمین[۱]
همه شهریارانِ کشور خدای — فگنده سرِ عجز بر پیش[۲] پای
ز سهم پلنگ افگنان چو پیل — ز دور ایستاده فلک هفت میل
ودان رشته شاهان ترک و عرب — ز هیبت چو پسته فروبسته لب
سرائی غلامانِ زرکش قبای — دو رویه زده صف بگردِ سرای
نهاده امیرانِ گیتی پناه — سرِ چاکری بر درِ بارگاه
جهانجوی بنشسته بر تختِ زر — جهانی بپایش[۳] درافگنده سر
زناگه فرینوشِ چینی چو برق — درآمد دوان از درِ شاهِ شرق
بدستش سرِ دستِ دستورِ پیر — که او را پدر بود و شه را وزیر
درفشنده آورد با خویشتن — چو شمع درخشنده تیغ و کفن
بزرگان همه صحن و ایوان برفت — بساطِ همایون ببوسید و گفت
که شاها جهان[۴] در پناهِ تو باد — زمانه زمین[۵] روبِ راهِ تو باد
هواجویِ صدرِ تو بادا فلک — دعاگویِ قدرِ تو بادا ملک
سران سربسر دستیارانِ تو — همه گردنان طوق دارانِ تو
اگر می کشی خونِ این پُرگناه — حلال است بر جانِ سپارانِ شاه
وگر رحمت آری بجان بنده است — کند بندگیِ تو تا زنده است
اگر زانکه آید[۶] خطای پدید — بران دامنِ عفو باید کشید
چو او نیز مامورِ فغفور بود — ببخشای جرمش که معذور بود

۱۴۰ب

---

۱ سم. نهاده جبین پیش شه بر زمین، ۲ ب. بر پیشش، ۳ ب. روان، ۴ سم. زمان، ۵ ل. زمین بوس، ۶ اصل. آید،

زبهر دل این سرافکنده است — که هم بنده زاد است و هم بنده است

که بر این جهاندیده رحم آوری — ورو بگذاری[1] وزان[2] بگذری

که پیر است و در قید حکمت[3] اسیر — جوان را چه افزاید از خون پیر

چو بلبل بدستان درآمد همای — چو طوطی[4] شد اندر سخن قندخای

لب شکرافشان شکرریز کرد — همه مرزمین را شکرخیز کرد

بپاسخ چنین گفت کای نوجوان — جهان حشم[5] و لفظت چو آب روان

اگر زانکه بد کرد فغفور دید — ز تیغم چشید آنچه باید[6] چشید

زبهر همایون عزا داشتند[7] — غم و درد بر ما[8] روا داشتند

بگفتم[9] نباشد همایون بفال — شد از دست خود لاجرم[10] پایمال

بتی را چنان زنده در گور کرد — بهی را چنان همدم[11] مور کرد

شد اکنون چو بهرام محبوس گور — شده مار همخواب و همخانه مور

هرآنکس که چاهی کند برگذار — نخست او در آن چاه گیرد قرار

پس آنگه جهاندیده را پیش خواند — بپوشاند تشریف و پیشش نشاند

بدو داد دست وزارت دگر — چو تیرش بجوزا برآورد[12] سر

بفرمود تا جام می در[13] دهند — ترنم[14] نوازند و ساغر دهند

درخشنده آتش در آب[15] افگند — بهی تاب در آفتاب افگند

---

۱ ب - وزان، ۲ ب - وزین، ۳ ج - محنت، ۴ ب - طوطی، ۵ ب - جم، ۶ ج - نتوان چشید، ۷ ب - داشتن، ۸ ب - باروا داشتن، ۹ ج - بگفتم، ۱۰ ب - جرم بی فزد، ۱۱ ب - پپوشید، ۱۲ ب - برآورده سر، ۱۳ ب - در دهید، ج - جام ند دهند، ۱۴ ب - ترنم نوازید و ساغر دهید، ۱۵ ب - افگنید،

عقیقین لبان جام بر داشتند | زیاقوت می کام بر داشتند
قدح نوش کردند و مستان شدند | چو شب شد بسوی شبستان شدند

رفتن همای و همایون بباغ سمن زار نوشاب و بزم آراستن در فصل بهار و صفت شراب و گلزار

ز ایوان چو برخاست آوای کوس | بکیوان درآمد خروش خروس
سپیده بسرخی بیاراست روی | نهان کرد در زیر بغطاق[۱] موی
می مهر در جام زر ریختند | زسیماب آتش برانگیختند[۲]
بنفشه درو وند و گل کاشتند | چمن را ز سنبل تهی داشتند
ملک زاده از خواب نوشین بخاست | دگر نوشدا روی رونشین بخواست
بروی همایون قدح نوش کرد | خرد را بیک جرعه بیهوش کرد
دلش پا سر زلف او بسته عهد | بمستی[۳] زهستی برون برده مهد
شکر چین[۴] شد از پسته تنگ او | درآویخت از زلف شبرنگ او
ز لعلش قدح جست و نقل از دهن | گل از باغ رخسار و قند از سخن
پری چهره از مه برافکنده شب | بشکر فشانی[۵] برآورده[۶] لب
که بادا تماشا همه روزگار | شب و روز عید و خزانت[۷] بهار
بجای تو ای شاه فرخ نژاد | هر آنکس که بد کرد نیکش[۸] مباد

۱؎ ب - در زیر بغتاق روی، ۲؎ این شعر باشعر لاحقه از متن ا ساقط شده است،
۳؎ ب - زمستی، ۴؎ ب - لفظ شد ساقط شده، ۵؎ ا - شکر زبانی، ۶؎ ج - در آورده لب، ۷؎ ب - شب و روز عید و خزانت بهار، ۸؎ ب - نیکیش،

کنون چون در و دشت پُر سنبل است | ز بلبل همه باغ پُر غلغل است
چمن باغ خلد و سمن حوری است | عروس گلستان گل سوری است
شقائق دگر سر برافراخته است | می لعل در ساغر انداخته است
چمن را قبای سمن در براست | سمن را هوای چمن در سر است
بباغ سمن زار دارم هوا | که مُل بی گل امروز نبود روا
بفرما که ترک شبستان کنند | ز کاشانه آهنگ بستان کنند
سراپرده بر[1] لاله زاران زنند | علم بر لب جوئبار[8] ان زنند
چو بشنید شه در زمان بر نشست | صنم نیز[2] در هودج زر نشست
جنیبت ز ایوان بصحرا دواند | بباغ سمن زار نوشاب راند
برد[؟] پیروزه بر پیشگاه | خروش مُغنّی[3] بر آمد بماه
پری پیکران مجلس آراستند | زسیمین بران جام[4] زر خواستند
بجام عقیقین در آویختند | عقیقین می اندر قدح ریختند
نواگر بتان چنگ بنواختند[5] | گهی سوخته عود و گه ساختند[6]
بر آوای رامشگران در چمن | گهی سرو رقاص و گه دست زن
ز باده تن خسته جان یافته | ز می[7] چشمه آب روان یافته
ز جرعه لب خود[9] عقیقین شده | نبا آتش همه جان شیرین شده
رخ گل ز مُل لاله رنگ آمده | ز گل لاله را پا بسنگ آمده
روان باده در سایه سرخ بید | شده روشن از باده چشم امید

---

[1] ا - در، [2] ب - تیز، [3] ب - مغانی، [4] م - جام می،
[5] ب - بنواخته، [6] ب - ساخته، [7] ب - زنی،
[8] ب - لب جو، [9] ب - شرح،

لب ساغر از لعل شیرین لبان[1] — شده چون لب یار شیرین زبان ۱[2]

سمن آب گل برگل رو زده — بنفشه خم اندر خم مو زده

زگلریزی باغ[3] ارغوانی شده — ز سبزه زمین آسمانی شده[4]

نهاده سمن در چمن صندلی — چمن فستقی و سمن صندلی

ملی همچو گل بر کف دست شاه — گلی همچو مل بر کف دست شاه

دل غنچه[5] چون پستهٔ دلبه تنگ — گل زرد چون روی رایین برنگ

ریاحین علم بر گلستان زده — شقایق دم از می پرستان زده

زبس لاله و خیری و گاوچشم — شده زهره را خیره بر گاوچشم ۲

بکام دل دوستان بوستان — شده بوستان خرم از دوستان

عروسان بستان کشوده نقاب — بریحان مشکین در افگنده تاب[6]

لب[7] نوش خندان شکر ریخته — زمو مشک بر نسترن بیخته

روان[8] صراحی رسیده بکام — روان خون[9] زمرغ صراحی مدام

عروس چمن حله پوش آمده — زبلبل چمن در خروش آمده

بنفشه خم موی بر تافته — زباد صبا روی بر تافته

صنوبر قدان یا چمانه چمان — زقد تیر کرده زابرو کمان[10]

نسیم چمن نافهٔ مشکبار — نسیم ختن را همه مشکبار

صبا آتش گل بر افروخته — دل لاله برگ گل سوخته

کشوده صبا برقع از روی گل — معطر شده عالم از بوی گل

---

[1] ج - سیمین بران، [2] نسخهٔ ب از این شعر تا کشوده صبا برقع ... الخ ترتیب مختلف دارد. [3] ج - بر، [4] ب - دلی غنچه، [5] ب - آب، [6] ب - زلب نوشته.

[7] ج روان از صراحی، [8] ب - خون مرغ صراحی، ج - خون کبک از صراحی، [9] این شعر نسخهٔ ب ساقط شده است،

پر از گربهٔ بید صحن چمن — همه گربهٔ بید مشک ختن

قدح نوش مستان[1] بستان فروز — قدح کرده پر آب بستان[2] فروز

مل از گل شده پرّ طاوس پیش — گل از مل شده جام کاوس نوش

صبوحی زده کبک بر شاخسار — نوا بر کشیده ز هر شاخسار

بنوبت غزل خوان شده فاخته — بر آواز قمری نوا ساخته

ز باد صبا چین در ابروی آب — چو زنجیر موی بتان روی آب

بهاری ز هر شاخ سر بر زده — نگاری ز هر[3] کاخ سر در زده

عنادل ترنم نواز آمده — گل از خوشدلی خرقه باز آمده

شگوفه مرقع در انداخته — ریاحین ملمع بر انداخته

شده کبک هندو چه نسترن — شده ابر سقای برگ سمن

رسانده پیام از بهشت برین — صبا از شمال و شمال از یمین

که خوش باد این عیش بر دوستان — که باداست بی دوستان بوستان

چو از سبزه پیروزه گردد چمن — ز پیروزه[4] پیروز باید شدن

بود غنچه خندان بران سنگدل[5] — که باشد چو گل در چمن تنگدل[6]

ملک جام پیروزه برداشته — سر از جام فیروزه بفراشته

ز نرگس اشارت که چون گل بنال[7] — ز بلبل بشارت که دیگر[8] منال

که ایام درد جدائی گذشت — ز دور[9] فلک بیوفائی گذشت

دمی[10] خوش برآ کین نفس خوش دم است — ز عالم برآسا که خوش عالم است

---

۱ ا - سروان، ۲ ب - شاه، ۳ ب - بهرکاخ، ۴ ب - ز فیروزه فیروزه باید شدن، ۵ ج - تنگدل، ۶ ج - که چون گل بود در چمن تنگدل، ۷ ب - بنال، ۸ ب - که چون گل، ۹ ب - دار، ۱۰ ب - دمی کش نفس،

جم وقتی از جام می خواه کام — که جز بر کفِ جم حرامست جام
چو دستت دهد بادهٔ خوشگوار — غنیمت شمر خامه از دستِ یار
اگر مهربانی نظر کن بباغ — به بین بر دلِ لاله از مهر داغ
چو در آتش لاله افتاد مشک — دم از آتشِ تر زن و آبِ خشک
ملک جام جمشید برداشته — شب از روی خورشید برداشته
سر افگنده چون نرگسِ نیم مست — گلِ[1] حمری و خمرِ گلگون بدست
بدستی میِ تلخِ شیرین گوار — بدستی[2] سرِ زلفِ مشکینِ یار
بگفتارِ رعنا گران کرده گوش — برفتار مه پیکران داده هوش
پری چهره ساقی مهِ سیم تن — بتِ پرنیان پوش پسته دهن
بگردش در آورده در پای سرو — عقیقین شرابی چو خونِ تذرو
میِ رفته زو آبِ آب بقم — چو خون سیاوش در جام جم
بباغ ارغوان و بمیدان کمیت — بمی خانه قندیل و در شیشه زیت
فروغ دل و نور چشم قدح — تنِ جام را جان و جان را فرح
سهیلِ صراحی و خورشید طاس — ثریای خمخانه و ماهِ کاس
شب افروز رهبان و قندیل دیر — چو سلطانِ سیاره هنگام سیر
درخشان و روشن[3] چو شمع فلک — فروزان و صافی چو جانِ ملک[4]
زلالِ روان بخش عنبر نسیم — ازو پیر برنا و ممسک کریم
زده آب بر آتش آفتاب — شده پیشِ او از حیا آتش آب
یمن مجلس آراو عقیقِ یمن — چمن بزم و او شمع بزم چمن

۳۴۴

---

[1] ا - گلِ خمری، ج - گل خیری و چتر گلگون بدست، [2] ب - بدست، [3] ب - دوغش،
[4] این شعر با شعر لاحقه از متن ا افتاده است،

می آذری آتش کوثری | گل احمری آب اسکندری[1]
خور خاور ساغر[2] و ماه دن | فروزان ازو انجم و انجمن
می لاله گون ژاله لاله سان | گل مشکبو لاله ژاله مان
سرور حریفان و ریحان روح | چو عیسی روان بخش و همزاد نوح
گل بلبل[3] آب بستان فروز | زلال[4] قدح آتش جان فروز
می لعل در ساغر گوهری[5] | عقیق یمن در زر جعفری
بروز[6] آفتاب و بشب ماهتاب | بقرابه دیو و بساغر شراب
ربیع محرم گل مهرجان | مه عالم افروز دل مهرجان
بهشت طرب خانه سلسبیل | چو آتش شده گلستان بر خلیل
دمش[7] جانفزا چون دم عیسوی | درخشنده[8] همچون کف موسوی
کهن پیر دهقان و میر طرب | جگر گوشه خوشه بنت العنب
رحیق مروق عقیق مذاب | زر آب چو سیماب و یاقوت ناب
نم چشم[9] جام آب آتش شرار | می جام جم[10] آتش آبدار
چراغ روان مشعل شب روان | سر سر حیات و لبالب روان
پری وار دیو افگن حور وش | منور دل ناری نور وش[11]
فروزنده خورشید خمخانه برج | درخشنده یاقوت پیمانه درج
گلاب کهن نو بر چرخ پیر | ازو گشته رای برهمن منیر

---

۱ ب - گل خیری و آب اسکندری، ۲ ب - خاور ساغر و دن یعنی خم بزرگ، ۳ ب - گل و بلبل و آب بستان فروز، ۴ ب - زلال قدح، ۵ ب - کوثری، ۶ این شعر از متن نسخهٔ ب ساقط شده است، ۷ ب - دم جانفزا، ۸ ب - درخشنده چون کف موسوی، ۹ ب - نم چشم دهقان، ۱۰ ب - می خام خم، ۱۱ ج - پور روش ؛

نمایندهٔ پنجهٔ پهلوی بدو لاف پیران کیخسروی[1]
خراباتی و بکر چون پیر جام[2] منور چو شمع شبستان بام[3]
مشعشع گلابی چو گلگون عرق ملمع لعابی چو گلگون شفق
ازو آذر پور آذر تفی وزو دست موسی عمران کفی
خور راهب و آتش برهمن بدستان چو سرخاب[5] رستم فکن
چراغ کنشت از مغان مغان بنفشه ببوی و برنگ ارغوان
دوای کی و نوشداروی جم خطا[6] رفت بیهوش داروی غم
درفشان سهیل یمانیش نام غلط می کنم روح ثانیش[7] نام
عروس جهان و جمانه تتق معلق[8] چو خون شفق در افق
حرامی[9] مرد افکن راهزن بصفوت فرشته بفعل اهرمن
لعاب[10] قدح قفل زندان غم گل روی ساغر کلید کرم
چو خود هرزه گرد و چو گل هرزه خند[11] چو مه شیشه باد و چو شب چشم بند
جم جام و گلچهر اورنگ تاک گل باغ جان بلکه خود جان پاک
سپیده دم شام و صبح صبوح مشاعل فروز شبستان روح
چو لعل لب ساقی خوش کلام[12] نباتی و نوشین و یاقوت خام

---

۱ ا، ج۔ پیران زکیخسروی، ۲ ب۔ شیر خام، ۳ ب۔ جام، ۵ سرخاب نام پسر رستم که به سهراب مشهور شده و شراب را هم گویند۔ سلمان ساوجی گوید، —

ز آب سرخ می افتاده است زال خرد چه جای زال که رستم بیفتد از سرخاب

و سرخاب نام مقامی از موسیقی هم است، ۶ ا۔ خطا روب، ۷ ج۔ روح نالیش.

۸ ب۔ معلق، ا۔ معین، ۹ ب۔ صراحی، ۱۰ ج۔ نقاب فرح،

۱۱ ب۔ چو گل هرزه گرد و چو خود هرزه خند!! ۱۲ ا، ج۔ خوش خرام،

گلابی چکیده ز گلبرگِ جان ‏ شرابی ازو رفته آبِ روان

که از شیشه اش چون برون آوری ‏ چو دیوی نماید بدستِ پری

خوشا در ازل گشته مستِ شراب ‏ ازل تا ابد خفته مست و خراب

خوشا بادهٔ تلخ شیرین گوار ‏ اگر مستی اش را نبودی خمار

دریغا صبوحِ گل افشان می ‏ نبودی[1] اگر داغِ دوری ز پی

طلب کردن همای منجّمان بارگاه را به تعیینِ ساعت سعید و پس به آئین معیّن و شوکت فراوان و نعمتِ بی کرانِ همایون را به عقد نکاح در آوردن

خوشست باد ای نکهتِ نوبهار ‏ که داری نسیم سرِ زلفِ یار

چرا در گذشتی ز ما همچو باد ‏ بیا ای که جانم فدای[2] تو باد

علم زن دمِ صبح در[3] بوستان ‏ که بستان حرام است بی دوستان

بکش جامِ فیروزه گون در چمن ‏ به شبنم فرو شوی روی سمن

سمن خط ریحان کشش بر ورق ‏ چمن طاسِ نرگس نهش بر طبق

به بین لاله را با دل سوخته ‏ رُخ از آتش دل بر افروخته

شگوفه است بلقیس و بُستان سبا ‏ بنفشه است لیلی و مجنون صبا

مگر بهر بلقیس شد چاره ساز ‏ که هدهد بسوی سبا رفت باز

مگر پرده از روی لیلی فتاد ‏ که مجنون دگر سر بصحرا نهاد

ا ب

---

[1] ا ـ اگر نیستی جم ـ دریغا صبوح و گل افشان می [2] ا ـ بر [3] ب ـ بر

نگر اندوهِ ویس گل روی خورد | که گل همچو آیین شد از مهر زرد
اگر بلبل از بانگ و زاری نخفت | گل سوری از بانگ ساری نخفت
چو زد گریهٔ بید بر شاخ دست | روان باد چون برق بر روش جست
چو گل صیدِ مرغِ سحرخیز کرد | دلاویز مرغِ شب آویز کرد
سراینده مرغان بستانسرای | ازینگونه گشتند دستانسرای
که شهزاده چون خور علم بر کشید | می روشن از ساغر زر کشید
رخ آورد چون شاهِ خاور بچین | علم زد چو گیسوی دلبر بچین
چو جمشید بنشست بر تختِ عاج | ز یاقوتِ رخشنده بر فرق تاج
بفرمود تا موبدانِ کهن | که رانند از افلاک و انجم سخن
برآیند بر بامِ چرخِ برین | بگویند وقتی مبارک ترین
که آرند خورشید را سوی ماه | رسانند تابنده مه را بشاه
سطرلاب داران اختر شناس | گرفتند اناجرام علوی قیاس
چنین گشت روشن که آندم که مهر | بتابد رخ از بامِ نیلی سپهر
عروسِ فلک محملِ شب در کشد | بنعلطاق شمعی ز سر بر کشد
بپوشد جهان لاجوردی قبا | همایون بود این طلب بر همای
چو خسرو سزد گر شهِ نیکنام | رسد از لبِ لعلِ شیرین بکام
چو بشنید فرخ رخ نیک پی | بمیدان در افگند گلگونِ می
پس آنگه سران سپاه را بخواند | بدین مژده دُر داد و گوهر فشاند
ز مهر عروسی شهِ کامیاب | بیاراست ایوانِ افراسیاب

---

۱ ب۔ بطان؛ ۲ ل۔ روزی؛ ۳ ب۔ سطرلاب دانان؛ ۴ ب۔ درا؟؛
۵ ب۔ نعداد؛ ۶ ب۔ میدان؛

بفرمود تا شهر و صحرای چین — گرفتند در خز و دیبای چین
هزار اشتر کوه کوهان نر — بدیبای رنگین و غلغال زر
هزار استر خوش رو خاره سم — مرصع بگوهر[۱] ز سر تا بدم
هزار اسپ که کوب فولاد خای — نهان در جواهر ز سر تا بپای
هزار آتشین روی سیمین بدن — چو طوطی شکر خای و شیرین سخن[۲]
فرستادگان ماه مشکین پرند[۳] — بزرینه مهدش بچین آورند
چو شد[۴] چین زلف بتان مشکبار — همه خاک چین گشته مشک تتار
سرائی تذروان شیرین سخن[۵] — چو کبک دری جلوه گر در چمن
قصب پوش خوبان زرین کلاه — شکرگون قصب بسته بر طرف ماه
جنیبت چو کبکان طاوس[۶] پر — روان کرد با طوق و آرای زر
بهر عرصهٔ با سپاهی شهی — بهر برج با آفتابی مهی
چو جمشید با جام گوهر نگار — چو خورشید با خنجر زرنگار
بزرگان طبقهای گوهر بچنگ — شهان شمعهای معنبر بچنگ
خطائی نژادان تازی سوار — برانگیخته پور دریا کنار
زده قبه ها بر کرانهای[۷] راه — دران قبه سیمین بران چو ماه
شکرپاسخان عود و مجمر بدست — معنبر خطان مشک و عنبر بدست
همه کوه زرین حمائل شده — همه دشت مشکین شمائل شده
تبیره زنان کوس بنواخته — جرس ها بجنبش در انداخته
ز بس شقه های کیانی درفش — مرقع شده دلق چرخ بنفش

---

۱ ا- زگوهر، ۲ ب- شکرشکن، ۳ ب- کنند، ۴ ب- شده، ۵ ج- طوطی سخن، ۶ ب- کاوس، ۷ قرانهای،

ز باغ سمن زار تا قصر شاه | نده صف پری چهرگان همچو ماه
رساندند ماه تتن را بچمین | گرفتند بر ماه و شاه آفرین
همه خاک چین نافهٔ مشک بود | همه خشک و تر پر ز زر خشک بود
تو گوئی ز بس گوهر تابناک | گهر دوز شد نطع قیمت خاک
بدین رسم و آئین چو بلقیس عهد | در ایوان جمشید بنهاد مهد
بران سرو سیمین دامن کشان | شکر ریز کردند و گوهر فشان
ملک ریخت در پای آن گلعذار | بهر گام گنجی بر سم نثار
بفیروزه گون مسندش بر نشاند | چو فیروزه در خاتم زر نشاند
همه موبدان در نماز آمدند | همه بخردان مدح ساز آمدند
۲۴۵
پس آنگه گرفتش بلورینه دست | برسم ملوک عجم عقد بست
بمهری معین بدینی درست | رخ خاطر از گرد اندوه شست
کزین عقد آن مه رخ می پرست | چو عقد ثریا نمی داد دست
چو شد بسته کابین آن دلگشای | فرستاد شاهش بخلوت سرای

رسیدن همای و همایون بیکدیگر بطریق حلال و یافتن وصال بعد از فراق چندین سال

سر تخت شاهنشهی زان اوست | که ملک گدائی بفرمان اوست
هر آنکس که هیچش نباشد بدست | درست است کش هیچ نبود شکست

---

۱ ب ـ دامن فشان ۲ ب ـ نثار ۳ ب ـ سرو زمان ۴ ب ـ مدح خوان
۵ ج ـ بعقد درست ۶ ب ـ بشست ۷ این شعر در نسخهٔ ب موجود نیست

نخواهد توانگر ز درویش باج — نجوید شه از ملک ویران خراج
ولی پادشاهی اگر یکدم است — خوش است ارچه سورش[۱] همه ماتم است
اگر غم برآرد ز جانت دمار — چو امید شاهی بود غم مدار[۲]
خوش آن درد کو را دوای بود — خوش آن یار کو را وفای بود
خنک آنکه شد منزلش جای دوست[۳] — که جنات فردوس ماوای اوست
ملک بر سر تخت گوهر نگار — گرفته بکف ساغر زرنگار
فتاده در ایوان فیروزه رنگ — خروش مغنی و آوای چنگ
صنوبر خرامان پرده سرای — چو سرو خرامان ستاده بپای
چو جون صراحی درآمد بجوش — برآورد[۴] مرغ صراحی خروش
که ساغر مگر جام گیتی نماست — که بر دست جمشید گیتی گشاست
مغنی چو رعد است و باران رباب[۵] — قدح آسمان و شراب آفتاب
چو شه نغمهٔ چنگش آمد بگوش — سروشش فرو گفت در گوش هوش
که بی لعل جانان حرام است می — بجز لعل جانان کدام است می
برد شعر از آن مشک سه پوش پوش — می لعل از آن چشمهٔ نوش نوش
رخ خوب و خال سیاهش نگر — سیه دانه بر قرص ماهش نگر
بچین هندوانش نگر شعرباف — همه هندوان گرد چین در طواف
ز شامش شکن بر سمن می فگن — سیاه حبش بر ختن می فگن
می از دست یار ترش روی منوش — که از دست زنبور نیش است نوش
چو بگذشت پاسی از آن تیره شب — ز گردش قدح جانش آمد بلب

---

۱ ب- بپاز؛ ۲ ا- جز امید شاهی برد غم مدار؛ ۳ ب- کوی دوست؛ ۴ ج- درآورد؛ ۵ ج- مغنی چو رعد و مغنی رباب؛ ا- مغنی چو رعد است و مغنی ربابه

برو بال بگشود همچون همای | در آمد بقصر همایون همای
چو مه[1] طالع از برج نیک اختری | قمر گشته ماهیش رامشتری
مهی دید در آسمانی نقاب | چو خورشید در لاجوردی حجاب
دو[2] آهوش افسون گر جادوان | دو نرگیش سرحلقهٔ هندوان
برش برگ نسرین و رخ بوستان | دهانش بکام دل دوستان
خرامنده سروی سراپای نوش | شبش از درازی فتاده[3] ز دوش
سهی سرو سینش را نار بار | پرند شب از گیسویش تار تار
سخن در دهانش خرد در روان | ز موی میانش یقین در گمان
دو جادوی میگونش مست مدام | دو آهوش با دام و گیسوش دام[4]
نه چون پسته اش عقل را هیچ گنج | نه چون غبغبش بوستان را ترنج
شب تیره طیره[5] ز مشکین شبش | لب جام خندان ز میگون لبش
رخ و ابروش مشتری در کمان | قدح بر لبش نار بر ناروان[6]
دو هندوی دل دزد پر پیچ و تاب | فرو بسته[7] افگنده بر آفتاب
فتاده مه از مهر او در محاق | در آفاق جفت دو ابروش طاق
خرد صید آهوی تیر افگنش[8] | بپیچید آهو سر از گردنش
دو پستان دو نار گلستان جان | دو مرجان عناب گون جان جان
بر آشفته زان سنبل عنبرین | بنفشه فروشان بازار چین
رخ مهوشش شمسهٔ شعر پوش | لب دلکشش شکر می فروش

---

۱ ب ـ ماه، ۲ ب ـ در آهوشش، ۳ ل ـ زیادت ندوش، ۴ ج ـ نام
۵ ب ـ تیره، ۶ ل ـ نار دان، ۷ ب ـ فرو بست و افگنده بر آفتاب!
۸ ب ـ تیر افگنش،

بر آتش دو نعل سیه تافته	صبا از نسیمش روان یافته
بکفر سر زلفش[1] ایمان درست	ز مرجانش[2] آوازهٔ جان درست
دو لعلِ لبش شکرِ آبدار	دو زلفِ کجش عنبرِ تابدار
کمند افگنان[3] زنگیِ رهزنش	کرشمه کنان ترک مرد افگنش
کشیده به شب ماه را در کمند	بر آتش نهاده ز عنبر سپند[4]
ز فردوسِ اعلیٰ رخش آیتی	بمیدانِ خوبی قدش رایتی
دو گیسوی پرتاب و چین تافته	وزان شعربافانِ چین بافته[5]
میانش ز هستی[6] گرفته کنار	ز می نرگسش را گرفته خمار
برون آمد از پرده چون مه ز میغ	کشیده دو جادوش بر مهرِ تیغ
فروهشته برقع ز رخ[7] چون پری	بجولان درآمد چو کبک دری
چو بر چرخ[8] تیر نظر می فگند	قمر پیشِ تیرش سپر می فگند
چو از مه برافگند شبگون نقاب	برفت آبِ سرچشمهٔ آفتاب
قمر چون رخ دلربایش نبود	جوی[9] مشتری را بهایش نبود
چو خسرو بدید آن پری زاده را	بسی طعنه زد بر لبش باده[10] را
تنِ همچو آب روانش بدید	گمان بُرد کز دم بخواهد چکید
دِگر[11] مرغ جم صید بلقیس گشت	دلِ رام منزلگهِ ویس گشت
مه و مشتری در قران آمدند	ملک با پری همعنان آمدند

۴۵ ب

---

۱ ل- سر زلفش از کفر و ایمان درست؛ ۲ ب- زهر جانش؛ ۳ ل- کمند افگن آن؛ ۴ ب- سمند؛ ۵ ل- تافته؛ ب- یافته؛ ۶ ب- ز مستی؛ ۷ ل- بُرخ؛ ۸ ب- چرخِ تیره؛ ۹ جـ- بخت؛ ۱۰ این شعر از متن ل ساقط شده است؛ ۱۱ جـ- ولی این شعر از متنِ ب افتاده است؛

چو روح و بدن درهم آویختند | چو شهد و شکر درهم آمیختند[1]
جهانی بجان جهانی رسید | روانی بقوت روانی رسید
گدا گنج و طوطی شکر بار دید[2] | بدن جان و اعمی بصر یار دید[3]
دل آزرده مرهم جان بیافت | جگر تشنه آب حیوان بیافت
خرد خفته و عشق بیدار شد | غرض عاقل و صبر بیکار شد
بپای گل آمد سحر نیمه مست | سمن برگ بفشاند و گل دسته بست[4]
بعتاب بگرفت سیبش بناز | برآورد نار از ترنجش بگاز
گهی شاخ ریحانش را می کشید | گهی لعل خندانش را می چشید
گهی از عقیقش شکر می شکست | گهی سنبلش بر قمر می شکست
گهی بر کمندش کمین می کشود | گهی زنگبارش بچین می نمود
گهی شکرش در دهان می کشید | گهی سنبلش در میان می کشید
گهی آفتاب از شبش می نمود | گهی زهره از عقربش می نمود
گهی سیب سیمینش را می گزید | گهی لعل شیرینش[5] را می مکید
گهی بر کمندش کمین می کشود | گهی زنگبارش بچین می نمود
گهی همچو مو در برش می فتاد[6] | گهی سینه بر سینه اش می نهاد
گهی نرگسش بر سمن می کشود[7] | گهی شکر از پسته اش می ربود[8]
گهی شامش از صبح بر می فکند | گهی تیره شب بر قمر می فکند
گهی از لبش ناردان می چشاند[9] | گهی نارش از ناردان می جهاند

---

[1] ب - آویختند، [2] ا - باز، [3] ب - سمن برگ افشاند و ن دست بست،
[5] ب - لب سیمنیش، ا - می مزید، [6] ب - می فتاد، [7] ج - می بسود [8] ا -
گهی لاله می چید و گل می ربود، [9] ج - می فشاند،

گہی کوہ می جست و گاہی کمر گہی شام می دید و گاہی سحر
گہی نسترن را ورق می کشاد گہی لالہ را بر طبق می نہاد
گہی سنبل از ارغوان می ربود گہی سوسن از ضیمران می نمود
گہی برج می دید گاہی قمر گہی دُرج می یافت و گاہی گہر
گہی معجر از فرق سر می کشود[1] گہش عنبرینہ ز بر می ربود[2]
گہی ماہ در دست شہ می فتاد گہی شاہ در پای مہ می فتاد
گہی مہ بہ شہ در فگندی کمند گہی شہ بہ مہ بر کشیدی پرند
گہی شیر می گشت بر گورِ چیر گہی گور می جست از چنگِ شیر
گہی باز با کبک دمساز بود گہی کبک در چنگلِ باز بود
شبانروزی از خواب باز آمدند روان پرور و دلنواز آمدند
دگر یک شبانروز با یکدگر نکردند جز خواب کاری دگر
چو سر بر فگندند از جایِ خواب بشستند خود را بمشک و گلاب
صنوبر بدیبا بیاراستند پس از جامہ جام طرب خواستند
ستایش گرفتند بر دادگر کہ آورد شان دور دوری بسر
گہی نغمۂ[3] چنگ کردند گوش گہی جام گلرنگ کردند نوش[4]
ز دستِ نگارانِ سیمین عذار نشد تا بیک ماہ نقش[5] و نگار
نواگر بستانِ ترنم نواز نگشتند یک لحظہ فارغ ز ساز
شہ عالم آرای مجلس فروز نیامد برون از حرم چند روز
گہی لابہ[6] می کرد و گاہی طرب گہی قند می خورد و گاہی رطب

---

۱ ج - می ربود، ۲ ب - می نمود، ۳ ب و ج - زمزمہ، ۴ ب - گوش!
۵ ب - رنگِ عذار، ۶ ج - سالاری کرد!

گهی مست می بود و گه مست خواب — گهی با شراب و گهی با رباب
گهی در خمار و گهی نیمه مست — گهی لعل میگون و گه می بدست
بر این گونه تا مدتی بر گذشت — ز عیش و طرب هیچ فارغ[1] نگشت

دادگستری کردنِ همای و کرم کردن بر عالمیان و نشاندن فرینوش را بر تختِ فغفور و بنکاح دادنش دخترِ خاقانِ چین پریزاد نازنین

برآ ای سهیلِ یمانی ز برج — درآ ای عقیقِ یمانی بدرج
گذر کن ز مطمورهٔ آب و گل — سفر کن به معمورهٔ جان و دل
قلم در سرِ حرفِ افلاک کش — خط اندر خطِ خطهٔ خاک کش
برو ترک این هفت منظر بگو — بیا دست ازین هفت پیکر[2] بشوی
دو چشم از سرای هستی برآر — چو چین بتان سر به مستی برآر[3]
تو شمعی و پروانه ات انس و جان — تو گنجی و ویرانه ات کن فکان
گر انگشتری شد ز دستت[4] چه غم — که داری بزیرِ نگین ملکِ جم
چو بنمود از گنبدِ لاجورد — ز فیروزهٔ سبزه یاقوتِ زرد
ملک قبهٔ خسروانی کلاه — برافراخت از گوشهٔ بارگاه
فرینوش چینی نسب را بخواند — برادرنگِ فغفور[5] چینش نشاند

---

[1] ب - خالی
[2] ب - هفت کشور
[3] این شعر از متن ب ساقط شده است
[4] ب - بر
[5] ب - فغفور چین بر نشاند

همه ملک فغفور و توران زمین　　بدو داد با دخت خاقان چین

سپه دادش و رایت و تخت زر　　کلاه کیانی و طوق و کمر

پس آنگه یکی جشن شاهانه ساخت　　سرِ سرکشان از فلک بر فراخت

چو جمشید بزم طرب ساز کرد　　چو خورشید زر بخشی آغاز کرد

درِ گنج فغفورِ چین بر گشاد　　کمربستگان را زر و سیم داد

رها کرد زندانیان را ز بند　　برآورد کام[۱] دلِ مستمند[۲]

سرِ زیر دستان به بر کشید　　سرافگندگان را ز چه برکشید

ز ظالم امان داد مظلوم را　　بجرم رسانید محروم را

بفرمود تا ساقی سیم تن　　بساغر در آرد عقیق یمن

باب[۳] افگند آتش ناب را　　بجوش آورد آتشین آب را

کند ماه را پردهٔ آفتاب　　دهد خاک را[۴] ز آتش باده آب

چو ساقی بمی روی ساغر بشست　　گل خمری از باغ مجلس برست

نواگر بتان در خروش آمدند　　پری چهرگان باده نوش آمدند

گره گیر مویان شبگون و شنگ　　کشیدند زلف گره گیرِ چنگ

برآورد نی آتش از جانِ عود　　فرو شد دم زهره[۵] ز افغانِ عود

خروش مغنی بر آمد بچرخ　　نواسازِ گردون در آمد بچرخ

ز آهِ نی زرد و نای سیاه　　فرو بسته شد بر فلک[۶] راهِ ماه

نیِ راهزن دم بدم[۷] آه زن　　دف چنبری چرخ را راه زن

زده چنگ چینی ره عقل و دین　　شده طرهٔ چینیان پر ز چین

---

[۱] ب - کار، [۲] ج - دردمند، [۳] ل - در آب، [۴] ل - گل خمری، ج - گل خیره، [۵] ب - دم زه، [۶] ج - بر فلک،

کف مه رخان مطلع آفتاب — ز دست مغنی و افغان رباب
ز گردش بجان آمده جام می — شده مست جام طرب شاه کی
ز آه شب شامی روز پوش — چو شد تیره آئینهٔ هفت جوش
شکرفان مشاعل فروز آمدند — معنبر خطان عود سوز آمدند
ز ناگه ملک زادهٔ می پرست — نظر کرد بهزاد را دید مست
که چون شمع گرینده[1] با سوز و تاب — ز چشم گهر ریز می ریخت آب[2]
گهی نوش می کرد و می کرد جوش — گهی نیش می خورد و می گفت نوش
شهنشاه را گشت روشن چو روز — که می سوزد از مهر آذر فروز
بپرسید کای مونس جان من — منور بروی تو ایوان[3] من
دلت همچنان هست با دلستان — بگو روشن از ما چه داری نهان
زمین را ببوسید بهزاد و گفت — که آتش بر نی چون توانم نهفت
مرا بارخ و چشم مستش ملال — زمین الغزال است عین الغزال
بجز غم سروری ندارد دلم — که بی یار نوری ندارد دلم
بر اشک من آب جو سائل است — بر چشم من خون دل نازل است[4]
نه در دل که از غم برم جان بدر — نه در سر که دارم از پاش سر
دلم را چو طره به تاب افگند[5] — کمند بند و بر آفتاب افگند
چو دلبر بدست غمم باز داد — مرا هاتف همت آواز داد
که از یار دل بر نشاید گرفت — وز اغیار دلبر نشاید گرفت
با تیغ جانان چرا جان دهم — همان به که جان را بجانان دهم

---

[1] ا- گدازنده؛ [2] ب- بریخت آب؛ [3] ا- ایمان؛ [4] این شعر از متن ا ساقط شده است؛ [5] ب- دلم را چو در طرهٔ تاب افگند؛

خنک آنکه شد کشته دریای دوست — که زنده است آنکس که مقتول اوست

چو داری بحال[1] ضعیفان نظر — بحال[2] من و بهرشه درنگر

مشو غافل ای شاه چین و چگل — ازین مستمندان شوریده دل

که ما هم نوا ساز این پرده ایم — درین ره دل و دین فدا کرده ایم[3]

چو کام فرینوش کردی روا — برآور مراد دل ریش ما

چو این نکته بشنید فرخ همای — ولش داد و گفت ای فرزنده رای

ز گرمی بده[4] آتش دل بباد — که شمع از زبان می دهد سر بباد

چو خور برزند سر ز دریای چین — سحر آریم چون خور بخاور زمین

کنون باده نوشید و باشید شاد — میایید از محنت و غصه یاد

که گردد زمانه بکام شما — شود توسن چرخ رام شما

بده ساقی آن آتش[5] ناب را — بمیدان درانداز سرخاب را

که هر کس که شد مست جام الست — بمحشر برآرد سر[6] از خاک مست

رفتن شهزاده همای و همایون بخاور زمین و عروسی کردن بهرشه با شمسهٔ خاوری و بهزاد با آذر افروز

مرادوش در مجلس سرمدی — چشانند یک جرعهٔ بیخودی

---

۱ ب - بجان' ۲ ج - بجان' ۳ ج - فدا کرده ایم! ۴ ب - بیاد'
۵ ب - آتشین آب را' ۶ ب - بمحشر برآرد سر خاک پست'

۴۷ ب

شدم سوی میخانه مست و خراب | برون رفته از خود ببوی شراب
گرفتم ز دردی کشِ مصطبه | مئِ آتشین زآبگون مشربه
چو رهبان مرا ره بمی[1]خانه داد | بر پیمان درآورد و پیمانه داد
روانِ منِ بیدلِ می پرست | بیک جرعهٔ می برون شد ز دست
زدیرِ مغان خادمِ می فروش | بخلوت سرا برد دوشم بدوش
ز پیرانِ[2] زردشت موبد نژاد | شنیدم که روز دگر بامداد
چو درخنده[3] شد صبحِ گیتی فروز | سراز چادرِ شب برآورد روز
سپهر از می مهر پر کرد طاس[4] | بگردش درآورده زرینه کاس
شب آهنگ بر زد[5] سر از راهِ شام | برآمد شهِ خاور از راهِ[6] بام
شهنشاهِ مشرق برآمد به تخت | شهِ شامی از چین برون برد رخت[7]
همه گنجِ خاقان و فغفورِ چین | کشیدند یکسر بایران زمین
همایونِ مه روی خورشید چهر | بزرین عماری درآمد[8] چو مهر
شهان سنجقِ زر بر انداختند | بخاور زمین سر برافراختند
شهِ پیل پیکر[9] بر اسبِ شاه | چو بر ابرِ تیره فروزنده ماه
جگرخوارگانِ سر کوی دل | مجانینِ زنجیریِ آب و[10] گل
مشاعل فروزانِ ایوانِ شوق[11] | صنوبر خرامانِ بستانِ ذوق
سمن دسته بندانِ گلزارِ عشق | بنفشه فروشانِ بازارِ عشق

---

[1] ج- به بت خانه، [2] ب- زپیرِ زرادشت، [3] ب- چو درخشنده شد، [4] ب- کاس، [5] ب- سر بر زد از راهِ بام، [6] ب- از راهِ شام، [7] ج- برآمد، [8] ر- آتشیان ساختند، [9] ر- ز، [10] ب- شرق،

کواکب شناسان گردان سپهر[۱] ملک زاده بهزاد و شهزاده مهر
روان در رکاب همایون شاه ز ره رفته و کرده رخ سوی راه
چو خور بال زرین بر افراخته نشیمن بخاور زمین ساخته
چه خوش باشد آن دم که یاران غار علم بر فرازند در کوی یار
خوش آندم که راین برگشته تخت زند بر سراپردهٔ ویس تخت
خوش آندم که فرهاد گم گشته نام رسد از لب لعل شیرین بکام
خوش آندم که مجنون شوریده کار کند بر سر کوی لیلی گزار[۲]
خوش آندم که آورنگ اندہ پرست زند بر سر زلف گلچهر دست
خوش آندم که مخمور دردی طلب رساند لب لعل ساغر بلب
خوش آندم که یاری[۳] بکامی رسد ز عذرا بوامق پیامی رسد
ملک چون بخاور علم بر کشید سراپرده بر طاق اخضر کشید
برسم کیان مجلسی ساز کرد در گنج شاهان کی باز کرد
سران سپاه را بدرگاه خواند بدامن گهر شان بسر بر فشاند
زبس سیم و زر کو بخواهنده داد زمین را بشد گنج قارون زیاد
چو ماه مغنی نوا بر گرفت ز ساقی قدح جست و ساغر گرفت
لب جام را رنگ یاقوت داد ز یاقوت می خاک[۴] را قوت داد
دران روز میمون شه بختیار که بودش فلک بنده و بخت یار
چو اقبال را دید بر آستان برسم کی و ملت باستان[۵]
به بهزاد داد آذر افروز را دگر شمسهٔ عالم افروز را

---

۱ ا - بمعدن مهر، ۲ ا ج - قرار، ۳ ب - دریا، ۴ ب - روح،
۵ ب - داستان،

بشهزاده مهر جوان بخت داد — پس آنگه بدو رایت و تخت داد
بسر بر نهادش کلاه مهی — نشاندش بر اورنگ شاهنشهی
بدو داد منشور گنج و سپاه — زماهی بر آورد رویش[1] بماه
سر از اوج کیوان بر افراختش — بخاور ولی عهد خود ساختش
بفرمود تا خیمه بیرون زنند[2] — سراپرده بر کوه و هامون زنند[2]
زمین کوب را زیر زین آورند — سپه را بایران زمین آورند
شه نیک پی مهر فرخ[3] نژاد — ستایش کنان خاک را بوسه داد
بساط همایون بمژگان برفت — بسی لابه کرد و ثنا خواند و گفت
که[4] شاها چو فصل زمستان رسید — بسرما ره شام نتوان برید
ازان پس که بگذشتی از کوه و دشت — ز دریا بیک ماه نتوان گذشت
کنون راه سردست و منزل دراز — همه راه برفست از[5] نشیب و فراز
فرود آی تا کاروان تتار — بشارت دهد باغ را از بهار
چو بیرون دمد گربهٔ بید موش[6] — چمن بشگفد لاله از چارسوش[7]
بسر بر نهد گل کیانی کلاه — بپوشد زمین آسمانی قبا
جهان چتر ادکن ز سر بر کشد — بغلطاق فیروزه در بر کشد[8]
ثمر خود آهن ز سر بفگند — زمین درع سیمین ز بر بفگند

---

[1] ج - وبردش بماه، [2] ب - زدند، [3] ب - فرخ نیک زاد، [4] ب - که، [5] ب - و، [6] ج - بید مشک، [7] ج - از خار خشک، [8] این شعر فقط در نسخهٔ ج است، نسخهٔ ل بجای این شعر و شعر لاحقه این شعر دارد —

جهان خز ادکن ز سر بفگند — زمین درع سیمین ز بر بفگند

گل از خوشدلی خنده بر گل زند | هوا بر سر[1] غنچهٔ گل زند
سر دگر شهنشاه جمشید جام | چو خورشید روی آورد سوی شام
پسند آمد این نکته شهزاده را | بخواند آن سهی سرو آزاده را
ز تن جامه در مجلس جام داد | می پخته اش در ندِ خام داد
شب و روز زینگونه با یک دگر | دران فصل از وصل خوردند بر[2]
گهی گوی و گه نزد شان بود کار | گهی خلوت و عیش و گاهی شکار
گهی[3] پردهٔ رود می ساختند | گهی بر[4] لب رود می تاختند

۲۴۸ ر

جز این یک هنر[5] چرخ را بیش نیست | که نوشش جدا[6] هر گز از نیش نیست
مرنج[7] از دی ار زانکه رنجت دهد | که هم آخر الامر گنجت[8] دهد
منه دل برین خانهٔ پر غرور | که گاهش[8] مصیبت بود گاه سور
اگر پختهٔ بادهٔ خام گیر | بخمار[9] ده جامه و جام گیر
چو باداست دوران زمان باده نوش | که باشد دل خسته را باده نوش
ره بام این سبز گلشن کجاست | که از صدمهٔ صیت ما پر صداست[10]

---

[1] ب ـ درخ، [2] ب ـ خزان فصل داز وصل خوردند بر، [3] ب ـ گهی پرده در رود می ساختند، [4] ب ـ در، [5] ب ـ یک سر، [6] ب ـ که پیوسته با نوش او نیش نیست، [7] ب ـ مخور غم اگر زانکه رنجت دهد، [8] ب ـ گه، [9] ب ـ بخمیازه ده پانه و جام گیر، [10] ب ـ که از صدمه بر صدمهٔ پر صداست،

در گذشتن منوشنگ شاه و نشستن همای بر تخت شام و تولد شهزادهٔ جهانگیر نام از بطن بت گلفام همایون دلآرام و پس از مدتی در گذشتن همایون و همای ازین سپنجی سرای

بیا تا دم صبح مست و خراب ‌‌ ‌ بباهش برآئیم چون آفتاب
ببینیم روشن که در خانه کیست ‌ بدانیم کاحوال آن خانه چیست
تو آنجا چه دانی که ماوای ماست ‌ که جائیکه جا نیست آن جای ماست
هر آنکو نه دریاش باشد گزر ‌ ز ماهیت ماش[1] باشد خبر
تو ما را چه دانی که از ما نهٔ ‌ ز ما در گزر زانکه ما را نهٔ
مه و ماهی ار بنگری زان ماست ‌ ز مه تا بماهی بفرمان ماست
ولی ملک ما ملک درویشی است ‌ میان غریبی و ما خویشی است
چو ما نقش برخوان ز انگشتری ‌ که باشند[2] اسیر تو دیو و پری
تو شاهی[4] و اورنگ شاهی تراست ‌ تو ماهی[3] و مه تا بماهی تراست
ولیکن درین خانه تا زیستی ‌ نکردی تأمل که خود کیستی
چو شاهی دربی نوای مزن ‌ چو گنجی دم از اژدهای مزن

---

[1] یعنی آب او؛ ج ـ پاش، ب ـ ماهیش [2] ب ـ هستند [3] ب ـ تو ماهی
[4] ب ـ تو شاهی

برون از دو عالم جهانی طلب — بجز ملک هستی مکانی طلب

اگر بهره بُردی[1] چه ترسی ز مار — چو گل چیدی این شو از نوک خار

چو بلبل نوا برکشید از چمن — هزار آفرین کرد بر یاسمن

سراینده مرغانِ بُستان سرای — ازین پرده گشتند دستانسرای

که چون ارغوان میر نوروز شد — صبا بر گل و لاله پیروز شد

گل خوش[2] نظر گشت بُستان فروز — چراغ سمن[3] شد گلستان فروز

دم صبح رآمین شد و ویس گل — شگوفه سلیمان و بلقیس گل

بعزم تفرّج[4] همایون همای — به بستان علم زد ز پرده سرای

سحر بود و شبگیری می زد نوا — سمن شقه ای کرد چاک از هوا

دریده صبا پردهٔ نسترن — زده مرغ گلبانگ بر نارون

بُتی دید در دیبهٔ زرنگار — خرامان بگرد لب جوئبار

ز نخشب[5] گهی دلبری رایتی — ز ما واش خلد برین آیتی

ملک گفت کین ماه حورا[6] سرشت — فرشته[7] ست یا سرو باغ بهشت

گر آن[8] چشم شیر افگن آهوی ست — بس آهو که در غمزهٔ جادوی ست

بر خواب خرگوشِ[9] او جادوان — صد آهو بگیرند بر آهوان[10]

بپرسید کای لعبتِ آذری — مه نخشبی یا ملک یا پری

خرامنده طاؤس طوطی کلام — خم آورد در سرو طوبی خرام

---

۱ ب - بهره بازی، ۲ ب - گل خوش گشت بستان فروز، ۳ ل - چراغ چمن، ۴ جم - تماشا، ۵ ب - ز شکرگهی، ۶ ب - حورا سرشت، ۷ ب - بهشت ست، ۸ ب - کرا، ۹ ب - جادوان، ل - آهوان، ۱۰ ل - جهادوان،

ثنا گفت و گفت ای شه شه نژاد　　وصال همایون همایونت باد

من آن گور بهرام گیرم که آب　　ببردم ز سرچشمهٔ آفتاب

به نخچیرگه[1] از پیم تاختی　　بپرچین کمندم درانداختی

ولیکن برون جستم از چنبرت　　وز انسان برون بردم از شکرت[2]

دران بوستان کامدت در نظر　　نه آخر بخدمت رسیدم دگر

بیکره که رفتی دران پیش گاه　　بنقش[3] همایون برفتی ز راه

کنون چون[4] ز وصلش رسیدی بکام　　بفال همایون رخ آور بشام

که شد سوی خلد از سپنجی سرای　　منوشنگ قرطاس خورشید رای

بگفت این و شد در زمان ناپدید　　ملک زاده آهی ز دل برکشید

شد از قلزم دیدگان موج زن　　ز خون جگر موج بر اوج زن　　۴۸ ب

دم آتشین از جگر برکشید　　خرد شد بخوناب و دم درکشید

بآرامگه باز پرواز کرد　　همان روز کار سفر ساز کرد

چو صبح دگر سر برآورد روز　　بزد زال زر خیمه بر نیمروز

برون شد شهنشاه پیروزبخت　　برون برد از قصر فیروزه[5] تخت

بساط همایون بصحرا کشید　　کیانی علم بر ثریا کشید

چو سلطان ایوان زنگار فام　　ز خاور علم زد بسرحد شام

بروز نکو شاه شاهان دهر　　بفال همایون درآمد بشهر

جنیبت بدرگاه جمشید راند　　عماری بخرگاه خورشید راند

---

[1] ا ـ به نخچیرگاه،　　[2] ب ـ نه آخر رسیدم بخدمت دگر،

[3] ب ـ بنقشی،　　[4] ب ـ گر ز وصلش،　　[5] ب ـ بعلن

زوزکاشانه فیروزه تخت،

برآمد به تخت منوشنگ شاه — برافراخت بر[1] چرخ اطلس کلاه
فروبست راه تعدی و جور — برون برد رسم تطاول ز دور
بعهدش شده کبک با باز خویش — ز عدلش شده گرگ چوپان[2] میش
جهان رسم ظلم از میان برگرفت — فلک نام جور از جهان برگرفت
مسخر شد او را شه روم و چین — مسلم شد او را زمان و زمین
ببرد از سر راه‌ها نام باج — نمی جست یک جو ز دهقان خراج
همه سرکشان زیردست آمدند — نهنگان چو ماهی بشست آمدند
فقیران سراسر توانگر شدند — سرافگندگان جمله سرور شدند
دران دور کو شاه آفاق بود — بفرماندهی چون فلک طاق بود
قدح خنده بر جام جمشید زد — طرب خیمه بر بام خورشید زد
چو بگرفت کار ممالک قرار — برو گشت بنیاد ملک استوار
شکرچین شد از پستهٔ دل فروز — بردی همایون بسر برد روز
ز لعل لبش چون رسیدی بکام — برفتی ز یادش لب لعل جام
چو از لعل نوشین بپرداختی — لب جام[3] راقوت جان ساختی
گهی چنگ در جام صهبا زدی — گهی خیمه بر صحن صحرا زدی
بجز عشرت و عیش کاری نداشت — بجز شادی انده[4] گساری نداشت
چو شد مدتی گوهری از قضا — بکام صدف درفتاد از هوا
چو شاخ گل از نکهت نوبهار — سهی سرو گلچهر بگرفت بار
چو ایام حملش به نه مه کشید — مه چارده شد ز برجش پدید

---

۱ لو جم - از؛ ۲ ب - چوپای میش؛ ۳ ب - لب جام یاقوت جان ساختی؛
۴ ب - اندوگساری!

چراغی زمهرش قمر سوخته | ز نورِ الهی بر افروخته
گلی از گلستانِ شاهنشهی | تذروی ز بستانِ فرماندهی
ز برجِ شهی اختر تابناک | ز دُرجِ مهی گوهرِ آبناک
جهانگیر بنامش جهانگیر خواند | جهان بر جهانبینِ خویشش نشاند
چو خورشیدِ مهدش ز زر ساختند | سرِ مهدش از مه بر افراختند
چو دَه ساله شد آن مهِ چارده | فرو شد همایون شبی همچو مه
عقابِ اجل چون درآمد بصید | در افتادش آن مرغِ عرشی بقید
جهان را ز شاهِ جهانبان بهشت | پس آنگه علم زد بباغ بهشت
ازین دیر خاکی برون جست و رفت | ازین خاکدان رخت بربست و رفت
همای از سرِ تختِ گوهر نگار | در افتاد بر خاکِ ره سوگوار
بخون دل از مملکت شسته دست | به پیغوله رفت و تنها نشست
رُخ آورده روزش بحدِ زوال | و زو سایهٔ ماند و آنهم خیال
گرمتی و از دردِ دل دم زدی | ز اشک آب بر آتش غم زدی
چو یکچند بگذشت او هم برفت | دمی بر کشید و بیکدم برفت
جهان را فدای جهانگیر کرد | برفت از جهان با دلی پُر ز درد
ملک را چو جانِ جهان شد ز دست | جهانگیر بر تخت شاهی نشست
ز انصاف و عدل پدر یاد کرد | برسم پدر عالم آباد کرد

---

۱ ب - از، ۲ ب - ز جهان، ۳ ب - چو خور مهد او را ز زر ساختند
۴ ا - زر، ۵ ب - مرغ وحشی، ۶ ب - جهاندار شد سوی کاخ
بهشت، ۷ ب - بشاخ، ۸ ب - و در خون نشست، ۹ ب جدا،
۱۰ ب - باشک آب از آتش غم زدی،

چنین است آئین گردان سپهر | که گاهش بود کینه دگاه مهر
قراری نگیرد جهان بر کسی | که باشد جهان را جهانجو بسی
گهی سور و گاهی بدو ماتم است | مقیم از پس شادمانی غم است
چو از لاله فراشِ بادِ بهار | زند خیمهٔ لعل بر کوهسار
کفِ غنچه پُر خوردهٔ زر شود | لبِ چشمه پُر لولوی تر شود
دگر باره صرّافِ بادِ خزان | بطرفِ گلستان در آید چمان
کند پُر ز زرِ جعفری صحن باغ | نهد بر دلِ بلبل از غصه داغ
فشاند درم شاخ را از ورق | رباید ورق باغ را از طبق
چو صیقل زن صبح زربفت پوش | کند روشن آئینهٔ هفت جوش
رسد روز رخشنده را جان بلب | شود تیره آئینه از آهِ شب
ازان ماهِ نو زرد و زار و دوتاست | که دائم به آماس و دق مبتلاست
دلِ جام پُر خون ز خون جم است | ز خندش مشو شادکان از غم است
چو زهره کمان را مشو مشتری | که چون تیر چرخ از قمر بگذری
مترس ای مقربت فرودن از ملک | ازین پیرِ فرتوت یعنی فلک
ملک کیست همچون تو مملوکِ شاه | فلک چیست همچون تو مغلوک راه
چو عیسیٰ اگر بگذری زین سراب | گی از چشمهٔ مهر نوشی شراب
چو بهرام ارت خاطرِ کور هست | ازین هفت پیکر فرو شوی دست

۲۹۰ر

---

۱ ب - گهی سوز و گه درد و گه ماتم است، | ۲ ب - خزان، | ۳ ج - دهد،
۴ ب - تا ماسس، ل - با لماسس، | ۵ م - جام، | ۶ ب - زخنده مشو شاد،
۷ ب - چو مهر مز، | ۸ ب - کمر، | ۹ این شعر از متن ب افتاده است،
۱۰ ب - بگذری،

تو چون سدره منتهی دیدهٔ | که ناموس جبرئیل نشنیدهٔ
زیونس[1] هر آن کش نه آگاهی است | چه آگه ز ماهیتِ[2] ماهی است
چو خواجو گر از خواجگی بگذری | شود شاهِ گردون ترا مشتری
برین هفت گل مُهره نتوان زدن | ندروی[3] درین گلشنِ نُه چمن

حسب حالِ خویش در بیان کربتِ غربت و درخواست به خوانندهٔ کتاب در بابِ خطا و صواب وخاتمت این منظومهٔ لاجواب خود می فرماید

خنک[4] بادِ عنبر نسیم سحر | که بر خاکِ کرمانش افتد گذر
خوشا وقتِ آن مرغ دستانسرای | که باشد دران بومش آرام جای
ز من تا چه آمد که چرخِ بلند | ازان آشیانم[5] درینجا فکند
به بغداد بهرِ چه سازم وطن | که ناید بجز دجله در چشم من
نباشد غریب ار بدانشوری | بود چرخ گردنده‌ام[6] مشتری
که گر زانکه لاف از گدائی زنم | بمعنی دم از پادشاهی زنم
ولیکن هر آنکو بغربت فتاد | دلش بر مشقت ببآید[7] نهاد
که شیری که از بیشه آید برون | شود در کفِ شیرگیران زبون

---

[1] ب - هر آن را نه آگهی است، [2] ب - ز ساهیت، [3] ب - بمروی،
[4] ب - فلک، [5] م - آستانم، [6] ا - آشنائی،
[7] ب - نباید نهاد،

کسی کو بود در وطن تاجدار[1] — بغربت کشد خواری از باجدار[2]

غریب ار بنالد که گوید خموش — وگر زهر نوشد که گوید منوش[3]

من ار زانکه گردم بغربت هلاک — برسم غریبان بریدم[4] بخاک

ولیکن بشرطی که بر مرگ من — ننالد کسی جز بت چنگ زن[5]

بآب خرابات غسلم دهید — پس آنگه بر دوش مستان نهید

به پهلوی خمخانه دفنم کنید — قدح بر سر تربتم بشکنید

مریزید بر خاک من جز شراب — مسازید از بهر من جز رباب

که تا در تنم یک نفس باقی است — دلم با می و مطرب و ساقی است[6]

تو هم در طرب خانهٔ سرمدی — می درکش از ساغر بیخودی

ز مستی اگر عاقلی رخ متاب — که سلطان نجوید خراج از خراب

شبی خواه و شمعی و کاشانه — بتی جوی[7] و سازی و پیمانه

ورت دل بگیرد بخلوت سرای — بدین بوستان دل آرای در آی

به بین گلشنی همچو باغ[8] بهشت — پر از گلعذاران حورا سرشت[9]

همه دل فروزان روشن گهر — پدر از تجبش مادر از کاشغر

قصب پوش خوبان با خط و خال — نموده رخ از پردهای خیال

عروسان نسرین بناگوش بکر — سمن عارضان گلستان فکر

---

۱ ج ـ نامدار، ۲ ب ـ بُرد، ۳ ل ـ گر گوید که نوشش !

۴ ج ـ برندم، ۵ این شعر محض در نسخهٔ ک یافته شده است ۶ بعد این شعر در نسخهٔ ل این شعر یافته می شود

نه هستی که مستی زیان داردم — نه مستی که هستی زیان داردم

۷ ب ـ خوب، ۸ ب ـ خرّم، ۹ ب ـ حورا سرشت،

تنِ میگون زیرِ مشکین قصب | نهان کرده چون روز روشن بشب
نظر کن درین لعبتِ دلپذیر | که ماهست در سایبانِ حریر
بتی[1] بر نیان پوشِ رومی رخست | معطر[2] خطی شکرین پاسخ است
مگو[3] دل ز پیوندِ او بر گسل | که فرزندِ جان است و دل بندِ دل
بخوانش که او سورهٔ[4] معنویست | بدانش که او صورتِ مانویست
نه شعریست شعریست تابان چو مهر | نه[5] بیت است طاقی ست بر سرِ سپهر
ز لفظش نی خامه پر شکر است | ز بحرش سفینه پُر از گوهر است
زلالیست از چشمهٔ آب و گل | نهالیست از گلشنِ جان و دل
بیانِ معانیِ[6] ثنا[7] ئیش خوان | اصولِ کلام الهیش دان
چه باغست یارب چو[8] خلد برین | که رضوان فرستد بدو حور عین
به هر شاخ او نو بهاری بشار[9] | بهر نو بهاریش بلبل هزار
زده بحر او موج آبِ نبات[10] | سوادش همه عینِ آبِ حیات
گرش مشک خوانم مگو[11] کین خطاست | بساطش[12] که چون بنگری کیمیاست
برین نقش منصوبه کس نباخت | بدین وزن منظومه کس نساخت
چو این خسروی دیبه بر دوختم[13] | چراغی ز دانش بر افروختم
طرازی ز طرزِ دگر ساختم | جنیبت بمرزِ دگر تاختم

۴۹ ب

---

[1] ب - بت پرنیان پو رومی رخست،
[2] ب - معنبر زی شکرین پاسخ است،
[3] ج - بگو،
[4] ا - صورتی،
[5] ب - زنه،
[6] ا - معانی شاهیش،
[7] ب - چه،
[8] ب - نشار،
[9] ب - حیات،
[10] ب - بگویش، ج - نگویش،
[11] ب - بشاطش، ا - بسایش،
[12] ا - بر دوختم،

من آن نیستم کین گهر سفته است — کسی دیگر است آنکه این گفته است

تو این بیت ها را مبین سرسری — که بیت الله است از نکو بنگری

کسی را شنیدم که می گفت راز — دلم چون صدا جمله می گفت باز

ترا زین چه آید که گوئی که گفت — اگر عقل داری به بین تا چه گفت

سخن را بگو هر شا به مکن — که باشد درین یک سخن صد سخن

سخن چیست آبی چکیده ز جان — گهر چیست خاکی رسیده ز کان

من این تحفه زان عالم آورده ام — دران عالم این میوه پرورده ام

من این خوشه در لامکان چیده ام — مکان دل از لامکان دیده ام

نشان من از بی نشانان بپرس — زبان من از بی زبانان بپرس

مسم را اگر قلب خوانی رواست — دلی قلب دلخستگان کیمیاست

من این نامور نامه از بهر نام — چو کردم بفال همایون تمام

کنم بذل بر هر که دارد هوس — که تاریخ این نامه بذل است و بس

بدین سوز سازیکه بنواخت است — بدینگونه جانی که بگداخت است

چو آبی ست وانگه روان آمده — دلی دل ز فکرت بجان آمده

جگر سفته تا این گهر سفته ام — سمر گشته تا این سمر گفته ام

برون کرده ام بهره از چشم مار — برآورده ام غنچه از نوک خار

چو گنجیست در کنج ویرانه — چو شمعیست در ضمن پروانه

مرا زین چه کین قصه بود از نبود — بشعر روان سحر باید نمود

---

۱ ا - می، ۲ ا - باید، ۳ ب - وزان، ۴ این شعر از متن ب افتاده است، ۵ ب - شه رواست، ۶ ا - برین سوز، ۷ ب - این سخن،

نوای کز اصلش ز عشاق خواست　　بزرگان گویندگان[۱] نیست راست

اگر نیک می دانیش بد مخوان　　وگر زانکه بد گفتش[۲] خود مخوان

بچشم ارادت نظر کن درو　　که در چشم بد هیچ ناید نکو

چو نافه بسی خون دل خورده ام　　که این حقه[۳] در عطر پرورده ام

ولی گر نیاید به طبع تو راست　　گرش مشک تاتار خوانم خطاست[۴]

خدایا دلی پُر ز نورم بده　　چو داؤد ذوق زبورم بده

من بی نوا را نوای به بخش　　درین ورطه ام آشنای به بخش

چو دادی دم عیسیٰ مریمم　　چو عیسیٰ جهان زنده دار از دمم

بهار مرا دور دار از خزان　　چراغم برون بر ز باد و زان

چو از بحر شعر آمدم بر[۵] کنار　　بر آوردم این گوهر شاهوار

درو گر بود نکتهٔ ناپسند　　ازو دیدهٔ نکته گیران ببند

به افسانه عمری بسر برده ام　　دریغا که افسانه آورده ام

گر از بینوائی نوای زدم　　به بحر سخن دست و پای زدم

ز آهنگ مغگن سرود مرا　　نگهدار در پرده رود مرا

درین مستیم دور دار از خمار　　مکن گنجم آلودهٔ زهر مار[۶]

---

۱ مج- کین، ۲ ب- بدگفتش، ۳ ل- حقهٔ عطر، ۴ مج- رواست، ۵ ب- در، ۶ نسخهٔ ل ورای این شعر چیزی ندارد بجز دو اشعار آخرین، چنان می نماید که خواجو علیه الرحمة این حصهٔ متن بعد نوشته باین مثنوی ضم کردند،

در بیانِ ناکامی بعد از نوشتن این مثنویِ گرامی و در اظهارِ شکرِ انعام و احسانِ امیرِ والا شان تاج الدین عراقی و قاضی شمس الدین صائن حاکم سیرجان و فرزند او رکن الدین والا دودمان می فرماید

بوقتیکه[۱] این حُلّه می دوختم — بخور[۲] از تفِ سینه می سوختم
چو شمع از درون رشته می یافتم — بتاب درون[۳] رشته می تافتم
سخن را بدین طرز کردم طراز — چو زلفِ عروسان کشیدم دراز
ببردم ز صبحِ فروزنده آب — ببستم تبِ محرقِ آفتاب
علم بر درِ شاهِ اختر زدم[۴] — سراپرده بر طاقِ اخضر زدم
شکستم شهِ آسمان را سپاه — زاکلیل بر سر نهادم کلاه[۵]
زدم پنج نوبت برین هفت بام — چشیدم میِ روشن از هفت جام
چو موسیٰ نشیمن گرفتم بطور — چو داؤد بر ساز کردم زبور
نوا بر کشیدم ز راهِ حجاز — ز دورِ سپهری شدم پرده ساز

---

۱ ج - من آنگه که، ۲ ج - سپند، ۳ ب - دوان، ۴ ب - کلاه،
۵ ب - زاکلیل سر بر نهادم بماه،

گرفتم بخلوت گہِ قطب جای | زدم محورِ چرخ را پشت پای
چراغ دل از دانش افروختم | به پیر خرد دانش آموختم
نیِ خامه‌ام نخلبندی نمود | نه نخلِ سخن سربلندی نمود
دلم یافت از مشعلِ روح نور | فرستاده رضوانم از روضه حور
فلک نزلم از باغ جمشید داد | می لعلم از جامِ خورشید داد
چو مضمونِ قصه بردم به بُن | بداور تمامی رساندم سخن
بپرداختم نامهٔ دلپذیر | بنام شهنشاه و فرخ وزیر
موشح بالقابِ گیتی کشای | نموداری از جامِ گیتی نمای
خروش رحیل آمد از کوچگاه | بصحرا برون بُرد خسرو سپاه
مه هدش از کوههٔ ژنده پیل | فرورفت در قعرِ دریای نیل
فتاد اخترِ دولتش در وبال | بروز لقایش درآمد زوال
چو جمشید ثانی برون زد علم | روان کرد هودج بسوی عدم
برفت از عقب آصفِ روزگار | که ناید نگین بی سلیمان بکار
منِ آتشین طبعِ خاکی نژاد | شده آبرو از پیِ دل بباد
چنین لعبتِ پروریده بناز | پرستندهٔ او بتانِ طراز
نداده بداماد و نگرفته مهر | شده خواستارش سلاطینِ دهر
از و هیچ کامی ندیده دلم | وزو گشته خونِ جگر حاصلم
گروهی ز یاران دمسازِ من | دل گرم بستند در رازِ من
چو ساغر مرا دستگیر آمدند | دلم را چو جان ناگزیر آمدند

۱؎ ج - محول؛ ۲؎ ج - خواستگارش؛ ۳؎ ج - کہ بودند چون
نالہ و سازِ من؛

چو شمع شب افروز خلوت برای | چو اقبال میمون و شادی فزای[1]

چو دیدند افسرده بازار من | دل گرم بستند در کار من

کزینسان عروسی رخ آراسته | سر زلف مشکین به پیراسته

چو سرو سهی رسته از باغ فکر | بماند بدینگونه در خانه بکر

که باشد که او را بخواهد بجان | به تخصیص[2] سلطان هندوستان

چو ویسش چه در خانه خواهی نشاند | به رامین سپارش چو موبد[3] نماند

بسی خسروان را بود این هوس | که شیرین بود شان دمی هم نفس

ز دل[4] این همه خون که پالوده | بحلوای کس لب نیالوده

بسی گوهر قیمتی سفته‌ام | ولی اجرتش هیچ نگرفته‌ام

زدی ضربی[5] اما نیامد درست | بزن باز چون سکه در دست تست

شرابی که نوشیدی[6] آن را بده | تو دانی بهر کس که خواهی بده

گر ایرج بشد گو منوچهر باش | وگر مشتری رفت گو زهره باش

چو آمد مرا این حکایت بگوش | برآورده جانم ز غیرت خروش

که این بی حفاظی نه کار من است | متاعی بدینسان نه بار من است

نه دیوم که چون جم رود در بهشت | بگردم باهرمن بد سرشت

نگاری بدینگونه با خط و خال | برافگنده از رخ نقاب خیال

اگر بکر ماند ازین غم مدار | که مریم[7] به بکری گرفته است بار

گر[8] این دخت میمونه نیک بخت | چو قیدافه گردد سزاوار تخت

---

۱ ب - شادی برای؛ ۲ ب - به تخصیص؛ ۳ کذا - ج - موبد نهاد؛ مو بدنماند؛
۴ ب - ز دل اینهمه خوی که پالوده؛ ۵ ب - ضربه؛ ۶ ج - نوشند؛ ۷ ب - نه؛
۸ ج - گر این دخت میمون بود نیک بخت؛

مئی ۱۹۴۳ء

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

منجانب

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی

لاہور

نوٹ:- یہ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے۔

فہرستِ مضامین

ضمیمہ بابت ماہ مئی ۱۹۴۳ء

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر چھپا۔ اور
بابو صدیق احمد خان نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا۔

سکندر بدو ملک دارا دهد   سریرش ملک بر[1] ثریا نهد
کسی را که یک جو نباشد بدست   چه همت بود گنج قارونش هست
اگر نیست در صور تم نانِ شام   بمعنی دهم خرج سلطانِ شام
ور از پادشاهان گدائی کنم   بدانشوری پادشاهی کنم
چو داد آسمان ملکتِ[2] جم بباد   دگر در جهان تخت و خاتم مباد
چو دم بسته شد همدمی گو مباش   چو نم خشک شد شبنمی گو مباش
مبر تا توانی[3] دگر نام گور   که افتاد بهرام در دامِ گور
چو خسرو ز مشکو به مینو رسید   بباید دل از جانِ شیرین بُرید
چو بردند نهدِ محمّد بخاک   اگر خاک شد نظم حسان[4] چه باک
من آن مرغِ خوش خوانِ آتش پرم   که بی بال و پر در هوایش پرم
تنم پیرهن گشت و جانم[5] کفن   کفن گشت بر قالبم پیرهن
اگر مست می خواهیم مست گو   اگر دست می گیریم دست گو
پس از مدتی قطبِ کیوان محل   سر سرکشان تاجِ دین[6] و دول
همایون بزرگی عراقی نسب   لقب نامی از وی چو نام از لقب
بصورت مهِ طلعتِ احمدی   بمعنی گلِ گلشنِ سرمدی
بعزمِ زمین بوسِ خاقانِ عهد   ز کرمان به اردو روان کرد مهد

---

[1] ب ـ از ثریا دهد، [2] ب ـ مملکت، [3] ب ـ بشکوی مینو پرید،

[4] حضرت حسان بن ثابت مادح رسول الله صلی الله علیه وسلم، جم ـ نظمِ جان، را چه باک! [5] ب ـ خانم، [6] یعنی خواجه تاج الدین عراقی که یکی از امرای نامدار کرمان بودند و ذکرِ ایشان در دیباچهٔ این کتاب گذشت،

بشادی دران درگه آورد رخت ‌‌‌ ‌ چو اقبال زد بوسه بر پای تخت

دران آستان کرد زین بنده یاد ‌ ‌ وزین داستان نکته ها شرح داد

پسندیده آمد بر شیخ و شاب ‌ ‌ برین ذره سایه فگند آفتاب[1]

خدیو جهان آصف جم نشین ‌ ‌ جهان کرم شمس دنیا و دین[2]

سرافراز محمود صائن که هست ‌ ‌ سپهر سرافکنده اش زیردست

زحل کمترین هندوی بام او ‌ ‌ قمر کمترین گوهر جام او

فلک نقشی از گوشهٔ مفرشش ‌ ‌ دبیر دوم خط دفتر کشش[3]

بود بر در او مه تیز گام ‌ ‌ یکی قاصدے کوچکی بدر نام

دلش محرم رازداران غیب ‌ ‌ وجود شریفش مبرا ز عیب

بر دست او هفت دریا کفی ‌ ‌ که از خشم او هفت دوزخ تفی[4]

غلامان او را فلک حلقه گوش ‌ ‌ ندیمان او را خرد جرعه نوش

کواکب قنادیل ایوان او ‌ ‌ عطارد دواتی ز دیوان او[5]

مه از خرمنش خوشهٔ یافته ‌ ‌ خور از مطبخش توشهٔ یافته

دگر اختر برج او رکن دین[6] ‌ ‌ به مه مشتری بمهر مریخ کین

سکندر حشم خضر خلت شعار ‌ ‌ مسیحا نفس مهدی روزگار

بگردن کشی ملک وشه را عمید ‌ ‌ بشوکت گره بند حبل الورید

بود کاف و نون حرفی از دفترش ‌ ‌ بود آسمان طاقی از منظرش

---

[1] این شعر از متن ب افتاده است، [2] قاضی شمس الدین صائن حاکم سیرجان متوفی ۷۲۶ھ، [3] ج ـ گوهر کششش، [4] ب ـ که از چشم او، [5] ج ـ دوال، [6] این شعر با دو اشعار لاحق از متن ج افتاده است، رکن الدین عمید الملک فرزند قاضی شمس الدین صائن حاکم سیرجان بوده،

کسی کو نهد بر خلافش قدم — سیه روی گردد بسان قلم
کجا تیر گردون کمانش کشد — که شاه فلک سائبانش کشد
اگر جوید ابر[1] از هوا آبروی — بزن گو ز دریای دستش بجوی[2]
چو پیدا شد از آسمان قرص زر — نوالش بهم کرد اشارت که خور
بود قاف برجی ز تمکین[3] او — بود مهر شمعی ببالین او
یکی گنج محمود پرداخته — یکی رایت هند افراخته[4]
یکی در دمش نکهت عیسوی — یکی در کفش معجز موسوی
چو آن گوهر افشان معجز نواز — سر حقهٔ تربیت کرد باز
یکایک تعجب نمای آمدند — به تحسین ترنم سرای آمدند
بدین داستان داستانها زدند — بسی تیرها بر نشانها زدند
که شبنم مگر کاب عمان برد — گدا پرده بر کار سلطان برد
مگس بین که چون باز[5] بازی کند — عسس بین که با شاه بازی کند
جگر تشنهٔ شسته دست از حیات — سوی کربلا برده آب فرات
از ینگونه شوریدهٔ بی وقار — شکر کرده بر تلخ[6] عیشان نثار
چو آن خاک دریا دل تنگدست — چو دریاش طبعی گهر بخش هست
بدست تهی گنج ریزی کند — بباد هوا مشک بیزی کند
نه آخر بهمت از و کمتریم — چرا از سر گنجها نگذریم
چنان مفلسی مانده در[7] قید آز — کنیمش ز مال جهان بی نیاز

---

۱ ج - او، ۲ ب - بگو کز دریای دستش بشوی، ۳ ج - حرفی،
۴ این شعر با شعر لاحقه از متن ج ساقط شده است، ۵ ج - شاهبازی، ۶
ج - تنگ عیشان، ۷ ب - از،

نه چاهم رسانندزان پس بجاه | کشیندم از گاهِ ماهی بماه
سرم بگذرانند ز اوج بلند[1] | کشودند پای امیدم ز بند
فزون زانکه بود التماسم زدهر | بدین خستهٔ بسته دادند بهر
کنون هر دم از چرخِ پیروزه پوش[2] | ز پیروزی آید نویدم بگوش
سروش مسیحادمِ خضر نام | کند با من از طاقِ اخضر پیام
که خواجو چو عیسیٰ روان بخش باش | جهانگیر گرد و جهان گرد باش
دم از روح زن چون مسیحا توئی | بقافِ بقا شو چو عنقا توئی
تو دریائی و جسم و جان گوهرت | تو گردون و انس و جان اخترت
چو گوهر برون آی زین چار درج | بزن نیم برکی[3] برین هفت برج
چو ناهید ازین پرده راهی[4] بزن | چو صبح از سر صدق آهی بزن
برون شو ز معمورهٔ کن فکان | قدم نه بمقصورهٔ لامکان
سحرگه دمی خوشتر از صبح آر[5] | بسر چشمهٔ مهر غسلی بر آر
برافشان سر دست بر کائنات | بگو چار تکبیر بر شش جهات
درآ[6] در صفِ ساکنان فلک | بنه روی در سجده گاهِ ملک
دعا کن بر آن هر دو مخدوم خویش[7] | که در عهدِ شان گرگ شد صیدِ میش
الا تا برین گنبدِ ششدری | فروزان بود مشعل خاوری

---

[1] ج-سرازاوج بلند
[2] ب-نیم ترکی؛ کاف در نیم برکی کاف تصغیر است، ونیم برنام فنی است از کشتی میر نجات گوید

تیغ وتند است زچشمت نظری می خواهد | آسمان از تهمت نیم برکی می خواهد

(انند رهنگ آنند راج)، [3] ب-رای، [4] ج-سحرگه دمی خوش بر آ صبح وار، [5] ب-در آور، [6] ج-دعا گوی بر جانِ مخدوم خویش،

چراغ روانش فروزنده باد | دلِ عالم افروزِ او زنده باد
سر افگنده در پای شان[1] هر که هست | فدای سراپای شان[1] هر چه هست
سخن بر دعا می رسانم به بُن | کو بعد از دعا شان ندارم سخن
چو بنشست تحریر آن در خیال | زبان در کشیدم ز بیم ملال
اگر بر دعا ختم کردم رواست | که از ختم مقصود کلی دعاست
سخن[2] را نهایت نیامد پدید | ورق[3] در شکستم چو این جا رسید

تاج محمد خان

---

[1] ج - او'
[2] ب - سخن را نیاید نهایت پدید' ج - سخن را نسبا شد الخ'
[3] ب - قلم در شکستم' ج - ورق در نوشتم'

بیرون والبیرونی

ابوریحان بیرونی از مشاهیریست که در حلقه های علمی دنیا، از مدتهای زیاد وی را خوب می شناخته، و از آثار علمی وی استفاده های کرده اند. مخصوصاً بعد از انکه آثار مخلد و جاویدان این عالم شرقی مانند آثار الباقیه والهند وی در اروپا بطبع رسید، مجامع علمیهٔ دنیای جدید، خوبتر به فضل و دانش این علامهٔ استاد آشنا شدند، و دانشمندان غربی راجع بشرح حال و تدقیق زندگانی این عالم نامور مضامین مفصلی نوشتند،

راجع بشرح حال و معرفی آثار و تالیف این استاد علامه، بزبان اردو کتابی از طرف فاضل دانشمند سید حسن برنی نگاشته شده، و تمام آنچه راجع باین علامه یافته توانسته در یک جلد جمع کرده است. ولی این فاضل هندی، و تمام علماء و مستشرقین اروپا، که تاکنون راجع به البیرونی چیزی نگاشته اند، راجع به مسقط الراس و منشاء اولین وی یعنی بیرون، همان اقوال عبدالکریم سمعانی در الانساب، و یاقوت حموی را در معجم الادباء ذکر کرده، و به اشتباه تاریخی برخی از مورخین که بیرونی را سندی دانسته، و بیرون خوارزم را با نیرون سند، التباس نموده اند، اشاراتی کرده اند،

تاکنون در نوشته های علمای مغرب و شرق شناسان و فضلای شرقی مانند علامه سید سلیمان ندوی، و فاضل برنی، و آنهائی که در ایران راجع به بیرونی چیزی نگاشته اند، بنظر من تحقیق منشأ نخستین البیرونی یعنی بیرون نرسیده، حتی برخی از نویسندگان قدیم و جدید مانند شهرزوری در نزهة الارواح، و ابن ابی اصیبعه در عیون الانباء و ابوالفداء در

تقویم البلدان، وربنو و شمس العلما و عبدالغنی در تاریخ ادب پارسی قبل از مغل وغیرهم بهمان التباس بیرون (خوارزم) و نیرون (سند) اشتباه کرده اند.

درین مقالۀ کوچک ما را به نقل اقوال مورخین و تفصیل آن کاری نیست، البته کسانیکه باین موضوع دلچسپی دارند، تمام اقوال و آرای مؤرخین قدیم و جدید را در دیباچه آثار الباقیه نگارش شرقشناس معروف سخاو وهکذا در کتاب فاضل هندی سید حسن برنی دیده می توانند سخاو و اغلب علمای بصیر این رای را پسندیده اند، که بیرون در خوارزم بود، و باقوال علامه سمعانی و علامه یاقوت حموی وقعی داده اند.

ولی آنچه سمعانی گفته: "هذه النسبة الی خارج خوارزم، فان بها من یکون من خارج البلد ولا یکون من نفسها یقال له "فلان بیرونی ست"... والمشهور بهذه النسبة ابی الریحان البیرونی (۱)"

ازین گفته سمعانی بر می آید: که بیرون یک موضع معینی نبوده، و بیرونی فقط اصطلاحاً بر اشخاص خارج البلد در خوارزم اطلاق میشد.

این قول سمعانی را علامه حموی در معجم الادباء نیز تائید کرده که بیرونی را باصطلاح اهل خوارزم بمعنی غریب و برالبلد آورده (۲) وازین هم چنین واضح میگردد: که نزد یاقوت بنام بیرون موضعی موجود نبوده، و بیرونی بمعنی غریب و خارج البلد بوده است،

اما امام علی بن زید البیهقی که کتاب تتمه صوان الحکمه را در (۵۶۵ هـ) نوشت، و با سمعانی (متوفی ۵۶۲ هـ) معاصر بود، واضحاً نوشته "وبیرون التی هی منشأه ومولده (ای البیرونی) بلدة طیبة فیها غرایب و عجایب... (۳)"

وازین قول علی بیهقی بر می آید: که بنام بیرون شهریکه دارای غرایب بوده وجود داشت.

---

(۱) الانساب ص ۹۰ وازین عبارت گمان کرده اند که خارج شهر خوارزم بمعنی ربض است، یعنی نه خود شهر بل آبادی های خارج فصیل شهر، یکه به حدود العالم ص ۲۶۴ نیز ص ۱۲۲ - محمد شفیع (۲) معجم الادباء ص ۳۰۸، (۳) تتمه صوان الحکمه ص ۶۲ طبع علامه محمد شفیع بلاهور.

کسانیکه از علمای غرب و شرق راجع به بیرونی چیزی نگاشته اند متاسفانه راجع به بیرون و محل وقوع آن تحقیقی نفرموده و فقط بهمین قدر اکتفا کرده اند: که بیرون جائی بود از مضافات خوارزم سخاو نیز درین باره شرحی و تدقیقی ندارد، فاضل هندی سید حسن برنی افسوس میکند که درخصوص بیرون کدام مورخ و جغرافیه نگار معلوماتی بما نمی دهد (۱)

برای اینکه این موضوع تاریخی مجهول نماند و محققین تاریخ راسراغی از مولد این عالم بزرگوار شرق بدست آید من سعی خواهم کرد تا راجع به بیرون و محل وقوع جغرافی آن معلوماتی درین مقالت فراهم آورم:

بیرون، در خوارزم جنوبی یا خراسان شمالی، در منطقهٔ که باعتبار اقتدار حکومتهای مختلف گاهی خوارزم و گاهی خراسان و گاهی جوزجان شمرده میشد وقوع داشت، و این شهر یا شهرک در یکی از آثار جغرافی قدیم دورهٔ اسلامی ذکر شده است بشرح ذیل:

در موزهٔ کابل کتابی قلمی موجود است بنام "ترجمهٔ اشکال العالم ابوالقاسم احمد الجیهانی" که مترجم آن علی ابن عبدالسلام بوده و بنام پادشاه عصر علی خواجه بن محمد ولی امیرالمؤمنین (۲) این کتاب را از عربی بپارسی ترجمه کرده است. این مسئله که آیا این کتاب همان مسالک و ممالک مفقود جیهانی است یا نی؟ درخور تحقیق و کنجکاوی زیاد است، که این مقالت جای آن نبوده، ولی راجع بموضوع بحث ما یعنی بیرون میتوان ازین نسخهٔ قلمی کمی استفاده نمود:

کتاب مذکور در مبحث اقلیم چهارم که نواح خراسان و سیستان و توابع آنرا شرح میدهد، در ضمن تفصیل فواصل بلاد بیرون را در موقعی ذکر میکند که از انجا منزل هشتم ثبت است (۳) ازین ذکر غیر مفصل مؤلف اشکال العالم چنین استنباط می شود که بیرون در عصریکه هنوز ابوریحان بدنیا نیامده بود، در جغرافیای آنعصر وجود داشت، و اگر این کتاب ترجمه همان کتاب مفقود مسالک و ممالک الجیهانی وزیر دانشمند و معروف (۴) سامانی ها ثابت گردد، پس میتوان گفت: که بیرون در عصر سامانی ها که جیهانی کبیر اشکال یا مسالک و ممالک خود را مینوشت نیز شهرتی داشت.

---

(۱) البیرونی طبع علیگره صه ۲۹ (۲) کذا فی الاصل شاید صحیح آن علی بن محمود باشد (۳) نسخهٔ قلمی اشکال العالم موزهٔ کابل صه ۶۶

واگر صحت انتساب این کتاب را به الجہانی قبول نکنیم و وقوع بیرون در ہشت منزلی ابست ہم از طرف مؤلف باشد، با وجود آنہم این قدر گفته میتوانیم که در عصر مؤلف کتاب (ہر کس که باشد) بیرون بحیث یکشہر موجود بوده در کتب تاریخ و مسالک و ممالک دوره ہای مابعد یعنی در عصر غزنویہا و غوریہا و مغولہا وغیره تا جاییکه مطالعه و استقراء ممکن بوده ذکری از بیرون نیست، مثلاً یاقوت در معجم البلدان و حمدالله مستوفی در نزہة القلوب و دیگران بیرون را نیاورده اند ولی در دوره صفوی که شاہان عربی نژاد ایران را با خوانین اوزبک و شاہان ماوراءالنہر در شمال خراسان زد و خوردی بوده باز می بینیم، که درین دوره ذکری از بیرون در تاریخ آنعصر رفته است، که در سطور آینده شرح میدہیم :

بیرون و درون

در عہد صفویہا که پادشاہان ایران در شمال خراسان با خوانین خوارزم و اوزبک مجادله ہا داشتند بموارد در مواقعیکه از اطراف نسا و ابیورد ذکری میرود، از قلعہای درون و بیرون ہم نامی برده میشود، مثلاً اسکندر بیک منشی ترکمان مورخ صفویہا در عالم آرای عباسی در چندین جای ذکری از قلعه درون مینماید، مانند این عبارات :

در صحیفه دوم عالم آرای عباسی، مبحث توجه شاه عباس بخراسان و حالات اوزبکیه مینویسد: "حاجی محمد خان ولایت نسا و درون را از تصرف نور محمد خان بیرون آورده ... نور محمد خان چون تاب مقاومت او نداشت، التجا به عبدالله خان برده با و توسل جست، و از و التماس نمود که نسا و درون را از تصرف حاجی خان بیرون آورده و با و سپارد و شرط نمود که ہرگاه نسا و درون بامداد عبدالله خان بدست آید ...."

کذا در ہمان صحیفه در مبحث لشکرکشی عبدالله خان بخوارزم گوید: "خاطر از ہم ابیورد ... و نسا و باغباد و درون جمع کرده ...."

کذا: در احوال ماوراءالنہر گوید: "کمر ہمت به تسخیر ولایت نسا و ابیورد و درون ... ببست "

کذا، در شرح حرکت شاه عباس به ابیورد گوید: "اویماقات صاین خانی که در حدود نسا و درون و باغباد مسکن داشتند ...." (۱)

این عباراتیکه از عالم آرای عباسی اقتباس شد، بوضوح پیوست که درون موضعی بود در سلک

---

(۱) نسخه خطی عالم آرای عباسی منضما .

نسا و ابیورد، که بقول مستشرق شهیر بارتولد نسا در نزدیکی عشق آباد کنونی بوده، و ابیورد اکنون هم بشکل قریهٔ کوچکی در ۱۰۰ در میلی عشق آباد موجود است (۱) و چون هر یکی ازین دو شهر یعنی نسا و ابیورد در عصر غزنوی در حصهٔ سرزمین خراسان داخل بوده، و خود بیرونی در قانون مسعودی هر دو را داخل خراسان ذکر کرده (۲) بنابران گفته میتوانیم: که درون و بیرون نیز گاهی جزو خراسان، و مدتی در حصهٔ خوارزم شامل بوده است، و هم باستناد اقوال اسکندر بیگ منشی طوریکه اشارت رفت گفته میتوانیم درون قلعهٔ بوده، که در مقابل آن بیرون واقع بود، و خود همین اسکندر بیگ منشی، و محمد یوسف مورخ، در ذیل عالم آرای عباسی ذکری از بیرون نموده اند بدینطور: در شرح احوال خراسان گوید: "عرب محمد خان ابن حاجم خان اوزبک والی خوارزم از استیلای معاندان از ملک موروث برامده، و بآستان شاه عباس آمد، و به کمک او پس به سلطنت موروث رسید، بعد از وفات عرب محمد خان در اولادش نزاع افتاد، و اسفندیار سلطان بدرگاه عباسی رفت ... چون پسر بزرگتر بود، او را بسمت خانی موسوم گردانیده، و بمعاضدت دربار صفوی پس خوارزم را بتصرف آورد، و نیمه را به برادر خود ابوالغازی داد، و بقصد تسخیر ولایت مرو و نسا و درون و ابیورد به خراسان آمد، و چند نفر از اعیان نسا و درون اظهار موافقت ایشان نموده، کس نزد ابوالغازی سلطان فرستاده، او را بآمدن آنجا ترغیب نموده، و وعدهٔ قلعهٔ بیرون دادند..." (۳) باین صورت در ذیل عالم آرای عباسی نیز ذکری از قلاع درون و بیرون رفته، و از همه آن اشارات میتوان فهمید که بیرون قلعهٔ بوده در خوارزم جنوبی، یا خراسان شمالی، که در سلسلهٔ شهرهای نسا و ابیورد واقع بود، و در عصر صفوی در حصص خراسان شمرده میشد، و استاد بزرگوار شرق، علامه ابوریحان البیرونی ازین موضع برآمده، و مولد و منشاء وی همین بیرون بوده است

(عبدالحی حبیبی - کابل - افغانستان)

---

(۱) جغرافیائی تاریخی ایران ص ۳۳ ۱۴ طبع تهران، (۲) منتخبات قانون مسعودی ص ۱ ۴ طبع دهلی از ذکی ولیدی ترک، (۳) از ذیل عالم آرای عباسی ملخصاً ص ۲۰۰ - طبع تهران ۱۳۱۷ھ

امیر هندوکه بسی معرکها و جنگها دیده بود و آیین شجاعت و دلاوری ورزیده،
چون شیر خشمناک بغرّید و صفها برهم درید و سپاه مخالفت را چون گرد شگافت
و از دلاوران ایشان هر کرا یافت بیت

سر و گردن و سینه پا و دست ز سر تا قدم خرد درهم شکست

و مردم او در پی گریختگان رفته امیر سلطان ابو سعید را زخمی قوی زدند
و هم بان[1] زخم در سبزوار درگذشت بیت

که داند که این خاک انگیخته بخون چه دلهاست آمیخته

و مردم هندوکه بغارت مشغول شدند و دیگران مراد در میدان
ظفر جلوه می داد، ناگاه امیر شیخ علی بهادر و هندوکه بهم رسیده درهم آویختند
و خاک معرکه را با خون برآمیختند، و امیر شیخ علی بقوت دولت قاهره هندوکه ۱۰
را بقتل رسانید، و نام جد خود شیخ علی بهادر را زنده گردانید، و او
را هم مجال توقف نمانده بیرون رفت، و سر هندوکه را بدست آورده
پایمال جفا ساختند، و در هراة جهت عبرت کافر نعمتان دیگر از دروازهٔ ملک
آویختند آری بیت

با ولی نعمت ار بدر آئی همچو[2] هندوکه[3] سرنگون آئی

میرزا ابو القاسم بابر از جانب سیستان مراجعت نمود و خاطر همایون
از جمیع جوانب جمع فرمود، و در دار السلطنه هراة مجلس نشاط و بساط انبساط
ترتیب داد، و باقداح راح ابواب روح و راحت بر روی دلها گشاد، در
خلال این احوال بمحض عنایت حضرت وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ[4] فتح قلعهٔ عماد

---

۱ فقط ک، برهمان (بجای هم بان)، ۲ آ، ک: کرسپهری که (بجای همچو هندوکه)، ۳ آ با ب: امیر هندوکه، ۴ قرآن مجید ۶ (سورة الانعام): ۵۹،

که نمودارِ ایوانِ سبع شداد وست میسّر گشت،

۴۲۳ لو وشرحِ آن چنانست که در ورق ۴۲۳ لو محمد صالح جوانی دلاور بود،
و میرزا علاء الدوله او را براتی بر خزانهٔ قلعهٔ عماد عنایت فرمود، و او
بقلعه رفته و چیزی از آن وجه گرفته و با کوتوالِ آنجا طریقِ محبت مسلوک
داشته بیرون آمد، و چندِ تغوز رخت و تحفها و طعامها، میوه مرتّب ساخته
و با نوکران مقرّر داشته که اگر مجال یابند آن اشیا را بطریقِ مردمِ مزدورکار
برداشته بقلعه در آیند، و خود بقلعه رفت[1] و با کوتوالِ آنجا بشراب مشغول شد
و آن اشیا را برسم پیشکش بقلعه در آوردند[2] و بهر حیله چند نوکر او در آمدند ناگاه
شمشیر کشیده بنامِ میرزا ابوالقاسم بابر صلوات داد و چند کس را بدروازهٔ عدم
۱۰ بیرون فرستاد، و مردمِ قلعه امان خواسته انقیاد نمودند، و در سلکِ نوکران
دیگر فرمان بردار بودند، و خزاینِ جهان که در آن قلعه بود مضبوط گردانید[3]
و خبرِ فتحِ قلعه و شرحِ تسخیرِ آن بحسنِ تدبیر بعرضِ میرزا ابوالقاسم بابر
رسانید،

و صدای این بشارت بنوعی غلغله در دار السلطنهٔ هراة انداخت که
نگاه بانانِ میرزا علاء الدوله را از شرایطِ محافظت غافل ساخت، و او از حبس
بیرون رفته به طرفِ غور و غیسار[5] عزیمت نمود، و از آنجا بولایتِ نیمروز رفت،

---

[1] فقط آ ـــ، [2] آ: رفته، [3] فقط ک: قلعه (بجای آنجا) [4] آ با ب:
آورد (بجای آوردند) اک: آورده، [5] در حبیب السیر گفته است که "ذخائر وافر
ونقود نامعدود بدست میرزا بابر افتاده اکثر آنها را نادیده بامرا و ارکان دولت بخشید". نیز رک
به ص ۴۳۸۹، [6] آ با: خیسار اک بت مثل متن. برای این موضع که در وادی هری
رود دو منزل شرقی هرات واقع است رک به لیسترینج ص ۴۱۰،

وآنجا جمعیتی[1] تمام در سلکِ اهتمام او انتظام یافت، میرزا ابوالقاسم بابر
امیر شجاع الدین خدایداد را که بشرفِ مصاهرتِ آنحضرت سرافراز بود با
جمعی دلاوران معیّن فرمود که عزیمتِ آن ولایت نموده در دفعِ فتنه و فساد
غایتِ سعی و اجتهاد بجای آورند، میرزا علاء الدوله چون از توجهِ سپاه ظفرپناه
آگاه شد زیادت در آن ولایت توقف نفرمود و با ناله و آه آهنگِ راهِ عراق
نمود، و از سرحدِ بیابانِ یزد خبرِ آمدنِ خود پیش میرزا سلطان محمد فرستاد،
و برادرِ نامهربان دستِ ردّ بر روی امیدِ او نهاد و پیغام داد که ما عازم
صوبِ خراسانیم آن برادر در بیابانِ یزد توقف نماید تا بوقتِ عزیمت
ملحق شود، و میرزا علاءالدوله روزی چند بکام و ناکام در آن مقام بی‌سرانجام
گذرانید، ۱۰

ذکر نهضت میرزا[2] سلطان محمد بجانب خراسان و تسخیر آن مملکت بعنایت ملک مستعان

میرزا سلطان محمد را پیوسته هوای تسخیر مملکت خراسان مکنون ضمیر منیر
و مخزون خاطر خطیر بود، و بواسطهٔ ضرورات[3] ملکی و مهماتِ کلی آن معنی در حجاب
انتظار مانده، این صورت از نقابِ استتار روی نمی‌نمود، و سرداران ممالکِ
عراق مثل ملک گیومرث[4] و اتابکانِ لرستان شاهزاده را سرِ تسلیم و گردن

---

[1] آ، ب، اک: جمعیت، [2] وی پسر میرزا بایسنقر بود، در حبیب السیر ۳: ۱۹۱ بعد احوال او را باختصاری مفید آورده است، [3] فقط ک: ضرورت بجای ضرورات، [4] بظاهر مراد از گیومرث بن بیستون باوند رستمدانی است که در ۸۵۷ھ بر تخت نشست، رک به نامه باور ص ۱۹۱،

انقیاد نمی نهادند و بزبان سرکشی پیغام می دادند که ما تابع پادشاهیم که سریر
سلطنت شاه رخی مستقر دولت او باشد و چون منشأ و مولد میرزا سلطان محمد
دارالسلطنهٔ هراة بود و میرزا الغ بیگ که وارث حقیقی بود بضرورت عزیمت
مملکت ماوراء النهر نمود میرزا سلطان محمد احوال ممالک فارس و عراق مضبوط
۴۴ب ساخته داعیهٔ فتح خراسان دامن همت او گرفت و عزم تسخیر آن ولایت
زیادت شد و از ممالک عراق و فارس چون شیراز و اصفهان و لرستان و شولستان
و یزد و کرمان و قم و کاشان و آوه و ساوه و ری و سمنان و دامغان لشکری
گران و سپاهی بیکران مرتب ساخت و رایت عزیمت برافراخت و از
بسطام گذشته ایلچی پیش برادر فرستاد و از آمدن خویش آگاهی داد

۱۰ میرزا ابوالقاسم بابر چون از توجه برادر وقوف یافت و پرتو این خبر بر
خاطر انور او تافت فرمان فرمود که دلیران میدان جنگ و شیران بیشهٔ نام
و ننگ و مردان روزگار و صفدران روزگار از اطراف و اکناف خراسان از
سرحد سیستان تا مرو و ماخان و از نواحی شبرغان تا اقصار[1] مازندران جمع
آمدند و از دار السلطنهٔ هراة بسرعت تمام نهضت فرمود و منازل و
مراحل می پیمود تا در ولایت جام غلبه و از دمام آن دو سپاه خونخوار و آن
دو دریای زخار بهم رسید بیت[2]

دو لشکر برابر شد آراسته — زهر جانبی[3] بانگ برخاسته
زبس نعره کآمد برون از کمین — فرود اوفتاد آسمان از زمین
چو بر جنگ شد ساخته سازشان — گریزنده شد دیو ز[4] آوازشان

---

۱. آ: اقصی؛ ۲. خمسهٔ نظامی (شرف نامه) ص ۱۲۷۰ س ۴ تا ۶؛ ۳. شرف نامه: شد آن ازدها پاک برخاسته؛ ۴. آ، ب، ت و شرف نامه: از؛ ک مثل متن؛

آتش قتال اشتعال یافت و شرارِ کارزار زبانه کشید، از گردِ نعالِ تگاوران چشمهٔ آفتاب روی بپوشید، و از غبارِ سمِ اسپان بسیط پردهٔ اغبر در سرکشید، نایرهٔ حرب آتشِ فنا در خرمنِ جانها می افگند و تندباد حمله نهالِ بقا را از ریاضِ وجود بر می کند، میرزا سلطان محمد و میرزا ابوالقاسم بابر چون رعد در نیسان و برق در نیستان می خروشیدند و میکوشیدند و از هر طرف می تاختند و بسیاری می انداختند و بتیغ و سنان یکی دو و دو یکی می ساختند

بیت

آن یکی چون سپهر آینه فام جوشن انتقام پوشیده
و مانند بهرام تیغ خون آشام از نیام کشیده، و این یکی پیکان آتش بار بزهر کین آب داده، و خدنگ چهار پر در کمانِ شش پی نهاده، از بیم نیزهٔ پیچانِ آن سماکِ رامح سیماب وار همه تن لرزان، و از ترس خدنگِ زود آهنگِ این نسر طایر کبوتر آسا بجان هراسان، و آن دو لشکر تندخوی جنگجوی از دو سوی روی در روی آورده آنچه امکانِ مقابله و جدال و محاربه و قتال و کشش و کوشش و آویزش و خونریزش بود از دو طرف رو نمود بیت

نیاسود لشکر ز خون ریختن ز دشمن بدشمن در آویختن
عاقبت نسیمِ عنایتِ الٰہی وَاللّٰہُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وزیده

۱؎ آ: می کوشید، ۲؎ آ: مبارزان می انداخت و بجای بسیاری می انداختند، اک بت: مبارز می انداختند، با: مبارز می انداخت، ۳؎ آ: می ساخت، ۴؎ آ: — ۵؎ کذا بفتح بای فارسی کمان سه پی بظاهر کنایست کہ بار معتب است، ۶؎ ک: پیچان، با بت: پیچان، اک: پیچان، ۷؎ آ: مقابله

غبارِ پیکار شگافت، وانوارِ فتحِ مبین و نصرِ عزیز بر عَلَمِ دولتِ میرزا سلطان محمد تافت، و سپاهِ خراسان خایف و هراسان هزیمت غنیمت دانستند، و گریز دست آویزِ خلاصِ جان ساختند. بیت

گریزندگان را در آن رستخیز ... نه روی رهائی نه رای گریز

سواران همه تیر پرداخته ... گهی تیر وگه ترکش انداخته

و لشکرِ عراق مظفر و منصور غنایمِ نامحصور گرفتند، و از مراکبِ گردون مواکب و تیغها[1] و جوز امناکبِ و دراهم منقود و جواهرِ نامعدود و مال و منال ۲۴۴ر ددرق ۲۴۴ر واحمال واثقال بختی[2] وافر و نصیبی وافی رسیدند، آحادالناس[3] لشکرِ عراق و فارس صاحب بارگاه و اساس شدند، و افرادِ سواد[4] واهبِ قطار و مهار ۱۰ گشتند، و بمیامنِ این فتحِ مبین کوکبِ اقبال میرزا سلطان محمد باوجِ کمال ارتفاع یافت، و اخترِ دولت روی بذروهٔ سعادت آورد، رقاب و نواصیِ ادانی و اقاصی در قبضهٔ اقتدار قرار گرفت،

و میرزا ابوالقاسم بابر از غرقابِ دریای هیجاد التهابِ آتشِ وغا بسلامت بیرون آمد ع

سلامتِ همه آفاق در سلامتِ اوست

و یا هفت بندهٔ نیک خواه که از غایتِ اتفاق چون هفت اورنگ با یکدیگر یک جهت بودند و از کمالِ انطباق مانند هفت فلک یک دل بجانب قلعهٔ عماد که شرحِ فتحِ آن گذشت متوجه گشت، و در راه هر گونه مشقت

---

[1] ب: نظم؛ یا ک مثل متن، [2] آ تا ب ک: و از تیغها بجای و تیغها، [3] فقط ک: و خلی د بجای بختی، [4] فقط مدک: و د بجای آحاد الناس، [5] ک: سوداد بجای سواد،

خاطرایم دیده بقلعه درآمد،
و میرزا سلطان محمد شکرِ مواهبِ الٰهی بجای آورده صدای نقارهٔ پادشاهی
بایوانِ کیوان رسانید، و رکابِ ظفر انتساب گران ساخته عنانِ سمندِ جهان
پیما سبک گردانید، و پیشتر امیر پیرزاد بخاری راجهتِ استمالتِ رعیت
بدارالسلطنهٔ هراة فرستاد، و شرحِ فتح آن[a] پیغام داد، سادات و قضات و
موالی و اهالی و اکابر و اصاغر و اشراف و اصناف برسم استقبال استعجال
نمودند، و بشرفِ تقبیلِ انامِلِ فیاضِ فایز و سرافراز شدند، و همای دولت سایهٔ
سعادت برآن بلده انداخت، و آفتابِ طلعتِ همایون آن خطهٔ میمون را
مشرق و منور ساخت، و پیکِ گردون (مسیر؟) اخبارِ فتح و نصرت بمسامع
جهانیان رسانید، و عالم را بطراوتِ عدل و داد سرسبز و شاداب گردانید، ۱۰
بقاع و رباع که بآسیبِ آمد شد لشکرها او بخرابی داشت بجمالِ عمارت
باز آمد، و ضیاع که در معرضِ ضیاع بود و مکان سباع و ضباع گشته مامون
و مسکون شد،[1] و میرزا سلطان ابراهیم ولد میرزا علاء الدوله که در حبسِ میرزا
ابوالقاسم بابر بود و میرزا[2] شاه محمود ولد میرزا ابوالقاسم بابر را پیش میرزا
سلطان محمد آوردند، هر دو را نواختی بواجبی فرمود، و عنایت و رعایتِ تمام
نمود، و میرزا سلطان ابراهیم را پیش پدرِ او[3] میرزا علاء الدوله

[1] آ ب ت – سنه؛ برحاشیهٔ آ نوشته است: "میرزا سلطان ابراهیم را چون بانه
میرزا ابوالقاسم بابر گرفته حبس فرمود رقم قلم آن ایام معدود را در داستان سابق
اعتماد نمود منه رحمه الله" (رک به ص ۹۰ س ۱ ذیلِ وقایع ۸۵۳) ـــــــ ذکر جشن ختان
او در ذیل وقائع ۸۵۲ بر ص ۱۸ مذکور است؛ [2] رک به جزء سوم ص ۴۵ برای ذکر
ولادتش در محرم ۸۵۳ھ؛ [3] ک – ؛ از روی آ نوشته شد؛

فرستاد[1] و میرزا شاه محمود را بوالدهٔ او داد، و بر سریر سلطنت جدّ بزرگوار و خاقان سعید کامگار بتمکین تمام مقام و آرام فرمود، و بعزم زیارت حضرت شیخ الاسلام الاعظم قدوة مشایخ الامم مظهر عنایت الله الاکبر شیخ بهاء الدین عمر قدس سرّه بقریهٔ جغاره[2] فرمود، و از صحبت شریف آنحضرت انواع منافع استفاضه نمود،

و بعد از فراغ خاطر از مناظم امور و مصالح جمهور بزم عشرت ترتیب داد، و بساط نشاط گشاد، و مجلس انس از ماه رویان رشک نگارخانهٔ چین شد، و بزم عیش از تاب رخسار خوبان غیرت فزای خلد برین و حور عین گشت، و ساقی سیمین ساق بملاحت رخسار و حلاوت گفتار و اقداح راح آینهٔ روح را جلا می داد و بخندهٔ نمکین و شیوهٔ شیرین درها روح و راحت بر ۱۰ دلها | ۱۴۲ب مشتاقان می کشاد و مطربان خوش الحان از صدای نغمات موزون زهره را در چرخ آورده، و نوای نی و عود و قانون از سعد اکبر فغان برآورده، و میرزا سلطان محمد ع[3]

چند روزی برین نمط گذراند[4]،

و درین اثنا از جانب سمرقند ایلچی میرزا عبد اللطیف رسید و مکتوبی بموقف عرض رسانید، مضمون آنکه :

شما را فتح خراسان و ما را فتح ماوراء النهر مبارک باد؛ ما با میرزا بابر جهت آن دوستی می ورزیدیم که او برادر شما بود و اگر نه همه کس را معلوم است

---

[1] در حبیب السیر (۳: ۳: ۱۶۲) گفته است که میرزا سلطان محمد میرزا علاء الدوله را مصحوب خویش از عراق آورده بود،
[2] آ: جغاره؛ با: جغاره، — رک به جزء ۲ ص ۴۴۳،
[3] ع ۳ برای این موضع،
[4] فقط آ،

که در زمانِ حضرت خاقان سعید او که بود و ما که بودیم[۱]
و امراء فرستادهٔ میرزا عبداللطیف را که محقر ساچقی آورده مبلغی کرامت
افزوده گذرانیدند، و جوابِ مناسب نوشته مصحوبِ مولانا شمس الدین محمد
صدر بدخشانی باز گردانیدند، و شرح قضایاء ماوراء النهر محتاج بیانست،

ذکر قضایایی[۲] که در مملکتِ ماوراء النهر درین سال بظهور آمد

از رشحات حرکاتِ خامهٔ سخن ساز و از کلماتِ نیراتِ نامهٔ حکایت
پرداز گوش زدِ اهلِ سماع و دیده ور زمرهٔ اطلاع شده باشد که میرزا ۱۰
عبداللطیف در بلخ نسبت با پدر عصیان ورزید، و تیغ عدوان بر سبیل اعلان
کشید، بواسطهٔ چند سبب که شرحِ آن در داستان فتح خراسان با دا رسید،
و پدر را از عبورِ جیحون مانع شد[۳]، و مدت تعادی متمادی گشت،
و چند نوبت از بالاء آب و پایینِ[۴] آب از طرفین لشکر ها گذرانیدند[۵]
و بکرات و مرات محاربات قایم گردانیدند[۶]، و اکثر لشکرِ میرزا عبداللطیف
غالب شد، و او بسبی تمام سلطنت آن مملکت را طالب گشت، و نوبتی
میرزا الغ بیگ میرزا[۷] عبدالله شیرازی را با عظماء امراء از آب گذراند و
میرزا عبداللطیف جمعی در برابر فرستاده، میرزا سلطان عبدالله گرفتار شد،

---

[۱] آ ب اک: من که بودم (بجای ما که بودیم)، آ: مثل متن، [۲] آ ب با اک: قضایا،
[۳] آ ـ، [۴] آ با ب اک (حبیب السیر ۴: ۳: ۱۵۷) پایان (بجای پایین)، [۵] فقط آ: گذرانیدند،
[۶] آ ب: گردانید، اک با: مثل متن، [۷] آ ب: سلطان (بجای میرزا)، با اک: مثل متن،

و میرزا عبداللطیف او را بجان امان داد، و بعد ازین واقعه بچند روز میرزا الغ بیگ ویران شده بطرف سمرقند عود نمود،

و سبب ویرانی آن بود که میرزا الغ بیگ میرزا عبدالعزیز را در سمرقند گذاشته عازم بلخ شد، و در کنار آب طناب[۱] نزاع بر اطناب[۲] کشید، یک فرزند در بلخ لوای جنگ و آهنگ مخالف[۳] راست ساز[۴] کرده[۵] و دیگر فرزند در سمرقند دست تطاول باهل و عیال امرا و رعایا دراز کرده[۶] امرا بی طاقت شده جزم کردند که این صورت عرضه دارند، و بیم آن بود که پدر را گرفته در بلخ بپسر سپارند، میرزا الغ بیگ امرا و ارکان دولت را بانواع استمالت نگاه می داشت، و احکام میرزا الغ بیگ را که مشتمل بر تهدید[۷] و عید بسمرقندی بردند فرزند سعادت مند عدم می پنداشت، درین اثنا صورتی[۸] غریب از پردهٔ غیب روی نمود و نقشی عجیب[۹] که در آیینهٔ خیال محال بود چهره گشود، و اختلال باحوال میرزا الغ بیگ راه یافته بخت و دولت از طالع او روی برتافت بیت

بسی دیدم درین گردنده دولاب
ندیدم هیچ دورش بر یکی آب
اگر خورشید یک ساعت بلنداست
زمانی دیگر از پستی نژند ست

---

۱ فقط ب ت ـ، ۲ ک، اطناب، ۳ ا ک، منالفت دبجای مخالفت، ۴ آ ب ت ا ک: ساز دبجای راست ساز، بمثل متن، ۵ آ ب ت ـ، ۶ آ ب ت ا ک: کرد دبجای کرده، ۷ فقط ک، تهدید، ۸ ا، عجب دبجای عجیب، آ ـ، ۹ فقط ک ـ

(مق ۲۲۵ الف) چه حال اینست نشو با داده خورسند ۲۵
مجو آزار بهر خرده چند

و بیان این حال از روی اجمال خروج میرزا سلطان ابو سعید ست

ذکر طلوع آفتاب رایت سلطانی و عزم استعلا بر سریر سلطنت و جهانبانی

حضرت خلافت پناهی یعنی میرزا سلطان ابو سعید بن میرزا سلطان محمد ابن میرزا امیرانشاه بن حضرت صاحبقران امیر تیمور کورگان بملازمت میرزا الغ بیگ مداومت می نمود و درین یورش در کنار آب در اردوی جناب ۱۰ الغ بیگ بود و این میرزا سلطان ابو سعید از ابتدا وزیدن صبای صبی وافتتاح ایام نشو و نما (تا) این زمان که سال عمر او به بیست و پنج رسیده بود همیشه اندیشه استعلا بر سریر فرمان روائی در خاطر همایون داشت و پیوسته داعیه استیلا و صورت ارتفاع بر صفحه ضمیر جهانگیر مینگاشت آفتاب از پرتو جبین مبین او اقتباس نور می نمود و مشتری از فروغ ناصیه همایونش سرمایه سعادت جهانیان می داد دلایل سلطنت عالم از مکارم احوال او واضح و خصایل خلافت بنی آدم از محاسن افعال او لایح و هم در زمان صبی و اوان نشو و نما صبا جهانگشائی از بساتین شمایل او بمشام جان اهل دل می رسید مصراع
اهل دل را دل گواهی کج نداد

۱ک، احوال ۲ فقط آ، ایام (بجای اوان) ۳ آ ب، کج

و انوارِ دولت از فروغِ طلعتِ او چون شعشعۂ آفتاب می درخشید ع

نورِ دولت آفتابِ لامع است

و پیوسته از خاطرِ فیض بخش و ضمیرِ آفتاب درخشِ مشایخ و اہل اللہ استمدادِ همتِ کیمیا خاصیت می نمودند[1] و بزبانِ حال سلطنتِ جہان را از باطنِ معمورِ ایشان استدعائی[2] نمودند* و شرح و بسط در مقاماتِ بزمی و رزمی و فتوحِ ممالک و تسخیرِ ولایات که حضرت واہب العطیات جنابِ خلافت مآب را عنایت فرمود از مساعدتِ وقت مأمول است، انشاء اللہ تعالیٰ،

القصہ بموجبِ لکلّ زمانٍ نَشْوَةٌ[3] درین زمان که پدر و پسر معارضِ[4]
۱۰ یکدیگر بودند* فرصت غنیمت دانسته جمعی مردم که ایشان را ایل ارغون گویند در سلکِ خدمت انتظام داده ع

عازمِ تسخیرِ سمرقند شد[5]

و گروہی انبوه گرد آورده بمحاصره مشغول گشت، و میرزا عبد العزیز با آنکه لشکرِ بسیار و سپاہ بیشمار داشت مجالِ جدال و طاقتِ رزم و قتال محال می پنداشت*، و با صدگونه یاس و ہراس در حصار خزید و دَم در کشید، چون پرتوِ این خبر بخاطرِ انورِ میرزا الغ بیگ رسید آتشِ غیرت در ضمیرِ منیرِ او شعله زد، و دودِ حیرت از دماغِ او بر آمد و چاره غیر آن ندید که از ظاہرِ ترمد عازمِ سمرقند گردید، و لشکریان پریشان گردید که بسیار

---

[1] آ ب: می نمود،   [2] آ ب: می فرمود،   [3] ک: نشوہ ة،

[4] حبیب السیر (۳-۳ : ۱۵۸): در برابر یکدیگر نشسته بودند،   [5] حبیب السیر: میرزا عبد العزیز را چون طاقت جنگ صحرا نبود دروازه ہای شہر مضبوط ساخته تحصن نمود،

خیمه و خرگاه و سراپرده و بارگاه برجا مانده هرکس بطرفی بیرون رفت، میرزا سلطان ابو سعید چون از آمدن میرزا الغ بیگ آگاه شد پای ثبات و قرارش از جا رفته دانست[۱] که چند روزی با روزگاری باید ساخت[*] بنا بران بایلِ ارغون در آمد[۲*]

و میرزا عبداللطیف از جیحون گذشته بشهر سبز آمد و چند روز طرح اقامت انداخت، و لشکرهای آن نواحی جمع ساخت و لشکر بآیین و یراق ۵
تمام ترتیب داد، و روی ظفر بسوی فتح سمرقند نهاد، و میرزا الغ بیگ با سپاهی چون ادوارِ افلاک[۳] بی نهایت و چون ذراتِ آفتاب بعید و غایت بعزم مقابله و قصدِ مقاتله از سمرقند بیرون آمد، و بقرب قریهٔ دِمَشق[۴] تقارب صفین و تلاقی فئتین ظاهر شد، آن دو لشکر خون ریز دو دو حشرِ فتنه انگیز[۵*] در ۱۰
یکدیگر افتادند و دادِ پُردلی و پهلوانی دادند، دُخانِ آتشِ سنان با یوانِ کیوان رسید، و شعلهٔ تیغ خون افشان زبانه بآسمان کشید، دلیران نوکِ پیکان را از چشمهٔ چشم بدسگالان آب می دادند، و دلاوران بنشترِ خنجر رگ جان می کشادند، عاقبت نسیم ظفر و نصرت از جانبِ لشکرِ بلخ وزید، و صبحِ امید از مطلع مرادِ میرزا عبداللطیف دمید، و سپاهِ سمرقند دست از گریبانِ ستیز داشته رُو به بیابانِ گریز نهادند، و[۶] میرزا الغ بیگ عنان از جنگ

---

[۱] اسفزاری: هنوز نوبت استقلال او را مهلتی در حساب بود، [۲] حبیب السیر: بمیان ایل ارغون شتافت، [۳] فقط: با فلک، [۴] به نیم منزل از سمرقند آباد کردهٔ تیمور، رک برای آن به ترکستان ص ۸۸، [۵] اسفزاری: محشر انگیز، [۶] حبیب السیر: هنوز بمقابله و مقاتله مشغول بودند که قاید تقدیر... عنان بارگیر میرزا الغ بیگ را گرفته بآن طرف انداخته پایان برد آن پادشاه... روی بجانب سمرقند آورده تحسر و تأسف میخورد (بجای آنچه در متن است)،

برتافت، و سمندِ باد رفتار برانگیخته بطرف سمرقند شتافت، و بصد گونه حیرت و حسرت اسپ می راند و اشکِ غیرت در چشمِ عبرت آورده میخواند بیت

ز بیژن فزون بود هومان بزور
هنر عیب گردد چو برگشت هور

و بسمرقند آمده خواست که به ارک در آید میرانشاه قوچین که از خاک برداشته و گماشته او بود دستِ رد بر سینهٔ امیدِ او زد، میرزا الغ بیگ با هزاران دردِ و محنت و انواعِ حسرت فرزندِ خویش میرزا عبدالعزیز را و چند نوکر دیگر ملازم ساخته بجانب شاهرخیه بیرون رفت ع

میروم وز سرِ حسرت بقفامی نگرم

و میرزا عبداللطیف بدار السلطنهٔ سمرقند آمده سریرِ سلطنت و مستقرِ دولتِ او شد،

و میرزا الغ بیگ چون بشاهرخیه رسید و آن حصاری بود بانواعِ خزاین و ذخایر مشحون، و سالها از حوادثِ گردون محفوظ و مصون، خواست که چند روزی در آنجا اقامت نماید تا به بیند که در آیینهٔ زمانه چه صورت می نماید، داروغهٔ آنجا ابراهیم و لد پولاد که مملوک میرزا بود قصدِ ولی نعمت کرده خواست که او را گرفته بسمرقند فرستد، میرزا الغ بیگ اینمعنی دریافته از شاهرخیه باز

۱؎ ک، یامان، آ: هامون بجای هومان، اک بت: سومان ــ هومان برادر پیران سرلشکر افراسیاب بوده و بردست بیژن بن گیو کشته شد (فرهنگ آنندراج)، هور بمعنی بخت و طالع (منه)،

۲؎ فقط آ: در آمده، ۳؎ حبیب السیر: دروب قلعه مسدود ساخته از دخول مانع گردید، ۴؎ آ بت اک ــ، ۵؎ آ: عبدالعزیز را با چند نوکر ملازم ساخته (الخ)، ۶؎ آ با بت اک: آنجا بجای در آنجا،

گشت، و چون صید که بپای خویش بدام آید با میرزا عبد العزیز بسمرقند آمد[۱]،

و میرزا عبد اللطیف بیوسون حضرت صاحب قران خان بر داشته بود، جمعی[۲] را فرمود که پیش خان زانو زده عرضه داشتند که میرزا الغ بیگ کسان مارا بغیرِ حق کشته، طلبِ قصاص می کنیم، خان فرمود که هرچه مقتضی شرع باشد بر آن موجب عمل نمایند[۳]، میرزا عبد اللطیف بهر گونه حیَل بل بمحض تقدیرِ حیّ لم یزل پدر و برادر را بقتل رسانید، و نام خود را باین فعلِ شنیع بر زبانِ ابناءِ زمان مذکور و مشهور گردانید، و شرحِ ماجرائی که میان میرزا الغ بیگ و میرزا عبد اللطیف گذشت و انواعِ خشونت و کدورت که میان ایشان ظاهر گشت قلم پاکیزه رقم مایلِ نقلِ آن سخنان نبود و از عرضِ آن حکایات و بسطِ آن کلمات اِغماض کرده اِعراض نمود، ۱۰

---

[۱] فقط ک: «که او» بجای «که»، [۲] حبیب السیر + : میرزا عبد اللطیف از کمال قساوت قلب و قلت حیا از روی سخریت و استهزا بواسطه و بیواسطه سخنان ناخوش بسمع پدر رسانید، [۳] حبیب السیر: عباس نامی را که پدراو بحکم میرزا الغ بیگ کشته شده بود فرمود الخ، اسفزاری زیادتی دارد درین موضع یعنی: جمعی از او طلب قصاص مقتولان خود کردند چنانچه بزبان مبارک شیخ بهاء الدین عمر قدس سره گذشته بود بمقتضای شرع حکم بقصاص او و پسرش عبد العزیز شده هر دو بقتل رسیدند،
[۴] در حبیب السیر درین موضع زیادتی دارد، که مجموع فقهای سمرقند فتوی نوشتند که میرزا الغ بیگ را قصاص کنند مگر قاضی مسکین رحمه الله که بآن امر همداستان نشد (برای احوال این قاضی رک به همان کتاب ۳ : ۳ : ۱۶۰ س ۱۳)، و در آن موضع بعضی جزئیات واقعهٔ قتل میرزا الغ بیگ بدست عباس بتفصیل آورده است از صاحب روضة الصفا داد: از امیر حاجی محمد خسرو که میرزا عبد اللطیف پدر را باو سپرده که بحج برد، بعد چند ساعت در راه عباس او را کشته روبروی امیر حاجی محمد مذکور،

و میرزا عبداللطیف جمعی امراء برلاس و ترخان مثل امیر محمود یادگار توقچی
۴۲۶ ا و سلطان جنید و سلطان یوسف و امیر اسمعیل صوفی ترخان را (ورق ۴۲۶ ب)
که در وقت مخالفت پدر و پسر در جانب او انواع جانسپاری کرده بودند
همه را در مجلس خاص طلبیده بقتل آورد چه در روز فتح سمرقند امیر
سلطان شاه برلاس و پسر او امیر جلال الدین محمد را در وقتی که پیش میرزا
عبداللطیف می آمدند امراء مذکور زخمهاء کاری زده امیر سلطان شاه براه آخرت
رفت و پسر او بعد از دو سه روز پیرو پدر شد **بیت**

جهان با همه زینت و زیب او
نیرزد بدین رنج و آسیب او

۱۰ و امراء مذکور مقتول با میرزا عبداللطیف هم صورت غدری در خاطر داشتند
القصه میرزا عبداللطیف خاطر از جمیع جوانب جمع فرمود و هر صورت که در
آیینهٔ خاطر او بود با حسن وجه روی نمود

درین مقام کمیت خوش خرام قلم که بهر گونه رقم در میدان بیان جولان
می نماید عزم آن دارد که در بیابان بی پایان فضایل میرزا الغ بیگ قدمی چند
بپیماید میرزا الغ بیگ بادشاهی بود بفنون فضایل معروف و سلطانی بود بصنوف

---

۱ ک: توق، با: مان طوق، آک، مان توق، آ ب مثل متن	۲ ک ــ	۳ ادردی آ نوشته شد
۴ ک، از نسخ دیگر مثل متن	۵ در اک اینجا بعض زواید دارد	۶ فقط آ
ــ فقط با: محمود دیجب ی محمد	۷ فقط ک ــ	۸ آ با ب، در گذشت
دبجای پیرو پدر شد	۹ بعدش در اک:

چنین است آسیب گردنده دهر	که بخشد برغبت ستاند بقهر
فلک را خود این رسم و آیین بود	که در مهر ورزید نش کین بود

۱۰ فقط در ک

ختم ہوئی[۱]

البیرونی - ابوریحان البیرونی - جس کا مفصل تذکرہ آگے آتا ہے - اس نے ۴۰۸ھ اور ۴۲۰ھ کے درمیان پنجاب اور سندھ کا سفر کیا - اور کتاب الہند کے نام سے ایک کتاب لکھی[۲]

ان عربی کتابوں میں جو ہندی الفاظ آئے ہیں - وہ مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں:-

(۱) اسماء الرجال - مختلف بادشاہوں، ان کے وزیروں اور درباریوں کے نام، فرقوں اور ذاتوں کے نام،

(۲) جغرافیائی نام - شہروں، دریاؤں، پہاڑوں اور خطوں کے نام،

(۳) اسماء الاشیا - اجناس، پیداوار معدنی، ادویہ، پھلوں پھولوں اور جانوروں کے نام،

---

[۱] عرب و ہند ۵۲، [۲] ان کے علاوہ بعض اور جغرافیہ نویس اور مورخ بھی ہیں جنہوں نے ہندوستان کے حالات لکھے ہیں، مثلاً ابن رستہ (۲۹۰ھ)، قدامہ بن جعفر (۳۲۹ھ)، ابن الندیم بغدادی (۳۷۷ھ) کتاب الفہرست، زکریا قزوینی (۶۶۱-۶۸۲) آثار البلاد، صوفی دمشقی (۷۲۷ھ) عجائب البر والبحر، ابوالفداء (۷۳۲ھ) تقویم البلدان، یاقوت حموی (۶۲۶ھ) معجم البلدان، نویری (۷۳۲ھ) نہایۃ الارب فی فنون الادب، ابن بطوطہ - عجائب الاسفار، ادریسی - نزہۃ المشتاق (ایلیٹ ج ۱ - ص ۷۴)، شہاب الدین عمری (۷۴۹ھ) مسالک الابصار، قلقشندی - صبح الاعشیٰ، ان مورخوں اور سیاحوں کے علاوہ ذیل کے مصنفوں نے بھی ہندوستان کے علوم و فنون کے متعلق بحث کی ہے - مگر چونکہ ان میں ہندوستانی الفاظ بہت کم ہیں - اسلئے انکو بھی حاشیہ میں جگہ دی جاتی ہے (۱) جاحظ (متوفی ۲۵۵ھ) کتاب البیان والتبیین اور رسائل میں، (۲) یعقوبی (متوفی ۲۸۷ھ) کی تاریخ، (۳) قاضی صاعد اندلسی (متوفی ۴۶۲ھ) کی طبقات الامم میں، (۴) ابن ابی اصیبعہ (۵۹۰-۶۶۸ھ) عیون الانباء فی طبقات الاطبا جلد دوم (ملاحظہ ہو عرب و ہند کے تعلقات ص ۷۹ و مابعد)، سے دیباچہ تحقیق ما للہند XXVII،

(۴) علمی اور مذہبی اصطلاحات
(۵) متفرقات مثلاً جہازرانی کی اصطلاحیں بعض رسوم اور میلوں تہواروں کے نام

ان میں سے میں نے اکثر اسماء الرجال، جغرافیائی ناموں[1] اور علمی اصطلاحوں کو اس موقعہ پر نظرانداز کر دیا ہے۔ اور ذیل کے عام فہم الفاظ جمع کئے ہیں جن کے ساتھ کتابوں کا حوالہ بھی دے دیا گیا ہے۔

فہرست الفاظ

قرآن مجید ۔ مسک ۔ زنجبیل ۔ کافور

سلیمان تاجر اور ابوزید السیرافی } سلسلۃ التواریخ ۔ علاوہ جغرافیائی ناموں کے دنارِیل (نارجیل)، دیپ (جزیرہ)، جزر (گجر)، طاقن (دکن)، صندل (چندن)، کنس، بُد (شاید بدھ کا مجسمہ)، تاڈی (تاڑی)، بیکر یا بیکو (بھکشو یا بیراگی)، کوڈہ (کوڑی)، منڈپ ۔ بشان (؟) نشان ۔ کرگدن، دصنج (ایک قیمتی پتھر)

[یہ الفاظ ایلیٹ کے ترجمے سے لئے گئے ہیں۔ جہاں مترجم نے ہندوستانی الفاظ بجنسہ نقل کئے ہیں]

فتوح البلدان بلاذری ۔ بُد (بدھ کا مجسمہ)، زط (جٹ)، تکاکرہ (جمع تہاکر ٹھاکر)، جغرافیائی نام مولتان، دیبل وغیرہ

ابن خورداذبہ ۔ کتاب المسالک والممالک ۔ شہروں کے نام، ذاتوں کے نام

---

[1] ان ناموں کے لئے دیکھو ایلیٹ کی تاریخ جلد اول اور عرب و ہند کے تعلقات از مولانا سید سلیمان

مثلاً براہمہ (برہمن)، کھتری، شودر، بیشر (ویش)، سندال (چنڈال)، لاہود (بازیگر)، جاٹ، مہاراجہ، بہار (ایک وزن)

بزرگ بن شہریار۔ عجائب الہند۔ بانانیہ جمع (بانیہ۔ بنیا)، وامدمانیاں، بانجہ (بیڑا)، ہندول (ڈول اور ڈولی)، پلنج (پلنگ)، بُد (ص ۲۷، ص ۵)، صندل (چندن) ص ۱۱۲، تانبول (پان) ص ۱۱۵، فوفل (سپاری) ص ۱۱۲، ہیل (الائچی) ص ۱۱۲

مسعودی۔ مروج الذہب۔ دیب، ناریل، رأند (راوی)، رہبوط (رجپوت راجپوت)، ارجہبند (ابابھٹ)، پورس، رام، برہم، ہرش (اسما)، تانبول (پان)، فوفل، انبج (آم)، لیمونہ (نیبو)،

اصطخری۔ مسالک الممالک۔ نارجیل (ناریل)، انبج، لیمونہ، سندھ کے شہروں کے نام، ہندو راجاؤں کے نام،

ابن حوقل۔ اشکال البلاد۔ لیموں۔ انبج۔ مُولتان۔ بُد۔ فراط (جاٹ)[1]،

---

[1] ذیل کے الفاظ میں نے سید سلیمان صاحب کی کتاب "عرب وہند کے تعلقات" سے جمع کئے ہیں۔ ان میں سے بعض غزنوی دور سے بہت بعد کی کتابوں سے لئے ہیں۔ مثلاً آثار البلاد قزوینی وغیرہ، مسعر بن مہلہل ینبوعی کے سفرنامے کے حوالے سے آثار البلاد میں یہ الفاظ آتے ہیں:۔ ساگوان، ریوندچینی، تیز پات، کافور، لوبان، لبش یا بیش (ایک زہریلی دوا)، ہیل (الائچی)، وہار، بُد،

بشاری مقدسی نے احسن التقاسیم میں ذیل کے الفاظ استعمال کئے ہیں:۔ لیموں، انبج، پالہ (سندھی اونٹ)،

بخاری شریف میں قسط ہندی (کٹ)، ج ۲، ص ۸۴۹، کتاب المرضیٰ،

مفاتیح العلوم خوارزمی۔ اطریفل (ترپھل جو آملہ، بلیلہ، ہلیلہ سے بنتا ہے)، ابنجات (ایک دوا)

باقی حاشیہ بر صفحہ ۱۴

یہ فہرستِ الفاظ اگرچہ کچھ زیادہ لمبی نہیں۔ تاہم اس میں الفاظ کی تعداد پروفیسر زخاؤ کی فہرست سے کچھ زیادہ ہے۔ جن کا خیال ہے کہ البیرونی سے پہلے کے عرب مصنفوں نے پانچ چھ سے زیادہ ہندی الفاظ استعمال نہیں کئے۔

البیرونی

۔۔ اس لحاظ سے سب سے قابلِ ذکر شخصیت البیرونیؒ کی ہے۔ جس کی تصانیف میں ہندوستانی الفاظ کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ البیرونی کا پورا نام حکیم ابو ریحان محمد بن احمد ہے۔ وہ ۳۶۲ھ میں خوارزم میں پیدا ہوا۔ پہلے جرجان میں قابوس شمس المعالی کے دربار میں اور پھر اپنے وطن

ے البیرونی کے حالات کے لئے دیکھو۔ زخاؤ انڈیا دیباچہ البیرونی از حسن برنی مضمون انسائکلوپیڈیا آف اسلام دیباچہ کتاب التفہیم از ریمزے رائٹ وغیرہ

(حاشیہ صفحہ ۱۳) جو آم کے ساتھ تیار ہوتی ہے)، بہط بہات۔ خوارزمی نے لکھا ہے۔ کہ یہ بیماریٔ ... کی دوا ہے) ان کے علاوہ یہ الفاظ بھی قدیم عربی کتابوں میں آئے ہیں۔۔ قرنفل (لونگ پھل۔ لونگ)، فلفل (پپلی)، نیلوفر (نیلوپھل)، شیخرہ (شکر۔ توتیا)، نیلج، بجیمہ، سلیلج (سہرہ)۔ ببلیلہ ()، بداور (بھلاتکہ)، ساذج ہندی (تیزپات)، ساسم (آبنوس یا شیشم)، رُخ (رتھ شطرنج میں)، شطرنج (چترنگ)، بھکشو، برمک (پرمک بڑے رتبے والا)، استن، استنبہ (ستون)، مہاکالیہ (مہاکالی کو پوجنے والے)، ادت بکتیہ (ادت بھگتی)، چندر بھکتیہ (چندر بھگتی)، بکرنتیہ (؟) (بھکشو)، جل بھکتی (جل بھگتی)، اگنی ہوطریہ (اگنی ہوتری)، برکش بھکت (درختوں کی پوجا کرنے والے)۔ ادریسی نے نزہۃ المشتاق میں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ساکریہ، کشتریہ (چھتری)، برہمن، شردویہ (زارع)، بسیہ (ویس)، زکیہ (بازی گر)، بھار (وزن ۳۴۳ من)، ماش، شرکی (سرکی)، سپتن، ساپن (ایک جڑی جو سانپ کے زہر کا علاج ہے)،

۱۹-۶

اورینٹل کالج میگزین

حصہ اول

ایڈیٹر

محمد اقبال

(پروفیسر پنجاب یونیورسٹی)

فہرست مضامین

جلد ۱۹ - عدد ۴ بابت ماہ اگست ۱۹۴۳ء عدد مسلسل ۷۴

نوٹ:۔ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام ہیتہ الیشر داس پرنٹر طبع ہوا۔ اور بابو
صدیق احمد خان نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا

پنجابی قصے فارسی میں

پنجاب کے رومانی افسانوں میں سب سے زیادہ مقبول قصہ ہیر رانجھا کا ہے۔ اس قصے کو پنجابی کے کئی شاعروں نے نظم کیا ہے۔ لیکن عوام میں وارث شاہ کی ہیر بہت ذوق شوق سے پڑھی جاتی ہے۔ شہروں میں کوئی تماشا گاہ، رقص و سرود کی کوئی محفل اور ریڈیو کا کوئی ایسا پروگرام نہیں۔ جس میں ہیر پڑھی اور سنی نہ جاتی ہو۔ اور دیہات میں تو بیکاری کا وقت کاٹنے کا سب سے اچھا شغلہ ہیر کا مطالعہ سمجھا جاتا ہے لیکن پانچ دریاؤں کی اس سرزمین میں ہیر کے علاوہ کئی اور قصے بھی مقبول ہیں۔ جن کو پنجابی شعرا نے اس کثرت اور اس خلوص سے نظم کیا ہے۔ کہ یہ قصے پنجاب کے کونے کونے میں مشہور ہونے کے علاوہ ایک زندۂ جاوید حقیقت بن کر رہ گئے ہیں۔ اور ان کی شہرت پنجابی جاننے والے حلقوں سے نکل کر قصہ گوئی کے مغربی نقادانِ فن تک جا پہنچی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک قصہ اُس سرزمین میں مقبول ہو سکتا ہے۔ جس سے وہ متعلق ہے اور اس زبان میں مقبول ہو سکتا ہے۔ جو اُس علاقہ یا ملک میں سمجھی جاتی ہے۔ جس کا ذکر قصے میں کیا گیا ہے۔ لیکن پنجابی کے چند قصوں کی مقبولیت نے بعض شعرا کو اس امر پر مجبور کر دیا ہے۔ کہ وہ ان کو فارسی میں بھی نظم کریں۔ میرا یہ مقالہ اُن پنجابی قصوں سے ہی متعلق ہے۔ جو فارسی میں نظم ہوئے ہیں۔

ا۔ سسی پنوں

ہیر رانجھا کے بعد پنجاب میں جو قصے بہت مقبول ہیں ان میں سسی پنوں کا قصہ[1]

---

[1] ملاحظہ ہو۔ Capt. R. C. Temple: The Legends of the Panjab.

ایک ہے۔ اس قصے کے دو فارسی نسخے[1] مجھے اپنے گرامی دوست پروفیسر ڈاکٹر موہن سنگھ صاحب دیوانہ صدر شعبۂ پنجابی یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے کتاب خانے سے دستیاب ہوئے ہیں اور دو مخطوطے[2] مخدومی غلام دستگیر صاحب نامی سے ملے ہیں۔ ان تمام نسخوں میں سے دستور عشق[3] کے سوا اور کسی کی نقل تلاش کرنے پر مجھے اور کسی کتب خانے میں نہیں ملی۔ بلکہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال اور انڈیا آفس لندن کے کتب خانوں

---

[1] دستور عشق اور وقائع پنون،
[2] نامۂ عشق اور سسی پنون،
[3] دستور عشق کا ایک نسخہ برٹش میوزیم کے کتاب خانہ میں محفوظ ہے۔ اور ایک نسخے کے متعلق شپرنگر کی فہرست میں مندرجہ ذیل اندراجات ملتے ہیں:

Dastoor-i-Ishk, or the loves of Sunee and Punu oon, a Persian poem by Lallah Santperkasi, Calcutta, 1812. 8vo. I have never had an opportunity of seeing the book.

Sprenger, A. A Catalogue of the Arabic, Persian and Hindustany Manuscripts, of the Libraries of the of Oudh, P. 452.

اسلامک کلچر اشاعت اکتوبر ۱۹۴۲ء (صفحہ ۴۳۱) مولوی ہدایت حسین مرحوم نے منشی جسونت رائے کی تصنیف سیفنامہ کے ذکر کے سلسلے میں یہ بیان کیا ہے کہ منشی جسونت رائے نے ایک مثنوی سسی پنون بھی لکھی تھی۔ یہ اطلاع غلط ہے مولوی صاحب مرحوم نے غالباً یہ اطلاع انڈیا آفس کے کتابخانہ کی فہرست سے فراہم کی ہے۔ اس کتابخانہ کے فہرست ساز نے شپرنگر کے بیان سے دھوکا کھایا ہے۔ جس نے شاہان اودھ کے کتابخانوں کی فہرست تیار کرتے وقت منشی جسونت رائے کے دیوان کی تفصیل دینے کے مخالف مثنوی سسی پنون کی تفصیل دے کر لکھ دیا ہے کہ چونکہ اس مثنوی کو نظم کرنے والا بھی ایک شاعر منشی ہے اسلئے یہ منشی جسونت رائے ہی ہے۔ لیکن میں نے جب منشی کی مذکورہ مثنوی کے اُس انتخاب کو دیکھا ہے جو شپرنگر نے اپنی فہرست میں درج کیا ہے۔ تو معلوم ہوا ہے کہ یہ مثنوی مذہبیت منشی کی تصنیف ہے نہ کہ منشی جسونت رائے کی۔ اور اس سسی پنون کا ذکر اس مقالہ میں کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو کتابخانہ انڈیا آفس کی فارسی کتب کی فہرست ص ۹۱۷ اور شاہان اودھ کے کتابخانوں کی۔

میں فارسی میں لکھا ہوا سسی پنوں کا کوئی قصہ موجود نہیں۔ ان تینوں نسخوں میں سسی پنوں کا قصہ معمولی سے تغیر و تبدل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل آگے چل کر بیان کی جائے گی۔

۱۔ دستورِ عشق

ان سب قصوں میں قدیم ترین نسخہ قصہ سسی پنوں مشہور بہ دستورِ عشق کا ہے۔ جو منشی جوت پرکاش کی تصنیف ہے۔ ساری کتاب میں مصنف کے نام اور احوال کے متعلق کوئی اطلاع درج نہیں لیکن ناشر نے کتاب کے اختتام پر لکھا ہے:

واضح باد کہ کتاب عشق بنیاد مملو از فصاحت و بلاغت قصۂ سسی و پنوں مسمی بہ دستورِ عشق از تصانیف سرآمد منشیانِ جہان مقدمۃ الجیش شاعران دوران لالہ جوت پرکاش در زمان سابق ۱۸۱۲ء در کلکتہ مطبوع شدہ بود[1]۔

مصنف کے سوانح حیات اور دیگر تصانیف کے متعلق مجھے اور کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔ اور نہ ہی یہ معلوم ہو سکا ہے۔ کہ شاعر کا تخلص کیا تھا۔ صرف کتاب کے متن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مثنوی دستورِ عشق سسی پنوں کے فارسی میں لکھے ہوئے ان قصوں میں سب سے پہلی اور سب سے طویل مثنوی ہے جن تک میری رسائی ہوئی ہے۔ یہ مثنوی ۲۲۴۸ اشعار پر مشتمل ہے اور ۱۱۳۶ھ/۱۷۲۳ء میں نظم کی گئی ہے۔ مصنف نے تاریخ تصنیف یوں بیان کی ہے:

بعشق آغاز و انجام کردم	ازان دستورِ عشقش نام کردم[2]
ز کثرت وحدت اینجا چون غرض شد	دوئی با عین یکتائی عوض شد
خرد زین اسم تاریخش طرازند	ولی دال دوئی را وضع سازند

---

[1] جوت پرکاش: دستورِ عشق، ص ۹۷۔ [2] ایضاً ص ۸۔

دستور عشق سے د کا حرف وضع کرنے کے بعد باقی حروف کے اعداد سے ۱۱۳۶ھ / ۱۷۲۲ء برآمد ہوتا ہے۔ اور یہی اس مثنوی کی تصنیف کا سال ہے۔

دستور عشق کے مطالب

منشی جوت پرکاش نے ہندو ہونے کے باوجود مثنوی کا آغاز "توحید ایزد دادار" پر مشتمل اشعار سے کیا ہے۔ اور پھر چند اشعار "خالق کائنات" کی جناب میں مناجات کے طور پر لکھے ہیں۔ جن کے بعد اصل قصہ شروع ہو جاتا ہے۔ قصے میں مختلف مقامات پر فارسی میں عنوان قایم کئے گئے ہیں۔ اور ہر ایک بیان کے اختتام پر موقع و محل کے مطابق دو ایسے موزوں شعر ساقی نامے کے لکھے ہیں۔ جن سے آیندہ واقعات کا کچھ نشان ملتا ہے۔ مثلاً قصے کی اہم ترین کردار یعنی سسی کے جوان ہونے کے بیان کے شروع ہونے سے پہلے یہ دو شعر درج ہیں:-

بیا ساقی رسا شد وخت تاک ۔۔۔ کہ در پیراہن خم میزند چاک
گراز بند حباب امشب برآری ۔۔۔ دمی باید بکام من گذاری

یا اسی طرح جب سسی کی ماں کو سسی کے عشق کا پتہ چلتا ہے۔ تو اس بیان سے پہلے شاعر نے اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:-

بیا ساقی زحال من خبر گیر ۔۔۔ بیک جامی زرازم پردہ برگیر
کہ طاقت طاق شد در ہجر دلدار ۔۔۔ خصوصاً از غم اخفای اسرار

قصہ

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ منشی جوت پرکاش کا نظم کیا ہوا قصہ سب سے زیادہ طویل ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ منشی جوت پرکاش نے پنجابی کے مختلف قصوں کو سامنے رکھ کر اُن کی تمام تفصیلی جزئیات نظم کر دی ہیں۔ فارسی کی مثنوی کسی پنجابی قصے

---

[1] جوت پرکاش: دستور عشق، ص ۱۱ ۔ [2] ایضاً، ص ۱۷

کا ترجمہ نہیں لیکن واقعات بہر صورت پنجابی قصوں سے ہی ماخوذ ہیں۔

تمام شاعروں کی طرح منشی جوت پرکاش نے بھی سسی کو بھنبور شہر کی شہزادی بتایا ہے:-

کہ در اقصای مغرب بود مشہور ۔ لطافت بہر شہری نام بھنبور[1][2]

اس شہر کا حاکم اور سسی کا باپ بادشاہ پرویز تھا:-

دو ناپشت فلک وقف سلامش ۔ شہی نام آوری پرویز نامش[1]

اس بادشاہ کے ہاں جب ایک بیگم کے بطن سے ایک پری دخت پیدا ہوئی۔ تو

---

[1] ایضاً ص ۷ [2] منشی جوت پرکاش نے لکھا ہے کہ ؎

بلی بھنبور از اقصای چنین است ۔ کہ دیب لعبت آن سرزمین است (ص ۲۴)

بھنبور کے متعلق منشی صاحب کا یہ بیان صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ بھنبور کے کھنڈرات کا ٹیلہ ابھی تک سندھ میں موجود ہے۔ ضلع کراچی میں میرپور ساکرو سے جو سڑک کراچی کو جاتی ہے۔ اس سڑک سے بائیں جانب دو فرلانگ کے فاصلے پر اور گھوڑو موضع سے ساڑھے تین میل مغرب کی طرف ایک چھوٹے سے ٹیلے پر اس شہر کے آثار باقی ہیں۔ چند سال قبل تک اس ٹیلے پر قلعہ اور فصیل کے کھنڈرات صاف نظر آتے تھے۔ اور اس شہر کے ملبہ سے بارش کے بعد کثرت سے پرانے سکے دستیاب ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن باقاعدہ طور پر ان سکوں کو کبھی جمع نہیں کیا گیا۔ شہر کے ٹیلے سے ایک قدیم دیوار شمال کے پہاڑی علاقے کی طرف گئی ہے۔ جس سے بارش کا پانی رک جاتا ہے۔ اور اس پانی کے جمع ہونے سے یہاں ایک جھیل سی بن گئی ہے اس کے قریب ہی گھرو کا نالہ ہے۔ جو دریائے سندھ سے ملتی ہے۔ گمان کیا جاتا ہے کہ بھنبور کا شہر ہی ہندؤں کا وہ قدیم اور بڑا شہر تھا جس کا نام پہلے دیبل تھا اور جس پر سب سے پہلے اس وقت حملہ ہوا تھا۔ جب محمد قاسم نے سندھ فتح کیا تھا۔ عام طور پر مورخوں کا خیال ہے۔ کہ محمد قاسم نے ٹھٹھ پر سب سے پہلے حملہ کیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی میں بھنبور ایک زلزلے سے تباہ ہو گیا تھا۔ اور پھر اس کی تعمیر نہیں ہو سکی۔ سندھ کے قدیم نقشوں میں بھنبور کا مقام معین کیا گیا ہے۔ { دیکھو ضلع کراچی (صوبہ سندھ) کی گزیٹیئر صفحہ ۵۲ اور تحفۃ الکرام مصنفہ میر علی شیر قانع تتوی }

بادشاہ نے شاہی نجومیوں اور رمالوں کو جمع کیا کہ اس شہزادی کا زایچہ مرتب کریں
نجومیوں نے تحقیق و تدقیق کے بعد عرض کی :-

چہ پرسی بختِ این دختر چنانست بلای شہر و آشوب جہانست
چو نجم طالع او در وبال است وبال جسم و جانِ ملک و مالست[1]

بادشاہ نے جب یہ سنا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ لڑکی کو قتل کر دینا بعید از
مروت معلوم ہوا۔ لیکن اس سے چھٹکارا پانا بہر حال لازمی تھا۔ چنانچہ یہ تجویز سوچی گئی۔
کہ بچی کو لکڑی کے ایک صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا جائے۔ بہت ممکن کہ کوئی
اور آدمی اس کی جان بچا لے چنانچہ بادشاہ کے حکم سے لکڑی کا ایک صندوق تیار کیا گیا
جس میں لڑکی کو لٹا کر اُس کے ساتھ چند دنوں کا سامانِ خورد و نوش اور کچھ جواہرات رکھ
دئیے گئے اور صندوق کو قفل لگا کر دریا میں بہا دیا گیا۔ صندوق تیرتا تیرتا شاہی گازر
(دھوبی) اور خیاط (درزی) کے سامنے سے گذرا جو اس وقت کپڑے دھونے میں مشغول
تھا۔ یہ دھوبی اپنے فنون میں استادِ زمانہ سمجھا جاتا تھا اور پیشہ ور لوگ دور دراز سے
تحصیل فن کے لئے اس کے سامنے آکر زانوئے ادب طے کرتے۔ اس کا نام عطا تھا۔ شاعر
نے اس کی تعریف یوں کی ہے :-

لباس[2] اوستادی را از و زنگ قبای ہنری برقامتش تنگ
کمال از صنعت او فخر پیوند بدستش جامہ زیبی خوردہ سوگند

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

بچندین فن صناعت رہنمونش عطا نام و ہم از نادر فنونش
عطا نے جونہی صندوق کو دیکھا اس نے لپک کر صندوق کو دریا سے نکال لیا
صندوق کو کھولا تو اس میں سے پریوں کو شرمندہ کرنے والی ایک حسین لڑکی برآمد ہوئی

[1] جوت پرکاش: دستورِ عشق، ص ۸، [2] ایضاً، ص ۹،

عطا باپ کی طرح اس لڑکی کی پرورش کرنے لگا۔ اور اس کا نام سسی (چاند کی مانند) رکھ دیا۔

عطا[1] چون صبح بخت از نور ماش　　منور دید سسی کرد نامش
بود سس مہ۔ سسی مانند باشد　　بیاوت گر زبان ہند باشد

سسی عطا کے گھر پرورش پاکر جوان ہونے لگی۔ عطا باپ کی طرح اور عطا کی بیوی ماں کی طرح اس سے شفقت سے پیش آتے سسی ابھی دس سال کی ہوئی تھی۔ کہ اُس کے حسن عالم افروز کی شہرت چاردانگ عالم میں پھیلی :۔

بتی[2] سیمین بری مژگان ستانی　　کمان ابرو نگاری دلستانی

- - - - - - - - - - - - - - -　　- - - - - - - - - - - -

چو آتش گرد می برجا نشستی　　زشوخی چون شرر ہر عضو جستی

- - - - - - - - - - - - - - -　　- - - - - - - - - - - -

بتی غارتگر گنج دل و دین !!!　　دو مارش حلقہ زن بر گنج سیمین

سسی کا بیشتر وقت کھیل کود میں کٹتا لیکن ہوش سنبھالنے کے ساتھ ساتھ سسی نے اپنے باپ کی بدولت فن گازری اور خیاطی میں مہارت تام پیدا کرلی۔ عطا دریا پر جاتا تو سسی کو ساتھ لے جاتا اور محل میں جاتا تو سسی اس کے ساتھ ہوتی۔ اسی طرح وقت گذرتا گیا۔ اور ایک رات سسی نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ ایک ایسے شہر میں گھوم رہی ہے جہاں بہت سے لوگ اونٹوں پر سوار جا رہے ہیں۔ اسی ہجوم میں اسے ایک نوجوان نظر پڑا جو اس شہر کا شہزادہ تھا۔

جوانی[3] سرخ پوشی جامہ زیبی　　بحسن جانفزائی دلفریبی
شہ خوبان ولی شہزادہ شہر۔　　طرب سرمایۂ دل آفت دہر

---

[1] ایضاً ص ۱۰'　　[2] ایضاً ص ۱۱'　　[3] جوت پرکاش : دستورِ عشق' ص ۱۴'

سسی اس شہزادے کو دیکھ کر دل و جان سے اس پر فدا ہو گئی۔ لیکن یہ سارا ماجرا خواب کا تھا۔ صبح ہوتے ہی نہ وہ شہزادہ نظر آیا اور نہ وہ شہر رہا۔ اس کے باوجود سسی اس شہزادے کی محبت میں گرفتار تھی۔ ہر چند وہ سنبھلنے کی کوشش کرتی لیکن دل کسی طرح بہلتا ہی نہ تھا :-

سسی بر بستر غم سودہ پہلو   بحسرت از زبان دل سخنگو
بگفت از مست یارم ماہ شب تاب   تجلی میکند در منظر خواب
بخواب آن دولت بیدار یابم   دل گم گشتہ با دلدار یابم

جب سسی کی حالت بہت خراب ہو گئی۔ تو اُس کی ماں نے اسے مجبور کیا۔ کہ وہ اپنا رازِ دل اس سے کہہ دے۔ سسی نے جب خواب کی تمام کیفیت ماں کے سامنے بیان کی تو وُہ بہت برآشفتہ ہوئی۔ اور اسے سمجھانے لگی۔ کہ خواب میں دیکھے ہوئے شہزادے سے محبت کرنا کون سی عقلمندی ہے۔

ز وہم تست این لعبت طرازی   مکن بالعبت موہوم بازی
بیا بگذر ز آشوب توہم   ترحم میکند الفت ترحم

مگر سسی پر نہ نصیحت کا اثر ہوا اور نہ ملامت کا۔ وہ اپنے مطلوب کو تلاش کرنے پر مصر تھی۔ جب ماں نے اُس کے یہ اطوار دیکھے تو اس سے پوچھا کہ آخر وہ اپنے مطلوب کو پانے کے لئے کون سا راستہ اختیار کرنا چاہتی ہے۔ سسی اِس بات کی پہلے ہی منتظر تھی۔ اس نے فوراً اپنی ماں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ وُہ اس شہر کو آنے والی ان تمام گذرگاہوں کو دیکھا کرے گی۔ جو دریا کے پلوں سے ملی ہوئی تھیں۔ اور جن پر سے ہو کر باہر سے آنے والے تمام قافلے شہر میں داخل ہوتے تھے۔ ماں کو یہ تجویز پسند آئی۔ لیکن اس نے کہا کہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے شہر کے بادشاہ کی مدد

---

[1] ایضاً، ص ۱۶

کی ضرورت ہوگی کیونکہ دریا کے تمام پلوں پر سے گذرنے والے مسافروں سے پوچھ گچھ کرنے کے لئے بادشاہ سے اجازت لینی پڑے گی۔ اس گفتگو کے بعد ماں بیٹی دونو محل کی طرف چل دیں۔ جب شاہی دربار میں باریابی ہوئی۔ تو ماں نے بیٹی کے خیالات کی ترجمانی کی۔ اورعذریہ تراشا۔

کہ این دختر چو گوہر بحر خیز است	ہوای آتش اندر دل قطرہ ریز است
چو گل جوش از بہار آب طرد	چو ماہی خار خار آب دارد
بدل موج تمنا گرم جوش است	ہوس در خاطرش طوفان خروش است
کہ از فصل شہنشہ بر گذرہا	بود فرمان روا چون موج دریا

بادشاہ پرویز نے یہ درخواست سنی اور اپنی بیٹی کو دیکھا تو مہردرون سے اُس کا دل موم ہوگیا۔ فوراً شاہی فرمان جاری ہوا:۔

تو باشی حاکم تحصیل محصول | بہ آئین قدیم و وجہ معمول
ز ہر کز ہر گذر خیزد ازین باب | بہل کردم از ان تست دریاب

اور اس کے ساتھ ہی زر و سیم و جواہر اور تین سو ساٹھ کنیزیں بادشاہ نے خدمت کے لئے سسی کو عطا کردیں۔

سسی نے ایک کشتی بنوائی اور اس میں بیٹھ کر کنیزوں سمیت دریا کی سیر کرنے لگی۔ اور ہر ایک پل پر سے گذرنے والے مسافروں کو دیکھا کرتی حُسن اتفاق سے ایک دن ایک پل پر سے شہر کیچ کے ان اشتر سوار سوداگروں کا گذر ہوا۔ جو

[1] جوت پرکاش، دستور عشق ص ۲۰ [2] قلات (بلوچستان) میں قسمت مکران کا رقبہ ۲۶۹۰۶ مربع میل ہے۔ اسی قسمت مکران میں ایک شہر کیچ مکران واقع ہے۔ جسے کیچ یا مکران بھی کہا جاتا ہے۔ یہ شہر اس بڑی سڑک پر واقع ہے جو بلوچستان کے مغرب سے مشرق کی طرف جاتی ہے۔ بلوچستان کا یہ حصہ فلک وہ سرزمین ہے۔ جس سے

باقی بر صفحہ ۱۲

شہر بھنبور سے دیبا خریدنے جا رہے تھے۔ اور جن کی شکل ان اشتر سواروں سے ملتی تھی جن کو سسی نے خواب میں دیکھا تھا۔ سسی نے ان سوداگروں کو اپنے سامنے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب یہ سوداگر سسی کے روبرو لائے گئے۔ تو اس نے ان سے ان کے وطن وغیرہ کا حال پوچھا۔ سوداگروں نے جواب دیا:-

کہ ای شمشاد سرو ستان خوبی　　قدت شاخ گل بستان خوبی
ہمہ سوداگران شہر کیچ ایم　　کہ چون زلفت سراز سودا بہ پیچیم
علی فرمانروای آن دیار است　　ز تیغش آبروی ذوالفقار است
ز جوش موج خون دشمنانش　　بود رنگین لباس شہریانش
بود از اتفاق ہفت فرزند　　عروس دولتش ہر ہفت پیوند

---

[1] جوت پرکاش: دستور عشق، ص ۴۴۔　　بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۔ بلوچستان کی دلچسپ ترین تاریخ متعلق ہے۔ مقامی افسانوں سے پتہ چلتا ہے کہ سیمی رامیس (Semiramis) اور سائرس (Cyrus) یہاں سے کوچ کرتے ہوئے گذرے ہیں۔ Cyrus اور Semiramis کی حکایات سن کر ۳۲۵ قبل مسیح میں سکندر بھی ہندوستان کی طرف بڑھا تھا۔ شاہنامہ میں فردوسی نے کیخسرو ایران اور افراسیاب توران کی جنگ کا نقشہ کھینچا ہے۔ اور کیخسرو کی فتح کی تفصیل بیان کی ہے۔ یہاں کیچ میں کیخسرو اور کیخسرو کے دادا کیکاؤس کی یادگاریں ابھی تک خسروی کاریز اور کاؤسی کاریز کی شکل میں موجود ہیں۔ یہ کاریزیں زمین دوز نالیاں ہیں جو آبرسانی کے لئے استعمال کی جاتی ہیں لیکن کیچ مکران پر ایرانیوں کا مسلسل قبضہ نہیں رہا۔ کچھ عرصے کے لئے یہ ساسانیوں کے زیر نگین رہا ہے۔ بعد میں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ سندھ کے راجہ چچ نے اسے فتح کیا تھا۔ ساتویں صدی عیسوی میں عرب اس علاقے پر قابض ہوئے۔ لیکن خلافت کے زوال کے ساتھ ہی اس ملک کا نام تاریخ سے گم ہو جاتا ہے۔ پھر ۱۲۹۰ء میں مارکوپولو کے سفرنامہ میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہ علاقہ ایک آزاد بادشاہ کے قبضے میں تھا۔ مقامی طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ کہ عربوں کے بعد یہاں کے مقامی رئیس ہوت اور ملک وغیرہ یہاں حکومت کرتے رہے ہیں۔ اس وقت بھی یہاں کے بڑے زمیندار بلوچ ہیں۔ جن میں سے ہوت، شاہزادے، کلمتی اور رئیس خاص طور پر ممتاز ہیں۔

باقی حاشیہ بر صفحہ ۱۲

بخوبی منتخب ہفتم برادر	چو ہندستان بود از ہفت کشور

ز خون گل قبا گلفام دارد	نسب ہوت است و پنون نام دارد

سسی نے جو یہ بات سنی تو خوشی سے اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

سراغ گنج بی نام و نشان یافت	تو گوئی قالب افسردہ جان یافت

اور اس نے پنون کے نام ایک خط لکھا جس میں خواب کی تمام کیفیت بیان کر کے اس سے التجا کی۔ کہ وہ بھنبور اُسے ملنے آئے۔ یہ خط کیچ کے سوداگروں کے ہاتھ پنون کو بھیج دیا گیا۔ سوداگروں نے جب یہ خط پنوں کو پہنچایا تو ساتھ ہی سسی کے حُسن عالم سوز کی تعریف بھی بیان کی۔ بس پھر کیا تھا۔ پنوں نادیدہ محبوب کا والہ و شیدا بن گیا۔ اور اس نے فوراً بھنبور جانے کی تیاری کر لی۔ پنوں کے والدین اور اقربا کو جب صورت حالات سے آگاہی ہوئی۔ تو انہوں نے ہر طرح سے پنوں کو اپنے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن پنوں کے سر پر سسی کے عشق کا جنون کچھ اس طرح سوار تھا۔ کہ اسے کیچ میں کوئی طاقت نہ روک سکی۔ اور وہ چند ہمراہیوں کے ساتھ بھنبور کو روانہ ہو گیا۔ کیچ سے بھنبور جاتے ہوئے راستے میں ایک لق و دق صحرا سے گذر ہوتا تھا۔ لیکن پنوں

---

[1] ایضاً ص ۲۵، بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۔ (دیکھو بلوچستان کی گزیٹیر ص ۱۰۳ اور سفرنامہ مارکو پولو ص ۳۳۵)

[2] سیمی رمیس (Semiramis) ایک بابلی شہزادی تھی جس سے بہت سے افسانے متعلق ہیں۔ لیکن تازہ ترین تحقیقات سے ثابت ہوا ہے۔ کہ اس نام کی شہزادی ۸۰۰ سال قبل مسیح میں بابل پر حکمران تھی۔ اور اس نے ہندوستان پر بھی حملہ کیا تھا۔ جہاں سے وہ ناکام لوٹی تھی (دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹینکا، اشاعت ۱۹۲۹ء جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۴ اور مضمون بعنوان The Legend of Semiramis مندرجہ جدید ہسٹاریکل ریویو، جنوری ۱۹۰۷ء)

سائیرس (Cyrus) (فارسی کورش) ایرانی سلطنت کا بانی تھا۔

راستے کے تمام مصایب خوش دلی سے برداشت کرتا ہوا بالآخر بھنبور جا پہنچا۔
بھنبور پہنچتے ہی پنوں نے سسی سے ملاقات کی اور اُس سے درخواست کی کہ وہ اس کے ساتھ اس کے وطن کو چلی جائے۔ لیکن سسی کو یہ تجویز پسند نہ تھی سسی نے پنوں کے بڑھتے ہوئے حوصلوں اور شوق گستاخ کی کارفرمائی دیکھی تو اس نے پنوں سے کہا:۔

درین گلشن مشو یکجیت گستاخ ۔۔۔ بدست شرع نوبر کن ازین شاخ
بلوث فسق داما نم میالا ۔۔۔ خریداری بہ ازتاراج کالا
غم تر دامنی مپسند بر من ۔۔۔ کہ ترسیتم بلوث خلق شستن
برسم دین چو با من عقد بندی ۔۔۔ کشاد عقدۂ کارم پسندی
شکیبا باش و شیدائی زمن بین ۔۔۔ تو یوسف شو زلیخائی زمن بین[1]

یہ کہہ کر سسی نے پنوں سے کہا کہ وہ اپنے ہمراہیوں کو وطن واپس بھیج دے اور خود شاہانہ لباس اتار کر دھوبیوں کا پیشہ اختیار کر لے۔ جب وہ اپنے پیشے میں ماہر ہو جائے گا۔ تو اُسے اپنے مقصد میں کامیابی ہوگی۔ ہمراہیوں نے سسی کی تجویز کو قبول کر لیا اور ہمراہیوں کو الوداع کہی۔ انہوں نے بہتیرا سمجھایا اور اسے اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن پنوں کسی طرح راہ راست پر نہ آیا۔ بالآخر اُس کے ہمراہی اُسے وہیں چھوڑ کر وطن کو چل دیئے۔

پنوں نے سسی کے کہنے کے مطابق لباس تبدیل کیا اور دھوبیوں کے کپڑے پہن کر دریا پر پہنچ گیا۔ وہاں سسی کا باپ عطا شاگردوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے اس اجنبی نوجوان کو دیکھا۔ تو اس میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ علیک سلیک کے بعد پنوں نے عطا سے اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ میں ایک یتیم گازر زادہ ہوں اور اپنے وطن سے

---
[1] ایف ص ۴۰

تمہارے فن کی تعریف سن کر اس لئے آیا ہوں کہ تم اپنی شاگردی میں مجھے قبول کر لو۔
عطا نے پنون کی یہ فرضی داستان سنی تو اُسے اس پر رحم آگیا۔ اس نے نہ صرف اُسے اپنی شاگردی میں قبول کر لیا۔ بلکہ وہ اُسے مہمان بنا کر اپنے گھر لے گیا۔

دوسرے دن علی الصبح جب عطا کپڑے دھونے کے لئے دریا پر جانے لگا۔ تو اُس نے پنوں کے ذمے یہ کام لگایا۔ کہ وہ اس روز بادشاہ کی ایک بیگم کا لباس دھوئے اب پنوں کو دھوبیوں کا کام تو آتا نہیں تھا۔ لہٰذا اس سے جس طرح بن پڑا۔ اس نے لباس دھویا۔ اور نازک کپڑوں کو تار تار کر دیا۔ اس اثنا میں سسی بھی دریا پر آنکلی۔ اُس نے شاہی لباس کی جو یہ حالت دیکھی تو اس نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا:۔

دلی آسان نباشد پیشۂ ما دل شیر است آب از پیشۂ ما[1]

سسی کو یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ پھٹے ہوئے کپڑے دیکھ کر نہ صرف عطا ناراض ہوگا۔ بلکہ شاہی حرم سے عطا پر عتاب نازل ہوگا۔ پنون نے سسی کو جب حد سے زیادہ مضطرب دیکھا تو بولا:۔

دلت از رخت چاک آشوبناک است[2] مرا جان از خراشت چاک چاک است
زچاک رخت شد در اضطرابی خبر از سینۂ چاکم نداری

اس پر سسی کا دل پسیجا اور اس نے نہ صرف اپنے اضطراب پر قابو پا لیا۔ بلکہ اس نے خواتین حرم کو مطمئن کرنے کا کام اپنے ذمے لے لیا۔ سسی نہایت چالاکی سے روتی پیٹتی شاہی حرم میں داخل ہوئی۔ اور وہاں خواتین حرم کے سامنے پھٹا ہوا لباس رکھ کر بولی کہ اُن کے ہاں ایک نو وارد مہمان نے شاہی لباس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا چونکہ مہمان کو فہمایش کرنا مناسب نہ تھا۔ اِس لئے وہ اُن کی خدمت میں معذرت کے لئے حاضر ہوئی تھی۔ اور لباس کی قیمت ادا کرنے کے لئے تیار تھی۔

---

[1] جوت پرکاش، دستور عشق ص ۴۴ [2] ایضاً ص ۴۴

خواتین حرم نے جو سسی کی یہ درخواست سُنی تو انہوں نے کمال فراخدلی اور شفقت سے سسی کے مہمان کا قصور معاف کر دیا۔ بلکہ سسی کو انعام واکرام دے کر رخصت کیا۔ پنوں کی خوش بختی سمجھئے کہ جس روز پھٹا ہوا لباس شاہی حرم میں پہنچایا گیا اسی روز بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ آج جس دھوبی نے رختِ خاصہ دھویا ہے۔ اسے انعام واکرام سے سرافراز کیا جائے۔ عطا کو جب یہ حکم پہنچا تو اس نے پنوں کو خلعت تحسین ادا کی۔ اور پنوں اسے اور بھی عزیز ہو گیا۔ عطا کے ہاں پنوں کا یہ پہلا امتحان تھا۔ جس میں وہ نہایت کامیاب رہا۔

عطا کو گازری میں جب پنوں کی تردستی کا یقین ہو گیا تو اس کے سپرد دوسرا کام یہ کیا گیا کہ وہ پرند زرنگار کا ایک لباس تیار کرے اور خیاطی کے فن میں اپنی قابلیت کا ثبوت دے۔ ظاہر ہے کہ پنوں کو خیاطت میں کوئی دسترس نہ تھی۔ لیکن اس امتحان میں بھی سسی اس کے کام آئی۔ رات کو جب عطا اور اس کے خاندان کے دیگر افراد سو گئے تو سسی نے چپکے سے اُٹھ کر پنوں کے خونچکاں ہاتھوں سے کپڑا چھین لیا:[1]

سسی بستد پرند از دست پنوں ۔ بہ آب دیدہ شست از فند قش خون

روای زرکش شد دوخت ز انسان ۔ کہ دوزد چادر مہ مہرتابان

بہ رنگین تختہایش داد ترکیب ۔ گلستان از بہاری یافت ترتیب

اسی طرح ساری رات لگا کر صبح ہونے سے پیشتر سسی نے کام ختم کر دیا اور چپکے سے جا کر پھر اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ صبح پنوں نے اپنا کام عطا کو دکھایا تو وہ حیران رہ گیا اور اس نے پنوں کو اس کی فن کاری کی بہت داد دی۔ کیونکہ عطا کو یقین ہو گیا کہ یہ سارا کام پنوں نے خود اپنے ہاتھوں سے کیا ہے۔

---

[1] جوت پرکاش، دستور عشق ص ۴۸

کچھ دن گذرنے کے بعد عطا نے پنوں کے سپرد یہ خدمت کی کہ وہ صحرا سے اشخار (کپڑے دھونے کا مسالہ = سجی) جمع کر کے لائے۔ پنون کو ایک تبر دے دیا گیا۔ جس سے اشخار جمع کرنا مقصود تھا۔ پنوں حیران و پریشان صحرا میں تبر بدوش جا رہا تھا۔ اور نہیں جانتا تھا کہ اشخار کی تحصیل کہاں سے اور کس طرح ہوگی۔ تبر اُٹھانے سے اس کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ اور سفر کی صعوبتوں سے اس کی حالت دگرگوں ہو رہی تھی۔ اُس کی یہ حالت دیکھ کر کارکنان قضا و قدر کو رحم آگیا۔ اور بارگاہِ فضل سے دو فرشتے اس کام پر مامور کئے گئے کہ پنون کو اشخار جمع کر دیں۔ یہ فرشتے انسان کی شکل اختیار کر کے پنوں کے پاس آئے۔ اور اشخار کا ایک لاجواب ٹکڑا پنوں کو دے گئے :-

تو آئین قرص از اشخار شد راست	که قدر قرص ماه از جلوه می کاست
مجلی گوہری چون قرص کافور	معفا طینتی چون گردن مور
طلسم خندۂ دندان نما بود	بدرد گریۂ دلہا دوا بود

پنون یہ قرص اشخار سر پر اُٹھا کر گھر لے آیا۔ عطا اور جس کسی نے اس اشخار کو دیکھا اس نے پنون کی کارکردگی کی داد دی۔ اشخار کا رنگ عام طور پر سیاہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ اشخار بالکل سفید تھا۔ لہٰذا پنون کے کام کو غیر معمولی طور پر سراہا گیا۔ عطا نے جو پنون کے یہ کمالات دیکھے تو وُہ فوراً اس بات پر رضامند ہوگیا۔ کہ پنون کو خانہ داماد بنا لے۔ چنانچہ ایک ساعتِ ہمایوں میں سسی اور پنون کو ایک دوسرے کے دامن سے وابستہ کر دیا گیا۔

برسم دین و آئین عقد بستند	تو گوئی ہمدم از روز الستند

سسی اور پنون کی شادی کو کچھ دن گذر گئے تو پنون کے ہمراہی واپس شہر کیچ

لہ جمت پرکاش ؛ دستور عشق ص ۵۰ ؛	لہ ایضاً ص ۴۵ ؛

میں پہنچے۔ اور وہاں انہوں نے بادشاہ اور پنوں کے دیگر لواحقین کے سامنے سارا قصہ کہ سنایا۔ پنوں کے باپ نے جو یہ ماجرا سنا تو اسے بہت صدمہ ہوا۔ اس نے ایک رات اپنے تمام بیٹوں کو جمع کر کے کہا:-

ندارم طاقت صحرا نوردی   من و درد کوی دل آوارہ گردی
شما را گر سرِ صحرا نوردیست   درین ہنگامہ وقت پا مردیست
ازین کنعان بباید زود بگذشت   عزیز مصر آن مہ میتوان گشت
توان از حسن نور دیدۂ من ؎   نگاہ انتظارم کرد روشن

پنوں کے چھ بھائیوں نے جو باپ کی یہ حالت دیکھی تو فوراً بھنبور کی طرف روانہ ہو پڑے۔ دشت و جنگل کو پھاندتے اور دریا و صحرا کو عبور کرتے بھنبور جا پہنچے:-

نشان منزلِ مقصود دیدند   چو آفات فلک بر در رسیدند ؎

عطا کو پنوں کے بھائیوں کی آمد کی اطلاع ملی تو وُہ ان کے استقبال کے لئے گھر سے دوڑا۔ اور بڑے تپاک سے ان کی آؤ بھگت کی۔ پنوں کے بھائی عطا کی خاطر مدارات کو خاطر میں نہ لائے اور انہوں نے پہنچتے ہی یہ تقاضا کیا۔ کہ انہیں بھائی سے ملایا جائے۔ عطا نے ان کی خواہش کی تعمیل کی۔ جب بھائی پنوں سے ملے تو انہوں نے اپنی ماں اور باپ کی حالت زار کا نقشہ نہایت دردناک انداز میں پنوں کے سامنے کھینچا۔ لیکن اس پر بھی پنوں کا دل وطن جانے کے لئے نہ پسیجا۔ اسی رد و کد میں شام ہو گئی۔ اور شراب کا دور چلنے لگا۔ سسی بھی پنوں کے پاس تھی۔ بھائیوں نے سوچا کہ پنوں کو وطن جانے کے لئے یوں آمادہ کرنا جوئے تیر لانے سے کم نہیں۔ لہٰذا کوئی اور طریقہ سوچا جائے۔ معاً انہیں ایک ترکیب سُوجھی۔ شراب کا دور چلا۔ تو پنوں کے بھائی شراب سے پرہیز کرتے رہے۔ اور سسی اور پنوں کو جام پر جام دیتے رہے۔

؎ جوت پرکاش: دستور عشق ص ۵۷،   ؎ ایضاً، ص ۵۸،

نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ دیر کے بعد سسی اور پنون دونو بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اس حالت میں بھائیوں نے پنون کو سسی سے جدا کیا۔ اور اسے اٹھا کر وطن چل دئے۔

صبح سسی جب خواب غفلت سے بیدار ہوئی تو اس نے دیکھا کہ پنون اس کے پہلو سے غایب ہے۔ پنوں کی اس پُراسرار گمشدگی نے سسی کو نیم دیوانہ بنا دیا۔ وہ ہائے وائے کرتی ہوئی پنون کے پیچھے پیچھے صحرا کو روانہ ہو گئی۔ تاکہ کیچ پہنچ کر پنوں کو تلاش کرے سسی چلتے چلتے صحرا میں ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں ایک گڈریا کچھ چوپائے لے کر بیٹھا ہوا تھا۔ سسی نے اس گڈریے سے اپنے محبوب اور خاوند کا نشان پوچھا۔ گڈریے نے سسی کی داستان سُنی تو اس کا دل سسی کی مصیبت پر رحم کھانے کی بجائے ہوس انگیز جذبات سے بھر گیا۔ اور اُس نے چرب زبانی سے سسی کو رام کرنا چاہا۔ کہنے لگا:-

چو دلبر با دلت نرد دغا باخت ترا در دشت غم مبتلا ساخت
پی آن فتنہ سامان شوخ خود کام مشو در وادیٔ حسرت سبک گام
میاور از وفا بیگانہ یاد کہ حق آشنائی داد بر باد
گرفتم آستین العنت افشاند نہ آخر الوداعی می توان خواند
ازین وادی چو آتش شو عنان تاب کہ باشد زہرہ شیر از غمش آب
من و این وحشیان چند یکجا ہمہ قربانیٔ عید تماشا
بشیرین کاریٔ حکمت توانم کہ چون فرہاد جوی شیر رانم
مشو اینجا ز تاب مہر بےتاب حریم کلبہ ام را باش مہتاب

سسی نے گڈریے کی یہ باتیں سنیں اور محسوس کیا کہ گڈریے کی نیت میں فتور آگیا ہے۔ تو اس نے گڈریے سے نجات پانے کی ایک تدبیر سوچ لی۔ سسی نے

لے جوت پرکاش: دستور عشق، ص ۶۵

گڈریے سے کہا کہ مجھے بہت پیاس لگ رہی ہے۔ اگر تم کہیں سے پانی لا دو۔ تو احسان عظیم ہوگا۔ گڈریے نے جو یہ فرمایش سنی تو سر پر پاؤں رکھ کر پانی کی تلاش میں دوڑا گڈریے کے جاتے ہی سسی بارگاہِ ایزدی میں ساجد ہوئی۔ اور خدا سے دعا مانگنے لگی:۔

توئی بیچارگان را چارہ پرداز توئی چاک جگرہا را نواساز[1]

بدادم رس کہ دیگر دادرس نیست کس ہر بیکس آخر جز تو کس نیست
منم صید عقاب تیز چنگال چمن گم کردہ مرغ بی پر و بال
نہ زین آفات غولستان امانی نہ از منزل کہ جانان نشانی

امانت دار نقش خویشم از یار ز دست انداز غیرم در امان دار

چون گنجم کن چنان در خاک مدفون کہ نکشاید طلسمش غیر بیرون
ز تاب آتش ہجرم ملیشناک بیفشان مشت آبم در بر خاک

جونہی سسی نے یہ دعا مانگی زمین پھٹی اور سسی اس کے اندر چلی گئی۔ اس وقت گڈریا چشمے سے پانی لے کر واپس آ رہا تھا۔ اُس نے سسی کو جو زمین کے شگاف میں گم ہوتے دیکھا تو وہ فرطِ شوق و اضطراب سے دوڑا لیکن بیشتر اِس کے کہ گڈریا سسی کے قریب پہنچتا۔ زمین کا شگاف بند ہو گیا اور

نماند از خاک جز جعدش نمودار نشان گنج باشد پیچش مار[2]

اب کیا ہو سکتا تھا۔ مجبوراً گڈریا دل پکڑ کر اسی جگہ بیٹھ گیا۔

اب اُدھر کی سنیے۔ پنوں کے بھائی بیہوشی کی حالت میں اُسے لے کر کیچ پہنچ گئے

---

[1] جوت پرکاش، دستور عشق ص ۶۶، [2] ایضاً ص ۶۷،

صبح جب اس کا نشہ اُترا اور اسے ساری کیفیت کی تفصیل معلوم ہوئی۔ تو وہ فوراً گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ عزیز و اقارب نے بہتیرا روکنا چاہا لیکن کسی کو اس میں کامیابی نہ ہوئی اور پنوں سسی کے پاس پہنچنے کے لئے صحرا کی طرف چل پڑا۔ چلتے چلتے وہ خداساز اتفاق سے اُس جگہ جا پہنچا جہاں گڈریا سسی کے فراق میں بے حال ہو رہا تھا۔ گڈریے نے اس وقت تک سسی کے مرنے کے مقام پر ایک مرقد اُستوار کر دیا تھا۔ پنوں نے اس مرقد کے متعلق گڈریے سے استفسار کیا۔ تو گڈریے نے سارا ماجرا کہ سنایا اور کہا:۔

نمیدانم[1] کہ بود و دلبرش کیست　　بکنج خاک چون گنجش غرض چیست
ولیکن این قدر دارم نشانش　　کہ ہر دم بود پنون بر زبانش

پنوں نے جو یہ اطلاع پائی تو اس نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا اور خاک سے لپٹ کر رونے لگا۔ اور گریہ و زاری کرنے لگا۔ ساتھ ساتھ آہیں بھرتا تھا۔ نتیجہ یہ کہ:۔

رسا شد[2] نشتر آہ اثر ناک　　چو جام از خود تہی شد قالب خاک
طپش از بسکہ گلدام اثر یافت　　لحد چون سینۂ عشاق بشگافت

بمرقد ہمنشین شد دوست با دوست　　دو مغز آمیخت پنداری بیک پوست
بکنج خاک ہم آغوش خفتند　　ز چشم مردمان روپوش خفتند

گڈریے نے یہ سارا واقعہ دیکھا اور کیچ میں آ کر پنوں اور اہل کیچ کے سامنے یہ روداد بیان کی۔ پنوں کے ماں باپ بھائیوں اور اہل شہر نے یہ ماجرا سنا تو سر پیٹتے ہوئے صحرا کی طرف روانہ ہوئے۔ تاکہ پنوں اور سسی کی قبر پر پہنچیں۔ دوسری طرف سے عطا بھنبور سے گرتا پڑتا سسی کے تعاقب میں چلا اور عطا اور کیچی سسی پنوں کے مرقد

[1] جوت پرکاش، دستور عشق، ص ۴۲۔　　[2] ایضاً ص ۴۳۔

پر آکر جمع ہوئے۔ جہاں سب نے آہ و نالہ سے آسمان سر پر اُٹھالیا۔ اور گریہ وزاری
سے کہرام مچادیا۔ یہ لوگ اس طرح مشغول تھے کہ:۔

ازان مرقد ندای غیب زد جوش | کہ ای دلخستگان ماتم ہوش
بعشرتگاہ وصل این ماتم از چیست | مقام انبساط است این غم از چیست
بخلوتگاہ وحدت منزل ماست | بقای جاودانی حاصل ماست
برارباب بقا ماتم روا نیست | کہ حسرت جز پئ اہل فنا نیست
بشکر دولت جمعیت ما | توان بزم نشاط آراست اینجا
فنای عشق را ماتم نباشد | اگر پروانہ سوزد غم نباشد

پنوں کے باپ علی اور عطا نے یہ ندا سُنی تو ان کی ڈھارس بندھی اور

علی با کیچیان عزم سفر کرد | عطا تنہا رہ بہنبور سر کرد

قصے کے افسانوی مرتبہ پر کچھ کہنا بے سود معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ بہر حال قصے
کے محاسن و معایب کے ذمہ دار وہ پنجابی مصنف ہیں۔ جن کے دماغوں کی یہ اختراع
ہے۔ منشی جوت پرکاش نے تو محض نقل کی ہے۔ لیکن جہاں تک مثنوی دستورِ عشق
کی لسانی خوبیوں کا تعلق ہے۔ اُن کے متعلق یہ آسانی سے کہا جاسکتا ہے کہ منشی جوت
پرکاش مثنوی کو فارسی کے ڈھانچے میں ڈھالنے میں بہت کامیاب رہے ہیں۔
قصے کی تفصیل کے بیان میں جو شعر درج کئے گئے ہیں۔ ان سے منشی صاحب آنجہانی
کے کلام کا کچھ اندازہ لگ سکتا ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل انتخاب سے یہ امر اور بھی واضح
ہو جائے گا۔ کہ منشی صاحب نے ادائے مطالب میں کس قدر فنی مہارت کا ثبوت دیا ہے

انتخابِ کلام

دستورِ عشق کے مصنف نے سنی کے بلوغت تک پہنچنے سے پہلے دس سالوں

---

[1] جوت پرکاش، دستور عشق ص ۲۲

کا حال جس رنگینی سے بیان کیا ہے۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اشعار سے ہوسکیگا۔

بیا ساقی رسا شد دختر تاک
که در پیراهن خم میزند چاک

گر از بند حجاب امشب بر آری
دمی باید بکام من گذاری

ورق از جلد برگ گل کشایم
مداد از دودهٔ سنبل نمایم

شوم از شاخ مرجان خامه پرداز
که سازم وصف سرتاپایش آغاز

قیامت جلوه سسی معدن حسن
ز نور چهره بخت روشن حسن

چو شد یکساله آن خورشید سیما
ز خوبان دو عالم گشت یکتا

بسر جوش بلا عمر دو سالش
دو بالا کرد صهبای جمالش

سوم سال آن صنم از جانفزائی
سه نوبت زد بملک دلربائی

بچارم سال شد جنبش چمن پوش
بهار آمد بچارم فصل در جوش

بسال پنجمین آن سرو قامت
مخمس شد ز دیوان قیامت

چو شد شش ساله ماه مهر پرور
ز نورش شش جهت شد رشک خاور

بسال هفتمین صد فتنه بالید
بتی محشر لقب هر هفت گردید

قد طوبی مثالش هشتمین سال
بهار هشت جنت کرده پامال

نهم سال آن بت یکتای آفاق
ز مه رویان این نه طاق شد طاق

بهار خویش اندر دهم سال
زده صد گشت با یک نقطه خال

سراپا شعلهٔ آتش بر آمد
کنان نقد نگه بیغش بر آمد

دل افروزی جهان دیوانهٔ او
چراغی عالمی پروانهٔ او

(ص ۱۱)

سسی پنوں کو جو خط لکھتی ہے۔ اُس میں اپنے سوز دروں کے اظہار سے پہلے ایک طویل قسمیہ تمہید کے طور پر معرض تحریر میں لاتی ہے۔ ملاحظہ ہو اس قسمیہ میں

منشی صاحب نے فن کاری کا کس قدر عمدہ ثبوت دیا ہے اور قسم کھانے کے کتنے نادر اسالیب منتخب کئے ہیں:-

قسمیہ

بحسن لایزال جلوہ مشتاق — چراغ افروز بزم جان عشاق
بگرمی ہای بازار فرنگت — لطافت سوز رخت شعلہ رنگت
بشمع آرای حسن گلو سوز ! — بساط گرمیٔ پروانہ افروز !
بہ مضمون بلند بیت ابرو — کہ دلہا را زند ناخن بہ پہلو
بخنجر بازیٔ مژگان خون ریز — بہ جادو کاریِ چشم بلا خیز
بہ انداز رمیدنہای آہو — بطرز گردش آن چشم جادو
بہ تیغ افشان نگاہ شوخ قاتل — فسان بالیدۂ سنگینیٔ دل
بہ تہلا خیزیٔ چشم مکمل — بہ سنبل جوشیٔ زلف مسلسل
بہ نسرین کاریٔ صبح تبسم — بہ گوہر ریزیٔ موج تکلم
بہ شور انگیزیٔ دلہای افگار — نمک سود شکر خند لب یار
بدان نقش عدم یعنی دہانت — بآن عکس نگہ یعنی میانت
بآن روشن سوادیہای خالت — کہ از بر کردہ دیوان خجالت
بہ سیرابی زچاہ سالک آزار — نہان در سبزۂ خط رخ یار
بہ حسن شستۂ خوبان پنجاب — بہ رنگ سبزۂ گلگون سیراب
بہ دست اندازیٔ عشق جنون کار — بہ صبر اندک وآشوب بسیار
بہ دل یعنی نیاز وصل مطلب — بہ جان یعنی بہای بوسۂ لب
بہ گلگشت گلستان دل چاک — بہ ابر نو بہار چشم نمناک
بہ پرواز رسای ناوک آہ — بہ شبگیر مناجات سحرگاہ

باختر سوزی داغ شب ہجر — بہ برق افروزی تاب وتب ہجر
بہ مرہم خصمیِ زخم زبانہا — بہ ناخن بازی کج داستانہا
بآشوب خمار شوق دیدار — بسرجوش شراب وصل دیدار
بگلبرگ کہ دارد سینہ افگار — ز آہ جان خراش بلبل زار
بآن شمعی کہ در محفل فروزد — ولش بر سوزش پروانہ سوزد
بذوق عید آمد آمد یار — جگر قربانی مشتاق دیدار
کہ از ہجر تو بر من عرصہ تنگ است — نفس آئینہ ام را موج زنگ است

(ص ۲۷، ۲۸)

منشی صاحب کو نہ صرف عشقیہ جذبات کے اظہار میں قدرت کامل حاصل ہے بلکہ منظریہ شاعری میں بھی انہوں نے اپنے اسی کمال کا ثبوت دیا ہے - ایک ویرانے کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

بیابانی نہیبی مرگ خیزی — سلامت دشمنی طاقت ستیزی
وحوش از وحشتش گشتہ شتر دل — طیور از ہیبت آن پای در گل
تہی مانند نور از سایہ جیبش — مگر جز سایۂ اجسام غیبش
ندیدہ جز سرابش کس سر آب — بجز ریگش نشان دانہ نایاب
بہ قطعش کردہ تیغ وہم کندی — بریدہ اشہب طاقت زتندی
بہ پروازش پر جبریل ریزان — خضر از گمرہی ہر سو گریزان
از آن دشت قیامت فتنہ اندوز — گذشتن خارج از حد بشر بود

(ص ۳۳، ۳۴)

ب- نامۂ عشق

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ نامۂ عشق کا ایک مخطوطہ[۱] مجھے مخدومی غلام دستگیر صاحب نامی سے دستیاب ہوا ہے۔ نامۂ عشق اندرجیت المتخلص بہ منشی کی تصنیف ہے۔ مصنف نے مثنوی میں کئی جگہ پر اپنے تخلص کا استعمال کیا ہے۔ مثلاً

[۲] کجا منشی کجا اظہار توحید ۔۔۔ نیاید ذرہ تاب نور خورشید

سہ بیا منشی کہ مطلب از میان رفت ۔۔۔ سخن بسیار فرصت رائگان رفت

سہ خمش منشی ازین دستان طرازی ۔۔۔ کہ سربازی است راہ عشق بازی

اور پھر ایک جگہ اپنا مکمل نام اور تخلص بیان کیا ہے:-

[۳] مرا در عرف اندرجیت نام است ۔۔۔ مرا منشی تخلص در کلام است

اور یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ آپ نکودر کے رہنے والے تھے:-

[۳] وطن گاہم بود در ملک پنجاب ۔۔۔ نکودر قصبۂ سرسبز سیراب

اندرجیت منشی کے متعلق اور کہیں سے معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ لہذا اُن کے کوائف حیات مرتب کرنے میں اسی مثنوی پر بھروسہ کرنا پڑا ہے۔ منشی نے خود بیان کیا ہے کہ وہ اپنے وطن کو چھوڑ کر شیخ عالم کی خدمت میں پہنچے۔ اور اُنیس سال تک اُن کی خدمت میں رہے۔ شیخ عالم کی وفات کے بعد سید[۴] شہامت خان نے منشی کو اپنی نگرانی میں لے لیا:-

مرا چون از وطن قسمت جدا کرد ۔۔۔ بہ بزم شمع عالم آشنا کرد

---

[۱] ورق: ۲۵، تقطیع ۹ × ۵ فی صفحہ ۱۲ سطور، ہر سطر ۲¾، کاتب: صدرالدین، تاریخ کتابت: بیست و پنجم ماہ پوہ سمت ۱۸۹۵،

[۲] اندرجیت منشی: نامۂ عشق، ورق ۲ ب، ۵، ۱۰ ۔۔۔ [۳] ایضاً ورق ۲۵،

[۴] ان کے متعلق پتہ نہیں چل سکا کہ کون صاحب تھے،

بجان شاد طبع فارغ البال ... نمودم خدمتش تا نوزده سال
رقم بر خطۂ ہستی است نامم ... جناب شیخ عالم را غلامم
چو شیخ از دار فانی رخت بر داشت ... مرا سید شہامت خان نگہداشت
انیس و ہمدم و ہمراز بودم ... ز ہم جنسان خود ممتاز بودم

سنہ ۱۱۴۰ھ میں منشی لاہور کو خیرباد کہ کر نواب عبدالصمد خان کے ہمراہ ملتان آتے ہیں اور نواب عبدالصمد خان کے منشی مقرر ہو جاتے ہیں :-

سن ہجری ہزار و یکصد و چہل ... کہ از لاہور بستم محمل دل

ملہ اندر جیت منشی: نامۂ عشق، ورق ۲۵؛ ملہ دیکھیے،

صمصام الدولہ نواب دلیر جنگ عبدالصمد خاں

نواب دلیر جنگ عبدالصمد خان خواجہ عبدالکریم کے صاحبزادہ تھے ان کے والد کا آبائی وطن سمرقند تھا۔ لیکن عبدالصمد خان آگرہ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں آپ والد کے ہمراہ سمرقند گئے تھے۔ جہاں انہوں نے اپنی تعلیم کی تکمیل کی۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں آپ ہندوستان لوٹے۔ اور دربار میں پہلے تعارف پر ہی ڈیڑھ ہزاری امیر کا رتبہ پایا۔ جہاندار شاہ کے عہد میں آپ سات ہزاری ہو گئے۔ اور فرخ سیر کے عہد میں لاہور کے گورنر مقرر ہوئے۔ آپ نے سکھوں سے متعدد لڑائیاں لڑیں اور بندہ کو گرفتار کیا۔ محمد شاہ کے زمانے میں آپ ملتان کے گورنر مقرر ہوئے۔ اور صمصام الدولہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اس وقت ان کے بیٹے ذکریا خاں کو لاہور کا گورنر مقرر کیا گیا۔ ان کی تاریخ وفات مختلف مورخوں نے مختلف بیان کی ہے۔ سید عبداللطیف نے تاریخ وفات جون ۱۱۴۹ھ/۱۷۳۷ء معین کی ہے۔ ضلع ملتان کی گزیٹیر میں ۱۱۳۸ھ/۱۷۲۵ء درج ہے۔ بیل نے ۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹ء لکھی ہے۔ سیر المتاخرین کے مصنف نے ۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء سال وفات معین کیا ہے۔ اور مآثر الامرا میں بھی یہی سال وفات درج ہے۔ میرے خیال میں سیر المتاخرین اور مآثر الامرا کی تاریخ معتبر ترین ہے۔ نواب عبدالصمد خاں لاہور میں ہی فوت ہوئے۔ اور یہیں ان کی قبر ہے ملاحظہ ہو:

بیل کی بیاگرافیکل ڈکشنری ص ۳۴؛ ایلیٹ اینڈ ڈاوسن کی تاریخ ہند جلد ۷ صفحات ۲۵۶، ۴۹۱، ۵۱۱؛ تاریخ لاہور از سید محمد لطیف ص ۱۲۰؛ تاریخ پنجاب از سید محمد لطیف ص ۱۹۳؛ ضلع ملتان کی گزیٹیر اشاعت ۱۹۲۶ء؛ سیر المتاخرین (انگریزی ترجمہ) جلد اول و دوم ص ۲۹۴؛ اور مآثر الامرا جلد دوم ص ۵۱۷؛

به ملتان آمدم همراه نواب | ولی خورشید طبع و شاد و شاداب
گ۱ کتونم منشی عبد الصمد خان | خدارا صد هزاران فضل و احسان
الٰہی ظل فضلش باد ممدود | عدوی دولتش مطرود و مردود

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ منشی ملتان کب تک رہے۔ اور ان کی باقی زندگی کس طرح اور کہاں بسر ہوئی۔ لیکن مثنوی سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ نے یہیں یعنی ملتان[۲] سسی پنوں کا قصہ سُنا اور پھر یہیں اسی سال یعنی ۱۱۴۲ھ میں مثنوی نامۂ عشق نظم کی :-

چہ ملتان تو بہاری کامرانی | ہوایش ہمچو شہری زندگانی
چہ ملتان جلوه خیز ناز خوبان | چہ ملتان روضۂ حوران و غلمان

- - - - - - - - - - - - - - - -

درین بستان سرای شاد و خورم | که بودم یک زمان فارغ [من] از غم
شنیدم از لب آتش زبانی | ز حسن و عشق رنگین داستانی
بحمد اللہ[۳] کہ نوک خامۂ عشق | رقم زد این نگارین نامۂ عشق
در[۴] ایام مبارک ماه رمضان | بهار آمد این رنگین گلستان
سن عشر از جلوس ظل سبحان | محمد شاه غازی شاه شاهان

محمد شاہ ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء میں تخت نشین ہوتا ہے۔ لہٰذا مثنوی کا آغاز ۱۱۴۰ھ/۱۷۲۷ء میں اور اختتام ۱۱۴۲ھ کے رمضان یعنی اپریل ۱۷۲۷ء[۶] میں ہوتا ہے۔ گویا نامۂ عشق مثنوی دستور عشق سے چار سال بعد لکھی جاتی ہے۔ مثنوی میں کل ۹۸۲ اشعار ہیں۔

---

۱ اندرجیت منشی : نامۂ عشق ورق ۲ ب ۲ ایضاً ورق ۲۵ ۳ ایضاً ورق ۲ب ، ۴م
۴ ایضاً ورق ۴ ب ۵ ایضاً ورق ۲۵ ۶ Lane-Poole, S, The Mohammadan Dynasties, p. 328.

نامۂ عشق کے مطالب

دستورِ عشق کے مقابلے میں نامۂ عشق نہایت مختصر مثنوی ہے۔ ساری مثنوی ۹۸۲ اشعار پر مشتمل ہے لیکن مثنوی کے اختصار سے قصّے کے ربط اور جزئیات کی تفصیل میں فرق نہیں پڑا۔ اندرجیت منشی نے جوت پرکاش کی طرح ساری مثنوی میں مختلف عنوانات قایم نہیں کئے۔ صرف شروع میں چھ عنوان موجود ہیں اُس کے بعد قصہ مسلسل چلتا ہے۔ لیکن ہر بیان کے بعد ساقی نامے کے دو اشعار سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اب نیا بیان شروع ہونے والا ہے۔ نیز یہاں کچھ جگہ بھی چھوڑ دی گئی ہے قیاس کہتا ہے کہ مصنف نے تو عنوان تجویز کئے ہونگے۔ لیکن کاتب نے نقل کرتے وقت یہ عنوان حذف کر دئے ہیں۔

مثنوی کا آغاز ایک دُعا سے کیا گیا ہے جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی بر دلم نور صفا بخش — بہ چشم از خاکِ راہت طوطیا بخش
بروئ من در توفیق وا کن — جبینم بر درِ خود سجدہ سا کن
الٰہی آہ گرم و چشم تر دہ — بہ حسنِ گلرخان ذوقِ نظر دہ

— — — — — — — — — — — — — —

دلم آئینۂ حسن بتان کن — بدل داغِ محبت گلستان کن
کرامت کن دل شیدا چو بلبل — گریبان چاک چون پیراہنِ گل

— — — — — — — — — — — — — —

زبانم را بحرفِ عشق وا کن — فغانم را اجابت آشنا کن
کہ گویم داستانِ عاشقِ زار — دہم شرحِ جمالِ عارضِ یار

اس دعا کے بعد صانعِ حقیقی کی تعریف میں چند اشعار حمد کے طور پر لکھے ہیں۔ اور پھر

ل اندرجیت منشی، نامۂ عشق، ورق ا ب

ملتان کی تعریف میں کچھ شعر درج ہیں۔ ملتان کی تعریف کے ساتھ ہی اصل قصہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور پھر بیان کے اختتام پر ساقی نامے کے دو اشعار کے سوا ساری مثنوی قصے کے لئے وقف کر دی گئی ہے۔ صرف آخر میں چند اشعار میں مصنف نے کچھ اپنے کوائف حیات بیان کئے ہیں۔ اور مثنوی کی تاریخ تکمیل درج کی ہے۔

قصہ

نامۂ عشق کا قصہ دستور عشق سے کچھ مختلف ہے اور افسانوی لحاظ سے دستور عشق کے قصے سے زیادہ کامیاب ہے چونکہ دونوں قصوں کا بہت سا حصہ ملتا ہے۔ اس لئے یہاں صرف دونوں قصوں کے اختلافات کو بیان کرنا کافی ہوگا۔

دستور عشق میں قصے کا آغاز سسی کی ولادت سے کیا گیا ہے۔ لیکن نامۂ عشق میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ بھنبور کے بادشاہ کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ اور اس نے جب مایوس ہو کر منجموں سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا:-

خوشا[۱] آمد جبینت حق گفتن ضرور است	جبینت بیفروغ از نور نور است
ولیکن در حریم خاصۂ شاہ	بزاید دختر حیرت دہ ماہ
بنور حسن عالم گیر باشد	پری روکی چنین تصویر باشد
چو ماہ چاردہ در چاردہ سال	جہانی را کند از غمزہ پامال

- - - - - - - - - - - - - - - -

زند در دامن ناموس صد چاک	بریزد طشت ننگ از بام افلاک

بادشاہ نے جو یہ پیشگوئی سنی تو اُس نے حکم دے دیا کہ جب یہ لڑکی پیدا ہو تو قتل کر دی جائے:-

شہ[۱] از گفتار دانایان برآشفت	غبار آلودہ با اہل سرا گفت

---

[۱] اندر جبیت منشی، نامۂ عشق، ورق ۳ ب،

کہ از ہر کس برآید این چنین وخت کند در حال با تیغ اجل جفت
لیکن جب یہ لڑکی ایک بیگم کے ہاں پیدا ہوئی تو دایہ نے ترس کھا کر اُسے ایک صندوق میں بند کر کے پانی میں بہا دیا:۔

نگاہ دایہ در حسنش برافروخت دل مادر سپند آسا بروسوخت
بگفتا حیف باشد قتل دختر بخاک انداختن زینگونہ اختر
نہفتش در قماط پرنیانی بگوشہ ریخت سیلابی نہانی
طلب فرمود درج از خانۂ خویش درو انداخت آن دردانۂ خویش
پری در شیشۂ صندوق جا کرد صدف را در نفس بحر آشنا کرد
روان شد آتش خس پوش بر آب بہ مقصد برج ماہی گشت ماہتاب

اِس سے آگے بھنبور کی شہزادی کا ایک دھوبی کے ہاتھ آنا۔ اسی طرح بیان کیا گیا ہے جس طرح دستورِ عشق میں بیان ہوا ہے صرف دھوبی کا نام مختلف ہے۔ جوت پرکاش نے اس کا نام عطا بتایا ہے اور منشی نے مالک:۔

[1] کنار بحر مالک نام گازر بکسب و پیشۂ خود بود حاضر
یہی دھوبی لڑکی کا نام سسی رکھتا ہے۔ اور سسی عنفوان شباب تک اس دھوبی کے گھر میں پرورش پاتی ہے۔ یہاں تک کہ:۔

[2] ز حسنش رفتہ در عالم فسانہ خریدارش سلاطین زمانہ
انہی ایام میں کیچ کے کچھ سوداگر بھنبور آنکلتے ہیں۔ یہاں سے منشی نے جوت پرکاش سے پھر اختلاف کیا ہے اور افسانے کو زیادہ قابلِ یقین بنا دیا ہے۔ جوت پرکاش نے دکھلایا ہے کہ سسی خواب میں پنوں کو دیکھ کر اُس پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ لیکن منشی نے

---

[1] اندرجیت منشی: نامۂ عشق، ورق ۴ ب، [2] ایضاً، ورق ۵، [3] ایضاً، ورق ۶ ب،

بیان کیا ہے۔ کہ پنوں کیچ کا بادشاہ تھا :-

لہ دران ایام کان تابندہ مہ بود　　بشہر کیچ پنون بادشہ بود

اور پنوں کے پاس سسی کے حسن کی شہرت ان تاجروں کی وساطت سے پہنچتی ہے جو بھنبور سے لوٹ کر جاتے ہیں۔ اور پنوں کے سامنے سسی کے حسن کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :-

لہ کہ در بھنبور گازر دختری ہست　　بر اوج حسن رخشان اختری ہست

بنفشہ کاکل او گلعذاری　　ریاض دلبری را نوبہاری

ہنوزش لب تبسم آشنا نیست　　پی پابوس او راہ حنا نیست

- - - - - - - - - - - - -

نباشد پیش او آئینہ را راہ　　مبادا عکس چشم افتد بران ماہ

بود در پردۂ فانوس آن شمع　　ولی افسانہ نورش بہر جمع

پنوں یہ تعریف سن کر سسی کو دیکھنے کے لئے بیتاب ہو جاتا ہے۔ اور کیچ کو چھوڑ کر بھنبور کی راہ لیتا ہے۔ بھنبور پہنچ کر سسی کو ایک خط لکھتا ہے۔ اور سسی آگے اپنی عزت و ناموس کا پاس دلا کر فن گازری کی تحصیل کی تلقین کرتی ہے۔ پنوں سسی کے کہنے پر دھوبیوں کا کام شروع کر دیتا ہے۔ اور جب فن گازری میں طاق ہو جاتا ہے تو مالک یعنی سسی کے باپ سے سسی کی خواستگاری کرتا ہے۔ دونو کی شادی کے بعد پنوں کے امرا مشورہ کر کے پنوں کو بھنبور سے نکال لے جاتے ہیں۔ اس سے آگے منشی نے جزئیات کی تفصیل کے سوا سسی اور پنوں کی موت تک وہی واقعات بیان کئے ہیں جو جوت پرکاش نے نظم کئے ہیں۔ لیکن قصے کو سسی اور پنوں کے زمین میں دفن ہو جانے کے ساتھ ہی ختم کر دیا ہے۔ اس سے فنی حیثیت سے منشی کی مثنوی کا انجام زیادہ

لہ اندر جیت منشی، نامۂ عشق، ورق ۷،

لہ ایضاً، ورق ۸،

ابوالقاسم البصری کی کتاب التنبیہات

علامہ محمد بن یزید المبرد کی شہرہ آفاق تصنیف الکامل فی الادب کسی تفصیلی تعارف کی محتاج نہیں یہ عربی ادب کی ان چند خوش قسمت کتابوں میں سے ہے جو علمی دنیا میں ہمیشہ سے مقبول چلی آتی ہیں۔ اور ہر دور اور ہر صدی میں لوگوں نے اس کے مطالب و مقاصد پر گہری نظر ڈالی ہے۔ چنانچہ اس کے مطالعے کے لئے شرحیں، فرہنگ اور تنقیدی کتابیں بڑی کثرت سے لکھی گئیں۔ آج میں اسی صنف کی ایک مختصر سی کتاب یعنی ابوالقاسم البصری کی کتاب التنبیہات علی اغلاط الکامل پر کچھ تبصرہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو چوتھی صدی ہجری کی ایک گراں مایہ تصنیف ہے۔

المبرد محمد بن یزید المبرد فن ادب اور نحو وغیرہ کے مسلمہ امام اور المازنی السجستانی اور الجرمی کے شاگرد خاص تھے۔ آپ بصرہ و کوفہ کے ممتاز ائمہ فن کے خاتم سمجھے جاتے ہیں۔ المبرد ادب کے ایک اور امام ابوالعباس ثعلب کے معاصر تھے۔ اور ان کی زندگی کے حالات کو پڑھنے سے ان ہر دو مشاہیر کے باہمی بحث و مناظرہ کے واقعات کا پتہ چلتا ہے۔ ناقدین کا خیال ہے کہ المبرد قابلیت تبحر اور نقد و نظر میں اپنے ممتاز معاصر ثعلب پر فضیلت رکھتا تھا۔ ابن خلکان[1] نے وفیات میں ابو بکر بن ابی الازہر کے چند اشعار نقل کئے ہیں۔ جن میں المبرد اور ثعلب کا موازنہ کیا ہے۔ اور دونوں کی علمی فضیلت کا اعتراف کیا ہے :-

ایا طالب العلم لا تجہلن — وعذ بالمبرد او ثعلب

تجد عند ہذین علم الوری — فلا تک کالجمل الاجرب

---

[1] وفیات الاعیان

علوم الخلایق مقرونۃٌ بھٰذین فی الشرق والمغرب

المبرد کی اہم ترین تصنیف الکامل فی الادب ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ ادبیاتِ عربی میں اس تصنیف کو لازوال شہرت اور اعتبار حاصل ہے۔ علامہ ابن خلدون اپنے مقدمۂ تاریخ میں لکھتے ہیں:-

"وسمعنا من شیوخنا فی مجالس التعلیم انّ اصول فنّ الادب وارکانہ اربعۃ دواوین وھی: کتاب الکامل للمبرد وادب الکاتب لابن قتیبۃ وکتاب البیان والتبیین للجاحظ وکتاب النوادر لابی علی القالی البغدادی وماسوی ھذہ الاربعۃ فتبعٌ لھا وفروعٌ منھا

(مقدمہ ابن خلدون- طبع پیرس- ج ۳ حصہ ۳ ص ۲۹۶)

علامہ المبرد کا انتقال ۲۸۵ھ میں ہوا۔ اس وقت سے لے کر اب تک الکامل کا مطالعہ مسلسل جاری ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے میں علمائے فن نے اس کے اقوال کی تائید و تردید میں کتابیں لکھی ہیں۔

یہاں اس امر کا تذکرہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس شخص نے الکامل کو آخری مرتبہ ایڈٹ کیا۔ وہ ابوالحسن علی بن الاخفش (متوفی ۳۱۵ھ) تھا۔ جسے عام طور پر الاخفش الاصغر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ گیارہ اخفشوں میں سے یہ سب سے متاخر تھا۔ الاخفش نے الکامل پر حواشی لکھے اور اضافے کئے [جو اس وقت الکامل کے رائٹ ایڈیشن میں موجود ہیں]۔۔

درحقیقت اسے الکامل کے گہرے تنقیدی مطالعہ کی ابتدا خیال کرنا چاہئے۔ الکامل میں تحقیق اللسان اور تاریخ و سیرت کے سلسلے میں جو وسیع ذخائر موجود ہیں۔ ان کی اہمیت اس امر کی متقاضی تھی۔ کہ علمائے فن اس کا تجزیہ کرتے۔ اور اس گراں قدر کتاب کے کمزور پہلوؤں کو طلبہ کے سامنے رکھتے تاکہ اس کی افادیت ہر لحاظ سے مکمل ہو جائے [الاخفش کی تنقیدات کے لئے دیکھو، نوٹ ۹۰ تا ۱۰۰]

امام جلال الدین السیوطی نے اپنی کتاب المزہر[1] میں لکھا ہے۔ کہ بطلیوسی کی شرح الکامل پر نہایت مفید اور اہم تھی۔ مگر بدقسمتی سے یہ شرح آج ناپید ہے۔ الکامل کی ایک شرح استانبول میں اسمٰعیل آفندی کے کتاب خانے میں ہے۔ مگر اس کے مصنف کا نام معلوم نہیں۔

جدید شرحوں میں قابل ذکر سید بن علی المرصفی پروفیسر جامعہ ازہر کی شرح ہے۔ اس کا نام رغبۃ العامل من کتاب الکامل ہے۔ جو ۸ جلدوں میں ہے۔ اور مصر سے ۱۳۴۸ھ ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی ہے۔

سچ یہ ہے کہ الاخفش الاصغر کے بعد الکامل کا سب سے بڑا واقف اور عالم ابن النحاس تھا۔ اس کا انتقال ۳۳۸ھ ۹۴۹-۵۰ء میں ہوا۔ افسوس ہے کہ ابن النحاس کے حواشی بھی آج دستیاب نہیں ہوتے۔ ورنہ ہم اس کے نقد و تبصرہ کی اہمیت کا کچھ اندازہ کر سکتے البتہ آج ہم جس کتاب پر تبصرہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں ہمیں اس جید فاضل کی تنقید الکامل کا واحد نمونہ ملتا ہے (نوٹ ۹۶: خطأ ابی العباس فی تعیین اُمّ خارجہ)

جہاں تک معلوم ہو سکا۔ الاخفش اور ابن النحاس کے بعد جس شخص نے الکامل کا تنقیدی نظر سے مطالعہ کیا۔ وہ ابوالقاسم علی بن حمزہ البصری النحوی البغدادی تھا۔ اس کے علاوہ ابن عبد ربہ نے عقد الفرید میں الکامل کی بعض غلطیوں کا ذکر کیا ہے۔

اس سلسلے میں یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ الکامل کی تنقیدیں بہت حد تک قدیم بصرہ کوفہ نزاع سے متعلق ہیں۔ عربی ادب کو جاننے والے اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں۔ کہ بصرہ و کوفہ کے دبستانوں نے بعد میں فروغ پانے والی تمام ادبی تحریکوں پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ اس نزاع کی بقیہ تفصیل کو نظر انداز کرتے ہوئے اگر صرف المبرد کے زمانے کو ہی لیا جائے۔ تو یہ معلوم ہو گا۔ کہ یہ صدی بھی اس ادبی مناقشے کے زیر اثر تھی۔ باقی

---

[1] المزہر۔ جلد ۱۔ صفحہ ۸۲: ۲۲۳،

علمای ادب کا تو کیا مذکور خود المبرد نے الکامل سے پہلے کتاب مسائل الاغلاط کے نام سے جو کتاب لکھی ہے۔ اس میں اس نے سیبویہ کی الکتاب پر بڑی سختی کے ساتھ اعتراض کئے ہیں جن میں سے بیشتر اسی نزاع کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور بقول علامہ السیوطی ان میں سے صرف چند ہی ایسے نکلیں گے۔ جن میں کچھ جدت یا اپج ہو گی (المزہر۔ ج ۲، ۱۳۲، ۱۸۸) المبرد نے سیبویہ کو جس طریق سے تختہ مشق بنایا۔ اس کے رد عمل سے بچنا مشکل تھا۔ سیبویہ کے ایک شاگرد ابن درستویہ (متوفی ۳۳۰ھ) نے اپنے استاد کا انتقام لینے کے لئے ایک کتاب لکھ ماری۔ جس کا نام کتاب مناظرۃ سیبویہ للمبرد ہے۔ اس کتاب میں المبرد کے اعتراضات کا جواب لکھا ہے۔ اور اپنے استاد کی حمایت کی ہے۔

اسی طرح ابن حائل اور ابن ولاد مصری نے بھی سیبویہ کی حمایت اور المبرد کی مخالفت میں قلم اٹھایا۔ اور ابن ولاد مصری (المتوفی ۳۳۲ھ) کی کتاب الانتصار لسیبویہ علی المبرد میں تو المبرد بری طرح نشانۂ اعتراضات بنایا گیا ہے۔ یہ سب اسی بصرہ کوفہ آویزش کے برگ و بار ہیں جس میں کچھ دیر بعد ابو القاسم البصری نے کتاب التنبیہات کے ذریعے شرکت کی لیکن باتفاق ناقدین اعتدال اور انصاف کی ان خصوصیات کو برقرار رکھتے ہوئے جو ایک متوازن اور سلیم المزاج مبصر کے لئے لازمی ہیں۔

ابو القاسم[1] علی بن حمزہ البصری النحوی کی زندگی کے مفصل حالات کہیں سے دستیاب نہیں ہوتے۔ اوائل عمر میں تعلیم و تربیت کہاں اور کیسے ہوئی؟ اور لغت اور ادب کی تحصیل کن کن اساتذہ سے کی؟ اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ان چند واقعات زندگی میں سے جن کا ہمیں علم ہے ایک یہ ہے کہ المتنبی[2] جب بغداد میں وارد ہوا تو

[1] بغیۃ الوعاۃ میں ابو نعیم لکھا ہے۔ شاید یہ کتابت کی غلطی ہو۔ [2] یاقوت۔ معجم الادباء ج ۵ ص ۲۰۲

ابوالقاسم البصری نے اس کی بڑی خاطر مدارات کی۔ المتنبی جب تک بغداد میں رہا ابوالقاسم کا مہمان رہا۔ ایک دوسری بات جو ہمیں اس کی زندگی کے متعلق معلوم ہے یہ ہے کہ ابوالقاسم بعد میں سسلی چلا گیا تھا۔ جہاں ۳۷۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ یہ غالباً ابوالقاسم ہی تھا جس نے سسلی میں المتنبی کی شاعری کو مقبولِ عام بنایا۔ اور اس کے دیوان پر حواشی لکھے۔ ابن الخزاز کی روایت ہے۔ کہ ابوالقاسم کے جنازے کی نماز قاضی ابراہیم بن مالک نے پڑھائی[1]۔

ابوالقاسم نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ ان کے نام یہ ہیں[2]:-

۱۔ کتاب الآباء والامہات[3]، ۲۔ کتاب العشرات[3]، ۳۔ کتاب المنالحات[4]

۴۔ حواشی دیوان المتنبی[5]، ۵۔ دیوان علی بن ابی طالب کی ترتیب[5]،

۶۔ کتاب التنبیہات علی اغلاط الرواۃ فی کتب اللغۃ۔ غالباً اسی کتاب کا دوسرا نام الردود[6] ہے۔ جیسا کہ معجم الادباء اور بغیۃ الوعاء سے معلوم ہوتا ہے۔ کتاب کے شروع میں پورا نام یوں بیان کیا گیا ہے:-

هذا کتاب التنبیهات علی اغلاط الرواة فی کتب اللغة المصنفات لم نعلل عن سبیلهم ولم نحرج عن سننهم فی رد بعضهم علی بعض　الخ

پوری کتاب ۸ حصوں پر مشتمل ہے۔ جن کی تفصیل ریو کی فہرست مخطوطات عربی میں سے لے کر بیان کی جاتی ہے:-

۱۔ پہلا حصہ ابو زیاد الکلابی کی نوادر کی تنقید،

۲۔ دوسرا حصہ ابو عمر الشیبانی (متوفی ۲۱۰ھ) کی نوادر کی تنقید،

---

[1] یاقوت معجم الادباء۔ ج ۵۔ ص ۲۰۲،　[2] یاقوت ایضاً کتاب التنبیہات ع ۱۹

[3] کتاب التنبیہات ۳۹،　[4] ایضاً ع ۴۵،　[5] ایضاً ع ۱۳۲،

[6] ایضاً ع ۵۷،

۳۔ تیسرا حصہ الدینوری (متوفی ۲۸۲ھ) کی کتاب النبات کی تنقید۔
۴۔ چوتھا حصہ المبرد (متوفی ۲۸۵ھ) کی الکامل کی تنقید۔
۵۔ پانچواں حصہ ابوالعباس ثعلب (متوفی ۲۹۱ھ) کی اختیار فصیح الکلام کی تنقید۔
۶۔ چھٹا حصہ ابو عبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۴ھ) کی کتاب الغریب کی تنقید۔
۷۔ ساتواں حصہ ابن السکیت (متوفی ۲۴۴ھ) کی اصلاح المنطق کی تنقید۔
۸۔ آٹھواں حصہ ابن ولاد المصری (متوفی ۳۳۲ھ) کی کتاب المقصور والممدود کی تنقید۔

جیسا کہ اس فہرست سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ یہ الکامل کی تنقید التنبیہات کا چھٹا حصہ ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے۔ کہ بغیۃ الوعاۃ اور معجم الادباء میں الکامل کی تنقید کا کوئی ذکر نہیں۔ مگر اس کے بجائے کتاب الحیوان جاحظ کا تذکرہ ہے۔ اس کے علاوہ یاقوت نے ابوالقاسم کے چند اور ردود کا ذکر کیا ہے۔ جن کا مجھے کہیں سراغ نہیں ملا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"ولہ ردودٌ علی جماعۃٍ من ائمۃِ اللغۃِ کابن دریدٍ والاصمعی و ابن الاعرابی وغیرھم"

کتاب التنبیہات کا یہ نسخہ برٹش میوزیم لنڈن کے مملوکات میں سے ہے۔ (ملاحظہ ہو ریو ضمیمہ فہرست عربی عدد ۱۰۴۴) پوری کتاب جیسا کہ ابھی بیان ہوا ہے آٹھ حصوں پر مشتمل ہے [اوراق ۱۱۵ سطور ۲۳ تقطیع ۹ × ۶ ۱/۲ ؛ نسخ۔ سن کتابت ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء۔ نسخے کے آخر میں ایک یادداشت ہے۔ جس میں لکھا گیا ہے کہ یہ نسخہ خدیویہ لائبریری (ج ۴۔ ص ۲۲۱) کی نقل ہے۔ کاتب کا نام۔ عبدالعزیز اسمٰعیل الانصاری الخزرجی] خوش قسمتی

۱؎ اس کتاب کے چند اور نسخوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔ فلوگل کے Spitta's Arabic Works میں اس کے ایک نسخے کا ذکر کرتا ہے اور اس کے علاوہ ایک اور نسخے کا بھی حوالہ دیتا ہے جو Konigischen Bibliothec میں

سے اس حصہ چہارم (جو کامل سے متعلق ہے) کا عکس خان بہادر مولوی محمد شفیع صاحب سابق پرنسپل اورینٹل کالج کی توجہ سے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے لئے مہیا ہوا۔ جس کا میں نے موصوف کے زیر ہدایت مطالعہ کیا۔ اور متن تیار کیا (جو ابھی تک غیر مطبوعہ صورت میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے)

کتاب التنبیہات کے اس حصے میں ابوالقاسم نے الکامل کی تاریخی لغوی اور ادبی اغلاط کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کی تعداد ۱۰۰ یکصد ہے۔ ان میں ابوجعفر النحاس اور ابوالحسن الاخفش کے حواشی بھی شامل ہیں (حواشی ۹۶ تا ۱۰۰) یہ تنقیدات چار طرح کی ہیں:۔

۱۔ متن کی غلطیاں ۲۔ لغت اور صرف و نحو کی غلطیاں ۳۔ تاریخی اغلاط اور روایت کی لغزشیں ۴۔ اشعار کے غلط معنی

ابوالقاسم کا المبرد پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے۔ کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اشعار کے الفاظ میں تصرف کرتا ہے۔ المبرد کے متعلق اس قسم کا خیال بعض اور حضرات نے بھی ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ مارگولیتھ نے اپنی کتاب "عرب مورخین ..." میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۱۲) ہوسکتا ہے کہ یہ بھی بصرہ کوفہ نزاع کا کرشمہ ہو۔ اور ابوالعباس ثعلب کے حامیوں نے اس کو بھی بطور حربے کے استعمال کیا ہو جیسا کہ سر چارلس لائل نے مفضلیات کے دیباچے میں شبہے کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلے میں لائل نے لکھا ہے۔ کہ قدیم عربی شاعری کے سلسلے میں جعل اور تصرف کے الزامات بہت بڑی حد تک بصریوں اور کوفیوں کی دیرینہ رقابت کے شرمندہ احسان ہیں۔ غرض سر چارلس لائل نے عمومی لحاظ سے جس خدشے کا اظہار کیا ہے۔ خصوصی رنگ میں المبرد پر بھی اس کا اطلاق

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۳۸۔ محفوظ ہیں۔ اس کتاب کے ایک جزء کا ذکر لیڈن کیٹا لاگ ج ۱ ص ۱۰۴ (طبع ثانی ج ۱۔ ص ۲۴۲) میں بھی ہے۔ اس کو ڈخویہ نے کامل رائٹ ایڈیشن کے دیباچے میں شائع کیا ہے (رک کامل ج ۲۔ حاشی ص ۱۵۵) فان کریمر کی فہرست مخطوطات (عدد ۱۹) میں بھی ایک نسخے کا حال درج ہے۔

ہوسکتا ہے۔ مگر ہمیں اس امر کا اعتراف ضرور کرنا چاہئے۔ کہ المبرد اس الزام سے کاملاً بری الذمہ نہیں (جیساکہ میں ابھی ذکر کرون گا)

مثال کے طور پر التنبیہات کے حواشی ۴، ۸، ۱۸، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۸، ۲۹، ۳۸، ۴۶، ۴۷، ۵۸، ۶۵، ۷۰، ۷۱، ۸۶، ۹۵، ۹۷، ۹۸ کو لیجئے۔ ان کے سلسلے میں بعض مواقع پر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابوالقاسم خود بھی شعر کو نہیں سمجھا۔ جیساکہ نولدیکی نے (Z.D.M.G ۱۸۸۶ء ص ۳۱۳ میں) ذکر کیا ہے ایسے اعتراضات بلاشبہ بے بنیاد ہیں۔ مگر مندرجہ بالا امثلہ میں بہت سے اعتراضات وقیع اور وزنی ہین۔

اس سلسلے میں یہ بات لایق ذکر ہے۔ کہ ابوالقاسم نے کامل کی اغلاط کی نشاندہی کرتے ہوئے بعض الفاظ کی ایسی قرأتون کا ذکر کیا ہے جو کامل کے موجودہ نسخوں میں موجود نہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے۔ کہ ابوالقاسم نے جن قدیم ترین نسخون پر اعتراض کئے ہیں۔ ان میں تو یہ الفاظ موجود تھے۔ لیکن بمرورِ وقت عام طور پر متن میں اصلاحیں کرلی گئیں۔

لغوی غلطیان | ابوالقاسم کے بہت سے اعتراضات لغت اور قواعدِ زبان کے نقطۂ نگاہ سے درست معلوم ہوتے ہیں۔ پھر بھی یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ بعض اعتراضات میں محض زبردستی اور سینہ زوری کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

مثلاً الفَزَع کی بحث۔ المبرد اس لفظ کے متعلق لکھتا ہے:-

"الفَزَعُ فی کلامِ العَرَبِ علی وجہین: احدُہما ما تستعملہُ العامّۃُ تریدُ بہ الذُّعرَ والآخرُ الاستنجادُ والاستصراخ۔ من ذلک قولُ سلامۃَ بن جندل:

کُنّا اذا ما اَتانا صارِخٌ فَزِعٌ ۔ کانَ الصُّراخُ لہ قَرْعَ الظَّنابیبِ

یقولُ اذا اَتانا مستغیثٌ کانت اغاثتہُ الجِدَّ فی نُصرتِہ۔ ویُقالُ فَزِعَ

لذلك الامر لمنبوبه [اذاجاء فيه] ولم يفتر ويشتق من هذا المعنى ان يقع فزع فى معنى اغاث كما قال الكلحبة :

فقلت لكاس الجميها فانما حللت الكثيب من زرود لافزعا

(الکامل ج ۱ - ص۳)

ابوالقاسم اس کے متعلق کہتا ہے "واکثر هذا الكلام فاسد وهو كلام متخبط لم يعرف حقيقة الفزع وقوله الآخر الاستنجاد والاستصراخ غلط" اس کے بعد لکھتا ہے۔ کہ اس لفظ کے بارے میں ابوالعباس سے یعنی المبرد سے پہلے بھی لوگوں سے غلطی ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد تو المبرد کے تتبع میں اس کا بہت اعادہ ہوتا رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ الفزع کے دو معنی ہیں ایک خوف مثلاً فزع یفزع فزعا اذا خاف۔ اسی طرح افزعته افزاعا اذا اخفته۔ سلامہ ابن جندل کا شعر اسی معنی میں ہے۔ فزع یعنی خائف۔ الافزاع کا دوسرا معنی الاغاثة والاصراخ ہے نہ کہ الاستنجاد اور الاستصراخ جیساکہ المبرد نے خیال کیا ہے مثلاً ابن الاعرابی نے تائیداً یہ شعر لکھا ہے:-

اذا تو بد اعلى جلدها فزعا رأى العدو عليه جلدة النمر

(فزعا یعنی مغیثا)

اسی طرح لفظ وراء کی بحث میں ابوالقاسم ہمیں برسر حق نظر نہیں آتا۔ چنانچہ المبرد کی ایک تشریح کے ضمن میں [الکامل ج ۱ - ص ۲۸۹ سوار بن المضرب کا شعر] لکھتا ہے۔ کہ وليس الوراء من الاضداد كما يقول بعض اهل اللغة وانما معنى الوراء ما توارى عنك واستتر"۔ ابوالقاسم نے نوٹ ۵۲ میں اس پر طویل بحث کی ہے لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ اکابر محققین نے وراء کو اضداد میں سے قرار دیا ہے۔ السجستانی، ابن سکیت، صاحب لسان العرب سب کا

یہی مذہب ہے۔

عسی الکربُ الذی امسَیتُ فیہ　　یکونُ وراءَہٗ فرجٌ قریبُ

سجستانی کہتا ہے: وراءَہٗ ھہنا بعدہٗ وخلفہٗ۔ لسان نے مُرقش کا یہ شعر نقل کیا ہے:-

لیس علی طولِ الحیاۃ نَدَمْ　　ومن وراءِ المرءِ ما یَعْلَمْ

اس جگہ اس کے معنی ہیں۔ "قُدّامہٗ الشیبُ والھَرَم"۔

تاریخ اور روایہ کے سلسلے میں ابو القاسم کے اعتراضات بڑے سخت ہیں۔ اور شاید ابو القاسم کی یکہ تازی کا صحیح میدان بھی یہی ہے۔ المبرد شعب جبلہ کی لڑائی کے متعلق جو کچھ لکھتا ہے۔ الجھنوں سے پُر اور ناقص ہے جس کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے۔ کہ المبرد شاید ضعیف تر روایت کو ترجیح دینے کا عادی تھا۔

المبرد فرزدق کے متعلق لکھتا ہے کہ "والتقی الحسنُ والفرزدقُ فی جنازۃ فقال الفرزدقُ للحسنِ اتدری ما یقولُ النّاسُ یا ابا سعیدٍ، یقولون اجتمع فی ھذہ الجنازۃِ خیرُ الناسِ وشرُّ النّاسِ فقال الحسنُ کلّا لستُ بخیرِھم ولستُ بشرِّھم ولکن ما اعددتَ لھذا الیومِ فقال شھادۃَ اَنْ لا الٰہ الا اللہ منذُ ستّون سنۃ [الکامل: ج ۱- ص ۶۸]

اس پر ابو القاسم گرفت کرتا ہے اور کہتا ہے۔ والصحیحُ منذُ ثمانون سنۃ" کیونکہ یہ النّوار (زوجہ فرزدق) کے جنازے سے متعلق ہے۔ مندرجہ بالا عبارت میں الحسن سے مراد ابو سعید الحسن البصری ہے۔

المبرد نے حطیۃ اور زبرقان کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ وہ بھی اسقام سے پُر ہے اس میں بھی بظاہر ضعیف تر روایت کو ترجیح دی ہے۔ اور ابو القاسم اپنی تنقید میں حق بجانب ہے [ملاحظہ ہو نوٹ ۶۰]

اس کے علاوہ لقیط بن زُرارہ کا قتل (ع ۴۵)، عُروہ بن مُرّہ (ع ۵۶)، الجونان اور الرِّدفان کی بحث (ع ۵۶، ۹۵) میں المبرد کا پہلو کمزور نظر آتا ہے۔

افسوس ہے کہ میں اس مقالے کی تنگ دامانی کی وجہ سے مبرد کی اصل عبارتیں اور ان پر ابوالقاسم کے اعتراضات زیادہ تعداد میں یہاں پیش نہیں کرسکتا اس کے لئے التنبیہات کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ لیکن چونکہ یہ کتاب ابھی تک شائع نہیں ہوئی اس لئے میں اس مقالے کے آخر میں ابوالقاسم کے اعتراضات کا خلاصہ سا شامل کرتا ہوں۔ تاکہ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہوسکے۔

میں نے کتاب التنبیہات کے متعلق سرسری طور پر جو بحث کی ہے۔ اس سے اس کی قدر و قیمت کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہوگیا ہوگا۔ عبدالقادر بغدادی نے خزانۃ الادب میں اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔ چنانچہ ایک سے زیادہ مرتبہ اس کا حوالہ بھی دیا ہے (اکلید الخزانہ ط ۳۶)، جہاں تک وسٹنفلڈ کی فہارس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یاقوت نے معجم میں دو مرتبہ اس کا تذکرہ کیا ہے (اکلید الخزانہ سے معلوم ہوا کہ Brönnle ۱۸۹۹ء میں اس کتاب کا عمدہ محققانہ ایڈیشن نکالنا چاہتے تھے۔ اس لئے کہ موصوف کے نزدیک یہ کتاب بے حد مفید اور اہم ہے۔ علی الخصوص اس کا وہ حصہ جو ابوحنیفہ دینوری کی کتاب النبات سے متعلق ہے۔ اگرچہ برونل کو ابوالقاسم کی تنقید کے متعلق کوئی خاص حسن ظن نہیں۔

ان ائمۂ ادب کے اسما جن کا ذکر ابوالقاسم نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ یہ ہیں:-

ابو عمرو بن العلاء　(۱۵۱ھ - ۱۵۹ھ)

ابو یقظان سحیم بن حفص　(متوفی ۱۹۰ھ)

ابو عمرو اسحاق بن مرار الشیبانی　(" ۲۰۶ھ)

ابو زکریا یحیی بن زیاد الفراء　(" ۲۰۷ھ)

ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ (متوفی ۲۱۰ھ)
عبدالملک ابن قریب الاصمعی (" ۲۱۳ھ)
ابوزید سعید بن اوس (" ۲۱۵ھ)
ابن سلام ابوعبید القاسم بن سلام (" ۲۲۴ھ)
الاثرم علی بن مغیرہ (" ۲۳۰ھ)
ابن الاعرابی ابوعبداللہ محمد بن زیاد (" ۲۳۱ھ)
ابن سکیت ابویوسف یعقوب (" ۲۴۴ھ)
السجستانی ابوحاتم سہل بن محمد (" ۲۵۵ھ)
الریاشی ابوالفضل العباس بن الفرج (" ۲۵۷ھ)
ابن قتیبہ عبداللہ بن مسلم (" ۲۷۰ھ)
الدینوری ابوحنیفہ احمد بن داؤد (" ۲۸۲ھ)
ابن ابی الازہر ابوبکر (" بعد ۳۱۰ھ)
الزجاج ابواسحاق ابراہیم بن محمد (متوفی ۳۱۱-۳۱۰ھ)
الاخفش علی بن سلیمان ابوالحسن (" ۳۱۵ھ)
ابن درید ابوبکر محمد بن الحسن (" ۳۲۱ھ)
ابن ولاد ابوالعباس المصری (" ۳۳۲ھ)
ابن درستویہ (" ۳۴۷ھ)
السیرافی ابوسعید الحسن بن عبداللہ بن المرزبان (متوفی ۳۶۸ھ)

فہرست المطالب

(یہ کتاب التنبیہات کے مضامین و مطالب کا خلاصہ ہے)

۱۔ الفَزَعِ بمعنی الاغاثۃ لا الاستغاثۃ — الکامل[۱] ج ۱ : ۳

۲۔ ھذہ الخطبۃ لابی بکر لا لعمر کما قال المبرّدُ — ج ۱ : ۸

۳۔ التّأسّی والتأسّی — ج ۱ : ۱۰،۹

۴۔ "غلامٌ رماہ اللّٰہ بالحسن یافعًا۔ الخ غلط و انما الروایۃ" بالخیر" — ج ۱ : ۲۳

۵۔ الردعُ ورکب ردعہٗ: العزار والغرّ

۶۔ ثوی بین اجحار ورھنَ جَبُوبٍ" غلطٌ انما الروایۃ ثوی بین احجار وجال قلیب: — ج ۱ : ۳۱

۷۔ اِنَّ الّذین یسُوغ فی اعناقھم الخ" واَنّما الرّوایۃُ "فی اَحْلاقِھِمْ" وذکر جمع فَعْل علی افعال — ج ۱ : ۳۷

۸۔ وطول انضیۃ الاعناق واللِّمَمِ" ھذہ روایۃ مرذولۃ والروایۃ وطول ۔۔۔۔ الاعناق والامم — ج ۱ : ۳۵

۹۔ "۔۔۔۔ نبیل فی معاوزۃ طُوالِ" انما الروایۃ "فی معاوزۃ" — ج ۱ : ۴

۱۰۔ وروی" تحت جمانہ خشباتُ ضالٍ" والبیت انما یجعل الخشب فوقہ لا تحتہ — 〃

۱۱۔ وروی "اُغْبَطُ ان اُرْزاءُ الکرامِ وان الخ" وانما الروایۃ "اُفرحُ ان اُرْزاءُ الخ" — ج ۱ : ۴۱

---

[۱] حوالہ کے لئے الکامل رائٹ ایڈیشن ملاحظہ ہو۔

۱۲- الغثاء	ج ۱ : ۵۰
۱۳- النهال	ج ۱ : ۵۴
۱۴- الجزع	
۱۵- ماقال الفرزدق فی جنازۃ النوار	ج ۱ : ۶۸
۱۶- "قال الفرزدق فی آخر عمرہ حیث تعلق باستار الکعبۃ وعاهد اللہ الا یکذب ولا یشتم مسلماً" قولہ فی آخر عمرہ ھو قیہم۔ و روی:- "أطعتُكَ یا إبلیسُ تسعین حِجّةً" والروایۃ۔ "فی ستّین حِجّةً"	ج ۱ : ۶۹
۱۷ "أُرْتِجَ علی فلانٍ"۔ "وأُرْتِجَ علیہ"...	ج ۱ : ۶۹
۱۸- وانشد للطرماح:"نَفْجَتُهُ عِشْرِیْنَ یوماً ونِیلتُهُ" والنما الروایۃ:"أضْمَرْتُهُ عِشْرِیْنَ یَوْمًا" وتفسیر الشعر غلط	ج ۱ : ۹۵
۱۹- روی للنمر بن تولب "یسرُّ الفتی طولُ السّلامۃ والبقا" والنما الروایۃ "طولُ السلامۃ والغنا" واستشھادہ بھا فی قصر الممدود غیر صحیح	ج ۱ : ۱۲۳، ۱۲۴

و

روی لیزید بن عمرو بن الصّعِق: فرعتم... وانتم یشُنُّ علیکم بالفنا کل مربع وقال الفنا مقصور الفناء والنما الروایۃ" بالفناء"

و

روی للطرماح: "لمعفور الضِّرا ضرم الجنین" وقال

الضراء مقصور الضرآء هذا غلط والرواية:
لمعفور الضهنا"
قوله: سواس سلمى موضع بحضرة سلمى"
غلط انما السواس شجر معروف تقدح منه الزند
شرح من كرس فلان ومن سوس فلان"

٢٠-	تفسير "اكل عليه الدهر وشرب"	ج ١ : ١٢٥
٢١-	وروى "ولو قتلا من جشم بكر بن وائل" والرواية من غير بكر	ج ١ : ١٢٦
٢٢-	وروى لجرير هذه سوادة يجلو مقلتى لحم" والما الرواية "ذاكم سوادة"	ج ١ : ١٢٦
٢٣-	وروى لجرير "بايهم حيث بالتهي قطاجونا"	ج ١ : ١٢٦
٢٤-	الاقرعان، والرواية "يصعصع الاقرع وفراس ابنا حابس"	ج ١ : ١٢٨، ١٢٩
٢٥-	ذكر قتل لقيط بن زرارة وقاتله يوم جبلة	ج ١ : ١٢٩
٢٦-	الجونان	١ : ١٣٠
٢٧-	الحسن ونقا الحسن . . .	ج ١ : ١٣٠
٢٨-	وروى لامرئ القيس "فاليوم اسقى غير مستحقب" والرواية "فاليوم اشرب"	ج ١ : ١٣٩
٢٩-	وروى "عمرو الذى هشم الثريد لقومه" والرواية "عمرو العلى الخ"	ج ١ : ١٤٣
٣٠-	شرح قلز وقاظ وقاد وخطس	ج ١ : ١٥١
٣١-	ذكر شجر اليربوع وابوابه	ج ١ : ١٥٣

۳۲ معنی العُرا والعرآء والعُراعِر	ج ۱ : ۱۵۶
۳۳ معنی العَراعِر والعُرلعِر والعُرعُرَة	ج ۱ : ۱۵۸
۳۴ فی لحن یَحْیی بن یَعْمَر	ج ۱ : ۱۵۸
۳۵- فی معنی حاجَۃ وحاجۃ وحوجاء	ج ۱ : ۱۶۰
۳۶- فی تفسیر "مرمرٍ مَسْنُوْن"	ج ۱ : ۱۶۹
۳۷- سہو ابی العباس فی قولہ: "والعربُ تَرْجُرُ علی السانح وتتبرک بہ	ج ۱ : ۱۸۲
۳۸- وروی للنابغۃ الجعدے "تُضِیئُ کَمِثْلِ سِرَاجِ الذُّبالِ" والروایۃ: "سِراجِ السَّلِیطِ	ج ۱ : ۲۱۰
۳۹- قال "الصَّدَاءُ علی ستۃ اَوْجُہ" لایدل انہا من العشرات وانہا لیست من المَھْمُوز	ج ۱ : ۲۱۰-۲۱۱
۴۰- سہو ابی العباس فی قولہ "الجَہْدُ المَصْدر والجُہْدُ الاسمُ	(؟)
۴۱- سہو ابی العباس فی تفسیر قول اسحق بن خلف البہرانی "وجاءت تہادی وابناؤھا الخ"	ج ۱ : ۲۳۶، ۲۳۷
۴۲ سہو ابی العباس فی تفسیر قول البہرانی: "تساقُہُ اشدّ اتّھا فی الجُدُل"	ج ۱ : ۲۳۸
۴۳ استشہاد ابی العباس فی تحویل المخاطبۃ بابیات وتغییرھا	ج ۱ : ۲۶۱
۴۴ وقال "لم یات فاعلٌ علی فواعِلَ نعتاً الا فی حرفین فارسٍ وفوارسَ ولا یکون مثل ھذا ابداً الا فی ضرورۃ"	ج ۱ : ۲۶۲

نمبر	مضمون	حوالہ
٤٥	وقال ابو العباس: وكان ابو اليقظان متعصبا...	ج ١: ٢٦٠
٤٦-	وروى لابي محمد الفقعسي: "لهامة [illegible] ولهاة فارض" والرواية: لها زجاج ولهاة	ج ١: ٢٦٢
٤٧-	وروى للمتنخل بن تويب "واقفر من سلمى ..." والرواية: "فقد اقفرت منها الخ"	ج ١: ٢٤٠
٤٨-	سهو ابي العباس في قوله "وبنتا زوج ابرهيم بن النعمان بن بشير الانصاري يحيى بن ابي حفصة مولى عثمان بن عفان ابنته-	ج ١: ٢٤١
٤٩-	واقعة قتل لقيط بن زرارة يوم جبلة والزهدمان	ج ١: ٢٤٣
٥٠-	سهو ابي العباس في معنى الشجة والآمة والمأمومة	ج ١: ٢٤٥
٥١-	وقال اللهازم بنو مازن بن صعب وهم انما بنو زمان بن صعب	ج ١: ٢٥٦
٥٢-	سهو ابي العباس في معنى الوراد في قول سوار "وقومي تميم والفلاة ورائيا"	ج ١: ٢٨٩
٥٣-	قال الناجذ آخر الاضراس وانما الناجذ الذي يلي الناب	ج ١: ٢٩٢
٥٤-	سهو ابي العباس في معنى مصيحة..	ج ١: ٣٠٩
٥٥	تاويله شعر الجرير- "واني لاستحيي اخي ان اري له الخ"	ج ١: ٣١٠
٥٦-	ذكر قتل عروة بن مرة اخو ابي خراش الهذلي وعدل ابو العباس الى اضعف الروايات	ج ١: ٣٣٠

۵۷ قولہ الفیحیحی وامثالہا تستعمل فی الکثرۃ"	ج ۱: ۳۳۸
۵۸ وروی لجریر: وسط الرجال سلیماً غیر مکلوم والروایۃ: غیر معلول	ج ۱: ۳۳۸
۵۹۔ سہوہ فی معنی "الابساس"...	ج ۱: ۳۴۰،۳۴۱
۶۰۔ سہو ابی العباس فی ذکر الحطیئۃ والزبرقان بن بدر	ج ۱: ۳۴۲
۶۱۔ سہوہ فی تفسیر قول عروۃ بن زید الخیل: "بنی عامر ہل تعرفون ... عقد الدوائر"	ج ۱: ۳۴۹
۶۲ قال "رہوا ساکنۃ" وہی ہہنا السراع وانہا من الاضداد والعشرات ثم قال "الرعیل ما تقدم من الخیل" وانما الرعال قطیع مقدمۃ کانت او غیر ذالک.	ج ۱: ۳۵۰
۶۳ سہوہ فی تفسیر قول حارث بن ظالم: "اخصیی حمار بات یکدم نجمۃ ـــ جارک سالم"	ج ۱: ۳۶۸
۶۴۔ قال "والنفضۃ امام العسکر القوم یتقدمون" وہو جمع نافض والمسموع من العرب نفیضۃ..	ج ۱: ۳۸۳
۶۵ تغییر ابی العباس فی حکایۃ سلیمان بن عبد الملک والمتغنی	ج ۱: ۳۹۱

المجلد الثانی

۶۶۔ قال "الفضل مشیۃ فیہا اختیال" ولیس الفضل من الخیلاء فی شیء انما یقال امرأۃ فضل اذا لبست الفضل	ج ۲: ۴۱۱

۶۷	وروى "أباءة بردي سقتها غيولها" وقال الغيل ههنا الاجمة انما جمع غيل وهو الماء الذي يجري بين الشجر	ج ۲ : ۴۱۴
۶۸	سهوه في معنى "الوذح" و "الاء"	ج ۲ : ۴۲۲
۶۹	سهوه في معنى ذبل	ج ۲ : ۴۲۲
۷۰	روى "فاني رأيت عُوّة الرجال" والرواية: الم تر انّ وشاة الرجال ــــ والشعر لعلي عليه السلام	ج ۲ : ۴۲۴
۷۱	وروى للرقاشي "كلاما كلمتنا باعيننا شذرا وانما هو باعيننا سرّا"	ج ۲ : ۴۲۶
۷۲	خطأ ابي العباس في معنى السر	ج ۲ : ۴۲۷
۷۳	خطأه في معنى "التجور"	ج ۲ : ۴۶۳
۷۴	خطأه في معنى "لم يتسنه"	ج ۲ : ۴۷۰
۷۵	خطأه في معنى تذاءبت	ج ۲ : ۴۷۲
۷۶	خطأه في معنى الجمال والبرمة	ج ۲ : ۴۷۵
۷۷	خطأه في معنى مجموم والجثم	ج ۲ : ۴۹۶
۷۸	خطأه في معنى "المندل"	ج ۲ : ۴۹۹
۷۹	خطأه في معنى "الأتُم"	ج ۲ : ۵۰۱
۸۰	خطأه في معنى "كُفّة"	ج ۲ : ۵۰۸
۸۱	خطأه في معنى "الثُبَل"	ج ۲ : ۵۲۰
۸۲-۸۳	خطأه في معنى "السَلم" وآله اجر	ج ۲ : ۵۶۶
۸۴	خطأه في معنى الزُعْنُفة	ج ۲ : ۵۶۷

التنبیھات لابی جعفر بن النحاس

التنبیھات لابی الحسن الاخفش

وانما هو لرجل من طئ

۹۸ روی ابو العباس :- "يقال عليه فی بقعاء شر"
قال الاخفش هی النقعاً بالنون ج ۱ : ۱۸

۹۹ اختلاف ابی العباس والاخفش فی معنی
"الكرا فة والكرفئة" ۱ : ۱۲۱

۱۰۰ اختلاف ابی العباس فی رواية الشعر :-
"الا ان خير الناس بعد ثلاثة ـــــ من مصر" ۲ : ۴۴۴

سید عبداللہ

مثنوی نیرنگ عشق کا ایک مخطوطہ

اورینٹل کالج میگزین بابت مئی ۱۹۴۲ء میں ایک مفید مقالہ بعنوان "غنیمت کنجاہی" از قلم شیخ صادق علی دلاوری صاحب مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا جس کے فوراً بعد راقم کو گذشتہ دسمبر میں بیجاپور میں خواجہ امین کی درگاہ کا کتبخانہ دیکھنے کا اتفاق ہوا جو فی الحال گورنمنٹ کے قبضہ میں ہے۔ مگر اس کا بیشتر حصہ قدیم مخطوطات پر مشتمل ہے۔ جس کی مختصر تفصیل الگ مرتب کی گئی ہے۔ مگر یہاں محض ایک مخطوطہ بنام مثنوی "نیرنگ عشق از مولانا غنیمت" کو پیش کرنا مقصود ہے۔ جو امید ہے قارئین کرام اورینٹل کالج میگزین کے لئے مزید دلچسپی کا باعث ہوگا۔ یہ مخطوطہ بیجاپور نہایت عمدہ مجلد۔ اور اعلےٰ نستعلیق خط میں مطلا و مذہب چھوٹی تقطیع پر ہے۔ اس کا ترقیمہ یہ ہے جسکو یہاں پیش کرنا اصل مقصد ہے:۔

نیرنگ عشق۔ مولانا غنیمت۔ تمت تمام شد کار من نظام شد کتاب نیرنگ عشق من تصنیف مولوی مغفوری مولانا غنیمت ساکن شاہ جہان آباد بخط فقیر حقیر عاجز خاکسار محمد یار در ماہ رجب المرجب بتاریخ چہارم سنہ چہار جلوس والا در عہد خدیو زمین و زمان شاہ عالم بہادر بادشاہ غازی در قصبہ ناندیر فتنہ انگیز (؟) کہ بالای ملک دکن واقع است و تعلق صوبہ دار محمد آباد عرف بیدر در صوبہ داری شہامت پناہ امینخان برادر خانعالم و منور خان مرحومین دکنی کہ در جنگ محمد شاہ عالم شہید شدند و سو بہارام دیوان امینخان تمام شہر را در پی بیجہ جو دہر بزاراں را بموجب روز تعدی تاراج کردہ مبلغ خطیر گرفتہ۔ نوشتہ شد بروز جمعہ وقتی سہ پہری در خانہ میر مرحوم میر محمد شریف کہ واقعہ نگار ناندیر بودہ و بندہ نیز ہمیں قصبہ (؟) درین حویلی قیام داشت (؟) والسلام والاکرام ہر کہ راد عاشے طبع دار و زانکہ من بندہ گنہگار م نوشتہ بماند سیہ بر سفید نویسندہ را نیست را دم فردا امید ہر مسلمان کہ این مثنوی را بخواند بواسطہ خدا یک فاتحہ در حق این عاجز بگوید از ین دریغ نہ کند آمین و رب العالمین۔

اس ترقیمہ میں بہت سے ایسے امور آگئے ہیں جو خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور ان کو ذیل کی سطور میں

مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔ ۱۔ مولنا غنیمت کو ساکن "شاہجہاں آباد" لکھا ہے مگر عام طور پر یہ مسلم چلا آتا ہے کہ مولنا محمد اکرم المتخلص بہ غنیمت کنجاہ ضلع گجرات پنجاب کے باشندے تھے مگر یہ بھی ضرور ہے۔ کہ کسی ہمعصر تذکرہ نگار نے آپ کو کنجاہی نہیں لکھا بقول مولنا والاوری محمد افضل سرخوش نے اپنے تذکرہ کلمات الشعرا میں اسی قدر لکھا ہے "غنیمت از زغاکیاں ہند غنیمت بود۔ دیوانے مختصر دارد و مثنوی نیرنگِ عشق کردہ" اور اتفاق سے محمد افضل آپ کے ہمعصر علما میں سے تھے جن کو آپ کے حالات سے مکمل اطلاع کا ہونا امکان ہو سکتا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ ما بعد کے تذکرہ نگاروں نے قریب قریب اسی بیانِ سرخوش کا اعادہ کیا ہے۔ مزید براں عہد اورنگ زیب کے علما و شعرا پر ایک مفید تالیف بنام "فرحتہ الناظرین" قبل ازیں خان بہادر مولوی محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی اورینٹل کالج میگزین ۱۹۲۸ء میں طبع کر چکے ہیں جس میں حسن اتفاق سے دو علما یا شعرا محمد خوشی کنجاہی اور لطف اللہ مرہب کنجاہی کا ذکر ملتا ہے۔ مگر مولف فرحتہ الناظرین نے غنیمت کے ذکر کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ یا تو مولف کو مولنا غنیمت کا کچھ علم ہی نہیں تھا یا اس کو حالات میسر ہی نہیں آئے ہاں یہ ضرور ہے کہ اسی فرحتہ الناظرین میں سرخوش محمد افضل اور ایک مولنا محمد اکرم لاہوری کا ذکر ملتا ہے! اور موخر الذکر مولنا غنیمت کا اصل نام تھا۔ غرضکہ یہ لوگ مولنا غنیمت کے ہمعصر تھے مگر یہ بھی درست ہے کہ آپ کے کلام سے کہیں تعین نہیں ہوتا۔ کہ آپ واقعی کنجاہ ضلع گجرات (پنجاب) کے باشندے تھے اسلئے متذکرہ بیانات اور مخطوطہ بیجاپور میں آپکو ساکن شاہجہان آباد لکھنا ضرور قابل توجہ ہے۔ اور ہمیں مزید حالات کے واقعات کی مصاحت کیلئے انتظار کرنی چاہیئے اسلئے آپ کو فوراً کنجاہی کہنے سے ذرا تامل کرنا چاہیئے۔

۲۔ محمد یار کاتب کوئی مقامی آدمی تھا جو نہایت عمدہ نستعلیق میں خوب مہارت رکھتا تھا۔

۳۔ تاریخ رجب المرجب چہارم سنہ جلوس شاہ عالم بہادر شاہ غازی یعنی ۴ رجب ۱۱۲۱ھ۔

۴۔ قصبہ ناندیر جو اس وقت محمد آباد عرف بیدر کی صوبہ داری میں تھا۔ اور آج بھی حیدرآباد دکن کے ایک اہم ضلعوں میں شمار ہوتا ہے۔ ۵۔ صوبہ دار امین خان دکنی کا مفصل تذکرہ مع اس کے ہر دو متذکرہ بھائیوں کے حالات کے مآثر الامرا میں دیا ہے اور متذکرہ واقعات کی طرف بھی کسی قدر اشارہ کیا ہے۔[۶]

---

[۱] اورینٹل کالج میگزین اگست ۱۹۲۸ء ص ۴۵ و ۴۹ و ۱۰۱ و ۱۰۴ [۲] و [۳] اورینٹل کالج میگزین اگست ۱۹۲۸ء ص ۴۵ و ص ۹۴ و ۹۵ [۶] مآثر الامرا جلد اول ص ۳۵۳-۳۵۸

۶۔ دیگر اشخاص سے متعلق ممکن ہے۔ کوئی مقامی تاریخ روشنی ڈال سکے۔

مولنا غنیمت نے اپنی مثنوی ۱۰۹۶ھ میں ختم کی جیسا کہ اختتام پر شعر ذیل سے واضح ہے ؂

نمایاں گشت تاریخ تو آئین ز گلزار بہار فکر رنگین ۱۰۹۶ھ

اور اس وقت تک آپ کے پیر و مرشد حضرت شاہ صالح ابھی بقید حیات تھے نہ کہ بقول مولنا دلاوری ان کا انتقال میں ہو چکا تھا کیونکہ اس کی تائید نہ محض ایک منقبت کے اشعار کے مطالعہ سے بھی ہوتی ہے۔ جو مولنا غنیمت نے اپنی نیرنگ عشق کے ابتدا میں دی ہے بلکہ تذکرہ نوشاہی اور خزینۃ الاصفیا[۱] سے بھی ہوتی ہے کہ آپکا انتقال ۱۱۱۱ھ میں ہوا۔ مولف مؤخر الذکر نے اول الذکر کے حوالہ سے اسے قبول کیا ہے۔ کیونکہ اگر ان کا انتقال ہو چکا ہوتا تو ضرور تھا کہ مولنا غنیمت انکے مزار مبارک اور مقام مزار کا ذکر کرتا جیسا منقبت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے ضمن میں ملتا ہے ؂

بگرد مرقدت گردیدہ باشم　　مراد دیدہ و دل دیدہ باشم　　بیا ساقی بدہ ناخطہ مغداد　　شراب روح عشق جان ارشاد

اس مثنوی نیرنگ عشق میں سب سے اہم امر علاوہ نفس کتاب کے "مدح شاہ اورنگ زیب عالمگیر غازیؒ" ہے جسے عام طور پر فراموش کیا جاتا ہے۔ مگر اشعار ذیل خالی از دلچسپی نہیں۔ جن سے استعارۃً اورنگزیب کے حالات تخت نشینی کیطرف اشارہ ہے۔ اور غنیمت نے اپنے آپ کو اورنگ زیب سے وابستہ کیا ہے ؂

سر و گردن فرازان　　بعہد جہاں برخویش نازان　　بہم جا جمع تیزش سرفراز　　چہ جاندارو کہ دشمن سر فرزو

بزیر خاک رستم را بصد تاب　　چو شمع از سہیبتش شمشیر تاب　　بدور عدل این شاہ ستم سوز　　سگ آید بر در روباہ ہر روز

کہ من از بندگان جانفشانم　　چہ میگویم سگ این آستانم

مسٹر دلاوری نے ایک مفید تفصیل مزار مولنا غنیمت اپنے قیمتی مقالہ میں بہم پہنچائی ہے جو غالباً ان کے ذاتی مشاہدات کا نتیجہ ہے۔ مگر میرے خیال میں اس کی موجودہ تعمیر پر ڈاکٹر مولوی عبدالحق انجمن ترقی اردو کا بھی خاصہ حصہ ہے جو عوام کو کم علم ہے۔ اور یہ ان کے اوائل زمانہ قیام پنجاب کے کارناموں میں ایک کارنامہ ہے۔ مخطوطہ مثنوی نیرنگ عشق مولنا غنیمت کا متذکرہ بالا ترقیمہ تاریخی واقعات کے اعتبار سے بہت اہم ہے جنکو کسی قدر اوپر واضح کیا گیا ہے۔ اور مخطوطہ کا ابتدائی مصرعہ یہ ہے[۲] "جلوہ کردن شاہد رعنا" محمد عبداللہ چغتائی

---

[۱] خزینۃ الاصفیا ۱۸۱ مطبوعہ نولکشور　　[۲] میں نے جلدی میں اسے قلم بند کر لیا تھا۔ مگر مطبوعہ سے مقابلہ کر کے پر معلوم ہوا کہ یہ اس سے مختلف ہے۔ بہرحال اسے یہاں پیش کر دیا گیا ہے۔

و افاضل[1] موصوف، قبای سلطنت خلعتی بود بر قامت دولت او دوخته، و اطراف مملکت او بانوار معدلت او افروخته، بقوت طبیعت وقّاد انواع فنون و اصناف علوم معلوم و مفهوم می فرمود، و بحدت ذهن نقّاد[2] حقایق معانی و دقایق بیان ابداع و اختراع می نمود، از بدایت صباح تا نهایت رواح بمفتاح زبان ابواب مصالح مملکت می گشود، و از مقطع شفق تا مطلع فلق از بحر همت[3] دُرّ بزرگ قیمت استخراج کرده می بود، تا اقسام حکمت نظری و عملی در تحت ضبط و قید ربط آورده اصناف علوم ریاضی بر ضمیر منیر او واضح شد، و بعد از تحصیل کمالات و تکمیل آلات میل استنباط رصد و استخراج زیج فرمود، و جمعی هندسان عطارد ذکا و فیلسوفان مجسطی کشا که در علوم ریاضی و حکمی اعجوبهٔ عصر و نادرهٔ دهر بودند استحضار نمود، و تفصیل احوال رصد و شرح استخراج زیج در سنه ثلاث و عشرین[4] محرر و مثبت است، این جا اعاده نرفت

القصه میرزا عبد اللطیف بر قتل چنان پدری اقدام نمود[5] و از بدنامی جهان اندیشه نفرمود[6]، و این واقعه در ماه رمضان بوقوع پیوست. بیت[6]

چو عباس کشتش بتیغ جفا

بود سال تاریخ عباس کشت

و میرزا عبد اللطیف بنوعی مملکت ماوراء النهر و ترکستان[7] را مضبوط ساخت که لشکر اوزبک که هر زمستان تا پنج فرسخی سمرقند و بخارا می تاختند[8] و اموال بسیار و اسیر بی شمار می بردند آن زمستان از هیبت سیاست[9] و سطوت

---

[1] جمع فاضل یعنی وصاف متعدیه مثل عطا و علم و هنر و ادب؛ و فضایل جمع فضیله یعنی اوصاف لازمه مثل حسن و ذکاوت و قوت و حیا و اصالت وغیره [2] ک: نقاد [3] آ: همت در [4] ک، مکه جزیرا ص ۲۲۱ بعد [5] بیت [6] حبیب السیر ۴: ۳، ۱۵۰ و دولت شاه ص ۳۴۶ و دیگر ... در سنه ... این بیت و دولت شاه تاریخ قتل ... هم داده [7] ... آ، ب، ک، ساخت [8] ک: و سیاست در جای سیاست

صولت او از صد فرسخ آهنگ آن ولایات نکردند بیت

رسید سهم تو جائی که جای آن دارد
که دشمن از تو گریزان شود بصد فرسنگ

و میرزا سلطان ابو سعید که از میرزا الغ بیگ روگردان شده بود میرزا عبد اللطیف اورا از ایل ارغون بیرون آورد[1] تا آنکه با پدر و برادر چنان معامله پیش برد مطلقا او را نیاز رو و بجان امان داده حبس فرمود و چند روزی در قید او بود و چون اراده[2]

۲۲۶ ب بی علت بمقتضی تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ[3] | سلطنت مملکت ماوراء النهر و خراسان بل تمام ایران و توران بجانب میرزا سلطان ابو سعید مفوض بود عنایت حضرت مالک الملک اورا از حبس خلاص فرمود[4] و بسرعت تمام عزیمت ولایت بخارا نمود و شرح این[5] سخن گفته شود انشاء الله تعالی

۱۰ و امیر ابراهیم[6] را که میرزا عبد اللطیف مدتی محبوس داشت[7] درین ولا اورا در سمرقند مطلق العنان گذاشت و میرزا سلطان محمد در دار السلطنه هراة چون خبر قتل میرزا الغ بیگ شنید انگشت حیرت بدندان تعجب گزید و جهت قتل عم بزرگوار اندوه بسیار اظهار کرد و چون قضایاء ماوراء النهر بنوع بسطی اختتام یافت عنان جواد خوش خرام قلم بصوب رقم معهود باید تافت

میرزا سلطان محمد در آن زمان که در عراق و اصفهان آهنگ خلاف حضرت خاقان سعید سازمی نمود امیر حاجی محمد قتانیسرتن[8] در آن پرده با شاهزاده دمساز بود و چون عنایت پروردگار عنان سلطنت آن بلاد و دیار بقبضه اقتدار آن پادشاه کامگار داد میرزا سلطان محمد تمام اختیار و اقتدار[9] و زمام حل و عقد و قبض و بسط

---

[1] قرآن مجید ۳ (آل عمران): ۲۶ [2] در حبیب السیر ۳: ۳: ۱۶۷ بجایش گفته «میرزا سلطان ابوسعید از حبس گریخته بنجارا شتافت» [3] آ: با جب: آن [4] دیجا: کاملن سخن [5] برص ۲۲۶ بیبد [6] یعنی ابراهیم ایدکو تیمور [7] رک بہ جزء ۲ ... مربوطی [8] در حبیب السیر ۳: ۳: ۱۴۲ «... که در زمان خاقان فردوس مکان داروغه کرمان بود» [9] آ: ندارد جب: ... و اقتدار

مصالح جمهور در کف کفایت و درایتِ امیر حاجی محمد نهاد، و هر چند امیر حاجی محمد
در مهمات ملک و مال در کمال استقلال بود اما سر انجام مهمات چنانچه می بایست
نمی توانست نمود و جناب دستور اعظم، سلطان[۱] وزراء العالم[۲] مستخدم عظماء الآفاق،
مستتبع الامراء بالاتفاق خواجه غیاث الدین پیر احمد که قریب[۳] چهل سال[۴] بیامن دولت
و اقبال حضرت خاقان سعید ضبط و[۵] نسق دولت و دارائی مملکت در ایران و توران
بقبضهٔ کفایت و عهدهٔ درایتِ آصفِ مشارالیه مقرون بود و[۶] عرصهٔ بسیط بصیت
کارگزاری او مشحون[۷]، و چون جناب آصف در سلکِ امراء عظام میرزا سلطان محمد انتظام
یافت آفتابِ التفاتِ خاطر انور آن[۸] پادشاه بر احوال فرخنده مآل او تافت، و
در منزل گندمان[۹] منصبِ امارت دیوان اعلی بآصف مشار الیه[۱۰] تفویض نمود، و
مهمات ملک و مال من حیث[۱۱] الاستقلال بحسن رای ممالک آرای او رجوع فرمود،
و چون میرزا سلطان محمد سریر مملکتِ خراسان را مشرف ساخت و لوام سلطنت ۱۰
در غایتِ عظمت برافراخت امیر حاجی محمد[۱۲] سپاه و رعیت این ولایت را بمصادرات
و مطالبات مواخذات تبلیغ نمود و ارکان[۱۳] دولت هر چند منع کردند* فایده نبود،
چنانچه خواطر و ضمایر بکلی متنفر شده روی بسوی اردوی میرزا ابو القاسم بابر آوردند،
میرزا سلطان محمد چون برین احوال وقوف یافت دانست که اگر در تدارک این مهم
تغافل ورزد بجائی خواهد رسید که امکانِ تدارک نخواهد ماند، نخست تدبیر کار
میرزا علاء الدوله فرمود که از دیر باز در کنف رعایت او بود و سلطنت مملکت گرم سیر

---

[۱] آ ب ت، قدوهٔ (بجای سلطان)، [۲] ک: الوزراء، [۳] آ: قریب بچهل،
(بجای قریب چهل سال)، آ ب ت: زیادت از سی سال، [۴] آ —،
[۵] ک اک —، [۶] ب ت: کدمان، آ: گندمان اصفهان، [۷] ... تمیز
هر چند خواجه غیاث الدین پیر احمد طاقی ... منع فرمود (بجای آنچه در متن است)،

وداور زمین را بنواب او مسلّم داشت و نقش امانتی در صورتِ اعانت بر صفحهٔ حالِ او گماشت، و میرزا علاء الدوله عازم آن سرزمین گشت،

و میرزا سلطان محمد بتمامی همت عالی نهمت متوجه جانب میرزا ابوالقاسم بابر شد و برسم منغلای[1] (ورق ۲۲۷ ر) جمعی امرا و ارکانِ دولت را فرمود که باتفاق امیر حاجی محمد روان شدند و از آنجانب میرزا ابوالقاسم بابر که بقلعهٔ عماد درآمده بود،[2] و امیر محمد صالح که در فتح قلعه سعی بلیغ نمود درین ولا شرایط نیکو بندگی و جانسپاری در مراسم زمین بوسی و خدمتگاری بجای آورد و میرزا ابوالقاسم بابر از قلعه بیرون آمده بطرف ولایت ابیورد رفت و از آنجا عازم مملکتِ استرآباد شد[3]* و روزی چند در آن ملک بوده جمعیتِ تمام دست داد و گروهِ انبوه از مردانِ مرد و دلیرانِ صفِ نبرد در ظل رایت فتح آیت بهم پیوسته معاودت نمودند[4] و بمشهد[5] را[6] آمدند و از آنجانب

۲۲۷ ر

حاجی محمد و باقی امراء میرزا سلطان محمد بولایت رسیدند، ۱۰

---

[1] ک: منقلای؛ آ: منقلا [2] این عبارت خالی از اضطرب نیست، صاحب حبیب السیر این مطلب را بالفاظ ذیل ادا نموده: و چون میرزا بابر چند روز در قلعهٔ عماد بسر برد بدستور سابق آن حصار را بامیر محمد صالح سپرده از راه ابیورد روی توجه باسترآباد آورد، [3] حبیب السیر + : و کماشتگان میرزا محمد را از آن ولایت بیرون کرده بار دیگر لوای سلطنت را مرتفع ساخت، و بعد ازین گفته است که چون این خبر بمیرزا بابر رسید عزم استیصال میرزا بابر جزم کرده میرزا علاء الدوله را بحکومت گرم سیر روانه کرده خود باسپاه متوجه استرآباد گشت، [4] آ: نمود، [5] کذا در همه نسخ؛ دولت شاه (ص ۴۲۳ اسفزاری ورق ۲۰۶ ب) گفته است "بابر میرزا از استرآباد آمده بمشهد رسیده بود" ــــــ در فرهنگ آنندراج گفته است که رادکان "نام قریه ایست در یک فرسخی سبزوار" اما بقول دولت شاه ص ۴۷۵ "مشهد راد" از اعمال بادغیسات [6] ب: آمد،

وقایع سنهٔ اربع و خمسین

ذکر محاربهٔ میرزا ابوالقاسم بابر با امرای عراق و ظفر یافتن بعونِ ملکِ خلاق

در اوایل این سال که مطلعِ[1] آمال و امانی* مطلعِ اقبال[2] و کامگاری[3] و کامرانی بود
و سلطان جهانگشای بهار باعتدالِ لیل و نهار فرمان فرمود و لشکرکش صبا در باغ ۱۰
و صحرا باستحضار سپاه سبزه و ریاحین برخاست[4] و بخنجر بیدو پیکانِ غنچه و سنانِ سوسن
اطرافِ چمن و اکنافِ گلشن آراست سحاب بر حالِ لشکرِ میرزا سلطان محمد سیل
اشک از دیده روان ساخته و رعد و برق بر وفاقِ اهل عراق نالهٔ فراق در گنبد گردون
انداخته بیت

هوا سر بسر ابر و باران گرفته زمین پایِ اسپ سواران گرفته
بزیر سُمِ مرکبِ پای کوبان گِل چرب[5] چون مسکه در پای خوبان

امرای عراق در غایتِ عظمت و وقار و کمالِ غرور و استکبار قاصد میرزا
ابوالقاسم بابر گشته در مشهد راه بهم رسیدند و از طرفین مستعد جنگ و
جدال و ساختهٔ رزم و قتال شدند عراقیان با ساختگی تمام دران معرکه گوی سبقت

---

[1] آ: مطلع (بجای مطلع)؛ آ، ب: مطلع (الف مثل متن)
[2] آ، ب: آب (الف ـــ)
[3] کت
[4] و بخاست
[5] آ، ب: حرب (بجای چرب)

بودند و بدعوی سخت کوشی در مقام تلاش نام و ننگ بودند بیت

همه سخت دعوی ولی سست و زنان
سلاحی* معطل چو شاخ گوزنان*

و میرزا ابوالقاسم بابر را اگرچه ساز و برگ قتال نبود امّا اعتمادی کلّی بر عنایت حضرت ذوالجلال بود نظم

چو پشت توکّل علی الله بودش
ز چندان سواری که همراه بودش

دویدند در حال ازان سوولیران
بدان سان* که در خیل نخچیر شیران

سواران او را نه خود و نه جوشن
همه همچو شمشیر خویش آهنین تن

و آن دو لشکر خونریز و آن دو حشر فتنه انگیز بزخم تیغ تیز بیکدیگر* ریزریز

۱۰ کردند و آنچه امکان ستیز و آویز بود بظهور آوردند آتش سنان شعله باسمان کشید و نایرهٔ شمشیر بفلک اثیر رسید میرزا ابوالقاسم بابر بهر طرف که تاخت تیغ آتش فشان سرها سرکشان می انداخت* و نوک پیکان را از چشمهٔ چشم بدسگالان آب می داد و بنشتر خنجر آب گون رگ جان مخالفان می کشاد تا سیلاب خون اطراف کوه و هامون فرو گرفت و ازخسته و کشته صحرا پشته یکسان شد و ازان دو گروه خلقی انبوه بقتل آمدند

بیت

دران تیغ و تیر آن همه چیره دستان
روان خوش چو در ابر نوروز مستان ۲۷ب

کلاغان ز آواز زاغ کمانها
شتابان بمهمانی استخوانها

---

۱ آ آ ب ب : برانسان (بجای بدانسان)؛ ۲ فقط ک ـ ۳ فقط آ : بیکدیگر (بجای بیکدیگر یکدیگر)؛ ۴ فقط آ ـ آ ب ب : انداخت (بجای می انداخت)؛ ۵ آ آ ب ب ک : تسادی پذیرفت (بجای یکسان شد)؛

ز خون تیغ در مشتها چست گشته
ز خنجر زدن پنجها سست گشته

عاقبت خراسانیان مظفر و منصور آمده اهل عراق باتفاق رو براه فرار آوردند[1] و امیر حاجی محمد که از شومی تدبیر صورتی راست تر از تیر تقدیر تصویر کرده بود که فی المثل اگر از ابر تیغ طوفان بلا باران شود و از برق خنجر آبدار آتش رخشان گردد قطره[2] بعطف دامن و شرری بنه پیراهن او نخواهد رسید بقتل رسید[3] و باقی سرداران گرفتار شده اکثر را بتیغ بیدریغ گذرانیدند[4] و لشکر منصور غنایم موفور و الجاء نامحصور گرفتند و بعد از فراغت از جدال قتال و استراحت در ظلال دولت و اقبال ناگاه خبر رسید که میرزا سلطان محمد آمد[5]

و شرح این سخن آنست که چون میرزا سلطان محمد[6] امیر حاجی محمد و امراء را روان فرمود چند روزی بعیش و عشرت گذرانید[7] و امیر حاجی محمد چند نوبت قاصد فرستاده بر سبیل عرضه داشت پیغام داد که میرزا ابوالقاسم بابر لشکری بیحد جمع آورده بندگان را مجال جدال و طاقت مقاومت او نیست اگر آفتاب عنایت آنحضرت سایهٔ دولت برین ولایت اندازد شاید که شکوه سلطنت این کار بکلی بروجه دلخواه سرانجام سازد و میرزا سلطان محمد از ولایت طوس نهضت نمود و جمعی دلاوران اختیار کرده بسرعت تمام ایلغار فرمود و در راه بسیاری از آنهاکه جان بتگ پا از معرکهٔ قتل امیر حاجی محمد بیرون برده بودند می رسیدند[8] مجروح و زخمدار و خسته و افگار و میرزا سلطان محمد حکم کرده بود که کسی از گریختگان لحال

ملحقاً ک: صور دبجای سوه[1]، [2] دولتشاه ص ۴۰۹، [3] قتلاً آ — ،
[4] آ با بت ب: رسید (بجای آمد)، [5] ک: محمد سلطان، آ با ب مثل متن، [6] آ آ ب ب: اشتغال نمود (بجای گذرانید)، [8] آ: و مجروح

نپرسد و چون شیرِ خشمناک و پلنگِ بی باک می راند بنوعی که صریع صبا از همراهی او
بازمی ماند تا ناگهان باُردوی میرزا ابوالقاسم بابر رسید و بُرّغو کشید و از
گردِ راه بمقابلهٔ آن سپاه در آمد[1] و چون میرزا ابوالقاسم بابر از رعایتِ حزم
فارغ[2] بود و ناگاه این صورت روی نمود و دشمنان از اطراف فرو ریختند و لشکریانِ
او هر یک بطرفی گریختند میرزا ابوالقاسم بابر نیز در وقتی که روز بآخر رسید و
سلطانِ شرقی انتساب بایوانِ مغرب خرامید عنان بسمندِ بادپای آتش سرعت
داده چون آب بر صحنِ خاک روان شد[3] و میرزا سلطان محمد بر یکرانِ مراد
جولان نموده کسی در برابر او نیامد و مقارنِ این حال شب در آمد و این اندیشه بر
خاطرِ خطیرِ او استیلا یافت که شاید مخالفان بصورتِ فریب جا خالی گذاشته شیوهٔ
۱۰　غدری در خاطر داشته باشند و آن دو پادشاه و هر دو سپاه عنان از میدانِ جنگ
برتافتند و هیچ یک از حالِ یکدیگر خبر نیافتند. میرزا ابوالقاسم بابر بجانب
قلعه عماد بیرون رفت و سپاهِ او بر اثرِ پادشاه رفتند و میرزا سلطان محمد بطرفِ
ولایتِ طوس عود نموده خبر یافت که اوروقِ او ویران شد

و آن چنان بود که دران زمان که میرزا سلطان محمد ایلغار فرمود ضبط
۴۲۸ ل　و دارائی اوروق[4] بحُسنِ اهتمامِ خواجه غیاث الدین پیر احمد رجوع نمود دو ورق ۴۲۸ ل
و چون خبر قتل امیر حاجی محمد و سایر امراء با وروق[5] رسید اردو بنوعی بهم برآمد
که خدمتِ خواجه از محافظتِ آن عاجز گردید و متعاقب گریختگان می رسیدند و
اخبار[6] غیرِ واقع می رسانیدند چنانچه بیشتر لشکر در موت و حیاتِ میرزا سلطان محمد

---

[1] بقول دولت شاه ص ۴۰۹ سلطان محمد نماز دیگر پنجشنبه غرّهٔ صفر تاخته بر سر بابر در راند با هفت صد مرد و در لشکرِ بابر سی هزار مرد بود [2] آ ب: غافل بجای فارغ [3] بقول دولت شاه چون بابر بهادر فرار نمود غنایم بی حد و مرز مانده که اکثر مردم سلطان محمد ضبط نیارستند نمود [4] این اوروق و سلطان بود دولت شاه ص ۴۰۹ [5] خ ط ک: با اوروق بجای باوروق [6] فقط آ: اخبر

تشکی[۱] شدند و هرکس دست در دامن فرار زده بطرفی بیرون رفتند[۲] میرزا
سلطان محمد چون بلشکرگاه رسید ساکن داری و نافخ ناری ندید بغایت متحیر گردید
و خبر یافت که میرزا علاءالدوله که بجانب گرمسیر رفته بود[۳] مراجعت نمود و لشکر
بسیار و سپاهی بیشمار باو پیوسته اند میرزا سلطان محمد با مخصوصان مشورت نموده
فرمود که مردم خراسان در اصل خواهان میرزا علاءالدوله اند و لشکریان او پریشان شدند و
او در هراة سلطان گشت مصلحت آنست که ما آوازه در اندازیم که میرزا عبداللطیف
با سی هزار سوار بر سبیل ایلغار بهراة آمده تخت[۴] را در تحت ضبط آوردند[۵] میرزا
سلطان محمد را بسبب این حوادث در خراسان امکان توقف نماند امراء خراسان
که با او بودند بمحاصرهٔ قلعهٔ عماد فرستاد و همراه صبا و شمال رو براه عراق نهاد و
چون امراء خراسان بخدمت میرزا ابوالقاسم بابر پیوستند همه را انعام و اکرام ۱۰
و توقیر و احترام فرمود و ولایات برسم سیورغال کرم نمود[۶]
و میرزا علاءالدوله که از طرف گرمسیر آمده بود چون خبر یافت که میرزا سلطان محمد
بعراق رفت رایت دولت برافراخت و طنطنهٔ سلطنت در اطراف مملکت انداخت
و در دارالسلطنهٔ هراة بخاطر جمع اقامت نمود و بدولت و سعادت روزی چند در
آن خطه بود ناگاه ع
آوازه در افتاد که بابر آمد
لشکریان[۷] که طباع ایشان بل نوع انسان برین وفائی مجبول اند از هر طرف رو بگریز

---

۱ آ ا ب: متردد بجای تشکی
۲ آ ا ب: رفت بجای رفتند
۳ رک به ص ۱۱۶۹ جزء ۳
۴ ک: شهر بجای تخت، ب: بخت
۵ ک ا: آورده بجای آوردند
۶ بقول دولتشاه ص ۴۱۰ میرزا سلطان محمد از راه چهار رباط و یزد آهنگ عراق نمود
۷ ط ک: لشکر بجای لشکریان

آوردند، میرزا علاء الدوله حصار اختیار الدین را بمولانا نظام الدین احمد یساول داد
و روی بجانب ولایت بلخ و شبرغان نهاد و آنجا سپاه فراوان جمع آورده عازم تسخیر
دار الملک سمرقند شد که بعد از قتل میرزا عبداللطیف میرزا سلطان عبدالله شیرازی
بر آنجا مسلط شده بود، چنانچه شرح آن خواهد آمد انشاء الله تعالیٰ
و میرزا ابوالقاسم بابر عازم هراة شد،

ذکر وصول میرزا ابوالقاسم بابر بدار السلطنهٔ هراة نوبت ثانی و جلوس بر سریر سلطنت* و جهانبانی

میرزا ابوالقاسم بابر چون خاطر از جانب میرزا سلطان محمد جمع ساخت و
ساحت سینه از شغل انتقام او باز پرداخت عزیمت دار السلطنهٔ هراة نمود و بر سریر
سلطنت[1] آن مملکت استقرار فرمود، و بسعی بلیغ و اهتمام تمام روی همت با تساق
امور و انتظام مصالح جمهور آورد، و انواع خلل و زلل که بواسطهٔ انقلاب ایام و
اضطراب خاص و عام دران بلاد ظاهر شده بود بحسن عدالت تدارک فرمود، و خاطر خطیر
باستفتاح[2] قلعهٔ اختیار الدین مصروف داشت و ضمیر جهانگیر بر استخلاص آن حصار
متین گماشت، و میرزا علاء الدوله آن قلعه را بمولانا احمد یساول سپرده بود ۲۲۸ب
و مولوی در استحکام آن سعی بلیغ نمود و قریب[3] چهل شبان روز[4] از بام تا شام و از
رواح تا صباح شرار آتش پیکار برافروخت و بشعلهٔ پیکان جان ستان خرمن حیات
پردلان می سوخت، و چون بجنگ و جدل و سعی و حیل کاری از پیش نمی رفت و

---

[1] برض ۱۲۲ تا ۱۲۳، اک آ ب: سلطنت (بجای سلطنت و)، [2] هفطاک: استفتاح (بجای باستفتاح)،
[3] کذا فقط و رک، در باقی نسخ: قرب، [4] آ ب اک: شبا روز،

مردم شهر و سپاهی خراب می شدند. میرزا ابوالقاسم بابر از آنجا که طینت[1] اصلی و فطرتِ جبلی او بود میل شفقت و مرحمت فرمود. و مولانا احمد عرضه داشت که وقتی قلعه تسلیم نمایم که جناب شیخ الاسلام قدوة[2] اولیاء العظام شیخ بهاءالدین عمر باتفاقِ جناب نقابت مآب مرتضای اعظم مجتبای مکرم امیر سید ناصرالدین سید قریش[3] میرزا ابوالقاسم بابر را سوگند داده ایمان را بعهد و پیمان مؤکد سازند که با اهلِ قلعه بهیچ وجه مکر و حیله ننمایند تا ایشان اعتماد کرده بیرون آیند. و آن دو بزرگ حاضر شده میرزا ابوالقاسم بابر[4] را بتاکید سوگند دادند و مولانا احمد از قلعه بیرون آمده) قلعه را تسلیم نمود. و میرزا ابوالقاسم[5] بابر بمقتضی عهد وفا فرمود و آفتابِ عنایتِ او بر چهرهٔ احوالِ مولانا احمد تافت. و موکبِ همایون در دارالسلطنه هراة مقام و آرام یافت.

احوال مملکت ماوراء النهر و ذکر قتل میرزا عبداللطیف و سلطنت میرزا سلطان عبدالله

سابقاً[6] شرفِ عرض یافت که میرزا عبداللطیف در ممالک ماوراء النهر بادشاه شد و قریب شش ماه یکران مراد در میدان سلطنت جولان داد. و متابعتِ

[1] فقط آ: طبیعت (بجای طینت). [2] آ، اک، با، ب: قدوة اولیاء الله (بجای قدوة اولیاء).
[3] بعدش در آ، اک، با، ب+: غفرالله له. ــ دولت شاه برص ۴۴۹ گفته است که جناب عرفان مآب سلطان السادات والنقبا امیر سید ناصر الملة والدین قریشی الحسینی نورالله مرقده که با من جدّ او از اکابر سادات خراسان بوده برگزیدهٔ نظر کیمیا اثر "شاه قاسم الانوار است" و در باب رونق مزار با انوار سید قاسم سعی جمیل بظهور رسانیده".
[4] ب ــ آنچه در قوسین است فقط در ک ندارد. [5] برص ۲۱ سعد جزء ۳ (برای احوال میرزا عبداللطیف رک به حبیب السیر ۳: ۱۶۳).

خلفاء کرده، بنفس خویش در روز جمعه باداء خطبه قیام نمود، و رعیت را رعایت تمام فرمود
اما جمیع امرا و اکابر سمرقند از گفتار و کردار او مجروح و افگار بودند، حرمت پیران
نمی داشت، و مرحمت بر جوانان گناه می پنداشت، تا زبان حال بمضمون این مقال که
مَن لَم یُوَقِّر کبیرَنا و لم یَرحَم صغیرَنا فلیس مِنّا از مکنون ضمایر و مخزون
سرایر کبار و صغار آن فرخنده دیار در سخن آمد، بغایت متکبر و جبار و متهور و قهار بود،
و از فرط سیاست و قساوت قلب که بر مزاج او استیلا داشت هر چند قضیهٔ صعب
واقع شدی هیچکس را عرصهٔ آن نبود که عرضه دارد، حاوی اوراق از معتمدی که بقول واثق
است نقل می کند که در ایامی که جهت تدبیر قتل او مجالس انعقاد می یافت، من چنان
محرم بودم که این سخن با وی توانستم گفت، و از وهم آنکه بر من غضب خواهد فرمود و بیم
۱۰ کشتن بود، بموقف عرض نرسانیدم، و هر پادشاه که تندخوی و تنگ بار باشد و
مردم از خشم او ترسان و از قهر او هراسان باشند هر آینه خللهاء عظیم بمبانی ملک راه
یابد و ضربهای قوی در قواعد دین و دولت ظاهر شود، القصه بسبب این افعال و اعمال
خواطر و ضمایر اعاظم و اکابر بیکبارگی از او رمیده شد و ترک و تازیک با یکدیگر همداستان

---

۱ حبیب السیر: بنفس نفیس خویش بقراءت خطبه عام پیش نمازی پرداخت، ۲ ک:
کثیرنا، ۳ ک آ آب: مخزون، ۴ حبیب السیر گفته است که میرزا عبداللطیف
لطف طبع و حدت ذهن و فضایل نفسانی و کمالات انسانی داشت و در مجلس مشایخ و علما بدو زانوی
ادب نشستی اما سودائی مزاج و تندخوی و درشت گوی بود و بگناه اندک عقوبت بسیاری فرمود"
۵ ک آک: محرم دیجای محرم، آ آب مثل متن، ۶ فقط ک: نمی توانستم گفت، ۷ فقط در ک
دارد، در باقی نسخ ندارد، ۸ در حبیب السیر ۳: ۳: ۱۶۳ بعد ذکر قتل برلاسیان و ترخانیان مذکور در
مطلع ۴:۳:۲: گفته است: "بنابر قتل امراء برلاس و ترخان سایر نوئینان از ملازمت میرزا عبداللطیف متنفر
شدند، و در آن ایام نوکران میرزا الغ بیک و میرزا عبدالعزیز "بجد هر چه تمامتر عزم قتلش کردند"

شده انجمنها ساختند و طرحها انداختند، عاقبت قرعهٔ اقبال[1] و[2] سلطنتِ آن دیار
بنام میرزا سلطان عبداللّه قرار دادند و جمعی از اشرار معیّن شدند که هرجا فرصت
یابند دستبردی نمایند، تا شبِ[3] بیست و ششم ماه ربیع الاوّل آن[4] بدفرصتان فرصت
یافته خدنگِ غدر از کمانِ جفا (ورق ۴۲۹ ل) کشادند[5] و تیر اوّل که زدند بسانِ تیر ۴۲۹
قضا کارگر آمد[6]، و جمعی ملازمان که از حلیهٔ سلاح عاطل بودند و بسانِ شاه از حالِ قتل
غافل چون این حال مشاهده نمودند از بیمِ پیکانِ جان ستان و زخمِ تیغِ خون فشان
متفرق و پریشان شدند، و آن گروه بی عاقبت سرِ او را به تیغ بیدریغ جدا ساختند، و
تنِ نازنینِ او را بصد خواری[7] و زاری بر خاکِ هلاک انداختند و سرِ او را که با فسر فریدون
سرفرونمی آورد از پیش طاقِ مدرسهٔ میرزا الغ بیگ آویختند، و هزاران فتنه و
فساد دران دیار و بلاد انگیختند، و سزاء فعل بد خویش دید و آنچه با پدر و برادر کرده بود بآن[8] ۱۰
رسید ع

هر که بیر تخمی که می کارد همان خواهد درود

میرزا عبداللطیف مدتِ ششش[9] ماه پادشاه بود، و بعد ازان بقتل آمد چنانکه[10] شیرویه
پدر خود خسرو پرویز را کشت و او نیز بعد از هفت ماه نماند[11]، و منتصر عبّاسی در قتلِ
پدر خود متوکل با ترکان همداستان گشت و همین عمر یافت[12]، حیف از پسران که بر قتلِ

---

[1] فقط در ک وارد، ک، اختیار د بجای اقبال د، [2] حبیب السیر: شب جمعه (بجای شب)،
[3] حبیب السیر: در وقتی که آن شهریار دیوانه سار از باغ چنار بطرف شهر می آمد تیری بسوی او انداختند،
[4] در حبیب السیر: میرزا عبداللطیف دست در یال اسپ زده فریاد بر آورد که تیر رسید، [5] ک: خاری،
[6] آ، ب: باو (بجای بآن)، [7] دولت شاه ص ۳۶۵: هفت ماه و کسری، [8] رک به اقتباس
از حدائق الانوار امام رازی در بارهٔ پدرکشان در دولت شاه ص ۳۶۵ م، [9] رک به شاه نامه د تصحیح تر نرمکان
۴: ۲۰۲۶، [10] ابوجعفر المنتصر باللّه در منتصف ربیع الآخر ۲۴۸ در گذشت بعمر ۲۵ سال دگزیده ج۱:
ص ۳۲۷،

پدران اقدام نمایند و تا جهان باشد نام خود را باین فعل شنیع باقی گذارند بیت[1]

پدر کُش بادشاهی را نشاید که کار او[2] بجز شش ماه نپاید

باباحسین نامی شاهزاده را بقتل آورده بود[3] و در تاریخ آن واقعه گفته‌اند بیت

باباحسین کُشت شب جمعه اش بتیغ
تاریخ قتل اوست که باباحسین کُشت
۸۵۴

میرزا عبداللطیف بادشاهی بود بوفور شجاعت موصوف و بلطف طبیعت معروف، ذهنی در غایت حدت و فهمی در کمال دقت، از انواع دانش بهره ور و باصناف علوم مشتهر، با علماء صحبت داشتی و فوائد ایشان برلوح خاطر نگاشتی، فن تاریخ و شعر و نجوم می دانست و در مسایل دینیه و دلایل یقینیه مباحثه موجه می توانست[4]
۱۰ بملازمت اهل الله میل می نمودی[5] و در خدمت صحبت ایشان در کمال نیازمندی و احترام بود،

در شب واقعهٔ میرزا عبداللطیف امراء و اکابر سمرقند میرزا سلطان عبدالله را بپادشاهی برداشتند[6] و مجموع متفق الکلمه خواطر و ضمایر بر تنظیم مصالح مملکت گماشتند و در[7] روز جمعه سکه و خطبه بنام او تازه و بلند آوازه شد،

و در همین روز میرزا سلطان ابوسعید در بخارا خروج کرد، و خلقی بسیار در ظل رایت آفتاب آیت او جمع آمدند، و داروغه و امراء بخارا همان روز از بیم قهر جهانسوز میرزا عبداللطیف او را گرفتند و در مضیقی تنگتر از دل بخیلان و حبسی تاریکتر از

---

[1] در حبیب السیر گفته است که میرزا عبداللطیف بعد از قتل پدر پیوسته این بیت را تکرار می نمود،

[2] حبیب السیر: وگر شاید (بجای که کار او)، [3] آ با ب آک —، [4] آ با ب: می نمود (بجای می نمودی)، آک: بمنودی، [5] احوال شاهزاده عبدالله را دولتشاه هم داده بر ص ۴۲۵، [6] آک با ب —، [7] آک با: صبحی (بجای حبسی)، ب ب: مجلسی،

روان جاہلان محبوس و مقید ساختند، و ندانستند که آب بگل می اندایند و آہن بدندان می خایند، جمعی سفلگان تیره رای باقتضای خباثت نفس و استدعاء خیانت طبع می خواستند که نور الٰہی که از جبین شاہنشاہی بسان لمعان آفتاب تابان بود بظلمت حبس بپوشند، یُرِیدُونَ لِیُطْفِئُوا نُورَ اللّٰہِ[1] و ازان غافل شدند که باد رفش پنجه می زنند و کوه بناخن می کنند، یوسف را که مصر عزیز سلطنت می باید بود از کید اخوان و قید زندان چه زیان، و سلیمان را که بر جن و انس (ورق ۴۲۹ ب) فرمان باید راند از غدر عفاریت و مکر طواغیت چه نقصان، بیت

نافهٔ مشکین اگر بندش کنی در صد حصار
سوی جان پرواز جوید طیب جان افزای او

آری آفتاب عالم تاب بعد از ظلمت شب دیجور جهان بنور طلعت روشن ۱۰
سازد، و بدر جهان افروز بعد از واقعهٔ محاق جگر سوز چشم و چراغ آفاق شود، طراوت رخسار گل و لطافت اعتدال بهار در قفاء محنت سرمای دی و زحمت ایذاء خار نماید، و کار فرو بستهٔ غنچهٔ دل تنگ تا روزگاری انتظار نبرد کجا کشاید، یاقوت رمانی تا اندوه حبس کوه و قید زندان کان نکشد شرف دستبوس خاتم سلاطین و ملک عالم زیر نگین کجا یابد و دُر عمانی تا در مضیق سینهٔ صدف تلخ و شور دریا نچشد بدولت بناگوش بادشاهان کی رسد ع

گنج با مار است و گل با خار و مستی با خمار

القصه روز دیگر همان جماعت که حضرت خلافت پناهی[2] را محبوس داشتند روی نیاز بر زمین عبودیت نهادند و میرزا سلطان ابوسعید را از مضیق حبس بیرون

---

[1] قرآن مجید ۷ (سورهٔ الصف)، ۸،
[2] آ ک ب: خلافت (بجای خلافت پناهی) با: خلافت پناه،

آوردند و بر سریر سلطنت نشانده نقدِ روان برسم نثار برفشاندند و آن بادشاه چون یوسف از حضیضِ چاه با وج جاه برآمد بیت

عزیزِ مصر برغمِ برادرانِ غیور[1]

ز قعرِ چاه برآمد باوجِ جاه رسید

و کاری که چون رکاب در پا افتاده بود عنان وار در قبضهٔ اختیار آمد و روزگار بزبان حال می گفت بیت

منت خدایرا که همایون و کامیاب

از عقدهٔ کسوف برون آمد آفتاب

منت[2] خدایرا که زتاثیر فالِ سعد

از مرکزِ محاق برون رفت ماهتاب

و از آنجاکه علوِ همت و رفعتِ منقبتِ او بود باوجودِ بدایتِ حال و افتتاحِ ابوابِ دولت واقبال بسلطنتِ ولایتِ بخارا قناعت ننمود و روی همت عالی بصوبِ تسخیرِ سمرقند آورد و میرزا سلطان عبدالله نیز عزم رزم فرموده از طرفین آهنگ مقابله و مقاتله کردند و میرزا سلطان عبدالله در آن ایام خزاین سمرقند گشاده بود و اموال جهان بر لشکریان قسمت فرمود و بمغناطیسِ زر و سیم خواطرِ خواص و عوام جذب[3] کرده لشکرِ عظیم گرد آورد و چون آن دو لشکر بهم رسیدند و زبانِ سنان شعله بآسمان کشید و مبارزان بر یکدیگر تاختند و بالماسِ تیغ سرِ سرکشان انداختند میرزا سلطان عبدالله غالب آمد و میرزا سلطان ابوسعید رو براه بل لفضل الله آورد و مدتی در اطراف و نواحی

---

[1] کذا ایضاً در حبیب السیر ۳: ۳: ۱۶۷

[2] در نسخهٔ که ملا متش ضبط نکرده ام پیش ازین کلمهٔ "بیت" افزوده است یعنی گویا بیت ثانی مسلسل نیست با بیت اول

[3] ک: جزب

بسرمی برد تا آن زمان که نافذ فرمان شد چنانچه شرح آن[1] آید انشاء الله تعالی،
و میرزا سلطان عبدالله شکر مواهب الهی بجا آورد، و از سر عقیدت درست و
اعتقاد پاک مراسم حمد و ثنا بملاء اعلی و معتکفان عالم بالا رسانید،
و درین اثنا بسمع شهریت میرزا سلطان عبدالله رسید که میرزا علاء الدوله
در ولایت حصار لشکر بسیار جمع آورده عزم رزم و آهنگ جنگ دارد، و سابقاً[2]
مذکور شد که میرزا علاء الدوله از هراة بجانب ولایت بلخ آمد و آنجا امراء ارلات و
برلاس و جمعی که از میرزا سلطان عبدالله[3] رو گردان شده (ورق ۴۳۰ ل) بودند ۴۳۰ ل
بسبب قتل امیر ابراهیم ایدکو تیمور که دران ایام واقع شده بود پیش میرزا علاء الدوله
جمع آمدند و عزم تسخیر سمرقند نمود، و چون میرزا عبدالله برین احوال وقوف یافت
عنان دولت بطرف ولایت کش و شهر سبز تافت، و چون آن دو پادشاه از ۱۰
عزیمت یکدیگر آگاه شدند پیش از آنکه از طرفین صفها لشکر بسان تعبیهٔ شطرنج
گردانند[4] آن دو بساط بقایم ریختند، و هر دو شاه با یلان[5] پیل تن و پیادگان فرزین فن
اسپ تیز رو را برانگیختند و رکاب عالی حرکت دادند و رخ بسوی خانه
خویش نهادند[6]، میرزا سلطان[7] عبدالله در غایت عظمت در سمرقند فردوس مانند
فرود آمد، و میرزا علاء الدوله از جیحون گذشته در بلخ لوای سلطنت برافراخت، و
سپاهی که سواحل جیحون و اطراف کود و هامون از آن گروه بستوه آید مرتب ساخت،

---

1 بر ص ۱۲۷، 2 بر ص ۱۲۲،
3 ا ب ت: سلطان عبدالله (بجای عبداد ...)؛ با مثل متن، 4 با: گردند (بجای گردانند)؛ ب ت: گردانید؛
اک مثل متن، 5 فقط با: بدان (بجای آن)، 6 آ ب ت: پیلان (بجای یلان)، 7 آ ب ت:
نهاد (بجای نهادند)؛ اک با مثل متن، 8 فقط ک: — از روی نسخ دیگر نوشته شد،

ذکر عزیمت میرزا ابوالقاسم بابر بطرف ولایت بلخ و بدخشان و شرح آن[1]*

میرزا ابوالقاسم بابر چون از معاودت میرزا علاء الدوله بجانب ولایت بلخ وقوف یافت رایت عزیمت بصوب آن ولایت برافراخت، و با لشکری که غبار مواکب آن سر بر اوج سماک افراخته بود و نعال مراکبش رخنه در پشت سمک انداخته روان شد بیت

بسته گرد موکبش[2] صد پرده بر روی سماک
کرده نعل مرکبش صد رخنه در[3] پشت سمک

و باآنکه شدت سرما در آن مرتبه بود که دست از کار و پا از رفتار و زبان از گفتار عاجز و قاصر می نمود و میرزا ابوالقاسم بابر اصلاً بشدت[4] سرما و برودت هوا التفات نفرمود، و هندوبیش[5] بیگ را در قلعهٔ اختیار الدین برسم کوتوالی گذاشت، و جمعی امرا را بمحافظت[6] شهر باز داشت، و موکب منصور منازل و مراحل در دوری نموده[7] تا در قبة الاسلام* بلخ نزول فرمود، و میرزا علاء الدوله بطرف ولایت طالقان[8] و کوهستان بدخشان رفته[9]، میرزا ابوالقاسم بابر از برق سرعت سیر استعارت نمود و بجانب

---

۱ آ ک ــ، ۲ کلیات انوری ص ۲۲۲: موکبست و مثل آن مرکبست در مصراع ثانی، ۳ آ با: بر دبجای در) ک ب ب و کلیات انوری مثل متن، ۴ آ با ب: بجدت دبجای بشدت)، ۵ ک: ادوئیس دبجای ادیس، ۶ آ با ب ــ، ۷ فقط ک ــ، ۸ برای طالقان طخارستان رامش طایقان) رک به بیستر نج ص ۲۲۸، ۹ آ: رفته بود دبجای رفته)،

بدخشان روان شد؛ و در آن کوهستان برف بشابه بود که مضمون بیت

مانند پنبه دانه که در پنبه تعبیه است

اجرام کوهها ست نهان در میان برف

بی تکلف معاینه می نمود؛ و در آن مواضع تفحص احوالِ میرزا علاءالدوله نموده ناگهان بر سرِ او تاخت و اسباب جمعیت او را بکلی پریشان ساخت؛ و میرزا علاءالدوله بمشقتِ بسیار جان از آن[1] ورطهٔ خونخوار بساحلِ نجات کشید؛ و بهزار حیله در شگافِ کوهی خزید و دم درکشید؛ کربتِ غربت و حرقتِ فرقت و حیرتِ غیرت و کسرتِ حسرت بر خاطر او استیلا یافت؛ و از دحامِ فتن و اقتحامِ محن و بهتکِ استار و قتلِ احرار[2] و سبی حرم و اسرِ خدم با آن منضم شد؛ و میرزا ابوالقاسم بابر کوچ میرزا علاءالدوله را گرفته عازم بلخ شد؛ و با ارکانِ دولت مشورت نموده رای ۱۰

برآن قرار گرفت که امیر ناصرالدین پیر درویش و امیر مبارزالدین علی هزاره اسپی[3] را که سالها بصدق نیّت و صفاء عقیدت آداب خدمت و ملازمت بجا آوردند و بحُسنِ اخلاص مقامِ قرب و اختصاص یافته تربیت نماید[4] و عنایت فرماید بنوعی که ایشان را در میانِ اقران بلطفِ اعزاز امتیاز نماید؛ بنا بران فرمانِ همایون ۲۳۰ ب

نفاذ یافت که ولایت بلخ و شبرغان و قندوز و بقلان و ارهنگ و سرای وسان و چاریک از حدود بدخشان تا آب مرغاب سیورغال ایشان باشد؛ و موکبِ همایون عازم دارالسلطنهٔ هراة شد؛

---

[1] فقط آ : از (بجای از آن)

[2] فقط ک ـــ؛ از روی آ ثبت شد؛

[3] این عبارت از ک افتاده است؛ از روی آ ثبت شد؛ مداک "ناصرالدین" را ندارد؛ و بجای "امیر مبارزالدین علی" "برادرش میرزا علی" نوشته است؛ در حبیب السیر ۴: ۳: ۱۶۳ "امیر پیر درویش هزاره اسپی و برادرش امیر علی" دارد؛

[4] فقط د، ک؛

و میرزا ابوالقاسم بابر در آن زمان که در ولایت بلخ[1] و بدخشان بود در هراة صورتی غریب روی نمود، و شرح آن چنانست که میرزا ابوالقاسم بابر در وقت عزیمت بلخ اویس[2] بیگ را در حصار اختیارالدین کوتوال گذاشت و او را دیو غرور از راه برده داعیهٔ سرکشی پیدا کرد، و قلعه را مضبوط ساخت و طشتهاء کمرهای[3] منارها، مدرسه و خانقاه خاقان سعید را بتوهم آنکه سرکوب حصارست انداخت و درختهاء نازه[4] که در باغ شهر بر طرف حصار بود بهمین توهم بُرید، و هرچه در باب قلعه داری تواند بود بدقایق آن رسید و دست تطاول بتعذیب عباد و تخریب بقاع دراز کرد، و پشت بر مسند فساد و بیداد باز نهاد، و روی بطریق بغی و عُدوان آورد.

۱۰ میرزا ابوالقاسم بابر این اخبار استماع نموده متوجه هراة شد، و در باغ سفید نزول فرمود و کمند اندیشه بر کنگرهٔ تسخیر حصار اختیارالدین انداخت، و در فتح باب آن اسباب استخلاص مرتب ساخت، و یکی از محرمان را پیش اویس فرستاد و پیغام داد که باید اصلاً بیرون نیاید که من خواهم آمد، و شبی بدین جهت بشهر آمده بیشتر اهل ساز را بقلعه روان فرمود، و متعاقب ایشان از مردان مرد جمعی نامزد کرد و دلاوران بهانهٔ آنکه میرزای رسد بقلعه در آمدند، و اویس برسم استقبال بدهلیز قلعه فرود[5] آمد، از دلاوران لشکر منصور شیخ منصور پیش از همه باویس رسیده دریکدیگر آویختند و هردو یکدیگر را زخمهاء کاری زده هلاک شدند، و بهادران دیگر اویس را از قلعه بیرون آورده بخواری[6] و زاری برخاک هلاک انداختند، و بعد از دو سه روز

---

[1] این عبارت از ک افتاده است، از روی آ ثبت شد — ک درین موضع زواید دارد، [2] ک، ب، ص ۱۴۰
[3] ک، کمرهان (بجای کمرهای)، ب: کمرها (بدون همزه)، ک — [4] فقط ک، [5] a pine-tree. [5] فقط ک —، [6] ک: بخاری،

نوکرانِ[1] او قلعه را تسلیم کردند،

درین اثنا از مخصوصان میرزا علاء الدوله چهره[2] آمده عرضه داشت که خدمت پادشاه نزدیکِ شهر آمده در دامنِ کوهِ گازرگاه[3] غایب شد، میرزا ابوالقاسم با بر تفحص نموده او[4] را در وثاق اسکندر بیگ یافتند، و جواهر قیمتی مثل لعل بوکرک[5] و تیوه کوزی و شاه منصوری و غیره[6] که جوهریانِ جهان از قیمتِ یکی عاجز شوند همراهِ او[7] پیش میرزا ابوالقاسم آوردند و او را بیکی[8] از خاصان[9] سپرده مضبوط و محفوظ ساختند، و شرح استخلاص او خواهد آمد[10] انشاء الله تعالی

وقایع سنه خمس و خمسین و ثمانمائه

ذکر اقبال و انتقال احوال میرزا سلطان ابوسعید در مبادی حال

اهل دانش و بینش و واقفانِ کارخانهٔ آفرینش را چون فروغ جهانتاب

---

[1] بجایش در حبیب السیر ۳: ۴۰، ۱۶۴: برادر ادریس یوسف شاه و مراد ترکمان که مقرب او بود به پای اضطرار از حصار اختیار الدین بیرون آمدند و مفاتیح قلعه بنواب درگاه پادشاه والاجناب سپرده ایشان نیز رخت بعالم آخرت بردند، [2] آ: آمد بجای آمده ؛ [3] بعدش حبیب السیر: از نظر من، [4] فقط در ک، [5] ک: از روی آ ثبت شد، ک: بوکرک، تیره کوری الخ آ: بولک و تیوه کوزی الخ، [6] کذا فقط در ک، در نسخ دیگر: و غیر آن، [7] فقط ب، [8] آ ب ت: بمعتمدی ریجای بیکی از خاصان ؛ ک: بمعتمدان، [9] رجوع ص ۱۵۹ ببعد،

روشن و لسانِ لمعانِ صبح صادق مبین است که قادرِ مختار عزّ شانهٗ هرگاه دولتمندی را خواهد که بعلوِ شان و رفعتِ مکان در مستقرِ سلطنت متمکن سازد و تاج و تارِ خلافت را بفرقِ فرقدسای او برافراز و بخت او را در تباشیر صبح دولت و مبادیِ ایّام سلطنت بصنوفِ بلیّات و فنونِ واقعات پرورش دهد تا آن دولتمند بهر دو صفتِ جمال و جلال و اقبال و انتقال و انعام و انتقام و لطف و عنف و مهر و کین و سرعت و تمکین تربیت یابد و نیّرِ عالم افروزِ خمّرتُ در ورق (۳۱۴ر) طِینَةَ آدَمَ بیدی اربعین صَباحاً از افقِ این معنی می تابد لنظنهٗ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ را دغدغهٔ لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مقابل است و ماه چهاردهٔ جهان افروز بدر را ظلمتِ واقعهٔ جگرسوز اُحُد مماثل سریر سلطنتی که بقرار و دوام و افتخار و احتشام ثبات و نظام خواهد یافت چاره ندارد از انقلابِ غریبه و انتقالِ عجیبه

برهانِ واضح و بیانِ لایح بر صدقِ این مقالات حالاتِ جناب سلطان ابوسعید ست چه عنایت الٰهی چون سریر پادشاهی باو داده بود اوّل روز بجمالِ صفاتِ جمال و جلال تربیت فرمود تا قدرِ دولتِ سلطنت دانسته غایتِ عدالت بظهور آورد و در جمیع امور طریقِ نصفت و شیوهٔ ... مسلوک و مرعی دارد و شرحِ این سخن آنست که از آن زمان که میرزا سلطان ابوسعید در نواحی سمرقند با میرزا سلطان عبدالله مصاف داشته عنان از آن معرکهٔ جنگ برتافت و

---

۱ آ، آب، ب، اک: ممکن (بجای متمکن)
۲ قرآن مجید ۲۱ (الانبیاء): ۱۰۷
۳ قرآن مجید ۳ (آل عمران): ۱۲۸
۴ فقط اک: مقابل و مطابق است (بجای مقابل)
۵ آب، ب، اب: جناب میرزا (بجای جناب)
۶ آ، آب: اول (بجای اول روز)؛ اک: اول آنحضرت را
۷ کذا فقط در ک؛ در باقی نسخ: از (بجای از آن)

با جمعی مبارزان از میدانِ بیرون رفت روی[1] توجه بتوکلِ حضرتِ[*] خالق جزو و کل آورد و غیر از و[2] پناهی نداشت، و[3] مخالفتِ اضداد و معاندتِ[4] حساد بادی پنداشت و بعزمی درست و یقینی صادق بازمرهٔ که دست اعتصام در فتراکِ دولت او استوار داشتند و دامن بر جان و جهان افشانده روزگاری گذرانید و همگنان را بالطاف ربانی و عنایتِ یزدانی مستظهر می گردانید گاهی چون باد بر صحرا و دشت می گذشت و گاهی بسانِ ابر دریا و کوه درمی نوشت، و چون هلالِ دولتِ غرا بتجدید از محاق الخفا بیرون خرامیده بود و[5] روز بروز بر مصاعد بروز ترقی می کرد و دم بدم در منازل شرف ارتفاع می یافت لاجرم در دیدهٔ کوتاه نظران ضعیف و نحیف می نمود و در نظرِ بی‌بصیرتان[6] زار و نزار می آمد و نمی[7] دانستند[*] که بمرورِ لیالی متلالی خواهد شد و بکرور شهور و ایام نوربخشِ ظلام خواهد گشت، و عرصهٔ آفاق بجمالِ جهان آرا مزین خواهد ساخت و آفتاب وار یک سواره ملک جهان گرفتن شیوه و آسمان کردار یک تنه بر عالم مستولی شدن کمترین شیمهٔ او، ۱۰

فی الجمله مدتی در اطرافِ آن ممالک بحسن تدبیر و اندیشهٔ جهانگیر بسر می برد تا عاقبت در بلادِ ترکستان شهر یسی[8] را بدست آورده چند روزی آن بلده را محلِ اقامت فرمود، و از روحانیتِ سلطان شیدی[9] احمد یسوی قدس سره

---

[1] آ با ب: بروی توجه و توکل بحضرت (بجای روی توجه بتوکل حضرت)، ک: روی توکل و تمتل بحضرت، [2] آ با ک: از حول و قوت او (بجای از و)، ب ب: از حول و قوت، [3] آ ـ، ک ب ب: معاونت (بجای معاندت)، آ با ک مثل متن، [4] آ ـ، [5] ک: بی بصران، تصحیح از روی آ، [6] فقط ک: نمی دانست، [7] رک برای این موضع به لیسترینج ص ۴۸۵، [8] رک برای وی به لیسترینج محل مذکور، در ۷۹۹ھ تیمور بر قبرش عمارتی تعمیر کرد که بعرض دو سال باتمام پیوست رک به یزدی ۲: ۹ بعد و به ترکستان اثر بارتولد [illegible] ۱: ۲۰۱: که قصور مزار سیدی مذکور را دارد،

که در آن بلده آسوده بود استمداد نمود و میرزا سلطان عبدالله چون ازین حال آگاه شد باستعداد سران سپاه و گردن کشان درگاه فرمان فرمای گشت و در قلب زمستان امرای دولت واعیان را معین فرمود و فرمود که بسرعت تمام بطرف بیتی رفته سعی و کوشش نمایند شاید که آن آهوی وحشی را بدام آورند ندانستند که بیت

عنقا شکار می نشود دام باز چین
کانجا همیشه باد بدستست دام را

امرای عظام بایراق تمام عزیمت نمودند وهمه راه برف کوفته بشهر بیتی رسیدند و میرزا سلطان ابوسعید شهر را حصار ساخته دل در عون آفرید گارست

۱۰ و لعزمی درست از حضرت مالک الملک که حافظ و حامی همه اوست و بازگشت جمله بدو مدد خواست و امرا بمحاصره اشتغال نموده آتش محاربه اشتعال یافت و از اطراف وجوانب جنگ انداختند و چند روز جنگ وجدال وحرب وقتال بود و مبارزان دلیر و دلاوران صاحب شمشیر بمقابله و مقاتله بیرون آمدند و از طرفین خلقی بسیار مقتول و مجروح شدند و لشکر سمرقند را مجال نبود که گرد برج وباره گردند و چون در صدمه اولی این طایفه کبری مشاهده کردند و در دفعه نخستین این جلادت معاینه دیدند وهم وهراس بیقیاس بر ایشان غالب شد

درین اثنا میرزا سلطان ابوسعید را تدبیری لطیف روی داد و جمعی بشعار مردم اوزبک پوشیده از شهر بیرون فرستاد تا از دور سیاهی نموده آوازه

---

۱ آ ب : ـ ۲ ک : بلبی، ب : مثل متن ۳ آ ک : کس نشود بجای می نشود
۴ آ ب ک : کانجا بجای کاینجا ۵ از روی آ و ب و ک ۶ آ ب : شد بجای شدند ۷ ک : برو ج آ : مثل متن ۸ آ : باره

در انداختند که لشکر اوزبک بمدد رسید، و در شهر نقارهٔ شادیانه کوفتند که خان اوزبک آمد، سپاه میرزا سلطان عبدالله چون از درون و بیرون این صورت مشاهده کردند روی براهِ فرار آوردند، و تمام احمال و اثقال و خیول و بغال گذاشته نقدِ حیات را غنیمت انگاشتند، و اسباب جمعیت بباد تفرقه داده روی هزیمت بصوب سمرقند نهادند بیت

سراسیمگی در منش تاخته
ز رختِ خرد خانه پرداخته
در آن وادی از دشمنان کس نماند
وگر ماند جز خوردِ کرگس نماند
چو خصمان گرفتار خواری شدند
بسی در میان زینهاری شدند

بهمی که توانستند بانواع زحمت بسمرقند رفتند، و فوجی زینهار خواسته در سلکِ خدام انتظام یافتند، و غنیمت بسیار در دست اقتدار سپاه نصرت شعار افتاد، و بتحقیق آن روز اسبابِ بادشاهی حضرت خلافت پناهی دست درهم داد، و روز بروز انوارِ دولت و آثار سعادت روی در ازدیاد نهاد،

و چون سپاه سمرقند شکسته و خسته و مجروح و خسته بسمرقند رسیدند و شرحِ واقعه بموقفِ عرض رسانیدند میرزا سلطان عبدالله بترتیبِ اسبابِ حرب و تحمیل آلاتِ طعن و حرب فرمان داد و ابواب خزاین بر روی امید جهانیان گشاد و لشکر عظیم مرتب ساخت، و رایت جدال و قتال برافراخت، و از دارالسلطنه سمرقند

---

۱ آ: خرد، ۲ آ ب: جسته دبجای خسته، آ: مثل متن، ۳ جسته دبجای خسته،
۴ آ ب: رسانید (بجای رسانیدند)،

بجانب شاهرخیه نهضت فرمود که آوازهٔ سپاه مخالف از آن طرف بود، ولذا آن طرف میرزا سلطان ابو سعید ارکان دولت و اعیان حضرت را حاضر ساخته مشورت فرمود و گفت غیر از توکل بر حضرت آفریدگار و ضرب شمشیر آبدار تدبیری نیست، فتوری و قصوری در عزایم راه نباید داد و دل بعنایت الهی مستظهر باید داشت، و یقین دانست که رمهٔ گوسفند را یک گرگ کافیست و گلهٔ آهو را شیری تمام،

۳۴۲ ل چون این سخن دلپذیر بتقریر بی نظیر پرداخت خواطر و ضمایر دولتخواهان را دورق ۳۴۲ ل بفتح و ظفر مستوثق ساخت،

درین اثنا مقربی از بندگان درگاه بموقف عرض رسانید که پادشاه اوزبک ابوالخیر خان[1] مدتیست که در مقام اخلاص طریق اختصاص مسلوک می دارد و خود را در

۱۰ سلک هواخواهان منتظم می سازد و منتظر آنست که اگر آنحضرت التفات فرماید خان همعنان دولت و اقبال دو اسپه در رکاب نصرت انتساب عزیمت نماید، این سخن موافق مزاج همایون آمد یکی از مقربان را بار دوی خان فرستاد و صورت التماس اعلام داد، ابوالخیر خان التفات آنحضرت را غنیمت دانسته بسرعت هرچه تمامتر عزیمت نموده باردوی اعلی ملحق شد، میرزا سلطان ابوسعید شرایط تعظیم و مراسم تکریم تقدیم نمود و روی بترتیب مناظم امور و تنظیم مصالح جمهور آورد، و باتفاق ابوالخیر خان تدبیر تسخیر سمرقند کردند ع

آری باتفاق جهان می توان گرفت

و از حدود شهر یستی[2] بولایت تاشکند و خجند آمدند، و میرزا سلطان عبداللہ آگاه شده با

---

[1] ابوالخیر خان ابن دولت شیخ از اولاد جوجی خان بن چنگیز خان بود که از ۸۳۱ھ تا ۸۷۳ھ فرمانروا بود، زوجه اش رابعه سلطان بیگم بنت الغ بیگ بود، رک برای این اولین فرمانروای آل شیبانی خان بہ ذامباور ص ۲۷۰ و ۲۷۱، [2] کذا فقط در رک، در باقی نسخ: می شمارد،

سپاه فراوان عزیمت محاربه نمود،

ذکر محاربهٔ میرزا سلطان ابوسعید و میرزا سلطان عبدالله و ظفر یافتن حضرت خلافت پناه

ارادت آفریدگار چون عَلَمِ اِنّا فَتَحْنا لَکَ فَتْحاً مُّبِیناً نصب فرماید ابواب سعادت بر روی ارباب دولت کشاید، و عنایت قادر مختار چون رایت نصرت آیت وَیَنْصُرَکَ اللّٰهُ نَصْراً عَزِیْزاً برافرازد اسباب جهانبانی و ادوات کشورستانی مرتب و مهیا سازد، سریر خلافت مصیر دولتمندی باید که مرآت کاینات از پرتو رای جهان آرای او لبسان لمعات آفتاب روشنی یابد، [1] آتش شمشیر رخشان او چون برافروزد خرمن پندار مخالفان را بشعلهٔ درهم سوزد،

موافق این مقال و مطابق این افعال حال فرخنده مآل حضرت خلافت پناهی میرزا سلطان ابوسعیدست که درین سال بسعادت و اقبال عزم تسخیر خطهٔ سمرقند فرمود، و از مواکب مخالفان که بسان کواکب فراوان بود آفتاب وار ذرهٔ اندیشه ننمود، هنگام آنکه صورت صیف از صدمت سیف نشان می داد، و حرارت خورشید بآیین جمشید اساس آتش پرستی می نهاد، هوا از شدت گرما کرهٔ زمین را کورهٔ آتشین می ساخت، و شمشیر در نیام از حرارت حرور چون موم می گداخت جوشن برتن دلیران از تاب آفتاب برمی افروخت، و مرد جنگی درمیان زره و خفتان می سوخت، درچنین وقتی میرزا سلطان ابوسعید که تیغ آتش بار و مرکب بادرفتار او چون مهر و سپهر جهانگشا و بیقرار بود باتفاق ابوالخیر خان عزم تسخیر

[1] فقط در آ،

سمرقند فرمود، واز جانب تاشکند و خجند بالشکری فزون از چون وچند نهضت نمود،
چون صحراء دیزق[1] بر ممرّ واقع بود ولشکر مظفر لوا از گریماء آن صحرا اضطراب می نمود خان
جمعی مردم اوزبک را فرمود که سنگ یده رادر عمل آرند واوزبکان موجب فرموده عمل
نمودند وآثار | خاصیت آن که از بدایع صنایع آفریدگار است وآن تغییر ۱۴۲ ب
هوا وابر وبرف وباران وسرماست بظهور آوردند ودو سه روز هوا چنان
متغیر شد که حجاب سحاب مانع فروغ آفتاب آمد در رعد غریدن وبرق جستن
گرفت، واز سرما وبرف وباران طوفان در جهان ظاهر گشت بیت

برقست وابر درفشان آیینهٔ وپیل دمان[2]
بر نیلگون برگستوان عاج مطرّا ریخته
پیلست در سرمازبون پیل هوائی بین که چون
آتش زکام خود برون هنگام سرما ریخته ۱۰
خیل[3] سحاب از هرطرف زنگین کمان کرده بکف
باران چه تیری بر هدف دست توانا ریخته

وبارندگی وسرما بنوعی قوی شد که جمعی[4] مردم خراسان که از سنگ یده واقف نبودند
مدتی از آن حال تعجب می نمودند[5]

القصه موکب همایون بطالع فرخنده واختر راهنمون نزدیک قریهٔ شیراز که

---

[1] دیزک یا جیزک موضعی ست، در اُشْروسنه بشمالی غربی زامین در بر شاه راهی که از تاشکند به سمرقند میرود. به لیسترنج ص ۴۷۵ و ۴۸۸، نیز رک به جزو ۱ ص ۱۲۰ ح ۲، [2] فقط آ، حن دیمای
[3] خیل [4] کلیات خاقانی ص ۳۵۸، [4] بجایش در آک، حاوی اوراق که بحسب اتفاق در کوهها
فرود بر یکدو جه (کذا)، خاجه ذکریا فاغ (کذا)، رحمه الله نفراح (کذا) می بود چندان برف مشاهده نموده که
در قدود تیسیان، [5] مذکور در جزو ۱ ص ۱۳۰

در جانب شمال بچهار فرسنگی سمرقند واقع است رسید، و از آن زمان که آوازهٔ
عزیمت حضرت خلافت بجانب سمرقند مقرر شد فوج فوج از لشکر و سپاهِ
میرزا سلطان عبداللہ بدرگاه خلافت پناه می رفتند، و جمعی که قصدِ میرزا عبداللطیف
کرده بودند و از میرزا سلطان عبدالله انواع تربیت یافته ایشان نیز روگردان
شدند و میرزا سلطان عبدالله بالشکر و سپاه آراسته و از آب کوہک[1] گذشته در
برابر رفت، و هر دو بادشاهِ رزم خواه نزدیک هم رسیدند و هریک بتسویهٔ صفوف[2]
تعبیهٔ لشکر قیام نمودند، و از آن طرف سپاهِ ظفر پناه جمعی پُردلِ شیرخوی و فوجی
پلنگ خشمِ جنگجوی که بتیرِ چشم تیر میدوختند و بسنانِ آتش فشان دماغِ کیوان می
سوختند بیت

۱۰ بشمشیرِ فولاد و تیرِ خدنگ
گذرگاه کردند بر مور تنگ

و از جانبی دیگر لشکری گران و سپاهی بیکران، سراسر قوّت و توان، از کثرتِ عدد
اندیشه از تعدادِ شان حیران، و محاسبِ وهم از حصرِ شان بی لشکر شان بیت

سپاهی چو زنبور با نیشتر
ز غوغای زنبور هم بیشتر

و از طرفین صفوفِ قتال و اسبابِ جنگ و جدال آراسته شد و پیکرِ پیکار پدید[3]
آمد آسمان از گردِ نامرد ناپدید گشت، و زمین از خونِ کشتگان رنگِ شفق گرفت،
و افواجِ آن دو لشکر چون امواجِ بحر اخضر نمودار و دشتِ محشر در یکدیگر
افتادند،

---

[1] برای کوہک (چوپان آتا) که یک رودخانه بود از سمرقند رک به لیستر نیج ص ۴۶۲، رصدِ میرزا الغ بیگ
بر کوهک بنا گشته قتال (کذا) قیاسی (کذا) متن؛ آب بیدار (بجای بدید)، ب: پدید،

میرزا سلطان عبداللہ چندانکہ مقدور بود پای ثبات و قرار افشرد تا دست راست و دست چپ از دست رفتہ قلب چون حالِ دولت او منقلب گردید و لشکر سمرقند بیکبارگی رو براہ فرار آوردند، و میرزا سلطان عبداللہ در اثناء گیرودار گردِ ادبار بر چہرۂ روزگار او نشستہ و در دامِ خسارت گرفتار گشتہ کشتہ شد[۱]، نخلِ بالای بادشاہی کہ بکمالِ اعتدال رسیدہ بود از تندبادِ فنا شکست یافت، و ماہِ رخسارِ شاہنشاہی کہ با آفتاب دعوی مقابلہ می کرد بلعقۂ خسوف مبتلا شد بیت

دریغا طلعتِ چون ماہِ انور

دریغا قامتِ رشکِ صنوبر

و این واقعہ شنبہ[۲] بیست و دوم جمادی الاولی کہ آفتاب در درجۂ ۲۴ ۱۰ در آخرِ جوزا بود وقوع یافت، و میرزا سلطان ابوسعید شکر نعماء الٰہی بجای آورد شعر

شکر ناہ[۳] انّ الشکر للّٰہ طاعۃٌ

و مَن یَشکُرِ المعروفَ فاللّٰہ زائدُہٗ

و سپاہِ ظفر شمار غنیمت بیشمار[۴] یافت و غارت و تاراج ہر محتاج را غنی و ہر غنی را محتاج ساخت بیت

---

[۱] در حبیب السیر ۴: ۳: ۷۴ گفتہ است کہ میرزا عبداللہ فرار گشت و "در اثناء راہ بارگیر او در لای فرو رفت و شاہزادہ اسیر پنجۂ تقدیر گشتہ ..." "بحکم میرزا سلطان ابوسعید جام شہادت در کشید"؛ [۲] آ اک: شنبہ (بجای شنبہ)؛ آ بب مثل متن؛ در حبیب السیر این واقعہ در "شب دو شنبہ" ۲۲ جمادی الاولی ۸۵۵ھ مورخ است؛ [۳] ک: شکرنا (بجای شکر ناہ)؛ [۴] آ آ بب اک: بسیار (بجای بیشمار)؛

ز بس غارت آوردن از بهر شاه
غنیمت تگنجید در عرض گاه
همه روی صحرا پُر از خواسته
بگنجینهٔ گوهر آراسته

وچون خبرِ فتح بسمرقند رسید جناب شیخ الاسلام اعظم سلطان علماء[۱] العالم برهان الدین خواجه مولانا سلمه الله والبقاه که در جانب میرزا[۲] سلطان عبدالله کمالِ اخلاص بظهور آورده غلوی عظیم داشت قاصدِ خراسان گشت،

ومیرزا سلطان ابوسعید رایت سلطنت وعَلَم ظفر ونصرت برافراخت، وآوازهٔ این فتح همایون درگنبدِ گردون واطرافِ رُبعِ مسکون انداخت، وچون بر سریرِ سلطنت ومستقرِ خلافت تمکن یافت وانوارِ آفتابِ عنایتِ او بر وَجَناتِ کاینات تافت جهانیان درطلعتِ همایونِ او شمایلِ فرِ یزدانی ودلایلِ صاحب قرانی مشاهده نمودند، وقوانینِ جهانگشائی وبراهینِ فرمان روائی معاینه دیدند، واکابرِ آن دیار مراسمِ نیاز ونثار باداء رسانیدند وخطبه وسکه بزیورِ نام وزینتِ[۳] القابِ همایون موشح گردانیدند[۴] وآنحضرت ابوابِ معدلت برروی عالمیان بازکشاد، وجهانیان[۵] را درظلِ[۶] آفتابِ دولت واقبال ملجاء ومأوای داد، ورقاب ونواصی ادانی واقاصی درقبضهٔ اقتدار استقرار یافت، وعامر وعامرِ[۷] ممالک در سلکِ انتظام قرار گرفت، واوّل مهمی که بتدبیرِ آن التفاتِ پادشاهانه فرمود

---

[۱] ک: علماء العلماء (بجای علماء)، آ با ب: العلماء اک مثل متن،
[۲] آ: میرزا،
[۳] آ با ب: زیب (بجای زینت)، اک مثل متن،
[۴] آ ب اک: گردانید بجای گردانیدند، با مثل متن،
[۵] متن ب: جهان (بجای جهانیان)،
[۶] آ با ب اک: ظلال (بجای ظل)،
[۷] ک: عامه وغامره (بجای عامر وعامر) اک: عامر وعامر

ونزد ارباب بصیرت بغایت مستحسن نمود حکمِ قصاص قاتلانِ میرزا عبداللطیف
بود که ایشان را گرفته فرمود که در همان محل که قصدِ شاهزاده کرده بودند کشتند و
سوختند بیت

کسی کو ستم خیزد از نامِ او
بدین روز باشد سر انجامِ او
نبخشود هرگز خداوندِ هُش
بر آن بنده کو شد خداوند کُش

وابوالخیرخان[1] که چون فتح وظفر ملازمِ رکابِ نصرت انتساب بود و در روزِ
مصاف غایتِ سعی و اجتهاد نمود آنحضرت در بارهٔ او انعامِ پادشاهانه و اکرامِ
۱۰ خسروانه فرمود و از جواهرِ ثمین و مراکبِ سمین وملابسِ فاخر ومنقولاتِ وافر او را
شاکر و ذاکر ساخته اجازتِ مراجعت ارزانی داشت؛ و بر تختِ سمرقند بارگاهِ
جهان پناه تا اوجِ مهر و ماه برافراشت بیت

چو یک رشته شد عقدِ شاهنشهی
شد از فتنه بازارِ عالم تهی
یکی تاجور بهتر از صد بود
که باران چو بسیار شد بد بود

---

[1] قضیۂ ابوالخیر در حبیب السیر ۴: ۳: ۱۹۷ صورت دیگر دارد؛ ماحصلش این که سلطان سعید به بیم ظلم اوزبکان بر خلق "دفع ایشان را پیش نهاد همت ساخت" و نزدیک شهر رسیده در حین غفلت امرای اوزبکیه یکسواره بدروازه رسید مستحفظان دروازه کشودند و سلطان سعید بسمرقند در آمده بر تخت نشست و برج و باروی شهر را مضبوط گردانیده بر کنایه بابوالخیرخان و امرای او فرستاده او را پیغام داد که "ملازمان موکب خاقانی بجانب منازل خویش مراجعت نمایند و دیگر درین دیار اقامت نفرمایند" که بی فایده است؛ ابوالخیر ناچار بدشت قبچاق شتافت؛

چو شد ملک در ملکِ آن ملک بخش
بمیدان فراخی روان کرد رخش [۱]

وعالیجناب شیخ الاسلام* قدوهٔ صنادید الانام برهان الملة والدین خواجه مولانا سلّمه الله* بخراسان آمد*

ذکرِ احوالِ مملکتِ خراسان و شرحِ قضایاءِ آن

میرزا ابو القاسم بابر | بعزم قشلاق متوجه مملکتِ مازندران بود [۲] ۲۴۴ب
در اثناء راه خبر فتح سمرقند و آمدنِ جناب خواجه استماع نمود، خدمتِ خواجه را باکرام
تمام بجانب اردوی اعلا استدعا فرمود [۳] و میرزا ابو القاسم بابر چند روزی
در میدان [۴] سلطان ساکن بود [۵] و استفسار جانب عراق می نمود، و در آن مقام جناب
شیخ الاسلام که بموجب نشان عازم اردوی همایون بود نزدیک رسید، و میرزا ۱۰
ابو القاسم بابر تمام ارکانِ دولت و اعیانِ حضرت را [۶] باستقبال فرستاده شرائطِ تعظیم
و اجلال بجای آورد، و چون بمجلس همایون در آمد آن پادشاه نیک اخلاق از
سریر سلطنت برخاسته [۷] پیش آمد و جناب شیخ الاسلام را بتعظیم تمام کنار گرفت و
بر بساطِ قربت نشانده بزانوی ادب پیشِ آن جناب بنشست [۸]، و اخبارِ ماوراء النهر

---

[۱] د را ک بجایش: و چون جناب شیخ الاسلام　[۲] فقط د ر ک —،　[۳] د را ک بجایش مضمون سطور
آغاز فصل لاحق است تا "استدعا فرمود" و باقی آن فصل را حذف کنند　[۴] فقط ب ——،

[۵] محلش راقم سطور را معلوم نشد، دولت شاه ص ۴۱۰ می گوید که بابر سلطان تا حد فیروزکوه و دامغان بیامد و بابر
در خدود سلطان آباد [در قهستان، صدد مقام علاقهٔ ترشیز رک به لیسترینج ص ۳۵۴ ح ۲] بیامد و بزرگان سمرقند و میان
ایشان با صلاح مشغول شدند، پس بنا برین موضع در قهستان بوده باشد اگر اطلاع مذکور دولت شاه درست است

[۶] آ ب: مثل متن،　[۷] ک: برخواسته،　[۸] آ ب: نشست بجای بنشست،

استفسار نمود و خدمت خواجه را نواختی بواجبی فرمود و اعلام ظفر اعلام عازم ولایت قومس و زیارت بسطام شد و در النگ بسطام و خرقان سراپردهٔ نصرت نشان تا باوج آسمان و ذروهٔ کیوان بر آمد

ذکر محاربهٔ میرزا سلطان محمد و میرزا ابوالقاسم بابر و قتل میرزا سلطان در موضع چناران[1]

میرزا سلطان محمد از آن زمان که از ولایت طوس و مشهد بطرف عراق و فارس رفته بود روز و شب در تدبیر تسخیر مملکت خراسان اهتمام تمام می نمود و پیوسته آهنگ جنگ راست می ساخت و در تدبیر مخالف نوای ساز راه در فارس و اصفهان[2] می نواخت و در مقام آن بود که چهرهٔ مراد در آئینهٔ مقصود بچه وجه روی نماید و بکدام منصوبه مهرهٔ امید از ششدر غم بیرون آید بنا بر عزم یورش خراسان تواچیان لشکرهای فارس و عراق و شولستان و لرستان را جار رسانیدند که بیکبار مقرر در موضع معین جمع آیند و در بلدهٔ قم تغار ریختند و در سال گذشته گذشت که امروی میرزا سلطان محمد در ولایت طوس ویران گشت و دستور اعظم خواجه غیاث الدین پیر احمد چون بمملکت فارس رسید رخصت یافته متوجه بیت الله گردید و در آن موضع متبرک بعدد ایام گذشته قیام نمود و روی نیاز بر درگاه[3] بی نیاز سود و میرزا سلطان محمد امیر نظام الدین احمد ولد امیر جلال الدین فیروز شاه را باما رت

---

[1] ک: خبازان، آ: چناران، ب: حاران، اک: خیاران، با: خباران، دولت شاه ص ۴۱۱ مثل آ، حبیب السیر ۴: ۳ : ۱۶۴ مثل متن، رک به فرهنگ انجمن آرای ناصری بذیل چناز [2] آ ب: صفاهان، اک: اصفاهان [3] رک به ص ۱۱۹ ابعد [4] آبا: مدرگاه، ب مثل متن

دیوان اعلی باز داشت، و ضبط ممالک و مهمّاتِ دیوانی بعهدهٔ کاردانی او باز گذاشت، و همای رایتِ سعادت طراز از دارالملک شیراز بهوای تسخیر خراسان در پرواز آمد، و موکبِ ظفرنشان بدارالامانِ اصفهان رسید، و میرزا ابوالقاسم بابر در ولایتِ بسطام تفصیل این احوال شنید و با امراء و ارکان دولت طریق مشورت مسلوک داشته رای بر آن قرار گرفت که جناب شیخ الاسلام خواجه مولانا برسم رسالت پیش میرزا سلطان محمد رود، تا بموجب فرموده وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا[1] آبِ تسکینی بر آتشِ آن فتنه[2] فشاند و آنچه صلاحِ جانبین باشد بظهور رساند[3]،

۳۴۴ الف و جناب شیخ الاسلام متوجه [شده[3]] (ورق ۴۴۳ الف) بنواحی اردوی میرزا سلطان محمد رسید، و میرزا سلطان محمد شرایطِ[4] تعظیم تقدیم نموده مراسم اکرام و ۱۰ احترام مرعی داشت، و جناب شیخ الاسلام شرایطِ رسالت باوا رسانید، و بدایعِ الفاظ بلطایفِ معانی آراسته گردانید، و میرزا سلطان محمد آن سخنان بسمعِ رضا اصغا نمود امّا میان قبول و ردّ متردد بود و از بسیاری عُدّت و شوکت صورتِ جهانداری در آیینهٔ اندیشه تصویر می نمود غافل از آنکه وَ مَا يَنْفَعُ الْعُدَّةُ اِذَا انْقَضَتِ الْمُدَّةُ و چون بمقتضی لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا[5] و بحکم قضا لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ بگواهِ عدلِ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ سجلّ عمر آن پادشاه مختوم شده بود از نصیحت خدمت شیخ الاسلام فایده روی ننمود، و آنجناب چند نوبت آمد شد فرموده عاقبت بر آن قرار یافت که بعضی ولایات[6]* از خراسان داخل دیوان عراق باشد، و سکّه

[1] قرآن مجید ۴۹ (الحجرات)، [2] فقطک: نشاند (بجای فشاند)، [3] ق، یا سا افزوده شد، [4] آ: شرط (بجای شرایط)، [5] قرآن مجید ۸ (الانفال): ۴۲،

[6] حبیب السیر: مختصر ولایتی (بجای بعضی ولایات)،

و خطبه[1] بنام و القاب میرزا سلطان محمد مزین و موشح گردد

و میرزا ابوالقاسم بابر اعتماد بر صلح کرده از ظاهر بسطام بر خاست و لولایت مازندران درآمده لشکریان بیوسون قشلاق قوریا[2] بستند، ناگاه خبر آمد که میرزا سلطان محمد عهد و پیمان بر طاق نسیان نهاد و از مضمون اِذا جاءَ القضاءُ[3] ضاقَ الفضاءُ بیخبر گشته لشکرها[4] از بسطام گذرانیده با سفراین رسید[5] بیت

پیمان شکن هر آینه گردد شکسته حال

اِنَّ العهودَ عندَ مليكِ النُّهَی ذِمَم

چون پرتو این خبر بخاطر انور میرزا ابوالقاسم بابر رسید اثر تغیر در بشره و جبین و داعیهٔ انتقام در چهرهٔ مبین او ظاهر گردید بیت

گر سایهٔ تغیر او بر جهان فتد ۱۰

در چشم کوکنار مرکب شود سهر

و عزایم پادشاهانه بر کارزار خصم که کار خصم زار سازد قرار یافت، و سپاه نصرت بر یمین و لشکر ظفر بر یسار نهضت نمود و چون شیر خشم آلود از جنگل استرآباد بیرون آمد،

میرزا سلطان محمد در وقتی که بخراسان درآمد امراء و داروغگان باطراف ولایات روان ساخت از انجمله امیر عبدالرحیم دولدای[6] نامزد قهستان شده بقطبهٔ قاین رسید، و مولانا احمد یساول که برسم حکومت در قاین متمکن بود باتفاق قرامان ترکمان که

---

[1] حبیب السیر: و در تمامی قلمرو میرزا بابر خطبه (بجای و خطبه) [2] آ: القفی،

[3] آ: القضی، [4] حبیب السیر: از بسطام و دامغان گذشته بجلگاه اسفراین درآمده، دولتشاه: بخراسان مایل شده بجوین نزول کرد و از جوین با سفراین آمد، [5] نقطاک ـــ،

[6] آ ب: و ولداری، ک: مثل متن،

حاکم تون بود بعزم محاربهٔ عبدالرحیم بیرون آمد و بموجب الفاتحة أمّ الکتاب سانح خیر و سعادت روی نمود و فتح و ظفر خراسانیان را بود و لشکرِ عراق راهِ گریز پیش گرفتند و عبدالرحیم که سردار ایشان بود از پای درآمد و سر او را بار دوی میرزا ابوالقاسم بابر فرستادند و بدین بشارت قوّت و صولتِ خراسانیان زیادت شد

و میرزا سلطان محمد خبر بیرون آمدن میرزا ابوالقاسم بابر از مازندران شنید و آگاه شد که سپاه مخالف نزدیک رسید از اسفراین بازگشته عازمِ صوبِ استرآباد شد و در موضع چناران آن دو سپاهِ گران و آن دو دریای بیکران جوشان و خروشان بهم رسیدند و از طرفین چون دو کوه فولاد صفها کشیدند و هر دو پادشاه بترتیبِ سپاه و تنظیمِ آوردگاه فرمان | دادند و آن دو لشکر بنوعی آراسته بود که تا سلطان ۴۴۴ب
انجم که شهسوارِ طارمِ چهارم است در میدان آسمان جولان نمود معرکهٔ بآن هولناکی ۱۰
مشاهده نفرموده و هر دو سپاه روی برزمگاه آورده حرب آغاز کردند و دست بغارتِ جانها دراز کردند نظم

در آمد بجنبش دو لشکر چو کوه
کزان جنبش آمد جهان را ستوه
بر آمد ز قلب دو لشکر خروش
رسید آسمان را قیامت بگوش

صداء غریو کورکه و کوس در خُمِ این طاقِ آبنوس اُفتاد و افواج آن دو لشکر چون امواجِ بحرِ اخضر بهم رسید مبارزانِ بهرام انتقام تیغ کین آخته و سنانِ جانستان

۱ک و آ ۲ک خنازان، اک: خیاران، ب، جناران، آ، حناران، آ شل متن ۳آ ب: کشید دبجای کشیدند، باک شل متن ۴ک دولتشاه ص ۱۴۱ گفته است که این مصاف در روز یکشنبه ۱۲ شهر ذی الحجه ۸۵۵ه دست داد

افراخته، هر طایر تیر که در آشیان ترکش بود بهوای زاغِ کمان پرواز کرده
هر مرغ روح که در قفس کالبد پابستهٔ دوامِ اضطراب بود در طپیدن و اضطرار آمده
هر لحظه بنوکِ ناوک جگر دوز و زخمِ تیغ آتش افروز شعلهٔ قتال تیزتر و ثعبانِ سنان
خونریزتر می شد، میرزا سلطان محمد چون شیرِ خشمناک می غرید و بزخم تیغ جان
ستان جگرگاهِ خصم می درید، و میرزا ابوالقاسم بچون پلنگِ زود آهنگ آتش جنگ
می افروخت و بخدنگِ خاراگذار عقد ثریا بر کمربندِ جوزا می دوخت مثنوی

جهانجوی سلطان محمد پگاه
بر آشفت چون شیرِ نر زان سپاه
بهر جا که بازو بر افراختی
سر خصم در پایش انداختی
بپشتِ دلیران ز تیغی چو برق
گهر ساخت اندر دلِ زهره غرق
جهان بخش بابر بشمشیرِ تیز
بر انگیخته از جهان رستخیز
هر آن سنگ کش سالها آفتاب
نیارست یاقوت کردن بتاب
ز شمشیرِ خورشید وش بی درنگ
بیکدم همی ساخت یاقوت رنگ

الماس خنجر برق نشانِ آن ترک و تارک اعداء می شگافت و نوکِ پیکان آتش

---

۱ زاغ کمان یعنی سرگوشهٔ کمان و زاغ مصور بر کمان است، ۲ آ: خارگذار (بجای خاراگذار)
۳ آ: کمندبند (بجای کمربند)، ۴ ک: تیغ،

فشانِ این چون پیک اجل سوی جانها می شتافت، امیر نظام الدین احمد ولد امیر جلال الدین فیروزشاه از جوانغار حمله کرده بر الغارِ میرزا ابوالقاسم بابر را بر داشت، شیر احمد را که پشت و پناه سپاهِ برانغار بود بقتل آورد، و مردم ساری که مددِ برانغار بودند گریزان شدند،

و امیر ابوسعید میرم[۱] از جانب میرزا سلطان محمد آمده بود و عرضه داشته که میرزا سلطان محمد قاصد قول بزرگ است،[۲] و در اثناء اشتعالِ آتش قتال[۳] میرزا سلطان محمد بعزم رزم قولِ بزرگ رایتِ عزیمت برافراخت، و کمیتِ آتش سرعت را چون باد در میانِ لشکرِ دشمن تاخت، و لشکرِ قول سخن امیر[۴] ابوسعید را در حساب گرفته[۵] از پیش حملهٔ میرزا سلطان محمد روی برتافتند بیت

هر کرا شد یقین که حملهٔ اوست[۶]

پای هستیش بر[۷] گمان باشد

۱۰

و او با معدودی چند دلیر وار بمیانِ لشکرِ قول درآمد، و سپاه ظفر پناه از اطراف و جوانب پیش آمده عراقیان را که بمددِ او می آمدند باز زدند، و میرزا سلطان محمد را درمیان گرفتند، و از وقتِ طلوع آفتاب بموافقتِ مقنطراتِ[۸] ارتفاع هر لحظه نایرهٔ

---

[۱] دولتشاه ص ۴۱۱ گفته است که وی حاکم استرآباد بود،
[۲] حبیب السیر: از میرزا سلطان محمد گریخته نزد میرزا ابوالقاسم بابر رفت و گفت (بجای آنچه در متن است)،
[۳] حبیب السیر: مناسب آنکه لشکریان کوچ باز دهند تا او بمیان صفوف در آید آنگاه از اطراف و جوانبش در آمده نگذارند که بیرون رود، مقارن آن حال (بجای آنچه در متن است)، — فقط ک درین (بجای در)،
[۴] حبیب السیر: بموجب تعلیم امیر ابوسعید [میرم] کاربند شده،
[۵] کلیات انوری ص ۱۲۵: تست (بجای اوست)،
[۶] کلیات انوری: راه هستیش در (بجای پای هستیش بر)،
[۷] فقط در ک،
[۸] آ: مقطرات،

قتال اشتعال و بالای گرفت، تا نزدیک دایرهٔ نصف النهار که آتش کارزار فرو نشست و نسیم فتح و ظفر از جانب ۲۳۵ل لشکر خراسان وزیدن گرفت، و شکستی عظیم بر لشکرِ عراق افتاد[۱] و پشت بهزیمت دادند و روی بگریز نهادند، و غنایم گوهر و زر و نفایسِ لآلی و جواهر[۲] و اسپان تازی راهوار و شتران آراسته قطار قطار و خیمه و خرگاه و سراپرده و بارگاه بدست اقتدار سپاه نصرت شعار آمد،

و میرزا سلطان محمد را که زخمی گران رسیده بود گرفته پیش میرزا ابوالقاسم بابر آوردند، میرزا بابر زبان طعن کشاده گفت: بر من[۳] چه داشتی[۴] که آن نوبت آمده قصدِ خون و مالِ مسلمانان کردی و بآن نوع ویران شده بعراق رفتی، و بآن[۵] اکتفا ناکرده[۶] باز لشکر باین جانب آوردی، میرزا سلطان محمد گفت: ای برادرِ من کارِ[۷] ملک بی اینهای نشود[۸]، و بسعی جمعی لئام چنان پادشاهِ عالیمقام که در شجاعت و سخاوت نادرهٔ ایّام بود بقتل آمد[۹]، و مدتِ عمرِ او سی و چهار سال بود و زمانِ دولت او ده سال، پنج سال بطریقِ نیابت در زمانِ خاقانِ سعید و پنج سال باستقلال، و نعشِ او را در دار السلطنهٔ هراة بمدرسهٔ مهد علیا گوهرشاد آغا در گنبد خوابگاهِ پدرِ او میرزا بایسنغر دفن کردند بیت

بجاه ار چه بر آسمان تخت[۱۰] برد بجاه لحد عاقبت رخت برد

[۱] دولتشاه ص ۴۱۰ ام بعید حرام نمکی امراء را باعث شکست سلطان محمد قرار داده است، رک هم بآن موضع برای سبب نفور گشتن امراء میرزا از وی [۲] آ اک ب: جوهر دبجای جواهر، آ مثل متن [۳] حبیب السیر: از جانب ما چه واقع شد دبجای بر من چه داشتی) – آ ا ب اک، باد بجای بر [۴] آ آ ب ب، پسند دبجای اکتفا اک: بسند [۵] فقط در رک [۶] آ آ ب اک، نشود دبجای نمی شود [۷] برای بعض جزئیات واقعهٔ قتل میرزا سلطان محمد رک به حبیب السیر ۳: ۳۱، ۱۶۵ س ۲ [۸] فقط اک: رخت دبجای تخت

ویحیی[1] بن ثابت ابن بندار الوکیل وکان کاتباً سدیداً توفی یوم الاربعاء ثانی جمادی الآخرة سنة اربع عشرة وستمائة؛

۹۷۳ **مخلص الدین** ابو الخیر سلامة[2] بن ابراهیم الدمشقی المؤدب

کان ادیباً فاضلاً [قال[3]] یقال للقطعة من اللحم بضعة و قِذرة، ومن اللبن کثبة[4]، ومن التمر کُتْلة، ومن الکبد فِلْذة، ومن الحدید زُبرة، ومن الغزل کُبّة، ومن الشعر خُصلة، ومن القطن فِرصة، ومن الرمح قِصدة، ومن السوالِع قِصمة، ومن النار جذوة، ومن التراب حُثوة، ومن الجلود فِلْعة، ومن الارض شِقص وقطعة، ومن کل ما یکسر کسرة، ومن کلّ ما یشق شِقّة وقدقة؛

۹۷۴ **المخلص** ابو محمد شعیب بن احمد بن الحسن السلماسی[5] الصوفی قال ابو طاهر السِّلَفی: تفقه ببغداد علی الشیخ ابی اسحق ابراهیم بن علی بن یوسف الفیروزآبادی وکان کیّساً متودّداً کثیر الاسفار رأیته بالکرج، وکتبت عنه،۔

تودّد الی الناس عدلاً وزورا	ولا تحقرنّ علماً صغیرا
فانّ النبال تُبید الرجال	وانّ الذبابة تُؤذی البعیرا

۹۷۵ **المخلص** ابو محمد عبد الله بن صادق بن عبد الله بن سعید

---

[1] م سنة ۶۰۶ ھ ؛ شذرات (۵ : ۲۱۸) [2] لعله سلامة بن ابراهیم بن سلامة الحداد القبابی الدمشقی المتوفی سنة ۵۹۵ ھ ؛ شذرات (۴ : ۳۱۶) [3] انظر تفصیل القطع فی فقه اللغة للثعالبی (ص ۲۲۹ ـ ۲۳۰) [4] لم یذکرها الثعالبی

الانصاری النجّاری العدل العارض القاضی
ذکرہ محمّدُ بن عبد العظیم بن عبدِ القوی المنذری فی
کتابه الی ابن النجار، وقال سمع من ابی یعقوب یوسف بن
هبة اللهِ بن الطفیل وغیرہ، کتبت عنه وسألته عن
مولدہ فذکر انه وُلِدَ فی صفر سنة خمس وخمسین وخمسمائة
وتوفّی فی جمادی الاُولیٰ سنة احدیٰ واربعین وستمائة؛

۹۰۶ **مخلص الدین عبد الله** بن مسعود بن احمد بن الجصّاص
خرّج ثلاثیات مسند الامام محمد بن ادریس الشافعی فی
اربعین حدیثا رواها عنه علاء الدین ابو بکر بن عبد اللّهِ
الهاشمی الطوسی؛

۹۰۷ **المخلص** ابو محمد **عبد المنعم** بن سعید بن علی بن عبد
اللطیف بن زُریق الحَلَبی الادیب
ذکرہ شیخنا تاج الدین ابو طالب، وقال: کان ادیبًا فاضلا،
وصحبته فی طریق الحج وحمدت صُحبته؛ قال: وانشدنی
من شعرہ:-

وأهیف کم من مبتلی فیه قد بلی	له جمل من حسنه لم تفصّل
ولکن له عذر الملوک وضجرة	تُکدّر من صفو الهوی کلّ منهل
اذا قلت صِلنی صدّ او جئت خاضعًا	اُسارقه من اسفل جا من عَل
صبرت علیه مرّة بعد مرّة	وقلت الهوی یومان یوم له ولی
فلم تک الامدّة قد اذابه	وعزّته قد بُدّلت بتذلل
ولحیته قد البست حسن خدّہ	ظلام دُجی لیلٍ من الشعر الیَلِ

۹۷۸ **المخلص** ابو عمرو عثمان بن احمد بن محمد الفرائی[۱]
المؤدب

کان ادیبا ظریفا، انشد:۔

انا من لا یداوی الشداء الا بالنجاح
لا تداوی علة الانعاظ الا بالنکاح

۹۷۹ **المخلص** ابو الفتح علی بن الحسین المصری الشاعر

قرأت بخط الحافظ محب الدین ابن النجار:۔ انشدنا ذاکر بن کامل قال انشدنا هبة الله بن محمد بن بدیع انشدنی المخلص ابو الفتح علی بن الحسین المصری بهمذان لنفسه:۔

لحی عمان اکله کلب واتی من کلب لذو انف
والکلب اطیب منه نکهة واذا قایسته بحفاظ الکلب لیس یفی

۹۸۰ **المخلص** ابو الحسین عمر بن یحیی بن خلف القیروانی الفقیه

روی عن عبد الجلیل الصقلی[؟] روی عنه ابو طاهر احمد بن محمد السلفی، وقرأت بخطه ایضا:۔

لا تطلب الحسن ان الحسن آفته الا یزال طوال الدهر مطلوبا
ولن تصادف یوما لؤلؤا حسنا بین اللآلی الا کان مثقوبا

۹۸۱ **المخلص** ابو نصر فتح بن یوسف بن عثمان بن احمد الحلبی
الادیب انشد:۔

وصل الکتاب فمرحبا بوصوله فنفی هموم القلب عند حلوله
وقرأته فوجدت فیه فصاحة تزری علی قس لحسن فصوله

---

[۱] سنہ ۹۱ھ؛ شذرات ۳/۳۰۶

واشتقت كابته فصار مصون ما ۔۔۔ ء العين حين قرأت من مبذولہ

٩٨٢ مخلص الدين ابو الروح فرج بن عبد الله بن خلف الخوئی[1] الفقیہ الرئیس

تفقه ببغداد على الشيخ ابی اسحاق ابراهیم بن علی الفیروزآبادی ورجع الى بلده وبنى مدرسة بخوی يدرس فيها، وكان رئيساً فاضلاً، ذكره ابو سعد السمعانی فی کتاب المذیل ما

٩٨٣ مخلص الدولة قايماز بن عبد الله المصری الامیر

كان من الأمراء المشتهرين بالفروسية وله تطلع الى اهل الخير والصلاح مفضلاً عليهم كثير التلفت عليهم ؛

٩٨٤ المخلص ابو علی مظفر[2] كاتب بن علی بن احمد الفارقی الصوفی

كان من اهل التصوف والعلم والادب، وكان كثير الفوائد من ذلك

انت للاسلام قلب ثابت ۔۔۔ ولسان مرهف العزم وفم

ليس الا فی المعالی والثنا ۔۔۔ والايادی للتح والافضال هم

٩٨٥ مخلص الدين مظفر[3] ابو الليث كثير بن ابراهيم بن احمد بن عبد الله المراغی الفقیہ

قرأت بخطه قال :- كانت المشائخ من اهل الادب يتحالفون بالطلاق انهم لم يعلموا ادب من هذه الابيات :-

كن للمكاره بالعزاء مقطعاً ۔۔۔ فلرب يوم لا ترى ما تكره

ولربما استتر الفتى فتنافست ۔۔۔ فيه العيون وانه لمموه

---

[1] بضم الخاء المنقوطة وفتح الواو وتشديد الياء المنقوطة باثنتين من تحتها نسبة الى خوی وهی احدى بلاد آذربيجان ؛ انساب رص ۲۰۲)

[2] و [3] كذا بهامش الاصل ؛

ولربما ابتسم الوقور من الاذى — وضميره من حره يتأوه
ولربما خزن الكريم لسانه — حذر الجواب وانه لمفوه

٩٨٦ **مخلص الدين** ابوعبدالله **محمد** بن احمد بن الجراح المقدسي ثم الصنعاني الفقيه الصوفي

ذكره تاج الاسلام ابوسعد السمعاني في كتابه، وقال: كان فقيها صالحًا عفيفا خيّرًا؛ وهو من اهل بلخ قدم بغداد حاجًّا، وآخر امره انه قدم مرو ورأيته بها، سمع الرئيس اباسعيد اسعد بن محمد بن ظهير الدادي ومن جماعة. ولم يتفق لي السماع منه وكتب لي الاجازة؛ قال: وجاور بمكة وبها مات في ذي الحجة سنة خمسين وخمسمائة؛

٩٨٧ **المخلص** ابوسعد **محمد** بن اسعد الزنجاني الاديب

كان اديبًا عالمًا فاضلاً، انشد:-

لوكنت بالشام قدمًا والعراق معًا — اغنيت بالرأي عن صفين والجمل
دامت مراسمك العلياء نافذة — شرقًا وغربًا وفي سهل وفي جبل

٩٨٨ **مخلص الدين** ابوبكر **محمد** بن ابي بكر بن عبدالقدوس الخلخالي الكاتب

ومن كلامه في تقليد:- وأمره باقتفاء الآثار الواردة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم صحيحة روايتها واسنادها متحلية بقلائد الصدق تراتب رواتها واجيادها متبعًا و امرها نازلاً على آثارها آخذًا ما أتاه صلى الله عليه وسلم ومنتهيًا عند نهيها وامرها في ترجمان الكتاب وعيبته

مکارم الاخلاق والآداب؛

۹۸۹ **المخلص** ابو علی محمد بن حامد بن الجزاح الصنعانی الصوفی

کان من الصوفیة الظراف، حافظا لمحاسن الاشعار؛

قل للوضیع ابی ریاش لا تبل　　تِه کل تیه بالولایة والعمل

ما ازددت حین ولیت الا خسة　　کالکلب انجس ما یکون اذا اغتسل

۹۹۰ **مخلص الدین** ابو بکر محمد بن حماد بن علی الحلبی

سمع صحیح الامام ابی عبد الله محمد بن اسمعیل البخاری علی الشیخ ابی جعفر محمد بن هبة الله بن المکرم الصوفی البغدادی عن ابی الوقت عبد الاول بن عیسی السجزی الصوفی بسنده فی مجالس آخرها یوم الثلثاء خامس جمادی الاولی سنة عشرین وستمائة باربل؛

۹۹۱ **المخلص** ابو جعفر محمد بن سعد الله بن علی القهستانی الحاجب

کان حاجبا فطنا کاتبا حاسبا ذکیا عالما ومن الابیات التی استشهد بها :-

جمعت المعالی والمحاسن کلها　　وقال الٰہ الناس عین کمالکا

۹۹۲ **المخلص** ابو الفخر محمد بن عاصم الطغرائی

هو ابن اخت ابی اسمعیل الخراسانی المؤدب کاتب الانشاء کان شیخا مطبوعا کاتبا کثیر الفوائد شدید الاقتناص للمعانی الشوارد، رأیت بخطه مجموعة تحتوی علی فوائد ادبیة، وکتب الی بعض الامراء

لہ (م سنة ۶۲۱ھ) شذرات ۵: ۹۲۔ لہ (م سنة ۵۵۳ھ) شذرات م: ۱۶۶

عفا اللہ عن ھذا الزمان فانہ   زمان عقوق لا زمان حقوق
فکل رفیق فیہ غیر موافق   وکل صدیق فیہ غیر صدوق

۹۹۳ **مخلص الدین** ابو سعد **محمد** بن عبد اللطیف بن یونس الکابلی القاضی

کان من الفقہاء الادباء، قرأت بخطہ :-

اصبر فان الصبر تتلو کربہ   سیعقب الصبر ما تشتہیہ
کم آمل امرا وقد فاتہ   فلم ینل بالسعی ما یرتجیہ
فکن علی الصبر صبورا لعسی   یتبع الصبر بخیر یلیہ
فکم عسیر عز فی عسرہ   ھونہ الرحمن بالیسر فیہ

۹۹۴ **المخلص** ابو جعفر **محمد** بن علی الحلبی المحتسب

کان فقیہا عالما بالفقہ والاحتساب، لا تأخذہ فی اللہ لومۃ لائم وکان مع ذلک ظریفا، روی عن عبد الملک[1] بن مروان انہ قال لعدی بن الرقاع[2]، ای الشراب اطیب عندکم؟ قال: الخمر! فقال: یا عدو نفسہ لئن لم تنصح عن نفسک لاحدنک فقال: رأیت من احلت لہ من الامم لا یقدم علیہا غیرہا ومن حرمت [علیہ] لا یصبر عنہا وسمعت اللہ یقول: "وَاَنْھٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ"[3] فقال لہ عبد الملک: اولی لک!

۹۹۵ **المخلص** ابو بکر **محمد** بن ابی سعید فارس بن عبد الحمید بن احمد بن سعید الکفرطابی الشاعر الادیب

---

[1] الخلیفۃ الاموی (۲۰-۸۶ھ) [2] توفی قریبا من سنۃ ۹۵ ھ؛ اغانی ۸: ۱۷۲-۱۸۴، اعلام ۲: ۹۳۵ [3] القرآن الکریم سورۃ محمد (۴۷) الآیۃ (۱۵)

ذکرہ ابن الشعار فی ترجمۃ والدہ، وقال: اقام بمیّافارقین فی خدمۃ الملک المنصور محمد بن عمر بن شاهنشاہ، روی شعرہ عنہ ولدہ مخلص الدین ابوبکر محمد، وقال: کان والدی عدلاً من عدول حماۃ؛ ومات بها فی شوّال سنۃ ستّ عشرۃ وستّمائۃ، ومن شعرہ فی غلام یلعب بالقانون فی یوم کسر[1] الخلیج:-

یا عابث والحب شائق | اسعافُ ذوی الوِداد لائقُ
افدیك لقد ملأ قلبی | من طیبِ سماعك الموافقُ
قانونك ناحلٌ کجسمی | والضرب ضوارب الخوافقُ
والزیر زفیرہ کشکوی | والبمّ کعاشقٍ مفارقُ
شبهت یدیك والمداوی | حباً عنّنا وقلب وامقُ

۹۹۲ **مخلص الدین ابوبکر محمد بن محمود بن یوسف الفارقی الخطیب**

کان خطیباً بارعاً، قال: لما بعث اللهُ موسی علیه السلام الی فرعون بابلاغ رسالته ذکر الحبسۃ والعقدۃ التی کانت فی لسانه، فقال: رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی[2] الآیات، قال: وَأَخِی هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّی لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْءًا[3] یُصَدِّقُنِی، فقال قَدْ أُوتِیتَ سُؤْلَكَ یَا مُوسَیٰ.[4] فحلّت تلك العقدۃ وزالت الحبسۃ؛

---

[1] یوم کسر الخلیج یوم نزهۃ کان الفاطمیون بمصر یتفرجون فیه وله شأن. انظر التفصیل عنه کتاب الخطط للمقریزی (۱: ۴۷۲ - ۴۷۵) (مطبعۃ النیل ۱۳۲۴ھ) [2] سورہ طٰہٰ (۲۰) الآیۃ ۲۵ [3] سورۃ القصص (۲۸) الآیۃ ۳۴ [4] سورہ طٰہٰ (۲۰) الآیۃ ۳۶

۹۹۷ **المخلص** ابو عبد الله **محمد** بن المخلص[1] معمر بن عبد
الواحد بن فاخر القرشی الاصبهانی الفقیہ الادیب
کان من المحدثین الثقات والعلماء الاثبات، املا باصفہان
واستفاد من الافاضل والمحدثین، روی عن الاستاذ السعید
عز الدین یحیی بن سعید بن الحسین وغیرہ؛

۹۹۸ **مخلص الدین** ذخر الدولة ابو المتوج **مقلد** بن علی بن
منقذ بن نصر الکنانی الشیزری الامیر الادیب
ذکرہ کمال الدین ابن الشعار فی کتاب تحفة الوزراء، وقال
کان مخلص الدین ذخر الدولة صاحب کفرطاب، سمع ابا النجم
الدکانی، واخذ عنه ابو محمد بن سنان الخفاجی الحلبی، و
کان فارسًا شجاعًا ادیبًا فاضلًا، وله اشعار کثیرة منها قوله :-

اقول لهم والکاس یشرق نورها ۔۔۔ شعاعًا کمثل النار فی کف قادح
خذ واللذة الایام قبل انصرامها ۔۔۔ فما الناس الا بین غادٍ ورائح

توفی بحلب فی شهر ربیع الاول سنة خمس واربعمائة وحمل الی
کفرطاب فدفن بها۔ ذکرہ فی الذال وسنذکر اتمها الجامعة
فی کتاب الذال ان شاء الله تعالی؛

۹۹۹ **مخلص الدین** ابو منصور **یلتکین** بن قراتکین بن
عبد الله الفضلوی المصری التاجر
ذکرہ الحافظ ابو طاهر السلفی، وقال: کان ابوہ من اتراک
مصر یعرف بابن البوقی، روی عن ابی العباس احمد بن
ابراهیم بن احمد الرازی، قال، وتوفی سنة اثنتی عشرة وخمسمائة؛

---

[1] [illegible]

١٠٠٠) **المخلص** ابو الفضل **يونس** بن ابی بکر بن بندار السبتی[١] الادیب

کان ادیباً فاضلاً عارفاً بفنون الادب، انشد :-

یا مُعیرَ الغصنِ الِلنا ... ضرِ فی الروضۃ قدّہ
ومعیرَ الراحِ ریحاً ... ومعیرَ الورد خدّہ
ھل جمیل بجمیل الـ ... ـوجہ ان یقتل عبدہ
وملیح من ملیح الـ ... ـقدّ ان یخلف وعدہ

المیمُ والدّالُ وما یَثْلُثُھُما

١٠٠١) **المدّبّج** وقیل لہ الدیباجُ ایضاً - **محمّد** بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان بن ابی العاص بن اُمیۃ بن عبد شمس

١٠٠٢) **المدّثّر** ابو القاسم **محمد** بن عبد اللہ بن عبد المُطّلب الھاشمی النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلّم

ومن القاب النبیّ صَلّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، المدّثّر، قال اللہ عزّ وجل: یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ . فی حدیث جابر بن عبد اللہ[٢] قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وھو یحدِّث عن فترۃ الوحی فقال فی حدیثہ فبینا انا امشی اذ سمعت صوتاً من السماءِ فرفعت رأسی فاذا الملک الّذی جاءنی بحراء جالساً علی کرسیّ بین السماء والارض

---

[١] ذکرہ الزبیدی فی تاج العروس (١: ٣٧٤)، ولقبہ الدیباج فقط وذکرہ ابن قتیبۃ فی کتاب المعارف (ص ٨٥ طبع مصر) والطبری فی تاریخہ (٣: ١٧٣ یا بعد)، توفی شہید علی ید بن المنصور سنۃ ١٤٢ھ

[٢] م ٧٨ھ، روی لہ البخاری ١٥٤٠ حدیثا۔ الاصابۃ ١: ٢١٣، تہذیب التہذیب ٢: ١٠٣٩

قال رسولُ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلّم فخشيتُ منه فرقًا فرجعتُ فقلت، زمّلوني زمّلوني، فدثّروني، فانزل الله تعالى، يا ايّها المدّثر، قم فانذر، وربّك فكبّر، وثيابك فطهّر، والرّجز فاهجر،[1] وهي الاوثان، قال، ثمّ تتابع الوحيُ، وفي حديث يحيى[2] بن كثير سألتُ اباسلمة، اىّ القرآن نزل اوّل؟ قال، قوله تعالى يا ايّها المدّثر قم فانذر،

(۱۰۰۳) **المدّثّر ابو الحسن عليّ بن محمّد العويد بن عليّ العلويّ المحمّديّ**

النسّابة ابو الحسن عليّ بن محمّد[3] العُويد بن عليّ بن عبد الله رأس المدّدي[4] جعفر الثاني بن عبد الله بن جعفر الاوّل بن المهلّبي ابي القاسم محمّد ابن الحنفيّة ابن عليّ بن ابي طالب ابن عبد المطّلب الهاشميُّ المحمّديُّ، ذكرهُ شيخُنا النسّابة جمال الدين ابو الفضل ابن المحصّنا في مشجرهٖ،

(۱۰۰۴) **المدّثّر ابو محمّد عليّ بن محمّد بن عليّ بن احمد بن عبد الله القرمطيُّ الخارجيُّ**

قال ابو بكر محمّد[5] بن يحيى الصولي: هو ابن عمّ احمد[6] بن عبد

---

[1] القرآن الكريم سورة المدّثّر (۷۴) الاية (۱-۵) [2] م ۱۲۹ ھ: الشذرات (۱: ۱۷۶)

[3] انظر عمدة الطالب (ص ۳۲۰) [4] في عمدة الطالب: المذدي، بالذال المعجمة

[5] م ۳۳۶ ھ انظر ترجمته في الوفيات (۱: ۵۰۸ بما بعدها) وبروکلمن (۱: ۱۴۳) مع ذيله (۱: ۲۱۸-۲۱۹) والمصادر التي ذكرها [6] ذكره الطبري باسم الحسين بن زكرويه صاحب الشامة ولم اجد اسمه الذي ذكره المصنف الا ما ذكره صاحب المقالة على القرامطة في دائرة المعارف الاسلامية فانه ذكر انه تسمّى بعد قيامه بالدعوة باسم ابي عبد الله احمد، انظر اخبارهم في الطبري (۳: ۲۲۳۶ بما بعدها) ودائرة المعارف الاسلامية (۲: ۷۶۷ بما بعدها)

الله القرمطی الملقّب بالمهدی المعروف بصاحب الخال و
علی بن عبد الله الملقّب بالهادی فلما اُخذ المهدیُّ اسیرًا
بموضع یُعرف بالدالیة بناحیة الرَحبة اسیرًا اُخذ ابن عمّ
له یقال له المدثّر کان قد رشّحه للامر بعده وذلك فی
المحرّم [سنة] احدی وتسعین ومأتین فی خلافة المکتفی
وبنیت له دکّة بالمصلّی حمل علیها هو واصحابه فقُتلوا؛

(١٠٠٥) مُدرج الریح قیس[1] بن . . . . . . الشیبانی الشاعر
ذکره مجدُ الدین اسعد بن ابراهیم النشّابی، وقال: هذا
اللّقب عُرف به ببیت قاله وهو

اعرفتَ رسمًا من سمیّةَ باللّوی

ثم ارتجّ علیه سنة؛ وکان قد دفن فی بعض المنازل التی
کان نزلها خبیئةً فامر جاریةً له کانت عَرَفت المکان ان
تمضی وتأتیه بالخبیئة فمضت فلم تجد اثرا، فلمّا اتته
قال لها: هل وجدت اثر منزلنا، قالت:۔

درجت علیه الریح بعدك فاستوی

فتمّم بیته بقولها، فسمّی مدرج الریح؛

(١٠٠٦) مدرك النیرات النصوص ابوجعفر عبد الله بن محمد

---

[1] کذا بالاصل بتسمیته قیسًا وبیاض فی موضع ذکر ابیه وما ذکره صاحب الاغانی والزبیدی یخالفه فی تسمیته فانهما سمیاه عامر بن المجنون، علا ان صاحب الاغانی قد خالفه فی سبب تسمیته بمدرج الریح ایضًا فذکر قصّةً فی جنّة جنّیة ثم ذکر شعرًا فیها فکان سببًا لتسمیته بمدرج الریح. راجع الاغانی (٣: ١٤. وتاج العروس (٢: ٣٢

بن علی بن عبد الله بن العباس الهاشمی الخلیفة،
ذکرہ ابو نعیم الحافظ فی تاریخ اصفہان[1] [وقال:] کان یقال للمنصور عبد الله الطویل، قدم اصفہان مع عبد الله[2] بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب، قال: و سمعت ابا بکر الجعابی [یقول:][3] کان المنصور فی ایام ابیہ یلقب مدرک التراث.[4] انتہ البیعة بمکة فصار الی الکوفة فصلی بالناس وخطبہم، و ولد[5] المنصور اسمر نحیفا و ولد المنصور یوم مات الحجاج بن یوسف سنہ خمس وتسعین

(۱۰۰۷) **مدرۃ قریش** ابو محمد عبد اللہ[6] بن مصعب بن ثابت بن عبد اللہ بن الزبیر بن العوام الاسدی القرشی الخطیب ذکرہ ابو بکر محمد بن یحیی الصولی. قال: لما ولی الرشید بن المہدی الخلافة دخل عبد اللہ بن مصعب فہنا ثم انشا:

رفعت عن الدنیا المنی بعد ملکہ فما ارتقب الدنیا ولا استزیدہا

فقال لہ الرشید: ہذا یا عبد اللہ عندک فکیف ترانا عند غیرک؟ فقال لہ: انت واللہ عند غیری کما قلت فیک

کنت اری ان ما لقیت من الـ ـشعر حة لم یلق مثلہا احد

حتی رأیت العباد کلہم قد وجدوا من ہوالک ما اجد

---

[1] ۲: ۳۳ - و فی الروایة حذف کثیر واثبات ونزر من التبدیل؛ [2] توفی سنة ۱۳۱ھ فی حبس ابی مسلم صاحب الدولة بخراسان. تاریخ اصفہان (۲: ۴۲) والشذرات (۱: ۲۰۸) [3] زیادة من تاریخ اصفہان؛ [4] فی تاریخ اصفہان: التراث، وعلایة المصنف اقرب الی الصواب؛ [5] زیادة علی مقال ابی نعیم؛ [6] لم اقف بعد علی من ذکر لقبہ؛ واخبارہ مبسوطة فی الاغانی (۲۰: ۱۸۰-۱۸۲) والطبقات لابن سعد (۵: ۳۲۲)

فقال له الرشید : لِلّٰه دَرُّكَ یا عبدَ اللّٰهِ لقد امتعنی اللّٰه بکل ما اھواہ فیك وجمیع ما اُریدُہ منك !

(۱۰۰۸) المِدْرَہ ابوطاھر محمّد بن الخطیب ابی یحیی عبد الرحیم[1] بن محمد بن اسمعیل بن نُباتة الحُذاقی الفارقی الخطیب کان مفلقا شاعرًا خطیبا مصقعًا لقب المدرہ لفصاحته وبلاغة لسانه وحسن منطقه فی الخطابة، یقال : انھم من ذرّیة الاصبع بن الاشجع خادم علیّ علیه السّلام !

(۱۰۰۹) مِدْرَہ الخصم ھشام بن المغیرة بن عمر بن مخزوم المخزومی القرشی الرئیس

قال کان ابن[2] ابی داؤد اذا صلّی رفع یدہ الی السماء و خاطب ربّه وقال :-

ما انت بالسبب الضعیف وانما ۔۔۔ تُرجیَ الامور بقوة الاسباب

والیوم حاجتنا الیك وانما ۔۔۔ یُدعیَ الطبیبُ لشدة الاوصاب

المیمُ والذال وما یَثلثُھما

(۱۰۱۰) المُذَکِّر ابوالقاسم محمّد بن عبد اللّٰه بن عبد المُطّلب الھاشمیّ النبیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ومن القاب النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلم المُذکِّرُ، قال اللّٰه تعالیٰ وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ[3]؛ وفی روایة

---

[1] ھو الخطیب ابن نباتة الفارقی المتوفی سنة ۳۷۴ ھ؛ اخبارہ متبثة فی الوفیات (۱ : ۲۸۳-۲۸۴) ولم اقف لابنه محمد علی ذکر [2] ھو القاضی احمد بن ابی داؤد فرج بن جریر القاضی الشاعر المتوفی سنة ۲۴۰ ھ له اخبار طویلة فی الوفیات (۱ : ۲۲-۲۶) [3] سورة الذاریات (۵۱)، آیت (۵۵)

ابن عباس؛ واللہِ ثم واللہِ ماخلق اللہُ بحرًا ولا برًّا ولا ذرا نفسًا اکرمَ من محمدٍ صلی اللہُ علیہ؛ وماسمعناہ اقسم بحیاۃ احدٍ غیرہٖ حیث قال عزّ ذکرہٗ لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ[1] یعنی وحیاتِکَ یا محمد؛ وقال بعض السلف: انما جعل اللہ النبیّ اولیٰ من انفسھم لانَّ النفسَ امّارۃٌ بالسوءِ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یامرُ الا بما فیہ صلاحُ الدارین؛ وقال عمرُ بن عبد العزیز: من کرامۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ اَخْبَرَہٗ بالعفوِ قبل ان اخبرہ بالذنب فقال: عَفَا اللہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ[2]؛ وقال فی قولہ تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ[3]؛ قالوا: ستُذکَر حیثُ اُذکر وکفی بہ شرفًا وفخرًا؛

(۱۰۱۱) **المذکور ابو الحمد محمود بن علی بن ابی بکر بن ابی الفتح العراقی الواعظ** انشد لابی اسماعیل احمد بن حمزۃ بن محمد الھروی شیخ المتصوفۃ بھراۃ:-

یُعَیِّرُنِی قومی علی الملبسِ الدّون
وما انا فیما قد لبستُ بمجنون
لبستُ ثیابَ العزِّ من تحتِ ذلّۃٍ
وقلت لنفسی عندھا ربّۃ کونی
اذا کنت مولیً للقناعۃ مالکًا
فانّ ملوکَ الارضِ کلّھمُ دونی

(۱۰۱۲) **المذکور حسام الملوک ابو قتل انوشتکین بن عبد اللہ الحکلی الامیر**

---

[1] سورۃ الحجر (۱۵) الآیۃ ۷۲۔ [2] سورۃ التوبۃ (۹) آیۃ ۴۳۔ [3] سورۃ الم نشرح (۹۴) آیۃ ۴؛

ذکرہ الرئیس ابو الحسین بن الصابی فی تاریخہ، وقال: لما ورد الخبر الی اطراف العراق وامتدوا الی حلوان کتب الوزیر الی ملک الملوک ابی کالیجار المرزبان بن سلطان الدولۃ بصورۃ الحال واشار بالمسیر الی الدسکرۃ فانھضوا من بینھم الاصفھسالار المذکور حسام الملک عز الجیوش ابا مقاتل والنجیب شرف الملک زین الجیوش ابا الفوارس لثقتھم بھما وضموا الیھما الاستاذ ابا سعد صاحب البرید لانہ خبیر بکل ما یجب و عارف بما تقرر؛

(۱۰۱۳) **المُذْهَب** ابو الفضل العبّاس[1] بن محمّد بن عبد اللہ بن العبّاس الہاشمی السخی

ذکرہ ابو عُبید القسم بن سلّام فی کتاب الانساب، قال:- فولد عبیدُ اللہ بن العبّاس [العبّاس][2] لا عقب لہ وعبیدا وعُبیدَ اللہ والفضل ومحمّدا فولد محمّدُ بن عبد اللہ العبّاسَ و ھو المُذھَب[3] کان اجمل الناس واسخاھم واُمّہ ام ابرٰھیم بنت المِسْوَر بن مَخْرَمَۃ لا عقب لہ والمُذھب ھو الذی مدحہ الاخطلُ فقضی عن الاخطلِ الفَ دینارٍ، ورکب فرسًا فصرعہ فمات، لا عقب لہ؛

(۱۰۱۴) **المذہّب** میمون بن عبد اللہ الرومی الفارس

---

[1] (۱۵۸-۲۴۱ھ) شذرات ۲: ۱۲۱؛ اعلام ۲: ۲۷۴ [2] زدناہ علی الاصل تتمیما للعبارۃ بعد مراجعۃ واستغنیت (۲۳-۲۸) [3] وقال ابن درید: ان المُذھب ھو قثم بن العباس (الاشتقاق-۲۳) [4] ۹۰۴ھ- اعلام ۲: ۲۴۳)

قرأت فی تاریخ نیسابور، قال: کان آخر قتال قاتل فیه الحرایش[1] عبد اللہ بن خازم بخراسان بمکان یقال لہ قصر الملح بالقرب من نیسابور فوقف وقد تفرق عامۃ اصحابہ عنہ، فلما لقیہم عبد اللہ بن خازم قال الحرایش للذین معہ من طاب منکم نفسًا ان یقاتل حتی یموت فلیقم معی ومن کرہ ذلک فلینصرف، و جاء الحرایش حتی انتہی الی خربۃ فنصب علیہا ارماحًا ثم جاء مقبلا کانہ طلیعۃ ذلک العسکر فتلقاہ ابن خازم ومعہ مولی کان یلقب بالمذہب لان جمیع سلاحہ کان مذہبًا واسمہ میمون وکان قد نذر ان رأی الحرایش لیضربنہ ضربۃ بالسیف، فقال بعض من کان مع ابن خازم یا میمون ہذا واللہ الحرایش فضربہ فلم یفعل شیئًا وقطع الحرایش عودًا من شجر العناب ثقیلا وضربہ بہ فوقع صریعًا، وشد علی ابن خازم فہرب عنہ ثم تصالحا؛

المیم والراء وما یثلثہما

(۱۰۱۵) **مرتبی الایتام** ابو البر جعفر بن الحسن بن علوان البغدادی الصوفی

ذکرہ ابن النجار فی تاریخہ، وقال: سمع احمد بن ابی غالب بن الطلایۃ، وروی لنا عنہ عبد اللہ بن احمد النجار فی

---

[1] ہو الحرایش بن ہلال الضبی الشاعر لہ وقعات مع عبد اللہ بن خازم المتوفی سنۃ ۷۲ھ، انظر اخبارہما فی الطبری (السلسلۃ الثانیۃ بحسب الفہرس) و اخبار ابن خازم خاصۃ فی تہذیب التہذیب (۵: ۱۹۴) ط ۱، بیروت،

مشیخته، وذکرلنا انه کان شیخا صالحا یجمع الصدقات ویکسو بها الایتام ولُقب بذلک السبب مربی الایتام؛ ومن کلامه فی دعائه:۔ اللّٰهم انی اعوذبک من حاجة الا الیک ومن خوف الا منک ومن طمع الا فیما عندک؛

(۱۰۱۶) **مرتضی الدولة** شمس الملک ابواسحاق **ابراهیم** بن مسعود بن علی الدسکری الحاجب

ذکرہ ابن الدبیثی فی تاریخه، وقال: کان احد الحُجّاب بالدیوان وکان متدیّنا یصحب الصالحین، ویخالط اهل الخیر ومدحه مهذّب الدین ابوعلی ابن الخشکری بقصیدة اولها:۔

خلّ الملام فان لومک لوم ... قد سلّنی ظلما ولام ظلوم
بدأت بلا اذ قلت منّی باللقا ... خودٌ هواها فی الفؤاد مقیم
وبوجهها نعم ثلثة احرف ... بؤسٌ بها لا فی الهوی ونعیم
النونُ حاجبها الازجّ معرّقا ... والعین مقلتها وفوها المیم
سُحقا لمن یأبی شمائل حازها ... شرفا ابواسحٰق ابراهیم

وکانت وفاته سنة اثنتین وتسعین وخمسمائة؛

(۱۰۱۷) **المرتضی** ابواحمد **ابراهیم**[1] بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمّد العلویّ العابد

کان من العُبّاد الزهّاد العلماء الافراد کان یترنّم دائما بهذه الابیات:۔

لا تغبطنّ اذا الدنیا تزخرفها ... ولا للذّة وقت عجّلت فرحا
فالدهر اسرع شیء فی تقلّبه ... وفعله بیّنٌ للخلق قد وضحا

---

[1] انظر بعضا من احواله فی عمدة الطالب (ص ۱۸۷)

كم شارب عسلا فيه منيته ‏ ‏ ‏ وكم تقلد سيفا من به ذبحا

(١٠١٨) **المرتضى** ابو الفتح أسامة بن ابى عبد الله احمد بن ابى الحسن علىّ العلوىّ النقيب

ذكره الحافظ محب الدين محمد بن النجار فى تاريخه، وقال: وَلِي النقابة على العلويين ببغداد فى شهر رجب سنة ثلاث وخمسين واربعمائة، ولُقِّب بالمرتضى فاقام فى النقابة الى [سنة] ست وخمسين واستعفى منها، وسأل ان يُجعل مكانه زوج اُخته ابو الغنائم[له] المعمر فاجيب الى ذلك وعاد المرتضى الى الكوفة، واقام بمشهد الامام علىّ بن ابى طالب عليه السلام الى ان ادركه اجله به فى شهر رجب سنة اثنتين وسبعين واربعمائة، ذكره ابو الحسن ابن الهمذانى، وكان اُسامة المرتضى من افاضل النقباء ولم يبلغ الخمسين من عُمره؛

(١٠١٩) **المرتضى** ابو عبد الله الحسين[له] بن علىّ بن الحسن بن الحسن بن الحسن بن علىّ بن ابى طالب الهاشمى صاحب فخ

ذكره ابو زيد عمر[له] بن شبة النُميرى فى كتاب امراء المدينة،

له ر: ابا؛ [له] قتل مع جماعة من اصحابه بفخ وهو واد بمكة؛ انظر شرح الوقعة فى الطبرى (٣: ٥٥١ بما بعدها) وقد الم بها ياقوت فى معجم البلدان (مادة فخ) والداودى فى عمدة الطالب (ص ٦١) الماءة؛ [له] (١٧٣-٢٦٢ هـ) له تصانيف منها امراء الكوفة وامراء البصرة وامراء المدينة وامراء مكة وكتاب السلطان ومقتل عثمان والشعر والشعراء والاغانى واخبار المنصور واشعار الشراة ذكره ابن خلكان فى الوفيات (١: ٣٧٨) والزركلى فى الاعلام (٢: ١٥٥) وابن العماد فى الشذرات (٢: ١٤٦) والحموى فى معجم الادباء (١٦: ٦٠)

وقال كان خروجه في منتصف ذي القعدة سنة تسع وستين
ومائة في ايام الهادي بن المهدي فاقام بالمدينة بمسجد رسول
الله صلى الله عليه وسلم احدى عشرة ليلة وكان سبب
خروجه انهم كانوا قد اجتمعوا على شراب فضربهم امير
المدينة وحبسهم واجتمعوا وخرجوا وتلقب الحسين
بالمرتضى وجرت بينهم حروب وقتل الحسين بفخ
يوم التروية واكثر من كان معه؛

(۱۰۲۰) **المرتضى** الرضا ابو الفتح **حيدرة** بن المعمر بن عبيد الله
الحسيني العبيدلي النقيب

ذكره تاج الاسلام السمعاني في كتاب المذيل، وقال: رأيت
عند ابن اخيه ابي الحسين عبيد الله بن الطاهر مصحفًا
بخطه المليح، وكان راغبًا في الخير واهله، وسمعت ابا الحسن
علي بن احمد بن مكي البزاز بالنهروان يقول: توفي النقيب
في العشرين من جمادى الآخرة سنة اثنتين وخمسمائة
ودفن بمقابر قريش عند امه واخيه؛

(۱۰۲۱) **المرتضى** ابو العباس **الخضر** بن محمد بن علي النيسابوري
الاصل ثم الجزري

كان قد سمع الحديث من ابي الحسن علي بن عساكر البطائحي
وكان عارفًا بتعبير الرؤيا توفي في ذي الحجة سنة خمسين وستمائة؛

(۱۰۲۲) **المرتضى** ابو محمد **عبد الله** بن القاسم بن المظفر
ابن الشهرزوري الموصلي القاضي الواعظ

ذکرہ یاقوت الحموی فی کتاب معجم الشعراء[1]، وقال، کان المرتضیٰ یعظ ویحکم وینثر وینظم ولہ رسالۃ سلک فیہا مسلک الحقیقۃ وطریق اہل الطریقۃ وذکر فیہا اشعارا من نظمہ فیہا۔

اھوی ھواہ ولبعدی عنہ بغیتہ
والبعد قد صار لی فی حبہ اربا
فمن رأی دنفا صبا اخا شجن
ینأی اذا حبہ من ارضہ قربا

ولہ فی الشمعۃ:۔

نادیتھا ودموعھا تحکی سوابق عبرتی
والنار من زفراتھا تحکی تلھب زفرتی
ماذا التعجب والحریق فاعربت عن قصتی
قالت فجعت بمن ھویت فحننتی من مھجتی[2]
بالنار فرق بیننا وبہ افرق جملتی

توفی سنۃ احدی وعشرین وستمائۃ؛

۱۰۲۳۔ **المرتضٰی** السفاح ابوالعباس **عبداللہ** بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس الھاشمی الخلیفۃ بالعراق تقدم ذکرہ فی کتاب السین، ذکرہ الخطیب فی تاریخہ[3] وقال۔ بویع لہ بالکوفۃ یوم الجمعۃ لاربع عشرۃ لیلۃ خلت من

---

[1] الظاھر انہ غیر کتاب معجم الادباء ذکرہ صاحب الوفیات ایضا بھذا الاسم؛

[2] الظاھر؛ ۲۱۰: ۴/۲ ا: لحیتی؛ والتصحیح عن القیاس؛ [3] ج ۱۰ ص ۴۶ - ۵۳ وما ذکرہ المصنف نزر من بیان الخطیب مع ما فیہ من بعض الاختلاف فلیراجع التاریخ؛

شهر ربیع الاول سنة اثنتین وثلثین ومائة وبایع ابو
العبّاس لاخیه ابی جعفر ولعیسی بن موسی بن محمد بن علی
بعده، ومات بالانبار لاثنتی عشرة خلت من ذی الحجّة
سنة ستّ وثلاثین ومائة، وکان عمره ثلاثا وثلاثین
سنة ومدّة خلافته اربع سنین وثمانیة اشهر ویومان،
ومن شعره[1] لمّا حضره الطبیب فی علّته التی مات فیها:-

انظر الی ضعف الحرا   کِ وذُلِه بعد السکون
ینبیك ان بیانه   هذا مقدّمةُ المنون

(١٠٢٢) **المرتضی لدین الله ابو المطرف عبد الرحمن بن**
عبد الملک بن الناصر عبد الرحمن بن محمّد بن عبد الله بن
محمد بن عبد الرحمن الاوسط بن الحکم بن هشام بن عبد الرحمن
الاول الداخل الی الاندلس ابن معاویة بن هشام بن عبد الملک
بن مروان الاموی الخلیفة بالاندلس

ذکره محمد بن ایوب بن غالب الغرناطی فی کتاب فرحة الانفس فی
اخبار اهل الاندلس، وقال، لمّا قتل المستعین[2] بالله سلیمان
بن الحکم بن سُلیمان بن الناصر عبد الرحمن قتله الناصر
علی[3] بن حمود العلوی بمعاضدة خیران العامری واراد ان یغدر
بخیران ویقتله هرب واظهر الخلاف وذهب الی اقامة
امام من بنی اُمیة، فحینئذٍ قدم المرتضی وکان من اهل
الخیر والصلاح فبایعه وقصد ابن حمّود فقتل فی الحمام

[1] لیس هذا الشعر من تاریخ الخطیب؛ [2] سیذکر له ترجمة؛ [3] (١٢٠٨) اعلام ٢: ٩٧٠

کما ذکرناه فی ترجمته ثم اختلفت کلمة الرؤساء القائمین مع المرتضی وانهزموا یوم السبت الثالث من جمادی الاولی سنة تسع واربعمائة وقتل المرتضی لدین الله؛

(۱۰۲۵) المرتضی ابو الحسن علیؒ بن الحسن بن علیؒ بن القاسم الشهرزوری الفقیه

ذکره بشیخنا تاج الدین ابو طالب فی کتاب الاقتفا المذیل علی طبقات الفقهاء، وقال کان فقیها دینا فصیحا سلیم الجانب مشهورا بالفقه والصلاح وملازمة الدرس؛ سمع الحدیث من عمه محمد بن القاسم الملقب بقاضی الخافقین ومن الوزیر عون الدین ابی المظفر یحیی بن هبیرة؛ وتوفی بالموصل فی رابع المحرم سنة احدی وستمائة؛

(۱۰۲۶) المرتضی ابو القاسم علیؒ بن الحسین بن موسی بن محمد بن موسی الموسوی النقیب المتکلم

ذکره یاقوت الحموی فی کتاب معجم الادباء وقال: توحد فی علوم کثیرة کعلم الکلام والفقه واصوله والادب والنحو والشعر ومعانیه واللغة، وله دیوان یزید علی عشرة الف بیت وله من التصانیف ومسائل البلدان شیٔ کثیر؛ قال: ودخل بعض الشعراء علی ابی الحسین یحیی بن الحسین

له احد الاخوین الشهیرین من رجال الشیعة بالتصنیف والبراعة فی الادب له تراجم طویلة مختصرة فی معجم الادباء (۱۳: ۱۴۶ بما بعدها) والوفیات (۱: ۳۳۶ - ۳۳۸) ودائرة المعارف الاسلامیة (۳: ۷۳۶) وعمدة المطالب (ص ۱۸۱) وروضات الجنات (۳۸۳)

العلوی الزیدی وکان من نُبلاء اهل البیت فمدحه بقصیدة؛
فلمّا خرج قال لمن حوله: الناس ینظرون الیّ والی المرتضیٰ
فانّه یدخل له کل سنة من املاکه اربعة وعشرون
الف دینار وانا اکل من طاحونةٍ لاختی لیس لی معیشة
غیرها؛ وکانت وفاته فی شهر ربیع الاول سنه ستّ و
ثلثین واربعمائة ومولده فی رجب سنة خمس وخمسین وثلثمائة؛

(۱۰۲۷) **المرتضیٰ** ابو الحسن **علیؑ** بن ابی طالب عبد مناف بن عبد
المطلب الهاشمی امیر المؤمنین اُمّه فاطمة بنت اسد بن
هاشم؛ قد تقدّم ذکره، واخباره کثیرة وفضائله جمّة غزیرة،
وهو اوّل من وضع النحو وسنّ العربیة وذلک انه مرّ برجلٍ
یقرأ اِنَّ اللّٰهَ بَرِیْءٌ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلِهٖ بکسر اللام
فوضع النحو والقاه الی ابی الاسود الدُّئلی، وقال ابو عثمان[1]
المازنی لم یصحّ عندنا ان علیّ بن ابی طالب تکلّم من
الشعر بشیءٍ غیر هذین البیتین:-

تلکم قریش تمنّانی لتقتلنی
فلا وجدّک ما برّوا وما ظفروا
فان هلکت فرهن ذمّتی لکم،
بذات رَوْقین لا یعفو لها اثر

یقال داهیة ذات رَوقین وذات وَدْقَین اذا کانت عظیمة؛
وللعمید القهستانی فی مدحه:-

---

[1] بکر بن محمد بن عثمان المتوفی سنة ۲۴۹ھ او سنة ۲۴۸ھ او سنة ۲۳۶ھ
انظر الوفیات (۱: ۹۲) ومعجم الادباء (۲: ۳۸۰)

لوان المرتضى ابدى محله　　لصار الناس طرّاً عبد اله
كفا فى فضل مولانا علىٍّ　　وقوع الشك فيه انه الله

وتوفى عليه السلام يوم الجمعة لسبع عشرة ليلة خلت من شهر رمضان سنة اربعين وكانت خلافته اربع سنين وتسعة اشهر ومدة عمره فيه اختلاف وكذلك فى موضع دفنه؛

(۱۰۲۸) المرتضى رضى الدين. ابوالقاسم علىّ بن ابى القاسم على بن موسى بن جعفر الحسنى الداؤدى النقيب الطاهر

قد تقدم ذكره فى كتاب الراء، وهو من اهل المروّة والسخاء والعبادة والفضل، سافرنا فى خدمته الى الحضرة فى شوّال سنة اربع وسبعمائة، فكان نعم الصاحب والمعين، وتوفى فى شهر رمضان سنة احدى عشرة وسبعمائة وحمل الى مشهد علىّ عليه السلام؛

(۱۰۲۹) المرتضى ابوالحسن علىّ[۱] بن الجواد محمد بن الرضا علىّ بن موسى الهاشمى الامام ومن القابه المرتضى والهادى؛

(۱۰۳۰) المرتضى علىّ[۲] بن الرضى محمد بن محمد بن على بن محمد بن المرتضى ابى القاسم على بن الحسين بن موسى بن محمد بن موسى بن ابراهيم بن موسى بن جعفر بن محمد بن على بن الحسين بن على بن ابى طالب، هو صاحب كتاب ديوان النسب الذى استوفى فيه انساب العلويين، ولم يبق من اولاد المرتضى سواه، توفى سنة اربع وخمسين وستمائة؛

---

[۱] المتوفى سنة ۲۵۴ ﻫ؛ انظر الوفيات (۱: ۳۲۲-۳۲۳) وعمدة الطالب (ص ۱۹۹)

[۲] م ر: عمدة الطالب (ص ۱۸۳)

(۱۰۳۱) **المرتضی** ابو القاسم علی بن المظفر بن حمزة بن زید الحسینی الدبوسی مدرس النظامیة

قد ذکرنا ان اول من درس بالنظامیة ابو نصر[1] ابن الصباغ ثم عزل وجلس ابو اسحق[2] الشیرازی ولما توفی درس ابو سعد[3] المتولی وصرف سنة ست وسبعین واربعمائة واعید ابو نصر ابن الصباغ ثم صرف سنة سبع وسبعین ثم اعید ابو سعد المتولی فدرس بها الی حین وفاته ثم درس بعده الشریف المرتضی ابو القاسم الدبوسی الی حین وفاته[4]؛

(۱۰۳۲) **المرتضی** ابو الحسن علی بن یحیی بن محمد بن ابی البرکات التمیمی الواعظ

کان من الوعاظ الحفاظ الادباء البلغاء، نقلت من خطه۔

علوم الفقه تصلح باعتقاد ۔۔۔ وتصلح للتزود للمعاد
وعلم النحو علم للمعانی ۔۔۔ وقوت دون قوت ذی فساد
فان کان الفقیه له اصول ۔۔۔ فاصل للسداد وللرشاد
وان کان الفقیه بغیر اصل ۔۔۔ ولا دین فشیطان العباد
یضلهم بما یلقی الیهم ۔۔۔ فساد فی فساد فی فساد

(۱۰۳۳) **المرتضی** عمر بن احمد بن محمود المعزی الاديب

---

[1] عبد السید بن محمد المتوفی ۴۷۷ ھ؛ الشذرات (۳: ۳۵۵) والوفیات (۱: ۳۰۳)

[2] ابرهیم بن علی بن یوسف الفیروزآبادی المتوفی سنة ۴۷۶ ھ؛ ر، کتاب الکاف ص ۳۳

۳۴ من الزیادة)، [3] عبد الرحمن بن محمد مامون بن علی المتوفی سنة ۴۷۸ ھ؛ ذکره ابن خلکان (۱: ۲۷۷) فقال، لم اعلم لم سمی المتولی؛ [4] وکانت سنة ۴۸۲ ھ، انظر الکامل لابن الاثیر (۱۰: ۴۷) والانساب (ق ۲۲۲)

كان اديبا بليغا، قرأت بخطه فى مجموع :-

ياحاكما ما مسلم واحد يسلم من احكامه الجائره
اخذت للدنيا فضلتها والرأى ان تحتال فى الآخره

(۱۰۳۴) المرتضى، شيخ الدولة، ابو موسى عيسى[1] بن موسى بن محمد بن على بن عبد الله بن العباس الهاشمى ولى العهد

ذكره على بن محمد المدائنى[2] فى كتابه وقال، كان مولد عيسى بن موسى سنة ثلاث ومائة ومولد ابيه موسى بالسراة سنة احدى وثمانين، وتوفى ببلاد الروم غازيا سنة ثمان ومائة وله سبع وعشرون سنة، جعله السفاح ولى عهده بعد المنصور فلما ولى المنصور اخره وجعله بعد ابنه المهدى وتوفى بالكوفة سنة سبع وستين ومائة[3]؛

(۱۰۳۵) المرتضى ابو الطيب الفرخان بن شيران الفارسى الديلمى الكاتب

ذكره ابو الحسين بن الصابى فى تاريخه[4]، وقال، كان من بعض القرى بكران وكان يخدم فى صغار الاعمال الى ان تدرج وولى كتابة سيراف وانتقل عنها الى عمالتها، ثم قلد عمان فحسنت حاله بها

---

[1] انظر لترجمته الاعلام (۲: ۴۷۵) والاغانى (۱۵: ۳۲) [2] (۱۳۵ - ۲۲۵) اورد ابن النديم اسما تصانيف المدائنى كتابه له فى المغازى والسيرة النبوية واخبار قريش واخبار النساء وتاريخ الخلفاء وتاريخ الوقائع والفتوح والجاهليين والشعراء والبلدان؛ ر الاعلام ۲: ۶۸۲ ابن النديم (۱: ۱۰۰-۱۰۴) وذيل بروكلمن (۱: ۲۱۴-۲۱۵) والمواضع التى ذكرها [3] ۱۶ مائتين؛ والتصحيح من المصادر؛ [4] ص ۴۴ بما بعدها من كتاب الركرا روليس كل ما ذكره المصنف مطبوعا فيه كما ان كل ما طبع فيه ليس مذكورا ههنا؛

وجمع الاموال وکانت اکثر مادّۃ صمصام الدولة بفارس من الفرخان،
وتوفی العلا بن الحسن فاستقرت الوزارۃ للفرخان ودبرها مدیدۃ
ولما قتل صمصام الدولة واستقرت مملکة بهاء الدولة عول
علی الفرخان وقد کان لقب بالمرتضی فی النیابة، فلما مضی علی
ذلك ثلثة اشهر قبض علیه ونکبه، وکان کثیر الاموال وتوفی
بجریم السیف؛

(۱۰۳۶) **المرتضی** الجواد. ابو جعفر **محمد** بن الرضا علی بن موسی
ابن جعفر الهاشمی الامام

ذکره حجة الاسلام ابو محمد عبد الله بن احمد بن احمد بن
الخشاب فی کتاب الائمة الاثنی عشر وهو الجواد المدفون عند
جده موسی بن جعفر ببغداد؛

(۱۰۳۷) **المرتضی** رضی الدین **محمد** بن الفاخر بن محمد الموسوی الشاعر
کان شاعراً حسن الشعر ادیبًا، ومن شعره :-

اشرفی وبهاک النعیم	وطاب من طیبک النسیم
وهوّن اللوم فیك حسن	یلوم فی الحب ما یلوم
یا رحمة وهو لی عذاب	وجنة وهو لی جحیم
طرفك فیما اری وجسمی	کلاهما فاتر سقیم

(۱۰۳۸) **المرتضی** ذو الشرفین. ابو المعالی **محمد** بن محمد بن زید
ابن علی بن موسی بن جعفر بن الحسین بن علی بن الحسن بن الحسین
بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب الهاشمی العلوی البغدادی

لہ س: عمدۃ الطالب (ص ۱۷۶)؛ لہ م ۲۰۴ ھ؛ الوفیات (۱: ۲۹۷ - ۲۹۸)؛

ذکرہ ابو سعد السمعانی، وقال، کان یلقب بالمرتضی ذی الشرفین
وذی الکُنیتین افضل علوی کان فی زمانه، کانت له معرفة بالحدیث
وصحب ابا بکر الخطیب وسمع بقراءته الحدیث وصنف، وکان بغدادی
المولد واملا باصبهان وسکن فی اخر عمره بسمرقند، وکان ذا مال
وثروة وربّما بلغ ماینفق علی الاته فی کلّ سنة عشرة الاف
دینار، واستشهد سنة ثمان[1] وسبعین واربعمائة ودُفن بماکرویزہ
وقبرہ یزار؛

(۱۰۳۹) **المرتضی** ابو عبد الله **محمّد**[2] بن الهادی یحیی بن الحسین بن
القاسم بن ابراهیم بن اسمعیل بن ابراهیم بن حسن بن حسن
بن علی بن ابی طالب الحسنی الرسی الخارج بالیمن

ذکرہ محمّد بن یحیی فی کتاب الاوراق، وقال، قصد نجران ودعا
اهلها الی نفسه وتلقب بالمرتضی لدین الله ودعا الی الامر بالمعروف
والنهی عن المنکر، ووعظهم بخطبة بالغة فابوا الا قتاله فانشدهم
رافعًا عقیرته

کدّر الزور علینا والصدر   فعل من بدل حقًّا وکفر
ایها الامّة عودی للهُدی   ودعی عنك احادیث السمر

فی ابیات؛

(۱۰۴۰) **المرتضی مسعود** بن ابراهیم بن عبد الله الحجازیُّ الفقیه

(۱۰۴۱) **مرتضی الدولة** ابو منصور[3] بن لؤلؤ بن عبد الله الیشکری صاحب حلب

---

[1] وقال ابن العماد توفی فی سنة ۴۸۰ ھ راجع الشذرات (۳: ۳۶۵) [2] توفی فی سنة ۳۲۰ھ
انظر اخباره فی مختصر التاریخ لابن خلدون الملحق بتاریخ الیمن لعُمارة الیمنی (ص ۱۳۶) والتعلیقات
علیه؛ [3] انظر اخباره فی تاریخ الکامل (۹: ۹۲-۹۵)؛

کان من اولاد ممالیک سیف الدولة علی بن حمدان وسمت همته الی
ان تغلب علی حلب بعد وفاة سعد الدولة شریف بن سیف الدولة
وکان داهیة واقام الدعوة للحاکم، وضرب السکة باسمه وواصل بیل
ملک الروم وهاداه، وکان صالح بن مرداس بخدمته کالنقیب بین
یدیه، ویتوسط حاله مابین العرب وبینه، واتفق ان الحاکم عمل
سنة اثنتین واربعمائة واستمال الناس وترک خطبة الحاکم و
استبد بنفسه، وجری له ماتقدم ذکره فی ترجمة الفتح؛

(۲۴۲) **المرتضی** ابو اسحٰق **منصور** بن المهدی محمد بن المنصور عبدالله
العباسی خلیفة المامون بالعراق

ذکره الحافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب فی تاریخه وقال:
کان منصور بن المهدی یقرب اهل العلم ویکرمهم وولی اعمالاً
جلیلة وکان ینزل مدینة السلام، وقال ابن عساکر ولی دمشق فی
ایام الامین والرشید وولی امر الموسم وولی البصرة فی ایام الرشید
ودعی الی ان یبایع بالخلافة فی ایام المأمون فابی وقال: قد روی
الحدیث وسمع الولید بن مسلم واغمامه وحج منصور بن المهدی
سنة خمس وثمانین ومائة، وکان خلیفة المامون ببغداد، و

---

۱ (۳۰۳-۳۵۶ھ)، وفیات الاعیان ۱: ۳۶۶؛ ۲ م ۴۲۰ھ، الوفیات ۱: ۲۲۸؛ ۳ کان من ممالیکه وکان دزدار القاهرة فاتهمه بالمیل الی صالح بن مرداس حین وقوع الحرب بینهما وجرت امور راجع لها تاریخ الکامل (۹: ۹۵)؛ ۴ بکسر الضاد کما صرح علیه المصنف فی ج ۳ ص ۸۲؛ ۵ وعند الخطیب کثیرة؛ ۶ هو ابوالعباس ولید بن مسلم الدمشقی المحدث الشهیر المتوفی سنة ۱۹۵؛ شذرات ۱: ۲۴۴۔

فی یدہ خاتم المأمون فسمّی المرتضی وسلّم علیہ بالخلافۃ، ودعی لہ علی المنابر فامتنع من ذلک وقال انّما انا خلیفۃ المأمون حتی یقدم وکانت وفاتہ سنۃ ستّ وثمانین ومأتین؛

(۱۰۴۳) مُرَتِّع عمرو[2] بن معاویۃ بن کِندۃ القحطانیّ القَیل۔

قال محمّد بن السائب فی الجمہرۃ: عمرو بن معاویۃ بن کندۃ وھو ثور بن عُفیر بن عدیّ بن الحارث بن مُرّۃ بن ادد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان، وانما لُقِّب بالمرتّع لانہ کان یحبّ قومہ ویوردھم الموارد الطیّبۃ ویرتّعھم فی الریاض المرعۃ؛

(۱۰۴۴) المرتفع ابو علی الحسین[3] بن علی النیسابوریّ المحدّث

ذکرہ الحاکم ابو عبد اللہ فی تاریخ نیسابور، وقال: کان یعرف بابی علی المرتفع، سمع حفص بن ابی ابراھیم عبد الرحمن ومکّی بن ابراھیم ویحیٰ بن یحیی، روی عنہ ابو حاتم مکّی بن عبدان والمؤمّل بن الحسن بن عیسی؛

(۱۰۴۵) المرجا ابو البقا بن محمد بن عیسی المدائنیّ الصوفی

(۱۰۴۶) المُرجّا ابو الحسن علی بن جعفر بن اسحٰق الجعفری الطالبی النسابۃ

ذکرہ ابو عبد اللہ مصعب بن عبد اللہ الزبیری فی کتاب انساب قریش، وقال: ھو علی بن جعفر بن اسحاق بن علی بن عبد اللہ بن جعفر

---

[1] کذا فی الاصل منکرًا؛ [2] راجع ایضًا القاموس بشرح التاج (۵: ۱۴۱) ودستنفیلد (۱۲/۴۲۴)

[3] (۲۷۷-۳۴۹) الاعلام (۱: ۲۵۳) طبقات الشافعیۃ (۲: ۲۱۵-۲۱۷) ومعجم البلدان فی الکلام علی نیسابور [4] م ۴۰۵ھ؛ الشذرات (۳: ۱۷۶)؛ [5] م ۲۳۶ھ؛ تھذیب التہذیب (۱۰: ۱۴۲)

الطیار بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم، وامہ فاطمۃ بنت
علی بن محمد بن علی بن ابی طالب؛

(۱۰۴۷) **المرشد** ابو اسحٰق **ابراہیم** بن شہریار الکازرونی الشیخ العارف
من اکابر مشائخ فارس واصحاب الکرامات والقبول، ولہ الرباط
الذی یأوی الیہ الصوفیۃ والفقہاء والوارد والصادر من سائر
الفقراء والغرباء، ذکرہ الحافظ عماد الدین ابو طاہر عبد السلام
بن ابی الربیع الشیرازی فی کتاب صنوان الروایۃ وقنوان الدرایۃ،
وقال: توفی یوم الاحد ثامن ذی القعدۃ سنۃ ست وعشرین
واربعمائۃ عن ثلث وسبعین سنۃ، روی عنہ الخطیب ابو محمد
عبد السلام بن ابی الکریم بن علی بن سعد عن القاسم بن جعفر
عن علی بن اسحٰق الداورانی عن علی بن حرب عن الحسین بن
موسی الاشیب

(۱۰۴۸) **المرشد** ابو الوفاء **اذاذویہ** بن عبد اللہ الدیلمی الاصفہسلار
ذکرہ ابو اسحٰق الصابی فی تاریخہ، وقال: کان من اکابر قواد الدیلم
وکانت الیہ الحمایۃ بنہر الملک ودجیل ولہ مع بنی خفاجۃ
وقائع وخطوب وملاحم وحروب، والیہ ینسب المحولۃ المرشدیۃ
وعمر بہا ضیاع کوثی، وصارت لہ امارۃ الکوفۃ وخطب لہ علی منبرہا
وسد فوہۃ القاطول وفوہۃ نہر زادر من مالہ، وتوفی فی
شعبان سنۃ اربع واربعین واربعمائۃ وخلع علی ابیہ المبارز فی
بیت النوبۃ بدار الخلافۃ؛

(۱۰۴۹) **المرشد**[1] ابو البقاء **عبد الباقی** بن محمد بن عیسی التکریتی الصوفی

[1] فاتت المصنف ترجمتہ وقد کتب ازاءہ: یکتب التکریتی؛

اگست ۱۹۴۳ء

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

منجانب

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی

لاہور

نوٹ:۔ یہ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے۔

فہرستِ مضامین

بابت ضمیمہ ماہ اگست ۱۹۴۳ء

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام پنڈت ایشر داس پرنٹر چھپا۔ اور بابو صدیق احمد خان نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا۔

دیوان خواجوی کرمانی

شاعر شهیر ایران

حصۂ اول مشتمل بر

قصائد۔ تراکیب بند وغیرہ قطعات

و

متفرقات

بہ تصحیح

تاج محمد خان ایم۔ اے

لکچرر گورنمنٹ کالج رہتک

دیباچہ

خواجوی کرمانی علیہ الرحمتہ کے کلام بلاغت نظام کی مقبولیت ادبی حلقوں میں پیدا ہو چلی ہے۔ اور اس صاحب کمال شاعر کی تصانیف گوشۂ گمنامی سے نکل کر منصۂ شہود پر آرہی ہیں اور اپنے مصنف کی بے نظیر فصاحت کا غیر فانی ثبوت دے رہی ہیں۔ ایران میں خواجو کی ایک مثنوی روضتہ الانوار حسین خان کوہی کرمانی ایڈیٹر نسیم صبا نے ۱۳۰۶ ہجری شمسی میں شائع کی تھی اس پر وہاں کے علمی حلقوں میں خواجو کے متعلق کافی دلچسپی کا اظہار کیا گیا۔ چنانچہ انہی کے ایما پر پروفیسر سعید نفیسی نے ایک مختصر سا مقالہ اس گمنام شاعر کے سوانح حیات پر لکھا۔ ۱۳۰۷ ہجری شمسی میں کوہی کرمانی موصوف نے خواجوی کرمانی کے دیوان غزلیات کا ایک انتخاب ۸۰ صفحے کا شائع کیا۔ اور اس طرح قدر دانانِ سخن کو اس شاعر کی تصانیف سے روشناس کیا استاذی ڈاکٹر محمد اقبال صاحب ایم اے پی ایچ ڈی کے ایما پر میں نے ان کے جملہ ادبی آثار کو ایڈٹ کرنے کا ارادہ مصمم کیا۔ چنانچہ ۱۹۲۸ء سے لے کر اب تک خواجو کے خمسہ کی تین مثنویاں کمال نامہ۔ گوہر نامہ۔ ہمای و ہمایون اورینٹل کالج میگزین میں قسط وار شائع ہو چکی ہیں۔ الحمد للہ کہ اب دیوانِ قصائد و غزلیات بھی ہدیۂ قارئین ہے۔

اکابر اساتذہ کا غیر مطبوعہ اور فراموش شدہ کلام ایڈٹ کر کے شائع کرنا گویا اس کو مستقبل کی موت سے بچا لینا ہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ فارسی ادب کے کئی بیش بہا آثار آہستہ آہستہ محو ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر ان جملہ ادبی آثار کا

جائزہ لیا جائے تو یقیناً ایک معتد بہ حصہ قابلِ اعتنا نکلے گا جس کا شائع کرنا اس قحط الرّجال میں از بس ضروری ہے۔ اور اس میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔ کہ یہ علم و ادب کی یادگاریں جو عرصہ سے چند قدیم کتب خانوں کی الماریوں میں پڑی مٹی ہیں شائع ہو کر فارسی ادب کی نشاۃِ ثانیہ کا سامان بن سکتی ہیں۔ ہر متمدن قوم نے جب شاہراہِ ترقی میں قدم آگے بڑھایا ہے۔ اپنے سلف کے ادبی و علمی آثار کی بیشتر از بیشتر خدمت اور قدر و منزلت کی ہے۔ دنیا اس قدر ترقی پا چکی ہے۔ اور ریسرچ اور تحقیق کے ساتھ ساتھ حکیمانہ تصور آرائیاں اس حد تک جا پہنچی ہیں کہ صدیوں کی فراموش شدہ اور مندرس تہذیبوں کے خد و خال اور نقوش و آثار انسانی فکر و تدبر کا مرکز بن کر ہزار ہا گونا گون علمی دلچسپیوں کا موجب بن رہے ہیں۔ اس زمانے میں جب کہ مردہ اقوام کے گاڑے مردے اکھاڑے جا رہے ہیں۔ افسوس کا مقام ہے اگر زندہ اقوام کے علم و ادب کی تدوین نہ ہو۔ اور فارسی تو وہ زبان ہے کہ ابھی ایک صدی بھی نہیں گذری کہ اس ملک میں ہر چہار سو اپنی سیاسی اور علمی اہمیت کا علم بلند کئے ہوئے تھی۔ مسلمان تو خیر اسے باہر سے لائے ہی تھے۔ اس شیریں اور دل لبھا لینے والی زبان نے ہندوؤں کے دلوں پر بھی وہ گہرا اثر چھوڑا ہے کہ جس کے خوشگوار نتائج اب بھی ہر جگہ نمایاں ہیں۔ اس کے شعرا کی وسیع النظری۔ فراخدلی اور صوفی مشربی نے سب کے دلوں کو موہ رکھا ہے۔ چنانچہ ہمارے ہندو بھائی بھی اس زبان سے غیر معمولی علاقہ رکھتے ہیں۔ اور قرونِ گذشتہ میں تو نہایت زبردست اضافہ ان کے ہاتھوں اس زبان کے سرمایۂ ادب میں ہوا۔ جس کی مفصل روئداد ہمیں سید محمد عبداللہ صاحب ایم اے ڈی لٹ صدر شعبہ اردو کے تھیسس سے ملتی ہے۔ کہ صرف میدانِ شاعری میں ہندو حضرات نے اس زبان پر کس قدر قابل قدر احسان کئے۔ بلاشک۔ اردو زبان کی طرح فارسی بھی کسی حد تک ان دو نو قوموں کا

ایک مقدس مشترکہ ترکہ ہے جس سے اعتنا کرنا دونو کا فرض ہے۔ فارسی زبان کے لکچرر کی حیثیت سے میرا تجربہ ہے۔ کہ دونو قوموں میں مفاہمت محبت اور علاقہ مندی کی تعمیر میں فارسی ادب کی اشاعت بڑا کام کر سکتی ہے۔

باعث صد مسرت ہے کہ اس دور میں بھی جب کہ کاغذ کی گرانی نے صحافت اور علم و ادب کی اشاعت پر ایک کاری ضرب لگائی ہے پنجاب میں یہ کام ہو رہا ہے۔ اور اورینٹل کالج میگزین نے تو مشرقی علوم کی خدمت کا وہ کام کیا ہے۔ جو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اس موقر جریدہ کے سابق متبحر اور موجودہ فاضل ایڈیٹر نے خود اس قدر علمی خدمات سرانجام دی ہیں اور اپنے معاونین اور رفقای کار سے اس قدر گرانقدر علمی اور تنقیدی مقالے لکھائے اور شائع کئے ہیں۔ کہ ان کا مطالعہ علم و ادب کی تکمیل کے لئے ازبس ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے یونیورسٹی کے فارغ التحصیل نوجوان طلبہ کی رہنمائی تحقیق اور ریسرچ کے متعلق ہمیشہ حوصلہ افزائی اور فراخدلی سے جاری رکھی ہے۔ جس کی بدولت بیسیوں نادر قلمی نسخے شائع ہو کر زندہ ادب کا جزو بن گئے ہیں۔ چنانچہ اگر ان حضرات کی طرف سے امداد اور اعانت نہ ہوتی۔ تو خواجو کا کلام بھی جون کا توں گوشۂ گمنامی میں ہی پڑا رہتا۔

دیوان خواجو کا موجودہ متن جسے بڑی دیانتداری سے مستند قلمی نسخوں کے باہمی مقابلہ سے تیار کیا ہے۔ حصۂ اول و دوم کی صورت میں شائع ہو رہا ہے۔ قلمی نسخوں میں ک گ۔ ب پ۔ ج چ۔ د ذ کو ایک ہی شکل میں نساخوں نے لکھا ہے عام طور پر تو ایسے الفاظ کے پڑھنے میں وقت نہ ہوئی۔ لیکن بعض دفعہ خاصی الجھن رہی کہ دونو طرح سے لفظ بامعنی ہو سکتا تھا۔ حاشیہ میں کہیں کہیں ایسے نسخے مشتے نمونہ از خروارے درج کر دئے ہیں۔ س اور ش میں تمیز یوں دیکھی ہے۔ کہ س کے نیچے تین نقطے درج پائے ہیں۔ اور عام پرانے قلمی نسخوں میں یہی چیز دیکھنے میں آتی ہے

گویا سرکوسپہر کی صورت میں لکھا ہوا دیکھتے ہیں جن نسخوں کی مدد سے یہ متن تیار کیا ہے۔حاشیہ میں ان کو ل۔ب۔ج سے تعبیر کیا ہے۔جو قصائد نسخۂ ا اور ب دونوں میں ملے ہیں۔اُن کے لئے یہاں متن میں نسخۂ ا کا نمبر صفحہ درج کیا ہے۔کہ یہی نسخہ میں نے بنیادی رکھا ہے۔دوسری صورت میں نمبر صفحہ نسخہ ب کا دیا ہے۔جہاں نمبر صفحہ میں لفظ صفحہ بھی ساتھ رکھا ہے۔اس سے مراد یہ ہے۔کہ وہ شعر قلمی نسخے کے اس صفحے کی سطر اول میں نہیں۔بلکہ اس صفحے کی کسی سطر میں ہے۔نسخہ ج کا ذکر دیوان کے حصۂ اول میں کہیں نہیں ہوگا۔کیونکہ اس نسخے میں صرف غزلیات ہیں قصائد وغیرہ نہیں ہیں۔

حصہ اول میں قصائد بترتیب حروف تہجی، تراکیب بند، قطعات اور متفرقات درج کئے ہیں۔اور حصہ دوم کو غزلیات و رباعیات پر منحصر رکھا ہے۔متن کی تیاری میں سب سے بڑی دقت یہ رہی کہ ترتیب خواہ قصائد کی ہو یا غزلیات کی کسی نسخہ میں یکساں نہ تھی۔بلکہ کسی بھی نسخہ میں علحدہ طور پر بھی کوئی ترتیب نہ تھی، البتہ کہیں کہیں چند ورق مرتب بحروف تہجی تھے۔سو ان کا مقابلہ کرنے میں ہر صفحہ پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔اس کے علاوہ یہ متن کوئی یکسان مقدارِ مواد اور ضخامت کے نہ تھے۔ایک نسخہ میں کوئی حصہ حذف تھا تو دوسرے نسخہ میں کوئی دوسرا حصہ۔ممکن ہے اس متن میں بھی کچھ کمی ہو۔کلیات خواجو کا بہترین نسخہ تو کتابخانہ ملی پیرس میں ہے اور جس کا سال تحریر ۷۴۰ ہجری ہے۔خط نسخ اور کاتب کا نام عبدالملک بن سعدالدین ہے (ملاحظہ ہو فہرست بلوشے جلد سوم) اگر یہ نسخہ ہاتھ آجاتا۔تو متن کی صحت اور مقدار میں ضرور اضافہ کی گنجائش ہو سکتی تھی۔چند قصائد ایسے بھی ہیں جن ہیں مقطع میں خواجو کا نام نہیں ہے۔لیکن چونکہ ہمارے پاس کوئی حتمی ثبوت ان کے کسی اور شاعر کی تصنیف ہونے کا نہیں اس لئے ان کے متعلق شک وشبہ کرنا بھی

قرینِ قیاس معلوم نہ ہوا جب کہ ممدوح بھی خواجو کا ہے۔ اور اسلوب بیان بھی بعینہ وہی ہے۔

آ سے دیوان خواجو کا وہ قلمی نسخہ مراد ہے۔ جو بزیر نمبر ۵۶۷ ۳ مشرح برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ فہرست ریو صفحہ ۲۶۲۔ اس نسخہ کا روٹوگراف پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۲۳۴ ہے۔ اور خط نستعلیق نہایت صاف اور خوانا ہے۔ کاتب کا نام کہیں درج نہیں نہ ہی تاریخ تحریر کا ذکر ہے قیاس چاہتا ہے کہ پندرہویں صدی عیسوی میں یہ نسخہ کسی قدیم تر نسخے سے نقل کیا گیا ہوگا۔ صفحات میں بعض جگہ بڑی بے ترتیبی ہے۔ خصوصاً صفحہ ۱۱۵ الف سے آگے کہ وہاں ترتیب یوں ہونی چاہئے۔ ۱۱۵ الف، ۱۲۰ ب، ۱۲۱ الف، ۱۱۵ ب، ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۲۰ الف اس کے بعد ایک حصہ حذف ہو گیا ہے۔ پھر صفحہ ۱۲۱ ب، ۱۲۲، ۱۲۳ — اور مقامات پر بھی اس نسخے سے چند حصے معلوم ہوتا ہے حذف ہو گئے ہیں۔ بلحاظ اصناف سخن اس نسخہ کے متن کی ترتیب صفحہ وار اس طرح ہے۔ قصائد اور ترکیب بند ۲ الف سے ۵۷ الف تک۔ ۵۷ ب خالی صفحہ ہے جس پر کسی نے بے معنی نقوش اور جملے درج کر رکھے ہیں۔ قطعات اور متفرقات ۵۸ الف سے ۸۰ ب تک غزلیات کچھ بہ ترتیب تہجی اور کچھ بے ترتیب ۸۱ الف سے ۲۳۴ ب تک ہیں۔ کئی قصائد اور غزلیات اس نسخہ میں نہیں ہیں اور نسخہ ب میں ملتی ہیں حاشیہ میں ہر جگہ بضرورت ان کی تصریح کر دی ہے۔ بعض عنوان اس نسخہ میں نہایت خوبصورت خط نسخ میں لکھے ہیں۔ اکثر عنوان متنِ مندرجہ سے لگا نہیں کھاتے۔ اور فرضی معلوم ہوتے ہیں۔

ب سے مراد حبیب گنج علی گڑھ کا ضخیم اور خاصہ اہم نسخہ کلیات خواجو کا ہے۔ حبیب گنج کا کتب خانہ نواب صدر یار جنگ بہادر کی ملکیت ہے جو امرا و فضلا ئی سلف کی یادگار ہیں۔ اور جیسا کہ کمالنامہ کے صفحہ آخر میں ایڈیٹر اورینٹل کالج میگزین نے

تصریح کی ہے۔ کہ ہر چند گمان تھا۔ کہ خواجوی کرمانی کے دیوان اور مثنویات کے نسخے چند مشہور نسخوں کے سوا اب ناپید ہو گئے ہیں۔ اور خصوصاً ہندوستان میں تو ان کا وجود نہ ہوگا۔ نواب صاحب کے کتب خانہ نے یہ گمان باطل کر دیا ہے۔ یہ ان کے کمال ذوق اور شوقِ جمع آوری کتبِ عتیقہ کی زندہ مثال ہے۔ اس کلیات کی تاریخ تحریر درج نہیں۔ اتنا ہے کہ کسی مولانا طوطی نے ۱۴ رجمادی الآخر کو یہ نسخہ ختم کیا۔

(تم الکتاب الکلیات ... علی ید العبد الفقیر الحقیر نامراد مولانا طوطی)

ورق اس کلیات کے ۳۶۲ ہیں۔ لیکن نمبر صفحہ مسلسل نہیں ہے۔ قصائد غزلیات مثنویات کا نمبر صفحہ الگ الگ ہے۔ اس سے رجوع کرنے میں خاصی دقت رہی۔ ترتیب مضامین اس طرح ہے۔ کہ متن میں شروع شروع میں قصائد، تراکیب بند، قطعات و متفرقات درج ہیں پھر غزلیات ہیں اور رباعیات کے بعد کمالنامہ کا متن چل پڑتا ہے۔ اور آخر میں مفاتیح القلوب ہے۔ جو خواجو کے اپنے خود چیدہ کلام کی بیاض کا نام ہے۔ اور جس کے متعلق سپرنگر نے لکھا ہے۔ کہ وہ ایک چھٹی مثنوی خواجو کی ہے۔ حالانکہ یہ مثنوی نہیں بلکہ ایک بیاض ہے۔ جو انہوں نے ۷۴۷ ہجری میں تیار کی۔ تاریخ خود بتائی ہے

ز ہجرت ذال و میم و راگذشتہ ز ماہ مہر کاف و ہا گذشتہ

یعنی بتاریخ ۲۵ مہر ماہ سنہ ۷۴۷ ہجری یہ بیاض مکمل ہوئی۔

اس میں شاعر نے اپنے دیوان قصائد و غزلیات اور خمسہ کی مثنویوں سے مختلف الوزن اشعار نکال کر شمع، فراق، بہار، شمشیر، خط، قلم، رخسار وغیرہ عنوانات کے تحت میں درج کر دیے ہیں، اور شروع میں ایک دیباچہ عربی میں لکھا ہے۔ اس نسخہ کے حاشیہ پر بالترتیب روضۃ الانوار، ہمای و ہمایون اور گل و نوروز کا متن ہے حاشیہ کمالنامہ کے صفحہ ۴۰ تک ہے۔ آگے نہیں ہے۔ صرف گوہرنامہ اس کلیات

میں موجود نہیں۔ قصائد، تراکیب بند، قطعات اور متفرقات ۲ الف سے شروع ہو کر ۱۳۱ب پر ختم ہوتے ہیں۔ پھر غزلیات کے صفحات کا شمار از سر نو ورق نمبر ۲ سے شروع ہو کر ۱۳۱ب تک ہے۔ رباعیات صفحہ ۱۳۶ ب (غزلیات) سے لے کر اوراق ۱-۳ اور الف تک ہیں۔ کمالنامہ اب سے ۵۳ اوراق تک ہے۔ پھر مفاتیح القلوب معہ دیباچہ عربی اب سے ۴۸ ب تک ہے۔ حاشیہ کی ترتیب مثنوی وار اس طرح ہے۔ کہ روضۃ الانوار کا متن ۲ الف سے ۵۵ الف (قصائد) تک، ہمای وہمایون کا ۵۵ ب (قصائد) سے ۳۲ الف (غزلیات) تک۔ اور گل و نوروز کا ۳۳ ب (غزلیات) سے ۴۰ ب (کمالنامہ) تک ہے۔ کلیات کے سرورق پر شاید خود نواب صاحب نے تعداد اشعار اس طرح درج کی ہے۔ قصائد ۴۹۶۶ غزلیات و رباعیات ۴۷۵۴۔ کمالنامہ ۱۶۷۹۔ مفاتیح القلوب ۱۳۴۶۔ روضۃ الانوار ۲۱۱۶۔ ہمای وہمایون ۴۲۰۸۔ گل و نوروز ۵۹۹۳۔ میزان ۲۵۱۶۲۔

اس نسخہ میں غزلیات بھی قصائد کی طرح کسی خاص ترتیب کی پابند نہیں۔ کہیں کہیں چند صفحے نسخوں کے متوازی چلتے ہیں۔ ان نسخوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاعر مرحوم نے دیوان مکمل کر لینے کے بعد پھر اس پر کئی دفعہ اضافہ کیا۔ چنانچہ شروع کے کئی حصے مرتب ہیں۔ پیرس والے نسخہ کلیات میں بلا شے کے بیان کے مطابق غزلیات کے تین مختلف مجموعے ہیں۔ اور رباعیات کے دو الگ مجموعے ہیں۔ اس سب باتوں سے یہی گمان غالب ہے۔ کہ شاعر نے اول تو گویا دیوان مکمل کر لیا۔ پھر چونکہ آخر وقت تک شاید شعر گوئی جاری رہی سو اضافہ مختلف اوقات میں ہوتا رہا۔

ت سے مراد نسخہ دیوان خواجو کپورتھلہ سٹیٹ لائبریری کا ہے۔ ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات کپورتھلہ مرتبہ پروفیسر کے ایم مترا صفحہ ۱۱۱۔ دیوان خواجو اس نسخہ کے صفحہ ۶۶ ب سے شروع ہو کر ۱۲۲ الف پر ختم ہوتا ہے۔ اور حاشیہ پر ہے۔ متن میں سلمان ساوجی کا دیوان ہے۔ یہ نسخہ مجموعہ دواوین مختلفہ ۹۴۴ ہجری میں ہمام المنشی المرشدی نے تیار کیا تھا۔ اور

عبدالرحیم خانخانان نے ۹۹۳ ہجری میں ۸۰۰ روپیہ کے عوض خریدا تھا۔ اصل میں یہ دیوان غزلیات کا انتخاب ہے۔ اور سلمان کے دیوان کا بھی انتخاب ہی ہوگا۔ ورنہ غزلیات کی تعداد تو اس سے کہیں زیادہ ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں اس نسخے کے صرف اسی حصے کا روٹوگراف موجود ہے۔ جس کا تعلق خواجو اور سلمان سے ہے۔ کتابت نہایت اعلیٰ ہے۔ اور خط نستعلیق بے حد خوبصورت ہے۔ جب خانخانان جیسے ذی احتشام امرا علم و ادب کی خدمت کرنا فخر سمجھتے تھے۔ تو اس قسم کی علمی یادگاروں کی کس قدر قدر و قیمت ہوتی ہوگی۔ لیکن افسوس کہ ع۔ آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

خواجو کے کلام پر رائے اور اس پر تنقید ایک جداگانہ مبحث اور نہایت اہم موضوع ہے۔ تمام کلام شائع ہونے کے بعد انشاء اللہ اس پر قلم اٹھایا جائے گا۔ حال میں ڈاکٹر پروفیسر جمشید علی صاحب راٹھور نے خاص اسی موضوع پر اپنا تھیسس لکھا ہے۔ اس وقت صرف قارئین کے ذوق پر چھوڑا جاتا ہے۔ کہ جو رائے وہ چاہیں قائم کریں۔ غزل میں خواجو کی طرز سعدی اور حافظ کے بین بین ہے۔ بلکہ اکثر مقامات پر بلبل شیراز صاف ان کی تقلید کرتے نظر آتے ہیں۔ حقیقت میں غزل کی جو بنیاد سعدی کے ہاتھوں پڑ چکی خواجو نے اس میں زبان اور اسلوب بیان کے جوہر دکھائے اور خواجہ حافظ نے اسی چیز کو اور زیادہ ترقی دے کر غیر فانی نام پیدا کیا۔ قسمت کی بات ہے۔ کہ سعدی اور حافظ کی شہرت تو عالمگیر ہے لیکن خواجو اب تک گوشۂ گمنامی میں ہیں۔ انشاء اللہ اب یہ اپنے کلام کی اشاعت پر وہ اس اپنے کھوئے ہوئے مقام پر پہنچ لینگے۔

خاکسار

تاج محمد خان ایم۔ اے۔

لیکچرر گورنمنٹ کالج رہتک

جون ۱۹۴۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[1] ای غرّهٔ ماه از اثرِ صنع تو غرّا — وی طرهٔ شب [عہ] از دمِ لطفِ تو مطرّا [2]

[3] - - - - - - - - - — - - - - - بر قرطهٔ خارا [3]

[3] - - - - - - - - - — - - - بی صورت اشیا [3]

[3] - - - - - - - - - — - - - - - - - - - - -

در روضهٔ فردوس نهی مدرسِ ادریس [4] — در چشمهٔ خورشید دهی شربتِ عیسی [5]

بر مشعلهٔ رعد کنی منظرهٔ ابر — پر [6] مشعلهٔ برق کنی عرصهٔ صحرا

صنعت چو مفرّح [7] کند از حقّهٔ [8] یاقوت — بیرون [9] برد از طبعِ زمان علّت سودا

بی واسطهٔ صیقلِ لطفت بنماید — نقشِ مه و مهر از فلکِ آئینه سیما

گر یاد کند آتشِ قهرِ تو نماند — نم در دهنِ شورِ [10] کف آوردهٔ دریا

بر قلهٔ کوهسار زنی بیرقِ خورشید — بر پیکر زنگار کشی پیکرِ جوزا

از عکسِ رُخِ لاله عذارانِ سپهری — چون منظرِ مینو کنی این چنبرِ [11] مینا

جز ماشطهٔ صنعِ تو حلقه نتواند [12] — بر خیمهٔ مه جعد سیاهِ شبِ یلدا

---

[1] در نسخهٔ ب بکلی محو شده رجوع کنید به فهرست مخطوطات کتابخانهٔ بادلین مرتبه زخاؤ وایته که این مطلع دران جا زیر نمبر ۷۲۹ درج شده، عہ فهرست بادلین "صبح" [2] این قصیده نسخهٔ الف ندارد [3] در نسخهٔ ب درینجا بیاض محض است بطور قیاس می توان گفت که یازده شعر بوده که محو شده است [4] مدرس - بالکسر معنی کتاب و این لفظ بمناسبت ادریس ع آورده [5] کنایه از آبِ حیات که خورشید زندگی بخشِ نباتات و حیوانات باشد [6] اصل - بر [7] اصل - معرج [8] قصهٔ یاقوت (کذا فی الاصل) [9] پرون - (کذا فی الاصل) [10] ب - سوز (کذا) [11] ب - جنبر [12] ب - تواند (کذا)

بی زیورِ ابداعِ تو در جلوه نیاید	مه روی فلک در تتق چرخیِ[1] والا
بی نسخهٔ حکمِ تو ما لستْ[2] که بر گلْ[3]	تحریر کند نامیه بر شقّهٔ دیبا
آن طشتِ زرِ نرگس[4]	خوش کرده چمن را چو خوش افتاد و بالا
صُنعِ تو درین حرف گل آلودهٔ دیگر[5]	از آبِ روانِ تازه کند گلشن احیا
بیدِ[6] طبری را کند از امرِ تو بلبل	وصفِ الفِ قامتِ ممدودهٔ حمرا
از رایحهٔ لطفِ تو ساید گل سوری	در صحنِ چمن تحلفهٔ عنبرِ سارا
دا(ز نفحهٔ) جان پرورِ او زنده[7] شود خاک	در کالبدِ بادِ دمی روحِ مسیحا
خواجو نسزد مدح و ثنا هیچ ملک را	الّا ملکِ العرش تبارک و تعالی

در نعتِ نبی صلی الله علیه وسلم

(صفحه ۴)

صَلِّ علی محمّدٍ دُرّةِ تاجِ الاصطفا	صاحبِ جیشِ[8] الاهتدا ناظمِ عقدِ الالتقا
بلبلِ بستانِ شرعِ اخترِ آسمانِ دین	کوکبِ دُرّیِ[9] دَرِی ماهِ لعمرکِ[10] سما
[11]... ده پیغمبران تاج ستانِ قیصران	کارکشای مرسلین رهنمای انبیا
[12]... اولین رسل مرسلِ آخرین زمان	[13]. . . صاحبِ مشتمین سرا

---

[1] ب ـ جرعی، [2] مالست (کذا فی الاصل)، [3] ب ـ گل،

[4] در نسخهٔ ب یکی سوشده، [5] ب ـ گل آلوده دیگر، [6] یعنی طبرخون، بید سرخ،

[7] ب ـ سنده شود، [8] اصل ـ جیش، [9] کوکب دری یعنی کوکب بسیار رخشنده و دری مالنخ

یعنی طمو دانش، [10] اشاره بآیهٔ کریمه که دران الله تعالی قسم بجان نبی صلعم خورده ـ لعمرک انهم فی سکرتهم

یعمهون ـ قسم بجان تو ایشان در مستی خود مدهوش بودند ـ یعنی قوم لوط، سوره حجر (۱۵ آ ـ ۷۲)، [11] کذا فی الاصل،

[12] کذا ـ مغز؟، [13] ل ـ صاحب معین قران (کذا)،

معنیِ لفظِ[1] کن فکان مقصدِ حرفِ کاف و نون　　برق روِ براق ران خاکیِ عرش متکا

شمع سراچهٔ ابیتُ[2] اخترِ برجِ لودنوت[3]　　تارکِ دینیِ دنی مالکِ ملکتِ دنا[4]　　۱۲ ل

رخت بورطهٔ بلا تخت بذروهٔ علا　　خانه بگوشهٔ فنا دانه ز خوشهٔ بقا

تازی یثربی[5] لقب مکیِ هاشمی نسب　　معتکفِ هوای وحی امیِ اُمتی سرا

طیب طبیب امتان مطلب...[6] آشیان　　گوهرِ کانِ لامکان اخترِ برجِ کبریا

روضهٔ آدم . . . .[7] روضهٔ رضا　　صوفیِ صفهٔ صفا . . .[8] حدیقهٔ وفا

ز ابروی چون هلالِ او یافته نعلِ ماه[9] و نو　　وز رخِ مه مثالِ او یافته مشتری بها

مشتعل از جبینِ او شمعِ سراچهٔ هدی[10]　　متبسم از نسیمِ او غنچهٔ باغِ ابتدا

خورده بآبِ روی او نوحِ درود گر قسم　　کرده بخاکِ کوی او آدمِ خاکی التجا

منهدم از عروجِ او قبهٔ قصرِ قیصران　　منهزم از خروجِ او خیبر و خطهٔ خطا

الطمیٔ که چون علم بر حرمِ وجود زد　　از پی پای بوسِ او گشت نه آسمان دوتا

صومعهٔ که نیستش زمزمهٔ درودِ او　　هست چه دیرِ موبدان لایقِ نفط و بوریا

چون دُرِ اگر یتیم شد بیش بود بهای او　　زانکه خرد فزون نهد دُرِ یتیم را بها

منزویان شام بین از هوس. . . .[11]　　پیشِ روان نیلگون بسته غشاوهٔ غشا

---

[1] اصل ـ ام　　[2] اشاره بحدیث شریف انی ابیت یطعمنی ربی و یسقینی　　[3] شاید بقول جبرئیل است که گفت لودنوت انملة لاحترقت یا لو دنوت انملة لاحترقت — اگر قریب تر شوم فروغ تجلی پرم بسوزد　　اشاره بمعراج نبی صلعم　　[4] اشاره بآیهٔ کریمه ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی سوره نجم (۵۳ ـ ۸)　　[5] اصل . بشیربی لقب　　[6] (کذا)　　[7] (کذا)　　[8] (کذا) استغفرالله　　[9] مضمون این مصرع مناسب نعت سرور کائنات نیست و شاید نعلِ ماه و نو را فاعل فعل یافته پنداشته و مفعول مشترک یافته در هر دو مصرع بها را قرار داده و درین صورت هم شایان شان نعت و منقبت نیست　　[10] اصل چنین　　[11] در اصل نسخهٔ متن از بینجا افتاده است

برده چو زهره از شرف پارهٔ عطف دلنش | بهر طراز آستین چرخ زمردین لقا
ای ز مضیق کن فکان سوی مکان لامکان | ...[1] و ماغ سدره زدیده بدیده منتها
روی تو قبلهٔ ملک کوی تو کعبهٔ فلک | مختلف تو قدسی ملک معتقد تو قدسیا
صدر تو مصدر امان زخم تو مرهم روان | درد تو موجب دوا رنج ...[1]
شاه نشان قدسیان تخت نشین سپهر قد | ای شه ملک اصطفاوی ...[1]
آینهٔ سپهر را بهر رخ تو صیقلی | دیدهٔ آفتاب را خاک در تو توتیا
روح امین چو عرض کرد آب رخ تو بر رسل | در تنگ[2] آب حیاه شد یوسف مصری از حیا
شاه فلک چو بنگرد طلعت ماه پیکرت | ذره صفت بر دوی فتد بر سر پای از هوا
ای شده ز آب زمزم[3] از خاک در سرای تو | کعبه ز تست با شرف مروه ز تست با صفا
عقل چو دید کاسمان پیش تو در رکوع شد | نزد قیام قامتت داده صلوة را صلا
دست شفاعتی که ما محتقریم[4] و دست تنگ | خوان شفاعتی که ما مشتهی ایم و ناشتا
خواجو اگر نداشتی برگ بهار عشق تو | بلبل باغ طبع را هیچ نداشتی نوا

ایضاً

صفحه ۷۴ ر

الحمد لله الذی خلق السموات العلی | اوحی الی من لاح من آیاته نور الهدی[5]
آن درّ بحر کن فکان خوانده یتیمش آسمان | نابوده[6] مثلش در جهان و در یتیمی[7] پر بها
شمع شبستان فلک سرو گلستان ملک | مردود راهش قد ملک مقبول رایش قدسیا

---

[1] کذا، [2] تنگ آب که بمعنی بن آب است، [3] یعنی آب از یمن خاک در سرای تو زمزم شده است، [4] محتقر یعنی ذلیل و خوار و در اصل نسخه معتقر نوشته که بمعنی ستور پشت ریش است که معتقریم توان خواند که بمعنی بر زمین زده شده است، [5] این قصیده در هر دو نسخهٔ ر و ب موجود است، [6] ر - تابوده [7] ب - دُرّ یتیم،

۱۴ ب

بیت المقدس کوی او محراب خضر ابروی او — در ظلمت گیسوی او طالع شده بدر الدجیٰ

زد کاخ بدعت منهدم صبح رسالت متبسم — شمشاد قد فاستقم خورشید روی والضحیٰ

۴۷ ب

آدم دم از گل نازده کوکوس ما اوحیٰ زده — بر بام او ادنیٰ زده منجوق رایات دنا

فراش قصرش قیصران نعلین او تاج سران — در جنب او پیغمبران چون پیش خور حرم سها

تاج لعمرک بر سرش تشریف طٰهٰ در برش — بگرفته جوش لشکرش از حد الا تا به لا

گل شسته باردیش ورق خون خورده از مهرش شفق — بحر از دل او در عرق ابر از کف او در حیا

دُر سیادت را صدف عرش مجیدش در کنف — هم کعبه از وی با شرف هم مروه از وی با صفا

او مرغ گلشن لامکان او گنج ویران کن فکان — او شمع و پروانش وجان او شمس و انجم انبیا

خود را ز خود پرداخته بر عنت میدان تاخته — چشم فلک را ساخته نعل براقش توتیا

روح القدس جاندار او خلد برین نخسار او — کوثر بر گفتار او یکسو نهاده ماجرا

قرص قمر بشگافته ز و طیبه طیبت یافته — وان کز خطش سر تافته گشته سرش از تن جدا

ناموس اکبر محرمش والناس عیسیٰ در دمش — برتر ز هفتم طارمش از فرط رفعت متکا

۱؎ شعر نمبر ۱ نمبر ۴ کے بعد لکھا گیا ہے۔ ۲؎ نسخہ ل بجای کوس ''کوی'' دارد + اشارہ بہ آیۂ کریمہ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ۔ (۵۳ - ۱۰) آدم دم ... الخ اشارہ بہ حدیث شریف کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین کہ آدم ہنوز در آب و گل بود و در معرض وجود نیامدہ بود کہ من نبی بودم۔ ۳؎ اشارہ بہ آیۂ کریمہ متعلق معراج رسول کریم صلعم چنانکہ گذشت ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ سورہ نجم (۵۳ - ۸)۔ ۴؎ ب۔ جام۔ ۵؎ اشارہ بآیۂ کریمہ فاستقم کما امرت ومن تاب معک ولا تطغوا انہ بما تعملون بصیر۔ پس کاربند باش بر آنکہ ترا امر کردہ شد و ایشانکہ از کفر توبہ کردہ بتو گرویدند ہم چنین کنند و ہرگز از دائرہ اسلام بیرون نروید و یقیناً خدای تعالیٰ افعال شما را می بیند سورۂ ہود (۱۱ - ۱۰۷)۔

۶؎ ل۔ بحر۔ ۷؎ ب۔ او مرغ گلشن لامکان او گنج ویران کن فکان۔ ۸؎ ل۔ خود پرداختہ۔

۹؎ ب۔ باختہ۔ ۱۰؎ ب۔ طوتیا۔ ۱۱؎ جاندار و جانہ دار بمعنی محافظ جان سلاطین شاعری گفتہ۔

کی تواند کرد جانداری او ہر جانور — حافظ و جاندار او ایزد تعالیٰ بس بود (فرہنگ آنندراج)

۱۲؎ بمعنی گفتگو۔ ۱۳؎ ب۔ طیب طینت۔

هر از جنبش بر ضمو نعل از بر نقش[1] ماه نو | گردیان را پیش رو روحانیان پیشوا
والشمس وصف روی او واللیل نعت موی او | وز خلق عنبر بوی او بر مشک چین جیب[2] ما
هر صبحدم کاندر چمن گرد چو زلف یار من | گیسوی ریحان پر شکن از جنبش باد صبا
بشنو ز مرغ از شاخ گل کی پیشوایان سبل | صلوا علی ختم الرسل[3] اعنی نبی المصطفیٰ
گر زانکه می جوئی امان از قید این دار الهوان[4] | تا در تنت باشد روان سلم علی خیر الورىٰ
ای ناسخ کیش هبل وی محرم سر ازل | طاوس باغ لم یزل عنقای قاف کبریا
هم بندهٔ فرمان تو ـ ادریس تحت خان[5] تو | داؤد در بستان تو خوش نغمهٔ بلبل نوا
پیک رهت روح الامین فراش کویت حور عین | باشد حدیث مشک چین با چین گیسویت خطا
چون چشمت ای خیر البشر[6] مازاغ البصر | نرگس نباشد[7] خوش نظر بادام نبود دلکشا
در یاب کآدم زره شد نامه[8] و نامم سیه | پشتم شد از بار گنه چون قامت گم عمل[9] دوتا
بادا هزاران آفرین بر جانت از جان آفرین | گم در خواجو را چنین محبوس این محنت سرا
در این مضیق آب و گل هست از گنه خوار و خجل | او را درین ظلمت هلی[10] وز نور معنی ده ضیا

در مناجات باری تعالیٰ بوسیله نعت نبی صلعم و منقبت دوازده امام سلام الله علیهم اجمعین

تا کی بر آستانهٔ این ششدری سرا | باشم ز آشیانهٔ مالوف خود جدا[1]

صفحه ۲۰ ا

۱۴۸ ا

---

[1] ل و بر اقش' [2] ل و ـ جیب' [3] ل و خیر الرسل' [4] ب ـ دار هوان'
[5] ل و سعد پیش' ع ـ اشاره به آیهٔ کریمه متعلق معراج نبی صلعم ـ مازاغ البصر و ما طغیٰ (۵۳ ـ ۱۷)' [7] ب ـ تر نشد'
[8] ب ـ نامهٔ نامم' [9] ب ـ عمل! [1] نسخهٔ او این قصیده ندارد'

وقتست کز منازلِ تقلید بگذرم — دارم بصحنِ گلشنِ تحقیق متکا

من رافضی نیم که کنم پشت بر عقیق[۱] — یا خارجی که روی بتابم ز مرتضیٰ

لیکن اگر بکعبه کنم سجده یا بدیر — باشد مرا بعترتِ پیغمبر اقتدا

دانی کہ چیست رائحۂ بوستانِ قدس — یک شمه از روائحِ انفاسِ مصطفیٰ

اقصی خرام بادیہ پیمای لوذنوت[۲] — گیتی فروز مملکت آرای والضحیٰ[۳]

یہ طلعتی کہ بر قدِ قدرش بریده اند — دیبای قُم فانذر[۴] واستبرقِ دنا

هم لبته را شفاعت او می دهد نجات — هم خسته را بکلی از و می رسد شفا

چون هر دو کون روشن از انوارِ روی اوست — صلوا علیه ما طلع البدر فی الدجیٰ

فرخنده روز آنکه شبی بیندش بخواب — کالورد فی الحدیقه وکالشمس فی السما

برلوحِ خاطرم بجز معنی بود غبار — چون گشته ام غبارِ درِ شاهِ اولیا

فرمان روای ملکِ سلونی امیرِ نحل[۵] — دارای دادگسترِ اقلیمِ هل اتیٰ[۶]

گر نامِ او کنم بمثل نقش بر زمین — برخاکِ ره فتد شهِ سیاره از هوا

---

۱ حقیق؛ ۲ قولِ جبرئیلؑ است چنانکہ گذشت ۳ اشاره به سورة الضحیٰ قرآن مجید (۹۳)

۴ اشاره به آیۂ کریمہ قُم فانذر. و ربک فکبر۔ سورة المدثر (۷۴-۲) ۵ امیر نحل کہ او را یعسوب مے

گویند یعنی امیر زنبوران شهد و آن کلان تر از تمامی زنبوران شهد باشد و همہ زنبوران تابع او باشند

و یعسوب المومنین لقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ است ۔ و سلونی اشاره به حدیث است سلونی ماشئتم

یعنی بپرسید از من هرچہ بخواهید و چون بمقتضای مودای انا مدینۃ العلم و علیؑ بابہا حضرت علی مخزن همہ

علوم بوند ایشان را فرمانروای ملک سلونی خوانده ۔ و هم قول جناب امیر است کہ سلونی عن علم السموٰات

یعنی بپرسید از من متعلق علم سموٰات ۶ اشاره به

آیہ کریمہ هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئاً مذکورا ۔ سوره دهر (۷۶-۱) یعنی وقتے بوده کہ انسان هیچ

چیز قابل ذکر نبود و شاید شاعر از هل اتی اشاره به وجود عالم انسانی کرده

۲۰ ب

یارب بحقِ آن چمن آرای لوکشفت[1] — کو بود سروِ خوش نظرِ باغ لافتی[2]

یارب بحقِ خلق حسنؑ که شمامه‌اش — بوئیست بر نسیمِ روان پرور صبا

یارب بحقِ آن گلِ سیراب خوش نظر — کورا نصیب کرب و بلا شد بکربلا

یارب بحقِ آن علیؑ عالی آستان — کو بود در ممالکِ توحید پادشا

یارب بحقِ خازنِ گنجینهٔ هدیٰ — باقرؑ که بود مخزنِ اسرارِ اهتدا

یارب بحقِ جعفر صادقؑ که آفتاب — باشد چو صبح بر نفسِ صدقِ او گوا

یارب بحقِ موسی کاظمؑ که چون کلیم — بودی بطورِ قرب شب و روز در دعا

یارب بحقِ آن علیؑ موسوی گهر — کورا نهند خسروِ معمورهٔ رضا

یارب بحقِ آن تقیؑ متقی که او — اقطاب هفت صومعه را بود مقتدا

یارب بحقِ شمعِ سرا پردهٔ تقیؑ — یعنی علی نقیؑ صدفِ گوهر لقا

یارب بحقِ شکرِ شیرینِ عسکریؑ — کو بود طوطیِ شکرستانِ اتقیا

یارب بحقِ مهدیِ هادیؑ که چرخ را — باشد بآستانهٔ مرفوعش التجا

کین خسته را که بستهٔ بندِ طبیعت است — آزاد کن ز محنتِ این چار اژدها

جرمی که کرده ام اگر آری بروی من — مانندِ ابر آب شوم در دم از حیا

دگر من گنه کنم کرمت بی نهایت است — شب را امید هست که روز آید از قفا

آدم ز دور باشِ عصی خسته شد ولیک — داند خرد که مرکبِ پیران[3] بود عصا

خواجو که آشنای مقیمانِ کوی تست — شد در محیطِ عشقِ تو بیگانه ز آشنا

(امیدوار دار) برسانی ز راهِ لطف — او را بصدرِ صفه نشینانِ کبریا

---

[1] اشاره به قول جناب امیرؓ لوکشف الغطاء .... الخ اگر تمام حجابات مرتفع شوند در یقین من که متعلق ذاتِ باری تعالی وتقدس دارم چیزی نخواهد افزود پس لوکشفت دال بر ایمان کاملِ جناب امیر است۔

[2] اشاره به لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار۔

[3] اصل ۔ پران۔

در مدح امیر مبارز الدین محمد مؤسس سلسلهٔ مظفری

(صفحه ۲۸ب)

چو[1] رخ نمود بر ایوانِ این حدیقهٔ مینا | ز زیر پردهٔ کحلی عروسِ کلّهٔ خضرا[2]

چنان نمود[3] که خاتونِ حجله خانهٔ مشرق | بزیر مقنعه بنهفت طرّهٔ شبِ یلدا

جهان مفرح[4] یاقوت کرد از آنکه بحکمت | بردن برد[5] ز دماغِ زمانه علتِ سودا

قضا لشبیه بازی برین بساطِ معلق | نمود مهرهٔ مهر از[6] درونِ حقهٔ مینا

درفش شمعی خورشید پیکرِ مشرق | ز قلبگاهِ افق بر کشید سر بثریا[7]

پدید شد[8] دگر از زیر چترِ آئینه منظر | کلاهِ گوشهٔ سلطانِ چرخِ آئینه سیما

تو گوئی از پی نزهت[9] گهِ بتان[10] سمن رخ | ز سبزه زارِ فلک بر دمید لالهٔ حمرا

نهاده مه ز افق روی در منازلِ غربی | چو[11] زورقی که بساحل فتد ز لجهٔ دریا

درآمد از درم آن ماهِ آفتاب شمایل[12] | همی که مشتری مهرِ اوست زهرهٔ زهره

۲۹ ا

ز رنگ و بوی[13] خطِ سبز و زلفِ غالیه[14] رنگش | نسیم غالیه سای و زمانه غالیه آسا

هزار یوسفِ مصر[15] مش اسیر چاهِ زنخدان | هزار عیسیٔ مریم رهینِ لعلِ شکرخا

نهاده بر مهِ تابان ز مشک سوده[16] سلاسل | کشیده بر گلِ سوری رقم ز عنبرِ سارا

چه گفت گفت که عید است و روزِ جشنِ همایون | ز بهر تهنیتِ خسرو[17] این قصیده بیارا

که ای سپهر جنابی که شاهِ قبهٔ مینا | کمر ز منطقه بندد بخدمتِ تو چو جوزا

---

[1] ا-چون، [2] این قصیده در هر دو نسخهٔ ا و ب موجود است، [3] ب-بنمود،

[4] ب-معرج، [5] ا-برد، [6] ب-مخلد، [7] ا-ار،

[8] ب-شده دیگر، [9] ب-ترتیب، [10] ب-بران، [11] ب-زورقی که،

[12] ب-آفتابِ ماه شمایل، [13] ا-بوی خط، [14] ا-عالیه سای، [15] ب-کنعان،

[16] ا-پیش، ب-جش، [17] ب-خسروان،

زخاکِ بارگهت رفته آب چشمهٔ کوثر — زطاقِ پیشگهت بسته کار گنبدِ اعلی[1]

بروزِ بزم گدایت هزار قیصر و خاقان[2] — بگاهِ رزم اسیرت هزار بهمن و دارا[3]

همای رایتت افگنده سایه بر سرِ گردون[4] — عقابِ چارپرت کرده قصدِ عالمِ بالا[5]

شدست وردِ ثنای تو حرزِ ساکن و دائم[6] — چنانکه حرزِ دعای تو وردِ جاهل و دانا

تو ئی مبارزِ دنیا و دین درایت ورایت — نهالِ گلشنِ دین و چراغِ دیدهٔ بینا

زبیمِ آتشِ خشمِ تو کوه خاک نشین را — بخونِ لعل فروشد قباءِ زرکشِ خارا

تو سر به[7] چرخ برافراز تا زپای درآید — حسودِ بی سر و بی پاکه باد بی سر و بی[8] پا

چو خضرِ تیغ ترا آرزوی آب حیاتست — ازان حرام شد آبِ حیات بر تن[9] اعدا

بروزِ معرکه خنجر کشانِ قلب سپاهت[10] — بحمله گرد[11] زتنها برآورند به تنها

چو کوه کوبِ فلک جنبشت بپویه درآید — به نعل گرد برآرد ز زیر صخرهٔ صما[12]

قبای قدرِ ترا آستر تمام[13] نیاید — زهفت اطلس گلریز آسمان والا

کنند عقده کشایانِ بارگاهِ ضمیرت — ز روزنامهٔ امروز حلِّ مشکلِ فردا

بفهم و علم سلیمانی آن کسی که بدانی[14] — ادای لحن چکاوک ز بانگ پردهٔ عنقا

درونِ گلشنِ طبعم نگر که گلبنِ مدحت — نوا زنند[15] زشاخش هزار بلبلِ گویا

بمدحتِ تو برد خازنِ حدیقهٔ رضوان — عقودِ گوهرِ نظمم ز بهرِ زیورِ حوا[16] را

عروسِ کلکِ طبعم ز حجله چون بدرآید — هزار دل برباید بچینِ جعدِ سمن سا[17]

---

[1] ا ـ گنبد اعلا، [2] ب ـ خسرو خاقان، [3] ب ـ اسیرت هزار بهمن دارا، [4] ا ـ بر سرِ گردون،

[5] ب ـ گنبد بالا، [6] ب ـ شدست در دنیای تو در ساکن و سیار (کذا)، [7] ب ـ بر،

[8] ا ـ حسودِ بی سر و بی پا که باد بی سر و بی پا، [9] ب ـ تن، [10] ب ـ سیاهت،

[11] ا ب ـ گرد، [12] ب ـ خنجر صما (کذا) ا ـ صخرهٔ صما، [13] ب ـ تمام (کذا)، [14] ب ـ نبی،

[15] ب ـ زبند، [16] ب ـ جوزا، [17] این شعر از نسخهٔ ب ساقط شده،

توئی محمّد و دانی که سامری بجهالت[1]   برد[2] فسانهٔ گوساله پیش معجز موسیٰ
اگرچه دم ز مسیحا زند بروح فزائی[3]   کجا بمنطق عیسیٰ رسد ترنم ترسا
ازان بنزد تو اشعار بنده آب ندارد   که شعر او همه شعرست و خاطرت ید بیضا
بدان امید که دریای[4] مرکب تو فشانند   دهم دو حقهٔ لولو بدین دو هندوی لالا[5]
رهی گرش تو ترحم کنی غریب نباشد[6]   اگرچه دست غریبان کجا رسد به تمنا
همیشه تا متوالی بود لیالی و ایام   همیشه تا متناسب[7] بود جوارح و اعضا
مقیم روز و شبت عید باد و عید همایون   مدام سال و مهت عیش باد و عیش مهیا

در مدح سلطان ابوسعید بهادر خان چنگیزی

زین[9] سفینه دم زند من عنده علم الکتاب   کاب حیوان است[10] پیش بحر او از خجلت آب
گوئیا بر مطلعش بر جبهت[12] پر خورشید و ماه   یا نه هر دو بیتی ازو در جبهت پر دُرّ خوشاب
بحر او بحر المحیط و بیت او بیت الحرام[12]   باب او باب الجنان و فصل[13] او فصل الخطاب
ز آسمان آمد کتاب و من بدین عالی کلام   بگذرانم ز آسمانش[14] چون دعای مستجاب
گر فلک[15] پیشش نماز آرد نباشد عیب از آنکه   بیت معمور است[16] هر بیتش ز روی انتساب

(صفحه ۱۸)

---

۱ ب - بجهان، ۲ ب - بود، ۳ لر ب - اگرچه دم ز مسیحا بروح فزائی، ۴ ب - دریای، ۵ ب - دهد دو حلقهٔ لولو ازین دو هندوی لالا، ۶ لر - رهی اگرش تو ترحم کنی دور نباشد، ب - رهی گرش تو ترنم کنی غریب نباشد، ۷ ب - متناسب، ۸ ب - مقیم روز و شبت باد هم لیالی و ایام، ۹ این قصیده در هر دو نسخهٔ لر و ب موجود است، ۱۰ لر - راست، ۱۱ لر - بر، ۱۲ ب - بیت الکریم، ۱۳ ب - فضل او فضل الخطاب، ۱۴ لر - ز آسمان همچون، ۱۵ ب - قدم، ۱۶ ب - مرتبتش

نی[1] سفینهٔ کشتیِ نوحست و انکش حاصل است — فارغست از بر[2] سرِ آلبست عالم یا سراب

بُرده ناهید از برای ساعدِ[3] کف الخضیب — بر سپهر از سرخیِ[6] شنگرف اوراقش[4] خضاب

هر طبق زو صفحهٔ[5] پر قند و صحنی پر شکر — هر ورق زو جامهٔ گلبو و جامی پر گلاب

لفظِ شعری[7] طلعتان شعرِ او در عینِ لطف — جعدِ زنگاری خطان حرفِ او در پیچ و تاب

نکتهای لفظِ[8] او معمورهٔ دل را سواد — نقطهای حرف او سرچشمهٔ جان را حباب

۸ ب

باغِ بینش را خطِ ریحانیِ[9] او خوش نظر — چرخِ دانش را حروفِ صفحهای او شهاب

آفرینش را عقودِ گوهرِ نظمش[10] وشاح — و آبِ حیوان را سوادِ خطِ او خطش ذباب[11][12]

شاهدی خوش منظر و شیرین حدیثی خوش حضور — لعبتی مشکین خط و سیمین بری عنبر نقاب

غمگسارِ عاشقان و مونس دل خستگان — دستگیرِ خاص و عام و دلپذیرِ شیخ و شاب

روضهٔ پر حور عین و چشمهٔ پر آبِ خضر — طبلهٔ پر عودِ خام و نافهٔ پر مشکِ ناب

شخصِ دانش را روان و مغزِ معنی را خرد — مشربِ دل را زلال و ساغرِ جان را شراب

معنیِ[13] الفاظ او کردم سوال از عقل گفت — روشنست این[14] آفتابست آفتابست آفتاب

ای بصد رو[15] از تو وهم و عقل را صد آبرو — وی بصد باب از تو علم و فضل را صد فتح باب

آبِ حیوان از تو یک قطرست[16] و گویندت سحاب — لوحِ محفوظ از تو یک جزواست[17] و خوانندت کتاب

اختری در روشنی امّا مصئون از ارتداد[18] — و آسمانی از علو امّا برون از انقلاب

---

[1] ب- بی سفینهٔ کشتیِ نوحست آنکش حاصل است، [2] ب- ازبر، [3] ل- ساعدش و کف الخضیب
ستارهٔ سرخ رنگ که بجانب شمال باشد، [4] ب- او زلفش، [5] ل- بر قند، [6] ل- خانهٔ،
[7] ب- زیبا طلعتان، [8] ل- جدل، جزل؛ [9] ب- ریحان،
[10] ب- نظرش، [11] ل- ذهاب؛ ب- ذباب، [12] نسخهٔ ب در هر دو مصرع واو عطف ندارد،
[13] ب- را، [14] ب- ای، [15] ل- بصد روز؛ ب- بصد گفت، [16] ب- قطره است،
[17] ب- حرف است، [18] ب- اختری از روشنی اما مصئون از ارتداد،

گوهر شهوار بحرت[1] هیچ می دانی که چیست — مدح سلطان جهان[2] والله اعلم بالصواب
سایهٔ یزدان علاء[3] دین و دنیا بوسعید — خان کسری مرتبت خاقان اسکندر جناب
داور دوران بهادر خان جم خسرو نشان — درّ رافت را صدف باران رحمت را سحاب
آنکه پیش حزم[4] و عزم او بود بی آبرو[5] — خاک هنگام درنگ و باد هنگام شتاب
ساکنان سدّهٔ[6] درگاه او خیر الانام — حاسدان حضرت اعلیٰ او[7] شر الدواب
باغ جنت را بساط مجلسش[8] قائم مقام — شاه گردون را فروغ خاطرش نائب مناب
بر سپهر تاجداری عدل او صاحبقران[9] — در جهان سرفرازی تیغ او مالک رقاب[10]
آن شهنشاهی که در ایام عدل شاملش — نیست جز در حلقهٔ مرغول خوبان اضطراب
پیش تیغ انتقامش دشمن[11] دجال طبع — گر دم از عیسیٰ زند چون خر[12] بماند در خلاب
خسرو مشرق چو زد زرین علم بر تیغ کوه — آسمان این خنجر تضمین بر آورد از قراب

۱۹ ا

کافتاب از جام جودش جرعهٔ خورد است ازان — بر در و دیوار می افتد چو مستان خراب
ای ابد بر آستین کسوت عمرت طراز[13] — وی ازل را آستان درگه حکمت مآب[14]
اطلس پیروزهٔ گلریز والای فلک — پیش ماه رایتت همچون قصب ماهتاب
پهلوی گاو زمین از نعل شبرنگت ستوه — گردهٔ شیر سپهر از آتش تیغت کباب
بر فلک رای قضا حکمت چو راند احتساب — زهرهٔ بربط نواز از چنگ بند[15] از رباب
تا عمود صبح صادق را خطر نبود زکوه — تا طناب مهر تابان را خلل نبود زتاب[16]

---

[1] ب - کیست؛ [2] از نسخهٔ ا لفظ جهان ساقط شده است؛ [3] ا - علاءالدین و دنیا؛
[4] ا - جزم؛ [5] ب - آب در روی؛ [6] اصل - سدرهٔ؛ [7] ب - مسند؛
[8] ب - اقصی المرام؛ [9] ب - در جهان ملک بخشی جود او مالک رکاب؛ [10] ب -
دشمن جهان طبع؛ [11] ب - جز نماند؛ [12] ب - دراز؛ [13] ب - باب؛
[14] ب - آمد؛ [15] ب - مهر تابان را خطر نبود ز تاب؛

سایه بان[۱] بر چرخ زن تا خیمهٔ قدر ترا | صبح می سازد عمود و مهر[۲] می تابد طناب
دستگیرت باد لطفِ ایزدی همچون[۳] نان | پای بوست باد چرخِ چنبری همچون رکاب

فی مدح المرتضی الاعظم خلاصة العترة النبویه زبدهٔ آل المصطفویه عضد الحق و الدنیا و الدین[ع]

۱۷ اب

قم اللیل[۴] یا[۵] صاحبی بالرکائب[۶] | و قطّع[۷] لاجلی الفلا و السباسب[۸]
الی دارِ سلمیٰ و بلّغ سلامی | بدان گلعذار[۹] مسلسل ذوائب[۱۰]
ز ما وایِ مالوف دورم و لیکن | روانم بسوی تو[۱۱] است آئب
چو شمع ز سوزِ دل و آبِ دیده | رسیده بلب جان و الجسم ذائب
ازان دم که غیبت[۱۲] گزیدم ز جانان | شدم غائب از جان و زعمر خائب
فخبّ المطیّات طول البراری[۱۳] | و دثّر کساءَ الدجیٰ و الغیاهب
بوادی جواشیرانْ رُحْتَ فاصعد[۱۴] | علی ربوةٍ کالنجومِ الثواقب[۱۵]
نظر کن بسوی خیامِ غوانی[۱۶] | گذر کن بکوی عظامِ صواحب

---

[۱] ب - برخیز و زن؛ [۲] ب - مهر؛ [ع] و این سید عضدالدین یزدی است پدر شاعر معروف جلال عضد، و شمّهٔ فارس باو تعلق داشت رجوع کنید - بتاریخ مفصل ایران عباس اقبال؛ [۴] ا ب - با؛ [۵] ب - بالرکایب؛ [۶] ا - الفلا و السبایب؛ ب - الفلا؛ فلا و بیابان. و سباسب جمع سبسب هم بمعنی بیابان و ویرانه و بیشه؛ [۷] ب - گلعذار، کذا؛ [۸] ب - ذوایب؛ و ذوائب جمع ذوابه - گیسو؛ [۹] یعنی بازگردنده؛ [۱۰] ا - غیبت؛ ب - غیبت گویندم؛ [۱۱] پس روان کن مراکب را در طول بیابان ها - در نسخهٔ ب این مصرع را چنین نوشته فخب بالطیات طول المراری؛ [۱۲] دثر فعل امر یعنی بپوش لباس تاریکی و حجاب را؛ در نسخهٔ ب.

باقی حاشیه بر صفحه ۲۵

زیارو دیارم خبر ده که هستم | اسیر غم عشق والعمر ذاهب
خوشا روزگاری و فرخنده روزی | که بودیم با اصدقا و اقارب
انیس صباح مسلسل غدائر | جلیس ملاح هلهل حواجب
حریف ندیمان شیرین شمایل | ندیم حریفان سیمین غبغب
مقاصد مهنا و عشرت مقارن | مساعی مهیا و دولت مقارب
گهی با غزل خوان غزالان مناظر | گهی با خرامان تذروان ملاعب
دران تیره شب کز دیار احبا | محامل روان گشت والدمع ساکب
چو آوازهٔ کوس رحلت برآمد | سرآمد شب وصل والفصل واجب
شده عقل را خسرو عشق حاکم | شده صبر را لشکر هجر ناهب
بناکام رفتم برون از مجالس | بناچار کردم وداع مطارب ۱۸ ا
رَکِبنا هِجان المطایا و بتنا | علی معهد بالبکا کالنوادب
بکه پیکران بر نهاده عماری | ز باد صبا دست برده رکائب
مهاری به پی در کشیده براری | خروش جرس برکشیده نجائب

(باقی حاشیه از صفحه ۲۴) دور بر کبار البحی والعنایب! ۱ ب - بوادی جو اسیران رحمت خاصه؛ اگر در بیابان های جو اشیر یعنی کرمان سفر کنی پس بر آبر تهما مانند ستاره های درخشان ۲ ب - الصواحب! ۳ ا - عوانی ب. این شعر ندارد؛ و غوانی جمع غانیه زن صاحب حسن و جمال که از تزئین زیور وغیره مستغنی باشد ۴ ب - غم هجر و ذاهب یعنی گذرنده ۵ ب - بجای صباح صاحب وانه؛ و صباح جمع صبیح - غدائر جمع غدیره - موی سر ۶ ا - هلل حواجب؛ ب جلیل مدح هلل حواجب و هلل حواجب یعنی حجاب های پارچه تنک و باریک ۷ ب غناغب! ۸ ب مهیا و عزت ۹ ا - سیاعی؛ ب - مساعی مهنا ۱۰ ب غزالان مناظر ۱۱ ا - کز دیار ۱۲ ب - د لادمع سوا کب؛ یعنی اشک از چشم بچکید ۱۳ ب - والفضل ۱۴ ب - نایب؛ و ناهب شد یعنی غارتگر شد ۱۵ ب مطارب! ۱۶ ا - بتنا؛ ب تبنا؛ یعنی سوار شدیم بر پشت مراکب و مانند نوحه گران در میعادگاه شب بجوا

باقی حاشیه بر صفحه ۲۶

جواری[1] چو ماه و مراحل منازل[2] — عماری چو شمس و نجائب سحائب[3]

رفیقان برفتند و من باز ماندم — دل خسته مشغوف[4] والشوق غالب

نجیب[5] من از پی چمان در بوادی — روان گشته سیل سرشک از جوانب[6]

صحابی سروا بالمهاری و با توا — باعلی دویرة[7] ام الکواعب

ولم رفته با ساکنات[8] هوادج — روانم مقیم مقام[9] مصائب

شبی مظلم و برق رخشنده بارق — هوا عابس[10] و ابر گرینده قاطب

همه شب مرا غول بتیاره مونس[11] — همه ره مرا دیو رهزن مصاحب

چو حیات پیچان طرق در نهابت[12] — مرا موی برتن چو نیش عقارب

شده زهره مستور و در پرده مخفی — نهان ماه در خانه[13] وز دیده غائب

فلک تند و کیوان و برجیس[14] آفل — جهان تیره و تیر و بهرام[15] غارب

چو شب منقضی[16] گشت والصبح ضاحک — هوا منجلی گشت والنجم ثاقب

حمام از قلل بر در بام نائح[17] — غراب از طلل در دم صبح ناعب[18]

(حاشیه از صفحه ۲۵) [4] ب. عهدا' [5] ب. غمازی' [6] ب. زباد صبا ده دست' [7] ل. بی ب. هادی بچشی کشیده برآری' مهاری. شتر تیز رفتار' [8] ب. خروبین عروس برکشیده سحایب + ونجائب یعنی شتران نجیب الاصل' (حاشیه صفحه ۲۶) [1] ب. حواری' [2] ب. بنازل' [3] ب. عماری چو شمس و محاسب سحایب + (کذا)' [4] ل. مشغوف. ب. معشوق' [5] ب' نحیب (کذا فی الاصل)' [6] ب. جوانب' [7] رفتند دوستان من با شتران تیز رفتار و شب بسر کردند بر کجاوه های مدوّه که دارندهٔ زنان نارپستان باشند. دویره که مصغر دار باشد را ام الکواعب خوانده و کاعب زن نارپستان را گویند' [8] ل. سکنات' ب. ساکنان' [9] ب. مقایم' [10] ب. عالس و ابر قاطب ابرے که آسمان را فرو گرفته باشد' [11] یعنی کریه المنظر' [12] ل. چو حیات پیچان طرق و نهاتب' ب. چو خیات یعنی راه ها چنان درهم و پیچیده بودند که مارها معلوم می شدند' [13] ب. وزخانه' [14] ل. برجیس' [15] ب. تیر بهرام' [16] ل. منقضی' ب. چو شب منقضی گشت را لصبح (کذا)' [17] ب. قائح و نائح نوحه کننده و کوکو کننده' [18] ب. باعث؛ ونعب آواز غراب باشد'

۱۸ب

رسیدم بفرخنده حی و گفتم[ع] — که آیا بهشت است یا بزم صاحب

أشمس الضحی ام خدود[1] الکواعب — أ بدر الدجی ام وجوه الحبائب[2]

چه کاخست[3] از وی شواهد مشاهد — چه باغست و روی کواعب لواعب

سمن برگ[4] رویان چمان در مشارع — تذروان[5] خرامان بگرد مشارب

زواهر تبسم کنان در حدائق — لواعب تجشم[6] کنان در ملاعب

ز طرف براقع درخشان[7] و رخشان — چو در دیر هرقل قنادیل راهب

چو هائل هیون سوی آن عرصه راندم — بگوشم رسید از مراحل مراحب[8]

چه دیدم نگاری بدان حسن و منظر — مصور نگر دیده از طین لازب[9]

لب لعل بر چشمهٔ خضر طاعن — سر زلف در روضهٔ خلد لاعب

دو گوینده جاندار[10] و جادوش قرحی — دو سر حلقه جادوش و ابروش حاجب

بکردار پر[11] حواصل سواعد — بمانند شهپر طوطی شوارب[12]

خط سبز بر مرکز حسن دائر — عقیقین لب از مشرب[13] روح شارب

ز انوار رویش مغارب[14] مشارق — ز ظلمات مولیش[15] مشارق مغارب

---

[1] ب - صدود، آیا آفتاب درخشان است یا رخسارهای زنان نارپستان، آیا ماهتاب در شب تاریک است یا چهره های دوستان،

[2] ب - الحباب،

[3] ب چه درج است،

[4] ب - سمن ترک رویان جان،

[5] ب - بدروان،

[6] ل، تجشم،

[7] ب - دو رخشان،

[8] ب - لواحب،

[9] ب ملادب،

[10] ب - در مصرعه اول واو عطف و در مصرعه دوم ابروش ندارد، قرحی - کذا فی الاصل،

[11] ل - اوبر، ب - بکردار پر حواصل صواعد،

[12] ب - سوارب،

[13] ب - مشرف،

[14] ب - مغارغ،

[15] ب - مویس،

ع گفتم؟

مرا گفت شاد آمدی خیر[1] مقدم | چو مهمان مائی توقف و قارب[2]
فرود آی و خوش باش و یکدم بر آسا[3] | مشو خستهٔ نوک تیر نوائب
جهان بهره در دست والعمر غائن[4] | فلک شیشه باز است والدهر خالب[5]
چو جان مست شد تن چه صاحی چه سکران[6] | چو تن خاک شد دل چه فاسق چه تائب[7]
چو ارواح گشتند با هم مُقارن | وجودِ هیولیٰ چه باعد چه قارب
حصول المنی باقتحام الرزایا | ونیل العلیٰ بالتزام المتاعب[8]
کثیر العطایا مجیر البرایا | سری العرایا جمیل الضرائب[9]
سکندر جناب احمد خضر دانش | فریدون رکاب[10] آصف جم مراتب
شهنشاه ملکِ سیاست عضد آن[11] | که باشد بعیدتیش[12] چرخ راغب
ملک اعتبار فلک در حمایت | فلک اقتداری ملک در کواکب
بگاهِ سخا همچو حاتم مُبذّر[13] | بگاهِ وغا همچو رستم محارب
ضمیرش مهبّ[14] ریاحِ فضایل | جنابش محطِّ[15] رحالِ مآرب
ز قیدِ عبودیتش سر کشیدن | مَن اختارَ یطرُقْ بحرب الاکالب[16]

---

[1] ا۔ خیر مقدم ، [2] ب۔ چو مهمان مائی بقرب مقارب ، [3] ب۔ بیاسان ، [4] ب۔ مائن ، [5] ب۔ حالب ، [6] ب۔ چون جان مست شد ، [7] ب۔ مالب ، [8] در رفتن در مصائب و شدائد باعث حصول مراد هاست و علو مرتبه فرا گرفتن از لازم گرفتن صعوبات است ، در نسخهٔ ب این شعر را چنین ضبط کرده حصول المنا باصمام لا د آیا ۔ دنیل العلی بالبرام المناعب ، [9] نسخهٔ ا ندارد ، عطای کثیر کننده و اجر دهندهٔ رعایا ، و بخشش کننده بر گدایان ۔ عریان و صاحب افعال پسندیده ، [10] ب۔ تاکب ، [11] ب۔ سیا ، [12] ب۔ بعیدس ، [13] ب۔ مبرز ، ا۔ مبدر ، [14] ب۔ شحیب دضاحض ، [15] ب۔ خیالش محظ ، ا۔ محیط رجال مارب ، [16] هر که از قید غلامی ممدوح سر کشیدن اختیار کرد همانند سگان خارشتی مطرود و مردود شد ، و نسخهٔ ب مصرعه دوم را چنین ضبط کرده ۔ من اختار [illegible]

زہی کمان یساری کراین ناوکِ سرکش — بساطِ جلالت کشد بر مناکب
فلک را جنابِ تو اعلی المواقف — ملک را رضای تو اقصی المطالب
جیوشِ ترا ہفت طارم معسکر — خیام ترا ہشت گلشن مضارب
جنودِ ترا در میادینِ خضرا — ثوابت مسامیرِ نعلِ مراکب
ملائک بر ایوانِ قدرِ تو حارس — عطارد بدیوانِ امرِ تو نائب
جنابِ ترا آسمان در تواضع — سپاهِ ترا اختران در جنائب
نہ افلاک با احتشامت مساوی — نہ کونین با اصطناعت مناسب
سپہر احترامِ ترا در جنیبت — کواکب جلالِ ترا در مواکب
بقاءِ تو مسئول و ایام سائل — مرادِ تو مطلوب و اجرام طالب
گرازان گریزان زسیمِ ممندت — چو در بیشہ از چنگِ ضیغم ثعالب

۱۹ ب

بوقتی کہ سازند خنجر گزاران — نیامِ صوارم زصلب و ترائب
مکاتیبِ حرب از حواشی حربہ — بخوانند سر دفترانِ کتائب
گوان را زسہم آب گردد مفاصل — سران را زخون لعل گردد عصائب
اجل را شود ضربِ تیغِ تو قامع — اجل را شود نوکِ کلکِ تو جاذب
بگیری ہوا ہمچو عنقای گردون — زمان در جناح و زمین در مخالب
چو جمشید بر ادہمِ باد فارس — چو خورشید بر ابلقِ چرخ راکب

---

۱ او۔ حباب، ب۔ اعلی المستقب، ۲ ب۔ معکر، ۳ ب۔ نوایب، ۴ او۔ نہ اخنامت (کذا)، ب۔ بہ ۵ ب۔ نحیبت، ۶ ب۔ سیول! ۷ ب نیایام ۸ او ب گرازان گریزان، ۹ ب۔ دربیشہ او سیم، او۔ جنگ ضیغم، ۱۰ او۔ خرادوم (کذا)، ۱۱ او۔ مکانت، ۱۲ ب۔ نخوانند، ۱۳ ب۔ فوان را، او۔ سکوان ؟، ۱۴ ب۔ سرا خونجوی لعل کرد عصایب (کذا)، ۱۵ ب۔ سرد، او۔ ضامع، ۱۶ اجل را سزد (کذا) نوک کلک تو جاذب!

الا تا برین منبرِ هفت پایه[1] بود تیر فعّال[2] و برجیس خاطب
عروسِ بقا بادت اندر قباله[3] قضا عاقد و ذاتِ پاک[4] تو خاطب
ولا زلتَ فی الدهر قرناً جلیلاً[5] مصوناً عنِ الشرِّ من کلِ جانب

درجوابِ قطعهٔ امیر احمد بن المرتضی الاصفهانی گفته و باو فرستاده

صفحه ۱۶۱ ب

برگذشت از آسمان من کلِ باب آستان[6] سیّدِ عالی جناب[7]
یحییٰ[8] موسیٰ کفِ عیسیٰ نفس شیث[9] آدم[10] خلقتِ نوح[11] اکتساب
خضرِ اسکندر درِ ادریس رای صالح[12] یوسف رخِ یعقوب[13] باب
نامدار نامجوی نامور کامگار کامران کامیاب
جعفرِ[14] خالص پناهِ[15] خاص و عام احمدِ ثانی ملاذِ[16] شیخ و شاب
عقل مستظهر برای صائبش همچو بوالقاسم[17] بفتح بو تراب[18]
ساکنان درگهش خیرالانام حاسدانِ حضرتش شرالدواب
جودِ او ارزاق[19] را نعم الکفیل کوی او آفاق را نعم المآب

۱۶۲ الف

---

[1] ب۔ فعنال [2] ب۔ حالہ۔ حبالہ؟ [3] ا۔ ذات باک

[4] و همواره در دنیا حاکم جلیل القدر و محفوظ مامون از شرِ هر جانب باشی، نسخهٔ ب چنین ضبط کرده ولازلت فی الدهر قرماً قلیل مصوماً علی السر من کل جب یب دکذا [5] ب۔ آستان مسند [6] و این قصیده را بجواب قطعهٔ او گفته است [7] ب شیب آدم خلقت لوح آفتاب دکذا [8] ا۔ بناه۔ و این شعر از نسخهٔ ب افتاده است [9] اصل: ملاد [10] ب۔ لوتراب [11] ب۔ اوراق را نعم الوکیل

بر سپهرِ مکرمت صاحبقران در جهانِ منقبت مالک رقاب
اخترِ اقبالِ او بی[1] ارتداد و آسمانِ قدرِ او بی انقلاب
ز آرزوی پای بوسش ورد[2] چرخ دِ ایما یا لیتنی کنتُ تراب[3]
نیرِ اعظم ز نورِ خاطرش مقتبس چون جرمِ ماه[4] از آفتاب
ز آسمان آمد سخن او[5] ز آسمان بگذرانده چون دعای مستجاب
هر که او چون خواب در چشم آیدش[6] چشمِ بختش خواب را بیند بخواب
حرزِ بازویِ ملک دانی که چیست شعرِ او والله اعلم بالصواب
از طریقِ تربیت[7] ارسال کرد سویِ من نظمی[8] چو لولوءِ خوشاب
شاهدی خوش منظرِ شیرین کلام لعبتی مشکین خط عنبر نقاب
خط سبزش طبلهٔ[9] پُر عود خام چینِ زلفش نافهٔ پر مشکِ ناب
معنی او شمع صورت را فروغ صورت[10] او جام معنی را شراب
آب حیوان قطرهٔ از آن سواد لوحِ محفوظ آیتی از آن کتاب
نکتهایش مشرب دل را زلال نقطهایش چشمهٔ جان را حباب[11]
از لطافت رانده خون از چشمِ می وز روانی[12] برده آب از روی آب

---

[1] ب - بی ارداد (کذا)، [2] ب - راد روی (کذا)، [3] ب - ورد، [4] کاش کہ من خاک بودمی واین قول کفار در روز قیامت خواہد بود چنانکہ در قرآنِ مجید آمدہ است کہ یقول الکافر یالیتنی کنتُ ترابا قرآن شریف (۴۰:۷۸)، [5] ا - ماہ وآفتاب، [6] ب - داد، [7] ب - آمدشن، [8] ب - تربیت، [9] ب - سوی

نظمش ہجو ایلخ وقطعہ کہ مدیح شعراشاہ بآن کردہ است در ذیل این قصیدہ درج شدہ،

[10] ا - بر، [11] ا - صورت حسا (کذا)، [12] ب - جناب، [13] ب - رواق،

مصرِ حکمت را بیاضِ او سواد | نیلِ ظلمت را سوادِ او ذہاب[1]
من کیم کو ملتفت گردد بمن | کی کند سیمرغ بازی با[2] ذباب
بکرِ فکرش چون بر اندازد تتق | فکر بکرم رخ بپوشد از حجاب
افگند جدِ عروسِ طبعِ او | در دلِ شوریدۂ من پیچ و تاب
من چو پیشِ لفظِ او جان دادہ ام | کی توانم گفت شعرش را جواب
رعد[3] نتواند کہ بکشاید زبان | چون بر افتد پردہ از روی رباب

۶۲ ب

باد یکساعت ز سالِ عمرِ او | از ازل تا آخرِ یوم الحساب

(متعلق بہ حاشیہ بر صفحہ ۱۳)

قطعہ کہ امیر احمد بن المرتضی الاصفہانی بخواجو فرستادہ

صفحہ ۱۶۱ ا

افضلِ عالم کمالِ داد و دین | ای بر اقلیمِ ہنر مالک رقاب
ہم ضمیرت عقل را نعم[4] النصیر | ہم جنابت فضل را حسن المآب
ہر زمان از شرمِ لفظِ عذبِ تو | بر قرارِ اصل گردد گوہر آب
شعرِ جزوی دان کہ زان طبعِ لطیف | کلیِ قانونِ علمست انتخاب
گرچہ تا غایت بہ نیلِ[5] بندگیست | بندہ مستسعد نشد در ہیچ باب

---

[1] ا۔ نیلِ ظلمت سواد او نہ آب (کذا) ب۔ نیلِ ظرت را سوادِ او نعاب حرف نظر از ہر دو تصحیح شد • ذہاب بکسرِ اول آن موضع از چشمہ کہ آب ازان جوشد (فرہنگ آنندراج)، [2] ا۔ در، [3] ب۔ بجود ا۔ دعد، حرف نظر از ہر دو تصحیح شد، رعد نام عاشق رباب است، [4] ا۔ نعم المعیر، [5] ب۔ بعز

ملک ابو النجم ایاز بن اویماق

ہر زبان کے ادب میں خاص خاص تشبیہیں اور خاص خاص استعارے ہوتے ہیں۔ ان تشبیہوں اور استعاروں کی بنا پر زبان کا ادب تعمیر ہوتا ہے۔ ان کی حیثیت مستقل اور ان کے معانی اتنے وسیع ہو جاتے ہیں۔ کہ ہر ایک قسم کے خیالات اور جذبات کی ترجمانی ہو سکتی ہے۔ فارسی شاعری روایتی اعتبار سے ایک خاص حیثیت کی مالک ہے۔ اس کی تشبیہیں اور استعارے آج بھی وہی ہیں۔ جو آج سے کئی سو سال پہلے تھے۔ اس کا انداز تحریر اور اسلوب بیان عموماً اسی روش پر ہے۔ جو آج سے صدیوں پہلے تھا۔ وہی ساغر و بادہ۔ وہی شمع و پروانہ۔ وہی گل و بلبل اور وہی سرو و قمری۔ ان مستقل استعاروں اور تشبیہوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ انہی میں سے ایک مستقل استعارہ محمود و ایاز ہے۔ محمود و ایاز کے استعارے کی بدولت فارسی اور اردو کا بہت سا قابل قدر ذخیرہ ادب فراہم ہو گیا ہے حسن و عشق کی باریک سے باریک رمزوں سے لے کر حکومت و سیاست، مذہب و مدنیت کے وسیع مضامین تک اسی استعارے سے ادا کئے گئے ہیں۔ ہر شاعر اسے ایک نئے زاویۂ نگاہ سے دیکھتا رہا ہے۔ اور اپنی اپنی بصیرت کے مطابق مضامین کے انبار لگاتا رہا ہے۔ یہ تاریخی استعارہ اتنی شہرت اختیار کر چکا ہے۔ کہ محتاج بیان نہیں۔ لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ جو چیز جتنی مشہور ہو۔ اتنی ہی پایہ تحقیق اور درجۂ حیثیت سے گر جاتی ہے۔ آج محمود و ایاز کے تعلقات لوگوں کو محض افسانہ کی حیثیت سے یاد ہیں۔ ایاز کی شخصیت پر اتنے پردے پڑ گئے ہیں۔ کہ وہ ایک افسانوی کردار سے زیادہ معلوم نہیں ہوتا جس کی تاریخی اصلیت کے متعلق حقیقت بین نگاہیں شک و شبہ میں ہیں۔ تھوڑی سی بات کا

افسانہ بن جانا ہر لحاظ سے قابل یقین، اور قرین قیاس ہے۔ اور یہ مضمون اُسی تھوڑی سی حقیقت کا پتہ لگانے کی ایک کوشش ہے۔ یعنی ایاز کے تاریخی خدوخال کو بے نقاب کرنا۔

زمانہ حال کے بعض مصنفین کے نزدیک ایاز کا وجود محض افسانوی ہے۔ جس کی تاریخی اصلیت ناپید ہے۔ بعض دو ایازوں کے وجود کے قائل ہیں۔ ایک وہ ایاز جو سلطان محمود غزنوی کا منظور نظر تھا۔ اور دوسرا وہ ایاز جو امیر ایاز یا ملک ایاز کہلاتا ہے۔ اور تاریخوں میں اس کا کہیں کہیں ذکر ملتا ہے۔ لیکن تحقیق سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ایاز کا وجود ایک تاریخی حقیقت ہے۔ اور یہ کہ سلطان محمود کا منظور نظر اور تاریخی صفحات میں جگہ پانے والا ایاز ایک ہی ہے۔

تاریخی ایاز کا غالباً قدیم ترین ذکر زین الاخبار گردیزی میں ملتا ہے جسے ابوسعید عبدالحی بن الضحاک بن محمود گردیزی نے تقریباً ۴۴۲ھ میں لکھا۔ چنانچہ پہلے ہم تاریخی ایاز کا ذکر کرتے ہیں۔

ایاز کی تاریخی شخصیت۔ سلطان محمود غزنوی نے ۴۲۱ھ میں وفات پائی۔ اُس کی وفات کے بعد محمد جو غزنی میں پہلے پہنچا بعض امرا کی مدد سے تخت نشین ہوگیا۔ مسعود دارالخلافت سے دور تھا۔ محمد نے تخت نشین ہونے کے بعد لشکر اور رعایا کی تالیف قلوب کے لئے خزانوں کے مُنہ کھول دئے۔ لیکن لوگوں کا رجحان امیر مسعود کی طرف تھا سب سے پہلے جس نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ وہ امیر الابخم ایاز بن اویماق تھا۔ گردیزی زین الاخبار میں لکھتا ہے۔

"چون پنجاہ روز از وفات امیر محمود رحمتہ اللہ بگذشت۔ امیر ایاز با غلامان تدبیر کرد۔ و از ایشاں بیعت ستد بر رفتن بسوئے امیر مسعود رحمتہ اللہ و ہمہ اجابت کردند۔ و سوگند آن خوردند۔ و کس فرستاد بنزدیک ابوالحسن علی بن عبداللہ کہ او را علی دایہ گفتندی۔ و علی دایہ اجابت کرد۔ بر رفتن سوئے آن لشکر۔ و روز دیگر غلامان سرائے بیرون آمدند۔ و بہ ستورگاہ رفتند۔ اسپان بکشادند و برنشستند۔ باسلاحہائے تمام و بار وی از در کوشک بیرون آمدند

وہم چنان بمکابرہ برفتند و سوئے بست شدند۔ چون خبر با میر محمد رحمۃ اللہ رسید۔ لشکر را ازپس ایشان بفرستاد۔ واز جملہ حشم سوندھرائے کہ سپہ سالار ہندواں بود۔ باسوار چند بر اثر ایشان برفت۔ وایشان را اندر یافت و برآویخت وغلاماں حرب کردند۔ وبسیار ہندو را بکشتند۔ وسوندھرائے نیز کشتہ شد۔ وبسیاری از غلامان سرائے کشتہ شد۔ وسرہائے ایشان پیش امیر محمد آوردند۔ وابوالنجم ایاز بن ایماق وعلی دایہ ہم چنان باآن غلاماں انبوہ بتعجیل ہمی رفتند۔ تاہمہ بہ نیشاپور پیش امیر مسعود رحمۃ اللہ آمدند[۱]"

نیشاپور پہنچ کر انہوں نے مسعود کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ ایاز اور علی دایہ کے آنے سے مسعود کا حوصلہ بڑھ گیا۔ ادھر امیر محمد کے لشکر میں اختلاف پڑ گیا۔ امرا نے امیر محمد کو نظر بند کر لیا۔ اور خود مسعود کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ گردیزی کے بیان سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ ایاز بن ایماق کی تحریک سے مسعود تخت و تاج حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے بیہقی بھی ایاز کا ذکر ہے۔

ادھر سلطان محمد کے منظور نظر ایاز کے متعلق بیہقی میں بھی دو تین حوالے ملتے ہیں۔ ایک جگہ مسعود کے متعلق لکھتا ہوا لکھتا ہے

"روز سہ شنبہ پنجم شعبان امیر از پگاہ نشاط شراب کرد۔ پس ازبار در صفہ با ندیماں وغلامان وغلامے کہ اورا نوشتگیں نوبتی گفتندے ازان غلاماں کہ امیر محمود آوردہ بود۔ بدان وقت کہ یاقدر خان دیدار کرد غلامی چوں صد ہزار نگار کہ زیباعرو مقبول صورت تراز وے آدمی ندیدہ بودند وامیر محمود فرمودہ بود تا وے را در جملۂ غلاماں خاصہ بداشتند۔ کہ کودک بود۔ ودر دل کردہ کہ اورا بر روئے ایاز برکشد کہ زیادت از دیدار چالاکی بآرامش داشت[۲]"

دوسری جگہ جب احمد حسن میمندی رے کی گورنری کے لئے ایاز کا نام پیش کرتا ہے تو مسعود کہتا ہے۔ "ایاز بس بنازو عزیز آمدہ است۔ ہرچند عطسہ پدر ماست از سرائے بدور

---

[۱] زین الاخبار گردیزی ص۹۳۔ ۹۴، [۲] تاریخ مسعودی بیہقی ص۱۵۵،

نبودہ و گرم و سرد چشیدہ است ۔ و بہ ہیچ تجربت نیفتادہ است ۔ و وے را مدتی بباید کہ پیش ما باشد بیرون از سرائے تا در ہر خدمت گامی زند ۔ و وے را آزمودہ آید ۔ آنگاہ کریم و آنچہ باید فرمود بفرمائیم "[1]

بیہقی کے بیان میں ہمیں افسانوی ایاز کا پتہ ملتا ہے ۔ اب رہا یہ امر کہ آیا یہ دونوں شخصیتیں ایک تھیں ۔ یا جدا جدا ۔ اس کے لئے ہم کو ایک تیسرے ماخذ کی طرف رجوع کرنا چاہئے ۔ اور وہ ماخذ ہے ۔ دربار محمودی کا مشہور شاعر فرخی ۔ فرخی نے ایاز بن ادیماق کی تعریف میں ایک مستقل قصیدہ لکھا ہے ۔ وہ لکھتا ہے [2]

امیر جنگ جوئے ایاز ادیماق ۔۔۔ دل و بازوئے خسرو روز بیکار

سوارہ کہ در میدان در آید ۔۔۔ زپای اندر فتد دل ہائے نظار

یکے گوید کہ آں سرو یست بر کوہ ۔۔۔ دگر گوید گلے تازہ ست بر بار

زنان پارسا از شوی گردند ۔۔۔ بکابین دیدن او را خریدار

نہ بر خیرہ بدو دل داد محمود ۔۔۔ دل محمود را بازی مپندار [2]

یہ تعریف ایاز کے حسن و جمال اور رعنائی و برنائی کی ہے ۔ اس تعریف میں ہم بیہقی کے ایاز کے نقوش پاتے ہیں ۔ آگے چل کر فرخی لکھتا ہے ۔

خداوند جہاں مسعود محمود ۔۔۔ کہ او را زرہمی بخشد بخروار

جز او را از ہمہ میراں کرا داد ۔۔۔ بیک بخشش چہل خروار دینار

بدو بخشید مال خطۂ بست ۔۔۔ خراج خطۂ مکران و قزدار

کجا گردد فراموش آنچہ او کرد ۔۔۔ زبہر خدمت شاہ جہاندار

میان لشکر عاصی نگہ داشت ۔۔۔ وفاد عہد آن خورشید احرار

بروز روشن از غزنین برون رفت ۔۔۔ ہمی زد با جہانے تا شب تار

---

[1] بیہقی صفحہ ۳۲۱ ، [2] دیوان فرخی ایران ایڈیشن صفحہ ۱۶۴ ،

نماز شام را چندان کہ خواندند | کہ دشت از کشتہ شد با پشتہ ہموار
گروہی را ازان شیران جنگی | بکشت و ما بقی را داد زنہار
جُز او ہرگز کہ کرد است این بگیتی | بخوان شاہنامہ و تاریخ و اخبار[1]

اس دوسرے بیان سے ہم گردیزی کے اس ایاز کو بخوبی پہچان سکتے ہیں۔ جو سلطان مسعود کے لئے تخت و تاج کی کوشش کرتا ہے۔ فرخی نے ان دونوں ایازوں کے خط و خال کو اس طرح آپس میں ملا دیا ہے۔ کہ ان کا وجود ایک دوسرے سے جدا کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ وہی ایاز جو گل تازہ اور محمود کا منظور نظر ہے۔ اپنے مخدوم زادہ سلطان مسعود کے لئے اپنے دل و دماغ کی تمام قوتوں کو بروئے کار لاتا ہے۔ اور تدبیر و دانش کے علاوہ تیغ و تفنگ سے کام لیتا ہے۔ ان صریح بیانات کے ہوتے ہوئے ہم ایاز کو ایک تاریخی شخصیت ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جو سلطان محمود کا عزیز غلام ہونے کے علاوہ امرا میں سے تھا۔ اور جس کے اثر و رسوخ سے سلطان مسعود اپنا تخت و تاج حاصل کرتا ہے۔

نام و نسب۔ گردیزی کے بیان کی رو سے ایاز کا پورا نام امیر ابوالنجم ایاز بن ایماق ہے۔ فرخی اسے ایاز بن اویماق لکھتا ہے۔ اور بیہقی ابوالنجم ایاز۔ ایاز ترکی زبان کا لفظ ہے۔ جو اسم معرفہ ہونے کے علاوہ خوشگوار دھوپ اور اس پالو یا شبنم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جو کسی صاف صاف رات کو پڑے۔ اور اویماق انگشتانہ کے علاوہ ایک مشہور ترکی قبیلے کا نام ہے۔ فرہنگ آنند راج میں ہے۔ "ایاز۔ بروزن آواز ... و بہ تبدیل زا و تغییر ادر ایاس نیز گفتہ اند" چنانچہ خواجہ فریدالدین عطار ایاز کے ساتھ ایاس بھی کہتے ہیں ؎

چون حسن بشنود این قول از ایاس | گفت احسنت ای ایاز حق شناس[2]
بود جامی لعل در دست ایاس | قیمت او برتر از حد قیاس[3]

---

[1] دیوان فرخی ایران ایڈیشن ۔ صفحہ ۱۶۴۔ [2] منطق الطیر صفحہ ۱۲۱۔ [3] منطق الطیر صفحہ ۱۴۵۔

وطن۔ اس کے وطن کے متعلق کچھ اختلاف ہے۔ لیکن کثرت رائے کا اتفاق اس کے ترکی النسل ہونے پر ہے۔ سجان رائے مصنف خلاصۃ التواریخ کے قول کے مطابق وہ کشمیر کا شاہزادہ تھا۔ وہ کہتا ہے "گویند کہ ایں ایاز خلف والی کشمیر بود۔ بحو نو سالی ہمراہ پدر خویش در شکارگاہ رسید جمعی از عیاران آدم دزد بقا بوئے کہ یافتند ایاز رابدست آوردہ ازاں ولایت بدر رفتند و در بدخشان رسیدہ آں لعل درج شاہی رابدست سوداگری بقیمت خاطر خواہ فروختند۔ و از تقدیرات قادر مطلق شاہزادہ بہ غلامی منسوب گشت۔ وآں سوداگر...... در تربیت پرورش توجہ بری گماشت۔ بقصد تجارت از بدخشان در غزنیں رسید[1]...... الخ"

سجان رائے کا بیان بہت مفصل ہے۔ اور بے حد شاعرانہ اور مبالغہ آمیز۔ اور یقیناً زلالی کی مشہور مثنوی محمود و ایاز سے ماخوذ ہے جس کا ذکر خود سجان رائے بھی کرتا ہے۔ زلالی نے اپنی اس مثنوی کا خاکہ مختلف داستانوں سے اڑایا ہے۔ چنانچہ اس کا ہر ایک کردار ہمیں کسی نہ کسی مشہور کردار کی یاد دلا دیتا ہے۔ اس کا انداز بیان خالصۃً افسانوی ہے جس کو تاریخ سے قطعاً کوئی علاقہ نہیں۔ محمود و ایاز کے تعلقات کو ہوا دینے والوں میں سے زلالی کا غالباً سب سے زیادہ ہاتھ ہے جس نے اسی ایک موضوع پر پونے پانچ سو صفحے کی ایک ضخیم مثنوی لکھ ماری ہے۔ ایاز کو کشمیری النسل شہزادہ کہنے والا بھی سب سے پہلے غالباً وہی ہے۔

دوسرا بیان نظامی عروضی[2]، فرشتہ اور مجالس العشاق کا ہے نظامی اس کو ترک کہتا ہے۔ فرشتہ اسے ختنی الاصل کہتا ہے۔ اور مجالس العشاق کا مصنف اُسے ترک کہہ کر پکارتا ہے۔[3] گویا تینوں اس کے ترک ہونے پر متفق ہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ ان دونوں بیانوں میں سے کونسا زیادہ قرین قیاس اور وقیع ہے۔ ماخذ کے کمزور ہونے کی وجہ

---

[1] خلاصۃ التواریخ سجان رائے ص۱۶۹ [2] تاریخ فرشتہ ص۳۱ [3] مجالس العشاق ص۲۱۲

سبحان رائے کا بیان پایہ اعتبار سے گر جاتا ہے۔ اس کے برخلاف نظامی عروضی، فرشتہ اور مجالس العشاق وغیرہ کا بیان زیادہ قرین قیاس ہے۔ یہ زمانہ وہ تھا جب سامانیوں کے ہاتھوں ترکستان[1] مفتوح ہو چکا تھا۔ اور ترکی غلام گھر گھر میں ملازم رکھے جا رہے تھے۔ وہ خوبصورت ہونے کے علاوہ دلیر اور خدمت گار ہوتے تھے۔ پس ایسی صورت میں کیا یہ زیادہ قرین قیاس نہیں۔ کہ ایاز بھی انہی لاتعداد غلاموں میں سے ایک ہو۔ جنہیں قسمت اپنے وطن سے باہر نکال دیتی تھی۔ اور جو اپنے وطن سے شاید دوسرے ملکوں میں زیادہ چمکتے اور عزت پاتے تھے۔ اس کے علاوہ اس کا نسب 'ملک' ایک خالص ترکی لقب ہے۔ جو ایک ترک کے لئے ہی ہو سکتا ہے۔ اور جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ ایاز اور اویماق دونوں ترکی زبان کے بامعنی الفاظ ہیں۔ ایسی صورت میں ایاز کا ترکی النسل ہونا زیادہ صحیح اور موزوں ہے۔

ایاز بازار غزنی میں۔ مجالس العشاق اس کے بازار غزنی میں بکنے کا حال یوں بیان کیا ہے۔

(محمود) در سی صد و نود و شش ملتان را بگرفت و چند قلعہ از قلاع ہند مسخر کرد۔۔ چوں پادشاہی راست گفتار خوب کردار بود۔ در زمانِ دولت او مملکت ملت حضرتِ رسالت پناہ در کمال اُمنیت و تمامی امّت براحت بودند القادر باللہ کہ دراں زمان خلیفہ بود۔ او را یمین الدولہ و امین الدولہ لقب بخشید۔ و چوں در زمانِ دولت او مردم برفاہیت بودند۔ و راہہا در رفاہتِ امنیت۔ از اطراف و اکناف تجاّر می آمدند۔ و آنچہ مطلوب بودی آوردند۔ از انجملہ یک نوبت صد و بیست[۱۲۰] غلام ترک آوردہ بودند۔ اکثر صاحب جمال و در حد اعتدال و ایاز یکے از ایشان بود۔ چوں آں کاروان غلاماں را بہ غزنین

---

[1] ترکستان کی جغرافیائی حدود اس وقت مختلف تھیں۔ اس وقت کا ترکستان مشرقی شہروں یار قند وغیرہ سے لے کر ایشیائے کوچک تک پھیلا ہوا تھا۔

رسانید۔ مقربان ذوی البصیرہ را فرستادند۔ کہ آنچہ لائق باشد بجہت پادشاہ بخرند و باقی را گذارند۔ کہ بر ہرکس کہ خواہند فروشند۔ دراں محل ایاز بیمار بود۔ و بغائت ضعیف و نزار۔ تمامی غلاماں را قبول کردند و دست رد بر سینۂ او زدند۔ چوں او را موالستی تمام باآں جماعت بود و ہمہ را آگاہ داشتند و او را قبول نکردند در محل بیرون رفتن فرو گریست و در رفتن شرارۂ کہ از شعلہ حیاتش ماندہ بود۔ می مرد۔ و می زیست۔ حالت او در دل سلطان تاثیری تمام کرد۔ کسی را دوانید و ایشاں را باز گردانید فرمود۔ کہ ایں یک صد نوزدہ غلام را برائے خود خریدم۔ ایں یکے را از بہر خدامی خرم او را نیز بیع کردند"[1]

کون کہہ سکتا تھا۔ کہ یہی پس ماندہ غلام ایک دن محمود کے ہاں مقبول اور پیش پیش ہوگا۔

تعلیم و تربیت۔ اس کی تعلیم و تربیت کے متعلق کوئی بلاواسطہ بیان موجود نہیں ہے غلاموں کی تربیت کے بارے میں دو اصول تھے۔ لونڈیوں کو عموماً بردہ فروش مختلف فنون مثلاً امور خانہ داری۔ موسیقی۔ رقص وغیرہ میں خود تربیت دیتے تھے۔ اور جوانی کے عالم میں حسب دل خواہ قیمت پر فروخت کرتے تھے۔ لیکن غلاموں کے بارے میں اکثر یہ ہوتا تھا۔ کہ وہ بچپن کی حالت میں ہی فروخت کر دئے جاتے تھے۔ اور آقا انہیں خود اپنی پسند کے مطابق تربیت دے لیتا تھا جیسا کہ بیہقی کے بیان سے (جو ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں) پتہ چلتا ہے۔ کہ جب تو شتگین خریدا گیا۔ تو وہ محض ایک بچہ تھا۔ اور محمود اس کی تعلیم و تربیت اہل کاروں کے سپرد کرتا ہے۔ اغلب ہے۔ کہ ایاز بھی بچپن میں ہی خریدا گیا ہو۔ اور اس کی تربیت بھی اہل کاروں کے ہاتھوں ہی ہوئی ہو خصوصاً جب کہ مختلف واقعات اس کی اعلےٰ تعلیم و تربیت کی گواہی دیتے ہیں۔ اطاعت، خدمت، حاضر جوابی جس میں سادگی کا عنصر زیادہ ہوتا تھا۔ اس میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ وہ

---

[1] مجالس العشاق صفحہ ۲۱۱-۲۱۲

شائستگی کے اصول اور آداب محفل سے پوری طرح واقف تھا۔ اور بادشاہی محفلوں میں ہر وقت شریک رہتا تھا۔ ان اوصاف کے علاوہ وہ ایک دلیر سپاہی۔ شہسوار۔ اور قادر تیرانداز بھی تھا۔ اور مردانہ اوصاف سے پوری طرح موصوف تھا۔ جہاں وہ محفل کی زینت تھا۔ وہاں میدان جنگ میں وہ عدو کے لئے موت کا فرشتہ تھا۔ فرخی اس کی تعریف میں لکھتا ہے ؎

دلیراں از نہیبش روز کوشش　　همی لرزند چوں برگِ سپیدار

اور پھر اس کی بے پناہ طاقت اور قادر تیراندازی کے متعلق کہتا ہے:۔

اگر بر سنگ خارا بر زند تیر　　بسنگ اندر نشاند تا لبسو فار
بردن پراند از نخچیر ناوک　　من ایں صد بار دیدستم نہ یک بار

معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایاز خاص طور پر تیراندازی میں یگانہ اور شہرۂ آفاق تھا۔ اور یہ اس کا خاص سپاہیانہ وصف تھا کیونکہ ابوالفرج رونی جس نے اس کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا ہے اپنے قصیدہ کی تشبیب ہی اس کی تیراندازی کے کمال سے کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

نہ کند کار تیر آیازی　　نَل ہندی و نیزۂ تازی
پیش پیکان او کے آید کوہ　　گر بداند کہ چیست جانبازی
بارِ سوفار اوزہِ چرخش　　بازمانہ گشد بانبازی
روزِ پرتاب او ز شرق بہ غرب　　نہ کند عبرہ جز بہ طنازی
پرّ او را عقاب سجدہ برد　　چوں کشادش دہد سرافرازی
اوج او در صعود کیواں را　　بیند اندر ہبوط صد بازی
حکم سوبش اجل ہمی راند　　کردہ با او بفعل دمسازی
چوں تواند ز حدِ ایشاں جست　　خصم کیں مرغزی است یا رازی

اس کا مختلف جنگوں میں حصہ لینا اس کی دلیری اور شجاعت کا گواہ ہے جن حالات

---

[1] دیوان فرخی صفحہ ۱۶۴ ، [2] قصائد ابوالفرج رونی صفحہ ۱۱۶

میں اس نے مسعود کی تخت نشینی کے لئے کوشش کی۔ وہ پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ کس طرح لڑتا بھڑتا غلاموں کی جمعیت کے ساتھ شاہی سواروں کے نرغے سے نہ صرف بچ کر نکل جاتا ہے۔ بلکہ شاہی فوج کا سپہ سالار مارا جاتا ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں ہم اس کی اعلےٰ تعلیم اور تربیت کے متعلق خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ایاز محمود کی خدمت میں۔ ایاز جب تعلیم و تربیت کی بھٹی سے نکلا۔ تو کندن کی طرح تھا۔ حُسن صُوری اور حُسن معنوی دونوں نعمتوں سے مالا مال تھا۔ اس نے اپنے آپ کو سلطان کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ ایک لمحہ بھی سلطان کی طرف سے غافل نہ ہوتا بیہقی کہتا ہے۔ کہ "زیادت از دیدار چالاکی بارامش داشت"[1]

اس کو اس کی تعلیم و تربیت اور نیک فطرت کا ذاتی جوہر لے اُڑا اس کی بے لوث خدمت کامل تابعداری، انتہائی فرمانبرداری اور وفا نے محمود کے دل میں گھر کر لیا خدمت اور اطاعت دو ایسے جوہر ہیں جو کسی دل کو اپنی طرف مائل کر لینے کے لئے کافی ہیں چنانچہ محمود نے اس سے خوش ہو کر اسے اپنے تمام غلاموں سے بڑھا چڑھا دیا۔ اور رفتہ رفتہ ایاز 'ایاز خاص' بن گیا۔ خلوت ہو کہ جلوت سفر ہو کہ حضر بزم نشاط ہو یا میدان جنگ ایاز محمود کے ساتھ تھا۔ ایاز کی اس اطاعت و وفا کے متعلق بہت سی روائتیں مشہور ہیں عوفی جوامع الحکایات میں کہتا ہے۔ کہ ایاز کے زیادہ مقبول ہونے کا سبب ایک یہ بھی تھا"

آوردہ اند۔ کہ سلطان محمود سبکتگین را سبب اختصاص ایاز در خدمتش آن بود۔ کہ روزے در شکار ہمائے بر خاست خلائق می تاختند کہ در سایہ ہما ایستند۔ ایاز از اسپ فرو جست و رکاب سلطان بگرفت۔ سلطان گفت ایاز چہ می کنی۔ گفت یاراں و خلائق در ظل ہمائے اند۔ من در خدمت ظل خدائے۔ سلطان محمود را از کیاست عجب آمد۔ و او را بر اقوال د

---

[1] بیہقی صفحہ ۰

الغیاث بخود برگزید" ؎

عطار نے اس کی فرمانبرداری کی ایک دلچسپ حکایت منطق الطیر میں یوں لکھی ہے ؎

بود جام لعل در دست ایاس | قیمت او برتر از حد قیاس
شاہ گفتا بر زمین زن پیش خویش | بر زمینش زد کہ شد صد پارہ بیش
شور در خیل و سپاہ افتاد ازو | کایں ہمہ کس را نگاہ افتاد ازو
ہر کسش مے گفت اے شوریدہ رائے | قیمت او را نداند جز خدائے
تو چنین بہ شکستی او را شرم دار | عزتش بردی و افگندیش خوار
شاہ ازاں شورش تبسم می نمود | خویش را فارغ ز مردم می نمود
تا یکے گفت ایں جہان افروز جام | از چہ بشکستی چنین خوار اے غلام
گفت فرماں بردن ایں شہ مرا | برتر از ماہی بود تا مہ مرا
تو بسوئے جام افگندی نگاہ | من نیم جز بندۂ فرمانِ شاہ
بندۂ آں بہ کہ بر فرماں رود | جام چہ بود خود سخن از جاں رود[۲]

ایاز و محمود کا تعلق۔ فارسی اور اردو ادب میں ایاز و محمود کے تعلقات کو ہمیشہ اچھے پیرایہ میں دکھایا گیا ہے۔ انہیں حسن و عشق کا پاکیزہ اور مقدس مظہر کہا جاتا ہے۔ بے شمار روائتیں اور حکائتیں جو ادب میں ہم تک پہنچی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ محمود کی ایاز سے دلبستگی کن جذبات کے زیر اثر تھی۔ غلاموں سے محبت کا رواج یوں تو قدیم زمانے سے چلا آتا تھا۔ لیکن ایران میں صوفیاء کے حلقوں نے اس چیز کو خاص طور پر بڑھایا چڑھایا۔ اہل تصوف کا خیال ہے۔ کہ عشق کے بغیر خدا تک جو ایک قابل ترین اور حسین ترین ہستی ہے۔ رسائی ناممکن ہے۔ خواہ یہ عشق اپنی ابتدائی شکل میں مجازی ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ مشہور شعر ہے ؎

---

[۱] جوامع الحکایات قسم چہارم باب ۲۲۔ یونیورسٹی نسخہ۔

[۲] منطق الطیر نول کشور صفحہ ۱۹۸۔

متاب از عشق رُو گرچہ مجازی است   کہ آں بہرِ حقیقت کارسازی است

اس بیان پر شاہد ہے ۔ اب یہ عشق کیا ہے؟ ایک ایسی وارفتگی اور کیفیت جو لطیف اور نازک ترین حسیات کو بیدار کر کے روح کی بالیدگی اور افزائش کا باعث بنتی ہے اس کا تمام عمل محض قلبی یا ذہنی واردات سے متعلق ہے ۔

اس عمل میں جسمانی لذت کا حصول قطعاً روا نہیں۔ کیونکہ ذات باری جو اصل مقصد ہے تمام مادی اوصاف سے عاری اور منزّہ ہے ۔ چنانچہ جب خدا تک پہنچنے کے لئے عشق لازمی ٹھہرا۔ تو انہوں نے ابتدائی طور پر جنس مخالف سے عشق کی بجائے اپنی جنس سے عشق کو منتخب کرلیا۔ اور ایسا کرنے کی وجوہات بھی تھیں ۔ اُن کا خیال ہے ۔ کہ جنس مخالف کے عشق میں جسمانی لذت کا احتمال ہر دم موجود ہے ۔ جو سالک کو کسی وقت بھی گمراہ کرسکتی ہے ۔ برعکس اس کے اپنی جنس سے عشق کرنے میں کسی قسم کی ہوس اور جنسی خواہش کا گزر نہیں ہو سکتا ۔ یہ ایک پاکیزہ آسمانی مقدس اور تخیلی چیز تھی ۔ جس کا تعلق بلاواسطہ روح سے ہوتا تھا۔ یہ عشق اپنے اصلی عشق میں عشق حقیقی سے قریب ترین تھا ۔ اس پاکیزہ نظریہ کی بہت سی مثالیں موجود ہیں ۔ مولانائے روم اور شمس تبریزی کی دلبستگی ایک تاریخی واقعہ کی حیثیت اختیار کرچکی ہے ۔ شمس تبریزی کی صحبت نے مولانائے روم کے سوئے ہوئے لطیف جذبات کو اس طرح بیدار کیا ۔ کہ ان کی پوری شخصیت ہی بدل گئی ۔ اور اسی تحریک اور جذبے کے زیر اثر قرآن عجم دنیا کے سامنے آیا۔ عشق مجازی کے اس نظریہ کو اس وقت اور بھی فروغ ہوا ۔ جب حسین و جمیل ترک بچے غلام بنا کر ایران کی سرزمین میں بھیجے جانے لگے ۔ کم فہموں نے اس نظریہ کی اصلی ماہیت کو سمجھے بغیر صوفیاء کی تقلید شروع کردی ۔ اور مرور ایام کے ساتھ یہ پاکیزہ جذبہ عوام کے نااہل ہاتھوں میں اپنی پاکیزگی اور بلندی سے گرنا شروع ہوگیا ۔ اور پھر تو ؎

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی   اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی

ایاز و محمود کے تعلقات مختلف روائیتوں سے صوفیاء کے اس نظریہ کے ماتحت نظر آتے ہیں۔ ان کا تعلق ہر جگہ ذہنی تعلق دکھایا گیا ہے۔

محمود اول اول ایاز کے حسن اخلاص اور وفا سے متاثر ہوا۔ اور رفتہ رفتہ یہ تاثرات ایک خاص دلبستگی بلکہ وارفتگی کی حد تک پہنچ گئے۔ لیکن اس کا سرچشمہ اور محرک قدر شناسی اور پاکیزہ الفت کا جذبہ تھا۔ چنانچہ عطار نے جا بجا اپنی مثنویوں خصوصاً منطق الطیر میں اس تعلق کی پاکیزگی اور تقدیس کا اظہار کیا ہے۔ نظامی عروضی نے چہار مقالہ میں ایک واقعہ نہایت مفصل طور پر لکھا ہے۔[1] وہ لکھتا ہے کہ محمود ایک متقی اور دیندار آدمی تھا۔ اور اس نے ہمیشہ عشق کو فسق سے علٰحدہ رکھا۔

مجالس العشاق کا منظوم بیان بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔[2] عطار اپنے تذکرۃ الاولیاء میں ابوالحسن خرقانیؒ کے ذکر میں کہتے ہیں۔

"نقل است کہ وقتی سلطان محمود وعدہ دادہ بود ایاز را خلعت خویش را در تو خواہم پوشیدن و تیغ برہنہ بالائے سر تو برسم غلامان من خواہم داشت۔ چوں محمود بزیارت شیخ آمد۔ رسول فرستاد کہ شیخ را گوئید۔ کہ سلطان برائے تو از غزنین بدین جا آمد۔ تو نیز برائے او از خانقاہ بر خیمۂ او در آ۔ و رسول را گفت۔ اگر نیاید ایں آیت بر خوانید۔ قولہ تعالیٰ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم رسول پیغام بگزارد۔ شیخ گفت۔ مرا معذور دارید۔ ایں آیت بر وخواندند۔ شیخ گفت کہ محمود را گوئید۔ کہ چناں در اطیعوا اللہ مستغرقم کہ در اطیعوا الرسول خجالت ہا دارم۔ تا باولی الامر منکم چہ رسد۔ رسول بیامد و بہ محمود باز گفت۔ محمود را رقت آمد۔ و گفت برخیزید کہ او نہ ازاں مرد است کہ با گماں بردہ بودیم۔ پس جامۂ خویش را با ایاز داد و در پوشید۔ و دہ کنیزک را جامۂ غلاماں در بر کردہ۔ و خود بسلاح داری ایاز پیش و پس می آمد۔ امتحان را۔ روی بصومعہ شیخ نہاد چوں

---

[1] چہار مقالہ مرتبہ قزوینی صفحہ ۳۴ صفحہ ۳۵، [2] مجالس العشاق صفحہ ۲۱۳-۲۱۵،

از درِ صومعہ درآمد۔ وسلام کرد۔ شیخ جواب داد۔ امّا بر پا نخاست۔ پس روی بہ محمود کرد۔ ودر ایاز ننگرید۔ محمود گفت۔ بر پا نخاستی سلطان را۔ واین ہمہ دام بود۔ شیخ گفت دام است امّا مرغش تو نۂ۔ پس دستِ محمود بگرفت۔ وگفت فراپیش آ چون ترا پیش داشتہ اند"[1]

یہ اور اس قسم کی اور بے شمار روائتیں موجود ہیں جن سے محمود اور ایاز کے بے لوث اور پاکیزہ تعلق پر روشنی پڑتی ہے۔

فتح لاہور۔ فرخی نے جو قصیدہ ایاز کی تعریف میں ہی لکھا ہے۔ وہ تقریباً ۴۲۲ھ کی تصنیف ہے۔ اس وقت مسعود تخت نشین ہو چکا ہوتا ہے۔ اور مکران و قزدار جن کا خراج ایاز کو ملتا ہے۔ فتح ہو چکے ہوتے ہیں۔ فرخی اس قصیدہ میں جہاں اُسے گل تازہ اور سرو وغیرہ کے ناموں سے یاد کرتا ہے۔ وہاں اس کی بے مثل تیر اندازی اور شہ سواری کا بھی ذکر کرتا ہے۔ عمر کا یہ دور خوش تر پچیس دور ہوتا ہے۔ اور پچیس سے تیس سال تک گنا جا سکتا ہے اگر ہم ۴۲۲ھ میں ایاز کو تیس سال کا بھی مان لیں تو اس کا سن پیدائش تقریباً ۳۹۲ھ نکل آتا ہے۔ مجالس العشاق کا مصنف اُسے ۳۹۶ھ کے بعد غزنی کے بازار میں لاتا ہے ہو سکتا ہے۔ سات آٹھ سال کی عمر میں وہ غلام بن کر بھیجا گیا ہو۔ اور چھ سات سال تربیت وغیرہ نکال دینے کے بعد ۴۱۰ھ میں وہ محمود پر اثر انداز ہونا شروع ہو چکا ہو۔ کیونکہ بیہقی کے بیان کے مطابق جو نوشتگین کے متعلق ہے۔ اور جیسے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ محمود قدر خاں کی ملاقات کے وقت جو ۴۱۶ھ میں ہوئی۔ ایاز سے متاثر ہے۔ اور نوشتگین کو ایاز سے بڑھا دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس زمانے میں محمود ہندوستان کی طرف متوجہ تھا۔ اور تقریباً ہر سال ہندوستان پر حملہ کرتا تھا۔ ۴۱۲ھ میں محمود نے کشمیر کے مستحکم قلعہ لوہ کوٹ کا دوبارہ محاصرہ کیا۔ قدرتی اسباب کی وجہ سے لوہ کوٹ کا قلعہ

---

[1] تذکرۃ الاولیاء مرتبہ نکلسن صفحہ ۲۰۵

ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ محاصرہ طول پکڑ گیا۔ محمود نے بھی آخرکار اس کا لوہا مان لیا۔ اور ایک سعی بے حاصل کے بعد پنجاب کے میدانوں میں اتر آیا۔ پنجاب میں اس وقت انند پال کا بیٹا اور جے پال کا پوتا ترلوکن پال جسے عام طور پر نبیرہ جے پال یا جے پال ثانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حکمران تھا۔ ترلوکن پال اپنے آپ کو کمزور سمجھتے ہوئے اجمیر کی طرف بھاگ گیا۔ اور محمود نے آگے بڑھ کر تاکیشر اور لاہور پر قبضہ کر لیا۔ اور اس طرح پنجاب کا سلطنت غزنی سے الحاق کر لیا گیا۔ محمود نے مختلف اضلاع میں اپنے عامل مقرر کئے اور اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا۔ یہ واقعہ ۴۱۲ھ کا ہے۔ محمود نے سردیوں کا موسم پنجاب کے میدانوں میں گذارا اور اوائل بہاریں یہاں پنجاب میں اپنے نائب مقرر کر کے چلا گیا۔ بعض مقامی مورخین کی رائے میں یہ نائب ایاز تھا چنانچہ اکبر شاہ نجیب آبادی اپنی کتاب "آئینہ حقیقت نما" میں لکھتے ہیں۔ "محمود لاہور میں اپنے عزیز غلام ایاز کو پنجاب کا صوبہ دار بنا کر غزنی کی جانب چلا گیا"[۱] ایاز کو بادشاہی دیئے جانے کے متعلق عطار کی مثنوی منطق الطیر میں بھی موجود ہے ؎

چوں ایاز خاص را محمود خواند تا صدارش کرد و بر تختش نشاند
گفت شاہی وادمت لشکر تراست پادشاہی کن کہ ایں کشور تراست
آں ہمی خواہم کہ تو شاہی کنی حلقہ در گوش مہ و ماہی کنی[۲]

اس حکایت سے بظاہر اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ سلطان محمود نے ایاز کو اپنی عین حیات میں ہی کسی نہ کسی جگہ صوبہ دار مقرر کر دیا تھا۔ اکبر شاہ اور دوسرے مقامی مورخین کا ماخذ غالباً سجان رائے کے الفاظ ہیں۔ جو لاہور شہر کی قدیم تاریخ لکھتے ہوئے کہتا ہے "بعد ازانکہ سلطان محمود غزنوی فتح ہندوستان نمود۔ ملک ایاز کہ منظور نظر سلطان در خوبی و فراست بے ہمتا بود۔ بآبادی آں شہر متوجہ شدہ قلعہ پختہ احداث نمود۔ و

---

[۱] آئینہ حقیقت نما جلد اول صفحہ ۱۸۰ [۲] منطق الطیر صفحہ ۲۰۹

شہرے بہ تجدید آباد گردید" [1]

لیکن حقیقت یہ ہے کہ بعد کے مورخین کو سجان رائے کے الفاظ سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ سجان رائے کا مطلب یہ نہیں۔ کہ سلطان نے لاہور کی فتح ۴۱۲ھ کے فوراً بعد ایاز کو اپنا نائب مقرر کیا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ لاہور جو مرور ایام سے حوادث زمانہ کے ہاتھوں برباد ہو چکا تھا۔ اسلامی فتح کے بعد ایاز کی توجہ سے پہلی دفعہ آباد اور بے بارونق ہوگیا۔ ایاز محمود کے عین حیات تک شاہی دامن سے وابستہ رہا۔ اور کبھی بھی سرِ شاہی سے معتد بہ عرصہ کے لئے دور نہیں رہا۔ وہ رزم اور بزم سفر اور حضر میں ہمیشہ محمود کے ساتھ رہا۔ چنانچہ ابوالفضل بیہقی جو ایک معاصر اور مستند مورخ ہے۔ سلطان مسعود کی زبان سے ایاز کے متعلق جب کہ خواجہ احمد حسن میمندی رے کی گورنری کے لئے ایاز کا نام بھی پیش کرتا ہے۔ یہ فقرے کہلواتا ہے "..... و ایاز بس بناز و عزیز آمدہ است۔ ہر چند عطسہ پدر ماست از سرائے دور نبودہ است۔ و گرم و سرد نچشیدہ است۔ و ہیچ تجربت نیفتادہ است۔ وے را مدتی باید کہ پیش ما باشد بیرون از سرائے تا در مدتے گامے زند و وے را آزمودہ آید آنگاہ نگریم و آنچہ باید فرمود فرمائیم" [2]

بیہقی کے ان واضح اور غیر مبہم شہادت کے بعد ایاز کے محمود کے عین حیات میں صوبہ دار بننے اور سرائے شاہی سے دور رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ایاز کی حیثیت محمود کے دربار میں۔ اس زمانے میں غلاموں کو بے حد اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ جب ہم بیہقی کے اوراق کو بنظر غائر دیکھتے ہیں۔ تو جا بجا غلام سالاروں کا ذکر آتا ہے جن میں سے بعض آزاد بھی کر دئے گئے۔ ان غلاموں کا ایک مستقل وجود نظر آتا ہے جن سے غزنوی کی ایک منضبط فوج تیار ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ بادشاہ کا خاص حفاظتی دستہ ان غلاموں پر مشتمل نظر آتا ہے۔ محمود کے ہاں موجودہ زمانے کی طرح

---

[1] خلاصۃ التواریخ صفحہ ۶۴ و صفحہ ۶۵۔ [2] بیہقی صفحہ ۳۲۱۔

واز غرایب اتفاقات آنکه حرم محترم او شعلهٔ آه سوزان از سینه می انگیخت و سیل اشک از دیدهٔ گریان می ریخت تا بعد از دو سه روز با هزاران درد و سوز از تلخی هجران جان شیرین بر افشاند، و در جهان نام نیک بحسن وفا ازو یادگار ماند

بیت

جان فدای دوست کن کم زان زن هندو نهٔ
کز وفای شو در آتش زنده سوزد خویش را

میرزا ابوالقاسم بابر برین فتح نامدار شکر مواهب پروردگار بجای آورده مبشران باطراف ممالک دوانید و صدای این بشارت بمسامع جهانیان رسانید، و چون خاطر از جانب هم میرزا سلطان محمد جمع ساخت* پرتو اندیشه بر قضیهٔ میرزا علاء الدوله انداخت، و میرزا علاء الدوله که همراه او مقید می بود میرزا ابوالقاسم* چشم او را حکم میل کشیدن فرمود **بیت**

گرت در سینه چشمی هست روشن
بعبرت بین درین فیروزه گلشن
چنان چشمی که از سرمه شدی ریش
چگونه تاب میل آرد بیندیش
بلی حکم قضا شد وز قدر بود
اذا جاء القضا عمی البصر بود

۱؎ آ ک ب: هزار (بجای هزاران)، با مثل متن، ۲؎ آ: بظهور (بجای بظهور)، با آ ب ک: بظهور، ۳؎ حبیب السیر: بعد از آنکه خاطر از هم یک برادر جمع ساخت همان روز (بجای آنچه در متن است)، ۴؎ فقط در ک،

حکمِ آسمانی عالم بر جہان بینِ او تیرہ و تاریک گردانید[۱] و زبانِ حالِ آن ستم رسیدہ نحوای این
مقال بہ انینِ حزین با وجِ سپہر برین میرسانید رباعی

تا چرخ مرا ببدگمانی برخاست
دل از سرِ کارِ این جہانی برخاست
چون چشمِ مرا دستِ قضا میل کشید
فریاد ز عالمِ جوانی برخاست

اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ[۲]

میرزا ابوالقاسم بابر ہر چند اہالیان را بفنونِ انعام و صنوفِ اکرام بہرہ مند
گردانید و در ذاتِ مبارکش کرمِ جبلّی و سخای غریزی بود و خورشیدِ مروّت
۴۳۵ب از مشرقِ ہمّتِ او طالع و ساطع می شد (۴۳۵ ب) و اجرامِ علوی
نسبت با رفعتِ قدر[۳] خود پست می پنداشت و معادنِ جوہر و خزاینِ سیم و زر پیشِ چشمِ
استغناء او وزنی نداشت۔ فامّا قطعِ صلۂ رحم و کشتن و میل کشیدنِ برادرانِ بزرگ بر
چہرۂ جاہ و جلالِ او چشم زخمی عظیم آمد، اگر او را از راہ بصیرت نظری دوربین بودی بسببِ
استیلاء قوّتِ غضبی بر حرکاتِ چنان اقدام ننمودی، و از احوالِ گذشتگان اعتبار گرفتی، و
ہنگامِ قدرت عذرِ جرمِ برادران[۴] پذیرفتی، و بر برادران ابقاءِ پادشاہانہ فرمودی و بر
اختلالِ احوالِ ایشان ترحّم نمودی ہر آئینہ اہلِ روزگار عیب و عارِ این کار بر زبان نیاوردی،
و بر اوراقِ لیل و نہار صورتِ قبیح این اطوار ثبت نشدی و لیکن شعر

---

۱ در حبیب السیر گفتہ است کہ شخصی کہ مباشر این فعل شنیع بود بر میرزا رحم کردہ "میل را بوجہی در چشمہایش کشید کہ بر مردمک دیدہ اش آسیبی نرسید" نیز رک بہ دولت شاہ ص ۴۱۶،
۲ قرآن مجید ۵۹: ۲،
۳ ورق ۔ ' از روی آب نوشتہ شد'
۴ فقط ک : و برادران (بجای برادران)،

قد ینزع[1] الله من قوم عقولهم حتی یتم الذی یقضی علی الراس

ع[2] حیف است جفا ز بهر دنیا*

ع[3] بلی بدیه فرو می برد قضا پرده*

وقایع سنه ست و خمسین

ذکر عزیمت میرزا ابوالقاسم بابر بجانب عراق

۱۰

میرزا ابوالقاسم بابر چون رای آفتاب اشراق از اندیشهٔ لشکر عراق باز پرداخت و خاطر خطیر از تفرقهٔ بهم برادران جمع ساخت و لوای سلطنت روی زمین باوج سپهر برین رسانید عزم یورش ممالک فارس و عراق مصمم گردانید، و بواسطهٔ آنکه میرزا سلطان محمد از راه ری آمده بود و غلات آن ولایات نمانده عبور لشکر منصور بر آن دیار دشوار می نمود مشورت فرموده، مصلحت وقت اقتضاء آن کرد که بولایت ترشیز و تون رفته از راه بیابان یزد متوجه ممالک عراق شوند، و این نخست خطائی بود که در آهنگ راه عراق از پردهٔ تدبیر بیرون افتاد، چه عبور سلاطین نامدار بر آن راه کم اتفاق افتاده باشد، و دیگر چون میرزا جهان شاه ترکمان شنید که سپاه ظفر پناه از آن راه عازم عراق گردید بر ضعف حال لشکر منصور استدلال

---

[1] آ، نزع (بجای ینزع)؛ [2] اک —؛

[3] در ک آ و اک —؛ — ب ب: بوده (بجای پرده)؛ — در آ شعر عربی را بعد مصراع فارسی حیف است الخ آورده است؛

نمود و دیگر در وقتی که واقعهٔ میرزا سلطان محمد واقع شد شرح واقعه بصورت مکتوب مسطور شده[1] و مُهر همایون بر پشت مکتوب زده[2] بجانب آذربایجان ارسال نمودند و این معنی مؤید استدلال میرزا جهان شاه آمد چه مناسب طنطنهٔ سلطنت آن بود که فرمان جهان مطاع بصورت نشان بنام میرزا جهان شاه شرف نفاذ یابد[3] که بدستور زمان حضرت خاقان سعید باید که باج[4] و خراج ولایت[5] آذربایجان بخزانهٔ عامره فرستد و خطبه و سکه بنام و القاب همایون موشح دارد و الا هر چند بیند از خود بیند چنانچه میرزا سلطان محمد نوشت و شرح آن گذشت[6] تا زلزله در اساس مکنت او فتادی و در صحبت قاصدان (دانشته) خدمات شایسته بدرگاه عالم پناه فرستادی

القصه چون موکب همایون بظاهر بلدهٔ تون رسید غله در آن ولایت[7] نایافت بود و رعایا غله را بامید غلاء نهان می داشتند و کلانتران رعیت ریزه را بفروختن نمی گذاشتند میرزا ابوالقاسم بابر فرمود که هر جا غله یابند تصرف نمایند و لشکر بدین بهانه در هر خانه هر چه یافتند برداشتند و از غارت و تاراج چیزی باقی نگذاشتند بیت

آنچه بی راه بود غارت کرد
و آنچه بر راه بود هم برداشت

و موکب همایون از بلدهٔ تون نهضت نموده و منازل و مراحل پیموده بدار العباده یزد فرود آمد سادات و قضات و اکابر و اشراف (ورق ۴۳۶ ر) و صنادید آفاق از اطراف ممالک فارس و عراق صداء تهنیت و مبارکباد باوج ایوان سبع شداد رسانیدند و بخدمات پسندیده نام خویش در جراید نیکخواهان مثبت و مقرر گردانیدند[8] و از امراء میرزا

[1] فقط ک ـــ [2] آ: یافته (بجای یابد) آ ک ب ب: یافتی [3] فقط آ: مال (بجای باج) [4] ک ب ۲: ۳: ۲۱ [5] از روی آ ب ب ک آ ک ـــ [6] فقط آ: ولایات (بجای ولایت) [7] آ ب ب: گردانید (بجای گردانیدند) آ و آ ک مثل متن

سلطان محمد اولادِ امیر جلال الدین فیروزشاه امیر نظام الدین احمد و امیر غیاث الدین سلطان حسین بشرفِ دستبوس مشرف گردیدند[1] و عنایت و تربیت یافته بامارتِ دیوان اعلی معین گشتند و همچنین خواجه غیاث الدین پیر احمد و مولانا جلال الدین یعقوب و باقی امرای میرزا سلطان محمد هر که بسعادتِ ملازمت استسعاد یافت بصنوفِ عنایت مخصوص شد و موکبِ ظفر نشان از بلدهٔ یزد روان شده بخطهٔ ابرقوه رسید و شرفِ زیارت طاؤس الحرمین[2] دریافته استمداد نمود و عازمِ دارالملک شیراز گشت و شهرِ شهرهٔ شیراز که از سایرِ بلادِ ربعِ مسکون بمزیدِ شرف امتیاز دارد مستقرِ سریرِ سلطنت آمد و اکابر فارس خدماتِ بیحد و قیاس بجای آورده نثار و پیشکش گذرانیدند و آفتابِ عنایت سایهٔ عاطفت بر احوالِ اکابر آن مملکت منبسط گردانید و فرمانِ همایون نفاذ یافت که احکامِ سلاطین گذشته بتخصیص نشانها حضرت خاقان سعید را امضی دهند و هود بیات[3] و میور غالات و مسلمیات مسلم دانسته مجری داشتند و چند روز با خوبانِ دلفروز اسبابِ خرمی آماده و ابوابِ بیغمی کشاده شد یکدم بی جامِ مدام و ساقیِ گل اندام و حریفِ شیرین رفتار و ندیمِ شکر گفتار و سماعِ روح افزای و مغنی پرده سرای قرار و آرام نبود و مدتی دادِ عیش و عشرت داده و بساطِ نشاط کشاده انبساط نمود و بعد ازان از بزمِ عیش و عشرت و خلوت بایوانِ سلطنت فرمود ع

خورشید وار بر فلکِ خسروی نشست .

---

[1] حبیب السیر (۳: ۳: ۱۹۵)، بتلخیص، [2] رک برای مزار او به نزهه ص ۱۲۲،
[3] کلا ورک، اک، دوبری، بب: هود بیات، آ: سود بیات، معنی این کلمه معلوم نشد،

ذکر واقعهٔ چند که در ممالک عراق و خراسان روی نمود و میرزا ابوالقاسم بابر عود فرمود

در آن زمان که در موضع چناران[1] صورت واقعهٔ میرزا سلطان محمد روی نمود، میرزا ابوالقاسم بابر چند شهر از ولایت عراق و فارس با امرای عنایت فرموده بود، از آنجمله ساوه را با امیر شیخ علی بهادر ارزانی داشت، و بلدهٔ قم را بتصرف برادر او امیر درویش علی بازگذاشت، و ایشان از راه ری متوجه ساوه و قم شدند، و امیر شیخ علی رعایا را مطالبا عنیف تکلیف نموده کارهای بی قاعده فرمود و رعایا چاره جوی شده بجماعت تراکمه که در آن نواحی بودند التجا نمودند، و تراکمه ناگهان بر سر امیر شیخ علی تاختند، و او ۱۰ را گرفته بجانب میرزا جهان شاه روان ساختند، و شهر ساوه که بحقیقت کلید ملک عراق است در قبضهٔ تصرف ترکمان آمده از روی تسلط و تغلب عازم بلدهٔ قم شدند[2]، و امیر درویش علی نیز با مردم قم با آنکه مولد و منشاء[3] او بود معاش بقاعده نمود، و ترکمانان غلبه کرده هر روز دایرهٔ محاصره تنگ تر می شد،

و میرزا ابوالقاسم بابر مدت چهار ماه بر سریر سلطنت فارس بدولت و اقبال گذرانید و در آن اثنا امیر زاده[4] الوند[5] ولد امیر اسکندر[6] ترکمان بدرگاه سلاطین پناه (۴۳۶ ب) ۴۳۶ ب

---

[1] ک، خناران، آ: چناران، ب، بآ اک: جناران، رک برص ۱۴۶ اح ۱،
[2] حبیب السیر: "و ایلکان بتحت تصرف امیر جهان شاه ترکمان درآمد لاجرم طمع در دیگر بلدان کرده طائفه از سپاه آذربایجان را بجانب قم روان ساخت"،
[3] ک: منشاء،
[4] اک: حسام الدین الوند (بجای الوند)
[5] آ ب: امیر زاده (بجای امیر)
[6] اک: اسکندر امیر قرا یوسف (بجای اسکندر)

میرزا ابوالقاسم بابر آمد[1] و بحسن[2] اکرام و لطف انعام احترام یافت، و در خلال این احوال بمسامع جلال رسید که ترا کمه شهر ساوه را گرفته عازم تسخیر بلدهٔ قم شده اند، والحال[3] بمحاصره مشغول اند، میرزا ابوالقاسم بابر امراء کبار و بهادران نامدار نامزد اصفهان فرمود و مملکت فارس را بنواب معزالدین میرزا سلطان سنجر[4] تفویض نمود، و از گلشن شیراز که مسند اعزاز پادشاهان آن ملک است بصوب اصفهان روان شد، و در اثناء راه از جانب خراسان ایلچی رسیده عرضه داشت رسانید که در هراة فتنهٔ عظیم ظاهر شد، و میرزا علاء الدوله خروج کرده غلبهٔ تمام پیش او جمع آمدند،

و شرح این سخن آنست که در آن زمان که چشم میرزا علاء الدوله را میل می کشیدند چشم او بکلی نابینا نشد، و میرزا علاء الدوله بمشهد مقدس آمده شرایط زیارت بجای آورد، و روی نیاز بر خاک راه آن قبه و بارگاه مالید، و بآب دیدهٔ غم دیده شفاء دیدهٔ میل کشیده طلبید، و از روح مطهر و قلب و قالب منور حضرت امام علیه التحیة والسلام استمداد نمود، و حق تعالی بران محنت کشیده بخشود و از شفاخانهٔ کرم روشنی تمام عنایت فرمود، و میرزا علاء الدوله بلطایف[5] حیل خود را بطرف آب مرغاب و میمنه و فاریاب انداخت[6]، و در آن ولایت رایت سلطنت برافراخت، و آن ولایت یورت ایل و الوس امراء ارلات است، و میرزا علاء الدوله داماد امیر بادگار شاه ارلات بود، و تمام مردم آن نواحی را لشکر خود تصوری نمود، و نوین اعظم امیر جلال الدین سلطان محمود ارلات ولد امیر یادگار شاه و باقی امراء و سرداران آنجا بخدمت او شتافتند و سعادت ملازمت او دریافتند، و از اطراف و اکناف لشکر بسیار و سپاه بیشمار جمع آمد، و میرزا علاء الدوله با امراء مشورت نموده

---

[1] فقط اک: آمد و در شهر شیراز (بجای آمد و)
[2] آ ب آ: الحالة هذه (بجای الحال)، اک نیز موید این هاست،
[3] بظاهر سنجر بن امیرک احمد بن عمر شیخ بن تیمور مراد است، رک برای وی به زامباور شجرهٔ I،
[4] حبیب السیر (۳: ۳: ۱۶۶): و از آنجا (یعنی از مشهد مقدس) راه میمنه و فاریاب پیش گرفت،

رای بر آن قرار گرفت که اوّل متوجّه بلخ شوند و خاطر از مهمّ[1] امراء هزاراسپی جمع گردانند و بعد از آن عنان عزیمت بصوب تسخیر دارالسلطنهٔ هراة معطوف سازند، بنا بر آن با لشکرهای ارلات وغیرهم متوجّه بلخ گشتند و امیر درویش علی[2] هزاراسپی چون این خبر شنید[3] لشکری زیاده از مور و ملخ از بلخ و آن نواحی فراهم آورده بعزم محاربه[4] و نیّت مقاتله کالسّیول الهایله[5] در برابر میرزا علاء الدوله آمده صف آرای گشتند، و میرزا علاء الدّوله بعد از کوشش بسیار روی بهزیمت آورد، و امیر سلطان محمود ارلات پای ثبات و قرار افشرده حملهاء متواتر نمود، چنانچه سپهسالار انجم برطارم پنجم انگشت تحیّر بدندان تفکّر گرفته حیران و سرگردان ماند، آخر الامر در اثناء کرّ و فرّ زخمی عظیم خورده دمی چند شمرده ناچیز شد،[6] و جمعی از گریختگان وغیر ایشان بمیرزا علاء الدوله پیوسته از راه لنگر[7] میر غیاث قدّس سرّهٔ عازم تسخیر
۱۰ دارالسلطنهٔ هراة شدند[8] و در شهر و بلوکات غبار فتنه و آشوب باسمان رسید و احوال ولایت مضطرب گردید، امراء میرزا ابوالقاسم بابر مثل امیر اویس ترخان از جانب ولایت (ورق ۲۳۷ ا) فراه و امیر پیر علی[9] هزاراسپی از طرف بلخ و امیر خلیل از ولایت مرو و ماخان که بعد از واقعهٔ میرزا سلطان محمد این امراء بموجب اجازت بولایت سیورغال خود رفته بودند چون خبر خروج میرزا علاء الدوله شنیدند بیکباره عازم هراة گردیدند، و سابق برهمه

۲۳۷ ا

---

[1] فقط آ: مهمات دبجای مهم، — برای امراء هزاراسپی رک به ص ۱۳۱، [2] آ ب ت آ: پیر درویش و امیر علی دبجای درویش علی، [3] آ ب ت آ: شنیدند دبجای شنید، [4] ک: معاد به، [5] فقط ک — [6] کذا در آ بحذف واو عاطفه، آ ب ت: دمی چند بشمرده ناچیز شد — در حبیب السیر ۳: ۳: ۱۶۶ گفته است که "امیر سلطان محمود از زخم تیری از پای در افتاد" [7] برای لنگر امیر غیاث الدین محمّد رک به حبیب السیر ۳: ۳: ۱۴۴، [8] آ ب ت: شدند دبجای شدند، [9] آ ک آ ب ت: پیر درویش دبجای پیر علی،

امیر پیر[1] علی درویش بحوالی شهر آمد و میرزا علاء الدوله تاب مقاومت نیاورده بسلامت بیرون رفت، و لشکر او بجملگی پریشان شدند، و باقی امرا بهراة رسیدند، امیر پیر درویش علی آن مهم کفایت کرده بود، امرا صورت واقعه بجانب عراق فرستادند و عرضه داشتند که اگرچه میرزا علاء الدوله ویران شده از میان بیرون رفت اما خاطر از طرف او تمام جمع نیست اگر آنحضرت عنان سعادت باین جانب معطوف سازند صالحند،

میرزا ابوالقاسم بابر چون بر قضایا[2] خراسان وقوف یافت مجال توقف محال دید، و مهم خراسان اهم دانسته از موضع کوشک زرد که میانه راه شیراز و اصفهانست پنجشنبه شانزدهم رجب بسرعت تمام متوجه خراسان شد، و بیست و دوم در[3] الغت یزد نزول اجلال[4] فرمود، و با جناب فضایل مآب مولانا شرف الدین علی الیزدی قدس سره[5] ملاقات کرده از صحبت شریف او بهره مند گشت، و منشی سطور در آن مجلس انس و حضور بفراید فوایدِ[6] و ظرایف لطایف مستفید آمد، و در وقتی که حاوی اوراق براق راه عراق می نمود جناب اخوی شریف الدین عبدالقهار غفرالله له دو رباعی در تاریخ فتح عراق فرموده همراه بنده روان داشته بود، و رباعیها اینست رباعی[7]

ای شاه زمانه خسرو ملک ستان
حکمت چو قضا در همه آفاق روان
بر عمر تو دوام ملکست دلیل
امسال که تاریخ شدش بابر خان

۸۵۶

[1] آ: پیر درویش (بجای پیر علی درویش)؛ ب ت آ اک: پیر درویش،
[2] اک آ ب ت آ،
[3] آ ب اک ت آ: جلال (بجای اجلال)،
[4] فقط ک –
[5] فقط ک –
[6] رک برایش به حبیب السیر ۴: ۳، ۱۹۷،
[7] ب: نظم (بجای رباعی)،

ایضاً

شاها چو عراق فتح با دست آفاق
شاهان جهان بخدمتت بسته نطاق
هم فتح عراق[1] لایق تاریخ است
۸۵۵=۴-۸۵۹
بکشاد چو روی دولت از فتح عراق

واز غرایب اتفاقات آنکه جناب فضایل مآب مولانا شریف الدین علی الیزدی همین حروف را بنظم کرده بجهت سال گذرانده و میرزا ابوالقاسم بابر ولایت یزد را برسم سیورغال بجانب میرزا خلیل سلطان[2] بن میرزا محمد جهانگیر بن میرزا محمد سلطان[3] بن میرزا جهانگیر بن صاحب قران امیر تیمور کورگان عنایت فرمود، و جمعی امراء و دلاوران در خدمت او تعیین نمود،

و موکب منصور از ولایت یزد روان شد و از کم آبی[4] چو انغار و برانغار هر یک براهی رفتند، و قول بزرگ که در پناه رایت ظفر پناه بود براه میان عزیمت نمود و تمام لشکر بسلامت از بیابان[5] بیرون آمد، و چون رکاب همایون بظاهر بلدهٔ تون قرار گرفت و داروغهٔ آنجا قراان ترکمان بشرایط خدمتگاری قیام نمود، میرزا ابوالقاسم بابر آن ولایت را که سیورغال او بود از او گرفته با میر غیاث الدین سلطان حسین عنایت فرمود، و در دوشنبه دوازدهم شعبان موکب ظفر نشان در دار السلطنهٔ هراة نزول اجلال فرمود، و اکابر و اشراف مملکت خراسان عموما و مقیمان شهر هراة خصوصا بتهنیت قدوم موکب منصور شکر نعماء الٰهی بجای آورده مراسم پیشکش و نثار بتقدیم رسانیدند، و میرزا ابوالقاسم بابر

۲۴۷ب

---

[1] از این تاریخ یک عدد کم است،
[2] سلطان خلیل ورزا مبادر د شجرهٔ I ،
[3] ب، سلطان محمد بجای محمد سلطان؛ آک با و ز ا مبا و ر مثل متن،
[4] آ- اک: و از جهت کم آبی؛ با: و بجهت کم آبی؛ ب: بجهت کم آبی
[5] فقط آ: از میان بیابان بجای بیابان،

استفسار احوال میرزا علاء الدوله فرموده، چنان معلوم شد که چون در نواحی هراة ویران شد بطرف سیستان بیرون رفت، و از آنجا عزیمت عراق نموده در ملک ری بار دوی میرزا جهان شاه رسید، و او مقدم او را موجب افتخار دانسته مراسم اکرام و احترام بظهور آورد، و میرزا علاء الدوله در ظل ظلیل رأفت و عاطفت او از آسیب خدنگ حوادث ایمن شد، و میرزا ابو القاسم بابر خاطر خطیر از اطراف ممالک جمع فرموده آن زمستان در مستقر اقبال و مسند عظمت و جلال بعیش و نشاط و عشرت و انبساط گذرانید*

وقایع سنه سبع و خمسین

ذکر بقایاء قضایاء احوال ممالک عراق و فارس

درین سال ولایات عراق و فارس از حدود ولایت آذربایجان تا سواحل دریاء عمان داخل ممالک ترکمان شد، و ممالکی آن لطافت که زیادت از هشتاد سال در قبضهٔ اقتدار صاحب قران کامگار و شاهزادگان نامدار بود از تحت تصرف این دولت بیرون رفت، میرزا سلطان سنجر که میرزا ابو القاسم بابر تفویض سلطنت مملکت فارس

---

۱ در حبیب السیر ۳ : ۳ : ۱۹۶ گفته است که چون میرزا بابر دانست که حال میرزا علاء الدوله بکجا انجامید نوبت دیگر از روی فراغت مجلس عیش و عشرت آراسته گردانید و از دست ساقیان زهره جبین و مه پیکران خورشید قرین جامهای راح ریحانی و اقداح شراب ارغوانی بیاشامید،

۲ فقط آ : مملکت سلطنت،

بجانب او فرموده بود معاودت نمود و در دارالسلطنهٔ هراة بسعادت ملاقات استسعاد
یافت، و احوال ممالک فارس و عراق و شرح استیلاء ترکمان بعرض رسانید
و بیان آن سخنان از روی اجمال آنست که چون لشکر ترکمان ساوه را گرفته عازم
قم شدند[1] اهالی قم مدتی شهر را نگاه داشته در محافظت آن سعی و اجتهاد نمودند عاقبت جمعی
غدار با تراکمه یار شده[2] و شهر را بدست داده تراکمه در شهر ریختند و بزبانهٔ شمشیر آبدار
آتش شر انگیختند و چون مردم قلعه بغایت کم بود غیر تسلیم قلعه چارهٔ نمی نمود اهالی
قلعه امان خواسته و تراکمه امان نامه نوشته رعایا ایمن شدند و شهر قم در تصرف ترکمان
آمد و از مردم ترکمان لشکر گران عازم اصفهان شدند و رئیس قطب الدین وزنه
و خواجه محمود حیدر و بعضی اکابر چهار دانگه و دو دانگه با ترکمان همداستان شده اصفهان
۱۰ را بدست دادند و ابواب محنت و بلا بر روی روزگار خود کشادند و مردم میرزا
ابوالقاسم بابر روی بصوب خراسان نهادند و امیرزاده پیربداق[3] که ارشد اولاد میرزا
جهان شاه بود بعزم تسخیر شیراز توجه نمود و میرزا سلطان سنجر چون از عزیمت او
وقوف یافت عنان کمیت جهان پیما بجانب خراسان تافت و مجموع ممالک عراق
و فارس محکوم فرمان بادشاه ترکمان شد و چندگاه اهالی ابرقوه بحصانت حصار و آوازهٔ
عزیمت میرزا ابوالقاسم بابر امیدوار بوده از متابعت فرمان ترکمان سرباز زدند و مدتی

---

[1] ورااک مضمون این سطور را این طور بیان نموده است، در اثناء محاصره (کذا) یکی از سرداران قم نامه بمخالفان پیغام کرد کرمن شهر را التماس می دهم و بلجار معین کردند ایشان در بناه خانقاهی که در قم بیرون اسپاهان شد و این غدار با جمعی اشرار به بهسانه آنکه اطراف شهر را احتیاط می کنم برگرد شهر طواف کنان در برابر دروازه کمینگاه رسید دروازه شکسته و پل روان انداخته مخالفان را در شهر آورده و تراکمه بسیار در شهر ریختند ــ
فقط ب: جمع شده (بجای یار شده) ــ آ، ب: شهر را (بجای و شهر را)[2] آ، ب: آب شد (بجای شدند)
[3] برای او رک به زامباور ص ۲۵۷

آتش حرب و قتال (ورق ۴۳۸ ل) التهاب و اشتعال یافت، و لشکرِ ترکمان دست ۴۳۸ ل
از محاصره و محاربه باز نمی داشتند[1] تا عاقبت رعایاء بیچاره بتنگ آمدند و پایمال قضا
و قدر و دست فرساء خوف و خطر گشتند. و بلاء غلاء و قحطی هایل براہل شهر نازل شد،
نان چنان شیرین بود که جان غمگین هر مسکین در طلبِ آن بلب می رسید و دست
بآن نمی رسید، و فرو ماندگانِ شهر و درماندگان زندان قهر دران محنت و بلا و شدت
و عنا روزگار می گذرانیدند، و چون در شهر و قلعه ذخیره بکلی منقطع شد رعایا امان و زینهار
طلبیده بیرون آمدند، و لشکرِ ترکمان بشهر درآمده دست بغارت برآوردند، و خلقی بسیار
بقتل آمد، و حصار و برج و بارو با زمین برابر شد، القصه مجموع ممالکِ عراق و فارس در
قبضهٔ تسلط و اقتدار ترکمان قرار یافت،

۱۰ میرزا ابو القاسم بابر چون شرحِ وقایعِ آن ممالک استماع نمود عزم یورش جانبِ
عراق جزم فرمود، و با حضارِ لشکرهاء نامدار فرمان داد، و دستِ دریا نوال ببذلِ اموال
برگشاد،

و درین سال حضرت شیخ الاسلام الاعظم، مرشد طوایف الامم، قطب فلک التمکین،
غوث الانام و غوث المسلمین، بهاء الحق و الحقیقة و الدین، مظهر عنایت الله الاکبر
شیخ عمر قدس سره[2] هفتدهم ماه ربیع الاول ازسرای فانی بمأوای جاودانی انتقال
نمود، و از منزلِ وحشت بمحلِ روح و راحت ارتحال فرمود، وقوعِ واقعه سیلاب اضطراب
درخواطر و ضمایرِ اولو الالباب انداخت، و بصایر و سرایر شیخ و شاب[3] را تیره و خیره ساخت،

---

[1] آ ب، نمی داشت و بجای نمی داشتند، [2] پا،
قدس سره و بجای عمر قدس سره، آ، عمر قدس الله تعالی روحه و کثر بین الصید یقین فتوحه،
ب، قدس الله روحه الخ، [3] ک ب،
شباب، پا، مثل متن،

میرزا ابوالقاسم بابر بقریۂ جغاره[1] که مسکنِ شیخ[2] مرحوم بود فرمود، وجناب ولایت مآب
شیخ نورالدین محمد مدظلہ راکہ خلفِ صدقِ شیخ بود تعزیت رسانیده پرسش نمود[3]،
ونعشِ غفران مآل را در کمالِ تعظیم واجلال بفضاء صحراءِ عیدگاه آوردند، ومیرزا
ابوالقاسم بابر از بارۂ کوه پیکر نزول فرمود و نعشِ مغفرت مآب را بر دوشِ سلطنت
انتساب گرفته سببِ سعادتِ دنیا و آخرت دانست، و در شمالِ عیدگاه بدامنِ
کوهِ مختار مدفنِ قالبِ معطرِ منور اختیار کردند، و میرزا ابوالقاسم بابر از وجوهِ شایسته
مبلغی گرامند عنایت فرمود که بر سرِ مزارِ موردالانوار عمارتی عالی سازند، ومعمارانِ دانا
واستادانِ توانا بآن کار قیام واهتمام نمودند، وجناب حقایق مآب زیادت از سی سال
معتقدِ اہلِ کمال ومقتدای اربابِ حال بود، وسلاطینِ روزگار و پادشاهانِ نامدار
۱۰ آستانِ[4] ولایت آشیان متردد می بودند، و بالتفاتِ خاطرِ فیاض توسل می نمودند، وجناب
شیخ الاسلام ملجاء صنادیدِ ایام و ملاذِ خواص و عوام بود، و در انجاحِ مقاصدِ خلایق
غایتِ اجتهاد بذل می فرمود، و دستِ تسلطِ ظلمہ از گریبان عجزه کوتاه می داشت، ونقشِ
حسنِ عدالت بر لوحِ خاطرِ حکامِ اسلام می نگاشت، و دایم صایم الدهر بود،
وتحفہ وهدیہ از کسی قبول نمی نمود، و در آخر عمر شریف بعلتِ تمام حجِ
۴۳۸ ب　اسلام بجای آورد، فی الجملہ چون جناب مغفرت مآب (۴۳۸ ب) از عالمِ اسباب
بجوارِ عنایتِ ملکِ وهاب رفت، میرزا ابوالقاسم بابر قریۂ جغاره[5] وکاریز مختار وقف

---

[1] آ: حبیب السیر ۳: ۳: ۱۶۲: جغاره 'این قریہ از بلوکات هرات است' [2] ب:
شیخ الاسلام بود نزول فرمود (بجای شیخ مرحوم بود فرمود) آ با: شیخ الاسلام مرحوم بود فرمود' [3] ہامش در حبیب السیر
۳: ۳: ۱۶۲ گفتہ شدہ است کہ میرزا بابر بعد پرسش "و پیشتر از برداشتن جنازه بازگشتہ بخیابان هراة شتافت و توقف
نمود تا نعش شیخ را بدانجا رسانیدند آنگاه از بارہ فرود آمده نعش را برداشت' جنبصاحب حبیب السیر سید برهان الدین نامه‌شاه
بر جنازۂ شیخ نماز گذارد" [4] فظاک: بآن آستان (بجای آستان)　[5] ب: جغاره' آ: مثل متن'

فرمود و اولاد امیر جلال الدین فیروزشاه کاریزی که هم نزدیک مزارِ بزرگوار داشتند وقف کردند و جناب اخوی مولانا شریف الدین عبدالقهار در تاریخ وفات حضرت قدس منزلت فرمود **قطعه**

قدوة العارفین امام بحق — قطبِ اقطابِ عصر شیخ عمر
در ربیع نخست و فصل ربیع — سوی فردوس کرد عزم سفر
در سماوات غلغلی افتاد — چون بکرّ و بیان رسید خبر
برتر از سدره بارگاه زدند — که شهی می رسد ز مُلکِ بشر
عقل می خواست نام (و) تاریخش — گفتمش قطبِ اهلِ کشف عمر

و جناب شریعت مآب قاضی قضاة الاسلام اعدلِ ولاة الانام قاضی قطب الدین محمد الامامی[۱] هم درین ماه وفات یافت و در تاریخ وفاتِ او[۲] جناب اخوی گوید **قطعه**

پناهِ شریعت سرِ قاضیان — محمد بقولِ انامی[۳] امام
ده و دو ز ماهِ وفاتِ نبی — ز دارالقضا شد بدارالسلام
بجای نبی بود و تاریخ اوست — وفاتُ النّبی[۴] علیه السّلام

و درین ایام دستورِ اعظم سلطان اعاظم الوزراء فی العالم خواجه غیاث الدین پیر احمد الخوافی باغرای جمعی امراء و افتراء بعضی اعدا[۵] بقهرِ میرزا ابوالقاسم بابر گرفتار شده

---

۱ فقط ک: الانامی (بجای الامامی)؛ حبیب السیر ۳: ۳: ۱۶۷ مثل متن؛ ۲ ب ب آ و حبیب السیر: بقوم امامی (بجای بقول انامی)؛ ک: بقول امام امام؛ آ: بقول امامی؛ ۳ فقط ب: نبی (بجای النبی)؛ ۴ بعدش در ک + : و هم درین ماه مولانا اعظم افتخار اماجد الامام مولانا شمس الدین محمد ابن مولانا مرحوم مولانا جلال الدین یوسف مشهور بمولانا زاده ملاج که در انواع علوم و اصناف فنون بی مثل بود رحلت نمود و در مزار بزرگوار امام فخر الدین الرازی علیه الرحمه مدفون شد؛ ۵ فقط در ک، در حبیب السیر (۳: ۳: ۱۶۷) بنا بر رنجشی که ازو در خاطر داشت؛ (بجای آنچه در متن است)؛

مبلغ سی[۱] صد تومان کپکی ازو گرفتند[۲] و اعراضِ نفسانی خواجهٔ مظلوم را بنوعی بر مزاج غالب شد که مرگ را الطبیب نفس طالب گشت، و بانواعِ زحمت و ملالت شهید شد و در جوار مزارِ فایض الانوارِ شیخ زین الملة والدین الخوافی که در جانبِ جنوبِ عید گاه واقع است مدفن ساختند، و خدمت خواجه بر سرِ آن مزارِ بزرگوار عمارتِ عالی ساخته و نقوش[۳] دلپذیر بکاشی و لاجورد و زرحل پرداخته، و املاکِ خوب و مستغلاتِ مرغوب بر آنجا وقف کرده، تقبّلَ اللّهُ تعالیٰ مِنهُ ع

حق تعالی اهلِ دولت را دهد توفیقِ خیر

ذکرِ نهضتِ میرزا ابوالقاسم بابر بعزمِ تسخیرِ عراق و اتفاقِ قشلاق در ولایت استرآباد

میرزا ابوالقاسم بابر بعزمِ تسخیرِ ممالک فارس و عراق رایتِ آفتاب اشراق برافراخت و طنطنهٔ نهضتِ همایون در گنبدِ گردون انداخت، و دوشنبه بیست و سیم رجب همای لوای ظفر پیکر بالِ سعادت و اقبال بازکشاد، و عنانِ ارادت بدستِ عنایتِ ملکِ مستعان داد بیت

در دست ما چو نیست عنانِ ارادتی
بگذاشتیم تا کرمِ او چه می کند

و سپاهِ نصرت نشان در اواسطِ فصلِ تابستان بصوبِ مملکت مازندران روان شدند[۴]

---

[۱] ورک بالایش، سا نانوشته است، آ ک ب: دویست تومان (بجای سی صد تومان کپکی) حبیب السیر: دویست تومان کپکی، [۲] بعدش در حبیب السیر + : کرفته و دیگر چیزی می طلبید (بجای گرفتند)، [۳] فقط ورک: بنقش (بجای نقوش)، [۴] آ آ ب : شد (بجای شدند)،

اورینٹل کالج میگزین

عرضِ واجب

اغراض و مقاصد اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے کہ احیاء و ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تاحدِ امکان تقویت دی جائے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے۔ جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ۔

کس قسم کے مضامین کا شائع کرنا مقصود ہے کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شائع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابل قبول ہوگا۔ اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شائع کئے جائیں گے۔

رسالے کے دو حصے یہ رسالہ دو حصوں میں شائع ہوتا ہے۔ حصہ اول عربی، فارسی، پنجابی (بحروف فارسی) حصہ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی) ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے ۔

وقت اشاعت و قیمتِ اشتراک یہ رسالہ فی الحال سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شائع ہوگا۔ سالانہ چندہ حصہ اردو کے لئے ۲ اور اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا۔ کسی سہ ماہی کے رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شائع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری، مئی، ستمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیئے ۔

خط و کتابت و ترسیل زر خرید رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیل زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہیئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہئیں ۔

محل فروخت یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جا سکتا ہے ۔

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اسلئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شائع ہوتا ہے ۔

اورینٹل کالج میگزین

حصہ اول

ایڈیٹر
محمد اقبال
(پروفیسر پنجاب یونیورسٹی)

اورینٹل کالج میگزین

عرضِ واجب

اغراض و مقاصد | اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے کہ احیاو ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تا حدِ امکان تقویت دی جائے اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوق تحقیق پیدا کیا جائے جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ؀

کس قسم کے مضامین کا شائع کرنا مقصود ہے | کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شائع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں۔ غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابل قبول ہوگا اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شائع کئے جائیں گے

رسالے کے دو حصے | یہ رسالہ دو حصوں میں شائع ہوتا ہے۔ حصۂ اول عربی، فارسی، پنجابی بحروف فارسی، حصۂ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی) ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے ؀

وقت اشاعت و قیمت اشتراک | یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شائع ہوگا سالانہ چندہ حصہ اردو کے لئے ۲؍ اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلے کے وقت وصول ہوگا۔ کسی ماہی رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شائع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیے۔ ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری، مئی، دسمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیے ؀

خط و کتابت و ترسیل زر | خرید رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیل زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہیے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنا چاہئیں ؀

محل فروخت | یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جا سکتا ہے

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے اسلئے یہ نمبر بجائے اگست کے ستمبر میں شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

جلد ۲۰ - عدد ۱ | بابت ماہ نومبر ۱۹۴۳ء | عدد مسلسل ۷۵

(نوٹ) ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے۔

گیلانی پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام ہنستہ الیشر داس پرنٹر طبع ہوا۔ اور بابو محمد صدیق احمد خان نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا۔

عرضِ واجب

ہم ناظرینِ کرام سے معافی چاہتے ہیں کہ بعض ناگزیر حالات کے باعث گذشتہ اگست اور نومبر کا میگزین ہم ان کی خدمت میں وقت مقررہ پر نہیں پہنچا سکے۔ ان میں سے بعض اسباب تو حالاتِ جنگ کا نتیجہ ہیں اور بعض مجبوریاں ہماری ذاتی ہیں۔ ہم ہر طرح کوشش کریں گے کہ آئندہ میگزین ٹھیک وقت پر چھپے لیکن اگر ہم اپنی مجبوریوں پر کچھ عرصے تک غالب آ سکے تو امید کرینگے کہ ناظرینِ گرامی مساحمت سے کام لیتے ہوئے درگذر کریں گے۔

افسوس ہے کہ اس پرچے میں مطلع السعدین کی قسط نہیں چھپ سکی۔ فاضل اڈیٹر بوجہ عدم فرصت اس کو بروقت تیار نہیں کر سکے۔ اگلے نمبر میں وہ انشاء اللہ بدستور سابق طبع ہوگی۔

مئی ۱۹۴۳ء کے ضمیمہ میں مثنوی ہمای وہمایوں (جو باقساط چھپ رہی تھی) صفحہ ۲۶۷ پر ختم ہوگئی تھی۔ چونکہ یہ ایک علیحدہ اور مستقل کتاب تھی لہٰذا آخری صفحے کی دوسری طرف کو سادہ رہنا چاہیے تھا لیکن کاتب نے غلطی سے صفحہ ۲۶۷ کے دوسری جانب ایک نیا مضمون "بیرون والبیرونی" شروع کر دیا۔ ہم اپنے اُن محترم خریداروں کی خاطر جو اس مثنوی کے اوراق رسالے میں سے نکال کر کتاب کی شکل میں رکھنا چاہتے ہوں آخری صفحہ یعنی صفحہ ۲۶۷ دوبارہ لکھوا کر (مع غلط نامہ ہمای وہمایوں) ضمیمہ کے موجودہ نمبر میں شائع کر رہے ہیں،

اڈیٹر

اعلان

اورینٹل کالج میگزین (مع ضمیمہ) کا یہ نمبر ٹیٹاگھر کے بنے ہوئے کاغذ پر چھاپا گیا ہے یہ کاغذ ہم کو گورنمنٹ کنٹرول نرخ پر میسرز رام لال کپور اینڈ سنز تاجران کاغذ انارکلی لاہور نے مہیا کیا ہے جو پنجاب میں ٹیٹاگھر پیپر ملز کمپنی لمیٹڈ کے واحد ایجنٹ ہیں۔

اڈیٹر

اُردو کی تعمیر میں خان آرزو کا حصّہ

"در بشابہ کہ علماء اہل حق را دامت برکاتہم عیال امام ہمام قبلہ انام ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ می گویند اگر شعرای ہندی زبان را عیالِ خان آرزو گویند می سزد" (مجموعہ نغز۔ ج ا۔ ص ۲۴)

سراج الدین علی خان آرزو اُردو کے اکابر شعرا میں سے نہ تھے۔ جہاں تک معلوم ہو سکا۔ ان کی تصانیف میں ریختہ کا دیوان شامل نہیں۔ تذکروں میں زیادہ سے زیادہ دس پندرہ اشعار ان کی جانب منسوب ہیں۔ جو یقیناً کسی خاص اہمیت کے حامل نہیں بااین ہمہ اکثر قدیم و جدید تذکرہ نگار اردو اور ریختہ کے سلسلے میں ان کا ذکر بڑے ادب و احترام سے کرتے ہیں۔ اور اردو زبان اور شاعری کی ترقی و تعمیر کا سہرا ان کے سر باندھتے ہیں۔ اس سے قدرتاً یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ خان آرزو نے اپنی زندگی میں ادب اردو کی کوئی ایسی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ جس کے اقرار اور اعتراف میں ان کے ہر معاصر کو رطب اللسان ہونا پڑا۔

میر تقی میر اپنے تذکرہ نکات الشعرا میں لکھتے ہیں۔

"شاعر زبردست قادر سخن عالم فاضل تا حال ہمچو ایشان بہ ہندوستان جنت نشان بہم نرسیدہ بلکہ بحث در ایران می رود۔ ۔ ۔ ۔ ہمہ اوستادان مضبوط فنِ ریختہ ہم شاگردانِ آن بزرگوارند" (ص ۳)

مجموعۂ نغز میں خان کا ذکر جہاں کہیں آیا ہے۔ مصنف نے انہیں سرو شن زبان بدیہہ گو کے اوصاف و القاب سے یاد کیا ہے۔ اور اردو کے اکابر شعرا کو خان آرزو کا فیض یافتہ اور

تربیت یافتہ قرار دیا ہے (ص ۲۴)

شیخ قیام الدین قائم اپنے تذکرہ موسوم بہ "مخزن نکات" میں لکھتے ہیں :-

"بالفعل در فضیلت و کمالش فوقش متصور نیست حق تعالیٰ سلامتش دارادو زیادہ برین از کمالات آن بزرگوار مثل من ہیچ مدان چہ نویسد کہ شمار قطرہ آب باران و سیاحت افلاک پیمودن است" (مخزن نکات ص ۱۴)

میر حسن دہلوی اپنے تذکرہ شعرائے اردو میں لکھتے ہیں :-

سرگروہ سخن سنجان، استاد استادان ہندوستان جنت نشان، چراغ دودمان گفتگو سراج الدین علی خان آرزو۔ بعد امیر خسرو دہلوی چنین صاحب کمال پر گو و خوشگو بمسامع عالیاں نہ رسیدہ ۔۔۔۔ (تذکرہ شعرائے اردو ص ۴۲)

قدیم تذکرہ نگاروں میں سے یہ صرف چند نامور مصنفوں کی رائے ہے ۔ اس کے ساتھ اگر جدید ناقدین ادب کے خیالات بھی سن لئے جائیں ۔ تو خان کی عظمت کا نقش اور بھی گہرا ہو جائے گا ۔ مولانا محمد حسین آزاد اپنی شہرہ آفاق کتاب آب حیات میں لکھتے ہیں :-

"خان آرزو کو زبان اردو پر وہی دعوی پہنچتا ہے جو کہ ارسطو کو فلسفۂ منطق پر ہے ۔ جب تک کہ کل منطقی ارسطو کے عیال کہلائیں گے ۔ تب تک اہل اردو خان آرزو کے عیال کہلاتے رہیں گے ۔ اُن کا دلچسپ حال قابل تحریر تھا ۔ لیکن چونکہ فارسی تصنیفات کی مہموں نے انہیں کوئی دیوان اُردو میں نہ لکھنے دیا ۔ اس لئے یہاں ان کے باب میں اس قدر لکھنا کافی ہے ۔ کہ خان آرزو وہی شخص ہیں جن کے دامن تربیت سے ایسے شائستہ فرزند پرورش پاکر اُٹھے جو زبان اردو کی اصلاح دینے والے کہلائے" (ص ۱۲)

صاحب خمخانۂ جاوید کی رائے ہے :-

"خان آرزو فارسی زبان کے زبردست عالم اور محقق، اور ایک نامور قادر الکلام شاعر تھے۔ گو اردو زبان میں بھی کبھی کبھار شعر کہہ لیا کرتے تھے۔ مگر یہ کبھی کبھار کا کہنا بھی آج کل کے ہر وقت فکر سخن میں مستغرق رہنے والوں سے بدرجہا بہتر ہے" (ج ۱۔ صفحہ ۱۰۵)۔ پرانے اور نئے مصنفوں کے ان اقوال سے یہ تو بخوبی ظاہر ہو گیا۔ کہ خان آرزو باقاعدہ طور پر ریختہ کے شاعر نہ ہونے کے باوجود اردو کے کبارِ متقدمین میں سے خیال کئے جاتے ہیں چونکہ ان کی عظمت کا اصل اور بنیادی سبب فارسی عربی علوم میں اُن کا تبحر تھا۔ اس لئے افسوس ہے۔ کہ تذکرہ نگار حضرات عموماً یہ نہیں بتاتے کہ خان آرزو نے ریختہ کی کیا خاص خدمت انجام دی؟ جدید تذکرہ نگار بھی مواد کی کمی کی وجہ سے محض اسی رائے پر اکتفا کرتے ہیں کہ خان آرزو کا پایہ "سخن فہمی اور تحقیق زبان میں بلند تھا" اس اختصار کے لئے ان کے پاس یہ عذر کافی ہوتا ہے۔ کہ اکابر شعرائے اردو کے پہلو میں خان آرزو کو اگر کوئی جگہ دی جائے تو اس کی تعیین کے لئے مواد کہاں سے لایا جائے۔

بنا بریں ضرورت محسوس ہوئی کہ خان آرزو کی ریختہ گوئی اور "ریختہ پروری" کے متعلق جس قدر معلومات مل سکیں۔ ان کو یکجا کیا جائے۔ اور خان آرزو کی خدمتِ زبان اردو کے کارناموں کو جس حد تک ممکن ہو۔ تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے۔ چنانچہ اس مقالے میں (مواد کی کمی کے باوجود) مندرجہ ذیل تین عنوانوں کے متعلق بحث کی جاتی ہے:-

۱۔ خان آرزو کی ریختہ گوئی۔
۲۔ خان آرزو کے شاگرد ریختہ میں۔
۳۔ زبانِ اردو کی تعمیر میں خان کا حصہ۔

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ خان آرزو محض بہ تفننِ طبع، ریختہ کی طرف توجہ کیا کرتے تھے

میر تقی میر لکھتے ہیں۔ "گاہے برائے تفنن طبع دو سہ شعر ریختہ فرمودہ" مجموعۂ نغز میں لکھا ہے: "مرتبہ والا لیش از ریختہ گوئی بالاتر است اما گاہ گاہ بہ تقریبے بنا بر تفنن یک دو بیت از طبع عالیش سر می زد" شفیق اورنگ آبادی چمنستان شعرا میں لکھتے ہیں: "و دیوان خانۂ ریختہ ہم بہ نہایت پرکاری طاق می بندد" (ص ۹)

گردیزی نے اپنے تذکرہ ریختہ گویاں میں لکھا ہے: "چراغ بزم گفتگو سراج الدین علی خان آرزو.... گاہے بہ تفنن طبع ریختہ ہم می گوید"

جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ خان آرزو نے ریختہ کا کوئی دیوان مرتب نہیں کیا۔ ان کی توجہ فارسی کی طرف تھی۔ اور اسی میں شعر کہنا فضیلت کی دلیل تھی۔ تذکروں میں چند اشعار ان کی طرف منسوب ہیں مثلاً نکات الشعرا میں ۵، تذکرہ ریختہ گویاں میں ۷، ریاض الفصحا مصحفی میں ۲، مجموعۂ نغز میں ۷، تذکرۂ میر حسن میں ۴، گلشن بیخار میں ۲، گلشن ہند لطف (ص ۲۲) میں ۱۲ اور ۲ مسلسل غزلیں، خمخانۂ جاوید میں ۹، تذکرہ شعرائے ہند کریم الدین میں ۳، مخزن نکات میں ۷، چمنستان شعرا میں ۱۳، آب حیات ۱۰، جواہر سخن کیفی چریا کوٹی ۶۔ اب ان میں سے کتنے آرزو کے ہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔

میں ان اشعار کو تطویل لاطائل سے بچنے کے لئے یہاں دہرانا نہیں چاہتا۔ ناظرین کرام ان کے لئے چمنستان شعرا کو دیکھ سکتے ہیں۔ جس میں آرزو کے اشعار کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ مگر ان چند اشعار سے آرزو کی ریختہ گوئی کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا مصحفی نے ریاض الصفحا میں اتنا اضافہ کیا ہے۔ کہ آرزو بھی ایہام گویوں کی طرز پر شعر کہا کرتے تھے۔

اما چوں دور ایہام بود معنی شعرش نیز بطور ایہام است" (ص ۲۴)

اس کے بعد ذیل کے ۲ شعر دئے ہیں۔ جن کے متعلق لکھا ہے: "دو شعر از وبہم رسیدہ بطریق ندرت نوشتہ شد: اینست": ـہ

رکھے سیپارۂ گل آج آگے عندلیبون کے
چمن کے بیچ گویا پھول ہیں تیرے شہیدون کے

میخانہ بیچ جاکر شیشے تمام توڑے
زاہد نے آج دل کے اپنے پھپھولے پھوڑے

ذیل کے تین شعر میر نے اپنے تذکرے میں درج کئے ہیں:۔

جان تجھ پر کچھ اعتماد نہیں زندگانی کا کیا بھروسہ ہے

ہر صبح آوتا ہے تیری برابری کو
کیا دن لگے ہیں دیکھو خورشید خاوری کو

وعدے تھے سب خلاف جو تھے لب ہم سے
یہ لعل قیمتی تو جھوٹا نکل گیا ہے

ان چار پانچ شعروں سے آرزو کی ریختہ گوئی کے متعلق بھلا کیا اندازہ ہوسکتا ہے اور نہ محض اس بنا پر ان کی فضیلت کا اندازہ لگانا چاہئے۔ ہمارے قدیم تذکرہ نگاروں کے نزدیک اُن کا اردو پر سب سے بڑا احسان یہ ہے۔ کہ

اوّل۔ تمام شعرائے اکابر ریختہ ان کے شاگرد اور تربیت یافتہ ہیں۔

دوم۔ انہوں نے شعرائے ریختہ کی حوصلہ افزائی کی۔ اور خود بھی گاہے گاہے ریختہ لکھ کر اس "فنِ بے اعتبار" اور پیشۂ بے وقار کو اس وقت کی علمی سوسائٹی میں وقیع بنایا۔ جو لوگ اس سے قبل فارسی کے مقابلے میں ریختہ گوئی کے مشغلے کو چنداں اہمیت نہ دیتے تھے۔ اب پسندیدگی اور قبولیت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ میر تقی میر کی اس

عبارت سے اس کی تائید ہوتی ہے :-

"ہمہ اوستادانِ مضبوطِ فنِ ریختہ ہم شاگردانِ آن بزرگوارند- گاہے برائے تفننِ طبع ودوسہ شعرِ ریختہ فرمودہ این فنِ بے اعتبار راکہ ما اختیار کردہ ایم اعتبار دادہ اند" ؎۳

فنِ ریختہ میں آپ کے شاگرد کون کون سے تھے ؟ اس کا مجمل حال تذکروں میں ملتا ہے - یوں تو اس دور کے اکثر شعرا جو خان کی زندگی میں دہلی میں رہتے تھے- اُن سے اصلاح لیتے ہوں گے لیکن تذکروں کے اوراق سے جن تلامذہ کا حال دستیاب ہوتا ہے ان کی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے :-

۱- میر تقی میر- میر صاحب نے نکات الشعرا میں معز فطرت کے حال کے ضمن میں خان کو اپنا اُستاد لکھا ہے- "اُستاد و پیر و مرشد بندہ" لیکن ذکرِ میر کے طبع ہونے کے بعد یہ بیان مشکوک سا ہو گیا ہے- مولانا عبدالحق ذکرِ میر کے دیباچے میں لکھتے ہیں "اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ جو مشہور چلا آتا ہے کہ خان آرزو میر صاحب کے استاد تھے صحیح نہیں ہے" سند اس بات کی میر صاحب کا یہ فقرہ ہے :-

"چندے پیش اُو (یعنی خان آرزو) ماندم و کتابے چند از یارانِ شہر خواندم"۔

مگر ذکرِ میر کی اس عبارت کے باوجود نکات الشعرا کے یہ الفاظ "اُستاد و پیر و مرشد بندہ است" اپنے اندر زیادہ قطعیت رکھتے ہیں - اور گمان یہی کہتا ہے - کہ میر صاحب باوجود رنجش کے اپنے تذکرے میں ایک عام حقیقتِ مشہورہ کو چھپا نہیں سکے - ورنہ ان پر ایک سیدھی اور سچی بات کے اخفا کا الزام وارد ہوتا - اور ان کے مخالفوں کو بدماغی کا ایک اور ثبوت مل جاتا- اس کے علاوہ اکثر تذکرہ نگاروں نے (جن میں سے بعض ان کے معاصر ہیں) انہیں خان آرزو کا شاگرد لکھا ہے - مثلاً فتح علی گردیزی کا بیان ہے :-

"شمع استعدادش از برکردہ دم شعلہ ادراک سراج الدین علی خان آرزو ست (صفحہ ۱۲۸)

مخزن نکات میں آتا ہے: "در خدمت خان آرزو کہ خالو ے او بود لخت دانش اندوختہ" (ص ۱۲) حکیم قاسم نے بھی میر کو آرزو کا شاگرد قرار دیا ہے، لیکن یہ بھی لکھا ہے، کہ میر صاحب بربناء بے دماغی اس نسبت سے کلیۃً انکار کرتے ہیں۔ اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

پسر شوہر ہمشیرۂ سخن پرداز بدیہہ گو سراج الدین علی خان آرزو است، نسبت تلمذ ہم بجناب افادات انتساب خان مشارٌالیہ وارد، اما بنا بر نخوتے کہ در سرش جا گرفتہ ازین امر کہ فی الحقیقۃ فخر وے است اِباء کلی بمیان آرد۔ . . ." (ص ۲۱۳)

تذکرہ گلشن ہند (ج ۲) میں لکھا ہے "خان مذکور کے فیض صحبت سے نظم ریختہ کی کیفیت باریکیوں کے ساتھ اٹھائی ہے (ص ۱۴۹)۔ میر حسن دہلوی بھی یہی کہتے ہیں:۔ . . .

برادر زادۂ سراج الدین علی خان آرزوؔ و ہم از شاگردان اوست" (ص ۱۴۵)

میرے خیال میں یہ دلائل اس امر کے اثبات کے لئے کافی ہیں کہ میر صاحب نے (علاوہ چند دیگر اساتذہ کے) خان آرزو سے بھی دانش اندوزی کی۔

میرزا محمد رفیع سودا۔ کے متعلق آب حیات میں لکھا ہے:۔

"خان آرزو کے شاگرد نہ تھے۔ مگر ان کی صحبت سے فائدے بہت حاصل کئے چنانچہ پہلے فارسی شعر کہا کرتے تھے۔ خان آرزو نے کہا کہ مرزا فارسی اب تمہاری زبان مادری نہیں۔ اس میں ایسے نہیں ہو سکتے کہ تمہارا کلام اہل زبان کے مقابل میں قابل تعریف ہو۔ طبع موزون ہے۔ شعر سے نہایت مناسبت رکھتی ہے۔ تم اردو کہا کرو تو یکتائے زمانہ ہو گے مرزا بھی سمجھ گئے۔ اور دیرینہ سال اُستاد کی نصیحت پر عمل کیا . . . ." (ص ۱۴۹)

مجموعۂ نغز میں ایک مشاعرہ کا ذکر بھی ہے جو آرزو کے مکان پر ہوا کرتا تھا۔ اس میں خان نے سودا کی ایک غزل کی تعریف کی مگر کنایۃً سمجھا گئے کہ مضمون کسی اور سے لیا ہوا ہے

ذکر آگے آتا ہے)

خواجہ میر درد۔ آپ بھی خان آرزو کے باقاعدہ شاگرد نہ تھے لیکن مجموعہ نغز کے بیان کے مطابق انہوں نے دوسرے اکابر شعرا کی طرح استفادہ ضرور کیا ہے حکیم قدرت اللہ قاسم کے الفاظ یہ ہیں:۔

"نسخہ پرداز ایہام گوئی میاں آبرو و سرآمد سخن سنجان خوش نوا میرزا محمد رفیع سودا و مملکت سخن سازی رانگہ تا ز مرد خواجہ میر درد و شاعر بے نظیر محمد تقی میر منجملہ فیض اندوزان آں گیہاں خدیو سخن پردازی اند" (ذکر خان آرزو)

شاہ مبارک آبرو۔ تمام تذکرہ نگاروں نے بالاتفاق لکھا ہے کہ آبرو خان آرزو کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ (ملاحظہ ہو نکات الشعرا ص ۹، مخزن نکات ص ۱۴، گردیزی تذکرہ ریختہ گویاں ص ۶، مجموعہ نغز ص ۲۰، گلشن ہند ص ۲۵ (اس مصنف کے قول کے مطابق وہ آرزو کے رشتہ دار بھی تھے)، آب حیات ص ۹۷، گل رعنا ص ۱۰۳ وغیرہ وغیرہ،

گردیزی نے لکھا ہے:۔ "میاں آبرو و میاں مضمون کہ بنائے ریختہ ایشان ریختہ اند استنباط سخن باو دارند و زبان ریختہ ازو گرفتہ اند"

ان کے علاوہ شیخ شرف الدین مضمون،[۱] مصطفیٰ خان یکرنگ،[۲] میر زین العابدین آشنا،[۳]

---

[۱] نکات الشعرا ص ۱۵، مخزن نکات ص ۲۱ "شعر ریختہ را بہ تلاش الفاظ و معنی تازہ می گفت" گردیزی ص ۱۵۴ "شورش خالی از دردا کتے نیست" "واز شعرائے قرار دادہ ریختہ است"۔ مجموعہ نغز ج ۲ ص ۱۹۷، "از معاصران میر شاکر ناجی و شاہ مبارک آبرو بود و در جرگہ اساتذۂ آن وقت محسوب، و شعرش دلخواہ مردم آن عہد و مرغوب است" نیز تذکرہ میر حسن ص ۱۵۱، گلشن ہند ص ۲۲، آب حیات ص ۱۱۱، گل رعنا ص ۱۰۵،

[۲] مخزن نکات ص ۳ "بخدمت خان آرزو مشق سخن می کرد" گردیزی ص ۱۴۲ (لیکن آرزو سے تلمذ کا ذکر نہیں "با آبرو یک طرح بود")، نکات الشعرا ص ۱ (تلمذ کا ذکر نہیں)، مجموعہ نغز ج ۲ ص ۳۶۷ "واز تلامذۂ ......"

بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۱،

ٹیک چند بہار[۱]، بے نوا[۲]، حسن علی شوق[۳]، سیتا رام عمدہ کشمیری[۴]، رائے انند رام مخلص[۵]، محمد محسن محسن اکبرآبادی[۶]، شہاب الدین ثاقب[۷]، میر ناصر ساماں[۸]، خان آرزو کے فیض

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۰ ـ مرزا جان جاناں مظہر ... " گل رعنا ص۱۱۰" ۳ گلشن ہند لطف (زروذ ایڈیشن) ص۲۴۲ ۔ "معاصر و معاشر سراج الدین علی خان آرزو" شاگرد ہونے کا ذکر نہیں لیکن معاشر ہونے سے اصلاح سخن اور استفادہ کا پہلو نکلتا ہے ۔ (حاشیہ صفحہ ۱۱) ۱ مجموعہ نغز ج ۱ ص ۱۱۵ "در اشعار فارسی بخان آرزو استشارہ نمی نمود و گاہ گاہ ریختہ ہم موزوں می کرد" مخزن نکات ص۲۶ لیکن شاگرد ہونے کا ذکر نہیں " گلشن ہند (زروذ ایڈیشن) ص۶۴ "از یاران سراج الدین علی خان صاحب بود" ۴ شعر نمونے کے دئے ہیں ۔ ریاض الفصحا ص۱۴ "شاعر فارسی گو ست صاحب دیوان، شاگرد آرزو است ۔ ہندی ہم اندہم رسیدہ" حاشیے میں لکھا ہے "و بسیار شاگردان او ہستند" ۲ گلشن ہند (زروذ ایڈیشن) ص۲۵ "معاصر خان آرزو و شاہ آبرو بود این دو بیت کہ بوے منسوب است در بیاضے بنام سراج الدین علی آرزو ہم دیدہ شد" تذکرہ میر حسن ص۵۹ ۳ نکات الشعرا ص۱۲۶ "...... شاعر ریختہ شاگرد خاص صاحب سراج الدین علی خان ....." مخزن نکات ص۴۸ "اکثر شعر فارسی در پیش دارد و خود را از شاگردان خان آرزو می گیرد" گردیزی ص۹۹، مجموعہ نغز ص۳۵ ج ۱ تذکرۂ میر حسن ص۱۲۳ وغیرہ وغیرہ ۴ گلشن ہند و گلزار ابراہیم (زروذ ایڈیشن) ص۱۸۱ "معاصر سراج الدین علی خان آرزو بود" مجموعہ نغز ج ۲ ص ۱۹ "شاگرد انعام اللہ خان یقین ..." گردیزی ص۱۰۱ "در ریختہ تتبع دیوان انعام اللہ خان یقین می نماید" چمنستان شعرا ص۴۳۵ "مضامین تازہ .... در تتبع یقین می کشود" ۵ مجموعہ نغز ص۱۷۶ ج ۲ تذکرہ میر حسن ص۷۹ مخزن نکات ص۴۷، نکات الشعرا ص۸، گلشن ہند و گلزار ابراہیم ص۲۱۸ ۔ ۶ تذکرہ میر حسن ص۱۲۷ "از اقربائے آرزو ... تربیت در صحبت خان مذکور یافتہ در علم شعر مہارت بسیار دارد" گلزار ابراہیم (زروذ ایڈیشن) ص۲۳۲ مجموعہ نغز ج ۲ ص ۱۶۴، ۷ تذکرہ میر حسن ص۱۱۱ "در اوائل شعر خود پیش خان آرزو می گذرانید" شعرالہند وغیرہ، ۸ مخزن نکات ص۱۲۳ "اکثر بہ خدمت خان آرزو ملاقات می نمود"

بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۲،

یافتگان اور شاگردوں میں شمار کئے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض تو شعر فارسی میں اصلاح لیتے تھے۔ لیکن قدرتی طور پر ریختہ میں جو مشق سخن کی ہوگی وہ بھی خان کے مشورہ و اصلاح سے محروم نہ رہی ہوگی [اس کے لئے ذیلی حواشی ملاحظہ ہوں]

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ فیض یافتگان اور شاگردوں کی اس مختصر فہرست سے خان آرزو کے اُس وسیع اثر کا اندازہ نہیں ہو سکتا جو بارہویں صدی میں شاہ جہان آباد کے علمی حلقوں اور ادبی فضاؤں میں عموماً نظر آتا ہے۔ اگر اس کی معمولی سی جھلک بھی دیکھنی ہو تو اس دور کے فارسی شعرا، علما اور فضلا کے تذکروں پر نظر ڈالنی چاہئے جن کے اوراق میں خان آرزو کی حقیقی عظمت کی شاندار تصویریں نظر آئے گی۔ خزانۂ عامرہ، مردم دیدہ، مآثر الکرام، سفینۂ خوشگو، گل رعنا اور اس قسم کے معاصر یا تقریباً معاصر تذکروں سے ہمارے اس بیان کی تائید ہوگی۔ حق یہ ہے کہ خان آرزو اس دور میں تحقیق زبان اور تنقید شعر کے معاملے میں فرد یکتا تھے۔ اور ان کے سامنے کوئی دوسرا شخص 'انا ولا غیری' کا دعوی نہ کر سکتا تھا۔ نتیجہ یہ کہ ادبی اور علمی تحقیق اور شعر و سخن کی باریکیوں کے معاملے میں معاصرین میں سے کسی کے لئے یہ چارہ نہ تھا۔ کہ اپنے آپ کو ان کے فیض و افادہ سے محروم رکھ سکے۔ فارسی کا کوئی ماہر ہو یا ریختہ کا کوئی شاعر۔ خان آرزو کی ذات سب کے لئے مرجع تھی۔ سب لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور ان سے اپنے اقوال کی سند مانگتے یا اصلاح کے طلبگار ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ میر درد اور سودا اگرچہ باقاعدہ طور پر خان آرزو کے شاگرد نہ تھے۔ پھر بھی حکیم قدرت اللہ خان قاسم ان کے متعلق اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں:۔

"نسخہ پرداز ایہام گوئی میاں آبرو، وسر آمد سخن سنجان خوش نوا میرزا محمد رفیع سودا

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۱ تذکرہ میر حسن ص۱۰۹ "بخدمت خان آرزو استفادہ حاصل نمودہ" لیکن چمنستان شعرا ص۳۹۶ "تربیت یافتہ میرزا مظہر جان جان است، سخن ریختہ اش نمکے دارد"

و مملکت سخن سازی را یکہ تاز مرد خواجہ میر درد و شاعر بے نظیر محمد تقی میر منجملہ فیض
اندوزانِ آن کیمیاں مندیو سخن پردازی اند"

افسوس ہے کہ اس دور میں ریختہ گوئی کی بے وقاری اور بے وقعتی اور
فارسی کے غلبے کی بنا پر ہمیں وہ واقعات بہت کم ملتے ہیں۔ جن میں خان آرزو
کی اصلاح شعر کی مثالیں دیسلسلہ ریختہ بہم دستیاب ہوتی ہوں۔ تاہم ایک دو شواہد سے
یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خان آرزو مجلس مراختہ (مشاعرہ) میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔
بلکہ خود اپنے مکان پر مشاعروں میں ریختہ کے اشعار سنتے اور ان کی اصلاح کرتے چنانچہ
مجموعۂ نغز میں اسی قسم کے ایک مشاعرے کا ذکر ہے۔ جس میں سودا نے ایک غزل پڑھی
تھی جس میں قدسی کا ایک مضمون اڑایا تھا۔ اب سودا کی ہجو گوئی سے چونکہ ہر شخص خائف
تھا۔ اس لئے کسی کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مشاعرہ خان آرزو کے گھر میں ہو رہا تھا۔
اور خان آرزو کی علمی فضیلت سے سب مرعوب بھی تھے۔ لہٰذا وہی بولے مگر کسی قدر
لطیف انداز سے۔ پہلے تو سودا کی بہت تعریف کی پھر فی البدیہہ یہ شعر پڑھا ؎

شعر سودا حدیث قدسی ہے لکھ رکھیں چاہیے فلک پہ ملک

گویا کنایتہً یہ کہدیا کہ سودا نے قدسی کے مضمون پر دست درازی کی ہے۔
غرض آنکہ خان آرزو کا علم و فضل اور فارسی شعر کے قواعد و دقائق پر عبور اور ان کی
بے مثال شخصیت فارسی اردو میں کام کرنے والوں کے لئے یکساں طور پر سرچشمہ فیض
اور شمع ہدایت تھی۔ شاہ سعد اللہ گلشن نے ولی کو فارسی مضامین سے استفادہ کرنے
کا جو مشورہ دیا تھا۔ اس پر ولی نے تو عمل کیا ہی تھا۔ شعرائے دہلی نے عموماً
ان کی نصیحت کو سُنا۔ اور اگرچہ ایہام گوئی کے ذریعے خالص ہندی اثرات کچھ دیر
تک قائم رہے۔ مگر شعرا کا نصب العین یہی تھا کہ اردو شاعری کو فارسی کا کامل متبع بنایا
جائے۔ چنانچہ بہت جلد مضامین، استعارات، تراکیب، بحور و اوزان، قواعد و اصول

کے اعتبار سے اردو کی شاعری فارسی کے ڈھب پر آگئی۔
کہنے کو تو یہ کہا جاتا ہے (اور کسی حد تک صحیح بھی ہے) کہ جان جان مظہر پہلے شخص تھے جنہوں نے ریختہ کو فارسی کے قالب میں ڈھالا، (معاول کسے کہ شعر ریختہ بہ تتبع فارسی گفتہ اوست، نقاش اول زبان ریختہ باعتقاد فقیر (مصحفی) اوست" تذکرہ مصحفی) لیکن اس سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔ کہ جان جان مظہر بھی اسی فضا کی مخلوق تھے۔ اور اسی ماحول کے فیض یافتہ تھے۔ جو دہلی میں آرزو کی کوششوں سے پیدا ہوا۔
خان کی تصنیفات پر سرسری نگاہ ڈالنے سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ ان کے کام کا بیشتر حصہ ادبی تنقید و تحقیق لغت سے متعلق ہے۔ لغت میں سراج اللغات' اور چراغ ہدایت بلاغت میں موہبت عظمی اور عطیۂ کبریٰ' فن تنقید' شعر میں داد سخن' معانی میں مثمر اور اس کے علاوہ دوسری کتابیں مثل شروح وغیرہ کے۔ سب میں منفرداً و اشتمالاً ہم خان آرزو کو زبان اور لغت کی تحقیق و تنقید میں مصروف پاتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس دور کی یہ سرگرمیاں ملکی فضا کے عین مطابق تھیں۔ ہندی ایرانی نزاع درجۂ کمال تک پہنچ چکی تھی۔ فارسی میں (اور اس فارسی میں جسے مسلمانان ہند نے ایک ہزار سال تک بطور "مادری اور قومی زبان" کے پالا اور نشوونما دی) ہندوستانی اکابر فضلا کے سند ہونے پر بھی ایرانیوں کی جانب سے اعتراض ہو رہے تھے۔ اُدھر ملکی زبان ابھی گہوارۂ طفولیت میں تھی۔ ہریانہ کے علاقہ میں اگرچہ اردو (ہریانی) ادب کافی فروغ پا چکا تھا۔ اور بہت سی کتابیں نظم میں لکھی جا رہی تھیں۔ مگر "مئے شیراز" میں ڈوبی ہوئی فضا کی رنگینیاں ہریانہ کے "بانگڑو" ادب کو کب چمکنے دیتی تھیں۔
اِن حالات میں خان آرزو نے ایک طرف فارسی دانان ہندوستان کی حمایت و مدافعت میں آواز اٹھائی اور دوسری طرف مستقبل کے رنگ کو دیکھ کر ملکی زبان کی حوصلہ افزائی شروع کی اور باآں ہمہ علم و فضل خود اس میں شعر لکھ کر اور دوسرے شعرا

کے اشعار کو اصلاح دے کر شاہجہان آباد کی علمی سوسائٹی میں ریختہ کے وقار کو بڑھایا اور اس کے داغِ "بے اعتباری" کو ہمیشہ کے لئے دھو ڈالا۔ چنانچہ مولانا محمد حسین آزاد لکھتے ہیں:۔

"اس بات کو بھولنا نہ چاہئے کہ خان آرزو کے فیضِ صحبت نے ان نوجوانوں کے کمال کو اس طرح پرورش کیا۔ جس طرح دایہ اپنے دامن میں ہونہار بچوں کو پالتی ہے" (آبِ حیات صہ ۱۳۰)

لالہ سری رام۔ اپنے تذکرہ خمخانۂ جاوید میں اسی کی تائید کرتے ہیں:۔

"یہ انہی کی رسائیٔ طبع کا نتیجہ تھا۔ کہ اپنے فارسی مذاق کے پیرایہ پر اردو اشعار میں ایک خاص رنگ پیدا کر دیا تھا۔ صرف رنگ ہی نہیں پیدا کیا۔ بلکہ خاص خاص محاوروں اور دلّی کے روزمرّہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا تھا۔ چنانچہ اکثر ایسے محاورے باندھے ہیں۔ جو اس وقت جوں کے توں مروّج ہیں۔ سخن فہمی اور تحقیقِ زبان میں اُن کا پایہ بہت بلند تھا (ج ۱۔ ص ۱۸۔ ۱۹)

"سخن فہمی اور تحقیقِ زبان میں اُن کا پایہ بہت بلند تھا" مؤلف خمخانہ کی یہ رائے جس طرح فارسی کے سلسلے میں درست ہے۔ اسی طرح ہندوستانی کے متعلق بھی صحیح ہے۔ شیخ کا وطن اکبر آباد تھا۔ گوالیار میں بسلسلۂ ملازمت رہے۔ بعد میں شاہجہان آباد دہلی میں قیام ہوا۔ ان کی تصانیف سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ سنسکرت (ہندی کتابی) ہندی، پنجابی اور دوسری ہندوستانی زبانوں سے بخوبی ماہر تھے۔ ان اوصاف کی بنا پر ہندوستانی زبانوں کے سلسلے میں اُن کی زباندانی مسلّم تھی۔ جیسے کہ ذیل کی تصریحات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے گی۔

خان آرزو نے ریختہ کی سرپرستی سے ہندوستانی زبان کا پایہ اور وقار بڑھایا۔ یہ اُن کی بہت بڑی خدمت تھی۔ لیکن اس سے بھی بڑی خدمت انہوں نے یہ کی

کہ ہندوستانی زبان کی لغوی تحقیق کی بنیاد رکھی۔ اور ہندوستانی فیلالوجی کے ابتدائی قواعد وضع کئے اور تقابل لسانین اور توافق کے اصول کو پیش کرتے ہوئے ہندی یکتابی (سنسکرت) کو دنیا کی چند بڑی زبانوں میں سے ثابت کیا اور اس کے ضمن میں ہندوستانی (بول چال کی ہندی۔ اردو) کو سنسکرت کی بیٹی قرار دے کر اُسے فارسی، عربی اور دوسری بڑی زبانوں کی صف میں بیٹھنے کا مستحق قرار دیا۔

تفصیل اس کی یہ ہے۔ کہ خان آرزو نے ہندوستانی فارسی دانوں کی علمی مجبوریوں اور دقتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے ہندوستانی الفاظ کے مقابلے میں مناسب فارسی عربی ترکی مرادفات مہیا کرنے کے لئے نوادر الالفاظ کے نام سے ایک کتاب مرتب کی۔ یہ کتاب خان کی چند ابتدائی کتابوں میں سے ہے۔ اور دراصل میر عبدالواسع ہانسوی کی ایک کتاب غرائب اللغات کی اصلاح یافتہ شکل ہے۔ خان نے اس میں جو عمدہ اضافے کئے ہیں۔ اور ہانسوی کے بیانات کی جس طریق پر مناسب اور برمحل تصحیح کی ہے۔ اس کی بنا پر ہم اسے ایک مستقل تصنیف بھی کہہ دیں تو بے جا نہ ہوگا۔ نوادر الالفاظ کی ترتیب سے اگرچہ مصنف کا مقصد اردو زبان کے لغت کی تدوین نہ تھا۔ پھر بھی ایک لحاظ سے اس کو اردو کا اولین لغت قرار دیا جا سکتا ہے۔ جس کی تالیف میں میر عبدالواسع اور خان آرزو دونوں نے حصہ لیا۔ یہ خدمت ان دونوں حضرات کو محسنانِ اردو کی صف میں جگہ دینے کے لئے کافی ہے۔

غرائب اور نوادر پر تفصیلی ریویو ہمارے موجودہ مضمون کو طول اگیر طویل دینے کا باعث ہوگا۔ اس لئے محض چند ضروری امور کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً۔

خان آرزو نے اس کتاب میں "گوالیاری" زبان کو ہندوستانی زبانوں میں سے افصح قرار دیا ہے۔ یہی خیال انہوں نے اپنی کتاب مثمر میں بھی ظاہر کیا ہے (نسخہ پنجاب یونیورسٹی قلمی ورق ۳ ب)۔ میر عبدالواسع ہانسوی جیسا کہ ان کی نسبت سے ظاہر ہے۔ ہانسی (ہریانہ)

کے رہنے والے تھے۔ اور عہد عالمگیر کے آخری دور میں ہو گزرے ہیں۔ عہد عالمگیر سے لے کر احمد شاہ کے زمانے تک ہریانہ میں اُردو ادب کو بہت فروغ حاصل ہوا (ملاحظہ ہوں پروفیسر شیرانی کے مضامین اورینٹل کالج میگزین) یہ ہریانوی زبان بعض خصوصیات کے اعتبار سے دوسری ہندوستانی زبانوں سے کسی قدر مختلف ہے۔ علی الخصوص گوالیاری اور برج سے، میر عبدالواسع ہانسوی نے غرائب میں جن ہندوستانی الفاظ کو پیش کیا ہے۔ وہ قدرتی طور پر ہریانی، ہندوستانی کے الفاظ ہیں۔ خان آرزو نے جابجا ان ہریانی الفاظ کو غیر فصیح قرار دیا ہے۔ اور ان کی جگہ گوالیاری (افصح زبانہائے ہندی) اور کہیں کہیں "اہل اردو" کے الفاظ دیئے ہیں۔ مگر اُن کے نزدیک ٹکسالی زبان گوالیری زبان ہی ہے۔ ۱۱ اور ہریانی زبان تو ان کے نزدیک لائق ذکر بھی نہیں۔ جن الفاظ کے سلسلے میں خان نے اپنے ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:۔

ایوارہ۔ یعنی باڑہ۔ خان کہتے ہیں "ایوارہ زبانِ وطن صاحبِ رسالہ خواہد بود ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بزبان برج و گوالیار کہ افصح است آنرا کھرک گویند"

جیلی۔ کھلیان میں بالیوں کو سمیٹنے کے لئے ایک دوشاخہ لکڑی۔ خان کہتے ہیں۔ "در ہندی متعارفِ گوالیار کہ افصح السنۂ ہندی است پچانگرا گویند

الکھڑنا۔ میر صاحب "پھسلنا" کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ فارسی اشکوخیدن۔ لیکن خان بجا طور پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ 'اکھڑنا یا کھسلنا' ہونا چاہیئے۔ (درک آصفیہ وغیرہ)

آقتاوا۔ اگرچہ فارسی لفظ کا بگاڑ ہے مگر میر اسے ہندوستانی لفظ قرار دیتے ہیں۔ خان کہتے ہیں، "روزمرۂ عیال ہندوستان است"

اگل۔ "چوبے کہ در پیش در افگنند تا زود باز نشود" خان آرزو اس پر معترض ہیں: "اگل زبانِ وطنِ مصنف خواہد بود ۔ ۔ ۔ ۔ بزبان گوالیار کہ افصح زبانہائے

ہندی است۔ بینڈہ گویند۔

(یہ لفظ آصفیہ میں نہیں۔ گو Platts میں موجود ہے)

ان مثالوں میں اور بھی اضافہ ہو سکتا ہے۔ لیکن میرے خیال میں خان آرزو کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خان کے زمانے میں "اردو" ابھی محض ابتدائی اور سیالی کیفیت میں تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دہلی میں مانگرو یا ملی جلی ہریانی زبان عوام کی بولی تھی۔ جس کی درشتی اور کرختگی شاید "اہلِ اُردو" کو کھٹکتی تھی۔ اسی لئے خواص اس کو قابل اعتنا نہ خیال کرتے تھے۔ خان آرزو نے سب سے پہلے بنائے ریختہ کی تعمیر کے سلسلے میں انہی الفاظ کی فصاحت اور غیر فصاحت کی طرف توجہ کی ۔ اور مثالیں اور شواہد گو کہ موجود نہیں پھر بھی یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ اہلِ اردو کے ابتدائی لب و لہجہ کو معین کرنے اور ٹکسالی "اردو" کو مشتہر کرنے میں خان آرزو نے "واضعِ اول" کا کام کیا۔

اس ضمن میں ہم خان آرزو کی ایک اور اولیت کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کے متعلق کسی یقین اور قطعیت کا اظہار تو نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جہاں تک ہماری موجودہ معلومات کا تعلق ہے۔ ابھی تک یہی ثابت ہوا ہے۔ کہ خان آرزو غالباً پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے "اردو"[1] کا لفظ زبان کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

---

[1] عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ سب سے پہلے تحسین نے "نوطرزِ مرصّع" میں اردو کا لفظ بمعنی زبان استعمال کیا ہے۔ اس کے بعد یہ منکشف ہوا۔ کہ مصحفی نے اپنے اشعار میں سب سے پہلے یہ لفظ اس معنی میں استعمال کیا ہے۔ اس کے بعد ایک صاحب نے اورینٹل کالج میگزین میں یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ پنجاب کے ایک شاعر مراد شاہ نے اپنے ایک منظوم خط (یعنی نامۂ مراد) میں سب سے پہلے یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ حالانکہ اس سے بہت قبل یعنی ۱۹۲۳ء میں استاد محترم پروفیسر شیرانی یہ لکھ چکے ہیں کہ "خانصاحب غالباً پہلے شخص ہیں جو اُردو کا لفظ بمعنی زبان استعمال میں لائے ہیں" (اورینٹل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۱ء ص ۱۲۰)۔ غرض موجودہ معلومات کے اعتبار سے پروفیسر شیرانی کی تحقیق ہی تاحال محکم ہے (خان آرزو، مصحفی، تحسین اور مراد شاہ سب سے اقدم ہیں)

نوادرا لالفاظ میں لفظ اردو کئی موقعوں پر آیا ہے ۔ مثلاً

"رجواڑہ کے ضمن میں ، رجواڑہ " بدین معنی اصطلاح شاہجہان آباد است بلکہ اہلِ اردو
است کہ ایں قسم اماکن اکثر در لشکر راجہا می باشند والاّ در اصل رجواڑہ جائے
بودن راجہاست"

گرمک کے ضمن میں : باصطلاحِ اہلِ اردو نوعے است از شیرینی کہ از کنجد و شکر
سازند"

نکتورہ در عرف اردو وغیرہ بمعنی حرفِ ناز و غرور است و بمعنی سوراخ بینی . . . "

ہڑپھنا بزبانِ اردوئے اہلِ شہر ہا نیست شاید زبانِ قریات و مواضع باشد و بدین
معنی نگلنا شہرت دارد"

مثمر خان آرزو کی ایک اور تصنیف ہے ۔ یہ علامہ سیوطی کی کتاب المزہر کے طرز پر
لکھی گئی ہے ۔ اور فارسی کے سلسلے میں بلاغت اور معانی سے تعلق رکھتی ہے ۔ اس میں
بھی یہ لفظ بہت سے موقعوں پر آیا ہے جن کا تذکرہ بدین غرض کیا جاتا ہے ۔ کہ خان آرزو
کے بیانات لفظ اردو کے معنے کے متعلق بہت کچھ وضاحت کرتے ہیں ۔ ۔

پہلوی اور دری پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ۔

"گروہے بر آنند کہ آں زبانے است مردم شہر بدان ناطق اند چہ پہلو شہر مطلق را گویند
چنانچہ نوعے از خوانندگی است کہ بہ پہلوی موسوم است آنرا شہری نیز گویند الخ
معلوم می شود کہ پہلو و شہر یک معنی دارد . . . . . از تعریف ایں ہر دو زبان چنان
واضح می شود کہ دری قرار دادہ مردم کوہ و درہ است و پہلوی زبان شہر و پہلو نزد
مجدالدین قوسی از عالم اردو است . . . . . حالا بہ تحقیق پیوست کہ دری و پہلوی
در معنی یکی ست چرا کہ دری عبارت ازان است کہ بر در ملوک و سلاطین بدان
تکلم می نمودند و پہلوی آنکہ در پہلو کہ عبارت از اردو است بران تلفظ داشتند در

صورت ہر دو یکی باشد غایتش تفاوت آں باشد کہ در یکو قتی آں را پہلو تی می گفتند ودر زمان دیگر دری، درین صورت می تواند کہ تکلم ہر دو لسان اندک تغایر ہم داشتہ باشد پس بہ تحقیق پیوست کہ افصح زبانہا زبانِ اردو است و فارسی ہمین جا معتبر است وزبانِ خاصہ ہر ملک در شعر و انشا منظور نیست از انجا ست کہ شاعر از ہر ملک مثلاً خاقانی از شروان ونظامی از گنجہ وسنائی از غزنین و خسرو از دہلی بہماں "زبانِ مقرر" حرف زوند وآں نیست مگر زبانِ اردو، (ورق ۱۶ ب، ۷)

یہ سارا بیان فارسی سے متعلق ہے اور اس میں جہاں کہیں اردو کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ ہماری زبانِ اردو سے براہِ راست علاقہ تو نہیں رکھتا۔ گر اس عبارت سے "زبانِ اردو" کا معنی خوب واضح ہوتا ہے وغان کے نزدیک زبانِ اردو وہ ہے :- ۱- جس میں بادشاہ اور امرا و سلاطین تکلم کرتے ہیں - ۲- شہری زبان (بمقابلہ قصبات کی زبان کے) ۳- وجوہ بالا کی بنا پر وہ "زبانِ مقرر" یا ٹکسالی اور معیاری زبان جو فصیح ترین اور ادبیات کی زبان بننے کے لائق قرار پاتی ہے -

اس مفہوم کی روشنی میں زبانِ اردو یا "زبانِ اُردوئے معلّی" کی نوعیت بہت حد تک معین ہوجاتی ہے - مُثمر (ورق ۳۳ الف) میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :-
"نظر بر اُردوئے ایران چنانکہ سابق نوشتہ ام اختلاف حدے و نہایتے ندارد . . ."

اردو کا لفظ یہاں بھی مندرجہ بالا مفہوم میں استعمال ہوا ہے - مُثمر (ورق ۳۶ ب) کی ایک اور عبارت اس کی تائید کرتی ہے "افصح زبانِ اردوست"
مُثمر کا ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو :-
"ولفظ برسات کہ بفتح باءِ موحدہ درای مہملہ وسین بالف کشیدہ وفوقانی بمعنی موسم مخصوص بارش، ظاہر ہندی الاصل است ومی تواند محاورۂ مولّدین کہ عبارت

است از اہلِ اردو کہ اختلاط تمام بازبانِ عربی و فارسی دارند، باشد" (ق ۸۰ ب- ۸۹)

خان آرزو ہندوستانی کے لئے عموماً ہندی کا لفظ استعمال کرتے ہیں. لیکن اردو (محاورۂ مؤلدین) ان کے نزدیک ہندی کی ایک خاص شکل ہے۔ جو ہندی کے ساتھ عربی و فارسی الفاظ کی آمیزش سے تیار ہوئی ہے۔ اسی برسات کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"و اہلِ اردو موافق قاعدہ عربی آرند مثل پرگنات کہ جمع پرگنہ" (ق ۸۰ ب)

خان آرزو نے اپنے رسالہ دادِ سخن میں اردو شاعری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

نیز بدانکہ نظیر ایں ماجرا احوال شعرای ریختہ ہنداست و آں شعرے ست بزبانِ ہندی اہلِ اردوئے ہند غالباً بطریق شعر فارسی و آں الحال بسیار رائج ہندوستان است و سابق در دکن رواج داشت بزبانِ ہماں ملک'

پروفیسر شیرانی صاحب نے "اردو زبان اور اس کے مختلف نام" کے عنوان سے اورینٹل کالج میگزین میں ایک مضمون لکھا تھا۔ اس میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:-

اردوئے معلّی سے خان صاحب کی مراد غالباً شہر دہلی کی آبادی کا وہ حصہ ہے۔ جو قلعۂ معلّی کے قرب وجوار میں بوجہ ملازمت شاہی زیادہ آباد ہے۔ اور جس میں فوجی و منصبدار و درباری و دیگر ملازمین و شاگرد پیشہ شامل ہیں۔ یہ لوگ شہر کے دیگر محلوں اور آبادی کے مقابلہ میں زیادہ شستہ و مہذب تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اس طبقہ کی زبان زیادہ صاف اور ستھری ہوگی" پروفیسر صاحب نے اس کی تائید میں ذیل کے شواہد پیش کئے ہیں :-

چھتال کی تشریح میں لکھتے ہیں :-

"... چھپل معلوم نیست کہ لغت کجاست۔ ما مردم کہ از اہلِ ہندیم و در اردوئے معلّی

می با نسیم نشنیده ام"
خان آرزو نوادر الالفاظ میں ایک موقعہ پر اس کی تخصیص کرتے ہیں:۔
"رجواڑہ بدین معنی اصطلاح شاہجہان آباد است بلکہ اہل اردو است کہ این قسم الکن اکثر در لشکر راجہا می باشند"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سب سے پہلے غالباً خان آرزو نے ہی شاہجہان آباد کے اعلیٰ طبقوں اور شاہی حلقوں کی زبان کو "زبانِ اہلِ اردو" کہہ کر پکارا۔ اور اس کو معیاری زبان قرار دیا اس کے علاوہ لفظ اُردو اور اردوئے معلیٰ کی تشریح کی جس سے اس زبان کے تعمیری اور ابتدائی دور کے گرد وپیش کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے۔

خان آرزو سنسکرت جانتے تھے۔ اور ہندوستان کی مقامی زبانوں سے بھی بخوبی واقف تھے۔ اس کے علاوہ "زبانِ اردوئے مُعلیٰ" کی مرکزی اہمیت کا بھی احساس رکھتے تھے۔ ان وجوہ کی بنا پر انہوں نے فارسی فیلالوجی کی تحقیقات کے ضمن میں ہندی فیلالوجی کے ابتدائی اصول بھی وضع کئے ہیں۔ اس کا حال ان کی اکثر کتابوں سے معلوم ہوسکتا ہے نوادر الالفاظ، سراج اللغات، چراغ ہدایت اور مُثمر میں جابجا بکھرے ہوئے اشارے ملتے ہیں۔ علی الخصوص مُثمر تو اس موضوع کے متعلق بہترین کتاب ہے۔ لیکن چونکہ یہ تالیف دراصل فارسی معانی اور بلاغت کی توضیح کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس لئے اس کا وہی حصہ ہمارے لئے کارآمد ہے جس میں ہندی (یا ہندوستانی) سے بحث ہے۔

سید انشاءاللہ خان اہل دہلی اور اُن کی زبان کے متعلق دریائے لطافت میں لکھتے ہیں:۔

"این مجمع ہر جا کہ برسد اولاد آنہا دلی وال گفتہ شوند و محلہ ایشان محلۂ اہل دہلی و اگر تمام شہر را فرا گیرند آن شہر را اردو نامند" اردو اور زبانِ اردو کے مفہوم کی یہ توسیع بعد کی چیز ہے۔ جب شہر دہلی کی ادبی حیثیت مرکزیت اختیار کر چکی تھی۔

بطور جملہ معترضہ یہ عرض کرنا ضروری ہے۔ کہ خان آرزو نے نہ صرف اہل وطن کی نظروں میں ہندی کا پایہ بلند کیا۔ بلکہ خود فضلائے ایران نژاد کے دلوں میں بھی اس کی وقعت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عہد شاہجہانی کے بعد ہندوستان کے ادبی اور علمی حلقوں میں ہندی ایرانی نزاع اور کشمکش بہت شدید ہو گئی تھی۔ اور اس کے ضمن میں بعض عجیب و غریب بحثیں پیدا ہو گئی تھیں۔ مثلاً مثمر کے بعض عنوانات ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ اصل در بیان آنکہ غلط از اہلِ زبان صادر شود یا نشود (ق ۱۵ الف)

۲۔ اصل در بیان آنکہ تصرفِ قادر سخنانِ ہند در مفردات و مرکبات فارسیہ جائز ہست یا نیست (ق ۱۶ الف)

۳۔ تصرفِ فارسیان در الفاظ ہندیہ (ق ۴۰ ب: ۱۷ ب)

۴۔ اصل در بیان استعمالِ غیر فارسیہ در فارسی (ق ۶۶ ب)

یہ عجیب بات ہے کہ بعض ایران نژاد فاضل اکابر ادبائے ہند کو فارسی میں محض اس بنا پر کہ ان کے اشعار میں ہندی الفاظ و محاورات ہوتے ہیں۔ لائق اعتماد نہ سمجھتے تھے۔ مگر ان کی اپنی یہ حالت تھی کہ فارسی میں ہندی الفاظ کا استعمال (مگر غلط استعمال) کرتے تھے اور اس کو محض تفنن خیال کرتے تھے۔ خان آرزو نے اس مضحکہ خیز حرکت کے خلاف احتجاج کیا۔ اور ان شعرا کو ہندی سے باخبر ہونے کی تلقین کی۔ اور ان کو بتایا کہ "ہندی" بھی دنیا کی دوسری بڑی زبانوں کی طرح ایک بلند پایہ زبان ہے جس کی فصاحت اور صحت کو قائم رکھنا ہر ادیب کا فرض ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی واضح کیا کہ فارسی اور ہندی کی اصل ایک ہے لہٰذا ایک زبان کو دوسری زبان پر بلحاظ مادہ اور جوہر کے کوئی خاص فوقیت حاصل نہیں۔

ایران نژاد فاضلوں کی دلیل یہ تھی۔ کہ غیر فارسی الفاظ کا استعمال مخل فصاحت ہے۔ لہٰذا ہندی الفاظ کے استعمال سے عبارت پایۂ فصاحت سے گر جاتی ہے۔ خان آرزو نے اس کے جواب میں یہ دلیل دی ہے۔ کہ

بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۲۴

ہمارے نقطۂ نظر سے اس بحث کا دلچسپ اور مفید حصہ وہ ہے۔جس میں خان آرزو نے فارسی اور ہندوستانی (یا سنسکرت) میں اشتراک سے بحث کی ہے اور ہندی الفاظ کے صحیح استعمال کے سلسلے میں فضلائے ایران کو مطالعہ کی دعوت دی ہے۔خان کے نزدیک فارسی اور ہندی الفاظ کے اشتراک کے چند وجوہ ہیں:-

اوّل: توافق "وآں اشتراک است دراصل وضع کہ ہیچ یکے از دیگرے اخذ نکردہ باشد" مثلاً ان الفاظ کے سلسلے میں:- دو، چار، است (= ہے) انگشت (=بہیل)۔ اجمود، دہ اور دس، ماس اور ماہ، تشنہ (فارسی) = تِسنا (ہندی)، تُمَن (ایک پھل کا نام) انگشت۔ انگوٹھا بنج اور پنج'

دوم۔ محض اتفاق سے اشتراک ہو جائے'

سوم۔ تفریس "وآں تصرف است درجوہر کلمہ از جہت تغیر تلفظ یا غیر آں'

اس سلسلے میں لکھا ہے" بدانکہ تفریس دراعلام ہندی بسیار واقع شود بسبب عدم قدرت تلفظ" چنانچہ بعض شعرا نے اس سلسلے میں مضحکہ خیز غلطیاں کی ہیں۔اس پر بحث کرتے ہوئے خان نے لکھا ہے۔کہ ہر ادیب اور محقق کیلئے فارسی اور ہندی کا جاننا ضروری ہے تاکہ وہ فصاحت اور صحت کی بحث میں محققانہ رائے دینے کی صلاحیت پیدا کر سکے۔

اشتراک لسانین علی الخصوص فارسی اور سنسکرت "کا اشتراک فی الاصل" ادبی حیثیت

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۲۳ - خاقانی نے ارامنہ کے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔اس کے علاوہ ترکی الفاظ کی فارسی میں بے حد کثرت ہے۔اس کے باوجود کسی ایرانی فاضل نے خاقانی پر اعتراض نہیں کیا۔پس جب صورت یہ ہے تو ہندی الفاظ سے یہ نفرت کیوں؟ حاشیہ صفحہ ۲۴ - میں نے اس مبحث پر اپنی کتاب "ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصّہ" باب ششم (طبع انجمن ترقی اردو۔ہند) اور اپنے مضمون "فارسی کی سرپرستی میں زبان اردو کی ترقی" (رسالہ اردو، اکتوبر ۱۹۴۳ء) میں شرح و بسط کے ساتھ بحث کی ہے'

میں فضلائے یورپ پر ظاہر ہو چکا تھا۔ لیکن ہندوستان میں لوگ اس سے بالکل ناآشنا تھے۔ بلکہ اہل لغت کو بھی اس کی حقیقت تک رسائی نہ ہو سکی تھی۔ یہ خان آرزو ہی تھے۔ جن کی تحقیق کاوش اور جستجو سے اہل ہند پر اس راز کا انکشاف ہوا۔

اس اصول کی دریافت سے ہندی زبانوں کی لغوی تحقیق کو بہت بڑی ترقی ہوئی اور اس کے ضمن میں زبانِ اردو کی علمی اور فلسفیانہ بنیاد پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط ہوئی۔ اس کے قواعدِ فارسی کے اصول پر مدوّن ہوئے۔ اور اس کی صرف و نحو میں پہلے سے زیادہ دلچسپی لی جانے لگی۔

مثمر میں زبان ہندی کے قواعد اگرچہ ضمنی حیثیت رکھتے ہیں۔ تاہم تعمیر اردو کے سلسلے میں خشت اول کا درجہ رکھتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ میں نے زبانِ اردو کے لئے خان آرزو کے کام کی سرگزشت کسی حد تک تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہے۔ میرے ان بیانات کی روشنی میں یہ سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ کہ خان آرزو باوجودیکہ ریختہ کے بڑے شاعر نہ تھے۔ اور انہوں نے اردو شاعری کا کوئی خاص دبستان قائم نہیں کیا۔ پھر بھی ان کے معاصرین ان کا ریختہ کے سلسلے میں بڑا حق مانتے ہیں۔ اور ان کی خدمات کا نمایاں تذکرہ کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ خان آرزو ہی تھے۔ جنہوں نے غریب اردو کو فارسی کے پہلو میں بیٹھنے کے قابل بنایا اور اس کی آئندہ ترقی کا بنیادی پتھر رکھتے ہوئے خدمتگارانِ اردو کی وہ اولوالعزم جماعت تیار کی جس کے افراد "مصلحینِ اردو" کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

سیّد عبداللہ

غنیمت کا وطن[1]

چغتائی صاحب کے مراسلے میں دو باتیں ایسی ہیں۔ جن کی وضاحت ضروری ہے یعنی اول حضرت غنیمتؒ کے وطن اور دوم غنیمت کے پیشوا حضرت شاہ صالح محمد گیلانیؒ کے سن وصال کے متعلق اشتباہ کو دور کرنا مقصود ہے۔

غنیمت کا وطن۔ عام طور پر مسلم ہے کہ مولانا غنیمت قصبہ کنجاہ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ یہ درست ہے کہ اُن کے کلام کا جو حصہ آج دنیا میں موجود ہے اس میں کہیں کنجاہ کا ذکر نہیں ملتا لیکن اسی طرح شاہجہان آباد کا نام بھی انہوں نے نہیں لیا بلکہ صاف طور پر یہ بیان کیا ہے کہ وہ پنجابی ہیں اور پنجاب سے بہت محبت رکھتے ہیں۔ اس بات کو میں اپنے مضمون مطبوعہ اورینٹل کالج میگزین بابت مئی ۱۹۴۲ء میں وضاحت کیساتھ بیان کر چکا ہوں۔ یہاں صرف ایک شعر نقل کیا جاتا ہے ؎

نخواہم لالہ زار گلشن ایراں کہ سر برزد گل داؤدی صبح وطن از خاک پنجابم[1]

سرخوش نے غنیمت کے وطن کا ذکر نہیں کیا تو اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہئیے۔ کیونکہ سرخوش شاذ و نادر ہی کسی شاعر کے وطن کا ذکر کرتے ہیں حتیٰ کہ خود اپنا وطن بھی نہیں بتایا۔ لیکن دوسرے مستند تذکرہ نگاروں نے بالاتفاق مولانا غنیمت کو کنجاہی لکھا ہے۔ چند اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ خان آرزو لکھتے ہیں "محمد اکرم غنیمت از قصبۂ کنجاہ است کہ قصبہ ایست از مضافات لاہور . . ."[2]

(یہ واضح رہے کہ خان آرزو کی حضرت محمد ماہ صادقؒ اور زادہ غنیمت سے ملاقات تھی۔ جس کا ذکر سفینۂ خوشگو میں ملتا ہے اس لئے خان آرزو کی رائے خاص وقعت رکھتی ہے)

۲۔ تذکرۂ حسینی۔ "غنیمت از معنی زادہای قصبہ کنجاہ بود من مضافات گجرات شاہ دولا . . ."[3]

۳۔ سفینۂ خوشگو۔ اس کا مصنف بندرابن داس خوشگو اول سرخوش کا شاگرد تھا۔ چنانچہ اس کا تخلص خوشگو بھی سرخوش کا مقرر کردہ ہے۔ بعد ازاں یہ خان آرزو کا شاگرد ہوا اور اس کا نام خان آرزو کے ممتاز شاگردوں میں لیا جاتا ہے

---

[1] دیوان غنیمت مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۹ [2] مجمع النفائس صفحہ ۳۴۹ [3] تذکرہ حسینی ق ۱۸۹

ملہ بجواب مضمون ڈاکٹر محمد عبد اللہ چغتائی (اورینٹل کالج میگزین بابت اگست ۱۹۴۳ء ص ۵۴)

وہ اپنے تذکرہ سفینۂ خوشگو میں غنیمت کے تذکرہ میں سکونت و وطن کا ذکر نہیں کرتے ۔ لیکن محمد ماہ صداقت کے بیان میں لکھتے ہیں ” محمد ماہ التخلص بہ صداقت برادر زادہ محمد اکرم غنیمت پنجاب کے رہنے والے تھے ۔ اور بسا اوقات خان آرزو سے ملنے آیا کرتے تھے ؎۱

۴۔ نشتر عشق ”غنیمت محمد اکرم نام مولدا و قصبہ کنجاہ من توابع گجرات شاہ دولا مرحوم مضاف صوبہ لاہور است . . . . “ ؎۲

ان کے علاوہ خود مولانا محمد ماہ صداقت جو غنیمت کے برادر زادہ اور انہی کے شاگرد تھے اپنی تصنیف ”ثواقب المناقب“ میں کئی جگہ اپنے آپ کو پنجابی بیان کرتے ہیں ۔ مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں :۔

”منکہ فارسی زبان ہندی نژادم و کابلی مولد پنجاب منشاء ام ۔ ہر چند ارادہ تتبع خسرو صاحبقران دارم اما مثل مشہور ہنوز دہلی دور است سد راہ می شود ۔ بہر کیف چشم آن دارم کہ این یوسف موزوں لقا بدا نغ غلامی نقطۂ پنجاب انتخاب عزیز دلہا گردد“ ؎۳

پھر ایک جگہ کنجاہ کا ذکر ایسے الفاظ میں کیا ہے جن سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ کا آبائی وطن کنجاہ تھا ۔ چنانچہ ثواقب المناقب میں دو بزرگوں کا ذکر کرتے ہیں ۔ ا ۔ شیخ ابو البقا اور (۲) شیخ نظر محمد کنجاہی اور لکھتے ہیں ۔ کہ یہ دو نو بزرگ حضرت شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے ۔ اور کنجاہ سے چل کر آنحضرت قدس سرہ کی خدمت میں جایا کرتے تھے ۔ ان میں سے موخر الذکر کو وہ اپنا جد امجد بتاتے ہیں ۔ اور مولانا غنیمت کے متعلق لکھتے ہیں :۔

”یکے از یاران سید شیرازہ بند مجموعہ استقامت محمد اکرم غنیمت عم مولف رسالہ بود کہ مثنوی نیرنگ عشق آن طاؤس گلزار بہشت شہرت دارد“

تو معلوم ہوا کہ مولانا غنیمت محمد ماہ صداقت کے عم بزرگوار تھے ۔ اور شیخ نظر محمد کنجاہی کے فرزند تھے ۔ اس لئے یہ تسلیم کر لینا کہ غنیمت کا مولد و مسکن کنجاہ ہی ہوگا ۔ کچھ عیب کی بات نہیں ۔

؎۱ ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات فارسی بانکی پور ؎۲ نشتر عشق ق ۲۹۵ ؎۳ ثواقب المناقب صفحہ ۱۵

مزید براں منشی لچھمی نرائن کنجاہی جن کے رقعات مشہور ہیں۔ اور متعدد بار طبع ہو چکے ہیں مولانا صداقت کے شاگرد تھے۔ ان کے مکتوبات کے جامع محمد فیض بخش مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

"منشی لچھمی نرائن قوم کھتری متوطن اصلی او قصبہ کنجاہ از مضافات دارالسلطنت لاہور است رائے جسونت رائے جد امجدش در عہد عالمگیر بادشاہ جہت تلاش معاش وارد دارالخلافت شاہجہان آباد شد۔ . . . در ایام طفولیت کتب متداولہ فارسی کہ رائج تدریس اطفال است از ملا نا شیخ محمد برادر زادہ غنیمت کنجاہی دیدہ سواد خود را روشن نمود" [۱]

بعد کے تمام تذکرہ نگار بھی آپ کو بلا تامل کنجاہی لکھ رہے ہیں۔ کسی ایک نے بھی شاہجہان آبادی یا ساکن شاہجہان آباد نہیں لکھا۔ ان سب کے برعکس اگر مثنوی کے ایک نسخہ پر اس کے کاتب نے غنیمت کو ساکن شاہجہان آباد لکھ دیا ہے۔ تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ یہ نسخہ خواہ کتنا ہی قدیم ہو چونکہ اس کا کاتب ایک غیر معروف شخص ہے۔ اور ایک دور افتادہ مقام کا رہنے والا ہے۔ اس لئے اس کی رائے کو قابل اعتنا نہیں سمجھا جا سکتا[۲]۔ (واضح رہے کہ ہمارے پاس مجموعہ شیرانی میں نیرنگ عشق کا اس سے پرانا اور غالباً قدیم ترین نسخہ موجود ہے جو ۱۱۳۱ھ کا نوشتہ ہے۔ اس کا ذکر میں اپنے محولہ بالا مضمون میں کر چکا ہوں)

شاہ صالح محمد کا سن وصال۔

سید صالح محمد گیلانی پیشوائے غنیمت کی تاریخ وفات خزینۃ الاصفیا میں بحوالۂ تذکرہ نوشاہیہ ۱۱۰۸ھ تحریر ہے۔ لیکن چک سادہ میں مزار پر انوار پر سید معصوم شاہ گیلانی صاحب موجودہ سجادہ نشین کے پاس ایک کہنہ بیاض ہے۔ جو شاہ صالح محمد کی اولاد میں سے حضرت سید جلال شاہ گیلانی رح کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ اور ۱۲۶۶ھ کی تحریر ہے۔ اس میں سید صالح محمد کے والد بزرگوار میراں سید عبدالوہاب ثانی رح کی تاریخ وفات لفظ "شمع زمان" لکھی

---

[۱] مقدمہ مکتوبات لچھمی نرائن قلمی پنجاب یونیورسٹی لائبریری [۲] اس نسخہ کی اہمیت کا اندازہ اس کے مطلع سے لگایا جا سکتا ہے جسے چغتائی صاحب نے اپنے مضمون میں نقل کیا ہے۔

ہے جس سے ۱۰۰۰ھ ظاہر ہوتا ہے اور روایات سے ثابت ہے کہ سید صالح محمد اپنے والد کی زندگی میں تحصیل علم کر کے بحکم والد بزرگوار حضرت نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید صالح محمد کی ولادت دسویں صدی ہجری میں ہو چکی تھی۔ اور اپنے والد کی زندگی میں سن بلوغ کو پہنچ چکے تھے۔ اور یہ بات ہرگز قرین قیاس نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے والد کے بعد ایک سو دس سال تک زندہ رہے ہوں اور ۱۱۱۱ھ میں وفات پائی ہو۔

بیاض مذکور میں سید صالح محمد کی وفات کا ذکر اس طرح درج ہے۔

"ابیات غنیمت در تاریخ صالح محمد"

چو شد آں حق خلیل عشق ملت — بخواب راحت اندر مہد تربت

ہدایت کعبہ او باد معمور — باولاد گرامی چشم بد دور

خرد تاریخ سالش از رہ صدق — بگفتا ہے فتادہ کعبہ عشق

اس سے یہ ثابت ہوا کہ غنیمت سے پہلے ان کے پیشوا انتقال کر چکے تھے۔ اور ان کی تاریخ وفات ۱۰۷۲ھ ہے۔ رسالہ الاعجاز مصنفہ مرزا احمد بیگ لاہوری ۱۱۰۰ھ کی تالیف ہے۔ اس میں سید صالح محمد گیلانی کے ذکر میں یہ عبارت لکھی ہے۔

"مسکن و مزار ایشان در چک سادہ است کہ از گجرات دو کروہ خواہد بود۔ ایشاں را سہ فرزند اند یکے سید فیض اللہ سلمہ اللہ کہ از پدرش مشغول اند ہم فقیر و ہم فاضل بہر دو اوصاف موصوف اند و پسر دیگر نیز بصلاح آراستہ اند و پسر سیوم میاں شیر محمد ایشاں را چاشنی فقر است کہ اکثر وضع ونیعمی خود دارند و اعتقاد مردم بر ایشاں بودہ است

اس عبارت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ۱۱۰۰ھ سے پہلے سید صالح محمد وفات پا چکے تھے۔

چونکہ مفتی غلام سرور لاہوری مولف خزینۃ الاصفیا نے تذکرہ نوشاہیہ کے حوالہ سے ان کی تاریخ وفات ۱۱۱۱ھ لکھی ہے اس لئے یہاں یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ مفتی صاحب کس طرح اس غلطی کا شکار ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ تذکرہ نوشاہیہ کی چند عبارتوں نے مفتی موصوف کو غلط فہمی میں مبتلا کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے خزینۃ الاصفیا میں سلسلہ نوشاہیہ کے تمام بزرگوں کی تاریخ وفات باستثنائے چند غلط لکھی ہے۔

تذکرہ نوشاہیہ حافظ محمد حیات رح بن حافظ جمال اللہ رح بن حافظ برخوردار بن حضرت نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ اور ۱۱۴۶ھ میں لکھی گئی۔ جیسا کہ انہوں نے مقدمہ میں بیان کیا ہے۔ نیز مقدمہ میں یہ بھی بیان کرتے ہیں۔ کہ اُن کو رسالہ احمد بیگ لاہوری کے چند نامرتب اوراق مل گئے جن کو انہوں نے از سر نو مرتب کیا۔ اور کچھ عبارات اضافہ کر کے تذکرہ نوشاہیہ نام رکھا چنانچہ فرماتے ہیں :۔

"مخفی و محجوب نماند کہ جزوے چند نامرتب نہ خطبہ ابتدائیش نہ خاتمہ انتہائیش از بسیاری کہنگی اکثر عبارتش ریختہ از تصنیف مرزا احمد بیگ لاہوری کہ بیک واسطہ مستمسک ایں عروہ وثقیٰ و حبل متین آں قدوۃ الواصلین و زبدۃ العارفین آں نوشاہ دین گردیدہ چنانچہ ہمدریں کتاب کیفیتش مبین خواہد شد در مقام مناسب۔ در سنہ یکہزار و یکصد و چہل و شش از ہجرت النبی الامی باحقر البریات فقیر محمد حیات بن فضائل پناہ کمالات دستگاہ حضرت میاں جمال اللہ بن حضرت میاں برخوردار ولد شیر بیشۂ عرفان و نہنگ بحر ایقان حضرت نوشہ صاحب رسیدہ و نیز اکثر مقامات عالیہ حضرت و احوال خفیہ شش فرزند ارجمند کہ ہر یک صاحب جمال و صاحب کمال بودہ اند مسموع سمع مرزا معزی الیہ نشدہ۔ بموجب ایماء اخوت پناہ شفقت دستگاہ بھائی شیر محمد جیو کہ بر مسند صاحب سجادگی صاحب وقت و سلطان حال اند و در مقام

مناسب احوال ایشان ہم مندرج شدہ۔ تا خطبۂ ابتدا و خاتمۂ انتہا و عبارتی کہ از کہنگی کتاب دور شدہ و احوالاتی کہ درگوش ہوش مصنف نرسیدہ مسودہ کردہ و آں اخوت پناہ درقید قلم آوردہ درج کتاب فرمودہ . . . "[1]

کتاب تذکرۂ نوشاہیہ کا بنظر غایر مطالعہ کرنے سے منکشف ہوتا ہے۔ کہ اسمیں بعض عبارتیں رسالہ احمد بیگ لاہوری کی بغیر کسی قسم کے تغیر و تبدل کے نقل ہیں۔ اور بعض عبارتیں حافظ محمد حیات صاحب کی اپنی قلم سے ہیں۔ اسی وجہ سے کہیں کہیں مطالب میں بے ربطی سی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ یہ الفاظ ملتے ہیں :-

"درا ثنائے نوشتن ایں رسالہ کہ از وصال حضرت شاہ چہل و سہ سال گذشتہ بود کہ از اخلاصمندان عزیزی از لشکر ظفر اثر عالمگیر بادشاہ رسید اسم آں عزیز محمد امین بود . . . "

یہی عبارت ہے جس نے صاحب خزینۃ الاصفیا کو غلط فہمی میں ڈالا۔ کیونکہ سرسری نگاہ سے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ ۱۱۴۶ھ میں جبکہ یہ تذکرہ لکھا گیا۔ حضرت نوشہ صاحبؒ کی وفات کو ۴۳ سال گذر چکے تھے۔ یعنی انکی وفات ۱۱۰۳ھ میں ہوئی۔ چنانچہ یہی تاریخ خزینۃ الاصفیا میں بحوالہ تذکرہ نوشاہیہ درج ہے لیکن اگر اس عبارت کو غور سے دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ یہ ۱۱۴۶ھ کی تحریر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس وقت حضرت عالمگیر اور ان کا لشکر ظفر اثر موجود نہ تھے۔ عالمگیر کی رحلت تو ۱۱۱۸ھ میں واقع ہو چکی تھی۔ دراصل یہ عبارت مرزا احمد بیگ لاہوری کی تحریر ہے۔ جنہوں نے اپنا رسالہ ۱۱۰۸ھ میں تصنیف کیا۔

تو ثابت ہوا کہ ۱۱۰۸ھ میں حضرت نوشہ صاحبؒ کی وفات کو ۴۳ سال ہو چکے تھے۔ یعنی انکی تاریخ وفات ۱۰۶۴ھ ہوئی۔ اور یہ صحیح تاریخ ہے۔ جس کی تائید خود تذکرۂ

---

[1] مقدمہ تذکرۂ نوشاہیہ مجموعۂ شیرانی پنجاب یونیورسٹی لائبریری۔ واضح رہے کہ مجموعہ شیرانی کی فہرست میں اس کتاب کا نام ثواقب المناقب مصنفہ محمد ماہ صداقت لکھا ہوا ہے۔ جو غلط ہے۔

نوشاہیہ میں موجود ہے:۔

"در مدح حضرت نوشہ صاحب عبدالرحیم ساکن تند الکو چند ابیات گفتہ وخادم حضرت عصمت اللہ..."

غزل :۔ دلم در باغ مدح نوشہ اندر ذکر و دستانش

چو دستان خواند خوش دستان زلوی فیض و احسانش

مرا این دستگاہ از دست خاک پای نوشہ دان

کہ بر فرق جہاں چو مہر نعلین است رخشانش

چو در جنت بہشت گل نسیم آسخرامان شد ہمہ اسباب نوشاہی قصور و حور و غلمانش

ز تاریخ وصال او دلم در جستجو چون شد بگوش دل ندا آمد کہ "خاتم پاک" برخوانش

دوئم "وہ نوشہ حاجی سخی" برخواند عقل من سیوم از "رحلت نوشاہ دین" برگیر آسانش

چہارم "نوشاہ ہادی سخی بود" خوش لبستہ تعالی اللہ چہا تاریخہا گفتم ز احسانش

اس کے علاوہ صاحب تذکرہ نے مادہ تاریخ "شیخ حاجی از ولی اللہ بود" لکھا ہے۔ صاحب تحائف قدسیہ نے "نوشہ بود وہ شاہ فقر" اور صاحب کنز الرحمت نے "فیض قدسی" لکھا ہے [2]

ان سب بیانات کے پیش نظر خزینۃ الاصفیا کی شہادت کی کیا وقعت رہ جاتی ہے۔ اس لئے میں نے اس کی شہادت کو قابل قبول نہ سمجھتے ہوئے عمداً اس کو نظرانداز کر کے دوسرے اور زیادہ مستند ذرائع سے حاصل کی ہوئی تاریخوں کو اپنے مضمون میں درج کیا تھا۔

دلاوری

---

[1] تذکرہ نوشاہیہ ق ۴۲ [2] یہ سب کتابیں خاندان نوشاہی سے متعلق ہیں۔ اور حضرت سید شریف احمد شرافت صاحب کے کتب خانہ واقع ساہنپال شریف میں موجود ہیں۔

تافيلالت

هذا الاسم يطلق على الايالة الواقعة فى الجنوب الشرقى للمغرب الاقصى وهو اسم بربرى كما يدل عليه ظاهره. هذه الايالة مما يلى الصحرا الكبرى. وصحراء العرق. فهى عبارة عن واحة تقريباً الآن لها من المواهب الطبيعية والذكرى التاريخية ما جعلها تفوق كثيرا من الاقسام والاقاليم الاخرى المغربية وغير المغربية. ولم يمنعها وقوعها على حوف الصحراء ان تكون بها اراضى ذات خصب تخرج من الغلال والثمار ما يزيد عن حاجة اهلها وتجرى فيها عدة انهار تنحدر رابيها من الجبال المغربية عند سقوط الامطار وذوبان الثلوج كما ان بها كثيرا من المياه والعيون العذبة وتزرع فيها الفواكه بانواعها والنخيل والحبوب. ففيها التين والزيتون والعنب والرمان والخوخ والمشمش والجوز واللوز، ومن الحبوب الحنطة والشعير وعليهما معول اهل البلاد فى المعيشة. وكذا التمر والذرة والحمص والباقلاء والجلبان وانواع كثيرة من البقول والخضر كالبطيخ والقثاء واللفت والكرنب والجزر والباذنجان والباميا وغير ذالك. وهواءها معتدل صحى ولذالك ترى اهلها غاية فى النشاط والقوة وحسن الخلق.

وشكل الارض سهول تتخللها الجبال والهضاب والرمال والاودية والسباخ فى بعض الامكنة. فكأنها اشبه شئ بالبلاد العربية "جزيرة العرب" ولذالك نجد اكثر من نصف سكانها من العرب الذين جاءوا هذه الاقطار بعد الفتح الاسلامى، وعمروها واستوطنوها ولشدة الشبه لا يكاد الناظر اليها يفرق بينها وبين بعض الجهات من جزيرة العرب.

فالسائر فی تافیلالت لایزال یری خیام البدویة مبثوثة بین هاتیک القفار وعلى ظهور التلال والکثبان والانعام منتشرة ترعى والقوافل البدویة غادیة رائحة- ویبلغ مجموع سکان هذا الاقلیم من العرب والبربر نحو الثمانمائة او العشر مائة الف- ویقتنی اهل هذه البلاد من الحیوانات الابل والبقر والغنم- ولهم کثیر من الصنائع الجمیلة الفاخرة- وکلهم یعملون رجالا ونساء- فنساء تلک البلاد یشتغلن بنسج الصوف فیصنعن منه الثیاب الثمینة والفرش القیمة من اکسیة وبسط وزرابی والرجال یشتغلون بالزراعة والتجارة وما اشبه ذلک

الشهرة التاریخیة

استهرت هذه البلاد بالمدینة التاریخیة المشهورة التی کانت هناک حاضرة لهذا الاقلیم وهی مدینة سجلماسة- وهی فی الکتب وعند اهل المعرفة اشهر من "قفا" بل من نار علی علم- ذکرها یاقوت فی معجم البلدان وهذا النص-

"سجلماسة بکسر اوله وثانیه وسکون اللام بعد الالف سین مهملة مدینة فی جنوب المغرب فی طرف بلاد السودان بینها وبین "فاس" عشرة ایام تلقاء الجنوب- وهی فی منقطع جبل[۱] "دزن" وهی فی وسط رمال کرمال زرود" ویتصل بها من شمالها جد من الارض بمر بها نهر کبیر یخاض قد غرسوا علیه بساتین ونخیلا مد البصر- وعلی اربعة فراسخ منها رستاق

[۱] سلسلة جبال تمتد من غربی بلاد مراکش الی تونس شرقا- وهی من اشهر جبال شمال افریقیه

يقال له يتومتين على نهرها الجاري، فيه من الاعناب الشديدة الحلاوة ما لا يحد، وفيه ستة عشر صنفا من التمر ما بين عجوة ودقل. واكثر قوت اهل سجلماسة من التمر وغلتهم قليلة ولهم يد صناع في غزل الصوف فهن يعملن منه كل حسن عجيب بديع من الأزر تفوق القصب الذي بمصر، يبلغ ثمن الازار خمسا وثلاثين دينارا او اكثر كارفع ما يكون من القصب الذي بمصر، ويعملون منه غفارات[1] يبلغ ثمنها مثل ذلك ويصبغونها بانواع الاصباغ، وبين سجلماسة ودرعة اربعة ايام واهل هذه المدينة من اغنى الناس واكثرهم مالا، لانها على طريق من يريد غانة التي هي معدن الذهب ولأهلها جرأة على دخولها" انتهى بنصه ج ۳ ص ۵ الخ

وذكر ابو القاسم بن حوقل النصيبي في كتابه (كتاب صورة الارض) المطبوع في ليدن سجلماسة، مدينة سهلية سبخة لها غابات نخيل ولها نهر كالنيل في زيادته يسمى "زيز"[2] يجتمع من جبال تخرج من جبل "درن" ويصب في وادي "درعة" ويحيط بسجلماسة سور احاطته اثنا عشر فرسخا لا يعرف في قبليها والاغربيها عمران ومنه مدخل الداخل الى بلاد السودان مسيرة شهرين في صحراء عامرة بطوائف من البربر المتوحشين الذين لا يعرفون غير البادية، تتصل مساكنهم ببلد "اغدامسن" وهو بلد بصحراء طرابلس الغرب، وهم خلائق لا يحصى عددهم الا الله، واموالهم الانعام وعيشهم اللحم واللبن وحبوب تنبتها

---

[1] الغفارات جمع غفارة منديل تشد به المرأة شعرها، ونوع من الخمر ايضا. [2] هكذا كتبه، والمشهور عند اهلها زيز بالزاي المعجمة وكذلك ذكرها اليعقوبي ايضا في كتابه "البلدان".

ارضهم زمن الربيع، والذرة تجلب اليهم، يمر على أحد هو العمر الطويل ولا يرى على يده خبزا الاما يحمله التجار الوارد ون عليهم من بلاد المغرب وهم ظواعن فى طلب الكلاء (أى هولاء البربر) لا يستقر بهم منزل، يلبسون الجلود الا قليلا منهم، فانهم يلبسون القطن، ويجلب اليهم من بلد "كوكو" (بلد فى السودان) واليها يسافرون للانتجاع) انتهى بنصه

وذكرها احمد ابن ابى يعقوب المعروف باليعقوبى فى كتابه المسمى البلدان فقال "وسجلماسة على نهر يقال له "زيز" وليس بها عين ولا بئر وبينها وبين البحر عدة مراحل وأهل سجلماسة اخلاط، والغالبون عليها البربر، واكثرهم صنهاجة وزرعهم الدخن والذرة وزرعهم على الأمطار لقلة المياه عندهم، فإن لم يمطر والم يكن لهم زرع ومن مدينة سجلماسة قرى تعرف ببنى درعة، وفيها مدينة ليست بالكبيرة دنا مدلت، ليحيى بن ادريس العلوى، عليها حصن كان منها عبد الله بن ادريس وحولها معادن ذهب وفضة يوجد كالنبات، ويقال إن الرياح تسفيه والغالب عليهم قوم من البربر يقال لهم "ترجا" وذكر فى كتاب "المُغرب فى ذكر افريقية والمُغرب احد أجزاء المسالك والممالك تاليف عبد الله بن عبد العزيز البكرى، وقال "ومدينة سجلماسة بنيت سنة اربعين ومائة وبعمارتها خلت مدينه تورغة وبينهما يومان، وبعمارتها خلت مدينه زيز ايضا، وهى مدينة سهلية أرضها سبخة، حولها رباض كثيرة وفيها دور رفيعة ومبان سرية ولها بساتين كثيرة وسورها أسفله مبنى بالحجارة واعلاه بالطوب بناه اليسع ابو منصور بن ابى القاسم من ماله لم يشركه فى الانفاق عليه أحد انفق عليه الف مد طعاما، وله اثنا عشر بابا ثمانية منها

حتى يبدوا وكان بناء اليسع له سنة تسع وتسعين ومائة، وارتحل اليها سنة
مأتين، وقسمها على القبائل على ما هى عليه اليوم، وهى على نهرين عنصرهما
من موضع يقال له أجلف، تمده عيون كثيرة فاذا اقترب من سجلماسة
تشعب نهرين يسلك شرقيها وغربيها وجامعها متقن البناء بناه اليسع فاجاد
وحماماتها ردية البناء غير محكمة العمل، وماءها زعاق، وكذلك
جميع ما ينبط من الماء بسجلماسة وشرب زروعهم من النهر ويعنى
سقى زروعهم فى حياض كحياض البساتين، وهى كثيرة النخل
والاعناب وجميع الفواكه وزبيب عنبها المعرش والذى لاتناله الشمس لا
يزبب إلا فى الظل، ويعرفونه بالظلى، وما أصابته الشمس منه زبب فى
الشمس، ومدينة سجلماسة فى اول الصحراء لا يعرف فى غربيها ولا
قبليها عمران، وليس بسجلماسة ذباب، ولا يتجذم من اهلها
احد، واذا دخلها مجذم توقفت عنه علته واهل سجلماسة
ياكلون الزرع اذا اخرج شطأه، وهو عندهم مستطرف
والكنافون، والبناءون عندهم يهود، ولا تتجاوزهم هذه
الصناعة، ومن مدينة سجلماسة تدخل الى بلاد السودان الى غانه
وبينها وبين مدينة غانه مسيرة شهرين فى صحراء غير عامرة الا بقوم
ظاعنين، لا يطمئن بهم منزل وهم بنو مسوفة من صنهاجه ليس
لهم مدينة يأوون اليها الا وادى درعة، وبين سجلماسة ووادى
درعة مسيرة خمسة ايام، وملك بنو مدرار سجلماسة مائة وستين
سنة، وكان فيها ابو القاسم سمجون واسول المكناسى ابو اليسع
المذكور، وجد مدرار لقى بافريقية عكرمة مولى ابن عباس وسمع منه

وكان صاحب ماشية وكثيرا ما ينتجع موضع سجلماسة فاجتمع اليه قوم من الصفرية، فلما بلغوا اربعين رجلا قدموا على انفسهم عيسى بن مزيد الاسود وولوه امرهم، فشرعوا فى بنيان سجلماسة وذلك سنة اربع ومائة، وذكر آخرون ان مدرار كان حدادا من ربضية الاندلس، فخرج عند وقعة الربض فنزل منزلا بقرب سجلماسة اذ ذاك براح يجتمع فيه البربر وقتا ما من السنة يتسوقون فكان مدرار يحضر سوقهم بما يعده من الات الحديد، ثم ابتنى بها خيمة وسكنها وسكن البربر حوله، فكان ذلك اصل عمارتها، ثم تمدنت، والاول اصح فى عمارتها واما مدرار فلا شك فيه انه كان حدادا، لأن ولده القائمين بامر سجلماسة قد هجوا بذلك فاول من وليها عيسى بن مزيد، ثم انكر اصحابه الصفرية عليه اشياء فقال ابو الخطاب يوما لاصحابه السودان كلهم سراق حتى هذا واشار الى عيسى فاخذوه وشدوه وثاقا الى شجرة فى رأس جبل، وتركوه كذلك حتى قتله البعوض فسمى ذلك الجبل جبل عيسى الى اليوم، ووليهم خمسة عشر عاما ثم ولوا ابا القاسم سمغو بن مزلان بن نزول المكناسى فلم يزل واليا عليهم الى ان مات فجاءة فى آخر سجدة من صلاة العشاء سنة ثمان وستين فكانت ولايته ثلاث عشرة سنة، ووليها ابنه ابو الوزير الياس ابن القاسم الى ان قام عليه أخوه ابو المنتصر اليسع فخلعه سنة اربع وسبعين ومائة فولى ابو المنتصر وكان جبارا عنيدا فظا غليظا فظفر ببنى عانده من البربر وذللهم واخذ خمس معادن درعة، واظهر الصفرية، وبنى سور سجلماسة على ما تقدم، وتوفى سنة ثمان ومائتين وولى ابنه مدرار

المنتصر ابن الیسع، ومدرار لقب، فلم یزل والیا الی ان اختلف الامر بین ولدیه میمون المعروف بابن اروی بنت عبد الرحمن بن رستم وابنه میمون ایضا المعروف بابن ثقیة فتنازعا الامر بینهما وتقاتلا ثلثة اعوام، ومال مدرار مع ابنه میمون بن الرستمیة فاخرج میمون بن ثقیة من سجلماسة، وولی ابن الرستمیة وخلع اباه، ثم قام علیه اهل سجلماسة فخلعوه واردوا انقد یم میمون بن ثقیة فأبی ان یتامر علی أبیه فاعادوا اباه مدرارا، ثم انس اهل سجلماسة انه قد استدعی ابنه ابن الرستمیه فمن اطاعه من درعة لیولیه، فحاصروا مدرارا وخلعوه وقدموا ابنه ابن ثقیة وهو المعروف بالامیر فلم یزل علیهم والیا الی ان مات سنة ثلاث وستین ومائتین، وفی امرته مات مدرار ابوه، مخلوعا وولیها محمد بن میمون الامیر الی ان توفی فی صفر سنة سبعین فولیها الیسع بن المنتصر بن ابی القاسم الی ان فر عنها لما تغلب علیها ابو عبد الله الشیعی فی ذی الحجة سنة سبع وتسعین و مائتین، وولی علیها الشیعی ابراهیم بن الغالب المزاتی فقتله اهل سجلماسة ومن کان معه من رجال الشیعی بعد خمسین یوما، وولیها واسول وهو الفتح بن الامیر میمون وذلک فی ربیع الاول سنه ثمان وتسعین ومائتین، وتوفی فی رجب سنه ثلاثمائة، فولیها اخوه احمد الی ان حاصره فیها مصالة بن حبوس، وافتتحها عنوة فقتله، وذلک فی المحرم سنه تسع وثلاثمائة، وولی مصالة امرها المعتز بن محمد بن ساسر بن مدرار الی ان توفی سنه احدی و عشرین وثلاثمائة، وولیها ابنه محمد بن المعتز الی ان توفی سنة احدی

وثلاثين وثلاثمائة، ووليها ابنه ابو المنتصر سمغو بن محمد، وهو ابن
ثلاث عشرة سنة تدبر امره جدته فمكث كذلك شهورين وقام عليه
ابن عمه محمد بن الفتح ابن الامير بخاربه وتغلب عليه واخرجه
وتملك سجلماسة اوكان محمد بن الفتح سنيا على مذهب المالكية
بحسن السيرة، ويظهر العدل، الا انه تسمى باميرالمؤمنين سنة اثنتين و
اربعين، وتلقب بالشاكر لله، وضربت بذلك الدراهم والدنانير، فمكث
كذلك الى ان قربت منه عساكرابي تميم معد مع قائده جوهر الكاتب
فخرج عن سجلماسة باهله وماله وولده وخاصته، وصار رتبا
سجلماسة الى تاسجدالت ، حص منيع على اثنى عشر ميلا من سجلماسة
ودخل جوهر سجلماسة، وملكها وذلك سنة سبع واربعين وثلاثمائة
وخرج محمد من الحصن في نفريسير من اصحابه الى سجلماسة ليتعرف
الاخبار، فعرفه قوم من مطغرة في بعض الطريق، فاخذوه واتوابه
الى جوهر في رجب من ذلك العام - ويزرع من ارض سجلماسة عاما
ويحصد من تلك الزريعة ثلاثة اعوام، لانه بلد مفرط الحر شديد
القيظ، فاذا يبس زرعهم تناثر عند الحصاد وارضهم متشققة فير
تفع ماتناثر منه في تلك الشقوق، فاذا كان في العام الثاني حرث بلا بذر
وكذلك في الثالث، وقمحهم رقيق صيني (نسبة الى الصنية لا الى
الصين) ليسع مد النبي صلى الله عليه وسلم خمسة وسبعين
الف حبة ومدهم اثنا عشر قنقلا، والقنقل ثمانى زلافات، والزلافة
ثمانية امداد بمد النبي صلى الله عليه وسلم ومن الغريب عندهم
ان الذهب جزاف عدد بلا وزن، والكراث يتبايعونه وزنا لاعددا

انتهى من صفحه ۱۸۰ الى ۱۵۲ من كتاب "المُغرب فى ذكر بلاد افريقية "والمغرب
احد اجزاء الكتاب المعروف بالمسالك والممالك لابى عبيد عبد الله
بن عبد العزيز البكرى، وذكر صاحب "ملوك المسلمين المعاصرين ودولهم"
(الامين محمد سعيد) فى ترجمة سلطان المغرب الاقصى فى صفحة احدى
وثمانين وثلاث مائة (۳۸۱)، ووالده اى سلطان المغرب مولاى يوسف بن
مولائى الحسن سليل اشراف تافيلات (هكذا كتبها، والصحيح
تافيلالت) الحسنيين، وقد اسسوا دولتهم فى المغرب الاقصى سنة
۱۶۶۰ واصلهم حجازيون، هاجروا من ينبع، ويلقب السلطان منهم
بلقب الخلافة الخ

السيد محمد العربى المراكشى

پنجابی قصّے فارسی زبان میں

[ڈاکٹر محمد باقر صاحب کے اس مضمون کی پہلی قسط اگست ۱۹۴۳ء کے میگزین میں شائع ہوئی تھی (ص ۱-۳۲) لیکن افسوس ہے کہ کاتب نے غلطی سے اس کو ایسی جگہ ختم کیا جہاں جملہ بھی تمام نہیں ہوتا تھا۔ ہم ناظرین سے معافی چاہتے ہیں۔ تسلسل کو قائم رکھنے کی خاطر ہم نے ص ۳۲ کے آخری پیراگراف کی عبارت کو موجودہ قسط میں دوبارہ لکھوا دیا ہے۔]

(اڈیٹر)

پنوں یہ تعریف سُن کر سسی کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہوجاتا ہے۔ اور کیچ کو چھوڑ کر بھنبور کی راہ لیتا ہے۔ بھنبور پہنچ کر سسی کو ایک خط لکھتا ہے۔ اور سسی اُسے اپنی عزت و ناموس کا پاس دلا کر فن گازری کی تحصیل کی تلقین کرتی ہے۔ پنوں سسی کے کہنے پر دھوبیوں کا کام شروع کر دیتا ہے۔ اور جب فن گازری میں طاق ہوجاتا ہے تو مالک۔ یعنی سسی کے باپ سے سسی کی خواستگاری کرتا ہے۔ دونوں کی شادی کے بعد پنوں کے اُمرا مشورہ کر کے پنوں کو بھنبور سے نکال لے جاتے ہیں۔ اس سے آگے منشی نے جزئیات کی تفصیل کے سوا سسی اور پنوں کی موت تک وہی واقعات بیان کئے ہیں جو جوت پرکاش نے نظم کئے ہیں لیکن قصے کو سسی اور پنوں کے زمین میں دفن ہوجانے کے ساتھ ہی ختم کر دیا ہے۔ اس سے فنی حیثیت سے منشی کی مثنوی کا انجام زیادہ کامیاب رہا ہے۔

منشی آ بنجہانی کی مثنوی جوت پرکاش کی مثنوی سے نہ صرف افسانوی حیثیت سے زیادہ کامیاب ہے بلکہ لسانی اور شاعرانہ نقطہ نگاہ سے بھی جوت پرکاش کی مثنوی سے

بہتر ہے۔ جوت پرکاش نے جو واقعات ۲۲۴۸ اشعار میں نظم کئے ہیں منشی نے وہی واقعات صرف ۹۸۲ اشعار میں نظم کر دیئے ہیں۔ اس کے باوجود قصے کے تسلسل یا اہم جزئیات کی تفصیل میں فرق نہیں آیا۔ اس لئے ہمارے خیال میں منشی کی مثنوی جوت پرکاش کی مثنوی سے ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ ذیل میں منشی کی مثنوی کا ایک مختصر سا انتخاب پیش کیا جاتا ہے اور اس کا متوازی حصہ جوت پرکاش کی مثنوی سے بھی نقل کر دیا گیا ہے۔ ان اشعار سے اندازہ ہو سکے گا کہ ہمارا دعوے کس حد تک صحیح ہے۔

انتخاب کلام

سسی کے جوان ہونے کا ذکر منشی نے مندرجہ ذیل اشعار میں کیا ہے۔ دستور عشق سے اس کا متوازی حصہ پہلے نقل ہو چکا ہے۔

(ورق ۹)

بوقتِ نیک روزی بہجت اندوز — سسی کردند نامِ آں دل افروز
بلفظ ہندیش شد نام مہتاب — ازیں رو نام او سسی است دریاب
نخستیں سال کرد آں عشوہ پرداز — کتابِ حسن را بسم اللہ آغاز
دو سالہ چوں شد آں آشوب دلہا — شراب حسن زد جوش دوبالا
بسالِ ثالث آں برقِ زمانہ — شرر زاد از مو ایسہ سہ گانہ
چہارم سال از رنگیں بیانی — رباعی شد ز دیوانِ فغانی
نظر بر حسن معنی چوں گمارم — بود ہر مصرعہ اش مصرعہ چہارم
گذشت از عمر او چوں سال پنجم — حواسِ دلفریبی شد فراہم
چو شد شش سالہ آں مہ پارۂ حسن — زد اندر شش جہت نقارۂ حسن
بہفتم سال چوں بربست ہر ہفت — عنانِ ہوش ہفت انجم ز کف رفت
بہشت آں گلشنِ حسن خدا داد — بہشتِ تازہ گردید بنیاد
چو شد نہ سالہ آں عیار گستاخ — فتاد آوازۂ حسنش بنہ کاخ

دہم سال آں فریب کج کلاہاں — شدہ عاشورہ قتل بے گناہاں
چو از دہ سال دیگر رفت بالا — دو ہفتہ ماہ شد آں سرو رعنا
بفرق سر زکلک دُر شہوار — نمایاں کہکشاں اندر شب تار
شب از گیسوے او یک حلقہ موی — سواد ہند را زو زنگ بر روی

....

منشی جوت پرکاش کی مثنوی دستور عشق میں پہلا خط سسی کی طرف سے پنوں کو پہنچتا ہے۔ لیکن اندر جیت منشی، نامۂ عشق میں پہلا خط پنوں سے لکھواتے ہیں۔ جوت پرکاش نے جہاں ایک طویل خط لکھا ہے۔ وہاں منشی نے ایک مختصر سے خط میں وہی مضمون ادا کر دیا ہے:۔

(نامۂ عشق، ق ۴۴)

سخن کوتاہ ز درد دل پیامی — ز پنوں جانب سسی سلامی
گراے بر بستر ناز آرمیدہ — من از عشقت بخاک و خوں طپیدہ
تو اندر حجلۂ رنگیں طرب ناز — ز رو ئم رنگ عشرت کردہ پرواز
ترا بر سر زعز و ناز افسر — مرا صد کوہ غم افتاد بر سر
ترا بر گردن از گلہا حمائل — مرا از سوز دل صد داغ بر دل
ترا از پرنیاں و خز نہالیں — مرا در زیر سر از سنگ بالیں
ترا کاشانہ رشک صحن گلزار — مرا گلزار بے رویت کف و خار
جگر خونم ز بے پروائی تو — کباب آتش رعنائی تو
چنیں غافل ز حال من چرائی — الا اے جاں چرا از تن جدائی
چرا آگہ نئی از بسمل خویش — چرا ناخن زنی بر سینۂ ریش
بشوخی رخ چو برق افروختن چیست — نگہہ وز دیدن و جان سوختن چیست
چرا پنہاں شدی اے آب حیواں — بلب آمد ز شوقت تشنہ را جاں

زشوقِ تیشہ بر پایم چو فرہاد — زشیریں کاریت فریاد فریاد
علاجم کن علاجم کن علاجم — بیا یعنی بقصدِ از دو اجم
وگرنہ جاں دہم در راہِ عشقت — بسوزم از شرارِ آہِ عشقت
زخونِ بے گناہ شرمندہ باشی — تاسف ہا خوری تا زندہ باشی
زآہ من حذر شرطاست شرطاست — نزاکردم خبر شرطاست شرطاست

اب جوت پرکاش کا خط ملاحظہ کیجئے جو سسی نے پنوں کو لکھا ہے:۔

سلامِ سجدۂ پیشانیٔ شوق — سلامِ قاصدِ خمیازۂ ذوق
سلامِ بسمل درخوں طپیدہ — بسوئے قاتلِ بسمل ندیدہ
گلے بودم بباغ حسن نوخیز — بہارم از جبینِ گل عرق ریز
ندیدہ شدتِ بادِ دمِ سرد — نہ نیرنگِ خزانِ چہرۂ زرد
بخوابم دردِ عشق آمد جلوہ ریز — بگفت از بستر آرام برخیز
حریم سینہ ام چوں دزد بشگافت — متاعِ طاقتم برد آنچہ دریافت
دلم چوں پاسباں گردید بیدار — ز تیغ غیرت او گشت افگار
جمالت آتشے زد در دلِ من — خیالت گشت برق حاصلِ من
بزرمِ خواب تا گشتی نمودار — رہِ خوابم زدی اے بخت بیدار
بہ پنداری نبردم رہ بجائی — جگر بستم ندیدم دلکشائی
بہ زخم وشنۂ بے تابیٔ دل — طپیدم ہمچو مرغِ نیم بسمل
رسید از گرمیٔ امید مہمیز — ہوس آتش عناں شد دل جلوہ ریز
چو گشت از آتش حسرت دلم آب — شدم از خدمتِ ایں بحر سیراب
بحکم شہ دریں گلشن چمیدم — دریں جا فال بختِ سبز دیدم
رسید از گلبن امید بویم — معطر شد دماغ آرزویم

اوستنیہ عشق
ص ۶۱ :

ترا از خار خارم تا فراغ است	دریں گلشن دلم چوں لالہ داغ است
تنم مد الف شد بر سر آب	ز خشکیہائے سودا در خم و تاب
چو اختر شب ہمہ شب زندہ دارم	ازیں بد اختری اختر شمارم
بروز اندر رہت اشکِ جگر بار	گل افشاں است از خونِ دلِ زار
بدیں اُمید مشت استخوانم	کہ آئی چوں ہما در آشیانم
سسی نامم مہ روشن جمالم	جدا از آفتابِ خود ہلالم
بہارِ نوجوانی تازہ جوشست	ولے زاغ از زغن الفت فروشست
بیا و عندلیبِ ایں چمن باش	نوائے حسرت زاغ و زغن باش
بیا با شکرم آمیز چوں شیر	مگس گردد مبادا چاشنی گیر
زدی شبخوں بخوابِ فتنہ تعبیر	بہ بیداری ہم اندر روزم خبر گیر
گر تعبیر ایں خواب از تو یابم	غلط گفتم تو ئی تعبیر خوابم
ز شوقت بےخودم چوں موج بادہ	ہمہ تن گشتم آغوشِ کشادہ
بود در انتظارم طاقتم طاق	نگہ نشتر شکن بر چشمِ مشتاق

اِس سے آگے پھر ایک طویل قصیدہ ہے۔ جو پہلے نقل ہو چکا ہے اِس کے بعد پھر چند اشعار الحاقی ہیں۔ دونوں خطوں کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ منشی کا خط مجمل ہونے کے علاوہ پُر معنی ہے۔

ج۔ وقائع پنوں

وقائع پنوں دو گمنام شاعروں کی تالیف ہے۔ اس کا آخری حصہ جو ۸۰ اشعار پر مشتمل ہے وُہ محمد حسین کا نظم کیا ہوا ہے۔ تاریخ تصنیف اِس کی معلوم نہیں ہو سکتی لیکن حسین کے اشعار سے پہلے یعنی قصّے کے ابتدائی اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ حسین نے یہ شعر ۱۲۱۸ھ سے پہلے لکھے تھے۔ اِس تالیف کے متعلق تعجب انگیز امر یہ ہے کہ اس کا آخری

حصہ پہلے لکھا جاتا ہے اور اس حصے کو دیکھ کر ایک اور شاعر شہباز خاں اس کام پہ آمادہ ہوتا ہے کہ قصے کا ابتدائی حصہ نظم کر کے قصّے کو مکمل کر دے۔ محمد حسین حسینؔ کے متعلق مجھے کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ سوائے اِس کے کہ وہ سنہ ۱۲۵۱ھ/۱۸۳۵ء میں فوت بھی ہو چکا تھا کیونکہ شہباز خاں نے جہاں اپنا حصہ ختم کیا ہے وہاں لکھا ہے:۔

ازیں جا شعر میاں محمد حسین مرحوم شروع می شود[1]

شہباز خاں کے سوانح حیات کے متعلق بھی کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔ سوائے اس کے کہ وہ سنہ ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء میں پیدا ہوا تھا اور اس قصے کو نظم کرتے وقت اس کی عمر چالیس سال کی تھی:

یک یک نفسے عمرم رفتہ کہ برابر لک لک گنج بود
چل سال گذشت بہ بے ہوشی چو فراموشی از بنج بود

قصے کی تاریخ تصنیف کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:۔

چوں[2] در غم یار زار بُدم خون خوار و دل افگار و حیران
تاریخ گذار ایں نظم شدم غم یار بفہم اسرار نہاں

غمِ یار سے سنہ ۱۲۵۱ھ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ اور یہی تاریخ تصنیف ہے۔

شہباز نے اس قصے کو نامکمل نظم کیا ہوا پایا تو اِس کو مکمل کرنے کی ٹھان لی لیکن خواہش کی تحریک کو عملی جامہ پہنانے کی جو وجہ تھی اُس کو "سبب تالیف" میں یوں بیان کیا ہے:۔

لیکن[4] زیں پیش حسین ولی کر داست بیان احوال سسی
ارضا اللہ عفاہ اللہ جزا اللہ عن ملتمسی۔

۱؎ وقائع بنوں، ص۳۹ ۔ ۲؎ ایضاً، ص۳ ۳؎ ایضاً، ص۳۹ ۔ ۴؎ وقائع بنوں، ص۳

زآغاز نکردہ شروع اورا انجام نمود بہ فہم رسی
من جہت تمام نمودنِ آن عازم گشتم از بوالہوسی
تصنیف شریف ولطیف وخوشش از عیب خطا پاکست چو جان
ہر خستہ جگر را چوں مرہم ہر بستہ کمر را راہِ رساں
من ناکس نارس زآز وہوس جہت اتمامش گشتم خواہاں
با عین حسین چہ می سنجد ایں اُسرب پُر غین اے یاراں
چوں دیدم شعر چو سحر اورا محبوب قلوب ہمہ عالم
موزون وپُر از مضمون پُرخون مشحون زحدیث درد والم
گفتم کہ بقدر رسائی خود آغاز بدو سازم منظم
این است سبب مرا لیکن سببی است جز ایں یکدیگر ہم
یاری است وفاداری ہمدم ہم محرم اسراری بہ یقیں
در شہر جلال آباد شدہ ز افضال کمال آرام گزین
دیں پیر شدہ زو گشت جواں دان نام شریفش پیر الدین
فرمائش کرد بمن کردن اتمام کلام چو در ثمین
فرمایش پُر زیبایش او افزایش اشواقم آمد
اتمام کلام نظام ہمہ الہام زخلاقم آمد
ہم را زآغاز بیان کردن آواز زعشاقم آمد
ہم نظم دریش ہیچو دربہ مرغوب زآفاقم آمد

اِس کے بعد شہباز نے اپنی علمی بے بضاعتی کا عذر پیش کرکے پہلے تو یہ بیان کیا ہے کہ وہ اس قصے کو لکھنے پر آمادہ نہ تھا لیکن پیر الدین کے تقاضے پر اُس نے اس قصّہ کا آغاز نظم کر ہی ڈالا۔

چنانچہ شہباز نے حسین کے آخری اسی (۸۰) اشعار سے پہلے چھ سو بیالیس (۶۴۲) اشعار لکھے اور قصہ کو مکمل کر دیا۔

وقائع پنوں کے مطالب

ساری نظم دوبیتوں کا مجموعہ ہے۔ یعنی ہر دو شعر ہم قافیہ ہیں اور ہر شعر کے ہر ایک مصرعے کا قافیہ جدا ہے۔ یہ ترتیب غالباً پنجابی شاعری کا اثر ہے۔ نظم کا آغاز حمد سے ہوتا ہے جس کے بعد ایک طویل نعت ہے۔ اور اس کے بعد خلفائے راشدین کی تعریف میں کچھ شعر درج ہیں۔ پھر مصنف نے اپنے حال اور تاسفِ مآل کے سلسلے میں کچھ شعر نظم کئے ہیں۔ لیکن ان اشعار میں سے مصنف کے کوائف حیات پر اس کے سوا اور کوئی روشنی نہیں پڑتی کہ اُس کا نام شہباز تھا اور اُس نے اپنی عمر یوں ہی گنوا دی تھی۔

شہباز بنام نیاز او ہام افتادہ بدام ضلالت ہا[1]

اظہار کنم گفتار بنواز روئے غبار و ملالت ہا

پھر سبب تالیف کے بیان کے بعد قصہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور آخر تک قصہ ہی چلتا ہے۔

قصّہ

شہباز اور حسین کا نظم کیا ہوا قصہ دوسرے قصوں سے مختلف ہے۔ یہاں تک کہ کرداروں کے نام بھی مختلف ہیں۔ مثلاً سسّی کے والد کا نام آدم جام بتایا ہے[2]:

بود است بہ شہر بھنبور شہے صاحب کلہی عالی جاہی

با زیب و فری فرمان سپری انصاف گری شاہنشاہی

با نام بُد آدم جام چو جم با لشکر و خیمہ و خرگاہی

لیکن زپے اولاد بُدی غمگین و حزیں بانی آہی

[1] وقائع پنوں، ص۔۹ [2] ایضاً، ص ۱۱۔

اس بادشاہ آدم جام کے ہاں سسی پیدا ہوتی ہے۔ اور کاہن اُس بادشاہ کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اپنی لڑکی کو قتل کروائے کیونکہ وہ منحوس ثابت ہونے والی تھی۔ آدم جام کاہنوں کا مشورہ تو قبول کرلیتا ہے۔ لیکن محبت پدری سے مجبور ہو کر وہ لڑکی کو قتل نہیں کرنا چاہتا اور وزرا کے مشورہ کے مطابق روتا دھوتا لڑکی کو صندوق میں بند کرکے بہا دیتا ہے۔ لڑکی بہتی ہوئی ایک دھوبی کے پاس پہنچتی ہے جس کا نام اتا (دوسرے شاعروں نے عطا نظم کیا ہے) ہے۔ لڑکی اتا کے پاس پلتی ہے۔ تربیت اور تعلیم پاتی ہے اور جوان ہونے پر اُس کاغذ سے اپنا حسب ونسب معلوم کرلیتی ہے۔ جو صندوق میں اُس کے ساتھ بند تھا اور اب تک محفوظ تھا۔ اِس اطلاع سے سسی مضطرب ہوجاتی ہے اور اُس کی پریشانی اور وحشت اُس وقت اور بھی بڑھتی ہے۔ جب اُسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی خواستگاری کے لئے کئی لوگ کوشش کر رہے ہیں۔ اُس وقت سسی خدا سے شکایت کرتی ہے۔

یارب تو یکے ہجرت دادی از صحبت و قربت مام وپدر
دیگر ایں چہ ستم آمد بر من کہ فتم در قید کسے کہتر
زیں بر دن حسرت وخوردن خوں بسپردن جاں زجہاں بہتر
در دار فنا دم بے دردا دردا کہ نہ زادے مادر

آخر کار اپنے مضطرب دل کو تسکین دینے کے لئے ایک منجم کے پاس پہنچتی ہے اور اُس سے اپنے ہونے والے خاوند کا حسب ونسب اور حُلیہ پوچھتی ہے۔ منجم اُسے بتاتا ہے کہ اُس کا خاوند شاہزادہ پنوں ہونے والا ہے۔ جو قوم ہوت کا فرد ہے اور سیرت وصورت کے جملہ محاسن کا حامل ہے۔ سسی نے یہ خوش خبری سُنی تو منجم کو انعام واکرام سے مالا مال کر دیا۔ اور مال سے کہا کہ وہ اُس کی شادی کا خیال چھوڑ دے۔ اِس پر سسی اور اتا کی بیوی میں خوب ٹھن گئی۔ اتا کی بیوی نے اپنے اَن گنت احسان گنوائے اور سسی کو شادی پر آمادہ کرنا چاہا لیکن سسی نے

له وقائع پنوں ص ۱۷۱۔ ٢ه بلوچوں کی ایک ذات ہے۔

ایک دشمنی اور آخر کار ماں کے اصرار پر کہہ دیا۔

من دختر آدم جام شہم نے از نسل کس ہیچ کسے
کے دختر شاہاں چوں ماہاں خواہاں باشند بہر کسے

ماں نے یہ جواب سُنا تو بہت برافروختہ ہوئی۔ اس پر سسی کی سہیلیوں نے سسی کو اِس امر پر اکسایا کہ وہ اپنے باپ کو خط لکھے اور ساری کیفیت بیان کرے۔ چنانچہ سسی اس امر پر آمادہ ہوگئی۔ اور اُس نے باپ کو ساری کیفیت لکھ کر استدعا کی کہ وہ اُسے ناسمجھ پالنے والوں سے نجات دلائے۔ آدم جام کو جب یہ خط پہنچا تو اُس نے بیٹی کو فوراً جواب بھیجا اور اپنی حرکت پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی بیٹی سے پوچھ بھیجا کہ اب تلافیٔ مافات کس طرح ہو سکتی ہے۔ سسی نے جواب لکھا کہ بادشاہ اُس کے لئے ایک محل اور چمن تیار کرا دے۔ نیز اسے گذر گاہوں کا حاکم بنا دے تاکہ وہ آئندہ و رونده سے باخبر رہے۔ بادشاہ نے دونوں درخواستیں منظور کر لیں۔ سسی کے لئے دریا کے کنارے ایک باغ تیار کیا گیا جس میں روئے زمین کے پھول اور درخت جمع کر دیئے گئے۔ اور سسی کو حاکم معبر بھی بنا دیا گیا۔ سسی اس باغ میں رہنے لگی اور دو چار کنیزیں اُس نے گذر گاہوں پر متعین کر دیں تاکہ وہ ہر آنے جانے والے سے پنوں کے متعلق اخبار بہم پہنچائیں۔ ملاحوں کو حکم ہوا کہ جب تک مسافر اپنے حالات بیان نہ کریں اُس وقت تک انہیں کشتیوں میں نہ سوار کیا جائے اور نہ انہیں کناروں پر اتارا جائے۔

کچھ وقت اِسی طرح گذر گیا اور سسی کو پنوں کے متعلق کوئی اطلاع نہ مل سکی۔ اور پھر ایک رات خواب میں سسی کو پنوں نظر پڑا۔ اور سسی کے گریہ و زاری کے جواب میں پنوں نے اُس سے بیان کیا کہ وہ عنقریب اُس سے آملے گا۔ سسی صبح بیدار ہوئی تو اُس کی بے تابی اور بھی بڑھی ہوئی تھی۔ پہلے صرف پنوں کا خیال اُس کے ذہن

میں جا گزین تھا۔ اب اُسے پنوں سے عشق ہو گیا تھا۔ اور اب سسی ہر وقت پنوں کی آمد کی منتظر رہنے لگی۔ کچھ دنوں کے بعد سچ مچ پنوں کے عزیزوں کا ایک قافلہ کیچ سے بھنبور آ نکلا۔ یہ سب تاجر تھے اور سامان تجارت بیچنے کی غرض سے بھنبور آئے تھے۔ گماشتوں نے سسی کو اس قافلے کی خبر پہنچائی تو اُس نے حکم دیا کہ ان تاجروں کو پکڑ کر اُس کے سامنے پیش کیا جائے۔ تاجر گھبرائے۔ انہوں نے کچھ تحفے سسی کے لئے تیار کئے۔ اور جب اُس کے سامنے پیش ہوئے تو یہ تحفے پیش کر کے اپنی حراست کے لئے وجہ پوچھی۔ سسی نے اُن سے کہا: تمہارا بادشاہ پنوں ایک دفعہ کیچ سے ہمارے شہر میں آیا تھا۔ اور اُس نے ہم سے بہت سا قرضہ اس وعدہ پر لیا تھا کہ وہ اس قرضے کو لوٹا دے گا۔ اب یا تو تم ہمارا حساب چکاؤ یا پنوں کو یہاں لاؤ۔ ہم اب مزید انتظار نہیں کر سکتے۔ اگر تم اپنی خلاصی چاہتے ہو تو تین چار آدمیوں کو اپنے شہر میں واپس بھیج دو اور پنوں کو اس کیفیت سے آگاہ کرو۔

تاجر یہ عتاب آمیز خطاب سُن کر اپنی قیام گاہ کو لوٹے اور مشورہ کرنے لگے کہ کیا کیا جائے اس قافلے کے دو امیر تھے۔ ایک کا نام ہتن تھا اور دوسرے کا بنبھا۔ ان کے درمیان یہ طے پایا کہ بنبھا تو بھنبور میں رہے۔ اور ہتن کیچ کی راہ لے۔ اور پنوں کو وہاں سے لے آئے۔ ہتن نالاں و گریاں پنوں کے دربار میں پہنچا اور ساری کیفیت بیان کر کے کہا کہ ہم وہاں بے یار و مددگار پڑے ہوئے ہیں۔ اگر آپ وہاں تشریف لے چلیں تو ہماری گلو خلاصی ہو گی۔ پنوں نے ہتن کی سرگذشت سنی تو وہ فوراً بھنبور جانے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ ایک جذبہ تو اُس کے دل میں تاجروں کو رہا کرانے کا تھا۔ لیکن درپردہ وہ ہتن سے سسی کے حُسن کی تفصیل سُن کر سسی کو دیکھنے کا بھی مشتاق ہو گیا تھا۔ چنانچہ پنوں جس وقت بھنبور پہنچا تو سسی کو دیکھتے ہی اُس نے سسی سے بیوی بننے کی التجا کر دی۔ سسی نے اُسے بتایا کہ وہ آتا کی لڑکی ہے اور اگر وہ اُس سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اُسے تاج شاہی سے ہاتھ

دھونے پڑیں گے۔ پنوں نے یہ منظور کر لیا اور سسی کے مشورہ سے اپنا نام غلام اسلام رکھا۔
اور اپنی ذات سپل بنالی۔ اور آتا کے سامنے اپنی درخواست پیش کر دی۔ آتا نے کچھ سوچ
بچار اور پوچھ گچھ کے بعد پنوں سے سسی کی شادی کر دی۔

یہاں سے آگے محمد حسین مرحوم کا نظم کیا ہوا قصہ شروع ہوتا ہے اور معمولی سے اختلافات
کے ساتھ باقی قصّے کی تفصیلات وہی ہیں جو منشی جوت پرکاش نے بیان کی ہیں۔

شہباز خاں اور محمد حسین کا نظم کیا ہوا قصہ لسانی لحاظ سے سب قصوں سے کم درجہ کا ہے
ان شاعروں نے ایک تو نامانوس سی بحر مثنوی کو نظم کرنے کے لئے چُنی ہے۔ دوسرے
عجیب وغریب الفاظ اور غیر شاعرانہ اصوات کی تراکیب سے قصّے کی روانی کو تباہ کر دیا ہے۔
بعض دفعہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہموزن قافیئے لغات سے تلاش کر کے اُن میں اپنے خیالات
کو کھپانے کی کوشش کی ہے۔ اسلوب بیان اس قدر اُکھڑا اُکھڑا ہے کہ خاص غور و خوض سے
ہی افسانے کا تسلسل ذہن میں محفوظ رہتا ہے۔ ورنہ مضمون شعر خبط ہو جاتا ہے۔ مندرجہ
ذیل مختصر سے انتخاب سے اِس امر کی تصدیق ہو گی:۔

انتخابِ کلام

سسی اور پنوں کی شادی کے بعد پنوں کے بھائی سسی کے پہلو سے پنوں کو اٹھا کر
لے جاتے ہیں۔ اس واقعہ کو محمد حسین نے یوں نظم کیا ہے:۔

شد مست شراب خراب سسی در خواب زجور جہاں غافل
سرشار خمار غبار پنوں زشرارت اخوال لایعقل
برجست عمر بربست کمر پئے قتل دو عاشق بے حاصل۔
بگذاشت سسی را در خلوت انداخت پنوں را در محمل
فی الفور رانداں جا گشت رواں آہستہ چو دزداں نیم شباں
بہ ہماں اشتر بدگر محمل بنشست سوار شدہ غضباں

یکدست گرفت زمام شتر بدگر زد مقرعہ در پس آں
بگذشت شبا شب از تعلہا زاں پیش کہ باشد ریگ تپاں
شب رفت گذشت خیال سسی بکشاد دو چشم از خواب گراں
در پیش بخویش ندید پنوں دل ریش بہر سو شد نگراں
دانست کہ رفت حریف از بر تشریف نما شد باد گراں
بر داشت دو دست بزد بر سر ہم پے در پے چوں نوحہ گراں

. . . .

بگذاشت بھنبور اُفتاد لشور آنجائے کہ باشد دام و دداں
نے راحلہ نے پاپوش بپا بود اشک رواں فریاد کناں
میرفت اجل ہمدوش پوے از چاشنیٔ سکرات چشاں
تا آنکہ دراں تھل حادثہ زا ناگہ نگہش افتاد شباں
چہ شباں کہ کسے بہ قوی ہیکل می گشت دراں تھل واحد جاں
کمبل چو کول بید دل بر سر کہ بر وزمطر بند ندکساں
ساطور و رسن بستہ بہ کمر در دست بتر چوں جان کشاں
چوں دیو مہیب قریب سسی آمد بہ سیاست نعرہ زناں

. . . .

جاں کرد بحق تسلیم سسی دل گشت دو نیم از بیم شباں
گوئی کہ چو ملک الموت شدش آں شکل شباں بخشیدن جاں
افتاد برخ بر روئے زمیں انداخت بخاک تن بے جاں
چوں ماہئی آب ز بے آبے لب تشنہ بمرد بہ ریگستاں

(وقائع پنوں، ص ۳۹-۴۱) (باقی آئندہ)

خطّاطی کے دو نادر نمونے

اس نمبر میں خطّاطی کے دو نایاب نمونوں کے عکس شائع کئے جا رہے ہیں، ایک خط نسخ کا نمونہ ہے اور دوسرا خط نستعلیق کا۔

(۱)

نسخ کا نمونہ ارغون کاملی کی ایک وصلی کا عکس ہے۔ اصل انجمن ترقی اردو (ہند) کے کتاب خانے میں محفوظ ہے اور ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کے ہم مرہون منت ہیں کہ ان کی عنایت خاص سے یہ عکس ہم کو میسر آیا، اس میں صرف چار سطریں ہیں، پہلی سطر لفظاً ہر عبارت ماسبق سے متعلق ہے جو اصل میں درج نہیں ہوئی، کاتب نے اس پر تاریخ کتابت درج نہیں کی، معلوم ہوتا ہے کہ اصل کی سطح سادہ تھی ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵-۲۶ء میں "محمد علی المعروف بعمارزادہ" نے اس کی تذہیب کی۔ اصل کی زیارت ہم نے نہیں کی۔ دوست فاضل حافظ محمود شیرانی کے مشورہ سے انجمن نے اس وصلی کو خریدا تھا اور وہ اس کی قدامت سے مطمئن معلوم ہوتے تھے، اس کاتب کی تحریر بغایت درجہ نادر ہے۔ ہم کو کوئی اور نمونہ اس کی تحریر کا معلوم نہیں کہ مقابلہ ہو سکے۔ مگر یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ ارغون کاملی[1] کو چونکہ عام طور پر ارغون کابلی لکھتے ہیں اور کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اس کی صحیح نسبت کاملی ہے۔ اس وصلی میں نام اور نسبت کی صحیح صورت وصلی کی قدامت پر دلالت کرتی ہے اور یہ نسبت جو اشتباہ سے خالی نہ تھی اس وصلی کے ذریعہ صاف ہو جاتی ہے۔

---

[1] مثلاً دیکھیں حالات ہنروران از دوست محمد (۹۵۲ھ) طبع لاہور ۱۹۳۶ء ص ۲۲، آئین اکبری طبع دہلی ۱۲۷۲ھ ج ۱ ص ۸۰، مرقع العالم منسوب بہ بختاور خاں (م ۱۰۹۶ھ) اورینٹل کالج میگزین اگست ۱۹۳۲ء ص ۳۸، ان سب میں اس کو ارغون کابلی لکھا ہے، البتہ خلاصۃ التواریخ (منقول در اورینٹل کالج میگزین اگست ۱۹۳۲ء) میں ص ۲۴ پر اس کو ارغون کاملی لکھا ہے اور رسالہ خط و سواد مجنون رفیقی (تالیف ۹۰۹ھ) میں نسبت کو سرے سے محذوف ہی کر دیا گیا ہے،

ارغون کاملی کے متعلق بہت ہی کم اطلاعات ہم تک پہنچی ہیں، جو کچھ متفرق ماخذوں سے ملا ہے۔ وہ اس کے استاد یاقوت مستعصمی کے ذکر کے بعد درج ذیل کیا جاتا ہے

ساتویں صدی ہجری میں جمال الدین ابوالدر یاقوت مستعصمی نے خطاطی میں کمال پیدا کیا، ایسی شہرت اس سے پہلے فقط ابن مقلہ وزیر راضی باللہ اور ابن البوّاب نے پیدا کی تھی، یاقوت بھی لڑکا ہی تھا کہ غلام کی حیثیت میں بکا۔ اور خلیفہ مستعصم باللہ[1] نے اس کو خرید ا، اس طرح اس کی تربیت بغداد میں ہوئی اور خط کی تعلیم اس کو پہلے صفی الدین[2] عبدالمومن ارموی نے دی، پھر شیخ ابن جبیب نے، جب وہ خطاطی میں ماہر ہو گیا تو بغداد میں اولاد اکابر کو خط کی تعلیم دینے لگا، دور خلافت ختم ہوا تو صاحب دیوان علاء الدین بن جوینی کے نزدیک اس نے مکانت و منزلت پائی اور صاحب دیوان کی اولاد اور اس کے بھتیجے شرف الدین[3] ہارون نے یاقوت سے خط کی تعلیم پائی، علاوہ ماہر خطاط ہونے کے یاقوت ادیب عالم و فاضل اور شاعر تھا (الحوادث الجامعہ المنسوب بہ ابن الفوطی طبع بغداد ص ۵۰۰) الحوادث میں تو عربی اشعار اس کے دیئے ہیں اور شذرات الذہب (۵: ۴۴۳) میں دونوں مصنفوں نے اس کی تاریخ وفات ۶۹۸ھ لکھی ہے اور یہی تاریخ براکلمن نے

---

[1] خلیفہ مستعصم شوال ۶۰۹ھ میں پیدا ہوا اور صفر ۶۵۶ھ میں ہلاکو کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔

[2] صفی الدین قریبًا ۸۰ سال کی عمر میں ۶۹۳ھ میں فوت ہوا، عربیت، نظم، شعر، انشا، تاریخ، خلاف، موسیقی کا عالم تھا، خط منسوب اس کے زمانے میں اس جیسا کوئی نہ لکھ سکتا تھا، وہ خلیفہ مستعصم کا مقرب تھا، جب خلیفہ نے اپنے آخری دنوں میں ایک نیا کتاب خانہ قائم کیا تو صفی الدین کو کتابدار مقرر کیا اور وہ کتاب خانے میں خلیفہ کے لئے کتابت کرتا رہا (تاریخ بغداد للعزاوی ۱: ۳۶۱)

[3] ۶۸۵ھ میں فوت ہوا (تاریخ بغداد العزاوی ۱: ۳۳۸)

تاریخ ادب عربی (ج ۱: ۵۰۸) میں اختیار کی تھی مگر تکملۂ تاریخ مذکور (۱: ۵۹۸) میں اس نے کہا ہے کہ مشہد کے کتاب خانہ رضوی میں یاقوت کا لکھا ہوا قرآن مجید ۷۰۷ھ میں مورخ ہے۔ اس لئے اس کا سال وفات ۷۰۷ھ کے بعد ہی ہوگا۔ یہ زمانہ سلطان محمد الجایتو کا ہے جو ۷۰۳ میں تخت نشین ہوا۔ تکملہ میں براکلمن نے چھ سات مخطوطوں کا ذکر کیا ہے۔ جو یاقوت کے خط میں ہیں اور اقطار عالم کے کتاب خانوں میں محفوظ ہیں۔ اور تین رسالوں کا ذکر بھی کیا ہے جو یاقوت کی تصنیف سے ہیں اور اب تک موجود ہیں۔

کہتے ہیں کہ یاقوت کو چھ قسم کے خطوط کے لکھنے میں مہارت تھی یعنی ثلث و توقیع و محقق، نسخ و ریحان و رقاع۔ مگر نسخ کے لکھنے میں اس کو خصوصیت سے کمال حاصل تھا۔ اس کے شاگردوں میں سے چھ آدمیوں نے بہت نام پایا ان کو استادان ستہ کہتے ہیں، ان کے نام یہ ہیں[۱]۔

(۱) شیخ زادہ سہروردی (۲) ارغون کامل (۳) نصر اللہ طبیب (۴) مبارک شاہ زریں قلم (۵) میر یحییٰ صوفی (۶) یوسف مشہدی۔

یہ فہرست خلاصۃ التواریخ (تصنیف حدود ۹۹۵ھ) میں درج ہے، دوست محمد (۹۵۲ھ) نے میر یحییٰ کی بجائے سید حیدر کا نام دیا۔ اور رسالۂ قطبیہ میں اس کو میر حیدر گندہ نویس لکھا ہے۔ بعض اور مصنفوں نے ان میں سے بعض اسماء میں اختلاف کیا ہے[۲] اور میرزا سنگلاخ نے استادان ستہ کی بجائے استادان تسعہ کی فہرست بنائی ہے، ان ماہران فن میں

---

[۱] نیز دیکھیں کلیماں ایوار کی کتاب خطاطان و مصوران شرق اسلامی ص ۶۔ [۲] تصنیف قاضی احمد ابراہیمی بن میر منشی اس کا کچھ حال حکیم شمس اللہ صاحب قادری نے شائع کیا تھا اس نے خطاطی پر بھی ایک رسالہ لکھا تھا (دیکھیں بلیٹین آف دی سکول آف اورینٹل سٹڈیز لندن ۱۹۳۹ء ص ۱۹۹ و بعد) پرانی اصلاح کا حال[؟] دائرہ مضمون کی طرف حال ہی میں محبی ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے میری توجہ منعطف کی قاضی احمد بن شرف الدین حسین حسینی مشہور بہ میر منشی کی خلاصۃ التواریخ جلد پنجم کے اقتباسات فارس نامہ ناصری ج ۱ ص ۹ و بعد پر بھی ملتے ہیں۔ [۳] دیکھیں کلیماں ایوار ص ۱۱ و بعد۔

سے ارغون کے متعلق مصنفین نے جو کچھ لکھا ہے اب وہ ملاحظہ ہو:

رسالہ خط و سواد مجنون رفیقی (۱۹۰۹ء) میں ہے :-

خواجہ ارغون رضوان اللہ علیہ شاگرد خواجہ یاقوت است گاہے چنان تقلید او در کردہ کہ مردم فرق نکردند (اورینٹل کالج میگزین اگست ۱۹۲۴ء ص ۱۷)

خلاصۃ التواریخ میں یاقوت کے ذکر کے بعد لکھا ہے:

از شاگردان او شش کس مسلم اند وایشان را استادان ستہ می گویند، در بعض قطعہ ہا کہ خط نوشتہ اند اسم یاقوت را نوشتہ اند (اورینٹل کالج میگزین اگست ۳۴ء ص ۲۴)

سلسلۃ الخطاطان میں مناقب ہنروران سے منقول ہے کہ عبداللہ ارغون خط محقق میں کامل تھا (کلیمان ایوار ص ۸)

مرزا سنگلاخ نے تذکرہ الخطاطین ص ۲۶ میں لکھا ہے امیرزادہ ارغون مولد و محتد کے اعتبار سے عراق عجم کا باشندہ تھا۔ مگر وہ بغداد میں متوطن تھا اور قرآن کی کتابت کیا کرتا تھا، اس کی تحریر اتنی محکم و استوار تھی کہ ویسا لکھنا حیز قدرت بشری سے باہر ہے، ۲۹ قرآن مجید اس کے کتابت کئے ہوئے میں نے دیکھے ہیں۔

کلیمان ایوار (ص ۸۵) نے میرزا سنگلاخ کی طرح کہا ہے کہ "عبداللہ ارغون" عراق عجم میں پیدا ہوا اور بغداد میں مقیم رہا۔ ارغون جوزر کی نام ہے اس کو یوں ملا کہ اس کی ماں ترکیہ تھی اور باپ عرب، وہ نہ صرف خط محقق میں بلکہ سب قسم کے خطوں میں ماہر تھا، اس نے ۲۰ مرتبہ قرآن مجید کی کتابت کی اور ۷۴۴ھ میں فوت ہوا، بغداد میں دو مدرسوں کے کتبے اس نے لکھے تھے، اسی مصنف نے ہم کو بتایا ہے کہ ارغون کی اولاد میں سے مولانا مرتضیٰ بھی نامور نساخ تھا اور اس کی کتابت ممالک ترکیہ میں معروف ہے۔

یہ دیوان شاہی[1] کے قلمی نسخہ کے ایک صفحہ کا عکس ہے جو مولانا سلطان علی مشہدی[2] نے ۸۸۸ھ میں لکھا۔

اس نسخے کے بعض کوائف

یہ نسخہ کل ۱۰۳ اوراق پر شامل ہے، ۹۴ ورق پر دیوان شاہی ہے۔ ورق کی تقطیع ½۱۱ × ½۸ انچ ہے۔ اور سطور ۱۲، مکتوب سطح کے گرد سنہری جدول ہے۔ اس جدول کی تقطیع ½۱۳ × ½۵ انچ ہے۔ عریض حاشیے پر سنہری بیل بوٹے اور پرندے اور شکار گاہیں بنی ہیں، ایک صفحہ کی گلکاری دوسرے سے نہیں ملتی۔ کاغذ خان بالیغی، خط خفی نستعلیق، دیوان کے شروع میں دو ورق ہیں جن میں سے ایک بوستان کا ہے اور ایک کلمات امیر المومنین علیؓ (یعنی مطلوب کل طالب) کا، آخر میں بھی دو ورق ہیں جن میں سے ایک گلستان کا ہے اور ایک کلمات مذکورہ کا۔ ان اوراق کا خط دیوان کے خط سے جلی تر ہے، اُن کے حاشیے کا کاغذ رنگین اور زرافشاں ہے اور کلمات میں رنگ آمیزی بھی ہے، دیوان کا سرورق رنگین اور منقش ہے اور متن کے شروع میں رنگین سرلوح ہے۔ دیوان شاہی کے آخر میں کاتب نے لکھا ہے: تشرف بکتابتها العبد الفقیر سلطان علی المشهدی، ۸۸۸، بظاہر باقی چار ورق بھی کاتب مذکور کے قلم سے ہیں۔ کتاب کی جلد بھی قدیم اور چمڑے کی ہے جس پر اندر اور باہر سنہری گلکاری ہوئی ہے۔ دیوان کے آخر میں بعض مٹی ہوئی مہروں کے نشان ہیں، ایک مہر ۱۲۳۹ھ = ۲۴-۱۸۲۳ء کی ہے۔

مولانا سلطان علی مشہدی

مولانا سلطان علی مشہدی ملقب بہ سلطان الخطاطین کی نسبت میرزا سنگلاخ نے لکھا ہے کہ وہ ملا اظہر[2] ہروی کے شاگرد تھے اور سلطان حسین بالیقرا کے زمانے میں

---

[1] آق ملک سبزواری بن جمال الدین فیروزکوہی المشہور بہ امیر شاہی کا سن وفات ۸۵۷ھ ہے۔ اسلامی شرق کے خطاط اور مصور از کلیمان ہیارٹ ص ۲۰۰۔ مشہور یہ ہے کہ شاہی نے اپنے دیوان سے ہزار شعر انتخاب کیے اور باقی دیوان تلف کر دیا۔ سرسری شمار سے اس نسخے میں ۹۹۸ شعر شمار میں آئے۔

[2] میرزا سنگلاخ نے ملا اظہر کو ہروی لکھا ہے، مگر ملا اظہر کا لکھا ہوا خمسہ نظامی تحریر ۸۴۶ھ جو پنجاب یونیورسٹی لائبریری (شیرانی کلکشن) میں موجود ہے، اور جس کے ایک صفحہ کا عکس مطلع سعدین میں (ص ۶۵۵ کے مقابل) چھپا تھا، اس میں وہ اپنے آپ کو تبریزی لکھتا ہے۔ وہ مولانا جعفر تبریزی کا شاگرد تھا اور صاحب مطلع کا معاصر (دیکھو مطلع محل مذکور)۔ ممکن ہے سکونت کے اعتبار سے ہروی کہلاتا ہو۔ میرزا حیدر کے نزدیک مولانا جعفر نے اپنے استاد میر علی تبریزی (معاصر امیر تیمور) سے بہتر لکھا اور اس کے شاگرد ملا اظہر نے مولانا جعفر سے بہتر، اور ملا اظہر کے شاگرد مولانا سلطان علی نے اظہر سے بہتر (دیکھو اورینٹل کالج میگزین بابت مئی ۱۹۳۲ء ص ۱۶۳ بعد)۔

دارالسلطنۃ ہرات میں خطاطی کرتے تھے۔ سلطان حسین ارباب فضل وہنر کی قدردانی میں ضرب المثل تھا اور بہت سے علما و حکما اور خطاط و شعرا اور دیگر صاحبان ہنر سلطان کے فیض مراحم سے کمال کو پہنچے تھے۔ سلطان علی نے بھی سلطان حسین کے زیر عاطفت وعنایت و تربیت وحمایت بہت ترقی کی، سلطان حسین کے علاوہ اس کے وزیر مشہور امیر علی شیر نوائی کی سرپرستی بھی مولانا کو حاصل تھی۔ میرزا سنگلاخ نے دو قطعہ نقل کئے ہیں جن میں مولانے سلطان کو مخاطب کیا ہے۔ یہ قطعے میرزا نے استنبول کے ایک مرقع میں دیکھے تھے۔ تین اور قطعہ بھی میرزا نے دیئے ہیں جن میں مولانا نے امیر علی شیر کو مخاطب کیا ہے[1]۔ ان اشعار اور اس کی مثنوی رسالہ درآداب خط سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ خطاطی کے مولانا کو فنون نظم پر بھی قدرت تامہ حاصل تھی، ان کے معاصرین نے ان کی بہت تعریف کی ہے، امیر علی شیر مذکور نے اُن کی نسبت لکھا ہے "امروز در خراسان و دراکثر بلاد عالم قبلۃ الکتاب است قلم نسخ نستعلیق او را یک قلمہ مسلم شدہ و باخلاق حمیدہ و اطوار پسندیدہ چنان آراستہ و پیراستہ است کہ قلم زبان از شرح آن عاجز است وطبعش نیز خوب واقع شدہ، (لطائف نامہ فخری ص۸۲)

---

[1] ان قطعوں کے بعض اشعار نہایت عبرت ناک ہیں گو کتابوں میں اس باکمال کی قدردانی کے افسانے بہت دیئے ہیں۔ مگر کم سے کم ان اشعار سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا، ایک قطعہ میں وہ میر علی شیر کو کہتا ہے: دستارم کہنہ دوسال است ÷ واکنون ہم عید و ہم بہار است ÷ پارینہ گر نشتم و لکن ÷ امسال ز بیراج پارسال است ÷ انعام کن از رہ بزرگی ÷ کامروزنہ روز انتظار است ÷ تا پیش خدا و خلق گویم ÷ کاین خلعت صدر روزگار است .... ایک دوسرے قطعے میں پہلے اپنی ہنروری کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے: بہر ہنر کہ کسے نام برد در عالم۔ چنان شدم کہ ندارم بعہد خود ثانی، پھر کہتا ہے:۔ زدست فاقہ چشیدم ہزار شربت زہر۔ کہ کس مرا زعرق تر ندید پیشانی ... مرا چنانکہ بود ہم معیشتے باید۔ کہ بی غذا نتوان داشت روح حیوانی۔

توزک بابری میں ہے کہ سلطان حسین میرزا کے زمانے میں یوں تو خطاط بہت تھے مگر نسخ نستعلیق میں سلطان علی مشہدی سب سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ میرزا اور علی شیر بیگ دونوں کے لئے اس نے بہت کچھ لکھا، ہر روز تیس بیت علی شیر بیگ کے لئے اور بیس بیت میرزا کے لئے لکھا کرتا تھا (اورنٹیل کالج میگزین بابت مئی ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۴۷)

اسی طرح اس کے زمانے سے قریب کے دو مصنف یعنی صاحب تاریخ رشیدی (تصنیف ۹۵۳ھ) اور صاحب تحفہ سامی (تصنیف ۹۵۷ھ) بھی اس کی تعریف میں تر زبان ہیں،

تاریخ رشیدی میں ہے کہ قطعہ اور کتابہ خفی اور جلی بلکہ نسخ تعلیق بنام نزمولانا سلطان علی مشہدی کو مسلّم ہے، اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی کی کتابت اس کے نزدیک بھی نہیں پہنچتی، یوں تو وہ سب اوصاف و لطائف میں بے نظیر تھا، مگر ملاحت اور مزہ جو خصوصیت کے ساتھ اس کے خط میں ہے کسی اور کو میسر نہیں آیا،۔۔۔۔ جب اس نے مشق شروع کی تو اپنی طبیعت کی اپج سے اپنے خط کو ایک صورت دی جو عوام فریب تو تھی۔ مگر کاتب پسند نہ تھی، مولانا جعفر نے خمسہ شروع کر کے ناتمام چھوڑ دیا تھا۔ میرزا سلطان ابوسعید نے دریافت کیا کہ اس ناتمام خمسہ کو کوئی خطاط تمام کرسکتا ہے، لوگوں میں مولانا سلطان علی کی شہرت تو تھی ہی انہوں نے عرض کیا کہ فلاں شخص اس وقت مشہور ہے شاید کرسکے، غرض مولانا کو لائے اور مولانا جعفر کی کتابت کا نمونہ دیکھ کر انہوں نے فوراً کتابت قبول

لہ معنی مشہور (یعنی دو مصرعے متحد الوزن) کے علاوہ اس کا طلاق نثر کے جملوں پر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً مولانائے روم کی فیہ مافیہ میں ۳ہزار ابیات شامل ہیں (فیہ مافیہ طبع اعظم گڈھ صفحہ ۳) خلاصۃ التواریخ میں ہے کہ یاقوت ہر روز دو جزو قرآنی کتابت کرتا اور ۷۰ بیت عربی خلیفہ کے لئے اور ۳۰ بیت وزیر کے لئے لکھتا۔ (دیکھو خلاصۃ التواریخ در اورنٹیل کالج میگزین بابت اگست ۱۹۳۴ء صفحہ ۲۴)

کر لی اور ایک جزو لکھ کر لائے، مولانا اظہر گھر کے دروازے میں بیٹھے تھے۔
پہلے ان کو دکھایا انہوں نے خفا ہو کر پوچھا کہ تم اس اسلوب سے مولانا جعفر کا
خمسہ تمام کرنا چاہتے ہو؟ پھر مولانا سلطان علی کو گھر میں لے
جا کر لائیں لگائیں۔ اور دو دن بند رکھنے کے بعد کہا: بیٹا! تم قابلیت کے
مالک ضرور ہو مگر تمہارا خط خود رو ہے۔ نسخ نستعلیق کا اسلوب یہ نہیں
ہے" اسکے بعد ایک قطعہ ملا کو لکھ کر دیا کہ یوں لکھو، مولانا کہا کرتے تھے کہ "میں نے قطعہ کو
گھر لے جا کر مشق کی، تب معلوم ہوا کہ نسخ نستعلیق کا اسلوب کیا ہوتا
ہے، اس سے پہلے اپنے خط کی بے اسلوبی سے میں واقف نہ تھا۔ اور اس کی پختگی
اور صفائی اور محکمی پر نازاں تھا، حالانکہ بے اسلوب خط کو سرے سے خط ہی
نہیں کہہ سکتے" تا آج اس قدر آثار ملا کے باقی ہیں کہ عقل قبول نہیں کرتی، اکثر ملکوں
میں کم کاتب ہوں گے جن کے ہاں ملا کا قطعہ یا کتابہ نہ ہو، بادشاہانِ جہاں میں
سے کسی کے کتاب خانے میں اگر دو تین کتابیں ملا کی لکھی ہوئی نہ ہوں تو ایسے کتابخانے
کو کتاب خانہ نہ کہیں گے۔ (اورینٹل کالج میگزین بابت مئی ۱۹۳۴ء صـ۱۶۳)

تحفۂ سامی (تصنیف ۹۵۷) میں سام میرزا نے لکھا ہے کہ نستعلیق میں
مولانا سلطان علی اتنے مشہور ہیں کہ تعریف کی حاجت نہیں۔ ساٹھ سے
زیادہ عمر ہو جانے پر بھی ان کے خط کی خوبی میں فرق نہ آیا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

مرا عمر شصت وسہ شد بیش و کم ۔۔۔ ہنوزم جوان است مشکین قلم
توانم ہنوز از خفی و جلی ۔۔۔ نوشتن کہ العبد سلطان علی

(اورینٹل کالج میگزین فروری ۱۹۳۴ء صـ۹۳)

مولانا سلطان علی کی تاریخ وفات میں بہت اختلاف ہے، سنگلاخ نے علے
اختلاف القولین لکھا ہے کہ ۹۰۶ھ یا ۹۱۵ھ میں ان کا انتقال مشہد میں ہوا اور سرکار

امامؑ کے کتاب خانے کے جوار میں وہ دفن کئے گئے۔ حبیب السیر (۳: ۳: ۳۴۵)
میں ۹۱۹ تاریخ دی ہے اور یہی تاریخ ریو نے اور کلیمان ایوار (خطاطان و مصوران
شرقِ اسلامی ص ۲۲۲) اختیار کی ہے۔ مگر ۹۲۰ اور ۹۲۱ کی تحریریں ان کی موجود بتائی
جاتی ہیں ملاحظہ دیکھیں مسلم ریویو کلکتہ ج ۲ نمبر ۲ میں پروفیسر محفوظ الحق کا مضمون ص ۵ حاشیہ
۱۵) اس حساب سے ۹۲۱ھ سے پہلے کی تاریخیں درست مانی نہیں جا سکتیں، جس
نمونے کو شائع کیا جا رہا ہے وہ مولانا کے عین شباب کے زمانے کی تحریر ہے۔

میرزا حیدر دوغلات صاحبِ تاریخ رشیدی ہمایوں بادشاہ کا ہم عصر تھا،
اُس زمانے میں اگرچہ مولانا سلطان علی کی تحریریں عام تھیں۔ مگر ہمارے زمانے
میں وہ بہت نایاب ہیں، برٹش میوزیم میں صرف مخزن الاسرار ان کی لکھی ہوئی موجود
ہے، اس کا سن کتابت ۸۶۵ھ ہے (ریو ص ۵۷۳)، اس کے علاوہ اسی کتابخانے کے دو مرقعوں میں بھی ان کی
تحریریں موجود ہیں۔ (ریو ص ۷۸۳ و ۷۸۵) پیرس کے قومی کتب خانے میں دیوانِ سلطان حسین
بایقرا اور متعدد قطعے ان کے لکھے ہوئے محفوظ ہیں کتابخانہ وینا اور بادلی میں بھی ایسے
نمونے موجود ہیں[۱]۔ تیمور نامہ کا ایک نسخہ ان کے قلم سے لکھا ہوا ہمایوں کے پاس تھا۔
اس کو بہزاد نے مصوّر کیا تھا۔ یہ نسخہ گجرات کی لوٹ میں ہمایوں کے ہاتھ سے نکل گیا
مگر کہتے ہیں کہ اکبر کے زمانے میں پھر شاہی کتاب خانے میں آ گیا (کلیمان ایوار ص ۲۲۲)
باغ مراد ہرات کے کتابے بھی مولانا سلطان علی نے لکھے تھے (منہ ایضاً) بعض
اور نمونے جو مولانا سلطان علی کی کتابت کے ملتے ہیں ان کے لئے پروفیسر محفوظ الحق کا
مضمون ملاحظہ ہو، نیز حکیم سید شمس اللہ قادری کا نفیس مضمون رسالہ تاریخ ج ۴ حصہ ۳ و ۴
میں جو سوءِ اتفاق سے ان سطور کے پروف پڑھنے کے وقت ملا۔

محمد شفیع

---

[۱] اس میں تین تصویریں بھی ہیں جو بہزاد کی طرف منسوب ہیں۔ [۲] پوپ کی پرشین آرٹ ۲: ۱۸۴۵ ایک دیوان کی ... جو نمائش لندن میں آئی تھیں

لاہور قدیم

لاہور کے حالات پر گذشتہ صدی کے نصف ثانی میں تین مشہور کتابیں لکھی گئیں یعنی تحقیقات چشتی از مولوی نور احمد چشتی جو ۱۸۶۷ء میں طبع ہوئی تاریخ لاہور جو رائے بہادر کنہیا لال نے ۱۸۸۴ء میں شائع کی اور لاہور جو سید عبداللطیف نے انگریزی میں لکھی، یہ کتاب ۱۸۹۲ء میں چھپی، مگر مولوی نور احمد چشتی کے معاصروں میں ایک بزرگ مفتی تاج الدین بن مفتی امام الدین بن قاضی نظام الدین بھی تھے جنہوں نے ۱۸۶۷ء میں میجر جان کلارک ڈپٹی کمشنر لاہور کے حکم سے ضلع لاہور کے حالات قلمبند کرنے شروع کئے۔ مصنف اور اس کتاب کے کچھ حالات اورینٹل کالج میگزین بابت مئی ۱۹۳۶ء میں ص ۱۰۱ ببعد پر تفصیل سے درج کئے گئے تھے وہاں دیکھنے چاہئیں۔ یہاں بعض باتیں باختصار مکرر بیان کی جاتی ہیں اور بعض امور کا اضافہ کیا جاتا ہے،

مصنف کے دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بزرگ سوہدرہ ضلع سیالکوٹ سے آئے اور اورنگ زیب کے عہد میں بعہدہ قضائے لاہور و دہلی سرفراز ہوئے اور خطاب خانی پایا اور دس ہزار روپیہ کی جاگیر اور بحساب پانچ نقد فی صدی ہر ایک قبالہ بیع و رہن و ہبہ و تملیک وغیرہ پر مقرر تھا، سکھوں کے عہد میں اگرچہ جاگیر اس گھرانے کے پاس نہ رہی مگر لقب اور عہدہ بنا رہا۔ چنانچہ مصنف نے لکھا ہے کہ "میرے دیکھنے کی بات ہے کہ سوائے مہر عموی قاضی مسیح الدین والوی مفتی امام الدین" کوئی قبالہ اجرا نہیں ہو سکتا تھا اور جو بے اس قاضی خانہ کے لکھا پڑھا جاتا تھا وہ معتبر نہیں سمجھا جاتا تھا، مہاراجہ کھڑک سنگھ اور راجہ دھیان سنگھ اور جمعدار خوشحال سنگھ جیسے ارکانِ ریاست وقت خرید مکانات کے محتاج مہر قضاخانہ کے ہوتے تھے"۔ ان میں سے بعض باتوں کی تصدیق اور مصنفوں کے بیانات سے بھی ہوتی ہے۔ دیوان امرناتھ نے ظفرنامہ رنجیت سنگھ طبع لاہور میں ص ۹ پر ابتدائے عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ میں قاضی نظام الدین کے قاضی لاہور مقرر ہونے کا حال بیان کیا ہے، اسی طرح رائے بہادر کنہیا لال نے تاریخ لاہور ص ۵۳ پر خاندان قاضیاں لاہور کے عنوان سے اس گھرانے کے متعدد افراد کا ذکر کیا جن میں مفتی تاج الدین بھی شامل ہے، مفتی مذکور نے اپنے حالات میں لکھا ہے کہ ۱۸۴۹ء میں وہ عدالت میں جا کر مقدمات شرعیہ مفوضہ عدالت کو بحکم شرعی فیصلہ کرتا رہا، انگریزی عہد میں بجائے مہرِ قضاخانہ کے صیغۂ رجسٹری مقرر ہوا تو اس کا آبائی کام ختم ہوا اور اس کو مختلف سرکاری عہدے

مختلف اوقات میں ملے جن کو وہ بوجوہات مختلفہ چھوڑ دیتا رہا۔ ۱۸۶۷ء میں جیسا اوپر مذکور ہوا اس کو حالات ضلع لاہور لکھنے پر مامور کیا گیا، اور اسی اثنا میں وہ ماتحت کورٹ میں مسل خواں بھی مقرر ہو گیا، اور باوجود کمی فرصت اس نے کتاب کو مکمل کیا۔ تکمیل غالباً ۱۸۶۹ء کے بعد تھا اس لئے کہ مردم شماری ۱۸۶۸ء کے اعداد کتاب میں شامل ہیں۔ مصنف نے کتاب کا پہلا باب حالات پنجاب پر لکھا اور دوسرا باب حالات ضلع لاہور پر، اپنے مآخذ میں اس نے تاریخ فرشتہ، سلسلۃ الملوک، تاریخ عالم، خلاصۃ التواریخ، خلاصۃ الخلاصہ اور بعض اور کتابوں مثلاً واقعات ہند، حیات افغانستان، تواریخ احمد شاہی و نادر شاہی، اور بیشتر تاریخہائے سکھاں و تالیف مفتی خیر الدین لاہوری (جو سمت ۱۸۹۶ میں ڈپٹی جنٹ ملک بہاولپور تھا) مصنوعات قاضی محکم الدین، وسفرنامہ امین چند وغیرہ کو شمار کیا ہے، مہاراجہ رنجیت سنگھ اور اس کے جانشینوں کا حال معتمدوں کے بیانات اور اپنے مشاہدے سے لکھا ہے اور رنجیت سنگھ نامہ سے بھی استفادہ کیا "جو کسی منشی مقرب نے تالیف کیا تھا مگر ناتمام رہ گیا تھا"۔ "اور مکانات متقادمہ" کا حال سفینۃ الاولیا و سکینۃ الاولیا اور "واقعات سمع و رویت" سے لیا ہے اور "احوال محلہ ہا و گذر ہا و علاقہ ہائے لاہور کا باعتماد ملاحظہ اسناد و صکوک و فرامین دیرینہ اور باعتماد گفتگوئے کہن سالان راست گفتار و کاغذات بندوبست لکھا ہے"۔ کتاب کے آخر میں مصنف نے اس پر اضافہ کیا ہے اور کہا ہے کہ "مقابر اور مساجد قدیمہ اور مکانات متقادمہ اور معابد متعارفہ ہنود کی تحقیقات تحقیقاً حسبتی سے کی مگر جب تک اس کی صداقت (کذا) اور جگہ سے نہیں کی اس کی صداقت پر یقین نہیں کیا کیونکہ جس نے سنا سنایا حال بہت لکھا اور عند التطبیق اس کا بیان بیانِ تواریخ سے بہت مختلف پایا، علاوہ اس کے اس نے اکثر حالات اولیاء کرام اور ہنود کا جو کہ خلاف عقل و قیاس تھا بہت طوالت سے لکھا اور یہاں اختصار بکار تھا اور نہ غرض اخبار کرامات و استدراج سے کیونکہ یہ چرچہ فرع علم فقہ و طریقت ہے نہ ضروریات ماٰنحن فیہ سے"۔

اب ذیل میں چند اقتباسات کتاب بغیر تحشیہ درج کئے جاتے ہیں جن کا موضوع تاریخی حال لاہور کا اور احوال محلوں اور گذروں اور باغات کا ہے،

بلدہ دار السلطنہ لاہور

تمام ملک پنجاب میں صدہا و ابتدای بنیاد آبادی سے ہنود دارالحکومت رہا۔ بموجب بیان برہمنان آبادی اس کی ہزارہا بلکہ لاکھوں برس سے ہے۔ وے لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ بنیاد اس کی راجہ لو فرزند راجہ رامچندر نے رکھی۔ اصلی نام اس کا لوپور تھا اہل تواریخ لکھتے ہیں۔ کہ راجہ رامچندر تخمیناً بارہ سو برس پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کی ہوا۔ جس کو ہنود نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اس کو لاکھوں برس گزرے۔ بہر کیف یہ شہر بہت پرانا اور دار الریاست پنجاب ہے۔ بموجب پیمائش بندگان سرکار ثابت ہوا کہ سطح سمندر سے نو سو فٹ اونچا اور کلکتہ سے بمساحت سافت سڑک ایک ہزار تین سو باون میل گوشہ شمال و مغرب میں برلب دریای راوی واقع ہے۔ جو مصایب اس شہر پر قبل از عہد اہل اسلام وارد ہوئے۔ حیطہ تحریر میں نہیں آسکتے چنانچہ چند بار بسبب طغیانی دریاے راوی غرقاب ہوا۔ اور چند بار ویران ہو کر بیلہ رہا مگر بعد از ویرانی چھتری اس جگہ پر پھر آبادی کرتے رہے علاوہ اس کے حملات سلاطین مغربی سے ہمیشہ تفرقہ رہا۔ جب کبھی ایرانی یا خراسانی ہندوستان پر چڑھائی کرتے رہے پہلے یہی ملک پامال اور تباہ ہوتا رہا۔ والی لاہور کبھی تابع ایران اور کبھی تابع دہلی رہا۔ چنانچہ پہلی باب میں خلاصۃ الخلاصہ اس ماجرا کا درج تحریر ہو چکا ہی۔ ازاں بعد بعہد حکومت راجہ جی پال و راجہ نندپال جو کہ آخرین حکام ہنود لاہور میں تھے سلطان محمود غزنوی نے اس ملک پر بارہ حملے پے در پے کئے۔ چونکہ وہ بادشاہ دین پرور اور حامی شریعت تھا اس لئے ہر ایک حملہ میں لاسیما حملہ ۱۰۰۱ء و حملہ ۱۰۰۲ء و حملہ ۱۰۱۱ء و حملہ ۱۰۲۳ء میں ہنود بہت ویران ہوئے بعد اس کی جب چھاؤنی اہل اسلام کی مقرر ہوی تو صورت امان کی نظر آئی اسی بادشاہ کی عمل میں پیرامن اس شہر کے کہ

ہنوز بصورت قصبہ آباد تھا۔ فصیل خام کی بنیاد رکھی گئی۔ اور کوچہ بکوچہ مسجدین تعمیر ہوئیں۔ ۱۰۳۶ء میں بعہد خلافت سلطان مسعود ابن سلطان محمود امیر مجدود صوبہ لاہور اور ایاز وزیر نے اُس فصیل خام کو باتمام پہونچایا اور آبادی شہر نے آرایش پائی۔ لاہوری منڈی میں ایک محلہ ہی جس کو لوگ کوٹ کچا بولتی ہیں عندالتحقیقات معلوم ہوا۔ کہ اوس فصیل خام کی بنیاد دیوار جنوبی اس موقعہ پر تھی۔ اسی واسطی اس محلہ کو کوٹ کچا بولتی ہیں۔

فرشتہ لکھتا ہی کہ بعد عبدالرشید ابن مودود اور اوس کے بعد بعہد سلطان ابراہیم ابن مسعود ثانی ابن مودود بسبب آمد و رفت افواج اس شہر کی رعایا کا بہت نقصان جان و مال ہوا ۱۱۵۲ء میں مطابق ــــ کی بعہد خلافت خسرو شاہ غزنوی ابن بہرام شاہ یہ شہر دارالسلطنہ قرار پایا اور تخت سلطانی بنا کر بادشاہ نی اجلاس فرمایا۔ اس کی اور بعد اس کی اس کی بیٹی خسرو ملک کی عہد میں یعنی ۱۱۶۰ء سی لغایت ۱۱۸۰ء خوب رونق اور آسایش رہی مگر ۱۱۸۶ء میں پھر وبال وارد ہوا سلطان معزالدین عقب ابوالمظفر شہاب الدین محمد غوری نی آکر بادشاہ کو پکڑلیا اور شہر کو اس سختی سے ویران کیا کہ نہ کوئی خاندان رہا اور نہ عمارات سلطانی کا نشان۔ بعد اس کے جب ۱۲۰۵ء میں مطابق ۶۰۲ھ کے قطب الدین ایبک غلام شہاب الدین غوری نے اجلاس کیا۔ پھر آبادی نے جلوہ رونق دکھلایا لیکن کم نصیبی رعیت سے تھوڑے برس نہ گذرے کہ بسبب نااتفاقی اہلکاران سلطانی چند سال برابر تفرقہ رہا بعد اوس کے بعہد معزالدین ابن بہرام شاہ ۱۲۴۱ء میں ملک مغول چنگیزی نی آکر دست غارت دراز کیا۔ ہزاروں آدمی مارے گئے۔ اور لاکھوں روپیوں کا نقصان ہوا۔ اوس کے پیچھے تھوڑی برسوں تک امن چین رہا اور ۱۲۶۵ء میں نصیرالدین التمش (کذا) ابن شمس الدین التمش (کذا) لاکھا روپیہ صرف کر کی تدارک مافات کرتا رہا اوس کے بعد الغ خان بلقب غیاث الدین بلبن نی بھی رفاہ رعایا اور آسایش مخلوق

پر بہت توجہ رکھی۔ مگر ۱۲۸۵ء میں پھر مغلوں نی آکر بہت تباہی اور ویرانی کی۔ اور کچھ مدت
تک برابر لوٹ مار کرتے رہے۔ ہنوز لوگ انکے ظلم و تعدی سے آسودہ نہیں ہوئے تھے کہ ۱۲۸۹ء
میں جلال الدین خلجی آکر بعد لوٹ مار کے لاکھوں روپیہ لے گیا۔ ازاں بعد ۱۳۰۳ء میں دفعہ
اول اور ۱۳۰۶ء میں دفعہ دوم پھر مغلوں نے پے بہ پے دو حملے کئے جس میں ہزاروں آدمی
مارے گئے اور نقصان مال و املاک و عمرانات کا تو کچھ حساب نہیں۔ تھوڑی مدت پیچھے
اوس کے پسر داؤد خاں ماوراء النہر یا اوراس کے پیچھے مغل طرغی حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے بھی
لوٹ مار میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ پھر گکھروں نے ستانا شروع کیا۔ اور تخمیناً سو برس
تک ان کی بدولت رعایا پر تکلیفات شاقہ و مصائب مالا یطاق وارد رہے۔ اگر ان کی لوٹ
مار اور مار دھاڑ کا حال مفصل لکھا جاوے تو اسی قدر اور کتاب تیار ہوتی ہے۔ شیخا گکھر
کا کہ رئیس گکھران تھا۔ معمول تھا کہ ایک دن میں سو کوس کا راہ طے کرکے چپ چاپ
آپڑتا تھا۔ لاہوریوں کو اتنی فرصت نہیں ملتی تھی کہ اس کے سامنے کرنے کو کمر بستہ ہوتے۔
بعد مرنے شیخا گکھر کے جس کو لشکریان تیمور سمرقندی نی مارا تا وقتیکہ مغلوں کی بادشاہی نہ
ہوئی جسرت گکھر برادر شیخا گکھر کا بھی اسی رنگ ڈھنگ پر حملے کرتا اور لڑتا رہا
امیر تیمور کی آمد و رفت میں بھی ملک پنجاب کی بہت ویرانی ہوئی اور شیخا گکھر لاہور میں
یغی (کذا) ہوا۔ اوس کی پکڑنے اور مارنے پر چند روز لاہور محصور اور رعیت برباد ہوتی رہی
بعد جانے امیر تیمور کی بسبب نااتفاقی اہلکاران و سستی ریاست دہلی چند سال تک
راہزن اور قاطع الطریق لوٹتے رہے۔ البتہ سید خضر خان نی جس کو امیر تیمور حکومت لاہور پر مسلط
کر گیا تھا۔ واسطے امن اور آبادی ملک کی بہت حیلے کئے۔ لیکن وہ ایک تھا اور مخرب
بہت تھے۔ اوس کی کوئی تدبیر نہ چل سکی۔ بعد اس کے ۱۴۳۱ء اور ۱۴۳۲ء میں بعہد سلطان
محمد شاہ امیر علی چنگیزی آپہونچا۔ اور اوس نے اوس شہر کو اس سختی سے لوٹا۔ کہ گویا اس کو
مرنا یاد نہ تھا۔ نہ کوئی گھر معمور رہا۔ اور نہ اہل خانہ آباد۔ جب ۸۵۵ھ میں مطابق ۱۴۵۱ء

کے عمل لودیان کا قائم ہوا۔ اون کے عمل میں البتہ لوگوں کو امن ملا اور رعیت نی آرام پایا سینکڑوں مسجدیں اور کوئیں تعمیر ہوئے۔ اور ہر ایک علم اور ہنر اور کمال نے ترقی پائی۔ بہلول لودھی اکثر لاہور اور دیپال پور میں رہا کرتا تھا۔ اس لئے اس کی عمل میں البتہ نسبت ماسبق آبادی لاہور کی بہت بڑھ گئی۔ بعد مرنے بہلول لودھی کے جب تک سلطنت اس کے خاندان میں رہی لوگ امن چین سے بستے رہے۔ بعہد سلطان ابراہیم نبیرہ بہلول لودھی مرزا بابر ظہیر الدین چغتائی ابن مرزا عمر آپہونچا۔ اور اوس نے بزور شمشیر تخت دہلی پر قبضہ کیا۔ اس لئے پہلے تو خوب ویرانی اور تباہی بعد اس کے امن ہوا کما ہوئ ب السلاطین اس کے عمل میں ہزاروں عمارتیں از سر نو تیار ہوئیں۔ اور لوگوں نی لودیوں کے وقت سی بھی زیادہ آرام پایا۔ بعد اس کے عہد ہمایون ابن مرزا بابر میں یہ ملک پنجاب مرزا کامران ابن مرزا بابر کو بطور جاگیر مرحمت ہوا۔ اگرچہ وہ بہت سنگدل اور کوتہ اندیش تھا اور پہلے اس نے بہت سختی کی۔ لیکن اخیر میں بہت تدبیریں واسطے رفاہ رعایا کے نکالیں۔ ایک بار ہمایوں نے اس سے ملک چھین لیا تھا۔ پر اس نے خراسان میں جاکر پٹھانوں کو ساتھ لیکر لاہور پر چڑھائی کی۔ اور چند روز تک لاہور محصور رہا۔ البتہ اس وقت اس سے بہت سختی ظہور میں آئی۔ پرانے خاندان تباہ کئے گئے۔ اور نئے بنائے گئے۔ اور جس قدر عمارات سلطانی تھیں گرادی گئیں۔ اور بعد ویرانی نئی صورت پر آبادی کی پس جبتک رہا رعیت خوش اور مرفہ الحال رہی۔ اور تا وقتیکہ ہمایون بار دگر خراسان سے آکر مسلط نہیں ہوا عملداری پٹھانان سور میں جنہوں نے ہمایون کو نکال دیا تھا آبادی ملک و افزونی رونق دم بدم بڑھتی گئی۔ فرید خان ملقب بہ شیر شاہ نی جس نی ہمایون کو ہندوستان سی نکال دیا لاکھوں روپیہ عمارات مساجد اور مقابر اسلاف اور تیاری جسور و شوارع اور تعمیر سرا و چاہات پر صرف کیا خصوص لاہور اور دہلی میں تو لگا رنگ آبادی اور گوناگون تیاری معمورات کی ہوئی، بعد چودہ سال کی پھر تباہی ہوئی یعنی ہمایون نے

احمد خان ابن حسین خان کو جو کہ اقارب شیر شاہ سے اور آخرین شاہان سور تھا۔ مغلوب
کرکے تا وقتیکہ کما حقہ مسلط نہیں ہوا۔ چند روز تک لوٹ مار روا رکھی۔ مگر بعد تسلط لوگوں
کو بوجہ احسن امن ملا اور ترمیم مافات عمل میں آئی پھر تو خاتمہ ریاست چغتائی تک ہر ایک
طرح سی امن رہا۔ اور دم بدم آبادی ترقی کرتی گئی۔ چنانچہ عہد جلال الدین اکبر میں پیرامن شہر لاہور کے فصیل
جسکی مساحت تخمیناً تین کوس ہے پختہ بنائی گئی۔ جس کا عرض و طول نسبت ماسبق سے کچھ حصہ بڑھایا گیا
اور نیز قلعہ پختہ اور اندر قلعہ کے تیاری تخت سنگین کی بنیاد رکھی گئی۔ اور اکبری محل تعمیر
ہوا لیکن تکمیل اس قلعہ اور فصیل شہر کی جہانگیر کی عہد میں ہوئی۔ جہانگیر اکثر لاہور میں رہا
کرتا تھا۔ اس کی عمل میں آبادی شہر کی بڑھ کر بیرون حصار شہر تعمیر شروع ہوئی اور
ہر ایک دروازہ شہر کی اندر اور باہر مسجدین عالیشان جن کی تیاری پر لاکھوں روپے صرف
ہوئی۔ معمور ہوئیں۔ از انجملہ ایک مسجد اندر مستی دروازہ اور ایک مسجد اندر دروازہ ٹکسالی
اور ایک[1] اندر دروازہ بھاٹی کے ہنوز موجود ہے۔ عہد شاہجہان میں باہر شہر کی آبادی
اور رونق اندر کی ادنیٰ بڑھ گئی۔ اور اندر قلعہ کی خوابگاہیں تیار ہوئیں۔ اور ثمن برج بنایا گیا جنکی آرائشگی اور
تعمیر پر لاکھوں روپیہ خرچ ہوا۔ شالامار کی تیاری بھی اسی بادشاہ کی عمل میں ہوئی۔ جس
کی واسطے نہر کھودوا دی گئی۔ عہد اورنگ زیب میں ہزاروں مسجدین اور کوئیں اور تالاب
بنائے گئے۔ اور حضوری باغ اور مسجد بادشاہی اور بند دریا تعمیر ہوا۔ اور ہر ایک امیر اور
اہل دولت نے باہر شہر مکانات سکنی اور رنگارنگ باغ اور تالاب اور سرائیں بنوائیں۔
اور نسبت ماسبق سے آبادی چند حصہ زیادہ بڑھ گئی غرض کہ تا عہد محمد شاہ دم بدم آرائش
اور رونق بڑھتی گئی۔ اور لاہور گویا لاہور نو ہوا جن دنوں میں نواب خان بہادر اور بعد
اس کی نواب شہنواز خان ابن نواب خان بہادر اور میر منو ابن وزیر قمر الدین صوبہ داری
لاہور پر مامور ہوا تھا۔ عرض و طول شہر کا عالمگیر کی عہد سی دو چند زیادہ تھا۔ جانب
مشرق مبتدا آبادی کا شالامار اور محلہ گنج جو اس وقت موضع گنج کہلاتا ہے۔ اور لاہور

[1] یعنی اونچی مسجد

سی تین کوس کی مسافت پر ہے۔ اور جانب مغرب گنبد قاسم خان کہ دروازہ لاہور سے ایک کوس کی فاصلہ پر ہے اوس وقت دریا اس کی نیچی بہتا تھا۔ اور جانب جنوب موضع اچھرہ کہ لاہوری دروازہ سی دو کوس پرتی۔ اور جانب شمال دیوار شمالی قلعہ کہ اوس وقت دریا کا سیل اس کے نیچے تھا۔ اگر دریا فاصلہ پر ہوتا تو یقین تھا کہ آبادی جانب شمال میں بھی بڑھ جاتی۔ و معذلک آنروی دریا راوی بعد ازآنکہ مقبرہ جہانگیر معمور ہوا۔ سینکڑوں باغ اور مقبری تعمیر ہوئی۔ گویا کہ وہ ضمیمہ علاحدہ آباد تھا۔ غرض کہ اس عہد میں یہ شہر نمونہ بہشت تھا۔ دنیا کی ہر ایک چیز ممکن الحصول موجود تھی۔ اور ہر ایک ہنر اور کمال اور علم کی قدر اور لوگ مرفہ الحال اور دولت سی مالا مال لوگ بہت سچے اور ایماندار تھے جو منہ سے نکال لیتے تھے سوای سچ کہ کچھ نہیں ہوتا تھا۔

نام گزر ہای اندرون شہر لاہور

آبادی اندر شہر کی نو گزر پر منقسم تھی۔

گزر جھجہ دیوانی۔ ابتدا اس کا موچی دروازہ اور منتہا اس کا رنگ محلہ سید نظام بخاری اور پیپل دہڑہ اور حویلی میاں خان اور محلہ قاضی محمد اسلم اور محلہ اخوند محمد فاضل و کوچہ ہای و شوارع چپ و راست دروازہ شاہ عالمین سی دروازہ اکبری تک اسی میں داخل تھی۔

گزر مچھی ہٹہ۔ ابتدا اس کا دروازہ شاہ عالمین اور منتہا اس کا وہی رنگ محلہ جملکوچہ ہای تمین دیسار اسی کا ضمیمہ ہیں۔

گزر وچھو والی۔ یہ گزر اوسط شہر میں ہے وسط اوس کا جہاں سردار معر سر چیند اس نے حویلی بنوائی۔ اور جتنی کوچا اور شوارع اس کے دہنے بائیں واقع ہیں۔ اسی کی شاخیں ہیں۔

گزر مبارا خان - ابتدا اس کا کوچہ ڈوگران علاقہ شاہ عالمی دروازہ اور منتہا اس کا محلہ جوڑے موری اور لاہوری منڈی بلکہ اکثر لاہوری منڈی اور جس قدر راستے اور کوچے اس کی متصل ہیں - اس کے ساتھ متصل ہیں - حتیٰ کہ بازار بھاٹی دروازہ کی طرف شرقی اور ایک طاق دروازہ اسی میں داخل ہی -

گزر تلوارہ - جس قدر عمرانات بازار بھاٹی دروازہ کی جانب مغرب میں تا چورستہ بازار ٹبی اسی میں داخل ہیں -

گزر زرہ - یہ گزر اور گزروں سے بہت بڑا ہے - جتنی محلے اور کوچے اور بازار اندر دروازہ دہلی وزکی اور اکثر طرق و شوارع اندرون دروازہ اکبری ہیں - تا چورستہ رنگ محل اسی کی شاخیں ہیں - ایام سلف میں بموقع کوتوالی کہ اوسط گزر مذکور ہے ایک گانوں تھا جس کو زرہ بولتی تھی - جب وہ وسط شہر میں آگیا - وہ بستی اسی نام پر موسوم رہی -

گزر شیخ محمد اسحاق - مبتدا اس کا خضری دروازہ اور منتہا اس کا چورستہ متصل حویلی جنرل الٰہی بخش جس قدر طرق و شوارع چپ و راست میں ہیں اس کی متعلق ہیں -

گزر شہباز خان - جس قدر آبادی زیر دیوار جنوبی قلعہ بادشاہی ہے تا چورستہ جنرل الٰہی بخش مذکور اس کا ضمیمہ ہے -

گزر مانک چوک - سید مٹھے سے لغایت فصیل دروازہ ٹکسالی و شاہ برج ٹکسالی،

نام محلہ ہا و بستیہائی بیرون فصیل شہر

آبادی بیرون حصار شہر ستائیس گزر پر منقسم تھی - اور ہر ایک گزر مبنی بچند محلہ

وکوچہ وبرآمدہ و دکاکین و شوارع واسواق جو کہ بسبب نہ ملنے کسی کتاب معتبر کی مفصل حال نہیں لکھ سکتا۔ کہ کون کون گزر اور کون کون محلہ اور بستی متعلق فلاں فلاں گزر کی تھی۔ اس واسطے جو کچھ حال مجھ کو بملاحظہ صکوک دیرینہ documents معلوم ہوا۔ بموجب اس کی لکھا جاتا ہے۔

محلہ حاجی سوائی۔ بیرون موچی دروازہ لغایت موقع آبادی قلعہ گوجر سنگھ، یہ قلعہ گوجر سنگھ سمت ۱۸۵۵ میں گوجر سنگھ حاکم لاہور نے تعمیر کرایا۔ پہلے یہاں حویلی گوجر مل نامی کھتری کی تھی۔ اور پاس اس کی ایک سرائے تھی۔

محلہ طلا بخاری۔ بیرون دروازہ شاہ عالمین تھا۔ جس موقع پر کہ جو بھگت کا چوبارہ ہے، یہ جگہ اوسط میں تھی۔ پاس اس کے جانب جنوب ایک چورستہ تھا۔

محلہ پیر عزیز ہزنگ۔ جو کہ بالفعل بہ ضمن ہزنگ مشہور ہے۔ پیر ہزنگ جلال الدین اکبر کے عہد میں فقیر بابرکت اور امیر ذی عظمت تھا۔ اس نے اس موقع پر مکان سکنی معمور کیا تھا۔ اس واسطے اس بستی کا نام محلہ پیر ہزنگ مشہور ہوا۔ بعد ازانکہ آبادی بیرونی شہر ویران ہوئی۔ یہ بستی بطور موضع شہر سے علاحدہ ہو گئی۔ اور بتدریج اس کی گرد و جوار میں اور چند بستیں آباد ہوئیں۔ بموجب تفصیل ذیل:۔ کوٹ عبداللہ شاہ، کوٹ مہاراج پورہ، قلعہ ہرادو، قلعہ ہرا ترکمان، مبارک پورہ، بستی ہتران، محلہ نرت دلی، کوئی پور، بھوند پورہ، ڈرا نجالیکہ لاہور میں تین حاکم تھے۔ یہاں بھاگ سنگھ پای لنگ حاکم تھا۔ اور شخصہ اس کا لاہور سے علاحدہ، مہاراجہ صاحب کے عمل میں بھی اس کا شخصہ علاحدہ اور جمعدار خوشحال سنگھ کو تمام گاؤں بطور جاگیر مرحمت تھا۔

محلہ ابو اسحاق۔ جانب شرق ہزنگ ابو اسحاق فقیر نامی نبیرہ پیر عزیز ہزنگ

---

[1] حاشیہ پر مصنف نے لکھا ہے۔ محلہ زین خان بیرون دروازہ موچی پاس مقبرہ شاہ ابو المعالی کے اس موقع کو اب میدان زین خان کہتے ہیں۔ زین خان اکبر اور جہانگیر کی عہد میں بڑا بھاری امیر ہو گزرا ہے۔ مبتدا اس محلہ کا موقع نیا بھائی ہیا سنگھ سے تا موقع قبر فقیر تاجے شاہ تھا۔ دیکھو ص

تھا۔ جس نے بعد اکبر مرحوم ایک طرف محلہ پیر بہزنگ کے حویلی بنوائی۔ اس واسطے جس قدر آبادی اس کے گرد جوار میں ہوئی۔ اسی کے نام موسوم ہوئی۔ مقبرہ اس کا ہنوز ایک گوشہ موضع بہزنگ میں موجود ہے،

کوٹ کروڑی۔ جانب مشرق محلہ حاجی سوائی جس موقعہ پر مقبرہ شیخ موسیٰ لوہار کا ہی یہ جگہ درمیان محلہ مذکور کے تھی،

محلہ دُلاواری۔ گوشہ شمال و جنوب محلہ پیر بہزنگ کے تھا۔ جس موقعہ پر مقبرہ سید چراغ بخاری کا ہے۔ وسط محلہ تھا۔

قطب غوری۔ لاہوری دروازہ سے باہر تھا۔ جس جگہ قبر قطب غوری کی ہے یہ جگہ درمیان محلہ مذکور کے تھی۔ واضح رہی کہ یہ قطب الدین وہ شخص ہے جس کو اہل تواریخ قطب الدین ایبک لکھتے ہیں۔ جس نی ۶۰۲ھ میں بعد رحلت شہاب الدین محمد غوری کی تخت لاہور اور دہلی پر اجلاس فرمایا۔ جب یہی وہ اس جگہ دفن کیا گیا۔ اس بستی کا نام محلہ قطب غوری قرار پایا۔

لکھی محلہ۔ لاہوری دروازہ کے باہر قطب غوری کی جانب مغرب تھا اس جگہ ایک بازار عالیشان تھا۔ جس میں لاکھ پتی بیٹھتی تھی۔ اسی واسطے اس بستی کو لکھی محلہ کہتے تھے۔

رسول پور۔ پاس مقبرہ سید شاہ چراغ بخاری کے، اس محلہ میں اکثر سید رہتے تھے۔ اور انہوں ہی نے اس بستی کو آباد کرکے رسول پورہ نام رکھا تھا۔

چوک دارا۔ شاہ برج موچی دروازہ سی جانب مشرق ایک گولی بندوق کی مسافت پر داراشکوہ ابن شاہجہان نی بعد شاہجہان اپنی رہنی کو حویلی عالیشان اور بازار مربع اور درمیان میں اس کے چوک مقطع اور ایک باغ بہت عمدہ اور وسیع اور ایک کٹرہ مبنی بہ بیوت متعددہ بنوایا تھا۔ اس لئے بعد اس کے اس بستی کا نام

چوک دارا قرار پایا۔ اور تا وقتیکہ دارا شکوہ جیتا رہا یہ قطعہ نمونہ قطعہ بہشت رہا۔ بعد ویرانی ریاست ذوی الاسلام سکھوں نے یہاں سے لاکھا روپیہ دفینہ ان لوگوں کا جو یہاں رہتے تھے پایا اور عمارات دارا شکوہ سے ہزاروں روپیہ کا پتھر اور قسم جواہر ادتارا مہاراجہ صاحب کی عہد میں اکثر اینٹ اس کی خندق پر لگی۔ بعد اس کی کشمیریوں نے بہت فایدہ اٹھایا۔ سالہائے دراز تک اینٹ بیچتے رہے اور جن کو قسمت نے یاری دی ان کو کھنڈروں سے خزانہ ملا اور جس موقعہ پر خاص حویلی دارا شکوہ کی تھی تا خاتمہ ریاست سکھاں اس جگہ باروت سرکاری بنتا رہا اس عمل میں وہاں جیل زنانہ ہے اور جس جگہ پر باغ دارا شکوہ کا تھا وہاں اب محمد سلطان نے سرائے پختہ بنوایا ولکذا اسنے ایک طرف میں چھوٹا سا باغ بنوایا۔

محلہ جواہریاں۔ چوک دارا شکوہ کی جانب مشرق وجنوب میں جس کی جانب غرب و شمال میں محلہ حاجی سوائے تھا۔

محلہ شاہ کاکو۔ دیوار شرقی مسجد مقبوضہ بھائی گنڈا سنگھ گرنتھی الحال معروف شہید گنج سے محلہ نخاس تک کہ فاصلہ گولی بندوق پر گوشہ شرق وشمال میں تھا۔ شاہ کاکو ایک فقیر خدا پرست تھا جس کی قبر زیر دیوار شرقی مسجد مذکور ہے۔ اسی واسطے یہ بستی اسی کے نام پر موسوم رہی۔

نخاس مکان سرکاری بہ شکل سرائے معمور تھا۔ جو مغلوں کے دوران میں یہاں گھوڑے بکتے تھے۔ بہ سبب ناموری مکان کی بستی محلہ نخاس کہلاتی تھی۔ دروازہ نخاس کا جو کہ مانند دروازہ مسجد وزیر خاں بہت عمدہ وضع پر مقطع اور برنگ آمیزی کانسی و چینی وصنعت کاری وگلکاری متوجہ تھا۔ تا خاتمہ ریاست سکھاں کھڑا رہا جب محمد سلطان نے سرائے بنوائی وہ اینٹ یہاں کار آمد ہوئی۔

محلہ حاجی نالہ دروازہ دہلی سے نخاس تک نولکھا شاہ برج دروازہ زکی کے مقابل بجانب

شمال نواب علی مردان خاں نے تخمیناً دوسو بیگہ زمین پر باغ بنوایا تھا جس کا نام نولکھا رکھا پس بسبب ناموری باغ جس قدر آبادی اس کے پیرامن ہیں تھی اس کے نام پر موسوم ہوئی اب بھی اس قطعۂ زمین کو جس میں چند کوئیں زرعی ہیں نولکھا کہتے ہیں۔ مشخصہ بھی اس کا علاحدہ ہے اس باغ کی بارہ دری بھی اب تک موجود ہے جس کو سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ نے اپنی مرضی کے موافق ترمیم کرکے کوٹھی عالیشان بنوائی۔

سیدسر جس موقعہ پر بالفعل اسٹیشن ریلوے ہے اس کے پاس ایک تالاب تھا جس کو ایک سید نامی معروف پیر بہگا کے مریدوں نے بنوایا تھا۔ پیر بہگا فقیر آدمی تھا جس کے ہزاروں دولتمند مرید تھے اصلی نام اس کا سید عبدالخالق تھا بعد تیاری اس تالاب کے جس کو ہندی میں سر کہتے ہیں اس بستی کا نام سیدسر قرار پایا۔

کھوئی میراں۔ دہلی دروازہ سے جانب شمال فاصلہ ایک کوس پر اس جگہ پر ایک سید معروف میراں نے کھوئی لگوائی اور مکان بنوایا تھا جس کا نام کھوئی میراں مشہور ہوا۔ عمل چغتائیاں میں جب آبادی بیرون شہر اس موقعہ تک پہنچی اور متصل اس کے مکانات معمور ہو گئے تو اسی نام سے اس بستی کا نام زبان زدِ عوام رہا جن دنوں میں لاہور میں حکومت تین حاکموں کی تھی۔ لہنا سنگھ احد الحکام مذکورہ نے اس کو بطور دیہ آباد کیا اب بھی اس کا مشخصہ شہر سے الگ ہے۔

منڈوی شہزادہ پرویز۔ کھوئی میراں سے تھوڑے فاصلے پر جانب مشرق میں شہزادہ پرویز نے جو کسی بادشاہ چغتائی کا بیٹا تھا بنام خود منڈوی آباد کی تھی اور ایک بازار مربع اور حویلی عالیشان بنوائی اور اسی جگہ دفنایا گیا اس واسطے اس بستی کا نام منڈوی پرویز مشہور ہوا چشتی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ پرویز بیٹا شاہ جہان کا تھا جو کہ خورد سالی میں مرگیا۔

چوہٹہ سوداں کھوئی میراں سے جانب جنوب چوہٹہ بازار سوداں تھا اور اس

اس میں اکثر سود رہا کرتے تھے[1]۔

دروازہ مندر۔ پاس پڑاوہ بدھو گمہار کے جو کہ لاہور سے فاصلہ دو کوس تک جانب مشرق ہے ایک مندر ہنود کا تھا اور اس کا دروازہ بہت عمدہ وضع پر بنا ہوا تھا بس جو بستی اس کے قرب وجوار میں تھی اسی کے نام سے معروف تھی۔

بیگم پورہ۔ لاہور سے فاصلہ تین میل بر جانب شرق متصل موضع باغبانپورہ وبھوگی وال والدہ نواب خان بہادر نے مکانات سکنی تعمیر کرائے اور بیر امن الی کے چار دیواری پختہ بنوائی تھی بعد اس کے نواب خان بہادر نے لاکھوں روپیہ صرف کر کے کئی مسجدیں اور بازار اور چوک بنوائے اور چپ وراست میں اوس کے اوس کے لواحق اور اقارب وذریات نے مکانات سکنی تیار کرائے جن دنوں میں نواب خان بہادر صوبہ لاہور تھا۔ سب بستیوں سے اس بستی میں بہت رونق اور دولت تھی۔ نخاس سے بیگم پورہ تک ایک بازار تھا جس میں لاکھ پتی بیٹھتے تھے اور پہلے اس سے جس موقعہ پر بیگم پورہ معمور ہوا کوچہ تیلیاں تھا اب نہ بیگم پورہ ہے نہ کوچہ تیلیاں۔ ٹوٹے پھوٹے ہوئے چند مقبرے اور آثار مکانات ہیں اور کچھ نہیں۔

محل مشکی۔ درمیان بیگم پورہ اور شالامار کے مشکی ایک میراسی مقرب اکبر مرحوم تھا۔ اس نے بموقع آبادی موضع بھوگی وال حویلی بنوائی بسبب ناموری اس کی اس تمام بستی کا نام محل مشکی قرار پایا۔

تیلی وہڑہ۔ باغبانپورہ سے مغرب کی طرف اس میں اکثر تیلی رہتے تھے اب اس جگہ میں گورستان تیلیاں ہے۔

بڑھی پھلواری۔ جانب مغرب تیلی وہڑہ کے بڑھی اور ٹھٹی اور گڑھی قلعہ کو کہتے ہیں۔

محلہ گنج۔ متصل اسٹیشن ریلوے میانمیر اس کی جانب شمال ومغرب میں

---

[1] محمد یحییٰ تحقیقات چشتی صر ۳۸۲

مقبرہ بہادر خان کا کہ ہنوز ٹوٹا پھوٹا ہوا موجود ہے۔ محلہ مذکور کے درمیان میں تھا۔ یہی محلہ جانب مشرق مبتدا آبادی شہر کا تھا بعد زوال ریاست چغتائیاں ویران ہو کر بعد کئی برسوں کے پاس اس جگہ کے جانب مشرق بہ فاصلہ مسافت گولی بندوق ازسرنو آباد ہوا۔ اب موضع کہلاتا ہے اور ملکیت اس کی ارائیوں کو۔

ٹھٹی ابوالخیر۔ الحال معروف گڑھی شاہو لاہور سے گوشہ شرق وجنوب میں بہ فاصلہ ایک کوس، ابوالخیر فقیر تھا۔ اس نے اس جگہ پر سکونت اختیار کی اور کوٹھی بنوائی اس لئے اس بستی کا نام ٹھٹی ابوالخیر قرار پایا۔ ایام غدر سکھاں میں لوگ اٹھ گئے اور مکانات ویران ہو گئے۔ اس ویرانی کی حالت میں ایک راعی شاہو نامی نے ایہاں رہنا اختیار کیا۔ بعد اس کے گوجر سنگھ حاکم لاہور نے اس ویرانہ کو بطور دیہ آباد کیا اور ملکیت دیہ کے ارائیوں کو دی۔ جب سے گڑھی شاہو مشہور ہوا۔

بستی میانمیر۔ جانب شرق وشمال ومغرب مرزا میانمیر صاحب مرحوم جس قدر آبادی تھی بستی میانمیر کہلاتی تھی۔ حال میانمیر صاحب کا بیان مقابر میں لکھا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

دولت آباد۔ جانب مشرق محلہ پیر بہزنگ کے ساتھ ساتھ محلہ ابواسحاق کے قلعہ دولت آباد تھا۔ تعمیر اور آبادی اس کی وارثان سید عبد القادر ثانیؒ جس کا مقبرہ درمیان بستی مذکور کے تھا کرائی تھی۔ بعد اس کے بتدریج پاس اس کے سادات کرام نے اور چند قلعے آباد کئے۔ قلعہ میر محمودؒ۔ قلعہ میر ارشد خاںؒ۔ قلعہ میر کفایت خاںؒ۔ زاں بعد بعہد حکومت نواب خان بہادر وفرزندان نواب خان بہادر دو اور قلعہ تیار ہوئے۔ قلعہ میر نواب محمدؒ۔ قلعہ میر اکبرؒ۔ اب ان قلعوں اور بستیوں کا نام ونشان نہیں رہا۔ مگر ایک چاہ ہے جس کو چاہ میر والا کہتے ہیں۔ پہلے ان قلعوں کی اس جگہ کو محلہ وراجہ بولتے تھے۔ قلعہ میر یعقوب یہ قلعہ پاس دولت آباد مشرق وجنوب میں، حاجی پورہ طرف جنوب

لے یہ عبارت حاشیہ کتاب پر مصنف نے بعد میں بڑھائی۔

قلعہ میر یعقوب، قلعہ علی پور۔ پاس تالاب کنبواں کے مغرب وجنوب میں، بڑھی شاہپور مغرب میں بھلے پور کے*۔

خوجوں کا محلہ۔ پاس محلہ ابو اسحاق کی جانب شمال، بالفعل اس محلہ سے ایک مسجد ٹوٹی پھوٹی ہوئی ہے جس کو خوجوں کی مسجد بولتے ہیں۔

باغ نخلی۔ جس موقعہ پر تھانہ انارکلی اور عجائب گھر معمور ہے نواب وزیرخاں امیر شاہ جہان نے باغ بنوایا۔ جس میں ہزارہا اشجار تُبسر ورطب تھے اسی واسطے لوگ اس کو باغ نخلی بولتے تھے اور اسی نام سے تمام بستی موسوم رہی۔ بالفعل اس باغ سے چند درخت خرما اور ایک بارہ دری موجود ہے جس کو حکام نے کتاب گھر قرار دیا۔ اس باغ کے جانبِ مغرب باغ زیب النساء تھا اب اس موقع میں موضع نواکوٹ آباد ہے۔ اس باغ کے جانبِ شمال باغ انارکلی تھا۔ جس قدر آبادی ان باغوں کے گرد جوار میں تھی انہیں کے نام پر معروف تھی جانبِ شمال باغ انارکلی کے محلہ پیر بہاون تھا اب اس موقعہ پر امام باڑہ ہے۔

شیش محل۔ جانبِ شمال محلہ پیر بہاون، مزار مخدوم ہجویری کی اس محلہ کی طرف جنوب میں تھی۔ کسی بیگم نے بعہدِ سلاطین چغتائی شیش محل بنوایا تھا۔ اس واسطے اس تمام بستی کا نام شیش محل قرار پایا۔ اب اس کا نام ونشان نہیں مگر نام رہا، جمعبندی اس قطعہ کی لاہور سے علیحدہ ہے۔

تل بھوگا۔ جانب مشرق شیش محل کے تا دیوار فصیل غربی لاہور دروازہ ٹکسالی تک۔

محلہ شیخ اشرف۔ بھاٹی دروازہ سے لغایت موقع بنائے دار العدالت ضلع شیخ اشرف عہد عالمگیر میں بڑا بھاری عامل تھا۔ بیرون بھاٹی دروازہ اس نے مسجد عالیشان اور مکانات سکنی بنوائے۔ اس لئے اس بستی کا نام محلہ شیخ اشرف مشہور ہوا۔ جب وہ مرگیا تو قبر اس کی بھی اسی جگہ ہوئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے

وقت تعمیر خندق کے اس مسجد و دیگر عمارات شیخ اشرف کو بارود سے اڑا دیا اور نعش اس کی اس جگہ سے نکال کر میانی میں دفنائی۔

بند عالمگیری۔ مستی دروازہ سے تا موضع محمود بوٹی واسطے روک دریا اور حفاظت شہر کے عالمگیر نے بند پختہ بنوایا تھا اور بحکم بادشاہ ہر ایک امیر نے اس پر مکانات سیرگاہ اور عقب مکانات باغ جانفزای تعمیر کرائے۔ اس واسطے جو عمارت اس بند پر اور متصل اس کے ہوئی بند عالمگیر مشہور ہوئی۔

محلہ فدائی خاں۔ بیرون دروازہ اکبری نیچے فصیل شہر کے تا دروازہ دہلی، فدائی خاں امیر عالمگیر تھا۔ جس کے اہتمام میں مسجد بادشاہی تیار ہوئی۔ اس نے اس موقعہ پر مکانات سکنی بنوائے تھے۔ اس لئے اس تمام بستی کا نام محلہ فدائی خاں مشہور ہوا۔

پنڈ ڈھولاں۔ جہت شرق و شمال محلہ پیر مہر نگ۔ موقع مکان چلہ شاہ مقیم درمیان آبادی کے تھا۔

میانی۔ جہت مغرب و جنوب محلہ پیر مہر نگ جس قدر آبادی تھی میانی کہلاتی تھی۔ اگرچہ محلہ ہائے متعلقہ شہر سے الگ تھے۔ مگر بظاہر حال ضمیمۂ شہر تھا۔ مفصل حال اس کا بیان مقابر و امکنہ دیرینہ میں لکھا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

کبنوواڑہ۔ جانب شمال آبادی شہر جس موقع پر اب کوٹھی واکڈر (ڈاکٹر) ہتوی (کذا) صاحب کی ہے۔ بالفعل اس آبادی سے اب تالاب موجود ہے جس کو تالاب کبنواں بولتے ہیں۔ یہ آبادی بھی شہر میں داخل نہ تھی۔ مگر الگ بھی نہ تھی۔ (باقی)

ذکرہ شیخنا جمال الدین ابو الفضل احمد بن المعضا العبیدلی فی المشجر وقال: ھو ابو عبد اللہ محمد بن الحسین بن حمزۃ بن جعفر بن العباس بن ابراھیم الاعرابی بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب بن عبد المطلب الھاشمی الطالبی الجعفری وقال: کان فقیہاً فاضلاً، قال ومن انشادہ -

کانت مجالسنا للانس نبذ لہٗ
وللسرور وبسط الوجہ والمال
فصارت الیوم ما تعد ومجالسنا
دفع الھموم وشکوی البث والحال

۱۰۵۱ المرشد باللہ ابو الحسن یحیی بن الموفق باللہ ابی عبد اللہ الحسین بن اسماعیل بن زید بن الحسن بن جعفر بن الحسن بن محمد بن جعفر ابن عبد الرحمن بن القاسم بن الحسن بن زید بن الحسن بن علی بن ابی طالب الحسنی الزیدی الشجری الرازی -

ذکرہ تاج الاسلام ابو سعد السمعانی وقال کان مقدم الزیدیۃ، وکان عالماً ادیباً، سمع ببغداد ابا عبد اللہ محمد بن علی بن عبد اللہ الصوری والقاضی ابا القاسم علی بن المحسن التنوخی

سـہ توفی سنۃ ۴۸۴ھ تاریخ بغداد للخطیب ۲: ۱۰۲ والانساب ۳۵۶ * سـہ توفی سنۃ ۴۷۲ھ تاریخ بغداد ۱۴: ۲۲۱، ۱۴ الانساب ۱۱۳ -

وجماعة، قال: وذكر شیخنا محمد بن عبد الواحد
ابن محمد الدقاق الحافظ الاصفهانی فی رسالتِهِ
التی کتبها من بخارا: ورایت بالری من
الائمة والحفّاظ الکیا یحیی بن الحسین الحسنی
الملقب بالمرشد بالله وما رایتُ فی الفوائدِ
افضل منهُ وقد تقدم ذکرہٗ فی کتاب الراءِ
لانہ کان یلقب بالشیبد الرشد باللہ وتوفی بالری
سنة تسع وسبعین واربعمائة۔

۱۰۵۲ المرضّع ابو المکارم الفضل بن عبد القاهر
ابن علوی بن عبد القاهر بن علوی بن المهنا
المعرّی العدل۔

ذکرہ عماد الدین الاصفهانی فی کتاب خریدة
القصر وجریدة العصر وقال: المرضع
ابو المکارم جد ابی سلامة، وانشد له من
شعرہ:۔

لَیلی و لَیلی لفی نومی اختلافهما
بالطُول والطَول یا طوبیٰ لو اعتدلا
یجود بالطول لَیلی کلما بخلت
بالطّول لَیلیٰ وان جادت به بخلا

والنشد له فی الناظر ابن اخیه:۔

لہ محمود بن علوی المتوفی سنة ۵۰۵ھ، راجع فهرست
دوزی (ص ۲۴۰)

یا ابن اخی ان اردت ظلمی
واخذ ملکی بغیر حق
صبرت واللہ ذو امتنانٍ
ما عاش خلقٌ لغیر رزق

وانشد لہ فی ناصحٍ :-

لم انس دست حکیمٍ ابداہ یوماً لفصد
تُری المباضع فیہ قد نُضِّدت ای نضد
کمثل اقلام تبرٍ تمدّ من لا ورد

(۱۰۵۳) **المرضی** - المبارک شیخ بنی ہاشم ابو اسحاق ابراھیم بن المھدی محمد بن المنصور عبد اللہ العباسی الخلیفۃ -

قال محمد بن یحیی الصولی: وبایع اهل بغداد لابراهیم بن المھدی بالخلافۃ فی دارہ ببغداد وسموہ المبارک ثم سموہ المرضی، وذلک فی یوم الجمعۃ لخمس خلون من المحرم سنۃ اثنتین ومائتین فغلب علی الکوفۃ والسواد وخطب لہ علی المنابر وعسکر بالمدائن ثم رجع الی بغداد والحسن ابن سھل بواسط خلیفۃ للمامون فلم یزل ابراھیم مقیماً علی امرہ ببغداد یدعی بامرۃ المومنین ویخطب لہ علی منبری (کذا) بغداد وما غلب علیہ من السواد والکوفۃ و

لہ م ۲۲۴ھ الشذرات ۲: ۸۶ +

وصل المأمونُ من خراسان متوجهاً الی العراق وقد توفی علیّ بن موسی الرضا فلما قرب من بغداد ضعف امر ابراہیم وتفرّق اصحابهُ عنه ثم استتر وانقضی امرُہٗ، وکانت مدته من یوم بویع له الی یوم استتارہٖ سنة واحد عشر شهراً وخمسة ایام وکانت سنّهٗ یوم بویع له تسعاً[۱] وثلثین سنة وشهرین ومولدہ فی ذی القعدۃ سنة اثنتین وستین و مائة، واقام فی استتارہٖ ست سنین، وظفر به المأمون فی شهر ربیع الاٰخر سنة عشر ومأتین فعفا عنه واستبقاہ، وتوفی فی خلافة المعتصم بسُرّ من رای فی یوم الجمعة لتسع خلون من شهر رمضان سنة اربع وعشرین ومأتین[۲]،

(۱۰۵۴) المرضی ابوعثمان خلف بن راشد بن نصر الازدیّ المحدِّثُ

ذکرہ المقدسی فی کتاب الالقاب وقال: یروی عن داوٗد بن ابی هند ولم یزد،

(۱۰۵۵) المرضی محمد بن سعد بن عبد الله القرشی المقری -

(۱۰۵۶) المرضی - الرفیق - ابوجعفر محمد[۳] بن عبدالرحمن ابن یزید النخعی الزاهد

---

[۱] ا: تسع وثلثون ٭ [۲] توفی سنة ۲۱۰ھ الشذرات ۲۰۸:۱ ٭ [۳] راجع کتاب الکاف ص ۳۱۴ ٭

ذکرہ ابوعبد اللہ محمد بن سعد کاتب الواقدی فی کتاب الطبقات[1] فی الطبقۃ الثانیۃ من تابعی اہل الکوفۃ، وکان یقال لہ المرضی وکان یقال لہ الکیس وکان یقال لہ الرفیق، قال سفیان: وکان ثقۃ قلیل الحدیث[2]

(۱۰۵۶) المرعف یعرب بن قحطان بن عابر بن شالخ ابن ارفخشد بن سام بن نوح بن ملک الیمانی السلطان۔

قال ابن الکلبی: کان قحطان اول من ملک الیمن واول من سلم علیہ بابیت اللعن کما یقال للملوک وولد لقحطان یعرب ویقطان فنزلا ارض الیمن

(۱۰۵۷) المرھف ابوعبد اللہ الحسین بن نصر بن عبد اللہ النہاوندی القاضی۔

ذکرہ تاج الاسلام ابوسعد السمعانی فی الذیل وقال: کان المرھف من اہل نہاوند، ویعرف بابن الموھف ایضاً قدم بغداد قدیماً واقام بہا مدۃ طویلۃ وکان فقیہاً فاضلاً سمع ابا محمد الحسن بن علی الجوھری وابابکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب وابا محمد

---

[1] ج ۶ ص ۷۲، [2] ۷: تاج العروس (۱: ۳۷۶) وعقد الفرید (۲:۵۷) [3] (۳۶۳-۳۶۴ھ) الانساب للسمعانی ص ۳۴، و تاریخ بغداد للخطیب ۷: ۳۹۳)

عبد اللہ بن محمد الصریفینی و غیرهم، قال: وروی لنا عنه ابو جعفر معلی بن اسماعیل العلوی بسامرة، وسألت عبد الوهاب بن المبارک عن الموصوف فقال کان شیراً و کانت وفاته سنة تسع و خمسمائة و مولده سنة اثنتین و ثلاثین واربعمائة۔

(١٠٥٨) مرهف الدولة ابو الیمن غازی بن عبد الله العاضدی المصری الامیر

ذکره ابن الشعار فی کتابه وقال کان ادیباً شاعراً فارساً شجاعاً، کان یلقب بمرهف الدولة وله اشعار مجموعة و مدح الوزیر الملک الصالح طلائع بن رزیک بقصیدة اوّلها:۔

یا ماجداً اضحت الارزاق جاریة
علی یدیه بلا منٍّ ولا کدرِ

ومن غدا کعبةً للناس عاصمةً
من المخوف وعند المحل کالمطرِ

منها:۔

ومن له فکرةٌ کالشهب ثاقبةٌ
وعزمة کغرار الصارم الذکرِ

له نسبة الی صریفین قریتین احدهما من اعمال واسط والثانیة من اعمال بغداد و صاحبنا هذا منسوب الی الثانیة توفی سنة ٤٦١ھ الانساب ٣٥٢ والشذرات ٣: ٣٥٣ ثم ٥٥٦ھ، انظر الوفیات (١: ٢٣٨-٢٤٠)

فی ابیات،

(۱۰۵۹) **المرهف ابوالنصر فتح بن عبد الله الحبشی**

المرهف الحبشی کان من ارباب المروّات، وکان مقربًا عند الامام المستضیٔ بامر الله، وله اصحاب یترددون الی داره؛

(۱۰۶۰) **موهف الدولة ابوالفتح یارقطاش بن** عبد الله الترکی والی عکا،

کان من الفرسان الشجعان وکان والی عکا وله السیرة الحمیدة،

المیم والزای وما یثلثهما

(۱۰۶۱) **المزدلف عمرو بن ابی ربیعة بن ذهل الشیبانی الامیر**

[135 ھ / 136 ھ] عمرو بن ابی ربیعة بن ذهل بن شیبان بن ثعلبة بن عکابة بن صعب بن علی بن بکر بن وائل بن قاسط بن هنب بن افصی بن دعمی بن جدیلة بن اسد بن ربیعة بن نزار ابن معد بن عدنان الربعی الشیبانی، قال ابن الکلبی فی کتاب **جمهرة النسب**: سمی المزدلف یوم[1] تحلاق اللمم وهو یوم التحالق اویوم اغار ابن الحبولة السلیحی علی عسکر آکل المرار فجعل عمرو یومی برمحه وهو یقول: ازدلفوا قدر رمحی هذا فسمی المزدلف وامه هند بنت

---

[1] انظر اخبار یوم تحلاق فی العقد الفرید ج ۳ ص ۸۰ واخبار ابن الهبولة فیه ایضاج ۲ ص ۱۷ واخبار المزدلف فی تاج العروس (۶: ۱۳۱)؛

عامر بن مالک بن تیم اللہ بن ثعلبۃ، و ھی المعروفۃ بصائدۃ النعام،

(۱۰۶۲) المزکی ابو سہل محمد بن ابراہیم بن محمد ابن سعد ویہ الاصفہانی: المحدث

کان من اعیان الفضلاء والمحدثین روی عن ابی الفضل عبد الرحمٰن بن احمد بن الحسن الرازی المقری وطبقتہ، روی عنہ الحافظان ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ ابن عساکر الدمشقی وتاج الاسلام ابو سعد عبد الکریم بن محمد السمعانی وغیرہما!

(۱۰۶۳) المزمل ابو القاسم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب الہاشمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن القاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم المزمل، فی حدیث عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان اول ما بدی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصادقۃ فی النوم فکان لایری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح ثم کان یخلو بغار حراء فجاءہ الملک فقال لہ: اقرأ! فقال: لست بقاری، قال: فاخذنی فغطنی حتی بلغ الجہد منی، فی حدیث طویل، فرجع صلی اللہ علیہ وسلم ترجف بوادرہ حتی دخل علی خدیجۃ فقال زملونی زملونی: فزملوہ حتی ذہب عنہ

الروع، ثم قال لخديجة: مالی؟ فاخبرته الخبر، وانطلقت خديجة فاعلمت ابن عمها ورقة بن نوفل بن اسد بن عبد العزی وکان قد تنصر فی الجاهلیة، وکان یکتب الکتاب العربی وکان شیخاً کبیراً قد عمی فقالت له خدیجه: ای عمّ اسمع من ابن اخیک فقال ورقةُ بن نوفل: یا ابن اخی ماذا تری فاخبره رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خبر ما رای، فقال له ورقةُ: هذا الناموس الذی انزل علی موسیٰ ثم لم یلبث ورقةُ ان توفی وفتر الوحی فترة حتی حزن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم واراد ان یتردی من رؤوس شواهق جبال الحرم فکلما اوفی ذروة جبلٍ لکی یلقی نفسه تبدّی له جبرئیل فقال له یا محمدّ انک رسول اللہ حقًا فیسکن لذالک جاشهُ وتقرّ نفسه ویرجع فاذا طال علیه فترةُ الوحی غدا لمثل ذلک فاذا اوفی الی ذروة جبل تبدی له جبرئیل فقال له مثل ذلک،

(۱۰۶۴) **المزین ابوالحسین علی بن محمد** النیسابوری الصوفی کان من ظرائف العمونیة مسافراً لکثیر انشد:-

وكان خطُّ عذاره لمّا بدا
خيطٌ من الظلماءِ فوق صباحِ
وكأنّ نملاً فيه دبّت خطواتُه
في عارضيه فدبّ في الارواحِ

الميم والسين ومن يثلثهما -

(۱۰۶۵) المساعد محمّد بن المكرّم بن عبد الله الديلمي الاصفهسالار ذكره غرس النعمة بن الصابي في تاريخه وقال كان من كبار اصفهسالارية الديلم وادرك الدولة السلجقية وتوفي سنة ثمانٍ واربعين واربعمائةٍ

(۱۰۶۶) المسبّح عمرو بن عطيّة التيمي الصوفي - كان من محاسن الصوفيةِ متكلمًا صاحب عبادةٍ وعبارةٍ، رأيتُ من فوائده قوله :-

من كان يعلمُ ان الموتَ مُدرِكُهُ
والقبر مَسكَنُهُ والبعث مُخرِجُهُ
وانّه بين جناتٍ ستُبهِجُه
يومَ القيامةِ او نارٍ تُزعِجُه[1]
فكلّ شيئٍ سوى التقوىٰ به سمجٌ
ومن اقام عليهِ منه اسمجه

---

[1] نسخة اخرىٰ : ستنغصه، اشار اليها المصنف ؛

ترى الذى اتخذ الدنيا له وطنًا
لم يدرِ ان المنايا سوف تزعجه

(١٠٦٧) المستبصر ابو محمد عبد الله بن . . . [١]
العباسيّ الخليفة الاسود -

(١٠٦٨) المستجير بالله ابو محمد عيسى [٢] بن المكتفى على
بن المعتضد احمد العباسيّ الناجم بالجبال -
ذكره الحكيم ثابت [٣] بن سنان الحرانى المتطبب
فى تاريخه، وقال: ظهر بناحية ارمينية الوسطى
وتلقب بالمستجير بالله وبويع واطاعه جماعة
وخطب له بعدّة مواضع من ارمينية و
اذربيجان واجتمع عليه جماعة كثيرة فقبض
عليه وقتل فى - [٤]

(١٠٦٩) المستجير بالله ابو احمد محمد بن ابى على
عبد الواحد بن المقتدر جعفر العباسى
ذكره ابن الحسين ابن الصابى فى تاريخه، وقال: لمّا [٥]
خلع المطيع نفسه فى ايام فتنة الاتراك المعزية
ادعى ابو احمد محمد بن عبد الواحد الخلافة و

---

[١] بياض بالاصل - [٢] لم اظفر على ذكره والاقرب الى الصواب
بل الصواب - ان المتلقب بالمستجير واحد من ابنائه وقد ذكره
ابن الاثير فى الكامل (حوادث سنة ٣٢٩ هـ) [٣] م ٣٦٥ هـ وكان
طبيبا ومورخا، ر: معجم الادباء (٧: ١٤٢) [٤] بياض بالاصل؛
قال ابن الاثير: واخذ اسيرا فعدم فقيل انه قتل وقيل بل مات،
[٥] وكان ذلك سنة ٣٦٣ هـ، انظر الكامل (٨: ٢٥٢)

تلقب بالمستجیر باللہ، فلمّا استقرت الخلافة للطائع ابی بکر عبد الکریم اخذ فی طلبه وظفر به فقطع انفه وحبسه الی ان مات فی حبسه فی شهر ربیع الآخر سنة ثلاث وثمانین وثلثمائة، وخلّف[1] المستجیر باللہ ولداً اسود یضرب علی المغنیات۔

(۱۰۷۰) **مستخلص الدولة ابو الحسین ابراهیم ابن العباس بن الحسن الحسینی القاضی**

ذکره الحافظ ابو القاسم علی بن عساکر فی تاریخه وقال ولی القضاء بدمشق والخطابة فی ایام ابی تمیم معد المتلقب بالمستنصر باللہ نیابة عن قاضی قضاته ابی محمد القاسم بن عبد العزیز ابن محمد بن النعمان بعد عمّه ابی تراب الحسن ابن محمد بن العباس ثم عزل بابی الحسین یحیی ابن زید الزیدی ثم أعید الی القضاء وتوفی مستخلص الدولة فی شعبان سنة اربع وخمسین واربعمائة ودفن بباب الصغیر۔

(۱۰۷۱) **مستخلص الدولة ابو غانم بارتکین بن عبد اللہ الشاوری الاصفهسالار۔**

---

[1] ل: وخلف مکرراً۔ تکملة ج ۲ ص ۲۲۰، وفی عبارة المصنف زیادة لم تذکر ثمه.

ذکرہ ابن الصابی فی تاریخہ وقال: وفی جمادی الاولیٰ سنۃ اربعٍ واربع مائۃٍ امر الوزیر فخر الملک ابو غالب باستخراج المستخلص الی شہر زور مع ابی الحسن علیّ بن سابور الدیلمی فی جماعۃٍ من الدیلم والاتراک والسبب فی ذالک ان الاکراد تحرّکوا بالجبالِ واخافوا السبیلَ وجرت لھم ھناک خطوبٌ وحروبٌ الی ان تملّکھا طاھر بن ھلال بن [بدر] با

(۱۰۷۲) **مستخلص الدّولۃ** ابو نصر الحسن بن ثقۃ الدّولۃ یوسف بن عبد اللّٰہِ الصقلیّ صاحب صقلیۃ [136 b / 13 a]

ذکرہ الرشید بن الزبیر الاسوانی فی کتاب **جناتِ الجنان وریاض الاذھان**، وقال: کان عالماً بالادبِ کریماً ممدّحاً، وانشد للأدیبِ ابی الحسنِ علیّ بن محمد الربعی المعروف بابن الخیّاط الصقلی فی مدحہِ من قصیدۃ اوّلھا:-

موافقنا یوم الفراقِ مآتم
بکینا بھا حتی بکتنا الّلوائم
وحسبک من حالٍ ترق لھا العدیٰ
ویعدل فیھا جائر الحکم ظالم

منھا فی مدحہ :-

لہ بیاض بالاصل والتکمیل من تاریخ الکامل (۹: ۱۰۱) وفیہ المامۃ بالوقوعن غیر تفصیلھا

فحسبي بها مستخلص الدين وابنه
نصيرٌ[1] فان الكفر للدين واصم

(۱۰۷۳) **مستخلص الدولة ابوالمظفر عبدالرحمن**
ابن الحسن الكلبي الصقلي الامير،
ذكره ابوالحسين علی بن القطاع فی کتاب **الذخيرة فی محاسن اهل الجزيرة** وقال: له ترسلٌ عجيب ونظمٌ حلوا المعاني صحيح المباني، وانشد له :-

يا ائمّ من به فوادی صب
وعذابي بهم وان جلّ عذب
فارقوني فمت وجداً ولكن
لا بلوا بالفراق ممن احبّوا

وقد ذكره العمادُ الكاتب فی الخريدة واورد له اشعاراً،

(۱۰۷۴) **المسترشد بالله ابو منصور الفضل بن** المستظهر احمد بن المقتدی عبدالله العباسی الخليفة بالعراق - اُمّه ام ولدٍ تدعی ست السادة نزهة، مولده يوم الاربعاء رابع عشر شهر ربيع الاول سنة خمسٍ وثمانين واربع مائةٍ، وكان اشقر ازرق البشرة تام الطولِ، بويع له بالخلافة يوم وفاة والده فی الثالثِ والعشرين من شهر ربيع الاخر سنة

---

[1] ا: نصيراً، [2] ۵۲ر: فهرست دوزی (ص ۲۷۳)

اثنتی عشرة وخمس مائةٍ، وكان فصيحاً قد سمع
الحديث النبوی، وهو آخر من خطب علی منبر
وصلی بالناس صلاة العيد وتغيّر السلطان مسعود
وعزم علی قصد بغداد، فخرج لمحاربته وجرت
له امور يطول شرحها الی ان قتل بمراغة يوم الخميس
سادس عشر ذی القعدة سنة تسع وعشرين و
خمس مائةٍ ودفن بها وله شعر۔

(۱۰۷۵) المستضیٔ بامر الله ابو محمد الحسن بن
المستنجد يوسف بن المقتفی محمد العباسی الخليفة
بالعراق، امّه امّ ولدٍ اسمها غضة ارمينية،
مولده فی سادس عشر شعبان سنة ست وثلاثين
وخمس مائةٍ ولم يلِ الخلافة من اسمه الحسن وكنيته
ابو محمد سوی الحسن بن علی والمستضیٔ، وكان ابيض
اقنی الانف ازج الحاجبين، بويع له يوم توفی والده
يوم السبت تاسع عشر شهر ربيع الآخر سنة ست
وستين وخمس مائةٍ، وفی ايامه استخلصت مصر
من الادعياء وكان آخرهم العاضد بالله وخطب
له بمصر سنة سبع وستين وكانت وفاته فی ليلة
السبت سلخ شوال سنة خمس وسبعين وخمس
مائةٍ ومدة خلافته تسع سنين واياماً وكان عمره
تسعاً وثلثين سنة وشهرين۔

۱۰۷۶ المستظهر بالله ابو العباس احمد بن المقتدی

عبد اللہ بن محمد الذخیرۃ العباسی الخلیفہ بالعراق امہ ام ولدٍ تسمی خزامُ مولدہُ فی لیلۃ السبت خامس عشر شوال من سنۃ سبعین واربع مائۃٍ بویع لہ بالخلافۃ فی یوم الثلثاء تاسع عشر المحرّم سنۃ سبعٍ وثمانین واربعمائۃٍ وخطب لہٗ امیر المسلمین یوسف بن تاشقین بالمغرب فلما ظہر محمدؒ بن تومرت وتلقب بالمھدی قطعت خطبتہ ولہ الف حجۃُ الاسلام ابوحامد الغزالی کتابہ المعروف بالمستظہری، وکان فصیحاً بلیغاً، ولہ شعروفی ایامہٖ ظہرت دولۃ الملاحدۃ بالووذبار، وکانت وفاتہ لیلۃ الاحد السابع و العشرین من شہر ربیع الآخر سنۃ اثنتی عشرۃ وخمس مائۃٍ عن احدیٰ واربعین سنۃ وثلثۃ اشہر[1]

۱۰۷۷- المستظہر باللہ ابوالمطرف عبد الرحمن ابن ھشام بن عبد الجبار الاموی الخلیفۃ بالمغرب اُمہ اُمّ ولدٍ تسمّٰی عائۃ مولدہ ....[2] بویع لہ بالخلافۃ لثلاث عشرۃ لیلۃً خلت من رمضان سنۃ اربع عشرۃ واربع مائۃٍ ولہ اثنتان وعشرون سنۃً، ذکرہ علیّ بن بسّام فی کتاب الذخیرۃ وقال:

---

[1] (۴۱۰-۵۰۰)، الاعلام ۳: ۱۱۲۸ + [2] ۴۸۵ - ۵۲۲، وفات ۴۰۴۳ + [3] بیاض، بالاصل +

كان لبقاً ذكياً واديباً لوذعيًا وكانت مدة خلافته بقرطبة شهر واحد وسبعة عشر يوماً ، قال الفقيه ابو محمد بن حزم ثلاثة تسموا بالخلافة فيما توالى اربعين يوماً عبد الرحمن المستظهر وسليمان بن المرتضى ومحمد بن العراقي ، وقتل المستظهر لثلاث خلون لذي القعدة سنة اربع عشرة واربعمائة

۱۰۷۸) **المستعصم بالله ابو احمد عبد الله بن المستنصر**

المنصور بن الظاهر محمد العباسي آخر خلفاء بنى العباس امه السيدة هاجرة ادركت خلافته ومولده في سادس شوال سنة ثمان وستمائة في خلافة جده ابيه ، بويع له بالخلافة يوم وفاة والده يوم الجمعة عاشر جمادى الآخرة سنة اربعين وستمائة ، وكان اسمر اللون ازرج الحاجبين طاهر الحيا سهل الاخلاق وكان ملازماً لصوم الاثنين والخميس دائماً وحجت والدته ، وبلغت النفقة عليها في ذهابها ورجوعها مائة الف دينار ، ومن الحوادث في ايامه الغرق وحريق مسجد المدينة وروضة النبي صلى الله عليه وسلم ، وفي سنة خمس وخمسين وستمائة وصلت

ك و ك من ابناء عم عبد الرحمن النظر المعجب ج ۳ ص ۱۳۶، ۱۲۷ - ك

ك اخبار مبسوطة في الحوادث الجامعة ؎

الاخبار بتوجّهِ سلطان الارض هولاكو الى بغداد
فى عساكرٍ عظيمةٍ ورماها فى سابع عشر المحرم
سنة ست وخمسين وخرج الخليفة الى هولاكو
يوم الاحد رابع صفر فقتله بالسيف وقيل جعل
فى غرارة ورفس بالارجل الى ان توفى ومدة
خلافته خمس عشرة سنة وسبعة اشهرٍ وقُتل
ولداه احمد وعبد الرحمن واخذ ولده الاصغر
ابو العباس من المبارك اسيراً وعلى يده كان انقراض
دولة العباسيين ببغداد،

نقلت من خط مولانا نصير الدين ان هولاكو
استولى على بغداد صبيحة الاثنين ثامن عشرى
المحرّم وخرج عبد الرحمن ابن الخليفة يوم الثلثاء
تاسع عشريه وخرج الخليفة يوم الاحد رابع صفر
وحضر هولاكو الدار المثمنة واحضر الخليفة يوم
الخميس ثامن صفر وقتلوه بظاهر بغداد سابين
الوقف ليلة الخميس من صفر وقتل ابنه عبد الرحمن
بالقرب منه، وفى اليوم الثانى قتل ابنه الاكبر وانقرضت
الدولة العباسية وكانت مدتها خمسمائة ثلاثاً[1]
وعشرين سنة وعشرة اشهر ويوماً واحداً[2]،

(۱۰۷۹)، المستعصم ابو محمد عيسى بن عبد الله الكرخى المحدث

---

[1] ا: ثلاث، [2] ا: يوم واحد؛

ذکرہ الحافظ ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی فی کتاب الالقاب، وذکرہ الحافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی فی کتاب کشف النقاب، وقال: المستعطف هو ابوموسی عیسی بن مهران روی عنه ابوجعفر الطبری،

(۱۰۸۰) المستعلی بالله ابوالقسم احمد بن المستنصر معد ابن الظاهر علی، العلوی الفاطمی الحسینی الخلیفة بمصر

ذکرہ الفقیه ابوالحسن علی بن محمد بن ابی السرور ابن عبدالعزیز الروحی فی کتاب بلغة الظرفاء فی تاریخ الخلفاء وقال: ولد المستعلی فی العشرین من المحرم سنة سبع وسبعین واربعمائة، وبویع له یوم الخمیس الثامن عشر من ذی الحجة سنة سبع وثمانین واربعمائة، وکان حسن الطریقة جمیل السیرة ووقع الخلف بین ارباب دولته فی ان المستنصر انما عهد لنزار فلذلک تحیل وخرج من القاهرة وتلقب بالمصطفی لدین الله وهرب وجرت لهم خطوب وحروب وکانت وفاة المستعلی فی صفر سنة خمس وتسعین واربعمائة وکانت ولایته سبع سنین وثلاثة اشهر،

لہ ذکرہ فی کشف الظنون (۱: ۲۰۱) باسم بلغة الظرفا الی معرفة الخلفا لابی الحسن الدومی،

(١٠٨١) **المستعلی باللہ ابو عبد اللہ محمدؒ بن العالی ادریس ابن یحیی بن علی [بن] حمود العلوی الحسنی الخلیفۃ بالمغرب**۔

ذکرہ الغرناطی فی تاریخہٖ وقال: لما توفی العالی سنۃ ستٍ واربعین واربع مائۃٍ قام بامرہ بعدہٗ ولدہٗ محمد وتلقب بالمستعلی ولم یخطب لہٗ بالخلافۃ وعلی یدہٖ کان انقراض دولۃ الفاطمیین من آل حمود بالمغربِ، وفی سنۃ سبعٍ واربعین تغلب علیہ بادیس بن حبوس صاحب غرناطۃ واخرجہٗ من مالقۃ فجملۃ دولۃ الفاطمیین بالاندلس سبع سنین وسبع اشہر وثمانیۃ عشر یوماً والباقی من ھذا انما ھو تغلبٌ وفتنۃ ؎

(١٠٨٢) **المستعین باللہ ابو العباس احمد بن الامیر محمد بن المعتصم محمد العباسی الخلیفۃ بالعراق**۔ [ت 37 / 38]

امہ امّ ولدٍ اسمہا مخارق مولدہ بسرمن رای یوم الثلثاء سابع رجب سنۃ احدی وعشرین ومائتین بویع لہٗ یوم الاثنین لاربعٍ خلون من شہر ربیع الآخرِ سنۃ ثمانٍ واربعین ومائتین ولما دعی لیبایع قال: استعینُ باللہِ وافعل، فلقّب المستعین باللہ، وکان مسمنا صغیرا لعینین کثیر شعر اللحیۃ بوجنتہ خالٌ

؎: البیان المغرب لابن عذاری بحسب الفہرس۔

ولمّا تولی حبس المعتزّ والمؤیّد واستتب امرہ الی ان قتل باغر الترکی فاکبر ذلک الاتراک وھرب الی بغداد فبویع المعتز فی المحرم سنۃ احدی و خمسین وقامت الحرب بینہ وبین المعتز سنۃ وخلع المستعین نفسہ وقتل بالقادسیۃ بالقرب من سامرا فی صفر سنۃ اثنتین وخمسین ومأتین۔

(۱۰۸۳) **المستعین باللہ ابوعبداللہ احمد بن المؤتمن** یوسف بن المقتدی احمد بن سلیمان الجذامی الاندلسی ملک سرقسطۃ[۲]

ذکرہ فی کتاب قلائد العقیان وقال ملک سرقسطۃ والثغور واطاعہ الجمھور وکان خفیف الوطأۃ علی رعیتہ۔

(۱۰۸۴) **المستعین باللہ ابومحمد سلیمان** بن احمد بن محمد بن ھود الجذامی۔

ذکرہ محمد بن ایوب بن غالب الغرناطی فی تاریخہ[۱] وقال: تغلب علی سرقسطۃ والثغر الاعلی وکان المتغلب علی ذلک الثغر المنذر بن یحیی التجیبی الملقب

---

[۱] قتلہ سعید الحاجب انظر لترجمتہ تاریخ الخلفاء للسیوطی تعما ارضیہ بترجمتہ ولم اطالعہ کلہ فانظر بہ۔ عہ المسمّی لفرحۃ الانفس فی فضلاء العصر من اھل الاندلس، کشف الظنون (۲: ۱۶۰) [۲] انظر اخبار سرقسطۃ فی دائرۃ المعارف الاسلامیۃ ۳ا: ۱۳۴-۱۳۸)

بالمنصور ذی السیادتین ثم صارت الریاسة الی ابنه یحیی الملقب بالمظفر ثم صارت هذه الدولة لسلیمان بن احمد المستعین فکان من قواد المنذر ابن یحیی ولما توفی ولی ابنه احمد بن سلیمان وهو المقتدر ثم ابنه یوسف المؤتمن ثم ابنه احمد بن یوسف المستعین المذکور ثم ابنه عبد الملک عماد الدولة ثم ابنه احمد وهو سیف الدولة وعلیه انقرضت دولتهم علی رأس الخمس مائة،

(۱۰۸۵) المستعین بالله ابوایوب سلیمان بن المستنصر الحکم بن الناصر لدین الله عبد الرحمن الاموی الخلیفه بالمغرب۔

قد تقدم ذکره فی کتاب الظاهر وانه ولی یوم الجمعة لست خلون من شوال سنة تسع وتسعین وثلثمائة ولم یزل یجول بعساکر البربر فی بلاد الاندلس ینفسد وینهب الی ان دخل قرطبة فی الیوم الخامس من شوال سنة ثلاث واربعمائة فقتل هشاما المؤید واقام المستعین بقرطبة مستولیا علیها الی ان قتل فی المحرم سنة سبع واربعمائة وکان من جملة جنده

لہ م ۱۰۳۸ھ، کما ذکرہ صاحب المقالة فی دائرة المعارف الاسلامیة وذکر انہ سلیمان بن محمد بن ھود مؤسس عائلة بنی ھود، لہ ا: تسع، وانتیجہ من دول الاسلام (۱: ۲۲۵)، وتحدید المصنف دولتہ بثلثة اعوام نیشی نقص عن حرکة القلم۔

رجلان من ولد الحسن بن علیؓ بن ابی طالب یتسمیان القسم و علیاً ابنی حمود فقام علیه علیؓ بن حمود فقتله وکانت مدۃ سلیمان منذ دخل قرطبۃ الی ان قتل ثلثۃ اعوام وکان قد ملکها قبل ذلک ستۃ اشهر، وله شعر،

(١٠٨٦) **المستغفر ابو محمد عبد العزیز بن محمود بن علیؓ البجلی المحدث**

حدثت بسندہ الی ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: نعم صومعۃ الرجل بیتہ یکف فیہ بصرہ وسمعہ ولسانہ وقلبہ، قال: الصومعۃ من قولہم رجلٌ اصمع ای لاصق الاذنین وکلُّ منضمٍ فهو متصمعٌ، وسمیت الصومعۃ من هذا الانضمام طرقها وقال الحسن البیوت صوامع المومنین، وقال سفیانؒ: اوحشت الدنیا واستوحشت وما اراها تزداد الا وحشۃ

(١٠٨٧) **المستقیم ابو عمرو عثمانؒ بن عبد الملک المکی المحدث**

ذکرہ ..... ابو الفضل محمد بن طاهر المقدسی فی کتاب الالقاب، وذکرہ الحافظ ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن الجوزی، وقال: المستقیم لقب عثمان بن عبد الملک المکی روی عن سعید بن المسیب

مصادر: تهذیب التهذیب (٧: ١٣٦)

(۱۰۸۸) المستکفی باللہ ابو الربیع سلیمان بن الحاکم ابی
العباس احمد[1] بن ابی محمد الحسن بن ابی بکر محمد
ابن علی یعرف بالقبی بن الراشد باللہ بن المسترشد
ابن المستظہر العباسی الخلیفۃ بمصر

قد تقدم ذکر والدہ فی کتاب الحاء وولی سلیمان بعد ابیہ وتلقب
المستکفی باللہ وبایعہ الامراء بمصر والرعیۃ
ولم اعلم من حالہ شیئاً لاورد فی ترجمتہ،

(۱۰۸۹) المستکفی باللہ ابو القسم عبد اللہ بن المکتفی
علی بن احمد المعتضد بن ابی احمد العباسی الخلیفۃ
بالعراق

امّہ امّ ولدٍ تسمی غصن لم تدرک خلافتہ ومولدہ
فی رابع صفر سنۃ اثنتین وتسعین ومائتین، وبینہ
وبین ابیہ المکتفی اربعۃ خلفاء، وہم المقتدر و
القاہر والراضی والمتقی، وہو الخامس بویع لہ
بالخلافۃ یوم خلع ابن عمہ المتقی فی صفر سنۃ ثلاث
وثلاثین وثلثمائۃ وعمرہ اذذاک اربعون سنۃ
ولم یل الخلافۃ بعد المنصور الی زمانہ

---

[1] من العباسیۃ بمصر الذین تولوا بعد وقعۃ بغداد دولۃ سنۃ ۶۵۸ھ
وتولی الخلافۃ وخل الامامۃ سنۃ ۷۰۱ھ وتوفی سنۃ ۷۴۰ھ، ر: تاریخ
الخلفاء للسیوطی (ص ۴۹۷-۵۰۱)، [2] قال السیوطی انہ احمد بن ابی علی الحسن
القبی بضم القاف وتشدید الموحدۃ ابن علی بن ابی بکر بن الخلیفۃ المسترشد
تاریخ الخلفاء (ص ۴۹۰)

اسنّ منه، وخلع يوم ثالث عشر جمادی الاخرۃ من سنۃ اربعٍ وثلاثین وثلثمائۃ، وکانت مدۃ خلافته سنۃً واربعۃ اشھر، وذلک انّه لمّا مات توزون الترکی امیر الامراء ببغداد اجتمع الجیش علی محمّد بن شیرزاد الی ان ورد الخبر باستیلاء بنی بویه، وانّھم علی قصد العراق، وھم ثلٰثۃ اخوۃ علیّ والحسن واحمد ولقّبھم المستکفی باللّٰہ لقب علیّا الاکبر عماد الدولۃ، والحسن رکن الدولۃ، واحمد معزّ الدولۃ[1]، ولم یزل المستکفی محبوساً الی ان توفّی یوم الخمیس سادس عشر شھر ربیع الآخر سنۃ ثمانٍ وثلاثین وثلثمائۃٍ ومن شعر المستکفی باللّٰہ ما ذکرہ الصاحب ابن عبّاد:-

فکم عثرۃٍ لی باللّسان عثرتُھا
تفرق من بعدِ اجتماعٍ بھا شَملی
یصابُ الفتیٰ من عثرۃٍ بلسانہ
ولیس یصاب المرءُ من عثرۃِ الرِّجل

(١٠٩٠) المستکفی باللّٰہ ابو عبد الرحمٰن محمد بن عبد الرحمٰن

---

[1] کلام المصنف غیر تام وتمامه ان معز الدولۃ بعد التمکن فی بغداد حجر علی الخلیفۃ ولم یزل علی سیرته المغیر المرضیۃ حتی خلعه؛ ر: تاریخ الخلفاء ص ٤٠٧، ٤٠٨؛ ر: دول الاسلام (١: ٢٢٦) والبیان المغرب (ج ٣) بحسب الفھرس)۔

ابن عبید اللہ بن الناصر لدین اللہ الأموی الخلیفة بالمغرب۔

أمّه أم ولد تسمی حوراء مولده سنة ست وستين و ثلثمائة، وكان ربعة أشقر ازرق العينين أشم مدوّر الوجه ضخم الجسم وكانت العامّة تلقبه بالخوبية (كذا) وبابی زبيرة، ومن العجائب انه اتفق مع الخليفة العراقی فی اللقب وفی كنية الخلافة فانه ولی سنة و اربعة اشهر واياماً وفی كنية العمر، بويع له بالخلافة بعد قتل المستظهر بالله يوم السبت لثلاث خلون من ذی القعدة سنة اربع عشرة واربع مائة و خلع عن الخلافة بقرطبة يوم الثلثاء لخمس بقين من شهر ربيع الاول سنة ست عشرة واربع مائة وكان سبب موته ان الوحبال الذين سار وامعه الى الثغر عند خلعه اتّهموه باموال جسيمة وجواهر فاغتالوه وقتلوه طمعاً فی امواله، وفی رواية انهم سقوه سمّاً۔

(۱۰۹۱) المستنجد بالله ابوالحسن عبد الله بن المستظهر احمد بن المقتدی عبد الله العباسی لم يتم امره۔

ذكره النقيب تميم الدين قثم بن طلحة الزينبی فی تاريخه وقال: لمّا توفی المستظهر بالله سنة اثنتی عشرة وخمسمائة بايع ولده ابوالحسن عبد الله ونزل من الروشن الی دجلة وصحبه ابن المهلّب احد الاشراف

ـــه كذا فی الاصل ولم اتمكن من تو ثيقه۔

وانحدر الی المدائن واجتمع بابی محمد الحلوی،
ثم قصد دبیس بن صدقة بالحلة، فلما نزل به تلقاه
بالاکرام ولما عرف المسترشد امره لقد شرف الدین
علی بن طراد الزینبی الی دبیس فی امر الامیر ابی
الحسن فکان جوابه انی اردت ان ابایع فاتانی الخدم
بالسیوف المسلولة فخفت علی نفسی فقصدت هذا
الامیر اقیم عنده آمناً علی نفسی، فقال له: تبایع
لامیر المومنین اخیک فبایع، فعاد شرف الدین
واقام ابو الحسن عند دبیس وفی صفر سنة ثلاث
عشرة وردت الاخبار بانه خرج من الحلة و
اجتمع علیه الناس وکاتبه السلطان سنجر بن
ملکشاه وقوی امره وجرت له امور وخطوب و
تلقب بالمستنجد بالله وان دبیس اخذه و نقله
الی بغداد وکان مدة خروجه الی حین عوده احد
عشر شهراً واقام عند اخیه وکانت وفاته فی
شهر رجب سنة خمس عشرة وخمسمائة -

(۱۰۹۲) **المستنجد بالله ابو المظفر یوسف بن المقتفی**
[138
139] **محمد بن المستظهر بالله احمد العباسی الخلیفة**
بالعراق -

امه ام ولد تدعی طاووس ادرکت خلافته مولده
یوم الاحد عشرة شهر ربیع الاول سنة ثمان عشرة
وخمسمائة وکان ملیح الصورة بیاض شرب بحمرة

ازج الحاجبين كنقة الثمية بويع له بالخلافة يوم الاحد
ثانی شهر ربیع الاول سنة خمس وخمسين وخمسمائة
يوم وفاة ابيه تولى اخذ البيعة له وزير ابيه عون الدين
يحي [بن] محمد بن هبيرة وكانت ايامه ايام خصب
ورخاء وكان فاضلا متواضعا شاعرا ولسعد الدين
ابن شبيب الطيبي من قصيدة [فيه]

اصبحت لب بنى العباس كلهم
ان عددت بحروف الجمل الخلفا

وكان سبب موته انه مرض واشتد مرضه وخانه
استاذ الدار عضد الدين بن رئيس الرؤسا
وقطب الدين قايماز اتفقا ووضعا الطبيب على ان
يصف له ما يؤذيه فوصف له دخول الحمام فلما دخله
اغلق عليه الباب فمات وذلك في ثامن شهر ربيع
الاخر من سنة ست وستين وخمسمائة من ثمان
واربعين سنة وكانت خلافته احد[ى] عشرة
سنة وشهرا وايامًا، ودفن بالرصافة؛

(۱۰۹۳) المستنصح ابو البركات بن المناصح -
ذكره ابن الصابى فى تاريخه وقال وكان ينوب د
والده فى عسكر الديلم ولقب المستنصح فى سنة احدى -
واربعمائة؛

(۱۰۹۴) المستنصح ابو الفتح حبيشات بن عبد الله
الليالى البغدادى النائب -

ذکرہ ابن الصابی فی تاریخہ وقال: وفی سنۃ ثمان وثلاثین واربعمائۃ کثرت العملات بجانبی مدینۃ السلام وطالب الوزیر ذو السعادات ابالیعلی ابن التوی بکشف ہذہ العملات وارتجاع الماخوذ وتوعدہ ان لم یفعل فاستخدم فی المعونۃ حسبنا ت اللبان وضم الیہ الرجال والاعوان فاستقام البلد بہ وکان عارفاً بالاحوال فخلع علیہ وحمل علی فرس وجرّ بین یدیہ ترس ونا وبینات ولقب المستنصح ودام علی عملہ،

(۱۰۹۵) المستنصر باللہ ابو محمد الحسن بن المعتلی باللہ یحیی بن الناصر لدین اللہ علیّ بن حمود العلوی الحسنی الخلیفۃ بالمغرب

ذکرہ الخرناطی فی تاریخہ وقال: لما توفی المتاید باللہ ادریس بن علی بن حمود ووصل خبر موتہ الی نجا الصقلبی بسبتۃ رکب البحر ہو وحسن بن علیّ الی مالقۃ لیرتب لہ الامر فلما وصلا الی مرسی مالقۃ علی ثمانیۃ عشر میلاً دخل نجا وحسن مالقہ واجمع الیہا من بہا من البربر فبایعوا الحسن بالخلافۃ وتلقب بالمستنصر وقتل ابن

سلہ ۱: البیان المغرب ج ۳ ص ۲۱۶ ودول الاسلام ۲:

۲۵؎

عمه یحیی بن ادریس، ورجع نجاء الخادم الی سبتة
وترك مع المستنصر رجلاً کان من النجار یعرف
بالشنطیفی، وکان نجاء الخادم شدید الثقة به فبقی
معه نحواً من سنتین وکان المستنصر متزوجاً بابنة
عمه ادریس فقیل انها سمته اسفاً علی اخیها۔

(۱۰۹۶) المستنصر بالله ابو العاص الحکم[1] بن الناصر
عبد الرحمن بن محمد الاموی الخلیفة بالاندلس
امه مرجان الرومیة مولده یوم الجمعة لست
بقین من جمادی الاخرة سنة اثنتین وثلثمائة
وبویع له یوم مات ابوه لثلاث خلون من شهر
رمضان سنة خمسین وثلثمائة وکان اصهب اعین
اقنی جهیر الصوت محباً للعلم فقیهاً عالماً بالانساب
حافظاً للتواریخ جماعاً للکتب وفی ایامه ضربت
الدنانیر الجعفریة تبراً خالصاً وهو العاشر من
خلفاء بنی امیة بالاندلس، وتوفی یوم السبت
لثلاث خلون من صفر سنة ست وستین و
ثلثمائة عن ثلاث وستین سنة وسبعة اشهر،
ومدة خلافته خمس عشرة سنة وخمسة اشهر و
ثلثة ایام۔

(۱۰۹۷) المستنصر بالله ابو تمیم معد[2] بن الظاهر علی

---

[1] دول الاسلام (۱: ۲۲۰) [2] دول الاسلام (۱: ۲۴۰-۲۴۲)

بن الحاکم العلوی الحسینیؒ الخلیفۃ بمصر،
مولدہ فی سادس عشر جمادی الآخرۃ سنۃ عشرین
واربعمائۃ، وکان حسن السیرۃ جمیل السیرۃ محبا
للعدل والانصاف ومتی فی اکثر اوقاتہ من الاضداد
بالعناد والاختلاف وکان فی ایامہ بالدیار المصریۃ
غلاء الاسعار وفی ایامہ ثارت الفتنۃ من بنی حملان
وکان ملکہ مشتملاً علی افریقیۃ ومصر وتہامۃ
ونجد والیمن وا لنوبۃ والشام وخطب لہ
البساسیری بالعراق لما خرج علی القائم سنۃ احدی و
خمسین، وولی الامر بعد وفاۃ ابیہ وعمرہ سبع
سنین وشہران فی النصف من شعبان سنۃ
سبع وعشرین واربعمائۃ، وتوفی فی لیلۃ عید
الغدیر ثامن عشر ذی الحجۃ سنۃ سبع وثمانین
واربعمائۃ وعمرہ سبع وستون سنۃ وستۃ
اشہر ومدۃ خلافتہ ستون سنۃ واربعۃ اشہر
ولم یل احدٌ من الخلفاء والسلاطین الی یومنا
ھذہ المدۃ۔

(۱۰۹۸) المستنصر باللہ ابوجعفر منصور بن الظاہر
محمد بن الناصر احمد العباسی الخلیفۃ بالعراق۔
امہ ام ولد تسمی اخشو ولم تدرک خلافتہ مولدہ
یوم الاربعاء ثالث صفر من سنۃ ثمان وثمانین
وخمسمائۃ، بویع لہ بالخلافۃ یوم توفی والدہ یوم

الجمعة ثالث عشر شهر رجب سنة ثلاث وعشرين
وستمائة وكان ابيض اللون وسيع الصدر معتدل
الخلق جواداً محباً للعلوم ومن اجل فضائله التى
لم يسبق اليها انه امر بانشاء مدرسة على شاطئ
دجلة وجعلها وقفاً على المذاهب الاربعة
ووقف عليها وقوفاً حاصلها نحو من ستين الف
دينار لا يليق البسط فى شرحها فى هذا المختصر
وله من الخيرات والصدقات ما هو مذكور
فى كتب مصنفة وتوفى بكرة الجمعة عاشر جمادى
الآخرة سنة اربعين عن احدى وخمسين سنة
وكانت مدة خلافته ست عشرة سنة وعشرة
اشهر وسبعة وعشرين يوماً،

(١٠٩٩) المستهام ابو الحسن بن عبد الله-بجرت لجلدم المتنبى-الحلبى الشاعر

كان شاعراً فاضلاً يلقب بالمستهام وكان يحفظ معظم
شعر المتنبى ومن عاصره من الشعراء انشد
لابى نواس :-

له انظر التفاصيل عن المدرسة المستنصرية فى الحوادث
الجامعة (ص ٥٣-٥٩)-له سماه الثعالبى ابا الحسين وذكر نبذة
من اشعاره ٢٠٢: تتمة اليتيمة

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
ھرقت	أھدامِ	بسیط	۱۶	۸۶ (= ۱۷ : ۱۱۴)
کأنّ	أھضامِ	″	۱۶	۹۹ (= ۱۸ : ۲۲۴)
قالت	لِأقوامِ	″	۱۸	۲۶۲
یأبی	إحکامِ	″	۱۸	۲۶۳
ھل	مہرامِھا	″	۱۵	۱۴۸
وأبّ	تجّبیمِ	″	۱	۱۹۹
عرکرت	تأویمِ	″	۲	۴۰ (= ۷ : ۱۱۲ ، ۱۴ : ۳۵)
اذا	أصلامیمِ	″	۶	۲۵۷
حتی	الجواثیمِ	″	۷	۳۰ (= ۱۳ : ۳۴)
ھیھات	العیاجیمِ[1]	″	۱۰	۴۸
فآمنو	مختومِ	″	۱۱	۱۱
کأنّی	مھیومِ	″	۱۱	۲۱۹
یحجّھا	معکومِ	″	۱۲	۲۴۳
سلاءة	مُعجُومِ[2]	″	۱۴	۱۸
کما	بالأیاویمِ	بسیط	۱۴	۲۷۸
وخوّة	لِتَنعیمِ	″	۱۴	۳۲۱
اذا	الأباھیمِ	″	۱۴	۳۲۶
کلّ	حُمیمِ	″	۱۵	۴۴
کأنّی	بتکلیمِ	″	۱۵	۳۹۱
ماذا	کرزیمِ	″	۱۵	۴۲۰
عاری	ھُویجِمِ	″	۱۶	۱۰۸ (= ۱۷ : ۴۰۲)
ھیھات	مَلمُومِ	″	۱۷	۴۰۹
أسلمتموھا	کالمومِ	″	۲۰	۱۶۳
اِنّ	یحُبیھا	″	۲۰	۳۷۴
مشتمرین	والطُّعُما	″	۱۵	۳۵۸
فبادرت	نُعُما	″	۲	۲۶۲
أنضیتھا	ولاکما	″	۱	۲۲۰
کأنھا	والعَنَما اور والغَنَما	″	۲	۲۷۳ (= ۱۵ : ۳۳۱)
وإن	الفُطُما	″	۵	۲۱۸ (= ۱۳ : ۴۴ ، ۱۵ : ۳۵۲)

[1] انظر ایضا (۱۵ : ۳۲۵) ۔ [2] انظر ایضا (۱۶ : ۴۰۰)

صدرالبیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
فی	اِنّتسما	بسیط	۶	۱۲۴ (ر
				۱۵: ۱۳۳،
				۲۰: ۱۴۸)
یاقومنا	القدما	〃	۶	۲۲۴
تُوضعُ	فطما	〃	۷	۲۸۹
اُوذی	زنیما	〃	۸	۴۱۱
یُنبئک	علما	〃	۹	۳۳ (ر
				۱۸: ۱۳۰)
اذا	ضجما	〃	۱۰	۳۹۰ (ر
				۱۵: ۲۴۵)
مولیً	الغمّا	〃	۱۲	۲۴۳
خیلٌ	اللجما	〃	۱۲	۳۵۷ (ر
				۱۵: ۲۴۴)
انّی	الادما	〃	۱۴	۳۳۷
بانت	اضما	〃	۱۴	۳۵۶
کادت	نغما	〃	۱۵	۱۰
مالی	رذما	〃	۱۵	۱۲۸
باتت	زنیما	〃	۱۵	۱۷۱
تقول	نعما	〃	۱۶	۶۹
صحب	شبما	〃	۱۶	۲۲۴
وھبت	صرما	〃	۱۳	۱۴ (ر
				۱۵: ۲۳۰)

صدرالبیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
تجیدُ	الحزما	بسیط	۱۷	۶۴
ولم	السقما	〃	۱۷	۳۷۵
وغیر	ما اختدما	〃	۱۹	۵۱
تُھدی	حلّاما	〃	۳	۲۶۴
سُلافة	مَلثوما	〃	۲۰	۱۹
اُھلی	العلمُ	〃	۶	۲۰۹
ینصفُها	السّلمُ	〃	۱۲	۲۳۰
کانّ	اُمَمُ	〃	۱۴	۲۹۴
ھو	الحلُمُ	〃	۱۴	۳۶۹
لمّا	الحلُمُ	〃	۱۴	۳۶۹
حتی	یَنَمُ	〃	۱۶	۷۹
یاایُّھا	تعلمُ	〃	۱۹	۷۵
فی	حمیمُ	〃	۶	۴۱۹
انا	تمیمُ	〃	۱۳	۲۷۷
یابنت	بالقدومُ	〃	۱۵	۳۷۱
یزین	یُلمُّ	وافر	۵	۲۳۲
فلا	ظُلَمُ	〃	۱۵	۱۲۳
تعرّض	السّلامُ	〃	۱	۲۴۱ (ر
				۳: ۳۵۳،
				۱۵: ۱۸۸ ع)

صدر البیت	قافیتہ	بحرہ	مجلد	صفحہ
وناخذ	سنام	وافر	۱	۲۴۲ (=
				۳۷۶)
لقد	شام	،،	۲	۱۷
ویوم	أوام	،،	۳	۶۰
ومرکضۃ	الغلام	،،	۳	۱۳۴ (=
				۹: ۱۸،
				۲۰)
الا	ینام	،،	۴	۲۷۲ (=
				۱۲: ۴۸)
اذاما	غلام	،،	۴	۴۸۶
تکنتا	الغیام[1]	،،	۶	۳۶
ولکبراء	اقتثام	،،	۶	۱۲۸
فان	غرام	،	۶	۴۴۶ (=
				۱۹: ۳۴۹)
تموون	حرام	،،	۷،۱	۳۰
ولست	النیام	،،	۷	۳۳۱ (=
				۱۳: ۱۷۴)
أتذکر	البشام	،،	۹	۲۲ (=
				۱۴: ۳۱۷)

صدر البیت	قافیتہ	بحرہ	مجلد	صفحہ
تمخضت	تمام	وافر	۹	۱۹۷ (=
				۱۳: ۱۸۷،
				۱۷: ۳۴،
				۱۸: ۵۰)
یتعطن	فدام	،،	۹	۱۳۷
اذا	فتام	،،	۹	۲۴۲
ألا	السلام	،،	۱۰	۵۸
وصاحبها	بغام	،،	۱۰	۹۸
یقرع	السلام	،،	۱۰	۱۳۸
بنی	الحمام	،،	۱۲	۱۰۲
علی	صرام	،،	۱۲	۱۰۴
أفی	تنام	،،	۱۳	۴۳۱
وکان	أنام	،،	۱۴	۲۷۱
جزی	اثام	،،	۱۴	۲۷۱
ألا	زمام	،،	۱۴	۲۷۴
تعنز	احتمام	،،	۱۵	۴۲
رمونی	فخاموا	،،	۱۵	۸۴
اذا	فاستداموا	،،	۱۵	۱۰۳
وأرض	السهام	،،	۱۵	۲۰۲

[1] انظر ایضا (۱۵: ۳۴۳)

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
فباتَ	الظَّلامُ	وافر	۱۵	۲۲۹
ألا	صُوامُ	״	۱۵	۲۳۰
خَبِیلٌ	السَّلامُ	״	۱۵	۲۴۰
أرى	ضِرامُ	״	۱۵	۲۴۷
وکُنتُ	والطَّغامُ	״	۱۵	۲۶۱
وانا	عُوامُ	״	۱۵	۲۸۸
تَقُولُ	عِیامُ	״	۱۵	۳۲۸
أعانَ	تُؤامُ	״	۱۵	۳۳۶
أصبحَ	هِشامُ	״	۱۵	۳۵۹
اذاما	القُذامُ	״	۱۵	۳۷۲
رَأَیتُکُمُ	اللِّحامُ	״	۱۶	۷۲؛
(راو رأیتکمو)				۱۸: ۲۴۷،
				۱۹: ۲۱۱)
بَذَلنا	حُسامُ	״	۱۷	۳۱۱
مَتى	الخِیامُ	״	۱۹	۶۸
سَبَینا	خِتامُ	״	۱۹	۱۳۵
أتَسألُنی	تُضامُوا	״	۱۹	۱۳۸
وباتَت	الثَّغامُ	״	۲۰	۱۶۹
وما	فِسامُ	״	۲۰	۱۸۹
فَطَلِّقها	الحُسامُ	״	۲۰	۳۵۸

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
تَخَرَّقَ	أدِیمُ	وافر	۱	۴۵
عِبادُكَ	الذَّمُومُ	״	۱	۶۰
فَلَمّا	هَضُومُ	״	۱	۱۶۶
فلا	رُؤُومُ	״	۱	۲۱۵؛
(اوروما)				۳: ۴۸۲،
یَصُوعُ	الغَرِیمُ	״	۲	۵۷؛
(راو یَصُوغُ)				۱۰: ۱۸۲،
				۱۲: ۱۴۸)
ولا	الخَصِیمُ	״	۲	۸۵
اذا	الیَتِیمُ	״	۲	۳۶۱
کُمَیتٌ	الأدِیمُ	״	۲	۳۸۶؛
				۱۱: ۹۴)
تأمَّلْ	الهُمُومُ	״	۲	۴۷۹
سَلامُكَ	الذُّمُومُ	״	۲	۴۷۹؛
				۱۵: ۱۱۰، ۱۸۳)
تَبِیتُ	یَهِیمُ	״	۳	۱۳۶
ألَم	القَدِیمُ	״	۳	۱۶۹
ولٰکِنَّ	الهَشِیمُ	״	۳	۳۵۱
تَعادى	بَهِیمُ		۳	۴۲۴؛
				۱۳: ۱۵۴)

[1] انظر ایضاً (۴: ۲۸۱، ۷: ۳۲۷)

[1] نظر ایضاً (٦: ٣٦٠)

صدر البیت	قافیتہ	بحر	مجلد	صفحہ
تری	مُستدِیم	وافر	۱۵	۱۰۳؛
فلا	کمُستدِیم	״	۱۵	۱۰۳؛ ۱۹: ۲۰۲)
عرفتَ	یدوم[1]	״	۱۵	۱۰۵؛ ۲۰: ۱۰۴)
وانا	الزّعوم	״	۱۵	۱۵۸
کذلک	رمیم	״	۱۵	۱۷۷
وانی	تمیم	״	۱۵	۱۷۷
مُلاعبة	الشمیم	״	۱۵	۲۲۰
وذاک	والمنسیم	״	۱۵	۲۲۴
وعرّبتُ	یدوم	״	۱۵	۲۵۲
مَعاتیمُ	البھیم	״	۱۵	۲۷۴
واضحی	کالعصیم	״	۱۵	۳۰۰
اذا	الغموم	״	۱۵	۳۳۹
تحلّلُ	والقیم		۵	۳۹۵؛ ۴۳۲؛ ۲۰: ۱۵۸)
اذا	والتطیم	״	۱۶	۱۷
فانّ	فالتّطیم	وافر	۱۶	۷۵؛ ۲۰: ۲۹۹؛
وجاروا	وَزیم[2]	״	۱۶	۱۲۰
فتُشبعُ	الوزیم	״	۱۶	۱۲۱
الَمّا	العصیم	״	۱۶	۲۵۴
یدبّتُ	الکریم	״	۱۸	۱۵۱؛ ۲۰: ۳۰۳)
کأغلبَ	الظّلوم	״	۱۸	۲۵۰؛ ۲۰: ۸۷)
عرفتُ	رُسوم	״	۲۰	۲۶۳
اُنتَ	اُمّا	״	۱۴	۳۷۵
یظُنّ	التاما	״	۱	۱۳۸؛ ۱۶: ۳)
ارادوا	الخُطما	״	۱۵	۷۷
فانِ	نقما	״	۱۵	۳۵۵
وناب	مُقاما	״	۱	۱۴۹؛ ۶: ۳۰۰)
السنا	حراما	״	۱	۱۶۲

[1] انظر ایضا (۱۵: ۲۵۲)، [2] انظر ایضا (۱۴: ۳۱۵)

[1] انظر ایضاً ۱۲: ۱۸۷

صدرالبیت	قافیه	بحر	جلد	صفحه
				(۱۵: ۲۷۴)
واذا	تَقْطِمُ	کامل	۱۱	۱۰ ار=
				(۱۵: ۳۹۱)
تحتی	مُثَلَّمُ	″	۱۱	۳۵
فتعرّفونی	مُعْلَمُ	″	۱۱	۱۴۱ ار=
				(۱۵: ۳۱۳)
لحقت	المَغْنَمُ	.	۱۱	۳۵۲
احلا	تُوزَمُ	″	۱۲	۷۰
مادیننا	مُرْغَمُ	″	۱۵	۱۳۹
یاقُرّة	تَظْلِمُ	″	۱۵	۱۹۳ ار=
				(۱۹: ۱۲۰)
فغدا	صَیهَمُ	″	۱۵	۲۷۱
فعدا	صَهْتَمُ	″	۱۵	۲۷۲
اَبَنِي	یُعْدَمُ	″	۱۵	۳۶۴
بلبانه	اللُّخُمُ	″	۱۶	۱۱
تسقی	تَتِمُ	″	۱۶	۱۱۴
العاطفون	العَصُوا	″	۱۶	۲۹۱ ار=
(او العاطفونَ)				(۲۰: ۳۶۱)
ولقد	یتکلّمُ	″	۱۷	۲۷۲

صدرالبیت	قافیه	بحر	جلد	صفحه
عرضت	مُتَرَقِّمُ	کامل	۱۹	۲۵۴
هل	عَدَمُه	″	۱۵	۶۸
وقماتِحِ	قِیامُ[1]	″	۵	۲۶۸
فالوادیانِ	خِیامُ	″	۵	۲۷۳
وجوارنٌ	غُلامُ	″	۶	۱۷۰ ار=
				(۱۶: ۲۳۸)
وصبّا	سَنامُ	″	۷	۲۳۰
فتنازها	لِطامُ	″	۱۰	۱۳۳
فاذا	المَنامُ	″	۱۰	۳۳۰
اُلبانُ	حَوامُ	″	۱۳	۵۰۰
اُقوی	مُخزامُ		۱۴	۳۱۲ ار=
				(۱۵: ۶۸)
ومقامةٍ	قِیامُ	″	۱۵	۴۰۹
انّ	لَلئامُ	″	۱۷	۳۰۶
جُنِّبَت	الاَسقامُ	″	۱۸	۲۷
وهم	لُوّامُها	″	۱	۲۶
اَکَوت	کِراهُها	″	۱	۲۹
بصبوحٍ	اِبهامُها	″	۱	۱۳۲ ار=
				۲۶: ۱۰۹

[1] انظر ایضاً (۱۵: ۴۰۹)

صدرالبیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
		کامل	۱۳:	۳۵،
			۱۸:	۵۴)
بآجزّةٍ	آرامُها	"	۱	۲۳۶=(
(او بآخرّتِهِ)			۵:	۳۱۷،
			۷:	۳۰۱)
فبتلکَ	اِکامُها	"	۱	۲۷۸
تجتابُ	هَیامُها	"	۱	۲۷۸=(
(او یجتابُ)			۲:	۷۱،
			۵:	۴۸،
			۱۰:	۳۷۹،
			۱۶:	۱۱۳)
وتَسمّعتْ	سَقامُها	"	۲	۱۴۸
فَلَها	جَهامُها	"	۲	۲۷۶
مشمولةٌ	إسنامُها	"	۲	۴۷۸=(
			۱۰:	۱۸،
			۵:	۱۹۸)
ویُکلّلون	اِیناهُما	"	۳	۱۸۵=(
				۴۶۷)
مِنْ	قِرامُها	"	۳	۱۱۸=(
			۱۴:	۱۱۶)

صدرالبیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
		کامل	۱۵:	۳۷۴)
اُغْلی	خِتامُها	"	۳	۳۹۱=(
			۱۲:	۲۰۷،
			۱۷:	۱۱۳)
ولَقد	لِجامُها	"	۳	۲۷۳=(
			۹:	۲۴۳)
حتی	صِیامُها	"	۳	۵۰۳
عَلِهَت	ایّامُها	"	۴	۶۴=(
				۲۴۳،
			۱۷:	۴۱۴)
فَمَضی	اِقدامُها	"	۴	۲۷۹=(
			۱۵:	۳۶۵)
مُرّیّةٌ	مَرامُها	"	۴	۳۴۰
فتقصّدتْ	سُخامُها	"	۴	۳۵۷=(
			۱۵:	۱۷۴)
لِمُعفّرٍ	طعامُها	"	۴	۳۷۲=(
			۶:	۲۹۲)
فاذا	خِدامُها	"	۵	۲۶۳=(
			۱۹:	۳۷۱)
اَعْرضتْ	صُوّامُها	"	۵	۲۶۷

[1] انظر ایضاً (۲۰: ۱۴۳)

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
				۱۵: ۱۱۹،
				۴۰۰)
حتی	أعضامُها	کامل	۱۴	۷۹=
				۱۵: ۲۹۸،
				۱۶: ۴)
فمدت	أمامُها	،،	۱۴	۲۹۱
خنساء	بُغامُها	،،	۱۴	۳۱۸
دِمن	حرامُها	،،	۱۴	۳۴۰
لتذودهن	حمامُها	،،	۱۵	۴۱
باتت	تُجامُها	،،	۱۵	۱۰۹
بمشارق	فوحامُها	،،	۱۵	۱۲۷
ورمی	سهامُها	،،	۱۵	۲۰۲
فارضوا	قسّامُها	،،	۱۵	۳۸۰
أفتلك	قوامُها	،،	۱۵	۴۰۱
ولتعنی	نظامُها	،،	۱۶	۲۲۴
من	إذرامُها	،،	۱۷	۳
مرفقتها	عظامُها	،،	۱۷	۶۹
توفی	حمامُها	،،	۱۷	۱۳۷
حتی	طعامُها	،،	۱۷	۳۰۵
فبنی	غلامُها		۱۸	۱۰۱

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
یأوی	أهدامُها	کامل	۱۹	۳۵
فمن اقع	سلامُها	،،	۱۹	۷۰=
				۲۰: ۲۵۷)
قذیت	مُدامُها	،،	۱۹	۲۸۱
عفت	فمقامُها	،،	۲۰	۱۶۳
لبثت	قیامُها	،،	۲۰	۲۸۱
فتنهنهت	یصوم	،،	۱	۳۳۳
او من هب	والمختوم	،،	۱	۳۱۰ و
				۷: ۱۶۳،
				۱۲: ۳۳۱)
والصعب	مُقیم	،،	۲	۱۳
حتی	المظلوم	،،	۲	۱۰۵
فصرفت	هزیم	،،	۲	۱۳۴
واذا	مغلوم	،،	۲	۱۸۵
واذا	کوم	،،	۳	۲۷۱
بکتائب	نجوم	،،	۳	۲۷۱
وتری	مشئوم	،،	۴	۱۲۵
اومسحل	کلوم	،،	۴	۲۸۴=
		،،		۱۳: ۵۰۳)
عوم	جثوم	،،	۴	۳۱۰

صدرالبیت	قافیتہ	بحر	جلد	صفحہ
بکوث	محلکوم	کامل	۵	۲۴۰ (= ۶: ۲۱۷، ۱۵: ۳۱۷)
حتی	المخزوم	″	۵	۳۰۴ (= ۱۱: ۳۹، ۱۵: ۲۱)
ولقد	محروم	″	۶	۱۶۴
عُصَبٌ	مَکْتُومُ	″	۷	۱۵۳ (= ۱۵: ۳۷، ۴۳۱)
وَطَوَیْتُ	هُمُومُ	″	۸	۱۳۵
قالوا	سَقِیمُ	″	۸	۱۵۶
غُبْسٌ	شَتِیمُ	″	۸	۲۱۷ (= ۱۷: ۵۴)
لَاتَنْهَ	عَظِیمُ	″	۹	۳۶۷ (= ۲۰: ۳۸۱)
جَبَلٌ	مُقِیمُ	″	۹	۳۶۹ (= ۱۴: ۳۵۱)
مُحِقٌ	کُرُومُ	″	۱۰	۲۰۷ (= ۱۳: ۲۰،

صدرالبیت	قافیتہ	بحر	جلد	صفحہ
				۱۵: ۳۲۱، ۱۹: ۱۰۲، ۱۹۸)
فَتَصَیَّفَا	الْعُلْجُومُ	کامل	۱۱	۱۰۳
حتی	عَمِیمُ	″	۱۱	۱۹۲
ثُرَبٌ	نُجُومُ	″	۱۱	۳۴۹
قد	الْأَثِیمُ	″	۱۱	۳۵۳
ولقد	قَدِیمُ	″	۱۲	۱۳۴
شدا	مَسْمُومُ	″	۱۲	۲۳۶
اِقْرَأْ	ذَمِیمُ	″	۱۴	۲۵۲
قَلْبِی	أُمِیمُ	″	۱۴	۲۹۹
کُلٌّ	یَتِیمُ	″	۱۴	۳۰۵
أَغْبِیَتِی	بَهِیمُ	″	۱۴	۳۲۳
فَکَانَ	حَزُومُ	″	۱۵	۲۲
فَحَلَمْتُهَا	الْحُلُومُ	″	۱۵	۳۵
کَضَرَائِرِ	لَدَمِیمُ	″	۱۵	۹۸
حَبَسُوا	مَسْدُومُ	″	۱۵	۱۶۷ (= ۱۷: ۲۹۸)
بِمُقَابِلٍ	مَسْلُومُ	″	۱۵	۱۸۸ (= ۱۶: ۲۳۸)

صدر البیت	قافیتہ	بحر	جلد	صفحہ
				۱۱: ۲۲۴)
جادت	کالدرھم	کامل	۵	۱۶۹ (=
				۲۵۵،
				۱۱: ۳۲۱)
اِنْ	تَشْعَمِ	"	۵	۲۰۵
حَلَّتْ	مُحَرَّمِ	"	۵	۳۰۲ (=
				۴۲۵)
بِزُجَاجَةٍ	مُفَدَّمِ	"	۶	۲۴ (=
				۱۵: ۳۴۸)
لا	فَخِمِ	"	۶	۴۴
يُرْتَدَنَ	مُظْلِمِ	"	۶	۴۹ (=
				۱۱: ۴۶)
...	الْمُلْجَمِ	"	۶	۵۱
وعلى	الْمُقْرَمِ	"	۶	۶۱
تَشَكَّكْتُ	بِمُحَرَّمِ	"	۶	۱۷۸ (=
(او وشككت)				۱۲: ۳۳۷)
صَعْلٍ	الْاَصْلَمِ	"	۶	۲۵۱
يَدْعُونَ	الْاَدْهَمِ	"	۶	۲۸۸ (=

صدر البیت	قافیتہ	بحر	جلد	صفحہ
				۱۷: ۱۰۳،
				۱۸: ۱۸۳)
خَطَّارَةٌ	مِيثَمِ	کامل	۷	۳۷ (=
				۸: ۱۴۳،
				۳۷۵،
				۱۶: ۱۱۴)
وأنا	مُظْلِمِ	"	۷	۴۱۸
أَعْطَى	الْمُتَكَرِّمِ	"	۷	۲۴۷
جَمَعْنَ	الْمِنْظَمِ	"	۷	۳۸۴ (=
				۸: ۴۵،
				۱۴: ۶۳)
بانَتْ	مُتَهَدِّمِ	"	۸	۲۰۴ (=
				۱۹: ۱۵۷)
يَتْبَعْنَ	مُخَيِّمِ	"	۸	۲۴۷
يبنوى	لَهُذَمِ	"	۸	۲۸۸
واذا	الْاَخْرَمِ	"	۸	۳۰۸
تَأْوِي	طِمْطِمِ	"	۸	۳۵۰ (=
				۱۱: ۳۳۱،

انظرایضا (۱۰: ۳۱۸)

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
				۱۵: ۲۶۴)
شَلَّت	موحُوَم	کامل	۹	۲۰۷
یَنْبَاعُ	الْمُکَدَّم	״	۹	۲۷۰
لِمَنْ	فالْتَجِم	״	۹	۴۷۰
بَرَکَت	مُعَصَّم	״	۹	۲۸۲ (ت
				(۱۶: ۹۸)
ذُلُلٌ	مُبْرَم	״	۱۰	۵۶
اَلْقَوا	الْبُرَم	״	۱۰	۲۴۰
وَلَقَدْ	مُخَذَّم	״	۱۰	۲۴۳
ذُوْ عَيِّث	الْمُلْجَم	״	۱۰	۳۱۸
فَکَاَنَّ	الحضرم	״	۱۱	۴۹
تُرْدِی	مُظْلِم	״	۱۱	۷۶
ولقد	المُعْلَم	״	۱۱	۸۶
والمَرْءُ	ولا لم	״	۱۱	۱۸۷
نَحْنُ	الْاَکَم	״	۱۱	۳۸۶
فانقاک	شَيْظَم	״	۱۲	۲۲۱
قَبُحَ	مُکَدَّم	״	۱۲	۲۷۰
وَحَشِيَّتِی	المَخْزَم	״	۱۳	۳۱۳ (و
				(۱۴: ۱۶۳)
اذ	المَخْزَم	״	۱۳	۲۹۲ (ت

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
	(ذو مُکَلَّم)			۱۹۳)
ولقد	والمُعْصَم	کامل	۱۳	۲۳۳
وَحَلِيل	الْاَعْلَم	״	۱۳	۱۷۴
لوکانَ	تَکَلَّم	״	۱۴	۹۱
فَصِغَارُهَا	بِجُوْم	״	۱۴	۳۰۸
جَاءُوا	البُرَم	״	۱۴	۳۱۱
لا	التُّرْتُم	״	۱۴	۳۴۴
وَاَدِی	مُحْتَشِمی	״	۱۵	۲۵
اَحلَام	المُتَحَتِّم	״	۱۵	۴۶
اِنَّ	لِلْاَخْوَم	״	۱۵	۶۳
مَا رَاعَنِی	الخِمْخِم	״	۱۵	۸۱
فَکَاَنَّمَا	الخِمْخِم	״	۱۵	۸۳
ولقد	الاَدْلَم	״	۱۵	۹۴
قَدْ هَمَّتْهُمْ	مُرْجَم	״	۱۵	۱۰۱
هَلْ	تَوَهُّم	״	۱۵	۱۲۷
عُلِّقْتُهَا	بِمُزْعَم	״	۱۵	۱۵۸
سَمِعْتَ	المُشْئِم	״	۱۵	۲۰۹
تَسْعَى	والشَّبْرَم	״	۱۵	۲۱۰
نَهِلًا	مُتَتَرِّم	״	۱۵	۲۱۴
والخَيْلُ	شَيْظَم	״	۱۵	۲۱۵

اورینٹل کالج میگزین
حصہ اول
ایڈیٹر
محمد اقبال
DELHI

اورینٹل کالج میگزین

عرضِ واجب

اغراض و مقاصد | اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے۔ کہ احیا و ترویج علومِ شرقیہ کی تحریک کو تا حدِ امکان تقویت دی جائے اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں۔

کس قسم کے مضامین کا شائع کرنا مقصود ہے | کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شائع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں۔ غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابلِ قبول ہوگا اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شائع کیے جائیں گے۔

رسالے کے دو حصّے | یہ رسالہ دو حصوں میں شائع ہوتا ہے۔ حصہ اول عربی، فارسی، پنجابی بحروفِ فارسی۔ حصہ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروفِ گورمکھی)۔ ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے۔

وقتِ اشاعت و قیمتِ اشتراک | یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست میں شائع ہوا کرے گا۔ سالانہ چندہ حصہ … کے لئے … اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ … وقتِ حصول ہوگا۔ کسی ماہ بھی رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شائع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیے۔ ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری، مئی، اگست اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیے۔

خط و کتابت و ترسیلِ زر | خود رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیلِ زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہیے۔ مضامین کے متعلق [illegible]

محلِ فروخت | رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جا سکتا ہے۔

نومبر ۱۹۴۳ء

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

منجانب

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی

لاہور

نوٹ:- یہ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے۔

فہرستِ مضامین

ضمیمہ بابت ماہ نومبر ۱۹۴۳ء

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ الشیر داس پرنٹر چھپا۔ اور ابو صدیق احمد خان نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا۔

پنجاب یونیورسٹی عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

کی

روداد کارگذاری ۴۳-۱۹۴۲ء

پنجاب یونیورسٹی عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کا سالانہ جلسہ عام زیر صدارت خان بہادر مولوی محمد شفیع صاحب ۷ر اپریل ۱۹۴۳ء کو اورینٹل کالج میں منعقد ہؤا ۔ علاوہ دیگر امور کے (جن کا خلاصہ اسی اشاعت میں شائع ہو رہا ہے) روداد کارگذاری ۴۳-۱۹۴۲ء اجلاس عام میں پیش ہو کر منظور ہوئی۔ اب اُسے ارکان سوسائٹی کی اطلاع کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے :-

روداد

اکتوبر ۱۹۴۲ء سے مارچ ۱۹۴۳ء تک سوسائٹی کے ۱۳ عمومی جلسے ہوئے۔ جن میں ۱۲ مقالے پڑھے گئے - جن کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

۱ - محمد افضل سرخوش - شیخ صادق علی دلاوری ایم - اے
صدر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال اورینٹل کالج

۲ - امیر عبد القادر الجزائری (عربی میں) مولانا محمد العربی المراکشی
صدر ڈاکٹر برکت علی قریشی اورینٹل کالج

۳ - مغلیہ تہذیب (انگریزی میں تصویروں کے ساتھ) شیخ عبدالعزیز بی - اے - بیرسٹرایٹ لاء
صدر خان بہادر مولوی محمد شفیع

۴- مقامات مقدسہ حجاز (تصویروں کے ساتھ دو لیکچر) خان بہادر مولوی ظفر حسن خاں مہتمم عجائب خانہ لاہور-

صدر خان بہادر میاں افضل حسین بالقابہ وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی

۵- ۶ بی بس علم ابلاغہ کا تدریجی ارتقا- (انگریزی میں) نصر اللہ احسان الٰہی ایم-اے-

صدر ڈاکٹر برکت علی قریشی اورینٹل کالج

۶- ایران وایرانیاں (فارسی میں) آقائے سرو-خاں-

صدر- ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین ایم اے - بار ایٹ لاء

۷- فارسی قصیدہ- ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم-اے-پی-ایچ-ڈی

صدر ڈاکٹر محمد ناظم-ایم-اے-پی-ایچ-ڈی-

۸- فارسی ادب میں بذلہ و ظرافت- (انگریزی میں) ڈاکٹر ہادی حسن-ایم-اے پی ایچ-ڈی-مسلم یونیورسٹی علی گڑھ-

صدر خاں بہادر مولوی محمد شفیع-ایم-اے-کینٹب-

۹- مطالعۂ اقبال کے مبادی- ڈاکٹر سید عبداللہ اورینٹل کالج-

صدر ڈاکٹر برکت علی قریشی ایم اے پی ایچ-ڈی-

۱۰- کشف المحجوب کے متعلق چند تصریحات- (انگریزی میں) ڈاکٹر رشید احمد ایم-اے گورنمنٹ کالج-لاہور

صدر- ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم-اے-پی ایچ-ڈی-

۱۱- قدیم عربی تصانیف میں ہندوستانی الفاظ-ڈاکٹر سید عبداللہ اورینٹل کالج لاہور-

صدر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم-اے-پی-ایچ-ڈی-

۲- سوسائٹی کے یہ علمی اجتماع عموماً کامیاب اور بارونق تھے-ان

میں سے چند ایک جلسے حاضری کے اعتبار سے غیر معمولی سمجھے جا سکتے ہیں۔ تین لیکچر مصور تھے۔ اور ان میں سے ایک جلسے کی صدارت کے فرائض وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی نے انجام دیئے۔ سوسائٹی کے صدر منتخب نے بھی دو جلسوں کی صدارت کی۔ ایک تقریر عربی میں اور ایک فارسی زبان میں ہوئی۔ باقی مقالے اردو اور انگریزی میں تھے۔ ڈاکٹر ہادی حسن صاحب (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے بکمال عنایت ہماری دعوت کو قبول کیا۔ اور پنجاب یونیورسٹی کے طلباء اور اساتذہ کے سامنے تقریر فرما کر ہمیں ممنون فرمایا۔ بہ حیثیت مجموعی یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ سوسائٹی کا پروگرام علمی اعتبار سے بہت کامیاب رہا۔ جس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے۔ کہ پروگرام کے طبع ہونے کے بعد بھی سیکرٹری کے پاس بعض نمایاں مقالہ نگاروں نے مضامین پڑھنے کی درخواست کی افسوس ہے۔ کہ سوسائٹی کے پروگرام میں گنجائش نہ ہونے کے باعث ان حضرات کو مایوس ہونا پڑا۔

سوسائٹی کی سرگرمیوں کا طلبہ پر بالواسطہ بڑا اچھا اثر پڑا۔ طلبہ نے تقریر اور تحریر کا ملکہ پیدا کرنے اور تحقیقی کام کی مشق پہنچانے کے لئے بزم ادب اورینٹل کالج کا احیاء کیا۔ جس کے زیر اہتمام (اگرچہ زیادہ کام تو نہ ہو سکا۔ تاہم) کچھ کام ہوا۔

علمی لحاظ سے سوسائٹی کے کام کو اگرچہ تسلی بخش (بلکہ عمدہ) کہا جا سکتا ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ مالی لحاظ سے سوسائٹی کی آمدنی سال زیر بحث میں بہت کم ہو گئی۔ اس کی وجہ کچھ تو یہ ہے۔ کہ مختلف اسباب کی بنا پر ارکان کی تعداد بہت گھٹ گئی ہے۔ یعنی ارکان کی تعداد ۱۰۲ سے گر کر ۶۹ تک آگئی ہے۔ ان میں سے طلبہ

کی تعداد ۳۰ اور غیبر طلبہ کی ۳۹ ہے - جو یقیناً غیر تسلی بخش ہے - ایم
اے (فارسی عربی) میں داخلے کی کمی اور لاہور سے باہر کے کالجوں کے
بعض اساتذہ کی بے توجہی بہت حدتک اس کی ذمہ وار ہے - سوسائٹی
کا مالی لحاظ سے انحطاط بہت افسوسناک اور بہت سے اندیشوں
کا پیش خیمہ ہے - اس لئے راقم الحروف اس اجلاس عام سے
درخواست کرتا ہے - کہ ارکان کو مالیات کی اصلاح اور ترقی کے
لئے کوئی مؤثر قدم اٹھانا چاہیئے - اور ایسے وسائل اختیار کرنے چاہئیں -
کہ یہ سوسائٹی کی غربت فراوانی اور تمول میں بدل جائے ۔

اورینٹل کالج کے علاوہ دوسرے کالجوں کے عربی فارسی کے طلبہ
کا تعاون حاصل کیا جائے - اور سوسائٹی کا ہر رکن کم از کم ایک نیا
رکن بھرتی کرنے کا عہد کرے ۔

سال زیر بحث کے لئے ارکان میں خان بہادر شیخ عبدالقادر
سرفراز (سابق آئی - ای - ایس - بمبئی) کا اضافہ ہؤا ہے - خان بہادر
صاحب کی رکنیت سے سوسائٹی کا علمی وقار یقیناً بلند ہؤا ہے ۔

سال زیر بحث میں سوسائٹی کا رسالہ (جو اورینٹل کالج میگزین
کے ساتھ بطور ضمیمہ کے شائع ہوتا ہے) چار مرتبہ شائع ہؤا - ان
اشاعتوں کے صفحات کی مجموعی تعداد ۱۵۲ ہے ۔

سوسائٹی کی مالی حالت کی کمزوری کے پیش نظر ڈاکٹر برکت علی
قریشی - ایم - اے - پی - ایچ - ڈی پروفیسر عربی پنجاب یونیورسٹی نے
پچاس روپے کا عطیہ عنایت فرمایا جس کے لئے سوسائٹی ان کی شکر
گزار ہے ۔

جناب صدر - خازن اعزازی - مقررین اور دیگر ارکان و معاونین

نے سوسائٹی کی سرگرمیوں میں سیکرٹری کے
ساتھ جس طرح تعاون کیا۔ سیکرٹری اس کے لئے ان کا بے حد
ممنون ہے

سید عبداللہ سیکرٹری

روداد اجلاس عام

۲۷ - اپریل ۱۹۴۳ء

سوسائٹی کے سالانہ اجلاس عام منعقدہ ۲۷ - اپریل ۱۹۴۳ء
میں سالانہ روداد کارکردگی کے علاوہ ذیل کی کارروائی بھی ہوئی:-

۱ - پچھلے سال کے سالانہ اجلاس عام کی کارروائی پڑھی گئی - اور
منظور ہوئی

۲ - روداد کارکردگی ۱۹۴۲-۴۳ء پڑھی گئی - جو شائع کی جا
رہی ہے

۳ - خازن اعزازی نے سوسائٹی کے حسابات کی رپورٹ پیش کی
جو پاس ہوئی

اس کے بعد سال آئندہ کے متوقع اخراجات کا تخمینہ پیش کیا
اور مالیات کو بہتر بنانے پر زور دیا - بحث و تمحیص کے بعد چند تجاویز
منظور ہوئیں

۴ - مجلس عامہ کے ارکان کا انتخاب ہوا - ذیل کے اسماء پیش
ہوئے - اور منظور ہوئے:-

۱ - خان بہادر مولوی محمد شفیع - ۲ - ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

۳- ڈاکٹر برکت علی قریشی- ۴- ڈاکٹر رشید احمد
۵- ڈاکٹر عنایت اللہ- ۶- مولانا محمد المراکشی
۷- صوفی غلام مصطفےٰ تبسم- ۸ شیخ صادق علی دلاوری
۹- سید عبد اللہ
۵- طے پایا کہ باقی ماندہ ۳ ارکان طلبہ میں سے نومبر ۱۹۴۳ء
میں منتخب کئے جائیں ×
۶- ذیل کی تجاویز پر بحث ہوئی :-
۱- سوسائٹی کے آئین نامہ کی شق نمبر۲ میں یہ الفاظ بڑھائے
جائیں :-
"سوسائٹی ایک رسالہ بھی شائع کرے گی"
۲- ذیل کی تجویز زیر بحث آئی :-
"سوسائٹی کا سال یکم جنوری سے شروع ہوا کرے"
سیکرٹری نے کہا کہ چندے کی تنظیم کی غرض سے اگر یہ تجویز منظور
کرلی جائے- اور سب ارکان اپنا چندہ جنوری میں ادا کردیا کریں- تو
اس سے انتظام میں بہت سہولت پیدا ہو جائے گی- مختلف حضرات
نے اس کے متعلق اظہار رائے کیا- اور بحث کے بعد طے پایا- کہ یہ تجویز
سردست واپس لے لی جائے- چنانچہ محرک نے یہ تجویز واپس لے لی ×

مجلس عاملہ (۹- مئی ۱۹۴۳ء) کی کارروائی

مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۹- مئی ۱۹۴۳ء میں ذیل کے
عہدہ داران منتخب ہوئے :-

۱- سرپرست- وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی
۲- صدر- خان بہادر مولوی محمد شفیع
۳- خازن -ڈاکٹر شیخ محمد اقبال
۴- سیکرٹری- سید عبداللہ
۵- نائب سیکرٹری- شیخ صادق علی دلاوری

سید محمد عبداللہ سیکرٹری

آئین نامہ
پنجاب یونیورسٹی عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

نام

۱- سوسائٹی کا نام "پنجاب یونیورسٹی عربک اینڈ پرشین سوسائٹی" ہوگا۔

اغراض ومقاصد

۲- سوسائٹی کے اغراض ومقاصد حسب ذیل ہونگے:-

ا- عربی و فارسی السنہ وادبیات سے متعلق امور ومسائل پر بحث۔

ب- اوران کے مفاد کی حفاظت کے وسائل پر غور۔

ج- وقتاً فوقتاً- عربی فارسی کی نادر کتابوں اور مقالوں کی اشاعت۔

د- ایک سہ ماہی رسالہ کی اشاعت
(ملاحظہ ہو- روداد اجلاس عام منعقدہ ۲۷ اپریل ۱۹۴۲ء)

رکنیت

۳ - سوسائٹی کے ارکان اقسام ذیل پر مشتمل ہونگے :-

ا - طلبہ

ب - یونیورسٹی اور کالجوں کے اساتذہ اور دیگر غیر استاد حضرات جنہیں مجلس عاملہ منتخب کرے -

ج - اعزازی

د - مستقل اراکین مدت العمر کے لیئے (Life member)

۴ - مندرجہ ذیل قسم کے طلبہ کو رکنیت کا حق حاصل ہوگا :-

ا - پنجاب یونیورسٹی کے ایم - اے عربی و فارسی کے طلبہ -

ب - منشی فاضل اور مولوی فاضل جماعتوں کے طلبہ

ج - دیگر طلبہ جن کو سوسائٹی کی مجلس عاملہ منتخب کرے

۵ - صرف ان اساتذہ کو رکنیت کا حق حاصل ہوگا - جو یونیورسٹی یا اس کے ملحقہ کالجوں اور سکولوں میں ملازم ہوں گے -

۶ - اعزازی رکنیت صرف ممتاز حضرات تک محدود ہوگی - جو عربی و فارسی میں خاص دلچسپی کے باعث امتیازی حیثیت حاصل کر چکے ہیں - ان کو سوسائٹی کی مجلس عاملہ منتخب کرے گی ؛

چندہ

۷ - چندہ ہر حالت میں پیشگی ادا کرنا ہوگا -

ا - طلبہ سے ایک روپیہ - طالب علم یکمشت پانچ روپے کی ادائیگی سے لائف ممبر بن سکتا ہے -

ب - اساتذہ سے دو روپے سالانہ ہر استاد پندرہ روپے یکمشت دے کر لائف ممبر بن سکتا ہے +

(ج) اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ دوسرے حضرات سے تین روپے سالانہ - اس نوع کا ہر رکن بیس روپے یکمشت دے کر مستقل ممبر بن سکتا ہے +

۸ - وہ ارکان جو پنجاب سے متعلق ہیں - اس یونیورسٹی کو چھوڑنے کے بعد بھی مقررہ چندے کی ادائیگی سے اپنی رکنیت کو برقرار رکھ سکتے ہیں +

عہدہ داران

۹ - سوسائٹی کے حسب ذیل عہدہ دار ہونگے :-

ا - سرپرست وائس چانسلر - (بحیثیت عہدہ)

ب - صدر

ج - سیکرٹری

د - اسسٹنٹ سیکرٹری

ہ - خزانچی

۱۰ - صدر - سیکرٹری - اسسٹنٹ سیکرٹری اور خزانچی کو سالانہ اجلاس عام کے بعد مجلس عاملہ پہلی نشست میں منتخب کرے گی -

۱۱ - ا - صاحب صدر سوسائٹی کے ہر اجلاس کی صدارت کیا کریں گے - ان کی عدم موجودگی میں مجلس عاملہ کا کوئی اور ممبر صدارت کے فرائض انجام دینے کے لیے منتخب کیا جائے گا +

ب - سیکرٹری سوسائٹی کے سب جلسوں نیز مجلس عاملہ کے اجلاس کی روئداد مرتب کیا کرے گا۔ سوسائٹی کے جملہ کاغذات اس کی تحویل میں ہونگے - مجلس عاملہ کے منظور کردہ پروگرام کو جامۂ عمل پہنانے کے لئے سوسائٹی کے جس قدر اجلاس اور جلسے ہوں گے - ان کا اہتمام و انتظام بھی سیکرٹری کے ذمہ ہوگا - اس کے علاوہ اسے تمام وہ اختیارات حاصل ہوں گے - اور تمام وہ فرائض انجام دینے ہوں گے - جو اس عہدہ کے ساتھ لازم ہیں ۔

ج - اسسٹنٹ سیکرٹری ان فرائض کی انجام دہی میں سیکرٹری کی اعانت کرے گا - اور اس کی عدم موجودگی میں اُس کا قائم مقام ہوگا ۔

د - سوسائٹی کا سرمایہ خازن اعزازی کی تحویل میں رہے گا - اور وہ باقاعدہ حساب رکھنے اور آمدنی اور خرچ کی سالانہ رپورٹ مرتب کرنے کا ذمہ وار ہوگا ۔

مجلس عاملہ

۱۲ - مجلس عاملہ ۱۲ ارکان پر مشتمل ہوگی - یعنی صدر[۱] سیکرٹری[۲] - اسسٹنٹ سیکرٹری[۳] - خزانچی[۴] اور عربی و فارسی کے یونیورسٹی پروفیسر[۵] باقی ۱۶ ارکان منتخب ہوں گے - طلبہ میں سے زیادہ سے زیادہ تین ارکان منتخب ہوں گے ۔

۱۳ - مجلس عاملہ کے فرائض حسب ذیل ہوں گے :-

ا - انتخاب عہدہ داران -

ب - سالانہ پروگرام کی ترتیب اور تنظیم

ج - سوسائٹی کے سرمایہ کا تصرف و اختیار

د - اعزازی ارکان کا انتخاب

۷ - متفرقات جو سوسائٹی اپنے اجلاس عام (سالانہ) میں مجلس عاملہ کے سپرد کرے -

۱۴ - مجلس عاملہ کے جلسوں کا کورم چار ہوگا - اجلاس کا دعوت نامہ سیکرٹری کی طرف سے کم ازکم سات روز قبل جاری ہونا چاہیئے ۔

۱۵ - تمام امور کا فیصلہ حاضر ارکان کی کثرت رائے سے ہوگا لیکن مساوی تقسیم کی صورت میں صاحب صدر کو "کاسٹنگ ووٹ" دینے کا حق ہوگا ۔

۱۶ - سال کے دوران میں اگر عہدہ داران یا ارکان مجلس عاملہ میں سے کوئی اسامی خالی ہو جائے تو مجلس عاملہ اس جگہ کو پُر کرے گی اس طریق سے منتخب کئے ہوئے حضرات صرف باقی ماندہ عرصہ کے لئے اُس عہدہ پر فائز رہیں گے ۔

اجلاس

۱۷ - اجلاس تین طرح کے ہوں گے

ا - عام جلسے - اکتوبر سے اپریل تک ہر مہینہ میں کم ازکم ایک بار منعقد ہوا کریں گے ۔

ب - غیر معمولی اجلاس - صدر کی منظوری سے سیکرٹری کی طرف سے فوری اعلان پر

ج - سالانہ اجلاس عام -

۱۸ - ہر سال اپریل میں ایک سالانہ عام جلسہ مندرجہ ذیل امور کو طے کرنے کی غرض سے منعقد ہوگا ؛

ا - مجلس عاملہ کا انتخاب

ب - گذشتہ سال کے حساب کی رپورٹ اور آئندہ سال کی آمدنی اور خرچ کے تخمینے کی منظوری -

ج - سوسائٹی کے قواعد و ضوابط میں کوئی ترمیم یا اضافہ -

د - دیگر ضروری معاملات پر غور و خوض اور ان کا فیصلہ

۱۹ - سالانہ اجلاس عام میں دس ارکان کا کورم ہوگا -

۲۰ - سوسائٹی کے قواعد میں تغیر و تبدل کی تجاویز سالانہ اجلاس عام کے انعقاد کی تاریخ سے کم از کم ایک ماہ قبل سیکرٹری کو پہنچ جانی چاہئیں - سیکرٹری اجلاس سے کم از کم پندرہ دن قبل تمام ارکان کو ان تجاویز کی اطلاع دے گا - سوسائٹی کے ضوابط میں ترمیم و اضافہ کی کوئی تجویز اس وقت تک منظور شدہ نہ سمجھی جائے گی - جب تک اجلاس عام کے حاضر ارکان کا ⅔ حصہ اس سے متفق نہ ہوگا - (ایسے جلسوں میں حاضرین کی تعداد کم از کم دس ہونی ضروری ہے) ؛

نوٹ - سوسائٹی ایک سہ ماہی رسالہ شائع کرتی ہے - جو ارکان میں مفت تقسیم ہوتا ہے ؛

ملک ابو النجم ایاز بن اویماق

(گزشتہ سے پیوستہ)

ایاز کی حیثیت محمود کے دربار میں

اس زمانے میں غلاموں کو بے حد اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ جب ہم بیہقی کے اوراق کو بنظر غائر دیکھتے ہیں۔ تو جا بجا غلام سالاروں کا ذکر آتا ہے۔ جن میں سے بعض آزاد بھی کر دیئے گئے۔ ان غلاموں کا ایک مستقل وجود نظر آتا ہے۔ جن سے غزنی کی ایک منضبط فوج تیار ہؤا کرتی تھی۔ چنانچہ بادشاہ کا خاص حفاظتی دستہ ان غلاموں پر مشتمل نظر آتا ہے۔ محمود کے ہاں موجودہ زمانے کی طرح کوئی خاص مستقل اور باقاعدہ فوج نہیں ہوا کرتی تھی۔ ہاں غلاموں کی ایک بہت بڑی جمعیت جو تربیت یافتہ اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہوتی تھی۔ ضرور نظر آتی ہے۔ بعد میں ہندوؤں کا بھی ایک مستقل لشکر بن گیا تھا۔ جن کے سپہ سالار سوندھیرائے ناتھ اور تلک وغیرہ ہم کو نظر آتے ہیں۔ چنانچہ یہ تمام غلام بادشاہ کے زر خرید ہوتے تھے۔ اور شاہی دامن سے وابستہ ہوتے تھے۔ انہیں ہر قسم کی تربیت حاصل ہوتی تھی۔ اور وہ ہر قسم کے ترقی یافتہ آلات سے مسلح ہوتے تھے۔ اس لیے ان کا پلڑا دوسرے سرداروں کے دستوں سے ہمیشہ بھاری رہتا تھا۔ فوج کا قلب یہی دستہ ہؤا کرتا تھا۔ ایاز غلاموں کے اس شاہی دستہ کا سالار تھا اور محمد بن محمود کی تخت نشینی کے بعد وہ اس دستہ کو اپنے ساتھ لے کر مسعود کے پاس بھاگ آیا تھا۔ یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ایاز محض حسن و

خوبی اور کرشمہ و ناز کا ہی ایک مجموعہ تھا۔ نہیں بلکہ وہ محمود کے شاہی حفاظتی دستہ کا سالار تھا۔ اور تقریباً ہر معرکہ میں پیش پیش تھا۔ جہاں اس کی عادات و خصائل نے محمود کو اپنا لیا تھا۔ وہاں اُس کی دلیری اور جانفروشی نے بھی محمود کے دل پر اپنا سکہ بٹھایا ہوا تھا۔ چنانچہ بیہقی ایاز کی تعریف محمود کا منظور نظر ہونے کے علاوہ ایک بڑے سپہ سالار کی حیثیت سے بھی کرتا ہے۔ احمد حسن وزیر جب اُس کا نام رے کی صوبہ داری کے لئے پیش کرتا ہے۔ تو اُسے سالار ہی کہتا ہے۔ فرخی اور رونی کے قصائد سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک قادر تیر انداز اور شہ سوار تھا۔ آداب الحرب کا مصنف اسے ہندوستانی فوجوں کی قیادت کرتے ہوئے اور قلعوں کو سر کرتا ہُوا دکھاتا ہے۔

چنانچہ آداب الحرب میں ہے۔ "وقتے امیر ایاز بہ ہندوستان بغزا رفت حصاری را در پیچید۔ لشکریاں بیشتر بہ قلعہ رفتند۔ چنانکہ لشکرگاہ خالی شد۔ کافراں از قلعہ تاختن آوردند۔ امیر ایاز بدر حصار شد۔ تا ایشاں را از بیروں آمدن باز دارد۔ پیل سپید بروں آمد۔ و در عقب او (امیر ایاز) سوار بر بار تیر اندازی بود۔ بلند کماں قادر دست محکم انداز اور اعلی بخاری گفتندی امیر ایاز او را گفت۔ یکے تیر لشکر شکن توانی انداخت گفت توانم۔ آئینہ چینی بزرگ بر پیشانی پیل آویختہ۔ بخاری تیر پیکار را سہ سوی فولادی آب دادہ بزد بہ آئینہ پیل۔ آئینہ پارہ پارہ شد۔ بانگ آئینہ بغرسنگے برفت۔ پیل بترسید۔ تیر دیگر بکشاد۔ بزد بہ چشم پیل۔ نیمہ تیر بسر پیل در رفت از درد آں زخم بازگشت۔ و خلقی را زیر پاے بکشت و دیگر لشکر ہزیمت شد۔ و بہ حصار رفتند۔ مسلماناں دل شکستہ بودند ہر یکے چوں شیراں گشتند"[۱] ایاز کے اندر جو دانش کا جوہر اس وقت کھلتا

---

[۱] آداب الحرب ورق ۱۰۰ ؎

ہے جب وہ امیر مسعود کی حمایت میں محمد کے خلاف اٹھتا ہے اور شاہی دستہ کو اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس کی یہ کامیابی مسعود کے لئے بے حد تقویت کا باعث بنتی ہے۔ اور دوسرے سالار بھی محمد سے کٹ کٹ کر مسعود سے آملتے ہیں۔ مسعود اس کا ذکر اپنے ایک خط میں جو قدرخان کی طرف ہے۔ اعتراف خدمات کے طور پر کرتا ہے[۱]۔

ایاز مسعود کی حمائت میں ایاز سلطان محمود کی زندگی تک اسی طرح اپنی حیثیت پر برقرار معلوم ہوتا ہے جب سلطان کا وصال ہو گیا۔ تو امیر مسعود اُس وقت سپاہاں (اصفہان) میں تھا۔ اور محمد گوزکاناں میں حاجب بزرگ علی قریب نے جو اس وقت بے حد اثر و رسوخ کا مالک تھا۔ چپکے سے محمد کو گوزکاناں سے بلا لیا۔ اور اُسے تخت پر بٹھا دیا۔ امیر مسعود اس وقت دور اصفہان میں بے خبر بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن بیشتر امرائے دربار کو حاجب بزرگ علی قریب کا یہ انتخاب پسند نہ آیا۔ وہ محمود کی جنگ جویانہ اور فیاض طبیعت کے متلاشی تھے۔ انہیں محمد کی علم دوستی۔ صلح پسندی اور عشرت طلبی پسند نہ آئی۔ قوم کے اندر ابھی غزنوی کے معرکوں کی یاد تازہ تھی۔ ان کی طبیعت میں ابھی جہانگیری اور فتوحات کا بے پناہ ولولہ اور جوش تھا۔ ابھی شمشیر و سناں کی باری تھی۔ وہ طاؤس و رباب کس طرح قبول کر لیتے۔ انہیں ایک ایسے زبردست سردار کی ضرورت تھی۔ جو قوم کے جنگی جذبات کی قدر کر سکے۔ اور انہیں ایک خاص روش پر چلا سکے۔ جس کے وہ پہلے سے خوگر تھے

---

[۱] بیہقی صفحہ ۸۶

اور یہ تمام صفات محمد کے مقابلے میں مسعود میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ مسعود اپنے باپ کی موجودگی میں ہی بہادری اور فیاضی کے مظاہر دیکھ چکا تھا۔ ایاز بھی انہیں میں سے ایک تھا۔ جو مسعود کی ان صفات کے گرویدہ تھے۔ اور سب سے پہلے اُسی نے احتجاج کیا۔ اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ علی دایہ اور وہ اپنی اپنی جمعیتیں لے کر لڑتے بھڑتے شاہی فوجوں کے ترغے سے نکل گئے۔ اور نیشاپور میں امیر مسعود کی خدمت میں جا حاضر ہوئے۔ امیر مسعود نے اُن کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور ان کی آمد کو ایک نیک فال تصور کیا۔ اس کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اور وہ غزنی پر حملہ کی تیاریاں کرنے لگا۔ ادھر دربار غزنوی کے امرا نے جب دیکھا۔ کہ محمد باوجود قہالشتوں کے ایک قوی دشمن کی موجودگی میں لہو ولعب میں مشغول ہو گیا ہے۔ تو انہیں اپنا انجام صاف نظر آنے لگا انھوں نے بہتری اسی میں سمجھی۔ کہ محمد کو معزول کر کے قید کر لیں اور خود مسعود کی خدمت میں باریاب ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے مسعود سے نامہ و پیام شروع کر دیا۔ اور یہ کہہ کر اپنی وفاداری کا اظہار کرنے لگے۔ کہ محمد کو تخت پر بٹھانا تو محض دفع الوقتی تھا۔ حقیقت میں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ مسعود نے بھی مصلحتاً اُن کے دل بڑھائے اور انعام و اکرام کے لالچ دیئے۔ محمد چار ماہ تک راگ رنگ میں مشغول رہا۔ اس کے بعد وہ اپنے بھائی سے تخت سلطنت کے لئے قسمت آزمائی کرنے نکلا۔ جب تگیناباد پہنچا۔ تو امرا نے جن کی سازش مکمل ہو چکی تھی۔ اُسے گھیر لیا۔ گردیزی کے قول کے مطابق امرا نے کہا مُرا اہمی بری پیش خصم کہ ہمہ جہاں شیعہ و متابع اوبند۔ و مایقین دانیم کہ تو با وے مقاومت نتوانی کرد۔ صواب آنست کہ تو بجائے بنشینی

تا ما پیش او رویم و عذر خویش بخواہیم و سخن تو بگوییم۔ تا دل بر ما خوش کند۔ و از تو نیز خوشنود گردد و ترا بہ نزدیک خویش خواند۔ و تو و ما از وے بجان ایمن گردیم"۔ جب امیر محمد نے دیکھا کہ لشکر کا لشکر الٹ چکا ہے۔ تو وہ سمجھ گیا کہ تیر کمان سے نکل چکا ہے سوائے مان لینے کے اور کوئی چارہ کار نہیں۔ چنانچہ امرا نے اُسے وتح کے قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ اور خود لاؤ لشکر اور مال و متاع لے کر مسعود کی خدمت میں ہرات کے مقام پر حاضر ہو گئے۔ مسعود جب غزنی میں آیا۔ تو محمد کی آنکھیں نکلوا دیں اور اسے مندیش کے قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ فرخی نے لکھا۔ ؎

اے شاہ چہ بود ایں کہ ترا پیش آمد
دشمنت ہم از پیرہن خویش آمد۔
از محنت ہا محنت تو بیش آمد
از ملک پدر بہر تو مندیش آمد[۲]

غزنی کے لوگوں نے اس کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔ اور اس پر درہم و دینار نچھاور کئے۔ اس طرح بالآخر وہ تحریک جسے ایاز نے چلایا تھا۔ نہایت خوش اسلوبی سے کامیاب ہوئی اور ایاز کے دانش و تدبر سے مسعود خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر غزنی کی وسیع سلطنت کا مالک بن گیا۔

مسعود کی قدر دانی

مسعود نے ایاز کو اس خدمت کے صلے میں بہت نوازا۔ اس پر انعام و اکرام کی بارش کی اور اعلےٰ مراتب پر فائز کیا۔ اُس نے ایاز کے بارے میں اپنی

---

[۱] زین الاخبار گردیزی صفحہ ۹۵۔ [۲] دیوان فرخی صفحہ ۴۴۵۔

فیاضی کی ایک مثال قائم کردی۔ اس نے چہل خروار دینار ایک ہی بخشش میں عطا کئے۔ بست کے صوبہ کی تمام آمدنی اسے بخش دی۔ مکران و قزدار کا خراج اُسے عطا کر دیا۔ اس وقت تک اتنی بخشش کسی اور امیر کے ساتھ نہیں کی گئی تھی۔ مکران اور قزدار ۴۲۲ھ کے شروع میں فتح ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس فیاضی کی تقریب ۴۲۲ھ کے لگ بھگ ہی ہے۔ فرخی نے ان انعامات کو یوں بیان کیا ہے :-

خداوند جہاں مسعود محمود | کہ او را از رہی بخشد بخروار
جز او را از ہمہ میراں کرا داد | بیک بخشش چہل خروار دینار
بدو بخشید مال خطۂ بست | خراج خطہ مکران و قزدار[۵۱]

مسعود اپنے زمانہ حکومت میں ایاز کو ہمیشہ عزت کی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ بدقسمتی سے بیہقی جو اس زمانے کے حالات کی ایک مفصل تاریخ ہے۔ ایاز کے متعلق کچھ زیادہ روشنی نہیں ڈالتا۔ بہرحال اتنا پتہ ضرور چلتا ہے۔ کہ ایاز مسعود کی بارگاہ میں ہمیشہ مقبول رہا۔

ایاز ہندوستان میں

بیہقی کے قول کے مطابق ۳ ذی القعد بروز ہفتہ ۴۲۷ھ امیر مجدود کو امارت ہندوستان کی خلعت پہنائی گئی۔ اور اُسے جاہ و حشم کے ساتھ صوبہ لاہور کی طرف بھیجا گیا۔ بیہقی جاہ و حشم میں ابوالقاسم ترکی۔ سعد سلمان (مسعود سعد سلمان کا باپ) اور سرہنگ محمد کا ذکر کرتا ہے لیکن ایاز کا ذکر نہیں کرتا۔ گردیزی کے قول کے مطابق جب ۴۲۸ھ میں مسعود نے ہانسی اور کئی ایک اور قلعے فتح کرلئے تو جاتی دفعہ اپنے بیٹے مجدود کو حکومت دے گیا۔ گردیزی کے الفاظ ہیں :-

---

[۵۱] دیوان فرخی صفحہ ۱۶۴ + [۵۲] بیہقی صفحہ ۶۲۲ +

"پس امیر مجدود بن مسعود را رحمہما اللہ ولایت لاہور داد - و طبل و علم داد - و او را با حشم و حاشیت سوئے لاہور بفرستاد - و خود سوے غزنین آمد[1]" گردیزی کے بیان کے مطابق فتح ہانسی ۴۲۸ھ میں ہوئی - اور بیہقی کے بیان کے مطابق ۴۲۹ھ کے اوائل میں - بیہقی کی دی ہوئی تاریخوں کے متعلق تو کچھ نہیں کہا جا سکتا - مگر اُس نے ہانسی کی فتح کا جو ذکر کیا ہے - وہ بہت حد تک مبہم اور غیر واضح ہے - اور ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ بیہقی اس واقع کو اچھی طرح ذہن نشین نہیں رکھ سکا - برخلاف اس کے گردیزی ہانسی کی فتح کا مفصل ذکر کرتا ہے - اور ہانسی کے ساتھ دوسرے قلعوں کا بھی ذکر کرتا ہے - جنہیں مسعود نے فتح کیا تھا - دونوں کے بیانات سے ایاز کے وہاں ہونے کا پتہ نہیں چلتا لیکن امیر مسعود کی وفات کے بعد جب مسعود اپنے چچا محمد سے اپنے باپ کا انتقام لے کر دوسرے سال لاہور کی طرف بڑھتا ہے - تو ہمیں فرشتہ میں ایاز خاص کا ذکر ملتا ہے - جو مجدود کا دست راست بلکہ اتالیق تھا - فرشتہ لکھتا ہے :-

بعد ازاں ہیچ اندیشہ نماند - اِلّا اندیشہ برادر کوچک مجدود بن مسعود بعد از قضیہ پدر از ملتان بہ لاہور رفتہ باستظہار ایاز خاص از آب سندھ تا ہانسی و تھانیسر کما ہو حقہٗ ضبط کردہ استقلال الکلام بہم رسانیدہ بود[2]

اب ایاز مجدود کے ساتھ کب آیا - تو اغلب یہی ہے - کہ جب سلطان مسعود نے ۴۲۷ھ یا ۴۲۸ھ میں مجدود کو امارت سپرد کی - تو ایاز کو بھی اُس کے ہمراہ بھیجا اور غالباً اُس کی خدمات اور تجربے

---

[1] گردیزی صفحہ ۱۰۴ + [2] فرشتہ صفحہ ۴۴ +

کا اعتراف کرتے ہوئے اور مجدود کی کم سنی کا خیال کرتے ہوئے اس نے ایاز کو اس کا اتالیق مقرر کر دیا۔ مجدود ابھی بچہ ہی تھا اس لئے تمام اختیارات ایاز کے ہاتھ میں ہی تھے۔ اس لئے صحیح معنوں میں ایاز ہی لاہور کا حاکم ہو سکتا ہے۔ دوسرے فرشتہ کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ ایاز اس وقت ایک غیر معمولی طاقت کا مالک تھا۔ جس کی مدد سے مجدود ہانسی اور تھانیسر تک تمام علاقوں پر پوری طرح قبضہ جما لیتا ہے۔ مقامی مورخ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ اکبر شاہ نجیب آبادی کہتے ہیں۔ "وہ پھر لاہور میں اپنے بیٹے مجدود کو چھوڑ کر ایاز کو اس کے ہمراہ بطور اتالیق مقرر کیا۔ اور شروع جمادی الاول ۴۲۹ھ میں غزنی پہنچ گیا[۱]" کنہیا لال اپنی تاریخ میں ایاز کے حال میں لکھتا ہے "مدت مدید بہ نیابت شہزادہ ابو محمد (جو مجدود کا دوسرا نام تھا) پنجاب کا حاکم رہا[۲]"۔ چنانچہ مسعود کے مقابلے کے لئے ایاز کا موجود ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ایاز مجدود کے ساتھ اس سے پیشتر ہی موجود تھا۔ اور یہ زمانہ وہی ہو سکتا ہے۔ جب مجدود کو لاہور کی امارت دی گئی۔

ایاز کی صوبہ داری

ایاز کو عموماً پنجاب کا پہلا مسلمان صوبہ دار کہا جاتا ہے۔ اور یہ بات کسی حد تک صحیح بھی ہے بیہقی کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ سلطان محمود اور مسعود کے اولین زمانے میں صوبہ کے انتظام کا یہ قاعدہ تھا کہ کسی ملک یا صوبہ کا ایک سپہ سالار ہوتا تھا۔ جس کا کام فتوحات حاصل کرنا فوج میں اقتدار قائم رکھنا۔ اور ماتحت راجوں اور رئیسوں سے خراج وصول کرنا ہوتا تھا۔ دوسرا بڑا افسر قاضی ہوتا تھا۔ قاضی

---

[۱] آئینہ حقیقت نما حصہ اول صفحہ ۱۹۱ + [۲] تاریخ لاہور کتب اول صفحہ ۱۴۰+

تمام مالی اور اندرونی انتظام کا ذمہ دار تھا - دونوں کی حیثیت مستقل تھی - اور دونوں ایک دوسرے سے آزاد تھے - انہیں صرف بادشاہ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑتا تھا - چونکہ بادشاہ ان دونوں سے دور ہؤا کرتا تھا - اس لئے خرابی کا ہر وقت احتمال تھا - کیونکہ اگر قاضی کی اور سپہ سالار کی آپس میں نہ نبھے - تو ملک کا شیرازہ درہم برہم ہو جانا لازمی تھا - سلطان محمود کے زمانے سے ہندوستان میں قضا کے عہدہ پر قاضی شیراز ابوالحسن علی نظر آتا ہے - قاضی شیراز کو سلطان کے مزاج میں بہت کچھ دخل تھا - اور اس لئے وہ مغرور تھا - چنانچہ یکے بعد دیگرے جو بھی سپہ سالار آیا - قاضی شیراز کی اس سے نہ بن سکی - سب سے پہلے عبداللہ قراتگین کا آنا ظاہر ہوتا ہے - اس کے بعد اریارق[1] آیا - وہ بہت منہ زور اور شجاع تھا - اس نے قاضی کی پرواہ نہ کی - اور بعد میں محمود کے احکام کی بھی چنداں پروا نہ کی[2] محمد کے سامنے بھی وہ اسی طرح اکڑا رہا - مسعود کے زمانے میں احمد حسن کی ترغیب سے اریارق مسعود کی خدمت میں حاضر ہو گیا - مسعود نے اسے ایک ترکیب سے گرفتار کر کے ایک قلعہ میں مقید کر دیا - اور اس کی جگہ نیا لتگین کو بھیجا - لیکن نیا لتگین کے خلاف قاضی نے سازش کی - جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ احمد نیا لتگین باغی قرار دے دیا گیا - اور تلک کے ہاتھوں مارا گیا - جب ۴۲۶ھ و ۴۲۸ھ میں ایاز مجدود کا اتالیق مقرر ہؤا - تو اس کی حیثیت سپہ سالار کی حیثیت سے مختلف تھی -

(حاشیہ: بعد ابوالفتح و اسغانی اور پھر ابوالفرج کرمانی - ازاں *)

---

[1] بیہقی صفحہ ۳۲۷ + [2] بیہقی صفحہ ۲۷۵ +

وہ صوبہ دار یا والسرائے تھا۔ سپہ سالار اور قاضی براہ راست اُس کے ماتحت تھے۔ اس لئے ایاز کو پہلا مسلمان صوبہ دار کہا جا سکتا ہے۔[۱]

لاہور کی تعمیر لاہور کا شہر ایاز کے زمانے سے پیشتر ایک شہر کی حیثیت سے اسلامی تواریخ میں غیر معروف ہے۔ البیرونی جس نے اپنی کتاب الہند محمود کی وفات کے بعد اور سلطان مسعود کے زمانے میں لکھی ہے۔ لاہور کا ذکر ایک صوبہ کی حیثیت سے کرتا ہے۔ جس کا پایہ تخت مندھوکور[۲] تھا۔ مندھوکور کا جغرفیائی مقام ابھی تک غیر متعین ہے لیکن البرونی نے اپنی کتاب میں جہاں اور مقامات کا عرض بلد دیا ہے۔ وہاں مندھوکور کا بھی عرض بلد دیا ہے۔ اس کی پیمائش کے مطابق مندھوکور کا عرض بلد ۵۰۔ ۳۱ ہے[۳]۔ اور موجودہ لاہور کا عرض بلد ۳۴ ۳۱ ہے۔ البرونی کے دیئے ہوئے دوسرے عرض بلدوں کا موجودہ عرض بلدوں سے مقابلہ کیا جائے تو بہت تھوڑا فرق نکلتا ہے۔ اس سے اس کی پیمائش کے درست ہونے میں بہت کم شبہ رہ جاتا ہے۔ اس امر سے پتہ چلتا ہے کہ مندھوکور جو لاہور کا پایہ تخت تھا موجودہ لاہور کے کہیں قریب ہی واقع تھا۔ اور غالباً لاہور کے تباہ ہو جانے کے بعد اسلامی پایہ تخت بن گیا تھا۔[۴] بیہقی اپنی تاریخ میں مندھوکور کا ذکر احمد نیالتگین کی بغاوت

---

[۱] کتاب الہند صفحہ ۱۰۱۔ [۲] البرونی زخاؤ ایڈیشن صفحہ ۳۱۷، [۳] کننگھم مندھوکور کو محمود پور جو لاہور کا دوسرا نام کہا جاتا ہے کی ایک بگڑی ہوئی شکل بتاتا ہے لیکن معاصرین کا بھی محمود پور کو مندھوکور لکھنا اس کے بیان کی تصدیق نہیں کرسکتا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مسلمان مورخ ایک اسلامی نام کو چھوڑ کر اُس کی بگڑی ہوئی شکل کا استعمال کریں اور پھر اتنی جلدی یعنی البرونی کے زمانے میں محمود پور جس کا تلفظ اتنا مشکل بھی نہیں۔ کس طرح بگڑ کر مندھوکور بن سکتا ہے جیسا کہ البرونی لکھتا ہے۔

کے سلسلہ میں کرتا ہے۔ جہاں کے قلعے میں اس وقت کے شاہی امرا محصور تھے۔ مسعود کے بعد کی تاریخوں میں مندھوکور کا ذکر بند ہو جاتا ہے۔ اور اس کی جگہ لاہور نمایاں نظر آتا ہے اس کا باعث کیا تھا۔ اس کا جواب سجان رائے اور دوسرے مقامی مورخ دے سکتے ہیں۔ سجان رائے کے الفاظ پہلے بھی نقل ہو چکے ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ لاہور کے تباہ ہو جانے کے بعد ایاز نے لاہور کو نئے سر سے سے آباد کیا۔ اس میں ایک پختہ قلعہ تعمیر کرایا۔ اور لاہور کو ایک نئی زندگی بخشی۔ سجان رائے کی ہم نوائی کئی دوسرے ہندی مورخ اور شاعر بھی کرتے ہیں۔ جو ایاز کو لاہور کا بانی قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ لاہور کی بنیاد حسن ووفا کے دیوتا نے رکھی تھی۔ حبیب اللہ فدا لاہور کا ذکر کرتے ہوئے اپنی مثنوی میں لکھتا ہے ؎

بانیٔ او ایاز و محمود است

زیں بنا حسن و عشق مقصود است

جب لاہور آباد ہو گیا۔ تو پایہ تخت بن گیا۔ اور مندھوکور اپنی اہمیت کھو بیٹھا۔ اور آج اس کے مقام کا تعین کرنا بھی دشوار ہے ۔

مسعود لاہور کی طرف

جب ۴۳۱ھ میں مسعود کو سلجوقیوں کے مقابلے میں دندانقان کے مقام پر سخت ہزیمت ہوئی۔ تو اس نے اپنی پریشان قوتوں کا شیرازہ مجتمع کرنے کے لئے ہندوستان کا رخ کیا۔ مودود کو بلخ کی طرف بھیجا۔ اور مجدود کو جو لاہور میں مقیم تھا۔ حکم ہوا کہ وہ لاہور کو چھوڑ کر ملتان کی طرف متوجہ ہو کیونکہ مسعود خود لاہور کو پایہ تخت بنانا چاہتا تھا۔ لیکن مشیت ایزدی کو کچھ اور منظور تھا۔ جہلم کے کنارے

پر مسعود کے غلاموں نے بغاوت کی۔ مال و خزانہ لوٹ لیا گیا مسعود کو نظر بند کر کے امیر محمد کو جسے مسعود مندیش کے قلعہ سے اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ تخت پر بٹھا دیا۔ امیر مسعود آخر کار محمد کے بیٹے احمد کے ایما سے شہید کر دیا گیا۔ مودود نے جب اپنے باپ کی شہادت کی خبر سنی۔ تو وہ تعزیت نشینی کے بعد باپ کا انتقام لینے کے لئے محمد کی طرف بڑھا۔ اس انتقامی لڑائی میں مودود نے فتح پائی۔ اور اس نے اپنے باپ کے قاتلوں کو چن چن کر تہ تیغ کیا۔ امیر مسعود کی وفات کے وقت مجدود تو ملتان میں تھا۔ اور ایاز غالباً لاہور میں باپ کی وفات کے بعد مجدود لاہور میں ہی چلا آیا۔ اور ایاز کے ساتھ مل کر ہندوستان کو ایک علیحدہ سلطنت بنانے کا ارادہ کیا۔ مختلف راجوں اور ٹھاکروں سے سلطان محمود کے زمانے کا مقرر کردہ خراج وصول کیا۔ اور تھانیسر و ہانسی تک تمام ملک کو اپنے قبضہ میں لے آیا۔ ادھر ایاز اور مجدود تو ایک نئی سلطنت کی داغ بیل ڈالنے میں مصروف تھے۔ ادھر مودود کو مجدود ایک کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا۔ ۴۳۳ھ کے اواخر میں وہ ہندوستان کو تسخیر کرنے کے ارادہ سے بڑھا۔ مجدود اس وقت اپنے لاؤ لشکر لے کر ہانسی میں مقیم تھا۔ اور دہلی فتح کرنے کی تدبیریں سوچ رہا تھا۔ جب اُسے مودود کے آنے کی اطلاع ملی۔ تو وہ لاہور کی طرف لوٹا۔ اور اس سے پیشتر کہ مودود قلعہ لاہور پر قابض ہو جائے۔ ۸ ذی الحج ۴۳۳ھ کو لاہور پہنچ گیا۔ مجدود کی ہمت اور ایاز کی تدبیروں سے قریب تھا کہ مودود کے لشکر میں نفاق پڑ جائے۔ کہ اچانک عید قربان کی صبح کو مجدود اپنے خیمہ میں مردہ پایا گیا[1]۔ اس کی

---

[1] تاریخ فرشتہ صفحہ ۴۴۔

وفات کس طرح ہوئی اور کیا یہ کسی خوفناک سازش کا نتیجہ تھا۔ یہ مسئلہ آج تک لاینحل ہے۔ فرشتہ کا بیان ہے۔ کہ اس کے فوراً بعد ہی ایاز بھی مرگیا۔ اور اسی طرح بغیر جنگ و جدال کے ہندوستان مودود کے دست تصرف میں آگیا۔" اُس کے الفاظ ہیں:- "ناگاہ صبح عید قربان مجدود را در خرگاہ مردہ یافتند۔ وکیفیت آں اصلاً معلوم نشد۔ وایاز نیز دریں چند روز وفات کرد۔ بے جنگ و جدل مملکت ہندوستان آں مقدار کہ بدو تعلق داشت بہ تصرف متعلقان سلطان مودود در آمد"[1]۔

ایاز کی وفات

لیکن ایاز کے سنہ وفات کے متعلق دو رائیں ہیں۔ اور دونوں کے لئے کچھ نہ کچھ داخلی تائیدات حاصل ہو جاتی ہیں۔

ریورٹی (RAVERTY) طبقات ناصری کے ترجمے میں فرخ زاد کے عہد پر حاشیہ چڑھاتے ہوئے لکھتا ہے:- "ان مشاہیر میں سے جن کا انتقال اس زمانے میں ہوا۔ ایک ابوالنجم ایاز اویماق یا ایماق تھا۔ جو سلطان محمود کا غلام اور ایاز کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا انتقال ماہ ربیع الاول ۴۴۹ھ میں ہوا"[2]۔ اس طرح فرہنگ آنندراج میں اُس کا سنہ وفات ۴۴۹ھ دیا ہوا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ "ایاز عمر معقولی دریافتہ .... و در چہار صد و چہل و نہ وفات یافتہ"[3]۔ لیکن دونوں نے اپنے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ بہت کوشش کے بعد بھی یہ معلوم نہیں ہوسکا۔ کہ ان کا اصلی ماخذ کیا ہے

---

[1] تاریخ فرشتہ صفحہ ۴۴۔ [2] ترجمہ طبقات ناصری جلد اول حاشیہ صفحہ ۱۰۲۔

[3] فرہنگ آنندراج۔ ایاز کے تحت۔ قصائد رونی صفحہ ۱۱۶۔

لیکن جس وثوق اور تیقن سے ریورٹی (RAVERTY) اور فرہنگ اندراج کے مولف نے یہ سنہ دیا ہے۔ اُسے درخور اعتنا ضرور بنا دیتا ہے۔ اس کی تائید میں ابوالفرج رونی کا ایک مستقل قصیدہ بھی ملتا ہے۔ جو ایاز کی تعریف میں ہے۔ رونی کا دور عموماً سلطان ابراہیم سے جو ۴۵۱ھ میں تخت نشین ہوا۔ شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر ایاز ۴۴۹ھ میں وفات پائے۔ اور رونی نے اسی سال یا اس سے کچھ پہلے یہ قصیدہ لکھا ہو۔ تو رونی کے زمانہ پر چنداں اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس قصیدہ میں جہاں ایاز کی تیراندازی کی بے حد تعریف کی گئی ہے (جو ہم نقل کر چکے ہیں) وہاں ایاز کو وہ یوں خطاب کرتا ہے:-

اے ز تو پر عمارت عالم یافتہ عدل خلعت رازی
مرزبانی قوی تراز عقلی قہرمانی قوی تراز آزی

اس میں وہ ایاز کو ایک مرزبان اور قہرمان کی حیثیت سے یاد کرتا ہے مرزبان آج تک جیسا کہ فرہنگ اندراج سے واضح ہے حاکم سرحد قلعہ بان۔ اور گورنر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ قاآنی نے اپنے ایک قصیدہ میں بھی ہرات کے گورنر کو مرزبان ہی کہا ہے:-

در حصار برُخ بست مرزبان ہری
کشاد قفل در بروں ریخت گوہر از مخزن[1]

اسی طرح قہرمان بھی ایک آزاد یا طاقت ور حاکم کے لئے مستعمل ہے۔ ایاز کا رونی کے زمانے تک ایک طاقت ور صوبہ دار کی حیثیت سے قائم رہنا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ غزنی کے سردار بادشاہوں نے اُسے ایک حاکم کی نسبت سے برقرار رکھا اور یہ کہ

---

[1] قصائد قاآنی۔

ایاز کی صوبیداری کا زمانہ ۴۳۲ھ سے لے کر ۴۴۹ھ تک تقریباً بائیس سال پر مشتمل ہو جاتا ہے۔ وہ روایتی شہرت اور عزت جو ایاز کو لاہور کا بانی اور پہلا مسلمان صوبہ دار ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے اس کے طویل زمانہ کی حکومت پر ایک مزید شہادت بن جاتی ہے۔

لیکن فرشتہ کے بیان کے مطابق ایاز محمود کی وفات کے بعد جلدی ہی مر جاتا ہے۔ اور اس طرح مودود ہندوستان کی سلطنت پر آسانی سے قابض ہو جاتا ہے۔ اب ہم تاریخی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ کہ واقعات نے اس کے بعد کونسا راستہ اختیار کیا مودود نے جب ہندوستان کو اپنے قبضہ تسخیر میں کر لیا۔ اور واپس چلا گیا۔ تو اس کے بعد اس نے دوبارہ ہندوستان کا رُخ نہیں کیا۔ ۴۳۵ھ میں دہلی کے راجہ نے دوسرے ہندو راجوں کے ساتھ مل کر مذہبی خدمات کے ماتحت تھانیسر، ہانسی اور نگرکوٹ وغیرہ پر چڑھائی کر دی۔ ان اضلاع کے مقیم مسلمان امرا نے امرائے لاہور کے پاس امداد کی درخواست کی۔ لیکن امرائے لاہور نے نا اتفاقی کی وجہ سے ان کی مدد نہ کی۔ جس کی وجہ سے اُن کو یہ علاقے خالی کرنے پڑے۔ اور وہ خود لاہور میں آ گئے۔ نگرکوٹ اور تھانیسر وغیرہ کی کامیابی دیکھ کر پنجاب کے ہندو راجوں نے بھی لاہور کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ سات ماہ تک جاری رہا۔ مودود نے لاہور مدد بھیجنے کا ارادہ کیا۔ مگر مدد کے آنے سے پیشتر لاہور کے امرا ہندو راجوں پر فتح پا چکے تھے[۵]۔ لاہور کو حاصل کرنے کی یہ آخری کوشش تھی۔ جو ہندوؤں نے کی

---

[۵] تاریخ فرشتہ صفحہ ۴۵ *

اس کے بعد لاہور کی سلطنت بہت مستحکم ہوگئی۔ اور مودود کو ہندوستان میں دوبارہ آنے کی ضرورت نہ پڑی۔ البتہ فرشتہ کا قول ہے۔ کہ "در سنہ اربعین و اربعمایہ ۴۴۰ھ مودود دہر دو پسران کلاں ابو القاسم محمود و منصور را دریک روز خلعت وطبل وعلم دادہ ابوالقاسم محمود را بجانب لاہور و منصور را بہ پرشور (پشاور) روان کرد[۱]"

اُدھر غزنی میں مرکزی قوت کمزور ہوگئی۔ بادشاہی مہرے جلد جلد بدلنے شروع ہوگئے۔ مودود نے ۴۴۱ھ میں وفات پائی۔ اس کے بعد مسعود بن مودود اور علی بن مسعود نے یکے بعد دیگرے مل جل کر تین ماہ تک حکومت کی۔ علی بن ربیع ایک امیر جس نے مسعود بن مودود کی حمایت کی تھی۔ علی بن مسعود کے تخت نشین ہونے کے بعد پشاور کی طرف بھاگ آیا۔ اور فرشتہ کے قول کے مطابق "آں خطہ را تا ملتان ستدہ در ضبط خود آوردہ[۲]" جب عبدالرشید ۴۴۱ھ میں تخت پر بیٹھا۔ تو اس نے علی بن ربیع کو بطائف الحیل واپس بلایا اور نوشتگین کرخی کو ہندوستان کا امیر الامرا مقرر کیا اور لاہور کی حکومت اُسے دیدی نوشتگین کرخی نے نگرکوٹ کے علاقے کو پھر فتح کر لیا۔ جب عبدالرشید کا جرنیل طغرل عبدالرشید کو قتل کر کے ۴۴۳ھ میں خود تخت نشین ہوگیا۔ تو نوشتگین کرخی کی سازش سے ہی طغرل کا خاتمہ ہوا۔ اور فرخ زاد بن مسعود کو تخت پر بٹھایا گیا۔ اس کے زمانے میں ہندوستان کے حالات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ایاز اگر زندہ تھا۔ تو اس پُر آشوب زمانہ میں کیوں نمایاں نہیں ہوتا۔ ہانسی اور تھانیسر کا ہاتھوں

---

[۱] تاریخ فرشتہ صفحہ ۴۶۔ [۲] فرشتہ صفحہ ۴۷ ۔

سے نکل جانا لاہور کا محاصرہ ہو جانا۔ مودود کا اپنے بیٹے ابوالقاسم محمود کو لاہور کا امیر بنا کر بھیجنا۔ علی بن ربیع کا ملتان تک اپنا تصرف قائم کر لینا۔ عبدالرشید کا نوشتگین کو ہندوستان کا امیرالامرا بنا کر بھیجا گیا ظاہر کرتے ہیں۔ کیا اس سے یہ تو ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ ایاز کا زبردست ہاتھ موجود نہیں۔

یا شاید یوں ہو کہ ایاز اس پرآشوب زمانہ میں اپنے منصب سے ہٹا دیا گیا ہو۔ لاہور کے امرا کا نفاق اور ریشہ دوانیاں اسی سلسلہ کی کڑیاں ہو سکتی ہیں۔ اس عرصے میں مختلف آدمی ہندوستان میں امیر بن کر آئے اور گئے ہوں۔ اور آخر جب فرخ زاد تخت نشین ہؤا تو ایاز بھی پھر مسند عزت پر آگیا ہو۔ سیاست کے کھیل میں ایسی مثالوں کی کمی نہیں۔ رونی کا قصیدہ بھی فرخ زاد کے اواخر حکومت کا ہے۔ جب کہ ایاز لاہور کا مرزبان (صوبہ دار) نظر آتا ہے۔ فرخ زاد اس مسعود کا بیٹا تھا جس کی تخت نشینی میں ایاز نے مدد دی تھی۔ اور ہو سکتا ہے کہ ایاز کے فرخ زاد سے تعلقات مودود کی نسبت زیادہ اچھے ہوں۔ اور اس طرح وہ دوبارہ عُروج پر آگیا ہو۔ چونکہ فرخ زاد کے زمانہ کے ہندوستان کے حالات پر تاریکی کا پردہ پڑا ہؤا ہے۔ اس لئے ہم اس کے متعلق کچھ وثوق سے نہیں کہ سکتے۔ بہر حال ایاز کے سنہ وفات کے متعلق فی الحال کوئی قطعی اور ناطق فیصلہ نہیں دیا جا سکتا۔

ایاز کا مزار ایاز نے یہیں ہندوستان میں وفات پائی۔ اور اس کا مزار آج تک محفوظ ہے مقامی تاریخوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔ عوام اسے ملک الیاس کی خانقاہ کہتے ہیں۔ جو یقیناً

ایاز یا ایاس کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ یہ مزار رنگ محل بازار سے مغرب کی طرف ایک کوچہ میں ایک خانقاہ کی شکل میں واقع ہے۔ صحن میں قبر کا تعویذ ہے۔ اور تعویذ کے مغرب میں ایک برآمدہ۔ جسے مسجد کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ تعویذ کے گرد لکڑی کا جنگلہ ہے۔ جس کے اوپر چھت ہے۔ اس کے گرد و نواح کا علاقہ اس مزار سے متعلق تھا۔ لیکن سکھوں کے زمانے میں یہ مکانات چھن گئے۔ اور جن کی بازیابی کے لئے بعض مسلمان سرکار انگریزی کے عہد میں مقدمہ بازی کرتے رہے۔ شہر کے لوگ اس مزار کو متبرک جانتے ہیں۔ اور کئی دوسرے مزاروں کی طرح یہ بھی مرجع خلائق ہے:۔

ایاز کے لواحقین ایاز کے لواحقین میں سے صرف دو کا پتہ چل سکا ہے۔ عوفی اپنی کتاب جوامع الحکایات میں ابونصر مشکان کی زبانی جو محمود کا دبیر رسالت تھا ایک حکایت بیان کرتا ہے عوفی لکھتا ہے":۔

آوردہ اند۔ کہ سلطان یمین الدولہ محمد سبکتگین انار اللہ برہانہ مدتی بود۔ کہ ہر خواہر ایاز مفتون شدہ بود۔ و خاطر مبارک او بدے مائل گشتہ و می خواست کہ اورا در عقد خویش آرد۔ و لیکن اندیشہ مے کرد۔ کہ ملوک اورا بداں عیب کنند۔ و خواص او وے را بداں نیکو ندانند۔ چند مرتے دراں می پیچید۔ ابونصر مشکان می گوید۔ شبی من در خدمت سلطان بودم۔ چوں مجلس خالی شد۔ پای دراز کرد و مرا فرمود۔ کہ پائے من بمال۔ مرا یقین شد۔ کہ مرا این با من سرّے خواہد گفت۔ پس فرمود۔ کہ حکیماں گفتہ اند۔ کہ راز از سہ کس نباید نہفت یکے از طبیب استاد۔ دوم از دوست مشفق و ناصح۔ سوم

از خدمت گار مخلص عاقل و من مدتی است کہ ایں اندیشہ مے کنم۔ امشب ایں سر با تو درمیان نہم۔ تا تو دراں چہ گوئی"۔ ابونصر سلطان کے حسن ظن کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور وعدہ کرتا ہے کہ حتی الامکان خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گا۔ سلطان نے کہا "دیرگہ مدت است کہ می خواہم کہ ایں سر پوشیدہ یعنی خواہر ایاز را در نکاح خود آورم۔ اما می اندیشم کہ نباید۔ ملوک اطراف ایں را بہ مستخافت عقل ورای نسبت کنند۔ شما کہ خدم و خاص ماشید۔ . . . . خود درین معنی چہ می بینی۔ در ہیچ تاریخ خواندہ ای کہ کس از پادشاہاں بندہ زادگاں خود را در نکاح آوردہ است[۱]" ابونصر اس کے جواب میں بہرام گور اور قباد کی داستانیں سناتا ہے۔ کہ کس طرح انھوں نے معمولی خاندان کی لڑکیوں سے ازدواجی تعلقات قائم کئے۔ جب سلطان نے یہ حکایتیں سنیں "تو در بغایت خرم شد۔ و ابونصر را مداں انعام فرمود و گفت مرا از رنج برہانیدی و بعد از دو روز خواہر ایاز را در عقد خود آورد[۲]"

محمود اور ایاز کے تعلقات کے استوار رہنے کا شاید یہ بھی ایک سبب ہو۔ اور ایاز کے اثر و رسوخ میں شاید اس رشتہ کا بھی بہت تعلق ہو۔

دوسرا بیان بیہقی کا ہے۔ وہ ایک امیر میکائیل کا ذکر کرتا ہے جس نے ایاز کی بہن سے شادی کی تھی۔ بیہقی وزیر حسنک[۳] کے پھانسی

---

[۱] جوامع الحکایات قسم دوم۔ یونیورسٹی نسخہ ورق ۴۳۴ ب تا ورق ۴۳۵ ب۔

[۲] توفی جوامع الحکایات قسم دوم یونیورسٹی نسخہ ورق ۴۳۵ ب [۳] حسنک محمود کا وزیر تھا۔ مسعود کے ساتھ اس کے تعلقات کچھ اچھے نہ تھے۔ مسعود نے اسے پھانسی پر چڑھا دیا تھا۔

پنیرلے جانے کے واقعہ پر لکھتا ہے "میکائیل بدانجا اسب داشتہ بود۔ پذیرہ وے آمدہ وَے را مواجر فواند۔ و دشنامہاے زشت داد۔ حسنک وروے نگریست ہیچ جواب نداد۔ عامہ مردم اورا لعنت کردند بدیں حرکت ناشیریں کہ کرد۔ و پس از حسنک ایں میکائیل کہ خواہر ایاز را بزنی کردہ بود۔ بسیار بلاہا دید۔ و محنت ہا کشید وامروز بر جایست و بعبارت بقرآں خواندن مشغول شدہ است[۱]" بیہقی کے بیان کے مطابق یہ میکائیل ۴۵۰ھ میں جب کہ بیہقی اپنی تاریخ لکھ رہا تھا عابد وزاہد ہو چکا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایاز کی دو بہنیں تھیں ایک سلطان محمود کے عقد میں تھی۔ اور دوسری امیر میکائیل کے عقد میں۔

ایاز اور اس کے ہم عصر شعرا اس کے ہم عصر شعرا میں سے ہم عنصری کی رباعی۔ رونی کا قصیدہ اور فرخی کے ایک قصیدہ کا ذکر کر چکے ہیں۔ غفاری نے بھی ایاز کی تعریف میں دو شعر کہے ہیں۔ جن کا حوالہ مولانا شبلی نے شعرالعجم میں دیا ہے فرخی کے ہاں ایک اور قصیدہ بھی ہے جو ایاز سے متعلق ہے مولانا شبلی مجمع الصفحا کے حوالے سے شعرالعجم میں لکھتے ہیں۔ "ایاز جو سلطان کا محبوب خاص تھا۔ فرخی کا نہایت قدر دان تھا۔ اور اس سے نہایت خلوص رکھتا تھا۔ ربط زیادہ بڑھا تو محمود کو رشک ہوا۔ یہاں تک کہ فرخی کا دربار بند کر دیا۔ فرخی نے متعدد قصیدے معذرت میں لکھے۔ بآخر سلطان صاف ہو گیا۔ اور فرخی بدستور دربار میں جانے آنے لگا۔"[۲] استاد گرامی پروفیسر شیرانی اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

---

[۱] بیہقی صفحہ ۲۱۷۔ [۲] شعرالعجم جلد اول صفحہ ۶۹۔

یہاں شبلی نے مجمع الفصحا کی روایت کو فروغ دے کر فرخی کو سلطان کا رقیب بنا دیا ہے۔ اگر مولنا قصائد فرخی کو ذرا زحمت گوارا فرما کر غور سے مطالعہ کرتے تو ان کو علم ہو جاتا کہ یہ روایت بالکل لغو اور بے سروپا ہے فرخی کے قصائد سے ثابت ہے کہ سلطان محمود فرخی سے کسی وقت ناراض نہیں ہوا۔ اور نہ اس نے معذرت میں کوئی قصیدہ لکھا۔ نہ لباب الالباب میں اور نہ چہار مقالہ میں فرخی اور ایاز کی محبت کا قصہ آتا ہے۔ مجمع الفصحا میں اور بھی مزخرفات بھری ہیں۔ لیکن ہمیں کیا ضرور ہے۔ کہ تحقیق اور تنقید کے فرائض کو بالائے طاق رکھ کر اور دروغ برگردن راوی کہ کر صرف نقالی پر اتر آئیں۔ نقل را چہ عقل یہ کام تو ہر شخص کر سکتا ہے۔ لیکن نقال اور ہے۔ محقق اور[1]

لیکن تحقیق کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ کوئی تحقیق بھی حرف آخر نہیں بن سکتی۔ ترمیم و تنسیخ کی ہر وقت گنجائش ہے۔ چنانچہ میں اپنے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ متعدد معذرت کے قصیدے نہ سہی۔ کم از کم ایک قصیدہ معذرت کا ضرور ملتا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ فرخی کا دربار بند ہو گیا تھا۔ اور اس جرم کی پاداش میں جس کا ذکر مولنا شبلی نے کیا ہے۔ فرخی نے اس تمام قصیدہ کو اپنی واقعہ نگاری کی تمام خصوصیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ قصیدہ اپنی قدامت اور صداقت کا زبان اور معانی کے لحاظ سے خود گواہ ہے۔ واقعہ نگاری فرخی کا ایک امتیازی نشان ہے۔ اور یہ تمام قصیدہ ایک واقعہ کی روداد ہے۔ وہ لکھتا ہے :۔

---

[1] مجموعہ رسائل اردو ۱۹۲۳ء صفحہ ۱۶۵۔

(در حسب حال و لال خاطر سلطان از روے مطلب عفو گوید)

اے ندیمان شہریار جہان ۔ اے بزرگان درگہِ سلطان

. . . . ۔ . . . .

پیشِ شاہ جہاں شما گوئید ۔ سخن بندگانِ شاہ جہاں

. . . . ۔ . . . .

شاہ از من بدل گراں گشتہ است ۔ بہ گناہی کہ بے گناہم ازاں

سخنی باز شد بہ مجلس شاہ ۔ بیشتر بود زاں سخن بہتان

سخن آں بُد کہ بادہ خوردہ ہمی ۔ بغلا بجائے فرخی و فلاں

ایں سخن ناتقضا برابر گشت ۔ از قضاہا گریختن نتواں

راد مردی کُنید و فضل کنید ۔ بر شہ حق شناس حرمت داں

من دریں دو ماہ جز آں یک روز ۔ مے نہ خوردم بحرمت یزداں

بسراے در دں شدم روزے ۔ با لبے خشک و با دلی بریاں

گفتم آنجا یکے خبر پرسم ۔ ز آنچہ ذرد مرا بود درماں

خبرے یافتم چنانکہ مرا ۔ راحت روح بود و رامشِ جان

قصہ کردم کہ باز خانہ روم ۔ تا دہم صدقہ و کنم قرباں

آں خبر دہ مرا تضرّع کرد ۔ کہ مرو مر مرا بزی و بماں

تا بدیں شادی و نشاط خوریم ۔ قدحی چند بادہ از پسِ ناں

من بیاد داخل آن خبر کہ بداد ۔ خُردم او را بدیں سخن فرماں

خوردم آنجا دو سہ قدح سیکی ۔ بودم آنجا بداں سبب بجہاں

ملہ شاہی محل کو سرائے کہا جاتا تھا۔ چنانچہ بیہقی اور گردیزی میں جا بجا شاہی غلاموں کو غلاماں سراے کہا گیا ہے۔ ملہ جوہی شراب۔

خویشتن را چو ایں ندانم جرم
من مرگشتہ مصحف قرآن
اگر ایں جرم در خود ادب است
چوب و شمشیر و گردن اینک و آں

. . . .

کون ہے جو اس قصیدہ میں فرخی کے انداز بیان کو پہچاننے میں غلطی کر سکتا ہے۔ سرائے شاہی میں کس کے ساتھ شراب پینے سے فرخی کا دربار بند ہو سکتا ہے۔ جس کے لئے وہ امرائے دربار سے شفیع بننے کی درخواستیں کرتا ہے کیا یہ ایاز نہیں۔ جو محمود کا منظور نظر اور سرائے کا رہنے والا ہے۔

ایاز اور سرمایہ ادب

ایاز فارسی اور اردو میں جو حیثیت حاصل کر چکا ہے۔ محتاج بیان نہیں۔ محمود و ایاز ایک مستقل استعارہ بن چکا ہے۔ جس سے ہزارہا قسم کے مضامین پیدا کئے جا چکے ہیں۔ اگر ان تمام اشعار کو اکٹھا کیا جائے۔ تو شاید کئی دفتر تیار ہو جائیں۔ صرف ایک زلالی نے اس پر پونے پانچ سو صفحے کی ضخیم مثنوی لکھی ہے۔ اس کی شخصیت۔ اس کا اخلاص و وفا اور اس کی بے لوث خدمت ضرب المثل ہو چکی ہے۔ اس کے نام سے متعلقہ اشیا تک نے ادب میں اپنی جگہ پیدا کر لی ہے۔ ہر لطیف و نفیس مزاج اپنی یادگار کچھ نہ کچھ چھوڑ جاتا ہے جس طرح عطر گلاب نورجہاں کی نفاست طبع کا ایک نشان ہے۔ اسی طرح ایاز کے متعلق بھی ایک اختراع مشہور ہے۔ جسے ایاس کہتے ہیں۔ (ایاز کو ایاس بھی کہتے ہیں یہ ایک خاص قسم کا باریک اور اکثر سیاہ رنگ کا کپڑا ہوتا ہے۔ جو سردیوں کے سفر میں برف سے آنکھوں کی حفاظت کے لئے ابروؤں کے اوپر باندھ لیا جاتا ہے۔ چنانچہ شفروہ لکھتا ہے : ؎

لہ دیوان فرخی صفحہ ۲۶۹ تا ۲۷۱۔ لہ فرہنگ انندراج ایاز کے تحت۔

لبست عاشق نوازی از کہ آموخت
دل من عشقبازی از کہ آموخت

ندیدم آنکہ بُرقعے داشت خورشید
رخت رسم ایازی از کہ آموخت

مدتیں گزریں کہ ایاز زیر خاک ہوگیا۔ زمانے کا کیمیائی عمل اس کی ہڈیاں تک جذب کرچکا۔ لیکن اس کے حسن وا خلاص اور صدق و صفا کا یہ ایک ادنےٰ کرشمہ ہے کہ اس کی شخصیت سے سینکڑوں قسم کی روایتیں اور داستانیں وابستہ ہیں۔ اس کی ذات سے ہزاروں قسم کے اخلاقی اور عاشقانہ نکات پیدا کئے گئے ہیں۔ اس کی قبر آج تک زیارت گاہ اور مرجع خلائق ہے۔ سرمایہ ادب اس پر نازاں ہے۔ اس کا ذکر سرد سے سرد دل میں بھی حرارت پیدا کر دیتا ہے۔ گو وہ مرچکا ہے۔ لیکن ابھی ہمارے درمیان ہے۔ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مشتاق احمد بھٹی۔ ایم۔ اے
یونیورسٹی ریسرچ سکالر

تنقید و تبصرہ

Modern Islam in India.

مصنفہ مسٹر ولفرڈ کینٹول سمتھ، لیکچرار فورمن کرسچن کالج لاہور - ۱۹۴۳ء

(منروا بک شاپ - انارکلی لاہور)

کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حصہ اول میں ان ذہنی تحریکوں پر بحث ہے۔ جو زمانۂ غدر سے لے کر ۱۹۴۲ء تک وجود میں آئیں - ان میں سب سے پہلی تحریک وہ تھی جس نے مسلمانان ہندوستان کو جدید مغربی تہذیب کی دامنگیری کی ترغیب دی - اس تحریک کے بانی سر سید احمد خاں تھے اور اس کا مرکز علیگڈھ تھا - دوسری تحریک کا نصب العین اسلام کی گذشتہ تہذیب کا احترام اور اس کا احیاء تھا - اس کے سب سے بڑے علمبردار سید امیر علی مرحوم تھے - تیسری تحریک جو مسلمانوں کو آئندہ کے لئے ایک نئی تہذیب کے تعمیر کرنے پر ابھارتی ہے علامہ سر محمد اقبال مرحوم کے فکر دوراں کا نتیجہ ہے

حصہ دوم میں بعض ان سیاسی تنظیموں کا ذکر ہے جو گذشتہ چند سال سے ہندوستان کے مسلمانوں میں پیدا ہوئی ہیں مثلاً تحریک خلافت - کانگرس پارٹی، مسلم لیگ، احرار پارٹی، خدائی خدمتگار، تحریک خاکسار - آزاد مسلم کانفرنس وغیرہ،

فاضل مصنف نے ایک ایماندار تاریخ نویس کے فرائض انجام دئے ہیں اور واقعات کو جوں کا توں لکھ دیا ہے - اپنے آپ کو کسی خاص تحریک یا پارٹی کا حامی یا مخالف ظاہر نہیں کیا - البتہ ایک یورپین ہونے کی حیثیت سے وہ طبعاً عورتوں میں پردے کی رسم کو استحسان کی نظر سے نہیں دیکھتے

اسی طرح فرقہ وار تنظیم کو وہ مسلمانوں کی ترقی کے راستے میں رکاوٹ سمجھتے ہیں
جہاں تک واقعات نویسی کا تعلق ہے کتاب بہت مفید اور پر از معلومات
ہے۔ لیکن ایک مسلمان پڑھنے والے کو شاید یہ شکایت ہو کہ مصنف کو ہمارے
قومی مطمح نظر کے ساتھ ہمدردی نہیں ہے لیکن ایک مغربی غیر مسلم مصنف سے اس
قسم کی توقع رکھنا بیجا نہیں ہے ٭

کتاب کی طباعت بہت عمدہ ہوئی ہے خصوصاً اسباب کو دیکھتے ہوئے کہ
آجکل کاغذ اور دیگر لوازم طباعت کس قدر نایاب ہیں۔ تعداد صفحات ۴۸۴
قیمت دس روپے ٭

(ادارہ)

ناصر جنگ شہید

صفحات ۱۸۷ - ملنے کا پتہ سن برج ہاؤس عابد بلڈنگ
مصطفیٰ بازار۔ حیدر آباد دکن - قیمت دو روپے۔ آٹھ آنے

یہ کتاب نظام الملک آصف جاہ اول بانی سلطنت آصفیہ دکن کے خلف الرشید
جانشین نواب میر احمد خاں نظام الدولہ کے سوانح پر مشتمل ہے۔ جس کے مصنف
قاضی معین الدین رہبر فاروقی ہیں۔ کتاب کے چار باب ہیں۔ باب اول لڑکپن سے
تخت نشینی تک باب دوم تخت نشینی اور دوسرے واقعات باب سوم ناصر جنگ
کی شہادت باب چہارم علوم و فنون سے دلچسپی۔ کتاب زیر بحث میں مصنف نے سلطنت
آصفیہ کی تاریخ کا ایک گم شدہ ورق پیش کیا ہے۔ ماخذ کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ
مصنف نے بہت سی قلمی اور مطبوعہ کتابوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ بایں ہمہ یہ محسوس ہوتا ہے
کہ ان ماخذ کے علاوہ اور بھی کتابیں اس موضوع کے متعلق ہیں۔ جن کو پیش نظر نہیں رکھا گیا۔
بہ حیثیت مجموعی کتاب قابل قدر ہے۔ اور یہ بات لائق تحسین ہے کہ حیدر آباد کے
اکابر مشاہیر کے سوانح دلچسپ انداز میں ہمارے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں یہ تالیف
بھی اسی کوشش کا ایک حصہ ہے ٭

(ادارہ)

چراغِ روانش فروزنده باد   دل عالم افروز او زنده باد
سرافگنده در پای شان[1] هر که هست   فدای سراپای شان هر چه هست
سخن بر دعای رسانم به بن   که بعد از دعاشان ندارم سخن[2]
چو نشست تحریر آن در خیال   زبان در کشیدم ز بیم ملال
اگر بر دعا ختم کردم رواست   که از ختم مقصود کلی دعاست
سخن[2] را نهایت نیامد پدید   ورق در شکستم[3] چو این جا رسید

[1] ج - او
[2] ب - سخن را نیامد نهایت پدید - ج - سخن را نباشد الخ
[3] ب - قلم در شکستم ج - ورق در نوشتم

غلط نامه

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳	۲	بهای	همای
۴	۱۲	کنجوی	گنجوی
۹	۸	ہمہ	تتمہ
۹	۱۲	چھہ سو	پانچ سو
۱۴	۷	باو لطفت	با دل لطفت
۱۶	۴	بر بانش	بر یانش
۲۵	۱۱	داخ	داغ
۲۶	۱	مبنیاد	مبیناد
۲۶	۳	گ شتہ	گشتہ
۲۶ حاشیہ	۳	ب	۵ ب

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۲۷	۳	نباگاه	بناگاه
۲۷	۱۴	ازبن	ازین
۲۹	۱۵	دسست	دستت
۳۰	۱۸	فیرور	فیروز
۳۶	۱۲	بجان	بجای
۴۰	۷	مرای سپنج	سرای سپنج
۴۰	۱۴	ستهنشاه	شهنشاه
۴۱	۱۰	چون زاغ	چوزاغ
۴۷	۱۶	فرفتش	فرقتش
۴۹	۱۵	جیمش	چشمش
۵۰	۱۵	دیدیدش	دیدیش
۷۸	۱۶	شمیم	شمیم
۸۰	۱۷	از	ار
۸۲	۱۰	بدنیانت	بدبنیانت
۸۲	۱۸	وگر	دگر
۸۴	۱۰	زنخیر	زنجیر
۱۰۱	۱۷	رخشنده	زخشنده
۱۰۲	۱۶	مینیاد	مبناد
۱۰۴	۳	نحست	نجست

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۵	۱۲	بادم	بادام
۱۰۷	۱۳	بوریتہ	بلوریہ
۱۱۰	۱۱	ییش	پیش
۱۱۱	۹	زخبر	ازخبر
۱۱۱	۱۲	ستوفی	ستوفی
۱۱۲	۱۷	بند	بیند
۱۱۴	۱	رطارم	زِطارم
۱۱۴	۲۰	آزد	آزاد
۱۱۵	۱۲	رور	روز
۱۱۶	۱۷	کیرد	گیرد
۱۱۷	۱۴	آتشبنت	آتشینت
۱۱۷	۱۶	کشن	کفن
۱۲۰	۳	بچوکان	بچوگان
۱۲۰	۳	کوی	گوی
۱۲۰	۷	زاده	زده
۱۳۳	۷	حہان	جہان
۱۲۹	۳	لستان	بستان
۱۳۰	۱۲	کره	گره
۱۳۲	۱	شکرجا	شکرخا
۱۳۷	۱	بتیرہ زن	تبیرہ زن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۷	۱۳	لودی	بودی
۱۳۸	۶	از	ار
۱۴۹	۱۷	آتش ڤشان	آتش فشان
۱۵۰	۱۳	پرمشال	برمشال
۱۵۱	۷	ستم	شُتم
۱۵۶	۱	کافوز	کافور
۱۵۷	۱۴	خونیاب	خوننباب
۱۶۱	۱۳	سنجن	سخن
۱۶۲	۱۶	دوستت	وستت
۱۶۳	۱۱	ہمجو	ہمچو
۱۶۶	۸	آشبان	آشیان
۱۶۹	۴	سیتان	بستان
۱۶۹	۱۱	نگیز	نگیرد
۱۷۰	۱۴	سشد	شدم
۱۷۱	۸	برچیرخ	برچرخ
۱۷۱	۱۲	لولوی گرفت	لولوی تر گرفت
۱۷۱	۱۳	خسروافی	خسروانی
۱۷۲	۱۳	خطر	خط
۱۷۷	۱۵	کشش	مکش
۱۷۸	۱۵	بنوذست	بجوست

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱۷۹	۱۲	بحشرت	لعشرت
۱۸۰	۴	فکر	مکر
۱۸۰	۱۳	نه ور	نه ور
۱۸۰	۱۸	چه عقلست	چه عقلت[۹]
۱۸۱	۱۰	نمان	زمان[۳]
۱۸۱	۱۴	هی	مهی
۱۸۱	۱۶	مُل	گل
۱۸۱	۱۶	جام مِی	جام می[۴]
۱۸۱	۱۷	لبِ نخل	لبِ لعل
۱۸۱	۱۷	دمی خالی[۶]	دمی[۷] خالی
۱۸۲	۱۱	گردند	گردنده
۱۸۳	۳	بتیره	تبیره
۱۸۳	۱۳	۳۳ ب	سطر ۱۴ - ۳۳ ب
۱۸۳	۱۴	خوامست	خواست
۱۸۶	۱۷	برجای	برجای
۱۸۷ حاشیه	۱	محرمش	محرمش
۱۸۸	۱۱	گمان کاندم	گمان برد کاندم
۱۸۸	۱۷	جام	بام
۱۹۰	۱	هوای	هوائی
۱۹۰	۲	دردمندانِ می	دردمندانِ حیّ
۱۹۰	۱۷	زرِ نبرگسین	زرنرگشین[۵]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۱	۱۴	سروی	سردی
۱۹۲	۲	بہ میانش	بر میانش
۱۹۲	۱۵	بپذیروش	بپذیردش
۱۹۴	۱۴	خرددرہم	خرد درہم
۱۹۵	۱	قرص زر	قرص زر ۳۵ ب
۱۹۵	۲	پرآوارہ	پرآوازہ
۱۹۶	۶	شہ یار	شہریار
۱۹۶	۱۶	گرد	کرد
۱۹۷	۴	لبسر دابد	لبسر دابہ
۱۹۷	۴	زندگی جای	زندگی کرد جای
۱۹۹	۹	خطامی	خطائی
۲۰۰	۱۶	دل برقرین	دلبر قرین
۲۰۰	۱۸	لہد	مہد
۲۰۲	۵	زدی بر	زدی طوف بر
۲۰۲ حاشیہ	۳	قندخیر	قندفیر
۲۰۳	۱۴	برِج نست	برج لست
۲۰۴	۵	رفت	برفت
۲۰۴ حاشیہ	۲	درذرگرفت	درزرگرفت
۲۰۶ حاشیہ	۵	برافگندلس	برافگندپس
۲۱۱	۱۴	بالیت سفت	بالیثت سفت
۲۱۶	۷	تادرحرم	تادرحرم
۲۱۶	۸	لمبسن	بمن

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۲۱۸	۱۱	محل	لعل
۲۲۲	۴	رہِ روستان	رود وستان
۲۲۳	۱۸	آید (ئے)	آمد (ئے)
۲۲۴	۱۶	افگند	آفگنند
۲۲۵	۶	بفطاق	لیغطاق
۲۲۵	۹	روشین	ووشین
۲۲۷	۶	دل	دل ئے
۲۲۷	۱۶	نسیم حس	نسیم ختن
۲۲۷	۱۷	لالہ برگ	لالہ برگ
۲۲۹	۸	خنیاگران	خنیاگران
۲۳۰ حاشیه	۱	ساعر	ساغر
۲۳۱	۴	آذر	آزر
۲۳۱	۱۲	شیشه باد	شیشه باز
۲۳۲ حاشیه	۱	نیسی	نیستی
۲۳۳	۵	کشتند	گشتند
۲۳۴	۱	دیبای وچین	دیبای چین
۲۳۵	۹	سازامدند	ساز آمدند
۲۳۶	۹	چوحون	چوخون
۲۳۹	۱۳	گه	که
۲۳۷	۸	ورگمان	درگمان
۲۳۸	۱۶	منزلگهی	منزلگه
۲۳۹	۱۴	گهی بر نکند شش - الخ	×

۲۴۰ اندراج حاشیه - که حصهٔ متن بالغ بر اشعار ۲۶ از نسخهٔ ب و ۳۰ از نسخهٔ د و ج (از ۲۶م و تا ۶۴م ب) عمداً حذف کرده شد که مضمون آن بصراحت مراسم مباشرت متعلق بود و مذاق سلیم اجازهٔ اشاعت آن نداد + این متن بعد سطر ۶ درج گردید +

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۲۴۲	۸	مجرم	مجرم
۲۴۵	۵	می خروش	می فروش
۲۴۵	۱۴	فرورنده	فروزنده
۲۴۶	۵	برگشته تخت	برگشته بخت
۲۴۷	۳	بزآورد	برآورد
۲۴۸	۴	درندخام	درزرخام
۲۵۱	۱۱	خروشد	فروشد
۲۵۳	۹	لیشاه	لشاه
۲۵۴	۱۴	مقربت	بقربت
۲۵۴	۱۶	گی	کی
۲۵۵	۳	جواجگی	خواجگی
۲۵۵	۹	دلستانسرای	دستانسرای
۲۵۵	۱۳	پادشاہی	پادشاہی
۲۵۶	۹	می	مَئی
۲۵۷ حاشیه	۲	۵-ب-زبہ	۵-ب-ز-بہ
۲۵۸	۱۴	آبی ست	آبیست
۲۶۲	۱۳	برآورده	برآورد
۲۶۳ حاشیه	۲	صلی اللہ و علیہ	صلی اللہ علیہ
۲۶۵	۳	بزوگو	بروگو
۲۶۵	۵	رتمکین	زتمکین

۱۶۱ ب

صد یک از اوصافِ آن ذاتِ شریف — استماعی کرده بود از شیخ و شاب
نیز از اشعارِ لطیفِ دلکشت[۱] — چند بیتی خوانده بود اندر کتاب
تا بسوی اصفهان وادی[۲] عنان — نصرت و اقبال و دولت در رکاب
از وصولِ مقدمِ میمونِ تو — شد سرآب[۳] آن کجا بودی سراب
چون شنیدم بر میان بستم کمر — از برای عزمِ آن عالی جناب
لیکن آن دولت میسر چون نشد — آمدم با طالعِ بد در عتاب
من زجان غائب تو غائب از رهی[۴] — راست آمد معنی من غاب غاب[۵]
آری آری آفتاب از دیدها — هم ز نورِ خویش باشد در حجاب
اول این خدمت فرستادم که نیست — بی وسیلت شاه را دیدن صواب
زیره چون[۶] من کس سوی کرمان نبرد — هیچ عاقل کرده است این ارتکاب
ذره را گر خود نمائی می کند — شرم بادا با وجودِ آفتاب

در مدح جلال الدین مسعود شاه

صفحه ۵۵

ای ز شرم روی چون ماهِ تو در خوی آفتاب — شمع چون پروانه پیشِ عارضت در سوز و تاب[۷]
ماه را با آفتابِ چهرهات دیدن خطا — شمع را پروانه خواندن پیشِ رخسارت صواب

---

۱ ا- تیز، ۲ ب- وادی، ۳ ب- شراب، ۴ ب- من زجان غائب از رهی (کذا)، ۵ ب- پس چه باشد- من غاب غاب- هر که غائب گشت محروم ماند، ۶ ب- زین چو من الخ، و زیره بکرمان بردن کنایه از کار بے فائده کردن- مانند گل بگلستان و زر بکان و فلفل به هندستان بردن- زیرا از کرمان به بلاد دیگر مے رود نه از بلاد دیگر بکرمان آید، ۷ این قصیده که در هر شعر ازان التزام ماه و آفتاب و پروانه و شمع کرده است در نسخهٔ ا موجود نیست،

آفتاب از مهر تاب طلعت در مهر و تاب شمع چون پروانه از مهر ریخت در اضطراب
با وجود شمع مهرت گر قمر پروانه است آفتاب و ماه شاید گر بماند در حجاب
ماه اگر پروانه‌اش نبود ز شمع طلعتت آفتاب آسا سپر بنداز داز تیر شهاب
همچو پروانه بسوز شمع در تاب او فتد آفتاب از ماه عارض گر بر اندازد نقاب
شمع رخسار تو گر پروانه جوید از هوا آفتاب و ماه را بینی که افتد بر تراب
ماه اگر پروانه نورش دهی از شمع روی آفتاب خاوری گو تا ابد هرگز متاب
آفتاب روی چون ماهت چو طالع شد ز شرق شمع چون پروانه مرد از مهر شد جانش کباب
ز آفتاب و مهر ناشغ رود آفاق ار دهد شمع را پروانه را ن شهریار کامیاب
ماه برج برپا و آفتاب اوج ملک شمع عالم تاب مه پروانه گردون جناب
آفتاب شرق و غرب اعظم جلال ملک و دین آنکه شد پروانه شمع جلالش ماهتاب
شمع خور پروانه شاه کامران مسعود شاه آفتاب ماه خرگه خسرو مالک رقاب
ماه برج سعدست آن کافتاب مهر او شمع را سوزد چو پروانه ز فرط التهاب
آفتاب ماه جاهش می نهد گیتی لقب شمع مه پروانه می خواند سپهرش در خطاب
ای که شد پروانه رای تو شمع اختران آفتاب و ماه تا بد سایه بانت را طناب
چون ز شمع دولتت پروانه گیرد آفتاب چرخ توسن را ز ماه نو کند زرین رکاب
شمع بی پروانه حکمت ز مجلس محترز ماه را بی آفتاب رایت از چرخ اجتناب
گشته از پروانه‌ات شمع سپهری مقتبس کرده ماه از آفتاب خاطرت نور اکتساب
کار ماه رایت از پروانه رایت بلند تیغ شمع از آفتاب استقامت در ضراب
بس که چون پروانه سوزد پیش شمع از تاب دل آفتاب از ماه خرگاه تو باشد در عذاب

---

۱ اصل - بپندارد ۲ اصل - کوتا ابد هرگز ۳ اصل - روانه

۴ اصل - نایب مناب

ماه را گشت آفتاب احتشامت[1] نوربخش — شمع را پروانهٔ رای تو شد نائب مناب
زآفتاب و ماه بردی در جهانبانی سبق — شمع اقبال تو گر پروانه دیدی بخواب
گر ز شمع خاطرت پروانه یابد آفتاب — آفتاب و ماه را سازد ز زر و سیم مذاب
شمع را پروانهٔ بخت تو شد مجلس فروز — آفتاب از ماه خرگاه[2] تو شد صاحب نقاب
کمترین پروانهٔ شمع جلالت در جهان[3] — آفتاب و ماه را بینم ز روی انتساب
تا نگیرد آفتاب از ماه نو از هیچ وجه — تا نیابد شمع از پروانه روی از هیچ باب
در چنان مجلس که باشد شمع را پروانه روح — آفتاب و ماه بادت باده و جام شراب
وآفتاب شمع عشرت خانهٔ پروانه دل — آنکه گردد از شراب مدحتت مست و خراب
آفتاب دولتت را ماه زنده تا بحشر — شمع جاهت را فلک پروانه تا یوم الحساب

در مدح خسرو اعظم صفی الحق والدین[4]

صفحه ۱۱ ب

پیش از آن کین خیمهٔ فیروزهٔ زرین طناب — بادبان آتشین زورق پدید آمد ز آب
صبح مجروری[6] در گردن کدامش قرصه داد — کز شگوفه طشت سیمین گرد بر صفرای ناب[5]
مشتعل شد[7] آتش گیتی فروز از تیغ کوه — گشت همچون شب نیلوفری غائب ز غاب
گرگ[8] را از گله رانده صبح سیمین عمود — دلو را در چه فگنده چرخ[9] باز زرین طناب
معجر زرقه بر سر شاهد چرخی لباس — قرطهٔ گل ریز در بر لعبت شمسی نقاب
خسرو آتش رخ مشرق فروز نیم روز — همچو بیژن از سر بر آورد از چه[10] افراسیاب

---

[1] اصل - احتشاق، [2] اصل - خرماه، [3] اصل - هیچ، [4] این قصیده در نسخهٔ لو مفقود است، [5] اصل - بر گرد بر صفرای ناب، [6] اصل - مجروری در گردن دکذا، [7] اصل - سند، [8] اصل - گرک را از گله، [9] اصل - چرخ، [10] اصل - ار چه،

وز فرازِ طارمِ فیروزه درچاه اوفتاد — تا ببوسد لعل[1] شبرنگِ خدیو[2] کامیاب

خسروِ اعظم معزّ الحق والدین انکه هست — شمعِ اقبالش چو قندیلِ فلک در التهاب

حامی انصاف او آفاق را نعم النصیر[3] — تابعِ فرمانِ او افلاک را مالک رقاب

انکه سازند از برای نقرهٔ خنگش هرمهی — پیشه کارانِ سپهری از مه زرین رکاب[4]

طبعش ار[5] چشمِ تغیر افگند بر کائنات — در زمان آرد درنگ و در زمین ارد شتاب

در هوای مجلسش هر صبح در بزمِ افق — رعد گردد زهرهٔ خنیاگر و بربط رباب

هرکه جز نامش نراند بر زبان[6] خیر الانام — وانکه جز خاکِ درش سازد مکان شر الدواب

ای ز رشکِ طبعِ گوهرپرورت ابرِ مطیر — در کفِ دریا[7] گسسته عقدِ لولوءِ خوشاب

رای رخشانِ تو شمع و چرخِ زنگاری لگن — گوهرِ پاکِ تو گنج و عالمِ خاکی خراب

رفعتِ قدرِ تو شکسته پنجهٔ[8] کعب الخضیب — مدتِ عمرت گرفته دامنِ یوم الحساب

خاطرِ گیتی فروزت آفتابی بی کسوف — دولتِ کشورکشایت عالمی بی انقلاب

خاک گردد از تواضع پیش درگاهت سپهر — وآب گردد از حیا از دستِ دُربارت[9] سحاب

قرصِ مهر از آتشِ کینِ تو چون زر در گداز — شیرِ چرخ از صدمهٔ قهرِ تو چون خر در خلاب

بحرِ اخضر با وجودِ جودِ فیاضت غدیر[10] — نیلِ گردون با محیطِ طبعِ مواجت سراب

در قفس[11] کرد است بلبل را بخوش خوانی[12] که هست — طوطیِ کلکِ تو تا مرغانِ عرشی در خطاب

بعد ازین کو فتنه سر بر[13] نه ببالینِ عدم — زانکه با عدلِ تو بیند روی بیداری بخواب

گرنه رای باقیت بروی فگندی سایهٔ — محترق گشتی شهِ سیاره چون دیو[14] از شهاب

---

[1] اصل - لعل
[2] اصل - نعم الطیف (کذا)
[3] اصل - پیشه کاران از سپهر از ماه زرین رکاب
[4] اصل - از
[5] اصل - بزبان
[6] اصل - دریای
[7] اصل - پنجه
[8] اصل - فیروزه
[9] اصل - دریا شب ب (کذا)
[10] اصل - خدیو
[11] اصل - قفص
[12] اصل - بجوش خوانی
[13] اصل - به
[14] اصل - دیوار شهاب

۱۱۷ ل

چشم بیدار تو چون اثبات هشیاری کند — مرتفع گردد خواص مستی از طبع شراب

دم زند خلق روان بخشت دم از جان پروری — در دهان ارقم آب زندگی گردد لعاب

دین پناها یکدو بیتم زانوری یاد آمدست — گوش کن از من زمانی وعنان دل متاب

روز عیشم بود روشن ز آفتاب عون تو — وز عنا آمد شبم حتی توارت بالحجاب

لطف تو هر لحظه ام گوید که هین لا اعتذار — قهر تو هر ساعتم گوید که هان لا اجتناب

من میان هردو با جانی پر از غم مانده ام — در کف غم چون تذروی مانده در چنگ عقاب

گر بپرسی حال من هم لطف باشد هم کرم — ور برآری کار من هم فضل باشد هم ثواب

پیش ازین در خاطرم بودی که هرگز ذره ء — بر نمی تابد ز رای روشن من آفتاب

این زمان بنگر که دارم رشته ء را چون رسن — تن ز گردون پر ز رنج و دل ز گردش در عتاب

۱۱۷ب

هیچ نقصانی نباشد حیدر کرار را — گر کسی از جهل نشناسد تراب از بوتراب

داعی دولت که فهرست کلامش حمد تست — فصل این صورت به بند واز درت من کل باب

شاید ار شعرم به آب زر نویسد آفتاب — چرخ را بر هفت هیکل چون دعای مستجاب

حیف باشد چون منی در عهد عدل شاملت — گشته سرگردان ز جور چرخ همچون آسیاب

یا بشارت تا شوم بر خاک درگاهت مقیم — یا اشارت تا برم ابرام ازین عالیجناب

چون به یمن اهتمامت هفت گردون جنت است — بنده در جنت چرا هر لحظه بیند صد عذاب

گر خطای دور از آن حضرت ز من صادر شدست — رحمتت بیش است از آن والله اعلم بالصواب

---

۱ اصل - بیندار ، ۲ اصل - بخشتے ، ۳ اصل - ازقم ، ۴ اصل - توانست
۵ اصل - لاعتذار ، ۶ اصل - از ، ۷ اصل - بر نستابد ، ۸ اصل - ای
۹ اصل - رستی ، ۱۰ اصل - زعتاب ، ۱۱ اصل - کلنت ب
۱۲ اصل - از ، ۱۳ اصل - اسباب ، ۱۴ اصل - با ، ۱۵ اصل - جست ، ۱۶ اصل - جواهر ، ۱۷ اصل - پیش ، ۱۸ اصل - اعلم با

تا زند مه خرگهِ خرگاهیِ مشعل فروز[1] — تا کند منجوق شمسِ زرگرِ زر رشته تاب[2]

خیمه‌گان دست فراشِ ازل زد بهر تو — باد منجوقش ز خورشید و طناب از ماهتاب

قاصدت ابن اللیالی و دورت ام النجوم[3] — خاطرت ابن ذکا و دفترت ام الکتاب

روز نوروزت همایون باد تا در مطبخت — بره را بریان کند گردون به تیغ آفتاب

در مدح امیر مبارز الدین محمد مؤسس سلسلهٔ مظفری

صفحہ ۱۴ لو

ترکی که بر قمر ز شبش طوق عنبریست — در حسن برگزیدهٔ نه چرخ چنبریست[4]

کویش حرم جنت و بویش نسیم خلد — مویش بنفشهٔ تر و رویش گل طریست

هر چند نیست یکسر مویش ز مهر مهر — صد چون منش ز مهر بهر روی مشتریست

۱۴۰ ب

چشمش به تیغ غمزه بسی خون بریخت لیک — لعلش[5] بعذر معترف روح پروریست

دلبر پری رخست و من خسته شیشه دل — وین طرفه سنگ شیشه شکن در کف پریست[6]

لعل لبش بخون دلم میل می کند — زین روی رنگ چهرهٔ زردم مزعفریست[7]

پندم دهند خلق که مهرش[8] ز سر بنه — هر سر که مهر دوست درو نیست سر سریست

من دست بر دلم ز غم و دل چو من دو دست — بر سر همی زند که چه جور و ستمگریست[9]

خونم بخورد و روی بپیچید[10] و چشم زد[11] — کین شیوه نیز[12] کردهٔ زلفین عنبریست

---

[1] اصل - مشعل فرور
[2] اصل - اماب، آفتاب؟
[3] ابن اللیل ماه را و ام النجوم کهکشان و آسمان را می گویند و ابن ذکا کنیت صبح است
[4] در هر دو نسخهٔ لو و ب موجود است
[5] ب - لعل اش تقدیر معجزه روح پروریست
[6] ب - در کف وی
[7] در نسخهٔ ب حذف شده
[8] ب - عشقش
[9] ب - هیبت قیصریست
[10] لو - بپیچید
[11] لو - زد
[12] ب - تیر

من چون برم ز دوست گله پیش غیر دوست[1] | چون پیشهٔ[2] دو چشم خوش دوست دلبریست[3]

گر دل به رو نشکر که چون مملکت سرم | در زیر ظل دولت خورشید سروریست

قطب ملوک کهف بشر کز علو قدر | صدرش صلیب کنگرهٔ چرخ ششدریست[4]

خسرو محمد ابن[5] مظفر خدیو عهد | میری که صیت معدلتش صیت قیصریست

بر فرش و سطح[6] صفهٔ جنت وشش مقیم | صوت و سرود[7] نصرت و کوس مظفریست

سدی که در کشید بگرد[8] زمین ز عدل | در دفع فتنه خجلت سد سکندریست

سهمش بیک طپنچه[9] که بر گوش صخره زد[10] | عمری مطولست[11] که در زحمت کریست

در دهر[12] چون بهشت برین شد بدولتش | هر موضعی که متصل خشکی و تریست[13]

بهر طمع که بوسه دهد[14] سدهٔ درش | روی فلک چو پردهٔ زربفت ششتریست[15]

تدبیر صیت[16] معدلتش در بسیط ملک | مشهورتر ز دمدمهٔ عدل حیدریست[17]

قصر فلک بمرتبه در جنب حضرتش | چون برمک مس سیه و زر جعفریست

دی شب خرد به بنده نظر کرد و گفت خیز | خواجو سخن بگوی که وقت سخنوریست

درتی ز نظم بر طبق عرض نه کنون | در حضرتی که برج درش درج گوهریست

هر کس سخن دهند بدین نوع[18] نظم لیک | نی سحر هیچ معجز و قول پیمبریست[19]

گر نیست صدر منصب و حرمت مشو غمین[20] | بی حرمتی کشیدن مردم ز بی زریست

---

[1] ب- ز غیر او، [2] ا- پیشه، [3] ا- دوست و دلبریست، ب- دوست دیگر (کذا)، [4] ب- چرخ ششدریست، [5] ا- بن، [6] ب- بر فرش سطح، [7] ا- سرود و نصرت، [8] ب- بر، [9] ا- ب- بگرد، [10] ا- زیک طپنچه، ب- بیک طپاچه، [11] ب- زده، [12] ب- مطولاست [13] ب- در، [14] ا- هرچند موضعی که خشکی و تریست، [15] ا- دهند سده بر درش، [16] ب- ششتریست، [17] ب- صیطد کذا، [18] ا- عمریست، [19] ا- نوع، [20] ب- قول و پیمبریست، [21] ب- مشو غمین،

هرچند شرع نیست ولیکن زروی عقل | در جنس چرخ بودن عیسی زبی خریست
هم سوی تو بچشم ترحم نظر کند | خضری که در کف کرمش جود حیدریست
عمرش قرین دولت و طبعش ندیم لطف | نفسش ز شرک مفرد و خلقش ز بد بریست

فی الموعظه والنصیحه

صفحه ۴۲ ا

لاف آزادگی از سرو سهی آید راست | که بنو خاستگی از سر عالم برخاست
در چمن غنچه دم بسته لب دوخته را | همه دلتنگی ازانست که در بند قباست
از هواکا، دل خسته مادر گره است | کاب در سلسله از رهگذر باد هواست
موی ازان روی بتان راز قفا می باشد | که رخ خوب بسی فتنه و شورش زقفاست

۴۲ ب

ناله بلبل شب خیز سحر خوان زانست | که دل خسته بیاش از طره شب پر سوداست
نفس اماره همه کینه او باخر واست | در زو بتیاره همه دیده او بر کالاست
کی کند گوش بآه سحر سوختگان | هر که در پرده سرا مستمع پرده سراست
نیک بخت آنکه جدا نیست ز اقبال و نشاط | گرچه آنکس که ازین هر دو جدا نیست خداست
گر نه بر وفق رضای تو بود حکم قضا | چه توان کرد که این هم چو ببینی ز قضاست
حرکات فلکی مقتضی آفت ماست | ور فلک راست نگوید حرکاتش گویاست

---

۱ ا، جند که ۲ ب۔ در جنس دکذا ۳ ب۔ نکه۔ در نسخه ب بعد این شعر شعر دیگر چنین ثبت شده ع قدرش رفیع وملک مبین و فلک رهی بخشش بلند و دولت کلیش برتریست (کذا)

۴ ب۔ نفشس۔ در نسخه ا همان مصرع شعر مذکوره در ۵ درج شده ۶ ب۔ ول

۷ صباست ۸ ب۔ بقا ۹ ا۔ بر ۱۰ ب۔ دزد را در همه شب دیده او بر کالاست ۱۱ ب۔ جداست ۱۲ ب۔ بگوید

داوِ عمر تو چو اکنون بتمامی برسید | بهره از چرخ نگه دار که گه باز و وفاست
با دو صد دیده نیارد که قدم راست نهد | این کهن پیرِ خرف گشته مگر نابیناست
خرم آن عصر که چون نیک ببینی شادیست | خنک آن درد که چون در نگری عینِ دواست
نه که هر شخص که موبافته باشد علویست | نه که هر شوکه آن بافته باشد والاست
هر کجا سنگ دلی سرکش بدگوهر هست | همچو کهسار سرش بر فلک از استعلاست
آب رویش رود از موجِ حوادث برباد | آنکه در عالمِ تفضیل و تبحر دریاست
همچو خورشید کسی تیغ کشد بر گردون | که نه در گوهر او آب و نه در دیده حیاست
مشکِ تاتاری اگر زانکه کند غمازی | هیچ عیبش نتوان کرد که اصلش زخطاست
دم از آوازهٔ و آوا مزن و دم درکش | نای را نیز هم آوازه و نی را آواست
کوه نالندهٔ آتش جگرِ خاک نشین | از گذار تو در افغان و تو گوئی که صداست
گر درین مرحله ات پای فرو رفت بگنج | مرو از راه که آنجا وطن اژدرهاست
دیده هر خون جگر کرد فلک آرد در جمع | چون ببینی همه بر دفترِ امکان مجراست
زین کهن چنبرِ آئینه وش زنگاریست | این همه زنگ که بر آئینهٔ خاطر ماست
ناقه بی قوت و ره دور و صحرای نزدیک | آب نایاب و هوا گرم و ترا استسقاست
مزن ای صدر اجل خیمه بصحرای امل | که اجل بر گذر و راهِ امل ناپیداست
چند نوبت ز نوا سازِ فلک نشنیدی | که درین پرده کسی نیست که کارش بنواست

۳۴۳ ل

---

۱ ل ـ داو؛ ب ـ زاو؛ ۲ ب ـ بتما؛ ۳ ب ـ گه باز؛ ۴ ب ـ قصر ـ ترتیب این مصرعه و مصرعهٔ اول و بعد چنان واقع شده که دو اشعار را بکلی مهمل کرده است؛ ۵ ل ـ ادهٔ جا ـ والاست؛ ۶ ب ـ تبحر و دریاست؛ ۷ ل ـ زن؛ ۸ ل ـ نای را که هم آوازه نی را آواست؛ ۹ ب ـ آواست؛ ۱۰ ب ـ از؛ ۱۱ ل ـ زنگ؛ ۱۲ ب ـ ناقه؛ ۱۳ ل ـ ناپیداست؛ ۱۴ این شعر از نسخهٔ ب افتاده است؛

نقشِ ادوارِ سپهر ار بشناسی[1] دانی | کین مخالف نکند کار کسی هرگز راست
سخن راست ازین والهٔ دیوانه مپرس[2] | طمعِ راستی از چرخِ ستمکاره خطاست[3]
روز بیچیده و تماشای که و صحرا نیست[4] | زانکه از نکبتِ ایام جهان بر نکباست[5]
صبرِ ایوب طلب کن که زکرمان خطر | کشتیِ نوح بدست آر که طوفانِ بلاست
آن مسمّی که ندارد بجز از اسم وجود | کامِ اهل هنر و همدم اکسیر و فاست[6]
مسجد و صومعات که عبادتگهِ تست | بوریا سازد و نقط ار زِ سرِ کبر و ریاست[7]
عمرِ ضائع شده در خاکِ زمین می طلبند | پشتِ پیران جهاندیده ازان روی دوتاست
در نفس جان بدهی چون گل صدبرگ بباد | گر بدانی که چه بوئیست که با بادِ صباست
باغِ پیروزه گر این[8] مزرعهٔ خاکی باشد[9] | باغِ پیروزیِ ما گلشنِ پیروزه نماست
قطب چون[10] منزوی زاویهٔ بالا شد | لاجرم کارِ وی از روی حقیقت بالاست
فلکا چند زنی سازِ مخالف با من | گرچه دانم که مخالف نزند پردهٔ راست
من بآهنگِ غنای توکی از[12] ره بروم | زانکه سرمایه‌ام از سازِ تو تصحیفِ غناست[11]
کوه اگر پیرهن زرکش والا[13] فکند | در غم و غصهٔ ایام قبا را خاراست
خیز خواجو که نشیمن گهِ سیمرغِ فناست | گر بدانی بحقیقت مگر آن[14] قافِ بقاست

---

[1] ب. نشناسی [2] ا. بپرس [3] ب. گرانمایه کراستی [4] ب. تماشای سر صحرا [5] ب. نکشت [6] ب. کام اهل هنر و همدم او یکسر تاستی [7] ب. نقط از سر کبر و ریاست [8] ب. کر این [9] ا. بود [10] ب. کو [11] ا. تصحیف عنا؛ ب. مصحف عنا، حرف نظراز هر دو تصحیح شد [12] ا. ولا [13] ب. از [14] ب. نکر قاف بقاست

در بیان خیالات متفرقه

۴۳ب

چرخ سرگشتهٔ گدا بیش[۱] است	دهر آشفتهٔ دغا بیش است
راسب دیرکش درِ ہفتم	ہندوی نحس[۲] بزبها بیش است
وانکه قاضی القضاة گردونست	مفتی پیرِ[۳] پارسا بیش است
صفدرِ قلبِ قلعهٔ قلعی	خونی[۴] ترکِ بدلقا بیش است
ہدهٔ[؟] اعلی طارم علوی	شاهدِ شوخِ بی حیا بیش است
ارغنون سازِ بزمگاه سپهر	مطربِ مستِ بی نوا بیش است
تیر منشی که اعظم الوزراست	خواجهٔ از دوم[۵] سرا بیش است
ماه کو شد بشب روی مشهور	راه پیمای[۶] شهرها بیش است
این ثریا جبینِ عقرب دم	توسنی تندِ بادپا بیش است
اخترِ روزکورِ شعبده باز	چشم بندی گره کشا بیش است
صبح کو تاجدارِ آفاق است	زرگری سیمگون قبا بیش است
ابر اگر سر بر آسمان ساید	جامه دزدی[۷] کله ربا بیش است
بحر اگر دُر بدامن افشاند	قطرهٔ از سرشکِ ما بیش است
آنچه زان[۸] چشم جان شود تیره	گردِ این هفت آسیا بیش است
آنکه خیلِ صواب را شکند	یزکِ لشکرِ خطا بیش است
هر چه عقلت زنهٔ فلک گوید	رمزی از منطقِ دها بیش است

---

۱ ر پیش (کذا فی الاصل)؛ ۲ ب - بر بها - و بزبها بمعنی کم بها؛ ۳ ر - پر؛ ۴ ب خونی؛ ۵ ب - دویم؛ ۶ ر - راه پیمای؛ ۷ ب - شد؛ ۸ ر - دوزی؛ ۹ ب - آنکه زانده چشم جان شود تیره؛

۴۴ ار

وانچه از خور ز باب زر شنوی — فصلی از علم کیمیا بیش است
ور کنی چرخ سیمگون سیماب — نوعی از باب سیمیا بیش است
جان که شاهیست[1] از ولایت قدس — والی ملکت ولا بیش است
دل که سلطان عالم جانست — حامل محمل[2] جفا بیش است
نفس کو مبتلای خویشتن است — کشتهٔ تیغ ابتلا[3] بیش است
تن که شد سرفراز ملک وجود — خسرو روح را نوا بیش است
قد که او جدول سویت راست — مصدر خط استوا بیش است
بدرهٔ رخ که سکهٔ مه[4] از وست — وجهی از مایهٔ بها بیش است
خط که آمد نجات را قانون — نسخهٔ کلی شفا بیش است
سینه کو راز دار اهل دل است — صدری از صفهٔ صفا بیش است
سرخی اشک و زردی چهره — دعوی عشق را گوا بیش است
گرد و عالم کنند تملیکت — موجی از قلزم عطا بیش است
عمر باقی اگر کنی حاصل — فیضی از چشمهٔ بقا بیش است
گنج قارون اگر کنی[5] حاصل — بانگی از پردهٔ غنا[6] بیش است
هر که او تابع طبائع شد — همدم چار اژدها بیش است
وانکه او محرم حواس آمد — حرم پنج کدخدا بیش است
روضه کاسمی ز باغ رضوانست — شرط طاعات را جزا بیش است
شاخ سرسبز سدره و طوبی — گلشن قدس را گیا بیش است
نرگس طاس باز طشت فروش — دیده بان ره صبا بیش است

---

[1] ب - شاخ است [2] ب - محفل [3] ا - لا [4] ب - زر از دست
[5] ب - شود و اصل [6] ب - عنا

۴۴ب

بادهٔ سال خوردهٔ جامی — کهنه پیری ز روستا بیش است
هرچه از صفحهٔ قدر بینی — حرفی از دفترِ قضا بیش است
وانچه در مشربِ خرد یابی — فیضی از منبعِ ذکا بیش است
فرض کردم که مسجدت اقصاست — در خورِ نفط و بوریا بیش است
عمر دادی بباد و می نالی — که مثالت کم است یا بیش است
بگذر از عمر و زنده دل می باش — عمر بادی روان فزا بیش است
تا کی از دیدهٔ جهان دیده — دیده جامی جهان نما بیش است
اشکِ خوا جو گرت محیط نیست — آبی از چشمهٔ هوا بیش است
ملکِ هستی چو نیک در نگری — منزلی در رهِ فنا بیش است
از قضا هر چه می شود صادر — بر منِ خسته دل رضا بیش است
هر دم از بهر اجری و ادرار — دیده را با تو ماجرا بیش است
هر کرا حشمت و حشم کم نیست — چون ببینی غم و بلا بیش است
هر کرا دولت است و ملکت و مال — محنت و اندوه و عنا بیش است
با خود آ کین جهان و هرچه دروست — کرم و رحمتِ خدا بیش است
زین همه درگذر که صانع را — از همه مجد و کبریا بیش است

ا ب - خورده را جامی، ۲ ل ر - پیری، ۳ ل ر - مشرب، ۴ ب - زکا،
۵ ب - نفط و بوریا، ۶ ب - مثالت، ۷ ب - بازی، ۸ ب - کرد،
۹ ب - هوا را، ۱۰ ب - سردم، ۱۱ ب - هر کجا دولت است و ملک و منال،

در مدح منشی السواحل خواجه شمس الدین محمود الهرموزی

صفحه ۶۲ ب

چون رخت کس ماه در زیور نیافت | چون لبت کس لعل[1] در شکر نیافت
دل چو چشمت نرگس[2] جادو ندید | جان چو قدت سرو سیمین بر نیافت
چون تو صورت خامهٔ مانی نکرد | چون تو لعبت[3] خانهٔ آزر نیافت
عقل عمری جُست چون خطت بعمر[4] | سبزه زاری بر لب کوثر نیافت
باغبان[5] حسن چون زلف و قدت | سنبلی[6] تر بر سر عرعر نیافت
ساقی هجران[7] تو چون چشم من | ساغری پُر بادهٔ احمر نیافت
از[8] تر و خشک جهان عشقت مرا | جز لب خشک و دو چشم تر نیافت
چون[9] دل من در سر زلفت خرد | مومنی در خانهٔ کافر نیافت
از غم عشقت دل من ملجا ای | جز جناب خواجهٔ کشور نیافت
شمس دین محمود آنکو آسمان[10] | در سرا بستان قدرش در نیافت
چون کفش ابری کسی[11] در خور[12] ندید | چون دلش بحری کسی[13] در بر نیافت
مملکت را کدخدای مثل او | انس و جان در جملهٔ بحر و بر نیافت
ای مسیحای که چون خصمت فلک | در خور دجال محنت خر[14] نیافت
سروران را بر سریر مملکت | به ز خاک پای[15] تو افسر نیافت

---

[1] لو۔ بر، [2] لو۔ نرگس جادو، [3] ب۔ لعبت خانه از زر، [4] ب۔ بهم، [5] ب۔ باغبان را زلف چون بین خطت، [6] ب۔ سنبل، [7] ب۔ هجر تو غیر از چشم ما، [8] ب۔ در، [9] ب۔ جز، [10] ب۔ شمس الدین گرانی کو اسمان، [11] لو۔ جهان، [12] ب۔ در خود، [13] ب۔ صدری، [14] ب۔ جز، [15] لو۔ بای،

۳۶ ر

هفت گردون در محیط شش جهت — مثل تو یکدانهٔ گوهر نیافت
خاک راهت هر که تاج سر نکرد — دست بالا کرد و خود را سر نیافت
کاغذی[1] جست از پی مدح تو تیر — مشتری جز روی خور در خور نیافت
بی حروف مدح ذات پاک[2] تو — نه فلک یک صفحهٔ دفتر نیافت
اندران ظلمت که کلکت آب خورد — خضر ره گم کرد و اسکندر نیافت
دشمنت نقشی نزد[3] کز طاس چرخ — کار خود چون[4] مهره در ششدر نیافت
سرفرازا[5] دست داعی گیر ازانک — آستانت همچو او چاکر نیافت
بی عقود[6] گوهر نظمش[7] سپهر — بر عروسان سخن زیور نیافت
تا[8] نگوید انس و جان کاندر جهان — هیچ کس در کان[9] زر و گوهر نیافت
گوهر[10] ذات تو باقی باد ازانک — بر درت نگذشت کس تا[11] زر نیافت

در مدح منشی الممالک زین الدین علی الزیرآبادی

صفحه ۳ ب

صبح چو سر برزد از دریچهٔ ابراج — شاه زمرد سریر آینه گون تاج
بال فرو کوفت مرغ مشرق و بنهاد — در قفس آبنوس بیضهٔ ازعاج
از درم آن سرو ماه چهره درآمد — راست چو صبحی[12] که بردمد ز شب داج
گفتمش ای لعبتی که مثل تو صورت — کی متصور شود ز لطفهٔ[13] امشاج

---

[1] ب- کاعدی، [2] ا- باک، [3] ب- بزد، [4] ب- خون
[5] ب: سرفراز (سرفرازا؟) بنده را بنواز آزانکه، [6] ب- قعودا، [7] ب- نظمت،
[8] ا- کاندر، [9] ا- کار زر گوهر نیافت، [10] ب- جوهر، [11] ب- بد
[12] ا- بشب داج، [13] ا- نقطه، ب- لطفه، صرف نظر از هردو تصحیح شد،

چند بود در فراقِ طلعتِ خوبت | چشمهٔ چشمم بسانِ چشمهٔ ثجاج[1]
خونِ دلم خورده نرگسِ تو بدستان[2] | خانهٔ صبرم غمِ تو داده ست[3] اراج
روز و شب از شب روانِ خیلِ خیالت[4] | بر دل و چشمم نزول ساخته افواج
مرغ وصالِ تو و نشیمنِ عشاق[5] | طبلهٔ گوهر فروش و کلبهٔ حلاج
بستِ تو گوئی بساطِ خارِ مغیلان | در شبِ هجرم[6] دواجِ اطلس و دیباج
گفت من و آرزوی وصلِ تو هیهات | نور نگیرد سراج از آلتِ سراج[7]
گرچه کرشمهٔ گمان بشانه نگارند[8] | زلفِ عروسان ولی نه شانهٔ نساج
من که بخوبی شهِ ممالکِ شعرم[9] | بندهٔ مخدومِ[10] عصر بود می ای کاج
مفخرِ آفاق زینِ دین[11] که فلک راست | قبهٔ قدرش ورای ذروهٔ[12] ابراج
با حرکات[13] بریدِ سرعتِ عزمش | مسرعِ گردون علیلِ علتِ افلاج
ای خرد از کُنهِ کبریای تو قاصر | همچو براق از عروجِ صاحبِ معراج
وی ز حریرِ درِ تو گلشنِ دولت | چون چمن از بانگِ کبک و نغمهٔ دراج
پرتوِ رای تو بر مدارجِ گردون | شعلهٔ فروزندهٔ مشاعلِ وهاج
کرده طوافِ درِ تو انجم و ارکان | همچو بگردِ حرم قوافلِ حجاج
ابرِ سخای تو در تقاطرِ اموال | بحرِ نوالِ تو در تلاطمِ امواج
داده ترا با وجودِ لمعهٔ رایت | خسروِ انجم چراغ و شمعِ فلک باج

۱۳۱ ل

---

[1] ب ـ بجاج، [2] ب ـ نرگس تو خورده، [3] ل ـ در، [4] ب ساخته افواج!
[5] ب ـ بر، [6] ب ـ کلہ، [7] ب ـ مجرم، [8] ب ـ طرا زند،
[9] ب ـ سباج! [10] ل ـ چشمم، [11] ب ـ دستور عصر بودی ای کاج دکذا)
[12] ب ـ زین الدین، [13] ب ـ وزرهٔ! [14] ب باحرکات
طلوع و سرعتِ عزمش،

شرحِ جلالِ ترا چه حاجتِ تقریر | تیرِ فلک را چه احتیاج با ماج
موجبِ حکمِ ترا مطاوع و منقاد | از درِ کشمیر تا نواحیِ[1] طمغاج[2]
قافلهٔ فضل و کاروانِ سخا را | کلک و کفِ کافیِ تو منهل و منهاج
حکمِ قضا در جهان نفاذ نیابد[3] | تا نکند بالنفوذِ امرِ تو کنگاج[4]
زانکه چو تاثیرِ آفتاب نباشد | سنگ بندو بر آسمان نشود زاج[5]
گاهِ سخا با وجودِ جودِ تو مبذول[6] | ملکِ جهان و جهان بجودِ[7] تو محتاج
هر سرِ مویم بوردِ مدحِ تو ناطق | چون به انا الحق حواس و عنصرِ حلاج
تا بود آبا[8] و امهاتِ جهان را | خاصیتِ ازدواج و نسبتِ ازواج
وز سببِ امتزاجِ قابل[9] و فاعل | حاصلِ تکوین بود تناسل[10] و انتاج
باد ز قاطع برّی عطیهٔ عمرت | تا بود از کدخدا[11] رونقِ هیلاج

در مدح ملک اعظم متقرب حضرت ایلخانیه ناصر الدین محمد[12] بن برهان

صفحه ۱۸۵ ل

چون لعلِ آفتاب بر آمد زکانِ چرخ | بفروخت شمعِ[13] مشرقی از شمعدانِ چرخ

---

[1] ل۔ نواحی ا
[2] ب۔ منهی
[3] ب۔ نماید
[4] ل۔ مقود

ب۔ نعود۔ صرف نظر از هردو تصحیح شد
[5] در نسخهٔ ب بجای این شعر شعر ذیل نوشته است۔ ع
زایل خفاش و آفتاب نباشد | سنگ بر لعل و آسمان و شب داج (کذا)

[6] ب۔ مبدل
[7] ب۔ بجود!
[8] ل۔ ابا
[9] ب۔ قابل

[10] ل۔ تناسل
[11] ل۔ کدخداه۔ وکدخدا باصطلاح منجمان دلیل زرح است بخلاف کدبانو که دلیل
[12] دیکهو حاشیه صفحه ۵۰
باقی حاشیه بر صفحه ۵۰

شہباز آتشین پرِ خور چون ہوا گرفت — پرواز کرد زاغ شب از آشیانِ چرخ

دلو زحل[۱] فروشده بود آن نفس بچاه[۲] — کز خیطِ شمس بافته شد[۳] ریسمانِ چرخ

بشگفت سبزه زارِ سپہری چو شد روان — از تیغ کوه چشمۂ آتش فشانِ چرخ

تا صبح بہر بازچہ برخواند[۴] در دمید — کامد پدید آتش از آب بدانِ چرخ

بازارِ چرخ گرم شد از قرصِ مہر زانکہ — پُر[۵] گرده کرد صبح بشرفه دکانِ چرخ

گوئی کہ بود مہرۂ[۶] عالم فروزِ مہر — کوہی ز لعل برکلہ سایہ بانِ چرخ

تا تیز[۷] گشت تیغ زر اندودِ آفتاب — صبحِ نشان کشای زدش بر نشان بہ چرخ

سرپوشِ لاجوردی کار تو برگرفت — باورچی قضا ز سرِ طشت خوانِ چرخ

یکسو فگند ماشطۂ روزِ دلفروز — زلفِ سیاہ شب ز رخِ دلستانِ چرخ

این طشتِ زرنگر بہ زرِ رشتہ دوختند — بر شقۂ[۸] زمردی پرنیانِ چرخ

چون[۹] صبح از جگر نفسِ سرد برکشید — دردل درآمد از دلِ دود جہانِ چرخ[۱۰]

دیو سپید[۱۱] بود سپیدہ کہ چون برآمد — زان شاہ نیمروز بماند زانِ چرخ

برچرخ لرزہ می کند از مہر آفتاب — یارب چہ آست[۱۲] مہرِ ختن مہربانِ چرخ

با زالِ زر کہ بود چو سیمرغ مغربی — آمد پدید بازرِ زالِ ستانِ چرخ

۵۰ ب

باقی حاشیہ از صفحہ ۴۹ :- جسم است دبیلاج مجاز از زایچۂ مولود و در اصل سالی است منجمان را کہ بدان دلیل عمر را شناسند و کد خدا را بیونانی میلاج خوانند یعنی چشمۂ زندگی دفرہنگ آنند راج)[۱۳] اصل چرخ شمعِ مشرقی ۔ انم

[۱] اصل ۔ دحل ، [۲] اصل ۔ بجاہ ، [۳] بافتہ شد چرخ ریسمان چرخ دکذا فی الاصل ،

[۴] برجواند دکذا ، [۵] برکردہ کرد صبح بشرف دکان چرخ دکذا ، [۶] اصل ۔ کوہی ،

[۷] تاتیر گشت دکذا ، [۸] بر شقۂ زمردی بدنیان چرخ دکذا ، [۹] چو صبح جگر از

نفس سرد برکشید دکذا ، [۱۰] ازدل بر دود جہان چرخ دکذا ، [۱۱] اصل ۔ سپند بود بہند ،

[۱۲] اصل ۔ زایل ،

چون ملکِ جم مسخّرِ ضحاکِ صبح گشت — پیدا شد از افقِ علمِ کاروانِ چرخ
آندم که برکشید درفشان درفش را[1] — سلطانِ یک سوارهٔ زرّین سنانِ چرخ
در پای اسپِ آصفِ جمشید فرفتاد — از قصرِ شش دریچهٔ نُه نردبانِ چرخ
کهف زمانه ناصرِ دین کز نهیبِ او — گیرد کناره شاهِ سپهر از میانِ چرخ
عنقاءِ قاف مرتبه کاشیان[2] نهند — بر پیشِ طاقِ پیش‌گهش کرگسانِ چرخ
حل گردد از فروغِ دلش مشکلاتِ دهر — پیدا شود ز پرتوِ[3] رایش نهانِ چرخ
هردم که رای باشدش این رده جنگ را — بیرون کشد بیک[4] نفس از زیرِ رانِ چرخ
ای آنکه شد خریطه کشِ طفلِ خاطرت — سروِ[5] بلند مرتبهٔ خرده دانِ چرخ
برجیس[7] اگر عتابِ تو بردی کشد کمان — بیرون جهد ز سهم چو[6] تیر از کمانِ چرخ
از فضلهٔ عطای کفت زرِ[8] مغربی — هر صبحدم زمانه برآرد ز کانِ چرخ
باشد زمینِ بارگهت چرخِ آسمان — شد آستان مرتفعت[9] آسمانِ چرخ
ای روشنست کایتِ والشمس منزلت[10][11] — از پرتوِ ضمیرِ منیرت بشانِ چرخ
از مهرِ رای روشنِ تست آنکه صبحدم — آتش زبانه می‌زند اندر دهانِ چرخ
رای جهان فروز تو شد همرکابِ مهر — هیبتِ جهان نورد تو شد همعنانِ چرخ
قلبِ دوازده رخِ ابراج بر درد[12] — رویین تنِ سنانِ تو در هفتخوانِ چرخ
از رهزنانِ دور چه اندیشه چرخ را — چون حفظ تست بدرقهٔ کاروانِ چرخ
بستند در مبادیِ فطرت ز منطقه — از بهرِ خدمتِ تو کمر بر میانِ چرخ
لشکر اگر مقابله با حضرتت کشد — واند بهای خسرو صاحبقرانِ چرخ

۸۶ ر

---

۱ اصل - کہ ۔ ۲ اصل - کاشان ۔ ۳ زیر تو رایش دکذا ۔ ۴ اصل بیک ۔
۵ اصل - سربلند ۔ ۶ اصل چو ۔ ۷ اصل - برجیس ۔ ۸ اصل - رزند ۔ ۹ شد آستان
۱۰ نعت دکذا فی الاصل ۔ ۱۱ اصل - منزلت ۔ ۱۲ اصل - بر درند

بهرام را به تیر در افگن ازانکه او[1] — دعوی کند که هست جهان پهلوان چرخ
چون[2] زین کنی سمند زچنبر برون جهد — در لرزه اوفتد ز نهیب[3] استخوان چرخ
شبرنگ[4] راز خرمن مه چون دهی خصیل[5] — سازد قضا براجرش[6] از کهکشان چرخ
تیغ تو گشت خضر لب چشمهٔ حیات — رای تو شد برهمن هندوستان چرخ
بر چرخ اگر کمان کشی از سهم تیر تو — ای بس که بر هوا رود آندم فغان چرخ
در مدحت[7] تو شعر بشعری رسانده ام — وز نکتهٔ ازان نرود بر زبان چرخ
خلوت نشین چرخ که قطبش[8] لقب نهند — از ذوق آن بچرخ درآید بسان چرخ
ور زهره بر رباب[9] زند قاضی سپهر — از وجد زود بر فگند[10] طیلسان چرخ
با ارقمی که گوهر شب تاب عالم است — بر تیغ کوه بیضه نهد ماکیان چرخ
زین چرخ گل دمی دمد از بوستان شرق[11] — ایمن بود زجنبش باد خزان[12] چرخ
بادا حریم حضرتت از فرط کبریا — برتر ز هفت منظرهٔ دل نشان چرخ
ملکت فزوان[13] نه ششش جهت خطهٔ وجود — قدرت برون زنه چمن بوستان چرخ

دربیان تحیر متعلق وجود ستارگان و ماهیت ایشان

ایشان که برین گوشهٔ بامند چه نامند — تا چند[14] برین طارم فیروزه خرامند
گر شعله فروزان جهانند چه قومند — ور مشعله داران سپهرند چه نامند

---

[1] بهرام به تیر در افگن چرخ ازانکه وکذا فی الاصل، صرف نظر ازین تصحیح شد۔ [2] اصل۔ جوزین کنی سمند۔ رجز برون جهد، [3] اصل۔ نهیت، [4-4] اصل۔ خضیل، [5] کذا فی الاصل مرآخورش ؟ [6-6] اصل۔ مدت، [7] اصل قطعش، [8] اصل۔ زبا۔ با، [9] از وجد نگفند طیلسان چرخ وکذا فی الاصل، [10] اصل۔ خزان، [11] اصل۔ برتو، [12] اصل۔ فردن ز ششش، [13] اصل منظر [14] اصل مشعله

درآئینهٔ وهم نیاید[1] که چه نقش اند | هرچند مقیم فلک آئینه فامند

۹۰ گر اصل مقام اند بگو هرچه مقیم اند[2] | ور زانکه مقیمند بگو هرچه[3] مقامند

پرگار صفت دایرهٔ نقطهٔ خاکند | یا نقطهٔ این دایرهٔ سبز خیامند

گر مخترع وهم و خیال اند چه چیزاند[4] | در قالب ادراک ضمیرند کدامند

در عین علو اند مگر آتش محض اند | یا آب حیات[5] اند که در عین ظلامند

گر داخل طبعند چرا خارج جسمند[6] | ور جوهر عقلند چرا منظر عامند

ظاهر بچه گردند که از بهر ظهور اند | قایم بچه خیزند که از بهر قیامند

زینگونه چه مرغند که در گلشن افلاک | با جلوهٔ طاؤس همه کبک خرامند

هر شب بگه شام برین بام برآیند | یا جمله شب و روز برین گوشه بامند

آیا چه پرستند برین دیر کهن سال | ماموم کدامند و کدامند کامامند

۵ ب چندین حرکت چیست مگر جوهر طبعند | وانها که نجنبند[7] مپندار که رامند

نقشی نه مصور بتصاویر طبائع | جسمی نه مرکب بتراکیب عظامند

بیرون ز حواسند نه محروس[8] اناسند | فیاض عقولند و نه قایض چو[9] غمامند

در عین خیالند[10] و تو گوئی که خیالند | وین نیز خیالست[11] که امثال انامند

سرمایهٔ شادی و غم و دولت و محنت | دانندهٔ حرمان و برآرندهٔ کامند

از بهر مصالح همه در نظم وجود اند | در ضبط ممالک همه از بهر نظامند

نی شارب و مشروب نه گویای حدیث اند | نی آکل و ماکول نه محتاج طعامند

---

۱ ب - نیایند، ۲ ب - مقیم اند، ۳ ب - در، ۴ این شعر از نسخهٔ ر ساقط شده است، ۵ ا، آر - حیا شد، ۶ اصل - نجسنند، ۷ ب - بجُنبند، ۸ ب - محبوس لباسند، ۹ در نسخه بجای این مصرع مصرع دوم شعر لاحق نوشته شده است، ۱۰ ب - خیالند، ۱۱ ب - خیالیست که امثال امام اند،

گاهی ز شرف تاج نه فرق خواصند — گاهی بعلو باج ده خلق عوامند
بی نوک قلم چهره کشاینده طبعند — نی همچو بشر در خور تهدید و ملامند
هر یک خبر از خویش ندارند که هستند — از ساغر فطرت همه تا مست مدامند
هر چند که سلطان اقالیم سپهرند — مامور ملا و امم و فخر کرامند
خواجو چه کند گر نشود بندهٔ فرمان — آن را که فلک چاکر و سیاره غلامند

در نکوهش جهان و ابنای زمان

تا چه دیوند که خاتم ز سلیمان طلبند — تا چه گبرند که آزار مسلمان طلبند
خلق دیوانه و از محنت دیوان در بند — وین عجب ترکه ز دیوان زر دیوان طلبند
آسیابی که فتا دست و ندارد آبی — دخل آن جمله بچوب از بن دندان طلبند
هر کجا سوخته بی سر و سامان یابند — وجه سیم سره زان بی سر و سامان طلبند
خون رهبان که شود کشته ز رهبان خواهند — راه ره بان که بود برده ز رسبان طلبند
لبنان از سر میدان سر مردان جویند — بخدنگ از بن پیکان سر پیکان طلبند
همچو دونان بدو نان همره و بی سامان را — وجه یک نان نه والشان لبنان نان طلبند
خوک تشکلند و حدیث از خضر عیسی رانند — دیو طبعند و همه ملک سلیمان طلبند

---

۱ تاج ده قدر عوامند' ۲ ب - با -'! ۳ ب - فخر - خواجو درین شعر ظاهراً اشاره بممدوح خود کرده است ولی بدبختانه نام او را ذکر نکرده است. ۴ ب - ک' ۵ ب - آسیاهی' ۶ اصل - بچوب' ۷ ب - شوند' ۸ ب - مرده' ۹ ب - خواهند' ۱۰ ب - بخدل از سر پیکان (کذا)' ۱۱ اصل - پیکان' ۱۲ ب - همچو دربان بدونان مرده ولی سامانرا'

تا در آفاق زنند آتش بیداد به تیغ[1] — آتش از چشمهٔ[2] خورشید درخشان طلبند

در چنین فصل که بی برگ بود شاخ درخت — از درختان چمن برگ زمستان طلبند

این زمان مایهٔ دریاچه بود کین جویند — پس ازین حاصلی از کان چه بود کان طلبند

سکهٔ زان زر امروز که و یدست درست — کین جماعت بچنین حیله و دستان طلبند[3]

قیمت دل نشناسند و ز هر قصابی — دل پر خون و جگر پارهٔ بریان طلبند

هر دکانی که بیابند[4] دو کان پندارند — وز هر آن خوان که بینند زر خوان طلبند

همچو شیطان همه در غارت ایمان کوشند — لیکن ایمان[5] بتر است از همه کایمان طلبند

دیت خون نریمان ز کریمان[6] خواهند — حاصل ملکت ساسان ز خراسان طلبند

آن سیاوخش[7] که کشتش بجوانی کردند — خونش این طائفه امروز ز پیران طلبند

تاختن در پی شیرین ز پی زال آرند[8] — وانچه از زال زر سام نریمان طلبند

خبر[9] یوسف گم گشته ز گرگان پرسند — صبر ایوب بلا دیده ز کرمان طلبند

تا کلاه از سر سلطان فلک بربایند — هر زمان راه برین برشده ایوان طلبند[10]

از پی آنکه تتاج بره و بز برگیرند[11] — کاخ بهرام و ره خانهٔ کیوان طلبند

---

[1] اصل - پیداد، ج - بیداد ز تیغ، [2] اصل جشمهٔ، [3] ل - بچوب، [4] این شعر با شعر لاحقه از نسخهٔ ب ساقط شده، [5] ب - بیابند، و مفهوم این شعر فهمیده نشد، [6] ب - لیک این مان، [7] نام پدر نریمان - فردوسی گفته بالای سام نریمان بود، بمردی و تندی کریمان بود - و در مؤید الفضلا گفته که نام شهر کرمان کریمان بوده بکرمان شهرت نموده (فرهنگ آنندراج)، [8] ب - سیاوش و سیاوخش و سیاوش و سیاوش نام پسر کیکاؤس که بسبب فتنهٔ سودابه بترکستان رفته بدست افراسیاب کشته شد هر چند پیران ویسه که وزیر افراسیاب بود این امر را مانع آمد، [9] تاختن بر سر شیرمست ز پی زال برند دکذا در ل، [10] ب - خبری، [11] از نسخهٔ ب ساقط شده، [12] ب - از پی آنکه بتاراج بره و بز گیرند،

دخلِ هر ماههٔ[1] انجم ز طبائع خواهند — خرجِ[2] هر روزهٔ اجرام ز ارکان طلبند

مردم گرسنه دلتنگ[3] شده از پی نان — گردهٔ خور بر از گنبد گردان طلبند

خواجگان روی بخواهی تو نتوانند نمود — مگر آن دم که ز چشمش دُر و مرجان طلبند

در مدحِ سلطان مبارز الدین محمد اوّلین سلسلهٔ مظفری

صفحه ۳۴ ب

چو عنقای خورشید را پر بلرزد — سر زالِ زرّینه افسر بلرزد[4]

گلِ سرخ از این سبز گلشن برآید — می لعل[5] در ساغرِ زر بلرزد

ز شوقِ لبِ لعلِ آتش عذاران — دلِ آتش افروزِ ساغر بلرزد

چو زرّین رسن را بچنبر درآرند — دلِ چرخِ پیروزهٔ[6] چنبر بلرزد

شهِ[7] سیمگون تختِ زرّینه افسر — ز سهمِ[8] شهنشاهِ صفدر بلرزد

جهانگیر جم جام کز بیم[9] تیغش — دلِ گرمِ[10] پر آتشِ خور بلرزد

ز ماهِ تو ماه منوّر بتر سد — ز ماهِ رخست مهرِ انور بلرزد[11]

چو شمشادِ قدِّ[12] تو گردد خرامان — ز خجلت سراپایِ عرعر بلرزد

وگر نقشِ روی تو گردد مصوّر — سر دستِ مانی و آزر بلرزد

---

[1] ب - سرمایه‌ [2] ب - خرج؛ در نسخهٔ ب بعد این شعر این شعر نوشته "
شُرود سبز و ب) ایشان مثل چون خرد ویران دلکذا) — هر یکی گنجی از این منزل ویران طلبند

[3] ا - دلتنگ از نانی‌ [4] از نسخهٔ ب ساقط شده‌ [5] اصل - پروزه چنبر‌ [6] اصل -
سیمگون‌ [7] ب - ز شرم‌ [8] اصل - بیم‌ ب - کز تیغ
تیزش‌ [9] اصل - دل گرم بر آتش‌ [10] ا - بلرزد‌
[11] ب - قدر‌

چو زلف تو از باد در جنبش آید[۱] بچین نافهٔ مشک اذفر[۲] بلرزد

صبا چون کند وصف قدت[۳] بلستان سر سرو و پای صنوبر بلرزد ۲۴ ر

دلم می درفشد ز زلف تو زان رو که مومن ز تشویش[۴] کافر بلرزد

تن[۵] من ز مهر تو در لرزه افتد که خاک از هوا همچو آذر بلرزد

چو خونریز چشم تو خنجر برآرد مرا این دل ریش غم خور بلرزد

ز رویم زر خشک در خون کشیند ز اشکم دل لولوء تر بلرزد

چرا این دل خسته هر دم ز جورت[۶] در ایام شاه مظفر بلرزد

محمد جهانگیر محمود رتبت که از هیبتش ملک سنجر بلرزد

شه آسمان قدر دریا دل آنکو ز سهمش شه چین و کشمر بلرزد

چو او تیغ کیخسروی برسرآرد چو پیران[۸] شه چرخ[۷] را سر بلرزد

چو آید محیط[۹] کفش در تموج ز غیرت دل بحر در بر بلرزد

بمیدان چو آهنگ چوگان[۱۰] نماید سراپای[۱۱] این گوی اغبر بلرزد

چو آن شیر دل بر کشد تنگ اشقر[۱۲] دل ببر و چنگ غضنفر بلرزد

چو بهرام اگر گرز[۱۳] شش پر برآرد فلک را تن هفت پیکر بلرزد

چو[۱۴] بهرام و جوزا بریزد ز هیبت بگردد سر چرخ و محور بلرزد

---

۱ ب- آمد، ۲ ر- اوفر، ب- اوفر بصرف نظر از هردو تصحیح شد، ۳ ب- قدی، ۴ ب- تشویر، ۵ ر- تنم (دتنم ؟) زان ز مهر تو در لرزه افتد، ۶ ب- جودت، ۷ ب- شرق، ۸ اصل- پران، ۹ ب- محط، ۱۰ اصل- جوکان، ۱۱ اصل- سراپای این گوی اغبر بلرزد، ۱۲ ب- اشتر، ۱۳ ر- گرد، ب- گوز، ۱۴ ب- خود جوزا مرخود و جوزا بریزد دگرها،

طبقهای آن نه مجلد بدرد[1] ورقهای این[2] هفت دفتر بلرزد
ردا از بر سعد اکبر درافتد سنان در کف نحس[3] اصغر بلرزد
بهنگام کین در کینگاه دشمن چو تیغ شه عدل گستر بلرزد
علم را زباد ظفر جعد پرچم[4] چو مرغول خوبان دلبر[5] بلرزد
سر سرفرازان سرکش بگردد[6] دل پردلان دلاور بلرزد ۴۴ب
بیک حرتبش نه فلک برشکافد[7] بیک حمله‌اش هفت کشور بلرزد
زهی دین پناهی که از ابر دستت بجوشد دل بحر و گوهر بلرزد[8]
چو این جرعه[9] بر خاک ریزی زخجلت شود سلسبیل آب[10] و کوثر بلرزد
چو عزم شبیخون کنی بر شه چرخ زسهم تو سلطان اختر بلرزد
چو دارا گهی کاوری رخ بمیدان زبیم تو سد سکندر بلرزد
بزخم عمود تو نه حصن شش در[11] چو خیبر ز گوپال[12] حیدر بلرزد
زشستم زمین نوب گردد از خرامت[13] ستون نهم طاق اخضر بلرزد
تو بر قلب لشکر چو ناورد جوئی شه چرخ را[14] قلب لشکر بلرزد
دل خصم در لرزه افتد زهیبت ازان رو که آتش ز صرصر بلرزد
عقاب خدنگ تو در آتش حرب چو پرواز گیرد سمندر بلرزد
چو لشکر کشی خانهٔ خان برافتد چو خنجر کشی[15] قصر قیصر بلرزد

---

[1] ب - مدور، [2] ب - آن، [3] یعنی مریخ بخلاف نحس اکبر که زحل است،
[4] ب - جرخ پرخم، [5] ب - دلبرا، [6] ا - بلرزد،
[7] ب - برکشاید، [8] از نسخهٔ ب ساقط شده، [9] ب - در،
[10] ب - آب کوثر، [11] ا - در، [12] اصل - کوپال، [13] ب - نوردت،
[14] ا - شه، [15] ب - خنجرکش،

زهیبت[1] پیِ طاقِ کسری[2] بجنبد — زهیبت سرِ کاخِ نوذر[2] بلرزد
چو گرز[3] پیکرت بر زمین کوبی آید — دلِ سخت[4]ِ سنگین مرمر بلرزد
ز سهمِ کمان بهره ات نسرِ طائر — دلش همچو بالِ کبوتر بلرزد
چو برجیس[5] نام تو در خطبه گوید — فرازِ ششم[6] پایهٔ منبر بلرزد
چو حیدر[7] گر آهنگِ میدان نمائی — ز گرز پیکرت حصنِ خیبر بلرزد
ز رشکِ دل و دستِ گوهرفشانت[8] — سراپای بحرِ مقعر[9] بلرزد
ترا آبرو باد کز بادِ خشمت[10] — نهم آسیای مدوّر بلرزد ۲۵ ا

در مدح رکن الدین عمید الملک

صفحه ۲۶ ا
بوقتِ خنده زلعلِ تو جان فرو ریزد — بگاهِ جلوه ز سروِ روان فرو ریزد
چو جعد شانه کنی صد هزار دل بینی — کران دو سلسلهٔ دلستان فرو ریزد
دگر گره ز شکنجِ تغوله بکشائی — چو باد عنبرت[11] از ضیمران فرو ریزد ۲۶ ب
بیادِ لعلِ تو هر لحظه خون ز مژگانم — چو دانهٔ گهر از ریسمان[12] فرو ریزد
دلم چو آتشِ روی تو در خیال آرد — ز چشمم[13] آبِ روان ناگهان فرو ریزد
بسا[14] سرشکِ عقیقین که با دلِ پرخون — ز شوقِ لعلِ تو از چشمِ کان فرو ریزد

---

[1] اصل. بهیبت' [2] ا. نوذر' ب. نذر. صرف نظر از هر دو تصحیح شد' [3] ا. زمین کوبی' [4] ب. باک' [5] ا. برجیس' ب. برجیش' [6] ب. بر از چارمین پایه منبر بلرزد' [7] ب. معترا' [8] باید حشمت' [9] ب. جبرت' [10] ب. آسمان' [11] ب. جشم' [12] ب. بیا'

پُر از جواهرِ راز است حقهٔ دلِ من　　وگر سرش بگشایم روان فرو ریزد

خیالِ روی تو گر در دلِ چمن گذرد　　ز چشمِ نرگسِ او ارغوان فرو ریزد

دلِ پر آتش و چشمِ پر آب ما را بین　　که نار بر دمد و ناردان فرو ریزد

گهر ز دیدهٔ من[۱] دمبدم فرو بارد　　بسانِ آب که از ناودان فرو ریزد

چه دیده است ازین نکته مردمِ چشمم[۲]　　که ارغوان بسرِ زعفران فرو ریزد

بهارِ عمرِ من از تند بادِ هجر بریخت[۳]　　چو برگِ گل که ز بادِ خزان فرو ریزد

پُر از عقیق شود درجِ چشمِ من[۴] هردم　　ولی چه سود که هم در زمان فرو ریزد

دلِ شکستهٔ چون آبگینه ام جامیست　　که دمبدم می جوشیده زان فرو ریزد

چو پستهٔ نمکین[۵] را بخنده بگشائی　　نبات[۶] از لبِ شکرفشان فرو ریزد

چو دُرجِ لعلِ تو طبعم بستا که دُرِّ خوشاب　　بمدحِ صاحبِ صاحبقران فرو ریزد

سکندری[۷] که خضر چون ازو سخن راند　　روانش آبِ حیات از دهان فرو ریزد

سزد که چرخ عقودِ لآلی شب تاب[۸]　　بفرقِ آصفِ عرش آشیان[۹] فرو ریزد

سپهرِ هنر رکنِ[۱۰] داد و دین که به تیر　　جواهر از کمرِ توامان فرو ریزد[۱۱]

ز هیبتش[۱۲] ورقِ آسمان در آب افتد　　چو برگِ سبز که در بوستان فرو ریزد

۱۲۰ا　بوقتِ آنکه قلم در انامل اندازد　　هزار گنجِ روان از بنان[۱۳] فرو ریزد

گهی که ساقیِ بزمش[۱۴] کند هوای صبوح　　می یقین بدهانِ گمان[۱۵] فرو ریزد

---

۱ ل- دیدهٔ ما دمبدم فرو بارد؛ ب- فرو ریزد　۲ ب- چشم　۳ ل- شنیده

۴ ب- ما　۵ ب- شکری　۶ ل- نبات تنه

۷ ب- سکندری؛　۸ ب- بحرین　۹ ب- آشیان

۱۰ ب- رکن و دین حق　۱۱ این حصهٔ متن از نسخهٔ ب محو شده است　۱۲ اصل- بنقش؛

۱۳ اصل- بنان　۱۴ ل- جرمش　۱۵ اصل- کمان؛

چو آفتاب به تیغ جهان‌کشا هر صبح — گهر ز منطقهٔ آسمان فرو ریزد

صبا بیاد گل‌افشان خاطرش هر بعد — بساکه گل بسر گلستان فرو ریزد

جواهری که شد از کان کن فکان حاصل — عواطفش بسر چشم[1] و جان فرو ریزد

ذخائری که ز دریا و کان شود واصل — ایادیش[2] بکف انس و جان فرو ریزد

ز پایهٔ[3] قبهٔ قدرش[4] بریزد ابرهٔ چرخ — که روشنست که از مه کتان[5] فرو ریزد

زهی محیط عطای که ابر عاطفتت — گهر بدامن کون و مکان فرو ریزد

اگر بقهر تو در خرمن قمر نگری — چو کاه گردد و از کهکشان فرو ریزد

وگر ز گوهر خصمت سخن کند شمشیر[6] — چو کلک خون سیاه از زبان فرو ریزد

همای سدره‌نشین چون تو شست[7] بکشائی — ز سهم بال و پر از آشیان فرو ریزد

چو خامهٔ تو به تیغ[8] زبان جهان گیرد — سرشک رشک ز چشم سنان فرو ریزد

ز تاب[9] آتش قهر تو مغز شیر[10] سپهر — شود گداخته وز استخوان فرو ریزد

هزار جرعهٔ خونابه[11] از شفق هر شام — سیاستت بدل قیروان فرو ریزد

ز منطق تو عطارد بساکه رشتهٔ[12] در — بقعر ششدر نه نردبان فرو ریزد

چه بحر طبع تو بر اوج چرخ موج زند — گهر بفرق سر فرقدان فرو ریزد

گر از سپاه تو یک پیلتن[13] برآرد دست — ز سهم پنجه دو شیر ژیان فرو ریزد

ورق بدور[14] تو گر خامه بیندش که دو رو ست — سیاهیش بهمه خان و[15] مان فرو ریزد

---

[1] ب - چشم، [2] این حصهٔ متن شعر از نسخهٔ ب محو شده، [3] لستاب،
[4] ب - چرخش بریزد برهٔ چرخ (کذا)، [5] ب - کتان، [6] از نسخهٔ ب محو شده، [7] ب - تیغ، [8] ب - لعل ز چشم بتان فرو ریزد (کذا)، [9] ب - قاف، [10] ب - پیر، [11] اصل - خونابه، [12] ل - رشته، [13] ب - پیلتن، [14] ب - مدد، [15] ب - همه جان فرو ریزد،

۲۷ ب

بگاهِ مدحِ تو طوطیِ طبعِ من هر دم | بسا شکر که بصحنِ جهان فرو ریزد
سفینهٔ که به[1] بحرِ سخن روانه کنم | چو باد گوهرش از بادبان فرو ریزد
چو دستهٔ[2] بندِ گلِ مدحتت شود رضوان | بسا که گل بریاضِ جنان فرو ریزد
همیشه تا شبهِ خنجرکشِ فلک هر صبح | ز تیغ خون بسرِ اختران فرو ریزد
ز خصمِ سر سبکت باد خون چنان جاری | که سیل از سرِ کوهِ گران فرو ریزد

در نعتِ نبی صلعم و مدحِ صحابهٔ کرام سلام الله تعالیٰ علیهم اجمعین

صفحه ۹۴ ب

کشتگانِ راهِ حق لاف از مسیحا می زنند | کوسِ رحلت برفرازِ چرخِ اعلیٰ[3] می زنند
هر زمان بنگر که بت رویانِ دروان[4] صنع | تاب در چینِ سرِ زلفِ سمن سا می کنند
خسروانِ عالمِ ابداع در ملکِ وجود | هر دم از کتمِ عدم تختی بصحرا می زنند
منشیانِ قدرتِ بیچون ز جرمِ آفتاب | بر مثالِ بی مثالی آلِ تمغا می زنند
نغمه سازانِ هزار آوایِ باغِ کبریا | همچو بلبل در ترنم راهِ عنقا می زنند
بس که سرمستانِ راهش نعرهٔ انظر الیک | همچو موسیٰ بر فرازِ طورِ سینا می زنند
بر درش گردن کشانِ روی المعنیٰ نهند | پیشِ حکمش سرورانِ بانگِ سمعنا می زنند
مطربانِ بزمِ لاهوتی بهنگامِ صبوح | سازِ الّا بر ادایِ نغمهٔ لا می زنند
مه رضانِ حلقهٔ تهلیل بهرِ صیدِ دل | چینِ لا در حلقهٔ گیسویِ الّا می زنند

---

[1] ب - بحر
[2] د، چو دستهٔ گل ..... الخ
[3] ب - گر بسرا
[4] اصل - اعلا
[5] لو - جاذروان صنع، ب - شاد، وان صنع، حرف نظر از هر دو تصحیح شد

خستگان تیغِ قهرِ سرمدی مانندِ شمع | در دلِ شب دم ز صبح سیم سیما می زنند
هر کجا بینند کان از جای می باشند برون | مالکانِ ملکِ وحدت خیمه آنجا می زنند
لشکر آرایانِ میدان دارِ دینِ احمدی | خیمه بر لشکرگهِ انا فتحنا می زنند
رخت اَوْ ادنیٰ بمیدانِ دَنا می آورند | گوی مااوحیٰ بچوگان فاوحیٰ می زنند
مهرِ یسین بر سرِ منشورِ ختم انبیا | از پی الفاظ حکمِ آل طٰه می زنند
قیصرانِ هفت قصرِ لاجوردی روز و شب | نوبتِ دینِ نبی در دیرِ مینا می زنند
از ضیافت خانهٔ شرعش قدم بیرون منه | چون ندای دعوتش شرقا و غربا می زنند
منکرِ صدیق اکبر چون شوی کافتاب چرخ | از سرِ صدقش قدم در کوی سودا می زنند
هر سحر پیرانِ روشن رای کروبی چو صبح | رایتِ مهرش برین عالی زوایا می زنند
چون عمر معمارِ دین شد قدسیان از مهر و ماه | خشتهای سیم و زر بر ملکِ بالا می زنند
از کمالِ عدلِ او بنگر که بر گردون هنوز | زهره بر گاو ست دهدش بی محابا می زنند
چار طاقِ عصمت عثمانِ عفان عرشیان | بر فرازِ هفتمین طاقِ معلّی می زنند
ساکنانِ روضه از رشکِ حیایش دمبدم | آب و گل بر آتشِ رخسارِ حورا می زنند
زرگرانِ انجم از احسانِ حیدر دو زنیست | گرز زرِ جعفری اکلیلِ جوزا می زنند
چرخ را از حسرتِ مسمارِ لعلِ دلدلش | میخ های آتشین در چشمِ بینا می زنند
شمع را چون زندگی از جان فشانی حاصل است | گر به تیغت می زنند ای دل بهل تا می زنند

۵۰ ل

زائران کعبهٔ جان بین که با احرام دل ... در ره توحید لبیک[۱] تولا می زنند

خازنان گنج عشق از بیم طراران عقل ... قفل کتمان[۳] بر سر صندوق افشا می زنند

ملک برین[۲] منزل منه زیرا که قطاع الطریق ... راه وامق بر در خرگاه عذرا می زنند

سر مکش بر قلب دانش زانکه صعلوکان دور[۵] ... در صف حکمت[۶] سنان بر پور سینا می زنند

بهر این پیران رو[۴] کین تن چو ورزی زنان ... آتش کین در نهاد پیر و برنا می زنند

۵۰ ب

افسر جمشید بر فرق فریدون می نهند ... تخت ذوالقرنین در دیوان دارا می زنند

دُر فروشان جواهر خانهٔ امید را ... مهر حرمان بر در دُرج تمنا می زنند

تا درین بُستان طمع در دستهٔ گل بسته ایم ... عندلیبان هر نفس گلبانگ بر ما می زنند

عیب نتوان کرد اگر مجنون[۷] خرمن سوز را ... آتش سودای لیلی در سویدا می زنند

مصریان جان عزیز از عشق یوسف می دهند ... وز جهالت خنده بر اشک زلیخا می زنند

باده می نوشند و منع باده نوشان می کنند ... جان بلب می آورند و دم[۸] ز عیسی می زنند

فیلسوفان چراغ افروز قصر قیصری ... از چه معنی سنگ بر قندیل ترسا می زنند

تا مگر لولوی لالای مراد آید بدست ... چشمهای رود بارم راه دریا می زنند

شب روان ناله گردون نورد هر نفس ... دود[۹] در ارکان هفت ایوان خضرا[۱۰] می زنند

طائران آه عالم سوز من پروانه وار ... خویش را هر لحظه بر شمع ثریا می زنند

کوه را از خوان چشم خرقه[۱۱] دوزان سحاب ... پاره های لاله گون بر دلق خارا می زنند

خاک پای آن کسانم کز[۱۲] سر دیوانگی ... پشت دستی بر جهان بی سر و پا می زنند

---

[۱] اصل ـ لبنا ۔ [۲] ب ـ راه عشق ۔ [۳] ل ـ کتان ۔ [۴] ل ـ
درین ۔ [۵] یعنی درویشان و فقیران ۔ [۶] ب ـ از سر حکمت ۔ [۷] ل ـ
مجنونان ۔ [۸] ب ـ دم عیسی ۔ [۹] ب ـ رخت بر گردون هفت ایوان حمرا می زنند ۔
[۱۰] ل ـ خضرا ۔ [۱۱] ب ـ چشم خرقه پوشان ۔ [۱۲] ل ـ کز ۔

اورینٹل کالج میگزین

حصہ اول

ایڈیٹر

محمد اقبال

(پروفیسر پنجاب یونیورسٹی)

اورینٹل کالج میگزین

عرضِ واجب

اغراض و مقاصد | اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے۔ کہ احیا و ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تا حدِ امکان تقویت دی جائے اور خصوصیت کے ساتھ ان طلباء میں شوق تحقیق پیدا کیا جائے جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ۔

کس قسم کے مضامین کا شائع کرنا مقصود ہے | کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شائع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں۔ غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابل قبول ہوگا اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شائع کئے جائیں گے

رسالے کے دو حصے | یہ رسالہ دو حصوں میں شائع ہوتا ہے۔ حصہ اول عربی، فارسی، پنجابی بحروف فارسی، حصہ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گرمکھی) ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے ۔

وقت اشاعت و | یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شائع ہوگا

قیمت اشتراک | سالانہ چندہ حصہ ۲ اردو کے لئے ۲ اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا۔ کسی سہ ماہی رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شائع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیے۔ ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری و مئی دسمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیے ۔

خط و کتابت و ترسیل زر | خرید رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیل زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہیے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہئیں ۔

محل فروخت | یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جا سکتا ہے ۔

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اسلئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شائع ہوتا ہے ۔

فہرست مضامین

جلد ۲۰ | عدد ۲ | بابت ماہ فروری ۱۹۴۴ء | عدد مسلسل ۷۶

نوٹ: ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے۔

گیلانی پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ الیشر داس پرنٹر طبع۔ اور بابو محمد صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا۔

مرحوم انجمن پنجاب

اگر آج ہم کسی بڑے بوڑھے سے پوچھیں تو ہمیں کئی بڑی بڑی انجمنوں کے نام معلوم ہوں گے۔ جو مختلف مقامات پر قائم ہوئیں اور کچھ عرصہ زندہ رہ کر فنا کی نیند سو گئیں۔ مرحوم انجمن پنجاب بھی ایک اسی قسم کی انجمن ہے جس کے کارناموں کی یاد تازہ کرنے کے لئے آج آپ حضرات یہاں تشریف لائے ہیں۔

انجمن پنجاب کا اصلی نام انجمن اشاعت مطالب مفیدہ پنجاب تھا اور انگریزی میں اس کو (Society for the diffusion of Useful Knowledge in the Panjab) کہتے تھے۔ بعض رسائل میں جو انجمن اپنے دفتر سے شائع کرتی تھی صرف انجمن پنجاب ہی لکھا ہے اور اکثر سرکاری رپورٹوں میں بھی اس انجمن کو اسی مختصر نام سے یاد کیا گیا ہے۔

انجمن اشاعت مطالب مفیدہ پنجاب کے نام نامی پر جو حقیقتاً سنہری حرفوں میں لکھنا چاہیئے تھا۔ آج تک گم نامی کا پردہ پڑا رہا ہے۔ غالباً یہ پہلی تقریر ہے جس کی گونج آج پہلی مرتبہ فضلائے ادب میں بلند ہو رہی ہے۔ میں اس مختصر سے وقت میں انجمن پنجاب کے عظیم الشان کارناموں پر پوری طرح روشنی نہیں ڈال سکوں گا۔ پھر بھی حتی الامکان کوشش کرونگا کہ مختصر سے مختصر الفاظ میں آپ کا انجمن سے پوری طرح تعارف کرا دوں۔

سب سے پہلے تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مرحوم انجمن پنجاب کے حالات مجھ تک کیونکر پہنچے :-

۲۸۔ مئی ۱۹۴۲ء کی گرمی مجھے آج تک یاد ہے۔ دن بھر لُو کے جھکڑ چلتے رہے۔ رات کے وقت سخت آندھی آئی۔ خاک و باد کے طوفان سے دم رکا جاتا تھا۔ رات کے بارہ بجے کا عمل تھا۔ دن بھر کے تھکے ہارے لوگ نیند کے نشے میں بیہوش پڑے تھے۔ محلے میں ایک دم شور پڑ گیا۔ آزاد منزل میں آگ لگ گئی۔ آزاد منزل کی درمیانی منزل سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے، جتنی دیر میں بالائی منزل پر سونے والوں کی آنکھ کھلے، تمام عمارت شعلوں سے جگمگا اٹھی۔ چالیس مرد عورتوں اور بچوں نے بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچائیں۔ آندھی کے جھکڑوں سے آگ پھیلتی چلی گئی۔ کوئی آدھے گھنٹے کے بعد آگ بجھانے کے انجن موقع پر پہنچ گئے اور دو گھنٹے کی لگاتار کوشش کے بعد تین انجن اس قیامت خیز آگ کے بجھانے میں کامیاب ہوئے جب آگ بجھ چکی تو معلوم ہوا کہ آٹھ گھروں کا تمام اثاث البیت جل کر راکھ ہو گیا۔ دوسرے دن صبح سے لے کر شام تک یہ تباہ شدہ لوگ مٹی اور راکھ ٹٹول ٹٹول کر اپنی بچی کھچی نیم سوختہ چیزیں نکالتے اور لیجاتے رہے، تماشائیوں کا ایک بے پناہ ہجوم تھا۔ جو روکے سے نہ رکتا تھا۔ شام کے وقت میں نے اپنے ملازم سے کہا۔ جلے ہوئے مکان کے دروازے کو قفل لگا دو۔ ملازم نے دروازے کو مقفل کر دیا۔ اور مجھے آکر بتایا کہ ایک الماری میں پرانے کاغذات کے بستے بھرے ہوئے ہیں میں نے کہا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ اس مکان میں ہماری کوئی چیز نہ تھی۔ اس نے اصرار کیا۔ تو میں نے خود جا کر دیکھا۔ میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ جب میں نے دیکھا۔ ایک الماری مولانا آزاد کے کاغذات اور مسودات سے بھری پڑی ہے۔ الماری کے دروازے جل کر راکھ ہو گئے تھے۔ اکثر بستوں کے غلاف بھی جل چکے تھے سارے

کاغذات پانی سے شرابور تھے۔ لیکن پھر بھی کوئی کاغذ ضائع نہ ہؤا تھا۔ آپ اسے معجزہ کہیں یا کچھ اور، لیکن یہ ایک حقیقت ہے جسے میں نے آپ کی خدمت میں بغیر کسی آمیزش کے عرض کر دیا۔ میں نے اسی وقت اس الماری کو خالی کیا۔ بھیگے ہوئے بستے اپنے مکان میں لے جا کر کھولے۔ انہی کاغذات میں سے انجمن پنجاب کے ماہنامے کا ایک فائل برآمد ہؤا۔ جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں آپ کی واقفیت کے حدود کو کسی قدر آگے بڑھانے کی سعی کروں گا۔ ظاہر ہے ۲۸ اور ۲۹ مئی ۱۹۴۴ء کی درمیانی شب کی وہ قیامت خیز آتش زدگی۔ جس نے ایک عالیشان مکان کو جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا اور ۱۴۰۰ افراد کو بستر نرم سے اٹھا کر خاکستر گرم پر بٹھا دیا۔ اگر ان متبرک بستوں کو بھی اپنے شعلوں میں لپیٹ لیتی تو آج انجمن کے نام اور کام پر ہمیشہ کے لئے گمنامی کے تاریک بادل محیط ہو جاتے۔

۱۸۵۷ء کے تباہ کن ہنگاموں کے بعد ہندوستان کے معاشرتی اور تعلیمی نظام کا شیرازہ بالکل منتشر ہو گیا تھا۔ جب ان لوگوں کے ہوش و حواس بجا ہوئے جو اس بگڑے ہوئے نظام کو دوبارہ سنبھالنے کے اہل تھے۔ تو جگہ جگہ انجمنیں اور سبھائیں قائم ہوئیں۔ چنانچہ بنارس۔ لکھنؤ۔ شاہجہان پور۔ بریلی۔ کلکتہ کو اس قسم کی انجمنیں قائم کرنے میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔ پنجاب میں بھی اسی قسم کی ایک تعلیمی انجمن سکشا سبھا کے نام سے جاری ہوئی۔ یہ انجمن صرف بچوں کی تعلیم کے کام میں دلچسپی لیتی تھی۔ سرکاری ملازمین اور چند رؤساء اس کے سرپرست اور مددگار تھے۔ لیکن سکشا سبھا ان

بلند مقاصد کو پورا نہیں کر سکتی تھی۔ جن پر فائز ہونے کے لئے ہر ایک قوم اور ملک کے جوہر قابل خواہش مند ہوا کرتے ہیں۔

۱۔ جنوری ۱۸۶۵ء کو سکشا سبھا کے مکان میں ایک تاریخی جلسہ ہوا۔ اس میں لاہور کے علم دوست حضرات اور رؤسا شامل تھے۔ پنڈت من پھول صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر میر مجلس تھے۔ انہوں نے کمال فصاحت و بلاغت سے حاضرین جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

"اے صاحبان۔ ہم کئی برس سے اس فکر میں تھے کہ مثل کلکتہ و لکھنؤ وغیرہ اس شہر میں بھی جو دارالسلطنت پنجاب ہے۔ ایک مجلس ازیسان نامی گرامی۔ عالم و فاضل۔ شائق ہر علم و ہنر کے۔ ایسی مقرر کی جائے کہ جس میں تنقیح مطالب مفیدہ پنجاب و ترقی علم و ہنر کے تحریراً و نیز تقریراً عمل میں آ کر بذریعہ چھاپہ منتشر ہوا کرے۔ مگر یہ مطلب ہمارا بدوں میسر ہونے ایک زبردست عالم و فاضل۔ وحید عصر کے اب تک حاصل نہیں ہو سکتا تھا"

اس تقریر کے ذریعے پنڈت صاحب نے ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو لائٹنر صاحب کا تعارف کرایا۔ ڈاکٹر صاحب انگلستان سے گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل ہو کر آئے تھے۔ اور بڑے علم دوست اور ہردلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔ پنڈت صاحب نے تجویز کیا کہ اس انجمن کا نام انجمن اشاعت مطالب مفیدہ پنجاب رکھا جائے۔

منشی ہرسکھ رائے صاحب مہتمم کوہ نور اخبار سیکرٹری فارسی شعبہ اور بابو نوبین چندر رائے صاحب سیکرٹری انگریزی سیکشن منتخب ہوئے۔ ڈاکٹر لائیٹنر صاحب پریذیڈنٹ چنے گئے۔

اس انجمن کے مندرجہ ذیل حضرات ممبر بنائے گئے:-

(۱) ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور۔

(۲) دیوان نریج ناتھ صاحب - ای - اے - سی لاہور۔
(۳) فقیر شمس الدین صاحب آنریری مجسٹریٹ لاہور۔
(۴) نواب عبدالمجید خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ لاہور۔
(۵) پنڈت موتی لعل صاحب مترجم محکمۂ لفٹنٹ گورنر پنجاب -
(۶) ڈاکٹر رحیم خاں صاحب اسسٹنٹ سول سرجن سپرنٹنڈنٹ میڈیکل کالج لاہور۔
(۷) ڈاکٹر راما چرن بوس اسسٹنٹ سول سرجن لاہور۔
(۸) سردار بھگوان سنگھ جاگیردار امرت سر۔
(۹) شیخ فیروز الدین رئیس لاہور
(۱۰) منشی جیشی رام ای - اے - سی امرت سر۔
(۱۱) منشی امین چند ای - اے - سی سیالکوٹ -
(۱۲) منشی حکم چند ای - اے - سی - راولپنڈی -
(۱۳) سید ہادی حسین خاں ای - اے - سی گجرات -
(۱۴) محمد حیات خاں صاحب ای - اے - سی بنوں -
(۱۵) محمد برکت علی خاں تحصیلدار لاہور۔
(۱۶) منشی سوہن لعل تحصیلدار امرت سر۔
(۱۷) منشی رادہا کشن رئیس لاہور۔
(۱۸) پنڈت رام دیال دہلوی۔
(۱۹) مولوی کریم الدین ڈپٹی انسپکٹر مدارس لاہور
(۲۰) راے مول سنگھ رئیس لاہور۔
(۲۱) مولوی محمد حسین نائب سررشتہ دار ڈائرکٹری پنجاب -
(۲۲) مولوی نیاز حسین مدرس مدرسہ تعلیم المعلمین -

(۲۳) مولوی علمدار حسین مدرس گورنمنٹ کالج لاہور۔
(۲۴) بابو چندر ناتھ کیوریٹر محکمہ ڈائرکٹری -
(۲۵) پنڈت امرناتھ مترجم محکمہ جوڈیشل کمشنر پنجاب
(۲۶) بابو سشاما چرن ہیڈ کلرک ڈائرکٹری پنجاب -
(۲۷) منشی گوپال سہائے سررشتہ دار محکمہ فنانشل کمشنر پنجاب -
(۲۸) منشی گوپال داس سررشتہ دار کمشنری لاہور-
(۲۹) رائے گنیشی لال رئیس دہلی و آنریری مجسٹریٹ -
(۳۰ - ۳۴) بابو برج لعل - لالہ چیتن شاہ - پنڈت رادھا کشن، محمد علی، مصر جسونت رائے (طلباء میڈیکل کالج) ؛

پنڈت من پھول صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں تجویز فرمایا تھا۔ کہ انجمن کے زیر نگرانی ایک عمدہ قسم کا کتب خانہ کھولا جائے - جس میں سب زبانوں کی علمی کتابیں اور اخبارات و رسائل مہیا کئے جائیں - لیکن انجمن کے پاس اس وقت روپیہ موجود نہ تھا - اس لئے ممبران سے بہت سی کتابیں عاریتاً لے کر کتب خانے میں رکھی گئیں - اس کتب خانے کی امداد کے لئے پنڈت من پھول صاحب اور منشی ہرسکھ رائے نے اپنے اپنے نج کے کتب خانے انجمن کو دینے کا وعدہ فرمایا - اور کئی پرجوش ممبروں نے بھی نہ صرف اس قسم کے وعدے کئے بلکہ ایک ہفتہ کے اندر اندر ان وعدوں کو پورا کر دیا :-

پنڈت من پھول صاحب نے ۱۳۱۶ کتب عنایت فرمائیں -
منشی ہرسکھ رائے نے ۵۳۸ کتب پیش کیں -
پنڈت رادھا کشن نے ۳۷ کتب
ڈاکٹر لائٹنر صاحب نے ۵۳ کتب

نیفچر شمس الدین خاں نے ۲۰ کتب
نیفچر ظہور الدین خاں نے ۱۴ کتب اور
لاہور کرانیکل نے ۲۴ کتب

انجمن کے مقاصد :-

پنڈت من پھول نے اپنی افتتاحی تقریر میں اس کے مقاصد نہایت وضاحت سے بیان کر دیئے تھے - لیکن انجمن کے جلسوں کی کارروائیاں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ اس نیک نہاد انجمن کے مقاصد بلند سے بلند تر اور بلند تر سے بلند ترین ہوتے چلے گئے - اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ جس نیک گھڑی میں اس انجمن کی بنیاد رکھی گئی تھی وہ نہایت مبارک گھڑی تھی - ہم دیکھتے ہیں - اس انجمن میں کام کرنے والوں نے اپنے کام اور انجمن کے نام سے خاطر خواہ فائدے اٹھائے جمہور انام کو اس سے بیش از توقع فوائد حاصل ہوئے - یہاں تک کہ یہ انجمن گورنمنٹ اور رعایا کے درمیان ایک معتبر ذریعہ رسل و رسائل کا بن گئی ٭

ڈاکٹر لائٹنر صاحب اس کے پریذیڈنٹ تھے - انہوں نے ایک روز جلسے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا - انجمن کا اصلی مقصد یہ ہے - کہ اس میں عام مفاد کے مضامین پڑھے جائیں - اگر وہ ترویج کے لائق اور پسندیدہ ہوں تو انجمن کے رسالے میں شائع ہوں - اور اگر وہ گورنمنٹ کی توجہ کے قابل ہوں تو گورنمنٹ کو بھیج دیئے جائیں ٭

معلوم ہوتا ہے شروع شروع میں ڈاکٹر صاحب کاروبار سرکار میں مداخلت کرنے سے ذرا کترا تے تھے - وہ ہر ایسے مضمون کو جسے انجمن کے معزز ممبر سرکار کو بھیجنا چاہتے یہ کہ کر ٹال دیتے کہ ابھی ہماری انجمن ابتدائی منازل طے کر رہی ہے - ذرا پاؤں جم جانے دیجئے - ہم

سب کچھ کرلیں گے - حکام خود اس انجمن سے دلچسپی لے رہے ہیں۔ وہ اس کے حالات دلچسپی سے سنتے ہیں - اور اس کی ترقی کے خواہاں ہیں یہی مضامین جب رسالے میں شائع ہوں گے تو ان کی نظر سے گزریں گے - اور وہ از خود ان معاملات پر غور کریں گے ۔

قواعد جلسہ

انجمن کا جلسۂ خاص ہفتہ میں ایک بار ہوتا تھا - شروع میں اس کے لئے جمعہ کا دن مخصوص تھا - بعد میں حسب ضرورت کچھ کچھ تبدیلیاں ہو گئیں - جلسۂ خاص ہونے کے بعد دوسرے ہفتہ میں سنیچر کے دن جلسۂ عام ہوتا تھا - جلسۂ خاص مجلس عاملہ کو کہتے تھے - ارباب انجمن نے اس کا نام کارکن کمیٹی رکھا تھا - کارکن کمیٹی کے ممبر پنڈت من پھول - ڈاکٹر لائٹنر - منشی ہرسکھ رائے اور بابو نوبین چندر رائے تھے -

ابتدائی ایام میں انجمن کا جلسۂ عام شام کے پانچ بجے ہوا کرتا تھا - بعد میں ڈاکٹر صاحب کے ایماء پر اس لئے وقت تبدیل کر دیا گیا - کہ صاحب لوگوں اور عہدہ داران سرکار کو اس وقت شریک جلسہ ہونے میں دقت ہوتی تھی - گویا جلسۂ عام ہفتے کے دن شام کے سات بجے منعقد ہونے لگا ۔

جوں جوں انجمن نے ترقی کی اس کے قواعد و ضوابط کی طرف توجہ منعطف ہونے لگی - ارباب انجمن کے ایما پر ڈاکٹر لائٹنر صاحب نے کچھ قواعد انگریزی زبان میں مرتب فرما کر جلسۂ عام میں پیش کئے - ممبران انجمن نے ان کا ترجمہ سن کر پسند کیا ۔

(۱) ہر جلسے میں سیکرٹری گزشتہ جلسے کی تجویزات پڑھ کر سنائے۔ اگر وہ صحیح ہوں تو پریسیڈنٹ اس کی تصدیق کرے۔ اس کام کے لئے ایک منٹ تک مہیا کی جائے۔

(۲) اس کے بعد صاحب صدر مختصراً حاضرین جلسہ کو اس ترقی سے اطلاع دیں گے جو انجمن نے جلسۂ گذشتہ سے کی ہو۔ نیز وہ امور بتلائیں گے جن کی تنقیح مطلوب ہوگی۔

(۳)۔ صاحب صدر درجہ بدرجہ ان ممبروں کو یاد کریں گے جن کے مضامین سیکرٹری کے پاس پہنچے ہیں۔ ضروری ہے کہ ان کا خلاصہ سیکرٹری کے پاس ایک ہفتہ پیشتر پہنچ جائے۔

(۴) جب کوئی کاغذ پڑھا جائے سب چپ چاپ رہیں۔

(۵) جب مضمون ختم ہو جائے صاحب صدر ارباب انجمن سے رائے دریافت کریں۔

(۶) جب کوئی صاحب گفتگو کریں تو یلا روک یا علامت بے صبری ان کا بیان سننا چاہئے۔

(۷) جب ایک صاحب اپنا مضمون ختم کر چکیں تو دوسرے صاحب مباحثہ کریں۔ اگر دو صاحب ایک دفعہ اٹھ کر تقریر کرنے لگیں۔ تو اول وہ صاحب تقریر کریں گے جن پر صاحب صدر کی پہلے نظر پڑی ہے۔

(۸) اگر کسی مضمون پر مباحثہ ضروری معلوم ہو تو صاف اور مختصر تجویز لکھ کر سیکرٹری کو دیدی جائے۔ صاحب صدر ممبروں سے رائے لینے کے بعد اس امر کا فیصلہ کریں گے۔

(۹) جو صاحب اس انجمن کا ممبر ہونا چاہیں وہ اپنی درخواست سکرٹری کو

بھیجدیں۔ درخواست پیش ہونے پر صاحب صدر ارباب انجمن سے صلاح
لے کر منظوری یا نامنظوری درخواست سے سیکرٹری کی معرفت
اطلاع دیں گے ۔

(۱۰) سیکرٹری کے پاس پیش شدہ مضامین کی ایک فہرست موجود
رہنی چاہئے۔ جس میں نمبر شمار۔ تاریخ۔ نام کاتب ۔ خلاصۂ مضمون
اور کیفیت منظوری یا نامنظوری درج ہو ۔

(۱۱) اگر مصنف موجود ہو تو خود اپنا مضمون پیش کرے۔ ورنہ سیکرٹری
کو اختیار ہے کہ وہ پیش کردے کل مضامین نمبروار پیش ہونگے
اگر کوئی مضمون باقی رہ جائے تو وہ جلسۂ آئندہ میں سب سے پہلے
پیش ہوا کرے ۔

(۱۲) ۔ دوران بیچ ناتھ کی تجویز پر یہ قاعدہ بھی منظور ہوا ۔ کہ
سب تقریریں دیسی زبان میں ہوا کریں ۔ اگر کوئی تقریر انگریزی
میں ہو۔ تو اس کا ترجمہ اسی وقت سنا دیا جائے ۔

(۱۳) یکم اگست ۲۵ء کو ڈاکٹر صاحب نے جلسۂ خاص میں یہ تجویز
منظور کرائی کہ

بعض معاملات میں حاضرین جلسہ کو علانیہ رائے دینے میں تامل ہوتا
ہے۔ ایسے مواقع کے لئے ہر ایک ممبر اپنے پاس سیاہ اور سفید گولیاں
رکھے ۔ انکار کی حالت میں سیاہ گولی اور اتفاق کی صورت میں سفید گولی
ایک ظرف میں ڈالدیں۔ اخیر میں سب گولیاں نکال کر دیکھ لی جائیں ۔
جس قسم کی گولیاں زیادہ ہوں اسے غلبۂ آرا تصور کیا جائے ۔

اس تجویز پر بہت دیر تک بحث ہوتی رہی۔ آخر قرار پایا صرف ایسے
مواقع پر جبکہ کوئی عہدہ دار مقرر کرنا ہو۔ یا راز داری مطلوب ہو تو اس

تجویز پر عمل کیا جائے +

(۱۴) صرف ممبر ہی اپنے مضامین جلسۂ انجمن میں پڑھ سکتے ہیں +

(۱۵) انجمن کے تجویزات اور جلسوں میں پڑھے ہوئے مضامین ایک رسالے کی صورت میں شائع ہوں گے +

(۱۶) اس رسالے کا نام رسالہ انجمن اشاعت مطالب مفیدہ پنجاب ہوگا +

(۱۷) ممبروں کو یہ رسالہ مفت دیا جائیگا - غیر ممبروں سے ۸/ فی پرچہ لیا جائیگا +

(۱۸) انجمن کی ممبری کی معمولی فیس ۸/ ماہوار یعنی چھ روپے سالانہ ہوگی +

(۱۹) انجمن کا معمولی جلسہ سلسلہ وار پندرہ دن کے بعد ہؤا کرتا تھا +

(۲۰) اول تو صدر صاحب کبھی غیر حاضر ہی نہیں ہوئے - مگر جب انجمن کی کارروائی بہت باقاعدہ ہوگئی تو دوسرے کاموں کی وجہ سے غیر حاضر ہو جاتے تھے - ۱۸۶۹ء فروری میں یہ قاعدہ پاس کرنے کی ضرورت ہوئی کہ

اگر صاحب صدر کسی ضروری کام کی وجہ سے نہ آسکیں تو سب کمیٹیوں کے صدر صاحبان میں سے جو صاحب پہلے تشریف لائیں - ان کو صدر انتخاب کر لیا جائے - اگر کسی موقع پر کسی کمیٹی کا صدر موجود نہ ہو تو ممبروں میں سے جو صاحب سب سے پہلے جلسہ گاہ میں تشریف لائیں ان کو صدر تصور کیا جائے +

انجمن سے سرکاری افسران کی دلچسپی

میرے پاس انجمن کے چھ سات سال کے رسائل ہیں۔ ان کو پڑھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ کہ یہ انجمن سرکار کے ایماء پر بنائی گئی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد سے عوام انگریزوں سے بے حد بدظن اور بدگمان ہو گئے تھے۔ انگریز افسر اس بدگمانی کو دور کر کے کسی قدر اطمینان سے حکومت کرنا چاہتے تھے۔ اس مطلب کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے پنڈت من پھول کو اشارہ کیا۔ اور پنڈت صاحب نے اس کے لئے میدان تیار کر دیا۔ پنڈت صاحب خود اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ اور اس وقت گورنر پنجاب کے میر منشی کے عہدے پر فائز۔ وہ ایک ایسی انجمن جاری کرنے کی کبھی جرأت نہیں کر سکتے تھے جو سرکار کے کاروبار میں رکاوٹ کا باعث ہو سکے۔ انجمن کے پہلے جلسے میں جن لوگوں کو ممبر انتخاب کیا گیا۔ وہ سب کے سب سرکاری عہدہ دار۔ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر۔ تحصیلدار آنریری مجسٹریٹ رئیس اور جاگیردار وغیرہ تھے۔ بہر حال ان قیود اور پابندیوں کے باوجود اس انجمن نے نہایت شاندار کام کیا۔ جس کے لئے وہ تحسین کی حقدار ہے۔

اس باب میں میں آپ کو یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ سرکاری افسر کس انہماک اور شوق سے انجمن کے جلسوں میں شریک ہوتے اور اس کے مقاصد کو کامیاب بنانے میں کوشش کرتے تھے۔

۲۴ مارچ ۱۸۶۵ء کو انجمن کا جلسہ ہوا۔ اس میں ڈاکٹر لائٹنر صاحب نے اعلان کیا۔ نواب لفٹننٹ گورنر پنجاب نے اس انجمن کے قیام کی خبر سن کر

خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے - اور خواہش ظاہر کی ہے کہ اس انجمن کے مفصل حالات لکھ کر ان کو بھیجے جائیں +

۱۷- اپریل ۱۸۶۵ء کے جلسہ عام میں مسٹر تھارنٹن سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب مسٹر اچیسین ڈپٹی کمشنر لاہور - مسٹر کولڈسٹریم اسسٹنٹ کمشنر - مسٹر گریفین جج عدالت خفیفہ لاہور اور بہت سے روساء رونق افروز محفل ہوئے، صاحبان والا شان نے کتب خانہ انجمن کو دیکھ کر بے حد پسند کیا - اس کے بعد جلسۂ عام میں شریک ہوئے - ڈاکٹر لائٹنر نے اس جلسہ میں ایک نہایت فصیح و بلیغ تقریر فرمائی - انجمن کے مقاصد بتلاتے ہوئے انہوں نے ان صاحبان کا نام بنام ذکر فرمایا جنہوں نے اس انجمن کی امداد فرمائی ہے، صاحب موصوف نے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا :-

مسٹر کوپر کمشنر لاہور بھی تشریف لانے والے تھے - ایک ضروری کام کی وجہ سے نہیں آسکے - انہوں نے ایک چٹھی کے ذریعے معذرت کی ہے - اور لکھا ہے کہ میں اس انجمن کے کاموں میں دلی شوق رکھتا ہوں - آپ میری مجبوری کا ذکر جلسہ میں کر دیں، جب بھی آپ مجھے بلائیں گے ضرور آؤں گا +

یہ جلسہ بڑا پُر جوش تھا - پنڈت من پھول نے اس میں مروجہ تعلیم کے خلاف ایک زوردار مضمون پڑھا - اس میں انہوں نے یہ بتلایا تھا کہ دفتروں میں کلرکوں کو از سر نو تعلیم دینی پڑتی ہے - پنڈت صاحب کا دوسرا مضمون اصلاحی طرز کا تھا - اس میں انہوں نے ہندوؤں سے اپیل کی تھی - کہ بیاہ برات کے موقع پر آپس میں گالم گلوچ نہ کیا کریں اور اس رسم بد کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں - جلسہ ختم ہونے سے پہلے مولوی محمد حسین صاحب نے ترقی و تجارت ہندوستان پر اپنا مضمون پڑھا

اسے سن کر حاضرین جلسہ بہت خوش ہوئے۔ اور مسٹر تھارنٹن سیکرٹری پنجاب گورنمنٹ نے مولوی صاحب کو اپنے پاس بٹھا کر تحسین کی۔

آخر میں صاحب سیکرٹری حکومت پنجاب نے استادہ ہو کر اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور انجمن کو بہمہ وجوہ کامیاب ہونے کی دعا دی۔ اس جلسے کے دوسرے دن مسٹر ایچیسن نے ۹ کتابیں کتب خانہ انجمن کے لئے بھیجیں اور ایک خط میں لکھا۔ "میں اس سوسائٹی سے دلی تعلق رکھتا ہوں اور حتی الامکان امداد کرتا رہوں گا"۔

۲۲۔ اپریل کے جلسۂ عام میں ڈاکٹر لائٹنر نے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی چٹھی پڑھ کر سنائی۔ اس میں مرقوم تھا۔ "ہم اگلے جلسے میں شامل ہونگے۔ اور ہماری خواہش ہے۔ کہ ہم اکثر شامل ہؤا کریں۔ مگر بے تکلف اور بلا اطلاع۔ جس سے یہ نہ پایا جائے کہ ہمارے واسطے خاص جلسہ ہؤا ہے"۔

۲۹۔ اپریل ۱۸۶۵ء کے جلسۂ عام میں نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بہ نفس نفیس مع دونین اور صاحبان کے جلسۂ انجمن میں رونق افروز ہوئے۔ اول کتب خانہ کا ملاحظہ فرمایا اور بہت محظوظ ہوئے۔ ڈاکٹر لائٹنر صاحب نے اپنی تقریر میں تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے انجمن کی مختصر کیفیت سنائی۔ امتحانات کے انتظام اور ان کی کمیٹیوں کے ذکر کو سن کر گورنر بہادر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے ایک سو پچاس روپے کامیاب طالب علموں کو دینے کے لئے عنایت فرمائے۔ اور ارشاد فرمایا "جن مقاصد کو لے کر یہ انجمن جاری ہوئی ہے خدا ان کو سر سبز کرے۔ یہ وہ مقاصد ہیں جن کی مدت سے ہمیں تمنا تھی۔ جن لوگوں کی سعی سے اس کی ترقی ہوگی، وہ لائق تحسین ہونگے"۔

اس جلسے میں پنڈت من پھول نے طریقۂ تعلیم انگریزی کے نقائص بیان کیئے۔ اس تقریر کو سن کر گورنر صاحب نے فرمایا "دیسی زبانوں کا طریقہ تعلیم بھی جیسا ہونا چاہیئے نہیں ہے۔ جیسی تعلیم فارسی کی دیسی مکتبوں میں ہوا کرتی تھی سرکاری سکولوں میں نہیں ہوتی۔ طالب علموں کو چاہیئے اپنے دیس کی زبانوں میں زیادہ ترقی کریں۔ یہ ٹھیک نہیں کہ غیر زبان میں ترقی کریں اور اپنی زبان سے بے بہرہ رہیں۔ اگر وہ اپنی زبان میں ترقی کریں گے تو غیر زبان میں ترقی کرنی آسان ہوگی۔ پرنسپل صاحب اور ڈائرکٹر صاحب کو اس بارے میں خوب کوشش کرنی چاہیئے"۔

اس کے بعد مولوی محمد حسین صاحب دہلوی نے ایک مضمون درباب راہ ورسم سابق فی مابین ہنود و اہل اسلام و طریق فیمابین اہل ہند و اہل انگلینڈ پڑھا۔ یہ مضمون بہت طویل مگر بہت دلچسپ تھا نواب گورنر بہادر نے اسے بہت پسند فرمایا۔ اور مولوی صاحب کو تحسین کی۔ نیز فرمایا "اگر یہ ہمارے پاس انگریزی میں ترجمہ ہوکر آئیگا۔ تو بہت خوب ہوگا۔ ہم اس انجمن کے کامیاب ہونے میں بہت خوش ہیں۔ اور اس کے کاموں کی کیفیت سننے کے واسطے مشتاق ہیں"۔

انجمن کے بڑے بڑے ممبر جو سرکاری عہدوں پر فائز تھے جب لاہور سے تبدیل ہوکر کسی اور جگہ جاتے تو وہاں انجمن کی شاخیں کھولتے اور انجمن کے ممبر بناتے تھے۔ مسٹر کولڈ سٹریم جج عدالت خفیفہ نے دہلی میں انجمن کی شاخ کھولی۔ سر سکندر حیات خاں کے والد ماجد سردار محمد حیات خاں نے بنوں میں انجمن جاری کی۔ اور

تین سو روپیہ چندہ جمع کرکے مرکزی انجمن کو بھیجا - بیڈن پول صاحب جج عدالت خفیفہ نے ایک دوربین ستارہ نما - اور ایک سو پچاس روپیہ نقد براے لکچر فنڈ عنایت فرمائے - کرنل لیک فنانشل کمشنر کمال خوشی سے انجمن کے ممبر بنے - اس کے ساتھ ہی دو سو چالیس ۲۴۰ روپے لکچر فنڈ کے لئے عنایت فرمائے - سر رابرٹ جوڈیشل کمشنر پنجاب اور فورسائیڈ صاحب کمشنر جالندھر انجمن کے جلسے میں شریک ہونے کے لئے خود لاہور تشریف لائے ❊

گورنمنٹ اور انجمن

اس باب میں مَیں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں - کہ ۱۸۶۶ء سے لے کر ۱۸۶۸ء تک کس قدر کتابیں اور مضامین وغیرہ پیشگاہ گورنمنٹ سے اور ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن اور دیگر مصنفین کی جانب سے برائے طلبی کے لئے انجمن پنجاب کے سپرد ہوئے - اس سلسلے میں یہ ذکر کر دینا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ارباب انجمن نے ان امور میں کیا کیا فیصلے صادر فرمائے ❊

نام کتاب	نام مصنف	نام صاحب رائے	خلاصہ رائے
(۱) مسئلہ شرعی در باب وراثت نسواں	فورتھ صاحب کمشنر جالندھر	فقیر شمس الدین و دیگر اہل اسلام	بموجب شرع شریف کے حصہ ملنا چاہیے۔
(۲) ہرک سنگرہ و بیدانت سار	پنڈت بھان دت	بابو نوبین چندر رائے	پسند ہوئی

نام کتاب	نام مصنف	نام صاحب رائے	خلاصہ رائے
(۳) قاطع برہان مرزا غالب	محکمۂ گورنمنٹ پنجاب	شیخ فیروز الدین صاحب	پسند ہوئی
(۴) کتاب اخلاق یعنی چراغ ہدایت	منشی محمد علی	رائے کمیٹی	پسند ہوئی
(۵) صرف و نحو اردو	سید مہدی حسن	فقیر سید جمال الدین	پسند ہوئی
(۶) مرزا آقا	مولوی الفت حسین آمدہ محکمہ ڈائرکٹری	مولوی محمد حسین	پسند ہوا
(۷) اشارات التعلیم	محکمۂ ڈائرکٹری پنجاب	مولوی علمدار حسین	قابل دستور العمل معلمان کے ہے
(۸) قصیدہ در مدح نواب لفٹنٹ گورنر بہادر	مولوی نجف علی قاضی - جھجر - از محکمہ لفٹنٹی پنجاب	مولوی محمد حسین	پسند ہوا
(۹) مضمون مولوی محمد حسین درجواب دسوالات نقص ہائے ریلوے	آمدہ محکمہ گورنری	ارباب کمیٹی	پسند ہوا
(۱۰) عجائب غرائب	محمد سرفراز خاں سررشتہ نہر جمن غربی آمدہ محکمہ گورنری پنجاب	صاحب سیکرٹری	بخوبی صحت اس کی نہیں ہے اور قابل ترویج اطفال نہیں ہے
(۱۱) گلزار ہندی	راے کنہیا لعل - آمدہ محکمہ ڈائرکٹری پنجاب	مولوی محمد حسین سیکرٹری	پسند ہوا
(۱۲) اہلکار ضلع لاہور	درباب انتظام جاتری لوگوں کے آمدہ محکمۂ ڈائرکٹری	"	پسند ہوا

نام کتاب	نام مصنف	نام صاحب رائے	خلاصہ رائے
(۱۳) منتخبات فارسی	آمدہ محکمۂ ڈائرکٹری	مولوی محمد حسین سیکرٹری	بعض بعض جگہ نقص ہیں۔
(۱۴) قواعد اردو	" " "	" "	" "
(۱۵) رسالہ کلاں قواعد اردو	" " "	" "	" "
(۱۶) منتخبات اردو	" " "	" "	پسند ہوئی
(۱۷) گلشن اخلاق	منشی بھولا ناتھ میرٹھ	مولوی علمدار حسین	"
(۱۸) رسالہ بزبان ناگری	لالہ نہال چند	مولوی محمد حسین	ناپسند ہوا بسبب عبارت عاشقانہ
(۱۹) اوپدیش پنجاب تعلیم نسواں	آمدہ ڈائرکٹری	"	پسند ہوا
(۲۰) ذخیرہ بال گوپنہ (رسالہ ماہواری)	"	"	"
(۲۱) اخلاق بہادری	منشی بہادر سنگھ فیروزپور از محکمہ ڈائرکٹری	"	"
(۲۲) پانچ جلد کتب گرمکھی	لالہ بہاری لعل	"	پسند ہوئیں
(۲۳) تزکیۃ الاخلاق	رحیم بخش مدرس دہلی آمدہ محکمہ ڈائرکٹری	مولوی علمدار حسین	عبارت اچھی نہیں ہے۔

انجمن کے فوائد

انجمن کے فوائد دو اصول پر مبنی تھے - اول ترقی علوم مشرقی دوسرا اشاعت مطالب مفیدہ - ترقی علوم کے سلسلے میں صرف یہی کہنا کافی ہوگا کہ انجمن کی طرف سے شروع ہی میں اشاعت تعلیم کی کوششیں جاری ہوئیں - مدرسوں مکتبوں اور پاٹھ شالوں کو امداد دینے کا اعلان ہوا - پھر عربی - فارسی - سنسکرت - ہندی - اردو کے امتحانات جاری کرنے کا انتظام کیا گیا - انعامات اور سندیں دینے کا بندوبست ہوا - جس سے عوام کی توجہ حصول تعلیم کی طرف منعطف ہوتی چلی گئی - اس سے اگلا قدم انجمن کے ممبروں نے یہ اٹھایا کہ پنجاب میں ایک یونیورسٹی قائم کرنے کی تجویز سوچی - اگرچہ یہ تجویز بہت دیر میں پروان چڑھی لیکن وہ یہی انجمن تھی جس نے پنجاب میں یونیورسٹی قائم کی - انجمن پنجاب نے یونیورسٹی قائم کرنے کے لئے جیسی سر توڑ کوششیں کیں ان کا ذکر میں یونیورسٹی کے باب میں کروں گا - اس وقت صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہے - کہ آج جس یونیورسٹی سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ہزاروں نہیں لاکھوں طلبہ علم کی پیاس بجھا کر بلند مدارج حاصل کر چکے ہیں - وہ اسی مرحوم انجمن کی کوششوں کا نتیجہ ہے ٭

(۱) انجمن کے عام جلسوں میں ایسے مضامین پڑھے گئے جن کے سننے سے

اخلاق کی تہذیب ہوئی۔ اکثر مؤلفین مروجہ رسوم قبیحہ کا ذکر کرکے عوام کو ان کے ترک کر دینے کا مشورہ دیتے تھے۔ بیشتر مضامین تحصیل علوم و فنون کی ترغیب کے لیئے پڑھے جاتے تھے ظاہر ہے اس قسم کے مضامین تمام ملک کے لئے مفید تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ انجمن خاص و عام میں دور و نزدیک محبوب و مقبول ہوتی چلی گئی۔

(۲) انجمن کے جلسوں میں بعض ایسے معاملات پیش ہوتے تھے جن کا تعلق ہندوستان کے رہنے والوں کی بہتری اور بہبودی سے ہوتا تھا۔ مگر وہ بغیر حکومت کی عنایت اور توجہ کے حل نہیں ہو سکتے تھے۔ ایسے معاملات کو انجمن کے ممبر ضروری گفتگو اور بحث کے بعد سرکار کو بھیج دیتے تھے۔ اسے حسن اتفاق کہیئے کہ انجمن نے جن معاملات کو سرکار میں پیش کیا۔ ان پر سرکار نے ہمیشہ بہت ہمدردی سے غور کیا۔ اور انجمن کی رائے کو اکثر افسران کی رائے پر ترجیح دی۔

(۳) بعض معاملات سرکاری افسر بغیر رائے عامہ دریافت کئے طے نہیں کر سکتے تھے۔ ایسے معاملات سرکار کی طرف سے انجمن کو بھیج دیئے جاتے۔ ارباب انجمن ان پر کمال ہمدردی سے غور کرتے اور پھر اپنی رائے سے حکومت کو مطلع کرتے تھے۔

(۴) رفاہ عام کے لئے انجمن نے ایک کتب خانہ جاری کیا تھا۔ اس میں انگریزی، فارسی، عربی اور سنسکرت، ہندی، اگورمکھی وغیرہ مختلف علوم و فنون کی کتابیں موجود تھیں۔ اس کتب خانے میں

انگریزی، اردو فارسی، عربی، ہندی کے اخبارات ورسائل
بھی آتے تھے۔

(۵) ہفتے کے دن شام کے وقت مکان انجمن میں ہفتہ وار ایک
علمی لکچر اور مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ اس میں اہل فضل وکمال اور
طلبہ بڑے ذوق وشوق سے شریک ہوتے تھے۔ اوسط حاضری
ایک سو کے قریب ہوا کرتی تھی۔

انجمن کی ۱۸۶۷ء کی رپورٹ مولوی محمد حسین صاحب نے لکھی تھی
متذکرہ سال میں انجمن کی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے
تحریر فرمایا:-

(۱) یونیورسٹی علوم شرقیہ کا بار آور درخت یہیں سے نکلا۔
(۲) کتابوں کا محصول چنگی معاف کرایا گیا۔
(۳) پاگل خانوں میں واجب الرحم پاگلوں سے جو مشقت لی جاتی تھی
حکام کو اس کی طرف متوجہ کیا۔
(۴) عجائب خانہ میں سیر عام کی اجازت لی۔
(۵) قانونی سوسائٹی بنائی جو انجمن کی شاخ ہے۔
(۶) ضلع ضلع میں انجمن کی شاخیں کھولیں۔
(۷) حق مالکانہ و مزارعانہ کے باب میں حضور نائب السلطنت بالا جلاس
کونسل کو متوجہ کیا۔
(۸) مقام فخر یہ ہے کہ دفعات مذکورہ بالا میں جس دفعہ کو خیال کریں۔
خواہ تربیت وشائستگی خواہ ملکی خواہ مالی ہر جگہ کل پنجاب میں
پریسیڈنٹ انجمن ڈاکٹر لائٹنر صاحب کی برکت شامل حال ہے
الغرض اس ترقی کی کچھ حد نہیں معلوم ہوتی۔ قابل لحاظ کے بات یہ ہے

کہ ترقی نہ صرف علم کتابی میں ہے بلکہ ہمت حوصلہ اصلاح عادات
واطوار میں بھی اس کا اثر ظاہر ہے - اور امورات مذکورہ نہ
فقط رعایا میں بلکہ حکام میں بھی مثل کشش آہن ربا برابر زیادہ
ہوتے جاتے ہیں" ۔

امتحانات

انجمن کا سب سے بڑا مقصد مشرقی علوم کو ترویج دینا تھا - اس
مطلب کو حاصل کرنے کے لئے دیسی زبانوں میں امتحان لینے کی تجویز
ہوئی - باقاعدہ ایک امتحان کمیٹی بنائی گئی - بابو نوبین چندر رائے
اس کے صدر منتخب ہوئے - ہندی امتحانات کے متعلق انھوں نے
مندرجہ ذیل تجاویز پیش کیں - جو جلسہ عام میں پسند ہو کر منظور
ہوئیں - غور فرمائیے یہ تجاویز کس قدر سادہ اور جامع ہیں :-

(۱) یہ امتحان اکتوبر کے مہینے میں ہوگا -

(۲) جسے امتحان دینا منظور ہو آخر جولائی تک اپنی تحریری درخواست
پریسیڈنٹ امتحان کمیٹی یا سیکرٹری انجمن کے پاس بھیجدے -

(۳) اعلیٰ لیاقت والوں کو پچاس روپے تک انعام معہ سند لیاقت
ملے گا -

(۴) اس امتحان کی دو قسمیں ہونگی :-

قسم اول - دو طرح کے مضمون لکھوائے جائیں گے :-

(۱) ہر انسان کو واجب ہے کہ حتی الامکان پر او بکار یعنی بیگانے
کام میں تن دہی سے کام کرے - یا اپنے ہم جنس کو فائدہ
پہنچاوے پس دلائل سے ثابت کیا جاوے کہ بھلا و بکار کتنی

طرح سے ہو سکتا ہے۔

(۲) راست بازی کی ضرورت اور اس کے فوائد دلائل سے ثابت کئے جائیں۔ اور ان دونوں میں سے ایک مضمون کو ٹھیٹھ ہندی بھاشا جس میں کوئی لفظ فارسی زبان کا نہ ہو۔ لکھ کر امتحان کے وقت پیش کرنا ہوگا ۔

قسم دوم۔ امتحان کے وقت ایک پرچہ سوالات کا دیا جائیگا۔ جس میں آسان نیاے۔ ویدانت اور نیتی شاستر کے ہونگے اور جواب ان کا اسی وقت لکھنا ہوگا۔ تحریری سوالات کے ماسوا کچھ سوالات زبانی بھی پوچھے جاویں گے ۔ چند اشلوک بہت آسان ایک پرچے پر لکھے ہوئے دئے جائیں گے ۔ ترجمہ ان کا اسی وقت زبان بھاشا میں کرنا ہوگا ۔

امتحان کا اعلان امتحان سے چھ ماہ پیشتر کیا جائیگا ۔

ہر امتحان کے لئے الگ الگ کمیٹیاں بنائی گئیں۔ اس سلسلے میں ۲۷- اپریل ۱۸۶۵ء کے جلسہ خاص میں مصر رام داس جی کا ایک خط پڑھا گیا۔ یہ خط نہایت دلچسپ تھا۔ مصر صاحب نے لکھا تھا کہ مجھے صرف امتحان عربی کمیٹی کا ممبر بنایا گیا ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ میں دوسری زبانوں یعنی فارسی۔ اردو۔ اور سنسکرت ۔ ہندی سے ناواقف ہوں۔ یہ امر موجب تحقیر ہے ۔ میں سب زبانیں جانتا ہوں اور ان میں امتحان لے سکتا ہوں ۔ اگر انجمن مجھ کو سب امتحانوں کا ممبر مقرر کرے تو مجھ کو منظور ہے "۔

اس کے جواب میں ارباب انجمن نے مصر صاحب کو لکھا کہ امتحان کمیٹیوں کے سب ممبر دو دو تین تین زبانیں جانتے ہیں۔ لیکن ان کو ہر کمیٹی

میں اس لئے شامل نہیں کیا گیا کہ کام بہت زیادہ ہوگا۔ اگر ایک شخص کئی امتحان کمیٹیوں کا ممبر ہوگا۔ تو اس کو محنت بہت پڑیگی پھر بھی اگر آپ کی مرضی ہو تو انجمن کو عذر نہیں"۔

یہ معقول جواب سن کر مصر صاحب ٹھنڈے ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ مصر صاحب فارسی کے اچھے فاضل تھے۔ انجمن کے مشاعروں میں عموماً فارسی غزلیں کہہ کر لاتے تھے۔ اور اچھے اچھے شعر نکالتے تھے۔

کاغذات دیکھنے سے پتہ چلتا ہے۔ اس وقت عوام کی توجہ تحصیل علوم کی طرف بالکل نہ تھی۔ اس جمود کی حالت کو دیکھتے ہوئے۔ (۲۹۔ اگست کے جلسہ خاص میں) ڈاکٹر لائٹز نے تجویز پیش کی کہ عوام میں مشرقی زبانوں کے امتحان دینے کا شوق بڑھانے کے لئے اور امتحان دینے والوں کی ہمت بڑھانے کے واسطے امتحانات کے اشتہار کے ساتھ یہ اعلان بھی جاری کیا جائے کہ جو طالب علم منجملہ نمبر مقررہ کے نصف نمبروں سے کم حاصل نہ کرے گا اس کو ایک اعزاز کی سند بھی عطا ہوگی۔ اور جو طالب علم نمبر مقررہ کے تین چوتھائی نمبروں سے کم حاصل نہ کرے گا اس کو علاوہ سارٹیفکیٹ اعزاز کے کچھ روپیہ انعام ملیگا۔ اور سارٹیفکیٹ اور انعام دربار عام میں تقسیم ہوگا"۔

اطلاع عام کے لئے یہ اشتہار کوہ نور میں چھاپا گیا۔ اور ایک ہزار علیحدہ چھپوا کر مشتہر ہوا۔ ان اشتہارات میں سے چار سو اشتہار ڈائرکٹر صاحب کی خدمت میں بھیجے گئے کہ سرکاری اخبار کے ساتھ مشتہر کر دئے جائیں۔

ہندی کے اصول امتحان آپ نے سن لئے۔ اسی طرح عربی فارسی اور سنسکرت کے قواعد بھی مرتب ہوئے۔ ہر امتحان کے متعلق الگ الگ

عرض کرنا باعث طوالت ہوگا۔ اس لئے میں صرف امتحان عربی کے قواعد پر اکتفا کرتا ہوں ؂

عربی کمیٹی کے پریسیڈنٹ ڈاکٹر لائٹنر صاحب تھے اور فقیر شمس الدین مصر رام داس مولوی علمدار حسین اور مولوی محمد حسین ممبران۔ امتحان عربی کے تین درجے مقرر ہوئے۔ اعلےٰ اوسط اور ادنےٰ۔ ہر درجے میں چھ مراتب مقرر تھے:۔

(۱) صرف و نحو۔ (۲) علم وادب۔ (۳) انشاء۔ (۴) املا۔ (۵) خوشخطی۔ (۶) تلفظ ؂

یہ امتحان سکشا سبھا کے مکان میں ہؤا۔ تین درجوں کے امتحان کے لئے ایک سو پچاس روپے انعام مقرر تھا۔ جو طلبا لاہور نہیں آ سکتے تھے۔ ان کا امتحان سوالات بھیج کر ضلع کے ڈپٹی کمشنروں کی معرفت لینا قرار پایا۔ ان امتحانات میں عمر کا لحاظ نہیں رکھا گیا تھا۔ ہر عمر کا آدمی امتحان میں شامل ہوسکتا تھا۔ ۶۶ء میں پانچ زبانوں کے امتحانات لئے گئے۔ ۱۰۹ امیدواروں نے درخواستیں بھیجیں۔ ۷۴ نے امتحان دیا۔ ۳۵ امیدوار غیر حاضر رہے۔ ۷۴ امتحان دینے والوں میں سے ۳۳ نے سند لیاقت حاصل کی۔ درجہ اول میں آٹھ۔ درجہ دوم میں ۱۷۔ اور درجہ سوم میں ۸ امیدوار کامیاب ہوئے۔ ان سب کو ۶۷۶ روپے انعام دیا گیا۔ عربی کے امتحان میں ۱۳ طلبہ شامل ہوئے۔ ان میں سے آٹھ درجہ دوئم میں پاس ہوئے اور ان کو ۱۸۰ روپے انعام ملا۔ فارسی میں ۱۳ طلبہ شامل ہوئے۔ ان میں سے ۳ درجہ اول میں دو درجہ دوئم میں کامیاب ہوئے۔ اور ان کو ۱۲۵ روپے انعام ملا ؂

امتحان کے بعد طلباء کو ایک دعوت بھی دی گئی۔ جس پر ۲۷ روپے

صرف ہوئے ۔

سنسکرت میں ۱۲ طلبہ شامل ہوئے۔ ۴ درجہ اول میں دو درجہ دوم (؟) اور دو درجہ سوئم میں پاس ہوئے۔ ۱۷۰ روپیہ انعام ملا۔ ہندی میں ۱۳ طلبہ شریک ہوئے۔ ایک درجہ اول میں ایک درجہ دوئم میں اور پانچ درجہ سوم میں پاس ہوئے۔ ۱۱۰ روپیہ انعام پایا۔

اردو میں ۱۴ طلبہ شریک ہوئے۔ ۴ درجہ دوئم میں اور تین درجہ سوم میں پاس ہوئے۔ ۹۰ روپے انعام ملا ۔

اس نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرقی علوم کا بازار کس قدر سرد پڑ گیا تھا۔ جب یہ معاملہ جلسۂ انجمن میں پیش ہوا۔ تو کہا گیا کہ ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ بہت سے لوگوں کو قواعد امتحانات کی واقفیت نہیں۔ بعض لوگ اسے اپنی سبکی خیال کرتے ہیں۔ اس امتحان میں صرف لاہور کے قرب وجوار کے لوگ شامل ہوئے ہیں۔ جب اس امتحان اور اس کے نتائج کی اطلاع دور دور پہنچے گی تو زیادہ تعداد میں لوگ شریک ہوں گے۔ ایک ممبر نے کہا مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ کلکتہ یونیورسٹی ۱۸۵۷ء میں قائم ہوئی تھی۔ اور ۱۸۵۸ء میں جبکہ احاطۂ بنگال اور ممالک مغربی کے تمام کالج اس کی مدد پر تھے۔ اس کے امیدواروں کی تعداد صرف ۲۴۴ تھی۔ جن میں سے صرف ۱۶۲ نے امتحان انٹرینس پاس کیا تھا ۔

غرض انجمن کے سند یافتہ امیدواروں میں سے چند نے تھوڑے ہی عرصے میں انجمن کے ممبروں کی سفارشوں سے معقول نوکریاں پالیں۔ اگرچہ یونیورسٹی ابھی قائم نہیں ہوئی تھی۔ تجویزیں اور جلسے ہی ہو رہے تھے۔ لیکن اس تجویز اور انتظام امتحانات کی بدولت انجمن نے یونیورسٹی

زبان ہائے دیسی کا خطاب حاصل کر لیا۔ اور ہندوستان سے
انگلستان تک تمام اخباروں میں اس دلچسپ خبر سے ایک غلغلہ بپا
ہوگیا ٭

اس پہلے امتحان پر [illegible] ۱۲ر۲ پائی صرف آئے۔ جس میں [illegible] ۱۳ر۱۱ پائی
بطریق چندہ وصول پائے۔ اور باقی [illegible] یونیورسٹی فنڈ سے لے کر
صرف کیئے گئے ٭

مناسب ہوگا کہ میں ۱۸۶۶ء کے امتحان کا گوشوارۂ خرچ ہی پیش
کر دوں جس کو دیکھ کر آپ از خود اندازہ کر لیں کہ یہ انجمن ان ابتدائی
سالوں میں کس قدر مفید خدمات تعلیمی انجام دے رہی تھی ٭

جمع

بابت چندہ امتحان ابتدائے ۱۸۶۵ء سے آخر ۱۸۶۷ء تک	[illegible] ۱۳ر۱۱ پائی
یونیورسٹی فنڈ سے لے کر	[illegible] ۱۴ر۷ پائی
	[illegible] ۱۲ر۲ پائی

خرچ

انعامات جو طلبہ زبانہائے مختلفہ کو ایک جلسہ منعقدہ مارچ ۶۶ء میں تقسیم ہوئے	[illegible]
مصارف متفرق ابتدائے ۶۵ء سے ۱۸۶۸ء تک	[illegible] ۱۲ر۲ پائی
چھپائی اشتہارات وسوالات امتحان وسندہائے امتحان وغیرہ	[illegible]

صرف دعوت طلبہ . . . . سو عہ

قیمت ٹکٹ ڈاک برائے اجرائے اشتہارات و سوالات وغیرہ } ٣/٦ پائی

قیمت کاغذات وغیرہ . . . . . ۳ صر

قیمت پارچہ لٹھہ برائے بستنی ہائے مبالغ امتحان عیم

---

۸ للو عہ ۱۲/٦ پائی

کتب خانہ انجمن

انجمن پنجاب کے پہلے جلسے میں پنڈت من پھول صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا تھا "ایسی مجلس کو امداد کتب علمی بھی ضرور ہے۔ لہٰذا اس مکان سکشا سبھا میں ایک کتب خانہ بھی جمع کیا جائے۔ جس میں سب زبانوں کی کتب علمی اور نیز اخبارات و کتب ماہواری چھاپہ موجود ہوں۔ اور ان کو جس کا جی چاہے بے تامل بہر کرے۔ مگر چونکہ ابھی ایسے کتب خانہ کے لئے روپیہ موجود نہیں ہے لہٰذا مناسب ہے کہ فی الحال ایسی کتب صاحبان شوق سے صرف عاریتاً ہی لے کر رکھی جاویں اور آیندہ وقتاً فوقتاً اس کی رونق اور ترقی میں تائید کی جاوے"

اس تجویز کو سب حاضرین جلسہ نے پسند کیا۔ اور ایسے جوش و خروش سے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔ کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اگر میں یہ کہوں تو بیجا نہ ہوگا۔ کہ جادو کے زور سے، پلک جھپکتے میں ایک

عظیم الشان کتب خانہ تیار ہوگیا۔ انجمن قائم ہونے کے پانچ مہینے بعد انجمن کے دفتر سے ایک گشتی مراسلہ دوسری انجمنوں سے الحاق کے لئے جاری ہوا۔ اس مراسلہ میں یہ فقرہ لکھا ہوا نظر آتا ہے "اور اس انجمن میں ایک کتب خانہ بھی قائم ہوا ہے۔ جس میں قریب ڈیڑھ ہزار کے کتب علمی ہر زبان انگریزی۔ فارسی۔ عربی۔ سنسکرت بھاشا اردو وغیرہ کی مرسلہ امراء ورؤساء صاحبان علم وہنر و شائقان رفاہ و فلاح ہر خاص وعام داخل ہوچکی ہیں۔ جن میں سے کسی قدر صرف عاریت ہیں اور بہت سی بطور امداد ملک انجمن بلاقیمت عنایتی امراء ورؤساء ہیں۔ یہ امر دلیل کامل شوق و توجہ خاص صاحبان ممدوح متصور ہے اس کتب خانے کی سیر بالکل بے تعرض ہوسکتی ہے۔ جس کا جی چاہے سیر کرے"۔

اس زمانے میں یعنی آج سے تقریباً ستر اسی سال پہلے علم کے شایقین اپنی کتابوں کی جان سے زیادہ حفاظت کرتے تھے۔ کیونکہ آجکل کی طرح کتابیں آسانی سے دستیاب نہیں ہوسکتی تھیں۔ لیکن اس انجمن کے بابرکت نام نے سب کے دلوں میں علم کا ایک شعلہ روشن کردیا تھا۔ انجمن کے ممبروں نے ایک دوسرے سے بڑھ کر دریا دلی سے کام لیا۔ اپنے علمی خزانے نکال نکال کر بے دریغ انجمن کے سپرد کردیئے تاکہ خاص وعام اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ شروع شروع میں کتابوں کی حفاظت کا کام سکشا سبھا کے ممبر صاحب کے سپرد ہوا۔ انہوں نے اس فرض کو نہایت جانفشانی اور محنت سے ادا کیا۔ جب کتابیں کافی تعداد میں جمع ہوگئیں تو انجمن نے کتبخانہ کے لئے کچھ قواعد مرتب کئے۔ میں ان قواعد کو آپ کی خدمت میں پیش کرتا

ہوں - صرف یہ دکھانے کے لئے کہ ہمارے کتب خانوں کے بنیادی قواعد کیا تھے - جن سے ترقی کرتے کرتے آج ہم تنظیم وترتیب کتب کی معراج پر پہنچ چکے ہیں ×

قاعدہ سیر کتب خانہ

۱ - کتب خانہ ۸ بجے صبح سے ۷ بجے شام تک یعنی تمام دن کھلا رہے گا ×

۲ - جو صاحب سیر کتب کو آئیں اپنا نام معہ نام کتاب جس کی سیر کریں ایک کتاب یادداشت میں لکھ دیں - جو میز پر موجود رہے گی ×

۳ - ممبران انجمن جو فیس دینے والے ہیں ان کو ایک ہفتے تک اپنا پرچہ دستخطی دے کر کتاب اپنے گھر لے جا کر سیر کرنے کا اختیار ہوگا - اس سے زیادہ ناجائز ہے ×

۴ - اگر کتاب گم ہو جائے گی تو قیمت کتاب کی دینی ہوگی - اور درصورت خراب کر دینے کتاب کے ہرجانہ حسب تشخیص کمیٹی کا رکن دینا ہوگا ×

۵ - سیر کنندگان عام کو صرف کتب خانہ میں بیٹھ کر ہر کتاب یا اخبار کے دیکھنے کا اختیار ہوگا - کتب خانہ کے باہر لے جانے کا اختیار ہرگز نہ ہوگا ×

۶ - جو کتاب ایک شخص کی سیر میں ہوگی - تا آنکہ وہ حسب مرضی خود سیر نہ کر لے دوسرے کو اس پر تفوق نہ ہوگا ×

۷ - احتیاط گم شدگی وغیرہ کتاب کا اندر کتب خانہ کے ذمہ دار محافظ کتب خانہ کا ہوگا +

جب کتابیں بہت زیادہ ہوگئیں - اور ممبر چاروں طرف سے دریافت کرنے لگے کہ کتب خانے میں کون کون سی کتابیں موجود ہیں تو تجویز ہوا کہ سال میں ایک مرتبہ کتب خانہ کی فہرست شائع کی جائے - اور وہ ہر ایک ممبر کے پاس رہے - تاکہ ہر ایک ممبر بغیر کسی تکلیف کے اپنی پسند کی کتابیں انتخاب کر سکے - اس مضمون کی اطلاع رسالہ انجمن میں شائع کی گئی +

۱۷ - اپریل ۱۸۶۵ء کے جلسہ عام میں پنڈت من پھول صاحب نے تجویز کیا تھا کہ " انجمن کے کتب خانہ کی ترقی کی صورت میری رائے میں یہ ہے - کہ منتخب کتابوں کی فہرست تیار کی جائے اور پھر وہ کتابیں جہاں جہاں سے دستیاب ہوں - منگائی جائیں - اسی سلسلے میں پنڈت صاحب نے سولہ کتب ہندی وگورمکھی کے نام اور پتے بھی بتائے - اسی جلسے میں کتب خانہ کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز پاس ہوئیں :-

(۱) ایک ایک جلد میں جو کئی کئی کتابیں بندھی ہوئی ہیں اس سے قباحت یہ ہے کہ جب ایک کتاب ایک صاحب کی سیر میں ہوگی - تو باقی ماندہ کتب جو اس جلد میں ہونگی اس کے ساتھ خواہ نخواہ نہ دی جائینگی - اس لئے ہر کتاب کی جلد الگ بندھوائی جائے +

(۲) جن کتب کی جلدیں بوسیدہ ہو چکی ہیں - ان کی جلد بندی کرائی جاوے +

(۳) جن کتابوں پر جلدیں نہیں ہیں - ان کی بھی جلد بندی کرا دی جاوے - اور ان میں سے جو کتابیں عاریتاً گئیں - اُن کی جلد بندی کے دام

مالک کتب سے وصول کئے جاویں ۔

اسی جلسے میں یہ بات بھی معرض بحث میں آئی کہ کتب خانے کی ترتیب بڑی محنت سے ہوئی ہے ایک محافظ اور ایک محرر مقرر ہونا چاہئے۔ فیصلہ ہوا کہ فی الحال گنجائش نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اس کام میں محنت کی ہے۔ ان کو مناسب انعام دے دیا جائے۔ اور آیندہ بھی یہی طریقہ رہے جب گنجائش ہوگی۔ معاملہ پر غور کیا جائیگا۔ چنانچہ سکشا سبھا کے ملازمین کو جنہوں نے کتب خانے کی ترتیب اور حفاظت کا کام کیا تھا۔ بیس۲۰ روپے انعام دیا گیا ۔

انجمن کی انتہائی کوشش تھی۔ کہ پڑھے لکھے لوگوں میں کتب بینی کا شوق پیدا ہو۔ چنانچہ ۲۷ - اپریل ۶۵ء کے جلسہ خاص میں یہ تجویز دوبارہ پیش کی گئی کہ کتب خانے کے اوقات اور قواعد کے متعلق اطلاع عام دی جا چکی ہے۔ پھر بھی بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہے۔ لہٰذا مولوی صاحبان اور ماسٹر صاحبان شہر لاہور کو جو مہتمم مکتبوں کے ہوں خاص طور پر اطلاع دی جائے ۔

معلوم ہوتا ہے انجمن کو بھی اپنے کتب خانہ پر بڑا فخر تھا۔ جو لوگ انجمن کے جلسوں میں شریک ہونے آتے تھے انجمن کا کتب خانہ انہیں بڑے اہتمام سے دکھایا جاتا تھا۔ اصل میں یہ کتب خانہ شمالی ہندوستان میں اپنی قسم کا پہلا کتب خانہ تھا۔ جو بغیر سرکاری امداد کے جاری ہوا تھا۔ ۲۹ - اپریل کو جب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب جلسہ انجمن میں شریک ہوئے۔ تو انہوں نے بھی اس کتب خانہ کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ اور اس کی تعریف کی ۔

جوڈیشل کمشنر صاحب بہادر نے بھی اس کتب خانہ کو پسند کیا تھا۔

اور محمد برکت علی خاں صاحب تحصیلدار لاہور کے ذریعے ۱۳ جلد کتب عنایت فرمائی تھیں ۔

۲ مئی ۱۸۶۵ء کے جلسے کے فیصلے کے مطابق کتب خانے کی تیاری کا کام مولوی علمدار حسین اور مولوی محمد حسین کے سپرد کر دیا گیا ۔ اور ان دونو صاحبوں نے بڑی جانفشانی سے کتب خانہ کی مکمل فہرست تیار کر دی ۔ جو بعد میں چھاپ کر تمام ممبروں کو بھیجی گئی ۔

۱۹ دسمبر ۱۸۶۵ء کے جلسہ میں ڈاکٹر صاحب کی تحریک سے یہ تجویز پیش ہوئی ۔ کہ سرکاری ملازمین ہفتہ بھر میں صرف اتوار کے دن فارغ ہوتے ہیں ۔ دن بھر وہ گھر کے کام میں مصروف رہتے ہیں ۔ اس لئے انہیں کوئی موقعہ نہیں ملتا کہ کتب خانہ کی سیر یا اخبارات کا مطالعہ کر سکیں ۔ اگر کتب خانہ رات کے دس بجے تک کھلا رہے تو وہ بھی مستفید ہو سکتے ہیں ۔ اس کام کے لئے لالہ ہردیال سنگھ محافظ کتبخانہ کی تنخواہ پندرہ روپیہ سے بیس روپے ماہوار کر دی جائے ۔ سب نے اس تجویز پر صاد کیا ۔ اور کتب خانہ کا فیض صبح ۶ بجے سے لے کر رات کے دس بجے تک جاری ہو گیا ۔ اس سے آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں ۔ کہ یہ کتب خانہ کس قدر مقبول ہو رہا تھا ۔

ایک مرتبہ سیکرٹری نے ایک جلسے میں شکایت کی کہ وہ صاحبان جنھوں نے کتابیں عاریتاً دے رکھی ہیں اپنی کتابیں واپس لئے جا رہے ہیں ۔ اس کی روک تھام ہونی چاہیئے ۔ اس پر لائٹنر صاحب نے تمام ممبروں سے درخواست کی کہ وہ اپنی کتابوں سے عوام کو فائدہ اٹھانے کا موقعہ دیں اور کتابیں واپس نہ لیں ۔

آہستہ آہستہ انجمن کی اپنی زر خرید کتابیں بھی کافی ہو گئیں -
قیاس کہتا ہے - کہ آخر کار جب یونیورسٹی قائم ہو گئی - اور انجمن پنجاب اپنے فرائض سے سبکدوش ہوئی ہو گی - تو یہ کتب خانہ یونیورسٹی کو جوں کا توں مل گیا ہو گا *

اس عظیم الشان کتب خانہ کے محسنوں اور سرپرستوں کی فہرست بہت طویل ہے - بس ان میں سے محض چند افراد کے نام اور ان کے پیش کش آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں :-

(۱) گورنمنٹ پنجاب نے -/۱۳۳ روپے کی کتب انگریزی و اردو اور دو سو روپے نقد برائے خرید کتب عنایت کئے *

(۲) -/۶۳ روپے کی کتب انگریزی و فارسی ڈاکٹر لائٹنر صاحب نے عنایت کیں اور -/۲۱۰ نقد دئے *

(۳) -/۵۶۷ روپے کی کتب منشی ہرسکھ رائے مالک کوہ نور اخبار نے عنایت فرمائیں اور وعدہ کیا کہ نو مطبوع کتب انجمن کو دیا کرونگا *

(۴) -/۹ روپے کی کتب مسٹر ایچیسن ڈپٹی کمشنر لاہور نے عنایت فرمائیں *

(۵) -/۵۰ روپے کی کتب منشی نولکشور نے عنایت کیں اور نو مطبوع کتب دینے کا وعدہ کیا *

(۶) -/۴۷ روپے کی کتب لاہور کرانیکل نے پیش کیں *

(۷) -/۱۰۰ روپے کپتان فولر ڈائرکٹر پنجاب نے عنایت فرمائے *

کتب خانہ کی فہرست مطبوعہ ۱۸۶۸ء دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اس وقت کتب خانے میں حسب ذیل تعداد کتب کی موجود تھی :-

کتب ملکیت انجمن

فارسی	انگریزی	ہندی ناگری	میزان کل
۱۱۵	۲۳۵	۶۵	[illegible]

کتب عاریتی

عربی فارسی	انگریزی	ہندی	میزان کل
۴۳	۲۱۸	۵۹	۳۱۹

میزان کل ۸۳۴

یہاں ان لوگوں کا ذکر خیر نہ کرنا حد درجہ کی نا انصافی ہوگی جنہوں نے انجمن کو اپنی کتابیں مستعار دے رکھی تھیں یا بطور عطیہ پیش کی تھی ۔

مستعار کتابیں دینے والے حضرات ہیں

(۱) نفیر سید شمس الدین خاں کتب فارسی و اردو و عربی ۲۰ کتب ۔
(۲) پنڈت من پھول صاحب کتب فارسی و اردو و پشتو ۲۱ کتب
(۳) پنڈت رادہا کشن صاحب ۲ کتب
(۴) پنڈت من پھول صاحب کتب انگریزی ۲۰۱
(۵) پنڈت رادہا کشن صاحب کتب انگریزی ۱۵
(۶) پنڈت رادہا کشن صاحب کتب ہندی ۵۹

اخبارات و رسائل

انجمن کے کتب خانے میں علاوہ کتابوں کے اخبارات بھی موجود رہتے تھے۔ بہت سے پرچے انجمن کے رسالے کے تبادلے میں موصول ہوتے تھے۔ انجمن کے جلسوں کی کارروائیاں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ کسی رسالے یا اخبار کو چندہ نہیں دیا جاتا تھا۔ ہاں انجمن کے ہر رسالے میں سیکرٹری کی طرف سے شکریے کے عنوان سے ایک نوٹ شائع ہو جاتا تھا۔ اس نوٹ کے تحت میں ان اخبارات اور رسائل کے نام اور ایڈیٹروں کے اسمائے گرامی درج کر دیئے جاتے تھے جو انجمن کو اپنا رسالہ یا اخبار ارسال فرماتے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی دوسرے اخباروں سے درخواست کی جاتی تھی کہ وہ بھی اپنا رسالہ یا اخبار انجمن کو بھیجیں۔

مئی ۱۸۶۵ء میں مندرجہ ذیل اخبارات انجمن کو موصول ہو کر کتب خانے کی زینت کا باعث ہوئے۔ یہ بتا دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اخبارات کی تعداد کے لحاظ سے اس وقت بھی لاہور سارے ہندوستان کے شہروں سے آگے تھا:-

(۱) کوہ نور اخبار لاہور۔ ایڈیٹر منشی ہرسکھ رائے
(۲) کرانیکل لاہور " گارڈن صاحب
(۳) سرکاری اخبار لاہور۔ ایڈیٹر بابو چندر ناتھ کیوریٹر ڈائرکٹری
(۴) پنجابی اخبار لاہور۔ ایڈیٹر منشی محمد عظیم
(۵) مجمع البحرین لودہیانہ۔ ایڈیٹر محمد ناصر خان و سید محمد شاہ
(۶) نجم الاخبار میرٹھ۔ ایڈیٹر محمد امیر احمد صاحب

(۷) لارنس گزٹ میرٹھ - ایڈیٹر محمد اسماعیل صاحب

ستمبر ۱۸۶۵ء کے مہینے میں ان اخبارات کے علاوہ کچھ اور اخبارات انجمن کو موصول ہوئے - ان کے نام بھی ملاحظہ فرمائیے :

(۱) اخبار عام میرٹھ - ایڈیٹر محمد وجاہت علی خاں
(۲) نور الابصار آگرہ - ایڈیٹر منشی سدا سکھ لال
(۳) نیّر راجستان جے پور - ایڈیٹر محمد سلیم اللہ
(۴) اردو دہلی گزٹ آگرہ - ایڈیٹر
(۵) کانپور گزٹ آگرہ - ایڈیٹر منشی نولکشور
(۶) شمس الاخبار مدراس - ایڈیٹر سید عبد الستار
(۷) رفاہِ خلائق شاہجہانپور - ایڈیٹر کنور بہادر
(۸) نارتھ انڈین ہیرلڈ - ایڈیٹر مسٹر کرپ

دسمبر ۱۸۶۵ء میں مندرجہ ذیل تین اخباروں کا اور اضافہ ہوا :-

(۱) خیر خواہ پنجاب - سیالکوٹ - ایڈیٹر حکیم دیوان چند
(۲) آبحیات ہند - آگرہ - ایڈیٹر پنڈت بنسی دھر
(۳) میرٹھ گزٹ - میرٹھ - محمد حمایت علی خاں

جن اخبارات کے نام ہیں نے آپ کی خدمت میں پیش کئے ہیں - ان میں سے اکثر اخبارات کے نام سے بھی آج کل کوئی شخص واقف نہیں - بلکہ ہم لوگ تو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اخبار نویسی نے موجودہ دور میں فروغ پایا ہے - اس طویل فہرست سے یہ اندازہ ہوتا ہے - کہ اخبار نویسی کی ابتدا ہوتے ہی ملک کے کونے کونے سے اخبارات اور رسائل حشرات الارض کی طرح نکل پڑے تھے ٭

اس باب کو ختم کرنے سے پہلے میں آپ کی خدمت میں ۱۸۶۹ء کے ان اخبارات کے نام پیش کرنے کی جسارت کروں گا۔ جو کتب خانہ انجمن کی دلکشی کا باعث بنے ہوئے تھے۔

پہلے ان اخبارات کا نام سن لیجئے۔ جو لاہور سے شائع ہوتے تھے:۔

(۱) انڈین پبلک اوپینین بحروف انگریزی

(۲) پنجابی اخبار (اردو) منشی سید محمد عظیم صاحب ایڈیٹر

(۳) گیان پرداہنی پترکا (اردو ہندی بھاشہ) پنڈت مکند رام ایڈیٹر۔

(۴) کوہ نور (اردو) منشی ہرسکھ رائے ایڈیٹر

(۵) سرکاری اخبار (اردو) بابو چندر ناتھ کیوریٹر محکمہ ڈائرکٹری پنجاب۔ ایڈیٹر۔

(۶) انوارالشمس (اردو) دیوان بوٹا سنگھ ایڈیٹر۔

(۷) کلید امید (اردو) منشی محمد منیر ایڈیٹر

اب ہندوستان کے دوسرے اخبارات کے نام سنئے:۔

(۱) السٹریٹیڈ لنڈن نیوز (لنڈن) بحروف انگریزی

(۲) پبلک اوپینین (لنڈن) بحروف انگریزی

(۳) انڈین پبلک اوپینین لاہور

یہ تینوں اخبار ڈاکٹر لائٹنر صاحب کتب خانے کو عنایت فرماتے تھے۔

(۴) سائنٹفک سوسائٹی۔ علی گڑھ (اردو انگریزی) ایڈیٹر حافظ محمد عبدالرزاق۔

(۵) لارنس گزٹ میرٹھ (اُردو) سید جمیل الدین صاحب ہجر
(۶) میرٹھ گزٹ میرٹھ ۔ (اُردو) محمد وجاہت علی خاں
(۷) اخبار عالم میرٹھ (اردو) ایڈیٹر محمد وجاہت علی خاں
(۸) خیر خواہ پنجاب گوجرانوالہ (اردو) حکیم دیوان چند
(۹) رفاہ خلائق شاہجہانپور (اردو) کنور بہادر سنگھ
(۱۰) مجمع البحرین لدھیانہ (اردو) سید محمد ناصر خاں
(۱۱) آب حیات ہند آگرہ (اردو ہندی) پنڈت بنسی دھر
(۱۲) تتا بودھن پترکا بریلی (اردو ناگری) پنڈت گلاب شنکر
(۱۳) نجم الاخبار میرٹھ ۔ (اردو) محمد امیر احمد
(۱۴) نور الابصار الہ آباد (اردو) منشی سدا سکھ لال
(۱۵) مفرح القلوب کراچی بندر (فارسی) میرزا محمد مخلص علی
(۱۶) نیر راجستان جے پور (اردو) محمد سلیم اللہ
(۱۷) ذخیرہ بالگو بند آگرہ (اردو) منشی بال گوبند
(۱۸) نیر اکبر بجنور (اردو) محمد ظہور الحسن
(۱۹) نوبہار ملتان (اردو) (ملتان) سید محمد حسین
(۲۰) رسالہ تہذیب لکھنؤ (لکھنو) (اردو) منشی شیو نرائن سیکرٹری ۔
(۲۱) آئینہ عالم الہ آباد (اردو) منشی سدا سکھ لال
(۲۲) صادق الاخبار بہاولپور ۔ (اردو) پنڈت دوارکا ناتھ
(۲۳) گوڑگانوہ اخبار ۔ گوڑگانوہ (اردو) منشی رام نرائن
(۲۴) رہنمائے پنجاب سیالکوٹ (اردو) منشی حسین بخش
(۲۵) جام جہاں نما کلکتہ (فارسی)

(۲۶) رسالہ انجمن کانگڑہ (اردو) منشی پولومل ۔ (۲۷) رسالہ انجمن گوجرانوالہ (اردو) حکیم جے سنگھ ۔ (۲۸) رسالہ انجمن دہلی (اردو) منشی پیارے لال

پنجابی قصے فارسی میں

(گذشتہ سے پیوستہ)

سسی وپنوں از فرح بخش فرحت

پیر فرح بخش فرحت مخدومی غلام دستگیر صاحب نامی کے والد کے نانا تھے نامی صاحب نے ہی مجھے پیر فرح بخش کے فارسی کلیات کے مخطوطات عنایت فرمائے ہیں - جن میں سسی پنوں کا ایک مخطوطہ شامل ہے - اس بزرگ خاندان کا ایک مجمل سا ذکر میں فرح بخش فرحت کے سب سے بڑے بھائی پیر مراد شاہ مرادؔ کی ایک تصنیف کے سلسلے میں رسالہ اردو (اشاعت اکتوبر ۱۹۴۲ء) میں کر چکا ہوں - اس لئے اس کو دہرانا تحصیل حاصل ہے - یہاں صرف یہی کہ دینا کافی ہوگا کہ پیر فرح بخش صاحب سنہ ۱۱۹۱ھ / ۱۷۷۷ء میں لاہور میں پیدا ہوئے - آپ کے والد کا نام کرم شاہ المشہور بہ میتا شاہ تھا - سنہ ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۱ء میں پیر کرم شاہ اپنے اہل وعیال سمیت لاہور سے لکھنو روانہ ہوئے - اور جب کچھ عرصہ کے قیام کے بعد واپس لوٹنے لگے تو راستے سفر میں شاہجہان پور کی منزل میں قزاقوں کے ہاتھ شہید

سلہ نامی صاحب کی اطلاع + سلہ تذکار قلندری ورق ۲۵۵ - سلہ مفتی غلام سرور لاہوری - خزینۃ الاصفیا، ص ۴۸۵ +

ہوئے۔ پیر فرح بخش اپنے بڑے بھائی مراد شاہ کے ساتھ ۱۲۰۴ھ / ۱۷۸۹ء میں لاہور واپس پہنچے اور بقیہ عمر غالباً یہیں بسر کی۔ گو آپ کی تصنیف اذکار قلندری سے آپ کے خاندان اور آپ کے لواحقین کے سوانح حیات کی تفصیل ہم تک پہنچی ہے لیکن آپ کے سوانح حیات کے متعلق کوئی تفصیل کہیں سے دستیاب نہیں ہوتی۔ صرف نامی صاحب کے بیان سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے خاندانی روایات سے یہ اندازہ لگایا ہے کہ پیر فرح بخش ۶۵/۶۶ سال کی عمر میں ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء میں فوت ہوئے تھے اور دتہ پیراں ضلع شیخوپورہ میں دفن ہوئے۔ جہاں آپ کا مزار ابھی تک موجود ہے۔ اولاد ذکور میں آپ کا صرف ایک صاحبزادہ پیر حیدر شاہ تھا۔ جو ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں لاولد فوت ہوگیا۔ پیر حیدر شاہ کی وفات کے متعلق نامی صاحب کے جد امجد پیر نبی بخش نے مندرجہ ذیل اشعار لکھے تھے۔ جو ہمارے بیان کی تائید کرتے ہیں ؎

حسرت و افسوس واویلا ہزار آہ و فغاں
کان فرح بخشی دلاں را قطع شد نسل از جہاں
اعنی حیدر شاہ پوری آں شہی روشن ضمیر
فوت شد از وی نماندہ ہیچ نام و ہم نشاں
بہر نسلش کوشش بسیار شد سودی نکرد
ای نبی بخشا چہ چارہ از قضای آسماں
یا الٰہی عام کن تصنیف ہای آں جناب
تا قیامت تا بماند در جہان نامش عیاں

۱؎ نامی صاحب کی اطلاع۔ ۲؎ نامی۔ تاریخ جلیلہ ص ۲۰۷۔ ۳؎ ایضاً۔ ۴؎ کلیات فرح بخش، ورق ۲۸۰۔

پیر فرخ بخش پیر کرم شاہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ ان کی تصنیفات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کی تعلیم و تربیت کے ذمہ دار اور کفیل آپ کے بڑے بھائی پیر قلندر شاہ تھے۔ جن کو یہ باپ کی جگہ سمجھتے تھے۔ آپ ان کا نام نہایت ادب سے لیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

"روزی این افسردہ خاطر شکستہ دل سوگوارانہ درماتم
رہرو راہ شریعت و طریقت سالک مسالک حقیقت
و معرفت افضل زمان و اکمل دوران قطب بلااشتباہ
اخویم بجای قبلہ گاہ پیر و مرشد حضرت قلندر شاہ
قدس سرہ سر در گریبان تفکر فرو بردہ مجنون وار بیقرار
نشستہ بودکہ ملہم غیبی در گوش جان این ناتوان فرو
خواند: از غم و الم کہ فی الحال سودی ندارد در رنج بردن
و صرف اوقات بیہودہ کردن انسب و اولاست کہ
در تحریر احوال آن ستودہ خصال اشتغال ورزی"[1]

پیر فرخ بخش نہ صرف اپنے مادی وسایل کے لئے اپنے بڑے بھائی کے مرہون احسان تھے۔ بلکہ ان کے روحانی فیضان سے بھی فیضیاب ہوتے رہتے تھے۔ اور اُن کو اپنا مرشد تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے ان کی مدح میں چند اشعار بھی لکھے تھے۔ جو درج ذیل ہیں:۔

بیا ای خامہ شیریں زبان بمدح مرشدم گو داستانی
چہ مرشد بحر مواج معانی چہ مرشد دُرِ درج نکتہ دانی

---

[1] اذکار قلندری، ورق ۲۵۲ ب و ۲۵۳۔

چو مرشد نیر برج ہدایت　　　چو مرشد جوہر کان ولایت
چو مرشد رہنمائی راہ توحید　　　چو مرشد تاجدار ملک تجرید
چو مرشد نقد عرفان راست گنجی　　　شراب شوق را پیمانہ سنجی
مہ برج سپہر عز و تمکین　　　شہ مسند نشین ملت و دین
نقادہ دودمان اہل دلہا　　　مجرد با وجود جملہ دنیا
بظاہر در شریعت بستہ داماں　　　بباطن از طریقت راز گویاں
ہمیشہ از شراب شوق سرشار　　　ہدایت از جبین او پدیدار
ببزم نکتہ سنجاں چون ہند پاہ　　　بود ہر نکتہ اش لولوء لالا
عدیل او نہ کس در نیکخوئی　　　ندارد ہمسری در شعر گوئی
اگر منکر سخن باور ندارد　　　نظر اندر بیان حق گمارد
کہ چون شرح عقاید را بیان کرد　　　ز ہر لفظی چہا معنی عیاں کرد
بہ بینید حلیہ پاک پیمبر　　　چہ خوش تصنیف کرد آن نیک گوہر
دگر معراج ختم المرسلین را　　　رسول اولین و آخرین را
کہ در تصنیف آن زان پاک طینت　　　چہ سرزد جوش دریائی طبیعت
اگر جامی بدی یا خود نظامی　　　شدی تحسین خواں بر نظم نامی
کنم تحریر نام آن سخنور　　　سری قاری دل علم برادر
یکی کم کن ز لفظ نادر آنگاہ　　　بکن معلوم نام آن شہنشاہ
بخلق و علم آن شاہ یگانہ　　　ندارد مثل خود اندر زمانہ
ببزم اہل معنی شمع روشن　　　برادر او ستاد و مرشد من
الٰہی تا بدور چرخ دوار　　　بزیر سایہ اش ما را نگہ دار

جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے۔ پیر فرخ بخش کے کلیات کے قطعات

[1] تحفۂ عبید اللہ درادہاں، ورق ۳۸۹

مجھ تک غلام دستگیر صاحب نامی کی وساطت سے پہنچے ہیں - پیر فرح بخش کے بڑے بھائی بھی شاعر اور مصنف تھے لیکن ان کا مجموعہ تالیف و تصنیف دوسرے تینوں بھائیوں کے نتیجۂ افکار کے مجموعہ سے کچھ ہی کم ہے۔ کسی اور فرصت میں ان کی دیگر تصنیفات پر بھی روشنی ڈالی جائیگی - فی الحال ان کی تصنیفات کی فہرست درج کر دی جاتی ہے یہ تمام تصنیفات ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں اور نامی صاحب کے پاس ہی مخطوطات کی شکل میں محفوظ ہیں :-

۱- **اذکار قلندری** :- ۱۳۴ اوراق پر مشتمل ایک تذکرہ ہے۔ جس میں فرح بخش نے اپنے بڑے بھائی پیر قلندر شاہ کے سوانح حیات مرتب کئے ہیں - اور اپنے شجرہ نسب کے علاوہ ان مشائخ کا ذکر کیا ہے جن کو پیر قلندر شاہ سے عقیدت ہے ۔

۲- **قصہ عبید اللہ و راد ہاں** : ۳۴ اوراق پر مشتمل ایک منظوم مثنوی ہے جس میں کسی مقامی روایت کو نظم کیا گیا ہے ۔

۳ **قصہ جنگ و جدل سیالکوٹ**: ۱۲ اوراق پر مشتمل ایک ناکمل منظوم مثنوی ہے - جس میں راجہ سالباہن والئے سیالکوٹ اور راجہ تکریاجیت کی جنگ کا حال بیان کیا گیا ہے ۔

۴- **مکتوبات** : تین منظوم مکتوب ہیں جو فرح بخش نے اپنے خویش و اقارب کو لکھے ہیں ۔

۵- **سسی و پنوں**[۱] : منظوم مثنوی ہے ۔

---

[۱] ورق ۴۵، تقطیع ۱۱" × ۶ ½" فی صفحہ ۱۵ سطور، ہر سطر = ۴"، کاتب عطاء اللہ بہرام پوریہ، تاریخ کتابت ۲۰ شوال ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۲ محرم ۱۸۹۹ء در مقام لاہور ۔

یہ تمام تصنیفات فارسی میں ہیں۔ پیر فرخ بخش نے ان تصنیفات میں کسی جگہ نظم میں اپنا پورا نام تخلص کے طور پر استعمال کیا ہے اور کہیں فرحت تخلص استعمال کیا ہے۔ سسی وپنوں کی مثنوی میں پورا نام تخلص کے طور پر منظوم ہوا ہے:۔

اے فرخ بخش از کجا رفتی کجا   باز گردو باز گردان کلک را[1]

اے فرخ بخشا تو بگذر زین بیان   کین بیان ہست بحر بیکران[2]

اے فرخ بخشا کجا رفتی تو باز   جان عاشق ہست در سوز و گداز[3]

بکن فرحت دہن زاب ادب پاک   بس آنگہ نعت آن شاہ شہ لولاک[4]

بود فرحت طلبگار لقایش   بکن ہر آن ورد خود ثنایش[5]

کہ فرحت عشق عبداللہ بیان کن   گذشت آنچہ پر ویک یک عیاں کن[6]

پیر فرخ بخش صاحب کی تالیف سسی وپنوں کی تاریخ تصنیف معلوم نہیں ہوسکتی نہ ہی ان کی کسی اور تصنیف کی تاریخ تصنیف معلوم ہوسکتی ہے۔ لیکن چونکہ ان کی وفات $\frac{۱۲۵۶}{۱۸۴۰}$ میں ہوئی ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ مثنوی $\frac{۱۲۵۶}{۱۸۴۰}$ سے پہلے ہی نظم ہوئی ہوگی۔ آپ کی کلیات کے جو مخطوطات مجھے ملے ہیں ان میں سسی و پنوں کا قصہ ترتیب کے لحاظ سے آخری ناکمل مثنوی جنگ صدل سیالکوٹ سے پہلے ہے۔ آخری مثنوی غالباً پیر فرخ بخش کی وفات کی وجہ سے ناکمل رہ گئی ہے۔ اس لئے گمان غالب ہے کہ سسی وپنوں

---

[1] سسی وپنوں ورق ۲۳۰ ب ۔ [2] سسی وپنوں ، ورق ۲۳۴ ۔

[3] ایضاً " ۲۳۸ ۔ [4] قصہ عبیداللہ و دادکان ورق ۳۸۷ ب ۔

[5] قصہ عبیداللہ و دادکان ورق ۳۸۸ ب ۔ [6] " " " ورق ۳۹۱ ب ۔

پیر فرح بخش نے اختتام حیات سے کچھ عرصہ ہی پہلے نظم کی ہوگی۔
اس مثنوی میں کل ۱۳۲۱ اشعار ہیں *

مثنوی سسی و پنوں کے مطالب

جیسا کہ تعداد اشعار سے ظاہر ہے یہ مثنوی نہ بہت طویل ہے۔ اور نہ بہت مختصر۔ مثنوی کا آغاز توحید خالق سے ہوتا ہے۔ جس مقصد کے لئے بارہ اشعار نظم کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد معاً قصہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور آخر تک قصہ ہی نظم کیا گیا ہے۔ ہر ایک بیان کا ایک عنوان قائم کیا گیا ہے۔ جو زیر نظر مخطوطہ میں سُرخ سیاہی سے لکھا ہوا ہے۔ اور ہر بیان کے اختتام پر دو تین یا چار اشعار ساقی نامے کے درج ہیں۔ یہ اشعار موقعہ و محل کے لحاظ سے موزوں ہیں *

قصّہ

مثنوی کا قصہ بہت حد تک دوسرے قصوں سے ملتا ہے لیکن پیر فرح بخش نے معین طور پر کسی ایک روایت کی تقلید نہیں کی۔ سسی کے باپ کا نام فرح بخش نے بھی آدم جام مقرر کیا ہے :-

بود شاہی بر رعیت مہربان ‏ ‏ ‏ ‏ نامش آدم جام مشہور جہاں
تخت گاہی آن شہ باز روز ور ‏ ‏ ‏ ‏ مشتہر اندر جہاں نامش بھنبور

شہباز خاں کی طرح فرح بخش نے بھی سسی کو پالنے والے

سلہ سسی و پنوں، ورق ۱۲۴ ب *

سلہ ایضاً ، ورق ۱۲۶ ب *

دھوبی کا نام آتا نظم کیا ہے :-

ساکن آن شہر مردی ہوشیار　　نامش آتا بود در شہر و دیار
بود گاذر لیک باہوش و خرد　　فرق دانستی میاں نیک و بد

فرح بخش نے پنوں کو کیچ کے بادشاہ اکبر علی کا ایک بیٹا بتایا ہے۔ اور اس کے نام کی وجہ تسمیہ بھی بیان کی ہے :-

درمیان کیچ بد گیتی پناہ[۱]　　صاحب اقلیم دیہیم و کلاہ
فوج بیحد بود او را این قدر　　کہ نیاوردی کسے را در نظر
باز و گنج و خزینہ ملک و مال　　از خدیواں جہاں فرخندہ فال
کس نہ بد در عہد او خاطر گراں　　داد گر بود آن شہی گیتی ستان
بہر چشم عالمی چوں نور بود　　نام او اکبر علی مشہور بود
بود او را یک پسر عین خوبرو　　ہمچو روی خوب او خوی نکو
مشتہر آفاق در علم و ادب　　ہم بجای خویشتن حلم و غضب
درمیاں بزم بزرگان حیا　　بد ولی عہد پدر آں خوش لقا
یوسف ثانی بعہد خویش بود　　ہر یکی در عشق او دل ریش بود
. . . .　　. . . . .
. . . .　　. . . . .
نام آن شہزادہ زیبا جوان　　داشتہ بود ند پنوں بہر آن
مادر او چونکہ بی اولاد بود　　بندگی ہا کرد زاریہا نمود
در جناب قادر رب الرحیم　　پس بداد بخشید این در یتیم
چونکہ حاصل مادرش را شد مراد　　نام آن فرخ لقا پنوں نہاد

---

[۱] سسی و پنوں، ورق ۲۳۶ ب — ۲۳۸ و۔

معنی پنوں میاں ہندوی | این چنین می باشد از ما بشنوی
چوں برابر میشود اُمید کس | پس ورا پُنّی ہمیں گویند بس
ہم دگر آمد فراز خاطرم | معنی پنوں کہ می سازم رقم
چوں بہیل چار دہ گشتہ تمام | بدر کامل می شود ای نیک نام
نام آن شب را میان ہندیاں | پنیاں گویند در ہندی زبان
در ازل چوں آں خدای بیچگوں | عشق سسی با پنوں ای ذوفنون
کردہ بودش نام شان با ہمدگر | پس موافق ترُفتا ای خوش سیر

فرح بخش کا نظم کیا ہُوا قصہ دوسرے بہت سے قصوں سے ملتا ہے۔ سسی پیدا ہونے پر صندوق میں بند کرکے بہادی جاتی ہے۔ اور آتا گاذر کے ہاں پلتی ہے۔ اس کے جوان ہونے پر بہت سے دھوبیوں کی خواستگاری کی درخواستیں موصول ہوتی ہیں۔ اور سسی خدا سے التجا کرتی ہے۔ کہ اسے ان لوگوں سے نجات ملے۔ اس وقت اپنی گردن سے وہ تعویز کھولتی ہے جو اس کے باپ نے دریا میں بہاتے وقت باندھ دیا تھا۔ اس تعویذ سے اُسے اپنا حسب ونسب معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے دھوبی باپ سے ایک مکان اور باغ بنانے کے لئے کہتی ہے۔ اسی زمانے میں بھنبور کا ایک تاجرزادہ غزنی بھی اس شہر میں ایک باغ بناتا ہے جس میں وہ دنیا کے بادشاہوں کی تصویریں بھی تیار کرکے آویزاں کرتا ہے۔ سسی کو جب اس باغ کی خبر ملتی ہے تو وہ اس باغ کو دیکھنے آتی ہے اور وہاں پنوں کی تصویر دیکھ کر اُس پر عاشق ہو جاتی ہے:۔

در رقم آرم صفات باغ را[۵] | ہم ز تاجرزادہ فرخ لقا

---

[۵] سسی و پنوں، ورق ۴۳۰ ب ــــ ۴۳۵

بود تاجرزاده با مال و منال　نام غزنی داشت آن نیکو خصال
درمیان تاجران هر نامور　داشتی شوق عمارت بیشتر
هرکجا جا و مکان خوش یافتی　پس در آنجا او عمارت ساختی
بود زمینے نزد آن شهر کلان　پُر فضا و بر لب آب روان
چون گذر افتاد تاجر را برو　گفت با معمار آن فرخنده خو
کین زمین نیک خوش دارد فضا　هان بکن این جا بنای باغ را

. . . .

. . . .

گشت چون آرایش از گلها باغ　باغبان را شد ازین حاصل فراغ

. . . .

دید تاجر چون چنین رنگین مکان　در دلش آمد خیال آن زمان
که طلب سازیم خوش صورتگری　بهر تصویرات از هر کشوری
تا دهد بر سقف دیوار و سرا　اول از صنعت گری خود جلا
پس کند تصویرها آن خوش سیر　از خدیوان جهان با زیب و فر
هم کشد تصویر از هر مه وشی　رو برویش عاشقی سختی کشی
پس طلب کرد و رسید از هر دیار　هر یکی در فن خود مشهور کار
چون مصور آمدند از هر مکان　شد درون خانه رشک جنان

. . . .

هر یک از صنعت گری صورت کشید　مانی چین مثل آن هرگز ندید

. . . .

هر مصور از شاه و از شهزادگان　کرده بودند اوستادان جهان

. . . .

ای فرح بخشا تو بگذر زین بیان کین بیان هست بحر بیکران

. . . .

حالیا تو حالتی سسی به بین تا چگونه میکند زار و حزین
چون ز سیر باغ آن گردید سیر گفت همرا دان خود را بعد دیر
که بباید دیدبان این خانه را از درون هم تا چگونه شد بنا

. . . .

شد درونش دید پر تصویرها هر در و دیوار آن عالی سرا
هر یکی از دیگری بس خوبتر اندر ایشان دید چون رشک قمر
صورت شاهزاده فرخ جبین چونکه دیدش کرد غش آن نازنین

. . . .

چون بهش آمد پری در نیم پاس گشته گم از طاقت هوش و حواس
سوی همرازان خود آورد روی در تکلم آمد آن فرخنده خوی
که چو من هرگز نباشد در جهان زار و حیران شد دگرای همدمان
کشتهٔ تیغ نگاهی گشته ام مبتلای عشق ماهی گشته ام
صورت تصویر او را دیده ام بس بعید جان مبتلای گردیده ام
همتی هان همتی ای همرهان تا شود معلوم اصل این جوان

. . . .

چون رفیقان را چنین گفت آن صنم هر یکی در جستجویش زد قدم
جستند خانهٔ تصویر گر یافتند آن مهوشان سیمبر
پس با دگفتند کای مرد خدا تا بباغ تاجری آئی بما
چونکه آمد روبرویش ساختند پس باستفسار زو پرداختند

کای مصور اصل این تصویر را زود برگو دیدهٔ اندر کجا
کیست او نامش چه وجایش کجاست زادهٔ شاه است و یا قسم گداست
چونکه صورت گر شنید این گفتگو گفت بی تعجیل با آن ماه رو
یوسف ثانیست با حسن لطیف نسل او عالیست اصل او شریف
پور شاه کیچ آں ماه تمام نام پنوں دارد اندر خاص و عام

اس سے آگے قصے کی تفصیل تقریباً وہی ہے جو شہباز خاں کی ہے ۔سسی ماں کی نصیحت سے گذرگاہوں کی حاکم بنتی ہے ۔ اور جب کیچ کے سوداگر بھنبور میں آتے ہیں ۔ تو ان کو گرفتار کرلیتی ہے ۔ ان سوداگروں کے قافلہ سالار کرم و اکرم ہیں ؛

قافلہ ذاحد ولے سالار دو ہر یکی ہمچوں فرشتہ نیک خو
نام ایشاں را بتو گویم عیاں یک بکرم وآن دگر اکرم بدان

سسی ان سوداگروں سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے شہزادے کو کیچ سے بھنبور لائیں ۔سوداگر پہلے توپس وپیش کرتے ہیں ۔پھر قافلہ سالار شہزادے کے سامنے جاکر سسی کے حسن کی تعریف کرتے ہیں اور سسی کے حسن وجمال کی تحریص سے اُسے بھنبور لے آتے ہیں اس سے آگے قصہ معمولی سے اختلافات کے ساتھ شہباز خاں کے قصے کی طرح ختم ہو جاتا ہے ؛

پیر فرح بخش کا نظم کیا ہؤا قصہ اندرجیت منشی کی مثنوی کو نہیں پہنچتا ۔ منشی نے جہاں فرح بخش کی طرح قصے کی ضروری تفصیلات نظم کرنے میں بخل سے کام نہیں لیا ۔ وہاں منشی کا اسلوب بیان فرح بخش

---

۵ ۔ سسی وپنوں ، ورق ۱۴۸ ؛

کے بیان کی بہ نسبت زیادہ رنگین اور اس لئے زیادہ کامیاب ہے۔ منشی کی مثنوی سے قاری کا ذہن وہ تمام تاثرات قبول کرتا ہے۔ جو ایک رومانی قصے کی خصوصیات میں شامل ہیں۔ پیر فرخ بخش کی مثنوی ایک بے روح سی داستان معلوم ہوتی ہے۔ جس میں شاعر نے تمام حقائق بیان کر دیئے ہیں لیکن جذبات کی رنگ آمیزی سے قطعی احتراز کیا ہے۔ رومانی قصے کو جذبات سے معرا اشعار میں نظم کر دینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی ناظم تاریخ کے غیر دلچسپ واقعات کو نظم کر ڈالے۔ ذیل میں ایک مختصر سا انتخاب سسی و پنوں سے درج کیا جاتا ہے:

انتخاب کلام

جس وقت شاہزادہ پنوں کیچ سے سفر کرتا ہوا بھنبور پہنچتا ہے اور سسی کے باغ میں ستانے لگتا ہے۔ اس وقت باغ کا مالی سسی سے جا کر شکایت کرتا ہے کہ کوئی اجنبی نوجوان اس کے باغ میں اونٹ لے کر گھس آیا ہے۔ سسی یہ کیفیت سن کر باغ کی طرف روانہ ہوتی ہے:۔

چوں شنید از باغباں حال چمن ۔۔ با دل خود گفت آن نازک بدن
کہ مجال تا جران باشد کجا ۔۔ ہاں مگر باشد در ایشاں یار ما
در دلش افزود روی شوق یار ۔۔ بی تحمل گشت بی صبر و قرار
بہ امید وصل یار سیمتن ۔۔ شد روان با ہمدمان سوئی چمن
ہر قدم بود آں پری رود رقیاس ۔۔ گہ خوشی امید و گہ اندوہ یاس
لیک شوق دلربائی خوشش دماغ ۔۔ دامن دل میکشیدش سوی باغ
ہمدمش چون بر در باغ رسید ۔۔ پردہ ہودج ز سر بالا کشید

شد درون باغ آن سروچمان | گفت برگیرید هان ای همدمان
هر یکی در دست خود شاخ گلاب | آنکه باشد همچو تیغ تیز آب
بر زنید این تاجران را بر زنید | هر همه را از درون بیرون کنید
خود بسوی خوابگاهی شد روان | که در و بد خفته آن جان جهان
چون بنزدیک در آن خوابگاه | آمد و افتاد بر بستر نگاه
دید بر روی خفته رو اندر نقاب | چونکه زیر ابر باشد ماهتاب
جلوه جنبش برون از پرده بود | هر در و دیوار رخشان می نمود
بد نقاب روی آن فرخنده خوی | بر جنبش اوفتاد تو بتوی
می نمود از زیر آن پرده جبین | همچو خور از آسمان چار بین
بل مگو پرده بگو دامی فریب | بهر صید مرغ جان ناشکیب
چون تحرک کرد عشق فتنه گر | هر دل و جانش از آن گشته اثر
عشق با او گفت چشم خویش باز | کن تو ای سرمایهٔ ناز و نیاز
گشت بیدار آن مه فرخ لقا | روی خود وا کرد چشم خویش را
با دو دست خویشتن مالید و دید | شوق یکدیگر ز اول شد مزید
غلبهٔ عشق و محبت کرد جوش | او به بستر او بدر گم کرد هوش
همدمانش ساربانان راز در | چون برون کرده بسوی سیمبر
آمدند و حال آن مه را تباه | چون چنین دیدند، همچون گرد ماه
هاله می باشد همه حلقه زدند | یکدگر با خود بگفتند و گوشدند
گفت یک زیشان که در بستر جوان | هست خفته دیده اید ای مهوشان
شاید آن باشد که بر تصویر او | بود عاشق این مه فرزانه خو
نیک شد بی تاب از تاب نظر | رفت عقل و هوش او از سر بدر
زود می باید که کس آرد شتاب | بهر پاشیدن بروی وی گلاب

بود یک زیشان بسی چالاک تر — رفت آورد و بروی سیمبر
خوب تر پاشید تا آن جان جان — چشم بکشاد و بتن تاب و توان
از سر نو شد بهوش خود رسید — چادر خود را بروی خود کشید
خاست و بنشست با آن مهوشان — گفت ما را گشت این زیبا جوان
طاقتم شد طاق صبر از جان ما — رفت تاراج نگاه مه لقا
این بگفت و شد روان رشک قمر — سوی آن شهزاده عالی قدر
زد بدست خود بروی او گلاب — شد دو چندان حسن او از آب و تاب
کرد عشق سیمتن در وی اثر — شد بعشق او از ان هم زار تر
هوش در سر آمد و در تن توان — چشم را وا کرد و لیکن هم ز جان
هر که اول بر کسے عاشق شود — درجهٔ ثانی بمعشوقی رسد
جذبهٔ عشقش کند معشوق را — همچو خود در عشق بی برگ و نوا
عشق مجنوں کرد لیلیٰ را بخویش — همچو خود مجنوں بجان زار و ریش
جذبهٔ نل در دمن شد جاگیر — همچو او در دام عشقش شد اسیر
عشق عذرا کرد در وامق اثر — گشت او در عشق عذرا زار تر

هم چنان عشق سسی اندر پنوں
شد موثر کرد حال او زبون

(سسی و پنوں، ورق ۴۴۵ —— ۴۴۶)

اس مقالہ کی تدوین میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے :-

۱ اذکار قلندری
۲ قصہ عبید اللہ ورادہان
۳- قصہ سسی وپنوں
۴- جنگ وجدل سیالکوٹ
۵- مکتوبات فرحت

} از پیر فرح بخش فرحت لاہوری } مخطوطات مملوکہ غلام دستگیر نامی

۶- نامۂ عشق؛ از اندر جیت منشی
۷- خزینۃ الاصفیا- از منشی غلام سرور لاہوری، مطبوعہ لاہور ۱۲۸۴ھ*
۸- کتاب خانہ برٹش میوزیم کے فارسی مخطوطات کی فہرست، از ریو مطبوعہ لندن ۱۸۸۳ء*
۹- کتاب خانہ انڈیا آفس کے فارسی مخطوطات کی فہرست، از ایتھے مطبوعہ اکسفورڈ ۱۹۰۳ء*
۱۰- شاہان اودھ کے کتاب خانوں کے عربی، فارسی اور ہندوستانی مخطوطات کی فہرست، از شپرنگر، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۴ء*
۱۱- جریدہ اسلامک کلچر، اشاعت اکتوبر ۱۹۴۲ء*
۱۲- جریدہ اردو- اشاعت اکتوبر ۱۹۴۲ء*
۱۳- دستورِ عشق- از جوت پرکاش، مطبوعہ فیروز پور، ۱۸۶۵ء*
۱۴- وقایع پنوں- از شہباز خان و محمد حسین، مطبوعہ لاہور ۱۳۴۳ھ*
۱۵- تاریخ جلیلہ- از غلام دستگیر نامی، مطبوعہ لاہور، ۱۹۳۷ء*
۱۶- The Muhammadan Dynasties - از لین پول، مطبوعہ پیرس ۱۹۲۵ء

۱۷- Gazetteer of The Province of Sind, Karachi Distt. از J. W. Smith مطبوعہ بمبئی ۱۹۱۹ء۔

۱۸- Imperial Gazetteer of India, Baluchistan از R. Hughes - Buller مطبوعہ کلکتہ، ۱۹۰۸ء۔

۱۹- تحفۃ الکرام - از میر علی شیر قانع تتوی مخطوطہ مملوکہ برٹش میوزیم شمار ایڈیشنل ۲۱۵۸۹۔

۲۰- The Travels of Marco Polo مطبوعہ لندن ۱۹۳۱ء۔

۲۱- Oriental Biographical Dictionary از Beale مطبوعہ لندن ۱۸۹۴ء۔

۲۲- تاریخ پنجاب (انگریزی) از سید محمد لطیف - مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء۔

۲۳- تاریخ لاہور - (انگریزی) - از سید محمد لطیف - مطبوعہ لاہور ۱۸۹۲ء۔

۲۴- ضلع ملتان کی گزیٹیئر (انگریزی) اشاعت ۲۴-۱۹۲۳ء، مطبوعہ لاہور۔

۲۵- سیر المتاخرین، از غلام حسین - جلد اول و دوم - مطبوعہ مدراس ۱۹۲۶ء۔

۲۶- مآثر الامرا - از نواب صمصام الدولہ شاہ نواز خاں - جلد دوم - مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۰ء۔

۲۷- The Legends of the Panjab تین جلد، مطبوعہ بمبئی ۱۸۸۶ء۔

۲۸- انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا - اشاعت ۱۹۲۹ء۔

۲۹- جریدہ ہسٹاریکل ریویو - اشاعت جنوری ۱۸۸۸ء۔

(باقی باقی) محمد باقر

کتاب الفہرست کے ملحقات

(ترجمہ از Z.D.M.G ج ۹۰ - ص ۲۹۸ - ۳۲۱)

(فضل الرحمٰن عربک ریسرچ سکالر)

(۱)- ٹونک والا مخطوطہ

جیسا کہ بینے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں اپنے مقالہ "الندیم" میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے، کتب خانہ سعیدیہ ٹونک (راجپوتانہ) میں کتاب الفہرست کے ایک ایسے قدیم نسخہ کا دوسرا جزو محفوظ ہے جو دراصل تین اجزاء میں تھا۔ اس جزو کا متن فلوگل کے مطبوعہ نسخہ کے متن (ص ۱۴۶ س ۲۷ سے ص ۲۵۴ س ۸ تک) کے مطابق ہے میرے دوست مولانا عبدالعزیز المیمنی (علی گڑھ) کی اطلاعات سے معلوم ہوا۔ کہ مذکورہ نسخہ کی روایت فلوگل کے مطبوعہ نسخہ کی روایت سے سراسر مختلف ہے چونکہ کتب خانہ سے اسے نکلوانا یا اس کا عکس لینا ممکن نہ تھا۔ لہٰذا میں گزشتہ سال ٹونک پہنچا تاکہ وہیں جا کر اسے تنقیدی نگاہ سے دیکھ سکوں۔ میں اس موقع پر اس عنایت ناظرہ کا جو ہز ہائینس نواب ٹونک کی طرف سے میری اور میری بیوی کی کی گئی۔ صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں بعد ازیں ہز ہائینس مدبر دیوان دبیر الملک مختار جنگ ملک محمد دین کا ممنون ہوں جنہوں نے کتب خانہ کے استعمال میں سہولتیں بہم پہنچائیں۔ سب سے

پہلے میں مذکورہ مخطوط کی کیفیت بیان کرتا ہوں :

جلد بوسیدہ بادامی رنگ کی، ورق ۴۴ لیکن نمبر اعداد سے خالی، کاغذ کھردرا اور بادامی رنگ کی طرف مائل، قدرے دیمک خوردہ لیکن تحریر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ تقطیع مع حاشیہ ۱۸۰۵ × ۲۷ س م اور بغیر حاشیہ ۱۲۰۵ × ۱۹ س م، ہر صفحہ میں ۱۳ سطور، خط نسخ، نقاط حروف کثیر، اعراب نہایت قلیل۔ پہلے صفحہ پر عنوان ہے: "فہرست اخبار العلماء و اسماء تصانیفہم من محمد بن اسحاق الندیم المعروف بابن ابی یعقوب الوراق" عنوان کے نیچے تین مختلف مہروں کے نشانات مخطوطہ کے سابق مالکین کے موجود ہیں۔ لیکن ایسے مدھم ہیں کہ پڑھے نہیں جا سکتے۔ ہاں اوپر والے نشان میں صرف یہ عبارت صاف پڑھی جاتی ہے: "خواجہ نقشبند اکبر" جیسا کہ آگے چل کر ذکر ہوگا۔ دسویں ورق کے بعد کم از کم ایک ورق مفقود ہے عنوان سرخ روشنائی میں لکھے ہیں اور بہت نادر ایسا ہوا ہے کہ عنوان کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو۔ نقل کرتے وقت ناسخ نے بیرونی حواشی پر چند کلمات لکھ دئے تھے اور ارادہ تھا کہ بعد میں انہیں سرخ روشنائی سے لکھیگا لیکن ان میں سے اکثر تجلید کے وقت تیغ کی نذر ہو گئے اور اب بجز چند قلیل آثار کے ان میں سے کچھ بھی نہیں رہا۔ جو حواشی مختلف نسخوں کے مقابلہ کا نتیجہ ہیں وہ اکثر کاتب کے اپنے ہیں۔ بعض تصحیحات بھی موجود ہیں۔ جو کسی متاخر ہاتھ سے صادر ہوئیں۔ ص ۱۲ (ب) پر کتاب کے کسی سستی مطالعہ کرنے والے نے کتاب اس سستی پر اپنی ۔۔۔ کو حاشیہ میں ایک تعلیق کی صورت دے کر حیات جاوید بخشی ہے (ص ۱۷۵ س ۱۱ - ف - ل، ص ۱۴ (ب) پر ۔۔۔ کے عنوان کے نیچے (ص ۱۸۰ - س ۲۶ ف - ل)

کسی شخص مسمی محمد حسن کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے۔ ابو داؤد نسائی اپنی سنن میں اس سے نقل کرتے ہیں۔ اسی کے قریب ہمیں مختلف ہاتھوں کے کئی غیر مرتبط اور غیر مرتب حواشی نظر آتے ہیں۔ اہل السنۃ قارئین کتاب میں سے کسی نے کلمۂ دعاء "علیہ السلام" جس کو شیعہ حضرت علی اور ائمہ کے نام کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کی سرخ روشنائی سے تصحیح کی ہے۔ اور اس کو سنی کلمۂ دعا "رضہ" (یعنی رضی اللہ عنہ) کے ساتھ بدل دیا ہے خاتمہ کی عبارت یہ ہے:۔

"تم الجزء الثانی من کتاب الفہرست بعون اللہ ولطفہ ویتلوہ انشاء اللہ تعالیٰ فی الجزء الثالث اخبار یحیی النحوی، و کتبہ خضر بن عبد اللہ سبط یحیی الجوھری، والحمد للہ رب العالمین"

تاریخ اختتام مفقود ہے لیکن میرے نزدیک مخطوطہ کم از کم تین سو سال کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے ماخذ کا بھی مجھے پتہ نہیں چل سکا۔ نواب **محمد علی خاں** (مدت حکومت ۱۸۳۴ء — ۱۸۷۰ء) کا خزانۂ کتب اس موجودہ کتب خانہ سعیدیہ کا راس المال تھا۔ اس میں تقریباً ۲۵۰۰ مخطوطات تھے۔ نواب موصوف کو مروجہ علوم سے بڑی محبت تھی۔ بہت ممکن ہے کہ فہرست کا مخطوطہ بھی انہیں کا خرید کردہ ہو۔ یہ بھی ناممکن نہیں کہ دوسرے دو اجزاء جو یہاں مفقود ہیں ہندوستان کے کسی

ﻄﻠﻄﻪ یہ ذہبی کا قول ہے (میزان الاعتدال۔ط۔ قاھرہ ۱۳۲۵ھ ج ۱۔ ص ۰۰ ۰) لیکن ابن حجر (تہذیب التہذیب۔ ج ۲ ص ۲۸۴) اور سیوطی (بغیۃ الوعاۃ ص ۲۶۰) ابو داؤد کے بدلے ترمذی کا ذکر کرتے ہیں۔

دوسرے کتب خانہ میں اب تک محفوظ ہوں۔

یہ نسخہ ص ۱ (ب) پر ان الفاظ کے بعد: بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم صلی علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ وسلم" وسط متن بین ان ابیات کے ساتھ شروع ہوتا ہے جو ص ۱۴۶ س ۲۷ ف-ل پر موجود ہیں۔ جب اس نسخہ کا مقابلہ پیرس کے نسخہ سے کیا جائے جس پر فلوگل کا نسخہ مبنی ہے تو چوتھے مقالہ میں دونوں روایتوں کے اندر بے شمار اختلافات نظر آتے ہیں۔ نہ صرف قرائت میں بلکہ اس بات میں بھی کہ ہمارے مخطوطہ میں پورے کے پورے قطعے مفقود ہیں (مثلاً ص ۱۵۵ پر س ۱۷ تا ۲۱، ص ۱۵۶ پر س ۴ تا ۲۵) اور اس کے برعکس کئی زیادات پر مشتمل ہے (مثلاً ص ۱۶۲ س ۲۷ ... جو کہ سولہ شاعروں کے اسماء کا اضافہ ہے) دسویں ورق کے بعد کے ورق کے نقصان سے نہ صرف چوتھے مقالہ کا خاتمہ ضائع ہوا ہے (ص ۱۷۰ س ۱۰ ف-ل سے مقالہ کے اختتام تک) - بلکہ پانچویں کی ابتداء بھی - لیکن اس نقصان کے باوجود یہ مخطوطہ اس مقالہ میں استنبول کے اس مخطوطہ سے کہیں زیادہ پہلے شروع ہوتا ہے جس پر فلوگل کا مطبوعہ نسخہ اس خاص حصہ میں مبنی ہے - لہذا مذکورہ مخطوطہ میں ہمارے لئے اس فصل سے جو معتزلہ کے متعلق ہے - ایک ایسا حصہ محفوظ ہے جو آج تک روشنی میں نہیں آسکا - آیندہ سطور میں میں اس ٹکڑے کو شائع کرتا ہوں، جہاں جہاں اس مخطوطہ کا مقابلہ فلوگل کے نسخہ کے متن سے ممکن ہے (ص ۱۷۲ - س ۱۱ بعد) وہی چوتھے مقالہ والی خصوصیات نظر آتی ہیں - اور یہاں بھی اختلافات بہت زیادہ ہیں - وہ خلا جو ابن المعلم کے ترجمہ میں پایا جاتا ہے ۔

(ص ۷۸ س ۶ - ف - ل) اس حد تک پر کیا گیا ہے: "قریب من مائتین[1] مصنف کبار وصغار، وفہرست کتبہ معروف، ومولدہ سنۃ ثمان وثلاثین وثلاثمائۃ، وتوفی لیلتین خلتا من رمضان سنۃ ثلاث واربعمائۃ"۔ چونکہ خود ابن الندیم کی وفات ۳۸۵ھ میں ہے اس لئے اس اضافہ کا صدور اس کے قلم سے ممکن نہیں، ابن المعلم کے دوسرے ترجمہ میں (ص ۱۹۷ س ۲۶) اس کی چھبیس مصنفات کے نام گنوائے گئے ہیں۔ اور مواضع میں بھی کئی اضافات پائے جاتے ہیں جن سے خالی جگہوں کی خانہ پری کی گئی ہے۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ ناقص روایات مثلاً "واسمہ .... ولہ من الکتب ...." جن سے استنبول والے مخطوطہ پر اور فلوگل کے نسخہ پر جس کا انحصار تمامتر اس مخطوطہ پر ہے ایک ناقص مسودہ کا رنگ غالب آجاتا ہے ہمارے مخطوطہ میں یکسر قلم انداز کر دی گئی ہیں۔ اس طرح ٹونک والے مخطوطہ کے متن کو جلاء اور سہولت قرأت سے حظ وافر حاصل ہو گیا ہے چھٹے مقالہ میں پھر یہی اسلوب نظر آتا ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ساتویں مقالہ میں (جہاں تک مخطوط میں ملتا ہے۔ مخطوطہ ص ۲۵۴ س ۱۸ ف - ل پر منقطع ہو جاتا ہے) ٹونک کا متن فلوگل کے متن سے غیر معمولی طور پر موافق ہے۔ اگرچہ قرأت میں اختلافات ضرور ہیں۔

---

[1] ظاہر ہے کہ "مائتی مصنف" ہونا چاہئے تھا۔

[2] دیکھو کا مقالہ" "یں ج ۱۷، ص ۲۰ بعدہ۔

ان سب باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ٹونک کے مخطوطہ میں ہمارے سامنے کتاب الفہرست کی ایک مستقل روایت ہے اور سابق روایتوں یعنی پیرس کے مخطوطہ (جس پر چوتھا مقالہ مبنی ہے) اور استنبول کے مخطوطہ (جس پر پانچواں چھٹا اور ساتواں تینوں مقالات مبنی ہیں) سے مستقل ہونے کی وجہ سے یہ ان دونوں سے منفرد اور مختلف بھی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ٹونک کا مخطوطہ ان دونوں مخطوطوں کی نسبت جن پر فلوگل کے متن کا بالواسطہ یا بلاواسطہ انحصار ہے ایک جدید تر روایت پیش کرتا ہے۔ لیکن کس طریق سے ہم اس نسبتاً جدید روایت کی سند ابن ندیم تک لے جاسکتے ہیں؟ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب ممکن نہیں۔ تاہم یہ بعید از حقیقت نہ ہوگا۔ اگر ہم یہ کہیں۔ کہ استنبول کا مخطوطہ متن کو اس کی ابتدائی صورت میں نقل کرتا ہے۔ جیسے کہ مصنف نے اس کو اول ۳۷۷ھ میں لکھا تھا لیکن آئندہ سالوں میں ابن الندیم نے اپنی اسی کتاب کے اور نسخے شائع کئے جو اسلوباً پہلے سے واضح اور اتم تھے ہاں! اور یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس کتاب کے تمام نسخے محض عملی ضروریات کے پیش نظر وجود میں آئے اور اس لئے نسّاخ کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ مصنف کے لفظ کا اس امانت کے ساتھ لزوم کریں جس کی رعایت نسخ میں نہایت ضروری ہے۔ پس جہاں کہیں ان سے یہ بن پڑا کہ متن کے کسی خلل کو پر کردیں یا کسی ذیل الاسماء کا اضافہ کردیں یا کوئی تاریخ وفات یا کسی کتاب کا نام بڑھا دیں انہوں نے یہ سب کچھ بلا دھڑک کیا بغیر اس کے کہ اپنے اضافوں پر کوئی ایسی علامت دیں جس سے ظاہر ہو کہ یہ ان کے ہیں۔ اور ان تمام

باتوں میں انہوں نے اصل مصنف کا سا تصرف کیا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا؟ خود مصنف نے ص ۱۹۳ - س ۷، ۱ ت - ل پر اپنے قارئین سے استدعا کی ہے کہ وہ چند کتب کے نام اضافہ کر دیں جو اس کو نہیں مل سکے - پھر انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جیسا کہ ٹونک کے مخطوطہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے اس کی بھی پروا نہیں کی کہ ان ناقص روایات کو جن کی کوئی عملی اہمیت نہیں سرا سر اڑا دیں، یہی وجہ ہے کہ متفرد مخطوطات میں شدید اختلافات ہے مثلاً اسماء کتب میں — پیدا ہوگئے حتی کہ ابن حجر کے اقتباسات بھی جن پر ابھی ہم بحث کریں گے اس صورت سے بچ نہیں سکے۔ **یاقوت** کی **ارشاد** کے اقتباسات کا بھی فی الجملہ یہی حکم ہے اگرچہ وہ روایت جسے **یاقوت** نے استعمال کیا وزیر مغربی کے نام سے تعلق کی وجہ سے ایک مصنف غفل کی ظلمت سے نکل گئی ہے۔

۲ - ٹونک کے مخطوطہ کا ایک ٹکڑہ

(فصل المعتزلہ میں سے)

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مخطوطہ "س" میں جس پر ان دونوں مخطوطوں "ا" اور "ک" کا[1] انحصار ہے جنہیں فلوگل نے اس حصہ کے لئے استعمال کیا پانچویں

---

[1] مخطوطہ "ک" ص ۱۸۳ س ۹ سے شروع ہوتا ہے — ص ۱۷۱ س ۱۱ سے ۱۸۳ ص ۹ تک بھی فلوگل کو مجبوراً ایک ہی مخطوطہ پر اعتماد کرنا پڑا۔ مخطوطے "ا" "ک" ... دو مخطوطہ "Kopsulu" (۱۱۳۴ھ) کے نسخے ہیں۔ جو خود مخطوطہ "س" کا ایک نسخہ ہے۔ دیکھو H. Ritter کا مقالہ "Islam" میں — ج ۱۸ ص ۱۵ بعد۔

مقالہ کا ابتدائی حصہ مفقود ہے اور جیسا کہ کتاب الفہرست کی فہرست مضامین (ص ۱۴۳ ف۔ ل۔) سے ظاہر ہے پانچویں مقالہ کا فن اول علم الکلام کی ابتداء اور متکلمین معتزلہ اور مرجئہ کے متعلق ہے۔ مخطوطہ "س" واسطی کے ترجمہ سے شروع ہوتا ہے۔ (وفات ۳۰۶ھ دیکھو ابن خلکان ط۔ بولاق ۱۲۹۹ھ ج ۱۔ ص ۱۸۔ اور لسان المیزان لابن حجر ج ۵ ص ۱۷۳) جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے ٹونک کے مخطوطہ میں اس جگہ خلل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کی ابتداء برذعی (م۔ ۲۹۷ھ) کے ترجمہ سے ہوتی ہے) میں اس جدید حصہ کو آیندہ سطور میں شائع کرتا ہوں اور جہاں میں نے متن میں متصرف کیا ہے مخطوط کی قرأت کو پائین صفحہ میں حاشیہ کی صورت میں لکھ دیا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ میں نے لسان المیزان سے اقتباسات جہاں ممکن ہوا دئے خصوصاً اس لئے تاکہ ان اقتباسات سے ابن حجر کے کام کی کیفیت واضح ہو جائے۔ اس کے بعد متن کے ساتھ چند افادات کا اضافہ کر دیا ہے ❊

[ابو الحُسین الخیّاط ؟]

. . . .

علی ابن الراوندی۔ کتاب نقض الزمرد[1] علی الراوندی فی ذالک۔ کتاب نقض کتاب عبّاد بن سلیمان[2] فی العکس۔ کتاب نقض کتاب التاج علی الراوندی۔ کتاب نقض الدامغ علی الراوندی۔ کتاب نقض کتاب البرھان

---

[1] الزموذ۔ [2] سلما۔

البرذعی

هو ابو الحسن احمد بن عمر بن عبد الرحمن البرذعی، واصله من برذعة آذربیجان، وکان من کبار المعتزلة البغدادیین[1]

الشطوی

هو ابو الحسن احمد بن علی الشطوی، من جلة المعتزلة[2] وکان بخیلا غیورا، ومات سنة سبع وتسعین[3] مخنوقا، خنقه ابنه وابنته، وذالک ان ابنته سألته ان یزوجها بانسان اختارته فابی علیها وضیق حجرها، فاصطلحت هی وابنه علی ان جاء الجزار من باب محول[4] فخنقه، وکان ینزل بدرب القناب بالکرخ۔

---

[1] قال فی لسان المیزان م ۱: ص ۲۳۶ "وقال الندیم کان من کبار المعتزلة البغدادیین"

[2] قال فی لسان المیزان م ۱: ص ۲۳۳ "قال الندیم کان من جلة المعتزلة ومات سنة ۲۹۷:

[3] تسع وسبعین، والتصحیح عن تاریخ بغداد م ۴: ص ۳۰۸ ولسان المیزان م ۱: ص ۱۳۳۔ [4] جاء الجزار من باب محول۔

الحارث الورّاق[1]

قال البلخی فی کتاب المحاسن: هو ابو القاسم الحارث بن علی، من اهل خراسان علی الاطلاق، من اهل الدین و الورع و التقی، و رئیس من رؤساء اهل النظر، قلیل النظیر فی زمانه - وله تالیف محکم و کتب جیاد و نقوض لعدة کتب من کتب ابن الراوندی - وکان فی ایام ابی علی الجبائی - و له معه مناظرات و اجتماعات لبسوق الاهواز - قال: وکان وراقا بیبیع الکتب و یورق للناس بقصر وضاح من الجانب الغربی -

ولہ من الکتب: ۱- کتاب المخلوق - ۲ کتاب الأسماء و الاحکام - ۳- کتاب الامامة - ۴ کتاب نقض الدامغ - ۵ - کتاب نقض الزمردة - ۶ - کتاب نقض لعنت الحکمة - ۷- کتاب نقض التاج - ۸- کتاب متشابه القرآن - ۹- کتاب حدوث العالم و الأدلة علیها*

۲۰

---

[1] قال فی لسان المیزان ۲۲: ص ۱۵۴ الحارث بن علی الوراق ابو القاسم من اهل خراسان من طبقة ابی علی الجبائی وله معه مناظرات بالاهواز، ذکره ابو زید البلخی وذکر انه کان من اهل الورع ومن رؤساء المعتزلة وله کتب جیاد وکان یورق بالجانب الغربی من بغداد وذکر له النديم عدة تصانیف*

ابوالقاسم

هو ابو القاسم عبد الله بن احمد بن محمود البلخی،
ویعرف بالکعبی[۱] عالم، متکلم، رئیس اهل زمانه، وکان
یکتب لقائد من قواد نصر بن احمد یعرف باحمد بن سهل؛
وکان احمد بن سهل خلع نصر بن احمد، و اقام بنیسابور،
فلما ظفر باحمد اخذ البلخی فی جملة من اخذ، فاعتقل،
وبلغ علیّ بن عیسی الوزیر امره، فانفذ من اشخصه، هذا
فی وزارة حامد بن العبّاس، حضر البلخی مجلس ابی احمد
یحیی بن علی الذی کان یحضره المتکلمون، وهم مجتمعون، ۳۰
فاعظموه ورفعوه، ولم یبق احد الا اهر الیه، ودخل
یهودی، وقد تکلم بعضهم فی نسخ الشرع، فبلغوا الی موضع
من الکلام حکموا فیه ابا القاسم وکان الکلام علی الیهودی؛
فقال ابو القاسم: الکلام علیک؛ فقال له الیهودی: وما
یدریك ما هذا؟ فقال له ابو القاسم: انتظر یا هذا!
تعرف[۲] ببغداد مجلسا للکلام اجل من هذا؟ قال:
لا. قال: اتعلم من المتکلمین احدا لم یحضره؟ قال:
لا: قال: افرأیت منهم احدا لم یقم الیّ ولم یعظمنی؟ قال:

---

[۱] قال فی لسان المیزان م ۳: ص ۲۵۵ "قال ابن النديم فی الفهرست
الیه نسب الطائفة البلخیة واخذ الکلام عن ابی الحسین الخیاط"۔ [۲] مخرق۔

لا فالی: فتی اهم نعدوا ذالك وانا فارغ؟

وتوفی البلخی اول یوم من شعبان سنة تسع عشرة و ثلثمائة وله من الکتب:

۱-کتاب المقالات، واضاف الیه عیون المسائل و الجوابات -۲-کتاب الغرر والنوادر -۳-کتاب کیفیة الاستدلال بالشاهد علی الغائب -۴-کتاب الجدل وآداب اهله وتصحیح علله -۵-کتاب السنة والجماعة ۶-کتاب المجالس الکبیر -۷-کتاب المجالس الصغیر ۸-کتاب نقض کتاب الخلیل علی برغوث -۹-کتاب الکتاب الثانی علی ابن علی فی الجنة -۱۰-کتاب مسائل الجندی فیما خالف فیه اباعلی -۱۱-کتاب تائید مقالة ابی الهذیل فی الکرسی -۱۲-کتاب المضاهاة علی برغوث -۱۳-کتاب التفسیر الکبیر للقرآن -۱۴-کتاب فصول الخطاب علی رجل ینبی بخراسان، ۱۵-کتاب النهایة فی الاصلح علی ابی علی، ونقضه علیه الصیمری -۱۶-کتاب الکلام فی الامامة علی ابن قبة -۱۷کتاب النقض علی الرازی فی العلم الالهی

۴۵

---

(۱) فی الاصل تسع وثلثمائة والتکمیل عن تاریخ بغداد م ۹: ص ۳۸۴ ولسان المیزان م ۳: ص ۲۵۵، وقال ابن خلکان (ط-بولاق ۱۲۹۹) ۱: ۲۵۱ انه مات فی سنة سبع عشرة وثلثمائة (۲) کذا فی الاصل- (۳) الجندی -(۴) قال فی لسان المیزان م ۳: ص ۲۵۶، وذکر له ابن الندیم فی الفهرست کتابی التفسیر وتأیید مقالة ابی الهذیل وغیر ذلک (۵) فی الاصل اعنی فی (ZDMG) الامة وهو تصحیف، انظر الافادة علی هذا ص-

وممن كان على عهد البلخي من المتكلمين: ابوبكر الخلقاني[1] وابو[2] اسحق الواحبي[3] - ۵۰

الصيمري

هو ابوعبد الله محمد بن عمر الصيمري، من اهل الصيمرة، يعد فى معتزلة البصريين لانه كان يزعم انه اخذ عن ابى على الجبائى، واليه انتهت الرياسة بعد وفاة ابى على، وكان فى سن ابى على اوقريب منها۔ وتوفى سنة خمس عشرة وثلثمائة، وحكى عن ابى على انه كان يقول "شيخنا ابوعبد الله" وعنه اخذ ابوسعيد البيرانى فى علم الكلام، وكان استاذ ابى بكر ابن الاخشيذ، وله من الكتب:

۱- كتاب المسائل والجوابات له- ۲- كتاب نقض كتاب ابن الراوندى فى الطبائع، ۳- كتاب نقض كتاب البلخي المعروف بكتاب النهاية فى الاصلح على ابى على الجبائى،

الباهلي

ابوعمر محمد بن عمر بن سعيد الباهلي البصري، ۱۰ من باهلة، مولده بالبصرة ومنشأه بها، حسن الاصطلاح

---

[1] الخلقانى - [2] الواحى - [3] فى الاصل فى (Z) M 9 ("الاصطلاع" وهو واضح الفساد - ف - م*

بصناعة الکلام علی مذھب البصریین، وکان قاصاً ً

یحضر مجلسه المتکلمون، وحکی ان اباعلی کان یحضر مجلسه

وکان لحسن قصصه ورقة عبارته یبکی الناس والمتکلمون

وله من الکتب:

۱-کتاب اعجاز القرآن -۲- کتاب الاصول فی التوحید

۳-کتاب التوحید، مفرد عن الاصول *

احمد بن یحی المُنجم

ابوالحسن احمد بن یحي بن علی بن یحی بن ابی منصور

المنجم حَسَن الادب، جید المعرفة بالکلام، وله فی ذالک

کتب- وفی غیرذالک من الاداب، وقد استقصینا ذکره

فی اخبارالندماء- وله من الکتب فی الکلام:-

۱-کتاب اثبات نبوة محمد علیه السلام -۲- کتاب

التوحید والرد علی المشبهة

۷۰

قرأت بخط ابی احمد یحي بن علی قال ابوالقاسم البلخی:

ارباب المعتزلة الذین الفوا الکتب وتنصروا بالاعتزال

بعد واصل بن عطاء :-

۱- ابوالھُذَیل -۲- النظّام -۳- مُعَمّر بن عباد -۴-

ھشام الفوطی ابن عمرو -۵- بشر بن المعمر -۶- ثمامة-

---

۷۰ قال فی ترجمته فی لسان المیزان م ۱: ص ۳۲۴" ذکره ابن الندیم فی

مصنفی المعتزلة وقال کان حسن الادب جید المعرفة بالکلام"

۷- الجاحظ - وبعد هؤلاء: ۸- بشر ابن خالد - ۹- علی الأسواری - ۱۰- عیسی بن صبیح - ۱۱- جعفر بن حرب - ۱۲- جعفر بن مبشر - ۱۳- قاسم الدمشقی - ۱۴- الاسکافی - ۱۵- عیسی بن الهیثم - ۱۶- ابو شعیب الصیرفی[۱] - ۱۷- الشحام - ۱۸- الآدمی - ۱۹- ابو زفر[۲] - ۲۰- محمد بن سوید - ۲۱- ابو مجالد - ۲۲- ابو الطیب البلخی - (۲۳ محمد بن علی المکی[۳]) - ۲۴- ابو الحسین الخیاط[۴] - ۲۵- الشطوی - ۲۶- محمد بن سعید بن زنجبة [امام[۵] نیسابور - ۲۷- محمد بن عبد الوهاب - ۲۸- المنانی - ۲۹- البلخی - ۳۰- الحارث الوراق - ۳۱- الهیمری ٭

أسماء جماعة من المتکلمین لا یحقق

أهم من المعتزلة ام من المرجئة - وهم:

حمید بن سعید بن بختیار[۶] - المتکلم[۷] وله من الکتب:

۱- کتاب خلق القرآن - ۲- کتاب الفضل فی الرد علی

---

[۱] قال فی لسان المیزان م ۶: ص ۳۹۲ "ابو شعیب الصیرفی ذکره ابن الندیم فی الفهرست" [۲] قال فی لسان المیزان ۶: ۳۷۹ "ابو زفر ذکره ابن الندیم فی مصنفی المعتزلة" [۳] قال ابن حجر ۵: ۳۰۱ فی ترجمة ابی طالب محمد بن علی المکی "ذکره ابن الندیم فی مصنفی المعتزلة" وهو غلط - [۴] الخیاط [۵] سقط من الاصل، قال ابن المرتضی فی المنیة والأمل ط حیدرآباد ۱۳۱۶ ص ۴۸ "ومنها (ای ومن الطبقة الثامنة) محمد بن سعید زنجه وکان ایضا امام نیسابور - [۶] فی الاصل بلا نقط - [۷] قال فی لسان المیزان ۲: ۳۶۴ "حمید بن سعید بن بختیار احد متکلمی المعتزلة ذکره ابن الندیم فی مصنفی المعتزلة -

المشبهة -۳- کتاب نفی التجسیم عن الله -۴- کتاب الرد علی یوشع بخت مطران فارس -۵- کتاب الرد علی المجوس ۶- کتاب الرد علی اهل القول بالأجرام وأزلیتها -۷- کتاب جراءة اهل الفلك -۸- کتاب اثبات التحریف فی الحدیث ۹- کتاب اضافة العلوم -۱۰- کتاب علی النصاری فی النعیم والاکل والشرب فی الآخرة وعلی جمیع من قال بضد ذلك- ۱۱- کتاب متکلمی اهل الاسلام -۱۲- کتاب فیما احدث بعض المسلمین من القراءات ووجوهها-

محمد بن عبد الکریم

من المتکلمین وله من الکتب: ۱- کتاب المخلوق علی برغوث -۲- کتاب المعرفة ابوعثمان الرقی -

واسمه عبد الرحمن بن مسلم، من المتکلمین، وله من الکتب:-

۱- کتاب علی برغوث فی المساواة بینه وبین الملحدین
۲- کتاب المسائل التی جرت بینه وبین الاسکافی فی مجلس

ـه مطران . ـه حرات - ـه قال فی لسان المیزان ۵: ۲۴۲ "محمد بن عبد الکریم ذکره الندیم فی مصنفی المعتزلة" ـه فی الاصل الفارقی والتصحیح عن کتاب الانتصار ص ۲۶: س ۳، وعن لسان المیزان ۳: ۴۳۷- قال ابن حجر "عبد الرحمن بن مسلم ابوعثمان الرقی من مصنفی المعتزلة - ذکره ابن الندیم"

ابن ابی دواد - ۳ - کتاب التولد علی الاسکافی -

افادات

س - ۱ : اس قول کے لئے کہ ابتدائی سطور میں ہم خیاط کے ترجمہ کا اختتام دیکھتے ہیں (دیکھو آگے ابن حجر کا سولھواں اقتباس) ہمارا یہ تصریح ہے کہ خیاط نے ابن الراوندی کی مصنفات کا رد لکھا ہے ان میں سے ایک کتاب الزمرد ہے - دیکھو ابن الجوزی ط - (Ritter اور " Islam " ج ۱۹ - ص ۳ - ۴ ، ور کتاب الفہرست کا وہ جز و جو لیڈن میں ہے (WZKM ج ۴ ص ۲۲۳ ، و تکملہ کتاب الفہرست طبع القاہرہ ۱۳۴۸ھ ص ۵ س ۲) خیاط کی کتاب الانتصار کی فہارس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب سے مراد کتاب الزمرد ہے (دیکھو الانتصار ص ۱۵۵ س ۵ ص ۱۳۷ س ۲) اور ان میں سے ایک کتاب الدامغ ہے - (دیکھو WZKM ج ۴ ص ۲۲۴ ، و تکملۃ الفہرست ص ۵) اس کتاب کی فہرست مضامین کے لئے دیکھو Ritter کا مقالہ Islam میں ج ۱۹ ص ۱ ببعد *

س - ۲ : عباد بن سلمان کے لئے دیکھو آگے ابن حجر کا چھٹا اقتباس - یہ متعین نہیں ہو سکا کہ اس نقص کا تعلق عباد کے اس عقیدہ سے ہے جو لیڈن کے نسخہ میں مذکور ہے کہ لفظ اور اس کے معنی کے درمیان ایک طبعی اور ذاتی مناسبت ہے اور یہ کہ اس بنا پر (جیسا کہ اشعری نے اپنے مقالات میں تصریح کی ہے - ص ۱۹۷) کہ یہ عقیدہ

عباد کا تھا) خدا اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ اسماء کو ان کے اضداد میں تبدیل کر سکے ،

س - ۳ : کتاب البرہان کا مصنف کون ہے ؟ میرا علم اس سے قاصر ہے -

س - ۴ : برغوث (م ۲۹۷ھ - دیکھو تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۹۰، اور کتاب المینۃ والامل لابن المرتضیٰ ص ۵۲ - ۵۳) ابوعلی الجبائی اور ابومجالد کا معاصر تھا ، ابھی کم عمر ہی تھا کہ جب اپنے وطن سے بصرہ آیا تو جاحظ کی زیارت کو گیا جو اس وقت کافی معمر ہو چکا تھا - (م ۲۵۵ھ) لیکن اس نے ملنے سے انکار کر دیا ، (دیکھو الامالی للمرتضیٰ ط - القاہرہ ۱۹۰۷ء ج ۱ ص ۱۴۲ س ۱۱)

س - ۷ : الشطوی کی وفات ۲۹۹ھ میں ہوئی (دیکھو تاریخ بغداد ج ۷ ص ۳۰۸ ؛ اس نسبت کے معنی ہیں "شطا کے کپڑے بیچنے والا" دیکھو کتاب الانساب للسمعانی ص ۳۳۷ (ب) شطا کے لئے دیکھو معجم البلدان لیاقوت ج ۳ ص ۲۸۸ - ۱ اور الخطط الجدیدۃ لعلی مبارک ج ۱۲ ص ۱۲۹ ، اور "Renaissance des Islams" تصنیف A. Mez ص ۳۲ ، اشعری نے مقالات میں شطوی کے دو عقائد بیان کئے ہیں (ص ۳۵۸ اور ۴۲۷)

س ۱۱ : باب المحوّل کے لئے دیکھو "بغداد بنی عباس کی خلافت میں" (ط - اکسفورڈ سنہ ۱۹۰۰ء ص ۱۳۴ ببعد) تصنیف Le Strange) ۔

س ۱۴ : بلخی سے مراد ابوالقاسم عبداللہ بن احمد البلخی الکعبی

ہے۔جس کا ترجمہ سطر ۲۵ کے ماتحت آئے گا۔ابن حجر نے غلطی سے اسے مشہور و معروف ابو زید بلخی خیال کیا ہے، لیدن کے نسخہ میں اس کی کتاب المحاسن کا ذکر ہے (دیکھو WZKM ج ۴ ص ۲۲۳ اور تکملۃ کتاب الفہرست ط۔القاہرہ ص ۴ ببعد) لیکن وہاں اس کا نام پورا یہ دیا ہے "کتاب محاسن خراسان"۔ اور وہاں یہ کتاب ابن الراوندی پر ایک طویل مقالہ کا ماخذ ہے۔ بہت ممکن ہے کہ "کتاب فضائل خراسان" بھی، جس کے اقتباسات کتاب الفہرست میں دئے گئے ہیں (ص ۵۲۔س ۲۳۔ت۔ل) یہی کتاب ہو۔

س ۱۹: قصر وضاح کے لئے دیکھو تصنیف (Le Strange) (ص ۵۸ اور ۹۲ اور نقشہ IV نمبر ۴۹) اس کا بیان گزر چکا ہے۔

س ۲۰: کتب ۴ تا ۷ ابن الراوندی پر نقض ہیں۔

س ۲۵: ابو القاسم بلخی کے لئے دیکھو "Islam" (ص ۱۸ و ۳۹) اور جو اشارات وہاں دئے گئے ہیں، نیز تاریخ بغداد ج ۹۔ص ۳۸۴ لسان المیزان ج ۳ ص ۲۵۵ ببعد، لسان المیزان میں فہرست سے ایک ایسا اقتباس موجود ہے جو ٹونک والے متن میں نہیں ملتا۔

س ۲۷: احمد بن سہل بن کامرکار کی نصر ثانی سامانی کے خلاف بغاوت جس کی طرف یہاں اشارہ ہے ۳۰۷ھ میں واقع ہوئی۔ دیکھو ابن الاثیر جلد ۸ ص ۸۶

س ۲۸: علی بن یحیٰی الوزیر سے مراد ابن الجراح ہے، لیکن وہ اس زمانے میں منصب وزارت پر فائز نہ تھا۔ بلکہ ۳۰۶ھ سے ۳۱۱ھ تک حامد بن العباس وزیر تھا۔

س ۳۰ : یحیی بن علی (۲۴۱ تا ۳۰۰ ھ دیکھو کتاب الفہرست ص ۱۴۳ س ۲۴ ف ۔ل ۔ و تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۳۰، و ارشاد لیاقوت ج ۷ ص ۲۸۷) بنو المنجم میں سے تھا چونکہ اس کی وفات ۳۰۰ھ میں ہوئی اس لئے ظاہر ہے کہ بلخی نے کم از کم ایک بار ضرور بغداد میں قیام کیا قبل اس کے کہ اس نے اخیر بار ۳۰۰ھ میں وطن کو خیرباد کہا اور دار السلام میں آبسا۔

س ۴۰ : نمبرا : Ritter نے مقالات سے اقتباسات جمع کئے ہیں جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ جیسا کہ کتاب الفہرست (ص ۳۴۲ س ۲۴) سے پتہ چلتا ہے عیون المسائل میں الخرمیہ کی تاریخ، عقائد، رسوم، اور مذہبی عوائد پر مفصل کلام تھا،

نمبر ۵ : اس سے مراد شاید وہ نقض ہو جو بلخی نے حرب بن اسماعیل سیرجانی کی "کتاب السنہ والجماعۃ" پر لکھا ہے (دیکھو معجم البلدان لیاقوت ج ۲ ص ۲۱۳ بعد ۔ سیرجان)

نمبر ۶ : جیسا کہ ابن حجر نے لسان المیزان (ج ۳ ص ۲۵۵) میں کہا بلخی نے عروض پر ایک کتاب لکھی جس میں خلیل کو نشانۂ تنقید بنایا اس لئے کتاب الخلیل سے مراد اس کی کتاب عروض ہے۔ (دیکھو الفہرست ص ۴۳ س ۲۶ ف ۔ل) لیکن یہ ممکن نہیں کہ خلیل کے عروض پر بلخی کی تنقید کا تعلق برغوث سے ہو جو کہ ایک مذہبی فلسفی تھا، (دیکھو Livre du Triomple تصنیف Nyberg ص ۲۱۶ : اور Ritter کی فہرس الاسماء لمقالات الاشعری ص ۶) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ متن مختل ہے۔ اگلا نمبر ۹ بھی محرف ہے کیونکہ "الکتاب الثانی" کسی کتاب کا نام نہیں ہو سکتا، ابو علی سے مراد جبائی ہے،

نمبر ۱۰ : معلوم نہیں یہ خجندی کون ہے ؟

نمبر ۱۳ - یہ کتاب فہرست ص ۲۴ س ۱۳ پر بھی مذکور ہے -

نمبر ۱۵ : صیمری کا نقض ایک بار پھر سطر ۶۵ کے ماتحت مذکور ہو گا - رہا

نمبر ۱۶ تو اس کا سبب تصنیف ایک مناقشت تھا جو بلخی اور ابن قبۃ امامی کے باہین دَمے بیں ہؤا (دیکھو فہرست ص ۱۷۶ س ۱۷، وطوسی ص ۲۹۷) عَلَم الھدی نے نقد الا یضاح (ص ۱۷۳ بعد) میں لکھا ہے - کہ بلخی نے ابن قبہ کی "کتاب الانصاف فی الامامہ" کے رد میں "کتاب المسترشد فی الامامہ" لکھی - پھر اس کا جواب ابن قبہ نے کتاب "المستثبت فی الامامہ" سے دیا جس نے بلخی کو نقض کا ایک اور موقع دیا، اس کے کچھ عرصہ بعد ابن قبہ فوت ہو گیا *

نمبر ۱۷ : ابن الندیم نے رازی کی کتابوں میں دو نقضوں کا ذکر کیا ہے - : (۱) کتاب نقض ابن البلخی للعلم الالٰہی (دیکھو فہرست ص ۳۰۱ س ۱۰ ت - ل) - (۲) کتاب الرد علی ابی القاسم البلخی فی نقضہ المقالۃ الثانیۃ - فی العلم الٰہی (فہرست ص ۳۰۰ س ۲۱)

س ۴۹ و ۵۰ دونوں مذکور شخص نامعلوم ہیں - شاید طلقانی وہی شخص ہے جسے اشعری نے مقالات میں ذکر کیا ہے (ص ۱۸۱ - س ۱۳)

س ۵۱ : صیمری کا ذکر فہرست ص ۱۷۳ - س ۲۸، ص ۱۷۴ س ۶، اور ص ۱۷۴، س ۲۷ ت - ل - پر ہؤا ہے - اور صیمری پر ابن حجر کا مقالہ (لسان المیزان ج ۵ ص ۳۲۰) فہرست سے زیادہ ہماری معلومات میں کوئی اضافہ نہیں کرتا - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقالہ خود یا لواسطہ یا بلا واسطہ فہرست پر مبنی ہے *

س ۵۷ : ابن الراوندی کی کتاب الطبائع کے محتویات خیاط کی کتاب الانتصار میں مجملاً مذکور ہیں، س ۵۶ (دیکھو ایضاً مقدمہ Nyberg ص ۳۲) ۔

س ۵۸ : ابن حجر (دیکھو لسان المیزان ج ۵ ص ۳۲۰) کے قول پر بلخی سنہ ۳۱۹ھ فوت ہوا۔

س ۶۶ : ابن المنجم (۲۶۲ تا ۳۲۷ھ - دیکھو تاریخ بغداد ج ۵ ص ۲۱۵، والارشاد لیاقوت ج ۲ ص ۱۵۴، لسان المیزان ج ۱ ص ۳۲۴) پر فہرست میں دو اور مقالے ملتے ہیں (ص ۱۴۳ س ۲۹ اور ص ۲۳۵ س ۱۶) ۔

س ۷۳ : ابن الندیم کا اسماء مشاہیر معتزلہ کی یہ فہرست ابن المنجم کی اخبار میں ملی (م سنہ ۳۰۰ھ دیکھو اوپر افادہ بر سطر ۳۰) جو بلخی سے نقل کرتا ہے، (دیکھو اوپر افادہ بر سطر ۳ مذکورہ اشخاص میں سے اکثر کا ابن الندیم نے مستقل طور پر علحدہ ذکر کیا ہے - اور ٹونک کے مخطوطہ میں ہمارے لئے شطوی (نمبر ۲۵) اور حارث الوراق (نمبر ۲۸) پر مستقل مقالات محفوظ ہیں - دیکھو اوپر افادات بر سطور ۷ و ۱۳ - لیدن کے نسخہ (دیکھو M. K. 2 لد ج ۴ ص ۲۲۰ بعد تکملۂ کتاب الفہرست ص ۱) میں ابو الہذیل (نمبر ۱) النظام (نمبر ۲) ثمامہ (نمبر ۶) جاحظ (نمبر ۷) ابو علی الجبائیؒ (نمبر ۲۷) پر اقتباسات موجود ہیں - پھر ان اشخاص پر جو اخیر میں مذکور ہیں باستثنائے ابو الہذیل اور معمر (نمبر ۳) فوطی (نمبر ۴) اور جعفرین (نمبر ۱۱ و ۱۲) اسکافی (نمبر ۱۴) ابن الھیثم (نمبر ۱۵) شحام (نمبر ۱۷) ابو مجالد (نمبر ۱۸) اور خیاط ـــــ

ان سب پر فہرست سے اقتباسات لسان المیزان میں موجود ہیں۔ چونکہ ان اقتباسات پر آیندہ فصل میں بحث ہوگی لہذا یہاں چند افادات باقی ماندہ اسماء پر کافی ہیں +

نمبر۵: بشر بن المعمر (م۔ ۲۱۰ھ ۔ دیکھو فنادس الاشعری ص ۶-۸ میں Ritter کے افادات، وایضاً Revue du Tremple ازقلم Nyberg ص ۱۹۴) پر ایک مقالہ فہرست ص ۱۶۲ ف۔ل میں ملتا ہے ۔ اسی مقالہ میں اس کی اکثر کتابیں مناظرہ اور جدل میں بیان کردی گئی ہیں۔

نمبر۸: ابن المرتضیٰ (ص ۲۵) نے بشر بن خالد کو پانچویں طبقہ میں گنا ہے۔ لیکن جیسا کہ لسان المیزان (ج ۵ ص ۱۰۸) میں مذکور ہے، وہ جاحظ اور شیطان الطاق کا معاصر تھا +

نمبر۹: أسواری (یا أُسواری ؟) کے لئے فنادس الاشعری دیکھو۔

نمبر۱۰: مُردار (م ۔ ۲۲۶ھ) کے لئے دیکھو لسان المیزان ج ۴ ص ۳۹۸ اور فنادس الاشعری۔

نمبر۱۳: قاسم الدمشقی بعینہٖ وہی شخص ہے جسے لسان المیزان (ج ۴ ص ۴۵۹) پر قاسم بن خلیل الدمشقی تلمیذ الفوطی بتایا گیا ہے، لیکن وہاں اسے رافض سے منسوب کیا گیا ہے دیکھو ایضاً فنادس الخیاط۔

نمبر۱۶: ابو شُعَیب الصَیرفی ۔ ابن حجر نے بھی لسان المیزان (ج ۶ ص ۳۹۴) میں اسی طرح ضبط کیا ہے، اور ابن حجر

کا معتمد علیہ یہی فہرست کی عبارت ہے جو ہمارے سامنے ہے صیرفی
کو صوفی میں تبدیل کرکے اس کی شخصیت کو ابوشعیب صوفی میں
متعین کرنا محال معلوم ہوتا ہے، اس ابوشعیب صوفی کی طرف
اشعری نے مقالات میں (ص ۲۱۴ س ۹ وص ۲۸۸ س ۱۲) اشارہ
کیا ہے اور مشبھہ کے عقائد اس کی طرف منسوب کئے ہیں —
Ritter نے فہارس الاشعری میں اسے ابوشعیب البراثی العونی
بتا دیا ہے۔ لیکن تاریخ بغداد (ج ۴، ص ۲۱۸) اور معجم یاقوت (ج ۱
ص ۵۳۲) میں ترجمہ براثی میں ایسے عقائد کا ذکر تک نہیں، اس
کے برعکس ابن حزم (ج ۴۔ ص ۲۲۷) نے اسی قسم کے عقائد
ابوشعیب القلاءلی (؟) کی طرف منسوب کئے ہیں،

نمبر ۱۸: آدمی کے لئے دیکھو فہارس مقالات الاشعری،

نمبر ۱۹: ابن المرتضی (ص ۵۴) کے بیان پر ابو زفر کا نام
محمد بن علی المکی ہے، اور وہ آٹھویں طبقہ میں سے ہے۔

نمبر ۲۰۔ محمد بن سُوَید: اس نام کے کئی شخص تاریخ بغداد
(ج ۵۔ ص ۳۳۰) اور لسان المیزان (ج ۵ - ص ۱۹۷) میں مذکور
ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی بھی یہاں مراد نہیں۔

نمبر ۲۲: مجھے معلوم نہیں ابوالطیب البلخی کون ہے۔

نمبر ۲۳: محمد بن علی المکی بعینہ وہی ابو زفر ہے جو ابھی
نمبر ۱۹ کے ماتحت گزرا ہے۔ اور بعید نہیں کہ یہ حاشیہ کے الفاظ
ہوں جو غلط موقع پر رکھ دئے گئے ہیں، یہ ابن حجر کی سنگین غلطی
ہے کہ وہ محمد علی مکی مذکور ہیں ابو طالب مکی مصنف "قوت القلوب"

کو دیکھتا ہے، (دیکھو لسان المیزان ج ۵ - ص ۳۰۰) - حالانکہ یہ شخص سالمی تھا اور اس کی وفات ۳۸۶ھ میں ہوئی، اور ہمارے متن میں ضروری طور پر تیسری صدی کا ایک معتزلہ مراد ہے،

نمبر ۲۹: محمد بن سعید مجھے صرف مصنف ابن المرتضیٰ ص ۵۴ میں ملا ہے اور مثانی (نمبر ۲۸) کے متعلق میں سراسر کچھ نہیں جانتا۔

ص ۸۴: حُمَید بن سعید کے قبیلہ کا نام میرے نزدیک قطعیت کے ساتھ نہیں متعین ہو سکا - لیکن ابو الفرج نے اغانی (ج ۱۷ ص ۲ بعد) میں ایک مقالہ سعید بن حُمَید شاعر کے لئے وقف کیا ہے - وہ کہتا ہے کہ اس کا قبیلہ مرازبۂ فارس کی نسل سے تھا جس کو اپنے نسب پر بڑا فخر تھا[۱]، وہ یہ بھی کہتا ہے کہ حمید معتزلہ تھا - عقائد کی بعض ضروب میں اس نے احمد بن ابی دواد کی مخالفت کی، ابن ابی دواد نے معتصم کے دربار میں اسے زندقہ اور تشعب کا اتہام دیا اور اسے طویل مدت قید میں رہنا پڑا، اس کے برعکس ابن الندیم نے فہرست (ص ۱۲۳ س ۲۷ ت - ل) میں ایک شخص سعید بن حمید بن البختکان نامی سے بحث کی ہے اور اسے متکلم ٹھیرایا ہے - اور کہا ہے کہ اس نے اس کی تصانیف متعلقہ علم الکلام کو مناسب جگہ پر بیان کر دیا ہے، پس یہ محتمل ہے کہ ہم دونوں ناموں - سعید اور حمید - کو ایک دوسرے سے بدل کر حمید بن سعید پڑھ لیں - اور اس کی شخصیت کو اس

---

[۱] طبع بولاق میں وہ سعید بن حمید بن سعید بن بکر (بدل کختیار ہے) یہ غلط ہے اور اسی سے ابن حجر نے حمید بن بکر نام لیا ہے - لسان المیزان ج ۲ - ص ۳۶۲ میں اس کا یہی نام لیا ہے لیکن صحیح حمید بن سعید ہے۔

متکلم میں متعین کردین جو ہماری موجودہ بحث کا موضوع ہے، بالخصوص اس لئے کہ ابھی ص ۲۳ اس ۱۹ پر ایک شخص سعید بن حمید نامی کا ذکر گزرا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سعید بن حمید وہی ابن حمید ہے جو ہمارا موضوع بحث ہے۔

س ۸۶ : یہ وہی بوشع بخت ہے جس کے رد میں حمید کی یہاں چوتھی کتاب تصنیف کی گئی ۔

۲۔ اقتباسات لسان المیزان

ابن حجر نے اپنی کتاب لسان المیزان ۔ جو کہ ذہبی کی "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" کی جدید صورت ہے۔ کے اس مقالہ میں جو اس نے ابن الندیم کے لئے وقف کیا ہے ہمیں بتایا ہے (ج ۵ ۔ ص ۷۲) کہ اس نے کتاب الفہرست کو پڑھا ہے، کس پختگی سے اس نے پڑھا ہے وہ ان وافر عبارات سے ظاہر ہے جو اوپر شائع شدہ ٹونک والے متن کے پائیں صفحات میں لسان المیزان سے لے کر درج کی گئی ہیں۔ اس باب المعتزلہ کو ابن حجر نے جہاں تک اس کے لئے ممکن ہوا استعمال کیا۔ اور اسی باب سے اُس نے دو تہائی سے زائد اقتباسات لئے چونکہ اس کے سامنے اس کتاب کا ایک کامل نسخہ موجود تھا اس لئے جیسا کہ آگے آئیگا ۔ ہمیں تقریباً بیس عبارتیں ایسی ملتی ہیں جو ہمارے مخطوطوں میں مفقود ہیں، ہاں! اس کے اقتباسات کوئی بہت طویل نہیں کیونکہ کبھی تو وہ متن کو مختصر کر کے پیش کر دیتا ہے ۔ اور کبھی ایک مجمل اشارہ پر ہی اکتفا کر جاتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے ۔ کہ بعض عبادات اسے اتفاقاً "ذیل تاریخ بغداد" لابن النجار (م ۶۴۳ھ)

کے واسطے سے مل گئی ہوں[۵] اور فہرست سے بلا واسطہ نہ لی ہوں، لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس کے اقتباسات کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ پانچویں مقالہ کے آغاز میں ایک خلل عظیم کی غمازی کرتے ہیں اور یہ بھی بتاتے ہیں کہ وہ خلل کس کس چیز پر مشتمل تھا، اس لئے میں ان اقتباسات کو مطبوعہ صورت میں پیش کرتا ہوں۔ ابن حجر کی ابجدی ترتیب کی بجائے میں نے وقتی ترتیب اختیار کی ہے۔ ہر اقتباس سے پہلے علامت وحدانی ( ) کے اندر کے نمبر طبع حیدر آباد (۱۳۲۹ھ تا ۱۳۳۱ھ) کی جلد اور صفحہ کی طرف اشارہ ہے۔ جہاں کہیں اصل متن میں تغیر کیا ہے متن کی قرأت پائیں صفحہ میں دے دی ہے۔

۱ (۳: ۲۰۳) ضرار بن عمرو القاضی: .... وذکر ابن الندیم فی الفہرست وقال انہ کان یکنی ابا عمرو - و ذکر لہ ثلاثین کتابا نیصا" الردعلی المعتزلۃ والخوارج والروافض" ولکنہ کان معتزلیا لہ مقالات ینفرد بہا۔

۲- (۱: ۶۷) ابراھیم بن سیار بن ھانی النظام : ...... ولہ کتب کثیرۃ فی الاعتزال والفلسفۃ ذکرھا الندیم -

۳- (۶: ۷۱): مُعَمَّر بن عَبّاد السلمی : بالتشدید

---

[۵] یہ قول کم از کم لسان المیزان کی اس عبارت (ج ۳ - ص ۲۹۱ - س ۱) پر صادق آتا ہے۔ جہاں ابن حجر کہتا ہے کہ ابن النجار کتاب الفہرست سے نقل کرتا ہے۔

معتزلی من اہل البصرة، ثم سکن بغداد وناظر النظام مات سنة خمس عشرة ومائتین - ذکرہ ابن الندیم[۱]

۴ (۶: ۱۹۵) - **ہشام بن عمرو[۲] الفوطی** بضم الفاء واسکان الواو، کان من اصحاب ابی الہذیل و ۱۰ کان داعیة الی الاعتزال - ذکرہ ابن الندیم -

۵ (۶: ۸۴): **ثمامة بن اشرس** .... قال الندیم کان المامون اراد ان یستوزرہ فاستعفاہ[۳] -

۶ (۳: ۲۲۹) **عباد بن سلمان[۴] الضمری** (؟) من کبار المعتزلة وبینه وبین عبد اللہ بن سعید بن کلاب مناظرة وکان فی ایام المامون، وہو الذی زعم ان بین اللفظ والمعنی طبیعة مناسبة فرد واعلیه ذالک، وکان اخذ عن ہشام بن عمرو وکان ابو علی الجبائی یصفه بالحذق - قاله ابن الندیم فی الفہرست

۷ (۳: ۳۳۴) **عبد الرحمن بن محمد العسکری** ابو مسعود ذکرہ ابن الندیم فی مصنفی المعتزلة وقال

---

[۱] عمر - [۲] قال فی تاج العروس م ۵: ص ۲۰۰ "وہشام بن عمرو الفوطی احد رؤس المعتزلة ضبطه الندیم فی الفہرست - [۳] روی فی تکملة الفہرست (ط - القاہرة ۱۳۴۸ - ص ۲) "وارادہ علی الوزارة فامتنع وله فی ذالک کلام مشہور فی المامون حتی اعفاہ" - [۴] سلیمان +

انه من اکابرهم، اخذ عن ابی الهذیل واخذ منه جماعة۔

۸ (۵ : ۴۱۲) **محمد بن هارون الورّاق البوعیسی** ...... وقال ابن الندیم فی الفهرست :

کان من نظاری المعتزلة ثم خلط، وعنه اخذ ابن الراوندی۔ ۲۰

۹ (۴ : ۳۵۶) **عمرو بن بحر الجاحظ** ......

وقال ابن الندیم: قال المبرد ما رأیت احرص علی العلم من ثلاثة الجاحظ واسمٰعیل القاضی والفتح بن خاقان وقال ابن الندیم لما حکی قول الجاحظ: لما قرأ المامون کتبی قال هی کتب لا تحتاج الی حضور صاحبها۔ عندی ان الجاحظ حسّن هذا اللفظ تعظیماً لنفسه وتفخیما لتألیفه والا فالمامون لا یقول ذالک۔ وحکی عن میمون بن هارون انه قال قال لی الجاحظ اهدیت کتاب الحیوان لابن الزیات فاعطانی خمسة آلاف دینار واهدیت کتاب البیان والتبیین لابن ابی دُواد فاعطانی خمسة آلاف دینار واهدیت کتاب النخل والزرع لابراهیم الصُولی فاعطانی خمسة آلاف دینار قال فلست احتاج الی شراء ضیعة ولا غیرها، وسرد ابن الندیم کتبه وهی مائة ونیّف وسبعون کتابا فی فنون مختلفة۔ ۲۰

۱۰ (۲ : ۱۱۳) **جعفر بن حرب** ...... وقال ابن الندیم کان زاهداً عفیفا ورعا۔

۱۱ (۲ : ۱۲۱) **جعفر بن مُبشّر** ...... قال الندیم:

كان جُيش ايضاً متكلما ولكنه لم يقارب جعفرا، وكان جعفر متكلما صاحب حديث وله خطابة و بلاغة وزهد و عفة وذكر له تصانيف كثيرة -

۱۲ (۵ : ۲۲۱) **محمد بن عبد اللہ الاسکافی:...**

قال النديم: كان عجيب الشان في العلم والذكاء والصيانة ونبل الهمة والنزاهة، بلغ في مقدار عمره مالم يبلغه احد وكان المعتصم يعظمه جدا، مات سنة اربعين ومائتين وكان ابنه جعفر كاتبا بليغا،

۱۳ (۴ : ۴۰۸) **عيسى بن الهيثم الصوفي يكنى**

ابا موسى ذكره ابن النديم في الفهرست وقال: كان من جلة المعتزلة ثم خلط وعنه اخذ ابن الراوندي مات سنة خمس واربعين ومائتين -

۱۴ (۶ : ۳۲۵) **يوسف بن عبد الله الشحام**

ابو يعقوب البصري شيخ ابي على الجبائي قال ابن النديم: "انتهت اليه رياسة المعتزلة بالبصرة في وقته اخذ عن ابي الهذيل" - وذكر انه كان على ديوان الخراج ايام الواثق وانه كان قد وعظ العلوي صاحب الزنج لما خرج بالبصرة فاراد قتله ثم تركه -

۱۵ (۱ : ۱۶۲) **احمد بن الحسين ابو مجالد الضرير**

...... وقال النديم: كان جده عبداً للمعتضد فاعتقه، وقال ابو بكر ابن الاخشيد كان متكلما فقيها صاحب

حدیث، وابیہ انتقت ریاسۃ المعتزلۃ ببغداد وکان
ورعازاھداً سمی الداعیۃ، وکان یفتی علی مذھب جعفر
بن مُبشر[1] ولہ مع داؤُد بن علی مناظرات (فی) حضرۃ 10
الموفق، منھا فی خبر الواحد فقال داؤد للموفق: اصلح
اللہ الامیر قد اھلک ابومجالد الناس، فقال لہ الموفق:
شھدت لہ بانہ قطعک لان اللہ ھو الذی یھلک وابو
مجالد لا یھلک، فسکت داؤد،

۱۶ (۲: ۸) عبد الرحیم بن محمد بن عثمان ابو
الحسین الخیّاط: ...... قال ابن الندیم فی مصنفی
المعتزلۃ: "کان رئیسا متقدما عالما بالکلام فقیھا صاحب
حدیث واسع الحفظ یتقدم سائر المتکلمین من اھل بغداد
وقال البلخی[2] کان من اھل الدین والورع والعلم بلغ فی العلم
ما جاوز نظراءہ وتقدم کثیراً ممن سلف - ولہ کتب
نا ھیک بھا جودۃ واتقانا وانصافا مع الاخلاق الجمیلۃ
والعلم بالحدیث والفرائض وکان ھوالصدر فی زمانہ"۔
وذکر لہ ابن الندیم کتبا منھا "الرد علی من اثبت خبر الواحد"

۱۷ (۳: ۳۴) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ
بن مالک الناشی ...... قال ابن الندیم: "یقال
انہ کان ثنویّا فسقط من طبقۃ اصحابہ المتکلمین" قلت

---

[1] بشر۔ [2] سماہ ابن حجر ابا زید البلخی وھو غلط۔

ولا تغتر بقول ابن الندیم فان ھٰذا من کبار المسلمین،

۱۸ (۵: ۲۷۱) **محمد بن عبد الوھاب بن سلام** بن زید بن ابی السکن الجبائیؑ ابو علی ...... وذکر الندیم له سبعین تصنیفا منھا "الرد علی الأشعری فی الروایۃ" وھو من العجائب لان الاشعری کان من تلامذته ثم خالفه وصنف فی الرد علیه فنقض ھو بعض تصانیفه وله الرد علی ابی الحسینؑ الخیاط والصالحی والجاحظ والنظام و البرذعی وغیرھم من المعتزلۃ فیما خالفھم فیه۔

۱۹ (۳: ۳۴۷) **عبد اللہ بن محمد ابو الحسین البغدادی** احد المعتزلۃ من تلامذۃ ابی القاسم الکلبی، قال ابن الندیم فی الفھرست" افادنیه الشیخ المفید" وذکر ان له "کتاب الارشاد لمن طلب الاسترشاد"

۲۰ (۴: ۲۴۸) **علی بن عیسیٰ الرمانی** ......وقد ذکر ابن الندیم فی الفھرست ان مصنفات علی بن عیسیٰ الرمانی التی صنفھا فی التشیع لم یکن یقول بھا و انما صنفھا تقیۃ لاجل انتشار مذھب التشیع فی ذالک الوقت، وذکر له مع السری الرفاء حکایۃ مشھورۃ فی ذالک *

لے فی الاصل فی ZDMG "الحسیبت" وھو غلط کما لا یخفیٰ ۔
ت-ر لے والخیاط * سے والحافظ *

۲۱ (۲ : ۱۶) عبد السلام بن الشیخ ابی علی محمد بن عبد الوهاب لشیخ المعتزلة ابو هاشم الجبائی ۔۔۔۔۔۔ وقال ابن الندیم فی الفهرست "کان بصیراً بالنحو واللغة قرأ علی ابیه وغیره"۔

افادات

اقتباس نمبرا: ضرار بن عمرو جسے ابن الندیم نے معتزلہ میں شمار کیا ہے (اگرچہ اس کی کتاب کا نام اس بات کی تردید کرتا ہے)۔ نے اپنے لئے ایک خاص مذہبی طریقہ معین کر لیا تھا، اس پر کلام کرتے ہوئے اشعری نے اپنے مقالات میں یہی کہا ہے (ص ۲۸۱)، خیاط نے بھی کتاب الانتصار (ص ۱۳۳ - س ۵) میں ابن الراوندی کے اس قول کی تردید کی ہے کہ ضرار معتزلہ تھا، بعض نے اسے مجبرہ میں شمار کیا ہے، (مثلاً خوارزمی نے مفاتیح العلوم ط۔ V. Vloten - ص ۲۶ پر) Le Livre du Triomphe ص ۱۸۵ پر Nyberg کے قول کے مطابق ضرار واصل بن عطاء (۸۰ تا ۱۳۳ھ) کا معاصر تھا، لیکن لسان المیزان کی ایک اور روایت جس کا مصدر ذہبی کی میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۴۷۳) ہے اسے متاخر زمانہ کی شخصیت بتاتی ہے۔ اور سعید بن عبد الرحمن قاضی بغداد منصب قضا پر تقریباً ۱۶۱ھ سے ۱۷۸ھ تک فائز رہے، (دیکھو تاریخ بغداد ج ۹ ص ۶۷

بعدازاں، اور اس میں شک نہیں کہ یہ روایت جیسے کہ ہمارے سامنے موجود ہے صحیح نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ابن حنبل کی ولادت ۱۶۴ھ کے قریب قریب ہوئی۔

اقتباس ۲: نظام کی وفات ۲۲۱ھ اور ۲۲۸ھ کے درمیان کہیں واقع ہوئی، (دیکھو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں Nyberg کا مقالہ، اور مفاتیح العلوم طبع V. Vloten) اس کے ترجمہ سے ایک اور اقتباس لیدن کے ناقص نسخہ میں موجود ہے۔ (دیکھو WZKM ج ۴ ص ۲۲۰ بعد۔ تکملہ کتاب الفہرست طبع القاہرہ ۱۳۴۸ھ ص ۲)

اقتباس ۳: مُعَمَّر بن عباد (م۔ ۲۱۵ھ) کا خیاط اور اشعری کئی بار ذکر کرتے ہیں۔

نمبر ۴: فوطی[1] ابو الھذیل کا معاصر تھا۔

نمبر ۵: ثمامۃ بن الاشرس ۲۱۳ھ میں فوت ہوا۔ (دیکھو فہارس الاشعری اور "مختلف الحدیث" لابن قتیبہ۔ ص ۶۰ اور اسی کی "عیون الاخبار" کی فہارس، "کتاب البیان والتبیین" للجاحظ۔ [ط۔ قاہرہ ۱۳۱۱ھ] ج ۱ ص ۵۴۔ س ۱۳۔ ۱ ورج ۱۔ ص ۷۴۔ س ۲۶) اس موقع پر پہلی بار اب ہم اس قابل ہوئے ہیں کہ ابن حجر کے قول کا لیدن کے مخطوطہ کے متن سے مقابلہ کریں (دیکھو WZKM ج ۴۔

---

[1] - سمعانی نے فَوَطی (بفتح الواو) بدل فُوْطی (بسکون الواو) منضبط کیا ہے، دونو الفاظ کے معنے ہیں " فوط فروش "۔ فوطہ ایک کپڑا ہے جو تہ بند کا کام دیتا ہے اور ہندوستان سے آتا ہے (دیکھو لغات) اور اس لفظ کو ایرانی اور ترک بھی استعمال کرتے ہیں۔

ص ۲۲۱ - **تکملہ کتاب الفہرست** ص - ۲) کیونکہ **لیدن** کے نسخہ کی عبارت ابن حجر کی اس عبارت سے زیادہ طویل ہے، جیسا کہ یہ بات اس عبارت سے "کہ اس نے اپنے آپ کو وزارت کے لئے پیش نہ کیا" سے ظاہر ہے جو ہمارے سامنے ہے، (دیکھو سابق میں مطبوع متن پر بائیں صفحہ میں حاشیہ)۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ابن حجر ہمارے سامنے متن کو مختصر صورت میں پیش کرتا ہے۔ آیا یہ عبارت اسے اپنے فہرست کے مخطوط میں اسی طرح ملی یا اس نے اصل عبارت کو خود مختصر کیا؟ یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں[۵۱]۔

نمبر۶: عباد بن سلمان (اکثر مخطوطات میں سلمان" کی بجائے سلیمان ہے، لیکن مقدم الذکر قابل ترجیح ہے کہ "سلیمان" کی نسبت اس میں زیادہ غرابت ہے) فوطی کے تلامذہ میں سے تھا۔ ابن الکلاب کے ساتھ اس کی مناقشات کا تذکرہ فہرست (ص ۱۸۰ س ۱۰ تا ۱۰۔ ل) میں بھی ہے۔ اس کے عقائد کے لئے دیکھو مقالات الاشعری اور کتاب الانتصار للخیاط،

نمبر۷: ابو مسعود العسکری: ابن المرتضی (ص ۳۳) نے اس کے متکلم اور محدث ہونے کا مختصر ذکر کیا ہے۔

نمبر۸ - ابو عیسی الوراق کی وفات ۲۴۷ھ میں ہوئی۔ (دیکھو Ritter کا مقالہ "Islam" میں ۔ ج ۱۸ - ص ۳۵ ابا)

---

[۵۱] میں علی سبیل الاعتراض کہتا ہوں کہ مخطوط لیدن کا نقل ۔ ZKM ۳۶ - ج ۲ - ص ۲۲۱ - س ۲) تاریخ بغداد (ج ۷ - ص ۱۲۸ - س ۲) کی مدد سے پر کیا جا سکتا ہے۔

کا ذکر فہرست میں ایک اور دفعہ ان لوگوں میں آیا ہے جو بظاہر اسلام کے مدعی تھے لیکن بہ باطن زندیق تھے۔

نمبر ۹: جاحظ کی وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی۔ جاحظ کے ابن الزیات کی طرف مرسلہ سے ایک اقتباس لیدن کے نسخہ میں موجود ہے (دیکھو WZKM ج ۴- ص ۲۲۲- تکملہ کتاب الفہرست ط- القاہرۃ- ص ۳، مبرد کا کتب ثلاثہ کے بارے میں جو قول ہے اس کی نظیر کتاب الفہرست (ص ۱۱۶ س ۲۷ ف-ل) پر موجود ہے۔

نمبر ۱۰: جعفر بن حرب ۱۷۷ سے ۲۲۶ تک زندہ رہا (دیکھو Ritter کا مقالہ" Islam میں- ج ۱- ص ۳۵ - اور تاریخ بغداد ج ۷ ص- ۱۶۲) کتاب الفہرست (ص ۲۶ س ۲۰ ف- ل) پر اس کی ایک کتاب "متشابہ القرآن" کا ذکر ہے۔ اور ص ۱۸۲- س ۱۶ پر ایک اور کتاب "المسائل التی جرت بین یحیی بن کامل و بین جعفر بن حرب" مذکور ہے۔

نمبر ۱۱: جعفر بن مبشر کی وفات ۲۳۴ھ میں ہوئی۔ (دیکھو فہارس الاشعری) اس کی ایک "کتاب الناسخ والمنسوخ" کا ذکر فہرست (ص ۳۷- س ۲۶ ف-ل) پر ہے۔ اس کے بھائی حبیش متوفی ۲۸۸ھ کے لئے دیکھو تاریخ بغداد ج ۸ - ص ۲۷۲، اور تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۹۵-

نمبر ۱۲: اسکافی کی وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی۔ دیکھو تاریخ بغداد - ج ۵- ص ۴۱۶) خیاط اور اشعری اس کا کئی بار ذکر کرتے ہیں

نمبر ۱۳: اسی طرح اشعری عیسی بن الہیثم کی طرف کئی بار اشارہ

کرتا ہے،

نمبر۱۴: شحّام کے لئے دیکھو فہارس الاشعری، اس کا سنہ وفات نامعلوم ہے، تاہم ابن الندیم کی روایت سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ اس کی وفات ۲۵۰ھ کے بعد ہوئی۔ یہ وہی سال ہے جس میں عبید الزنج نے بصرہ کو تہ و بالا کر دیا تھا۔

نمبر۱۵: ابو مجالد کی وفات ۲۶۸ھ میں ہوئی (دیکھو تاریخ بغداد ج ۴ ص ۹۵) لیدن کے نسخہ میں بھی اس کا نام ملتا ہے (WZKM ج ۴ ص ۲۲۵ - تکملۂ کتاب الفہرست ص ۴ - س ۶) اور وہاں یہ بھی بتایا ہے کہ ابو علی جُبائی اس کی مجالس میں حاضر ہوا کرتا تھا) "خبر الواحد" کا مسئلہ جس میں ابو داؤد ظاہری اور ابو مجالد کی مناقشت رہی اس کا ذکر ابو داؤد نے اپنی ایک تصنیف میں کیا ہے۔ کذا فی الفہرست ص ۲۱۷ - س ۱۳ ت - ل۔

نمبر۱۶: خیّاط (تیسری صدی کے اواخر میں فوت ہوا) کے لئے دیکھو کتاب الانتصار کے پہلے Nyberg کا مقدمہ، وایضاً سابق میں مطبوع متن ٹونک پر میرا افادہ برسطرا۔ بیعد

نمبر۱۷: الناشی المصری (م - ۲۹۳ھ) دیکھو تاریخ بغداد ج ۱۰ - ص ۹۲ اور ابن خلکان نمبر ۳۵۲، حسن المحاضرہ للسیوطی ج ۱ - ص ۲۵۶، Houtsma کا مقالہ WZKM میں ج ۴ - ص ۲ (کے تین ابیات لیدن کے نسخہ میں نقل کئے گئے ہیں - WZKM ج ۴ ص ۲۲۴ - تکملہ کتاب الفہرست ص ۵)، صاحب الفہرست کے قول پر - ص ۱۶۷ - س ۲۰ ت - ل "زُهمة الله" کی بجائے "عبد الله"

صحیح ہے)۔ ناشی مذکور کے اشعار ایک پچاس ورق کا دیوان تھا، ابن الندیم نے ص ۲۳۸ ف۔ل پر کہا ہے کہ وہ درپردہ زندیق تھا، اس کی تردید ابن حجر نے اس اقتباس میں شدت سے کی ہے، لوگ اسے مضطرب الذہن شخص خیال کرتے تھے (ملاحظہ ہو فہرست ص ۱۴۲ س ۱۹ ف۔ل جہاں واسطی نے اس کی ہجو کی ہے) اس کی نقد پسند طبیعت نے تمام مروجہ علوم۔منطق۔عروض۔شعر۔پر شدت سے حملے کئے، خلیل کے عروض کے نظام پر سخت تنقید کی، علم طب پر اس کی شدت تنقید نے رازی کو اس کے نقض پر برانگیختہ کر دیا۔(دیکھو فہرست ص ۲۹۹۔س ۲۸ ف۔ل) اسی طرح وہ داؤد ظاہری کے مقابلہ کے لئے طیار ہؤا لیکن ابن داؤد نے اس کا رد لکھ دیا (دیکھو فہرست ص ۲۱۷۔س ۲۷۔ف۔ل) اس نے تمام علوم پر اپنی آراء کو ایک نونیہ قصیدہ میں جمع کر دیا ہے۔یہ ایک درسی قسم کا قصیدہ ہے۔جس میں چار ہزار اشعار ہیں، اس درسی شعر کے دو نمونے ابن رشیق نے عمدہ (ط۔قاہرہ ۱۳۴۴ھ ج ۲۔ص ۱۹۱ اور ص ۹۲ بعد) میں پیش کئے ہیں۔

نمبر ۱۸: ابو علی الجبائی (۲۳۵ھ تا ۳۰۳ھ) اشعری کا مشہور و معروف استاد ہے لیڈن کے نسخہ میں (دیکھو ZDMG ۴۷ ص ۲۲۴ بعد۔تکملہ کتاب الفہرست ص ۲) اس کے ترجمہ سے ایک اقتباس ہمارے لئے محفوظ ہے، لیکن اس میں اس کی تصانیف کا قطعاً ذکر نہیں، تاہم ان میں سے بعض ہمیں ابن حجر کے واسطے سے معلوم ہوئی ہیں، اور وہ "رد" جسے ابن حجر نے ذکر کیا ہے اس سے

مراد کوئی ایک معین کتاب نہیں بلکہ ایک سلسلہ کتب ہے - جو خیاط - صالحی - جاحظ - نظام اور برذعی وغیرہ معتزلہ کے رد میں لکھا گیا (دیکھو ابن المرتضیٰ ص ۴۰)

نمبر ۱۹ : میں نے ابو الحسین البغدادی کو اس کتاب کے سوا اور کہیں نہیں پایا، ٹونک کے نسخہ میں بھی کعبی کے تلامذہ میں اس کا کہیں ذکر نہیں، الشیخ المفید سے مراد ابن المعلم ہے (۳۳۶ھ تا ۴۱۳ھ دیکھو تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۳۱، طوسی ص ۳۱۴، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۲۹ و ۱۳۱، اور لسان المیزان ج ۶ ص ۳۶۸) یہ ابن الندیم کا معاصر اور عمر میں اس سے چھوٹا تھا، ابن الندیم اسے ذاتی طور پر جانتا تھا، (دیکھو فہرست ص ۱۷۸ س ۶ ف ـ ل، اور ص ۱۹۷ س ۲۶ ف ـ ل اور س ۳ سابق ہیں)

نمبر ۲۰ : رُمّانی ۲۹۶ھ سے ۳۸۴ھ تک زندہ رہا - (تاریخ بغداد ـ ج ۱۲ ص ۱۶، نزھۃ الالبا لابن الانباری ص ۳۵۹ یبعد، ارشاد الاریب ج ۵ - ص ۲۸۰ - ۲۸۳، ابن خلکان نمبر ۴۴۶، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۳۵، بغیۃ الوعاۃ للسیوطی ص ۳۴۴) ابن الندیم نے پہلے اس کا ذکر نحات میں کیا ہے، (ص ۶۳ ف ـ ل) پھر مختصراً معتزلہ میں (ص ۱۷۳ س ۱۵ تا ۱۹ [یہ عبارت "من غیر خطہ : ھو الرمانی" لازمی طور پر حاشیہ کے الفاظ تصور ہونے چاہئیں]) مخطوطہ "س" میں اس جگہ پر خلل واقع ہوا ہے - لیکن ہم اسے اس اقتباس کی مدد سے جو لسان المیزان میں موجود ہے ایک حد تک پُر کر سکتے ہیں، اور یہ حکایت کہ کیسے رمانی نے

سری رفاء کو (م- ۳۶۶ھ- دیکھو فہرست ص ۱۲۹ ف-ل-
تاریخ بغداد ج ۹ ص ۱۹۴، یتیمۃ الدھر للثعالبی ج ۱- ص ۴۵۶-
بعد، اور ارشاد الادیب ج ۴- ص ۲۲۲- وغیرہ وغیرہ) جو کہ
شیعہ تھا اعتزال کی دعوت دی... ابن حجر نے نہیں روایت کی اگرچہ
اس نے کتاب الفہرست کے اپنے نسخہ پڑھی ضرور تھی، لیکن یہ لیدن
کے نسخہ میں ہمارے لئے محفوظ ہے (W Z K M ج ۴ ص ۲۲۵ تکملہ
کتاب الفہرست ط- القاہرہ- ص ۶)" اس روایت سے یہ بھی ثابت
ہوتا ہے کہ جو تشیع کے عقائد اہل السمرمانی کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ
شیعہ کے نزدیک محض افتراء ہے، رہا تقیۃ تو وہ شیعہ کے ساتھ
مخصوص نہیں،

نمبر ۲۱: ابو ھاشم الجبائی ۲۷۷ سے ۳۲۱ھ تک زندہ رہا۔
(تاریخ بغداد ج ۱۱- ص ۵۵، الانساب للسمعانی (ص ۱۲۱- الف -)
اور میزان الاعتدال ج ۲- ص ۱۳۱) یہ اقتباس بھی مخطوطہ "س" میں
مفقود ہے (= ص ۲۷۴ ف-ل)"

آخر کے تین اقتباسات (۱۹ و ۲۰ و ۲۱) جو ہمارے کسی بھی مخطوطہ میں
نہیں پائے جاتے۔ (اگرچہ وہ اجزاء جن کے ساتھ ان اقتباسات کا تعلق ہے موجود
ہیں) ایک دفعہ پھر اس بات کی ناقابل تردید شہادت دیتے ہیں کہ کتاب
الفہرست کی ایک دوسرے سے منفرد روایات میں صد درجہ تزاحم اور اختلاف
پایا جاتا ہے، رہا یہ سوال کہ فلوگل کے مطبوعہ نسخہ میں نسق اور التئام کہاں
سے پیدا ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نسخہ دراصل ایک ہی نسخہ پر

مبنی ہے۔ جس کی طرف مختلف اور بعید طریق روایت سے فلوگل کے نسخہ
کی سند آخر کار جا کر پہنچتی ہے۔ ان حالات کے پیش نظر لیدن کا نسخہ
بھی ہمارے سامنے نئی روشنی میں آتا ہے، جیسا کہ مشہور ہے ــ
(Houtsma) کی رائے یہ ہے کہ یہ نسخہ کتاب الفہرست کو اس
کی ابتدائی صورت میں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے اور فلوگل کا مطبوعہ
نسخہ اس کی منقح اور مصحح شکل ہے، لیکن آج یہ قول ناقابل قبول ہے۔
اور کیوں ہو؟ ہم اس نسخہ میں ایسی وافر عبارات پاتے ہیں جو خاص
اس حصہ کو جس کا تعلق سیر اور معرفت کتب سے ہے خارج کر کے حکایات
کو اس پر ترجیح دیتی ہیں، اور جہاں کہیں بھی ہمارے لئے یہ ممکن
ہؤا کہ ہم اس نسخہ کے متن کا اپنے مخطوطات اور فہرست کے
اقتباسات سے مقابلہ کریں وہیں لیدن کے نسخہ کا متن باقی سب
متون سے اکمل اور اتم نکلا، اور پھر جب ہم اس نسخہ (جو کہ دوسری
کتابوں سے اقتباسات کے ساتھ اس طرح خلط ملط ہؤا ہؤا ہے۔
کہ ایسی کوئی علامت نہیں جس سے ہم یہ معلوم کر سکیں کہ یہ عبارات
دراصل اقتباسات ہیں اور نفس کتاب میں سے نہیں) کے اسلوب پر نظر
ڈالتے ہیں تو اس میں کتاب الفہرست کی ابتدائی صورت کو تلاش کرنا ایک
امر محال ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس یہ رائے زیادہ صائب اور سدید
معلوم ہوتی ہے۔ کہ لیدن کے نسخہ میں باقی تمام مخطوطات سے زیادہ
کامل کتاب الفہرست کی روایت موجود ہے ؎

تنقید و تبصرہ

دستور الفصاحت | فارسی زبان میں یہ ایک قابل قدر تصنیف ہے جس کے مصنف سید احمد علی یکتا لکھنوی غازی الدین حیدر اور نصیر الدین حیدر کے زمانے میں گزرے ہیں۔ کتاب کے تین حصے ہیں، پہلے حصے میں اُردو زبان کی پیدائش، ترقی اور حلقۂ اثر سے بحث کی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں اُردو کی صرف و نحو، معانی، بیان بدیع اور عروض کے قواعد و ضوابط بیان ہوئے ہیں اور آخر میں ۲۵ ایسے شاعروں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے شعر کتاب کے اندر سند میں پیش کئے گئے ہیں[1]۔

سید امتیاز علی صاحب عرشی رامپوری نے کتاب کے پہلے اور آخری حصے کو نہایت جانفشانی کے ساتھ مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ متن کی تصحیح کی ہے اور ۱۷۱ صفحے کا ایک جامع مقدمہ لکھا ہے جس میں مصنف، موضوعِ کتاب اور بالخصوص اردو شعراء کے تذکروں کے بارے میں نہایت مفید معلومات بہم پہنچائی ہیں، ان تذکروں میں بہت سے ایسے ہیں جو قلمی ہیں اور ابھی تک شائع نہیں ہوئے۔ "کتاب کا مقدمہ اُردو زبان کی تاریخ پر مفید روشنی ڈالتا ہے اور خاتمے کے مباحث شعراء کے بارے میں متعدد دلچسپ اور اہم بیانوں اور نکتوں پر مشتمل ہیں"[2]۔ فاضل مرتب نے اپنے فاضلانہ حواشی سے کتاب کو ایک معدنِ معلومات بنا دیا ہے۔ ایک نہایت عمدہ کام جو انہوں نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر شاعر کے متعلق اپنے حاشیوں میں یہ بتایا ہے کہ اور کونسی کتابوں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ فلہذا کتاب اُردو شاعری کے مؤرخ کے لئے مآخذ کا سرچشمہ بنا دی گئی ہے۔

دستور الفصاحت سلسلۂ مطبوعات کتابخانۂ رامپور کی چوتھی کڑی ہے۔ پہلی تین کتابیں بھی ہمارے مکرم سید امتیاز علی عرشی کے اعتناء سے طبع ہوئیں۔ سید صاحب ہندوستان میں چند گنتی کے کام کرنے والے لوگوں میں سے ہیں، کثّر اللہ فینا أمثالہ!

کتاب ٹائپ کے حروف میں نہایت دیدہ زیب چھپی ہے۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف دو[2] روپے ہے۔

---

[1] مقدمہ مصحح، ص ۳، [2] ایضاً،

لاہور قدیم

(گذشتہ سے پیوستہ)

اب لکھا جاتا ہے بیان آبادی عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ

جس زمانہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لاہور لیا گرد و جوار لاہور کے ٹوٹے پھوٹے ہوئے مکان اور کھنڈرین رہ گئی تھیں - اندر شہر کا حال بھی بہت خراب تھا تھوڑے برسوں پرانے مکانات جو کہ برائے نام تھے نشان رہا اور بطرز جدید آبادی ظہور میں آئی - میدان انارکلی میں چھاؤنی فوج جنرل ونتورا صاحب ولارن صاحب وتوپ خانہ ہائے الٰہی بخش وغیرہ معمور ہوئے اور موضع دارالضلع میں چھاؤنی شہزادہ کھڑک سنگھ اور سامنے اس کے مشرق کی طرف میں جہانتک اب کالج اور گرجا گھر ہے چھاؤنی امیر چند کمان افسر چند توپ اور میدان میانمیر میں چھاؤنی فوج ماتحت جمعدار خوشحال سنگھ و سردار تیجا سنگھ وغیرہ تھی' یہ بڑی بھاری چھاؤنی تھی - جس میں تخمیناً پچیس ہزار سوار و پیادہ رہا کرتا تھا - جس جگہ پر بالفعل بنگلہ آسائش گاہ جناب مستطاب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب ہے جمعدار خوشحال سنگھ رہا کرتا تھا - یہ گھر پہلے ایک مقبرہ عظیم الشان کسی امیر متوسل چغتائیاں کا تھا - جمعدار نے اس کی ترمیم بوضع خاطر خواہ کرا کر اپنا آرامگاہ بنایا اور ارد گرد میں اس کے باغ عالی شان جس میں نایاب پھل پھول پیدا ہوتا تھا - اب اگرچہ اور وضع کے معمور و آراستہ ہے - مگر اس سے زیادہ تر بہتر ہے قریب و جوار میں اس کے کمان افسران ماتحت کے بنگلے

تھے اور ہر ایک نے بحسب حیثیت آراستگی کی ہوئی تھی ساور موضع باغبانپورہ کے مغربی طرف میں نزدیک لاہور تک چھاؤنی مصر رام کشن اور جنرل گلاب سنگھ پوہوونڈیہ اور جنرل اویتویلہ اور جنرل کورٹ صاحب کی تھی۔ اور جہاں اب کوڑھی خانہ ہے فوج سوار ماتحت سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کی رہا کرتی تھی۔ یہ چھاؤنی بہت تھوڑی جگہ پر تھی۔ مگر رونق بہت تھی۔ ہنوز علامت اس کی ایک احاطہ پختہ موجود ہے۔ جس میں کوڑھی رہا کرتے ہیں۔ نولکھہ میں جو کہ بیرون دہلی دروازہ وزکی کے قریب شہید (گنج ؟) کے ایک قطعہ زمین کا نام ہے لہنا سنگھ رہا کرتا تھا۔ نولکھا باغ علی مرادان خان امیر شاہجہان کا تھا۔ جس کوٹھی کا نام کوٹھی سردار لہنا سنگھ زبان زد انام ہے۔ بارہ دری باغ مذکور کی تھی۔ لہنا سنگھ نے اس کو بطرز آخر آباد کیا۔ کما سنذکر ان شاء اللہ تعالیٰ[1] ایک چھاؤنی اندر دروازہ زکی اور ایک اندر دروازہ خضری اور ایک اندر ٹکسالی کے تھی۔ اور گرداگرد قلعہ شاہی اندر باہر شہر کے چند توپ خانے اور ایک زنبور خانہ رہا کرتا تھا۔ اور قواعد سب جگہ فرانسیسی ہوتی تھی۔ ورائے اس کے امراء ریاست نے بہت باغ اور کوٹھیاں عالی شان تعمیر کرائیں اور فقراء نے بہت مقبروں اور مزاروں کی رونق کو تازہ کیا۔ اور جابجا مکانات سکنی بطور تکیہ آراستہ اور معمور کرائے عوام کے مکانات کی تو کچھ گنتی نہ تھی۔ مگر جو بڑے بڑے آدمیوں نے باغ بنوائے یا بحکم سرکار پرانے باغوں کو آراستہ کیا وقت خاتمہ ریاست سکھاں ایک سو ستائیس گنتی میں آئے۔ ایک باغ شالامار اس تعداد سے مستثنےٰ ہے ماورا اس کے ہر ایک باغ نیا یا پرانا معمورہ یا آراستہ عہد مہاراجہ صاحب و پس ماندگان مہاراجہ صاحب باستثنا ان باغوں کے جو کہ اراستہ

---

[1] انہیں سے بعض کا ذکر ظفرنامۂ رنجیت سنگھ ص ۱۷۲ بعد پر دیکھیں ۔

ہو کر پھر ویران ہو گئے - اگر ہر ایک باغ کی کیفیت اور ماہیت لکھوں تو خوف تطویل کلام ہے۔ اس لیئے ان میں سے جو قابل تعریف اور بڑے شوق و ذوق سے تیار ہوئے لکھے جاتے ہیں +

باغ جمعدار بیرون دروازہ مستی بڑا عالی شان باغ ہے جس میں اکثر طرح کا پھل ہوتا ہے۔ شیر سنگھ کے وقت میں سکھوں نے ازراہ تمردی اس کو ویران کر دیا تھا - مگر جمعدار نے پھر وبسا بنا لیا - جمعدار اور دونوں اس کے بیٹے یہاں ہی سسکارے گئے تھے اور راجہ تیجا سنگھ کی بھی اسی جگہ پر سمادھ ہوئی - آمدنی اس کی سال تمام تخمیناً ایک ہزار روپیہ اور رقبہ اس کا کچھ زیادہ تیس بیگھہ سے اس باغ کا ایک حصہ راجہ تیجا سنگھ نے بحالت صغر سنی سردار بھگوان سنگھ اپنے ولی عہد ہرنس سنگھ کو دے دیا تھا - اس واسطے وہ قطعہ الگ ہو گیا سڑک ریلوے پشاور اس باغ کی زمین کے بیچ میں سے ہو کر گئی ہے اور قرب وجوار میں اس باغ کے زمینداروں اور رانیوں کے کوٹھے اور رعایا کے چھوٹے چھوٹے باغیچے ہیں - اور کچھ فاصلہ پر اس سے :-

باغ منگلاں کنیز رانی جنداں والدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ تھا - اب وہ قطعہ چند لوگوں میں منقسم ہے - اس کے مشرق و شمال میں +

باغ جگت سنگھ اٹاری والہ یہ باغ اگرچہ تھوڑے قطعہ پر ہے۔ لیکن اس وقت میں اس کے بہت چرچے تھے - گرداگرد اس کے دیوار پختہ اور وفور اشجار سے روز روشن میں رات نظر آتی ہے - اب اگرچہ ویران نہیں مگر وبسا نہیں رہا سردار کاہن سنگھ نبیرہ سردار جگت سنگھ برائے نام اس کا مالک ہے

اس کو اس کی رہائش کا کچھ شوق نہیں۔ پاس اس کے باغ سردار نا ہر سنگھ اٹاری والے کا ہے۔ یہ بھی برائے نام ہے ورنہ ویران پڑا ہے پاس اس کے مغربی طرف میں

باغ راجہ سوچیت سنگھ یہ باغ بھی کبھی جنت نظیر ہو چکا ہے۔ راجہ سوچیت سنگھ اسی جگہ پر سکارا گیا تھا سمادھ اس کی بنی ہوئی ہے اب یہ باغ بقبضہ مہاراجہ جموں برادر زادۂ راجہ سوچیت سنگھ ہے۔ اس لئے یہاں کی آرائش اور رونق بنی رہی عرض و طول اس کا بھی باغ جمعدار سے کمتر ہے۔ اس باغ کے مغربی طرف میں

باغ سرکاری تھا۔ اس میں سوائے ایک کوٹھ یا [رہ] دری کے کوئی عمارت نہ تھی۔ مگر سب باغوں میں زیادہ سرسبز اور تر و تازہ اور وضعدار تھا۔ درخت کم تھے موسم ربیع میں گلزار کی بہار ہوتی تھی۔ اور ایام ہولی میں یہاں بڑا بھاری میلا ہؤا کرتا تھا۔ پاس اس کے شمال کی طرف میں باغ چھوٹے رام کا تھا۔ جس میں درخت بادام بہت افراط سے تھے۔ اگرچہ یہ باغ ضبط ہوکر ساتھ سرکاری باغ کے ملا لیا گیا تھا۔ لیکن اوسی کے نام پر مشہور رہا۔ اس عمل میں ان دونوں قطعوں پر جوکہ زیادہ ڈیڑھ سو بیگہ سے تھے۔ آرائش نہج جدید کرکے کمپنی باغ بنایا گیا تھا۔ اور علاوہ ان کے بہت قطعات زمین گرد وجوار سے ساتھ اس کے ملائے گئے تھے۔ اور چند سال تک بہت آرائش اور افزائش رہی تھی۔ مگر کسی باعث سے بعد چند سال نیلام کیا گیا۔ اب وہاں زراعت ہوتی ہے۔ پاس اس کے بر لب نالہ راوی بمقابلہ شاہدرہ مہنتوں کی آبادی تھی۔ انہوں نے چھوٹے سے قطعہ پر

ایک باغ اور تھا کردوارہ بنایا ہوا تھا۔ کہ ہنوز قائم ہے" سرکاری باغ سے تخمیناً آدھ میل پرشرق و شمال میں براہ شاہ بلاول :۔

باغ بندوالہ | تھا۔ یہ باغ برسربند عالمگیری بادگاری عہد عالمگیر کے تھی (کذا) اسی واسطے زبان زد عوام بندوالہ تھا مہاراجہ رنجیت سنگھ ایہاں کی آب وہوا کو پسند کرتا اور اس کی آرائش کے بہت متوجہ تھا۔ پرانے علامات حیاض وغیرہ اٹھائے باغ مذکور ہنوز قائم ہیں۔ اب اس باغ میں بھی زراعت ہوتی ہے ؛

باغ شاہ بلاول | پاس مزار حضرت شاہ بلاول کے تعمیر اور آباد کرایا ہوا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ہے۔ سب باغوں پر فائق تھا۔ مہاراجہ شیر سنگھ اکثر ایہاں رہا کرتا تھا۔ اور اسی جگہ مارا گیا۔ اس کے عہد کی ایک بارہ دری پختہ بہت عمدہ بنی ہوئی ہے۔ سمادھ اوس کی اور اوس کی اولاد سے اس کے بیٹے پرتاب سنگھ کی ایہاں ہے" پاس اس باغ و بارہ دری کے تھوڑے فاصلہ پر ایک حمام پرانا تھا۔ مہاراجہ شیر سنگھ نے اوس کو مرمت کیا تھا۔ نیچے اوس کے نالہ دریاے راوی بہتا تھا جو کہ اب بھی موسم برسکال (کذا) میں جاری رہتا ہے ؛

باغ جوالا سنگھ بھرانیہ | یہ باغ پاس باغ مذکور کے ہے کبھی بڑا عالی شان باغ ہو گذرا ہے اب چنداں آباد نہیں ؛

باغ داودی | متصل باغ جوالا سنگھ جس کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے آباد کرایا تھا۔ درمیان اس کے بڑی عمدہ بارہ دری تھی۔ باغ ویران ہوگیا۔ مگر بارہ دری ہنوز موجود ہے۔

تھوڑے فاصلہ پر (اوسکے) ایک بارہ دری یادگاری مہاراجہ صاحب کی ہے۔ جس کو بارہ دری جھلاروالی کہتے ہیں ۔

باغ وستی رام یہ بھی اسی گرد جوار میں ہے یہ تمام بیلہ بھائی وستی کا مقبوضہ اور اوسی کے نام پر مشہور ہے۔ اس باغ میں کوئی عمارت قابل تعریف نہیں۔ مگر باغ بہت وضعدار ہے ۔

باغ رام بلاول تھوڑے فاصلہ پر باغ وستی رام سے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بنوایا تھا۔ اب ویران ہے ۔

نواب کا باغ پاس باغ رام بلاول کے یہ باغ پرانا ہے بانی اس کا بالتحقیق ثابت نہیں ہوتا۔ ویران پڑا تھا مہاراجہ صاحب نے نواب سرفراز خاں ملتانی کو دیدیا تھا۔ اوس نے بڑے شوق و ذوق سے آباد کیا سابق صرف چار دیواری اور ٹوٹی پھوٹی ہوئی ایک بارہ دری تھی۔ اب وہ چار دیواری نہیں رہی۔ صرف بارہ دری شکستہ وافسردہ ہے۔ یا کچھ درخت نظر آتے ہیں۔ کیونکہ اوس کی اولاد سے کسی کو حوصلہ اور ہمت اس کی تعمیر نہ ترمیم کی نہیں۔ بچارے اوقات بسری کو مغتنمات سے سمجھتے ہیں ۔

باغ راجہ تیجا سنگھ پاس موضع کوٹ خوجہ سعید موضع کھوئی[1] بیراں بڑا عالی شان باغ ہے۔ اخیر زمانہ سکھوں میں جب راجہ صاحب میر کونسل اعالیان دربار مہاراجہ دلیپ سنگھ تھا یہ باغ تیار ہوا۔ اگرچہ زمین اس کی باغ جمعدار و اتو[2] ڈیرہ[3] کے بریت سے کم ہے لیکن بنہایت اتم آباد و پر رونق ہے۔ پرورش اس کی آبشار نہر سے ہوتی ہے۔ اور جو پھل پھول یہاں ہوتا ہے اور کسی باغ وضع ہندوستانی

[1] اصل: کوئی۔ [2] ؟ [3] یہ پر یڈہ

میں نہیں ہوتا۔ اس کی تیاری پر زیادہ لاکھ روپیہ سے خرچ ہوا۔ اور تعمیر اس کی بہت وضعدار ہوئی۔ چنانچہ جو مکان آرامگاہ معمور ہوا بہت جگہ پر اس میں سنہری کام ہوا۔ جب تک راجہ صاحب بقید حیات رہے اس کی تعمیر اور آرایش بڑھتی رہی اب اگرچہ آراستگی اس کی دم بدم افزوں نہیں کہ راجہ ہربنس سنگھ کو کفایت شعاری بہت منظور ہے۔ لیکن کم بھی نہیں' اوسی زمانہ میں قریب اس کے :۔

باغ جواہر مل مستری چن گھماؤں زمین پر آباد ہوا۔ اس میں بھی چند روز تک یعنے جب تک جواہر مل جیتا رہا خوب رونق رہی ؛

باغ راجہ دینا ناتھ یہ باغ بھی پاس موضع کھوئی[1] میراں کے اوسی زمانہ میں بڑی شان وشوکت سے آباد ہوا' زمین اس کی بہت اور آرایش وضعدار ہے' اور اس میں ایک بارہ دری جو کہ ایک بڑا بھاری محلسرا ہے بڑے شوق و ذوق سے تعمیر ہوئی ہے۔ یہاں بھی تا وقتیکہ راجہ دینا ناتھ نہیں مرا بہت آرایش رہی ہر ایک طرح کا پھل پھول ہوتا تھا۔ مگر اب ویسا نہیں رہا۔ پاس کے لاہور کی طرف ہیں :۔

باغ کرپا رام تھا۔ کرپا رام نے جو کہ تھوڑی مدت تک مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حضور میں مقرب رہ چکا ہے۔ بڑی شان وشوکت سے بنوایا تھا۔ اس باغ (میں) زیادہ سو بیگہ سے زمین محصور تھی۔ چار دیواری اس کی بہت دور و دراز تک معمور اور درمیان میں اس کے ایک تالاب اور بارہ دری تھی۔ مگر اوس کی حیات ہی میں جب اوسکے تغرب میں خلل واقع ہوا اجڑ گیا تھا۔

---

[1] اصل : کوی ؛

اور مدت دراز تک صرف احاطہ محصور پڑا رہا اب اوس تالاب پر ایک گاؤں آباد ہے جس کو سلطان پور کہتے ہیں۔ زمین اس باغ کی اکثر راجہ دینا ناتھ کے باغ میں آ گئی ٭

باغ بھگت رام متصل باغ راجہ دینا ناتھ محصور اور بوجہ احسن معمور ہے۔ لیکن زمین اس کی تھوڑی ہے اور اب برائے نام رہ گیا ٭

باغ فقیر نورالدین باغ راجہ دینا ناتھ سے مشرق کی طرف بیں پاؤ کوس پر یہ باغ بھی بعہد ریذیڈنٹی آباد ہوا تھا۔ مگر اتمام کو نہیں پہونچا۔ جب دربار ٹوٹ گیا اس پر تنزل واقع ہوا تھوڑی مدت نہ گذری کہ نہ دیوار رہی نہ گلزار ٭

باغ شام داس یہ باغ بیاہ بھائی وستی رام میں ہے۔ متصل زلکھا کے اگرچہ باغ بہت چھوٹا تھا مگر محصور پختہ اور وضعدار تھا۔ اب چنداں آباد نہیں ٭

باغ رتن چند ڈھر والہ یہ باغ گو چھوٹا سا ہے مگر ایک زمانہ میں ایہاں بھی بہت رونق ہو چکی ہے۔ اس کے بھی گرد نواح میں دیوار پختہ ہے ٭

باغ اہلو والیہ پاس باغ رتن چند مذکور کے[1] اس باغ میں زمین بیس بیگھہ سے زیادہ نہیں لیکن عجیب وضع پر معمور ہے ایک قطعہ پائیں اور ایک قطعہ بالا اور درمیان میں ایک بڑا بھاری دالان اور آرام گاہ ہے۔ اور شرق کی طرف میں اس کے تیسرا قطعہ ضمیمہ اس کا اور اسی سے علیحدہ ہے۔ پہلے یہ باغ پاس ونتورا صاحب کے تھا اور اسی نے تعمیر اور آراستہ کیا جب ونتورا صاحب چلا گیا سرکار

---

[1] اصل: مامورہ

اہلو والیہ کو دے گیا ۔

باغ نو لکھا مقبوضہ سردار لہنا سنگھ مجیٹھہ جس کا ذکر بیان مکانات دیرینہ میں لکھا جاوے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ باغ

پاس باغ اہلو والیہ کے واقع ہے ۔

باغ او ینتو یلہ صاحب پاس مزار فقیر شاہ سرمست کے، پاس اس کی چھاؤنی صاحب ممدوح کی تھی۔

اور سر چھاؤنی و باغ بڑی عظیم الشان کوٹھی جس کی تعمیر و آرائش پر چند لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا۔ صاحب موصوف کا ارادہ تھا کہ پشاوہ جو کو درمیان میں کر کے تین چار کوس تک سرمیں سر درختی کرتا۔ چنانچہ پڑاوہ مذکور پر اوس نے ایک کنواں عالی شان بنوایا۔ اور ایک بارہ دری بہت عمدہ تعمیر کرائی تھی اور باغ کی دیوار تین طرف کی تیار ہو چکی تھی۔ کہ صاحب ممدوح پشاور کو بھیجا گیا اور کام ناتمام رہا۔ بعہد وزارت راجہ ہیرا سنگھ صاحب ممدوح رخصت لے کر وطن کو گیا۔ قیمت کل تعمیر سرکار سے لے گیا اور اس باغ کا نام و نشان نہیں رہا۔ مگر کوٹھی ہے سو اور ہی وضع پر معمور ہے، اس کوٹھی کے پاس آدھ کوس پر مشرق و جنوب میں

باغ و کوٹھی کرت صاحب ہیں بہت رونق تھی، پاس اس کے دو پلٹن کی چھاؤنی تھی۔ اور یہ چھاؤنی

ایک طرف سے چھاؤنی ہائی واقع میدان میانمیر سے اور دوسری طرف سے چھاؤنی گلاب سنگھ پوہوندیہ سے ملتی تھی۔ علیٰ ہذا القیاس سب کمان افسران نامور ان نے سر چھاؤنی ایک کوٹھی اور ایک باغ بنوا رکھا تھا۔ جو باغ[1] جمعدار صاحب نے اپنی کوٹھی کے گرد و جوار میں بنوایا تھا بے نظیر تھا۔ اب وہاں اگرچہ سابق حیثیت کا نام و نشان نہیں رہا۔ مگر

[1] اصل: کوٹھا،

رونق اور آبادی اور آرایش اوس سے دہ چند زیادہ ہے +

باغ ونتورا صاحب میدان انار کلی میں یہ باغ تخمیناً بیس بیگھہ میں تھا۔ مگر آرایش اس کی بہت تھی جس جگہ پر محکمہ معتمد فنٹ گورنر ہے ایہاں کوٹھی دو منزلہ بہت عالی شان بنی ہوئی تھی۔ جس پر کئی لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا۔ اب اوس کا نام ہی نہیں۔ مگر عمارت حال اس سے چند حصہ زیادہ تر بہتر ہے +

کڑی باغ پاس موقع تعمیر تھانہ سرکاری یہ باغ بھی ونتورا صاحب کا تھا، اس کی لڑکی یہاں دفنائی گئی تھی اسواسطے کڑی باغ موسوم ہوا۔ جناب منگلو ڈ صاحب نے بعہد فنا سلی اس کی تعمیر اور آرایش پر کئی ہزار روپیہ صرف کرکے درمیان میں اس کے کوٹھی عالی شان تعمیر کرائی تھی اب مملوکہ سرکار اہلو والیہ ہے +

باغ مہان سنگھ بیروں موچی دروازہ تخمیناً نیم میل پر بہت عمدہ باغ تھا۔ تعمیر اس کی تا بقای حیات مہاں سنگھ نہ ختم ہوئی۔ اوس نے بڑے شوق و ذوق سے تعمیر کرایا تھا۔ زمین اس کی گو بہت کم صرف پانچ گھماؤں ہے۔ زیادہ نہیں اور اسی زمین پر اور عمرانات وعراق آ گئے۔ لیکن عمارت اس کی بارہ دریوں کی اور تعمیر حیاض و مجاری انہار چاہی کی بہت و صنعہ اور ایک شے عجیب ذوق و شوق سے بنی ہوئی تھی۔ اور تقسیم باغ کی اوپر چار قطعہ کے کرکے ہر ایک قطعہ باغ علیحدہ بنایا گیا۔ اور درمیان میں ہر ایک باغ کے طرح طرح کے مکان مشترکہ کارآمد ہر دو طرف معمور تھے۔ اور فواروں اور آبشاروں سے جا بجا بہار تھی ستے کہ دفور عمرانات اور بلندی ڈور وجدارات سے آرایش باغ کی جاتی رہی۔ مہاراجہ شیر سنگھ

کے عہد میں رونق اور آرائش اس باغ کی بہت کمال کو تھی۔ عصر کے وقت میں خود مہاں سنگھ یہاں آکر سرشار ہوا کرتا تھا۔ اور اکثر رقص و طرب کی مجلس گرم رہتی تھی۔ بعد مرنے مہاں سنگھ کے دمبدم تنزول وارد ہوا، بھائی سوایا سنگھ ابن مہاں سنگھ ایسا کم نصیب پیدا ہوا، جس نے سب کچھ کھو دیا، نہ باغ رہا نہ طویلہ، بلکہ اسراف سے روٹی کا محتاج ہوگیا۔ نعم بقول پنجابی "برکھ دے چھایا اور پرکھ دی مایا پڑا سودا ہے۔" پہلے یہ باغ چند مدت مسمی ہیرا سنگھ خزانچی دربار امرتسر کے پاس گرو رہا۔ جب سود بڑھتے بڑھتے پچیس ہزار بن گیا بھائی[1] سوایا سنگھ نے دوسری جگہ پر گرو رکھا۔ جب اوس کو بھی کچھ نہ پہونچا۔ نوبت نالش کی پہنچی اور ....

بھائی مہاں سنگھ بانی باغ اولاد بھائی گوربخش سے تھا اور بھائی گوربخش ابتدائے عمل مہاراجہ صاحب میں رئیس کبیر لاہور ہو گزرا ہے سینکڑوں مکان اس کی املاک تھے۔ اور بہت وافر جائداد چھوڑ مرا تھا۔ اوس کی اولاد نے لاکھوں روپیہ اوس کی وراثت سے پایا تھا۔ سب سے مہاں سنگھ شان سرداری زیادہ رکھتا تھا اور رہا دوام الحیات فیل نشین اور کرسی نشین رہا۔ اس کے دوسرے بھائی دل سنگھ نے پاس اس باغ کے جنوب کی طرف میں اسی قدر زمین پر اپنے نام پر باغ علیحدہ آباد کیا تھا اب اس جگہ پر ہوٹل بنا ..... ہے اس باغ میں عمارت نہ تھی صرف چار دیواری اور ایک ڈیوڈھی[2] تھی۔ جس پر ایک بارہ دری پختہ بنی ہوئی تھی۔

باغ گھنیا چیتو والہ پاس باغ مہاں سنگھ کے گوشہ مغرب و شمال میں چار دیواری اس کی بھی پختہ تھی۔ مگر

---

[1] بیاض در اصل، [2] اصل : دیودی،

عمارت اس کی قابل تعریف نہیں، درخت ہر ایک پھل کا تھا۔ اور زمین باغ کی زیادہ دو گھماؤ سے نہ تھی۔ چند سال گزرے کہ گھنیا نے یہ باغ بیچ دیا۔ اب اس کا مالک ....اور بوضع جدید معمور ہے یعنی درمیان بنگلہ آرام گاہ اور پیرامن اوسکے باغ ہے گھنیا کے باپ کا جیت رام تھا۔ جس کو چیتو کہتے تھے۔ اسی واسطے بیٹا اس کا گھنیا چیتو والہ معروف ہوا۔ یہ چیتو ابتداء عمل مہاراجہ صاحب میں تھوڑی مدت تک ساہوکار مہاراجہ صاحب کا رہ چکا ہے۔ اس واسطے نامور ہو گیا۔

باغ گھنیا کمپنو والہ پاس باغ مذکورہ بالا کے گوشہ شمال ومغرب میں محصور بہ دیوار ہائے پختہ کبھی یہ باغ بھی نمونہ بہشت تھا۔ گو زمین اس کی چار گھماؤ سے زیادہ نہ تھی۔ مگر قطع اس کی بہت وضع دار تھی۔ کل باغ تین قطعہ پر منقسم تھا ایک قطعہ میں کوٹھا اور مکانات خوادم باغ تھے۔ اور دوسرے اور تیسرے قطعہ میں رنگا رنگ عراق اور بارہ دریاں اور آبشار انہار معمور تھے۔ پھل پھول ہر ایک طرح کا ہوتا تھا۔ بعد مرنے گھنیا کے اس کے بیٹے مادی شاہ نے جو کہ بالفعل منجملہ پنچان لاہور ہے۔ چنداں توجہ اس باغ کی آبادی کی طرف نہ کیا اس لئے وہ رونق نہ رہی اب تھوڑے برسوں سے اس۔ نرو واسطے لالچ آمدنی کرایہ کے ویران کر کے بوضع کوٹھی انگریزی معمور کیا۔ اب درمیان میں ایک کوٹھی ہے۔ اور گرداگرد میں اس کے باغ لگا یہ اس کا .... آتا ہے۔

باغ ہمت یہ باغ مغرب کی طرف میں باغ گھنیا چیتو والہ کے تھا۔ باغ بہت عمدہ تھا، نہ کوئی عمارت اس کی قابل تعریف

لہ بیاض بہ اصل؟

مگر بسبب ناموری ہمت کے بہت نامور ہو گیا تھا۔ ہمت قوم جیور مختار جماعہ کل جمعدار خوشحال سنگھ ہو گذرا ہے۔ اوس نے بایام زور و شور جمعداری یہ باغ بنوایا تھا۔ اور گرداگرد باغ کے چار دیواری پختہ تعمیر کرائی تھی۔ جب ہمت مر گیا۔ اسی جگہ سسکارا گیا۔ سمادھ ہنوز اس کی قائم ہے۔ جس زمانہ میں ہال صاحب ڈپٹی کمشنر لاہور تھا ورثا ہمت مذکور نے یہ باغ بیچ دیا اور دوسرے درجہ پر ہال صاحب کی ملکیت میں آیا۔ اور صاحب ممدوح نے بہت روپیہ خرچ کر کے اور بہت زمین قرب و جوار شامل کر کے ایک پختہ احاطہ بڑا وسیع جس میں تخمیناً[1] . . . گھماؤ زمین محصور ہے کھینچا۔ اور درمیان بہت عالیشان کوٹھی تعمیر کرائی جس پر زیادہ دس ہزار روپیہ سے صرف ہوا۔ جب ہال صاحب ضلع راولپنڈی کو بدل گیا پاس اپنے جانشین کے بیچ گیا۔ اور تیسری نوبت پر مسٹر وی سمسن صاحب بہادر جج چیف کورٹ نے خرید کی۔ جب وہ وطن کو گیا مسٹر رابیٹگن صاحب وکیل چیف کورٹ نے[1] . . . پر خرید کی۔ اور مہاراجہ پٹیالہ نے اس کو[1] . . . . زیادہ دے کر اپنے قیام کے لئے دارالقیام قرار دیا۔ تاکہ جب اس کو اتفاق یہاں آنے کا پڑے کسی دوسرے مکان کی احتیاج نہ رہے۔ امید ہے کہ تھوڑے دنوں میں بوضع ہندوستانی اس کی تعمیر ہو گی۔ اس احاطہ کا حصہ مغربی نشیب میں واقع ہے اور بیٹ کہلاتا ہے۔ اور حصہ مشرقی بلندی میں ماہجا کہلاتا ہے۔ اسی واسطے ایک طرف کی آب و ہوا مخالف دوسری طرف کے ہے۔ پاس اس کے شمالی طرف میں

باغ دیوان رتن چند داہڑی والہ

رئیس و آنریری مجسٹریٹ لاہور۔ یہ باغ بہت عرض و

---

[1] بیاض در اصل۔

طول میں ہے۔ کل زمین اس کی تخمیناً[1] .... ہے آرایش اور تعمیر
اس کی سکھوں کے آخری زمانہ میں ہوئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے
وقت میں یہاں کھنڈر تھے۔ چار دیواری اس کی پختہ اور بلند بقدر دو
چند قد آدم اور ہر ایک گوشہ پر دو منزلہ عمارت ہے۔ اور سر ڈیوڑھی گول کوٹھی
مع غلام گردش بہت عمدہ وضع پر[1] .... منزل بلند بنی ہوئی ہے۔
اور سامنے اس کے ساہمنی دیوار پر بجواب اس کے بوضع اخری عمارت
دو نیم منزلہ ہوئی ہے۔ اور تقسیم باغ کے دو قطعہ پر ہے اور ہر ایک
قطعہ قابل تعریف پھل پھول طرح طرح کا ہوتا ہے اور ہر بہار میں گلزار
رنگا رنگ ۔

باغ سردار رتن سنگھ گرجاکھیہ

بیرون دروازہ شاہ عالمین پاس مزار صدر دیوان صاحب
مرحوم کے جہاں اب دیوان رتن چند نے سرائے تعمیر کرائی کبھی بہت عمدہ
باغ تھا اور درمیان میں دو منزلہ بارہ دری پختہ بنی ہوئی تھی۔ رتن سنگھ
بحضور مہاراجہ رنجیت سنگھ بڑا بھاری ایمر ہو گذرا ہے اخیر مورد
عتاب ہو کر یہاں سے نکالا گیا اور یہ باغ نزول سرکار ہوا۔ شیر سنگھ
کے عہد پر رتن سنگھ معزز ہوا۔ اور باغ واگزار ہو کر واپس مرحمت
ہوا۔ ابتدائے عمل حال میں جب محمد سلطان نے بیرون دروازہ دہلی
سرائے بنوائی۔ دیوان رتن چند کو بھی شوق تعمیر سرائے کا ہوا۔ اور بصرف
زر کثیر اس باغ کو خرید کر کے بہ صورت سرائے تعمیر کیا۔ باغ ہی کی چار
دیواری کو بلند کر کے ساتھ ساتھ دیوار کے بیوت معدودہ تعمیر کرا کر
صورت سرائے کی بنوائی اور بارہ دری پرانی یادگاری رتن سنگھ کی ہنوز
وسط سرائے میں موجود ہے ۔

---

[1] بیاض در اصل، [2] اصل: ڈیوڑھی،

باغ ہری سنگھ

بیرون لاہوری دروازہ مزار صدر دیوان مرحوم سے مغرب کی طرف ہیں، اگرچہ تعمیر اس کی سکھوں کے آخری دوران میں ہوئی۔ اور کمال کو نہ پہونچا لیکن احاطہ اس کا بہت مضبوط پختہ معمورہ کچھ زیادہ قد آدم سے تھا۔ اور زمین محاذ باولہ چاہ کھاؤں سے نہ تھی۔ اب اس باغ کا نام و نشان نہیں رہا سرکاری کالج بلیہ ..... تیار ہو رہا ہے۔ جس کی تعمیر اور قطع قابل تحسین ہے +

باغ مصر دیوان چند

بیرون دروازہ ٹکسالی پاس مزار پیر مکی کے، جب تک مصر دیوان چند مقرب دربار اور پابند حیات رہا یہاں کل مہمات ملکی و جنگی کا فیصلہ ہوا کرتا تھا، رونق اور آرائش اس کی بدرجہ اکمل رہی۔ بعد مرنے دیوان چند کے نذر دل سرکار ہو گیا۔ دیوان چند اسی باغ میں سسکارا گیا تھا۔ ہنوز سمادھ اس کی موجود ہے۔ مائی مکائن والدہ مہاراجہ کھڑک سنگھ بھی اسی باغ میں سسکاری گئی۔ اوس کی سمادھ بھی قائم ہے۔ جس زمانہ میں یہاں ریذیڈنسی تھی ہنری لارنس صاحب نے اس باغ کی چار دیواری گرا کر بوضع انگریزی آراستہ کرایا تھا۔ بعد ضبطی ریاست لاہور چند سال تک سرکاری باغ رہا اور ساتھ اس کے اور بہت زمین گرد جوار سے ملائی گئی۔ بعد اس کے نیلام کرایا گیا۔ اب کاشتکاری ہوتی ہے +

باغ دیوان کشن سنگھ

متصل امام باڑہ یہ بھی آخری عہد سکھاں میں آباد ہوا۔ زمین اس کی بہت کم تھی۔ مگر چار دیواری پختہ تھی۔ اور سرسبزی اشجار اور رونق گلزار سے تھوڑی مدت تک آراستہ و پیراستہ رہا۔ اب یہاں بنگلہ بوضع انگریزی بہت عمدہ معمور اور انگریزی ہی وضع پر گرداگرد باغ ہے

ملہ بیاض دراصل،

چار دیواری کا نام و نشان نہیں رہا۔ یہ بشن سنگھ بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ دیوان خاص رہ چکا ہے اب چند سال سے مرا ہے

حضوری باغ درمیان قلعہ اور بادشاہی مسجد کے گو باغ پرانا ہے لیکن جب مہاراجہ نے لاہور لیا یہاں گیدڑا اور بھیڑیوں کا توطن تھا۔ اور سوا ے عمارات شکستہ و بیوت اندرونیای متعددہ اور کچھ نہ تھا مہاراجہ رنجیت سنگھ نے درمیان میں بارہ دری بہت عمدہ سنگ مرمر کی بنوائی اور رنگارنگ اشجار مثمرہ اثمار مطبوعہ لگوا کر نمونہ بہشت کر دیا نیچے اس بارہ دری کے ایک تہ خانہ ہے۔ اور وضع اس کی بہت مطبوع اور خراش و تراش درواں مرغولوں کی بہت وضع دار سوا ے گچ و پتھر مرمر اور کوئی چیز نہیں لگی گو تمام پتھر یہاں کا مقبرہ جہانگیر کا ہے۔ مگر کار سازی تراش خط و گلزار پر بہت روپیہ خرچ ہوا ہے اب ایہاں[1] ......

باغ مہر نور اللہ بیرون دروازہ روشنائی حضوری باغ سے باہر نالہ دریا کے کنارہ مشرقی پر باغ سرکاری تھا۔ جس کا باغبان مہر نور اللہ باغبان تھا اور اسی کے نام پر اس باغ کا نام تھا۔ عمارت کچھ نہ تھی۔ صرف درختوں کا زور و شور تھا۔ اور موسم بہار میں یہاں بادامی باغ کی لالہ بویا جاتا تھا۔ روشنائی دروازہ ایک دروازہ معمورہ مہاراجہ رنجیت سنگھ واقع لب نالہ تھا گویا اول ڈیوڑھی قلعہ کی وہی دروازہ تھا۔ اور اندر اس دروازہ کے حضوری باغ کی دیوار تک مکانات چھاؤنی فوج سوار و پیادہ تھی۔ جو کہ پار کاب سواری رہا کرتی تھی۔ اب اوس دروازہ کا نام و نشان نہیں اور نہ کوئی فوج کی چھاؤنی نہ باغ اوس باغ کے قریب ایک اور باغ سرکاری تھا۔ جس کو گول باغ کہتے تھے۔ اوس میں بھی بہار میں لالہ بویا جاتا تھا۔

---

[1] بیاض در اصل، [2] اصل دبودھی؟

باغ دلکشا پار دریا کے برلب دریا مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بڑے شوق و ذوق سے بنوایا تھا اور کنارہ دریا پہ باغ کے مشرق میں ایک بارہ دری چند منزلہ بہت بڑی بوضع انگریزی بنوائی تھی اور احاطہ باغ پختہ تیار کرایا تھا مگر باغ اکثر دریا میں غرق ہوگیا اور بارہ دری کھڑی ہے معبر شاہراہ بھی موقع ہے اور اسی موقعہ پر پل ریلوے کی تجویز ہے۔

باغ مقبرہ اگرچہ زمین اس کی بہت کم ہے لیکن رونق اس میں بھی بہت رہتی ہے۔

باغ ہاشم خان امیر عہد چغتائیاں، پاس مقبرہ مذکور کے کبھی بہت عمدہ باغ ہو چکا ہے اب تو سوائے اشجار معدودہ کے کچھ نہیں۔

باغ نواب سرفراز خان ملتانی پاس موضع بیگم کوٹ کے جو کہ تخمیناً ایک میل پٹن سے واقع ہے، یہاں بھی بہت رونق رہتی تھی اور دریا سے لاہور کی طرف نالہ تک چھوٹے چھوٹے باغ متفرقہ مثل باغ دینا ناتھ و باغ ہر چرناس وغیرہ بہت تھے یہ سب دریا برد ہوگئے اور گرد و جوار شالامار کے پرانے باغوں سے:۔

باغ بختاور خاں امیر شاہجہانی الحال مقبوضہ سردار بھگوان سنگھ ابن جمعدار خوشحال سنگھ بہت عمدہ باغ تھا۔ چار دیواری اس کی پختہ تھی اور درخت آم کے پرانے بہت تھے، مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جمعدار صاحب کو دیدیا اور اس نے بوضع نانکشاہی سر نو آراستہ کیا زمین اس کی تخمیناً [1]۔۔۔ اور درخت آم بہت کثرت سے ہے:۔

باغ خوجہ پاس باغ نواب بختاور خاں مذکور کے یہ باغ خوجہ سرائے شاہجہان نے بنوایا تھا۔ اور ہمشان باغ بختاور خاں تھا۔

باغ پنڈت مدسودن شالامار کے مشرقی طرف پر پنڈت مدسودن نے

[1] بیاض در اصل،

بہت ذوق شوق سے بنوایا اور سرسبز کیا تھا، چار دیواری بھی پختہ بنوائی اور راستے کو سرڈیوڑھی ارام گاہ پختہ تعمیر کرایا کل زمین اس کی تخمیناً [۱] ... اور درخت ہر ایک قسم کا ہے کہتے ہیں کہ یہ بھی پرانا باغ چغتائیاں کے عہد کا ہے پنڈت صاحب نے مرمت کیا، پاس شالامار کے مشرقی طرف میں باغ علی مردان خاں کا تھا۔ اب اس کا نشان بھی نہ رہا اور ایک باغ فاین خان کا تھا اصلی نام اس کا وفا آیین خاں تھا غلط العام فاین خان مشہور ہوا،

درمیان باغ شالامار اور مکان وڈا میاں کے ایک بڑا بھاری تالاب پختہ اور چاروں طرف میں اس کی باغ وضعدار بنے ہوئے تھے اور تالاب چاروں ہی طرف پر بارہ دریاں بہت عمدہ معمور تھیں آہستہ آہستہ باغبانپوریوں نے ہضم کر لیا موضع فتح گڑھ میں جو کہ شالامار سے تخمیناً نیم میل پر ہے ایک اور باغ نواب علی مردان خاں کا تھا ہنوز اوس کے آثار موجود ہیں۔ زمیندار اس میں زراعت کرتے ہیں۔ اور پاس محکر ملہ کے موضع سا ہو والی ہے وہاں بھی ایک باغ پرانا تھا اب بھی ٹوٹا پھوٹا ہوا برائے نام ونشان باقی ہے جنوب کی طرف میں شالامار کے،

باغ مہابت خاں بھی پرانا باغ از سر نو آباد ہوا تھا حصار اس کی پختہ اور سرڈیوڑھی دو منزلہ عمارات تھی۔ اور اندر باغ کے چبوترے پر۔ قبر مہابت خاں و دیگر عیال و اقارب آن اور ایک طرف میں چھوٹی سی مسجد تھی۔ اور عماق پختہ تھی، درخت ہر ایک قسم کا تھا [۲] ... اب ملکیت پارسیاں ہے۔ ڈیوڑھی پر عمارت بوضع جدید ہوئی ورنہ اور سب وضع پرانی ہے مسجد اور چبوترہ مقابر کا وے لوگ بہت ادب کرتے ہیں۔ کل زمین اس باغ کی دو بیگھہ سوا تین کنال سے زیادہ نہیں۔

(محمد شفیع)

---

[۱] اصل درج ندارد؟ [۲] بیاض دراصل،

یا یوسف الحسن ایلی بعد فرقتکم ... حکی سنی یوسف طولاً و تعذیبا
والشان فی اننی اُرمی لاجلکم ... بمثل ما قدرمی نعوانک الذیبا

(۱۱۰۰) المستنیر ابو الحسین علیؒ بن احمد العراقیؒ

(۱۱۰۱) المستور ابو الفرج الحسین بن محمد النحوی

ذکرہ یاقوت الحموی فی کتابہ معجم الادباء[1] وقال حدث بدمشق سنۃ تسع وثمانین وثلثمائۃ عن ابی الطیب احمد بن الحسین المتنبی و ابی القسم عبد الرحمن بن اسحق الزجاجی، وذکرہ ابن عساکر الدمشقی فی تاریخہ[2] توفی سنۃ اثنتین وتسعین وثلثمائۃ؛

(۱۱۰۲) المسدد ابو العباس احمد بن محمد بن بندار الخراسانیؒ الکاتب۔

...... من کلامہ، وقد عرف مقدار التفاوت بین حق بیت المال المعمور فی الناحیۃ المذکورۃ وبین ھذہ المقاطعۃ المقدرۃ ، لان العمرۃ کانت ماھات وبالغاً ما بلغ فتصدق بتوفرہ وحظر علی کل متولٍّ وناظرٍ وضامنٍ وشحنۃٍ وعاملٍ ومشرفٍ وکاتبٍ وعمّن ومقلدٍ وخاصٍ و عامٍ وغیرہم من المتصرفین والولاۃ واتباعہم اجمعین الالمام بھذا الموضع المذکور اوالمداخلۃ فیہ اوفی شیءٍ منہ، وذکر الشرط بطولہ؛

(۱۱۰۳) المسدد باللہ ابو عبد اللہ الحسین امیرکا بن الحسن بن القاضی زید بن صالح الشجریؒ[3] الامیر ھو ابو عبد اللہ الحسین امیرکا

---

[1] ج ۱۰ ص ۱۶۳-۱۶۴؛ ولکن لم یذکر فی المطبوع شیئا من اشعارہ؛ وقولہ ومن دعیۃ: الشعرا ببعض اہل مشقیتی سنۃ خمس وثمانین وثلثمائۃ [2] ج ۴ ص ۳۵۹-۳۶۰؛ ومر بغیۃ الوعاۃ ص ۲۳۶؛

[3] لم اقف علی المترجم فی المظان ونسبہ الشجری اما الی الشجرۃ قریۃ بالمدینۃ او الی شجرۃ واحد من اجدادہم کما ینسب القاضی احمد بن کامل بن خلف بن شجرۃ الی جدہ۔

ابن الحسن بن القاضی زید بن صالح بن محمد بن عبد اللہ بن
محمد بن عبد الرحمن الشجری ؛

(۱۱۰۴) **المسدّد عبد العزیز** بن عبد العزیز البصریؒ المحدث
قال : جآء رجل الی النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم فقال یا رسول اللہ :
انّا قوم نتسائل اموالنا فقال یسأل الرجل فی الجائحۃ والفتق فاذا
استغنی اوکرب استعفّ ؛ والفتق الحرب تقع بین الفریقین
فیضمنہا رجل لیصلح بذالک بینہم ویحقن دمآءہم فیسئل
حتی یؤدّیہا الیہم ؛ قال : ورجل اصابتہ فاقۃ حتی یشہد
لہ ثلاثۃ من اہل الصّلاح اَن قد حلّت لہ المسألۃ وماسوی
ذالک من المسائل سُحت ، ففی ہذا الحدیث من الفقہ انّہٗ
اخبرک بمن تحلّ لہ المسألۃ فخصّ ہولآء الاصناف الثلاثۃ
ثمّ حظر المسألۃ علی سائر الخلق ؛

(۱۱۰۵) **مسعودُ الدَّولۃ** ابو محمّد **الحسن** بن حیدرۃ العسقلانی
الغزیؒ کانَ مِنَ النحاۃ الادبآء ؛ قرأت بخطّہ :—

اتّقِ اِنّ اباک کارب یومہ فاذا دُعیت الی العظائم فاعجل

(۱۱۰۶) **مسعودُ الدولۃ** ابو القسم **خلف**[1] بن عبد اللہ بن ہبۃ اللہ
ابن حزیز یعرف بابن طازّنک المصریؒ الادیب الکاتب
(۱۶۹,B) ذکرہ الرشید ابن الزبیر فی کتاب جنان الجنان ، وقال : کان کاتبا
(۴۰,A) والیہ اشراف وقوف جامع عمرو بن العاص ، وکان لہٗ مجلسٌ

---

[1] ذکرہ فی بغیۃ الوعاۃ (ص ۲۴۲) باسم خلف بن طازنک وضبط طازنک فقال : بفتح الذال ای و
تشدید النون المفتوح ؛ اما المصنف فجعل علامۃ التشدید علی الذای ۔

فی الجامع لاقراء العربیۃ وله من التصانیف شرح کتاب سیبویه؛
ومن شعره:۔

لعلك عند قبا فالمطالی ارقت لزورۃ طیف الخیال

منها:۔

سقی الله ایامنا الخالیات ولیلاتنا الخالیات الخوالی
اَجُشٌّ یُعَبِّم شؤبوبه همتنا سد النبت صُلّعَ الجبال

(۱۰۷) المسعود ابو محمد سعید بن ابراهیم بن عبد الواحد العراقی الامیر کان من الامراء الشجعان وله فی حروبه ومصافاته المعرفة التامة؛

قرأت بخطه:۔

وسرّك فاحفظه وکن کاتماً له فانّ ظهور السر حین یراد
ولم ار کالدنیا لمن کان قادراً یساق الیه خیرها ویزاد

(۱۰۸) المسعود ابو المظفر سلمان بن محمد بن داود بن سقمان ابن ارتق الامدی الارتقی صاحب ماردین

من بیت الامارۃ والسلطنۃ وکان ممدحاً وممن مدحه یوسف بن سلیمان ابن الکتانی من ابیات اقترحها علیه:۔

رشاً من حسن عشرته بتُّ مسروراً بروَیته
زارنی وهناً فقلت وقد زارنی اهلاً بطلعته

منها:۔

بتُّ مشعوفاً به کلفاً مستهاماً من محبّته

له المتناسد من النبت متناهیه فی الطول والصلع من الجبال مالا ینبت شیأ؛

اجتلى من وجهه قمرًا ... فى دُجَى من ليل طُرَّته
حار من حسن البلاغة ما ... حار فكرى فى بلاغته
مثل ما حاز العُلى ملك ... دانت الدُّنيا لدولته

(۱۱۰۹) **المسعود** ابو منصور **مودود**[1] بن ناصر الدين محمود بن نور الدين محمد قرا ارسلان بن سكمان بن ارتق الارتقى صاحب آمد امن بيت الامارة والسلطنة، وكان المسعود ذكيا عالما متمرسا بعلم الاوائل والحكمة والفلسفة وانواع الفنون والهندسة و هو الذى اهدى الى الصاحب جمال الدين يحيى[2] بن عيسى بن مطروح المصرى كرة غريبة الصنعة فكتب اليه جمال الدين —

لنا ملك يجود بكل ما يحوى ويمتلك
اقل عطائه الدُّنيا وبعض هباته الفلك

(۱۱۱۰) **المسعودُ** ابو المظفر **يوسف**[3] بن عمر بن على رسول نزيل اليمن- الارزبلى صاحب اليمن هذا هو الذى استولى على بلاد اليمن واحتوى على ممالكها ودانت له الرعية وكتب الى دار الخلافة يستدعى المنشور من الخليفة بتولية البلاد وكان كريما حسن السيرة؛

---

[1] انظر ترجمته فى دول الاسلام (۲: ۱۳۰)؛ [2] م ۶۴۹ھ؛ الشذرات (ج ۵ ص ۲۴۷-۲۴۹)
[3] شهر التابه المظفر وبهذا اللقب ذكره القاضى حسين بن احمد العرشى فى بلوغ المرام (ص ۴۵)، قام بالملك سنة ۶۴۸ھ (ابو الفداء ۳: ۱۸۲) وتوفى سنة ۶۹۴ھ. دائرة المعارف الاسلامية (۳: ۱۱۳۸)؛

(۱۱۱) المسعود ابو المظفر یوسف بن الکامل محمد بن العادل محمد بن ایوب یعرف باقسیس الشامی صاحب الیمن وتهامة کان سلطاناً جباراً یخافه اهله والملوك فی زمانه، قال شیخنا تاج الدین ابوطالب: وفی سنة تسع عشرة وستمائة قصد الملك المسعود مکة شرّفها الله تعالی من جهة الیمن لانه کان متولّیا لها وامیر مکة حسن بن قتادة الحسنی غیر محمود السیرة فلما سمع بالملك المسعود هرب من مکة، قال شیخنا رضی الدین ابو الفضائل الصغانی: دخل الملك المسعود مکة فی السنة التی توفی فیها فاساء السیرة فی اهلها واذاهم ورمی طیور الحرم بالبندق فشلّت یده[1]؛ وتوفی فی شهر ربیع الاول سنة ست و عشرین وستمائة، وکان شابا، وقال فیه ابن مطروح :-

قالوا قضی الملك المسعود قلت لهم لا تطمعوا فی بقایا الشمس والقمر

قل للملوك استقروا فی اماکنکم هذا الذی کنتم منه علی حذر

(۱۱۲) المُسلِم ابو الحرث الرئیس اسد بن عبد العزّی بن قصیّ القرشی ذکره محمد بن حبیب[2] فی کتاب النسب، وقال: کان یقال لاسد: مسلم، وانما سُمّی مُسلِماً لانه کان لا یتفاسد فی قریش اثنان الّا اصلح بینهما؛ قال: وولد اسد خمسة عشر رجلا وثمانی نسوة.

---

[1] کانت للملك المسعود رحلات الی مکة او النها رحلته الیها حاجا سنة ۶۱۹ هـ وفی هذه الرحلة منع اعلام الخلیفة من التقدیم علی اعلام ابیه الملك الکامل ثم کانت رحلته الیها ثانیة سنة ۶۲۰ انتصر فیه علی الحسن بن قتادة امیرها والرحلة الثالثة سنة ۶۲۶ هـ وهی التی مات فیها ولم یذکر هذه الثالثة غیر المصنف اما الاولیان فذکرهما ابو الفداء فی تاریخ ابی الفداء (۳: ۱۳۲، ۱۴۲) [2] ابو جعفر محمد بن حبیب المتوفی سنة ۲۴۵ هـ لا یعرف ابوه وحبیب امه؛ ذکره السیوطی فی بغیة الوعاة (ص ۲۹) وعدّ تصانیفه ویاقوت فی معجم الادباء (۱۸: ۱۱۲) +

الحارث والمطّلب وعبد الله وعثمان وطالب وكليب وخالد وهاشم

والحويرث وهشم وعمر وخويلد ونوفل وحبيب وصيفيّ؛

قال بولماءات اسد بن عبد العزّى قام ذلك المقام المطّلب بن اسد

فبقى مسلمًا فلما توفى قام ذلك المقام ابو زمعة الاسود بن المطّلب

فبقى مسلمًا وكان ابو زمعة من خطباء قريش وقتل ببدر كافرًا و

من اولاده هبّار بن الاسود قتل ببدر كافرًا وابو حكيم زمعة

بن الاسود؛

(۳۱۱) المسلّم - بالتشديد - ابو جعفر محمد[1] بن عُبيد الله بن طاهر بن

يحيي العلوي الامير،

ذكره الحافظ ابو الفرج بن الجوزي فى كتاب كشف النقاب عن الاسماء

والالقاب، وقال لُقِّبَ تفاؤلاً بالسلامة، حدث بحديث كثير

عن ابى قطن عمر[2] وبن الهيثم وغيره،

(۳۱۲) المسيح - كلمة الله - ابو الروح عيسى بن مريم بن عمران

الاسرائيليّ النبيُّ عليه السلام،

ذكره الحافظ ابو الفرج بن الجوزي فى كتابه؛ وفى تلقيب عيسى عليه

السلام بالمسيح ستّةُ اقوال احدها انه لم يكن لقدمه اخمص،

والثانى انه كان لا يمسح بيده ذا عاهة الّا برأ، والثالث انّه مُسح

بالبركة والرابع ان معنى المسيح الصديق والخامس انّه كان يمسح

---

[1] لم اقف له على ترجمة وهو غير محمد بن عبيد الله بن عبد الله بن طاهر الخزاعى المذكور

فى تاريخ الطبرى حوادث سنة ۳۱۰ھ؛

[2] توفى سنة ۱۹۸ھ او بعد المائتين على اختلاف فى الرواية؛ انظر ترجمته فى التهذيب (۸/۴۱۲)

الارض ای یقطعها والسادس انه خرج من بطن امّه مسیحًا بالدهن ای ممسوحًا بالدهن؛

واما المسیح الدجال فقال ابوعبید: الاصل فیه الممسوح لانه ممسوح احدی العینین۔

المیم والشین وما یثلثهما

(۱۱۱۵) **المُنْتَهی** ابوالفضل **جعفر** بن المحسن السِّمَشْقِیُّ الشاعر

ذکره العماد الکاتب فی کتاب خریدة القصر وجریدة اهل العصر وقال فی وصفه: جعفر بن المحسّن المُنتهی ذوالنظم المشتهی والفضل الذی لیس له فی فنّه منتهی، فمن شعره قوله: —

دع حاسدیّ وما شاءوا اقولهم — مما ینبّه بی فی البدو والحضر

فلیس یرمی من الاغصان ذو ورق — ولیس یُرجم الا حامل الثمر

وانشد له فی وصف الباذنجان: —

وروضة ابدیع تاملت بنفسها — لها منظر بزهو بغیر نظیر

وقد لاح فی اقماعه فکانه — قلوب ظباء فی اکف صقور

وله فی وصف الفستق: —

کانما الفستق الملیح اذا — جاء به من بنات صهباء

مثل المناقیر حین تفتحها — زرقُ حمام لتشرب الماءَ

(۱۱۱۶) **المُنتهی** ابوالسعادات **علیّ** بن عبد الله بن اسماعیل السروجی الشاعر، ذکره الحافظ ابوطاهر احمد بن محمد السِّلَفی، وقال: انشدنی ابوالفتح احمد بن محمد بن ابراهیم المعرّی بنصیبین، قال انشد فی

140 B
141 A

لہ س: فہرست دوزی (ص ۲۲۲)

المشغّفي بالسر وجي لنفسه :-

قالت: لقد اتهمتُ بي حُسَّدى | اذ بُحت بالسرّ لهم مُعلنا
قلتُ: انا؟ قالت: نعم انت هُو؛ | قلت: انا؛ قالت فمن هو انا؟
قلتُ لها: انت التي صيّرت | جفونها جسمي حليف الضنى
قالت: فلمْ طرفك فهو الذي | جنى على جسمك ما قد جنى
قلتُ: فقد كان الذي كان من | طرفي فكوني انتِ من احسنا
قالت: وما الاحسان؟ قلتُ اللقا | قالت لقائي عزّ ان يمكنا
قلتُ فنيتي بتقبيله | قالت منيّاك بطول العنا

(۱۱۱۷) المشرّف ابو الحارث بن يانس المصري الاصفهسالار-
ذكره ابن الصابي في تاريخه، وقال: كان من اكابر اصفهسالارية الديلم وذكر له كلاماً؛

(۱۱۱۸) مُشرّف الدولة ابو عليّ الحسن بن بهاء الدولة خرّه فيروز ابن عضد الدولة فنّا خسرو بن الحسن بن بويه الديلمي الملك؛

ذكره ابن الصابي في تاريخه؛ وقال: ولد يوم الاثنين تاسع ذي الحجّة سنة اثنتين وتسعين وثلثمائة وهو ابو عبد الله الحسين توأمين وعاش الحسين بضع سنين ومضى لسبيله وبقى ابو عليّ وملك الامر بالحضرة؛ ولقب مشرّف الدولة وخطب له في يوم الجمعة لاربع بقين من المحرّم سنة اثنتى عشرة واربعمائة؛ وقال: لمّا سار سلطان الدولة بن بهاء الدولة الى واسط في المحرّم سنة احدى

ك م: تاريخ الكامل ج ۹ ص ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۳۹، ۱۴۲؛

عشرۃ واربعمائۃ جرت لہ مع اخیہ اقاصیص واخبار وکان
وفاتہ فی شہر ربیع الاول سنۃ ست عشرۃ واربعمائۃ وکان کثیر
الخیر قلیل الشر، ومدۃ امارتہ خمس سنین وشہر[1] واستقر الامر
للامیر جلال الدولۃ ابی طاہر بن بہاء الدولۃ؛

(۱۱۱۹) **مشرف الدین** ابو الحسین **زید** بن اسحاق البغدادی الادیب
کان من الادباء النجباء، لہ رسائل فی الادب ورسالۃ حسنۃ فی ذکر
الالغاز والاحاجی وغیر ذلک، روی باسنادہ ان المنصور قال لرجل
خلا بہ: سل حاجتک؛ قال یبقیک اللہ یا امیر المومنین؛ فقال: سل
فلیس یمکنک ذلک فی کل وقت؛ فقال ولم یا امیر المومنین فواللہ
ما استقصر عمرک ولا ارھب بخلک ولا اغتنم مالک وان سوالک
لزین وان عطاءک شرف وما علی احد بذل وجھہ لک نقص؛
فاستحسن کلامہ واعطاہ؛

(۱۱۲۰) **مشرف الدین ابو سعد** بن شاھنشاہ بن مامون الکازرونی
الفارسی الکاتب کان من جملۃ من ورد الی حضرۃ الصاحب
السعید شمس الدین محمد بن محمد الجوینی، وفوض الیہ امر
الخاصۃ بمراغۃ وکان شابا جمیلا ملیح الصورۃ قبیح السیرۃ
شحیح النفس یقتل اباہ علی الفلس ثقیل البدن خفیف الرأس
بغیض الشکل صعب المراس، وکان الصاحب قد کتب لی علی خاصتہ
بثلثمائۃ دینار وثلاثین تغار[2] من الحنطۃ وکان یجریہا من نقدہ
من التواب فتوقف ھذا المنحوس فی احالتی من الغلۃ والعین

---

[1] او: شہرا؛ [2] تغار کیل یسع ثمانمائۃ اوقیۃ؛

حتی صارت اثراً بعد عین ؛ فکتبتُ الی الصاحب رسالۃً فی ثلبہ و سبّہ فتلا فی الحال وانفذ مافات الکمال (کذا) من الادرار بغیر اہمال ؛

(۱۲۱) المشرّفُ صیغون بن بارخ الدیلمیُّ النقیب ،

ذکرہ ابو الحسین بن الصابیٔ ، وقال : کان من نُقباءِ عساکر الدیلم و اصحاب الرأی والتقدم ، توفی فی شہر ربیع الاوّل سنۃ عشرین و اربعمائۃٍ ؛

(۱۲۲) المشرّف ابو محمّد عبد اللّٰہ بن الحسن بن ابراھیم المَوصِلیُّ المُقرِی ؛

ذکرہ الشیخ ابو عبد اللّٰہ محمّد بن سعید فی تاریخہ وقال : کان عالماً مُحدِّثاً وقرأتُ بخطّہ :-

قالت ومدّت یداً نحوی تودّعنی   وحیرۃُ البین تابی ان امُدَّ یدا
امّیتٌ انت ام حیٌّ فقلتُ لہا   من لم یمت یوم بین لم یمت ابدا

(۱۲۳) المشرّف لؤلؤ بن عبدِ اللّٰہِ الاثیریُّ

ذکرہ غرس النعمۃِ بن ابی الحسین الصابیٔ وقال : کان من اکابر الدولۃِ البُوَیہیۃِ والتجأ الی حضرۃ السلطان رکن الدین طغرلبک السلجوقی سنۃ ثمانٍ واربعین واربعمائۃٍ ؛

(۱۲۴) المشرّف ذو الوزارتین ابوبکر (و) ابو عبد اللّٰہِ محمّد بن احمد بن رحیم الاندلسیُّ الادیب الکاتب ؛

ذکرہ ابن خاقان صاحبُ قلائدِ العقیان[1] ، وانشد لہ من شعرہٖ[2] :-

---

[1] ص ۱۱۹ بما بعدھا [2] ر : قلائد العقیان ص ۱۳۷ بما بعدھا

سلامٌ کما حیّتک عاطرۃ النشر — وإلا کما هبّ النسیمُ مع الفجر
وودٌّ کما سلسلت صافیۃ الطّلی — وعهدٌ کما وافت نخدود من الزهر
وذکر کما حنّت حمامۃ أیکۃٍ — وشوقٌ کما حنّ الحمام الی لوکرہ[1]
فحیّۃ من یفدیک من کلّ حادثٍ — وقیتَ الردی بالنفس والاهل والوفر
ولله روضٌ من جنابک زارنی — لففت له راسی حیاءً ابا بکر
هو السحرُ بل اخفی من السحر رقّۃً — واسری الی الاکباد من نطف الخمر[2]

(۱۱۲۵) المشرّف ابوعبد الله محمّد بن ابی بکر بن احمد الحمّادی السمرقندیُّ الادیب۔

کان ادیباً فاضلاً وعدّ ثاً کاملاً ؛ انشد لبعض الاصحاب :-

یا نسیم الصبا الولوع بوجدی — حبّذا انت لو مررت بنجد
اجر ذکری نحت والعت غرامی — بالحمی ولتکن یداً لک عندی
اهد لی نفحۃ تضمّن ریّا — ھا بما شئت من مراد ورند
ایّما نفحۃٍ سقیت بفیہا — نکفتنی مع الصدی کلّ ورد

(۱۱۲۶) المشعوف جعفر بن احمد بن ابی الحسن الحُمانی الشاعر

کان شاعراً ادیباً حسن الشعر، انشد لہ :-

ان کان فی فضلات الاعین النُّجُل — فضل لغدک فقد مکّنت من عذلی
او کنت اعلم یوم البین ما صنعت — مہنی فلا سلمت من أعین الکُحُل

---

[1] زاد فی القلائد بعد ھذا الشعر قولہ :-

وحنّ الی ذاک البلاد کما اتی — حبیب بلا وعد وحین بلا ھجر

[2] ا: اسری ؛ والتصحیح من القلائد ؛ شعر قصیدۃ طویلۃ کتبہا الی ابی بکر الطالقانی الفقیہ الوشیو والظر تمامہا فی القلائد ؛

قد شرّق البين بی والغرب ملتفتی ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ وانّما این مال الشوق بی أ ‌مِـل

ویروی لغیره؛

(١١٢٧) المَشْعوف ابو حاتم بن مسعُود الیَمنی الشاعرُ

کان شاعراً ادیباً من شعراء الیمن، ذکره یاقوت الحموی فی کتاب معجم الشعراء، وانشد لهٗ :-

اتری الزمان یَسُرّنا بتـلاقِ ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ ویضمُّ مُشتاقاً الی مشتاقِ

نُوَبُ الزمان کثیرةٌ وأشدُّها ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ شملٌ تحکّم فیه یوم فراقِ

یاعین لِمْ عرّضتِ نفسكِ للهوی ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ اوما رأیتِ مصارعَ العشّاقِ

(١١٢٨) المشکُور ابو حرب بن عَبْدِ اللهِ الدیلمیّ الامیرُ

کان من الاصفهسالاریة المذکورین، وله نسبٌ فی الدیلم، و کان امیراً فارساً ینفّذ فی الحروب ویبعث فی البعوث؛ ذکره الرئیس ابو الحسین بن الصابی فی تاریخه، واثنی علیه ووصفه بالشّجاعةِ و الاقدام؛

(١١٢٩) مُشَیّد الدولة مجد الملك - ابو الفضل اسعد بن محمّد بن موسٰی البراوستانی القمی الوزیر تقدّم ذکرُه؛ ذکره الامام شرف الدین ابو الحسن الانصاری الحریمی البیهقی فی کتاب تاریخ بیهق[1]، وقال: کانَ

٤١٥/١٠٢٤ – ٤٩٢/١٠٩٨

---

[1] ر: الصفحات المتقدّمة (١٠٢-١٠٩) که ، ص ٥٣؛ وقد اخطأ المصنّف فی الترجمة حیث ذکر وزارته لالب ارسلان وتقیید البناء بسنة ٤٥٥هـ؛ والصحیح الذی ذکره البیهقی انّ السلطان ارسلان ارغون بن الب ارسلان امر بهدم السور فهدم سنة ٤٩٠هـ؛ ثم بناه مجد الملك بعده فتمّ بعد اختتام هذا الفصل ذکر البیهقی فصلاً آخر یتضمّن قراءة الخطبة سنة ٤٥٥هـ باسم الب ارسلان فخلط المصنّف بین الکلامین؛

وزیر السلطان الب ارسلان محمد بن جغری بک داود السلجوقی ؛
قال : وهو الذی عمر سور سابزوار علی ید العمید صفی الدین ابی
سعد الفضل بن علی المزینانی سنة خمس وخمسین واربعمائة ؛

(۱۱۳۰) **مشید الدولة ومؤید الملة بغراخاقان بن**
قلدره قراخان ابو المظفر محمد بن یوسف ولی امیر المومنین
ملک المشرق ؛

کان قد اهتم بسماع الاحادیث النبویة ، واجازه الشیخ الفقیه
ابوبکر محمد بن زید بن محمد الاوشی وکتب له الحافظ
عبد الرحیم بن احمد مسالة[1] فی تنویع السماع وتجنیس الاجازة ؛

(۱۱۳۱) **مشید الدولة** مؤید الملة ابو القاسم **سلیمان** بن داود بن
سلجوق الترکی الامیر هو ابن اخی السلطان رکن الدین طغرلبک و
کان السلطان متزوجا بوالدته ، ولما نزل طغرلبک ارمیة فی
ذی القعدة سنة اربع وخمسین واربعمائة عرض له مرض
عهد فیه الی ابن اخیه سلیمان ، وتوفی طغرلبک سنة خمس و
خمسین وقام عمید الملک بامر البیعة ولقب مشید الدین وفرق
علی العسکر سبع مائة الف دینار وستة عشر الف ثوب من دیباج
وسقلاطون ولم یقم لمشید الدولة قائم وتولی عضد الدین
الب ارسلان کما ذکرناه ؛

(۱۱۳۲) **مشید الدین ابو منصور عبد الرحمن بن الحسین بن عبید الله**
- یعرف بشریح النعمانی القاضی ؛

---

[1] انظر نبذا من احواله فی تاریخ الکامل (ج ۱۰ ص ۱۱-۱۲) +

ذکرہ الحافظ محمد بن سعید الدبیثی فی تاریخہ، وقال: کان یعرف بغریم القاضی، قدم بغداد واستوطنہا وشہد بہا عند قاضی القضاۃ ابی الحسن محمد بن جعفر العباسی فی ذی القعدۃ سنۃ خمس وثمانین وخمس مائۃ، وقد کان یتولی قضاء بلدہ والتحق بامیر الحاج مجیر الدین طاشتکین وخدمہ مدۃ، وقال: کتبت عنہ؛ ولمہذب الدین مزید بن علی الخشکری فیہ من قصیدۃ:—

مشید الدین المشید مجدہ ومن بنی العلیاء فوق کیوان

شمس القضاۃ من شأی بجودہ کما دیا للفظ الفصیح سحبان

وتوفی ببغداد فی شہر ربیع الاول سنۃ ثلاث وستمائۃ؛

(۱۳۳) مشید الدین ابو علی عُبید اللّٰہ بن عبد اللّٰہ بن عبد العزیز العراقی الامیر کان من الامراء المعروفین بالآداب الظاہرۃ والمعانی الباہرۃ، قرأت بخطہ:—

ریم لنا من ثنایاہ ومن یفتنہ اذا بدا برقہ من تحتہ عسل

یرمی الرجال نبالا من لواحظہ تدمی القلوب وتدمی خدہ القبل

(۱۳۴) مشید الدین ابو الحسن علیّ بن محمود بن ابی البرکات الشیرازی الکاتب ومن کلامہ فی تقلید: وامرتہ بتلاوۃ کتاب اللّٰہ العزیز العائدۃ تلاوتہ بالمراشد والذی اذا نشد تعنہ ضالۃ الھُدی اقرّ بالوجدان بالمراشد فلیستشعر بقراءتہ رداء انابۃ وخشوع ولیملأ مسامع قلبہ من اوامرہ ونواہیہ اصدق مسموع؛

لہ س، ص ۳۹۶؛ لہ و، شار؛

(۱۱۲۵) **مشید الملک ابوالمجد** بن الوزیر البخاری صاحب آمد۔

ذکرہ نور الدین علی بن عثمان فی رسالتہ التی وصف فیہا المنازل والبلدان من الموصل الی قراقرم دار ملک السلطان قاآن، قال: و وصلنا الی آمد وبہا خیر کثیر و بطیخ یعادل حلاوتہ الحلاوۃ، وقد کان ہذا البلد لوزیر بخارا وھی الآن لولدہ مشید الملک ابی المجد ولہ اُختٌ من احسن النساء، تضرب بالجنک و تلعب بالنرد اعلی طبقۃ وتکتب الخطّ الجیّد؛

(۱۱۲۶) **مفید الدین** ابوالحسین **محمّد** بن ابراھیم بن علی الحلبیُّ الشاعر۔ کان شاعراً ادیباً لہ شعرٌ حسنٌ فی الفنون فمن ذٰلک قولہ:۔

فقدنا وقد رقّی السّلامُ قلوبنا | ولم تجرِ منّا فی خُروقِ المسامع
ولم یعلم الواشون ما کان بیننا | من السوءِ لولا ضجّۃٌ فی المسامع

(۱۱۲۷) **مشید الدین** ابوالکرم **محمّد** بن ابی علی عبد الملک بن علی بن اسحاق الہاشمی العبّاسیُّ المخرمی المحدّث الادیب

ذکرہ ابن الدبیثی وقال: کان من اعیان السادات سمع ابا القاسم ھبۃ اللّٰہ بن محمّد بن الحصین وطبقتہم، قال: وتوفی یوم الخمیس ثانی جمادی الاُولیٰ من سنۃ خمس وثمانین وخمسمائۃ؛

(۱۱۲۸) **مفیدُ الدین** ابوالفتح **مسعود** بن محمّد بن منصور المستوفی الکاتب۔

من کلامہ: اِمارات توفر شکری للّٰہ تعالیٰ علی النعمۃ لدیہ

فحسب ما خصصت به من توفر الحظ من ولائه، والتزمته من شرائط مودته واخائه، ووثقت به من حسن محافظته و وفائه، وكان علمي بما اُهّل له وقلّد بخاده وخوّله مقتزنا ببعض الاعداء المحترضة دون الحقوق المفترضة.

(١١٣٩) مشيّد الدين ابو طاهر المهذّب بن هبة الله بن المعضاد الصوري الكتبي الاديب -

ذكره الحافظ ابو طاهر احمد بن محمّد السلفي في كتاب معجم السفر، وقال: انشدنا لنفسه بصور :-

كم حالمبتني الخطوب بنكبة ... علّ لم يرضها سوى غيري
وعاقب الدهر فاصطبرت له ... فخلصتني عواقب الصبر

الميم والصاد وما يثلثهما

(١١٤٠) مصابيح الظلام بنو المعلّى بن تيم بن ثعلبة بن جدعا الطائي[1] مصابيح الظلام من الكرام الاسخياء ذكر محمد بن السائب في كتاب الجمهرة[2] به.

[1] كذا نسبة مفردة بالاصل؛ [2] بياض بالاصل، وقال الاصبهاني في الاغاني (٨: ٦٧)، ثم تحول (امرؤ القيس) عنه رعن سعد بن الضباب، فوقع من ارض طيئ فنزل برجل من بني جديلة يقال له المعلّى بن تيم ففي ذلك يقول :- كانّي اذ نزلت على المعلّى نزلت على البواذخ من شمام

فما ملك العراق على المعلّى ... بمقتدر ولا ملك الشام
اقرّ حشى امرئ القيس بن حجر ... بنو تيم مصابيح الظلام

انتهى وهذا مير شعر ان الملقبين بمصابيح الظلام بنو تيم وان كان المعلّى سببا في ذلك وعليه نص ابن عبد ربه في العقد الفريد، (٢: ٧٩)

(۱۱۴۱) **مصباح الدولة** ابومنصور **نصر** بن منصور العقیلی
الشاركی الادیب ذكره تاج الاسلام ابوسعد السمعانی، وقال :
كان من مشهوری فضلاء خراسان مذكوراً بعزوف النفس، و
شارك[2] المنسوب الیها من نواحی بلخ ؛ قال : وشرّفه من دار الخلافة
بمصباح الدولة وخرج فی صحبة شرف السادة ابی الحسن محمد بن
عبد الله البلخی الی حضرة نظام الملك فلم یوفّق فی ارتباطه فهجر
خدمته وآثر العزلة ثم هام علی وجهه ودخل بلاد العجم ثم
رجع فتوغّل فی بلاد العرب ودخل الی بلاد المغرب واستوطن
مصر ومن شعره :—

دقّ عیشی لان فضلی دُرٌّ ونری الدُرّ نظمها فی الصفاح
وحوانی ظلام دهری ولكن مایَضُرُّ الظلامُ بالمصباح

ومن شعره فی وصف نار :—

ونار كانفاس لصبلج رفیعة تنوّر[3] هفا من شارك بن سان
متوّجةٌ بالفرقدین كریمةٌ تجیر من البأساءِ والحد ثان
كثیرة اغصان الضیاء كانّها تُبشّرُ اضیافی بالفِ لسان

(۱۱۴۲) **مصدّق** - هو محبّ[4] الدین - ابوالفتح **احمد** بن محمّد بن ابی
الفتح بن حامد بن كامل البغدادی الفقیه المقری كان من اعیان 142.B 143 A

[1] یرید انه ذكره فی المذیل وقد ذكره السمعانی من غیر هذا التفصیل. فی الانساب (ص ۳۲۵) ایضاً وذكره یاقوت فی معجم البلدان (۳ : ۲۳۲) ونقل شعره المذكور ههنا.
[2] كذا قال یاقوت ایضاً انها بلیدة ولكن قوله الآتی فی شعره «تنوّر تنهامن شارك من سنان» لا یوافقه.
[3] فی معجم البلدان: تورنشتها؛ [4] وقد تقدم ذكره؛

القرآء وافراد الفقهآء. وفيه يقول شيخنا شمس الدين ابو المناقب محمد بن سديد الدين احمد بن عبد الله الهاشمي الكوفي وحي جلال الدين عبد الجبار بن عكبر :—

حنابلة المستنصرية قد بلوا ... بدرس جهول بالجهالة ينطق

ولا عزو ان صب العذاب عليهم ... اذا الاعور الدجال فيهم مصدق

وكان ممتعًا باحدى عينيه ؛

(١١٤٣) المصطفى ابو القاسم احمد بن عبد الله بن عبد المطلب الهاشمي النبيّ صلّى الله عليه وسلّم -

ومن القاب النبي صلّى الله عليه وسلم المصطفى ؛ وفيه يقول عمّه ابو طالب بن عبد مناف بن هاشم من قصيدة :—

اذا اجتمعت يومًا قريش لمفخرٍ ... فعبد منافٍ سرّها وصميمها

وان فخرت يومًا فانّ محمّدًا ... هو المصطفى من سرّها وكريمها

وقال ابو القاسم بن عساكر في تاريخ دمشق : انشدني ابو الطيب احمد ابن عبد العزيز المقدسي :—

ما طلعت شمس على بلدةٍ ... افضل من يثرب في العالم

وانّما حلّت محلّ العُلى ... لمّا حوت قبر ابي القاسم

زينُ البرايا ونبيُّ الهُدى ... والمصطفى خيرُ بني آدم

(١١٤٤) مصطفى الدولة[1] ابو الفتيان محمّد بن سلطان، بن حيّوس[2]

---

[1] انظر الوفيات (٢: ١٠-١٢) وبروكلمن (١: ٢٥٦) مع ذيله (١: ٤٥٢) وفهرس دار الكتب المصرية (٣: ١٠٧) ولقبه ابن خلكان صفي الدولة

[2] بالباء المشددة، قال ابن خلكان : وفي شعراء المغاربة ابن جوس مثل الاول لكن بالباء الموحدة المخففة ؛

الغَنَوِيُّ -

ذكره ابو القاسم بن عساكر فی تاريخه، وقال: حدث عن جدّه لامه القاضی ابی نصر هرون الجندی، روی عنه ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطيب، وكان جدّه حيوس بن المرتضی الغنوی صاحب الرقة وديوانه موجود كبير، وامتدح تاج الدولة ابا سلامة محمود بن نصر بن مرداس صاحب حلب بالقصيدة الميمية التی اوّلها

تَقَوَّا فی العلی حيث انتهيتم تذمّما[1]
ولا تقنعوا من جار حتی تحكّما

وانشده اياها فلما فرغ اتبعه بفراش وفی يده طبق من فضة وزنه ثلثه الاف درهم وفيه الف دينار وسلّم الجميع اليه؛ ومولده فی صفر سنة اربع وتسعين وثلثمائة بدمشق وتوفی فی شعبان سنة ثلاث وسبعين واربعمائة بحلب ودفن بباب قنسرين؛

(٥٨١) المصطفی - جلال الدين - ابو جعفر محمّد بن رضی الدين علی بن موسی بن جعفر بن طاووس الحسنیّ النقيب الطاهر -

كان سيدًا كاملًا واديبًا فاضلًا ولی النقابة بعد والده رضی الدين ابی القاسم علی بن موسی، ولما قدمت بغداد سنة ثمان وسبعين وستمائة، حضرت مجلسه مع شيخنا جمال الدين ابی محمّد الحسين بن اياز وكتبت عنه؛

---

[1] وانشده ابن خلكان هكذا :-

تقوا فی العلا حيث انتهيتم تذمّما ولا تقتنعوا من جاركما تحكّما

(۴۶) المصطفیٰ لدین اللہ ابو معدّ نزار بن المستنصر معدّ ابن الظاہر علیّ العلوی الفاطمیُّ الخلیفۃ۔ لم یتم امرُہ۔

لما توفّی والدہ المستنصر باللہ بایع الجند اخاہ ولقّب بالمستعلی کما ذکرناہ فی ترجمتہ فہرب نزار من القاہرۃ الی الاسکندریۃ وبہا ناصر الدولۃ افتکین مولی ابیہ وکان مولی ابیہ[1] وجرت لہ مع اخیہ حروب وخطوبٌ وقیل انّ المستعلی ظفر بہ وجعلہ[2] بین حائطین و قتل ناصر الدولۃ افتکین؛ وقرأتُ فی تاریخ الاسماعیلیہ، انّہ التسل بالروزبار وانّ الحسن بن الصّبّاح کان من دُعاتہ وان ملوک الاسماعیلیۃ الذین انقرضوا کانوا من اولادہ[3]

(۴۷) المصطلق جذیمۃ[4] بن سعد بن عمرو الخزاعیُّ الامیر۔

ذکرہ الحافظ ابو الفرج عبد الرحمن بن الجوزی فی کتاب کشف النقاب من الاسماء والالقاب، وقال: لقّب بالمصطلق لشدۃ صوتہ و شجاعتہ، وکان اذا حمل علی الکتیبۃ ورفع صوتہ ینہزم اکثر الابطال، وکان مع ذلک سخیًا جوادًا؛

(۴۸) المصطنع ابو نصر تمرتاش بن عبد اللہ الترکیُّ الحاجب

کان [illegible] ابو الحجّاب العامر ذین یخدمون الخلفاء والوزراء ومن اعیان الدولۃ المستظہریّۃ، ذکرہ ابو الحسین بن الہمذانی فی تاریخہ

---

[1] انظر سند امّا یتعلّق بہ فی تاریخ الکامل (۱۰: ۹۰) [2] کذا فی الاصل مکررًا؛ [3] قال ابن الاثیر: وتسلّم المستعلی نزارًا فبنی علیہ حائطًا فمات؛ [4] قال ابن الاثیر: والاسماعیلیۃ الی یومنا ہذا یقولون بامامۃ نزار؛ [5] س: تاج العروس ۲: ۳۱۲ +

وقال: كان من اصحاب الهمم العالية ، انشد : —

سلامٌ يحاكي عرفه ونسيمه   نسيم الصبا جاءت بريّا القرنفل
فيمناه يمن شامل لمؤمّل   اليه ويسراه الايسار لمؤمل
اذا اجتمعت صيد الملوك حسبتهم   على بابه المعمور وفّاد منهل
فلو ورثت الايام كسرى بن هرمز   لكان وبوّاب الامير بمنزل

(١١٤٩) **مُصطنع الدّولة ابو محمّد عبد الجليل بن علي بن حمّاد** الصنهاجيّ القائدُ الاديب

كان من فضلاء المغرب ، قرأتُ في تاريخ القيروان انّه صاحب هذه الابيات : —

فدونك يا ناصر المصطفى   ثوابًا يزينك في الموقف
وجُد بفراخٍ شآميّة   مذ العام في مصرهم تخلُف
نقلتهم طالبًا منصفًا   فما فزتُ بالنصف من منصف
وحصّ جناحي زماني بهم   فنحن على خطر متلف

(١١٥٠) **المصطنع ابو الحسن علي بن احمد بن الحسن البغدادي** الاديب :

كان اديبًا فاضلًا حافظًا لبيبًا اريبًا ، انشد لابراهيم بن المهدي من جملة الاعتذارات التي قالها للمامون حتى عفا عنهُ : —

ذنبي اليك عظيمٌ   وانت اعظمُ منهُ
فخذ بحقك اولا   فجُد بحلمك عنهُ
ان لم يكن ذا حفاظٍ   من الكرام فكنهُ

(١١٥١) **المصطنع قراتكين بن عبد الله الجعفريّ الفارسُ الشجاع .**

ذكره ابو الحسين هلال بن المحسن الصابی فی تاریخه، وقال: کان من اکابر الغلمان السبکتکینية وله معرفة بآداب الملوك وعنده فروسية وشجاعة وخرج الى اقطاعه بنهر الملك سنة اثنتين وثلاثين واربعمائة، فلما عاد کمن له جماعة من بنی عیسی الخوارج بنهر عیسى فقتلوه مع غلام له؛

(١٥٢) **مُصْطَنَع الدولة** ابو غالب **كليب** بن علی بن ابی الفتح العراقی الامیر -

143b / 144A

ذكره الشيخ الفاضل شهاب الدين یاقوت الحموی فی کتاب معجم الادباء[1] فی ذکر فهرست کتب المحرّی[2]، وله کتاب یعرف بالرياشی المصطنعی فی شرح مواضع من الحماسة الرياشية عمل لرجل يلقب بمصطنع الدولة ويخاطب بالامرة واسمه کلیب بن علی ویکنی اباغالب انفذ اليه نسخة من الحماسة وسأل ان یخرج فی حواشیها لم یذکرها ابو ریاش فصنع له هذا الكتاب وهو اربعون کراسة؛

(١٥٣) **مُصْطَنَع الدَّولة** ابو الثناء **محمود** بن محمد بن عبد الله - یعرف بابن بسّام - الاصفهانی الامیر -

ذكره كمال الدين ابن الشعّار فی کتاب تحفة الکبراء، وقال: کان شاعراً ادیباً، وانشد له فی مدح الصّالح بن رزّیك[3]:-

حفظت ما ضيعت من امری وقمت بی فی حالة العسر

---

[1] ج ٣ص ١٥٨، [2] لم اقف على مصنفه، وذكرها الحاج خليفة ایضاً تبعاً لذكر كتاب المحرّی، كشف الظنون (١: ٥٥٨) [3] طلائع بن رزّیك المتوفی سنة ٥٥٦ھ، الوفيات (١: ٢٣٨ - ٢٤٠) +

يامن اياديه وانعامه | معونتى فى نُوب الدهر
ومن اياديك افضاله | لتى بانواع من البرّ
كم من يد بيضاء استيتها | الىّ تجلو اسود الفقر
والله ما اغفلت ذكرى ولا | اغفل ما عشت عن الشكر

(۲۸۵۴) **المُصْطَنِع** ابونصر **منصور** بن طاس الديلمى ثم البغدادى الحاجب ذكره ابوالحسن ابن الفقيه فى تاريخه، وقال: استحجب للخليفة ولقب المصطنع فى ذى الحجة سنة عشر واربعمائة و خلع عليه السيف والمنطقة والسوار، وكان من ارباب المروات الظاهرة جميل المنظر حسن المحضر محباً لقضاء الحوائج، حجب الامام القادر بالله وبعده الامام القائم بامر الله، وله ينسب عقد المصطنع بالمامونية من الجانب الشرقى وكان قد عمر دارا له على العقد وكانت وفاته فى جمادى الاخرة سنة اربع و ثلاثين واربعمائة؛

(۲۸۵۵) **المُصَفَّح** ابوعبدالله **محمد** بن داود بن سليمان بن ابى عبدالله الحجازى -

رأيتُ ذكره فى الانساب والتواريخ ولم اكتب ما جاء عنه؛

(۲۸۵۶) **مصلح الدين** ابومحمد عبدالله بن مشرف بن مُصلح بن مشرف المعروف بالسعدى الشيرازى الشاعر العارف؛[1]

---

[1] توفى السعدى الشيرازى سنة ۶۹۱ هـ؛ واخباره مبسوطة شهيرة؛ انظر بعضا منها فى دائرة المعارف الاسلامية (۴: ۳۶ بما بعدها) وشعر العجم (الكتاب الاردوى للعلامة الشبلى) ج ۲ ص ۲۹ - ۱۰۶؛ وقد صنفت فى سيرته رسائل؛

يعرف بالسعدی نسبة الی اتابك سعد بن ابی بکر وکان من الصوفية[1] العارفين ورزقه الله القول الحسن البديع المعانی فی الالفاظ الفصيحة باللغة الدرية وكتبت اليه سنة ستين التمس شيئًا من اشعاره التی قالها بالعربية فكتب الیّ هذه الابيات

متى جمع شملی بالحبيب الغاضب — وكيف خلاص القلب من ايدی السالب[1]

الام هيامی فيه والبعد مانعی[2] — وكيف اصطباری عنه والشوق جاذبی[1]

علمت بان الصبر اكرم[3] .... منزابب

(۱۵۷) **مصلح الدين ابو محمد عبد المجيد** بن فضل الله بن ابی الفتوح التبريزی الفقيه ورد علينا مراغة الی حضرة مولينا السعيد نصير الدين ابی جعفر الطوسی فی سنة تسع وستين وستمائة[4]، وكان دمث الاخلاق ظاهر البشر، قرأ الفقه والاصول على مولانا شمس[5] الدين العُبيدی وسمع الحديث على القاضی محی الدين[6] ابی الحسن بن ابی الفضائل القزوينی -

(۱۵۸) **مصلح الدين علیّ** بن عبد الواحد الخبوانی المعلّم قدم مراغة وادّب بها الصبيان ؛

(۱۵۹) **مُصلحُ الدين ابو محمد القاسم** بن ابراهيم بن ابی السعادات الخوئی[7]

---

[1] مخروم بالاصل والتكميل من كلّيات السعدی طبع نولكشور لكسناؤ (القصائد العربية ۱۰-۱۱) [2] مخروم بالاصل ولم نجد البيت فی النسخ الموجودة عندنا من الكليات [3] عبد الكافی بن عبد المجيد التبريزی ؛ ر: كتاب الكاف (ص ۲۸۰، ۲۸۴) [4] ذكره قبل ذلك مرتين مرة بكنيته ومرة باسمه علی ؛ [5] نسبة الی خوی (خونه) بلد من اعمال اذربيجان يقال له الخونج، وهی الآن يسمّی كاغذكنان ای صنّاع الكاغذ ؛ ر: معجم البلدان (۲: ۵۰۰)

قرأت بخطه لابی بکر[1] احمد بن ابراهیم الاسماعیلی :-

انی اذخرت لیوم ورد منیتی	عند الاله من الامور خطیرا
وشهادتی ان النبی محمداً	کان الرسول مبشراً ونذیرا
وبراءتی من کل شرک قاله	من لا یقر بفعله مقدورا
ومحبتی آل النبی وصحبه	کلاً اراه بالجمیل جدیرا
وتمسکی بالشافعی وعلمه	ذاک الذی فتق العلوم بحورا
فاشهد الٰهی اننی مستغفر	لا استطیع لما منیت شکورا

(۱۶۰) مصلح الدین ابو عبد الله محمد[2] بن احمد بن علی بن محمد الجورتانی[3] الفقیه

ذکره محب الدین ابو عبد الله محمد بن النجار فی تاریخه، وقال: کان فقیها فاضلا کامل المعرفة بالادب، واکثر فضلاء اصبهان من تلامیذه، وجورتان قریة من قری اصبهان، وکان یعرف بمصلح الدین وکان متدیناً حسن الطریقة صدوقاً قدم بغداد طالباً بالحج فی سنة ست وستین وخمسمائة، و[...] حتی عاد من الحج سنة سبع وستین فحدث بالیسیر عن ابی علی الحسن بن احمد الحداد، وقال: روی لنا عنه احمد بن احمد البندنیجی، قال وسمعت اباعبد الله الحنبلی باصفهان یقول: کان جدی لامی المصلح کان یختم فی کل یوم ختمة وتوفی فی شهر ربیع الآخر سنة

---

[1] امام شافعی ولد سنة ۲۷۷ھ وتوفی سنة ۳۷۱ھ؛ انظر تراجمه فی طبقات الشافعیة (۲: ۷۹-۸۰) والشذرات (۳: ۷۵) وتذکرة الحفاظ (۳: ۱۴۹) [2] یعرف بالحمانی ذکره ابن العماد فی الشذرات (۴: ۲۴) قال: توفی قبله بیسیر ابنه ابوبکر احمد؛

تسعين وخمسمائة ودفن بباب وشربه؛

(١١٦١) **مصلح الدين ابو عمرو مسعود** بن علي بن الحسين الاردبيلي السلمي -

ذكره ابوطاهر السلفي وقال: اجتمعت به بمدينة اردبيل و روى لنا عن ابي علي محمد بن وشاح وكان قد عمر؛

(١١٦٢) **مُصلحُ الدين نصرالله** بن يوسف بن نصرالله بن علي الدمشقي

نقلتُ من خطه:[1]

اذا كنت محتاجا الى الفضل لابسا ... اذا دنس الملبوس لم يتدنس

فصيرلك التقوى مع العلم لابسا ... فان التقى والعلم افخر ملبس

(١١٦٣) **المُصَوَّرُ ابو حفص عُمَرُ** بن عبد الرحمن بن زيد بن الخطاب العدوي الامير -

ذكره الزبير بن بكار في كتاب الانساب، وذكره الحافظ ابوالقاسم علي بن الحسين بن عساكر في تاريخه، وقال: كان يقال له المصوّر من حسن وجماله، قال: وقد م دمشق على معاوية بن ابي سفيان فاقام عنده شهرا ثم قام اليه يوما فقال يا امير المومنين اقض حوائجي فقال له معاوية: اقضي لك انك احسن الناس وجها ثم قضى حاجته ووصله واحسن جائزته؛

---

[1] انشد ها بن في ترجمة محدث الحرمين عبد الرحمان بن منوع المكي؛

[2] ذكره ابن سعد في الطبقات (٥: ٢٥) في عداد ابناء عبد الرحمن ولم اقف له على ترجمة؛

الميمُ والضّاد

(١١٦٤) المضافر عبد الله بن محمود بن منصور الدّيلميّ النقيب

144B
145A
الاصفهسالار.

ذكره ابن الصابی فی نقباء الدیلم، وقال: کان فارسًا شجاعًا امیرًا مطاعًا وتحت یده جماعة من الدیلم والاتراك والاعراب و کان المقدّم علیهم وله بهم شفقة ورأفة وله میل الی ارباب العلوم والفضلاء والائمّة من الشیعة؛

الميمُ والطاءُ وما يثلثهما

(١١٦٥) المُطَرَّف ابو محمد عبد الله بن عمرو بن عثمان بن عفّان الاُمَويّ الامیر. اُمّه حفصة بنت عبد الله بن عمر بن الخطّاب؛ قال الامیر ابو نصر بن ماكولا فی کتاب الاکمال[١]: واما مطرف بتخفیف الراء فهو عبد الله بن عمرو بن عثمان کان یسمّی المطرف لحُسنه؛ وکان قد تزوّج فاطمة[٢] بنت الحسین بن علیّ بن ابی طالب واولدها القاسم ومحمّد الدیباج ورقیّة، وکانت فاطمة تحت الحسن بن الحسن بن علیّ، فلمّا حضرته الوفاةُ قال لها: انك مرغوبٌ فیك لا تتركین وانّی والله لا اترك فی قلبی حسرة سواكِ؛ قالت: فانّی انتهی الی ما امرتَ به، فقال: کانی بك لو قد متُّ واُخرجت جنازتی قد جاءك عبدُ الله بن عمرو علی فرسٍ ذنوبٍ لابسًا حلیّته

---

[١] البیت عندنا نسخة من کتاب الاکمال السوهی، وتراجم المطرف تطلب من انتم تهذیب (٥، ٢٢٨-٢٢٩) وکتاب المعارف لابن قتیبة ره - ٨٢ [٢] ذکرها ابن سعد، فی الطبقات ره ٢٣٤-٢٣٨) ولم یذکر هذه القصّة وذکروا شیئًا آخر؛

بیسیر فی جانب الناس متعرضاً لك ولیس له فی الله نیاهم عنیرك ؛
فلم یدعها حتی توثق بها ؛ منها بالایمان فی ذلك، ومات الحسن و
أخرجت جنازته فوافی المُطرف فنظر الی فاطمة ونظرت الیه و
کانت تاطم وجهها علی الحسن فارسل الیها ان لنا فی وجهك حاجة
فارفقی، قال : فخمرت وجهها وا رسلت یدها حتی عرف ذلك جمیع
من حضر فلما انقضت عدتها خطبها ، فقالت : کیف اعمل
بایمانی ؛ قال: لكِ بكل مالٍ مالان وبكل مملوكٍ مملوکان ؛
فتزوجها فولدت له محمداً فتی من حسنه الدیباج ؛ و
توفی المطرف سنة ست وتسعین ؛

(۱۶۶) **المُطرف** ابو مصعب **محمد** بن عبد الرحمن المدینی
المُحدث ۔

ذکره المقریسی فی کتاب معرفة الالقاب ، [قال] قال ابو احمد
عبد الله بن علی : حدثنا احمد بن داود بن ابی صالح ابو الحسن
املاءً علینا بمصر فی شهر ربیع الاول سنة تسع وتسعین ومائتین
حدثنا ابو مصعب المدینی یلقب مطرف ؛ لم یذکر له ستاً ؛

(۱۶۷) **المُطعم امرؤ القیس** بن حرام بن جُذام السکونی الوبئی
رأیت بخطه ان عثمان رضی الله عنه خطب الی عمر رضی الله
عنه ابنته حفصة فردّه فبلغ ذلك النبی صلی الله علیه وسلم
فلما راح الیه عمر قال له: یا عمر ا دُلّك علی ختن خیرٌ لك من
عثمان وادلّ عثمان علی ختنٍ خیر له منك ؛ قال : نعم یا نبی الله
قال: زوجنی ابنتك وأزوج عثمان ابنتی ۔

(۱۱۶۸) المطوّقُ ابو علی جعفر بن محمّد بن عبد اللہ الشافعی الشاعر۔

ذکرہ کمال الدین ابوبکر، بن الختّار فی کتاب تحفۃ الوزراء، وقال:
قرأتُ فی بعض المجامیع انّ المطوّق الشاعر شخص الی مصر ودعاہ
الوزیرُ ابوالفضل جعفر بن الفضل المعروف بابن خنزابۃ فقال
لہ: أُحبّ ان تھجو المتنبّی ببیتین من الشعر یسیران فی السُن
العامۃ؛ وکان یشتھی ان یمدحہ، فلم یجبہ المتنبی، فقال
المطوّق:

یا ایھا المتنبّی ھمام جمرک زُبّی
ان کنت انت نبیّ[۱] فالقرد لاشک ربّی

فلمّا بلغ ذلک المتنبی قال:

قل للمطوّق جعفر بن محمّد

مجویک من ریب الزمان الاشکب

فی ابیاتٍ[۲]؛

(۱۱۶۹) المُطَھَّرُ ابو القاسم محمّد بن عبد اللہ بن عبد المطّلب
الھاشمیّ النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلّم۔

ومن القابہ صلّی اللہُ علیہ وسلّم الطیب المطیّب؛ وشھد[۱]
بدراً وکان عمّار واُمّہ سمیّۃ ممن عذّب فی اللہ ثم اعطاھم
عمّارٌ ما ارادوا بلسانہ، واطمأنّ بالایمان قلبُہٗ، فنزلت فیہ

[۱] کذا؛ بالاصل؛ [۲] کذا بالاصل، ھو من ترجمۃ عمّار رضی اللہ عنہ الآتی ذکرہٗ
لکنّ المصنّف خلط فذکرہ، فذکر ترجمۃ عمّارٍ فی المومنعین ونسی ذکرہٗ
صلی اللہ علیہ وسلّم؛

إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ[1]؛

وعن الاحنف بن قيس فى خبر صفّين ثم حمل عمّار فحمل عليه ابن جزء السكسكى فاحتز رأسه، وكان قد استسقى فأتى بشربة من لبن فشرب، وقال: اليوم القى الاحبّة؛ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم عهد انّ آخر شربة اشربها من الدنيا شربة من لبن؛

(۱۱۷۰) المُطَيَّبُ ابو اليقظان عمّار بن ياسر بن عامر بن مالك بن كنانة بن قيس العنسى ثُمّ المَذْحِجيُّ الصحابيُّ

ذكره ابو عمر النمرى فى كتاب الاستيعاب[2]، وقال: كان من المهاجرين السابقين الذين عُذِّبوا فى مكّة وقد ذكرناه فى كتاب الالقاب الطيّب المطيّب؛ وفى رواية علىّ بن ابى طالب عليه السلام قال استأذن عمّار على النبىّ صلّى الله عليه وسلم فقال: من هذا؟ قال: عمّار، قال: مرحبًا بالطيّب المطيّب رواه الترمذى؛ وشهد عمّار بن ياسر صفّين، وهو ابن تسعين سنة على[3] مكة وطلب ماءً فاتى بشربة من لبن فضحك فقيل له فى ذلك، فقال: انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انّه آخر شراب تشربه، وقتل بصفّين سنة سبع وثلاثين؛

(۱۱۷۱) المطيع العاص بن عامر بن عوف بن كعب بن ابى بكر بن كلاب.

---

[1] سورة النحل (۱٦) الآية ۱۰٦. [2] ۲: ٤٣٣ - ٤٣٦؛ وما ذكره المصنّف فى الموضعين شذرة منه.

[3] زيادة من غير كتاب الاستيعاب؛

وفد على رسول الله صلى الله عليه وسلّم وكان اسمه العاص فسمّاه رسول الله صلى الله عليه وسلّم مطيعًا[1]؛ عن الدارقطني؛

(١٧٢١) **مُطيع الدين ابوالحسن عليّ بن مختار الغزنويّ المُنجّم۔**

قدم علينا مراغة طالب علمٍ سنة تسع وستّين وستّمائةٍ، وكان رجلاً فاضلاً قد قرأ الادب؛ احبّ ان يقرأ شيئًا فى علم الرياضيات فلازم محي الدّين المغربي وشمس الدين محمّد بن المويّد العرضي؛ روى لنا عنهُ حميد الدين محمود بن مسعود الغزنوي المُنجّم۔

(١٧٣١) **المُطيعُ لِلّٰهِ ابوالقاسم الفضل بن المقتدر جعفر بن المعتضد احمد العبّاسى الخليفةُ**

اُمّهُ اُمّ ولدٍ اسمها مشعلة[2] ادركت خلافته، ومولده فى رابع عشر المحرّم سنة احدى وثلثمائةٍ، وبينه وبين ابيه اربعة خلفاء كما ذكرنا فى ترجمة المستكفى وهم عمّه القاهر واخواه الراضى والمتّقى وابن عمّه المستكفى بن المكتفى؛ بويع له بالخلافة فى ثانى عشر جمادى الآخرةِ سنة اربعٍ وثلاثين وثلثمائةٍ، وخرج نفسه مختارًا غير مكرهٍ يوم الاربعاء ثانى عشر ذى القعدةِ من سنة ثلاثٍ وستين وثلثمائةٍ وكانت خلافته تسعًا وعشرين سنةً واربعة اشهرٍ وايامًا وبايع لابنه الاكبر وهو ابوبكر عبدالكريم ولقّبه الطائعَ لِلّٰهِ، وكانت وفاته بدير العاقول فى يوم الاثنين لثمانٍ

---

[1] ر: اسد الغابة (٣: ٤٠٣)، [2] يحيي بن محمد المقدم ذكره فى الترجمة ١٨٤٩، [3] باهمال العين من غير رض فى المخطوطة وبالعين المعجمة فى تاريخ الخلفاء (ص ٣٩٣)،

بقین من المحرّم سنة اربع وستین وثلثمائة عن ثلاث وستین سنة[1] ودفن بالرصافة؛

المیم والظاء وما یثلثهما

(۱۷۲) **مظاهر الدولة** ابو المسیّب رافع[1] بن الحسین بن حمّاد العُقَیلیّ[2] امیر العرب هو ابو المسیّب رافع بن الحسین بن حمّاد ابن مقن بن المقلّد بن جعفر بن عمرو بن المهیّا بن یزید[3] بن عبد الله بن یزید بن قیس بن حوثة بن طهفة بن حزن بن عبادة[4] بن عقیل بن کعب بن ربیعة بن عامر بن صعصعة بن معاویة بن بکر بن هوازن بن منصور بن عکرمة بن خصفة بن قیس غیلان وهو الیاس[5] بن مضر بن معدّ بن عدنان؛ کانت مملکته البوازیج والسین وتکریت وکرمی والدور والقادسیّة، وکان شجاعاً شدید الغیرة علی حُرَمه واماثه، وکانت اُمّ مظاهر الدولة علویة بنت ملّد بن المقلّد بن جعفر بن عمرو بن المهیا وکانت امرأة" کریمة وعمّرت، وکان فیه شحٌّ، وکانت تعاتبه فی ذلک وان جری تقصیرٌ فی ضیافاته تمّمته من بیوتها واحسنت الیهم؛ وشرب مظاهر الدولة ومعه جماعة من عبیده وبنی عمّه فجرت بین اثنین منهما منازعة" علی السکر فنهض رافع لیخلص بینهما فضرب احدهما بالسیف یده غلطاً فقطعها فذهبت هدراً،

---

[1] انظر ترجمته فی الکامل (۹: ۱۸۸) [2] وفی الوفیات (۲: ۲۰)، ترجمة المقلد بن المسیّب) یزید، بالتصغیر ابن عبد الله بن زید؛ [3] زیادة لیست فی الوفیات؛

[4] ر: الناس؛

لہ انظر ایضاً (۱۵: ۱۹۳)

صدرالبیت	قافیته	بحرہ	مجلد	صفحہ
سَقَھَا	خَزَیم	کامل	۱۶	۳۲
ضرب	وَالنَّیِم	″	۱۶	۵۳
اِنّی	تمیم	″	۱۸	۲۸۹
کالهوم	نَدَما	″	۱۴	۲۸۵
حَیْدَلاَت	مجزَمُا	″	۱۴	۳۷۵(= ۱۶: ۱۹۱)
نَلْقَی	اَسْرَاهُا	″	۱۹	۹۹
فطن	بکتما	″	۱۹	۳۳۰
بنا بان	تُحْشَمَا	″	۲۰	۲۰۲
هذ بتیك	مُدَرَّمَه	″	۱۵	۸۰
أما	مجزومه	″	۱۵	۲۸۶
یاثلط	الاَلَاما	″	۹	۱۳۷(= ۲۷۹)
قیم	بسطاما	″	۱۱	۲۸۷
یالیتنی	ایَامَا	″	۱۲	۲۱۸
من	دِمَامَا	″	۱۳	۱۹۵(= ۱۵: ۹۷)
ماهاج	حمامًا	″	۱۴	۲۱۵
لازلت	لِزَامًا	″	۱۶	۱۴
کانَتْ	المِعْزَامَا	″	۱۶	۹۳

صدرالبیت	قافیته	بحرہ	مجلد	صفحہ
مَهْلاً	مُرَدَامَا	کامل	۱۷	۱۹۹
فَعَدَتْ (اوقعدت)	اَمَامَها	″	۳	۱۶۶(= ۲۰: ۹۳)
وَشَرِبْتُ	هَامَهْ	″	۴	۵۴(= ۱۹: ۱۵۶)
ورمقتها	استقامه	″	۱۰	۹۵
الرِّیحُ	الغَمَامَهْ	″	۱۲	۳۰۲
مَهْلاً	آمَامَهْ	″	۱۴	۲۸۹(= ۴: ۳، ۳۰۷)
دار	الغرامه	″	۱۵	۳۳۱
صَبَرُوا	الحمامه	″	۱۸	۲۳۹(= ۱۹: ۲۴۹)
العَبْدُ	المَلَامَه	″	۱۹	۲۹۶
جَمَعَ (اوالجمع)	مَنِیمًا	″	۸	۱۸۰(= ۲۳۶، ۱۸: ۱۹۷)
یاأَیُّهَا	بَرِیمَا	″	۱۴	۳۱۱
حتی	زَعِیمَا	″	۱۵	۱۵۸
لَوْ	یَسُومَا	″	۱۶	۱۳۳

صدر البیت	قافیته	بحره	جلد	صفحه
فَضَلُوا	حَطِيمَا	کامل	۱۷	۳۰۷
إمّا	تَيَمُّمَا	″	۱۸	۸۵
فَهَل	حَذِيمَا	″	۲۰	۳۲۰
فاذهَبْ	إرَمُ	″	۱۴	۲۸۰
يَأتِي	حَكَمُ	″	۱۵	۳۲
ان	عالِمُ	″	۳	۲۶۹
لا	القَائِمِ	″	۴	۲۸۸ (= ۱۵: ۳۰)
فاذا	كَالأشَائِمِ	″	۱۵	۲۰۷
مَنْ	الأقَاوِمِ	″	۱۵	۲۰۸
وَلَقَدْ	حَاتِمُ	″	۲۰	۲۸۵
أجَمِيعُ	المَعْلُومُ	″	۱۴	۳۴
فهذان	يَرْمِي	هزج	۲	۱۹۶
ألا	سَهْمِ	″	۱۳	۳۱۵
يُوَجِّهُ	الظُّلَمِ	″	۱۵	۲۷۲
وما	اقدامِ	″	۱۸	۲۷۶ (= ۱: ۲۸)
نَضْرِبُ	الأشَمُّ	رجز	۱	۳۲۴ (= ۱۴: ۳۴۰)
لما	نُمُّوا	″	۱۴	۳۳۴[1]

صدر البیت	قافیته	بحره	جلد	صفحه
فَاجْتَمَعَ	تَرَمُّوا	رجز	۱۵	۷۳
لا	تَحَمْحَمُ	″	۱۵	۹۲
بَلْ	غُمُّوا	″	۱۵	۳۳۷ (= ۳۱۴، ۴۳۲)
اِنّي	نَهَمُ	″	۱۵	۳۶۰
له	قُمْقُمُ	″	۱۵	۳۹۶
جَارِيَةٌ	تَضَمَّنَهَا	″	۴	۴۵ (= ۴۶)
جَارِيَةٌ	بَشْتُمُهَا	″	۱۴	۳۷۵
يَتْبَاعُ	المُقْرَمُ	″	۲	۱۴۲
هَيْمَاءُ	أهْيَمُ	″	۷	۱۳۰
أقُولُ	تَقَحَّمُ	″	۷	۲۶۸
مُبارَكٌ	خَاتَمُ	″	۷	۳۰۲
لَيْسَتْ	سُتْهُمُ	″	۱۲	۴
فَالحَنَكُ	أفْقَمُ	″	۱۲	۲۹۸
ما أنْتَ	مُزَرْدَمُ	″	۱۲	۳۵۵ (= ۱۴: ۳۲۱)
هذا	مُزَرْدِمُ	″	۱۴	۳۶۳
ما	حُلْكُمُ	″	۱۵	۴۰ (= ۲۱۰)

[1] انظر ایضا ۱۵: ۲۲۲، ۱۱: ۲۳۰

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
فلا	المُدَمّی	رجز	۱۲	۲۵۷
نَبُس	مِقَمّ	"	۱۴	۱۷۶ (=۱۵: ۱۳۹)
یااُقرِ	بُذّمِ	"	۱۴	۳۰۹
رُبَّ	المُجتَمِ	"	۱۴	۳۲۳
لاہُمَّ	دُسُمِ	"	۱۵	۴۰
وترام	المِخَمّ	"	۱۵	۱۷۶
وجامع	المُعتَمّی	"	۱۵	۲۵۴
اِنّی	کُخُمِ	"	۱۵	۴۱۲
مِرشَمّة	مِرشَمِ	"	۱۶	۹۰
عادیة	الجمّ	"	۱۶	۱۹۰ (=۳: ۳۹۷)
یضحکن	المُنہَمِ	"	۱۶	۱۴۴
لاہُمَّ	جُہُمِ	"	۱۶	۱۱۷
اذا	بالقِمَمِ	"	۱۸	۲۹
فلا	الاکتَمِ	"	۱۸	۲۹۴
وربّ	کُظَمِ	"	۲۰	۱۱۷
اُصبَحَ	خُرطَمِہِ	"	۱۵	۶۴
ما	فَسمِہِ	"	۱۵	۲۵۶
انّ	عَمّہِ	"	۱۵	۲۵۴

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
اُصبَحَ	اُمِّہِ	رجز	۱۷	۳۹۷
یالیتها	فَمِہِ	"	۱۷	۴۲۲
یالیتها	اُسطُمّہ	"	۱۵	۳۵۷
قُل	فَسمِہ	"	۱۵	۳۹۸
رَیّا	المُخدَمِ	"	۲	۱۴
یادارَ	العالَمِ	"	۲	۳۱۸
وربّ	التَکَلّمِ	"	۲	۲۵۹ (=۱۵: ۴۲۵)
وقد	تَخفّی	"	۳	۷
ولم	فَتَنسُہم	"	۳	۴۲۱
موصولة	مُلکَمِ	"	۳	۴۴۲
کانَّ	مُتَہَدِّمِ	"	۳	۴۹۸
بحسب	یُحَرِّمِ	"	۶	۱۶۵
یتبعُها	شُدقَمِ	"	۷	۲۳۴
یجلو	المُفَقَّمِ	"	۷	۴۱۳
یَدُبّ	یعکمی	"	۸	۳۷۶
وشیبة	اللِمَمِ	"	۹	۱۹۵
کانّهم	مُفعَمِ	"	۹	۳۳۲
ترکبت	مُبہَمِ	"	۹	۴۷۰
واضطرّهم	قُتَّمِ	"	۱۰	۷۸

صدرالبيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
لو	ويثم	رجز	١٠	١٦٠
يقتاعها	السُّلّم	"	١٠	١٦٨
ينباع	المقرم	"	١٠	١٢٢ (=
	(او المكرم)			١١: ٤٢)
يقعقعن	يظلم	"	١١	١٩٥
أعوذ	أعلم	"	١١	٢٢
وقد	الاخزم	"	١١	٢٨٣
فهو	المعتّم	"	١٢	٣٢٠ (=
				١٥: ٤٨)
نبتت	خذلم	"	١٣	٢١٤ (=
				٣٢٨،
				٢٠: ٨٤)
إنّ	بالدّم	"	١٣	٣١٤ (=
				١٧: ١١٠)
يارُبّ	كهكم	"	١٣	٢١٤ (=
				١٧: ٤٣٤)
هل	تكلّم	"	١٤	٢٣٤
فلم	كالمبلسم	"	١٤	٣٢٢
يلجى	القبتم	"	١٤	٣٦٦
نوفى	مجعثم	"	١٤	٣٦٨

صدرالبيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أشدّ	الظلم	رجز	١٥	٤٦
وربّ	الحمى	"	١٥	٤٨
انّ	يكلّم	"	١٥	٦٧
اذا	الكوثم	"	١٥	٨٧
وما	المتهدّم	"	١٥	١٠٢
غبر	الادهم	"	١٥	١٠٢
ثم	دهثم	"	١٥	١٠٢
إذ	الزمّم	"	١٥	١٦٥
اذا	عرمرم	"	١٥	١٦٦
هذا	التلجم	"	١٥	١٩٤
يادار	سمسم	"	١٥	١٩٧
فهى	فتشتم	"	١٥	٢٠١
يلحن	منهم	"	١٥	٢١٥
وربّ	يطسم	"	١٥	٢٥٥
نصبّت	مفحم	"	١٥	٢٤٣ (=
				٣٥٢،
				٤٢٨)
سلوم	بسلّم	"	١٥	٢٧٩
وليلة	بالتكلّم	"	١٥	٢٨٨
كلنا	بغسم	"	١٥	٢٩٥

له انظر ايضا ر ٣: ١٤٢)

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
کانَ	مآکِمِ	رجز	۱۵	۳۱۰
وللشّامتین	مُبْهَمِ	»	۱۵	۳۲۶
اذا	العُوّمِ	»	۱۵	۳۲۷
أبی	الغَلْصَمِ	»	۱۵	۳۳۷
وکُنتُ	المُقْحَمِ	»	۱۵	۳۶۲
الحمدُ	سُلّمِ	»	۱۵	۳۸۳
مَرْوانُ	مَکْرُمِ	»	۱۵	۴۱۶
فبَصُرتُ	کُرْتُمِ	»	۱۵	۴۲۱
لا	الفَیْلَمِ	»	۱۵	۴۲۲
وما	الحُلُمِ	»	۱۶	۲۵
فَصَبَّحتْ	تُنْعَمِ	»	۱۶	۴۸
وما	أرْسُمِ	»	۱۶	۸۵
سَمِعتُ	الهَیْثَمِ	»	۱۶	۱۲۸
نِعْمَ	الیمِی	»	۱۶	۱۳۸
فبَصُرتُ	مُلْأَمِ	»	۱۷	۳۷
ولیلة	العُرّمِ	»	۱۷	۵۶
وَرُبَّ	المُحَرَّمِ	»	۱۷	۲۲۲
لا	الأَخْزَمِ	»	۱۷	۲۲۹
لَعَوتُ	نَدَمِی	»	۲۰	۱۰۷
صُلْبِ	مِنْهَمِ	»	۲۰	۱۶۷

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
یا ابنَ	بأسْلُمِهْ	رجز	۱۵	۳۵۶
اوعَدنِی	المَنَاسِمِ	»	۴	۴۷۹(= ۱۵: ۱۰۰)
تَخبِطُ	الهَائِمِ	»	۵	۳۶۶
وقفتُ	زاهِمِ	»	۶	۴۵۱
اذا	بالجَماجِمِ	»	۸	۱۳۵
ویَوْمَ	بالامائِمِ	»	۱۴	۲۹۹
یَحِیّانُ	الزَّمَازِمِ	»	۱۵	۱۶۶
یَغْدُو	سَلَاجِمِ	»	۱۵	۱۹۳
وَإنْ	نَاعِمِ	»	۱۵	۲۳۲
مِنْ	صَلَادِمِ	»	۱۵	۲۳۴(= ۳۵۲)
یَظَلُّ	العُفاهِمِ	»	۱۵	۲۸۷(= ۳۰۶)
إنّی	عَارِمِ	»	۱۵	۲۸۸
فَقرَّبوا	عُرَاهِمِ	»	۱۵	۲۹۲
کانَ	المَخارِمِ	»	۱۵	۳۶۸
یا عُمَرَ	مُکارِمِ	»	۱۵	۴۱۵
وقفتُ	سَاهِمِ	»	۱۷	۲۳۸
بَاتتْ	الهُمَامِ	»	۱	۲۷۷(= ۱۳۶: ۴)

صدرالبیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
تَغضَبُ	الضِرامِ	رجز	۲	۱۴۱
الاَسْوَدانِ	أسْقامی	"	۴	۱۵۲(= ۲۱۱)
مُلاعِبُ	الطَّعامِ	"	۵	۱۰(= ۸:۹۴)
تَسَوَّرُ	الاحذامِ (او الاجذامِ)	"	۶	۵۵(= ۱۲:۲۹)
کانّ	اللِّطامِ	"	۱۲	۸۴
الاَبیضانِ	إدامِ	"	۱۴	۲۷۴
لو	خاتامی	"	۱۵	۸۹
لم	بازْلامِ	"	۱۵	۱۶۲
نراد	العِصامِ	"	۱۵	۳۰۲
یاصاحِ	بالإبلامِ	"	۱۵	۳۴۲
جَزوَلُ	الهُمامِ	"	۲۰	۲۱
یاربّ	ظَلامِها	"	۲	۹۷
کانّها	زمامها	"	۲	۱۲۳
تَنَحَّ	غُلامِها	"	۳	۲۶۰(= ۱۵:۳۲۶)
تام	عامِها	"	۵	۲۸۷(= ۱۵:۳۲۶)

صدرالبیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
حتی	أجرامِها	رجز	۹	۲۹۸
قابلہ	والتِهامِها	"	۱۱	۱۸(= ۱۵:۱۸۸)
کانّ	زِمامِها	"	۱۱	۱۱۶
رَعَتْ	أعْضامِها	"	۱۱	۱۲۴
تَرمی	أرْمامِها	"	۱۱	۳۶۴
اذا	آدامِها	"	۱۴	۲۷۵
قد	أوامِها	"	۱۴	۳۰۴
فذاك	حَمّامِها	"	۱۵	۴۴
کانّ	حِزامِها	"	۱۵	۳۴۴
مَهْرِيّةٌ	زِمامِها	"	۱۶	۳۳
وجَعَلَتْ	أنْسامِها	"	۱۶	۵۱
فاقْتَحَمَ	أقْحامِها	"	۱۶	۸۴
تَعَرَّضی	فاستقیمی[1]	"	۳	۱۹۱(= ۹:۴۵)
الا	القَصیمِ	"	۴	۹۲
حوّزها	الغَمیمِ	"	۷	۲۰۵
الله	المکوم	"	۹	۳۲۵
یَومُ	قَومی	"	۱۱	۳۰۶(= ۳۴۵)

[1] انظر ایضا (۱۵: ۲۰۳)

له انظر ایضا (۱۳: ۳۶۸)

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
جاءَ	الشَّتِمَا	رجز	۶	۱۱
إنَّ	جُمُومَا	"	۹	۱۹۸(=۱۵: ۴۹۳)
غبَیٰ	الحَطِیْمَا	"	۱۱	۳۵
یاصاحِبَیْ	کُومَا	"	۱۲	۳۵۳
وبَلْدَةٍ	الجُهُومَا	"	۱۳	۵۹
فَصَبَّحَتْ	جُمُومَا	"	۱۴	۳۷۲
وَبَلْدَةٍ	رُسُومَا	"	۱۴	۳۷۷
مُنْقَمِرٍ	یَحْنِیَا	"	۱۵	۹۰
جِئْنَا	النُّجُومَا	"	۱۵	۱۰۱
وبَلْدَةٍ	زُمُومَا	"	۱۵	۱۵۸
إنَّ	الکُلُومَا	"	۱۵	۲۴۲
حتی	والهُزُومَا	"	۱۵	۳۱۰
حتی	الحَیْزُومَا	"	۱۵	۳۱۷
یاعَمْرُو	الحَرِیْمَا	"	۱۵	۳۳۵
اذا	والنُّهُومَا	"	۱۶	۷۴
والهُوجُ	المَهْجُومَا	"	۱۶	۷۵
وقد	یَدُومَا	"	۱۶	۷۹
حتی	الحُلُومَا	"	۱۶	۹۰
إنَّ	هَمُومَا	"	۱۶	۱۰۶(=۱۸: ۹۰ن)

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
جاءَ	الهُمْهُومَا	رجز	۱۶	۱۰۷
تَبَيَّنْ	المَخْطُومَا	"	۱۶	۱۶۹
مَنَعْتَ	الحَطِیْمَا	"	۱۷	۳۶۹
بُکَاءَ	حَمِیْمَا	"	۱۸	۱۹۷(=۱۹: ۲۲)
حَتَّی	سِیْمَا	"	۱۹	۳۲
بِشَیْنَظِیٍّ	التَّفْهِیْمَا	"	۱۹	۳۱۲
وَرَامِیًا	مَزْکُومَا	"	۲۰	۳۵۹
یَدْعُونَ	مَصْلُومَهُ	"	۱۴	۲۹۹
فَابْرُزْ	مَزْمُومَهُ	"	۱۵	۱۳۶
یا	التَّوْم	"	۳	۳۴۳
مالَكَ	الیَوْم	"	۳	۴۴۹
یاقَوْمِ	الیَوْم	"	۱۵	۱۰۵
نَزَلَّ	الحَکَمْ	"	۱	۹۷
یَأکُلُ	وسَلَمْ	"	۱	۱۹۰(=۱۳: ۱۸۴)
إنَّ	الأَجَمْ	"	۱	۲۱۸
النَّاسُ	الأَدَمْ	"	۱	۳۱۸(=۱۴: ۲۷۸)
شَیَّبَنِیْ	صَمَمْ	"	۲	۱۵۵

صدرالبیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحۃ
فاجتاب	الرّخم	رجز	۲	۲۳۲
أدرك	النّخم	〃	۲	۲۳۳
ان	الكرم	〃	۳	۴۸۸
ركبن	ادلهمّ	〃	۴	۱۳۰
أمطاك	تيمم	〃	۵	۱۵۳
يا ابن	بالغنم	〃	۵	۲۱۳
كانت	الحظم	〃	۵	۴۲۷ و (۱۵: ۳۴)
يا ليت	الغنم	〃	۷	۲۶۱ و ۱۲: ۲۹۳ و ۱۵: ۱۲۵ و ۲۲۱)
مالك	نعم	〃	۷	۳۳۸
يا ابنت	أمم	〃	۷	۳۰۵
فاقدر	أصم	〃	۸	۱۷۷
وهي	لحم	〃	۹	۲۴۲
يا ليت	حرام حم	〃	۱۰	۱۳
كالضبع	ينهدم	〃	۱۰	۲۰۹
اعطاك	الغنم	〃	۱۰	۲۲۵ و ۱۲: ۲۸۸)

صدرالبیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحۃ
	(والنّعم)	رجز	۱۷	: ۳۰۵)
كونكم	الاجم	〃		۱۲۲ و ۱۴: ۲۱۷)
قد	القدم	〃	۱۱	۳۷۰
أوذي	البهم	〃	۱۲	۴۳
أرسلها	الرقم	〃	۱۲	۱۳۶ و ۱۵: ۱۴۱)
يا صاح	أورام	〃	۱۲	۳۵۸
واهتمت	التقم	〃	۱۳	۲۸۶
انّ	المجم	〃	۱۴	۱۴۰
لمّا	أزم	〃	۱۴	۲۶۱
بأكرنا	بدم	〃	۱۴	۲۸۴
نظرت	إضم	〃	۱۴	۲۸۴ و ۱۴: ۳۳۰ و ۱۵: ۱۱۶)
لمّا	الأوم	〃	۱۴	۳۰۵
تحسبه	التوم	〃	۱۴	۳۲۷
أرقني	ينم	〃	۱۴	۳۳۹
من	علم	〃	۱۴	۳۴۱
يا أمّ	صرم	〃	۱۴	۳۶۱

۱۹ — ۵

اورینٹل کالج میگزین

اڈیٹر

محمد اقبال

پروفیسر پنجاب یونیورسٹی لاہور

جلد ۲۰ - عدد ۴ | بابت ماہ اگست ۱۹۴۴ء | عدد مسلسل ۸[illegible]

فہرست مضامین

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام حمیدہ الیشر داس پرنٹر طبع ہوا۔ اور بابو محمد صدیق احمد خاں پبلشر نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا۔

اورینٹل کالج میگزین

عرضِ واجب

اغراض و مقاصد | اس رسالے کے اجراء سے غرض یہ ہے کہ احیاء و ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تا حدِ امکان تقویت دی جائے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ان طلباء میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے، جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ؂

کِس قسم کے مضامین کا شائع کرنا مقصود ہے | کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شائع ہوں۔ جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں۔ غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابلِ قبول ہوگا۔ اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شائع کئے جائینگے ؂

رسالے کے ۲ دو حصے | یہ رسالہ دو حصوں میں شائع ہوتا ہے۔ حصہ اول عربی فارسی پنجابی (بحروف فارسی)، حصہ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی) ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے ؂

وقتِ اشاعت و قیمت اشتراک | یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شائع ہوگا۔ سالانہ چندہ حصۂ اُردو کے لئے ؏ اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا۔ کسی سہ ماہی رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شائع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے۔ ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہوسکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری و مئی دسمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیئے ؂

خط و کتابت و ترسیلِ زر | خریدِ رسالہ کے متعلق خط و کتابت و ترسیل زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہیئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہئیں ؂

محلِ فروخت | یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جاسکتا ہے ؂

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اِس لئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شائع ہوتا ہے ؂

میرو گردیزی

(گذشتہ سے پیوستہ)

نکات ؎ مانندِ سرو ہوں کہ نہ گل ہے نہ بر مجھے
بیکار باغ ہوں نہ سزاوار باغ ہوں

مصرعہ ثانی قابل غور ہے، سرو بلحاظ گل و بر باغ کے لئے بیکار تو ہے۔ لیکن ناسزاوار سمجھنا انتہائی بد مذاقی اور خلافِ واقعہ ہے۔ ملاحظہ ہو گردیزی نے اسی میں واقعیت کے چار چاند لگا دیئے ؛۔

گردیزی ؎ مانندِ سرو ہوں کہ نہ گل ہے نہ بر مجھے
بیکار باغ ہوں پہ سزاوار باغ ہوں

نکات ؛۔ توبہ کی ہے ہم نے اور دھوم مچاتی ہے بہار
ہائے کچھ چلتا نہیں کیا مفت جاتی ہے بہار

"ہے ہم" میں ہائے ہوز کی قربت نے نہایت ناگوار تنافر پیدا کر دیا۔ گردیزی کے مذاق کی لطافت ملاحظہ ہو ؎

ہم نے کی ہے توبہ اور دھوم مچاتی ہے بہار
ہائے کچھ چلتا نہیں کیا مفت جاتی ہے بہار

رفع تنافر کے علاوہ ہم اور توبہ کی تقدیم و تاخیر کا لطف اہلِ زبان سے داد طلب ہے۔

نکات ؛۔ موزوں نہیں راہ عشق میں پھر اب قدم رکھا

....

مصرعۂ ثانی کے فقدان نے شعر و شاعر پر کس درجہ ظلم کیا ۔

گردیزی :- موزوں نہیں راہِ عشق میں پھر اب قدم رکھا
ہے مصلحت سے دور نجاؤں کریگا کیا

نکات :- جو ہے یعقوبؑ یوسف دیکھنا منظور آنکھوں سے
تو اپنا پھوٹ کر مت رو کہ جاوے نور آنکھوں سے

"اپنا پھوٹ کر رونا" نکات کی نکتہ رسی قابلِ داد ہے ۔

گردیزی :- جو ہے یعقوبؑ یوسفؑ دیکھنا منظور آنکھوں سے
تو اتنا پھوٹ کر مت رو کہ جاوے نور آنکھوں سے

نکات :- عالم میں ترے ہوش کی تعریف میں کی ہے
ایسا تو نہ کر کام کہ مجھ پہ سخن آوے

مصرعہ اولیٰ میں "میں" کی تکرار اور "تعریف میں کی ہے" محل نظر ہے ۔ ملاحظہ ہو گردیزی کا ذوقِ صحیح ؎

عالم میں ترے ہوش کی تعریف کیا ہوں
ایسا تو نہ کر کام کہ مجھ پر سخن آوے

نکات :- اے غنچہ نکر تو فخر یہ دل
تکمہ ہے سجن کی کمتری کا

سجن کی کمتری کا تکمہ عجیب بندش ہے ۔

گردیزی :- اے غنچہ نکر تو فخر یہ دل
تکمہ ہے سجن کی بکتری کا

یہ چند مثالیں میرو گردیزی کے مطبوعہ نسخوں سے پیش کی گئی ہیں ۔ جس سے فی الجملہ گردیزی کے حسنِ نظر اور ذوقِ سلیم پر روشنی پڑتی ہے ، فاضل مقدمہ نگار کے اس

اس خیال کو بھی ہم مانتے ہیں۔ کہ نکات الشعراء گردیزی کے پیشِ نظر تھا۔ لیکن ایسی صورت میں موصوف کو تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ گردیزی نے خود میر صاحب کی کتنی غلطیوں کو سنوارا اور ان کی اصلاح کی ہے ؎

خیر ان مثالوں کو سہوِ قلم تصور فرماکر صرفِ نظر فرمائیے اور چند مثالیں نقد و اصلاح کی بھی ملاحظہ ہوں۔ جن کے متعلق مولانا حبیب الرحمٰن خانصاحب صدر یار جنگ بہادر فرماتے ہیں :۔

"میر صاحب نے جا بجا شعرا کے کلام کی نسبت لکھا ہے۔ کہ اس شعر میں بجائے فلاں لفظ کے فلاں لفظ ہوتا تو خوب ہوتا، ان اصلاحوں سے میر صاحب کے مذاقِ صحیح اور مرتبۂ اُستادی کا پتہ لگتا ہے"۔

میر صاحب کی اصلاحات

خاکسار مذکور کے متعلق میر صاحب فرماتے ہیں :۔

"ایں چند شعریکہ بنام او نوشتہ می آید از فیضِ سخن است از و نیست"۔

یعنی فیضِ سخن سے مستفیض ہونے والا شاعر نہیں، بلکہ شاعر وُہ ہے جسے سخن سے کوئی فیض نہ پہنچے، ؟؟؟ ایک شعر پر میر صاحب کی اصلاح ملاحظہ فرمائیے۔ اور فیضِ سخن کی داد دیجئے:

خاکسار اُن کی تو آنکھوں کے کہے مت لگیو
مجھ کو اِن خانہ خرابوں ہی نے بیمار کیا

میر صاحب فرماتے ہیں :۔

"برمتتبع ایں فن پوشیدہ نیست کہ بجائے "بیمار کیا" "گرفتار کیا" می بایست"۔

متتبع فن شاید کوئی بہتر نکتہ پیدا کرسکے۔ ورنہ بظاہر تو گرفتاری کا تعلق زُلف و گیسو سے ہر ایک نے باندھا ہے۔ مثلاً ؎

خالِ تو دانہ دانہ وزُلفِ تو دام دام　　چوں مُرغ دانہ دید گرفتارِ دام شد

دل صید ہو پھنسا ہے زُلفوں میں تمہاری　　چھوڑو نچھوڑو اس کو مختار ہو تو تم ہو

گندمی رنگ بھی ہے زُلفِ سیہ فام بھی ہے
مُرغِ دل کیوں نہ پھنسے دانہ بھی ہے دام بھی ہے

اور تو اور خود حضرتِ میر ہی کی زبانی سُن لیجئے ؎

تم ہوئے ہم ہوئے کہ میر ہوئے　　اس کی زلفوں میں سب اسیر ہوئے

اور بیاری کو ہمیشہ چشم سے متعلق کیا جاتا رہا ہے ؎

یا رب کوئی اس چشم کا بیمار نہ ہووے　　دشمن کے بھی دشمن کو یہ آزار نہ ہووے

اس کے علاوہ "گرفتار کیا" کہنے سے "ہی" کا لفظ کیا نکلا گویا مصرعہ کی جان ہی تو نکل گئی۔ اسی تنقید کے متعلق میر حسن نے لکھا ہے کہ اگر شاعر اپنی آنکھوں کے متعلق کہتا تو گرفتاری بیجا نہ تھی۔ لیکن معشوق کی آنکھوں کے لئے "بیمار کیا" ہی زیادہ بہتر ہے۔
دوسری مثال ملاحظہ ہو۔ حاتم کا ایک شعر ہے ؎

گر عدو میری بدی کرتا ہے خاص و عام میں
میں اسے رُسوا کروں گا باندھکر دیواں کے بیچ

فرماتے ہیں:-

"شعر خوبست لیکن لطیفہ مُتبدّل شیدا است کہ او در دیوان بادشاہی گفتہ بود بروئے امیرے کہ نامش از خاطر رفتہ است در دیوان صاحب رسوا شدم صاحب ہم عزت خود در دیوان من خواہند دید"

بالکل ایسی ہی تنقید یقین کے ایک شعر پر کی گئی ہے ؎

کیا بدن ہوگا کہ جس کے کھولتے جامہ کا بند
برگِ گُل کی طرح ہر ناخن معطر ہو گیا

فرماتے ہیں:۔

"اگرچہ شاعران ریختہ را متبدّل یافتہ ام متبدّل گویند و توارد می نامند گویا این شعر استاد در حق ایشانست ؎

ہرچہ گویند بے محل گویند　　در توارد غزل غزل گویند

لیکن شعر یقین لفظاً لفظاً متبدّل رائے انند رام مخلص است کہ گذشت طرفہ تر اینکہ آنہم در سلیقۂ سرقہ یکہ بودہ است خدا داند کہ این معنی در اصل از کیست شعر اینست ؎

ناخن تمام گشت معطر چو برگ گل　　بند قبائے کیست کہ وا می کنیم ما

میر صاحب کی اس تنقید پر لالہ لچھمی نارائن شفیق نے توارُد و تبدل کے عنوان سے جو فاضلانہ بحث کی ہے قابلِ ملاحظہ ہے:۔

ناچار مُہرِ سکوت از دہن بر میدارم و حرفی بما نحن فیہ می نگارم کہ کسانیکہ تذکرہ می نویسند و احوال ہر یک را از ستم ظریفی بیجا پہ د پوچے بقلم آرند او شان را چہ گوہر استفادہ بدامن می افتد، مگر اینکہ در دل خود نازاں می شوند کہ ماہم چنین ہستیم کہ بر چنین شاعران وخلطا کردہ ایم و غافل ازیں کہ چاہ کندہ را چاہ در پیش مردماں در پس غیبت مصنف ہرچہ کلمات ناشائستہ در حق او می گویند، آ، ہی عیب مردم فاش کردن بدترین عیبہاست، عیب گو اول کند بے پردہ عیب خویش را، چنانچہ مشاہدہ باید کرد کہ میر چہ بد در حق ما کردہ و یقین چہ نیک نمودہ کہ کمر برا یراد او بستہ ایم مگر بر عیب گیریٔ او خون بجوش می آید و الفاظ چند بر جریدۂ ثبت می نماید، اول می باید کہ خود را بیارا ید بعد ازاں بدیگراں ستم ظریفی نماید، خود اصلا مذاق سخن نمی دارد و بہمہ یگاں سخن می شد، اگر در سخن او خطا و سرقہ بگیرم بیتی از انتخاب او کہ آخر تذکرہ خود نوشتہ درست نخواہیم یافت۔ لیکن در روز ازل رسام ارادت

بقسمت ما نقش نوشتہ کہ انگشت بر حرف کساں نہم و ایں توفیق حق سبحانہٗ تعالیٰ نداد که آہو گیری ابنائے جنس خود می نمایم باید که میر از زبان خود قائل می شود و داد کلام مید ہد، یعنی در جائے ترجمہ یقین می نویسد که او را شعر میرزا مظہر گفتہ میدہد و بجائے نوشتہ که شعر یقین لفظاً لفظاً متبدل رائے انند رام مخلص ست و نیز میگوید که او ہم سلیقۂ شعر درست نمی دارد واللہ اعلم از کیست ازیں دریافت باید کرد وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ ماہم می توانم که تیغ زبان برکشم و دخل در قلمرو سخن غیر بکنم۔ چنانچہ مارا انقدر احوال شعراء از نیک و بد معلوم است که دیگری را بر و اطلاع یافتن مدتہا بکشد۔

اس کے بعد اپنی تذکرہ نویسی کے متعلق لکھتے ہوئے سوداؔ کا یہ ہجو یہ نقل کیا ہے :-

ایک مشفق کے ہاں گیا تھا میں — سنیو یہ نقل از عجائب ہے
اسکے گھر میں ہے ایک مرد بزرگ — خوشنویسی کے فن سے کاسب ہے
راقم سرنوشت کا اس کو — ہے بجا گر کہوں کہ نائب ہے
کہنے لاگا وہ اہل مجلس سے — آہ یہ نفس شوم غالب ہے
ورنہ لکھنے سے ہاتھ اٹھاتا میں — کیا کروں فکر قوت واجب ہے
میں جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ — بات کہنی یہ نامناسب ہے
لیک اس واسطے میں کہتا ہوں — درد سننے کا تو جو طالب ہے
ہے جو کچھ نظم و نثر دنیا میں — زیر ایراد میرؔ صاحب ہے
ہر ورق پر ہے میرؔ کی اصلاح — لوگ کہتے ہیں سہو کاتب ہے

آگے چل کر توارد و سرقہ کے متعلق لکھا ہے :-

"قبلہ دارین حضرت میر غلام علی آزاد می نویسد ۔ فقیر بجنسہٖ عبارت را نقل می نماید ۔ مقتضائے حسن ظن آنکہ اشتراک مضامین را حمل بر توارد کنند تا که محل حسنے داشتہ

باشد چرا در پے عمل دیگر روند، علامہ تفتازانی در مطول نقل میکند ملخص کلامش اینکہ حکم سرقہ وقتی کردہ شود کہ اخذ ثانی از اول یقینی باشد والا احکام سرقہ مترتب نمی تواند شد واز قبیل توارد خواہد بود و در صورتیکہ اخذ ثانی از اول معلوم نباشد باید گفت کہ فلاں شاعر چنین گفتہ است و دیگری سبقت بردہ چنین یافتہ و بایں حسن تعبیر تفتیح داند فضیلت صدق را محفوظ دارد و خود را از دعوی علم غیب و نسبت نقص بغیر ـــــ مخفی نماند کہ در دانست فقیر موزوناں بر چہار قسم اند یکی آنکہ شعر کسی را بے تفاوت الفاظ و معانی بنام خود خواند ایں را حاجت تمثیل نیست دوم آنکہ معنی لطیف کسی دیدہ بتفاوت الفاظ تغیر داد بخود نسبت دہد بریں عمل توارد ہم می تواں کرد اما بترکیب بستگی او نظر باید نمود کہ در ہر کہ نزاکت خاص باشد مقبول باید داشت سوم جماعتی اند کہ روادار مضمون و الفاظ غیر اصلاحی شود اگر توارد افتد ایں امر علیحدہ ست لیکن تا مقدور بعد تحقیقات از دیوان خود حل میکنند کہ اوّل قبیح باشد یا احسن ایں را ہمت عالی باید از ہر کسی نمی تواند شد۔ چہارم گروہی اند کہ مضمون زبانی بزبانے دیگر باحسن وجہ بیارند چنانچہ مضمون فارسی بریختہ و مضمون کبت بفارسی علی ہذا القیاس وایں امر را احسن پنداشتہ اند و دور از دزد ہرو) نام نہادہ اما در بستگی او قصور راہ نیابد"

ہم اس مضمون پہ مزید کچھ کہنے کے بجائے چند امثلہ صرف میر صاحب ہی کے کلام سے پیش کرتے ہیں جن پر متبدّل گوئی کا حکم لگانا نہ لگانا ناظرین کی صوابدید پر منحصر ہے۔

سعدیؒ

دوستاں منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم
باید اوّل بتو گفتن کہ چنین خوب چرائی؟

میر

چاہیے کا ہم پہ یہ خوباں جو دھرتے ہیں گناہ
ان سے بھی پوچھے کوئی تم اتنے کیوں پیارے ہوئے

۔ امیر خسرو
عام حکم شراب می خواہم
محتسب را کباب می خواہم

۔ میر
عام حکم شراب کرتا ہوں
محتسب کو کباب کرتا ہوں

۔ امیر خسرو
ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف
بامید آنکہ روزی بشکار خواہی آمد

۔ میر
ہر سُو سر تسلیم رکھے صید حرم ہیں
وہ صید فگن تیغ بکف تا کدھر آوے

۔ بیدل
زندگی در گردنم افتاد بیدل چارہ نیست
شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن

۔ میر
گوشہ گیری اپنے بس میں ہے نہ ہے بیچارگی
کیا کہیں اے میر صاحب بندگی بیچارگی

اور ایک دلچسپ تنقید شاہ فضل اللہ فضلی کے شعر پر ملاحظہ ہو :۔

رکھا ہوں نیم جاں جاناں تصدق تجھ پہ کرنے کوں
کیا سب تن کو میں درپن اجھوں درسن نپائے ہوں

فرماتے ہیں :۔

"ربط بین المصرعین این شعر سبحان اللہ عجب ربط چسپانی دارد کہ مطلق معلوم نمی شود کہ چہ میگوید وچہ ارادہ کردہ است"

درپن[1] یعنی قربان، اجھوں۔ ابھی، ہنوز۔ درسن۔ دیدار۔ کیا آپ بھی کسی وضاحت کی ضرورت ہے۔ تمام جسم قربان کر چکنے کے باوجود دیدار نصیب نہ ہوا۔ اب ہونٹوں کے بیچ نیم جان ہی نذرِ دید باقی رہ گئی ہے۔ حیرت ہے کہ فضلی کے مذکورہ بالا شعر میں ربط

[1] ہندی میں درپن کے معنی آئینہ کے ہیں ۱۲ (اڈیٹر)

بین المصرعین نہ سمجھنے والا نقاد اشتیاق کے اس شعر میں کون سا ربط بین المصرعین سمجھ کر حسنِ انتخاب کی داد لے رہا ہے ؟؟

چھوڑ کر تجھ کو ہمیں اَور سے جو لاگ لگے
نہیں مہندی یہ تیرے تلووں ستی آگ لگے

حُسنِ انتخاب

دو چار مقامات ایسے بھی دیکھ لیجئے۔ جہاں میر صاحب کو تو کوئی سقم نظر نہیں آیا۔ لیکن آپ کے ہمارے نزدیک شاید ہو ؎

زبانِ شکوہ ہے مہندی کا ہر پات
کہ خوباں نے لگائے ہیں مجھے ہات

نہ معلوم میر صاحب کو حنا کی زبانی شکوۂ خوباں کس طرح پسند آیا۔ اگر آپ شعر اس طرح پڑھیں تو کیا ہرج ہے ؎

زبانِ شکر ہے مہندی کا ہر پات
کہ خوباں نے لگائے ہیں مجھے ہات

اسی طرح یہ شعر جو زبان، الفاظ اور خیال غرض ہر لحاظ سے سوقیت کا آئینہ دار ہے ؎

یارو ڈرو کمر سے مڑ دڑو نہ بھر کے رنگ
آجا کہیں لپک تو ابھی لاگ جائے لنگ

یا یہ شعر ؎

دل کب آوارگی کو بھولا ہے   چاک اگر ہو گیا بگولا ہے

چاکِ گریباں کے بجائے دل کا چاک چاک ہونا اور پھر چاک شدہ دل کا بگولا بننا عجیب منطق ہے۔ اگر شعر اس طرح پڑھا جائے تو کیا صحیح نہ سمجھا جائیگا ؎

دل اب آوارگی کو بھولا ہے   خاک اگر ہو گیا بگولا ہے

اس صورت میں دل کا خاک ہونا قابلِ تسلیم اور خاک کا بگولا بننا لازم یا ؎

آغوش میں بھنواں کے کرتی ہیں قتل آنکھیں
کوئی پوچھتا نہیں ہے مسجد میں خوں ہوا ہے

آغوش کے لفظ کو مسجد سے بظاہر کوئی مناسبت واضح نہیں۔ اگر اس طرح پڑھیں ؎

زیرِ کماں بھنواں کے کرتی ہیں قتل آنکھیں
کوئی پوچھتا نہیں ہے مسجد میں خوں ہوا ہے

زیرِ کماں سے قیادت کے معنی بھی پیدا ہوتے ہیں اور کماں مسجد محراب عبادت ایک ہی چیز ہے۔ اسی طرح ؎

ہو چکی حشر گئی جنت و دوزخ میں خلق
دیکھنا میں ترے کوچے میں گرفتار ہنوز

اول تو حشر کی تانیث دوسرے مصرعِ ثانی میں "دیکھنا" کیا معنی پیدا کر رہا ہے۔ اگر یوں کہیں ؎

ہو چکا حشر گئی جنت و دوزخ میں خلق   میں پڑا ہوں ترے کوچے میں گرفتار ہنوز

[illegible] ایہ شعر ؎

زبان موج سے یوں بحر کہتا تھا حبابوں سے
کہ اپنا سر ہی کھاتا ہے جہاں میں جن نے سر کھینچا

سر کھانا محاورہ ہے۔ زیادہ بکواس سے سامع کے دماغ کو پریشان کرنا۔ اپنا سر کھانا" بمعنی فنا" نئی بندش ہے۔ اگر ذرا بدل کر اس طرح کر دیں ؎

زبان موج سے یوں بحر کہتا تھا حبابوں سے
کہ اپنا سر ہی کھویا ہے جہاں میں جن نے سر کھینچا

سر کھونا جان دینا صحیح محاورہ ہے۔ اس کے علاوہ کھینچا چونکہ ماضی ہے۔ اس لئے کھویا ہے مناسب تر ہوگا ؎

دُور خاموش بیٹھے رہتا ہُوں　　اِس طرح حال دِل کا کہتا ہُوں

"کا کہتا" میں ک کے تسلسل سے جو تنافر پیدا ہوا وہ ذرا سی تبدیلی سے رفع ہو سکتا ہے ؎

دُور خاموش بیٹھے رہتا ہُوں　　اس طرح دِل کا حال کہتا ہوں

یہ شعر بھی ؎

بتاں جو ہجر کی باتیں ہمیں سناتے ہیں　　کچھ دوس نہیں کہ یہ خدا کی باتیں ہیں

مصرعہ ثانی سے "کہ" نکالنے کے بعد بھی نقص باقی رہتا ہے ؎

بتاں جو ہجر کی باتیں ہمیں سُناتے ہیں　　کچھ اُنکا دوس نہیں یہ خدا کی باتیں ہیں

اسی طرح ؎

سو زخم کھا چکا ہے دِل اس پر جگر چلا　　کہتا ہے مجھ کو زخم ہے اک آرزو ہنوز

مصرعہ ثانی میں کہتا ہے کا فاعل "زخم" ہوا۔ اس صورت میں آمادگیٔ جگر بے زور ہو گئی ؎

سو زخم کھا چکا ہے دل اس پہ جگر چلا
کہتا ہے مجھ کو زخم کی ہے آرزو ہنوز

اور ایک شعر ؎　　لگا جب غیر سیتی ہم طبق ہونے وہ مہماں کُش
وہ اپنے ہاتھ دھوتا تھا میں اپنے ہاتھ ملتا تھا

محبوب کے گھر غیر مہمان آیا۔ وہ اس کے ساتھ ہم طبق ہے تو مہمان کے ساتھ ہم طبق ہونے والا میزبان "مہمان کش" کیسے؟

اس کے علاوہ ہم طباقی کے بعد ہاتھ دھوتے دیکھ کر اتنی حسرت پیدا نہیں ہوتی جتنی اس ہم طباقی کی تیاری سے ہوتی ہے اس لئے ؎

اُٹھا جب غیر سیتی ہم طبق ہونے وفا دشمن　　وُہ اپنے ہاتھ دھوتا تھا میں اپنے ہاتھ ملتا تھا

مختصر یہ کہ ہر نوع کی مثالوں سے نکات الشعراء بھرپور ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں جب ہماری نظر تذکرۂ گردیزی کے مقدمہ پر پڑتی ہے تو بے انتہا حیرت ہوتی ہے کہ آخر کن دلائل کی بنا پر غریب گردیزی کو ملعون کیا جا رہا ہے۔ گردیزی نے تو دیباچہ ہی میں دُوسرے تذکرہ نگاروں کا ذکر کر دیا ہے:۔

"از ملاحظۂ تذکرہ ہائے اخوان زماں کہ مشتمل بر اسامی ریختہ گویان عہد محرر ساختہ اند"

نکات اور اُس کی اوّلیت

برخلاف اس کے میر صاحب کسی تذکرہ کا حوالہ دینا تو درکنار سرے سے کسی تذکرے کے وجود ہی کے منکر ہیں:۔

"کتابی تا حال تصنیف نشدہ الخ"

دروغگو را حافظہ نباشد آگے چل کر خاکسار کے ذکر میں میر صاحب خود ہی فرماتے ہیں:۔

"چنانچہ علی الرغم این تذکرہ تذکرۂ نگاشتہ است"

"نگاشتہ است" ماضی قریب جس کے معنی ہیں "وُہ لکھ چکا ہے"۔ اس صیغہ کو استعمال کرنے کے بعد اب علی الرغم نگارش کا اطلاق نکات پر ہوا نہ کہ تذکرۂ خاکسار پر، عجیب بات ہے کہ فاضل مقدمہ نگار مولوی عبدالحق صاحب نے بھی "معشوق چہل سالہ" کا ۱۱۶۵ھ تالیف لکھا ہے۔ حالانکہ میر صاحب ۱۱۶۵ھ میں اس کے متعلق نگاشتہ است کہہ چکے ہیں۔ یہاں تو قرینہ نہیں۔ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ نکات الشعراء کی تالیف کے وقت خاکسار کا تذکرہ میر صاحب کے پیشِ نظر تھا۔ اور اغلب کہ تذکرۂ خاکسار ہی نکات کا ماخذ وشریکِ غالب رہا ہو

گردیزی کی فوقیت

نکات الشعراء کے مقابلہ میں تذکرۂ گردیزی بہرحال لائق صد تحسین وستائش ہے۔

اس نے کہیں انصاف پسندی، ادب اور تہذیب کے رشتہ کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ ذاتی بغض و تعصب یا جنبہ داری احباب کی ایک مثال بھی تذکرۂ گردیزی میں نہیں ملتی۔ بہت سی غلط فہمیاں جو نکات کے مطالعہ نے پیدا کیں تذکرۂ گردیزی اُن کے ارتفاع کا باعث ہوا۔

گردیزی خود میر صاحب کا ذکر کن الفاظ میں کرتا ہے ملاحظہ ہو:۔

"سخن سنج بے نظیر محمد تقی میر تخلص زادگاہش اکبرآباد است و طبعش معنی ایجاد، شمع استعدادش برکردۂ شعلۂ ادراک سراج الدین علی خان آرزو ست فقیر سیر اشعارش نمودہ و چشمی آب دادہ ختا کہ دراں تلاش معنی بیگانہ کردہ است و حرف آشنا را بروئے کار آوردہ"۔

اس کے بالمقابل میر صاحب کی تنگ نظری دیکھئے کہ اس دلدادۂ ریختہ اعنی غریب گردیزی کا کہیں بُرائی سے بھی نام تک نہیں لیا۔ گردیزی نے میر صاحب کیلئے جو کچھ لکھا ہے اس وقت میر صاحب کی اس سے زیادہ صحیح تعریف ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لئے کہ اُن کی شہرت زیادہ تر ناسخ و غالب کی رہین منت ہے۔ اور حالات کی شرح و بسط کے متعلق ہر صاحب تذکرہ مُختار ہے کہ جس قدر قابلِ ذکر حال مناسب سمجھے لکھے۔ اِس لئے کہ تذکرہ کسی کی سوانحعمری نہیں ہوتا۔ اگر اس اصول کو نظر انداز کر دیا گیا تو کوئی تذکرہ بھی اپنے مقام پر نہ رہ سکیگا۔ قطع نظر اس کے گردیزی کے تذکرہ کی سب سے مہتم بالشان خصوصیت اور اردو دُنیا کیلئے سرمایۂ افتخار یہ امر ہے کہ ایک فارسی مذاق رکھنے والے ادیب نے اردو کی یہ عظیم المرتبت خدمت انجام دی جو زبانِ اُردو کی ہمہ گیری، شیرینی اور لوچ پر شاہد صادق ہے اور جس نے گردیزی کو مجبور کیا کہ وُہ بھی اپنی اس اُردو دوستی اور ریختہ نوازی کی ایک اہم یادگار چھوڑ جائے۔

تذکرہ گردیزی بقلم عبدالولی عزلت

اب آخر میں ہم اپنے پیشِ نظر ذاتی قلمی نسخہ سے ناظرین کی توجہ ایسی اصلاحات کی جانب منعطف کراتے ہیں جن کا کوئی حوالہ تذکرۂ گردیزی کے مطبوعہ نسخہ میں نہیں ملتا۔ یہ نسخہ خود عبدالولی عزلت کا مکتوبہ ۱۱۶۶ھ یعنی تالیف سے صرف ایک سال بعد کا اور اس نسخہ سے منقول ہے جو خود مؤلف (علی گردیزی) نے موصوف کو تحفۃً روانہ فرمایا تھا۔ کتابت میں دو قسم کی روشنائی سُرخی و سیاہی استعمال کی گئی ہے۔ عزلت نے جہاں خود اضافہ فرمایا ہے وہ سیاہی سے اور فقیر عزلت لکھ دیا ہے، جو حواشی سُرخی سے تحریر ہیں وہ عموماً شعرا کے نام جستہ جستہ اضافے اور اصلاح سے مزیّن ہیں۔ اس کے آخر میں صرف "ع" تحریر ہے۔ جس سے ایک امتیازی نشان ظاہر ہو رہا ہے۔ قوی امکان ہے کہ علامت "ع" سے مؤلف تذکرہ (علی گردیزی) مراد ہو۔

عبدالولی عزلت کی عبارت خاتمہ بجنسہٖ درج ذیل ہے:۔

"تذکرۂ بے بدل عمدہ حق آگاہان سرآمد اتفاق پناہان سید فتح علیخان صاحب سلمہٗ و ایدہ المستعان کہ بطریق یادگار نذر فقیر شاہ عبدالولی عزلت نمودند نقل گرفتہ شد ۱۱۶۶ھ ہجری"۔

ہمارے قلمی نسخے کے لحاظ سے انجمن کے مطبوعہ نسخہ میں بہت سے مقامات قابلِ اصلاح ہیں۔ نمونۃً چند امثال پیش ہیں۔

تذکرۂ گردیزی قلمی۔ آشنا ؎

گر مجھ سے دیوانے کو تم آزاد کروگے
ویرانے میاں کتنے ہی آباد کروگے

اس شعر پر مؤلف رقمطراز ہیں کہ:۔

"ازانجاکہ ازیک دیوانہ آبادی ویرانہ یا متصور نیست اگر این مصرع باین بند وبار باشد
ہیچ عائد نمی شود

"گرہم سے دیوانوں کو تم آزاد کروگے"

مطبوعہ نسخہ میں گردیزی کی مذکورۂ بالا منثور عبارت موجود نہیں۔ صرف شعر اس طرح ہے:

گرہم سے دوانوں کو تم آزاد کروگے
ویرانے جہاں کے سبھی آباد کروگے

تذکرۂ گردیزی مطبوعہ انجمن ص۱ آبرو:

فوجوں سے بڑھ چلے ہے جیو کا کوئی سپاہی
یُوں خال چھوٹ جس کا مکھ پہ رہے نرالا

قلمی:

فوجوں سے بڑھ چلے جیوں یکّا کوئی سپاہی
یوں خال چھُوٹ خط سے مکھ پر رہے نرالا

خط سے خال کا امتیاز، اس کی انفرادیت اور یکّا سپاہی سے تشبیہ نے جو لطف
پیدا کیا محتاجِ بیان نہیں۔ مطبوعہ ص۷

"میاں مضمون و آبرو کہ بنائے ریختہ ایشاں ریختہ اند استنباطِ سخن باو دارند و
زبان ریختہ ازو گرفتہ اند"

"استنباط" کا لفظ اگر صحیح سمجھا جائے تو پھر گرفتہ اند بے ضرورت ہوجاتا ہے۔ لہٰذا قلمی
"استنادِ سخن" زیادہ صحیح ہے۔ مطبوعہ ص۲۳:

توڑتا زنجیر جاناں تھا پڑا بکتا بہار
لے گیا ہے شوخ میرے ہاتھ سے دل بے طرح

زنجیر جاناں توڑنا اور مصرعین کی بے ربطی سے شعر بیکار ہوگیا۔ دراصل اس طرح ہے قلمی:

توڑتا زنجیر جاتا تھا پڑا بکتا بہار — آج ہم دیکھے جنوں سرشار دیوانے کی طرح

کیا بلا لاوے گا سر پر اس کے حیراں ہوں بہار

لے گیا ہے شوخ میرے ہاتھ سے دل بے طرح

مطبوعہ ۲۵ بیان جان کر معنی کسی کے گر تمہیں باندھے کہیں

صاحب خرمن کو کب ہے خوشہ چینی کا دماغ

نہ صرف مصرعہ اول کا مفہوم بلکہ ربط بین المصرعین معلوم کرنا بھی جوئے شیر لانا ہے قلمی ؎

جان کر معنی کسی کے میں نہیں باندھے کہیں

صاحب خرمن کو کب ہے خوشہ چینی کا دماغ

مطبوعہ ۲۹ بیان ؎

ادب سے یار کے دل میں نفس خوں ہو گیا میرا یہ بلبل ناتواں آخر قفس میں بھی ہوا بسمل

تڑپنے کے تماشے کی ہوس باقی ہے قاتل کو مرا جاتا ہے کیوں اتنا ٹک اک بھی پہ ملا بسمل

قلمی ؎

ادب سے یار کے دل میں نفس خوں ہو گیا میرا یہ بلبل ناتواں آخر قفس ہی میں ہوا بسمل

تڑپنے کے تماشے کی ہوس باقی ہے قاتل کو مرا جاتا ہے کیوں اتنا ٹک اک تو پہ ملا بسمل

دونوں شعروں میں "ہی" اور "تو" کی کیفیت اہل زبان و صاحبان ذوق سے داد طلب ہے۔ مطبوعہ ۳۹ حزیں ؎

کیا قیامت ہے جو لے اپنے کو بیگانہ چھٹا صبر کر بیٹھے حزیں وہ ماہِ کنعاں کس طرح

قلمی ؎ کیا قیامت ہے جو لے اپنے کو بیگانہ چھٹا

صبر کر بیٹھے حزیں وہ پیرِ کنعاں کس طرح

پیر کنعاں حضرت یعقوب سے کنایہ کس قدر پر لطف و بامعنی ہے۔

(باقی آئندہ)

مجتبیٰ ہاشم نوگانویں

پنجاب کا ایک اَور ریختہ گو

پیر قلندر شاہؒ

لودھیوں کے دورِ حکومت میں سہروردی سلسلے کے ایک بزرگ قطب عالم شیخ عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی ہو گذرے ہیں۔ جو رُوحانی پیشوا ہونے کے علاوہ سلطان بہلول لودھی کے داماد بھی تھے۔ آپ کا انتقال ۹۱۰ھ میں بمقام لاہور ہؤا۔ جناب صاحبزادہ غلام دستگیر صاحب نامی نے (جو اُن کی اولاد میں سے ہیں) ان کے مفصّل حالات اپنی تصنیف "تاریخ جلیلہ" میں دیئے ہیں۔ اِس کتاب میں اس خانوادۂ جلیلہ اور سلسلہ عالیہ کے مفصل کوائف ازابتدا تا ایں دم مندرج ہیں۔ جن کو پڑھ کر یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ صدیوں سے یہ خاندان مرجع خلائق اور اس کے فیوض روحانی کا سلسلہ نہایت وسیع چلا آتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ خاندان نہ صرف روحانی و مذہبی کمالات اور عظمتوں کا مالک تھا۔ بلکہ علم و ادب کی دنیا میں بھی اس کے بیشتر افراد نام آور ہو چکے ہیں۔ مثلاً سلطان حمید الدین حاکم (متوفی ۱۱۷۴ھ-۶۴-۱۷۶۳ء) کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے ۱۲۰ کتابیں لکھیں۔ ان میں سے پنج گنج (صرف عربی) اور گلزار (نظم فارسی) بہت مشہور ہیں حضرت شیخ عبدالجلیلؒ کے تذکرہ نگار حضرت شیخ کی علمی و ادبی قابلیت کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ شیخ جمال الدین ابوبکر جواسی خاندانِ عالیہ کے چشم و چراغ تھے۔ اور جن کا انتقال شیر شاہ سوری کے عہد میں ہؤا تذکرہ قطبیہ اور شرح وصایائے امام محمد وغیرہ کے مصنف تھے

غلام رکن الدین مراد شاہ نے بھی بہت سی کتابیں لکھیں۔ مثلاً امر یدان، مراد العاشقین، مراد المحبین اور نامہ مراد، حضرت قلندر شاہ (۱۷۷۰ - ۱۸۳۲ء) نے بیان عقائد، معراج المقبول اور حلیہ شریف کے نام سے کچھ تصانیف کیں۔ پیر فرح بخش جو مراد شاہ اور قلندر شاہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مثلاً اذکار قلندری۔ مثنوی عبید اللہ ورادھا سستی پنوں و جنگ سیالکوٹ، اسی طرح پیر نبی بخش اور پیر وزیر علی حامی بھی صاحب تصنیف تھے۔ اور اب اس خاندان کے لائق فرد صاحبزادہ غلام دستگیر صاحب نامی کے وجود سے یہ سلسلہ بفضلہ قائم ہے ۔

خاندان جلیلیہ کے تصنیفی کارناموں میں یہ بات خاص ذکر کے لائق ہے۔ کہ اس کے لائق احترام افراد نے پنجاب میں اُردو کی تحریک کو بڑی تقویت دی ۔

ان خدمتگزاران اُردو میں ممتاز ترین نام پیر غلام رکن الدین مراد شاہ کا ہے۔ جن کے متعلق مخدومی پروفیسر حافظ محمود خاں صاحب شیرانی نے "پنجاب میں اُردو" میں مفصل تذکرہ لکھا ہے۔ اور ڈاکٹر محمد باقر صاحب نے رسالہ اردو (اکتوبر ۱۹۴۲ء) میں ان کی مثنوی "مراد المحبین" کو بعد تصحیح چھاپا ہے۔ ان کا خط نامہ مراد (مع مُوشنامہ و مگس نامہ بھی نامی صاحب نے شائع کرا دیا ہے ۔

پیر مراد شاہ اپنے والد کے ساتھ ۱۱۹۶ھ میں لاہور سے لکھنؤ گئے تھے۔ اور ۱۲۰۱ھ تک وہاں رہ کر اپنے والد کے ہمراہ لاہور واپس آ رہے تھے۔ کہ شاہجہان پور کے نزدیک ڈاکوؤں سے مقابلہ ہوا۔ اس مقابلے میں ان کے والد پیر کرم شاہ جان بحق ہو گئے۔ اور مراد شاہ کم از کم ۱۲۰۳ھ تک واپس نہ آ سکے۔ تاہم ان کا لاہور میں ۱۲۰۵ھ تک آ جانا ثابت ہے۔ آپ کا انتقال ۱۲۱۵ھ میں ہوا ۔

پیر مراد شاہ کا لکھنؤ سے تعلق پنجاب میں اردو کے حق میں بڑا مفید ثابت ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ پنجاب میں اگرچہ سکھوں کی حکومت تھی مگر غلبہ اور نفوذ فارسی زبان کو

حاصل تھا۔ سکھوں کی سرکاری زبان بھی فارسی ہی تھی۔ چنانچہ تمام اہم امور اسی میں انجام پاتے تھے۔ اور ادبی اور علمی زبان بھی اگر کوئی تھی تو یہی فارسی۔ اس دور میں تصنیف و تالیف کی زبان بیشتر فارسی ہی نظر آتی ہے۔ خود خاندان جلیلیہ کے افراد بھی اس زبان میں بیشتر طبع آزمائی فرماتے ہیں۔ حضرت پیر مراد شاہ اور ان کے والد پیر کرم شاہ کا لکھنؤ تشریف لے جانا اُردو کے لئے سرچشمۂ ترقی ثابت ہوتا ہے۔ لکھنؤ میں رہ کر اردو ادب سے محبت کا پیدا ہونا قدرتی امر تھا۔ چنانچہ پیر مراد شاہ کی شاعری اس حقیقت کی تصدیق کرتی ہے۔ ان کا ایک ضخیم دیوان (کلیات میں) نامی صاحب کے پاس موجود ہے۔ ان کی مثنوی مراد المحبین کا تذکرہ ڈاکٹر باقر صاحب کر چکے ہیں۔ ان تصنیفات سے یہ امر بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ غالبًا حضرت مراد شاہ ہی پنجاب میں باقاعدہ ریختہ گوئی کے بانی تھے*

خانوادۂ جلیلیہ کے دُوسرے افراد بھی اودھ اور لکھنؤ کے بعض بزرگوں سے تعلق کی وجہ سے ریختہ سے بیگانہ نہ ہونگے۔ مگر یہ شاید حضرت مراد شاہ کا فیض تھا۔ کہ ان کی وجہ سے اُردو میں لکھنے کا ذوق اس خاندان کے دوسرے افراد میں بھی پیدا ہوُا۔ انھوں نے نامہ نویسی کے لئے بھی اسی زبان کو اختیار کیا۔ ان کے بھائی پیر قلندر شاہ نے اگرچہ بیشتر فارسی میں لکھا۔ لیکن ان کے فیضِ قلم سے اُردو بھی محروم نہیں رہی (جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوگا)

عام طور پہ دورِ جدید میں انگریزوں کو ہی پنجاب میں نہالِ اردو کی کاشت کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ مگر حضرت پیر مراد شاہ اور ان کے خاندان کے دُوسرے افراد نے انگریزوں سے خاصا پہلے اس پودے کی آبیاری کرنے کی کوشش کی۔ پس اس لحاظ سے حضرت مراد شاہ اور حضرت قلندر شاہ کا شمار پنجاب میں اردو کے بانیوں میں کیا جاسکتا ہے*

پیر مراد شاہ کے متعلق اس سے پہلے اس قدر لکھا جاچکا ہے۔ کہ اب کسی قدر گنجائش ہونے کے باوجود بھی اُنکو موضوع بحث بنانا بے ضرورت معلوم ہوتا ہے۔ للذا آج میں صرف حضرت پیر قلندر شاہ صاحب کی ایک نظم (یا قطعہ) بہ عنوان "حلیہ مبارک" جو اُردو میں ہے کو

قارئین کے سامنے پیش کرتا ہوں ؂

حضرت پیر قلندر شاہ صاحب کے سوانح حیات نامی صاحب نے تاریخ جلیلہ میں بہ تفصیل دیئے ہیں۔ میں اسی کا خلاصہ یہاں نقل کرتا ہوں ؂

آپ شاہ عالم ثانی کے زمانے میں ۱۱۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ سطور بالا میں لکھا جا چکا ہے۔ قلندر شاہ صاحب کے والد پیر کرم شاہ ۱۱۹۶ھ میں مع اہل و عیال لاہور سے لکھنؤ تشریف لے گئے تھے۔ ۱۲۰۱ھ میں کرم شاہ صاحب وطن واپس آتے ہوئے قزاقوں کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ پسماندگان جن میں پیر کرم شاہ صاحب شامل تھے واپس بانس بریلی چلے گئے۔ جہاں ۱۷۹۰ء تک رہے۔ یہیں مراد شاہ اور قلندر شاہ نے شیخ بدرالدین سے بیعت کی۔ یہاں سے قلندر شاہ صاحب کچھ عرصے کے بعد ردولی پھر الہ آباد تشریف لے گئے پھر ڈیڑھ سال محمد آباد بنارس اور اُس کی نواح کی سیر کرتے ہوئے ۱۲۱۰ھ (۱۷۹۵ء) میں واپس لکھنؤ تشریف لے آئے۔ ۱۲۱۱ھ میں لاہور کی طرف روانہ ہوئے اور ۱۷۹۶ء میں اپنے بھائی پیر مراد شاہ اور اپنی والدہ سے آملے۔ یہ دونوں دو سال قبل لاہور آ چکے تھے۔ قلندر شاہ صاحب نے مراد شاہ صاحب کے انتقال کے بیسویں برس (یعنی ۱۸۰۲ء میں) موضع رتہ پیراں میں (جو انہوں نے اپنے بھائی پیر فرح بخش کے ہمراہ خریدا تھا) اقامت اختیار کی۔ آپ کا انتقال ۱۸۳۲ء میں ہوا ؂

پیر قلندر شاہ کی تصانیف

کلیات قلندر شاہ کا جو نسخہ اس وقت پیش نظر ہے۔ اس میں حسب ذیل تصانیف موجود ہیں:-

(۱) دیوان قلندر شاہ فارسی (۲) بیان حق (فارسی)۔ (۳) حلیہ مبارک (فارسی) (۴) حلیہ مبارک (اُردو)۔ (۵) معراج المقبول (فارسی)۔ (۶) خطوط قلندر شاہ بنام میاں

امام الدین، فقیر عزیزالدین انصاری آزاد (فارسی و اردو)۔

پیر قلندر شاہ کی توجہ فارسی کی طرف زیادہ رہی۔ اس لئے ان کا فارسی کلام بہت پختہ معلوم ہوتا ہے۔ ذیل میں ان کے فارسی دیوان سے ایک غزل لکھی جاتی ہے :۔

دلم ربودی و جان می دہم بیا دبگیر ۔۔۔ درین معاملہ اے جانِ جان مکن تقصیر
بیک دو بوسہ بیا تلخ کامیم بردار ۔۔۔ لبِ تو قند و نبات است یا شکر یا شیر
بران سرم کہ زنم سر بوادیٔ مجنون ۔۔۔ اگر موافق تدبیر من بود تقدیر
کدام سوختہ جان را شہید فرمودی ۔۔۔ کہ جاے آب شرر ریزد از دمِ شمشیر
غریق لجہ اشکم ز جوش گریہ چشم ۔۔۔ رسید تا بہ سرم دست طفلِ دامنگیر
بآہ و نالۂ پُر درد می کند زاری ۔۔۔ بود کہ در دل بیدرد او کند تاثیر
چنان بہ شوق تو صبر از دلم قرار ربود ۔۔۔ کہ فوج لشکرِ سنگاں ز خطۂ کشمیر

تو نوجوانی و سرتا بپا ہمہ جانی
مرید عشق تو از صدقِ دل قلندر پیر

باز بے پردہ شد آن یار بہار است بہار ۔۔۔ چشم مشتاق دگر بار بہار است بہار
جوشِ دیوانگی ما و ہجومِ اطفال ۔۔۔ بر سر کوچہ و بازار، بہار است بہار
جامۂ رنگین کن و کن عزم تماشائے چمن ۔۔۔ روز نوروز بگلزار بہار است بہار

کلیات قلندر شاہ کے ورق ۳۹ اب، ۱۳۷ اب، ق ۱۸۸ اور ق ۲۴۷ پر پیر قلندر شاہ کی غزلیات اردو اور ص۱۸۱ پر ایک رباعی اردو ہے۔ ان میں سے ایک غزل اردو بطور نمونہ درج ذیل ہے :۔

دل نکل پہلو سے شب کو زلف میں جاتا رہا
بارہا ہر روز ہر چند اُس کو سمجھاتا رہا

ہو بہارِ وصل یہ برسات اُس دلبر کی ہو
دیدہِ اشک آرزو چوں ابر برساتا رہا

ہم نے پایا اسکو اپنے دل میں یار وجس کو ہاں
شیخ کعبے میں برہمن بُت میں بتلاتا رہا

چھو گیا ٹک ہاتھ میرا شب کو بارے زُلف سے
اُف رے ظالم صبح تک کیا بل پہ بل کھاتا رہا

فارسی کو چھوڑ کر ہندی میں کچھ کچھ گاہ گاہ
اے قلندر شوقِ اظہر مجھ سے کہلاتا رہا

غزل (ریختہ)

اگر گلشن میں جا وُہ غیرتِ گلزار بیٹھے گا
تو ہر گل چشم میں بلبل کے مثلِ خار بیٹھے گا

خضر بھی آرزو رکھیگا اُس جا آشہادت کی
کہ جس جا میرا قاتل پکڑ کر تلوار بیٹھے گا

کرے گا نالہ و فریاد یا آنسو بہاوے گا
نہیں ممکن اگر تجھ سے ذرا بیکار بیٹھے گا

اگر یہ اشکِ دریا خیز سو طوفان لاوے گا
یہ تیرے عشق کا شعلہ نہیں زنہار بیٹھے گا

اگر یہ ہی تغافل ہے تو کوئی دن میں رو رو کے
تری دُوری میں ظالم دیدۂ خونبار بیٹھے گا

قلندر حضرت پنجاب
دلوں پر جا کے خوبی سے مرادلدار بیٹھے گا

مجھے تسلیم کرنا چاہیئے۔ کہ پیر قلندر شاہ کا کلام اردو میں کچھ زیادہ نہیں اور حضرت پیر مراد شاہ کے مقابلے میں تو یقیناً کم ہے۔ تاہم جو کچھ ہے غنیمت ہے۔ آج جبکہ اُردو کے قدیم سے قدیم نمونوں کا سراغ لگایا جا رہا ہے۔ اور ان کی بنا پر زبانِ اردو کے متعلق نظریے قائم کئے جا رہے ہیں میرے خیال میں پنجاب کے ریختہ گوئے قدیم پیر قلندر شاہ

صاحب کی اردو نظموں کا شائع کرنا بے محل نہ سمجھا جائیگا۔ حلیۂ مبارک (جس کے متن کو اشاعت دی جارہی ہے) کی زبان صاف اور رواں ہے۔ اورگو کہ اس میں نظم کے بعض عیوب ذوقِ سلیم پر گراں گزرتے ہیں اور بعض الفاظ کی "پنجابیت" (جو ممکن ہے بعض صورتوں میں، حضرت کاتب کی تحریف یا "اصلاح" ہو) کھٹکتی ہے۔ پھر بھی قلندر شاہ صاحب کے اشعار میں پختگی اور متانت موجود ہے۔ اس معذرت کے ساتھ میں پیر قلندر شاہ کا منظوم حلیہ مبارک درج ذیل کرتا ہوں:۔

رسالہ حلیہ مُبارک ہندی

از

(پیر قلندر شاہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد میں تیری کرے ہے عجز گوئیؓ اختیار	احمدِ مختارؐ ہو مجبور اے پروردگار
عاجزی سے سب کو ہے ناچار اس جا کار وبار	پھر کسے مقدور ہے جو آ کے دم مارے یہاں(ق)
دمبدم کرتا رہوں نعتِ رسولِ نامدار	عجز میرا کر قبول اور مجھ کو یہ توفیق دے
وصف میں اُس رُو و مُو کے صرف ہو لیل و نہار	ہوں صفات اسکی ہمیشہ ورد میرا صُبح و شام
دل مرے پہلو میں چون خورشید ہر دم بیقرار	اس سراپا رشک مہ کے شوق میں یارب رہے
بلبلِ جان نغمہ سنج ہو اسپہ مانند ہزار	ہوں گل روئے محمد زیب بخش باغ دل
یارب اب ہندی میں مجھسے ہو بہت ہی اختصار	فارسی حلیہ مبارک کی طوالت کے عوض

۱؎ کلیات مراد شاہ (قلندر شاہ ورق ۲۰۸ تا ۲۱۱) ❊

۲؎ اصل میں 'عجز کوئی'۔ ۳؎ اصل 'کوئی' ❊

گندمین تھا رنگ اوسکا اور ملاحت سے بھرا[1] | تھی صباحت[2] اوس پہ کرتی جان کو ہر دم نثار
تھی کشادہ اوسکی پیشانی بہت اور گرد سر | تھا بزرگی سے بھرا[3] وہ سر بسر اے ہوشیار
گرد تھا چہرہ مبارک اوس کا اور وہ ریش گرد | خوش نما قبضے برابر اور عجب انبوہ دار
عرض اور طول اسکے لیتا تھا مقرر گاہ گاہ | تا نہ بڑھ[4] جائے زیادہ مشت سے بے اختیار
پست کرتا تھا بدولت اپنی کو وہ عالی نژاد | سرفراز دو جہاں ہیں جس کے در کے خاکسار
تھی عجب باریک بینی اوس کی پر نور و بلند | ابروئے خمدار تھے محرابِ بیتِ کردگار
ابرووں میں اوسکے تھا اک فرق تھوڑا[5] سا جیسے | آہ ندرت[6] سے کہیں معدوم ہی اہلِ شمار
تھی عجب اوسکی فراخی اور عجب پیوستگی | اور عجب باریک تھی اک رگ انہوں[7] میں جیسے تار
جب غضب کرتا وہ شاہِ دین خدا کیواسطے | تب وہ پُر ہوتے نظر آتی سبھوں کو آشکار
تھی سیہ وہ چشم اوس کی اور فراخی سے بھری[8] | تھا نہ کچھ مدِ نظر اوس کو بجز پروردگار
سرخ سرخ آنکھوں میں اوسکے تھے وہ ڈورے[9] خوشنما | تھا خمار انمیں شرابِ سرِ حق کا آشکار
تھے دراز اوسکے وہ مژگان اور انہیں سرمہ پہ آب | ڈال چھوڑا تھا قضا کے ہاتھ نے مشاطہ وار
گوشۂ چشمِ سیہ سے دیکھنا معمول تھا | راست چپ اکثر طرف اوسکے جو رکھتے انتظار
آسماں سے لیکے اکثر تھی نظر سمتِ زمین | ہاں حیا اور شرم سے یا خاک سی تھا اوسکو پیار
ہے یہ ایک اعجاز اوسکے معجزاتِ چشم سے | پیش و پس کرتی تھی اوسکی دید یکساں کاروبار
اولین اور آخرین اوس کی نگاہ سے پرورش | اب یہاں ثابت ہی بیشک کیا نہاں کیا آشکار
نور افشاں تھا مثال بدر مونہہ اس ماہ کا | تھے وہ رخسار[10] برابر صاف صاف آئینہ وار
جلوہ گر ہوتا بخوبی عکس ہر دیوار و در | صاف چون آئینہ اوس رخسار میں بے اختیار

---

[1] پنجابی تلفظ "بھرا" کا۔ [2] اصل۔ صباحب۔ [3] بھرا۔ [4] اصل "بھڑ"۔ [5] تھوڑا۔
[6] اصل "نذرت"۔ [7] اصل "اونھونمیں"۔ [8] بھری۔ [9] اصل۔ دوری۔
[10] رخسارے چاہیے۔

ہر درو دیوار کو دیتا عجب ایک روشنی کوچہ و بازار میں جس وقت وُہ کرتا گزار

وہ نظر بوجہل کی اور دیدہ وہ صدّیق کی فی الحقیقت تھی وہاں صورت یہ اپنی اپنے نگار

اوس عرق آلود مُونھہ پر ماہ کا بہر بہر طبق گوہر انجم سے ہر دم آسمان کرتا نثار

نکہت عظمت سے تھا پُر غنچہ سان اوس کا دہن گل صفت کھلتا اگر باتوں میں دکھلاتا بہار

تھا گلِ معنی کے اندر اَور ہی ایک گُل میں گُل نغمہ سنج ہر ایک گل پر بلبلیں چندین ہزار

ختم اور آغاز تھا باتوں کا اُس کا نامِ حق گفتگو پر تھی خموشی اکثر اوس کو اختیار

دوش تک آ پہونچتے وُہ موئے سر شانے کے وقت اور بنا گوش اوسکی تک رہتے جو رہتے برقرار

روز شانہ ریش میں اور سر میں کرتا بعد روز تھا عمل اُس شاہِ دین کا شک نہ لائیو زینہار

بے تکلف جب وُہ مو ہونے پریشاں اونپہ تب خاطرِ مجموع کرتے جانِ دل اپنا نثار

گوندنے کے حال میں اور وقت میں دینے کے بل سرورِ دیں کے مقرر تھے وُہ گیسو چار چار

مفرق سر میں تھے شاہِ دین کے کچھ مُوئے سفید اور تھے کچھ ریش میں دو تین جا اے کامگار

راویوں کے اختلافوں سے یہ آخر ہے صحیح بست تک اونمیں نہیں تھا دخل تعداد و شمار

وہ جو حمرت اوس بیاضِ مُو میں کہتے ہیں بیان لال ہوتی ہے زباں اپنی یہاں بے اختیار

شاید اوس رنگِ حنا کا ہو اثر جو واسطے دردِ سر کے رفع کے، سر کو لگاتا تھا نگار

دردِ سر پیچھے نزولِ وحی کے کہتے جو ہیں ہے اگر ہوگا شرابِ سرِّ حق کا وُہ خمار

گردن اوس کی وصف کرنے سے ہے مستغنی بہت نازکی اور رفعت اوسنے کی غزالوں سے شکار

فاصلہ اچھا سجیلا کا ہندوں میں اوسکے تھا اور تھی مُہرِ نبوت شانیوں میں آشکار

گرد اوسکے دانہ دانہ خوشنما اور شکل میں خوردہ دمشتِ گرد سی تھی مایل طرف یسار

۱؎ موئے سر۔ ۲؎ اصل 'پچھے'۔ ۳؎ ، کاندھوں۔ ۴؎ ، شانوں۔
۵؎ صاف نہیں ہوا۔

تھے پری سے پر وہ بازو دسترس ہاتھوں کی تھی
رانوں تک جس گھڑی ہوتا کھڑا وہ شہریار

تھی فراخی سے بھری[1] اوس کی ہتیلی ہاتھ کی
تھا ہمیشہ بخششوں سے اوس کا رہتا کاروبار

اونگلیوں کی نازکی کا اور درازی کا بیان
کیا کروں انگشت حیرت ہے دہن میں میرے یار

وہ کفِ دست اوسکی تھی نازک بہت اور نہ بہ نرم
رشک سے اوسکے ہوا جاتا ہے ریشم تارتار

ناخن اوس کے تھے ہلالِ عید سے بھی خوشنما
جان بدر ہوتی ہے اونکو دیکھکر ریش و فگار

کیا غلط میں نے کہا اوسکے تو اک ناخن سے ہے
معجزہ[2] شق القمر سارے جہاں میں آشکار

صدر اس صدر الصدورِ انبیاء کا تھا فراخ
پرشکن تھا وہ شکم اور صاف تھا آئینہ وار

اوس کمر کی نازکی کا ہے بیان ہونا محال
خاموشی ہر ایک نیتی[3] کی ہے یہاں پر اختیار

ساق سیمین اوس کی دقت سے بھری ہی سربسر
پانوں تھے ہموار ہاں اور وہ کفِ پا ہے انگار

کچھ زمیں سی اونچے اونچے بنتے جب وہ شاہِ دیں
بخشتا رفتار سے روئے زمیں کو افتخار

پاشنہ باریک تھا اور وہ کفِ پا جیسے تھی
ہاتھ کے اوسکے ہتیلی خوشنما اور لحم دار

تھا سدا پانو بھرا[4] رہتا پسینا سیسے کا
ہے شرف اوس کا زیادہ آبِ حیوان سے[5] ہزار

جس جگہ اوسکا پسینا آکے ہوتا بو فروش
مشک اور کافور کا اوس جا نہ رہتا اقتدار

بند بند اوس کے قوی تھے اور تھا پر زور بدن
ہے خوش اندامی کو اوس کی بندگی سے افتخار

جو مناسب جا دی اعضا میں تناسب وہ وہاں
حسن خوبی نے کیا ہے اوسپے[6] ختم کار

تھا غبارِ مو سے اوسکا صاف وہ اندام پاک
ہاں مگر دو تین جا تھے بال دکھلاتے[7] بہار

کا بندیوش[8] پر بال اور اس ساعدِ سیمین پہ تھے
ساقِ پا پہ اور اوس سینے پہ اے دانائے کار

تھا خطِ باریک اوس سینہ سے لیکر تا بناف
مو بمو تھا اوس سے سرِ حق تعالےٰ آشکار

آہ موزونی قیامت اوس قد و قامت کی تھی
ہے بلند و پست کہنا اوسکا مجھ کو ننگ و عار

۱؎ بھری ۔ ۲؎ اصل معجزے ۔ ۳؎ دنے ۔ ۴؎ بھرا ۔ ۵؎ اصل اوستے ۔ ۶؎ کذا ۔ ۷؎ دکھلاتے
۸؎ کاندھوں ۔

اوس مبارک قد کی موزونی بیاں میں کیا کروں — سر سے لیکر تا قدم تھا عدل اوس میں آشکار
تھا میانہ قد اوسکا لیک اوس کے رُوبرو — ہر بلند آتا نظر میں پست اے عالی تبار
قوتِ رفتار اوس کی کیا کروں اس جا بیان — ضعف سے تقریر کو آتا ہے غش ہر دم ہزار
سایہ اوس کا سرفرازِ دہر تھا اس واسطے — بر سرِ عرشِ معلّٰی اُس نے جا پکڑا قرار
کیا مجال اوس کے لباس و جسم پر بیٹھے مگس — تھا مگس ران اوس کا دستِ قدرتِ پروردگار
تھا توجہ تام اوس کا جس طرف کرتا کبھی — کچھ تو ہوں میں بھی یہاں اب اس گھڑی امّیدوار
یا رسول اللہ میرے احوال پر ٹک[1] اک نظر — دو جہاں کے کام میرے ایک پل میں دے سوار[2]
یہ جو کچھ مجکوں مرض ہے اسکا دارو کر شتاب — میں ترا بیمار ہوں اور توں طبیب اے[3] شہریار
شربتِ دیدار ہو تیرا تو کافی ہے مجھے — شافیِ مطلق کی میں سوگند کھاتا ہوں ہزار
صد ہزاراں ہو درود اب احمدِ مختار پر — اور اوس کی آل پر ہو اور جو ہیں اوسکے یار

انقباضِ دو جہاں کا ہے[4] قلندر ہم بساط
دیکھ ان بیتوں میں کرکے اسم باسط کا شمار

تمام شد بعون اللہ تعالیٰ و توفیقہٖ رسالہ حُلیۂ مبارک بزبان ہندی در بیان تعریف حسن و جمال با کمال آنحضرت خجستہ خصال اعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم من تصنیف شیخ المشائخ شاہ صاحب قلندر شاہ جیو۔ ۴ ماہ ذی القعدہ تحریر یافت ۱۲۵۸ھ

---
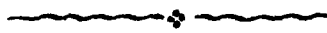
[1] اصل: ہنک۔ [2] : سنوار۔ [3] اصل: اے۔ [4] باسط کے اعداد ۷۲ ہیں۔ چنانچہ اس آخری شعر کو چھوڑ کر اشعار کی تعداد ۷۲ ہے۔

پنجابی قصے فارسی زبان میں [1]

(گذشتہ سے پیوستہ)

ب۔ قصۂ میرزا وصاحبہ

میرے پیشِ نظر دوسرا مخطوطہ قصۂ میرزا و صاحبہ کا ہے۔ جو ۷۷ اوراق پر مشتمل ہے
ہر ایک ورق ۸½ × ۴¾ کا ہے۔ فی صفحہ چودہ سطور ہیں۔ اور ہر ایک سطر ۴½ طویل ہے
عنوان سُرخ سیاہی سے لکھے ہیں۔ کتابت نہایت عمدہ ہے۔ اور ساری مثنوی میں ۲۰۷۸
اشعار ہیں۔ اس نسخے کی بھی اَور کوئی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ نقل مجھے نہیں مل سکی۔ یہ قصہ
۱۱۵۵ھ (۱۷۴۲ء) میں نظم ہؤا ہے۔ مصنف نے تاریخ تصنیف یوں نظم کی ہے:۔

(ورق ۷۳) سالِ تاریخ جست و جو کردم — با دلِ خویش گفتگو کردم
وحی منزل چو بادہ ریخت بجام — کرد فَأتُو بِسُورَةٍ الہام

فأتو بسورةٍ سے ۱۱۵۵ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ اور یہی اِس قصے کی
تاریخِ تصنیف ہے۔ گویا یہ قصہ تسکینؔ کی مثنوی سے تقریبًا دس سال بعد نظم کیا گیا ہے۔

مصنّف

مصنّف کے متعلق اس مثنوی کے سوا اَور کہیں سے معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔
لہٰذا اس مثنوی سے اُس کے کوائفِ حیات کے متعلق جو کچھ پتہ چلتا ہے وہ پیش کیا جاتا
ہے۔ مصنف نے اپنا نام خیر اللہ بتایا اور تخلص فدآ:۔

(ورق ۷۴) ہست نام خدا تخلصِ من — آشکارا فدا۔ تخلصِ من

ثبت شد در جریدۂ افواہ نامِ این خاکسار خیر اللہ

فدا حنفی المذہب اور قادری مشرب کا آدمی تھا:

قادری مشربم بصدق ویقین حنفی مذہبم بملت و دین (ورق ۴، ۲)

اور لاہور کا رہنے والا تھا۔ مثنوی کے آخر میں اُس نے دار السلطنت لاہور کی تعریف میں کچھ شعر لکھے ہیں۔ جس میں اُس نے جہاں یہ بیان کیا ہے کہ وہ پنجاب کا رہنے والا ہے۔ وہاں یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ یہ مثنوی لکھتے وقت وُہ وطن سے دُور تھا:

منکہ مشتِ غبارِ نمناکم هر ہوای نمی برد خاکم (ورق ۶، ۷)

آسمان فتادہ ام از پاء چون زمین نیست رفتنم از جاء

دوش پروردِ سایۂ خویشم پستی افزاء پایۂ خویشم

تشنہ کام زلال پنجابم دور زین خطہ در شکر آبم

نونہالم زآب و خاکِ وطن کردہ نشو و نما درین گلشن

نمکِ شُہرتم کہ پُر شور است از نمکدان شہرِ لاہور است

گلزمینی بہشت آئین است بر زمین گر بود بہشت این است

راہ دہلی مرو بود مشہور مثلے در عوام دہلی دُور

آتش آنجا بہای زر دارد آب ہم قیمت گہر دارد

گل کشمیر بو نداشتہ است رنگ عصمت برو نداشتہ است

غنچہ اش آبناک می روید پی بکارت زخاک می روید

نیست در ہیچ کشوری مشہور شہر دیگر بخوبیٔ لاہور

زین بنا حسن و عشق مقصود ست بانیٔ او ایاز محمود ست

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خیر اللہ فدا کی اپنی زندگی میں کافی شہرت ہو چکی تھی کیونکہ اُس نے اس مثنوی میں کئی بار تعلّی لی ہے۔ ایک مقام پر اپنے محبوب کی زبان سے

اپنے متعلق کہلوایا ہے :

(ورق ۱۷) قلمت را بگوھر افشانی گریش چشم ابر نیسانی
شور نظمت بشکر افتاده عسل از شان مکرر افتاده
حسن طبعت چو صورت آرا شد قدرت قادر آشکارا شد
در کتابی کہ حرف چون و چنیست صنع بیچون بود کلام تو نیست
بنده ام شوخی زبان ترا چہ زبان وحی ترجمان ترا

اور پھر کہا ہے :

(ورق ۷۷) شاعر چون فدا کم از کمتر حنفی قادری ز جدّ و پدر
(ورق ۴۳) قامتم فکرِ شعر گر خم کرد نامور در جہان چو حاتم کرد

اِس سے زیادہ فدؔا کے متعلق اَور کچھ معلوم نہیں ہوسکا ۔

مطالب

مثنوی کا آغاز حمد سے ہوتا ہے ۔ جو یوں شروع ہوتی ہے :

(ورق ۱) حمد او کل بصد زبان گوید غنچہ ہم بی لب و دہان گوید
دم کہ بی یادِ اوست دم نبود در جگر از خدنگ کم نبود
در دل شب خیال او دارم طرح بزم وصال او دارم

یہ طویل حمد، ۵ اشعار میں ختم ہوئی ہے ۔ اور اس کے بعد ایک طویل مناجات ۸۱ اشعار میں لکھی گئی ہے جو یوں شروع ہوتی ہے :-

(ورق ۳) ای دل و دیده محو دیدارت حیرت جلوه پردهٔ کارت
کرده یکتائی تو حیرانم من توام یا تو من نمیدانم
دور و نزدیک بی من و با من آفتابی تو و دلم روزن
چون خیالت کنم خیال توام توئی آئینہ من مثال توام

اس مناجات کے بعد ایک نعت ہے جس کے چند شعر یہ ہیں :-

ناز محبوبیش خدا بکشد ۔۔۔ نکشد گر خدا کجا بکشد (ورق ۷)

نازنینی بساط معبود است ۔۔۔ خوش نشینی مقام محمود است

چون فزاید قیام شب میلش ۔۔۔ طرف دامن کشد قُمِ الّیلش

قد چو در فاستقم علم میکرد ۔۔۔ قدم از بار او درم میکرد

اسی نعت میں خلفائے راشدین کی بھی تعریف کی گئی ہے۔ اور یہ نعت ۸۶ اشعار میں ختم ہوئی ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ محی الدّین عبدالقادر جیلانی کی تعریف میں فدآ نے ۵۳ شعر نظم کئے ہیں۔ جن میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں :-

صورت و معنی نبی و ولی ۔۔۔ آشکار و نہان خفی و جلی (ورق ۱۰)

وارث و نائبِ رسولِ امین ۔۔۔ حافظ و ناصر و زمان و زمین

منبر از روی او چو مشرق ماہ ۔۔۔ ہست بر نقش سجدہ نام اللہ

اس مدح کے بعد ۴۲ اشعار کی ایک مناجات شیخ عبدالقادر جیلانی کے حضور میں لکھی گئی ہے۔ اور اس کے بعد بابا فرید شکر گنج کی مدح میں ۹۰ شعر نظم ہوئے ہیں۔

ان ابتدائی نظموں کے بعد شاعر نے قصّے کی وجہ تصنیف بیان کی ہے۔ جو اس کی زبان سے ہی سُنئے :-

من و یاری نشستہ ہمزانو ۔۔۔ چون دو آینہ از صفا یکرو (ورق ۱۷)

چون دو دریا ز بیخودی در جوش ۔۔۔ چون دو ساحل بیکدگر آغوش

از صفای دل خدا آگاہ ۔۔۔ چون دو دیدہ بہم زدہ خرگاہ

چون کمان حلقہ دست در زانو ۔۔۔ سر چو ابرو نہادہ بر زانو

جمع چون غنچہ با لب خاموش ۔۔۔ دل بہ تنگی گرفتہ در آغوش

سر بضبط نفس فرو کردہ ۔۔۔ قطرہ را بحر در سبو کردہ

چون بدریای دل شنا کردیم | سر چو طوفان زخود برآوردیم
آفتابِ رخش بجلوه گری | پیش او من ستارهٔ سحری
چون دماغ سحر رسائی کرد | معنی و لفظ آشنائی کرد
روی گرمش در انجمن تابید | شد سهیلی و بر یمن تابید
تنگ شکّر شد و تبسّم کرد | درج گوهر شد و تکلّم کرد
زد سر انگشت بر لبم چو هلال | مطلعی در بدیهه کرد سوال
یک بیتی بلند شد موزون | در همین بحر چون دُرِ مکنون
چون دو ابرو بلند و برجسته | هر دو مصرع بربط پیوسته
دو سه بار از زبان گوهربار | ریخت قندی مکرّر از تکرار
سر موی در آن ترازو یافت | راه ایمای چشم و ابرو یافت
جای استاد دید چون خالی | کرد دخلی بجا درو حالی
زان تراش و خراش آن گوهر | آب دیگر گرفت و رنگ دگر
کرد اصلاح و یادگار گذاشت | خال بر روی آن نگار گذاشت
غنچه اش در شگفتن انجمین | در خطاب از حدیقه شد گلچین
وادی رمزها بریدم من | چو نخودی چو تو ندیدیم من
کم بود کم بیک دگر مانند | عشق را چون من و چو تو فرزند
قلمت را بگوهر افشانی | گردش چشم ابر نیسانی
شور نظمت بشکر افتاده | عسل از شان کمر افتاده

. . . .

. . . .

مدّتی شد کہ ہچو نافهٔ مشک | گشته کام تو از خموشی خشک

چون صدف خند بالب خاموش | تو کہ دریای گوہری می جوش
دست درکار و دل بیار نشین | درمیان باش و بہ کنار نشین
کردہ ام از فسانہ گوی گوش | قصۂ میرزا و صاحبہ کوشش
داستانی چنین نگفتہ چراست | گوہراین چنین نسفتہ چراست
روزگارت دہد اگر فرصت | از تو گفتن بود ز من رخصت
سرنہ پیچیدش از رضای دلش | از برای چہ از برای دلش

وجہ تصنیف کے بعد مصنف نے حکایت کا ایک مجمل ساخاکہ چند اشعار میں پیش کیا ہے۔ اور اس کے بعد قصّے کا آغاز جھنگ سیال کی تعریف سے ہوتا ہے۔ ہر ایک مضمون کا الگ عنوان قائم کیا گیا ہے۔ اور ساقی نامے کے اشعار کے بغیر قصہ مسلسل بیان کیا گیا ہے۔ قصّے کے اختتام پر مصنف نے خاتمہ کتاب کے سلسلے میں کچھ شعر لکھے ہیں۔ اور پھر ۴۸ اشعار لاہور کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

افسانہ

فدؔا کا بیان کیا ہوا قصہ عام پنجابی قصّوں اور تسکینؔ کی روایت سے کچھ ہی مختلف ہے۔ یہ قصہ جھنگ کی تعریف کے بعد صاحبہ کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے صاحبہ کی طفولیت کی تفصیل بیان کرنے کے بعد شاعر اُس مکتب کی تعریف کرتا ہے جس میں صاحبہ کو تعلیم حاصل کرنے کیلئے بھیجا جاتا ہے۔

مکتبی بود مجمعِ خوبان | محفل ناز عالم آشوبان (ورق ۲۳)
نسخۂ زلف جزو ابتر او | خال و خط مشق تختہ در او
مکتبی نی خیال فانوسی | نی پری خانہ چتر طاؤسی
مکتبی چون مرقعِ تصویر | کلک نیرنگ مانوی تحریر
چیدہ ہر سو طبیعت موزون | بر بساطِ سخن دُرِ مکنون

شوخ طفلان سادۂ پرکار　　چون صنم خانہ صورت دیوار

صاحبہ اس مکتب میں داخل ہوتی ہے۔ اور کچھ دیر کے بعد میرزا اپنے وطن رادی سے اپنی گھوڑی پر سوار ہوکر اپنے ننھیال جھنگ سیال آتا ہے ننھیال پہنچ کر چند دنوں کے بعد اُسکا دل اُداس ہوجاتا ہے۔ اسی اداسی کی کرشمہ کاری سے میرزا کی پہلی دفعہ صاحبہ سے ملاقات ہوتی ہے۔ میرزا کے غمگسار اس کی اداسی رفع کرنے کیلئے اُسے مکتب بھیج دیتے ہیں:-

(ورق ۴۱)

غافل از خاطر یکہ ناشاد است　　ہر کاہش بہانہ ایجاد است

دل بہ امیکہ می طپید اورا　　جذبہ دوست میکشید اُورا

آخر از موم بازیٔ تقدیر　　شمی افروخت محفل تدبیر

کہ بمکتب اگر سبق گوید　　لوح خاطر ز گرد غم شوید

خو بیاران ہم سخن گیرد　　بوی الفت ازین چمن گیرد

ای فدای دل شکستہ عشق　　ای طلسم شکستہ بستہ عشق

عشق در کار خود جوانمرد ست　　بارہا آنچہ می کند کردست

میرزا را ز خود ربود آخر　　رہ سوی صاحبہ نمود آخر

مکتب کی ہم نشینی نے میرزا اور صاحبہ کو ایک دُوسرے سے مانوس کردیا۔ اور رفتہ رفتہ یہ اُنس محبت کی شکل اختیار کرگیا۔ اشاروں کنایوں سے بات بڑھتے بڑھتے عشق جنون انگیز تک پہنچی ؎

(ورق ۴۳)

گرچہ خون چو آتش ناموش　　در دل ہر دو زد ز اُلفت جوش

چون دو نازک نہال نورستہ　　جا بمکتب قرین ہم جستہ

در نشستن ہمیشہ ہم زانو　　در سبق سودہ چون ورق پہلو

چوں دو ابرو بحرف پیوستن　　ہر دو مایل بگوشہ بنشستن

لب بشور سبق جنون آمیختہ　　چشم و ابرو بہم تبسم خیز

بحث ابیات چون بلند شدی　　حالی ہر دو دلپسند شدی

این غزل آن قصیدہ سر می کرد　　این زدل آن زدیدہ سر میکرد

چندے یہ کیفیت رہی۔ اور پھر ایک طالب علم نے اُستاد سے غمازی کی۔ کہ میرزا اور صاحبہ ایکدوسرے کو چاہتے ہیں ؂

صاحبہ می دہد عنان از دست　　در طلسم سلامتست شکست　　(ورق ۳۶)

میرزا راہ نام و ننگ زند　　بر نشان ہوس خدنگ زند

معلم نے یہ تقریر سُنی تو اُسے تشویش ہوئی۔ کہ اگر یہ بات باہر نکلی تو اس سے بڑا فتنہ برپا ہوگا۔ چنانچہ اُس نے فیصلہ کیا۔ کہ پہلے خود طالبعلم کے بیان کی تحقیق کریگا۔ اور اگر اس میں کوئی حقیقت ہوئی تو اُسکا تدارک بھی کریگا۔ چنانچہ ایک دن معلم مکتب کا کام ختم کرنے اور طلباء کے گھر چلے جانے کے بعد مکتب میں سونے کے لئے لیٹ گیا۔ میرزا اور صاحبہ مکتب بند ہوجانے کے بعد گھر جاکر لوٹ آیا کرتے تھے۔ اور یہیں اُن کی ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ اس دن بھی وہ حسب معمول سہ پہر کے قریب مکتب میں آئے۔ میرزا نے معلم کو لیٹے ہوئے دیکھا تو سمجھا کہ سو رہا ہے۔ لہٰذا وہ کسی خوف و ہراس کے بغیر صاحبہ کی محبت سے محظوظ ہونے لگا۔ لیکن ابھی دونوں چین سے بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ

شد معلم بناگہان بیدار　　گام زد گشت بادۂ دیدار　　(ورق ۳۸)

ہر دو را دید گوشہ بنشستہ　　چون دو ابرو بحرف پیوستہ

آن دو راہ گریز گم کردہ　　آہوی جست و خیز گم کردہ

زود گردند از ادب ہر دو　　چون دو ابرو زہم تہی پہلو

جست رنگ شکستہ از رُخسار　　ریخت برگ خزانی از گلنار

عرق شرم از جبین می ریخت — شبنم از برگ یاسمین می ریخت

معلم نے ناراض ہو کر دونوں کے کان مروڑے اور فضیحت بسیار کے بعد نصیحت کی۔ پھر صاحبہ کی ماں کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ ماں نے جب معلم کی شکایت سُنی تو صاحبہ کو پاس بلا کر نصیحت کی :-

(ورق ۴۰)

کای چراغ ادب ستارۂ تو — دودمان حیا نظارۂ تو
چشم نرگس کہ وا نجستت بود — سورۂ صاد خواند و کرد سجود
غنچہ از شرم عصمت محجوب — نرگس از چشم تو حیا منسوب
تسبیح زان نم کہ این مصلا شست — گردی از دامن نمازی تست
گوہرت کنہ ستارہ تابان است — صدفش بارور ز نیسانست
دختری کنہ چنین پدر زاید — چون تو باشرم و باحیا ناید
شوخی و دلبری چہ کم داری — آنچہ دارد پری تو ہم داری
چین زلفت چو حلقہ می ریزد — ماہ نورا بشانہ آویزد
جا چو از تنگیٔ دہن گم شد — جستن رنگ پان تبسم شد
مشک خال تو در ترازو ریخت — کفۂ نافہ را علاقہ گسیخت
نمکی از ملاحتت جو شد — لالہ خواہد بداغ بفروشد
نونہالت کنون بسرو کشید — موسم جلوۂ تدرو رسید
شکرت چون بگفتگو ارزد — شکر آبی بآرزو ارزد
مکن اے نور دیدہ ام حالی — خانہ چون مردمک زخود خالی

صاحبہ کی ماں کی یہ خوشامد آمیز نصیحت کارگر ثابت ہوئی اور صاحبہ نے مکتب جانا ترک کر دیا اور میرزا سے ملنا بھی بند کر دیا۔ میرزا پر صاحبہ کا فراق بہت گراں گذرا۔ اور وہ مایوس ہو کر جھنگ سیال سے اپنے وطن کو واپس لوٹ آیا۔ لیکن اس فراق اور

بُعد نے اُس آتشِ عشق کو خاموش نہ کیا جو میرزا اور صاحبہ کے دلوں میں جل رہی تھی۔ بلکہ دھیمی دھیمی اور خاموش چنگاڑیوں نے بھڑکتی ہوئی آگ کا رُوپ دھار لیا۔ اور دونوں ایک دوسرے سے دُور ایک دُوسرے کی یاد کو سینہ سے لگائے ہوئے دن رات بیقرار رہنے لگے ×

اس اثنا میں صاحبہ کے حُسن و جوانی کی شہرت آگ کی طرح پھیل نکلی :-

گشت چون حسن صاحبہ مشہور — شد جہان از ملاحتش پُر شور (ورق ۴۹)
رم سوادِ نگاہ جادُو شُد — سرمہ دام شکار آہو شد
سایۂ سرو او درازی کرد — با پری رفتہ رفتہ بازی کرد
گوش تابید ہر ہوس بازی — دید مالید ہر ہوس بازی

اور ایک شاعر نے اس شہرت سے متاثر ہو کر صاحبہ کو دیکھنے کیلئے جھنگ سیال کی راہ لی۔ جھنگ پہنچ کر اُس نے اُس باغ میں ڈیرہ لگا دیا جہاں صاحبہ گلگشت کیلئے آیا کرتی تھی۔ کچھ دیر کے بعد صاحبہ بھی وہاں اپنی سہیلیوں کے ساتھ آنکلی۔ اور ایک سرو کے نیچے کھڑی ہو کر گانے لگی :-

کای نسیم سحر نیاز کسی — می رسانی بدل نواز کسی (ورق ۵۲)
گذری می کنی بہر کوی — میرسانی زہر گلی بوی
از دیار دلم رہ آوردیست — نالہ نارسا دم سردیست
در پیت گرد کاروانی ہست — برلبت نیم کشتہ جانی ہست
میرزا را دعا بگو از من — بشنو این ماجرا بگو از من
ای کہ گاہی نمی کنی یادم — خود زیادم نمی روی شادم
دل کہ از گرمیٔ محبت سوخت — چند خواہد بداغ فرقت سوخت

شاعر نے یہ فریاد سُنی تو باغبان سے پُوچھا۔ کہ یہ لڑکی کون ہے۔ اُس نے آسے

بتایا کہ یہی صاحب ہے۔ شاعر حصولِ مراد میں کامیاب ہو کر وہاں سے راوی کی طرف چل دیا۔ اور اس جگہ آ پہنچا جہاں میرزا فراق کی گھڑیاں گن گن کر گزار رہا تھا۔ میرزا نے دیکھا۔ کہ ایک تھکا ماندہ بڑھا عصا لئے ایک درخت کے نیچے دم لینے کے لئے بیٹھ گیا ہے۔ وُہ اس سے مخاطب ہوُا۔ اور اس سے پوچھا کہ وہ کہاں سے آرہا ہے۔ اور کہاں جائیگا۔ شاعر نے جواب دیا:-

(ورق ۵۷)

آمدم از کجا مپرس از من — رفتم از خود بیا مپرس از من
گوش داری فسانۂ دارم — ہوش داری ترانۂ دارم
عقل دیوانہ ہوش معذورست — نوجوانی و بادہ پر زورست
گوش واکن دماغ می سوزم — سینہ پیش آر داغ می سوزم
نازنین دختران جھنگ سیال — جرگہ آہوانہ خیل غزال
دوش بر دوش چون خرام کنند — سرو آزاد را غلام کنند

. . . . — . . . .

. . . . — . . . .

زآنمیان دختری بجلوہ گری — چون در انجم ستارۂ سحری

. . . . — . . . .

مایل نازنین جوانی ہست — زان جوان این طرف نشانی ہست

. . . . — . . . .

یاد آن یار مہر جو نکند — دل گرفتہ ست آرزو نکند

میرزا تجاہل سے کام لیکر یہ ساری کہانی سُنتا رہا۔ اور جب شاعر چلا گیا تو فوراً جھنگ کی طرف روانہ ہو پڑا۔ مگر جھنگ میں صاحب سے ملاقات کی کوئی صورت نہ نکل سکی۔ اور میرزا کو مایوس لوٹنا پڑا۔ ادھر صاحب کی حالت دن بدن خراب ہو رہی تھی۔ یہاں

تک کہ وہ شدید طور پر بیمار ہو گئی۔ میرزا جب اس دفعہ لوٹ کر وطن پہنچا۔ تو اُس کی آشفتہ حالی پر اُس کے باپ کو بہت رحم آیا۔ اور اُس نے صاحبہ کے باپ کے پاس ایک پیغامبر اپنے بیٹے کے لئے صاحبہ کا رشتہ مانگنے کے لئے بھیجا۔ لیکن صاحبہ کے باپ نے جواب دیا :-

(ورق ۴۴)

گوہرِ خود بسنگ نتواں داد　　نام خود را بہ ننگ نتواں داد
صاحبہ را بمیرزا ندہم　　گرچہ باشد قضا رضا ندہم

اور اس کے بعد فوراً صاحبہ کو ایک اَور لڑکے کے ساتھ نامزد کر دیا ❊

اس سے آگے افسانے کی تفصیلات وہی ہیں جو تسکینؔ نے پیش کی ہیں۔ سوائے اس کے کہ فداؔ نے صاحبہ کے گھوڑی سے گرنے کے واقعہ کو حذف کر دیا ہے۔ اور نیز یہ کہ میرزا اور صاحبہ کی موت اس طرح دکھائی ہے۔ کہ اُن دونوں کو صاحبہ کے بھائیوں نے قتل کر دیا تھا :-

(ورق ۴۸)

صاحبہ چادر از سر افگندہ　　موء آشفتہ در بر افگندہ
شرم در چشم و خشم در ابرو　　از حجاب حیا عرق بر رو
فتنہ جویان کہ خشمگین بودند　　تشنۂ خون نازنین بودند
خون آن لالۂ سر افگندہ　　گشت چون جوش می بر افگندہ
خون آن گلبدن چو دختر تاک　　در پس پردہ ریختند بخاک
تا نشانش درین زمین نبود　　فتنۂ خفتہ در کمین نبود
سر چو از تن بخاک می غلطید　　میرزا را بگرد سر گردید
میرزا ہمچنان فتادہ بخاک　　چون لحد سینہ تا گریبان چاک

انتخابِ کلام

خیر اللہ فداؔ کی مثنوی تسکین کی مثنوی سے نسبتاً طویل ہے۔ لیکن فدا کا امتیاز

بیان تسکین کی بہ نسبت زیادہ سُلجھا ہُوا ہے۔ اور زبان بھی زیادہ شگفتہ ہے۔ مثنوی میں ایک خوشگوار تسلسل ہے۔ اور الفاظ اسقدر سادہ اور برمحل استعمال کئے گئے ہیں۔ کہ پڑھنے والا کبھی اُکتاتا نہیں۔ قصّے کے متن سے بہت سے اشعار پہلے نقل کئے جا چکے ہیں۔ یہاں وہ اشعار پیش کئے جاتے ہیں جو خاتمۂ کتاب کا ایک جزو ہیں۔ اور فدآ نے لاہور کی تعریف میں نظم کئے ہیں ؛

تعریف دارالسلطنت لاہور

(ص ۵۵)

منکہ مشتبِ غبار نمناکم — ہر ہوای نمی برد خاکم

آسمان فتادہ ام از پاء — چون زمین نیست رفتنم از جاء

دوش پرورد سایۂ خویشم — پستی افزاء پایۂ خویشم

تشنہ کام زلال پنجابم — دور زین خطّہ در شکر آبم

نونہالم ز آب و خاک وطن — کرده نشوونما درین گلشن

نمک شعرتم کہ پرشور است — از نمکدان شہر لاہور است

گلزمینی بہشت آئین است — بر زمین گر بود بہشت این است

راه دہلی مرو بود مشہور — مثلی در عوام دہلی دُور

آتش آنجا بہای زر دارد — آب ہم قیمتِ گہر دارد

گل کشمیر بو نداشتہ است — رنگ عصمت برو نداشتہ است

غنچہ اش آبناک میرویید — پی بکارت زخاک میرویید

نیست در ہیچ کشوری مشہور — شہر دیگر بخوبی لاہور

زین بنا حسن و عشق مقصود است — بانی او ایاز محمود است

سیر دارد ہوای بازارش — وسعتِ دل فضاء بازارش

حسن دلال زاده اش مپرس — مرد سودانۂ بہاش مپرس

قیمت دل شکست می ارزد — سر دست آنچه هست می ارزد
میدهد نکهت گل اسرار — کوچه بازار رستهٔ عطار
خاک آن رهگذر چو می بوید — غنچه بی دردسر همی روید
گز نخس روبیش نسیم آید — سنبل الطیب دسته پیرابد
خاک این رهگذر چو آب زنند — بر خیابان گل گلاب زنند
جان اگر فی المثل بها دارد — در همین رسته است جادارد
شوخ عطار زادها چون گل — عنبرین خال و مُشکبو کاکل
چون گل و مل گداختلاط کنند — پاس دلها باحتیاط کنند
بر نچیده بتی بطاق بلند — شیشه خاطر وفا پیوند
درد فهم دل دوا مقصود — نبض دان نگاه اشک آلود
شرگمین چهره خون اندوده — پاک از نگاه آلوده
دردها را دوا نوشته همه — نسخهاء شفا نوشته همه
طرز ترکان لشکری دگراست — ناز دیگر ستمگری دگراست
ساعد و سینه ساده پرکار — کوه سیمین سرین لنگردار
همه دارند گر نداشته اند — از نزاکت کمر نداشته اند
دست و تیغ کرشمه واکرده — صحن بازار کربلا کرده
صلح و دشمن بهانه جنگ همه — کوچه گردان بهانه جنگ همه
برهمن دلبران الفت جو — دشمن دین و دل محبت جو
قشقه نی بر جبین چون ماه است — لغزش پای دین بناگاه است
وحشی را اگر بدام کنند — از ره رحم رام رام کنند
پاکبازان بهر گذرگاهی — گوشهٔ خلوتی نظرگاهی

زاہدان زہد بے ریا کردہ | فرش کاشانہ بوریا کردہ
چلما چون کمان کشیدہ ہمہ | ناوک بر نشان رسیدہ ہمہ
پاسداران راہ مجذوبان | عاشقان خدا و محبوبان
سالکان سودہ در سلوک قدم | زدہ بر افسر ملوک قدم
عارفان از دل خدا آگاہ | گشتہ مرات عکس وجہ اللہ
از کرامات ساکنان قبور | نتوان کرد شمۂ مسطور
از بود خود بجای شان درگاہ | مستی خفتہ دوستی بیدار
علما جملہ حجت الاسلام | فقہا رہبر خواص و عوام
شاعر چون فدا کم از کمتر | حنفی قادری ز جد و پدر
باد روز جزا برین دستور | با مریدان قادری محشور
بار دیگر دعای شہر کنم | حصن روئین بہاد شہر کنم

تا بود مدتی سنین و شہور
باد چشم بد از سوادش دور

محمد باقر

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتہ ایشرداس پرنٹر طبع ہؤا۔ اور بابو محمد صدیق احمد خان پبلشر نے اورنٹیل کالج لاہور سے شائع کیا۔
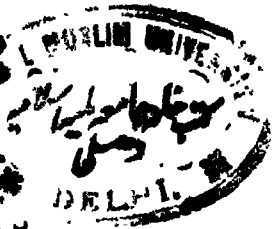
پروفیسر پنجاب یونیورسٹی لاہور

جلد ۲۱ - عدد ۱ | بابت ماہِ نومبر ۱۹۴۴ء | عدد مسلسل ۷۹

فہرستِ مضامین

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتا ایشر داس پرنٹر طبع ہوا۔ اور بابو
صدیق احمد خان پبلشر نے اورینٹل کالج لاہور سے
شائع کیا۔

اورینٹل کالج میگزین

عرضِ واجب

اغراض و مقاصد | اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے۔ کہ احیاء و ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تا حدِ امکان تقویت دی جائے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ان طلباء میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے جو سنسکرت، عربی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ۔

کس قسم کے مضامین کا شائع کرنا مقصود ہے | کوشش کی جائے گی کہ اِس سلسلہ میں ایسے مضامین شائع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں۔ غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابلِ قبول ہوگا۔ اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شائع کئے جائینگے ۔

رسالے کے دو حِصّے | یہ رسالہ دو حصّوں میں شائع ہوتا ہے۔ حصّہ اول عربی۔ فارسی، پنجابی (بحروفِ فارسی) حصّہ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی) ہر ایک حصّہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے۔

وقت اشاعت و قیمتِ اشتراک | یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شائع ہوگا۔ سالانہ چندہ حصّہ اُردو کیلئے ۱؎۔ اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا۔ کسی سہ ماہی رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شائع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے۔ ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہوسکیگا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری، مئی، دسمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیئے ۔

خط و کتابت و ترسیلِ زر | خرید رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیلِ زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہیئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہئیں ۔

محلِ فروخت | یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جاسکتا ہے ۔

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شائع ہوتا ہے ۔

سیف الدولہ محمود بن ابراہیم بن مسعود بن محمود غزنوی

یہ مضمون آل انڈیا اسلامک ہسٹری کانفرنس کے دوسرے اجلاس
اپریل ۱۹۴۲ء منعقدہ پشاور میں پڑھکر سنایا گیا۔ مشتاق بھٹی

غزنوی خاندان نے شمال مغربی ہندوستان پر کوئی پونے دو سو برس تک حکومت کی۔ لیکن یہ طویل عرصہ تاریخی لحاظ سے اس قدر تشنۂ تکمیل ہے کہ مفصل سے مفصل تاریخ میں بھی محمود کے جانشینوں کا ذکر مجموعی طور پر سات آٹھ صفحات سے زیادہ نہیں۔ تاریخی مواد کا اتنا فقدان ہے اور واقعات اتنے مختصر کہ تاریخ کے ایک عام طالبعلم کی نگاہیں محمود سے ہٹ کر فوراً شہاب الدین غوری پر جا پڑتی ہیں۔ اُس کا ذہن بھول جاتا ہے۔ کہ پونے دو سو سال کا ایک وسیع خلا پیدا ہوگیا ہے تسلسل اور ربط کی اس غیر موجودگی سے بہت سے اہم مسائل اس کی نظروں سے اوجھل ہوجاتے ہیں یہ ایک بیّن حقیقت ہے۔ کہ غزنوی خاندان ہندوستان کے دوسرے تمام اسلامی حکمران خاندانوں میں نتائج اور اثرات کے لحاظ سے ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وُہ دور تھا۔ جب اسلام اور ہندو مذہب کی عام آویزش ہوئی۔ اور مختلف تمدن اور تہذیبیں جن میں اساسی طور پر شدید افتراق تھا آپس میں مؤثر طور پر دوچار ہوئیں۔ اسلام نے ہندو مذہب کا مطالعہ کیا۔ اور ہندو مذہب نے اسلام کے اصولوں پر غور کیا۔ اس ملاپ سے ایک نئے تمدن کی بُنیاد پڑی جس کے اثرات آج بھی ہماری روزمرہ زندگی میں کارفرما نظر آتے ہیں۔ قومیں، قوموں کے تمدن اور ان کی معاشرتیں اپنے ارتقائی مدارج طے کرنے میں برسوں بلکہ صدیوں کا عرصہ چاہتی ہیں۔ محمود کے بعد اُس کے جانشینوں کا یہ دور یہی ارتقائی اور تغیراتی دور تھا۔ اس دور کے نتائج حیرت انگیز طور پر نہایت دُور رس

تھے۔ مختلف وجوہ سے یہ دور اتنا اہم ہے۔ کہ آج زندگی کے مختلف شعبوں کا طالبعلم اُس زمانے کی تاریخی حالت سے بے بہرہ رہکر کبھی صحیح نتائج پر نہیں پہنچ سکتا۔ اُسکے افکار کبھی مسلمہ اور متیقن نہیں ہوسکتے۔ لیکن شومیٔ قسمت اور سوئے اتفاق سے ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ میں صرف یہی ایک ایسا دور ہے جس کی تاریخ نہایت افسوسناک طریقے سے نامکمل ہے۔ اور یہی ایک ایسا زمانہ ہے جس کے واقعات کا کوشش و جستجو کے باوجود پتہ نہیں لگ سکتا۔ اور اگر کچھ پتہ لگتا ہے تو نہایت تشنہ اور سرسری۔ اس مضمون میں میری کوشش یہ ہے۔ کہ اُس زمانے کے ایک مختصر عرصے کے نقوش کو اجاگر کروں۔ اور اس ظلمت کو جو غزنوی دور پر چھائی ہوئی ہے کچھ کم کرنے کی سعی کروں۔

ہمعصر تاریخی کتابوں کے ناپید ہوجانے یا بحد مختصر ہونے کی وجہ سے ہمیں لامحالہ شعر و ادب کی کتابوں میں تاریخی حقائق کی جُستجو کرنی پڑتی ہے۔ خوش قسمتی سے اُس زمانے کے دو شاعروں کے دیوان کسی حد تک ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ یہ دونوں شاعر ابوالفرج رونی اور مسعود سعد سلمان، پنجاب کے دارالسلطنت لاہور میں عرصہ تک مقیم رہے۔ انہوں نے ہر معاصر غزنوی سلطان کی جو تخت غزنی پر بیٹھا مدح کی۔ اور ہر اس معاصر شہزادے وزیر یا سپہ سالار وغیرہ کی جو لاہور میں مقیم ہؤا۔ تعریف کی۔ اُنکا ایک مشترکہ ممدوح سیف الدولہ محمود ہے۔ میرے اس مضمون کا عنوان یہی سیف الدولہ محمود ہے۔ ان دونوں شاعروں کے دیوانوں میں کثرت سے ایسے قصائد ملتے ہیں جو اس کی تعریف میں لکھے گئے ہیں۔ ان میں کہیں کہیں کسی تاریخی واقعہ کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے۔ میں نے انہی منتشر اشاروں کو ایک منضبط طریقے سے جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ شعر و ادب سے "تاریخ" کے مرتب کرنے میں مَیں کس حد تک کامیاب ہؤا ہوں اسکا فیصلہ مَیں آپ پر چھوڑتا ہوں۔

ذکر

"تاریخ کی کتابوں میں سیف الدولہ کے متعلق کوئی ذکر نہیں ملتا۔ تمام مؤرخ اس سے

بے خبر معلوم ہوتے ہیں۔ صرف طبقاتِ ناصری[1] کے مصنف منہاج سراج نے ابراہیم غزنوی کے بیٹوں کی طویل فہرست دیتے ہوئے پہلا نام محمود گنوایا ہے۔ اس کے اس طرح ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ابراہیم غزنوی کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اور بظاہر وارثِ تخت و تاج۔ اس اشارے کے سوا کسی تاریخی کتاب میں اسکے متعلق ایک بھی حوالہ تو نہیں ملتا۔

نام

مسعود سعد سلمان نے اس کا پورا نام جس میں اس کے آبا و اجداد کا بھی تذکرہ کیا ہے یوں دیا ہے ؎

ملک محمود ابراہیم مسعود ابن محمود آن
کہ ہستش حشمت جمشید و قدر و قدرت دارا[2]

اس کی کنیت ابو القاسم تھی۔ مسعود لکھتا ہے ؎

سرِ شاہنشہِ غازی پناہ ملک ابو القاسم
کہ خورشید جلال است و سپہرش حضرتِ سلطان[3]

اور پھر کنایۃً یوں لکھتا ہے ؎

امیر غازیِ محمود سیف دولت و دین
بنام سیرت و کنیت چو احمد مختار[4]

اور جیسا کہ ہمیں معلوم ہے آنحضرت کی کنیت ابو القاسم تھی۔

سلطان ابراہیم غزنوی کا سن ولادت متفقہ طور پر ۴۲۴ھ مانا جاتا ہے[5]۔ ادھر رونی کے ایک قصیدے سے جو اس نے سیف الدولہ محمود کی شان میں لکھا ہے پتہ چلتا ہے۔ کہ

---

[1] طبقاتِ ناصری منہاج سراج صہ ۱۹ حاشیہ۔ [2] دیوان مسعود سعد سلمان مرتبہ پروفیسر رشید یاسمی طہران ص ۲۲
[3] ایضاً صہ ۲۴، [4] ایضاً صہ ۲۶۹، [5] طبقات ناصری صہ ۲۰۔

سیف الدولہ محمود ہندوستان کی مہموں میں ۴۵۶ھ سے شریک تھا۔ رونی سلطان ابراہیم کا قرب حاصل کرنے کے لیئے اُسکا توسل ڈھونڈتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے ؎

خسروا بندہ را درین ۳ سہ سال — در مدیح تو شعرہاست متین
ہر یکے کردہ راوئ انشاد — در سن اربعمائہ و ستین ۴۶۰......
حال من بندہ تا کے خواہد راند — با خداوند مشرق و شاہ گزین
گوید اے شاہ بندہ ایست ترا — خاطرش نظم را چنان و چنین [1]......

گویا رونی نے سیف الدولہ محمود کی مدح میں ۴۶۰ھ سے دو تین سال قبل یعنی ۴۵۷ھ کے قریب متعدد قصیدے لکھے تھے جنہیں ۴۶۰ھ میں پڑھے جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ سیف الدولہ ہندوستان کی مہموں میں دلچسپی لے رہا تھا۔ اور اتنی اہمیت اور اہلیت رکھتا تھا۔ کہ سخن شناسی کے علاوہ بادشاہ کے سامنے ایک شاعر کی سفارش کر سکے۔ سیف الدولہ کی اس ذمہ دار حیثیت کا خیال رکھتے ہوئے ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس کی عمر اس وقت کم از کم پندرہ سولہ ہونی چاہیئے۔ اور چونکہ وہ سلطان کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اس لیئے سلطان ابراہیم کی عمر محمود کی ولادت کے وقت پندرہ سولہ کے لگ بھگ ہونی چاہیئے۔ گویا اس لحاظ سے سیف الدولہ کا سنہ پیدائش ۴۲۴-۱۵ ۴۲۴-۱۶ یعنی ۴۰۹ یا ۴۰۸ھ ہوگا۔ یہ اندازہ اس لحاظ سے بھی قابلِ قبول ہے۔ کہ مسعود جو بعد میں علاء الدولہ مسعود ثالث کے نام سے تختِ غزنی پر بیٹھا ۴۵۹ھ میں سنجر کی بہن مہد عراق سے بیاہا گیا [2]۔

القاب

محمود کا سب سے پرانا لقب سیف الدولہ والدین تھا۔ اور تقریباً ہر ایک قصیدے میں

---

[1] دیوان ابوالفرج رونی مرتبہ پروفیسر چایکن ص ۱۳۱۔

[2] بحوالہ رشید یاسمی دیباچہ دیوان مسعود ص ۱۲۔ (مسعود محمود کا چھوٹا بھائی تھا)

اسے اس لقب سے پکارا گیا ہے۔ گویا محمود کے عروج حاصل کرنے اور شعرا کے قصیدے لکھنے کے زمانے تک اسے یہ لقب خلیفۂ بغداد سے مل چکا تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اُسے عزّ الملّت کا لقب عطا کیا گیا۔ بعد ازاں خلیفۂ بغداد نے اسے صنیع امیرالمومنین کے پُرشکوہ لقب سے سرفراز کیا۔ مسعود ایک قصیدہ یوں شروع کرتا ہے ؎

اے ترا خوانده صنیع خود امیرالمومنین — ہم چنین بادا جلالت بر زیادت ہم چنین
سیفِ دولت مر ترا زین پیشتر بوده لقب — عزّ ملّت را برافزون کرد امیرالمومنین[1]

اور پھر ؎

تو سیف دولتی و عزّ ملّتی کہ ترا — صنیع خویش بنامہ خلیفہ کرد خطاب[2]

گویا یہ تینوں لقب خود اختیار کردہ لقب نہیں تھے بلکہ خلیفۂ بغداد کی طرف سے عطا ہوئے تھے۔ اُس زمانے میں خلیفۂ بغداد القائم بامر اللہ ۴۲۲ھ۔ ۴۶۷ھ (۱۰۳۱ء۔ ۱۰۷۵ء) تھا۔ اور پہلے دو القاب غالباً اسی کے دئے ہوئے تھے۔ تیسرے لقب کا ذکر چونکہ اُسکے والیِ ہند ۴۶۹ھ بننے تک نہیں ہوتا۔ اس لئے لامحالہ وہ القائم کے جانشین خلیفۂ بغداد المقتدی بامر اللہ ۴۶۷ھ۔ ۴۸۷ھ (۱۰۷۵ء۔ ۱۰۹۵ء) کا عطا کردہ ہے ‌*

عروج

ابو الفرج رونی کے بیان کے مطابق تقریباً ۴۵۸ھ میں سیف الدولہ محمود کا زمانۂ عروج شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ اسی قصیدے میں رُونی لکھتا ہے۔ کہ تو جس طرف جاتا ہے مضبوط قلعوں کو سر کرتا جاتا ہے۔ سلطنت تجھ سے مستحکم ہے اور باطل تیری وجہ سے پریشان ہے[3] سیف الدولہ محمود کے سوانح حیات میں یہ سب سے پرانی تاریخ ہے۔ ۴۵۸ھ کے بعد دوسری تاریخ ۴۶۵ھ اور ۴۶۷ھ کے درمیان کی کوئی تاریخ ہے۔ جسے علامہ قزوینی نے بالواسطہ

---

[1] دیوان مسعود صفحہ ۴۶۰، [2] ایضاً صفحہ ۳۳۵-۳۴، [3] دیوان رُونی صفحہ ۱۰۶-۱۰۷ *

متعین کیا ہے[1]۔ مسعود نے ایک قصیدہ میں لکھا ہے ؎

خجستہ بادت نوروز و این چنین نوروز
ہزار جفت شدہ با مہ رجب دریاب[2]

اب علامہ قزوینی کی تحقیق کے مطابق یہ نوروز ۴۶۵ھ، ۴۶۶ھ یا ۴۶۷ھ کے ماہ رجب میں ہی واقع ہوسکتا ہے۔ اسی قصیدے۔ سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں اسی زمانہ سے محمود کا نام خطبہ میں شامل تھا۔ چنانچہ مسعود لکھتا ہے ؎

چو کرد خطبہ بنامت خطیب بر منبر
کشادہ کرد برحمت بر آسمان ابواب[3]

لیکن ان سے زیادہ اہم تاریخ ۴۶۹ھ نظر آتی ہے۔ اس سال سلطان ابراہیم نے اُسکی خدمات کا صلہ دیتے ہوئے اور اس کے کارناموں کو سراہتے ہوئے اُسے ہندوستان کا والی مقرر کر دیا۔ ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا گیا۔ اور شعراء نے اس موقعہ پہ دھوم سے قصیدے لکھے۔ چنانچہ مسعود لکھتا ہے ؎

چو روئے چرخ شد از صبح چوں صحیفۂ سیم ز قصر شاہ مرا مژدہ داد بادِ نسیم
کہ عزِ ملتِ محمود سیفِ دولت را ابو المظفر سلطانِ عادل ابراہیم
فزود حشمت و رتبت بدولت عالی چو کرد مملکتِ ہند را بدو تسلیم
بنامِ فرخ او خطبہ کرد در ہمہ ہند نہاد بر سر اقبالش از شرف دیہیم[4]

اور اسکے بعد وہ ایک پیشگوئی کے پورا ہونے کا ذکر کرتا ہے ؎

منجمان ہمہ گفتند کہ این دلیل کند بحکم زیج بتانی کہ ہست در تقویم
نہ دیر زود خطیباں کنند بر منبر بنام سیف دول خطبہائے ہفت اقلیم

---

[1] مسعود سعد سلمان قزوینی ترجمہ براؤن ۱۹۰۶ء ص ۲۵، [2] دیوان مسعود ص ۴۰، [3] ایضاً ص ۴۰
[4] دیوان مسعود ص ۳۲۲-۳۲۳

بسال پنجہ ازیں پیش گفت بوریحاں	درآں کتاب کہ کرد است نام او تفہیم[1]

کہ پادشاہی صاحب قراں شود پیدا	چو سال ہجرت بگذشت تا دو سین و سہ جیم[2]

تفہیم میں جیساکہ علامہ قزوینی اور رشید یاسمی لکھتے ہیں۔ اس قسم کی کسی پیشگوئی کا ذکر نہیں[3]۔ اور یوں بھی یہ امر بعید از قیاس ہے کہ ایک کتاب میں جو مبادیاتِ نجوم سے متعلق ہو ایسی پیشگوئی کا ذکر ہو۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب قراں کے ظہور کا خیال اُن ایام میں عام تھا۔ کیونکہ ابوالفرج رونی بھی اس موقعہ پر لکھتا ہے ؎

گردوں ترا سگالد کیخسروی ہمی	اینک بہ نقد والیٔ ہندستانیا

ہمت بلند باید کردن کہ تو ہنوز	بر پایۂ نخستیں از نزد بانیا

ایدون شنیدہ ایم کہ صاحبقراں شود	ہم نام تو کسے ملکا و تو آنیا[4]

رونی کے قصیدے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سیف الدولہ محمود غزنی سے ہندوستان میں امیر بناکر بھیجا گیا تھا۔ اس امر کی تائید مسعود کے ایک اور قصیدے سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں وہ لکھتا ہے ؎

الا ای بادشب گیری گذر کن سوئے ہندستان	کہ از فر تو ہندوستاں شود آراستہ بستان

بہر شہرے کہ بگذشتی بآں شہر ایں خبر می دہ	کہ آید بر اثر اینک ملک خسرو ایراں[5]

---

[1] تفہیم کا سنہ تالیف ۴۲۰ھ مانا جاتا ہے لیکن رونی ۴۶۹ھ میں اسی تقریب پر ایک قصیدہ لکھتے ہوئے تفہیم کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے ؎

مظفرا ملکا خسروا خداوندا	ہمی نباید بر شاہزادگیت گواہ

بدیں صفت کہ رسید می رسیدہ بود خبر	خبر عیاں شد و بفزود بر یکی پنجاہ

یعنی اس خبر کو ۵۱ برس گزر گئے ہیں اس حساب سے تفہیم کا سنہ تالیف ۴۱۸ نکلتا ہے مسعود کا پچاس کہنا تو ایک اندازہ ہوسکتا ہے لیکن رونی کا تکلف سے اکیاون بتانا کچھ معنی رکھتا ہے۔ [2] دیوان مسعود ص ۳۳۲-۳۳۳

[3] قزوینی ترجمہ براؤن ص ۲۳، رشید یاسمی دیباچہ ص یا۔یب، [4] دیوان رونی ص ۸-۹، [5] دیوان مسعود ص ۴۴۷،

اس قصیدے میں مسعود نے نہایت تفصیل سے سلطان ابراہیم کی نوازشوں کو گنوایا ہے جو اس نے سیف الدولہ پر کی تھیں۔ مسعود کے بیان کے مطابق سلطان نے کسی اور پر انعام و اکرام کی بارش کرنے میں اتنی فیاضی سے کام نہیں لیا تھا۔ چنانچہ اس نے ہر قسم کے تحائف اور خلعت خاصہ سے اُسے سرفراز کیا، قیمتی اور نادر ہتھیار مثلاً تلواریں، گُرز، خنجر، زرہیں ڈھالیں، دوشاخے اور برچھیاں عطا کیں۔ ایک کثیر تعداد میں غلام ساتھ کئے، یہ غلام رزم و بزم میں برابر کے نامور تھے اور ساز و سامان سے پوری طرح آراستہ۔ اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے پوری طرح لیس تھے........... بہت سے عربی گھوڑے سامان سے لدے ہوئے اور زین و لگام سے آراستہ بخشے۔ ایک اونٹ دیا جس کی عماری پر زردوزی کا کام تھا۔ اور جو ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہیروں اور جواہرات سے جڑی ہوئی تھی۔ اس عماری میں ہندوستان کی حکمرانی کا منشور رکھا گیا جس میں سیف الدولہ کو مکمل اختیارات تفویض کئے گئے تھے۔ خاص سیف الدولہ کے تلوار رکھنے کے لئے ایک جڑاؤ پیٹی تھی۔ انعام و اکرام اور شوکت و حشمت کے سامان کے علاوہ بے اندازہ فوج دی گئی۔ تاکہ تمام ملک کو تسخیر کیا جائے۔[1]

رُونی کے ایک قصیدے سے جو اسی موقعہ پر لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ان تفصیلات پر مزید اضافہ ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے ؎

زین کرامات شاہگان کہ سزد | بتو اقبال مقتدائے جہان
سگ تازی دیوز دیاز سفید | درع رومی وخود و تیغ و سنان[2]

رُونی ایک اور قصیدے میں لکھتا ہے ؎

شکر آں خدائے را کہ بجائے تو باز بست | این شغل و این ولایت و این قہرمانیا
باز آمدند با تو ہمہ بندگان تو | با عاملی و شحنگی و پہلوانیا[3]

[1] دیوان مسعود ص ۴۴۴-۴۴۷ ، [2] دیوان رُونی ص ۹۸ ، [3] ایضاً ص ۸-۹ ،

ان اشارات سے مزید معلوم ہوتا ہے۔ کہ محمود باقاعدہ طور پر ہندوستان کا والی مقرر ہونے سے پہلے بھی ہندوستان پر حکومت کرتا رہا تھا۔ اور اب اس کا امیر ہند بنایا جانا محض ایک رسمی کارروائی تھا۔ ورنہ اس کے اختیارات پہلے بھی کافی وسیع تھے مسعود لکھتا ہے کہ اُس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ لیکن خطبہ کا یہ پڑھا جانا ۴۶۹ھ پر ہی موقوف نہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ماہ رجب کے نوروز پر بھی اسکا نام خطبہ میں داخل تھا۔ خطبہ قدیم زمانے سے ایک مسلمان حکمران کیلئے ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔ کوئی بادشاہ اس وقت بادشاہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا جب تک اُس کے نام کا خطبہ نہ پڑھا جائے۔ شاید سیف الدولہ کا نام خطبہ میں پہلے شہزادہ کی حیثیت سے ہو۔ اور پھر نائب اور والی ہند کی حیثیت سے۔

والیٔ ہند بنائے جانے کے کچھ عرصہ بعد سیف الدولہ بیمار ہو گیا۔ لیکن جلد ہی شفایاب ہو گیا۔ سلطان ابراہیم نے اس شفایابی پر ایک خلعتِ فاخرہ بھیجی۔ اس خلعت کی تفصیل اس زمانے کے شاہی مراسم اور لوازمات پر بہت کچھ روشنی ڈالتی ہے مسعود لکھتا ہے[1]

ابوالمظفر شاہ زمانہ ابراہیم — کہ پادشاہِ زمین است و خسروِ دنیا
بتازگیست فرستاد خلعتی عالی — کہ عاجز است از وہم و فکرتِ شعرا
قبائے خاصہ و پشتیٔ خود بسیج بزر — یکے مکلل کردہ کمر بگوہرہا
ستام زر مرصع بگوہر الوان — کہ چرخ پیر نداند ہمیش کردبہا
زبس بدائع چوں بوستاں پُر از انوار — زبس جواہر چوں آسماں پُر از انوا
زپشت مرکب تازی ہمی بتاخت چنانک — ستارہ نیم شب از روئے گنبدِ خضرا
بساں بادِ صبا مرکبے کہ اندر تگ — اندو بماند حیران و خیرہ بادِ صبا
بسے سلاح و بسے خود و جوشن و خفتان — کہ در خزینہ اش بود از خزائن خلفاء

خلعت کے ساتھ ابراہیم نے یہ پیغام بھیجا۔ کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان کی گرم

[1] دیوان مسعود ص ۱۰۱؛

آب و ہوا نے تمہارے مزاج کو جادہ اعتدال سے منحرف کر دیا تھا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب تم خیریت سے ہو۔ ہمیں دلی مسرت ہے۔ کہ تم نے ہندوستان میں رسم جہاد کو تازہ کر دیا ہے۔ اور پھر سے

بدادہ ایم امارت ترا دو رخور تست سپردہ ایم بتو ہند و مرتر است سزا
بگیر قبضۂ شمشیر عدل و جُنبش کن بگرد گرد ہمہ ہند بادشاہ آسا
کسے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ نگوید اورا سرکن بہ تیغ تیز جُدا

اسی طرح ایک اور قصیدے سے تخت غزنی سے سیف الدولہ کو خلعت کا عطا ہونا معلوم ہوتا ہے[۱]۔

رونی اور مسعود کے متعدد قصائد سے پتہ چلتا ہے۔ کہ سیف الدولہ نے ہندوستان میں بہت سی جنگیں لڑیں۔ کئی قلعے فتح کئے۔ کئی رایوں اور راجوں سے خراج وصول کیا۔ لیکن معرکوں کی یہ تفصیل اکثر مبہم اور شاعرانہ ہے۔ اور ان سے عموماً کسی تاریخی اشارہ کا پتہ نہیں چل سکتا۔ البتہ مجموعی طور پر ایک تاثر پیدا ہو جاتا ہے کہ سیف الدولہ یہاں ہندوستان میں کیا کرتا رہا ہے۔ تقریباً تمام قصیدے جو سیف الدولہ کی شان میں ہیں ایسی ہی تعریفوں سے مملو ہیں۔ صرف ایک دو جگہ تاریخی واقعات کا تفصیلاً یا اشارۃً ذکر ملتا ہے۔

سب سے نمایاں واقعہ جو سیف الدولہ کی تاریخ میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے، اس کا آگرہ فتح کرنا ہے۔ مسعود نے اس فتح کو پوری طرح بیان کیا ہے۔ اور الفاظ کی جادو گری سے اس معرکے کی زندہ تصویر کھینچ دی ہے۔ جس میں صرف شاعری ہی نہیں بلکہ تاریخ بھی بہت حد تک محفوظ ہے۔ اس قصیدے سے سیف الدولہ محمود کا مقصد جنگ، جنگ کے طریقے، رستے کی پیچیدگیاں، قلعۂ آگرہ کا استحکام یہ سب چیزیں پوری طرح ظاہر ہوتی ہیں۔ اس واقعہ کے بیان میں مسعود کے دو قصائد ملتے ہیں۔ چنانچہ ان دونوں سے مندرجہ ذیل نتائج

---

[۱] دیوان مسعود صفحہ ۔ [۲] ایضاً صفحہ ۱۹۱،

مترتّب ہوتے ہیں ۔

ایک بہار کے اوائل میں سیف الدولہ محمود چالیس ہزار سواروں کا ایک منتخب لشکر جرار لیکر پایۂ تخت غزنی سے ہندوستان کی طرف بڑھا ۔ رستہ طویل اور کٹھن تھا ۔ زمین سنگلاخ تھی اور خاردار جھاڑیوں کے سوا کوئی روئیدگی نہ تھی ۔ اس کی آمد کی خبر سُن کر ہر طرف سے چھوٹے چھوٹے سردار خراج اور نذرانے لیکر حاضر ہوئے ۔ ادنےٰ سے ادنےٰ نذرانہ ٹنکوں کی ایک سو تھیلی اور ادنےٰ سے ادنےٰ تحفہ ایک سو خروار ملبوسات تھے ؎

کمینہ خدمتِ ہر یک ز تنکہ صد بدرہ
کمینہ ہدیۂ ہر یک ز جامہ صد خروار[1]

چھوٹے چھوٹے سرداروں سے خراج وصول کرتا اور قلعوں کو تسخیر کرتا ہوا سیف الدولہ جنگلوں اور پہاڑیوں سے گزرتا ہوا آگے بڑھا ۔ آخر آگرہ کے قلعہ کے برج فضا میں ظاہر ہوئے ؎

حصار آگرہ پیدا شد از میانۂ گرد
بسانِ کوہ بروبارہ ہائے چوں کہسار[2]

اس کے استحکام کا یہ عالم تھا کہ آغاز تعمیر سے لیکر اس وقت تک کسی غنیم کے ہاتھوں نے اس قلعہ کو سر نہیں کیا تھا ۔ زمانے نے کبھی اس کی فصیلوں اور دروازوں کو دشمن کے آگے سرنگوں نہیں دیکھا تھا ۔ یہ قلعہ نہ تھا ایک ولایت تھی ۔ جو نبرد آزما بہادروں سے آباد تھی ۔ یہ قلعہ لوہے اور پتھر کا بنا ہوا تھا ۔ اور ہر طرف سے اتنے گھنے اور سبز جنگلات سے گھرا ہوا تھا ۔ کہ ہوا اور سانپ تک کا گزر مشکل سے ہوتا تھا ؎

کشوری بود نہ قلعہ ہمہ پر مرد دلیر　　بہ ہوا بر شدہ ساختہ از آہن و سنگ
گرد او بیشۂ کوکش و سبز چنانک　　گذر باد و رہ مار درو ناخوش و تنگ[3]

اس کے راجہ کا نام جے پال تھا ۔ سیف الدولہ نے اپنا لشکر ایک دائرہ کی صورت میں

---

[1] دیوان مسعود صفحہ ۲۹۳ ، [2] ایضاً صفحہ ۲۹۱ ، [3] ایضاً ۳۰۷ ،

قلعہ کے گرد پھیلا کر محاصرہ شروع کر دیا۔ جنگ چھڑ گئی۔ اور فضا سنسناتے ہوئے تیروں سے بھر گئی۔ اسی رات جے پال نے خواب دیکھا۔ کہ وہ ایک ہولناک بلند مقام پر کھڑا ہے۔ اور خوفناک شیروں اور زہریلے سانپوں نے اُسے ہر طرف سے گھیرا ہُوا ہے۔ اتنے میں اُسے دور ایک شاداب مرغزار نظر آیا۔ مرغزار میں ایک زرنگار سائبان تنا ہُوا تھا۔ سائبان کے نیچے سونے کا ایک تخت بچھا ہُوا تھا۔ تخت پر ایک فرشتہ شمائل انسان بیٹھا ہُوا تھا۔ اس کے دائیں بائیں ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس دو فوجیں کمر بستہ کھڑی تھیں۔ جب اُفق سُورج کی روشنی سے منوّر ہوگیا۔ تو ؎

امیر آگرہ جے پال از سرِ گنبد فرود و بہ پست آمد از بلند حصار[1]

سرائے پردۂ سیفی بدید و خدمت کرد بند دو دست و بکند از میاں زنّار

اور کہا ؎

پیام داد بخسرو کہ اے بزرگ ملک گناہ کردم و کردم بداں گنہ اقرار

بہ بندگیت مقرم توام خداوندی گذاشتم ہمہ عصیاں تو جرم من بگزار

اگر تو عفو کنی بردلم بہ بخشائی کنم ز تنگہ بہ بالائے این حصار انبار[2]

لیکن سیف الدولہ نے اس قلعہ فروشی کو پسند نہ کیا۔ اور کہا کہ مَیں اس ملک میں غزا کی نیّت سے آیا ہُوں۔ یوں تو مَیں نے بہت سے قلعے فتح کئے ہیں۔ لیکن میری اولو العزم ہمت کو ایسے قلعہ کی تلاش تھی جس کو کسی نے سر نہ کیا ہو۔ اور اب جیسا کہ مَیں نے آگرہ کے قلعہ کو اس وصف پر مغرور پایا ہے۔ میں اسے نوکِ شمشیر سے ہی فتح کروں گا۔ سیم و زر کسی اَور کا مقصد ہوگا۔ مَیں رضائے الٰہی کا متلاشی ہوں ؎

ملوک را ہمہ مقصود سیم و زر باشد

مرا مراد ہمہ عفو ایزد دادار[3]

---

[1] دیوان مسعود صفحہ ۲۹۳، [2] ایضاً صفحہ ۲۹۴، [3] ایضاً صفحہ ۲۹۵،

جے پال اس مبارز طلب جواب کو سُن کر لوٹ آیا اور قلعہ بندیوں میں مشغول ہو گیا۔ سیف الدولہ نے لشکر کو محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔ منجنیقوں نے وزنی پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ بہادر سپاہی قلعہ کی فصیل پر سانپ کی طرح رینگ رینگ کر چڑھنے لگے۔ قلعہ کے بُرجوں سے آگ پتھر اور تیر برسنے لگے۔ کئی دن اسی محاصرہ کی حالت میں گزر گئے۔ آخر ایک اندھیری رات کو سیف الدولہ محمود نے شبخون مارنے کا حکم دیا۔ رات کی تاریکی سے فائدہ اُٹھا کر اور غیر معمولی جرأت اور بہادری سے کام لیکر سپاہی فصیل پر چڑھ گئے۔ اور قلعہ میں داخل ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کر دیا۔ ہر طرف ایک کھلبلی مچ گئی۔ دشمن کے حوصلے پست ہو گئے۔ ہر طرف خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ اور نہایت قلیل عرصہ میں قلعہ سر کر لیا گیا۔ سیف الدولہ خود اس معرکہ میں بپھرے ہوئے شیر کی طرح حصہ لے رہا تھا۔ مسعود لکھتا ہے ؎

خدایگاں را دیدم بگرد رزم اندر ‎ ‎ چو شرزہ شیر بدست اژدہائے مردم خوار[1]

تبارک اللہ چشم بد از کمالش دور ‎ ‎ چو نور بود بر آں مرکب جہندہ چو نار

آگرہ کی یہ فتح نوروز سے کچھ دن پہلے ہوئی۔ جیسا کہ مسعود لکھتا ہے ؎

دو سعادت بیکے وقت فراز آمد تنگ ‎ ‎ یکے از گردش سال و یکے از گردش جنگ

ماہِ نوروز دگر بار بما روئے نمود ‎ ‎ قلعہ اگرہ در آوردہ ملک زادہ بچنگ[2]

اور پھر اس طرح بہادری سے فتح حاصل کرنے کی نسبت لکھتا ہے ؎

این چنین قلعہ محمود جہاندار گرفت ‎ ‎ بدلیری و شجاعت و نہ بہ مکر و نیرنگ[3]

اس قلعہ سے محمود نے کئی زنجیر ہاتھی حاصل کیئے ؎

بُردہ زنجیر بہ زنجیر وزاں قلعہ قطار ‎ ‎ ہم چناں است کہ بر روئے ہوا صف کلنگ[4]

اس فتح کے بعد مسعود کہتا ہے۔ کہ اب ہر طرف کے راجے تیری اطاعت قبول کرینگے۔ اور سونا چاندی اور ہاتھی خراج میں دینگے۔ اور پھر مشورہ دیتا ہے ؎

---

[1] دیوان مسعود ص ۲۱۵، [2] ایضاً ص ۳۰۶، [3] ایضاً ۲۰۷، [4] ایضاً ۲۰۷ +

چو پیل جمع شود پیل نامہ کن قنوج به پیل بانی پیلانت جند را بگمار[1]

اور پھر ؎

گاہ لشکر کشی بہ تبت و بلغار گہ سبر آری بہ سرستی و بدالمان[2]

جے پال کی شکست اور ایک اور فتح کا حال ایک اور قصیدے میں ملتا ہے۔ جو رونی اور مسعود دونوں کے دیوانوں میں شامل ہے۔ سیف الدولہ کی تعریف میں کہا گیا ہے ؎

بحرے است کہ موج بخلش گرد برانگیخت از قلعہ رودابہ واز لشکر جے پال

چنداں علم شیر برافراشت کہ بفزود زیشاں بفلک برچو اسد بے عدد اشکال

چنداں گلہ پیل برآورد کہ برخاست زیشان بزمین اندر زلزلہ بے زلزال[3]

رودابہ کا قلعہ جس کا ذکر ان اشعار میں کیا گیا ہے متعین نہیں ہو سکا۔

مسعود کے قصیدے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آگرہ کی فتح ۴۶۹ھ کے بعد کی ہے۔ کیونکہ اس میں اس کے صاحبقراں ہونے کی تائید کی گئی ہے۔ اور اس کی اس فتح کو مزید شہادت سمجھا گیا ہے۔ رونی ایک قصیدے میں اُسے دہلی پر چڑھائی کرنے کا مشورہ دیتا ہے ؎

سور دہلی کہ کار حرست کرد قصد والیش بے سر و سامان

چوں رسیدی بر آن حصار ببار بیخ آن را بزد بر نوک سنان

بر اشگی و بر سپاہش دم آیت کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ[4]

یہ قصیدہ ۴۶۹ھ کے بعد کا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں اُس کے امیر ہند بنائے جانے اور دوسرے لوازمات عطا کئے جانے کا صریحا ذکر موجود ہے۔

---

[1] دیوان مسعود ص ۳۹۵ (محمود تو نبر قنوج فتح نہ کر سکا۔ البتہ اس کے جانشین اور بھائی علاؤالدولہ مسعود ثالث نے قنوج کو فتح کیا۔ اور وہاں کے راجہ ملہی کو شکست دی۔ دیکھو دیوان مسعود ص ۲۴۹۔ ۲۵۰) دیوان رونی ص ۱۰۴ اور ص ۴۵) [2] ایضاً ۳۹۶، [3] ایضاً ص ۷۲، اور دیوان رونی ص ۷۷۔۷۸، [4] دیوان رونی ص ۹۷۔۹۸

سیف الدولہ کی فتوحات کا یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا۔ لیکن اس عرصہ کی مزید تاریخی تفصیلات نہیں مل سکیں۔ سیف الدولہ ہندوستان میں عملی طور پر خود مختار تھا۔ بیشمار فتوحات نے اُس کے خزانے بھر دیئے تھے۔ جُرأت اور ہمت سے وہ اس اجنبی ملک میں لاہور کو مرکز بناکر کئی سال تک حکمران رہا۔ لیکن آخر کار

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

اُس کی زندگی میں ایک مایوس کُن انقلاب آیا۔ سلطان ابراہیم کو اس پر شک ہوا۔ اور وہ محبوس ہوکر عملی طور پر دُنیا کے سامنے سے ہمیشہ کے لئے غائب ہو گیا۔ اس کی گرفتاری کی مستند تاریخ موجود نہیں۔ لیکن ان محدود معلومات کی روشنی میں جو مسعود اور رونی کے ذریعے سے ہم کو میسر ہیں میں کوشش کروں گا۔ کہ اُس کی یہ تاریخ ابتلا مقرر کی جا سکے۔

نظامی عروضی سمرقندی کا بیان ہے:۔

در شہور سنہ اثنیں و سبعین و خمسمایہ صاحب غرضے قصہ بہ سلطان ابراہیم بر داشت کہ پسر او سیف الدولہ محمود نیت آن دارد۔ کہ بجانب عراق برود۔ بخدمت ملک شاہ، سلطان را غیرت کرد۔ و چناں ساخت۔ کہ او را ناگاہ بگرفت و بہ بست و بحصار فرستاد و ندیمان او را بند کرد و بہ حصارہا فرستاد۔ از جملہ یکے مسعود سعد سلمان بود[1]۔

نظامی عروضی کے اس بیان کی تمام تفصیلات جیسا کہ علامہ محمد قزوینی نے ظاہر کیا ہے درست نہیں ہیں[2]۔ سب سے پہلے ۵۷۲ھ کہنا قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ قید کرنے والا سلطان ابراہیم اس سے کہیں پہلے وفات پا چکا تھا۔ کہا جا سکتا ہے کہ ۵۷۲ھ کی بجائے ۴۷۲ھ ہونا چاہئے۔ ایک صدی کا فرق کاتب کی غلطی ہے۔ لیکن ۴۷۲ھ بھی کئی وجوہ سے غلط ہے (جنہیں آگے بیان کیا جائے گا) ۴۷۲ھ کی تاریخ ایک اور سلسلے سے بھی تعلق رکھتی ہے

---

[1] چہار مقالہ نظامی عروضی سمرقندی مرتبہ علامہ محمد قزوینی ص ۴۴-۴۵،

[2] مسعود سعد سلمان، قزوینی، ترجمہ براؤن ص ۴۱-۴۲،

اور وہ یہ ہے۔

تواریخ سے سلطان ابراہیم کا ہندوستان میں آنا صرف ایک بار ثابت ہوتا ہے۔ تاریخ فرشتہ میں یہ ۴۷۲ھ دیا ہوا ہے[1]۔ لیکن تاریخ الفی میں ۴۸۱ھ[2]۔ تواریخ میں اس کے آنے کی وجہ محض اس کا شوقِ غزا ظاہر کیا گیا ہے۔ اور یہ بات کافی حد تک حیران کن تھی۔ کیونکہ ہندوستان میں سیف الدولہ کے معرکے گونج رہے تھے۔ اور اسلامی مملکت کی حدیں روز بروز پھیل رہی تھیں۔ اور ایسی حالت میں سلطان ابراہیم کے لئے ذاتی طور پر آنے کی ضرورت نہ تھی۔ مسعود سعد سلمان کے ایک قصیدے سے یہ الجھن صاف ہو جاتی ہے۔ اس کے قصیدے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دنوں ہندوستان کی فوجوں کا سپہ سالار نجم الدین زریر شیبانی تھا۔ سلطان ابراہیم نے اسے چالیس ہزار سواروں کا ایک لشکرِ جرار دے کر ہندوستان کی فتوحات کیلئے بھیجا تھا۔ شیبانی نے ناپن (نرادوڑی) مالوہ کالنجر اور بہت سے دوسرے مقامات کو فتح کیا۔ اور بے شمار دولت حاصل کی۔ ان فتوحات نے اسکے دماغ میں رعونت پیدا کر دی۔ اور اس نے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کرنی چاہی۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے اس نے ہندوستان کے راجوں سے ساز باز کی۔ اور فرہندہ کا مضبوط قلعہ اپنا صدر مقام تجویز کیا۔ سلطان ابراہیم کو جب اس امر کی اطلاع ملی۔ تو وہ خود لاؤ لشکر لے کر آیا[3]۔ فرشتہ ہمیں بتاتا ہے۔ کہ سلطان نے اجودھن کا قلعہ جسے آج کل پاک پٹن کہا جاتا ہے فتح کیا۔ اس کے بعد روپال کا قلعہ سر کیا۔ یہ قلعہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع تھا۔ اس کی ایک سمت دریا تھا اور دوسری طرف گھنا جنگل۔ روپال کی فتح کے بعد سلطان نے اور بھی فتوحات حاصل کیں[4] اور مسعود لکھتا ہے کہ جب شیبانی نے سرکشی اختیار کی۔ اور فرہندہ میں مقیم ہو گیا۔ تو سلطان کی فوجیں اس کی طرف بڑھیں۔ اور اسے شکست دے کر گرفتار

---

[1] تاریخ فرشتہ۔ نولکشور ایڈیشن۔ ص ۴۸، [2] تاریخ الفی بحوالہ ایلیٹ جلد پنجم ص ۱۶۲، [3] دیوان مسعود ص ۲۷۰۔ ۲۷۳، [4] تاریخ فرشتہ ص ۴۸ تا ۴۹ ❖

کر لیا۔ مسعود فرہندہ کے قلعہ کے علاوہ نور اور سادہ کے قلعوں کا نام لیتا ہے جنہیں ابراہیم نے فتح کیا۔ تاریخ الفی میں ان ناموں کا فرشتہ سے ذرا اختلاف ہے۔ وہاں اجودھن کی بجائے جود اور روپال کی جگہ دبال ہے۔ جیسا کہ تھامس نے ظاہر کیا ہے۔ یہ نور کا قلعہ موجودہ نور پور ضلع کانگڑہ کا قلعہ ہے۔ یقیناً یہی فرشتہ کا روپال اور تاریخ الفی کا دبال ہے۔ کیونکہ محل وقوع کی تفصیلات نہایت موزوں بیٹھتی ہیں۔ اور شاید فرشتہ کے اجودھن، تاریخ الفی کے جود اور مسعود کے فرہندہ میں بھی اسی طرح مطابقت ہو ؛

اس تمام قصیدے میں سیف الدولہ محمود کے متعلق ایک بھی اشارہ نہیں مسعود اسکے متعلق قطعاً چپ ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاموشی جان بوجھ کر ہے۔ کیا سیف الدولہ پر شاہی عتاب تو نازل نہیں ہو چکا تھا۔ اور کیا مسعود کی یہ خاموشی شاہی عتاب کے ڈر کے مارے تو نہیں تھی۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت یہی ہے۔ محمود کی غیر حاضری اُس کی گرفتاری کی بیّن دلیل ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ ہندوستان کے معرکوں میں محمود حصہ نہ لے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ عتاب کب نازل ہوا۔ یا یہ قصیدہ کب لکھا گیا۔ اس کے متعلق دو ہی تاریخیں ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ ایک فرشتہ کی تاریخ ۴۷۲ھ اور دوسری تاریخ الفی کی ۴۸۱ھ۔ گویا سیف الدولہ یا تو ۴۷۲ھ سے کچھ پہلے قید ہو چکا تھا۔ یا ۴۸۱ھ سے کچھ پہلے اب ہمیں جانچنا ہے کہ ان دونوں تاریخوں میں سے کونسی تاریخ صحیح ہو سکتی ہے ؛

نظامی عروضی کے بیان کے مطابق مسعود سعد سلمان، سیف الدولہ محمود کی مصاحبی کے جُرم میں محبوس ہوا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ تقریباً ساتھ ہی گرفتار ہوا ہوگا یا کچھ عرصہ کے بعد۔ فرض کیا کہ مسعود ۴۷۲ھ کے کچھ عرصہ بعد یعنی یہ قصیدہ لکھنے کے بعد قید ہو گیا۔ قید کا زمانہ بقول مسعود کے دس سال تک رہا۔ گویا اُسے تقریباً ۴۸۲ھ کے آخر تک رہا ہو جانا چاہئے تھا۔ اور پھر وہ لکھتا ہے۔ کہ میری پہلی قید سے رہائی کے بعد کا زمانہ نہایت

---

[1] دیوان مسعود ص ۳۴۰ - ۳۴۳، [2] تاریخ الفی بحوالہ ایلیٹ جلد پنجم ص ۱۶۲ ؛

مختصر تھا۔ ؎ وداع کرد مرا دولت نکردہ سلام
فراقِ جست زمن پیش آنکہ بود وصال[1]

ابراہیم ۴۹۲ھ تک زندہ رہا[2]۔ اور اس کے بعد مسعود ثالث تختِ غزنی پر بیٹھا۔ جس کے عہد میں وہ کم از کم پہلے دو تین سال تک ضرور آزاد رہا۔ کیونکہ اسی زمانہ میں وہ جالندھر کا والی بنایا گیا تھا۔ اب ۴۸۲ھ سے لیکر ۴۹۲ھ تک تقریباً تیرہ چودہ سال کا عرصہ ہو جاتا ہے اور یہ طویل عرصہ ایسا نہیں کہ اسے بالکل مختصر کہا جاسکے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ مسعود نے سلطان ابراہیم کے ہاتھوں آزاد ہو جانے کے بعد سلطان کی شان میں صرف دو تین قصیدے لکھے ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ مسعود کو سلطان ابراہیم کی تعریف میں رہائی کے بعد قصیدے لکھنے کا زیادہ موقعہ نہیں ملا۔ لہٰذا یہ سن یعنی ۴۸۲ھ کے کچھ عرصہ بعد گرفتار ہونا قطعاً غلط ہے ۔

اب رہا ۴۸۱ھ تو اس کے قبول کرنے میں کوئی اُلجھن نہیں ہوتی۔ فرض کیا کہ وہ ۴۸۱ھ کے کچھ عرصہ بعد قید ہوا۔ قید کے دس سال گذارنے کے بعد وہ ۴۹۱ھ میں سلطان ابراہیم کے حکم سے آزاد ہوا۔ ۴۹۲ھ میں سلطان ابراہیم وفات پا گیا۔ اور اس طرح مسعود کو اس کی مدح میں شکر گزاری کے قصائد لکھنے کا کم موقعہ ملا۔ مسعود ثالث کی تخت نشینی کے دو تین سال بعد وہ پھر آٹھ سال کے لئے قید ہو گیا اس طرح اُس کی رہائی کا وقفہ تقریباً تین چار سال بنتا ہے۔ جس کے لئے وہ کہہ سکتا ہے ؎

وداع کرد مرا دولت نکردہ سلام
فراقِ جست زمن پیش آنکہ بود وصال

---

[1] دیوانِ مسعود صفحہ ۳۱۲۔ [2] سلطان ابراہیم کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ اُس کا سالِ وفات ۴۸۱ھ بتاتا ہے اور دوسرا گروہ ۴۹۲ھ۔ لیکن جدید تحقیقات سے ثابت ہوا ہے ۔ کہ ۴۹۲ھ ہی درست تاریخ ہے۔ علامہ قزوینی، رشید یاسمی اور دوسرے جدید مؤرخ اسی پر اتفاق رکھتے ہیں۔

اس تجزیہ سے ثابت ہوا۔ کہ سلطان ابراہیم نے ۴۸۱ھ میں لشکر کشی کی۔ اس وقت تک مسعود آزاد تھا۔ اس کے بعد وہ شُبہ میں گرفتار کر لیا گیا اب بقول نظامی عروضی وہ سیف الدولہ محمود کی مصاحبی کے جرم میں گرفتار ہوا تھا۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ دونوں تقریباً ایک ساتھ قید ہوں۔ مسعود اپنی شرح گرفتاری اس طرح بیان کرتا ہے۔ کہ پہلے اس سے اُس کا منصب چھینا گیا۔ منصب و جاگیر چھن جانے کے بعد وہ غزنی میں شکایت کے لئے گیا۔ جہاں بجائے داد رسی کے اُسے قید میں ڈال دیا گیا۔ گویا ان دونوں کی گرفتاری میں ایک وقفہ ضرور ہے۔ اب مسعود ۴۸۱ھ میں جیسا کہ قصیدہ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے آزاد تھا۔ اور پھر اس قصیدہ میں سیف الدولہ کا قطعاً کوئی ذکر نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ سیف الدولہ اُس وقت تک قید ہو چکا تھا۔

ان تمام چیزوں کو پیش نظر رکھ کر میں اس طرح سوچنے پر مائل ہوں کہ ۴۸۱ھ سے کچھ عرصہ پہلے سلطان ابراہیم نے سیف الدولہ کو اس کی غمازی کئے جانے پر قید کر لیا۔ اس کے قید ہونے کے بعد اس نے نجم الدین زریر شیبانی کو جو اس کا پروردہ تھا ہندوستان کی فوجوں کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ شیبانی نے ہندوستان میں مختلف فتوحات حاصل کیں ان فتوحات کے نشہ سے سرشار ہو کر وہ ہندوستان میں الگ حکومت بنانے کے خواب دیکھنے لگا۔ اس مطلب کیلئے اُس نے ہندوستان کے راجوں سے ساز باز شروع کر دی۔ فضا سازگار تھی۔ اُس نے نہایت قلیل عرصہ میں کافی طاقت حاصل کر لی۔ جب سلطان ابراہیم کو اس بات کا علم ہوا تو وہ ۴۸۱ھ میں خود ہندوستان آیا۔ بقول مسعود کے شیبانی فرہندہ کے قلعہ میں پناہ گزین تھا۔ ایک مختصر سی چپقلش کے بعد شیبانی گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مسعود سعد سلمان بھی محبوس کر دیا گیا۔ دیکھئے۔ واقعات کی کڑیاں کس قدر خود بخود ملتی جاتی ہیں۔ اور ہندوستان اور ہندوستان کی تاریخ کا ایک گمنام باب صاف روشنی میں آتا جاتا ہے۔

روّنی اس واقعہ کا ایک اور تماشائی ہے۔ وہ شیبانی کی فتوحات کا ذکر کرتا ہے سلطان ابراہیم کے آنے پر قصیدہ کہتا ہے لیکن شیبانی کی بغاوت کے متعلق خاموش ہے۔ اسی طرح وہ سیف الدولہ کی گرفتاری کے متعلق قطعاً خاموش ہے۔ اور مصلحت کا تقاضا بھی یہی تھا۔ تاہم وہ سیف الدولہ کے جانشین کا ذکر کرتا ہے۔ یہ شعر مطبوعہ دیوان روّنی میں تو نہیں ملتا۔ لیکن رشید یاسمی دیوان مسعود کے دیباچے میں اس کا ذکر کرتا ہے ؎

مسعود جہاندار چو مسعود ملک
بنشست بحق بجائے محمود ملک[1]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان ابراہیم نے سیف الدولہ کو قید کرنے کے بعد اپنے دوسرے بیٹے مسعود کو ہندوستان کا والی بنا کر بھیجا۔ یہی مسعود آگے چل کر سلطان علاء الدولہ کے نام سے ۴۹۲ھ سے لیکر ۵۰۸ھ تک تخت غزنی پر حکمران رہا ÷

جیسا کہ نظامی عروضی نے لکھا ہے۔ سیف الدولہ کو ایک قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ اس قلعہ کا نام کسی تاریخ سے معلوم نہیں ہو سکا۔ لیکن ریورٹی (Raverty) نے طبقات ناصری کے ترجمہ میں حاشیہ پر لکھا ہے کہ "سیف الدولہ محمود کو ۴۷۱ھ میں غزنی کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔"[2] معلوم نہیں ہو سکا کہ ریورٹی (Raverty) کی معلومات کا ماخذ کیا ہے۔ اتنا ظاہر ہے کہ ۴۷۱ کا سنہ درست نہیں۔ اگرچہ غزنی کا قلعہ اغلب ہے ÷

آل سلجوق سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں اس کی اجازت سے اس کی سلطنت میں آباد ہو گئے تھے۔ اور سلطان کو بعد ازاں اس اجازت دینے پر پشیمان ہونا پڑا تھا۔ اُس نے جلد ہی اس خطرہ کو بھانپ لیا تھا۔ جس نے آخرکار اُس کی سلطنت کی بنیادیں کھوکھلی کر دیں۔ محمود کے وفات پا جانے کے بعد ۴۳۱ھ میں مسعود کو سلجوقیوں نے دندانقان

---

[1] بحوالہ دیباچہ دیوان مسعود سعد سلمان۔ رشید یاسمی ملا۔

[2] طبقات ناصری ترجمہ ریورٹی (Raverty) جلد اول حاشیہ نمبر ۴ ص۱۰۵

کے مقام پر شکست فاش دی۔ اور بہت سے غزنوی مقبوضات چھین لئے سلجوقی جلد ہی بہت زیادہ طاقت پکڑ گئے۔ حتّٰی کہ اُنھوں نے ایک وسیع سلطنت قائم کر لی۔ ابراہیم اسی لئے اُن سے خائف تھے۔ اسی خوف کو دُور کرنے کے لئے اُس نے اپنے بیٹے مسعود کی شادی ملک شاہ سلجوقی کی بیٹی مہد عراق سے کر ڈالی تھی۔ ایسا کرنے کے باوجود بھی اُسے خطرہ تھا۔ اور اسی لئے جب سیف الدولہ کے متعلق یہ شکایت کی گئی۔ کہ وہ ملک شاہ سے ساز باز کر رہا ہے تو اُسے گوارا نہ ہُوا۔ اگرچہ نظامی عروضی کے اندازِ بیان سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ محض بہتان تھا۔ لیکن سیف الدولہ کے ندیم مسعود سعد سلمان کے ہاں خراسان جانے کی متواتر خواہش پائی جاتی ہے۔ اور پھر اسے اس چیز پر افسوس بھی ہے۔ کہ اس پر خراسان جانے کا الزام لگایا جاتا ہے ؎

گرخستۂ آفت لہاوورم گر بستۂ تہمت خراسانم [۱]

بہرحال یہ ایک خطرہ تھا۔ درست یا غلط اس کے متعلق کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ سیف الدولہ کے محبوس ہو جانے کے بعد تاریخیں تو خیر پہلے ہی سے خاموش تھیں، مسعود اور رونی بھی بالکل خاموش ہو جاتے ہیں ؂

حکومت

تاریخ بیہقی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ہندوستان کا انتظام دو حصّوں میں منقسم تھا۔ فوجی اور مالی۔ فوجی سپہ سالار کے سپرد تھا۔ اور مالی قاضی القضاۃ کے سپرد۔ یہ دونوں ایک دُوسرے کے اثر سے آزاد رہ کر ایک وائسرائے کے ماتحت تھے۔ وائسرائے اکثر خود میدان جنگ میں شریک ہوتا تھا۔ اور ایسی حالتوں میں عملاً سپہ سالار وہی ہوتا تھا سیف الدولہ بھی ہندوستان میں اپنے باپ سلطان ابراہیم کی طرف سے وائسرائے مقرر تھا۔ مالی معاملات میں تو اُس کے دخل دینے کا پتہ نہیں چلتا۔ اگرچہ ہم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ

---

[۱] دیوان مسعود صفحہ ۳۵۱

کہ انصاف کے معاملے میں وہ آخری عدالت رکھتا ہوگا) لیکن فوجی مہموں میں وہ اکثر شریک تھا۔ اس زمانے میں غزنوی مقبوضات کی وسعت جیسا کہ مسعود کے ایک قصیدہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ شمال میں کشمیر سے لیکر جنوب میں سیوستان (سندھ) تک اور مغرب میں مہیارہ سے لیکر مشرق میں آساسرد تک پھیلی ہوئی تھی ؎

ولایتی کہ بدو داد خسرو عالم ۔۔۔ ہزار ماشئے فزوں بود در نواحی آں
بطول بود زمہیارہ تا بآساسرد ۔۔۔ بعرض بود زکشمیر تا بہ سیوستاں[1]

بدقسمتی سے مہیارہ اور آساسرد ہر دو مقامات متعین نہیں کئے جا سکے۔ لیکن مسعود ایک اور قصیدے میں ایک مقام بلہیارہ کا ذکر کرتا ہے۔ جو جہلم سے پرے غزنی کی طرف واقع ہے۔ شاید یہ بلیارہ اور مہیارہ ایک ہی ہوں۔ اور یہ اختلاف طباعت کی غلطی ہو۔ آساسرد کے متعلق کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ اور اس لئے مشرقی حدود غیر معلوم ہیں۔ لیکن جیسا کہ ہم جانتے ہیں سیف الدولہ آگرہ تک جا پہنچا تھا۔ اور بعد میں وزیر شیبانی کی فتوحات مالوہ اور کالنجر تک تھیں۔ لیکن ان علاقوں کو سلطنت میں باقاعدہ شامل نہیں سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ ان فتوحات کی اہمیت فوجی مہموں سے زیادہ نہ تھی۔ حکومت کی مزید تفصیلات کا علم نہیں ہو سکا۔ لیکن یہ حکومت بیشتر فوجی قسم کی نظر آتی ہے۔ جس میں جاگیرداری نظام کارفرما ہے۔ بادشاہ یا دالسرائے کی موجودگی میں تو امن وامان ہوتا تھا۔ لیکن ادھر انہوں نے پیٹھ موڑی۔ اور ادھر ملک میں بدامنی شروع ہوگئی۔ چنانچہ ایک دفعہ جب سیف الدولہ غزنی گیا۔ اور آٹھ نو ماہ تک قیام کیا۔ تو اس کی غیر حاضری میں ہندوستان سے امن وامان اٹھ گیا۔ اور جب وہ واپس آیا۔ تو پھر امن وامان قائم ہوا۔ چنانچہ رونی لکھتا ہے ؎

زاں پس کہ ایں دیار بہ اسلام ہشت ماہ ۔۔۔ دار القرار بودی دار الفرار شد
نہ ماہ بے فسارہمی تاخت روزگار ۔۔۔ تا سرکش سیاست سیفی فسار شد[2]

---

[1] دیوان مسعود ص ۱۰۱ ، [2] دیوان رونی ص ۳۶ ۔

مسعود اُس کے عدل، انصاف کی تعریف کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جس ملک میں تیرے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ وہاں ہر طرف خوش حالی ہوتی ہے۔ قحط و بلا کا نام نہیں ہوتا ؎

بکشوری کہ بنامت کنند خطبہ ادا درو بینند از قحط واز نیاز نشان[1]

الغرض اس کے عہد میں ہم ایک ایسی شخصی حکومت کا نقشہ دیکھتے ہیں۔

شخصیت۔ قصائد سے جیسا کہ توقع ہے۔ خالی اوصاف و اخلاق کا پتہ لگانا بہت دشوار ہے کیونکہ وہ تو تصویر کا ایک ہی رُخ ظاہر کرتے ہیں اور وہ بھی نہایت مبالغہ آمیزی سے۔ شجاعت، ہمدردی، فیاضی، حلم اور عدل ایسے اوصاف ہیں جو مشرق میں ہمیشہ بادشاہوں کیلئے پسند کئے جاتے ہیں۔ اور اسی لئے شعراء کو یہ اوصاف قصائد میں چاہے ہوں یا نہ ہوں گنوانے پڑتے ہیں۔ اس لئے ان تمام رسمی اوصاف سے قطع نظر ہم اُس کے خاص اخلاق کا پتہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں جن کا ذکر صداقت سے خالی نہیں ہو سکتا۔

رُونی اُس کے حسن و جمال کی تعریف کرتا ہے ؎

کس را نبود ملک و جمال از ملوک یار
او را جمال یوسف با ملک یار شد[2]

اور جب وہ والیٔ ہند بن کر آیا۔ تو لکھتا ہے ؎

بہ لاہور در آمد میان موکب خویش
بزینتے کہ برآید شب چہاردہ ماہ[3]

اس کی ذاتی شجاعت اور طاقت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ وہ طویل سفروں سے نہیں اُکتاتا۔ اور پھر میدان جنگ میں بپھرے ہوئے شیر کی طرح دُوسرے سپاہیوں کے شانہ بشانہ خود تلوار کے جوہر دکھاتا ہے۔ مسعود آگرہ کی فتح کے حال میں لکھتا ہے ؎

خُدایگان را دیدم بگرد رزم اندر چو شرزہ شیر بدست اژدہای مردم خوار

---

[1] دیوان مسعود ص۴۲۵، [2] دیوان رُونی ص۱۳۲، [3] ایضاً ص ۱۱۱-۱۱۲۔

اور جس کی تعریف میں مسعود کہے۔ کہ ؎

اگر ملوک بخوانند کارنامۂ ملک

نخست نام تو بینند بر سر عنوان

زمانے کی گردش سے اس قدر تغافل کا شکار ہو جائے۔ کہ تاریخ اُس کے متعلق قطعاً خاموش ہو۔ اگر اُس نے ان دونوں شعراء کی قدر نہ کی ہوتی۔ تو محمود سبکتگین کی سی ہمت و فطرت رکھنے والا سیف الدولہ محمود جیسے اگر زمانے نے مہلت دی ہوتی تو شاید دُنیا ہر لحاظ سے آسے محمود ثانی کہکر پکارتی آج صفحۂ ہستی سے ہر لحاظ سے ہمیشہ کے لئے محو ہو گیا ہوتا۔ یہ عجیب سماں دیکھ کر مجھے بے اختیار نظامی عروضی کا وہ قطعہ یاد آجاتا ہے جس میں اُس نے شاعروں کی اس دوام بخش قوت کا اعلان کیا ہے ؎

بسا کا خاکہ محمودش بنا کرد
کہ از رفعت سرش را تا سما کرد

نہ بینی زاں ہمہ یک خشت برپا
مدیح عنصری ماندست برجا!

مجھے یقین ہے کہ ان اشعار کا اطلاق اس سے زیادہ صحیح طور پر کبھی نہیں ہو سکیگا!!

مشتاق احمد بھٹی ایم۔ اے
یونیورسٹی ریسرچ سکالر۔ لاہور
(حال پروفیسر اسلامیہ کالج۔ جالندھر)

اعتذار ادارۂ اورینٹل کالج میگزین اپنے محترم ناظرین سے معذرت چاہتا ہے۔ کہ گورنمنٹ سے طباعت کا اجازت نامہ حاصل کرنے میں دیر ہو جانے کی وجہ سے پچھلا اور موجودہ نمبر اپنے وقت پر شائع نہ ہو سکا۔ کاغذ کی مشکلات کی وجہ سے میگزین کا حجم بھی کم کرنا پڑا ہے۔ یہ سب مجبوریاں اختتامِ جنگ تک رہیں گی۔ (اڈیٹر)

سیر و شکار کے لئے اُس نے عربی کتّے[1]، چیتے اور سفید باز بھی پال رکھّے تھے۔ چنانچہ سلطان ابراہیم خلعتوں کیساتھ چیتے اور باز وغیرہ بھی روانہ کرتا ہے۔ رُونی خلعت کی تفصیل دیتا ہوا کہتا ہے

سگ تازی و یوز و باز سفید درع رومی و خود و تیغ و سناں[1]

مسعود کہتا ہے ؎

بہر بیشہ کہ بگرازی زسہم یوز و باز تو بریزد بیر را ناخن بیفتد شیر را دنداں[2]

ادب نوازی

سیف الدولہ محمود میں تقریباً وہ تمام صفات موجود تھیں جو ایک مشرقی شہزادہ میں پسند کی جاتی ہیں۔ وہ سخن شناس اور شعر فہم تھا۔ خود بھی ذوقِ ادب کی دولت سے مالا مال تھا۔ چنانچہ مسعود اُس کی تعریف میں لکھتا ہے ؎

خلق و فعل او ستودہ حزم و عزم او درست نظم و نثر او بدیع و رائے و لفظ او متین[3]

ابوالفرج رُونی اور مسعود سعد سلمان جو پنجاب کے قدیم اور عظیم ترین شاعروں میں سے ہیں اُسکے دربار سے وابستہ تھے۔ اس کی شاہانہ فیاضیوں کی تحسین اُن کے ہر ایک قصیدے سے عیاں ہو رہی ہے۔ ان دونوں شاعروں نے اس کے مختلف سفر، اُن کی کیفیتیں، اس کی محفلیں، اُس کے معرکے، اس کی فتوحات، اُس کے اوصاف و اخلاق اور اس کی دلیری و شجاعت خاص تمام چیزوں کو زندہ جاوید بنا دیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر رونی اور مسعود کے دیوان بھی زمانہ کی دستبرد سے محفوظ نہ رہتے۔ تو قدیم زمانے کی یہ ایک درخشاں لیکن گم انجام شخصیت ہماری نظروں سے ہمیشہ کیلئے اوجھل ہو جاتی۔ کتنا عجیب اتفاق ہے کہ وہ شہزادہ جس کی اٹھان اس بلا کی تھی۔ اور جس کا آغاز اُس کے انجام کے جلیل ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔ جس کے کوکبِ تقدیر کی تابانی نے لوگوں سے اُسے صاحبقراں منوایا۔

---

[1] دیوان رُونی صفحہ ۱۰، [2] دیوان مسعود صفحہ ۴۴۵ [3] ایضاً صفحہ ۴۲۹۔

گشادہ دست بزخم و بہ بستہ تنگ میاں ز بہر خوشنودی دعفو ایزد و داد آر[1]

رونی اور مسعود دونوں اُسکے مذہبی جذبات کی تعریف کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ تیری بدولت

دین اسلام دوبارہ زندہ ہوگیا ہے۔ تونے اسکے جسم میں زندگی کی رُوح دوبارہ پھونک دی ہے۔

شریعت کا انتظام تیری وجہ سے استوار ہوگیا ہے مسعود لکھتا ہے ؎

بہ دو سنت شدہ روشن بدو ملت شدہ تازہ

بدو دولت شدہ عالی بدو ملکت شدہ والا[2]

اور پھر اس کی نیت جہاد اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ اگرچہ راجہ جے پال والی آگرہ نے

شنکوں کے بلند ڈھیر بطور خراج ادا بھی کرنے چاہے۔ اُس نے قلعہ کو بزور فتح کیا۔ کیا سیف الدولہ

محمود کا اس پیشکش کو ٹھکرا دینا حسن نیت کے لحاظ سے محمود غزنوی کے سومنات کے بُت کی

قیمت کو ٹھکرا دینے سے کم ہے؟ اس لحاظ سے پوتا اپنے دادا سے کچھ کم نہ تھا۔ کثرت غزا

کو مسعود نے ایک شعر میں یوں بیان کیا ہے ؎

خدائے گانا آں راندۂ ز تیغ بہ ہند

کہ آں نراند کلاب دعدی بہ تیم و تمیم[3]

مسعود اُسے ایک طاعت گذار اور پابند صوم وصلوٰۃ مسلمان کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔

عید کی مبارک دیتے ہوئے مسعود کہتا ہے ؎

عیدت فرخندہ باد و طاعت مقبول باد دل و عمر تو ز طاعت شاداں[4]

چوگان بازی ہمیشہ مشرق میں شاہی کھیل سمجھا گیا ہے مسعود ایک قصیدے کی تشبیب

ہی اس کے چوگان کھیلنے سے کرتا ہے ؎

امیر غازی محمود راسئے میداں کرد نشاط مرکب میمون و گوی و چوگان کرد[5]

---

[1] دیوان مسعود صہ ۳۹۵ ، [2] دیوان مسعود صہ ۲۲ ، [3] ایضاً صہ ۳۳۳ ، [4] ایضاً صہ ۴۵۱ ،

[5] دیوان رونی صہ ۹۸ ۔

در مدح وزیر غیاث الدین محمد

مررنا[1] بجرعاء والنجم یلمع[2] || رأینا محیّا کبدر[3] یبرقع
بوقتی که بودیم با کاروانی || رخ آورده در راه و دل سوی مربع[4]
چو ما در رسیدیم در می فگندند || ستون[5] خیام غوانی ز مرتع[6]
در اقصای نجبه[7] و بهاری فتاده || صدای ندای منادی ز مربع[8]
جواری[9] نهادند رو در عماری || همه با جمیع[10] و کرده آهنگ مضجع[11]
برآمد خرامان تذروی ز گلشن || چو طاوس شرقی برین سبز مرتع[12]
جمالش منور خیالش مصور || عنادش[13] منوّع و وداوش ممنّع[14]
بجعد زره گر همه شور و فتنه || بجزع[15] سنان کش همه مکر و مخدع
مخالف بقول و بطلعت نگارین || همایون بفال[16] و بعارض مبرقع
چو مه در بر افگنده دیبای چرخی[17] || چو خور بر سر افگنده پیروزه مقنع
دو ناظر مناظر که انظر الینا[18] || دو لب در تبسم که مِنّا تمتّع
زلعلش بشارت که هان لاتوقف[19] || ز چشمش اشارت که هین لاتوقع[20]

---

[1] ب - مرزبا (کذا)، [2] ب - یلمع (کذا)، [3] رفتیم بر ریگ زار و ستاره بر آسمان می تابید - دیدیم چهرهٔ انسانی را که مانند ماه چهاردهم بود و در برقع پوشیده شده بود - وجرعا زمین ریگ زار است و ارجاع جمع آن - [4] ا - مرفع [5] ب ستون خبان جبالی ز مرقع - [6] ب - مرفع و مربع جای نزه است که ایام بهار در ان گذارند، [7] ا - جوآری - ب جدری، [8] ب - جامع، [9] ب مرجح، و مضجع جای خواب است [10] یعنی سبزه زار، [11] ب - عنابش متوع [12] ا - متع - و منوع یعنی بازدارنده و ممنع یعنی باز داشته شده - [13] یعنی چشم، [14] ب - نوار (کذا)، [15] ب - حریر (کذا) [16] یعنی ببینید سوی ما، [17] یعنی تمتع برگیرید از ما، [18] هرگز توقف نکنید از بوسه گرفتن، [19] هرگز توقع مدارید که از ما شادکام خوابید گشت + [20] ب محدد بزاری +

گمانم چنان بود کز چاه نخشب — بر آمد شب تیره ماه مقنّع
زدم چنگ در وی که یا مُتعبی[1] قِف — بزد بانگ بر من که یا مُدّعی دَع[2]
چو مایوس گشتم تو گفتی که بودم — من خسته مصروع[3] و آن عرصه مَصرع[4]
دواعی من سر بسر شد معطّل — مَساعی[5] من یک بیک شد مضیّع
بر فتند و من زار و مسکین بماندم — جگر خسته و گشته نائب ز مجزع
چو قاصد که محروم گردد[6] ز مقصد — چو طامع که مایوس ماند[7] ز مطمع
۱۱ ب نشانِ[8] پی کاروان بر گرفتم — دل خسته مشعوف[10] و خاطر مُوَزّع
چو شمع فروزان شده دلق شمعی — ز خونابهٔ اشکِ گرمم[11] مشمّع
فتادم ز رکب[12] و مراکب مجرّد — بماندم ز رحل و مراحل مقطّع
شب و روز چون باد ره[13] می بریدم — ز خوفِ[14] مضرّت نه اُمّید منفع
پریشان و روحی مِنَ التقلب اَحزَن — خروشان و قلبی مِنَ التّوحِ اَفجع
کان اللیالی من الدهر اطول — وعرض الفیافی[15] مِنَ الارض اَوسع[16]
شبی بود قمرا و از مهر آن مه — گسسته مرا عقد پروین ز مدمع[17]
سپهر سیاه روی کحلی سلب را — ز اکلیل بر جبهه تاج مرصّع
همه ره وحوش و همه کوه مُوحش — همه سو مخوف و همه دشت مفزع[18]

---

[1] یعنی اے جان من بایست، [2] یعنی مدعی من بگزار مرا تا بروم، [3] ب. مفروع، [4] ب مضرع [5] اصل میساحی. [6] ا ب بضیع و مضیع شدای بر باد شد، [7] ا. کرده، [8] ا. گردد، [9] ب. بسامان، [10] ا بمشوف (کذا)، و مشعوف یعنی شیفته و دیوانه و موزّع یعنی پاره پاره، [11] ب. گرم، [12] ب مرکب، [13] ب. بادیه، [14] ا. نه، [15] ب الصافی (کذا)، ا الفیافی صرف نظر از هر دو تصحیح شد، [16] و چنان می نمود که شب ها از زمان طویل تر اند و عرض بیابان ها از وسعت زمین هم زیادتر است، [17] ب. مقدع و مدمع آب زن چشم، [18] ا. مقرع (کذا)، و مُوحش یعنی اندوهگین کننده ٭

نه دیار منزل پدید و نه مَوقف نه آثارِ منبج[1] پدید ، نه مَکرَع[2]

من خسته عطشان وز تابِ مهرم شده مردمِ دیده را دیده مَلدَع[3]

سپیده چو بر سنگ زد طشتِ زرین سرطاسِ چرخ از سیاهی شد اَقرَع[4]

خروشِ خروسِ سحر خوان برآمد چو می شد غرابِ شبِ تیره اَبقَع[5]

بخندید صبحِ مذهب حمائل[6] برین چرخ زن پیرِ نیلی مرقع

رسیدم بجائی چو بستان جنت هوالیش مروّح صفائش مُنوّع[8]

صدای صفیرِ عنادل مکرر[9] نوای نفیرِ بلابل مسجع

خیام کواعب[10] براطراف پیدا عظامِ صواحب براطرافِ مَصنع[11]

هجان مطایا به ارجاءِ مرعی[12] هریرِ[13] اکالب در افضایِ مَسبع

بجستِ خویش دیدم چو روحِ مجسم فروهشته زلف و برافگنده برقع

چو کبکی خرامنده بر گردِ مشرب چو سروی روان گشته برطرفِ مشرع

۱۰۲

چو موسی شده واصلِ طورِ قربت شنیدم خطابی که نعلیک[14] فاخلَع

برش در نماز آمدم گرچه شرعا بود پیشِ خور سجده امری مُشَنَّع[15]

بصد لابه گفتم که دارم توقع که گوید قبول توام لا تضجّع[16]

---

[1] ب . منج ، [2] جای است از آب که خم شده آب ازان نوشند ، [3] یعنی جای سوزش ، [4] کل را گویند ، [5] ب . القع و ابقع یعنی سیاه و سفید ، [6] ب . حایل ، [7] ب . میرع ، [8] ب . صفای [9] ب . مکدر ، [10] ب . کراعب ، [11] ب . مصفع . و مصنع حوض است یا عمارتی است مثل محل و قلعه و غیره [12] هجان جمع است مفرد آن هجینه که ناقهٔ سپید نجیب راے گویند یعنی ناقه های سپید نجیب الاصل براطراف چراگاه بودند ، [13] د . سرید (کذا) ب . هزید . حرف نظر از هر دو تصحیح شد و مسبع بیشهٔ است که در آن درندگان باشند یعنی آواز سگان از گوشه و در دست بیشه پر از درندگان شنیده می شد ، [14] ب . فاضع . یعنی پاپوش از پا برکن ، [15] ب . که گوید قبول توام لا در دع (کذا) ،

رودم درپی عشق والعقل ینهی　　　شوم تابع صبر والعشق یمنع

گرم سر فرود آری و دستگیری　　　شوم خاک پای تو از راه[1] مضرع

بگفتا کدامین تو گفتم گدای　　　ز درگاه مخدوم اعلی[2] اروع

غیاث دول عمدهٔ ملک و ملت　　　امیر کبیر جهانگیر اورع[3]

ز روم[4] و ز در هند از و تا بقبچاق　　　ره هند در امن از و تا ببردع[5]

پناه ملوک آفتاب ممالک　　　زهی سروران را جناب تو مضجع[6]

باسم و بفعل و بحرفی محمد　　　برای دل بقصر و بقدرتی[7] مرفع

اسافل در ایام عدلت اعالی　　　افاضل بدوران جاهت موقع[8]

ملک عابد و بارگاه تو معبد　　　فلک راکع و آستان تو مرکع

شموس ظفر را سنان تو مشرق　　　بدور هنر را بنان تو مطلع

منیرست خورشید و رای تو انور　　　رفیعست گردون و قدر[9] تو ارفع

قوی است پیل دمان[10] و تو اقوی　　　شجاعست شیر ژیان و تو اشجع

ز نور ضمیر تو پیر فلک را　　　شود دامن دلق کحلی ملمع

تو آنی که سازی ز چرخ مدور　　　بزخم سر تیغ شکلی مربع

زامرت هر آن کو تمرد نماید　　　بیابد ز قهر تو تقریع و مقمع[11]

۱۲ب　حدیث حسودت چه گویم که باشد　　　سر مار افعی سزاوار مقرع[12]

---

۱ ب. رومی، ۲ صاحب هیبت بسیار، ۳ متقی و پرهیزگار، ۴ ب. در، ۵ شهری است آباد کردهٔ نوشابه. نام آن بردم بود که بجای مین میم باشد و در زمان سکندر بردع و بردعه نام نهادند. (فرهنگ آنندراج)، ۶ ب، بندری مرقع. ۷ در شکنجه و عذاب و بلا، ۸ ب. خاک، ۹ ب. رام (کذا)، ۱۰ ب. تیز و. بیر، ۱۱ یعنی ضرب مقمع. و مقمع عصای باشد سر خم، ۱۲ آله قرع. عصا و نظیر آن که بآن چیزی را بکوبند.

کسی کو بدانشش بود بحرِ زاخر[۱] — کند پیش تمساح تعظیم ضفدع[۲]

الا تا زمین آسمان راست مرکز — چو دنیی دون کاخرت است مزرع

حیاضِ[۳] ریاضِ ظفر را مبادا — بجز چشمهٔ تیغ تیز تو منبع

مُسخّر تو دجاه و رفعت مُسخّر — مُمتّع تو و عمر و دولت مُمتّع

به تیغت سرِ خصم بادا بریده

کزین به نشاید رسیدن مقطع

در مدحِ ملکِ اعظم مقرب حضرت ایلخانیه
ناصر الدین محمد بن برهان

ای رای جهان تابِ ترا چرخ متابع — وی حکم جهانگیر ترا دهر مطاوع[۴]   ۵۵ و

سیاره به تقبیل جنابت متعطش — چون قافلهٔ بادیه بر شرب مصانع[۵]

دینار[۶] زبیم کفِ زربخش تو صامت — و اقبال ترا با رخ فرّخ شده تالع

یک دود کش از مطبخت این دورِ مدوّر — یک شمسه ز ایوانِ تو این اخترِ لامع

برهانِ[۷] دول کهفِ بشر آصفِ ثانی — روشن گهر او رع و دریا دل بارع[۸]

---

[۱] دریای بسیار آب. [۲] ب ضفدع ؛ - وضفدع وزغ است که آنرا غوک نیز گویند. [۳] ب - جا صف (کذا) و حیاض جمع است حوض را. [۴] اصل مطارع - این قصیده در نسخهٔ و نیست، [۵] مصانع جمع مصنع است یعنی آبگیر و حوض، [۶] اصل دینار زبیم. [۷] اصل - رهان دول و الخ -

[۸] بارع کسی که از همسران خود فائق باشد ؛

۵۵ ب

درگاه ترا خوانده فلک طارم عاشر — ماوای ترا گفته ملک جنت تاسع
ارکان (عنا) را اثر لطف تو هادم — واعوان جفا را نظر[1] قهر تو قامع
دریای کف دست گهر ریز تو زاخر — برهان سر تیغ[2] زبان تیز تو قاطع
سجاده نشینان زوایای فلک را — رخشنده ز رای تو قنادیل صوامع
هرگه که قضا خطبهٔ اخلاص تو خواند — جدر[3] اصم از فرط ارادت شده سامع
هم قدر ترا کعبه مقامی ز مواقع — هم تخت ترا سدره گیاهی[4] ز مزارع
با شیر سپهر ابلق تند[5] تو مجادل — با ترک فلک هندوی بام تو مصارع
ذات تو که مجموعهٔ اقسام معالیست — انواع کمالات و هنر را شده جامع
خنگ[6] مه و گلگون فلک پویهٔ خورشید — با داغ تو گردیده برین سبز مزارع
افلاج[7] ...... که بود مزمن و ممتد — او را روش خامهٔ منطیق تو نافع
آیات هنر را دل تو (آمده) کشاف[8] — رایات ظفر را کف کافی تو رافع
در بحر معانی ز بیان تو صفائی — در باغ امانی ز بنان تو منافع
انواع غبار را از دم جان بخش[9] تو محیی — ظلمات فنا را دل وهاج تو دافع
با رای منیرت ز حیا شمسهٔ شرقی — هر شام رود در پس فیروزه براقع
شیری که بود مرتع چرخیش چراگاه — بر غاشیه[10] بیشهٔ احسان تو راتع
الفاظ تو دیباچهٔ دیوان لطائف — وابکار تو گلدستهٔ بستان بدائع
گردون سرافراز کهن سال زبردست — با خاک نشینان جنابت متواضع
احکام قضا گر نبود حکم تو باطل — تدبیر قدر گر نبود رای تو ضائع

---

[1] اصل - مهر، [2] اصل - تیغ، [3] جدر اصم یعنی دیوار که گوش ندارد و چیزی نمی شنود، [4] اصل - گیای،
[5] اصل - شد، [6] اصل - حنک، [7] افلاج بکادم (کذا)، [8] اصل کشاق (کذا)، [9] اصل - جانجش
[10] اصل غاشیه ،

از ناصیه ات نور الٰهی شده لایح   وز بارگهت مهرِ معانی[1] شده طالع

سکانِ سراپردهٔ کحلیِ فلک را   بر زمزمهٔ صیتِ جلالِ تو مسامع

ایوانِ[2] ترا غرفهٔ بالا ز مناظر   بستانِ ترا گلشنِ جنّت ز مرابع[3]   ۵۶ ل

کلکِ دو زبانِ تو که کشّافِ معانیست   اوضاعِ قوانینِ کرم را شده واضع

ای در همه اکنافِ جهان ذکرِ تو جاری   وی در همه اقطارِ جهان جدِّ تو سارع[4]

آنی که نجوم از نظرِ طالعِ مسعود   بر خاکِ سرِ کوی تو سازند مواقع

گر ابرِ بهاری کفِ دُرپاشِ[5] تو بیند   در دم ز حیا خون بچکاند ز مدامع[6]

در خصمِ تو چون شمع ز پروانه زند دم   سر در فگند پیشِ تو در دیدهٔ واقع

خورشید که جمشیدِ اقالیمِ سپهرست[7]   گشت ست بدربانیِ ایوانِ تو قانع

آنجا که فروشند سعادات و شرف را   برجیس شود مشتری و ذاتِ[8] تو بایع

تیر ارچه کمانش بکشد (چرخ) بداندیش   هرگز نتواند که کند با تو منازع

گر چشمِ تغیّر فگند طبعِ تو بر کون   گردون متمکّن شود و ارض مسارع[9]

شرعی بود احکامِ تو زان بابِ یتیم[10]   بیتُ الطربِ طبعِ تو محدود بشارع

گشت[11] آتشِ بیداد در ایامِ تو بارد   شد فتنهٔ بیدار بدورانِ تو هاجع[12]

یاجوجِ حوادث ز جهان گرد[13] برآرد   گر سدِّ سدادت نشود حائل و مانع

چون اخترِ سعدت بشرف روی در آورد   شد طالعِ منحوسِ بداندیشِ تو راجع

---

[1] اصل - معانی، [2] اصل - ایوان را غرفه بالا ز نور حق، [3] اصل - ابع - و مربع کاشانه است که بهار در ان گذارند، [4] اصل - بیارع، [5] اصل - دریاش، [6] مدامع جمع است مدمع را که آن موضع چشم است که اشک از آنجا جاری شود، [7] اصل - سپهرت، [8] اصل - زات، [9] اصل مسار، [10] اصل - یتم، [11] اصل - کشنت، [12] اصل - صاجح (کذا)، هاجع یعنی سست - ولی "هاجع" اصح می نماید، [13] اصل - کردد در اصل نسخه این مصرعه با مصرعهٔ ثانی شعر سابقه رفته و مصرعهٔ اول شعر سابقه با مصرعهٔ دوم همین شعر ثبت شده و این تصرف کاتب است ۰

تا صر بود از خامهٔ صورت گر طبعت ... نوک قلم چهره کشایان طبائع

گر زانکه نسازم بمدیح تو سفینه ... جان چون بهم از صدمهٔ طوفان وقائع

تا خسرو این طارم نه روزن ششدر ... زرّینه علم برکشد از مرتع رابع

هندوی زمین بوس دربار گهت باد ... پیری[1] که بود حارس محروسهٔ سابع

تا متعرّض[2] دور فلک شمس و قمر را ... پیرامن ایوان جلال تو مطالع

۵۶ ب

در راه مدیحت منم و قطع منازل

زین به زمطالع برسد کس بمقاطع

در مدح وزیر تاج الدّین عراقی

صفحه ۵۶ ب

دی سحرگه که آتش نشاف[3] ... زد زبانه ز شیشهٔ شفّاف

کرد سیمرغ آتشین[4] شهپر ... آشیان بر فراز قلّهٔ قاف

آهوان فلک بیفگندند ... نافهٔ مشک تبتی از ناف

سپه[5] روم با طلایهٔ زنگ ... برکشیدند صف بعزم مصاف

درگرفتند طاق اخضر را ... شمّه های معنبر از اطراف

شب شامی لباس را کردند ... نیلی[6] زرّین جلاجل از اعطاف[7]

بدرهٔ مهر شد زر[8] خانی ... و آسمان درم فشان صرّاف

---

[1] اصل ۔ پیرکه ، [2] اصل متعرض ، متعرّض یعنی اقامت نماینده مجای ، [3] جاذب و خشک کننده و این قصیده در نسخهٔ د نیست ، [4] اصل ۔ آتش سپهر ، [5] اصل ۔ سپیه ، [6] جمع عطف ۔ شانه یا پهلو ،

[8] اصل ۔ رز ۔

شب عالم فروز شرقی را — آهوی شیر گیر شد سیاف

صبح سیمین عذار خندان روی — سر بر آورد از کبود لحاف

زهره بر شادی رخ دستور — جام خورشید کرد پر می صاف

(تاج[1]) دنیا و دین که پایهٔ او — برترست از مراتب[2] اوصاف

آنکه از فرط کبریای جلال — بود از کائناتش استنکاف[3]

توسنش را زمانه شد رایض — وآسمان خوید[4] و کهکشان اعلاف

بر باید بکلک مهر کشای — خم نون از[5] شکنج گیسوی کاف

چون ز جودش جهان اثر یابد — آز را خاصیت شود اسراف

هرچه در چنبر سپهر افتد — خاطرش را بران بود اشراف

هست در عهد عدل شامل تو — دیدهٔ باز آشیان خطاف[6]

ای ز مهر غنای اقبالت — مهر و ماه اند عودی (زقّاف[7])

۵۷ ر

کرده روح از نسیمت استنشاق — کرده عقل از ضمیرت استکشاف

بکر دریا نشین خاطر تو — برده آب از سلالهٔ اصداف

بحر گوهر فشان کف آورده — پیش دستت ز روی استعطاف[8]

ابرهٔ ابر را بسپاد[9] کفت — کرده برکار چرخ اطلس باف

اصطناع[10] ترا اهل مداح — انتقام[11] ترا اجل وصاف

ذهن[12] مشکل کشای دراکت — شرح تفسیر غیب را کشاف

---

[1] اصل - عزم ، [2] اصل - مرابت ، [3] یعنی او را از ملکیت این مایه از جهان عار آید ، [4] اصل - حوید ، [5] اصل - ار ، [6] بعربی به تشدید طا آمده و او را ابابیل نیز گویند و "فرشتوک" در فارسی - [7] اصل - ناف ، [8] عطا خواستن و مهربانی طلبیدن ، [9] اصل - سپاو ، [10] اصل - اصطناع ، [11] اصل - انتقام ، [12] اصل - زهن ۔

مغز چرخ از عیب[1] معدلتت ‏— پر شمیم شمامهٔ انصاف

کرده خلعت مشام گیتی را ‏— مشکبوی از نسایم الطاف

نفست را نسیم آن نافه ست ‏— که بر آمد ز ناف عبد مناف

کعبه را قبلهٔ رخ تو مزار ‏— سدره را سدهٔ در تو مطاف

سخن ابر پیش دستت باد ‏— صفت بحر نزد جودت لاف

اختران چون طوائف حجاج ‏— کرده بر گرد[2] درگه تو طواف

لطف و قهر تو جنت است و جحیم ‏— و آسمان با دران میان اعراف

بی محافظت[3] چگونه دختر نعش ‏— باز ماند درون ستر عفاف

پیش کلکت شود زبان حسام ‏— از حیا آب در دهان غلاف

رایت ار دم زند ز هشیاری ‏— برد مستی از مزاج سلاف[4]

دست عدل تو چون به تیغ وفاق ‏— از جهان قطع کرد بیخ[5] خلاف

بعد[6] ازین بس خلاف عقل بود ‏— گر کسی نسبتش کند بخلاف

ذکر کان با کف تو می کردم ‏— گفت تا چند ازین حدیث گزاف[7]

۵۷ب

کان شکسته دلیست خاک نشین ‏— سر بر آورده از ره اتلاف

سرزنش بین که می کند هر روز ‏— آفتابش به تیغ استخفاف[8]

پیش ازین ملک در نکاح تو بود ‏— لیکنش این دم است وقت زفاف

ای بسا این[9] مقلهٔ چشم ‏— در مدیحت سواد کرد صحاف

وقت آن شد که تیر بینش را ‏— بود احداق بوستان اهداف

---

۱ اصل - مبیب، ۲ اصل - کرددرکه - اه، ۳ یعنی حفاظ تو - اصل - حفاظت، ۴ شراب و آنچه چکد از انگور پیش از افشاردن، ۵ اصل - بیح، ۶ اصل - بند، ۷ اصل - کذاف، ۸ اصل - استخفاف، ۹ اصل - این ه

صحنِ باغ است چون جمالِ ملاح طرفِ راغ است چون عذارِ طراف
باد بر جامهای رنگ نگر کرده تحریرِ سورهٔ احقاف
نظری کن که اندرین موسم هست بر جانم از عنا اصناف
شده‌ام همچو موی و این بترست که بود تیرِ غصه مومی شگاف
نقد نعمتیم[1] سرشک سیماییست وز غم سیم دل چو دیدهٔ قاف
تا بحکمِ تملک و تملیک نکند کس تصرفِ اوصاف
وقفِ ذاتِ تو باد ملکِ وجود که دو عالم بذات تست مصاف[2]
سال عمرِ ترا عدد چندان که برآید ز عشرِ آن آلاف
مالت از نائباتِ[3] دهر مصون
ملکت از حادثاتِ چرخ معاف

در مدح شیخ ابو اسحق ابراهیم بن شهریار متقدس[4] گازرونی

زهی سپهرِ برین متکای بو اسحق فرازِ کنگرهٔ عرش جای بو اسحق — صفحه ۴۲۶ د
شگوفهٔ چمنِ بوستان سرای هدی بهارِ باغچهٔ کبریای بو اسحق
نه اطلسِ فلکِ نیلگون برآورده زمانه پردهٔ خلوت سرای بو اسحق
شکسته مهچهٔ خرگاه صبح زرین تاج ز قبهٔ علمِ سدره سای بو اسحق
روان ز چشمهٔ[5] آبحیات مشربِ اوست شنیده نه آب خضر ماجرای[6] بو اسحق

---

[1] اصل - جیبم، [2] اصل - مصاف، [3] ار مانبات، [4] وفات شیخ ابو اسحق گازرونی در سنه ۴۲۶ھ واقع شده رک به نفحات الانس، [5] ب - که، [6] اصل - خامهای

محرّران سماوی باب زر کرده ‌‌ ‌ نشان حکم ممالک کشای[1] بو اسحق

خرد که دعوی ادراک می کند قاصر ‌ ز درک حالت حیرت[2] فزای بو اسحق

ملوک ملک معانی که اهل[3] توحید اند ‌ همه بعالم معنی گدای بو اسحق

نهال سدره گیاهیست در حظیرهٔ قدس ‌ ز باغ رفعت بی منتهای بو اسحق

قرکه کاسهٔ سیمین مطبخ فلک است ‌ سکوره[4] ایست ز خوان سخای بو اسحق

درست مهر و مه آسمان و درهم ماه ‌ به نذر حضرت جنت نمای بو اسحق

جهان که قلزم هستی عبارتیست ازو ‌ بود[5] نمی ز محیط عطای بو اسحق

(۲۴ ب) ز بهر کسب[6] شرف شمسهٔ سراچهٔ بام ‌ فتد چو سایه بزیر لوای بو اسحق

شگفت نبود اگر کوه می شود نالان ‌ بکار زدن[7] ز هوای لقای بو اسحق

کسی که زیر چراغ فلک بود داند ‌ که هست نور مه از شمع رای بو اسحق

چو راند کوکبهٔ مرشدی بصوب حجاز ‌ گرفت مرده ازانکه[8] صفای بو اسحق

بسا که چرخ برآمد بگرد کوی[9] زمین ‌ بدان هوس که شود خاکپای بو اسحق

نهنگ شمامه فروشی[10] نسیم باد سحر ‌ که می زند دم سرد از هوای بو اسحق

ز ملک هر دو جهان گر فزون نهند سقا ‌ شهان تخت ولایت نمای بو اسحق

اگر بخویش نباشم غریب نبود ازانکه ‌ بود غریب ز خویش آشنای بو اسحق

تذرو خوش نفس باغ طبع خواجو بین
که هست مرغ مدائح سرای بو اسحق

---

[1] ب - سرای ، [2] ل - غیرت فزای ب - حیرت سرای ، [3] ل - اصل ، [4] یعنی کاسهٔ گلی ، [5] ب - بوی ، [6] ل - کشف ، [7] ل - ب بکار زدن ، [8] ل ب ازانکه ، [9] ل - کوی ، [10] ب - فروشی ۔

در صفتِ باری تعالیٰ عزّ اسمهٗ

سبحان من تقدّس بالعزّ والجلال | سبحان من تفرّد بالجودِ والجمال[1]
آن مالکی که ملکتِ اوهست بر دوام | وآن قادری که قدرتِ اوهست بر کمال
سلطان بی وزیر و جهاندارِ لم یزل | دیّان بی نظیر خداوندِ لایزال
گویای بی تلفّظ و بینای بی بصر | دانای بی تفکّر و دارای بی ملال
تسبیح بلبلِ سحری حیّ لاینام | وِرد زبانِ کبکِ دری ربّ ذوالجلال
حرفیست کاف و نون ز طوامیر صنع او | وز قاف یا بقاف برین حرف گشته دال
از آب لطفِ او متبسّم شود ریاض | وز بادِ قهرِ او متزلزل شود جبال
در گوش آسمان کشد از زرّ مغربی | هر[2]مه بامرِ کُن فیکون حلقهٔ هلال
گاهی ز ماهِ نو کند ابروی زال زر | گاهی ز آفتاب کشد تیغ پور زال[3]
کیوان بحکم[4] اوست برین چرخ پاسبان | بهرام از امر اوست برین قلعه کوتوال
ای قصر کبریای تو محفوظ از انهدام | وی ملکِ بی زوالِ تو محروس از انتقال
ای بوستانِ فضلِ تو بی وصمتِ ذبول[5] | وی آفتابِ لطفِ تو بی نسبتِ زوال
بشکسته در فضای[6] تو شهباز عقل پر | وافگنده در هوای تو سیمرغِ وهم[7] بال
ایوانِ وحدتِ تو مبرّا ز اختلاط | وارکانِ قدرتِ تو معرّا ز اختلال
بر دوش [8]روز خاوری از شب فگنده زلف | بر روی[9] صبح مشرقی از شام کرده خال[10]

---

[1] نسخهٔ د این قصیده ندارد ، [2] ب-سرمه ، [3] ب-ذال ، [4] ب-حکم ، [5] ب-زبول ، [6] ج-قضای (کذا) ، [7] ب-دهم بال ، [8] ب-ردی ، [9] ب-شام ، [10] ب-حال ٭

۲ وہم از سرادقات جلال تو قاصرست ؛ وز عقل رہ بردی تو بود بجز خیال

خواجو گر التماس ازین در کند رواست

از پادشہ اجابت و از بندگان سوال

ایضاً

صوم غزلیات

تُبتُ یا ذا الجلالِ و الاکرام ؛ من جمیع الذنوب و الآثام

ای صفاتت بدون ز چون و چرا ؛ ذاتِ پاکت بری ز کو و کدام

قاضیِ حاجتِ وحوش و طیور ؛ رازقِ روزیِ سوام و ہوام

گوہر آرای قطرہ در اصداف ؛ نقش پرداز نطفہ در ارحام

پرچم آویز طاسکِ خورشید ؛ آتش انگیز خنجرِ بہرام

خاک بوسِ بساطِ فرمانت ؛ جم سیمین سریر زرین جام

بستہ مشاطگانِ قدرتِ تو ؛ بر رخِ روز چین گیسوی شام

کردہ استادِ صنعت از یاقوت ؛ مشرفِ طاق تا بخانۂ بام

یافتہ از تو نضرت و خضرت ؛ باغِ مینو و زاغ مینا فام

بر مشغل فروزِ آئینہ دار ؛ بر درت بندۂ مہوش نام

عنبر ہندی آنکہ خادم تست ؛ کارِ او بی نسیم لطفت خام

لہ ج۔ در، لہ ب۔ بردبتو، لہ ب۔ خواجو التماس الخ، لہ اصل گمان۔ این قصیدہ در نسخۂ ل موجود نیست، لہ اصل۔ قاضیِ حاجتِ وحوش طیور، لہ اصل۔ سرام۔ وسوام جانوران چرندہ زہردار باشد وہوام جمع است ہامہ را یعنی حشرات الارض، ہرقسم خزندہ وگزندہ، لہ اصل۔ صنت، لہ اصل نضرتا حضرت، لہ اصل۔ زاغ، لہ اصل مشتعل، لہ اصل۔ ہوشی، لہ اصل۔ توست ۔

پیش موج محیطِ احسانت ‌ ‌ ‌ ‌ از حیا در عرق فتاده غمام[1]

کاسه گردانِ بزمِ تقدیرت ‌ ‌ ‌ ‌ صبح زرّین کلاهِ سیم اندام

هندوی بارگاهِ ابداعت ‌ ‌ ‌ ‌ شامِ زنگی نهاد[2] خون آشام

عندلیب زبانِ گویا را ‌ ‌ ‌ ‌ گل[3] بستان فروزِ ذکرت نام

گر کند یاد صدمهٔ قهرت ‌ ‌ ‌ ‌ بگسلد[4] مشرقی مهر زمام

در کشِ[5] خاصان بکنه انعامت ‌ ‌ ‌ ‌ نرسد خاصه عام کالانعام[6] ‌ ‌ ۱۴۰ و

جان خواجو که مرغِ گلشنِ تست ‌ ‌ ‌ ‌ مگذارش[7] بدام دل ما دام

طمع دانه اَش بدام انگنده[8] ‌ ‌ ‌ ‌ بازگیرش زدست دانه و دام

من که بر یاد زلف و روی تبان ‌ ‌ ‌ ‌ صرف کردم لیالی و ایام[9]

بوده[10] با بادهٔ مغانه مقیم ‌ ‌ ‌ ‌ ساخته در شراب خانه مقام

زده راه خرد به نغمه و چنگ ‌ ‌ ‌ ‌ ریخته[11] آب رخ بشرب مدام

نفس خود کام از[12] زراه ببرد ‌ ‌ ‌ ‌ باز گشتم بدرگهت ناکام

چون خطا کرده ام کنم[13] هردم ‌ ‌ ‌ ‌ سجدهٔ سهو تا بروز قیام

گو میت بالعشیّ والابکار

تبت یا ذا الجلال والاکرام

---

[1] اصل۔ حمام، [2] اصل۔ نهاد، [3] اصل۔ گلستان فروزِ ذکرت نام، [4] اصل۔ بگسد، [5] اصل۔ درکه، [6] اصل۔ کالانام، [7] اصل۔ کمدارش، [8] اصل۔ انگنده، [9] اصل۔ انام، [10] اصل۔ برده، [11] اصل ریخت، [12] اصل۔ از، [13] اصل۔ کنم ‌.

ایضاً

مو ۵۶ ب

ای نهاده خشتِ زر بر روزنِ[1] سیمین بام ۔ ۔ ۔ دی فگنده چین شب در گیسوی مشکین شبِ ظلام[2]

نغمهٔ مرغانِ بستانِ تو ربِّ ذوالجلال ۔ ۔ ۔ وردِ شب خیزانِ درگاهِ تو حیّ لاینام

خوانده در نوروز توحیدِ تو از اوراقِ گل ۔ ۔ ۔ بر فراز چوب پایه بلبلِ شیرین کلام

کشتهٔ تیغ فنا را بر سرِ میدانِ قهر ۔ ۔ ۔ جز نسیمِ لطفِ جان بخش تو من یحیی العظام

هر شبی نظارهٔ صنع[3] ترا بکشوده چشم ۔ ۔ ۔ آتشین رو بانِ آب اندامِ زنگاری خیام

تیغ گوهر دارِ آتش بار شاهنشاهِ شرق ۔ ۔ ۔ کرده در سرحدِ مغرب دستِ حکمت[4] در نیام

ذات بی عیبت بری از علّتِ چون و چرا ۔ ۔ ۔ ملک بی ریبت[5] بری از وصمتِ کو و کدام

در عبادت خانهٔ امرِ تو از روی نیاز ۔ ۔ ۔ کوه سرکش در تشهد[6] تا گهِ روزِ قیام

رودِ نیلِ آسمان بی آبِ انعامت سراب ۔ ۔ ۔ کار کیمنت زمین بی فیضِ احسانِ تو خام

اخترِ شیر افگنِ ثاقب که خوانندش شهاب ۔ ۔ ۔ از شیاطین کرده با پشتی قهرت انتقام

توسنِ عقرب دمِ منعل را[7] یعنی فلک ۔ ۔ ۔ هیچ کس ناکرده الّا رایضِ حکمِ تو رام

عندلیبِ بوستانِ نطق را یعنی زبان ۔ ۔ ۔ کی بود جز[8] چشمهٔ سیرابِ تسبیحِ تو کام

عرش و کرسی را به درگاهِ جلالت التجا ۔ ۔ ۔ ملکِ هستی را بذیلِ کبریایت اعتصام

ماهِ شب پیمای گردون سرعتِ گیتی[9] نورد ۔ ۔ ۔ کرده نور از پرتوِ خورشیدِ الطافِ تو دام

۵۷ و

اوّلِ بی ابتدا و آخرِ بی انتها[10] ۔ ۔ ۔ مالکِ بی اشتراک[11] و واحدِ بی انعدام[12]

بر جنابِ[13] بارگاهت خسروانِ نامدار ۔ ۔ ۔ کرده ترکِ نام و ناموسِ شهی[14] از بهرِ نام

---

[1] ب ـ روضه ، [2] ا ـ ظلام ، [3] ب ـ حکم ، [4] و ـ بازیبت ، [5] و ـ ماندهٔ تا [6] ب ـ بایستی (کذا) ، [7] و ـ چون عنبر ، [8] ب ـ کیتی ، [9] ب ـ اوّل بی انتها و آخر بی ابتدا ، [10] ب ـ اعتزال (کذا) ، [11] ب ـ و... انعدام ، [12] ب ـ جناب ، [13] در نسخهٔ ب این حصّه از متن محو شده است ۔

اورینٹل کالج میگزین

عرضِ واجب

اغراض و مقاصد | اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے۔ کہ احیاء و ترویج علومِ شرقیہ کی تحریک کو تا حدِ امکان تقویت دی جائے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے۔ جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں۔

کس قسم کے مضامین کا شائع کرنا مقصود ہے | کوشش کی جائیگی۔ کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شائع ہوں۔ جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں۔ غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابلِ قبول ہوگا۔ اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شائع کئے جائینگے۔

رسالے کے دو حصے | یہ رسالہ دو حصوں میں شائع ہوتا ہے۔ حصہ اول عربی، فارسی، پنجابی (بحروف فارسی) حصہ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی) ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے۔

وقت اشاعت و قیمت اشتراک | یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شائع ہوگا۔ سالانہ چندہ حصہ اُردو کیلئے عہ/ر۔ اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا۔ کسی سہ ماہی رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شائع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے۔ ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہوسکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری، مئی، دسمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیئے۔

خط و کتابت و ترسیلِ زر | خرید رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیل زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہیئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہئیں۔

محلِ فروخت | یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جاسکتا ہے۔

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شائع ہوتا ہے۔

باده خوردن بر در میخانه بیادت حلال | سجده کردن در درون کعبه[1] بی ذکرت حرام
آشنایت عاری[2] از بیگانه و فارغ ز خویش | مرغ باغت بی نیاز از دانه و ایمن ز دام[3]
خیری از خارا پدید آری و برگ گل ز خار | لولوی لالا ز آب تیره و لعل از خام
حلقهٔ زرین کشی در گوش چرخ لاجورد | مشعل سیمین نهی در خرگه فیروزه فام
گه رسانی عورتی از ریش[4] فرعونش منال[5] | گه چشانی پشه از مغز نمرودش طعام
گه نهی بر تیغ کهسار[6] از قمر سیمین سپر[7] | گه زنی بر جوشن[8] گردون ز خور زرین حسام
گر نگردد سائل چشم هوادارانِ تو | آب دریا کی برد در گوهر افشانی غمام
هر که چون صبح اختر افشان[11] گردد از مهرت[12] بچشم | آسمان از روی رایش بسترد گرد ظلام
بر کف جمشید شادروان سیمین سپهر | ساقی ضعفت[13] نهد هر صبحدم زرینه جام
زابر لطفت گر چکد یک قطره بر دار البوار | خوی کند پیش جهنم از حیا دار السلام
هر کرا ز حکمت بگرداند عنان شر الدواب | وانکه یابد نام نیک[14] از درگهت خیر الانام
گر نه موجودات را حفظ تو جوشن ساختی | تیر و قوس[15] آسمان را بیم بودی از سهام
می کند با داغ فرمان تو بر گردون چرا | زردهٔ خورشید مغرب[16] تا زند گرد[17] تیز گام
گرچه خاصان در از چشم عامان غائب[18] اند | رحمت عامت ز انعامت نصیب خاص و عام

۵۵ ب

---

۱ در نسخهٔ ب این حصه از متن محو شده است، ۲ ب. عربی (کذا)، ۳ این حصه از متن در نسخهٔ ب محو شده است
در نسخهٔ و این قصیده باین شعر ختم شده و بعد صفحات ۵۰ ب (بیاض) ۵۵ و، ۵۵ ب در میان آمده که متن قصاید
جداگانه دارد. بعد از کاوش بسیار ربط این قصیده با شعر خیری از خارا .... الخ بر صفحهٔ ۵۵ ب دست داد.
۴ ب. ریس (کذا)، ۵ و شال، ۶ و کهساران، ۷ ب. بسر، ۸ ب. جوش، ۹ ب. مقد ۱۰ ا. بود،
۱۱ ا. اخترفشان، ۱۲ ب. ازانوار تو، ۱۳ و. صنعت، ۱۴ ا. نام و ننگ. ۱۵ ب. قوس و آسمان، ۱۶ و. مشرق
۱۷ و. کرم. و گرد اسمی از اسمای آفتاب است، ۱۸ ب نمافلند

مرشان کان از عصی آدم زدی بر بوالبشر[1] — دادمُ از مرحم[2] ثم اجتباه‌ش التیام
گر نخوردی موسی از جامت می انظر الیک — از شراب لن ترانی کی شدی مست مدام
در محمد رانمی دادی مدد در شق ماه — همچو ماه چارده کارش کجا گشتی تمام
باد بر جان رسولت آفرین از انس و جان — باد بر خاکش درود از چشم خواجو والسلام

فخریه

۶ب

سطریست هر دو کون ز اوراق دفترم — حرفیست کاف و نون ز حروف محررم[3]
کرسی نهند تخت نشینان عرشیم — میدان دهند شاه سواران اخترم
چون در سرادقات معانی کنم نزول — طاوس سدره مروحه سازد ز شهپرم
ناهید کیست مطربی از بزم فکرتم — خورشید چیست پرتوی از رای انورم
سلطان نشان عقل ندیمی ز مجلسم — قاضی القضاة چرخ گواهی ز محضرم
تیر[4] دبیر منشی دیوان حکمتم — بدر منیر شمسهٔ ایوان منظرم
شاه فلک تبیره[5] زن خیل همتم — پیر[6] خرد خریطه کش طفل خاطرم

---

[1] ا۔ هرشان کان ز عصا آدم زدی خیرالبشر (کذا)، [2] ب۔ مریم نسیم اجتباهش التیام (کذا) اشاره بآیهٔ کریمه وعصیٰ آدمُ ربّهٗ فغویٰ ثُمَّ اجتبٰهُ رَبُّهٗ فتاب علیه وهدیٰ "یعنی آدم سرکشی کرد مر خدای خود را و گمراه شد و پس برگزید خداوند کریم او را و توجه فرمود بر حال او و بر راه راست کرد" سورهٔ طه (۲۰-۱۲۱)، [3] ب۔ محرم، [4] ب۔ ارباب، [5] ب۔ پیر،

[5] ب۔ نفیره،

[6] اصل۔ پیر۔ و خریطه چیزی میان تهی مانند انبان و کچکول درویشان ۰

آبِ حیات مردهٔ طبعِ چو آتشم   وآبِ نبات[1] تشنهٔ لفظِ چو شکّرم

معراجِ روحِ عقدِ انابیبِ[2] خامه ام   منهاجِ علم سطرِ حواشیِ دفترم

مفتاحِ فضلِ سُبقهٔ[3] قانونِ منطقم   مصباحِ عقل شعشعهٔ[4] طبع از هرم

من سالکِ مسالکِ اطوارِ حیدرم   من مالکِ ممالکِ اسرارِ دلبرم

باشد بگردِ[5] مرکزِ مهر شش مدارِ من   زین رو مدارِ مرکزِ چرخِ مدوّرم

راتب[6] ستانِ شش جهت و هفت کوکبم   میراث گیرِ نه پدر و چار مادرم

سروم[7] شگفت نیست که آزادم از جهان   بحرم عجب مدار که اصلیست گوهرم

هستم محیطِ نقطهٔ[8] خاکی وزین قبل   در خویش غرق گشته که دریای اخضرم

دارم هوای کنگرهٔ قصرِ کبریا   بگذار تا ازین قفسِ[9] خاک بر پرم

در بوته[10] ام مسوز که اکسیرِ اعظمم   در آتشم مدار که کبریتِ احمرم

بادم ولی[11] ز خاکِ طریقت مرکبم   خاکم ولی بآبِ حقیقت مخمّرم

ویرانه ام بصورت و گنجِ معانیم   پروانه ام بمعنی[12] و شمعِ منوّرم

دیوانه ام ز مستی و عقلِ مجرّدم   بیگانه ام ز هستی و روحِ مطهّرم[13]

مختارِ روزگارم اگر ردِّ عالمم   فخرِ[14] مکوّناتم اگر عارِ کشورم

بر باد کی روم که سپهرِ مکوکبم   در خاک کی شوم که محیطِ مقعّرم

بر بامِ عقل نوبتِ فرزانگی زنم   از جامِ عشق جرعهٔ دیوانگی خورم

کی بر بساطِ خاک زنم خیمهٔ وقوف   زینسان که دل بعالمِ جان است رهبرم

خواجو از آستانهٔ درگاهِ کبریا   تا از تو نگذرم نتوانم که بگذرم

---

[1] ب. حیات، [2] ب. انابیت (کذا) و انابیب جمع انبوب است یعنی نی، [3] ب. صنعه، [4] ب. مشعله، [5] ب. همیشه، [6] ب. رایت، [7] ب. سرو، [8] ب. نکته، [9] ب. چه، [10] و. بوته، [11] ب. دل، [12] ب. مستی، روح مطهرم، [13] این شعر از نسخهٔ ب افتاده است، [14] ب. مفخر (کذا)،

ایضاً

۴۴ پ
من ببالِ کبریا در اوجِ وحدت می پرم[1] — بشنو آوازِ ملائک از طنینِ شهپرم

ترجمانِ قائلِ وحی است در اطوارِ غیب — خامۂ معجز نمای و طبعِ حکمت پرورم

۴۵ و
عکسِ عالم در وجودِ خویش بینم منعکس — ور ز من باور کنی آئینۂ اسکندرم

تیغِ نطقم جاری است از شرق تا اقصای غرب[2] — گرچه حرفی نیست مانندِ زبانِ خنجرم

گر برد روح الامین بر آسمان اشعارِ من — مصحف کروبیان گردد سوادِ دفترم

تا سبق بردم بقوسِ قامت از گردونِ پیر[3] — شد دل دانشورم پیر و ددد پیکر پیکرم

چون نباتِ طبع را از پرده می آرم برون — پردۂ دوشیزگانِ عالمِ جان می درم

نغمۂ مرغانِ عرشی می کند چرخ استماع — از حریرِ کلکِ دستان سازِ معنی گسترم[4]

قندِ مصری گر رسد در گفتۂ شیرینِ من — آب گردد از حیای شعرِ همچون شکرم

هر نفس کاهی بر آرم از درونِ دردناک — همچو صبح از دل بر آید آفتابی انورم

شمعِ جمعِ فطرتم[5] خوانند من مانندِ شمع — از سر اندازی که هستم در مجامع سرورم

چون بعزمِ عالمِ بالا علم بیرون زنم — خسروِ انجم که باشد یک سوار از لشکرم

ای که میگوئی که بی جوهر عرض موجود نیست — از عرض بگذر که من در اصلِ فطرت جوهرم

من نه این موجودِ معدومم که می بینی مرا — غیر ازین صورت تصور کن وجودی دیگرم

تا بزیرِ کلاهِ توفیق دارم تکیه گاه — نو عروسِ عصمت آید هر شبی در بسترم

من کلیمِ طورِ توحیدم[6] نه هامان سیرتم — من مسیحِ[7] مهدِ تحقیقم نه رهبانِ مخبرم

گرچه همچون قطبِ گردون در تجرد ثابتم[8] — دخترانِ نعش را در چار مذهب شوهرم

---

[1] و. برم، [2] اصل در و. پر، [3] ب. پردرم، [4] ب. فکرتم، [5] ب. کلام ستر توحیدم، [6] ب. مسیح (کذا) و مخبر خلاف منظر یعنی دروں چیزی، [8] ب. باہم (کذا)۔

ساقی قدسم چو جام لایزالی می دهد | کی بمیرم کز کف خضر آب حیوان می‌خورم
گر بصورت ساکن دیر مغانم می نهند[1] | سالکان[2] را او ایمان را بمعنی رهبرم
صبح اگر قرصی خورم بینم که خوان سالار چرخ | بر کنار سفرهٔ همت نهد قرص خورم
چون بآهنگ صبوحم زهره در چرخ آورد | پرّهٔ روشن شود از چشمهٔ خور ساغرم

۴۵ ب

من که در ملک قناعت کوس محمودی زنم | کی بود چشم طمع بر تاج[3] و تخت سنجرم
گر بدامن زر بریزد بر سرم هر بامداد | من کجا از سکهٔ شاه فلک یاد آورم
تا مرا در خطبهٔ وحدت خطابت داده اند | هفت گردون نیست الّا یک ترنج[5] از منبرم
من که با عیسیٰ بباغ قدس دارم جلوه گاه | از خری باشد که آید یاد قصر قیصرم
از بت و بتگر تبرّا کرده ام همچون خلیل | لیکن از نیکو ببینی هم بُتم هم بُت گرم
چون نگشتم ملتفت هرگز بمال نُه پدر | ای پسر نام جهانِ چار مادر چون برم
اخترم میراث گیرد گر فلک خواند ولیک | طفل راهم گر بهفت اختر فرود آید سرم
نیستم با عشق آیا زانکه از فیض بقا | بی پدر پرورد چون عیسی مریم مادرم
زان بر وشن گوهری مشهور آفاقم که چرخ | همچو تیغ آفتاب از نور یابد گوهرم
کی بصورت دهم چون بادبان دل را بباد | از برای آنکه در دریای معنی لنگرم

---

[1] ب. نهد، [2] ب. ساکنان، [3] ب. تخت تاج، [4] ب. خلد، [5] ب. رخ (کذا)، و ترنج منبر شکلی باشد که بر منبر بصورت ترنج سازند ملا طغرا گوید ؎

چون ترنج منبر از لذت ندارد بهره

وعظ من مشنو چنین بیهوده زین لبستان اما — فرهنگ آنندراج

[6] ب. هم بت وهم بت گرم، [7] ب. مجنون، [8] ب. بقا، [9] ب چو،

[10] و. همچو تیغم آفتاب وی بتابد گوهرم ٭

گرچه در منصوبه بازی ناردم[1] از ده هزار — چون ببینی از جهات خویشتن در ششدرم

گرد از دور[2] فلک سیاره دامنگیر من — ورنه من فارغ ز چرخ پیر نیلی چادرم

گر بچشم خویش بینم نقش خود را در خیال — در خیال خود بچشم خویش بینی ننگرم[3]

همچو سرو و سوسنم آزاد بیند[4] از جهان — گر زمانه تاج زر بر سر نهد چون عبهرم

گر بهر سازم که بنوازد بسازم[5] با فلک — شاید از بر دف بگوید زهرهٔ خنیاگرم

من که در عالم نمی گنجم ز فرط کبریا — روشن ست این همچو خور کین خانه نبود در خورم

۱۴۶ و

گر فرود آیم بچرخ نیلگون مانند تیر — خسرو مشرق ز سر تا پای گیرد[6] در زرم

می نهندم نغمه ساز گلشن روحانیان — چون تذرو بوستان عترت پیغمبرم

می دهندم خلعت از دولت سرای قدسیان — تا درین[7] محنت سرا مدحت سرای حیدرم

کی رسم در ساکنان عالم علوی مگر — خویش را بگذارم وزین دیر سفلی بگذرم

گر مرا از دام خواجو باشد امید نجات
بال را بکشایم[8] وزین سبز طارم برپرم

---

[1] ب - ناردم (کذا) وده هزار و ده هزاران یعنی بازی چهارم است از نرد و عوام بغلط داو هزار گویند، (فرهنگ آنندراج)، [2] ب - چرخ، [3] ب - بنگرم، [4] ب - بینی - و نسخهٔ ب شعر ذیل بالای این شعر هم دارد:

گرچه از دریا و کان یک جوهر محصول نیست
حاصلات کان و دریا را بیک جو نشمرم (کذا)

[5] ب، چون فلک، [6] و - گرد، [7] و - تاکه در، [8] ب رسد، [9] و - بال بکشایم وزین سبز آشیان بیرون پرم ... جوهرم؛

در مناظرۂ شمع و مجمر و مدح وزیر غیاث الدین محمدؒ

صفحه ۱ و

دوش چون شاهِ حبش[1] بیرون خرامید از حرم ‖ راستی را همچو سرو از در درآمد دلبرم

مجمر و شمع و شراب آوردم و نقل و کباب ‖ گفتم امشب با تو[2] بزم نعش بپایان آورم

هر زمان با خویش می گفتم که بعد از مدتے ‖ این منم در صحبتِ جانان که جان می پرورم

بخت[3] از خواب گران برجست[4] این بشنید و گفت ‖ گر بخوابش دیدمی[5] هرگز نبودی باورم

شمع را دیدم که با مجمر زبان بیرون کشید ‖ گفت کز خونِ جگر هرچند پر شد ساغرم

جام زرّینم چون نهم بر دست پنداری جمم ‖ ور به تختِ زر برآیم راست گوئی نوذرم[6]

شام چون بر زر[7] دوزِ[8] زرّین لگن گردم سوار ‖ قلبِ شب با تیغ تیزِ گوهر آگین بر درم

سرکشی گردن فرازم لعبتی نوشین لبم ‖ کوکبی عالم فروزم شاهدی خوش منظرم[9]

و ب

گرچه در گیتی نمائی دم ز جامِ جم زنم ‖ هم درفش کاوه هم ضحاکِ افعی پیکرم

هر کجا بزمیست من او را چراغِ مجلسم ‖ هر کجا جمعیت من آنجا گواهِ محضرم

همچو جدول خط شنگرفی کشم بر چهره لیک ‖ راستی را در سوادِ شب تو گوئی منظرم[10]

شهسواری آتشین تیغ مرصّع جوشنم ‖ نیزه داری سیمگون[11] خفتانِ زرّین مغفرم

جام نوشین نوشم و ساغر نه[12] بینی بر کفم ‖ دلقِ شمعی پوشم و کسوت نیابی در برم

کرگسی زرّینه منقارِ درفشان مخلبم[13] ‖ شاهبازی تیز پروازِ درخشان شهپرم

همدم پروانه ام امّا بصورت طوطیم ‖ از مگس دارم نشان امّا بمعنی شب پرم

---

[1] ب ـ حرم ، [2] ب ـ تا سر ، [3] ب چشم ، [4] ب ـ والله ، [5] ب ـ نوذرم (کذا) ، [6] ا ـ زردۂ ، [7] ب ـ مہ ، [8] ب ـ او را من ، [9] د ـ بیاض است ـ ب ـ راستی را در سواد است تو گوئی منظرم ، [10] ب ـ سیمکان (کذا) ، [11] د ـ بنیی ، [12] ب ـ پیکرم ٭

گرم شد مجرس اندر دم جوابش داد و گفت ……[1] تاکی دهی دردسرم

من بسوز سینه دامن گیر ماهِ[2] نخشبم من بددِ دل هواخواهِ نگارِ بربرم

همنشینِ ماه رویانِ خطا و خلخم همدمِ نسرینِ برانِ قندهار و کشمرم

پیکری گوهر نگارم[3] وز جواهر زینتم لعبتی سیمین عذارم وز لآلی زیورم

بوستان نارم و گوئی ترنجی[4] از زرم نافه تاتارم و گوئی که گوی عنبرم

بزم گاهِ آتشین رویانِ عودی برقعم[5] جلوه گاه نار پستانان مشکین چادرم

همدم روحم ازان روح مشامم[6] راهبم دائر[7] دیرم ازان پیوندِ روح قیصرم

طبلهٔ عطار تاتارم نه چینی حقه ام کوزهٔ[8] باکورهٔ جانم نه زرین مجمرم

تا چه برجم زانکه گاهی ثابتم گه منقلب تا چه درجم زانکه هم پر لعل و هم پر گوهرم

گر جگر می سوزد از شیرینی شکر[9] مرا خسروان را جانِ شیرین می فزاید شکرم

هر نفس خورشید روی را شود[10] با من قران لاجرم هر ساعتی در احتراقِ[11] اخترم

پایگاهم بین که هم زانوی[12] سرداران شوم دستگاهم بین که همدست بتانِ آزرم

۱۰ زورق زرین مشکین[13] بادبانم وانگهی در محیط مجلس آتش عذاران لنگرم

عودی پرده سرایم[14] زانکه هستم خوش نفس گرچه هرگز کس نمی گوید که من خنیاگرم

رودِ من برساز[15] باشد گر بسوزد عودِ من نای[16] من در چنگ باشد گر نباشد مزهرم[17]

از که داری زنگ[18] منقراضت کرده اند آخر بگو زانکه باری من ترا از خرقه پوشان نشمرم

---

[1] ل. بیاض است، ب. کی دراز کشتی (کذا)، [2] ب. ماه وانجم، [3] ل. جوهر در تیتم. ب. وز جواهر ربتم (کذا)، [4] ب. ترنج آرد برم، [5] ب. برلعم (کذا)، [6] مسلم راهیم (کذا)، [7] ب. زائر دیدم، [8] اصل. کوزه، [9] ب. نگر را (کذا)، [10] ب. بود. [11] ب. اضراف اخترم. ل. احتراقت، [12] ب همزانوی، [13] ب. مسکین نرین (کذا)، [14] ب. بانوا، [15] ب. پرساز، [16] ب. نایم اندر، [17] ل. [illegible] (کذا)، ب مزمرم، [18] ل. رنگ ؛

گر ملمع باشدت دلق[1] و مشمع پیرهن — در میان دلقت اثر[2] زنار زنبور کافرم

نطع در بزم افگنی گوئی که میر مجلسم — تیغ بر گردون کشی گوئی که شاه خاورم

گر بود سرخاب فرزندت نه من[3] رویین تنم — در توداری مجلس سامی[4] نه من زال زرم

ناقصی[5] و معتلی وانگه لفیفی لازمست — من صحیحی در محل رفع و نصب[6] مصدرم

شمع گفت ای تیز مغز گرم سودائی مزاج[7] — من مه سیمین سپهر و شاه زرین افسرم

قبهٔ پیروزه گر خضرا بود[8] من اخضرم — زهرهٔ بربط[9] نوا زهرا بود من ازهرم

شامی شب خیز بزم افروز رومی طلعتم — حور آتش رهٔ عنبر موی مشکین معجرم

خرم و همچون سکندر[10] از سیاهی دم زنم — در بهینی[11] روشنم آئینهٔ اسکندرم

هرکه بیند روی من داند که ماه آبیم[12] — وانکه چیند نور من گوید که نار بربرم[13]

بو لهب خوانندم از بی مهری[14] اما هر شبی — در صوامع اشک می بارم تو گوئی بوذرم

انوری باشد اگر روشن بدانی نسبتم — عنصری باشد اگر نیکو ببینی جوهرم

از سنائی[15] دم زنم در بیتم ار بحثی رود — ور امامی باز گویم چون مسجد رهبرم[16]

دیدهٔ بهواش چون در شام بر روزم[17] او فتد — جان بپایم[18] در فشاند در زمان چون بنگرم

پیش روی شمس زرگر گر بمیرم دور نیست — زانکه چون زر در گداز از[19] مهر شمس زرگرم

گر زبانم نیش و لب نوش است انکارم مکن — زانکه زنبوراست در اصل طبیعت مادرم

---

۱ ب. ذات، ۲ ب. ولقب از (کذا)؛ ۳ ب. نه رویین تن منم، ۴ و. شامی، ۵ ل. ناقصی و مقبلی (کذا)، ب. ناقصی و معتلی، ۶ و. طیب. ناقص معتل. لفیف. صحیح. رفع و نصب همه اصطلاحات قواعد عربی یاد در آورده است، ۷ ل. خموش، ۸ ب. است من هم اخضرم، ۹ ل. بربط نواز. ب. بربط سازگر نامرست من از هرم (کذا)، ۱۰ ب. سیاهی و سیاهی دم بنم (کذا)، ۱۱ ب. نگوئی، ۱۲ ل. هرکه بیند نور من داند که تاری آبیم (کذا)، ب، هرکه بیند روی من بیند که ماه آبیم، ۱۳ ب. وانکه چیند یار من گوید که نور بربرم (کذا)، ۱۴ ب. پی مهری، ۱۵ ب. سیاهی (کذا)، ۱۶ ل. رهبرم، ۱۷ ب. بروزم، ۱۸ ب. سانم (کذا)، ۱۹ ب. بهر شمس ❊

۱۰ ب

گاه در صحراها بر چهره بارم اشک گرم — گاه در میخانه‌ها جامِ میِ نوشین خورم

قائم اللیلم ولی در شام باشد معبدم — صائم الدهرم ولی مستغنی از خواب و خورم

گر نباشد خامشی و آتش زبانی در دمِ من — بر نیاید سر بصدرِ صاحب دین پرورم

اختر برجِ معالی گوهر درجِ جلال — آفتاب دین و دولت منبعِ جود و کرم

زبدهٔ دوران غیاث الدین کهف الخافقین — آنکه گر گوید سزد کز هفت کشور برترم[1]

آصفِ جمشید قدر[2] و حاتمِ عیسی دم — صاحب خسرو نشان و خضر افریدون فرم

من همان گردون جنابم کز علوّ مرتبت — توتیای چشمِ هفت اختر بود خاکِ درم

در جهانِ دین و دولت از جهانداری شهم — بر سریر ملک و ملت از سرافرازی سرم

از علوّ قدر و رفعت آسمانی[3] ثابتم — وز فروغ رای و رایت آفتابی[4] انورم

سرفرازان با سر سیاره تا جم می نهند — لاجرم چون تاج بر گردن فرازان سرورم

۲

گردم از مهرم زند گردون عجب نبود چو صبح — زانکه در گیتی کشائی آفتابی دیگرم

مرحبا شاید که بر گیری ز خاک ره مرا — زانکه همچون مردم[5] چشم خود اصلی گوهرم

من همان مرغم که چون پرواز کردم ز آشیان — گشت خاک آستانت مدنی[6] آبشخورم

آتشِ دل بر دیم بر دودمن در پیچ و تاب — چون رسن زرین چنبری چرخ زهره چنبرم

دیده را آب خنک نه دارم درین غم کز چه رو — از تر و خشکِ جهان نبود جز این خشک و ترم

خویشتن را بر رکابت بسته‌ام ورنه[7] مرا — کی تو بر فتراک می بندی که صیدِ لاغرم[8]

هفت جلد چرخ زیبد دفتر دیوانِ من — گر بود بیتی بمدحت بر کنار دفترم

هر کجا بینم بجز مدحت نرانم بر زبان — هر کجا باشم بجز راه دعایت نسپرم[9]

هر شبت معراج و هر روزت ز نو نوروز باد — تا بمعراجِ مدیحت از کواکب بگذرم

---

[1] ب. بگذرم، [2] ب. قدره. خاتم. [3] ب. آسمان، [4] ب. آفتاب، [5] ب. نزد، [6] ب. مدت
[7] ب. ورنی، [8] ب. کر تو فتراکم نبندی زانکه صید لاغرم (کذا)، [9] این شعر از نسخهٔ ب افتاده است.

در مدح وزیر شمس الدین زکریا

باز جمشید زمرّد سلب زرّین جام — خسرو قلعهٔ قلعی صفت مینا فام — صفحه۲۱ب
رفت با طالع فرخنده ز برج[1] برجیس — راند با فرّ فریدون سوی کاخ بهرام
گوشهٔ چتر[2] برافراخت ز ماهی تا[3] ماه — کرد یاقوت بخون بره[4] زرّینه حسام
ابر آذار[5] زند کوس بشارت که ربیع — بر سر کوه زد از لالهٔ عقیقین[6] اعلام
آسمان فرش زمرّد بچمن باز کشید — تا برآیند عروسان نباتی[7] ز خیام
دامن کوه بود شعب[8] بوانات بصبح — عرصهٔ دشت شود سغد[9] سمرقند بشام
خیز و بنگر گل سوری شده در باغ عروس — سرو رقاص و چمن[10] حجله و گوینده حمام
سبزه در بند شده روضهٔ رضوان از جود — پای تمار آمده بتخانهٔ چین از اصنام
باد زنجیر کشانش بچمن می آرد — آب سیمین[11] تن روشن دل نازک اندام
گل برون آمد و بر مسند گلریز نشست — می کند سرو خرامانش ازین روی قیام
تیغ کوه از چه برآورد بدینسان[12] زنگار — نم کشیدست ازین پیش همانا ز نیام

---

۱ ب. قصر، ۲ ب. تخت، ۳ ا. بر، ۴ ب. ره زرّینه فام (کذا)، ۵ ب. آواز، ۶ ب. عقیق.
۷ ب. بتماشا، ۸ ا. شغف بواقات (کذا)، ب. دامن کوه شود دلواماماتبصبح (کذا) صرف نظر از هردو
تصحیح شد. وشعب بوانات یکی از جنات اربعه دنیا بشمار می رود و این وادی بوان یا بوانات درفارس
است درحوالی ده سفید، ۹ ا. ب. سعد،
۱۰ ب. چمن و حجله و گوینده حمام (کذا)،
۱۱ ب. سیمین وش،
۱۲ ازین سان ٭

۱۱۳ و | نرگس مست نگر تبشی[۱] و منفرد در دست | چون زرِ پخته مرکب شده در نقرهٔ خام
آفتابست بر آورده سر از روزِ سپید | یا سهیل است مقارن شده یا ماهِ تمام
در چنین وقت چه خوش باشد اگر دست دهم[۲] | صبحدم با صنمی لاله رخی سرو خرام[۳]
۱ | آفتاب از مه نو جری درین یک دو سه روز | پیش از ان کند رته[۴] یکساله رسد ماهِ صیام
یا بجز سایهٔ اقبال خداوند مخواه | کافتاب از نظرش نور[۵] شرف گیرد وام
اخترِ برجِ[۶] شفا . بحرِ هنر . کهف بشر | گوهر درج بها . کانِ کرم . فخر کرام
شمس داد و دل و دین زکریا که جهان | از سرِ کلکِ قضا قدرتِ او یافت نظام
آنکه هر صبح شهنشاه سرا پردهٔ چرخ | از رهِ بام بدرگاه وی آید بسلام
بیت معمور بگردِ درِ او کرده طواف | کعبه بر رکنِ[۷] حریم حرمش کرده مقام
گر مریرِ قلمش گوش کند تیرِ دبیر | بچکد همچو قلم خون سیاهش ز مشام
هر که اه هندوی آن خامهٔ[۸] مصری گردد | همچو شمشیر بر آرد بجهانگیری نام
ای که با حکم تو شد مرتفع از چرخ شتاب | وی که با عزم[۹] تو شد منقطع از کوه آرام
آتشِ تیغ تو در خانهٔ خورشید مقیم | بادهٔ مهر تو در ساغرِ ناهید مدام
نرگس از شوقِ لقای تو همه عینِ نظر | سوسن از حرصِ ثنای تو همه محضِ کلام
قاصرِ از ضبط مقادیرِ جلالت ادراک | عاجز از نقشِ نصا ویرِ کمالت اوهام[۹]

---

[۱] ا تبشی . ب مستی و ساغر . صرف نظر از هر دو تصحیح شد و تبشی طبقی باشد آب گردان از مس وغیره . ابن یمین گفته

باز در طرف چمن ساقی سرمست نهاد

بر سر تبشی سیمین قدح زرِ عیار (فرهنگ آنندراج)

[۲] این شعر از نسخهٔ ب افتاده است . و در نسخ ا ، ب شعر ذیل هم درج شده شمس قرا سپهر و گل گنجینهٔ چمن . بدر میدان افق بهر درون صافی جام (کذا) ، [۳] ب . مه یکساله شود ماه صیام (کذا) ، و آفتاب ظاهراً کنایه از شراب و مه نو کنایه از پیمانه است ، [۴] ب . بود و شرف ، [۵] ب . نجا ، [۶] ب . کرده گرد ؟ ، [۷] ب . جامه ، [۸] ا . پاس [۹] و اقلام

شاهِ خنجرکشِ لعل افسرِ پیروزه سریر | بر فرازِ شرفِ قصرِ تو چوبک زن بام[1]
بسته چون سبحِ مثانی ز پیِ رفعت[2] و قدر | آسمان آیتِ اخلاص تو به هفت اندام
بر دم شیر زند مور بدورِ[3] تو گره | بر سرِ پیل کشد[4] پشه بعهدِ تو لگام ۱۳ب
گر نه نیرنگ زدی لطفِ تو بر لوحِ وجود | نقشِ اطفال مصوّر نشدی در ارحام
زیورِ فطرت و آرایشِ ابداع[5] توئی | زان سبب شد گهرت واسطهٔ عقدِ انام
اهتمام تو کند نشوِ[6] قوایِ ارواح | انتقام تو کند قطع نمای[7] اجسام
خون[8] بگرید ز نهیبِ سرِ تیغِ تو اجل | آب گردد ز حیای کفِ تو دستِ غمام[9]
چرخ اگر نفحهٔ[10] خلقِ تو کند استنشاق[11] | گردد ش پُر[12] نفسِ نافهٔ تاتار مشام
صبح آتش دلِ اگر دم ز نهیبِ تو زند | بگسلد مشرقی تیز رو مهر زمام
بکر فکرم[13] که بمدح تو بود سحرِ حلال | از تواضع بر او خاک شود بیتِ حرام
تا بود قاعدهٔ دَور[14] و تسلسل باطل | تا بود لازمهٔ جنبشِ افلاک دوام[15]
باد اقبالِ ترا دور و تسلسل لازم | باد عمرِ تو چو دورانِ فلک بی فرجام[16]

ساقیِ طبع[17] ترا دردیِ گیتی شده صاف
رایضِ قهر[18] ترا توسنِ گردون شده رام

---

[1] ا۔ نام، [2] ب۔ عزّ، [3] ب۔ بدل، [4] ا۔ کند، [5] ب۔ ارواح، [6] اصل۔ نشر، ب۔ قوی
از ارواح (کذا)، [7] ا۔ نوای، [8] ب۔ چون بگرد، [9] ب۔ عمام، [10] اصل۔ نفحه، [11] ب۔ استشمام
[12] ا۔ بر، [13] ب۔ فکری، [14] ب۔ دور تسلسل، [15] ب۔ تا بود عمر بدوران فلک بی فرجام، [16]
این شعر از نسخهٔ ب ساقط شده،
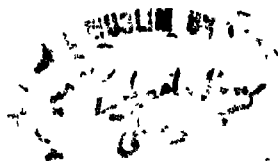
[17] ب۔ درد،

[18] ب۔ حکم؟

در مدح رکن الدین عمید الملک

غه ۲۵ ل

زهی عذار تو دار القرار[1] مردم چشم — درون چشم تو جای قرار[1] مردم چشم

سواد خط[2] تو هندوچهٔ حدیقهٔ جان — بیاض روی تو باغ و بهار[3] مردم چشم

هلال ابروی تو طاق منظر[4] دیده — قد تو نارون جویبار مردم چشم

لب تو چشمهٔ آب حیات[5] خضر روان — خط تو نافهٔ مشک تتار مردم چشم

هوای روی تو بستان سرای دیده[6] دل — فضای کوی تو دار القرار مردم چشم

حدیث[7] لعل تو نقل و شراب مجلس روح — خط و عذار[8] تو لیل و نهار مردم چشم

ببوی زلف تو خرم دل نسیم بهار — بروز روی تو خوش روزگار مردم چشم

شکسته از لب لعلت دل عقیق یمن — گرفته از می[9] مهرت خمار مردم چشم

خط غبار تو ام روز نامهٔ دیده — خیال چشم تو ام یار غار مردم چشم

نه دل کرده ز جور تو خونیان سرشک — درین دو حجرهٔ گوهر نگار مردم چشم

چنانکه آتش مهر تو آب زمزم[10] برد — ببرد آب رخت آب کار مردم چشم

روان بروی در آید سرشک گرم[11] روم — اگر عنان کشد از شهسوار مردم چشم

مرا که آینه داری کنم بچشم دمرا — بود جمال تو آینه دار مردم چشم

دوکان دیده پر از جواهر بحرین — فرو گرفته یمین و یسار مردم چشم[12]

کنند جوهریان سر[13] چه چشم — عقود لولوی لالا[14] نثار مردم چشم

---

[1] ل ـ ب (کذا)، [2] ب ـ خاک، [3] ب ـ باغ بهار، [4] ب ـ نطاق مردم، [5] ب ـ حیات خضر دوان (کذا)، [6] ب ـ دیدهٔ دل، [7] ب ـ حدیث لعل، [8] ب ـ خط عذار، [9] ل ـ می سحرت، [10] ب زمزم، [11] ل ـ کرم ـ ب ـ کردم، [12] نسخه ب این شعر ندارد، [13] ب ـ چشم، [14] ل ـ لالہ ٭

۲۵ب

چو پیش چشم من آئی بطرفة العینی | کنم قرار گهت در جوار مردم چشم
دلم چو خیل خیال تو در رسد گوید | که ای بقصد من خسته یار مردم چشم
بیا که جات کنم بر کنار مردم چشم | زیادتم چه دهی انتظار مردم چشم
تو در میان حریفان بخفته[1] مست و خراب | خیال چشم توام در کنار مردم چشم
ز دیده بانی چشم چه سود ازانکه سرشک | بلحظه بگشاید حصار مردم چشم
عجب که جعفر سفاح چشم خون بارم | نمی رود ز پی کارزار مردم چشم
مرا ز مهر تو گوئی که ابر نیسانیست[2] | بعینه قطره سیل بار مردم چشم
چو کرد مردم چشم نظر بجانب تو | دلم زره[3] بشد از ره بگذار مردم چشم
شوم مقیم درت تا بروی من چه رسد | ازین دو[4] هندوک نابکار مردم چشم
ز بس که سرخ برآید سرشک من مردم[5] | گمان برند که شد شرمسار مردم چشم
چو خون خویش کند بر من شکسته حلال | چرا بجان نشوم دوستدار مردم چشم
اگرچه اجری[6] و ادرار من ز خون دل است | شدم بعهد تو ادرار خوار مردم چشم
بگیردم نمک آب دیده در دیده | بچشم اگر نشوم حق گزار مردم چشم
ز مهر گلشن حسن تو خار مژگانم | کند بخون جگر خار خار مردم چشم
غبار خط تو بر آب چون براند بینم | بآب دیده بشویم غبار مردم چشم
خیال روی تو گوئی بچشم[7] ما آبیست | که هست منبعش از چشمه سار مردم چشم
کشید نقش تو خط در نگارخانهٔ چین | ببرد رونق آب نگار مردم چشم
نکرد منزوی دیده این مقبل سواد | مگر مدینه خداوندگار مردم چشم
چراغ چشم جهان آنکه روشنست که نیست[8] | نهان ز حکم قضاش[9] آشکار مردم چشم

---

[1] ا. خفته، [2] ب. نیسانست، [3] ا. ریشه (کذا)، [4] ا. هندوک، [5] ا. هردم، [6] ب. اجیا. و اجری یعنی وظیفه و طعام هر روزه که بمحتاجان دهند و علوفه، [7] ا. من، [8] ا. هست، [9] ب. قصاص ٥

۱۲۹ ر

مدارِ مرکزِ عالم که فرض مین بود — بگردِ مرکزِ قصرش مدارِ مردمِ چشم

خدایگانِ جهان رکن دین عمید الملک — فروغ دیدهٔ چرخ افتخارِ مردمِ چشم

مهِ سپهرِ جلال آنکه خاکبوسِ درش — بود بعینِ رضا اختیارِ مردمِ چشم

بآب روی بود افتخار مردم من — بخاک پاش[1] کنم اعتبار مردم چشم

زهی بصورت و معنی چو مردمِ دیده — عزیز کردهٔ صورت نگار مردمِ چشم

تو آن سپهر جنابی[2] که نعلِ شبرنگت — شه سپهر کند گوشوار مردمِ چشم

اگر نه حفظ تو باشد به آورد هر دم — غبار حادثه گرد[3] اندیار مردم چشم

ببینی نست که داد ست پرده[4] دار بصر — درون[5] منظرهٔ دیده بار مردم چشم

بفرّ دولتت از نرگسی والاشه[6] — درین حدیقه[7] شعار و دثار مردم چشم

ز بهر صدرِ تو کس قالبی نیافت[8] چنین — مرقّع از گهرِ شاهوارِ مردمِ چشم

نگاهِ مدحِ تو باشد ضریر[9] و اعشی را — سوادِ شعرِ چو آبم شعارِ مردمِ چشم

عروسِ طبعِ من آن ماهِ عنبرین[10] موست — که هست باغ رخش لاله زار[11] مردم چشم

کند رکاب[12] فلک سای نعل که کوبت — سوار عرصهٔ گردون سوار مردم چشم

همیشه تا بود آهوی چشم خوبان را — بروبهی دل شیران شکار مردم چشم

سواد مدح تو بادا بیاض چشم و مباد[13]
بجز[14] نوشتن مدح تو کار مردم چشم

---

[1] اصل- باش، [2] د- جنابی- ب- جلال، [3] د- کرد- این شعر از نسخهٔ ب ساقط شده، [4] ب- پرده، [5] ب- برون، [6] ب- بفرّ دولت تو بر کسی که والا شد (کذا)، [7] ب- حدیق شعار و دثار (کذا)- و دثار جامه که بر بالائی جامهٔ دیگر پوشند و آن جامهٔ زیرین را شعار گویند، [8] ب- نیافتی، [9] ب- صریر- ضریر؛ اعشی لقب شاعری عظیم الشان است و بمعنی شب کور نیز آمده و آنکه شب و روز کم بیند و ضریر یعنی نابینا، [10] د- عنبر موست (کذا)، [11] ب- مرغزار (کذا)، [12] ب- زکاب (کذا)، [13] د- مبادا (کذا)، [14] ب- بجز (کذا)۔

باستخوان رسیکاردی که در دست داشت کار فرموده بر شکم امیر شیر حاجی زد و زخمی گران بدو رسید، و امیر اویس و فرزند او یوسف و امیر خسرو را شهید کردند، امیر شیر حاجی بواسطهٔ زخمی که از کارد خورده بود در روی افتاد و جبین او را کشته انگاشته بمردگی گذاشتند، و امیر غیاث الدین علی ترخان را زخمی عظیم رسیده بلطایف حیل جان از آن غرقاب بساحل نجات رسانید، و امیر محمد ترخان پناه به پهلوان حسین دیوانه برد[۱] نظم

کالمستجیر من الرمضاء بالنار[*]

و همراه او از کوشک بیرون رفت و آن بی انصاف چنان جوانی را بی موجبی بقتل آورد، و راه خواف که سیورغال او بود پیش گرفت، و امیر نظام الدین احمد که از آن قتل گاه بیرون رفته بود از راه زیارتگاه عزیمت ولایت تون نمود که امیر سلطان حسین[۲][*] برادر او آنجا حاکم بود، در اثناء راه (ورق ۴۵۸ ب) پهلوان حسین پیش آمد و بجای سلام و پیام سخن سهام و حسام در میان (ورق ۴۵۸ ب) آوردند و معامله از مجادله بمجادله کشید و کار بمقابله و مقاتله رسید، و پهلوان حسین غالب آمده[۳] امیر احمد کشته شد[۴] نظم

افسوس از آن امیر صایب تدبیر

و امیر غیاث الدین محمد ترخان و مولانا احمد[*] یساول از میان آن فتنه بکنار آمده بدی امید بجانب میرزا سلطان ابراهیم آوردند، و شرح واقع بعرض رسانیدند[۵] میرزا سلطان ابراهیم چون شرح احوال استماع نمود بقوت فطانت استدلال نمود که این همه بدایع گوناگون که نقش پرداز

---

[۱] ک با —— ، [۲] روضة الصفا ۲۷۴/۶ س ۱ : علی سلطان (بجای سلطان حسین) ، [۳] آ ک ت با ب : کشته (بجای آمده) ، [۴] اک —— ، —— آ با ب : محمد غیاث (بجای غیاث الدین محمد) ، حبیب السیر : محمد غیاث الدین ، —— و در حبیب السیر : امیر احمد فیروزشاه که بمکارم اخلاق اتصاف داشت شربت شهادت چشید (بجای امیر احمد کشته شد) ،

[۵] آ ک ت ب ب : رسانید (بجای رسانیدند) ، با مثل متن ،

کارگاه کن فیکون بظهور می آرد طلسم گنج دولت اوست ٭

وامیر شیر حاجی چون کاری بدین هولناکی ارتکاب نمود میرزا شاه محمود را از باغ زاغان بشهر آورده بحصار اختیار الدین در آمد، و مهد علیا گوهرشاد آغا را نیز در آورده در مدرسه[۵] حضرت خاقان سعید ساکن ساخت فاما[۶] امیر شیر حاجی قوی ضعیف و سخت سست و نیک بد حال بود و بعلاج فراج و استراحت جراحت اشتغال نمود و پیوسته خبر می رسید[۷] که میرزا سلطان ابراهیم عزم رزم و پیکار و آهنگ جنگ و کارزار دارد، و میرزا شاه محمود بباغ مختار فرود آمد[۸] و چون شهر[۹] خالی ماند جناب فضائل مآب مولانا اعظم علامة العالم قاضی قطب[۱۰] الدین احمد الامامی باشارت مهد علیا اوّلاً حصار اختیار الدین را مضبوط ساخته و بدروازها رفته مستحفظان تعیین کرد و در شهر منادی فرمود که هرکس دست تطاول دراز کند و پای از حد خود فراتر نهد موجب قتل خواهد بود، و بحسن التفات آن بزرگ دار السلطنه هراة مضبوط شد ٭ ۱۰

---

۵ در حبیب السیر بعدش «که در برابر آن قلعه است». روضات الجنات (۲۲۰ ل): «بمدرسه شاهرخ میرزا بپای حصار»، در روضة الصفا (۶: ۲۲۲ س ۳) گفته است: امیر شیر حاجی ...... امیرزاده شاه محمود را بقلعه اختیار الدین در آورده مهد علیا گوهرشاد آغا نیز باستصواب او بشهر آمد و در مدرسهٔ خاقان سعید ساکن گشت. ۶ آ، آب، اک. اما (بجای فاما) ۷ فقط آ: می پرسید (بجای می رسید)، در حبیب السیر گفته است که بعد از روزی چند که جراحت شکم امیر شیر حاجی التیام یافت خبر رسید الخ ۸ آ، آ: فرمود (بجای فرود آمد)، ب: نزول فرمود، اک: فرموده ، ۹ بجایش در حبیب السیر: «هراة از امرا و ارکان دولت بابری عاری ماند» ، ۱۰ برای ترجمهٔ قاضی قطب الدین احمد بن مولانا نور الدین محمد بن قاضی جلال الدین محمود (م ۸۰۰ه)، رک به حبیب السیر (۳: ۳: ۱۹۸)

ذکرِ جلوس میرزا سلطان ابراہیم[1] بر سریر سلطنتِ مملکتِ خراسان

قال اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ[2] وَلَقَدْ آتَیْنَا اِبْرَاهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عَالِمِیْنَ عنایتِ حضرت آفریدگار چون رایتِ خُلّت[3] وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا برافراخت خلعتِ اجتبا[4] اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِیْفًا مرتب ساخت[5] وارادتِ قادرِ مختار چون وجنات کاینات را بانوار عدل و احسان برافروخت خرمن پندار مخالفان را ہم بآتش ظلم و طغیانِ ایشان درہم سوخت، و نورِ عنایتِ الٰہی چون رقم اختصاص بر ناصیۂ سعادتمندی کشد محتاج از دیادِ لشکر و اسباب دیگر نباشد، و جنود تائید نامتناہی چون معاونت صاحب دولتی نماید موقوف خیل و حشم و طبل و علم نشاید و نباید ٭

موافق این مقال حال فرخندہ مآل میرزا سلطان ابراہیم است کہ چون از حبس خلاص یافتہ بطرف آب مرغاب بیرون رفت، در آنجا بسی معالک و مہالک گذرانیدہ بصنوفِ حادثات و فنون واقعات مبتلا گشت، و باز عنایت الٰہی اسباب سلطنت و پادشاہی مہیا گردانید، و بعد از انواع مشقت و زحمت بسریرِ سلطنت رسانید، و موکب سلطنت انتساب از نواحی آب مرغاب (ورق ۵۸ ۲ ب) عزیمت نمود و منازل و مراحل پیمود تا صباح سہ شنبہ ہفتم ماہِ رجب نزدیکِ باغِ مختار رسید، و میرزا شاہ محمود تنگِ اسپ فرار تنگ برکشید و عازم صوبِ مشہد گشت، و امیر شیر حاجی بطرفِ حصار نیرہ تو بیرون رفت، و در ہمین روز میرزا سلطان ابراہیم باسعدِ فال و آمین حال نصف النہار در باغ مختار ع

---

[1] ولد میرزا علاء الدولہ [2] آب ب ــــ، با آک مثل متن، [3] قرآن مجید ۲۱ (الانبیآء): ۵۲، [4] قرآن مجید ۴ (النسآء) ۱۲۵، [5] قرآن مجید ۱۶ (النحل): ۱۲۰، [6] فقط در ک،

بطالع که شود مشتری از و مسعود

نزول فرمود.

وجمعی از سپاه ظفر پناه درقفای گریختگان برسم نکامشی[1] رفتند، ملک قاسم ولد امیر اسکندر[2] ترکمان و دولت کلدی[3] طغائی[4] و قرامان ترکمان و حاجی خلیل و برادر او حاجی عبد الله را گرفته آوردند، و ملک قاسم و قرامان بشفاعت مهد علیا گوهرشاد آغا خلاص شده باقی بقتل آمدند وجمعی که درعقب امیر شیخ حاجی رفته بودند باو رسیده جنگ سخت کردند و بدست او[5] زخمی رسیده مجروح بحصار نیره تو رفت.

ومیرزا سلطان ابراهیم بر بشارت[6] این فتح نامدار شکر مواهب آفریدگار بادا رسانید، داعیان حضرت را از ابر[7] عنایت و باران عاطفت خرم و تازه گردانید، و بر سریر[8] سلطنت آبا و اجداد عظام مقام و آرام فرمود، و انواع احسان و اکرام نسبت با خواص و عوام لطف و کرم نمود، و درتهنیت جلوس همایون این رشحه[9] در سلک عبارت انتظام یافت. رباعی

شاهی که بعدل دستگیر ملک است   چون دولت و بخت ناگزیر ملک است
بنشست چو بر سریر شاهنشاهی   تاریخ جلوس بر سریر ملک است
۸۶۱

ومیرزا سلطان ابراهیم در آن بلدهٔ دلکشا و خطهٔ جانفزا استقرار فرمود، و از آسیب حوادث

۱- ک. نکامشی، آ: نکامشی، — نکامیشی یعنی عجلت و تعاقب است رک به لغات نوائیه ص ۲۱۶. ۲- حبیب السیر (۳، ۳: ۱۶۹) اسکندر قرا یوسف (بجای اسکندر ترکمان)، ۳- حبیب السیر: کیلدی طغای، ک، و، روضة الصفا: کلدی ۴- آ، آب: بدست (بجای بر دست او)، ۵- ک، تیسیر، آ ب مثل متن، ۶- فقط ک. پرتو (بجای ابر)، ۷- فقط ک —، ۸- ازین کلمه ظاهر است که این رباعی از مصنف کتاب است و در حبیب السیر (۳: ۳، ۱۶۹) گفته است: یکی از فضلا این رباعی در سلک نظم انتظام داد،

زمانه چندگاهی بر آسود، و خواجه[1] شمس الدین محمد بخاری بشرکت خواجه سعد الدین[2] محمد* صاحب
دیوان شدند، و مال اودئیل[3] وزرِ لشکر بقدغن[4] تمام[5] مستخلص گشت، و او اسطِ ماه شعبان میرزا
سلطان ابراهیم بعزمِ رزمِ میرزا شاه محمود عزیمت نمود، و داروغگی شهر را بجانب امیر قرا بهادر
که از مخصوصان میرزا علاء الدوله بود عنایت فرمود، و چون اعتماد کلّی بر جانب مولانا احمد
یساول داشت کوتوالی حصار اختیار الدین را بعهدهٔ کاردانی او باز گذاشت، و چون مولانا
نوبتی دیگر این کار کرده بود این کرّت هرچه درکار بود بدست آورد، و توکّل کلّی[6] بر عنایت
حضرت عزّت نموده بقلعه درآمد ❖

ذکر محاربهٔ میرزا سلطان ابراهیم و میرزا شاه محمود

سابقاً مذکور گشت که میرزا شاه محمود از باغ مختار بصوب مشهد عزیمت نمود و چون
بسعادت آن مقام متبرک استسعاد یافت امراء پادشاه مرحوم میرزا ابو القاسم بابر از اطراف
ممالک خراسان پیش ولدِ رشیدِ او جمع آمدند و باتفاق اَلحَقُّ دُ اَحْمَدُ خوانِ عازمِ تسخیرِ
دار السلطنهٔ هراة شدند، چون میرزا سلطان ابراهیم بدین معنی وقوف یافت و آوازهٔ عزیمت
میرزا سلطان ابو سعید نیز رسید[7] متوجه صوب مشهد[8] گشت، و صاحب اعظم خواجه وجیه الدین[9] اسمٰعیل*

---

[1] در حبیب السیر (۳: ۳/۱۶۹) و دستور الوزراء ص ۳۶۷ ذکر این دو (خواجه شمس الدین و سعد الدین) را داده.
در حبیب السیر ۳: ۳/۱۵۲، مولانا محمد بخاری معاری نوشته است بجای خواجه شمس الدین محمد بخاری، [2] آ ب بـ
محمد سعد الدین (بجای سعد الدین محمد) اک: سعد الدین، [3] آ: اودئیل، آ: اودیل، بـ: اردیل، اک: اودبل
—— اود بمعنی گاو است، یعنی سال گاو، [4] فقط بـ: بقدغن، [5] فقط در ک ——، [6] فقط آ: کلی،
[7] آ ب بـ اک: می رسید (بجای رسید)، [8] فقط آ ——، [9] دستور الوزراء ص ۳۶۴:
وجیه الدین محمود بن اسمٰعیل ❖

سمنانی که سالها وزارت میرزا بایسنغر و میرزا علاء الدوله و وزارت و امارت میرزا ابو القاسم بابر کرده بود و درین ولا از میرزا شاه محمود روگردان شده پناه باین درگاه آورده بود (ورق ۴۵۹ و) گرفته و بعد از شکنجه بسیار در ولایت توشیج بقتل آمد. و میر رجب[1] که داروغهٔ هراة بود و مدتی میرزا سلطان ابراهیم را محبوس می داشت بواسطهٔ تقصیری که در خدمتکاری کرده بود بموافقت خواجه وجیه الدین متوجه شهر[2] عدم شد ٭ (۴۵۹ و)

و در نواحی قصبهٔ کوسویه نزدیک رباط امیر شاه ملک[3] آن دو لشکر جرار و آن دو دریای خونخوار بهم رسیدند، بهرام تیغ گذار از مهابت آن کارزار تیغ از دست انداخت، و سماک رامح نیزهٔ خطی خرد[4] ساخت، صفدران آن دو لشکر چون دریا زره پوش گشتند، و بسان آسمان جوشن درشدند، و بعزم رزم در آهنگ جنگ صف کشیدند، پرتو خنجر در غبار آوردگاه[5] از لمعان برق میان ابر سیاه حکایت می کرد، و زبان سنان در قبضهٔ مبارزان از شهاب ثاقب سخن[6] می گفت، صوت نای روئین بمسامع ساکنان قلعهٔ فلک[7] افلاک رسیده، و صدای کوس حربی صور اسرافیل در جهان[8] دمیده بیت

زغریدن کوس حربی ز دور	گمان بود کامد سرافیل و صور
گره در گلوها فرو بست گرد	ز بی خونی اندامها گشت زرد
ز فریاد و افغان چون رستخیز	بوحش بیابان درآمد گریز

[1] یعنی بالفاظ دستور الوزراء "مجال حال خود را بداغ بیوفائی معیوب گردانید". [2] آ و حبیب السیر: حبیب بجای رجب؛ ب، ت اک: جب، آ: حب، روضة الصفا (۶: ۲۲۷ س ۱۹): میر حبیب (و ب ص ۲۲۹ س ۳: امیر حبیب الله)، و ب ۲۲۵ س ۳۳: امیر حبیب داروغه که حاکم این ولایت (یعنی هرات) بود. [3] فقط آ: راه (بجای شهر). [4] نسخهٔ حاشیه در روضات الجنات (ورق ۲۲۱ و) شاملاک (بجای شاه ملک)، روضة الصفا (۶: ۲۲۷) مثل متن. [5] ک آ: مرد (بجای خرد). [6] فقط ک ــــــ. [7] ب: ملغ، آ، اک مثل متن. [8] فقط آ: جان (بجای جهان).

افواج آن دو لشکر در کوشش آمدند و چون امواج بحر اخضر جوشش برآوردند، تیرها چون سپلو ملخ فضاء صحراء هیجا را سیاه کرده نقاب کحلی بر رخسار آفتاب می بست، و پیکانهاء آبدار چون پند ولپذیر ناصحان در دلهاء مبارزان می نشست و باد حملهٔ دلاوران حلقها زلف زره را از هم می کشاد، و سرشک خون یلان طرهٔ قیرگون پرچم را رنگ بقم می داد، طاؤس امان از جلوه باز ایستاده چون زاغ کمان گوشه گرفت، و شاهین اجل پر و بال کشاده مرغ روح را صید کرد، از غبار سم سمند جهان نورد روی هوا فلک اغبر شد، و از خون دل شیر مردان در نبرد روی زمین کان یاقوت احمر گشت، عاقبة الامر

ستیز دو لشکر چو از حد گذشت
زمانه یکی را ورق در نوشت

ابتداءً سپاه میرزا شاه محمود غالب شده میمنه و میسرهٔ مخالف را برداشتند و اینجا گرفته متوجه دار السلطنه هراة گشتند، اما قلب منقلب نشده در مقام خود آرام داشت و بحکم الامور بخواتیمها امیر نظام الدین احمد ترخان که در کمال پر دلی آیتی و در میان لشکر منصور رایتی بود از قلب حمله کرد، و بیک دستبرد بهادرانه و بیک حملهٔ دلاورانه جملهٔ لشکر مخالف را از پای در آورد، و برادر او یعقوب ترخان را زخم تیغ بر روی آمد روی از جنگ برنتافت و همچنان بجنگ مخالفان می شتافت، و بزخم تیر و شمشیر هر طرف که می تاخت دشمنان را دو یکی و یکی دو[1] می ساخت، و بعد از آنکه میرزا ابراهیم سلطان بکلی مغلوب شده بود باز بسعی امیر احمد ترخان غالب گشت، و میرزا شاه محمود دیگر بار سپاه فرار عازم صوب مشهد شد، و امراء و سرداران او در قید اسار گرفتار آمدند بیت

زهر سو کشان دشمنی چون نهنگ
بگردن در افتاده یا پالهنگ

---

[1] نقل از ب۔۔۔، ک: را دو (بجای دو)، آ: آ شل متن۔

(۴۵ب) وغنایم بسیار در قبضهٔ (ورق ۲۵۹ ب) تصرف سپاه ظفر شعار آمد و میرزا سلطان ابراهیم شکر مواهب الهی و مکارم نامتناهی بجای آورده متعاقب گریختگان بجانب مشهد روان شد، و خبر فتح روز دوشنبه بیست و پنجم شعبان چاشت بلند بدار السلطنه هراة رسید که میرزا شاه محمود غالب شده، و بعد از زمانی مردم بسیار آمدند که میرزا سلطان ابراهیم مظفر و منصور گشت، و در همین روز نصف النهار قاصد میرزا سلطان ابوسعید رسید و نشانها بنام اکابر آورد که فردا صباح بفوز و نجاح رایات نصرت آیات نزول اجلال[۱] می فرماید بیت

آن یکی می گفت فردا می رسد سلطان عصر
خواب از چشمم برفت امشب که فردا کی رسد

و مولانا احمد یساول و امیر قرابهادر اختیار حصار اختیار الدین کرده بقلعه در آمده بودند و تمام دروازها شهر را بسته، و در زمانی که میرزا سلطان ابراهیم بعزم رزم میرزا شاه محمود نهضت ۱۰ نمود جناب شیخ الاسلام الاعظم قدوة علماء الامم مولانا قطب الدین یحیی التفتازانی[۲] مدظله را برسم رسالت و مصالحت پیش میرزا سلطان ابوسعید فرستاده بود، و آنحضرت با شیخ الاسلام ملاقات نموده فرمود که چون بهراة آمدیم هرچه مصلحت وقت باشد چنان خواهد شد، در همین وقت که قاصد میرزا سلطان ابوسعید بشهر آمد جناب شیخ الاسلام بدروازهٔ ملک رسید و مولانا احمد و قرابهادر که دروازه ها را بسته بودند پل[۳] آن را نیز کشیدند و جناب شیخ الاسلام در میان دروازه و پل معطل[؟] حیران ماند تا خبر رسید که امیر جلال الدین سید مزید که از عظماء امراء میرزا سلطان ابوسعید ست نزدیک دروازه رسید، مولانا احمد یساول جناب قاضی و سایر اکابر را طلبیده گفت می خواهیم که باتفاق شهر را محافظت

---

۱ آ ب: جلال (بجای اجلال)، با آک مثل متن، ۲ بقول صاحب حبیب السیر (۳: ۹۰،۱۹۰) بیست پسر مولانا شمس الدین محمد بن مولانا سعید الدین مسعود ی از اواخر ایام شاهرخ تا اوان انتقال سلطان حسین بمنصب شیخ الاسلام فایز بود و فاتش در ۹۰۰ واقع شد، و قبرش در مزار خواجه عبدالله انصاری است،
۳ ک ب آ ک ــــــ،

نمایم لیکن آن میسّر نمی شود، اینک کلید دروازه‌ها، شما دانید این حصار خانهٔ ولی نعمت منست که
بمن سپرده، تا رمقی از حیوٰة باقی خواهد بود در محافظت آن سعی خواهم نمود و این قلعه[1] را آسان
بکسی نخواهم داد، و از هیچ آفریده هراسان نخواهم شد، جناب قاضی و باقی[2] اکابر بدروازهٔ ملک
آمده در باز کردند و خدمت شیخ الاسلام در آمد، گروهی انبوه از لشکر ماوراء النهر در شهر ریختند
و دار السلطنهٔ هراة مفتوح شد و اهل قلعه سرباز زدند *

ذکر عزیمت میرزا سلطان ابوسعید بجانب خراسان و محاربهٔ امرای سمرقند با میرزا سلطان ابرٰهیم[3]

میرزا سلطان ابوسعید از آن زمان که بر سریر سلطنت ماوراء النهر استقرار فرمود همیشه
در هوای[4] استخلاص و تسخیر مملکت خراسان می بود، تا درین وقت که واقعهٔ ناگزیر میرزا ابوالقاسم
بابر واقع شد و آنحضرت بکلی در مملکت خراسان طامع گشت، و امیر شیخ حاجی در بلخ چون خبر　۱۰
واقعهٔ هائله استماع نمود قاصدی همعنان باد بجانب سمرقند روان فرمود و عرضه داشت که مملکت[5]
خراسان بی خداوندست اگر بندگان حضرت[6] عنان عزیمت بدین ولایت معطوف فرمایند (ورق
۴۶۰ ل) حاکم‌اند، امرای سمرقند را نشاط این خبر در انبساط آورده نعل سرعت در آتش عزیمت　(۴۶۰ ل)
نهادند، و میرزا سلطان ابوسعید لشکریا نزا الکلکاء[7] فراوان داد و عزم تسخیر خراسان جزم فرمود، و از
معبر ترمد بظلمت هرچه تمامتر عبور نمود[8] *

---

[1] فقط ک: واقعه (بجای قلعه)، [2] فقط آ: دیگر (بجای باقی)، [3] آ: ابرہیم، [4] فقط ک ——، [5] فقط
بب: آن حضرت (بجای حضرت)، [6] آ: کلکاء، [7] در حبیب السیر (۳: ۳: ۱۷۰) درین موضع افزوده که
سلطان سعید در روز دوشنبه بیست و پنجم شعبان به پشت قریهٔ ساق سلمان رسید" (و آن می آید در مطلع ص ۲۶۰)

وامیر شیخ حاجی خواست که طریق یکجهتی پیش آنحضرت ظاهر گرداند بنا[1] بر آن* در وقتی که میرزا سلطان ابراهیم در نواحی ولایت جنجان[2] بود قاصد فرستاده پیغام داد که من بندهٔ دیرینهٔ این درگاهم اگر از راه میان ولایت که ایل والوس بسیار است متوجه ولایت بلخ شوند بیت

یکی بنده باشم در آن بارگاه نه پیچم سر از حکم[3] و فرمان شاه

میرزا سلطان ابراهیم بنا بر سوابق عنایات که درین دولت نسبت با امیر شیخ حاجی بظهور آمده بود اعتماد کلی بر جانب او نمود و بفراغ خاطر عزم جانب بلخ فرمود، و آن غدار مکار با سپاه سمرقند مواضعه داشت و بقلم تمنا صورت فریبی بر لوح خیال می نگاشت، و در اثناء راه ناگاه سپاه سمرقند ظاهر شده رایت قتال وجدال برافراشتند، و شرار کارزار را اشتعال یافت جمعی لشکریان که در مرغاب و فاریاب و سایر مواضع ملحق شده بودند دست ناتوانی در نطاق الفرار مما لا یطاق زدند، و چون مجال ستیز و آویز بسته دیدند راه هزیمت و گریز گشاده یافتند، اما شیر بیشهٔ شجاعت و نهنگ دریاء جلادت امیر احمد ترخان چون شیر ژیان جگرگاه خصم می درانید و به هر طرف که حمله می کرد مخالفان را چون صید وحشی می راند و جمعی دلاوران نبرد آزمای و فوجی بهادران کشورکشای باتفاق امیر دلیر روی قهر بلشکر ماوراءالنهر آور[4] دند، و جنگ سخت در پیوست *

و چون سپاه سمرقند فزون از چون و چند بود و لحظه بلحظه مدد می فزود بیت

سپاه خراسان زبون آمدند
ز میدان کوشش برون آمدند

میرزا سلطان ابراهیم بالبی ترس و بیم عازم جبال نجزوان شد، و امیر احمد ترخان جوشان و خروشان قریب سه فرسنگ جنگ میکرد و صحرا و بیابان بخون مخالفان رنگ می شد شعله سنان

---

[1] فقط ک --- ، [2] ک: جرجان (بجای جنجان)، آ: جوزجان، ب: جوزجان، اک: جوزجانان، امارک بص ۱۵۱ س ۱۶ بعد، [3] فقط ک --- ، [4] آ: کردند (بجای آوردند) *

از زبان ثعبان کلیم سخن میگفت و شرار بیکار از آتش ابراهیم نشان میداد، و نائرهٔ[1] قتال و جدال بنوعی التهاب واشتعال یافت که اگر نه حفظ الهی نگاهبان میرزا سلطان ابراهیم بودی ولطف کاملش که آتش بر خلیل گلستان گردانید نداء يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ[2] فرمودی شاید که صورت بهبود دیگر بهیچ وجه روی ننمودی، عاقبت مخالفان مایوس گشته باز ماندند، و در حوالی جرزوان باز لشکر ها[3] جمع آمده میرزا سلطان ابراهیم بتعجیل تمام متوجهٔ دار السلطنه هراة شد، و چند روز در آن خطهٔ دلکشا بدولت گذرانیده عزیمت صوب مشهد نمود بر وجهی که محرر گشت[4] و متعاقب میرزا شاه محمود نهضت فرمود ٭

ذکر نزول موکب همایون میرزا سلطان ابو سعید در دار السلطنه هراة

(ورق ۴۶۰ ب) چون میرزا سلطان ابوسعید واقعهٔ بائله میرزا ابو القاسم بابر استماع نمود با لشکر ها[5] جهان عزم تسخیر خراسان[6] جزم فرمود، و موکب همایون از جیحون گذشت و چنان بتعجیل روان شد که در هیچ منزل غیر صبا کسی مجال سبقت نداشت، و جمعی بر سبیل منقلای[7] پیشی گرفته، هیچ آفریده را نمی[8] گذاشتند که بهراة[9] آید، و از توجه رایت ظفر آیت اعلام نماید، و ماه چتر آفتاب پیکر همه شب بسان قمر منازل می پیمود، و روز چون قطب بمقامی که[10] رسیده

---

[1] فقط ک: نایره (بجای نایره)، [2] قرآن مجید ۲۱ (الانبیاء)، ۶۹، [3] فقط آ: لشکر (بجای لشکر ها)، [4] بر ص ۲۵۱، [5] آ آ ب: مملکت خراسان (بجای خراسان)، [6] ک: ممالک، [7] منقلاس، آ ب: منقلای، [8] آ آ ب ک، می گذاشت، [9] آ آ ب ک، بجانب هرات (بجای هراة)، [10] آ آ ب ـــــــ،

بود آرام می نمود، تا بحوالی شہر نزدیک رسید، و خبر محاربۂ شاہزادگان[۱] شنید[۲] و بیست و پنجم شعبان رایاتِ نصرت نشان در شمال[۳] قریۂ ساق[۴] سلمان نزول اجلال[۵] یافت، سادات و قضات و موالی و اہالی بر سم استقبال استعجال نمودند و بشرائط نیاز و نثار و ہدایا و پیشکش قیام و اہتمام فرمودند. و بتقبیلِ انامل فیاض سرافراز شدند، و روز دیگر از در[۶] دروازۂ قبچاق در[۷] آمده[۸] بباغ شہر که تختگاہِ قدیم پادشاہِ قدیم آن بلده بود[۹] فرود آمد- بیت

زہی بخت آن تختگاہِ قدیم
که از دولتش داشت[۱۰] جاہی عظیم

و آنحضرت جمعی معتبران را پیش مولانا احمد بیساول بحصار اختیار الدین فرستاد و بمناصب بلند نوید داد، مولانا احمد گفت، ولی نعمت من خانۂ خود را بمن سپرده حرام نمکی و کافر نعمتی باشد، اگر جای او را بدیگری دہم، سری دارم در راہِ او باختہ، و خانۂ[۱۱] را بانتظار او بپرداختہ تا آن زمان که ذاتِ ہمایونِ او در جہان است ——— که قبای عمر و بقاء او بدامن آخر متصل باد! من این قلعہ را بکسی نخواہم داد، و در این دولتخانہ بر روی دیگری نخواہم کشاد، و[۱۲] اگر از آسمان پیکان و تیر بارد و از زمین زوبین و شمشیر روید از کس بیم و باک ندارم، و در[۱۳] پیشِ تیغ بلا گردن تسلیم دارم بیت

۱ـ یعنی جنگ، بابا شاہ ملک میان میرزا سلطان ابراہیم و میرزا شاہ محمود، رک تہ ص ۲۵۴، ۲ـ روضات الجنات (۲۲۲ و) جانب شمال (بجای شمال)، ۳ـ روضات الجنات: سق سلمان (بجای ساق سلمان)، روضۃ الصفاء: سقلمان، سقسلمان مذکور است در ہفزاری (ورق ۲۳ و) وی گفتہ که بیرون ہراۃ از نواحی گازرگاہ تا چشمۂ ماہیان که قریب یک فرسنگ است بلکہ از مکس رکنآباد ستان تا قریۂ سقسلمان که شش فرسنگ باشد تمام دشت و دامن کوہ باغ و چمن و حظیرہ و گلشن شدہ" ۵ـ آ، آ، ب، ب: جلال (بجای اجلال)، ۶ـ اک: شال (بجای شمال)، ۵ـ روضات الجنات: درب (بجای دروازہ)، ۷ـ روضۃ الصفا: بیرون آمدہ (بجای در آمدہ)، ۸ـ آ، آ، ب، ب، اک: است (بجای بود)، ۹ـ آ: یافت (بجای داشت)، ۱۰ـ ب، اک: یافت، ۱۱ـ آ، آ، ـ

گر[۱] تیغ بارد در کوی آن ماه
گردن نهادیم الحکم لله

قاصدان باز آمده جوابی که شنیدند بوقف[۲] عرض[*] رسانیدند،
وآنحضرت بیرون فرموده با مهد علیا گوهرشاد آغا ملاقات کرد، و مراسم اکرام و شرائط احترام بجای آورد، وآن بانوی زمان و ملکهٔ جهان آنچه مناسب چنان پادشاهی بود تقدیم نمود وباغ زاغان مستقر سریر سلطنت آمد، و بر مسند حضرت خاقان سعید آرام فرمود، و فرمان فرمای ربع مسکون بر تختگاه جمشید و فریدون قرار گرفت بیت

جمشید ملک حضرت سلطان ابوسعید کز طلعتش فروغ دگر یافت تخت جم
فرخنده باد مقدم سلطان شرق و غرب در بارگاه حضرت خاقان جم حشم
فرخ فرخ این مقام که دارد ز احترام نزدیک خاص و عام جهان حرمت حرم ۱۰
این منزل خجستهٔ سلطان عالم است کز قدر داشت بر سر چرخ برین قدم
منت خدایرا که دگر بار تخت ملک
از یمن پای بوس تو شد غیرت ارم

ومیرزا سلطان ابوسعید چون خبر عصیان مولانا احمد یساول شنید آتش (ورق ۲۹۱ و) (۲۹۱ و) غیرت و حمیت زبانه کشید و آثار کین در جبین مبین ظاهر شد، و بترتیب اسباب محاربه و محاصره فرمان داد، و اهل قلعه آلات و ادات[۳] حصارداری در غایت حصانت و استواری مهیا ساخته بمدافعه قیام نمودند، و اکثر ایام از بام تا شام و از رواح تا صباح نایرهٔ جنگ و جدال و آتش حرب و قتال التهاب و اشتعال داشت، و آن حصاریست که از غایت رفعت سر

---

[۱] دیوان حافظ (طبع خلخالی) ص ۲۲۰، [۲] فقط آ: بعرض (بجای بوقف عرض)، [۳] آ ب: ادوات (بجای ادات)، اک: دوات،

بر آسمان می ساید، و کرهٔ زمین از فراز آن کمتر از ذره[1] می نماید، و در محکمی بمرتبه که بهر گونه تدبیر خلل پذیر نشود، و چنان راسخ و شامخ که بهر دست برد از پا در نیاید، و چنان قلعهٔ مشحون بجماعتی در غایت شجاعت و کاردانی، و ملاذ بگروهی در کمال پردلی و پهلوانی، و مولانا احمد اسباب قلعه داری مرتب ساخته بود و چند نوبت قضات[2] و موالی و اکابر و اهالی بموجب اشارت عالی نزدیک حصار رفتند، و مناصب مناسب پیغام داد[3] ند، و اصلا پیش آن جهان[4] پهلوان مفید نیفتاد، و مدتی جناب صاحب اعظم قدوهٔ وزراء العالم خواجه شمس الدین محمد باشتغال[5] آتش قتال اشتغال[6] داشت، و عاقبت جنگ و پیکار حصار بحال او باز گذاشته

قصهٔ[7] قتل مهد علیا گوهرشاد آغا و[8] بعضی وقایع دیگر

درین اثنا جمعی مفسدان بمسامع علیه رسانیدند که پیوسته از جانب میرزا سلطان ابراهیم قاصدان پیش مهد علیا می آیند و احوال لشکر و اخبار دیگر تحقیق کرده باز می نمایند، و شاید که ناگاه صورتی روی نماید که امکان تدارک آن بدست هیچ آفرین بر نیاید، اولی آنکه خاطر از جانب غدر و مکر او جمع[9] سازند، و این کار در تاخیر و تعلل

---

[1] ک: ذرۂ، آ ب ب اک: ذره، [2] فقط ک: قضات، [3] آ ب ب اک: داد (بجای دادند) تا مثل متن، [4] آ با: جوان (بجای جهان)، [5] فقط ک: باشتغال (بجای باشتغال)،

[6] فقط ک: اشتغال -

[7] آ: ذکر (بجای قصه)، اک ———،

[8] فقط در ک،

[9] فقط آ: ایمن (بجای جمع)،

نیندازند[1]، و بسعی جمعی شریر نهم ماه مبارک[2] رمضان آن بلقیس زمان و آن قیذاقهٔ[3] دوران بقتل آمد.

[4] گوهرشاد آغا ملکهٔ بود مبارک سایهٔ بلند پایه، عصمت شعار عفت دثار، عادل سیرت پاک سریرت، عالی همت، والا نهمت، در ستر[5] عفت رابعه کردار و در حجرهٔ عصمت زبیده وار[6]، مناقب حمیدهٔ او شمهٔ نگارستان معدلت و مکارم ستودهٔ او فهرست دیباچهٔ مکرمت آمده، و از آن بانوی نامدار خیرات بسیار در روزگار یادگار ماند، مدرسه و بیت المغفرة[7] در شمال دارالسلطنهٔ هراة، و مسجد جامع در مشهد مقدس، و برین بقاع خیر مستغلات خوب و اسباب مرغوب وقف کرد، تقبل الله سبحانه منها، و شرح بعضی اوصاف این عمارات در

---

[1] بعدش در حبیب السیر (۳ : ۳ : ۱۷۷) افزوده است که "و ایضاً ایلچی که از نزد سلطان سعید جهت آوردن امیر شیر حاجی بقلعهٔ تیره تو (نیره تو) رفته بود باز آمده عرض نمود که امیر مشارالیه میگوید که با وجود قتل امراء ترخانی مادام که گوهرشاد آغا در سلک احیا انتظام داشته باشد من بملازمت نمی توانم رسید" باز گفته که بنا برین دو مقدمه نهم ماه مبارک رمضان بقتل گوهرشاد آغا فرمان داد" و این واقعه شنیعه خالی بود که بر دیدهٔ دولت آن پادشاه ستوده خصال ظهور نموده. و ظاهرا مقدمهٔ اول را صاحب حبیب السیر از روضة الصفا ۶ : ۲۴۸ س ۱۸ اخذ نموده و صاحب روضه آنرا از ثقات استماع افتاده.
[2] فقط آ ـــــ ، [3] کت . قیذاقه . [4] فقط در کت ، [5] فقط بت : ستر (بجای ستر) [6] بجایش در حبیب السیر (۳ : ۳ : ۱۷۷) : مسجد جامع ، ـــــ در بابر نامه ۱۹۱ و مدرسه و مقبره و مسجد جامع گوهرشاد بیگم مذکور است منجمله سیرگاه های هرات که بابر بادشاه دیده ، نیز رک به مجلهٔ برهان دهلی ماه مئی ۱۹۴۱ء ص ۳۶۳ ، کتبهٔ بخط جعفر جلال در موزهٔ هرات محفوظ است که تاریخ بنای مدرسه در ۸۲۰ و تاریخ اتمامش در ۸۴۱ نشان میدهد و منقول است در برهان ، بر عمارت مدرسه میرک مروی کتابه ها نوشته بود ، مقبرهٔ گوهرشاد امروز هم موجود است نیز چهار مینار که در غرب این مقبره است و در مصلای هرات واقع ، و در برهان فهرست مدفونان این مقبره هم دارد ، نیز رک به پوپ ج ۴ ص ۴۲۶ تا ۴۳۷ برای تصاویر منار های مصلای هرات و مدرسه گوهرشاد و مقبرهٔ آن [7] و مسجد جامع مشهد و ایوانها و در آن و کوائف دیگر ، نیز پوپ کتبهٔ دارد بخط بایسنغر و مورخ ۸۲۱ ،

سنوات[1] گذشته گذشت، و در منزل و مقام آن بانوی نیک نام غارت عام افتاد، و هرچه
در مدت پنجاه سال جمع آورده بود صرصر قهر دهر[2] بباد تاراج داد *

و درین سال از غرایب وقایع که در خراسانات تخصیص در دارالسلطنهٔ هراة واقع شد
سه مال و سه لشکر بود که بتغلب و تعدی از رعیت گرفتند نخست میرزا شاه محمود، و دوم[3]
میرزا سلطان ابراهیم و سیم[4] میرزا سلطان ابوسعید. و از نوادرِ احوال که بسبب (ورق ۴۹۱ ب)
آن رعایا پایمال شدند آن بود که محصلان زر مال و لشکر متخلص می کردند و داروغگان در مواضع
و مزارع نشسته داروغگانه[5] می گرفتند، و یساقیان غارت و تاراج از حد می گذرانیدند، و کسی
بغور نمی رسید، و بدین واسطه خرابی بسیار واقع شد *

و درین[6] ولا امیر شیر حاجی از جانب حصار نیره تو آمده بشرف بساط بوس مشرف شد و
بعین عنایت ملحوظ گشت، و در وقتی که عزم پای بوس حضرت اعلی نمود ضبط و دارائی[7] قلعه را بمعتمدی
رجوع نموده بود، و چون امیر بهراة آمد در قلعه واقعهٔ غریب واقع[8] شد، و شرح آن چنانست
که از مردم یساقی مجهولی پیرکه[9] نام روزی نماز دیگر گوسفندی بدر قلعه آورد و سخنی که داشت
گفت، و چون روز بیگاه بود التماس نمود که شب آنجا باشد، و مسئول مبذول افتاد، و پیرکه
نهان کمندی با خود داشت، چون از شب اندکی گذشت و مردم حصار در خواب غفلت قرار و
آرام گرفتند پیرکه با جمعی که مواضعه داشت یک یک را بالا کشید، و چون غلبهٔ انبوه جمع آمدند تنها

---

[1] بذیل وقایع ۸۲۱ھ جلد ۲ جزء ۱ ص ۳۶۹ (مسجد جامع مشهد) و بذیل وقائع ۸۳۶ھ جزء ۲ ص ۶۲۵، (مدرسه هراة)
[2] آ اک ت ــــ، در با «صرصر قهر دهر» را ندارد، [3] فقط در آ: سه دیگر (بجای سیم)، [4] فقط در ک ت: داروغگان (بجای داروغگانه)، [5] فقط آ ــــ، [6] فقط ک ت: دارایی (بجای دارائی)، [7] آ ب ت: ظاهر (بجای واقع)، [8] ک ت: پیرگه، آ آ ب ت: پیرکه، اک ت، که پر، روضات الجنات (۲۲۳،۲): پرک و در موضع دیگر: پرک؛ حبیب السیر: پرکه (و پیرکه)، عبارت روضة الصفا (۲۴۴،۶، س ۲۳) مجهولی از یساقیان کلکاه (ادلکاه؟) بادغیس پیرکه نام، [9] ب ب ت: پیرکه، *

کشیک بر سرگماشتهٔ امیر شیر حاجی[1] رفتند، و چند زخم زده او را از قلعه بیرون کردند، و پیرک
چنان قلعه را بدست آورد و نام پُردلی و دلاوری در جهان برآورد، و چون شرحِ این حکایت
بسمع همایون رسید و فتح حصارِ[2] اختیار الدین نیز در عقدهٔ توقف بود و از طرف ولایتِ بلخ و
مملکت ماوراء النهر اخبارِ نا ملایم[3] می رسید آنحضرت مصلحتِ وقت در آن دید که عنانِ عزیمت
بصوب مراجعت معطوف فرماید و مجدداً بانتظام امور آن ممالک اهتمام نماید ع
قرارِ ملک بشمشیرِ بی قرار بود

ذکرِ[4] معاودتِ میرزا سلطان ابوسعید واحوالِ خراسان

میرزا سلطان ابوسعید چندگاه تختگاهِ حضرت خاقان سعید را مستقرِ سریرِ خلافت ساخته
و پرتو التفات بر کلیاتِ مهماتِ مملکت خراسان انداخت، و بنا بر صورتی چند که در ولایت
بلخ و مملکتِ ماوراء النهر روی نمود عزیمتِ معاودت فرمود و جنابِ افادت[5] مآب قاضی
قطب الدین احمد الامامی و بعضی اهالی[6] را طلب داشته فرمود که مرا داعیه آن بود که هراة را
دار السلطنه ساخته اینجا اقامت نمایم، امّا در جانبِ سمرقند امری چند واقع است که بضرورت
بآن طرف حرکت می باید کرد، اکنون عزیمت نمودم و شهر بشما سپردم، اگر ارادت الله تعالی
جلّ جلاله[7] باشد اوّلِ بهار رایاتِ نصرت شعار عازم این دیار و بلاد خواهد شد[8]، و موکبِ
همایون فال نهم ماهِ شوّال از ظاهر دار السلطنهٔ هراة نهضت فرمود، و عزمِ زیارتِ[9] شیخ بزرگوار

---

[1] فقط آ. [2] فقط آ، قلعهٔ (بجای حصار). [3] یعنی اخبارِ خروج اولاد میرزا عبد اللطیف (حبیب السیر). [4] اک: ذکر نزول اجلال سلطان ابوسعید بر تخت مملکت خراسان (بجای آنچه در متن است). [5] فقط آ، افاضت (بجای افادت)، اک، آفتاب. [6] مذکور است بر ص ۲۰۵. [7] آ ب: اک، موالی (بجای اهالی)، آ: موالی و اهالی، [8] منخط در ک. [9] قبر شیخ در هراة بود جانب شمال عیدگاه، رک به نفحات الانس ص ۵۲۶،

وقطب روزگار، مظهر عنایت الله اکبر شیخ بهاء الدین عمر قدس سره[۱] فرمود و شرف مزار فایض
انوار دریافته[۲] از روحانیت آنحضرت مدد خواست، و با شیخ نادرهٔ اعظم مرشد طوائف الامم شیخ
نور الدین محمد مدظله[۳] ملاقات کرده عظیم معتقد و نیازمند شد بیت

پدر آن چنان و پسر این چنین
ز یزدان بر ایشان هزار آفرین

(۲۶۲ ر) وبعضی حوالات و مطالبات که در شهر باقی (ورق ۲۶۲ ر) مانده بود بالتماس جناب قاضی
معاف داشته منادی فرمود که هیچ آفریده مزاحم رعایا نشود *

ومیرزا سلطان ابو سعید منتصف شوال پای سرعت در رکاب استعجال آورد، و عنان
عزیمت بصوب ولایت بلخ حرکت داد، و پیشتر جمعی امراء نامدار برسم ایلغار نامزد فرمود
که میرزا احمد[۴] ولد میرزا عبد اللطیف را که در آن سرزمین غبار فتنه برانگیخته بود دفع کنند،
و امراء ایلغار در نواحی بلخ باو رسیده باب تیغ بید ریغ غبار عصیان او را فرونشاندند[۵]، و
شرار طغیان او که در آن ولایت اشتعال یافته بود بزلال شمشیر آبدار ناچیز کردند[۶]، و برادرهاء
میرزا محمد جوکی جان از آن مهلکه بیرون برده[۷] پناه بهراة آورد، و میرزا سلطان ابو سعید بفراغ
بال و سعادت و اقبال آن سال در بلخ قشلاق فرمود، *

و مولانا احمد یساول و امیر قرا بهادر حصار[۸] اختیار الدین را کشادند و شهر که روی
بخرابی نهاده بود دگر بار معمور و آبادان کردند[۹] ع

فی الجمله رواج و رونقی ظاهر شد

---

۱ فقط ک —، ۲ آ ب ت : یافته (بجای دریافته)، ا ک : دریافت، آ: متن، ۳ فقط ک —، در حبیب السیر ۳: ۲/۱۸۱
ترجمهٔ شیخ را دارد، وفاتش در ۸۰۰ ه واقع شد، ۴ فقط ک به زا میافزاید و در شجرهٔ T، ۵ در حبیب السیر ۳: ۲/۱۶۶ گفته است
میرزا احمد در معرکه کشته شد، بقول ... ۶ ... ، ۷ آ ب ت : گردانند (بجای کردند)، ا ک :
گردانید، ب: گردانیدند، ۸ فقط آ: آورده (بجای بوده)، ۹ روضات الجنات (ورق ۲۲۳ ب)، سفینة الصفا ...
سطر آخر، ۱۰ در حصار (بجای حصار)، ۱۱ آ ب ت ا ک : گشت (بجای کردند)،

ومیرزا سلطان ابراهیم چندگاه[1] در ولایت باخرز و خواف طواف می فرمود وچون از معاودت میرزا سلطان ابو سعید وقوف یافت چند شبان[2] روز[*] نقارهٔ شادیانه فرمود، وجمعی بد فرصتان که در زمان سمرقندیان اتفاقی[3] کرده مردم را در زیان و نقصان انداخته بودند همه را سیاست فرمود تا موجب عبرت بے باکان دیگر شده از سطوت قهر آگاهی یابند، و بوسوسهٔ دیو غرور روی از متابعت رایت منصور بر نتابند، وچون دار السلطنهٔ هراة از سرداری صاحب وجود خالی بود رای عالی اقتضاء آن فرمود که امیر نظام الدین احمد ترخان بصوب هراة عزیمت نمود، وچون بدار السلطنهٔ هراة رسید در رعایت رعایا وحمایت برایا کمال دارائی و مردم داری بتقدیم رسانید، وهر سینه که بخدنگ ظلم مجروح شده بود بمرهم مرحمت وعدالت او روی بهبودی[4] یافت[*]، وهر نهال آمال که از تند باد حوادث اختلال باحوال آن راه یافته بود بزلال لطف واحسان او سرسبز وسیراب شد، وعید اضحی جهت ترویح روح مهد علیا گوهرشاد آغا آتش بزرگ ترتیب داد و بعد از اختتام کلام ملک علام اطعام فقراء ومساکین فرمود و در آداب وشرائط آن اهتمام تمام بذل نمود، و[6] مثوبات آن صدقات بر روح آن بانوی روزگار رسید، انشاء الله تعالی.

---

[1] در حبیب السیر بجایش، در زمان اقامت سلطان سعید در هراة، [2] آ ب ت : شبانروز، با اک : شبانه روز، [3] آ ﺑ ت : ایقاقی (بجای اتفاقی)، اک : انتقامی، ایقاق در لغات ترکیه بمعنی تمرد است پس ایقاقی بمعنی طغیان غالبا صواب است درین موضع، [4] آ ﺑ ت اک : بر آمد (بجای بهبودی یافت) [5] فقط در ک ت و با، اک : که (بجای و)
[6] فقط ک ت ،

وقایع سنه اثنین وستین

ذکرِ رفتن میرزا سلطان ابراهیم بمازندران وشکست یافتن از ترکمان*

از مرائی سخنانِ سابق[۳] نسیم وقوف وشعور بمشامِ ناظرانِ حروف وسطور میرسد که چون میرزا شاه محمود از محاربهٔ میرزا سلطان ابراهیم عنان تافته بجانب مشهدِ مقدس عزم[۴] نمود، و[۵] روزی چند در آن ولایت گذرانیده بطرفِ مملکتِ جرجان واستراباد روان شد وچون بآنجا[۶] رسید امیر بابا حسین[۷] شرائطِ نیکوبندگی ومراسم خدمتگاری بجای آورده (ورق ۲۹۴ ب) میرزا شاه محمود را بار دیگر اسباب سلطنت آماده وابوابِ دولت کشاده گشت، ومیرزا سلطان ابراهیم چون برین معنی

۲۹۴ ب،

---

[۱] ک آ: واثنین، [۲] بجایش دراک آ: ذکر عنان تافتن میرزا شاه محمود از جنگ سلطان ابراهیم وآمدن بمشهدِ مقدس، [۳] رک ت: ص ۲۵۵ (آخر صفحه)، در روضات الجنات (۲۴۳ ب) گفته است: «وچون شاه محمود میرزا از حرب ابراهیم میرزا عنان تافته چنانچه ذکرا وگذشت بمشهد رفته بود بعد از چند روز متوجه استراباد گشت الخ»، [۴] ا ازدی آ آ ب ب، ک ت ــــ، [۵] آ آ ب ب ا ک، آنجا ر بجای بآنجا)، [۶] در مسجد جامع استرآباد کتیبه ایست که در آن این امیر «مظفر الدنیا والدین بابا حسین خاندان ابی عبد الله» نوشته اند رک ت: به مازندران واسترآباد از رابینو (Rabino) طبع وقفهٔ گیب ص ۲۵ ح ۶ نیز به ص ۴۴ که آنجاوی را از حکام وولاة استرآباد شمرده است، در روضة الصفا ۶، ۲۴۹ س ۵ اورا امیر بابا حسن برادر امیر شیخ ابوسعید[۷] نوشته است،

واقف شد رایتِ عزیمت بصوبِ مملکتِ[۱] مازندران برافراخت و بسرعتی روان شد که مسرع صبا را از همراهی سمندِ جهانِ[۲] پیمای[۳] عاجز ساخت و از راهِ ولایتِ نسا و یازر بولایتِ مازندران درآمد بیت

چنان لشکر آمد بآیینِ[۴] جنگ که شد در بیابان گذرگاه تنگ
درآمد در آن دشت چندان سپاه ازان بیش کاندر[۵] بیابان گیاه

واز آن[۶] جانب میرزا شاه محمود با جنودِ نامحدود و سرخیلانِ سپاه خراسان و گردن کشانِ لشکر جرجان و مازندران جمع آمدند بیت[۷]

بموکب‌دوان لشکر از هر کنار
نه چندانکه داند کس آن را شمار

از شهر استرآباد جنبش نموده در برابرِ میرزا سلطان ابراهیم آمدند[۸] و از طرفین عازمِ حرب و قتال و جازمِ جنگ و جدال بودند ٭

درین اثنا واقعهٔ عجیب و حادثهٔ غریب ظاهر شد، و بیانِ آن آنست که امیر بابا حسین[۹] که در آن ولایت حاکم بود بر تر از حدِّ[۱۰] خود معاش می‌نمود، و بعد از فوتِ بادشاهِ مرحوم میرزا ابوالقاسم بابر نخوت و عظمتِ[۱۱] تمام[۱۲] ظاهر گردانید و باظهارِ شعاری که نه[۱۳] وارِ امرا باشد روزگار می‌گذرانید، و سرداران مازندران از و بغایت آزرده خاطر بودند و همواره میرزا جهان شاه را بتسخیر ولایت جرجان[۱۴] استدعا می‌نمودند، و میرزا جهان شاه نیز پیوسته در بندِ

---

۱ فقط ک ـــ، ۲ آ ا ب ب اک: جهانگشا (بجای جهان پیمای)، ۳ آ ا ب ب اک، ۴ آ ا ب ب اک: آهنگ (بجای بآیین)، ۵ فقط ک: کند، ۶ فقط ک ـــ، ۷ آ: نظم، ۸ آ ا ب ب اک: آمد (بجای آمدند)، ۹ آ ا ب ب اک: حسن (بجای حسین)، ۱۰ فقط ک: جد (بجای حد)، ۱۱ فقط آ: شوکت (بجای عظمت)، ۱۲ آ ا ب ب اک ـــ، ۱۳ در ک "نه وار" را به سزاوار مبدل کرده است، اک: نه از "آ": نه قراره تصحیح از روی آ و ب ب، ـــ وار بمعنی رسم و عادت است، ۱۴ روضة الصفا ج ۶ ص ۲۴۹ س ۱۰) استرآباد (بجای جرجان)،

استخلاص ولایت مازندران[۱] و خراسان می بود و به اقدام آرزو مسافتِ میدانِ فتح آن ممالک می پیمود، و درین وقت که آن دو بادشاه زاده نزدیکِ یک دیگر بودند میرزا جهان شاه فرصت غنیمت دانسته بسعیِ امیر نظام الدین سید عبد الکریم[۲] که از کردار و گفتار و قرب و جوارِ امیر بابا حسین[۳] ناراضی بود عزمِ فتحِ مازندران جزم فرمود، و میرزا جهان شاه بیت

سلیمان صفت بر صبا زین نهاد		بر آمد به تختِ سلیمان چو باد
سپاهی جم کرده چون کوهِ قاف		همه سنگ فرسای و آهن شگاف
ره از نعل اسپان بنفش و نهاد		چو دریا که گردد مشلسل ز باد
زمانه سراسیمه شد از سوار		کواکب سیه چرده گشت از غبار
ز رّیِ پادشاه سلیمان نگین		شتابنده شد سوی جرجان زمین

۱۰ و از راهِ عقبهٔ صندوق اشکن[۴] که مرغ از فرازِ کهسارِ آن دشواری گذشت و صبا از مساحتِ مسافتِ تلال[۵] و جبالِ آن عاجز میگشت بیت[۶]

---

[۱] روضة الصفا، طبرستان (بجای مازندران)، [۲] عبد الکریم اول بن محمد الشادات مرعشیهٔ مازندران از ۸۵۹ ھ تا ۸۶۰ فرمان روائی کرد، رک به زامباور ص ۱۹۳، و رابینو (مازندران واسترآباد) ص ۱۴۲، ۱۹۰ ع،
[۳] آ، اک: حسن، بآ: حسین، بب: حسن، [۴] آ، صندق اشکن (بجای صندوق اشکن)، بآ: وصندوق شکن، روضات الجنات ورق ۲۲۴ ب و روضة الصفا (۶، ۲۴۹ س ۱۱)، صندوق شکن، اک بب مثل متن، و ذکر این عقبه را در مطلان نیافتم، در خریطه که رابینو دارد، راه ها را نشان داده است از اینها راهیست که از طهران به مازندران آمل می رود و از آنجا به استرآباد، و دیگری که به فیروزکوه و ساری و از آنجا به استرآباد میرود یک دو راه دیگر هم هست، معلوم نه شد که کدام از اینها راه عقبهٔ صندوق اشکن است، نیز رک به لیسترینج ص ۳۸۰، در برندکی هم، از این عقبه مذکوری را نیافتم، و ممکن است این عقبه در قومس یا خراسان باشد،
[۵] آ، طلال و جبال (بجای تلال و جبال)، بآ: قلال و جبال و تلال، اک: ظلال جبال، بب: طلال و جبال، [۶] آ بب: نظم، اک مثل متن،

سمندش که چون ماه می شد براه　　ز سمّش نشان[۱] هر طرف چار ماه

بهر کاسهٔ سُم در آن سنگها　　همی کرد آشام فرسنگها

شمش نعلِ زرّین که بر سنگ سود　　عیار ظفر بر محک می نمود

بولایتِ[۲] جرجان در آمد، و میرزا شاه محمود از استماعِ این خبر سراسیمه گشته ویران شد، و[۳] بطریقِ اضطرار فرار اختیار کرد، و میرزا سلطان ابراهیم آمدنِ ترکمان باور نکرده فرمود که با[۴] تحسین مکر می کند، و از همان منزل که این خبر باور رسید ایلغار کرده تا یک فرسخی شهرِ[۵] استرآباد عنان[۶] باز نکشید، و آنجا هرچند امراء و دولت خواهان بزبانِ اخلاص عرضه داشتند که اینجا چندان توقف (ورق ۲۶۳ ر) می باید کرد که کوچ داورق ملحق شود و خبرِ ترکمان محقق گردد، میرزا سلطان ابراهیم گمان برد که امراء از بیدلی این سخن[۷] می گویند بیت　(۲۶۳ و)

نصیحت همه عالم بگوشِ اهلِ وبال　　۱۰

چو باد در قفس است و چو آب در غربال

و همچنان یکرانِ عزم را جولان داد و جمعی دلاوران را برسم قراولی پیش فرستاد ●

و در آن مواضع آب ولای و جنگل[۸] و تنگنائی[۹] بمرتبه ایست که در مضیقِ طریقِ آن زیادت از یک سوار دشوار گذار می تواند کرد، و بغیر[۱۰] از جادهٔ مستقیم بهر طرف که میل کنند از صوبِ صواب دور می افتند[۱۱]، و بیشتر آنست که اسپ و مرد هلاک شود و[۱۲] ره ناشناسان ره، جمعی ترکمانان خود را بقراولانِ خراسان نموده عنان باز کشیدند و بهادرانِ[۱۳] خراسان دلیرانه بر ایشان تاختند و اساسِ[۱۴] دولت میرزا سلطان ابراهیم را* ویران ساختند، گروهِ انبوه از جنگلها بیرون آمده

---

[۱] فقط بت، روان، [۲] روضة الصفا: بحدود (بجای بولایت)، [۳] آ آبا بت اک، حن، [۴] فقط آ ـــ،

[۵] فقط کت ـــ، [۶] آ آبا ـــ، [۷] کت، تغیر، [۸] کت آبا: افتند (بجای افتند)، [۹] آ آبا بت اک ـــ،

[۱۰] روضات الجنات (ورق ۲۲۳ ر)، دلیران خراسان بایشان حمله کردند و بلا بر سر خود آوردند،

[۱۱] روضة الصفا اساس جمعیت الوس جغتائی را منهدم و (بجای آنچه در متن است)،

بر سر قراولان ریختند و غبار جنگ و پیکار را از گرد راه برانگیختند[1]. مثنوی[2]

سر اندر از شعر لشکر ترکمان بفر جهان شاه شاهِ جهان
به پیرامنِ آن کهستان درود سپه بهر خونریزی آمد فرود
در آن دامن آهن تنان کرده لز خزیده چو سوزن بدامانِ درز
چو آمد برون ترکمان از کمین زانبوهِ ایشان سیه شد زمین

قراول از آن جمع گردون شتاب
رمیدند چون سایه از آفتاب

درین اثنا میرزا سلطان ابراهیم[3] با دلی در کشاکشِ امید و بیم بقراول[4] رسید[5]، و زمانی در برابر اعدا صف کشید، و چون قراول که اصلِ لشکر بود مقهور و مکسور دید عنانِ اضطرار بدست

۱۰ فرار داد، و روی از میدان ستیز به بیابانِ گریز نهاد بیت

چه خوش گفت دانشهٔ پیرِ کهن
که با بد دلی پادشاهی مکن

و این واقعه سه شنبه بیست و پنجم محرم واقع شد ٭

و[6] دلیران ترکمان در قفای الوس جغتائی در آمدند، و تیغ بیدریغ در ایشان نهادند، و آرزوی که سالها ذخیره خاطر داشتند، هیچ از آن در دل باقی نگذاشتند[7]، و امیر ابو سعید میرم و امیر سید یوسف[8] پسران امیر سید خواجه، و امیر سلطان حسین ملدا امیر فیروز شاه و امیر سعادت خاوند شاه، و باقی دلاورانِ سپاه و گردن کشانِ درگاه در آن کمین گاه

---

[1] ب، ت، ک، ت: برانگیخت (بجای برانگیختند)، آ: شل متن، [2] آ: بیت، آ، ب، ت، ک، ت: نظم، [3] ب: بعز، ک، ت: ابرہم، آ: ابرہیم، [4] فقط ک، بقراولی رسید، سدمنات الجنات: بقراول خود پیوست [5] فقط در ک، [6] ر، ک، ت، به صـ ۲۶۴ ح ۱،

[8] روضة الصفا: یونس (بجای یوسف)،

بقتل آمدند، و امیر[1] ابوسعید میرم[2] را گرفته پیش میرزا جهان شاه بردند و بزبان طعن او را گفت تو سالهاست که دعوی بهادری می کنی بجنگ چون من غنیمی چنین آیند؟ بیچاره در جواب گفت، دولت پادشاه قوی و ما را بخت مساعدت ننمود، و پادشاه زادهٔ خود رای مصلحت نیک اندیشان در حساب نگرفت و امیر ابوسعید نیز در پی دیگران رفت، و بسیا[3]ری در بند کمند و زنجیر گرفتند ع

پابستهٔ سررشتهٔ تقدیر شدند

و میرزا جهان شاه لطف نموده و ترحم فرموده عجزه و بازماندگان را عنایت و رعایت کرده نشان[4] داد، و بموجب دلخواه ایشان بجانب خراسان فرستاد و گروهی که از ضرب تیغ ترکمه سر بدر بردند ع

از شدت برد جان نبردند

و تا مدت سه ماه جماعت جستهٔ[5] مطروح خسته و مجروح می آمدند.

و میرزا سلطان ابراهیم[6] چون ماه سریع السیر شب و روز قطع منازل کرده[7] (ورق ۲۶۳ ب) یکشنبه[8] هفتم[9] ماه صفر[10] در دارالسلطنهٔ هراة فرود آمد، و امیر نظام الدین احمد ترخان که پیش ازین بموجب نشان بخراسان آمده بود[11] مراسم استقبال و شرائط تعظیم و اجلال بجای آورد، و خیمه و خرگاه و سراپرده و بارگاه و مبلغی گرامند نقد و چند تقوز اسپان خوب و اقمشه و اجناس

---

[1] روضة الصفا: امیر سید یونس پسر امیر سید خواجه (امّا ظاهراً چند کلمات از متن روضه افتاده است و صواب آنست که مطلع است)، [2] آ، ب: میار، اک شل متن، [3] روضات الجنات: مخشان، امان ر بجای نشان)، [4] فقط ک ـــ، [5] بعد ازین در روضة الصفا: با پانزده نفر، [6] در روضة الصفا گفته است که ابراهیم اوّلاً به نیشاپور رسیده و چهل روز در آنجا بوده بعد بهرات پیوسته الخ، [7] روضة الصفا: شب یک شنبه (بجای یکشنبه)، [8] روضات الجنات: ۱۰ صفر، روضة الصفا: نهم ماه صفر، [9] در روضة الصفا گفته است که: بموجب فرموده ضبط هرات تعلق باو داشت، امّا بجایش در حبیب السیر (۳: ۳: ۱۷۸): که حاکم هراة بود،

مرغوب بطریقِ پیشکش گذرانید، و شرائط نیکو بندگی بتقدیم رسانید، و اکابر و اشراف و طائف نیاز
و نثار بظهور آوردند[۱]

و چون میرزا سلطان ابراہیم بر سریر سلطنت استقرار فرمود مولانا احمد یسا اول از حصار
بیرون آمده بشرفِ تقبیلِ اناملِ فیاض سرافراز شد، و چون مشارٌ الیه مدّتی با لشکرِ سمرقند
مقاومت نموده[۲] بود و چند گاه بضربِ راست محافظتِ حصار نمود تصوّر او آن بود که زیادت
از معهود رعایتِ احوال او خواهند نمود، میرزا سلطان ابراہیم خود ازین معنی فراغتی داشت و
آن ہمه کارہا ی مردانه که او کرده بود نابوده انگاشت، و بعضی ولایات که بنام او رقم زده بودند
واز اُردو نشان فرستاده باو باز نگذاشتند، و مبلغی که بوجه انعام و علوفه بنام او از دیوان
اطلاق شده بود موقوف ساختند، و درین اثنا (کسی[۳] ـ ند) که بسخن او اعتماد بود بقلعه آمده
۱۰ مبالغه نمود که مولانا را خواہند گرفت بنا برین اسباب خدمت مولوی ہراسان شده سلخ ماه
صفر دروازه حصار در بست[۴] و پل روان برکشید و آثار مخالفت اظهار کرده[۵] ع

باز ہمان حال شد احمد پارینه را

چون این خبر بسمع میرزا سلطان ابراہیم رسید بغایت متغیّر گردید و غلاظِ ایمان یاد کرد که ہیچ
گونه غدر باو در خاطر نداشتم. و انواعِ تربیت و عنایت نسبت با او بر لوحِ خاطر می نگاشتم،
امیر احمد ترخان کسان پیش مولانا احمد فرستاد و خاطر او را که رمیده بود رام گردانیده باطنِ او را
آرام داد، و داروغگی شهر را بجانب او تفویض فرمود و مولانا از سر فراغت بمحافظت شهر و

---

[۱] صاحب حبیب السیر (۲: ۳: ۱۸۰)، نقل می کند، که گویند بروز ورود ش در ہرات. مرزا ابراہیم بخیابان
درآمد، قلندری گفت: پادشاه جہانیان عمرت دراز باد که اگر یک یورش دیگر میکنی تخم جغتای از عالم
برمی انداخت، [۲] فقط آ ـــــ، [۳] در روضة الصفا گفته است: یکی از ثقات بقلعه درآمده با مولانا
گفت، [۴] آ: آ: ب: اک: بربست (بجای در بست)، آ: بسته،
[۵] آ: آ: ب: اک: کرد،

عمارتِ قلعہ اہتمام نمود، و مولانا را ہرچند مبالغہ کردند کہ یک نوبت بیرون آمدہ بشرفِ دستبوس مشرف گردد آن سخن مسموع نداشت، و آن پیام ناشنودہ انگاشت، عاقبت دست تعرض از گریبانِ طلب او باز داشتند[1] آنچنان قلعہ را باضطرار یا اختیار بتصرف و اقتدارِ او باز گذاشتند[2]، و جہتِ مستحفظانِ قلعہ انواعِ ذخیرہ و مرسومات معین ساختند[3] همه کاری بمرادِ دلِ مولانا شد[4]

ذکرِ توجہِ مشایخ اسلام بجانبِ بلخ جہتِ مصالحت[5]

میرزا سلطان ابراہیم چون بر سریر سلطنت استقرار فرمود و روزی چند از کوفتِ راه برآسود با امراء و ارکانِ دولت مشورت نمودہ، سیاق و صلاح چنان دیدند کہ با میرزا سلطان ابو سعید ابوابِ محبتِ مفتوح سازند و اسباب وحشت از بنیاد برانداختند، و یقین است کہ مهماتِ چنین بزرگ و کارہای بغایت نازک در کفِ کفایت و قبضۂ درایتِ ہرکس نمی توان نہاد، و عنانِ حل و عقدِ این امور بدستِ تصرفِ ہمہ کس نمی توان داد، بنا بر آن قرعۂ اختیار بنام جمعی بزرگوار قرار یافت کہ میرزا سلطان ابو سعید در دار السلطنہ ہراۃ با ایشان ملاقات کردہ بود (ورق ۲۶۴ ل) و قواعدِ اعتقاد انعقاد یافتہ مثل جناب شیخ الاسلام الاعظم افتخار مشایخ الامم، شیخ نور الدین محمد مدظلہ ولد شیخ الاسلام بہاء الدین عمر قدس سرہ، و جناب

---

[1] نقط ب: و اقتدار او نقط آ۔ [2] در روضۃ الصفا گفتہ است کہ از برای او ذکر این کہ بہ ... آنرا نمودند علوفہ و مرسوم تجدید معین ساختند۔ [3] نقط ب۔ [4] بجایش در ک: فرستادن سلطان ابراہیم مشایخ عظام را جہت مواصلت نزد (کذا) مرزا ابو سعید۔

[5] مکتوب بر ص ۲۶۶۔

شیخ الاسلام قدوة اولیاء الله العظام خواجه شمس الدین محمد الکوسوئی[1] ثم الجامی قدس سره[2]، و این دو بزرگ برسم رسالت معین شدند، و در وقتی که سحاب سنجاب پوش درنه زیر پا فرش قاقم می انداخت و ابر فاخته گون بجای دم طاووس بر سر گلبن مقام پر حواصل[3] می ساخت مشایخ اسلام روان شدند، و همه راه برف گرفته بولایت بلخ رسیدند و میرزا سلطان ابوسعید شرائط استقبال و مراسم تعظیم و اجلال بجای آورد، و مشایخ باداء رسالت قیام نمودند مضمون آنکه،

"میرزا سلطان ابراهیم در مقام هواداری و دولتخواهی است و بر جادهٔ اطاعت و انقیاد مستقیم، و سکه و خطبه بنام و القاب همایون تازه و بلند آوازه دارد، و نقش محبت آنحضرت بر لوح خاطر می نگارد و داعیهٔ ازدواج با کریمه که در تتق عفت و پردهٔ عصمت است در خاطر قرار داده، و بتأیید این همایون فال درهای دولت و اقبال بر روی روزگار خود گشاده، ۱۰ اگر ملتمس مبذول افتد ضمیمهٔ سایر الطاف خواهد بود"

و میرزا سلطان ابوسعید فرمود که: "میرزا سلطان ابراهیم مرا بجای فرزند ارجمند است" و حدیث وصلت بسمع رضا اصغا نمود و فرمود که:

---

[1] فقط ک — ، [2] ک: الکوسوینی، آ: الکوسوی، آ: ب: الکوسوی، آ: ک: و حبیب السیر (۴: ۳: ۱۶۳، ۱۶۹): الکوسوی — در نفحات ص ۴۰۵ و حبیب السیر ترجمه اش را دارد، و بیست از اولاد شیخ احمد جام و وفاتش در ۸۶۳ واقع شد و قبرش "در حوالی مسجد جامع هراة است نزدیک بمزار متبرک فقیه ابویزید مرغزی رحمه الله تعالی" (نفحات)، [3] در حبیب السیر (۴: ۳: ۱۶۹) بعدش افزوده. سیم امیر برهان الدین خاوند شاه که جد اعلی مستوفی اوراق است و امیر غیاث الدین کلکینه را که پدر مقرب حضرت سلطانی امیر نظام الدین علی شیر است مقرر ساخته که در آن سفر بخدمتگاری آن سه بزرگ عالی گهر قیام و اقدام نماید، در روضة الصفا ۷: ۵۰ فقط اینقدر افزوده بود که "والد مستوفی اوراق را نیز ثالث نیرین گردانیدند" و چیزی راجع به غیاث الدین کلکینه است [4] مرغیست سپید کلان حوصله که اکثر کنار آبها نشیند. PELICAN ، [5] در روضة الصفا افزوده است، در دار السلطنه هراة و مضافات آن،

"مرا نیز داعیه آنست که همشیرهٔ او را در عقد ازدواج آرم تا مصافات تام کالمصافات بین الماء والمدام پدید آید و عقد سلطنت انتظام گرفته اساس مملکت استحکام یابد و هر ولایت[1] و مملکت که خواهد باو مسلّم دارم غیر ع

خطهٔ دلفریب شهرِ هراة

مقرر آنکه باتفاق لشکر ترکمان را که از دیر باز منتظر آنند که برین ولایات دست یابند دفع کرده شود، انشاء الله تعالی، اگر[2] خواهد باین جانب گو ملاقات ممکن امّا در وقت مقابله مقاتله آن جا بوده موافقت نماید"

و بدین قرار داده مشایخ عظام را بمواجب[3] انعام و مواهب اکرام اعزاز و احترام فرموده اجازت مراجعت ارزانی داشت، و پیشتر جناب شیخ الاسلام نورالدین محمد مدّظلّه بدار السلطنهٔ هراة آمد، و میرزا سلطان ابراهیم بشرف صحبت آن وحید روزگار مشرّف شد و به مکنونِ ضمیر میرزا سلطان ابوسعید صاحب[4] وقوف گشت. ۱۰

واز غرایب وقایع و بدایع عجائب که در اوائل این سال واقع بود آنست که در مملکت خراسان چند بادشاه نافذ فرمان مخالف یکدیگر بودند: میرزا جهان شاه که بادشاه ممالک آذربایجان و عراقین بود از استرآباد تا سبزوار در قبضهٔ اقتدار آورده در اسفراین منزل فرمود، و میرزا سلطان ابوسعید که بادشاه ماوراءالنهر و ترکستان بود در قبة الاسلام بلخ مسکن داشت، و میرزا علاءالدوله از طرف دشت قبچاق و ولایت اوزبک بعد از چند سال آمده در حوالی ولایت (ورق ۴۶۴ ب) ابیورد مقیم بود و ولد او میرزا سلطان ابراهیم　(۴۶۴ ب)

---

[1] بجایش در حبیب السیر: هر ولایت از سایر ولایات خراسان که خواهد، [2] آ ب ت اک: واگر (بجای اگر)، آ مثل متن، [3] ک: بموجب الخ، با آ ب ت: بمواهب انعام و مواجب اکرام (بجای آنچه در متن است)، اک ـــ، [4] آ اک: واقف (بجای صاحب وقوف)،

در هراة نشسته دیگری شاه[1] پیش چشم نمی آورد، و میرزا سلطان سنجر[2] در شهر[3] مرو[4] رایت سلطنت برافراشته بود، و میرزا شاه محمود با بعضی امراء پدر خود در ولایت طوس و نواحی قلعه اقامت داشت، و ملک قاسم ولد امیر اسکندر[5] ترکمان[6] باتفاق امیر خلیل[7] مملکت سیستان تا ولایت فراه و نفسِ[*] اسفرآئن[10] در تحت ضبط آورده بود،

و عجب تر آنکه قلاعی که درین مملکت بود هریک در قبضهٔ اقتدار سرداری بود، حصار اختیار الدین را مولانا احمد بیاول ضبط کرده بکسی التفات نمی نمود، و قلعهٔ نیره تو بدست پیرک[8] مغول افتاده بود، و قلعهٔ سرخس امیر عبدالله پیرزاد[9] محافظت فرمود، و قلعهٔ صخلوک[10] امیر محمد خداداد داشت، و قلعهٔ عماد[11] بتصرف امیر باباحسن[12] بود[13] و قلعهٔ ولایت[14] خبوشان امیر حسن شیخ تیمور می داشت[14]، و قلعهٔ طبس امیر اویس[15] امیر خاوند شاه داشت و هیچ یک ازین جماعت در مقام انقیاد کسی نبودند[16]، و امثال[17] چنین احوال کمتر واقع شده باشد، والعلم عند الله،

---

[1] آ: ب — [2] یعنی معزالدین سنجر بن امیرک احمد بن عمر شیخ بن تیمور، رک به زامباور شجره ۴ [3] آ: ولایت مرو، ب ، ک مثل متن [4] حبیب السیر (۳ : ۳ : ۱۷۹): اسکندر قرایوسف، [5] رک برای وی به ص ۲۰۱ همین جزء ۳، [6] روضة الصفا (۶ : ۲۵۰): اسفراین (که خطاست)، حبیب السیر: اسفرار، [7] ک: ایرکه، ب: پپکه، روضات الجنات: (۲۲۴ب): بیرکه، حبیب السیر: پیرک، [8] حبیب السیر: پیرزاده، [9] در شمال اسفراین، روضات الجنات. قلعه سلوک، در روضة الصفا ذکر این قلعه را ندارد، [10] روضات: عماد الدین [11] آ: —، [12] ک: نمود، تصحیح قیاسی است، [13] روضات الجنات — [14] ک: دانست، [15] حبیب السیر: اویس بن (بجای اویس)، [16] آ: ب ، ک: نبود، [17] آ: احوال چنین مثال،

ذکرِ باز آمدنِ میرزا علاء الدوله بر سریرِ سلطنت و اقبال بعد از چند سال

از طوالع مطالع نیراتِ کلماتِ سابق شوارق انتباه بر مشارقِ خواطرِ آگاه تافته باشد که میرزا علاء الدوله در مصاف میرزا الغ بیگ شکست یافته بیرون رفت[1] و از آن وقت باز درخم چوگان دوران بسان گوی سرگشته و سرگردان می گشت، و بهزار گونه محنت و الم اطراف[2] عالم درمی نوشت، و در وقتی که واقعهٔ ناگزیر میرزا ابو القاسم بابر واقع شد میرزا علاء الدوله در پایهٔ[3] حصار که نهایتِ مملکت[4] اوزبک است مسکن داشت و زبان حال او مضمون این مقال بر لوح خاطر حزین می نگاشت نظم[5]

چو ماندم از دل و دلدار ناگهان تنها ۔۔۔ بر آن شدم که شوم از همه جهان تنها
بشکل دایرهٔ غم گرد من محیط شده ۔۔۔ من ضعیف چو نقطه در آن میان تنها
کجاست یوسف بختم که همچو یعقوبم ۔۔۔ به بیتِ احزان با چشم خونفشان تنها

عاقبت حق سبحانهٔ و تعالی بر دردِ دلِ آن ستم رسیده بخشود، و در عینِ عنا و محنت عطا[6] فرمود و مفتح الابواب ابوابِ فرح و سرور و مسبب الاسباب اسبابِ طرب و حضور گشاده و آماده گردانید، و بارِ دیگر آن گوهرِ کانِ سلطنت را بسریرِ مملکت رسانید و شرحِ این سخن آنست که چون میرزا علاء الدوله خبر واقعه بابر را استماع نمود باهستگی عزیمتِ مملکتِ خراسان فرمود، و

---

[1] اک به ص ۵۹ همین جزء ۳، [2] ک: ایدوسیر؛ اک: ایدوسیر؛ یا؛ دارو سیر؛ با: ایدو سیر — یعنی ما بیریا؛ رک به آا بذیل بهروا، [3] فقط ک — ، [4] با اک: بیت، [5] اک آ با بت: نهایت (بجای عطا)،

وبخوارزم رسیده واز جیحون گذشته بولایت نسا وابیورد آمد وقاصدان جهت بشارت مقدم فرخنده پیش فرزند ارجمند فرستاد، وشاهزاده اظهارِ نشاط وانبساط نموده سخنان محبت آمیز پیغام داد وتحفهاء خوب وپیشکشهاء مرغوب درصحبتِ قاصدانِ سخندان ارسال فرمود، امّا بحکم الملک عقیم[1] وبموجب السّلطنة لاابوّة ولابنوّة آمدن پدر به خاطر پسر گران آمد، وچون مسافت نزدیک شد میرزا سلطان ابراهیم (ورق ۴۶۵ ل) برسم استقبال استعجال نمود، ودرکنار آبِ سنجاب از اجتماع آن دو دریاء سلطنت نمودار مجمع البحرین ظاهر گشت؛ ومیرزا علاء الدّوله را خاطر اندوهگین وجانِ آزرده وحزین[2] ودیدهٔ غمدیده وسینهٔ جان طلب رسیده خوشدل وشادمان شد بیت

چه خوش باشد که بعد ازانتظاری
بامّیدی رسد امّیدواری

دیده یکدیگر را کنار گرفته وشرحِ وقایع ونشرِ بدایع که از روشِ روزگار وگردشِ لیل ونهار درمدّتِ انتظار به سرِ ایشان گذشته بود باز گفتند، ومیرزا علاء الدوله درروی فرزند سعادتمند می نگریست واز غایتِ مسرّت میگریست ومی گفت بیت

منم که دیده بدیدارِ دوست کردم باز چه شکر گویمت ای پادشاهِ[3] بنده نواز

ومهمّات ملک ودولت ومصالح امورِ سلطنت قرار یافته مقرر شد که میرزا سلطان ابراهیم بالشکر درتختِ ملک[4] توقف نماید ومیرزا علاء الدّوله بتخت هراة رفته چند روزی از آسیب

---

[1] ک: الابوّة ولابنوّة، آ: الابی ولابنوة، اک: لاابوّة ولابنوة، ب‍ت: لابوّة ولابنوة.

[2] آ: وحزین (بجای آنچه درمتن است)، ب‍ ا اک ت: وجان آزرده حزین، ب‍ت: وجان آزردهٔ حزین،

[3] آ ب ب‍ت اک ت: دیوان حافظ (طبع ملتانی) ص ۱۲۵: کارساز (بجای پادشاه)

[4] کذا ایضاً در روضة الصّفا ۶: ۲۵۰ س ۲۲ وحبیب السیر ۳: ۳: ۱۶۹، آ ب‍ت: ملک (بجای ملک)، ب آ اک مثل متن، ک ت: ملکِ،

1945

نومبر ۱۹۴۵ء

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی لاہور

یہ ضمیمہ عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے
[illegible] تقسیم ہوتا ہے

ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین

نومبر ۱۹۴۵ء

فہرست مضامین

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ ایشرداس پرنٹر چھپا۔ اور

بابو صدیق احمد خان نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا

اُردو میں سب سے ابتدائی شہر آشوب

شہر آشوب کی مفصل تاریخ سے متعلق میرا مضمون رسالہ اُردو جولائی ۱۹۴۵ء میں شائع ہو چکا ہے میں نے اس مضمون میں بتایا ہے۔ کہ کسی نظم کا شہر آشوب کی صف میں شامل ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ اس میں چند بنیادی اوصاف اور شرائط موجود ہوں۔ بنیادی شرط اس کی یہ ہے کہ اس میں کسی شہر یا ملک کے مختلف طبقوں علی الخصوص پیشہ وروں اور کاریگروں کی معاشرت کے کسی پہلو کا ذکر ہو۔ یا اقتصادی اختلال اور حادثے کا حال ہو۔ یا طبقات شہر کی سیاسی اور مجلسی پریشانی کا، ہجریہ یا ہزلیہ تذکرہ کیا گیا ہو۔

میں نے اس مضمون میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اس صنف نظم کی ابتدا غالباً ترکی میں ہوئی۔ اور پہلا شہر آشوب (یا شہر انگیز) ایڈریا نوپل کے ایک شاعر مسیحی کے قلم سے دسویں صدی ہجری میں نکلتا ہے اس کے بعد یا اسی زمانے میں ایران میں بھی فارسی کے شہر آشوب لکھے جاتے ہیں۔ ان شہر آشوبوں کا انداز ہجویہ تھا اور مقصود ان سے یا تو ہجو ذاتی ...... یا محض تفنن، البتہ طبقات کا تذکرہ بطور بنیادی صفت کے ان سب میں نظر آتا ہے۔ ایران سے یہ صنف ہندوستان میں پہنچتی ہے، چنانچہ اکبری دور میں بھی بعض شہر آشوب لکھے جاتے ہیں جو ایرانی نمونے کے ہیں۔ اس کے بعد عہدِ شاہجہانی کے آخر میں ایک انقلاب نمودار ہوتا ہے اور بہشتی تخلص ایک شاعر اپنے آشوب نامے میں سچا اور حقیقی سیاسی رنگ پیدا کرتا ہے۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے۔ کہ عالمگیر کے زمانے کے بعد اُردو میں یہ صنفِ نظم ملکی اور اقتصادی کوائف کا عکس بنکر بڑی اہمیت اختیار کر لیتی ہے۔ اردو شہر آشوبوں کے پیشروان قافلہ شاکر ناجی، میر، سودا تھے۔ یہی حضرات تھے جن کے آشوبیہ مخمسات و قصائد نے اس صنفِ نظم کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا۔ اور اس کو وہ درجہ عطا کیا کہ اس کی بنا پر ہم آج شہر آشوب کو اُردو ادب کا ایک قیمتی، ضروری اور لائقِ فخر حصہ خیال کرتے ہیں۔ ان شعرا کے شہر آشوب بیشتر

اقتصادی رنگ کے حامل تھے۔ ان کے بعد غدر دہلی کے شہر آشوب لکھے جاتے ہیں جو حالات کے اقتضاء سے کم وبیش سیاسی مرثیے کا درجہ رکھتے ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ اردو (جولائی ۱۹۴۵ء)

موجودہ مقالے میں ہم اُن شہر آشوبوں سے بحث کرنا چاہتے ہیں جو عہد عالمگیری سے لے کر غدر دہلی تک اردو میں لکھے گئے۔ ضمیمۃً بعض فارسی آشوب ناموں کا سرسری تذکرہ بھی ہوگا۔ جن سے اردو شہر آشوبوں نے اثر قبول کیا۔ ان آشوب ناموں کی فہرست یہ ہے :۔ (۱) مثنوی در صفت خرابیٔ اکبر آباد حاذق جیلانی۔ (۲) شورش نامہ لعل رائے شوقی (پنجاب)۔ (۳) آشوب نامہ بہشتی ۱۰۹۸ھ کے بعد (۴) فریاد جعفر زٹلی۔ (۵) ساغر بزم آشوب یا مخمس محمد محسن (۱۰۹۰ھ)۔ (۶) شہر آشوب (فارسی) فائز محمد شاہی (۱۱۴۴ھ)۔ (۷) شہر آشوب مرزا محمد شفیع (۸) آشوب نامہ بہشتی ۔

یہ سب آشوب نامے فارسی میں ہیں۔ ان میں سے بعض کی تفصیل سے مَیں بے خبر ہوں۔ اسلئے سب کا تجزیہ کرنے کی بجائے مَیں اس موقعہ پر صرف بہشتی کے آشوب نامہ ہندوستان کی کچھ تفصیل بیان کرتا ہوں۔ کیونکہ ان سب میں صرف اسی کتاب کو اہمیت حاصل ہے ۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ کہ سلطنتِ مغلیہ کے زوال کی ابتدا عالمگیر کی وفات سے ہوئی۔ یہ خیال کسی حد تک صحیح بھی ہے۔ مگر بنظرِ غائر دیکھنے سے یہ معلوم ہوگا۔ کہ مغلوں کے نظام سلطنت کا بنیادی نقص جانشینی اور تخت و تاج کی وراثت کا مسئلہ تھا۔ یہ سوال مغلوں کی تاریخ میں بار بار ہمارے سامنے آتا ہے۔ مگر شاہجہان کی جانشینی کے قضیے نے جو خوفناک صورت اختیار کی وہ کسی تاریخ کے مبصر اور ناظر سے پوشیدہ نہیں۔ اس کا پہلا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سلطنتِ مغلیہ کی مرکزیت، وحدت اور قوت کو سخت نقصان پہنچا۔ امرائے سلطنت جو اس سے قبل اپنی خود غرضیوں کو زبردست مرکزی اقتدار کی وجہ سے بروئے کار نہ لا سکتے تھے اب خود تیموری شہزادوں کی حمایت کے بہانے سے قوت پانے لگے۔ حقیقت میں امراء اور عمائد کا یہ سرکشانہ اقتدار ہی سلطنتِ مغلیہ کے زوال کا باعث ہوا۔ اور اس کا روزِ آغاز عہد شاہجہانی کا آخری حصہ تھا۔ اسی دور میں ترکی حسیات کا خاتمہ ہوتا ہے۔ "ہندوستانی" تحریکیں زور پکڑتی ہیں۔ سلطنتِ دہلی کے لئے کشمکش اور مسابقت شاہجہان کی زندگی میں ہی شروع

ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد جانشینی کی جنگ شروع ہوتی ہے جس میں اورنگ زیب، مراد بخش، شاہ شجاع اور دارا باہم دست و گریبان نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ سے امرا کی جماعت بھی مختلف حصوں میں بٹ جاتی ہے۔ مقاصد مختلف ہو جاتے ہیں، نصب العین کی وحدت مفقود ہو جاتی ہے۔ اور خود غرضی اور خود پروری کو فروغ ہوتا ہے۔ ان حالات میں تجارت، زراعت، صنعت اور عام معاشرت میں خلل کا واقع ہونا قدرتی امر تھا۔ عوام جو عموماً سیاسیات کے بیکار اور "خونریز مشغلے سے مجتنب رہتے تھے بدامنی اور اختلافِ مقاصد کا شکار ہو جاتے ہیں اور مغل سلطنت کا وقار اور اعتماد کمزور ہو جاتا ہے جس کو اورنگ زیب کی آہنی گرفت اور فولادی تنظیم بھی بحال نہیں کر سکتی۔ مثنوی "آشوب نامہ ہندوستان" میں بہشتی انھی تاریخی واقعات اور حقیقتوں کو بیان کرتا ہے ٭

بہشتی عہد شاہجہانی کا شاعر تھا۔ اس کی مثنوی[1] آشوب نامہ ہندوستان ۱۰۶۷ھ اور ۱۰۶۸ھ کے سوانح سے بحث کرتی ہے "سوانحے کہ در اثنائے ۱۰۶۷ھ و ۱۰۶۸ھ درین عالم کون و فساد بظہور آمدہ"

بہشتی دراصل سلطان مراد بخش کے ہوا خواہوں میں سے تھا۔ چنانچہ اس مثنوی میں ایک فصل "در مدح گیتی پناہ سلطان محمد مراد بخش بادشاہ خلد اللہ تعالیٰ" بھی ہے۔ وہ اسی شہزادے کو تاج و تخت کا اصلی وارث سمجھتا ہے۔ جانشینی کے معرکے میں اُس کی دُعائیں اسی کی فتح و کامرانی کے لئے وقف ہیں۔ اور اس کے بعد جب اورنگ زیب سب پر غالب آ جاتا ہے تو وہ اس وقت بھی مراد بخش کی شکست اور اس کے نتائج کو غم و اندوہ کی نظر سے دیکھتا ہے ٭

بہشتی کہتا ہے۔ کہ ہندوستان میں مغلوں کے نظام حکومت کا ایک کمزور پہلو یہ ہے کہ یہاں ولیعہدی کا سوال اکثر جنگ و جدل اور خونریزی سے طے ہوتا ہے۔ جس سے ملک میں ابتری پھیلتی تھی۔ بخلاف اس کے ایران وغیرہ میں جب ایسا موقعہ آتا ہے۔ تو بڑی آسانی کے ساتھ دوسرا بادشاہ تخت پر بیٹھ جاتا ہے ٭

---

[1] یہ مثنوی طبع ہو چکی ہے۔ اس کے مضامین کی تفصیل ایتھے کی انڈیا آفس کی فہرست مخطوطات۔ ریو کی فہرست مخطوطات برٹش میوزیم لندن اور ایڈنبرا کی فہرست مخطوطات فارسی وغیرہ میں ملاحظہ ہو ٭

چو از جبہت آباد ایراں زمیں　　رود صاحب تاج و تخت و نگیں
ہماں لخط والا جناب دگر　　بر آید باقبال بر تخت زر
نہ تیغ کس آید بروں از نیام　　نہ کس را رسد صبح دولت بہ شام
خلف گر دو باشد شہنشاہ را　　گزیند دریں کار آگاہ را

بہشتی اس مثنوی میں شاہجہان کی علالت اور تخت سے اس کی علیحدگی، پھر تخت و تاج کے لئے اس کے بیٹوں کی باہمی لڑائی اور بالآخر اورنگ زیب کی کامیابی کے تاریخی واقعات بتفصیل بیان کرتا ہے۔ مگر ہمارے نقطۂ نظر سے جو چیز اہم ہے وہ یہ ہے کہ بہشتی اس خانہ جنگی کے مجرے اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے ملک کے اقتصادی زوال پر افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ چنانچہ بدنظمی اور ملکی اور اقتصادی اختلال کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا ہے:-

برافتاد رسم نشاط از جہاں　　سپاہ غم آمد کراں در کراں
ہزاراں فتادند بے روزگار　　عزیزاں بہر گوشہ خوار و نزار
ز طاعوں بسے شہرہا شد خراب　　شد از قحط دریای طاقت سراب
بہر سر حد از غارت رہزنان　　بہ تجار نے نام ماند و نہ مان
ز سرحدِ بنگالہ تا آب سندھ　　چو کاشانۂ جغد شد ملکِ ہند
ز آبِ اٹک تا بملکِ دکن　　ہمہ راغ شد شہر و باغ و چمن

جیساکہ آگے چل کر بیان ہوگا۔ عہدِ مغلیہ میں فوجی ملازمت اور سپاہ گری کا پیشہ عام شرفا و نجبا کے لئے ایک بہت بڑا ذریعۂ معاش تھا۔ بہشتی لکھتا ہے کہ اورنگ زیب نے تخت دہلی پر بیٹھتے ہی شائستہ خاں کے ایما اور تخفیف مصارف کے بہانے سے پرانے سپاہیوں کو برطرف کرکے نئی بھرتی شروع کردی۔ مقصود اس سے یہ بھی تھا۔ کہ وہ سارے عناصر جن کی وفاداری مخدوش اور جن کی عقیدت مشکوک تھی سب کے سب فوج سے نکل جائیں۔ اور اس طرح سے ہواخواہانِ مراد اور دارا کا بھی خاتمہ ہو جائے۔ بادشاہ کی یہ تدبیر بجائے خود صائب اور مناسب سہی۔ مگر بہشتی اس سے

یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اس تبہ نوکری سے بد امنی اور بے چینی پیدا ہوئی جس کا اثر بعد میں ظاہر ہوا۔

بہ آمد چو بر منظر خاص و عام ‏ ‏ ‏ ‏ بفرمود با بخشیان عظام
کہ باید سپاہ جدیدی ہمہ ‏ ‏ ‏ ‏ شود از قدیمی جدا چوں رمہ
ز شاہ جہان و ز دارا شکوہ ‏ ‏ ‏ ‏ ز سلطان مراد تہور پژوہ
سپہ ہر قدر ہست در ہر طرف ‏ ‏ ‏ ‏ نمایند از نوکری برطرف
بعہدش پریشاں پئے روزگار ‏ ‏ ‏ ‏ نشستند چندین ہزاران ہزار

مثنوی کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے ؎

چناں ملک ہندوستاں شد خراب ‏ ‏ ‏ ‏ کہ درپاش دارد مزاج سراب
درین خاک تیرہ سرائے نماند ‏ ‏ ‏ ‏ بجز خانۂ چغد جائے نماند
مگر صاحب الدعوۃ خاندان ‏ ‏ ‏ ‏ دہد رونق دستگاہ جہان

.... ‏ ‏ ‏ ‏ ....

شد ایں نامہ از ہمت دوستان ‏ ‏ ‏ ‏ مسمیٰ "باشوب ہندوستان"

بہشتی کے آشوب نامے میں باقاعدہ شہر آشوبوں کے سارے اصول موجود نہیں۔ طبقات کا ذکر کم ہے اور اقتصادی بے چینی کی کیفیت بھی کچھ زیادہ نہیں۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ اس آشوب نامے نے شہر آشوب کے مضمون اور ماہیت میں بڑا انقلاب پیدا کیا۔ قیاس کہتا ہے کہ اس کے بعد کے سارے شہر آشوب نویس اس سے متاثر ہوئے ہونگے۔

محمد شاہ کا عبرت ناک دور

محمد شاہی عہد کے لگ بھگ شہر آشوب بڑی کثرت سے لکھے جاتے ہیں اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ زمانے کے واقعات اور احساس زوال سے شعراء کا اثر پذیر ہونا بالکل قدرتی تھا۔ چنانچہ ان نظموں میں اس دور پرفتن کے واقعات کا پورا عکس ملتا ہے۔ سیاسی خلفشار کے ساتھ ساتھ عام

شاعری کا رنگ بدلا ہو یا نہ بدلا ہو شہر آشوب کا رنگ یقیناً بدلا، ملکی اختلال، خانہ جنگی، بے روزگاری مجلسی بے اعتمادی، معاشرتی گڑبڑ اور بے چینی اس قدر عام ہوگئی تھی کہ اس کے احساس سے کوئی صاحب دل خالی نہ ہوگا۔ علامہ آزاد بلگرامی نے "خزانہ عامرہ" میں متعدد موقعوں پر عسکری نظام کی شکست اور فنِ سپاہ گری کے زوال کا ماتم کیا ہے۔ شعرائے عصر اگرچہ خاص حقائق کے اظہار سے عموماً مجتنب رہتے تھے۔ جس کی وجہ سے ملکی سیاسیات کا عکس ان کے کلام میں کچھ زیادہ نظر نہیں آتا۔ پھر بھی عام سیاسی بےچینی اور اقتصادی بے قراری کی غمازی ضرور کرتا ہے۔

درحقیقت یہ بڑا عبرت ناک دور تھا۔ اس زمانے کے مصنفوں کے ذہن پر مصائب اور ہلاکت خیزیوں کا اثر بہت گہرا معلوم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ کتابوں کے ناموں اور عنوانوں سے بھی اس کا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ بہت سے عبرت نامے، آشوب نامے، شورش نامے، فلک آشوب اور شہر آشوب اس زمانے میں لکھے جاتے ہیں۔ جن کے مضامین واقعی عبرت اور آشوب کے مرقعے ہیں۔

اُردو شہر آشوب کا آغاز

اردو شہر آشوبوں کی ابتدا بھی اسی زمانے میں ہوتی ہے۔ سرچشمہ اس کا ہجو ہے۔ یہی ہجو ملکی اور مجلسی بے اعتدالیوں کی طنزیہ تنقید تک پہنچ جاتی ہے۔ دہلی میں ایک صاحب پیر خان کمترین ہوا کرتے تھے۔ ہجو ان کا پیشہ تھا۔ بچارے میر تقی میر بھی ان کی ہجو ہائے رکیک کے نشانہ بنے رہے انہوں نے ایک شہر آشوب بھی لکھا جس میں مختلف طبقوں کی ہجو کی ہے۔ گلزار ابراہیم میں ہے:۔

کمترین دہلوی از منسلکان نواب عماد الملک غازی الدین خان بود گفتارش بطور آبرو و طبعش اکثر مائل بہ ہجا بود، گویند شہر آشوبے در ہجو ہر قوم گفتہ۔ چنانچہ چند بیت ازآن نگارش می رود (۴ شعر) (گلزار ابراہیم ص ۲۰۶)

مجموعہ نغز کا بیان بھی اس کے قریب قریب ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

پیر خان کمترین ...... از معاصران شاہ مبارک آبرو و میر شاکر ناجی ......

"در حق مہر جنس مردم چیزے گفتہ" (ج ۲-ص ۱۴۳)

مجموعہ نغز میں مختلف لوگوں کی ہجو کے منفرد اشعار دئے گئے ہیں۔ ممکن ہے ان میں سے بعض شہر آشوب کا جزو ہوں ؎

شہر آشوب شاکر ناجی

اسی زمانے میں شاکر ناجی نے ایک شہر آشوب لکھا۔ جس میں نادر شاہی حملے سے دہلی کی تباہی اور بربادی کا ماتم کیا ہے۔ اس کے ضمن میں ہندوستانی فوج کی بزدلی اور عسکریت کی روح کے فقدان پر بھی طنز و تعریض کی ہے۔ مجموعہ نغز میں لکھا ہے (ج ۲-ص ۲۵۸)

"دو بند مخمس در احوال یورش طہماسپ قلی نادر بر ہندوستان جنت نشان..... گفتہ"

شاکر ناجی طبقہ اول کے بزرگ تھے۔ ہجو گوئی ان کا بھی فن تھا۔ ملکی حالت کی ابتری نے ان کے ہجویہ رجحان کو سیاسی ہجو گوئی کے قالب میں ڈھال دیا۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ خانہ جنگی اور امرا گردی سے جو بد انتظامی پھیل چکی تھی وہ بھی کچھ کم نہ تھی۔ اس پر نادر شاہی تاخت و تاراج نے جو حال کیا۔ اس کا حال معاصر مصنفوں کی کتابوں میں پڑھ کر دل دہل جاتا ہے۔ شاکر ناجی نے اس موضوع پر ایک طولانی مخمس لکھا ہے۔ جس کے متعلق مولانا آزاد آب حیات میں لکھتے ہیں "نادری چڑھائی اور محمد شاہی لشکر کی تباہی میں خود شامل تھے۔ اس وقت دربار دہلی کا رنگ، شرفا کی خواری، پاجیوں کی گرم بازاری اور اس پر ہندوستانیوں کی آرام طلبی اور ناز پروری کو ایک طولانی مخمس میں دکھایا ہے۔ افسوس کہ اس وقت دو بند اس کے ہاتھ آئے" یہ دو بند آزاد نے مجموعہ نغز سے نقل کئے ہیں؎

لٹے ہوتے تو برس بیس آنکو جیتے تھے ۔۔۔ دعا کے زور سے دائی دوا کی جیتے تھے

شرابیں گھر کی نکالے مزے سے پیتے تھے ۔۔۔ نگار و نقش میں ظاہر گویا کہ چیتے تھے

لگے ہیں پیکلیں بازو اوپر طلاء کی نال

نقارا سنتے ہی گیا مرا انہیں تو شادیانا تھا ۔۔۔ کہ تیں نشان کے ہاتھی اوپر نشانا تھا

نہ پانی پینے کو پایا وہاں نہ دانا تھا ملے تھے وہاں جو لشکر تمام چھانا تھا

نہ ظرف و مطبخ و دُکان نہ غلّہ و بقّال

شاکر ناجی کا مخمس شہر آشوب اس لحاظ سے یقیناً اہم ہے کہ یہ اردو شہر آشوب نویسوں کے لئے دلیل راہ ثابت ہُوا - سودا اور میر کے مخمس شہر آشوب اسی کے تتبع میں معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان میں جو سیاسی اور اقتصادی رنگ ہے وہ شاکر ناجی کے مخمس کی پیروی میں ہے *

میر و سودا کے شہر آشوب

اب ہم میر و سودا کے شہر آشوبوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ سودا نے ایک شہر آشوب قصیدے کی شکل میں [illegible] دوسرا مخمس کی صورت میں لکھا ہے - میر کے ہاں بہت سی چیزیں ایسی مل جاتی ہیں جنہیں شہر آشوب کی صف میں لایا جا سکتا ہے - مگر مشہور اور باقاعدہ شہر آشوب ایک مخمس ہے - جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

مشکل اپنی ہوئی جو بُود و باش

آئے لشکر میں ہم برائے تلاش

سودا کا مخمس اس شعر سے شروع ہوتا ہے ؎

کہا میں آج یہ سودا سے کیوں تو ڈانواں ڈول پھرے ہے جا کہیں نوکر ہو لے کے گھوڑا مول

سودا کے قصیدہ شہر آشوب کا مطلع یہ ہے ؎

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جواں ہے دعویٰ نہ کرے یہ کہ مرے منہ میں زباں ہے

سودا کے شہر آشوب

سودا کا قصیدہ شہر آشوب نسبتاً طویل ہے - اس میں سودا بے نوکری اور قلت معاش کی شکایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اب نوکری بالکل مفقود ہے - اگر گھوڑا لے کر کسی کی نوکری کرنے جاتے ہیں تو پھر تنخواہ ندارد - افلاس کا یہ عالم ہے کہ " علف و دانہ " کی خاطر شمشیر جو گھر میں [illegible] کے یاں ہے

ملازم ہوکر تنخواہ کی امید میں سال سال گزر جاتا ہے۔ پھر جاکر کہیں تنخواہ کی شکل نظر آتی ہے۔ سرکاری ملازمتوں میں ملازموں کی اس درگت سے اگر کوئی بچنا چاہے تو آؤ ر کیا کرے۔ کیونکہ دوسرے پیشے بھی اسی حالت میں ہیں۔ اگر کسی امیر اور عمدہ کی طبابت اختیار کی جائے۔ تو آقا کی نازک مزاجی اور تنگ حالی سوہان روح ہیں۔ سوداگری کی حالت اس سے کم خراب نہیں۔ مال اصفہان سے خرید بھی لائیں تو دکن سے ادھر بکے کہاں ؛ اگر شمالی ہند میں کسی عمدہ امیر کے پاس پھنس گئے تو ہزار بک بک کے بعد پہلے قیمت چکتی ہے۔ پھر وصولی کیلئے پروانہ لکھا جاتا ہے پھر کبھی عامل کے پاس کبھی دیوان بیوتات کے پاس کبھی یہاں کبھی وہاں مارے مارے پھرو۔ پھر بھی وصول معلوم!

خان خوانین کی وکالت کا عالم اس سے بھی نرالا ہے۔ ہر وقت کی حاضر باشی، تملق اور خوشامد سے جان اجیرن ہوتی ہے۔ یہی حال شاعری، ملائی، فن کتابت وغیرہ کا ہے کسی فن کسی پیشے میں امن و اطمینان موجود نہیں۔ بلکہ سب پیشوں کو تج کر توکل کا شیوہ بھی اختیار کر لیجئے۔ تو زن و مرد کو کہاں لے جائیے۔ انہیں تو بابا کی اس حرکت میں دیوانگی کے آثار نظر آتے ہیں۔ غرض ؎

آرام سے کٹنے کا سنا تو نے کچھ احوال　　　جمعیت خاطر کوئی صورت ہو کہاں ہے
دنیا میں تو آسودگی رکھتی ہے فقط نام　　　عقبیٰ میں یہ کہتا ہے کوئی اسکا نشاں ہے
سو اس کا تیقن تو کسی دل کو نہیں ہے　　　یہ بات بھی گوینده ہی کا محض گماں ہے
یاں فکر معیشت ہے تو واں دغدغہ حشر　　　آسودگی حرف است نہ یاں ہے نہ وہاں ہے

سودا کا دوسرا شہر آشوب مخمس کی صورت میں ہے۔ اس میں بھی عام بے روزگاری اور شرفا کے فقدان معاش کا ماتم ہے۔ اس کا آغاز اس بند سے ہوتا ہے:۔

کہا میں آج یہ سودا سے کیوں تو ڈانواں ڈول　　　پھرے ہے جاکہیں نوکر ہو لے کے گھوڑا مول
لگا وہ کہنے یہ اس کے جواب میں دو بول　　　جو میں کہوں گا تو سمجھیگا تو کہ ہے یہ ٹھٹھول
بتا کہ نوکری بکتی ہے ڈھیروں یا تول؟

اس کے بعد سودا بے روزگاری کے اسباب سے بحث کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ

اس سے پہلے امراء اور جاگیردار سپاہیوں کو نوکر رکھا کرتے تھے۔ سو وہ جاگیریں اب ختم ہوگئی ہیں۔ ملک میں بدنظمی اور گڑبڑ ہے۔ اس سے وجوہ معاش تنگ ہوگئے ہیں، جو کل تک بائیس صوبوں کے مالک تھے اب ان کے تصرف میں کول کی فوجداری بھی نہیں۔ پرانے مناصب کے نام اور ظاہری رسوم تو ہیں۔ مگر اندر سے سب کھوکھلے ہیں۔ جو امیر دانا اور معاملہ فہم ہیں وہ زمانے کا رنگ دیکھ کر سیاسیات سے الگ ہو گئے ہیں۔ پرانی وضعداری کو نباہ رہے ہیں۔ حکومت کے قاعدوں اور دستوروں کے جاننے والے امرا بھی عنقا ہوگئے ہیں، جو چند امرا موجود ہیں وہ معاملات ملکی سے اس حد تک مجتنب ہیں کہ کسی نے سیاسیات کا ذکر چھیڑ بھی دیا۔ تو وہ جھٹ کہہ دیتے ہیں ؏ خدا کے واسطے بھائی کچھ اَور باتیں بول۔ خزانہ خالی ہے۔ کیونکہ کاشتکاری اب کمزور ہوگئی ہے۔ نہ ربیع ہے نہ خریف، پس جب نظم و نسق یوں برباد ہو تو سوار، نوکر، پیادے کہاں سے آئینگے۔ اور آئینگے تو کھائینگے کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ فوج کے لئے مناسب آدمی نہیں ملتے، جو ہیں ان کی بزدلی کا یہ عالم ہے ؎

. . . .

پیادے ہیں سوڈریں سر منڈاتے نائی سے　　سوار گر پڑیں سوتے میں چارپائی سے

کرے جو خواب میں گھوڑا کسی کے نیچے الول

اصطبل کے جملہ جانوروں کا یہ حال ہے کہ گھاس چارے کی کمی کی وجہ سے بچارے مر رہے ہیں ایسی ناگفتہ بہ حالت میں بھلا کہاں تک قائم رہیں گے۔

کہے جو موذی سے جا کر دواب کے حالات　　جواب دے ہے کہ ہے اونٹ تو فرشتے کی ذات

ہوا پہ چھٹی ہے بیلوں کی اور بھیس پہ برات　　جو خچری ہیں انہوں نے پیا ہے آب حیات

تمہارے کھانے کو دانہ کہو تو دیجے تول

گھوڑوں کا حال یہ ہے ؎

جو اصطبل میں کئی گھوڑے ہیں تو کیا امکاں　　کہ ہووے گھاس کے پتے کا انکے آگے نشاں

کسی کی ٹوٹی ہے ٹنگڑی کسو کا جھڑ گیا ہے کان　　طویلہ اسکو کہوں یا کہ دیج پیسہ کا تھان

اسی خیال میں رہتی ہے عقل ڈانواں ڈول

شاگرد پیشہ اور خادمانِ محل بھی مارے بھوک اور افلاس کے نڈھال ہیں۔ یہ سب بلے زری کے شاکی اور مفلسی کا شکار ہیں، یہ حال ان کا ہے جو ملازمت میں ہیں۔ ان کا تو کیا مذکور جو بچارے بے روزگار ہیں۔ پھر ملازمت میں صرف یہی عذاب نہیں کہ روٹی رو رو کر نصیب ہوتی ہے۔ یہ مصیبت بھی ہر وقت شریکِ جان ہے۔ کہ آج جائداد ضبط ہوئی کل پرگنہ نیلام ہوا ؎

سو کیا وہ نوکری کٹتی ہو جس میں یہ اوقات ملے ہے پیٹ کو روٹی سو رو رو آدھی رات

جو چاہیں تن ڈھپے اس میں سو آگے پیچھے پات اور اس پہ یہ ہے کہ ہر روز ٹھہرے موجودات

جو پانچوں باندھئے ہتیار اور چھٹی پستول

غرض روپیہ اس درجہ کمیاب ہو رہا ہے کہ ؎ ...... روپیہ کی شکل تو دیکھی نہیں خدا جانے

کہ اس زمانے میں چپٹا بنے ہے وہ یا گول

ان حالات میں نوکری کی تلاش خبط و جنوں سے کم نہیں۔ جب سپہگری کے فنون جو اس سے قبل لوگوں کے لئے مفید اور قابلِ توجّہ تھے۔ اب موجود نہیں تو ؎

زمانہ دیکھ کے ہتیار ہم نے ڈالے کھول

اس کے بعد سودا شہر دہلی کی خرابی اور بربادی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور شرفائے دہلی کی کس مپرسی اور پریشانی کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ شاہی عمارتوں اور شہر کے مکانات پر حسرت و یاس اور تباہی کا یہ عالم ہے کہ دل شق ہو جاتا ہے۔ نجیب و شریف فقر و فاقہ سے بسر کر رہے ہیں۔ شریف زادیاں گداگری اور دریوزہ گری پر مجبور ہو گئی ہیں ؎

نجیبِ زادیوں کا ان دنوں ہے یہ معمول وہ برقع سر پہ ہے جس کا قدم تلک ہے طول

ہے ایک گود میں لڑکا گلاب کا سا پھول اور اُن کے حسن طلب کا ہر ایک سے یہ قول

کہ خاکِ پاک کی تسبیح ہے جو لیجے مول

آخری دو بند یہ ہیں ...

غرض میں کیا کہوں یارو کہ دیکھ کر یہ قہر　　کروڑ مرتبہ خاطر میں گذرے ہے یہ لہر
جو تک بھی امن دل اپنے کو دیوے گردش دہر　　تو بیٹھ کر کہیں یہ رو دیجے کہ مردم شہر
گھروں سے پانی کو باہر کریں جھکول جھکول

بس اب خموش ہو سودا کہ آگے تاب نہیں　　وہ دل نہیں ہے کہ اس غم سے جو کباب نہیں
کسی کی چشم نہ ہوگی کہ وہ پُر آب نہیں　　سوائے اس کے تری بات کا جواب نہیں
کہ یہ زمانہ ہے اک طرح کا زیادہ نہ بول

میرؔ کا شہر آشوب

میر تقی میرؔ کا شہر آشوب بھی اقتصادی بدحالی اور درباری ماحول کی تصویر کھینچتا ہے ؎

مشکل اپنی ہوئی جو بود و باش　　آئے لشکر میں ہم برائے تلاش
آن کے دیکھی یاں کی طرفہ معاش　　ہے لب ناں پہ سو جگہ پرخاش
نے دم آب ہے نہ چمچۂ آش

لشکر میں سب احباب کو بے سروسامان پایا، زندگانی سب پہ وبال ہوئی ہے، شہر کے کنجڑے بقال سب روتے ہیں۔ تمام خلقت الجوع الجوع پکار رہی ہے۔ جو امرا ہیں سب بے دستور ہیں۔ ان تک رسائی مشکل ہے، دربار کیا ہے ؏ دس تلنگے جو ہوں تو ہے دربار۔ لُچّے اور شُہدے ہر جگہ آفتِ جان ہیں۔ غرض ہر طرف واویلا ہے۔ ماتم ہے مصیبت ہے۔ مگر اس صورت حال کا علاج بجز خاموشی کے کچھ نہیں ؎

بس قلم اب زباں کو اپنی سنبھال　　خوشنما کب ہے ایسی قال و مقال
ہے کذصب چرخ روسیہ کی چال　　مصلحت ہے کہ رہیئے ہو کر لال
فائدہ کیا جو راز کریئے فاش

میرؔ و سوداؔ کے شہر آشوبوں کے مضامین کا جو خلاصہ سطورِ بالا میں میں نے پیش کیا ہے اس سے بجز

معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ دونوں شعراء کی ان نظموں کا ماحول تقریباً یکساں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض جزئیات کے سوا دونوں کے مضامین بھی تقریباً مشترک ہیں۔ اقتصادی بے چینی کا ماتم جو سودا کے ہاں ہے وہی میر کے مخمس میں ہے۔ دونوں اسے ملکی نظم و نسق کی خرابی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ عہد عالمگیری کے بعد خانوادۂ شاہی کے افراد کی خانہ جنگی اور امراء اور صوبہ داروں کی سرکشی اور غلبے سے جو خلل انتظام سلطنت میں واقع ہوا اس سے سرکاری ذرائع معاش کے علاوہ عوام کے معاشی اور اقتصادی امن و سکون کو بڑا دھکا لگا۔ اس پر نادر شاہی اور احمد شاہی حملوں نے نہ صرف مغل شنشاہوں کے رُعب اور وقار کو نقصان پہنچایا بلکہ خزانۂ شاہی پر بہت بار ڈالا۔ جب میدان جنگ کی شکستوں کی تلافی تاوان اور رشوت سے کی جانے لگے۔ تو پھر شاہی خزانے کب تک اس بوجھ کو برداشت کر سکتے ہیں۔ مداخل اور محاصل کی کمی کا نتیجہ سوا اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ ملازمتوں میں معتدبہ تخفیف عمل میں لائی جائے۔ مغلوں کی حکومت میں منصبداری کا نظام بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ منصب کے حصول کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ ہر منصبدار بوقت ضرورت مرکز کو فوج مہیا کیا کرے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ نظام مغلوں کی حکومت کے لیئے بڑی قوت اور استحکام کا ذریعہ ثابت ہوا۔ مگر جب مرکز میں ضعف پیدا ہوا تو منصبدار اس نظام کے تمام اصول اور شرائط پر عملدر آمد کے بارے میں کوتاہی کرنے لگے منصبداروں کے لئے ضروری ہوتا تھا کہ وہ فوج کی باقاعدہ تربیت کریں اور عمدہ گھوڑے اور دُوسرے باربردار جانور پالیں۔ اس کے لئے منصبداروں کو جاگیر ملتی تھی۔ شروع شروع میں اس پر عمل ہوتا تھا۔ مگر بعد میں یہ منصبدار محض حیلہ بازی سے کام لیکر بوقت ضرورت اِدھر اُدھر سے سب اچھے بُرے گھوڑوں کو جمع کر لیتے۔ اور محض شرط پوری کرکے اپنا پیچھا چھڑا لیتے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ رفتہ رفتہ مغلوں کی فوج باقاعدگی اور حسن تربیت سے محروم ہو گئی۔ اچھے سپاہی ناپید ہونے لگے۔ اور عسکریت کی رُوح فنا ہو گئی۔ جس کی شکایت علامہ آزاد بلگرامی اور دُوسرے مصنفوں نے کی ہے۔ شاکر ناجی، میر اور سودا بھی اپنے شہر آشوبوں میں اسی کا رونا روتے ہیں ٭

اس ضمن میں یہ بتانا ضروری ہے۔ کہ میر و سودا نے شہر آشوبوں کے علاوہ اپنی دوسری نظموں

میں بھی "گھوڑے" کو اپنا خاص موضوع بنایا ہے۔ درحقیقت "گھوڑے" مغل فوجی نظام میں بیحد اہمیت رکھتے تھے۔ جس طرح قدیم ہندوؤں کے فوجی نظام میں ہاتھیوں کو بڑا مقام حاصل تھا۔ بعینہٖ اسی طرح مغلیہ عہد میں گھوڑوں کی تربیت پر بڑا وقت صرف کیا جاتا تھا۔ چنانچہ فن اسپ شناسی اور مبصری کے متعلق تصانیف کی کثرت سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ شاہجہان کے زمانے کے بعد اصیل اور تربیت یافتہ گھوڑوں کی کمی ہوتی گئی۔ تاآنکہ عہد محمد شاہی میں اس امر کی عام شکایت پیدا ہوگئی کہ اعلیٰ سوار اور عمدہ گھوڑے نہیں ملتے۔ پس میرؔ اور سوداؔ نے بلا وجہ "گھوڑے" کے مضمون کو اہمیت نہیں دی۔ بلکہ فوجی نظام کی اس اہم کمزوری پر بجا طور پر طنز و تنقید کی ہے۔

میرؔ اور سوداؔ نے دربار کی ابتری کا جو نقشہ کھینچا ہے اس پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں، ان ایام میں دہلی کے بادشاہوں کی جو حالت ہوگئی تھی وہ کسی تاریخدان سے پوشیدہ نہیں، قاعدہ دانی کا فقدان، اصول اور ضابطے سے اعراض، لائق اور مدبر امراء کی سیاسیات سے کنارہ کشی اور عام احساس زوال کا ثبوت اس دور کی سب تاریخوں اور تصنیفوں سے ملتا ہے۔

اس لحاظ سے میرؔ اور سوداؔ کے شہر آشوب اپنے زمانے کی سیاسی فضا کی کامیاب عکاسی کر رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہجویہ اور طنزیہ رجحان کی شدت سے بعض جزئیات میں مبالغے کا رنگ ضرور پیدا ہوگیا ہے۔ مگر واقعات اور حالات کی عام تصویر اصل کے قریب قریب ہے۔ سوداؔ کا شہر آشوب جوش اور شدت کے اعتبار سے میرؔ کے شہر آشوب سے افضل ہے۔ سوداؔ کے شہر آشوبوں کا میدان وسیع تر ہے، تصویر کو کامیاب طور پر پیش کرنے کی خاطر سوداؔ نے جزئیات میں رنگا رنگی پیدا کی ہے اور مبالغے کے زور سے پڑھنے والے پر حالات کا وہی اثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس سے خود شاعر کا دل بھرپور ہے۔ میرؔ کے ہاں سادگی اور خلوص ہے۔ میدان قدرے تنگ اور جزئیات کم ہیں مگر میرؔ بھی اپنے طور پر اس شہر آشوب میں کامیاب ہوئے ہیں۔

غالباً یہ خیال غلط نہ ہوگا۔ کہ اردو میں شہر آشوب کی صنف کو زندگی اور [illegible] بخشنے والے میرؔ اور سوداؔ ہی تھے۔ ان سے پہلے اس صنف میں جو کچھ لکھا گیا اس میں قوت اور جان [illegible]

اس موضوع پر تصنیف ہؤا۔ اس کا بیشتر حصہ محض تتبع کے طور پر تھا۔ جس میں خلوص اور اصلیت سے کہیں زیادہ شاعری اور سخنوری کا اظہار ہے۔ ہاں دہلی کے چند شہر آشوب اس سے مستثنیٰ ہیں ۔

نظیر کا شہر آشوب

نظیر کا شہر آشوب مخمس عوامی خصوصیات کا حامل ہے۔ اس میں دربار اور امراء کی بجائے عام پیشہ وروں کی اقتصادی حالت کی تصویر ہے۔ اس شہر آشوب میں محض آگرہ کی اقتصادی بے چینی کا تذکرہ ہے۔ نظیر کہتے ہیں کہ آگرہ کے صراف، بنئے، جوہری، سیٹھ ساہوکار، دکاندار، سوداگر، بیوپاری، بزاز، پنساری، دلاّل، دستکار، تارکش، نانبائی، بھڑبونجے، دھنیے، ہار بنانے والے، حجام، لوہار، مقبروں کے خادم، بامن، مدرس، پیرزادے غرض ؎

کیا چھوٹے کام والے کیا پیشہ ور نجیب
روزی کے آج ہاتھ سے عاجز ہیں سب غریب

ان عام پیشہ وروں کی فلاکت کے ذکر کے علاوہ نظیر نے سپاہ کی دربدری اور امیرزادوں کی بُری حالت کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ آگرے کے کارخانہ جات کے بند ہونے سے جو بے روزگاری پھیلی ہے اس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، پھر شہر کی عمارتوں کی شکست اور باغوں اور چمنوں کی افسردگی پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ آخر میں دُعا کی ہے۔ کہ اے خدا اہلِ آگرہ پر مہر کی نظر کر اور انکے کاروبار کھول!

نظیر کے اس شہر آشوب کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی مقامیت اور عوامیت ہے تصویر کشی اچھی ہے۔ اور مقامیت کے باوجود جزئیات خاصی ہیں۔ مگر مبالغے کے عیب سے خالی نہیں۔ اور خلوص اور دردمندی کے عناصر بھی کچھ زیادہ نہیں ۔

شہر آشوب راسخ عظیم آبادی

اسی زمانے میں راسخ عظیم آبادی (وفات ۱۲۳۸ھ) نے ایک شہر آشوب مثنوی لکھی۔ جس میں کوئی

خاص بات قابل ذکر بجز اس کے نہیں کہ اس میں زبان کا چٹخارا اور محاورے کا لطف ہے۔ رعایت لفظی اس کی خصوصیت ہے۔ جس سے دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔ مثلاً مشائخ کے ذکر میں فرماتے ہیں ؀

مشائخ جو ذی عزّ و تعظیم ہیں ۔ دل ان کے بھی صدمہ کش بیم ہیں
غم قوت ہے یاں تلک ہر زماں ۔ کہ ہیں رشتہ سبحہ ساں ناتواں

خوشنویسوں کی حالت :-

لکھوں خوشنویسوں کا میں حال کیا ۔ نوشتے پہ اپنے ہیں گریاں سدا
کہیں ہیں بچارے کہ کس اور جائیں ۔ لکھا اپنی قسمت کا کیسے مٹائیں

زراعت :-

زراعت کا پیشہ بھی بے آب ہے ۔ مدِ مدعا یاں تو نایاب ہے
کرے کب یہ پیشہ کسو کو نہال ۔ کہ سرسبز ہونا بہت ہے محال

سپاہی :-

سپاہی کی مٹی بھی اب ہے خراب
کہ تیغا ہوا نوکری کا تو باب

شہر آشوب شفیق اورنگ آبادی

مولوی عبد الحق صاحب نے چمنستان شعرا کے دیباچے میں لکھا ہے۔ کہ شفیق نے مصب حال زمانہ کے عنوان سے ایک شہر آشوب بھی لکھا ہے جس کے ابتدائی چند شعر یہ ہیں :-

ایک دن دل نے کہا مجھ سے کہ صاحب سن ادھر
کیوں ریاست دن بدن ایسی ذلیل ابتر ہے بتر
اس دکن کے بیچ چھ صوبوں کے تھے چھ بادشاہ
عادل اور فیاض صاحب عزم اور صاحب ہنر
ان کی دولت میں مرفّہ اور سبھی خوش حال تھے

کیا رعیّت کیا سپاہی کیا امیرِ نامور

آسماں وہی ہے اور وہی زمیں خلقت وہی

پھر ہوئی کس واسطے یہ زندگانی مختصر

شامتِ نیّت ہے یا تدبیر میں ہے کچھ قصور

تب تو دُشواری پڑی ہے ہر کسی کو اس قدر

افسوس ہے کہ پورا شہر آشوب مجھے نہ مل سکا۔

شہر آشوب سیّاح

ختم کرنے سے پہلے میں ایک اَور شہر آشوب کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جس کا رنگ ہجویہ ہے۔ مگر مقصود اس سے اصلاح ہے۔ یہ منشی داد خان سیف الحق المتخلص بہ سیّاح کی مثنوی ہے۔ جو ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی کسبیوں کی مذمّت یا توصیف میں ہے۔ یہ سیّاح مرزا غالب کے دوستوں میں سے تھے۔ سیف الحق کا لقب بھی انہی کا عطا کردہ ہے۔ انہوں نے ہندوستان کے مختلف شہروں کی سیاحت کی۔ جہاں جہاں گئے وہاں کے امراء و رؤسا کی سیرت کے اخلاقی پہلوؤں کا جائزہ لیا۔ اور ان کسبیوں اور رنڈیوں کی بھی مذمّت کی جن کے دام میں یہ امراء پھنسے ہوئے تھے۔ سیّاح نے اس موضوع کے ساتھ کیوں اتنے شغف کا اظہار کیا، اس کا جواب دینا میرے موضوع سے خارج ہے، بظاہر عبرت دلانا مقصود ہے۔ یہ مثنوی سوداؔ کے جواب میں یا مقابلے میں لکھی گئی تھی۔ چنانچہ فخریہ طور پر ایک جگہ کہتے ہیں۔ ؎

کم نہ سوداؔ سے مجھ کو تم سمجھو

شہر آشوب سیّاح کے متعلق یہ معلومات رسالہ اُردو بابت جولائی ۱۹۴۲ء (ص ۴۰۵) سے میں نے اخذ کی ہیں۔ مجھے اس شہر آشوب کو خود دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اس مضمون میں لکھا ہے۔ کہ اس میں ۱۹۲ اشعار ہیں۔ اس کا ایک قلمی نسخہ حاجی حکیم محمد قاسم صاحب (سورت) کے کتابخانہ

میں ہے۔ ۱۲۸۸ء میں طبع ہو چکی ہے ٭

اس مثنوی کا اس دور کے اقتصادی اور سیاسی شہر آشوبوں سے کوئی تعلق نہیں ٭

اس کے بعد غدر دہلی کے شہر آشوبوں کا تذکرہ آتا ہے۔ جن کا مفصل حال رسالہ اردو (جولائی ۱۹۴۵ء) میں چھپ چکا ہے ٭

[1] انظر ایضا (۱۹: ۱۵۲)۔

صدرالبیت	قافیتہ	بحرہ	مجلد	صفحۃ
اِنّ	بالکَنَّۃْ	رجز	۱۸	۲۱۴
اِنَّ	جَرَنْبَۃْ	"	۱۹	۳۴۹
عَلَفْتُھا	عَیْناھا	"	۳	۱۱۱ (= ۱۷: ۱۹۱)
أرَہْتُ	حَسَنَا	"	۱۷	۱۹۰
اِنَّ	القَنَا	"	۱۶	۱۲۵
لواُنْ	قَنَا	"	۱۷	۲۰۵
اِحْدَی	مَنَاۃِ	"	۲۰	۱۹۷
یاآلَ	السَّنَۃْ	"	۱۶	۳۷ (= ۱۹: ۵۸)
قَدْ	أُمْکِنَۃْ	"	۲۰	۳۴۱ ع (= ۳۷۴)
یالَیْتَ	الحِسانا	"	۱	۲۵۵ (= ۱۷: ۳۴۹)
فاِنّ	نِیرانا	"	۱۱	۱۹۹
اِذْ	الجیْرانا	"	۱۴	۱۰
أیّانَ	أیّانا	"	۱۹	۱۴۱
أترسَلَ	تَھتانا	"	۱۷	۳۲۱
لا	أُمانَۃْ	"	۸	۳۵۳
لاھُمَّ	کُنانَۃْ	"	۱۹	۲۰۹
لا	حَتَّانَۃْ (الحکانۃ)	"[1]	۱۶	۱۳۲ (= ۳۳۸)

صدرالبیت	قافیتہ	بحرہ	مجلد	صفحۃ
قامَتْ	لیسنا	رجز	۲	۳۹۹
قَدْ	أبْکِرِینَا	"	۵*	۱۳۹ ع
یارِیْحُ	المُصْفَرِینَا	"	۹	
لا	سُبِینا	"	۷	۹۹ (= ۱۹: ۱۵۰)
قد	طِینا	"	۱۱	۳۷۹
یا	تَدَاُلینا	"	۱۳	۲۹۲
یاناقتا	دُفُونا	"	۱۳*	۱۵۵
فلا	مُھَرْکِلینا	"	۱۳	۲۲۰
وکنتُ	وَالتَّبْدِینا	"	۱۹	۱۹۲[1] (= ۱۷: ۲۵۰)
یارِیْحُ	تُذمِینا	"	۱۹	۲۱۸
کُلُّ	الطّایِنُونا	"	۱۷	۳۰ (= ۳۳۰)
وھَمُّ	یکُونا	"	۱۷	۷۲ (= ۲۲۸)
بَلْ	الضَّغِینا	"	۱۷	۱۲۳
قالَتْ	فَطِینا	"	۱۶	۲۰۰
قَدْ	أیامِنِینا	"	۱۶	۳۵آ
قد	الدُّھَیْوِھینا	"	۱۷	۳۵۲ (= ۳۸۳)
باسمِ	بدِینا	"	۱۸	۷۱

[1] انظر ایضا (۱۷: ۲۱۸)۔

صدر البیت	قافیه	بحر	مجلد	صفحه
یا بِفُرُ	تذمیّنا	رجز	١٨	٢١٤
قد	دُهَیْدِهِینا	"	١٩	٣٢٤
قالت	حِیْنا	"	٢٠	١٤٩
یَبْعَثْنَ	والأیْدِینا	"	٢٠	٣٠٢
لا	یَتلُونَهُ	"	٣	١٩٣
فی	یَحُونَهُ	"	١٦	٩٥
نُفْرِشُهُم	زَبُّونَهْ	"	٤	٨٣
اهكذا	تَفْصِلُونَهْ	"	١٦	٢٩١
قد	القَرِینَهْ	"	١٤	٢٥١
لَمّا	المَدِینَهْ	"	١٤	٨٣
وهُنَّ	یَتمارَیْنَ	"	١	١٤
لم یَبْقَ	كِتْفَیْنِ	"	١	٤١٩
وَهُمَّیْنِ	مَرْتَیْنِ	"	٢	٣٩٣
قالت	اشْیَنْ	"	٢	٤٤٩
فالتّاثَ	عامَیْنِ	"	٣	٩
أُمِنَ	الدَّیْنِ	"	٣	٤٩٣
سَقْیًا	العَیْنِ	"	٣	٥٠٩
أَنْوَرُ	القَرْنَیْنِ	"	٥	١٨٠
قامت	الحَیَّیْنِ	"	٩	١٠٠

صدر البیت	قافیه	بحر	مجلد	صفحه
لقد	الصُّورَیْنِ	رجز	٩	١٣٩
وَمَنْهَلٍ	الأُذْنَیْنِ	"	٩	٢٩٢ و(١٥: ٣٣٥)
وقد	الأعْرَیْنِ	"	٩	٣٢٥
یُؤْتَرُها	الجَنْبَیْنِ	"	٤	٣٤٩
تَلْقَى	بَرَخْشَیْنِ	"	٨	٢٦٥
ما نَقِمَتْ	المَضْوِیَیْنِ	"	١٠	٣٤٣
قد	الزَّعْفَیْنِ	"	١١	٢٨
ومَهْمَیْنِ	بالسَّمْتَیْنِ	"	١١	٣٠٤
رَخْلَیْنِ	یُفْزَعْنَ	"	١١	٣٤٨
دَهْمَقَة	العَلَیْنِ	"	١١	٣٩٤
وبالجلالِ	یَشْقَیْنَ	"	١٢	٥١
ما نَقِمَتْ	الجُفَّیْنِ	"	١٢	٢١٨
لكاعبٍ	غَیْلَیْنِ	"	١٣	٢٥
بناتُ	عَیْنِ	"	١٣	١٢٩
أَعْدَدْتُ	خُفَّیْنِ	"	١٥	١٣١
لا	عَیْنِ	"	١٥	١٩١
كُلَّ	الشِّدْقَیْنِ	"	١٥	٣٨٣
تَرَى	ذاالبُرْدَیْنِ	"	١٤	٩٢

١ انظر ایضاً (١٩: ٢٢١٥)، ٢ انظر ایضاً (١٨: ٢١١)، ٣ انظر ایضاً (١٢: ٢١٨)۔

صدر البيت	قافيته	بحره	جلد	صفحة
لم يذر	أشعبين	رجز	۱۶	۱۳۰
أثور	ثورين	"	۱۶	۲۱۱
تلقى	حليفين	"	۱۶	۲۵۸
لم	يملين	"	۱۸	۱۲۳
اذا	البردين	"	۱۹	۸۵
عاين	الحيين	"	۱۹	۱۸۴
لا	أنثيين	"	۲۰	۳۱۳ ص
أهل	بالغريتين	"	۱۹	۳۵۸
قد طاث	بأذن	"	۱	۳۹ (=
	(او بأدن)			۱۱۶)
اصم	العسن	"	۳	۳۱۳
أهكذا	لبن	"	۹	۳۰۳
إما	أبن	"	۶	۲۲۵ (=
				۱۶: ۲۵۸)
يا	حسن	"	۸	۲۵۲
وان	رشن	"	۱۲	۱۸۵
تدكلت	الطبن	"	۱۳	۲۹۲ (=
				۱۹: ۲۳۸،
				۱۶: ۱۳۳)
إما	اللبن	"	۱۴	۲۱۶

[1] انظر ايضا (۱۶: ۱۹)

صدر البيت	قافيته	بحره	جلد	صفحة
اشتلهم	دخن	رجز	۱۹	۱۱ (=
				۱۶: ۱۹)
ولم	البطن	"	۱۹	۱۹۸ (=
				۱۶: ۱۸۹)
تلقه	الزمن	"	۱۹	۲۳۰
فبت	للشتن	"	۱۹	۲۳۳
وقد	جفن	"	۱۹	۲۴۲
وان	حشن	"	۱۹	۲۴۴
أبيت	ترن	"	۱۹	۲۸۹
إن	لطمن	"	۱۶	۱۳
قد خلفت	بأذن	"	۱۶	۱۹
تشرب	العسن	"	۱۶	۳۰ (= ۲۱۸)
انا	والحزن	"	۱۶	۴۲
إما	رهن	"	۱۶	۵۰
حسبه	اللبن	"	۱۶	۹۱
ليلجوا	فنن	"	۱۶	۶۵
بصقه	اللبن	"	۱۶	۸۹
حتى	الشجن	"	۱۶	۹۵
وهو	القرن	"	۱۶	۱۰۱
اذا	عكن	"	۱۶	[illegible]

صدر البیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
أَلقىَ	نَطَقَنْ	رجز	١٦	(=١٣٦
				،٢٢٩)
يَعْلُكُ	الشَّفَقْ	،	١٦	١٥٣
يا ابنَ	اللَّبَقْ	،	١٦	٢١٨
واصِفَة	لِلَّبَقْ	،	١٦	٢٣٣
إذلا	أبَقْ	،	١٦	٢٥٨
فَرَحَلُوها	رَعَقْ	،	١٦	٣٠٨
داوَيْتُهُم	زَمَقْ	،	١٦	٣٣٠
إنا	والتَّوَقْ	،	٢٠	٢٩٨
نَعَجَّت	البُرْدانْ	،	١	٢١
دَبَّ	الإنسانْ	،	١	٣٥٠
كأنني	الإزمانْ	،	٢	(=٣٦٢
				١٢: ٣١،)
إلى	خُليمانْ	،	٣	٨١
سائقها	اثنانْ	،	٤	٢٨٥
صامَ	الأقرانْ	،	٤	٢٨٦
ما	الإنسانْ	،	٦	٣٦١
يكفيك	الأثمانْ	،	٧	١٨٨
تَكَنَّه	الجُمرانْ	،	٧	٣٣٥
[illegible]				

صدر البیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
يَقدُمُها	الغِربانْ	رجز	٩	٣٩
يَنتهين	حَتّانْ	،	٩	٤٧٤
اذا	العِقبانْ	،	١١	٩
لما	نِسْتانْ	،	١١	١٨٤
ألا	جُرذانْ	،	١٢	٩٤
يكفيك	الكُتّانْ	،	١٢	١٠٣
الى	اثنانْ	،	١٢	٣٧٣
والرِّخمَ	البُلّانْ	،	١٣	٩٨
جَلجَل	الأشنانْ	،	١٣	١٢٩
كأنها	النَّشرانْ	،	١٣	١٩٤
ومَركَب	بالرُّكبانْ	،	١٣	٢٨٥
أُنا	الأحيانْ	،	١٣	٣١٣
فاستقبلت	حَتّانْ	،	١٣	٤٩٩
نِعْم	النَّدمانْ	،	١٥	١٢٦
قد	تَلْمانْ	،	١٩	١٠١(=٢٠٩،
				١٨: ٢٣٦،)
حَذَبذَبي	كانْ	،	١٩	١٨٥
صَلّ	حُلّانْ	،	١٩	٢٨٣
وأنت	مَكْنانْ	،	١٦	٣٠٢
وما	ألوانْ	،	١٩	٤٠٨

صدر البیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
اِنّی	نُقْلِیْ	رجز	۱۹	۱۵۰
ماذا	اِنْسانْ	″	۱۹	۲۱۳
کَیْتَلَکَ	جُرْدانْ	″	۳	۲۵۶
لا	اُحْیانْ	″	۱۹	۳۱۲
تُلْعِمَنَ	تَشْقِینْ	″	۲	۱۲۶
قالت	مَناتِینْ	″	۳	۹۳
اِنَّ	الهوازنین	″	۵	۲۵۲
لَبِثْ	یُتْلُونْ	″	۵	۳۸۵
مالكِ	تَضْمِینْ	″	۹	۳۷۳
اِنَّ	رِبعیُّونْ	″	۹	۲۵۹ (۲۹۳، ۱۱:۱۰۳)
وصِرْمَةٍ	ثَلاثِینْ	″	۱۰	۳۶۱
اَنْعَتُ	دُرَخْمِینْ	″	۱۵	۸۹
یاربِّ	المَساکِینْ	″	۱۹	۲۵۲
اَنْعَتُ	کُشْحَینْ	″	۱۶	۱۱
تامَّ	العُثْنُونْ	″	۱۶	۱۱
تَطاوَلَ	دَمُّونْ	″	۱۶	۱۹
لایَحْمِلُ	المَلْبُونْ	″	۱۶	۲۱ (۲۵۶

صدر البیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
قدکان	المَوْصُونْ	رجز	۱۶	۱۸۶
قالَتْ	المُهْتَدِینْ	″	۱۶	۳۱۹
اِنَّ	صفّینْ	″	۱۶	۳۶۷
عَنَّ	العُثْنُونْ	″	۲۰	۸۳
فَهُنَّ	یُلْحِینْ	″	۲۰	۱۱۰
ولنا	بُرْزینُها	رمل	۳	۱۲۳
اِنّما	بنِیْنُها	″	۱۶	۱۹۹ (۱۸:۴۶۹)
وشراب	وارْجَحَنّ	″	۱۶	۳۶
اِنّما	دهقان	″	۱۱	۱۰
ضَحِكَ	الکهبانی	″	۱۳	۱۳۰
یاخَلیلیَّ	اسْقِیانی	″	۱۸	۶
ولقد	الثَّقَلَینِ	″	۱۹	۲۲۸
اغلَقَ	آخیانا	″	۵	۹۹ص
اِنّما	بالشَّفَتَینْ	″	۱۵	۸۹
فی	الفَنَنْ	″	۲۰	۲۶۹ (۱۱: ۲۸۷، ۱۶: ۱۰۶، ۱۹: ۴۱۲)
ظاهر	البَطَنْ	″	۲۰	۳۶۱ (۱۶: ۲۲۰)

۱؎ انظر ایضا (۲۰:۸۳)-

۱ انظر ايضا (۱۸: ۹۹)۔ ۲ انظر ايضا (۱۹: ۱۸۵)۔

صدرالبیت	قافیه	بحر	مجلد	صفحة
لَمَسْتُ	بالعِقیانِ	خفیف	١٠	١٩٩
قد	المَرجانِ	″	١٣	١١٦
لِمَن	فالخَتّان	″	٥	٨١
أسعِدانی	حُلوانِ	″	١٨	٣١٢
لا	عنانی	″	١٩	٣٣٠
أقبَلَت	المَجنونِ	″	٣	٨٢
بُورِكَ	الزَّيتونِ	″	٣	=)٢٩٠
				«٢٧٩:١٣
أشأرتْ	مَرزونِ	″	٣	=)٥٠٢
				«٣٧:١٤)
ثم	مَشفونِ	″	٥	=)٣٢٣
				(٣٢٥
وأرى	الساطِرونِ	″	٩	٢٩
ولقد	بالأجرونِ	″	٩	١٣٣
سلّط	شطونِ	″	٨	١٩٠
لَيتَ	فالعِنيينِ	″	١٠	=)٣٢٠
				«١١٨:١٤)
هی	مَكنونِ	″	١٤	٨٨
طال	بالماطرونِ	″	١٥	٨٨
[illegible]	[illegible]	″	١٥	٤١٣

صدرالبیت	قافیه	بحر	مجلد	صفحة
واذا	المَخزونِ	خفیف	١٤	٣١٢
حِلمُه	الجَبینِ	″	١٩	٢٨٠
أنعَمَ	عَینا	″	١٩	٩٠
وحَدیث	وَزنا	″	١٤	٢٩٣
ولو	الشُّبّانا	″	٩	١٩١
تَوَلّى	جُمانا	″	١٩	=)٢٢٢
				(٢٩١
انّ	جُنونا	″	٣	٥٠٤
عانتِ	تَحينا	″	٢	٤٨
عَمرَكِ	يُؤذِينا	″	٩	٢٧٩
انّ	الياسِمينا	″	١٩	١٣٣
بُدِّلوا	زَرجونا	″	١٤	٥٤
ان يكن	بالسَّمينا	″	٢٠	٣٩٣
لقد	ذِبّانُهُ	متقارب	١١	١٣٥
ويَثرِبُ	نُوآنُها	″	١	١٤٠
وعَمرَة	أسدانُها	″	٩	=)٢٨٣
				«٣٤:١٤)
كما	عُنوانُها	″	٤	١٤٣
وبانَت	حِضیانُها	″	٣	٣١٩
وأُخرى	إتغانُها	″	٣٣	٤٠) [illegible]

صدر البیت	قافیته	بحره	جلد	صفحة
برادی	أعطانها	متقارب	١٢	٦٩
نقلت	حسّانها	«	١٣	٢٣٣
أجدّ	غنيانها	«	١٤	١٣٣ =) (١٩: ٣٦٥)
ألا	تبيانها	«	١٩	٤
وتمش	نازتنی	«	٨	١٦٩
معی	مُدَّنِ	«	١٤	٣٢٩
اذا	بالحُسن	«	١٨	١٥٥ =) (١٩: ٢٨٥)
فرحنا	المزون	«	١٤	٢٩١
رخيمٌ	فاتنا	«	١٤	١٩٣
أتجعلُ	وعيينة	«	٤	٢١٨
يُعنی	سفانا	«	٣	٤٣
فانّ	أخانا	«	١١	٢٣٤
لها	الياسرينا	«	١	٣٠٩
اذا	خضرنا	«	١	٢٤٢ =) (١٥: ٢١١، ١٦: ١٩٠)
وقبلك	مقلولبينا	«	٢	١٤٣
مطاريحٌ	يزفونا	«	٥	٢٩٩
تُبارِی	عثونا	«	٩	١٥٩

صدر البیت	قافیته	بحره	جلد	صفحة
ونقض	حميتا	متقارب	٤	١٨١
وفی	يقسمونا	«	٤	٣٩٩ =) (١٢: ٣٥٤)
وتهفو	الأزدمونا	«	٨	٥١ =) (١٠: ٢١٩، ١٥: ١٢٨)
توم	الجبينا	«	٨	٢٣٨
وتضبضن	الطينا	«	٨	٢٤٢ =) (١٩: ٢٠٣)
فرمنا	المسلمينا	«	٨	٣٢٣
سحرت	خنفقينا	«	١١	٣٨٢
كأنّ	الضيونا	«	١٢	٨
ويشربن	عطونا	«	١٣	٢٥٨ =) (١٤: ١٥٩)
وأنبتها	آخرينا	«	١٥	١٥ (=١٤٠)
اذا ما	دونا	«	١٤	٢١
مطاريحٌ	زيزفونا[1]	«	١٤	٥٨
فلما	بالأبينا	«	١٨	٦
يثرن	الإرثينا	«	١٨	٣٢
ويوم	المشتوينا	«	٢٠	٤٥

[1] انظر ايضًا (٥: ٢٩٩)۔

صدر البیت	قافیته	بحر	جلد	صفحة
هو	الكَتَنْ	متقارب	۱	۴۶۰(=۱۴: ۴۳۵)
سلاجِمُ	الأُبَنْ	"	۲	۱۶۲
اذا	الظُّعُنْ	"	۳	۸۶
وصالِحَةٍ	الأُذُنْ	"	۳	۱۱۴
وهُنَّ	بالجُرُن	"	۵	۲۱
ذَعَرْتُ	سَكَنْ	"	۹	۱۹۴(=۱۴: ۴۳۵، ۱۹: ۸۵، ۲۰: ص۴۶)
يَشُقُّ	الرَّدَنْ	"	۹	۴۰۰(=۱۴: ۴۳۶)
رَهاوِيَّةٌ	مَرَنْ	"	۸	۱۴۳
وَخَشْخَشْتُ	الحُرُنْ	"	۸	۱۸۴
عَرِيضة	المُتَضَنْ	"	۸	۲۶۴(=۱۹: ۲۶۸)
يُسافِعُ	ثُكَنْ	"	۱۰	۲۱(=۱۹: ۴۴۹)
اذا	الجُنُنْ (وا المُجُنْ)	"	۱۰	۴۱۵(=۱۹: ۲۵۶)
صَرِيفِيّة	مدن	"	۱۱	۹۴

صدر البیت	قافیته	بحر	جلد	صفحة
سَقَتْنِي	تَلِقْ	متقارب	۱۱	۳۱۵(=۳۸۷)
بِحِقَّتِها	أَمَقْ	"	۱۱	۳۳۹(=۱۴: ۸۹)
وفي	الشَّفَقْ	"	۱۲	۳۹۵(=۱۴: ۴۲، ۱۹: ۳۹)
وهالِكُ	يُجَنْ	"	۱۲	۳۹۹(=۱۹: ۲۴۵)
وطال	الحَصَقْ[*]	"	۱۳	۱۰۲
كأنَّ	الحُصُقْ	"	۱۳	۴۱۱
تَيَمَّمْت	شَرَقْ	"	۱۴	۲۸۸(=۱۰: ۱۱۸)
عليه	أَثْمَنْ	"	۱۶	۲۲۶
فيها	أُجُنْ	"	۱۶	۲۴۹
مَرابِعُهُ	الحُزُنْ	"	۱۶	۳۹۸
تَرَى	المُشْتَجِنْ	"	۱۶	۲۸۶
وخانَ	الزَّمَنْ	"	۱۶*	۳۰۲
تُبارِي	كالدَّخَنْ	"	۱۷	۵
فإن	الدِّمَنْ	"	۱۷	۳۹
تَدُرُّ	الرَّجَنْ	"	۱۷	۳۹

* انظر ایضاً (۱۷: ۱۲۳)

صدرالبیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
وقفه	هواها	طویل	۱۰	۱۱
ألا	مُشَعْشَعًا	"	۱۳	۳۰۱
فاسبقن	احتصاصا	"	۱۸	۱۰۰
أزعم	دُجاهَا	"	۱۸	۲۶۳
لتسبق	ثناياها	"	۱۸	۳۱۶
تمنتها	ردَاهَا	"	۱۹	۳۲
فتى	كداها	"	۲۰	۸۰
من	المطية	"	۱۹	۳
صها	والعطاية	"	۱۰	۳۱۲
وبين	والتطاية	"	۲۰	۱۱۳
حياك	الرجه	کامل	۱۶	۳۳۵
لمن	التذو	"	۱۶	۳۸۴
بنيت	قواها	"	۲	۱۲۴
واترك	تتاها	"	۶	۱۳۰
تزهي	أباها	"	۱۸	۸
فاذا	تشباها	"	۱۹	۱۸۰
أبني	بنية	"	۱۳	۱۴۶
ولكل	الشية	"	۱۸	۲۳۹ ج
اشلوطا	يتزياة	رجز	۱	۳۴۱
لما	بهراة	"	۹	۳۶۰
اشلوطا	ليشبياة	رجز	۱۹	۱۳۸
حسبك	تمدهي	"	۱۰	۳۰۰
فاليوم	تنفهي	"	۱۴	۹۴ (=
				۱۶، ۳۸۴ (
لنا	المموه	"	۱۶	۱۸۶ (=
(اوانا)				۳۶۰، ۳۱۸ (
رعابة	الآنه	"	۱۶	۳۹۴
بالدرو	عنجهي	"	۱۶	۳۹۸
ورقن	الموهو	"	۱۶	۳۶۲
نبد	ينتهي	"	۱۶	۴۰۶
يضرب	الزده	"	۱۶	۴۲۶
بقد	النكه	"	۱۶	۴۳۵
تمتهي	تمتهي	"	۱۶	۴۳۹ (=
				۴۳۶ (
لله	المدده	"	۱۶	۴۳۶
كلفته	والتجه	"	۱۶	۴۴۵
اذا	الدواهي	"	۱۶	۳۸۳
سبق	عليها	"	۹	۱۹۸ (=
				۱۶، ۱۹۰ (
تبيت	اشكتيها	"	۱۹	۹۱

صدر البیت	قافیته	بحره	جلد	صفحة
آجْنِي	أُكْبِيَهَا	رجز	۱۹	۱۲۷
فاشْتَدَّ	لماليا	〃	۲	۲۹۴
فاصَّت	واها	〃	۵	۳۰۰
لا	قُواها	〃	۱۳	۱۹۷
رَامًا	واهًا	〃	۱۷	۳۹۲
لا	واذلُواها	〃	۱۸	۲۹۳
أَيَّ	تَراها	〃	۱۹	۲۲۲ (= ۲۰: ۱۷۷)
تَمشِی	بَنِیها	〃	۹	۴۲۰
تَمُدُّ	تَلْوِيها	〃	۱۸	۱۹۱
تَمُدُّ	تَثْنِيها	〃	۱۹	۱۷۰
تمنُ	شَنُوَه	〃	۱	۹۷
ثَلائِدٌ	هُنَهْ	〃	۴	۹۹
بَيْنَا	أُمْنِيَهْ	〃	۱	۴۸۷
لأُنكِحَنَّ	خِدَبَّهْ	〃	۱	۳۳۵
قالَت	أَبْغِيَهْ	〃	۱	۷۴
إنَّ	نَابِيَهْ	〃	۱	۳۰۰
أَمَّا (اولمّا)	دِرْحَايَهْ	〃	۳	۲۵۹ (= ۱۲: ۱۷۷، ۳۵۷)

صدر البیت	قافیته	بحره	جلد	صفحة
حتی	تُغَنِّيَهْ	رجز	۴	۱۹
إنْ	ذُرِّيَّهْ	〃	۵	۲۹۰
إنَّ	الرَّابِيَهْ	〃	۵	۲۹۰
لو	بِثَوبِيَهْ	〃	۶	۴۰۷
لما	عَيْنَيَهْ	〃	۷	۱۵۴ (= ۱۸: ۲۱۳)
یا إبلِی	نَتَأْبِيَهْ (او فتیبیه)	〃	۷	۲۲۹ (= ۱۸: ۳، ۱۹: ۹۴، ۷۳)
وبَلَدٍ	العبايَهْ	〃	۷	۴۲۸
یا أُمَّتاه	العَشِيَّهْ	〃	۸	۱۹۱
إنِّي	وَعِيَّهْ	〃	۸	۳۲۷
إنِّي	الحَيَّهْ	〃	۸	۳۰۸
یا رَبَّنا	مُناصِيَهْ	〃	۸	۴۰۰
یا ابنَ	أُمَيَّهْ	〃	۱۰	۲۹۹
نَصَبَّحَت	تُعادِيَهْ	〃	۱۰	۳۰۱
إنَّ	حَزابِيَهْ	〃	۱۳	۱۹۰
ماءٌ	حَوْلِيَهْ	〃	۱۳	۱۹۸
أُما	القُومِيَّهْ	〃	۱۵	۴۰۴

انظر ایضاً (۲۰: ۳۷۴)

صدر البيت	قافيته	بحره	جلد	صفحة
أيام	القوسية	رجز	١٥	٣٠١
وما	جارية	«	١٦	٢٩٥
سامرني	ملهيه (او مُلْمِيَة)	«	١٤	١١٣ (= ١٢٠:٢٠)
تشذفه	الثية	«	١٤	٣٤٩ (= ٤١٥:١٨)
يا ربنا	عاصية	«	١٨	٣٩ (= ١٤١:١٩)
لو كان	الراوية	«	١٨	٤٨
أنا	مذراية	«	١٨	١٣١
أضربهم	معاوية	«	١٨	٢٢٩
عكوكا	درحاية	«	١٨	٢٨٠
ثمّ	روية	«	١٩	٣١
إني	أنجية	«	١٩	٩٩ (= ١٨٩:٢٠، ١٨٠ع)
يا مرحباه	ناهية	«	١٩	١٣٠
كأن	شلحية	«	١٩	١٥٢
المرتقبا	عراهية	«	١٩	٢٨٠
ماهو	غلية	«	١٩	٣١٩

صدر البيت	قافيته	بحره	جلد	صفحة
يا عمرو	البرية	رجز	٢٠	٣١
قلت	النقية	«	٢٠	١٣٣
أرمي	مذية	«	٢٠	١٤١
إني	عطية	«	٢٠	٢٤٤
لأنكحن	بتة	«	٢٠	٣٤٤
أقبل	الله	«	١٤	٣٥٩
وعشعش	تبتاة	«	١٨	١٠٩
حتى	اذ راة	«	١٩	٣
إياك	والمهاوة	«	٢٠	١٩٩ (= ٢٣٩)
آه	آها	رمل	١٤	٣٩٥
عتلل	الفارسية	«	٢	٣١٩
لما	غدية	«	١٩	١٤٢
يا أوس	الهاوية	سريع	١	٢٣١
يأبى	الراعية	«	٣٠	٤٠
ثم	حادية	«	٣	١٢٢ (= ١٠٣:١٤، ٣٤٤:١٩)
يطعنه	الجابية	«	٣	٣٠٢
ترمق	رادية	«	٣	٣٤٢ (= ٣٣٩:٣)

(١) انظر أيضا [illegible] (٢) انظر أيضا [illegible] ٢٥١)

صدر البیت	قافیه	بحر	جلد	صفحه
والخَیلُ	الزّاوِیَة	سریع	۱۲	۵۱ (=
	(راوالداوِیَة)			۱۱۸، ۳۰۳)
لا	مالِیَه	،	۱۳	۳۳
مَهْمَا	مَهْمَالِیَه	،	۱۶	۴۴۰
ذات	بالزّاوِیَة	،	۱۹	۴۴
یَکسَی	الهارِیَة	،	۲۰	۸۶ (=
				۲۳۹)
یا عَمْرو	الهاوِیَة	،	۲۰	۲۵۱
بَیْنَما	ابنِیهِ	خفیف	۱۴	۹۱
بَیْمنَةٌ	حَراها	،	۱۸	۱۸۶
بَل	جَلِیّة	،	۱۸	۱۹۳
من	مولِیّة	،	۱۹	۱۵۱
دکُهُولٍ	عَرِیَّة	،	۱۹	۲۶۳
ولقد	التَّدِیَّة	،	۱۳	۲۹۹
ولا	نَهاهُ	متقارب	۱۹	۳۵۶
ولولا	علیها	،	۸	۳۴۴
اذا ما	هُوَهْ	،	۱	۴۶۶
خَلِیلَیّ	مَیَّة	،	۵	۹۹
لَعَمْرَ	والعافِیَة	،	۱۹	۳۰۹
جِنٌّ	هَنَّة	مجتث	۴	۳۱۴

و

صدر البیت	قافیه	بحر	جلد	صفحه
ومُحْسَبَتی	کالشَّرِی	طویل	۱	۳۰۳ (=
				۲: ۳۹۱،
				۱۹: ۱۶۶)
تَبَدَّل	مُقْتَوِی	،	۱	۳۴۴ (=
				۲۰: ۱۳۰)
وکَمْ	مُنْهَوِی	،	۱۴	۳۵۹ (=
				۲۰: ۲۴۶)
وما	مُکْتَوِی	،	۱۸	۱۹۹
فَیَدْحُوا	مُنْحَوِی	،	۱۸	۲۶۹
بَدَا	مُدَّوِی	،	۱۸	۳۰۹
تَفَاوَضَ	مُنْطَوِی	،	۲۰	۱۶۸
ومَنْزِلَةٍ	مُنْهَوِی	،	۲۰	۴۵۹
فی	آوُو	بسیط	۱۸	۵۵
صَبَحْنَا	ذُوُوها	وافر	۲۰	۳۳۹
أَلَیْس	النُّبُوُّ	،	۲۰	۱۶۶
تُلتُ	دَوَاؤُهُ	رجز	۱۵	۱۶۹
حَطَّمَتْ	الطَّوِی	،	۴	۲۹۹
لَئِنْ	القَوِی	،	۴	۹۶
اذا	الطَّوِی	،	۶	۳۴۳

صدر البيت	قافيته	بحره	جلد	صفحة
من	رَوِي	رجز	١٠	٣٤٦
وقد	نُوِي	"	٢٠	٢٢٣
لا	دَلْوَا	"	١٨	٢٩٢(ر=
				٣٥٢:١٩)
اتما	ذُوُوهُ	رمل	٢٠	٣٣٩
وزانٌ	يخزوا	متقارب	١٨	٢٢٨
وأبني	تَرُوْتَا	"	٨	٣٢٥

ي

صدر البيت	قافيته	بحره	جلد	صفحة
ومستخلف	آخريا	طويل	٢	١٤٣(ر=
(او ومستبدل)				١٨٨:١٨،
				٣٩٩:١٩)
ووالله	لسانيا	"	١	٥٠
زفير	الملاقيا	"	١	١٠١
وأمرؤ	راقيا	"	١	١١٤
بني عامر	جابيا	"	١	٢١٤
ستجمل	ثاوياً	"	١	١٨٥
موالى	الأتاويا	"	١	٢٢٠(ر=
				٣٩٠:٢٠)

صدر البيت	قافيته	بحره	جلد	صفحة
ابينا	عواليا	طويل	٢	٣٠
وما	صافيا	"	٢	٣٦(ر=
				١٩٨:٩)
وضرب	وانيا	"	٢	٣٩٠
فما	تخافيا	"	٢	١٣٣
اذا	بادياً	"	٢	١٣٢
لقد	شفائيا	"	٢	٢٠١(ر=
				٦٦:٣،
				٣٢٩:٢٠)
البأس	التراسيا	"	٢	٢٧٥(ر=
				١٠٥:١٣)
تكنت	شنائيا	"	٢	٣٠٣
رحلت	ماليا	"	٢	٣٠٥
دعاهن	الصواديا	"	٢	٣٢٥
وكنا	تهاميا	"	٢	٣٣٠(ر=
				١٢٥:٩،
(او فكنا)				٣٣٩:١٤،
				١١٣:٢٠)
وقد	تلاقيا	"	٢	٣٥٣
وأنلشي	حماديا	"	٢	٣٦١
ألا	ماضيا	"	٢	٣٩٤

له انظر ايضا (٨: ٣١٩) - كه انظر ايضا (٣: ٢٣٣)

[1] انظر ايضا (١٢: ٢٢٢) - [2] انظر ايضا (٤: ٢٩١) - [3] انظر ايضا (٢٠: ٨)

صدر البیت	قافیته	بحر	جلد	صفحة
لَقَدْ	بَادِیاك[1]	طویل	۵	۲۳۱
وقد	کماهیا	"	۵	۲۳۱ (= ۲۰:۱۷، ۱۵:۱۷)
وقُلتُ	بَذَالیا[2]	"	۵	۳۳۵
فلا	القَوَارِیا	"	۶	۶۹
سَقَى	غادِیا	"	۶	۷۱
ویوم	لاهِیَا	"	۶	۱۱۷
فانی	وعانِیا	"	۶	۱۳۸
باَعْلامِ	ماهِیَا	"	۶	۳۰۵ (= ۲۲:۷، ۲۲۳)
لدی	الفَیافِیا	"	۶	۴۱۷
وبات	صَوادِیا	"	۷	۵۷
الا	عادِیا	"	۷	۶۹
على كل	مُتَعادِیا	"	۷	۱۱۷
حَلَفْنا	العَوَالیا	"	۷	۱۲۱
فواللهِ	اللیالیا	"	۷	۱۲۳
قلائِص	غوالیا	"	۷	۱۹۶ (= ۴۸:۹، ۹۳)
وقَفْنَ	آنیا	"	۷	۲۰۳
اذا	البجارِیا	طویل	۷	۲۲۸
فاُجْمِعَ	رِعائِیا	"	۷	۳۳۱
طعامُهُمْ	تنادِیا	"	۹	۷۵ (= ۲۰:۱۷، ۲)
ولا	سِقائِیا	"	۹	۲۹۸ (= ۱۱۸:۱۹، ۲)
تَرَبَّعَ	السَّواقِیا	"	۹	۳۳۶
وَانِّی	عاقِیا	"	۹	۳۸۹
وما	عادِیا	"	۹	۴۰۷
نوازل	سادِیا	"	۹	۴۵۴
اذا	ازمَحالیا	"	۹	۴۷۳ (= ۴۶۹، ۲)
مَرَرْتُ	وادِیا	"	۱۰	۱۲
الا	باقِیا	"	۱۰	۱۴
فألْقِ	التَّوالیا	"	۱۰	۵۷
وَوَلَّهتَنِی	ساهِیا	"	۱۰	۱۲۱
فما	تماریا	"	۱۰	۳۷۳
لهُنَّ	جارِیا	"	۱۰	۳۹۶
وهَلْ	لما بِیا	"	۱۱	۹

[1] انظر ایضا (۱۰:۵۴، ۳۰۵، ۲۲۴، ۲)، [2] انظر ایضا (۸:۳۵۹، ۲)۔

صدرالبيت	قافيته	بحره	جلد	صفحة
رسامِ	دانيا	طويل	۱۱	۵۴
تَخَشَّنتُ	الغزانيا	،	۱۱	۱۸۲
ألا	ليا[1]	،	۱۱	۲۱۶
فاما	تهاديا[2]	،	۱۲	۲۲
فلما	بسراديا	،	۱۲	۱۳۲
يفى	اليمانيا	،	۱۲	۱۲۰
فتمتّر	ساجيا	،	۱۲	۱۲۸
وما	أباليا	،	۱۲	۱۳۵
لمن	الترابيا	،	۱۲	۱۶۸
ونحن	غواشيا	،	۱۲	۱۸۱
مُقتلك	عانيا	،	۱۲	۲۶۸
فانّ	مابيا[3]	،	۱۲	۳۳۳
الكنى	تهاديا	،	۱۲	۳۶۴
نواهك	الأفاعيا	،	۱۲	۳۹۰
جلا	كواسيا	،	۱۲	۳۹۳
دعا	ثانيا	،	۱۳	۸
كأنّ	بازيا	،	۱۳	۱۰۹
أكم	عانيا	،	۱۳	۱۳۵

صدرالبيت	قافيته	بحره	جلد	صفحة
تُعَيّرنى	بدائيا	طويل	۱۳	۱۹۳
أداهزها	التماسيا	،	۱۳	۳۳۱ ه (۹۳،۹،۱۰)
أقول	نواجيا	،	۱۳	۲۶۲
خلق	حافيا	،	۱۳	۲۸۳
ألا	نسائيا	،	۱۳	۲۹۸
أعُدّ	الليا ليا	،	۱۳	۳۲۹
بى	مابيا[4]	،	۱۳	۳۴۳
خليلىّ	لميا	،	۱۳	۳۹۶
ألم	شماليا	،	۱۳	۳۸۸
أبى	شماليا	،	۱۳	۳۸۸ ز ه (۱۴:۱۶:۱۵)
تطاولت	بدّاليا	،	۱۳	۴۴۸
أخاك	عاليا	،	۱۳	۵۱۹
قد	رعنائيا	،	۱۴	۱۲۶
ترى	هابيا	،	۱۴	۱۷۵ ز ه (۲۳،۹،۲۰)
يقول	لماليا	،	۱۴	۱۲۸

[1] انظر ايضا (۱۸، ۱۱۹، ۵۹) [2] انظر ايضا (۱۲، ۳۰، ۳۴۲) [3] انظر ايضا (۲۰، ۱۹۴)

[4] انظر ايضا (۲۰، ۱۹۴)

صدر البيت	قافیه	بحر	جلد	صفحه
ألا	كماهيا	طويل	١٤	١٣٨
مُسْتَحْكِمُ	اللّواغيا	"	١٥	٣٣
لئن	باديا	"	١٥	٥٤
فألقى	مكانيا[1]	"	١٥	١٥١
اذا	الغواديا	"	١٥	١٥٢
بمُشتوسب	المَناقيا	"	١٥	٢٢٣
أرى	لاقيا	"	١٥	٢٥٥
وان	ناجيا[2]	"	١٥	٣٠٤
أرى	غانيا	"	١٦	١٢٤ (ر= ١٩، ٢٤٥)
ألمّا	ليا	"	١٦	١٨٣
فيارِبّ	زِينتها ليا	"	١٧	٩٣
ولا	النّواجيا	"	١٧	٩٥ (ر= ١٩، ٢٢٩) (اور لقد)
يُنحي	دانيا	"	١٧	١١٣
واُضطرّن	لبانيا	"	١٧	١٢٥
اليك	ضمانيا	"	١٧	١٢٩
نحنت	مكانيا	"	١٧	١٥٤

صدر البيت	قافیه	بحر	جلد	صفحه
وتَعْرِفُ	الدّواهيا	طويل	١٧	١٩٨ (ر= ٢٩٧)
وأتاه	الزوابيا	"	١٧	١٨٠
وذا	الغلانيا	"	١٧	١٩٠ (ر= ١٩، ٢٩٨) (اور وذى)
كفى	ثاويا	"	١٧	٣٩٣
وفي	هراهيا	"	١٧	٢٥٠
فقلتُ	نواجيا	"	١٨	٥
فمَن	لكما بيا	"	١٨	١٢
اريني	تماديا	"	١٨	١٢
تأنّت	أباليا	"	١٨	١٢
فلا	مواليا	"	١٨	١٨
وَإنّ	التآسيا	"	١٨	٣٧ (ر= ٢٠، ٣٢١) (اور فانّ)
على	ليا	"	١٨	٥٩
وما زال	باكيا	"	١٨	٨٩
بشت	خاليا[3]	"	١٨	٩١
مظاهِرة	مُتَبانيا	"	١٨	١٠٣

[1] انظر ایضا (١٩: ٢٣٥) — [2] انظر ایضا (١٧: ١٥٥) — [3] انظر ایضا (٢٠: ١٩٩)
[4] انظر ایضا (٢٠: ٢٤٥)۔

صدرالبيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
خَبَوتُ	جادِيا	طويل	١٨	١٣٩
فيوما	الجوارِيا	"	١٨	١٥٣
وقد	عادِياك	"	١٨	١٩١ (ء ١٩: ٢٩٠)
وَإنّي	لِيا	"	١٨	٢٣٨
وقائلةٍ	كماهِيا	"	١٨	٢٤٢
فإن	الدّواهيا	"	١٨	٢٦٨
أخفا	القوافِيا	"	١٩	٥٦
لهٗ	سمائِيا	"	١٩	١٢٢
أتت	سامِيا	"	١٩	١٢٥
لعَمري	مُتَشائيا	"	١٩	١٢٩
فلوا	المَلاوِيا	"	١٩	١٥٣ (ء ٢٠: ١٣٣)
وحتّى	طاوِيا	"	١٩	١٦٢
أيا	فؤادِيا	"	١٩	١٨٩
رفعتُ	شمالِيا	"	١٩	٢١٤
أغرّ	طاوِيا	"	١٩	٢٢٣
فمالكِ	رامِيا	"	١٩	٢٩٨

صدرالبيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
فإن	المعادِيا	طويل	١٩	٢٧٥
فلو	مَوالِياء	"	١٩	٢٧٥ (ء ٢٠: ٢٩٠)
أظنُّك	ناسِيا	"	١٩	٢٩٥
لا	مُتَعاشِيا	"	١٩	٣٣٠
كأنّ	ذاكِيا	"	١٩	٣٩٥
كلانا	تغانِيا	"	١٩	٣٤٢
أحبُّ	الغوانيا	"	١٩	٣٤٥
أأمرَ	المصافِيا	"	١٩	٣٤٩
مرتين	نفادِيا	"	٢٠	٨
تفشّى	البواكيا	"	٢٠	١٢
ولكنّني	يمانيا	"	٢٠	٣٢
اذاما	التقاضِيا	"	٢٠	٤٩
وَإنّي	مابيا	"	٢٠	٦٢
لحقتُ	المُكارِيا	"	٢٠	٨٢
فان	الاعاديا	"	٢٠	١٢٠
تُطيلين	التَقاضِيا	"	٢٠	١٣٠
نزالاً	خاليا	"	٢٠	١٦٥

ء انظر ايضا (١٧: ٢٢٠)۔ ء انظر ايضا (٢٠: ٢٦٣)۔ ء انظر ايضا (١٨: ٢١٨)

ء انظر ايضا (٣: ٣٨١) ۰

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أدم	ناجيا	طويل	٢٠	١٧٦
سمية	غاديا	"	٢٠	٢١٨
أفي	الموالیا	"	٢٠	٢٥١
وتبذر	الاثانيا	"	٢٠	٢٥٥
وراهن	الكاويا	"	٢٠	٢٦٥
أيزجو	دانيا	"	٢٠	٢٦٩
لعمرك	واقيا	"	٢٠	٢٨٥
يقال	الغوانيا	"	٢٠	٣٢٠ (ع ٣١٩)
وركضت	أعاديا	"	٢٠	٣٣٩
يقول	لاهيا	"	٢٠	٣٦٩
اذا	نعي	وافر	١	٤١
الا	غني	"	٣	٤١ (ع ١٣: ٤٣)
لقد	هبرزي	"	٤	٤٨ (ع ١٥: ١٩٠)
فتوسع	وري	"	١٠	٢٤٣
لنا	العصي	"	١٢	٣٢
وأشعث	الآتي	"	١٣	٩
أكلف	عبقري	"	١٤	٢٧

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
فتملأ	وري[1]	وافر	١٤	٨٣
دعوت	شمردلي	"	٢٠	١٠٣
أتبكي	الساجسي	"	٤	٣٤٢
فمالك	الوصي	"	٧	٤٣
كفوا	النفي	"	٩	٣٦٥
وليس	للذي	"	١٤	١٢٨ (ع ٢٠: ١١١)
فقاموا	التركي	"	١٤	٣٢٧
تقطع	الجبري	"	١٨	١٥٥
فلا	المدني	"	١٨	٣٠
لعمرك	فالسلي	"	١٩	١٣١
وتنطق	العيي	"	١٩	٣٤٨
الى	الندي	"	٢٠	١٨٧
ألا	الهدي	"	٢٠	ع ٢٣٣
يطرف	تفتيا	"	٢	١١٨
فأرسلت	ترهيا	"	٥	١٩٣
ألا	أبيتا	"	٥	٢٥٧
ألم	ضميتا	"	١٢	٢٨٧
فأبلوني	نوتيا	"	١٣	٥٠١

[1] انظر ايضا (١٠: ٢٤٣).

[۱] انظر ایضا (۱۹: ۲۲۹)۔

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
كأنه	عَشكَرِيٌّ	رجز	١٨	١٦
واعتادَ	آرِيٌّ	"	١٨	٣٠
نَحفَ	الثُّوِيُّ	"	١٨	٥٥
كأنّها	حيٌّ	"	١٨	٢٣٢
دَوِّيّةٌ	دَوِيٌّ	"	١٨	٣٠٢
يَرْفيه	المَرْفيُّ	"	١٩	٧٦
تَلُفُّه	وَالسُّبيُّ	"	١٩	١٢٣
قُرقُور	مَصْلِيٌّ	"	١٩	١٩٢
لَهَا	أَتيٌّ	"	١٩	٢١٩
وبَلدَة	طويٌّ	"	١٩	٢٢٦
مَوصولة	الفُلِيٌّ	"	٢٠	٢٣
وبلدة	نَطِيٌّ	"	٢٠	٧٣(=
				١:٢٠٧)
حتى	الكَرِيُّ	"	٢٠	٨٩
لَهُنَّ	صَبِيٌّ	"	٢٠	٩٥
إنّي	كَفِيٌّ	"	٢٠	١١٣
بالدّارِ	يَدِيٌّ	"	٢٠	٣٠٨
قد	بِعَصْلَبِيّ	"	٢	١٩٩(=
				١٨:١٣٣)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
لو	السَّبْرِيّ	رجز	٣	١١٣(=
				٥:١٣٢)
ولَيتن	شَتْرِيّ	"	٦	٩٧
نَحنُ	النَّصِيّ	"	٦	١٩٥(=
				١٨:٢٦٣،
				٢٠:٢٠٢)
يَحُوزُهنّ	حُوزِيّ	"	٧	٢٠٦
فاختزَّهُ	مَذرِيّ	"	٧	٢١٢
اذا	طَوِيّ	"	٧	٣٢٣(=
				٣٩٩)
رقودانه	المَقْلِيّ	"	٨	٣١٨
كأنّ	الصَّفِيّ	"	٨	٣٦٣ع(=
				٩:١١٨)
شولاء	خَصِيّ	"	٩	٩٨
كأنّ	النّفِيّ	"	١٠	٢٨٥(=
				١٩٠:١٩٧
				٢٠:١١٢)
واشتعبوا	أُتِيّ	"	١٠	٢٢٥
فما	الوَنِيّ	"	١٢	١٣
لو	الجُودِيّ	"	١٣	٥٢

له انظر ايضا (٢٠: ٢٢٠)۔

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
شربت	المشتي (او المشي)	رجز	١٣	٢١٢(= ١٩٢:١٩، ١٥٢:٢٠)
ليتضحن	بالذلي	»	١٨	١٥
هل	بالحري	»	١٨	٣٨
حاجي	المني	»	١٨	٤٢
مازلت	شري	»	١٨	٣١٨
لوقد	الجودي	»	١٩	٦٦
ما أنا	بالبصري	»	١٩	٨٦
يا بكر	عدي	»	١٩	٢٤٣
وهن	القسي	»	٢٠	٤٢
سلاء	نهي	»	٢٠	٢٢٠
لتقعدن	القصي	»	٢٠	٣٣٦
لا	صفي	»	٢٠	٣٣٩
وخذ	نويتها	»	٥	٣١٨
يا رب	شيا	»	٢	٢
أنا	المريا	»	٢	٤٣٣(= ٤٤٤)
لا	والمريا	»	٢	٤٤٢
لو	المطيا	»	٢	٤٣٨

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أكريت	والطريا	رجز	٣	٢٣٨
لقد	ذهريا	»	٤	١٢٦(= ٣١٢:٦، ١٢٣:١٦، ٣٨٩)
قد	حوليا	»	٤	١٢٦(= ٤١٢:٦، ١٢:٢٠)
لتقربن	هيا (او حيا)	»	٥	١٣(= ١٠٨:١٥)
صوى	صفيا	»	٥	١٣
أتتك	أحوذيا	»	٥	١٩(= ١٩٦:١٧، ٨٠:٩)
نصرية	والطريا	»	٥	١٣٣
ياليت	المطيا	»	٥	٨٥
أصبح	المطيا	»	٦	٣٩٩
أنعت	علويا	»	٦	٣٦١
يعض	الخطيا	»	٨	٢٨٦
صوى	جلذيا	»	١٠	٤٥١(= ٢٠٤:١٩)

[1] انظر ايضا (٢٠: ٢٥٣)

[2] انظر ايضا (٥: ١٣)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أدان	وفيّ	متقارب	١٢	١٣١، ٢٢٣(ه، ١٢٥:١٣ ع ه، ١٢٦)
برقّيم	الهديّ	متقارب	٢٠	٢٣٤
نحن	الهويّ	"	٢٠	٢٤٩

اورینٹل کالج میگزین

حصہ اوّل

ایڈیٹر

محمد اقبال

(پروفیسر پنجاب یونی ورسٹی)

اورینٹل کالج میگزین

عرض واجب

اغراض و مقاصد | اس رسالے کے اجلاسے غرض یہ ہے کہ احیا و ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تاحدِ امکان تقویت دی جائے۔ اور خصوصیت کیساتھ ان طلباء میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ⁕

کس قسم کے مضامین کا شایع کرنا مقصود ہے | کوشش کی جائیگی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شائع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں۔ غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابلِ قبول ہوگا۔ اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شائع کئے جائینگے ⁕

رسالے کے دو حصے | یہ رسالہ دو حصوں میں شائع ہوتا ہے۔ حصۂ اول عربی، فارسی، پنجابی بحروف فارسی، حصۂ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی)، ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے ⁕

وقتِ اشاعت | یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست* میں شائع ہوگا یاالخ

قیمت یا اشتراک | چندہ حصۂ اردو کے لئے عہ اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا کسی سہ ماہی رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شائع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہئے۔ ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری و مئی و ستمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہئے ⁕

خط و کتابت و ترسیلِ زر | خرید رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیلِ زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہئیں ⁕

محلِ فروخت | یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جا سکتا ہے ⁕

---

* چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شائع ہوتا ہے ⁕

اورینٹل کالج میگزین

حصۂ اردو

جلد ۲۲ - عدد ۲ | بابت ماہِ فروری ۱۹۴۶ء | عددِ مسلسل ۸۴

فہرست مضامین

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر طبع ہوا۔
اور ابو صدیق احمد خان پبلشر نے اورینٹل کالج لاہور سے
شائع کیا۔

تصوّف در ایران

کس ندانست که منزلگه معشوق کجاست
اینقدر هست که بانگ جرسے می آید

تصوف گوهریست بی بها۔ معدن آن فکر بشر است، فکریکه زائیده از عشق به آزادی است، آغاز آن از زمانیست که بشر از عالم تجرد در آمد و به خاک آلوده گشت و انجام وقتی خواهد بود که باز بشر بعالم تجرد برگردد و از آلودگی به خاک رهائی یابد۔ اختصاص به شرق و غرب ندارد۔ گاهی از رود افکار شرقیها به رود افکار غربیها ریخت و گاهی از رود افکار غربیها به رود افکار شرقیها وارد آمد و در رود بهروز صیقل تر و روشن تر گشت و این گوهر بی بها، چنانکه میان مسلمین می یابیم، وقتی بدست آنها افتاد که پیغمبر آخر الزمان از دار فانی بعالم باقی شتافته و نیکانی چند میخواستند، زندگی پاک او را، برای زندگی خود سرمشق سازند۔ آنهائیکه شرف خدمت آنحضرت را یافته بودند میخواستند در امور دین و دنیا، برطبق نظر و عمل آنحضرت زندگی بکنند۔ یکی زهد و انزوا و سادگی آنحضرت را بنظر میگرفت و دیگری رزم و سیاست و صبر و شجاعت را میدید۔ پس از صحابه میان تابعین نیز چنین اشخاص بودند، تا اینکه یزید ابن معاویه پس از سلطنت مختصر دلی پر شور و شر و رگذشت و پس از او هنگامه های برپا شد و شیوخ بنی امیه و بنی زبیر و بنی هاشم برای تفوق باهم پنجه نرم کردند و او که امروز قهرمان میدان رزم و صدر نشین مجلس بزم بود، هنوز مزۀ ریاست را نچشیده، سرش بر نیزه بلندی شد یا بدروازۀ شهر آویزان می گشت۔ در این آشوب، گروهی آسودگی دامن رهبانان مسیحی را که صومعه آنها در بین النهرین و شام و مصر میان دشت و روی کوه دیده میشد، پسندیده و دامن از کشمکش دنیا درکشیده زهد و عبادت را برگزیدند۔ جای پر امن را مسکن ساختند و در آن بچادر امن خدا از نهب و غارت و زندان و دار، و قتل محفوظ گشتند و مردم چه سعید و

چشتی، چون دیدند انها چیزی از کسی نمی خواهند و سبب درد سر و آزار نمی شوند، انها را نه تنها بحال خود شان گذاشتند بلکه گرامی داشتند و گرامی شدن انها سبب تشویق دیگران، بویژه ایرانیان شد۔ زیرا که ایرانی در نظر عرب حقیر شده بود۔ و تنها باین وسیله میتوانست که از نو عزیز گردد۔ چون دور امیه بانجام رسید، و خلافت بنی عباس آغاز گردید، احترام گوشه گیران و زاهدان افزون گشت۔ خلیفه از انها مطمئن بود و بجای اینکه ثروت انها را بگیرد که نداشتند، اندرز انها را میخواست و می شنید و متاثر می شد۔ ضمناً علوم و فنون، بخصوص طب و حکمت و هیئت وغیرہ وغیرہ چون سیلاب از یونان و ایران و ہند و مصر رو به بغداد جاری گشتند ہر کس که فکری بلند و ہمتی ارجمند داشت، به فراگفتن علوم می پرداخت، او بدربار خلافت راه می یافت، و مورد توجه و مرحمت خلیفه می گشت، زاہدان پشمینه پوش، ناچار بودند که ہمرنگ جماعت بشوند و گرچه سرگشته بانزوا و عبادت، از معقول و منقول نیز آگاه گردند، تا اگر از دانشمندان پرسش علمی بشود، بتوانند پاسخ بدہند، در گوشۂ صومعه وقت فراوان بود، از اینرو ہم عبادت و تزکیۂ نفس می نمودند و ہم کتب ادب و فلسفه و تفسیر قرآن و احادیث را مطالعه میکردند و در ضمن گفتگو و اندرز، سخنانی می گفتند که عام و خاص می پسندیدند و تدریجاً مختصر مفصل گشت و آموزشی بنام تصوف پدید شد که نه بران نام مذہب توان گذاشت و نه ہم فلسفۂ خالص میتوان نامید۔ من جمله از گفته ہای متقدمین متصوفه، سخنان زیر می باشند:۔

معروف کرخی می فرماید:۔

التصوف۔ الاخذ بالحقائق والیاس مما فی ایدی الخلائق۔

ابوسلیمان دارانی:۔

تصوف آن است که پیوسته با خدا بود و جز خدا نداند۔

بشر الحافی:۔

صوفی آن است که با خدای دل صاف دارد،

ابوالحسین نوری:۔

تصوف آزادیست وجوان مردی وترک تکلف وسخاوت۔

الصوفی۔ انہ کالارض، تطؤھا البر والفاجر وکالسحاب یظل کل شیٔ و وکالمطر یسقی کل شیٔ،

منصور حلاج :۔

ہیچ کس سوی او رو نمیکند واو سوی کسی نمیرود۔

ابوبکر شبلی :۔

تصوف ۔ الجلوس مع اللہ بلا ھم۔

الصوفی منقطع عن الخلق متصل بالحق۔

تصوف ضبط قواء ومراعات انفاس است،

ذوالنون :۔

صوفی آن بود کہ چون بگوید نطقش حقیقت حال وی بود وچون خاموش باشد معاملتش معبر وی۔

ابوالحسن بوشنجی :۔

کوتاہی امل ومداومت بر عمل است۔

ابوالحفص حداد :۔

تصوف ہمہ ادب است۔

سہل ابن عبداللہ شوستری :۔

صوفی آن بود کہ صافی شود از کدر وپر شود از فکر ودر قرب بہ خدا از بشر منقطع شود ویکسان گردد۔

درچشم او خاک وزر ۔

ابوالحسین نوری :۔

تصوف نہ رسوم است ونہ علوم، لیکن اخلاق است۔ اگر رسم بودی بہ مجاہدت بدست آمدی واگر علم بودی بتعلیم حاصل گشتی۔

جنید بغدادی :۔

هو ان يميتك الحق عنك ويحييك به

هو ان تكون مع الله بلا علاقة

چندی نگذشت که متصوفه نیز مانند متکلمین و فقهاء و باطنیه آیات قرآن را به یک نقطهٔ نظر مخصوص ترجمه و تفسیر کردند. مثلاً آیهٔ زیر :-

رَسُوْلًا مِنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا — پیغمبری از شما که بر میخواند بر شما آیات ما را و پاکیزه

وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ — میگرداند شما را و می آموزد کتاب را و حکمت را۔

کلمهٔ حکمت را گفتند حکمت عرفان است. ذوالنون مصری، زهد و تقوی را با فلسفهٔ نوافلاطونی توام نمود. فلسفهٔ او آمیزشی از عرفان اسلام و افکار نوافلاطون است. جنید اصول تصوف را ترتیب داد و بایزید نغمهٔ وحدت وجود را سرود. شبلی، آنچه برمز و اشاره از متقدمین گفته می شد تفصیل داد و معاصرین و پس آیندگان این بزرگان، اساس افکار تصوف را نهادند و آنچنان را آنچنان تر نمودند. معروف است که برای هرکاری اول فکر و بعد عمل است ولی در تاریخ تصوف اول عمل و بعد فکر پدید گشت۔

در قرآن مجید میفرماید- يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ یعنی ایمان به آنچه ناپدید است، عرفای اسلام گفته اند که مقصود از "ناپدید" روح کائنات است که بر توضیح آن معیقت بشری باشد و گفتند از این است که در قرآن می فرماید "وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ" یعنی آیا به نفس و حقیقت خود بصیرت پیدا نمی کنید، در دو کلمهٔ "غیب و نور" که در قرآن مجید مکرر ذکر شده اند، بسی کاوشها نمودند و بالآخر گفتند که برای دانستن انها، دلائل منطق بے سود میباشند، باید تزکیهٔ نفس نمود و تزکیهٔ نفس یکبارگی ممکن نیست، تدریجاً میسر می گردد، از اینرو برای تکمیل تذکیهٔ نفس مقام و مدارج تعیین گشتند. نختین مقام ایمان به غیب و پس از ان تجسس در چگونگی غیب و بعد معرفت به غیب و در انجام یقین به غیب است۔

ایرانیان هرچه کرده اند و هرچه گرفته اند، در آغاز صمیمانه و در میان پُر از جوش و علاقه و در انجام از یخ سردتر. یعنی خوش استقبال و به بدرقه می باشند، آنچه میگیرند، چونکه صمیمانه میگیرند، بسرعتی که بسبب شگفتگی می شود ترقی میکنند ولی در آخر آنچه طبیعی بود مصنوعی و آنچه نوعی بود، خصوصی و شخصی میشود۔

بزحمت می یابند و به آسانی از دست میدهند۔ از اینرو در دوره اول که دورهٔ استقبال است، اشخاصی از متصوفه می یابیم که حقیقتاً طالب نجات بودند۔ در آنچه می گفتند، از خود رفتگی در آنچه میکردند بیقین و البتگی بود۔ زهد بر علم و عمل بر فکر غلبه داشت، بیشتر از انها خراسانی بودند و خراسان انعصر وامنه اش به مرو و بخارا و سمرقند بلکه تا فرغانه میرسید، و در مشرق و جنوب، یکوقتی تا بلخ و غزنه نیز ممتد شد، در این سرزمین وسیع در عصر کوشانیها، کیش بودائی نفوذ یافت و بعد مانی و پیروان او در انجا بکثرت پیدا شدند و افکار مانی بر کیش بودائی، افزوده شد، مردم زهد پسند و قناعت دوست بودند چون جنید و بایزید و ابراهیم ادهم و معروف وغیره وغیره ؛

دوره دوم، آغاز فلسفه تصوف است، متصوفه در این دوره، اندیشه را اصل همه مظاهر میدانستند و اندیشه دو نوع می شود یکی کلی که مشیتِ ایزدیست و دیگر جزئی که فکر بشر است و البته میان افراد بشر در کمال و نقص مدارج پیدا میشوند، پس اصل زندگی اندیشه است و بر اندیشه جهان در جنبش می باشد

مولانا بلخی می فرماید ؎

ای برادر تو همین اندیشه ای

ما بقی تو استخوان و ریشه ای

و تصویر منعکس شده از اندیشه، آگهی یا معرفت است، پس مفهوم دیگر زندگی، آگهی است مولانا بلخی می فرماید ؎

چون سر و ماهیت جان مخبر است

هر که او آگاه تر با جان تر است

و آگهی نیز مدارج دارد که بسبب آن میان انسان ناقص و کامل امتیاز پیدا میشود۔ مولانا میفرماید ؎

غیر فهم و جان که در گاو خر است | آدمی را عقل و جان دیگر است

باز غیر عقل و جانِ آدمی | هست جانی در نبی و در ولی

جان جان چون واکشد پا از جان | جان چنان گردد که بی تن جان جان

پس از فلسفه اندیشه که مظهر آن آگهی است، در اثر افکار نوافلاطونی، حُسن مطلوب شد، حُسن ازلی

نمی تواند نہان بماند زیرا کہ اقتضای حسن نمایش است از اینرو حسن حقیقی در آئینۂ عدم کہ پرتو اوست خودرا می بیند۔ در اصطلاح برخی از متصوفہ، علم حق آئینہ است و چنانکہ چون مقابل آئینہ شدید، درآن عکس ہمہ اعضای افتد، عکس حسن ازلی در آئینہ عدم افتادہ و مقام بشر عکس چشم است کہ دران حسن ازل خودرا اگرچہ صغیر باشد، بہ جمیع صفات می بیند یا بگویم ذات حق در مرتبۂ علم کہ بجای آئینہ تصور کردہ اند دران جلوہ نمودہ و خود بر خود پدید میگردد۔ از اینرو عکس گرچہ فی نفسہ وجود نیست ولی خود اوست و چونکہ بشر را بجای چشم تصور کردہ اند، حق با اسماء و صفات در او تجلی کردہ است و از اینرو بشر را عالم صغیر نامیدہ اند، مولانا محمود شبستری می فرماید:۔

عدم آئینہ عالم عکس و انسان — چو چشم عکس در وی شخص پنہان
جہان انسان شد و انسان جہانی — ازاین پاکیزہ تر نبود بیانی

یا اینکہ:۔

ہستی شخص و عدم چو آئینہ بہ پیش — عالم بمثال عکس بی خویش و بہ خویش
انسان بہ مثل چو چشم عکس است درو — آن شخص عیان نمود پاک از کم و بیش

البتہ این تعریف حسن درحقیقت تعریف پرتو و تجلی حسن است و بہ اندازہ ادراک و عقل بشر است و آنچہ ماورای تجلی است "لن ترانی" گوید و کس نتواند کہ توصیف ان کند و اگر کرد بہ خطا رفتہ است و عبارت ورزیدہ است در اینجاست کہ فردوسی میفرماید:۔

ندانم چہ ای، ہرچہ ہستی توئی

بر اندیشۂ حسن و تصور آن، جہانی بر او دل باخت و در ثبوت آن تصور، عرفای اسلام آیات قرآن را شاہد آوردند و گفتند او کہ جمیل است، جمال را دوست میدارد و آنچہ می سازد و می آفریند، بجز جمال چیز دیگر نتواند شد در قرآن میفرماید:۔

۱۔ صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ (صنعت ایزدیست کہ ہر چیز را بخوبی و درستی ساختہ است)
۲۔ اَلَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ (او کہ ہرچہ ساخت در خوشترین صورت ساخت)

۳- فَتَبَارَكَ اللهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْن (پس با برکت باشد، الله که بهترین آفرینندگان است)

۴- مَا تَرٰى فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ-
(نخواهی دید در آفرینش رحمن اندک ناموزونیت [و اگر شک داری] بر گردان چشمت را [یعنی تأمل و تحقیق کن] آیا هیچ در آن شکستگی می بینی؟) ◆

مولوی میفرماید ؎

اندرین گردون مکرر کن نظر	زانکه حق فرمود "ثم ارجع البصر"
یک نظر قانع مشو زین سقف نور	بارها بنگر ببین "هل من فطور"

ایرانی که خدا او را حسن پرست آفریدہ، اندیشهٔ حسن را بی نهایت پسندید و ندیده دل به آن داد و گفت او که چنین زیبائیها در جهان آفریده و بهشتی پیراسته و آراسته کرد، باید کمال زیبائی باشد- میگویند آغاز این اندیشه میان عرفای متصوفه از بایزید بسطامی شد و در بازار قلوب عرفا، متاع گران بها گردید، ذکر و فکر، همه از عشق و حسن شد و لبی لبها را، ذکر آن شیرین کرد و فکر آن چشمها اشکبار نمود و حس آن دلها را از هجر داغدار گردانید- برای حسن و عشق، عاشق نیز لازم است و چون قلم ادباء و عرفاء به توصیف آن به جولان در آمد، از ستودن خود را عاجز یافتند و هرگاه قلمشان به لفظ عشق رسید بگفته مولانا بلخی:-

هرچه گویم عشق را شرح و بیان	چون به عشق آیم خجل باشم ازان
گرچه تفسیر زبان روشنگر است	لیک عشق بے زبان روشن تر است
چون قلم اندر نوشتن می شتافت	چون به عشق آمد قلم بر خود شگافت
عشق در شرحش چو خر در گل بخفت	شرح عشق و عاشقی هم عشق گفت

در سراسر ایران که سهل است، در عالم اسلام آشوبی برپا شد و بازار عشق رونق یافت- گریبانها چاک گشتند و پرسش همه در این بود که چگونه انرا بیابند و بچه طریق معشوق ناپدید را از خود خوشنود سازند- یکی به مذهب می پیوست و دیگری به فلسفه می آویخت، برخی پیاده به مکه می رفتند و کعبه را

می بوسیدند و می بوئیدند و بدیدار کعبہ یاد صاحب کعبہ می نمودند و بعضی ہمہ شب در نماز و روزھا بروزہ می گزراندند، دیگران ہرچہ داشتند بہ بینوایان می دادند، حکمای اشراقی گفتند کہ تکوین عالم و آفرینش آدم بر عشق است و معنی عشق جستجوست والبتہ جستجو برای کمال و جمال است۔ پس عشق بزرگترین بخشش ایزدیست کہ ہر شئ بواسطہ آن بہ کمال خلقت و جمال طبیعت خود رسیدہ برائے نشاۂ آیندہ خود را آمادہ می سازد۔ تا اینکہ ہفت صد و ہفتاد قالب را در نوردیدہ بحضور معشوق میرسد و بنور او، جاویدان، منور میگردد۔ و چونکہ حسن حقیقی ناپیداست و دست ہیچ کس بدامن کبریائی او نمی رسد، ناچار دست بدامن پرتو او کہ حسن مجازی باشد زدہ، بہ آن رو آوردند، واز ساختہ شدہ، سازندہ را یاد نمودند وازاین رو گروہی بہ زیبائی کہ در مظاہر واشیاء طبیعت می بینند پرداختند واز سبزہ و گل و آب روان ستایش ہا کردند و برخی در چہرۂ زیبا، ہنر سازندہ را تجسس نمودند و خط و خال و چشم و ابرو و گیسو و رخسار و لب را بہ یک حقیقت عرفانی تشبیہ دادند و گروہی از مجاز کہ بہ چشم تن دیدہ میشود و محسوس است بہ حقیقت نامحسوس شتافتند و ندیدہ عاشق یاری گشتند کہ او را یار نیست و بہ اندازہ ای بیاد او مستغرق شدند کہ خویش را فراموش کردند و از خود و غیر خود بیگانہ گشتند و بزعم خود بہ آن یگانہ پیوستند و چون کائنات را جلوۂ حسن او تصور کردند پُر از گل و ریاحین یافتند تَجرِی مِن تَحتِھَا الاَنھَارِ اُکُلُھَا دَائِمٌ وَ ظِلُّھَا ، بدی را جائی نیافتند وشگفت نمودند بدی کہ یک دُنیا از او بہ فغان درآمدہ اند، کجا ناپدید گشت و پس از تامل و تفکر دانستند کہ بد بالاستقلال چیزی نیست، بلکہ یک کلمہ نسبت است یعنی چیزی نسبت بہ چیز دیگر بد یا بدنامیشود یا اینکہ نقص کاریست کہ اگر نقص رفع بشود، و نقص نماند آن بدی نیز نماند پس بدین معنی تمام شئ معدوم است، مولوی می فرماید ؎

عدل چہ بود آب دہ اشجار را	ظلم چہ بود آب دادن خار را
نیست باطل ہرچہ یزدان آفرید	از غضب وز ظلم وز قفع و مکید
خیر مطلق نیست زینہار ہیچ چیز	شر مطلق نیست زینہار ہیچ چیز

نفع وضرہر یکے در موقع است		علم زینرو واجب است نافع است

وجای دیگر می فرماید کہ " پس بہ مطلق بنا شد در جہان " ویا فتند کہ ہر چہ ہست از احساسات عشق است۔ اگر احساس عشق در بشر نبود، بشر بہ کمال نمی رسید و بہ حسن ازل ومعشوق ابد پی نمی برد، بلکہ از ہیچ حقیقتی آگاہ نمی شد، پس راز ترقی بشر و وسیلہ قرب بہ معشوق ازل، عشق است از اینرو، عشق گوہری بہائیست کہ باید در نظر بشر ارجمند باشد واز آنجائیکہ مبتذل شدہ است۔ عُرفی باکمال تاسف می گوید ؎

ای متاع درد در بازار جان انداختہ
گوہر ہر سود در جیب زیاں انداختہ

از وقتیکہ این فکر در ذہنِ عرفای ایران جا گرفت، انرا بدو دست گرفتند، و مولانا بلخی بے اختیار فرمود:۔

شاد باش ای عشق خوش سودای ما		ای طبیب جملہ علت ہائے ما
ای دوائے نخوت وناموس ما		ای تو افلاطون و جالینوس ما
عاشقی گر زین سر وگر زان سر است		عاقبت ما را بدان شہ رہبر است
علتِ عاشق ز علت ہا جُداست		عشق اصطرلاب اسرارِ خداست
موسیا آداب دانان دیگرند		سوختہ جان و روانان دیگرند
عاشقان را ہر نفس سوزید نیست		بردہ ویران و خراج وعشر نیست
تو ز سرمستان قلاوزی مجو		جامہ چاکان را چہ فرمائی رفو
لعل را گر مہر نبود باک نیست		عشق دریای غم و غمناک نیست

پس از تجلی حُسن عشق پدید گشت واز عشق، استغراق واز استغراق فنای ما سوای او، واز فنای ما سوای او یا آلودگی ہای دُنیا، تصوّر وحدت الوجود، پس یک گروہی از عرفا بہ "ہمہ اوست" و "ہر چہ ہست اوست"، گرویدند، برخی گفتند معنیٔ وحدت الوجود این است کہ بجز ہستی حسن ازل ہستی

دیگر وجود ندارد وانچه غیر از او می بینیم سراب است، بگفتهٔ شاعر:-

مشکل حکایتی است که هر ذرّه عین اوست
اما نمی توان که اشارت به او کنند

دیگران گفتند وحدت الوجود توحید شهودی است یعنی موجودات یک گونه وجودی دارند ولی مقابل وجود حقیقی، بی حقیقت می شوند، چون آفتاب که برآمد، اختران ناپدید شوند، پس نیستند ولی هست نما می شوند، مولانا بلخی می فرماید:-

ما همه شیران ولی شیر علم	حمله مان از باد باشد دمبدم
حمله شان پیدا و ناپیداست باد	جان فدای آن که ناپیداست باد
ما عدمهائیم و هستی هائے ما	تو وجود مطلقی فانی نما
ما که باشیم ای تو ما را جانِ جان	ما که باشیم تا تو باشی درمیان

ومیان هردو گروه، یعنی گروه همه اوست و همه از اوست، باز گروهِ دیگر پیدا شدند، یعنی یکے کاملاً وحدت الوجودی شد، و دیگر هستی بشر را کمی بیشتر تقویت داد +

باین ترتیب در دورهٔ نخستین اراده یا اندیشه و در دوره دوم حسن و عشق عرفا را بخود مجذوب کرد تا اینکه تفسیر این دو کلمه یعنی اراده و حُسن را با نواع دیگر نمودند و گفتند حقیقت فکر یا علم یا نور است. مولانا می فرماید:-

این جهان یک فکرت است از عقل کل	عقل چون شاه است و فکرت ها رسل
اوّل فکر آخر آمد در عمل	منیت عالم چنان دان در ازل

نیز می فرماید:-

آفتاب معرفت را نقل نیست	مشرق او غیر جان و عقل نیست
مطلع شمس آ اگر اسکندری	بعد از ان هر جا روئی نیلوفری
بعد ازان هر جا روی مشرق شود	شرقها بر مغربت عاشق شود

و نیز :-

دانشی باید که اصلش زان سراست　　زانکه هر فرعی باصلش رہبر است

چون سر و ماہیت جان مخبر است　　ہر کہ او آگاہ تر با جان تر است

شیخ شہاب الدین کتاب حکمۃ الاشراق نوشت و حقیقت را بہ نور تشبیہہ داد۔ ماہیت نور ظہور اوست و ظہور صفت او نیست بلکہ خود اوست و زندگی کہ علتِ مستقیم آن عقل یا رُوح است، پرتو ضعیف از نور می باشد کہ چون رو بہ نور شود و سوی آن رود روشن تر گردد و چون دور شود، روشنائی آن ضعیف شدہ، صورت تاریکی پذیرد و از آنجائیکہ خصوصیت نور، ظہور است، دلیل بودن او، خود اوست، مولوی می فرماید :-

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

گر دلیلت باید از وی رو متاب

تجلیات نور نا محدود می باشند یا بہ فرمودہ قرآن کلمات الٰہی نہایت ندارند۔ تجلیات منقطع نمی شوند، زیرا کہ پے در پے و بدون ایست می شوند و اگر منقطع لحہ ای بشوند، ہستی منقطع و فانی میگردد، نور قاہر یا حقیقی، علت نور عارضی است کہ ما انرا زندگی نیز میگوییم و این نور یا مایہ زندگی کہ در خورشید و سیارگان و ستارگان است، عکس بسیار بعید از نور مجرد است یا بگوییم نور یا حیات کائنات سایۂ نور حقیقی است و میان این دو علاقہ علت و معلول است۔ شیخ شہاب الدین در این رشتۂ بحث مفصلی کردہ (کہ خوانندگان رجوع بہ حکمۃ الاشراق کنند) و این بُلند ترین فکری بود کہ یک نفر دانشمند ایرانی نمود۔ پس از او فکر تازہ نیا فزودند۔ ملا صدر الدین اسفار اربعہ در حکمت نوشت، و البتہ اسفار در فلسفہ کتاب جامع است ولی فکر تازہ نیا فزودہ، بلکہ افکار پیشینیان را بہ پیرایہ نو گفتہ۔ گویا دماغ ایرانی خستہ شدہ و توانائی فکر تازہ نماندہ بود، نور حقیقت و حقیقت بشر پرتو ضعیف آن است کہ ہر چند نزدیک تر بہ مبداء باشد روشن تر و ہر چند دور تر گردد، روشنائی آن ضعیف میشود تا بہ حد تاریکی میرسد۔ انسان نیز و چون از سرچشمہ جُدا می شود، روشن و چون بہ نہایت دوری میرسد،

تاریک و باز چون برگشت، تدریجاً روشنائی را می یابد آنچه لازم است، توجہ بسوی مبدا می باشد، تا روشنائی خود را از دست ندہد۔ بگفتہ مولانا بلخی:-

آفتاب معرفت را نقل نیست   مشرق او غیر جان و عقل نیست

حس خفاشت سوی مغرب دوان   حس دُر پاشت سوی مشرق روان

پس بشر چون بہ او رو آورد، نورانی است و ہرچند نزدیک تر شود، روشن تر می گردد و ہم مانند او بنظر می آید، تا اینکہ بنہایت قرب میرسد، بفرمودہ قرآن مجید قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ می گردد۔ و آن وقت می باشد کہ می فرماید:-

وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ یعنی در آن وقت است کہ بسیاری از چہرہ ہا برافروختہ و روشن خواہند بود و بسوی پروردگارشان نگرندہ خواہند شد، از این است کہ عرفا توجہ را بسیار لازم دانستہ اند و اگر جویای حق صمیمانہ بہ او متوجہ شد، در انجام بہ مقصود خویش میرسد۔ در قرآن مجید می فرماید:-

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ، یعنی مشرق و مغرب ہر دو از خدا می باشند، پس بہر سو کہ رو آوردید (و او را خواستید) آنجا وجہ خداست۔ مولوی میفرماید:-

چون محمد پاک شد از نار و دود
ہر کجا رو کرد وَجْهُ اللّٰه بود

پس ازین، بہ پیروی نو افلاطونیہا عرفای اسلام، سلسلہ تعیّنات را قائل شدند و شرح دادند چگونہ "وحدت" را بصورت کثرت تصور کنیم، گفتند وجود مطلق چون نخستین بار تجلّی نمود، احدیت گفتہ شد و در تجلّی دوم وحدت بود کہ برزخ یا خط فاصل میان وحدت مطلق و آغاز کثرت است و شاید ہمین نکتہ را در قرآن اشارہ کردہ، میفرماید:-

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ، بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ یعنی سر داد دو دریا را کہ بہم میرسند میان شان حایلی است کہ بہم دیگر زیادتی نکنند یعنی بہم درنیامیزند۔ پس تجلّی سوم شد کہ "واحدیت"

نامیده گشت و آغاز ظهور کائنات شد، افلاک و عناصرِ بسیط پدید گشتند و از بسیط، مرکب به ظهور آمد، و عالم جمادات و نباتات و حیوان و بشر صورت یافتند، چون به تأمل در این تفصیل تعینات بنگریم، می یابیم که این قیاس بیرونی در حقیقت مطالعه احوال اندرونی خود بشر است، انچه در خود مطالعه کرد با کائنات تطبیق نمود و عالم صغیر را عالم کبیر ساخت، تصوف را بمعنی مطالعه به باطن و تزکیهٔ نفس اگر بگیریم بدون امتیاز زمان و مکان و مذهب، در همه کس طبیعی است - همه بشر در گرداب بیچارگی اُفتاده، دست و پای میزنند و به اندازهٔ تربیت و سنجش و شائستگی تدبیری برای نجات می جویند تا یار که را خواهد و میلش به که باشد و همه به یک نتیجه رسیده اند که حقیقت یگانه است و قرب او توجه به او لازم دارد و برای توجه یکسوئی افکار لازم است و برای یکسوئی افکار، باید در امور مادی پُرمنهمک نشود. زیرا تا ازین سوسبک و آسوده نگردد و به آنسو نمی تواند بپردازد و برای یکسو نمودن فکر، عرفا، تربیت نفس را ضروری میدانند و برای تربیت نفس ترتیبی داده اند که آنرا اخلاق تصوف مینامیم یعنی برای سالکِ راهِ حق و جوینده حقیقت مقاماتی معین نموده اند که باید طے کند و خود را صاحب آن مقام ثابت نماید چون مقام توبه و ورع و زهد و فقر و صبر و توکل و رجا و غیره و اینها همه به مشق و کوشش می یابد و ضمناً برائی احوال رو می دهند که به انها لذتِ عشق و خوف و اُمید و شوق و اُنس و اطمینان را احساس میکند، روح را به دو معنی گرفته اند، یکی آنکه حقیقت انسان است که باطن آنرا "سر" نامیده اند و دیگر انکه علت زیست و جنبش تن است، و هم چنین قلب به دو معنی گرفته می شود. اولاً عضوِ مخصوص و دویم بمفهوم نفس ناطقه که مدرک حقائق است و آن دو رخ دارد، رخی بسوی روان که اصل انسان است و از نور آن تابنده میگردد و رُخی سوی اشیاء محسوس در قرآن مجید، نفسی هست که اماره نامیده می شود و انگیزش غضب و شهوت می کند و نفسی که لوامه گفته شده و انگیزشهای اماره را بازرسی می نماید و انتقاد می کند و سوم نفس مطمئنه که در ستائش آن می فرماید "يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً" والبتهٔ آنچه عرفا گفته و فکر کرده اند در قرآن آیات به آن مفهوم یافته اند و آنها را در بیان شان

شاهد آورده اند، چنانکه گفتیم، آغاز تصوف در ایران صمیمانه و در میان بود پر از جوش و در اواخر پر از موهومات و رسوم بی معنی و وسیلهٔ ریاست برخی گشت آنچه بایستی عمومی و به سود همه بشود، خصوصی و شخصی و به سود چند نفر تمام شد که مرشد و پیر و قطب نامیده شدند و سجاده ریاست گسترده بجای اینکه مردم را بسوی حقیقت و به راه نجات رهبری بکنند، بنده و مرید خود نمودند، مگر معدودی چند که همه وقت بودند و شاید اکنون نیز باشند و اذکار انها که به نظم و نثر گفته شده، در دریای ادب فارسی، در و مرجان عرفان می باشند یکی باید غواصی بکند تا بیابد و دیگران را نیز بهره مند سازد تصوف بما آموخت که :-

(۱) باید حقیقت بین باشیم و پی حقیقت برویم ۰

(۲) گفت که اصل بشر ذرهٔ از آفتاب حقیقت در رتبهٔ او بلند و ارجمند است، خود را نیک بشناسد و عملی که دون رتبه او باشد نکند، گناه عملی است که دون رتبه اوست ۰

هم چو ماه و آفتابے می پرم　　پرده های آسمان ها میدرم
روشنیٔ عقلها از فکرتم　　انفطار آسمان از فطرتم

محمود شبستری می فرماید :-

تو مغز عالمی زان در میانی　　بدان خود را که تو جان جهانی

۳- شعرای متصوفه، الفاظی که بر زبان مردم مبتذل بلکه رکیک بودند، در استعاره به معانیٔ علیت عرفانی در آوردند و پست را بلند کردند ۰

۴- تصوف میگوید که با عمل، فکر نیز لازم است تا انچه میکند بداند برای چه میکند در روان و نفسیات خویش را بشناسد ۰

۵- تعصب بیجا و خود پرستی را بر انداخت و همدردی و شفقت و احترام عقیده را بیاموخت، در همه ادیان حقیقت را تجسس کرده و در همه یک نوع حقیقت را یافت از این است که مولانا بلخی می فرماید :-

هر کسی را سیرتی بنهاده ایم — هر کسی را اصطلاحی داده ایم
در حق او مدح و در حق تو ذم — در حق او شهد و در حق تو سم
در حق او نیک و در حق تو بد — در حق او خوب و در حق تو رد
ما بری از پاک و ناپاکی همه — از گران جانی و چالاکی همه
هندیان را اصطلاح هند مدح — سندیان را اصطلاح سند مدح
من نه کردم پاک از تسبیح شان — پاک هم ایشان شوند و درفشان

اساس بحث فقهاء بر روایات و منقولات و فیلسوف بر تعقل و تفکر ولی صوفی را بر عشق و احساس لطیف قلب است و از اینرو گفته صوفی را صاحب ذوق و پرستندهٔ زیبائی، میتواند اندازه کند۔ همه بظاهر و صوفی به باطن می پردازد۔ مولانا بلخی می فرماید:—

ما برون را ننگریم و قال را۔
ما درون را بنگریم و حال را۔

(۶) متشرعین از بیم قیامت خواب ندارند۔ ولی صوفی میگوید پیش از مرگ، مانند عیسٰے از گور آلودگیها در آئیم و بر آسمان شائستگی و پاکی عروج نمائیم۔

پس قیامت شو قیامت را ببین — دیدن هر چیز را شرط است این
تا نگردی این ندانیش تمام — خواه آن انوار باشد یا ظلام
عقل گردی عقل را دانی کمال — عشق گردی عشق را بینی جمال
نار گردی نار را دانی یقین — نور گردی هم بدانی آن و این

(۷) تصوف آموخت که کینه و نفرت دون رتبه انسان است از اینرو صوفی باید دل را از آن آلودگی پاک کند تا ذهنش روشن گردد۔

(۸) از افراط و تفریط در همه کار منع کرده و میانه روی را می آموزد تا یگانه و بیگانه را به یک نگاه شفقت و همدردی به بینیم۔

(۹) شخص نباید سخن بیهوده گوید و بیش از آنکه لازم است نگوید، بسیار نخواهد و پر نخورد و در هیچ کار از اندازهٔ لزوم خارج نگردد؎

گفت را گر فائده نبود مگو　　ور بود صد اعتراض شکر گو

آدمی مخفیست در زیر زبان　　این زبان پرده است بر درگاه جان

زین قبل فرمود احمدؐ در مقال　　در زبان پنهان بود حسن رجال

(۱۰) خدا را بر اعمال خود، بلکه افکار، همه وقت و همه جا حاضر و ناظر داند و هرگاه بسوی او متوجه شود، از آنچه ماسوای او چشم بپوشد*

(۱۱) در داد و ستد و امور زندگی، نباید یکپاره خود را بیند و دیگران را نه بیند بلکه مقصود او باید کمک بخود و خدمتی به دیگران باشد. مولوی می فرماید؎

انفقوا گفت است پس کسبی بکن　　زانکه نبود خرج بی دخل کهن

گرچه آورد انفقوا را مطلق　　تو بخوان که اکسبوا ثم انفقوا

(۱۲) تصوف انسان را از مشتهیات لهو و لعب باز میدارد که سبب هیجان و اضطراب اندرونی می شوند. ولی به آنچه تن توانا و ذهن روشن می شود، تشویق بنماید. متشرعین آواز خوش را که با ساز هم آواز گردد، حرام میگویند ولی مولوی می فرماید و چه اندازه فرمائش او حکیمانه و عمیق است*

نالهٔ سرنا و تهدید دهل　　چیزکی ماند بدان ناقور کل

پس حکیمان گفته اند این لحن ها　　از دوار چرخ بگرفتیم ما

بانگ گردشهای چرخ است اینکه خلق　　میسرایندش به تنبور و به حلق

مومنان گویند کاثار بهشت　　نغز گردانید هر آواز زشت

ما همه اجزای آدم بوده ایم　　در بهشت آن لحنها بشنوده ایم

گرچه بر ما ریخت آب و گل شکی　　یادمان آید از آن ها اندکی

لیک چون آمیخت با خاک کرب　　کی دهد این زیر و این بم آن طرب

پس غذای عاشقان آمد سماع	که در آن باشد خیال اجتماع
قوتی گیرد خیالات ضمیر	بلکه صورت گردد از بانگ صفیر

(۱۳) تصوف می آموزد که مقصود همه مصلحین و پیغمبران این است که ما از صفات حیوان و درنده پاک شده به کمال خلقتِ خود که رتبه و عالیتر برتر از جهان است برسیم و در صورتِ بشر، فرشته سیرت گردیم •

(۱۴) و نیز می آموزد که در جهان بشر، همواره یک قوه ای می باشد، که افراد بشر را براهِ راست رهنماست و این قوه گاهی ناپدید و گاهی در جامه بشر بصورت رهبری پدید می گردد و چنین شخص را صوفی قطب می نامد ولی هر کس را نمی توان قطب گفت، بلکه قطب شناسی همان اندازه دشوار است که کسی به قطب شمال یا جنوب پی ببرد و به بیند •

(۱۵) تصوف به تقلید کورکورانه مخالف و به تحقیق تشویق میکند و می آموزد که هر نکته نامعلوم را باید بدانیم و بسنجیم و عقل خداداد را بکار بریم و چون حسن شیئی را دانستیم آن حسن را تقدیر بکنیم مولوی می فرماید :-

از محقق تا مقلد فرقهاست	کین چو داود است واندیگر صداست
منبع گفتار این سوزی بود	و آن مقلد کهنه آموزی بود
آسمان شو ابر شو باران ببار	ناودان بارش کند ناید بکار
آب اندر ناودان عاریتی است	آب اندر ابر و دریا فطرتیست

چنانچه در قرآن مجید نیز میفرماید :-

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا - یقینا آمده است (قوه) بصیرتها از پروردگارتان بشما . پس هر کس از روان خود بصیرت پیدا کرد (سود آن برای اوست) و هر کس به آن کور ماند (زیان آن جهل) نیز براوست •

عرفای صوفیه، آیاتِ قرآن را به معانی عرفانی تفسیر و تاویل کرده اند. بخصوص مولانای بلخی که

در مثنوی او بسکہ آیات قرآن بنقطہ نظر تصوف ترجمہ گشتہ اند از گفتہ اند" ہست قرآن در زبان پہلوی"
برای تفصیل بہ مثنوی رجوع شود،

برعکس برخی از دانشمندان ہند، صوفی گرچہ تلخی ہائے این زندگی را می چشد ولی نسبت بآن
بدبین نیست۔ بگفتہ خواجہ حافظ :-

مرا بکارِ جہان ہرگز التفات نبود
رخ تو در نظر من چنین خوشش آراست

بنظر صوفی، صدمہ ہای دنیا [illegible] ذخیرہ آزمائش ہائی میباشند کہ محبوب ازل نسبت بما می نماید
[illegible] ما این است کہ [illegible] خوشنودی بہ پذیریم و خوشنودی اورا بخواہیم، چنانچہ در قرآن مجید میفرماید"

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ
وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ" می آزمایم شمارا بہ ترس و گرسنگی و زیان در مال و جان و میوہ یعنی نتیجۂ زحمت،
و مژدہ دہ (آنہائی را کہ در این آزمائش ہا) شکیبائی می ورزند"

ومولانا چنین ترجمہ میکند۔

حق تعالے گرم و سرد و رنج و درد   برتن ما می نہد ای شیر مرد
خوف و جوع و نقص اموال و بدن   جملہ بہر نقد جان ظاہر شدن

صوفی باید در ہمہ حال ایستادگی کردہ، کوشش خود را در اصلاح نفس و پاکی اندرون و بیرون جاری
دارد بگفتہ مولانا،

دوست دارد دوست این آشفتگی   کوشش بیہودہ بہ از خفتگی
آنکہ او شاہ است او بیکار نیست   نالہ از وی طرفہ کو بیمار نیست
بہر این فرمود رحمن ای پسر   "کُلَّ یَوْمٍ ہُوَ فِی شَأْن" ای پسر
اندرین رہ می تراش و میخراش   تا دم آخر دمی فارغ مباش
تا دم آخر دمی آخر بود   کہ عنایت با تو صاحب سر بود

ہر کہ میکوشد اگر مرد و زن است ‌‌ ‌گوش و چشم شاہ جان بر روزن است

تا اینکہ بمقصود برسد و بہ کمال خلقت انسانی آراستہ گردد، بگفتہ خواجہ حافظ :-

دست از طلب ندارم تا کام من برآید

یا جان رسد بہ جانان یا جان ز تن برآید

بعقیدۂ متصوفہ، چنانکہ بواسطہ پنج حس، محسوسات را می شناسیم، قوہ مخصوص در ماہست کہ بذریعہ آن بہ غیر محسوس پی می بریم مولانا می فرماید :-

پنج حسی ہست جز این پنج حس ‌‌ ‌آن چو زر سرخ و این حسہا چو مس

حس ابدان قوت ظلمت میخورد ‌‌ ‌حس جان از آفتابی می چرد

و از این حس، بہ زندگی پاک و تفکر و تمرکز توجہ، میتوان استفادہ کرد۔ مولوی میفرماید :-

فکر کن تا وارہی از فکر خود ‌‌ ‌ذکر کن تا فکر گردی در رجد

ذکر گو تا فکر تو بالا کند ‌‌ ‌ذکر گفتن فکر را والا کند

فکر آن باشد کہ بگشاید رہی ‌‌ ‌راہ آن باشد کہ پیش آید شہی

چون در معنی زنی بازت کند ‌‌ ‌تیر فکرت زن کہ شہبازت کند

پر فکرت شد گل آلودہ گران ‌‌ ‌زانکہ گل خواری ترا گل شد چونان

و با تفکر و ذکر اعمالی بجا آورد کہ کاملاً از آلودگیہائی نفسانی و شہوت رانی و خیالات پست منزہ گردد و دل او کہ مکان تجلی حقائق است، از زنگ افکار پست صیقل گشتہ، آمادہ پذیرفتن تجلیات بشود وابستہ در نتیجہ نیک، عمل نیک میشود، تا اینکہ حقیقت را بدیدہ بصیرت بہ بیند و بی اختیار بگوید ما زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغیٰ، یعنی چشم او منحرف نگشت و از حد نگاہ در نگذشت۔ دل کہ بہ گفتہ متصوفہ جوہریست نورانی و مجرد و محل فرود آمدن وحی، چنانکہ در قرآن می فرماید :- فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلیٰ قَلْبِكَ۔ پس (جبرئیل) فرود آورد (وحی را) بر دل تو، بہ محبت و شفقت و ہمدردی ہموارہ تابندہ بماند و محبت حقیقی پیدا نمی شود مگر بہ دانش و معرفت مولانا می فرماید ؎

از محبت تلخہا شیرین شود / وز محبت مسہا زرین شود
از محبت دیو حوری می شود / وز محبت نار نوری می شود
از محبت مرده زنده می شود / وز محبت شاه بنده می شود
از محبت سقم صحت می شود / وز محبت قہر رحمت می شود
این محبت ہم نتیجہ دانش است / کی گزافہ بر چنین تختی نشست

پس دانش وسیلہ محبت و رفع نفرت و کدورت و محبت سبب تابندگی دل و دل قوتی است در بشر که اگر تابنده بماند آنچنان را آنچنان تر می سازد، چنانکہ مولانا می فرماید:-

این جہان خم ہست و دل چون جوی آب / این جہان حجره است و دل شہر عجاب
طالب دل شو کہ تا باشی چو گل / تا شوی شادان وخندان ہمچو گل
خانہ آن دل کہ ماند بے ضیا / از شعاع آفتاب کبریا
تنگ تاریک است چون جان جہود / بینوا از ذوق سلطان ودود
نی در آن دل تاب نور آفتاب / نی کشاد عرصہ و نی فتح باب
تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست / دل فراز عرش باشد نہ بہ پست
آن دلی کز آسمانہا برتر است / آن دل ابدال یا پیغمبر است
گر کشاید دل سر انبان راز / جان بسوی عرش سازد ترکتاز

حافظ می فرماید:-

سالہا دل طلب جام جم از ما میکرد / آنچہ خود داشت ز بیگانہ تمنا میکرد

و چون دل درست تابنده گشت، دارندهٔ آن نکاتی درک می کند، کہ دیگران نمی توانند، مولوی میفرماید:-

آئینہ دل چون شود صافی و پاک / نقشہا بینی برون از آب وخاک
ہم بہ بینی نقش و ہم نقاش را / فرش دولت را وہم فراش را

در آنصورت عمل او از روی ہوا و ہوس نیست و آنچہ میگوید در ان غرضی نباشد، بلکہ بہبودی عموم

مردم را درنظر دارد واز این است که درباره پیغمبر در قرآن مجید می فرماید۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ یعنی او ہیچ سخنی از روی ہوا و ہوس نمی فرماید۔ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى مگر آنچه به او وحی می شود۔ این حقیقت را مولانا بلخی درضمن حکایتی بیان می فرماید که علیؑ ابن ابیطالب بامبارز کافر درآویخت و براو چیره شده برسینۂ او نشست وخواست برگردن او تیغ براند، آن کافر از کمال سراسیمگی براو آب دہن انداخت، علیؑ بجای اینکه به خشم بیاید وزود تر او را بکشد از روی سینه او بلند شد۔ کافر در شگفتگی ماند وعلت را پرسید۔ علیؑ فرمود :۔

گفت من تیغ از پیٔ حق می زنم		بندۂ حقم نه ماموڑ تنم

چون تو خیو انداختی بر رویٔ من		نفس جنبید و تبه شد خوی من

نیم بہر حق شد و نیمی ہوا		شرکت اندر کار حق نبود روا

تو نگاریده کف مولاستی		آنِ حقی کردۂ من نیستی

نقش حق را ہم بامر حق شکن		برزجاجه دوست سنگ دوست زن

وچون شخص به این درجه روحانی رسید، پاکی برای او فطری می شود واز ہرچه نیک است وحقیقت دارد، مانوس میگردد ودلش سکون می یابد وبه یک عالمی پیوست می شود که به گفتن نیاید ووابسته به تجربۂ ذاتی است۔ چنانکه مولانا می فرماید :۔

اتصالی بی تکیف بی قیاس		ہست رب الناس را با جان ناس

اتصالی که نگنجد در کلام		گفتنش تکلیف باشد والسلام

ممکن است چنین اتصال ہمه داشته باشند ولی از آن لذت نمی برند وبہره مند نمی گردند واو که به پروردگار خود انس پیدا کرده احساس میکند وعالم مخصوص دارد که دران پرستہائی میکند واز وجدان یا اندرون پاک خود پا سخہائی می شنود، چنانچه درقرآن بزبان موسیٰؑ می فرماید :۔

قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ گفت پروردگارا خود را بنما تا من بسوی تو نگاه کنم، گفت ممکن نیست

(مستقیماً) مرا توبہ بینی ولی بر کوہ (کائنات) بنگر و اگر آن برجای خود بماند، پس مرا نیز خواہی دید۔"
عرفا، جبل یا جبال را بمفہوم حقایق ملکوتیہ و عقول مقدسہ گرفتہ اند، ولی در این آیہ نگارندہ بمفہوم
کائنات گرفتہ ام۔ پس ازین پاسخ ۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ عَلَى الْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۔ چون تجلی نمود پروردگارش
بر کوہ (کائنات)، ساخت آنرا ریز ریز یعنی بہ چشم بصیرت موسیٰ وجود کائنات را با حقیقت سازندہ
کائنات موازنہ کرد، مقابل عظمت ایزدی آنچہ پدید است ریز ریز و ناپدید گشت و از کمال محویت
(موسیٰ) از خود رفت و بیہوش شد و چون از آن حالت وجد و استغراق در آمد، نسبت بہ ہستی
مطلق، یقین او حق الیقین و ایمان او کامل گشت این مرتبہ روحانی را متصوفہ سیر الی اللہ
می گویند و برتر از آن "احسان" می باشد ۔

علم اخلاق عمومی و خصوصی میشود۔ عمومی برای جامعہ و خصوصی برای افراد است متصوفہ علم
اخلاق مخصوصی دارند از جملہ صفت خوف است ولی بمعنی ترس نیست زیرا کہ صوفی باید بہ جز
آفرینندہ از ہیچ وجودی نترسد بلکہ علاقہ او با آفریدگار نیز علاقہ عاشق و معشوق است، از اینرو
خوف در اصطلاح صوفیہ بمعنی حس مسئولیت است در قرآن می فرماید :-

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا
تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُوْعَدُوْنَ ۔ اشخاصیکہ گویند پروردگار ما اللہ
می باشد و بر آن عقیدہ ایستادگی میکنند بر انہا فرشتگان فرود می آیند و میگویند خوف نکنید و اندوہگین مباشید
و شاد شوید بہ نوید بہشتی کہ بشما وعدہ دادہ شدہ ۔

مولوی میفرماید :-

لاتخافوا ہست نزل خائفان ہست در خور از برای خائف آن
نی ز دریا ترس و نی از موج و کف چون شنیدی تو خطاب لاتخف

و دیگر تسلیم بہ مشیت ایزدیست، یعنی در صدمہ دنیوی شکیبائی ورزد و مضطرب نگردد و پس از انکہ

آنچہ می توانست در عمل نیک کوشش نمود، نتیجہ را واگذار بہ مشیت ایزدی کند و اگر بہدف مقصود نرسید ناسپاسی نہ نماید۔ مولانا می فرماید ؎

ای مسلمان بایدت تسلیم جست — زانکہ مقصود ازل تسلیم تست
گر بلا آید ترا اندوہ مبر — در زیان بینی تم او را مخور
عاشقم بر قہر و بر لطفش بجد — ای عجب! من عاشق این ہر دو ضد

توبہ یا برگشت از مادیات بہ مجردات و احساس نواقص خود و کوشش در رفع نواقص تحصیل کمال احتیاط و حزم در ہر کاریکہ می کند۔

احسان۔ خوبی پیش از آنکہ کسی توقع بکند۔ مولانا میفرماید

ور عدو باشد ہم این احسان نکوست — کہ بہ احسان بس عدو گشت است دوست
ور نگردد دوست کینش کم شود — زانکہ احسان کینہ را مرہم شود

اخلاص و صمیمیت کہ عکس ریا و دوروئی است و ادب و توکل یا اعتماد بر اینکہ آنچہ بہ مشیت ایزدی بر او میرسد نیکوست، مولوی میفرماید :۔

گر توکل می کنی در کار کن — کسب کن پس تکیہ بر جبار کن
گفت پیغمبر بہ آواز بلند — با توکل زانوی اشتر ببند

آزادی و طلب و تحقیق و قناعت ولی قناعت تصوف نہ این است کہ شخص بہ بیکاری و بیعاری تن دادہ بہ عسرت بگذارند، بلکہ نمودن حرص بیجاست مولوی می فرماید :۔

قلتی کان از قناعت وز تقاست — آن ز فقر و قلت دونان جداست
حبہ ای گر آن بیابد سر دہد — وین ز گنج زر بہ ہمت سر جہد
از قناعت ہیچ کس بیجان نشد — وز حریصی ہیچ کس سلطان نشد

و دیگر کسب و جہد و ہمراہی با دیگران وغیرہ وغیرہ از اخلاق متفرقہ می باشند۔

مسئلہ ارتقاء و فناء و بقاء را، متصوفہ بہ یک معنوی گرفتہ اند کہ سبب غلط فہمی بزرگی شدہ است

بنا بر آیهٔ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُوْحِیْ عقیده دارد که حقیقت انسان بی آلایش و پاک و مجرّد است هبوط آن و آمیزش به ماده، آنرا از سادگی ظاهراً در آورده و آلوده کرده است و آلودگی آن، چونکه بنا بر مشیت ایزدیست، از این رو به نیست. اضطراب روح، در عوالم مادی، علت جنبش و مظاهر گوناگون است، و در هر عالم خصوصیاتی می باشد که بایستی بکند و نگهبان و پرورنده او در همه عوالم البته خداوند متعال است و از اینرو او را "رب العالمین" یعنی پرورندهٔ همه عوالم میخوانیم، اضطراب روح به نیز به مشیت ایزدیست تا اینکه بوسیلهٔ اضطراب باز به سرچشمه و تجرد خود برسد. مولانا می فرماید ؎

از نیستان "تا مرا ببریده اند   از نفیرم مرد و زن نالیده اند
سینه خواهم شرحه شرحه از فراق   تا بگویم شرح درد اشتیاق

و در عوالم مادی، از بساطت و سادگی به ترکیب و از وحدت به کثرت میرود، آغاز آن از زمانیکه کاملاً بدیهی می شود، عالم جمادی است و کمال آن عالم بشر است، چون از عالم بشر در گذشت، به همان طریقی که آمد بر میگردد، به استثنای اینکه در آمدن، منقور به ذات کثر است و در برگشتن تدریجاً افزون میگردد، تا اینکه چون به سرچشمه رسید، علم محض میگردد. این فکر را مولانا چنین می فرماید ؎

از جمادی مُردم و نامی شدم   وز نما مُردم به حیوان سر زدم
مردم از حیوان و پس آدم شدم   پس چه ترسم کی ز مُردن کم شوم
حملهٔ دیگر بمیرم از بشر   تا بر آرم از ملایک بال و پر
در ملک هم بایدم جستن ز جو   کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَه
بار دیگر از ملک قربان شوم   آنچه اندر وهم ناید آن شوم

پس چیزیکه بمفهوم مرگ، یعنی عدم باشد نیست، بلکه مرگ انتقال از مرحله ای به مرحله دیگر است و معنی انتقال به عربی همین است و چونکه روح مجرد محض است، ممکن نیست که ترکیب یابد و با ماده پیوست بشود، بلکه پرتو او، ماده یا تن را تابنده می سازد و هرگاه پرتو دور شد، ماده به حالت حقیقی خود برمیگردد مولانا می فرماید

حاشا للہ تو بروئی از جہان　　ہم بوقت زندگی ہم بعد ازان

در ہوائے غیب مرغے می پرد　　سایۂ او بر زمین می گسترد

جسم سایہ سایہ سایۂ دل است　　جسم کی اندر خور پایہ دل است

پس معنیٔ فنا نہ این است کہ ما در وجودِ دیگر فانی گردیم، بلکہ فنای آلودگیست و چون آلودگی فانی شد، حقیقت ما پایندہ و در پرتو، نور ایزدی، ہموارہ باقیست۔

انسان کامل شخصی است کہ بہ کمال خلقت انسانی رسیدہ و در این زندگی از ہمہ آلودگیہا آزاد گشتہ، وجود او در دنیا ہست و نیست، زیرا کہ فکر او فوق افکار عموم بشر است۔ اعمال او ایزدی ولی بواسطہ بشر است۔ مولانا می فرماید:۔

دید شخصی کاملی پر مایہ ای　　آفتابی درمیان سایہ ای

میرسد از دور مانند ہلال　　نیست بود و ہست بر شکل خیال

آن ولی حق چو پیدا شد ز دور　　از سراپایش ہمی میریخت نور

ولہ الحمد والشکر

این مقالہ فصلی ہست از نگارش بندہ، در کتاب آموزش اسلام کہ ہنوز بطبع نرسیدہ است۔

(پروفیسر) عباس شوستری

الخلیل بن احمد العروضی

(از خان بہادر مولوی محمد شفیع صاحب ایم۔ اے۔ ریٹائرڈ پرنسپل اورینٹل کالج لاہور)

ا۳، دسمبر ۱۹۴۵ء کو ایک عزیز کتاب المعارف لابن قتیبہ (طبع وستنفلد ۱۸۵۰ء) لائے اور کتاب کے صفحہ ۲۶۹ پر الخلیل بن احمد صاحب العروض کا ایک قطعہ دکھایا، جس کی تصحیح کی طرف وستنفلد نے توجہ نہ دی تھی، اور اسکے معنی پوچھے۔ قطعہ کتاب مذکور میں بصورت ذیل درج ہے:-

کفاہ لم تخلقا للندی ولم یك نخلها بدعه

نکف عن الخیر مقبوضة کما نقصت مایہ سبعه

وکف ثلاثة الافہا وتسع ملیئها شرعه

ہر بیت کا دوسرا مصراع ممسوخ ہے۔ پہلے اور دوسرے بیت میں باد نیٰ تامل معلوم ہو گیا تھا کہ بخلھا اور مائۃ پڑھنا چاہیے۔ مگر آخری مصرع مزید توجہ چاہتا تھا۔ تلاش کے بعد لسان العرب ج ۱۰ ص ۴۲ میں یہ قطعہ مل گیا بدیں صورت:-

كَفّاكَ لم تُخلَقَا للنَّدَى ولم يكُ لُؤمُهُما بِدعَةْ

فكفٌّ عن الخيرِ مقبوضةٌ كما حُطَّ عن مِائَةٍ سَبعَةْ

وأُخرَى ثلاثةُ آلافِهَا وتِسعُمِئِيهَا لها شِرعَةْ

"عقد انامل" کے عنوان سے غیاث اللغات میں اس حساب کا طریقہ دیا ہوا ہے۔ اس کو پڑھنے سے

---

۱ لسان میں غلط چھپا ہے، صحیح حُطَّ ہے۔ ۲ صاحب لسان نے کہا ہے هٰذا شِرعَةُ ذٰلك ای مثاله،

۳ عربوں کے ہاں شمار کا ایک طریقہ مروج تھا۔ جس میں انگلیوں کے کھولنے اور موڑنے اور بند کرنے سے مختلف اعداد کو ظاہر کیا جاتا تھا۔ ایک سے دس ہزار تک کا شمار اس طرح سے ممکن تھا۔

ان اشعار کے معنی واضح ہو گئے جو درج ذیل ہیں :-

پہلا شعر صاف ہے۔ شاعر کے نزدیک شخص مذکور کی ہتھیلیاں بخشش کے لئے پیدا ہی نہیں ہوئیں اور ان کا بخل موجب تعجب نہیں۔ دوسرے شعر میں شاعر نے کہا ہے۔ کہ بخیل مذکور کی ایک ہتھیلی اس طرح رکی ہوئی ہے جس طرح سو سے سات کم کئے گئے ہوں۔ گویا اس ہتھیلی نے ۹۳ کا عدد بنایا ہوا ہے۔ عقدِ انامل کے طریق پر تین کا عدد بنانے کے لئے دائیں ہاتھ کی خنصر بنصر اور وسطی تینوں انگلیوں کو اس طرح سے موڑا جاتا ہے کہ ان انگلیوں کے سرے انہی انگلیوں کے سب سے نچلے پوروں سے بہت نزدیک ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نوّے کا عدد یوں بناتے ہیں کہ ناخنِ سبابہ کے سرے کا اندرونی حصہ انگوٹھے کے دوسرے پورے پر رکھیں ۔

حاصل یہ کہ جب اس طریق سے ۹۳ بنائینگے تو ساری انگلیاں دائیں ہاتھ کی مڑی ہوئی ہونگی۔ اور ہاتھ منقود الانامل[1] ہوگا ۔

تیسرے شعر میں شاعر کہتا ہے "اور دوسری ہتھیلی سو اس کے تین ہزار اور نوسو پہلے ہاتھ کی مثال ہیں"۔

عقدِ انامل میں اکائیاں اور دہائے دائیں ہاتھ سے بنتے ہیں۔ اور سینکڑے اور ہزار بائیں ہاتھ سے ۔

تین ہزار بنانے کا طریق یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے خنصر بنصر اور وسطی کو اکٹھا اسی طرح موڑا جائے جس طرح تین بنانے کے لئے دائیں ہاتھ کی یہی تین انگلیاں موڑی تھیں ۔

---

[1] کتاب الشعر والشعراء (طبع یورپ) ص ۳۹۹ پر ابن قتیبہ نے یحییٰ بن نوفل الیمانی کے حالات میں لکھا ہے کہ اس نے یزید بن خالد بن عبد اللہ القسری کی ہجو میں کہا :-

فما تسعون تحفزها ثلاث　　　یضم حسابها رجل شدید
بکف خرقة جمعت بوجع　　　بأنکد من عطائك یا یزید

اسکے بعد ابن قتیبہ کہتا ہے : نحوہ قول الخنبل فکفّ عن الخیر مقبوضة الخ

نوسو بنانے کے لئے بائیں ہاتھ سے وہی عمل کیا جاتا ہے جو نوّے بنانے کے لئے دائیں ہاتھ سے کیا گیا تھا۔ یعنی بائیں سبابہ کے سرناخن کا اندرونی حصہ بائیں انگوٹھے کے دوسرے پورے پر رکھا جائے۔ یہ تین ہزار نوسو بن گیا۔ پس دائیں ہاتھ کی انگلیاں مذکورہ بالا طریق سے موڑیں تو ۹۳ بنے تھے۔ بائیں ہاتھ کی وہی انگلیاں موڑیں تو ۳۹۰۰ بنے یعنی ایک عمل دوسرے کی مثال بنا، اور شاعر نے ہم کو سمجھایا کہ بخیل کی مٹھی جس طرح دائیں ہاتھ کی بند ہے اسی طرح بائیں ہاتھ کی بند ہے ۔

یاد آیا کہ عقد الفرید (لابن عبد ربہ) میں بھی یہ شعر آئے ہیں، چنانچہ طبع قاہرہ سنہ ۱۳۲۱ھ میں ج ۲ ص ۲۶۹ پر مل گئے، وہاں بیت اول میں "لم تخلقا" اور "بخلہما" کی بجائے "لم یخلقا"[1] اور "خلقہما" اور بیت دوم میں "کما نقصت مائۃ" ہے۔ اور بیت سوم میں "وتسع میاہ لہا سرعۃ" جو بجائے خود مسخ شدہ ہے ۔

عقد کے اس مقام پر اپنے نسخہ میں میں نے عیون الاخبار (طبع قاہرہ سنہ ۱۳۴۳ھ) ج ۲ ص ۳۵ کا حوالہ دیا تھا۔ وہاں اس قطعہ کی یہ صورت ہے۔

كفاه لم تُخلقا للندى — ولم يك بُخلهما بِدعه

فكفٌّ عن الخير مقبوضة — كما نقصت مِائة تسعه

وكف ثلاثة آلافها — وتسعُمِئيها لها شِرْعه

اس پر حاشیہ دیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ عربوں میں ایک حساب خاص تھا جو آج کے مروجہ حساب سے الگ تھا یعنی عقود الاصابع، ہر انگلی سے ایک خاص عدد مراد لیا گیا تھا۔ پھر انگلیوں کے اوضاع سے اکائیاں، دہائے، سیکڑے اور ہزار مرتب کئے تھے۔ مثلاً خنصر کے موڑنے سے ایک، بنصر کے موڑنے سے دو مراد لیتے تھے، اور اسی طور پر دیگر اعداد جس عدد کا ذکر شاعر کر رہا ہے وہ ۹۳۰[2] ہے

---

[1] ایک غیر موثق یہ قول ہے کہ کف مذکر ہے۔ (دیکھو عیون الاخبار ۲: ۳۵ حاشیہ ۲)، [2] مطلب یہ کہ دوسرے شعر میں تسعہ عوض سبعہ ہے۔ اگرچہ عیون کے قلمی نسخہ میں تسعہ تھا جیسا کہ ایڈیٹر نے لکھا ہے ۔

تقضی قواعدھم فی ھٰذا الحساب بأن تقبض الخنصر والبنصر والوسطیٰ من الید الیمنی لتدل علی عدد ثلاثة وتجعل السبابة حلقة غیر مجوفة لتدل علی عدد تسعین، ولہذا ارجح روایۃ اللّسان علی روایۃ الاصل، وکذٰلک تقضی قواعدھم فی عدّ الآلاف بان تقبض من الید الیسریٰ الخنصر والبنصر والوسطیٰ دلالة علی عدد ثلاثة آلاف وتجعل سبابة الیسریٰ حلقة غیر مجوفة لتدل علی عدد تسعمائة (حاشیہ نگار نے بلوغ الادب فی احوال العرب ۳: ۳۹۶ تا ۳۹۹ کا حوالہ دیا ہے۔) یہ بیان اوپر کی تشریح کا مؤید ہے، مگر اس تشریح میں حاصل کلام نہیں دیا جو اوپر کی تشریح میں آچکا ہے۔

(۲)

ابیات بالا کی تلاش میں الخلیل بن احمد کے حالات اس کے مصنفات کا تذکرہ اور اقوال منثورہ اور بعض ابیات نظر سے گزرے، ان کو افادۂ عام کے خیال سے درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

(۱) خلیل کا نام و نسب

ابو عبدالرحمٰن خلیل بن احمد بن عمر بن تمیم البصری الفراھیدی الازدی ازد شنوءہ کی شاخ فرہود[۱] بن شبابہ سے تھا،

اس کی نسبت کی صورت میں اختلاف ہے، وفیات میں ہے: "الفراھیدی ویقال الفرھودی"۔ مگر ابوالحسن الاخفش (الکامل للمبرد طبع یورپ ص ۲۳۸) نے کہا ہے۔ الیحمد من الازد والخلیل من بطن منھم یقال لھم الفراھید والفرھود فی الاصل الحمل فان

[۱] مینی کما حطّ عن مأتة سبعة، [۲] دیکھیں شجرات وستنفلد ۱۰: ۲۵، (بغیة الوعاة ص ۲۴۳) پھر فراہید کا نسب وستنفلد کے مختلف طریق پر دیا گیا ہے، الفرھود الغلیظ من قولھم تفرھد الغلام سمن (کتاب الاشتقاق ص ۲۹۲) مگر اس میں اور اقوال بھی ہیں، الفرھود ولد الاسد فی لغة ازد عمان (حاشیہ کتاب الاشتقاق ص ۲۹۲، وفیات (۱: ۱۷۲) میں یہی ہے۔ الفرھود ولد الاسد بلغة ازد شنوأة وقیل ان الفراھید صغار الغنم۔

نسبتَ الی الحیّ قلت فراهیدیّ وان نسبتَ الی الحُمْلانِ قلتَ فُرهُودیٌّ لاغیرُ

صرف ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں (۳ : ۱۶۳ پر) خلیل کو الفراهیدی ویقال الباهلی لکھا ہے۔ اسی طرح صرف خوانساری نے بحوالہ مجالس المومنین لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ خلیل ان ابناء ملوک عجم کی اولاد میں سے تھا جن کو بحکم نوشیروان عادل یمن میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ اور سیبویہ نحوی کا نسب بھی انہی ابناء تک منتہی ہوتا ہے۔ خلیل ازد۔ کے بطن مذکور میں ۱۰۰ھ میں بعہد خلیفہ عمر ثانی پیدا ہوا۔ اس کا باپ احمد بزعم علماء نسب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلا مسمّی بہ احمد تھا (قول ابوالحسن اخفش شاگرد سیبویہ رک بہ کامل مبرد ص ۲۳۲)۔ ابن ندیم (فہرست ص ۴۲) اور ابن خلکان (وفیات ۱ : ۱۷۲) نے بھی احمد بن ابی خیثمہ (م ۲۹۹ھ) کا قول سے مضمون کا نقل کیا ہے اور سمعانی (م ۵۶۲ھ) نے یہی بات بخط بعض الائمہ ایک کتاب پر لکھی دیکھی بدین الفاظ: "لیس بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من اسمہ احمد ما بینہ وبین احمد الفراهیدی" (کتاب الانساب ورق ۴۲۱ ب)

(ب) خلیل بن احمد کی عظیم الشان شخصیت

تذکرہ نویسوں نے خلیل کے حالات بہت ہی کم دیئے ہیں۔ عموماً چند حکایتوں اور چند اقوال کو وہ ایک دوسروں سے نقل کرنے پر کفایت کرتے ہیں۔ گو خلیل وہ جلیل القدر فاضل ہے کہ اس جیسی موجد اور مخترع طبیعت والا شخص صدہا سال کے بعد کسی قوم میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عربی نحو، لغت اور عروض تینوں کی بنیاد اس ایک شخص نے رکھی۔ نحو میں اس کا مرتبہ یہ ہے کہ بقول سیوطی (بغیہ ص ۲۴۴) "کان الناس یقولون لم یکن فی العربیة بعد الصحابة اذکی منه" اور بقول الواحدی "الاجماع منعقد علی انه لم یکن احد اعلم بالنحو من الخلیل (شذرات الذہب ۱ : ۲۷۷، نقلاً عن تفسیر الواحدی) خلیل کے شاگرد سیبویہ نے الکتاب میں اسی کی تعلیمات کو قلمبند کیا۔ عربی کی پہلی لغات جس میں عربی زبان کے کل مادے محصور ہیں یعنی کتاب العین وہ خلیل ہی کی طرف منسوب ہے۔

۱۔ ابن خلکان نے کتاب المقتبس للمرزبانی (م ۳۸۴ھ) سے یہ قول نقل کیا ہے۔

اور علم عروض کی نسبت تو سب جانتے ہیں کہ وہ سر بسر خلیل ہی نے استنباط کیا ۔

نووی نے لکھا ہے کہ علماء خلیل کی جلالت، فضائل اور علوم عربیہ یعنی نحو، لغت، تصریف اور عروض میں اس کے تقدم پر متفق ہیں۔ عروض میں وہ سابق ہے۔ اور اس علم میں رجوع اسی کی طرف ہوتا ہے (تہذیب الاسماء ۱: ۱۷۸)۔

خلیل کے متعلق حمزہ بن الحسن اصبہانی کی رائے بھی سننے کے لائق ہے، وہ کہتا ہے :۔ دولت اسلام نے ان علوم کے ایجاد کرنے والا جن کے اصول علماء عرب کے پاس نہ تھے خلیل سے بہتر پیدا نہیں کیا۔ اس کی دلیل علم عروض سے واضح تر نہیں ہوسکتی کہ یہ علم اس نے نہ کسی حکیم سے اخذ کیا، اور نہ کوئی نمونہ پہلے موجود تھا جس کو سامنے رکھ کر اسکو پیش کیا۔ یہ علم اس نے صرف اس طرح اختراع کیا۔ کہ وہ ٹھٹھیروں[1] کے بازار سے گزرا۔ اور ہتھوڑی کے طشت پر گرنے کی آواز سن کر یہ علم نکالا۔ گو ہتھوڑی اور طشت میں نہ کوئی دلیل ہے نہ بیان جس سے ان چیزوں کی بناوٹ کے سوا کوئی اور بات ذہن میں آئے یا جس سے ان کے جوہر کے سوا کسی اور چیز کی توضیح ہو۔ اگر وہ قدیم زمانے کا آدمی ہوتا۔ اور اس کے رسوم و آثار ماضی بعید سے تعلق رکھتے تو لوگوں کو اس کے وجود میں بھی شک ہوتا۔ اس لیے کہ اس نے مذکورہ بالا علم اختراع کر کے وہ چیز بنائی جو خلق عالم سے لے کر (اس کے زمانے تک) کسی نے نہ بنائی تھی۔ اسی طرح کتاب العین کی بنیاد اسی نے رکھی جو ایک قوم کی پوری زبان پر حاوی ہے۔ اور اسی طرح سیبویہ کو علم نحو میں امداد دی۔ جس کے ذریعہ سے سیبویہ نے وہ کتاب بنائی جو دولت اسلام کی زینت ہے (وفیات الاعیان ۱: ۱۷۲)۔

(ج) مأخذوں پر ایک نظر

اتنی باعظمت شخصیت کے باوجود خلیل کے حالات کو بہت کم ضبط کیا گیا۔ ابن قتیبہ (م۔ ۲۷۶) نے کتاب المعارف میں چند سطر کا ترجمہ خلیل کا لکھا۔ اور عیون الاخبار میں چند منثور و منظوم کلمات اس کے دیئے۔ کامل مبرد (م۔ ۲۸۵) میں بھی علی ہذا دو تین متفرق باتیں آئی ہیں

---

[1] ابن المعتز نے ایک دوسری روایت بیان کی ہے وہ آگے آتی ہے :۔ اصفارین سے روی گر مراد ہیں ۔

تیسری صدی میں اس کا پہلا مفصل ترجمہ ابن المعتز (م۔ ۲۹۶) نے لکھا[1]۔ اور چوتھی صدی میں ابن[2] الانباری (م۔ ۳۲۸) نے یہ ترجمہ السیرافی[3] (م۔ ۳۶۸) نے تتمہ سے نقل کیا۔ ابن عبد ربہ (م۔ ۳۲۸) اور ابوالفرج[4] اصبہانی (م۔ ۳۵۶) نے متفرق اقوال خلیل کے نقل کئے اور بعض قصے بیان کئے۔ البتہ ابن[5] ندیم نے خلیل کی تصنیفات خصوصاً کتاب العین کے متعلق مفصل اطلاعات بہم پہنچائیں۔ سمعانی[6] (م۔ ۵۶۲) نے خلیل کا مختصر سا ترجمہ دیا ہے، مگر ساتویں صدی میں یاقوت[7] (م۔ ۶۲۶)، نووی[8] (م۔ ۶۷۶) اور ابن[9] خلکان (م۔ ۶۸۱) نے اس کے ترجمہ میں بعض مفید معلومات کا اضافہ کیا۔ یہی حال ابن حجر[10] (م۔ ۸۵۲) سیوطی[11] (م۔ ۹۱۱) کے تراجم کا ہے، ابن عماد[12] (م۔ ۱۰۸۹) اور خوانساری[13] نے اکثر باتیں مذکورہ بالا ماخذوں سے لے کر دہرائی ہیں۔

(د) الخلیل کے قدیم ترین تراجم

کتاب المعارف میں فقط یہ ہے کہ الخلیل بن احمد صاحب العروض ہے۔ اور قبیلۂ ازد میں سے یحمد کی طرف منسوب ہے، اور یحمد کی اس شاخ (فخذ) میں سے ہے جس کو الفراہید کہتے ہیں۔ وہ تیز طبع اور لطیف اور ذہین ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھا۔ (اسکے بعد اسکے چار شعر دیئے ہیں جو منظومات کی ذیل میں آئیں گے)۔

ترجمہ خلیل از روی طبقات الشعراء ابن المعتز

ابن المعتز (م۔ ۲۹۶) نے طبقات الشعراء (طبع وقفیۂ گیب ص۴۸) میں لکھا ہے کہ خلیل تحوادہ

---

[1] رک بہ طبقات الشعراء طبع وقفیۂ گیب ص۴۸، [2] رک بہ نزہۃ الالبا فی طبقات الادباء ص۵۴، [3] رک بہ کتاب اخبار النحویین البصریین طبع پاریس ۱۹۳۶ء ص ۳۸، [4] دیکھیں الفہرست ص۴۲ وغیرہا من المواضع، [5] رک بہ کتاب الانساب ص ۲۲۱ ل، [6] رک بہ معجم الادباء ۴: ۱۸۱، [7] رک بہ تہذیب الاسماء طبع مصر ج ۱ ص ۱۷۷، [8] رک بہ وفیات الاعیان طبع ۱۳۱۰ھ ۱ ص ۲۰۲، [9] رک بہ تہذیب التہذیب ۳: ۱۶۳، [10] دیکھیں بغیۃ الوعاۃ طبع ۱۳۲۶ھ ص ۲۴۳، [11] دیکھیں شذرات الذہب ۱: ۲۷۶،

[12] روضات الجنات ص ۲۶۲،

غریب کو سب سے زیادہ جانتا تھا۔ اور اُن کی باریکیوں پر جو نظر اس کی تھی اَور کسی کی نہ تھی، وہ استاذ الناس اور وحید الدہر تھا، وہ پہلا شخص تھا جس نے علم عروض ایجاد کیا، پھر اس کو پھیلاکر شعر کا ترازو بنایا، اس اختراع کا سبب یہ ہؤا۔ کہ وہ بصرہ کے دھوبی محلہ (سکۃ القصارین)[1] میں سے گزر رہا تھا کہ اس نے پٹڑے پر سے مختلف آوازیں اُٹھتی سُنیں، اُن کو سُن کر اس نے اس علم میں غور کیا اور کہا کہ مَیں اس سے ایک ایسا اصول وضع کروں گا۔ جو مجھ سے پہلے کسی نے نہ کیا ہو۔ غرض ان آوازوں کی بنا پر اس نے عروض بنایا جو سب کے سامنے ہے ؀

ابن المعتز نے یہ بھی لکھا ہے کہ الخلیل ذہین اور تیز خاطر اور لوگوں کے ایام و اخبار کا عالم تھا، اس کے علاوہ وہ شاعر مُفلق اور ادیب بارع بھی تھا، الحان و نغمہ میں وہ ایک مشہور کتاب کا مصنف تھا، کتاب العین بھی اسی نے تصنیف کی جس میں اس نے کلام عرب کے تمام مادے (اصول) جمع کر دئے، ابن المعتز کو مبرد نے لبابن بن منہال سے سُنی ہوئی ایک بات بتائی وہ یہ کہ بزعم یونس[2] النحوی خلیل فرط ذکاوت و فطنت سے عربی کے ذریعہ اور زبانوں کا مطلب بھی نکال لیا کرتا تھا[3] ؀

---

[1] حمزہ اصفہانی کا بیان اوپر آچکا ہے، اس میں "الصفارین" کا ذکر تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "الصفارین" اور "القصارین" کی ملتی جلتی صورت سے ایک کے دو قصے بنگئے ہیں۔ [2] یعنی یونس بن حبیب ابو عبدالرحمٰن البصری الضبی بالولاء النحوی استاد کسائی و فراء، [3] خوانساری نے روضات الجنات میں نقل کیا ہے کہ کسی یونانی نے اپنی زبان میں خلیل کو خط لکھا خلیل نے اس پر مہینہ بھر غور کیا اور مطلب نکال لیا۔ لوگوں نے پوچھا تو خلیل نے کہا۔ میں جانتا تھا کہ شروع میں نام خدا ضرور ہوگا۔ اس پر مَیں نے قیاس کی بنیاد رکھی اور اسکو اصل قرار دیا اور خط کو حل کر لیا۔ اصل بات یہ ہے کہ خلیل کے براق ذہن اور اس کی موجد طبیعت کا رعب بعد کی نسلوں پر اس طرح پڑا ہؤا تھا کہ اس بارے میں بعض عجیب باتیں بھی اس کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں، مثلاً بغیۃ الوعاۃ (ص ۲۴۴) میں ہے کہ ایک شخص کے پاس مرض ضعف (ظلمۃ العین) کی دوائی تھی جس سے لوگوں کو فائدہ ہوتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو لوگوں کو نسخہ کی ضرورت ہوئی خلیل نے پوچھا، اس آدمی کے پاس دوائی کا کوئی مشہور نسخہ تھا؟ لوگوں نے کہا، نہیں، اس نے پوچھا۔ کوئی برتن تھا جس میں وہ دوائی بناتا تھا؟ انہوں نے کہا، تھا، خلیل نے یہ برتن منگایا، وہ اسکو سونگھتا جاتا تھا اور دوائیوں کے نام لیتا جاتا تھا۔ اس طرح سے پندرہ دواؤں کی فہرست اس نے لکھا دی۔ لوگوں نے انکے وزن اور دوائی بنانے کی ترکیب پوچھی، یہ بھی خلیل نے نکال لی اور دوائی بناکر لوگوں کو دی اور وہ مفید ثابت ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد متوفی کی کتابوں میں نسخہ بھی مل گیا

ابن المعتز نے ابو العباس احمد بن عبداللہ بن محمد بن جعفر سے روایت کی کہ اس سے الحسن بن المہلبی نے کہا کہ خلیل اللیث بن (رافع) بن نصر بن سیار کے ندیمان خاص میں سے تھا، یہ لیث اپنے زمانے کا بے مثل کاتب تھا، وہ ادب میں فائق اور نحو اور شعر اور غریب میں صاحب بصیرت تھا؛ وہ برمکیوں کا کاتب تھا۔ اور ان کے اقبال کے دور میں دو پروں سے اڑتا تھا، اور وہ بھی اس سے بہت خوش تھے۔ الخلیل طی منازل کے بعد اس کے پاس پہنچا تو لیث اس سے ملا جلا اور اس کو ایک سمندر پا کر انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ الخلیل نے بھی چاہا کہ لیث کی شان کے مطابق اس کو ہدیہ پیش کرے، اُسنے سوچا کہ مال و اثاثہ کی لیث کے ہاں کمی نہ تھی۔ اس لئے یہ چیزیں اس کے ہاں مقبول نہ ہوں گی، البتہ کوئی لطیف ادبی چیز ہوگی تو ضرور لیث کی خوشنودی کا باعث ہوگی اس بنا پر خلیل نے کتاب العین کی تصنیف میں زحمت اٹھائی[1]، اور یہ کتاب خصوصیت سے لیث ہی کیلئے تصنیف کی اور اسکو آراستہ و پیراستہ کر کے اور اعلیٰ ہیئت کیساتھ اور نفیس خط میں لکھوا کر ہدیتاً لیث کو پیش کیا۔ لیث اس کتاب سے بیحد خوش ہوا اور خلیل کو لاکھ درہم انعام دیا۔ اور کم انعام پیش کرنے کے لیئے معذرت چاہی، اور دن رات اس کے مطالعہ میں مصروف رہنے لگا۔ وہ نہ اس سے تھکتا تھا نہ اس بارے میں سستی کرتا تھا۔ صبح شام اسکو برامکہ کے ہاں جانا تو پڑتا تھا۔ مگر وہاں وہ شوق مطالعہ سے نعل در آتش رہتا تھا۔ آخر اس نے نصف کتاب یاد کر لی، اس کی بیوی اس کی بنت عم تھی، خاندانی، شریف، مالدار، خوبصورت، اپنے شوہر کے چاہنے والی تاہم لیث نے ایک لونڈی نفیس اور نہایت حسین بہت قیمت دیکر خریدی اور ایک دوست کے مکان میں اس کو اپنی لونڈی بنا کر رکھا۔ جب اس کی بیوی کو خبر لگی تو اُسے سخت رنج پہنچا اور وہ اندوہناک ہوئی۔ اور کہنے لگی کہ: واللہ میں بھی اس کو غیظ میں مبتلا کروں گی اور کسی انتہائی بات سے پرہیز نہ کروں گی، پھر کہنے لگی: اگر یہ غیظ مال سے متعلق ہوگا تو وہ اس کی پروا نہ کریگا ہاں اس کتاب پر وہ بہت فریفتہ ہے اور ہر

---

[1] لیث اور تصنیف کتاب العین کے متعلق متعدد اقوال معجم الادباء ج ۶ ص ۲۲۲ بعد پر ملاحظہ کریں۔ یاقوت کے ہاں وہ اللیث بن المظفر ہے۔ اور کتاب الشعراء میں اللیث بن رافع، المزہر (مصر ۱۳۲۵ھ) ۱: ۴۷ بعد

لہو و لذت کو چھوڑ کر وہ اس کے مطالعہ میں لگا رہتا ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ میں اس کو دُکھ دوں گی،
پھر اُس نے کتاب کو لیا اور پوری کتاب جلا کر راکھ کر دی، شام کو جب لیث دار بیامکہ سے آیا اور گھر
پہنچا تو (حسبِ معمول) پہلا کام اس کا یہ تھا کہ کتاب دیکھے۔ چنانچہ اس نے غلام کو آواز دی کہ کتاب لائے۔
مگر کتاب نہ ملی، اور لیث غضبناک ہوا۔ اور سمجھا کہ کتاب کسی نے چُرا لی ہے۔ اُس نے غلاموں
کو اکٹھا کر کے دھمکایا تو اُن میں سے ایک بول اُٹھا کہ کتاب تو بیگم صاحبہ لے گئی ہیں۔ لیث بیوی کے پاس گیا
اور اس کو منا کر کتاب واپس لینا چاہی، اور کہا: کتاب واپس دو، لونڈی تمہاری ہوئی اور میں
نے اس کو اپنے اوپر حرام کیا، بیوی نے میاں کا ہاتھ پکڑا اور اُس کو اُس کمرے میں لے گئی جہاں
کتاب جلائی تھی۔ جب لیث نے راکھ دیکھی اور اس کو یقین ہو گیا کہ کتاب جل چکی ہے تو اُس کے
ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے، گویا اس کی دولت لٹ گئی یا بچہ مر گیا یا اس سے بھی بڑی مصیبت
اس پر آئی۔ آدھی کتاب تو وہ یاد کر ہی چکا تھا، آدھی باقی تھی اور خلیل مر چکا تھا۔ دنیا بھر میں اس
نے ڈھونڈا مگر کتاب نہ ملی۔ کیونکہ اسکا نسخہ کسی اَور کو نہ ملا تھا۔ آدھی تو اُس نے اپنے حافظہ سے حاصل
کی باقی آدھی کے لئے اُس نے اپنے زمانے کے علماء کو جمع کیا۔ اُنہوں نے پوچھا کہ وہ کیا چاہتا
ہے۔ لیث نے کہا اس نمونے کے مطابق کتاب مکمل کرو، انہوں نے کتاب مکمل کی مگر اصل تک نہ
پہنچ سکے بلکہ اس کی گرد کو بھی نہ پا سکے، جو کتاب لوگوں کے پاس ہے اُس کو غور سے دیکھو تو
دو حصے نظر آئیں گے۔ پہلا نصف جو مضبوط اور محکم تر ہے۔ اور دُوسرا نصف جو اس درجہ تک نہیں
پہنچا (اس کے بعد ابن المعتز نے خلیل کے اشعار دئے ہیں جو اس مضمون کے آخر میں درج
کئے گئے ہیں)،

ترجمۂ خلیل از روی نزھۃ الالبّاء لابن الانباری

مندرجہ بالا حالات ابن المعتز نے خالص ادبی نقطۂ نظر سے لکھے ہیں۔ ابن الانباری (م۔
۳۲۸) نے نزہتہ الالباء فی طبقات الادباء ص۵۵ میں الخلیل کے علم و ادب کے علاوہ اس کے
زہد کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس کے اساتذہ اور تلامذہ کے نام بھی بتائے ہیں۔ چنانچہ وہ

کہتا ہے[1] کہ الخلیل علم و زہد میں سب اہلِ ادب کا سردار اور تصحیح قیاس اور مسائل نحو کے استخراج و تعلیل میں کامل تھا۔ وہ ابو عمرو بن العلاء کے شاگردوں میں سے تھا۔ اور سیبویہ کا اُستاد، کتاب سیبویہ میں عموماً خلیل کے بیانات نقل ہوئے ہیں۔ اور جہاں کہیں سیبویہ نے لکھا ہے: "میں نے اس سے پوچھا" یا "اس نے کہا" (بغیر تعیین قائل) تو اس سے خلیل ہی مراد ہے۔ النضر بن شمیل اور ابو فید مؤرّج السدوسی اور علی بن نصر جہضمی وغیرہم سب اس کے شاگرد تھے[2]۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے علم عروض نکالا اور لغت کو ضبط کیا۔ اور کتاب العین اللیث بن المظفر کو لکھائی[3]۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے اشعار عرب کا احاطہ کیا، وہ ادب[4] سے متعلق دو دو تین تین شعر بھی کہہ دیا کرتا تھا (اس کے بعد کچھ نمونہ کلام آیا ہے جو آگے آ جائے گا)۔

خلیل (خدا کی رحمت اس پر ہو) دُنیا کے امور سے بے رغبت اور اس سے اعراض کرنے والوں میں سے تھا۔ کہتے ہیں کہ سلیمان[5] بن علی نے اہواز سے خلیل کو بُلوا بھیجا تاکہ اس سے اپنے

---

[1] ابو سعید السیرافی معتزلی نے کتاب اخبار النحویین البصریین (طبع پروفیسر کرنکو) میں خلیل کا ترجمہ دیا ہے مگر وہ بجز ایک آدھ جملے کے نزہۃ الالباء ہی سے ماخوذ ہے۔ [2] یاقوت نے ان میں الاصمعی کا نام بھی شامل کیا ہے [3] یہ قول ابن المعتز کے قول سے مختلف ہے معجم الادباء ۶: ۲۲۰ پر ابن الانباری والے قول کو تفصیل دیا ہے۔ [4] السیرافی، الآداب (بجای الادب)۔ [5] ابن المعتز (طبقات ص ۴۰)، سلیمان بن قبیصۃ بن یزید بن المہلب والی السند (بجای سلیمان بن علی من الاہواز وکان والیہا) السیرافی ص ۳۸ پر ابن الانباری کے مطابق لکھ کر کہتا ہے: ویقال ان الذی وجہ الیہ سلیمان بن المہلب، امالی ابی علی القالی (۲: ۲۷۳) پر ہے کہ "سلیمان المہلبی" نے خلیل کو لاکھ درم بھیجے اور خلیل سے اس کی صحابت کا مطالبہ کیا تو اس نے "ابلغ سلیمان" والے شعر لکھے (دیکھیں منظومات نمبر ۱۷)، تہذیب التہذیب ۱: ۱۶۳ پر وہ سلیمان امیر البصرہ والسند ہے، وفیات الاعیان (۱: ۱۷۳) پر ہے، سلیمان بن حبیب بن المہلب بن ابی صفرۃ الازدی والی فارس و اہواز نے خلیل کا روزینہ مقرر کیا ہوا تھا۔ اس نے خلیل کو بلوایا تو اس نے کہا: "ابلغ سلیمان" الخ، اس پر اس نے روزینہ بند کر دیا تو خلیل نے لکھا۔ ان الذی شق فمی ضامن الخ (دیکھیں منظومات ۲۳) سلیمان شرمندہ ہوا، بہت گھبرایا، معذرت کی اور روزینہ دگنا (یا کئی گنا) کر دیا۔ ابن خلّی نے وہ شعر کہے جو منظومات میں ۲۲ کی ذیل میں دیے ہیں۔ ابن عماد (شذرات ۱: ۲۷۵) نے صرف یہ کہا ہے: وکان من الزہد فی طبقۃ لا تدرک حتی قیل ان بعض الملوک طلبہ لیؤدب لہ اولادہ فأتاہ الرسول وبین یدیہ کسر یابسۃ یأکلہا فقال لہ: قل لمرسلک مادام یلقی مثل ہذہ لا حاجۃ بہ الیک، ولم یأت الملک۔

[2] مؤرّج اور نضر کا ترجمہ معجم الادباء ۷: ۱۹۳ و ۱۸۵ پر دیا ہے۔

لڑکے کو تعلیم دلوائے۔ خلیل نے سُوکھی ہوئی روٹی قاصد کو دی اور کہا اسی کو کھاؤ اس لئے کہ میرے پاس اس کے سوا اَور نہیں ہے اور جب تک مجھ کو اس جیسی سُوکھی روٹی ملتی ہے مجھ کو سلیمان کے پاس جانے کی ضرورت نہیں[1]۔

سفیان (ثوری) کہا کرتے تھے کہ جو شخص ایسے آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے جو سونے اور مشک کا بنا ہوا ہو تو اس کو چاہئے کہ خلیل بن احمد کو دیکھے۔ النضر بن شمیل کہتا ہے کہ ہم ابن عون[2] اور خلیل بن احمد کا مقابلہ کیا کرتے تھے کہ ان میں سے کون زہد و عبادت میں مقدم ہے۔ مگر ہم نہیں کہہ سکتے تھے کہ کس کو مقدم قرار دیں[3]؛ یہی نضر کہتا ہے کہ سُنّۃ کا خلیل سے زیادہ جاننے والا میں نے ابن عون کے بعد دوسرا نہیں دیکھا۔ خلیل کا یہ شاگرد (نضر) یہ بھی کہا کرتا تھا کہ علمِ خلیل سے ایک دنیا روٹی کھا رہی ہے اور خود خلیل ایک جھونپڑی میں پڑا ہے اس کو کوئی جانتا بھی نہیں[4]۔

آخر میں ابن الانباری کہتا ہے کہ علم و زہد کی جو باتیں خلیل کے متعلق بیان کی جاتی ہیں اتنی مشہور اور اتنی ظاہر ہیں کہ ان کے بیان کرنے کی حاجت نہیں[5]۔

---

[1] روضات ص ۲۷۳ پر ابو عبیدہ کی روایت دی ہے کہ بصرہ میں خلیل تنگ حال ہوا تو اس نے خراسان کا رخ کیا اور خراسان میں اس کو بہت سا مال ملا۔ کہتے ہیں کہ جب وہ بصرہ چھوڑنے لگا تو کوئی تین ہزار آدمی اس کو رخصت کرنے آئے کہ ان میں محدث نحوی لغوی اور مؤرخ (و اخباری) لوگ سبھی تھے۔ جب خلیل المربّد میں پہنچا تو اس نے ان لوگوں کو خطاب کرکے کہا: اے بصرہ والو! تم سے علیحدگی مجھے سخت ناگوار ہے، واللہ اگر مجھے ہر روز باقلا کا ایک کیلجہ بھی کھانے کو مل جاتا تو میں تم سے الگ نہ ہوتا۔ مگر جو لوگ موجود تھے ان میں سے کسی نے حامی نہ بھری کہ وہ اتنی قلیل امداد خلیل کی کرنے کو تیار تھا ناچار وہ خراسان کو روانہ ہوا۔ معجم الادبا ج ۱۱ ص ۷۵ پر یہ قصہ نضر بن شمیل کی زبانی ہے۔

[2] یعنی ابو عون عبداللہ بن عون (م۔ ۱۵۱)، اس کا مختصر سا ترجمہ کتاب المعارف ص ۲۴۵ پر ہے۔

[3] قال ابن حبان: کان الخلیل من خیار عباد اللہ المتقشفین فی العبادۃ (تہذیب التہذیب ۳: ۱۶۳)۔

[4] وقال تلمیذہ النضر بن شمیل: اقام الخلیل فی خص من اخصاص البصرۃ لا یقدر علی فلسین واصحابہ یکسبون بعلمہ الاموال (وفیات الاعیان)۔ [5] ابن الانباری نے یہاں خلیل کا سنہ وفات دیا ہے۔ جس کا ہم بعد میں ذکر کریں گے۔

(۲) خلیل کے مرویاتِ حدیث اس کے اساتذہ اور تلامذہ

سمعانی نے لکھا ہے کہ خلیل حدیث میں متابع روایت کرتا ہے، سیوطی نے الطبقات الکبریٰ میں خلیل کی روایت کردہ حدیثیں دی ہیں اور جمع الجوامع میں اُن کو دہرایا ہے (بغیہ ص ۲۴۵ ح) ابن عبدربہ نے کہا ہے۔ کہ خلیل پر اباضیت غالب تھی مگر ایوب سختیانی کی صحبت میں بیٹھنے سے وہ اس عقیدہ سے باز آیا (العقد ۱: ۱۹۴)۔ (اباضیہ خارجیوں کا وہ فرقہ ہے جو عبداللہ بن اباض المُرّی کے پیرو ہیں)

ابن حجر نے ہم کو بتایا ہے کہ خلیل ایوب سختیانی، عاصم الاحول، عثمان بن حاضر، العوام بن حوشب اور غالب القطان سے راوی تھا۔ اور حماد بن زید النضر بن شمیل، ایوب بن المتوکل، سیبویہ، اصمعی، ہارون بن موسیٰ النحوی، وہب بن جریر بن حازم، داود دھذاب ابنا المحبر وغیرہم اس سے راوی تھے (تہذیب التہذیب ۳: ۱۶۳)۔ نووی (تہذیب الاسماء ۱: ۱۷۸) کہتا ہے "قال ابن ابی حاتم روی الخلیل عن عثمان ابن حاضر عن ابن عباس"۔ بقول یاقوت خلیل ابو عمرو بن العلاء کا شاگرد تھا اور اصمعی، سیبویہ، النضر بن شمیل، ابو فید مؤرج السدوسی، علی بن نصر الجهضمی وغیرہم اس کے شاگرد تھے (معجم الادباء ۴: ۱۸۱، ۲۱۷)۔ ابن الانباری (ص ۴۹) کہتا ہے کہ اصحاب خلیل میں سے چار آدمیوں نے نام پایا، سیبویہ ان سب میں سے نحو میں فائق تھا، نضر پر [illegible] غالب آئی، مؤرج پر شعر اور لغت اور جهضمی پر حدیث، اغانی (طبع دوم) ۲: ۱۰۰ میں ہے کہ عبداللہ بن ہرون العروضی .... عروض میں خلیل کا شاگرد تھا۔ "فکان یقول اوزانا من العروض غریبة فی شعرہ ثم اخذ ذالك عنہ ونحا نحوہ فیہ رزین العروضی"۔ اسی طرح نزہۃ ص ۱۰۱ پر ابو محمد الیزیدی اور ابن القفطی ۱: ۳۰۲ پر حنین بن اسحٰق کی نسبت لکھا ہے کہ وہ عربیت میں شاگرد خلیل تھے۔

(۳) خلیل کا علم و فضل اور اس کی دیگر خوبیاں

نحو، لغت، عروض اور علم سُنّہ میں خلیل کے بلند مرتبہ کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ وہ شاعر تو تھا ہی۔

---

[1] دیکھو نضر کا قول ص ۳۹ پر۔ ابراہیم بن اسحٰق الحربی نے کہا ہے کہ بصرہ کے اہل عربیت سب اصحاب الاہواء میں شامل تھے، بجز چار کے کہ وہ اہل سنّہ میں سے تھے یعنی ابو عمرو بن العلاء، الخلیل بن احمد، یونس بن حبیب، الاصمعی۔

[2] حنین کی شاگردی ناممکن ہے کما سیجیٔ۔

مگر روایتِ شعر میں اس کا ثانی نہ تھا (العقد ۳ : ۱۱۴)، وہ شعر[1] کا ناقد بصیر اور قدردان تھا۔ (دیکھیں اغانی طبع دوم ۳ : ۵۳ اور ۲۱ : ۵۷)، مبرد نے ہمیں بتایا ہے کہ خلیل نے نجوم کا گہرا مطالعہ کیا تھا مگر اس کو علم نجوم پسند نہ آیا (الکامل طبع یورپ ص ۲۳۲)، اس کو سُروں کے میل (ایقاع) اور نغموں سے واقفیت تھی اور بقول ابن خلکان (وفیات ۱ : ۱۷۲) یہی سبب تھا کہ وہ عروض ایجاد کر سکا۔ کیونکہ ان دونوں علموں کا ماخذ ایک ہی ہے۔ ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۲ : ۷۹) میں باولے کُتّے کے کاٹے کے علاج کا ذکر کیا ہے جس کی روایت اس کو خلیل سے پہنچی تھی ؎

ابن حجر نے اس علامۃ الدہر کے علم مستحضر کے متعلق ایک روایت دی ہے۔ وہ یہ ہے کہ سیبویہ سے پُوچھا گیا کہ خلیل کے پاس کوئی مسوّدے تھے جن کو دیکھ کر تمہیں لکھاتا تھا، سیبویہ نے کہا اس کے پاس کوئی مسوّدے مَیں نے نہ پائے۔ البتہ باریک خط کی بیس رطل تحریریں تھیں جن میں لغاتِ عرب درج تھے جو مَیں نے اس سے سُنے، نحو کے متعلق میں نے جو کچھ خلیل سے سُنا وہ اس نے مجھ کو زبانی لکھایا (تہذیب التہذیب ۳ : ۱۶۴)، السیرافی (ص ۵۲) نے کسی کا قول نقل کیا ہے کہ الاصمعی کو لغت کی تہائی حفظ تھی۔ خلیل کو نصف اور ابومالک[2] عمرو بن کرکرہ کو تمام لغت ؎

خلیل بن احمد کے اعلیٰ اخلاق کی تعریف اس کے ترجمہ لکھنے والے ہر مصنف نے کی ہے، نووی (تہذیب الاسماء ۱ : ۱۷۸) نے لکھا ہے کہ وہ صاحب ورع، دُنیا کے اسباب میں کم گیر اور منقطع الی العلم تھا، وفیات (۱ : ۱۷۳) میں ہے کہ خلیل مرد صالح، عاقل، حلیم اور وقور تھا، ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں نصر بن شمیل کا قول نقل کیا ہے کہ مَیں نے کسی شخص کو جس سے اس کے علم کا استفادہ کیا جاتا ہو خلیل سے زیادہ متواضع نہیں دیکھا۔ اور تقریب میں اسکو صدوق عالم اور عابد کہا ہے (خوانساری ص ۲۷۳)، سیوطی نے لکھا ہے کہ وہ خیّر اور متواضع اور صاحب زہد و عفاف تھا (بغیہ) ابن خلدون نے اس کو "امام، کبیر القدر، خیّر، متواضع، صاحب زہد و تعفف" کے الفاظ سے یاد کیا ہے (از العبر

---

[1] اغانی ۱۷ : ۱۶ پر ہے کہ خلیل نے ابن مناذر سے کہا: انتم معشر الشعراء تبعٌ لی وانا سکّان السفینۃ۔ ان قرظتکم ورضیت قولکم نفقتم والا کسدتم [2] ابومالک اعرابی تھا۔ اس کے حال کیلئے دیکھیں کتاب الفہرست ص ۴۴

منقول در شذرات الذہب ۱: ۲۷۷) کہتے ہیں کہ وہ بصرہ میں ابو عمرو بن العلاء سے مناظرہ کرنے کے لئے آیا تو اس کی مجلس میں جا کر چپ بیٹھا رہا۔ لوگوں نے اس کا سبب اس سے دریافت کیا۔ تو اس نے کہا: پچاس برس سے اس شخص کی سرداری مسلّم ہے۔ مجھ کو ڈر ہوا کہ وہ لاجواب ہو کر شہر میں رسوا نہ ہو جائے، یہ وجہ تھی کہ میں چپ رہا ؎

کہتے ہیں کہ خلیل ایک سال حج کے لئے جاتا تھا اور ایک سال غزا کے لئے (معجم الادباء ۴: ۱۸۲)
ذیل کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیل علمی سوالوں کے جواب میں جلد بازی پسند نہ کرتا تھا، اس کا شاگرد نضر بن شمیل راوی ہے کہ اصحاب یونس (نحوی) میں سے ایک نے خلیل سے آ کر ایک سوال پوچھا۔ خلیل تو سوچنے لگا۔ اور اتنی دیر تک سوچتا رہا کہ سائل اٹھ کر چلا گیا۔ نضر وغیرہ نے خلیل پر عتاب ظاہر کیا۔ خلیل نے پوچھا کہ تم لوگ اس سوال کا جواب کیا دیتے۔ انہوں نے کہا۔ ہم فلاں فلاں بات کہتے خلیل نے کہا۔ اور اگر وہ اس پر فلاں فلاں اعتراض کرتا۔ شاگردوں نے کہا کہ ہم جواب میں ایسا ایسا کہتے خلیل پھر سوچ میں پڑ گیا اور ہم بھی چپ ہو کر سوچنے لگے۔ خلیل نے کہا: مجیب پر لازم ہے کہ جواب سے پہلے سوچے۔ اور یہ بُری بات ہے کہ وہ جواب دینے کے بعد سوچے، پھر کہنے لگا: میں جواب نہیں دے سکتا جب تک یہ نہ سوچ لوں کہ اس میں مجھ پر کیا کیا اعتراضات اور مؤاخذات وارد ہونگے
(ابن عماد ۱: ۲۷۵)

(ز) بعض معاصرین سے خلیل کے تعلقات

خلیل اور اس کے معاصرین کے تعلقات پر کچھ روشنی تو اوپر کے بیانات سے بھی پڑتی ہے مگر اس سلسلہ میں کئی اور حکایات بھی ہم تک پہنچی ہیں۔ جن میں سے کچھ یہاں درج کی جاتی ہیں۔ اغانی (طبع دوم ۱۸: ۷۷) میں ابو محمد الیزیدی کی ایک روایت دی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں خلیل بن احمد سے ملتا تو وہ کہتا میں چاہتا ہوں کہ کوئی مجھے عبداللہ بن المقفع سے ملائے۔ اور میں ابن المقفع سے ملتا۔ تو وہ کہتا: میں چاہتا ہوں کہ کوئی مجھے خلیل بن احمد سے ملائے ۔ اس پر میں نے ان دونوں کو ملایا۔ یہ مجلس بڑے مزے کی رہی۔ اور اس میں خوب خوب علمی باتیں ہوئیں۔ پھر ہم جدا ہوئے

تو میں خلیل سے ملا اور میں نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن تم نے اپنے ساتھی کی نسبت کیا رائے قائم کی؟ اس نے کہا: ابن المقفع کے علم و ادب کا تو کیا کہنا ہے مگر میری رائے میں اسکا کلام اس کے علم سے زیادہ ہے۔ پھر میں نے ابن المقفع سے خلیل کی نسبت یہی سوال کیا۔ اس نے کہا: خلیل کے علم و ادب کا تو کیا کہنا ہے، مگر اس کی عقل اس کے علم سے زیادہ ہے[1]۔

راغب اصفہانی (محاضرات طبع زیدان ص۱۹) نے ایک قصہ دیا ہے جو شاگردوں کے انتخاب اور ہر شخص کے اپنے ذوق اور استعداد کے مطابق علم حاصل کرنے کے مسئلہ سے متعلق ہے۔ کہتے ہیں کہ یونس[2] (بن حبیب النحوی) خلیل سے عروض سیکھنے آتا تھا۔ مگر اسکو عروض کے سمجھنے میں بہت مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ایک دن خلیل نے اس سے پوچھا، شاعر کا یہ شعر کس بحر سے ہے:

اذا لم تستطع شیئاً فدعہ

وجاوزہ الیٰ ما تستطیعُ

یونس خلیل کا مطلب سمجھ گیا۔ اور اس نے عروض کا سیکھنا ترک کر دیا۔

محاضرات (ص ۱۵، ۱۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ النظام المعتزلی اور الخلیل کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ اغلباً ان میں معاصرانہ چشمک تھی، چنانچہ ایک موقع پر النظام نے اس کی مذمت کی اور کہا: الخلیل نے وہ کام اپنے ذمہ لے لیا جس کو وہ بخوبی سرانجام نہیں دے سکتا۔ اور اس بات کا ارادہ کیا۔ جس کو

---

[1] وفیات ۱: ۱۷۳، پر یہی قصہ اختصار کے ساتھ دیا ہے، ابن خلکان نے یزیدی کا ذکر نہیں کیا اور کہا ہے کہ خلیل اور ابن مقفع اکٹھے ہوئے اور رات بھر باتیں کرتے رہے اور صبح کو رخصت ہوئے۔ خلیل نے کہا، "رأیت رجلا علمہ اکثر من عقلہ" اور ابن المقفع نے کہا۔ رأیت رجلا عقلہ اکثر من علمہ۔

[2] وفیات (۱: ۱۷۴) اور شذرات میں یہ قصہ یونس کے نام کے بغیر بیان ہوا ہے۔ شذرات میں ہے کہ خلیل نے اس شخص کو تقطیع کے لئے کہا تو وہ اپنے مبلغ علم کے مطابق تقطیع کرنے لگا۔ اسکے بعد وہ اٹھ گیا اور پھر نہ آیا۔ خلیل کو تعجب ہوا کہ وہ باوجود بُعد فہم وہ اسکے مقصد کو کیسے پا گیا۔ اسی قصہ میں ابن الانباری ص۲۵ پر یونس کی بجائے الاصمعی کا نام دیا ہے۔

وہ پا نہیں سکتا، وہ اپنے دوائر (عروض) کے دام میں پھنس گیا ہے جن کی ضرورت سوائے اُس کے اَور کسی کو نہیں، نظّام کے ایک اَور جُملے سے بھی اسی معاصرانہ حسد کی بُو آتی ہے، چنانچہ خلیل کی نسبت وہ کہتا ہے۔ غرور نے اس کو اوروں سے الگ کر کے ہلاک کر دیا۔ اور خودسری نے اس کے ذہن میں بٹھا دیا کہ اس کی رائے صحیح ہے۔ اس لئے اس نے وہ کام اپنے ذمّے لے لیا جس کو وہ بخوبی سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس عنوان کے متعلق بعض اَور باتیں تکملہ میں دیکھیں جو اس مضمون کے آخر میں درج ہے۔

(۴) خلیل بن احمد کی تاریخِ وفات

مؤرخین متفق ہیں کہ خلیل کی پیدایش سنہ ۱۰۰ھ میں ہوئی۔ مگر اس کے سالِ وفات میں اختلاف ہے۔ بقول ابن الانباری (ص ۵۹) وہ سنہ ۱۶۰ھ میں فوت ہوا۔ اور بقول ابن ندیم (الفہرست ص ۴۲) سنہ ۱۷۰ھ میں۔ مگر ابن ندیم نے اس کی عمر ۷۴ سال بتائی ہے۔ اس حساب سے بعض کا قول کہ وہ سنہ ۱۷۵ھ میں فوت ہوا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یہ زمانہ ہارون الرشید کا ہے جس نے سنہ ۱۷۰ھ سے ۱۹۳ھ تک حکمرانی کی۔

وفیات (۱: ۱۷۴) میں ہے: وہ سنہ ۱۷۰ھ میں فوت ہوا، اور بعض کہتے ہیں ۱۷۵ میں اور کہتے ہیں کہ اس نے ۷۴ سال عمر پائی، مگر ابن حجر اور سیوطی نے سنہ ۱۷۵ھ کو پہلے رکھا ہے، سیوطی نے لکھا ہے کہ خطیب کی اپنی تحریر میں اس نے لکھا دیکھا کہ خلیل ۱۷۵ یا ۱۷۰ میں فوت ہوا۔

اس کی موت کا سبب ابن خلکان نے یوں بیان کیا ہے، خلیل چاہتا تھا کہ حساب کا ایسا طریقہ نکالے جس کو سمجھ کر ایک لڑکی بھی سوداگر کے پاس جائے تو وہ اس کا پیسہ مار نہ سکے۔ اسی انہماک میں وہ مسجد میں داخل ہوا۔ اور بے خبری میں ایک ستون کے ساتھ ٹکر کھائی۔ ٹکر[2] کھا کر وہ پیٹھ کے بل گرا۔ اور یہی اس کی موت کا باعث ہوا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کے انہماک کا سبب حساب نہیں تھا۔ بلکہ وہ عروض کے ایک بحر کی تقطیع کر رہا تھا۔

خلیل کی موت بصرہ میں واقع ہوئی۔

---

[1] بغیۃ الوعاۃ کی روایت میں سوداگر کی بجائے قاضی کا ذکر ہے۔

[2] بغیہ میں ہے کہ ٹکر لگنے سے اسکا سر پھٹ گیا۔

(ط) مصنفاتِ خلیل

کتاب الفہرست (ص ۴۲) میں مصنفاتِ خلیل کی فہرست حسبِ ذیل دی ہے:

(۱) کتاب العین (۲) کتاب النغم (۳) کتاب العروض (۴) کتاب الشواہد (۵) کتاب النقط والشکل (۶) کتاب فائت العین (۷) کتاب الایقاع۔

صاحب معجم الادباء (۴: ۱۸۲) نے ان کتابوں میں کتاب الجمل[1] کا اضافہ کیا ہے۔ اور آخر میں لکھا ہے۔ کہ ان کے سوا اَور کتابیں بھی ہیں۔ مگر کتاب الجمل کی نسبت یاقوت نے خود ہی ج ا ص ۱۱۴ پر کتاب ابن مسعدہ سے نقل کیا ہے۔ کہ کتاب الجمل ابن شُقیر کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کا نسخہ ایاصوفیہ میں ہے۔

براکلمن نے (تاریخ ادب عربی ۱: ۱۰۰ و تکملہ ۱: ۱۵۹) خلیل کی فی زمانہ موجود کتابوں میں پانچ کتابیں شمار کی ہیں۔ مگر کہا ہے کہ سوائے کتاب العین اور (۸) کتاب فی معنی الحروف کے جو لندن اور برلین میں موجود ہے اور اس میں حروف کے معنی دیئے ہیں۔ کتب ذیل کا صحت انتسابِ خلیل تحقیق طلب ہے۔

(۹) شرح صرف الخلیل، برلین میں اسکا ایک ناقص نسخہ ہے۔

(۱۰) کتاب فیہ جملۃ آلات الاعراب، اس کا نسخہ ایاصوفیہ میں ہے۔

(۱۱) رسالۃ تصریف الفعل، اسکا نسخہ کتاب خانہ بادلی میں ہے۔

مشتبہ نسبت والی کتابوں سے قطع نظر کریں تو کتاب العین کے سوا باقی سب کتابیں ناپید ہو گئی ہیں۔ کتاب العین، کتاب العروض، کتاب النغم، کتاب الایقاع اور کتاب النقط والشکل کا کچھ حال درج ذیل ہے۔

(۱) کتاب العین

عربی کی اس پہلی لُغت کا جس پر بہت حد تک دُوسری لُغتیں مبنی[2] ہیں مفصل حال لین نے مد القاموس کے دیباچہ ص ۱۲ میں دیا ہے۔ اس کتاب کی جلد اول پی۔ انستاس نے ۱۹۱۴ء میں بغداد میں

---

[1] تکملہ براکلمن ۱: ۱۵۹ میں اسکا نام کتاب الجمل فی النحو لکھا ہے جو بظاہر نسخہ ایاصوفیہ سے لیا گیا ہے۔ خوانساری نے ص ۲۷۴ پر کہا ہے کہ کتاب الجمل صغیر جدا وکان عندنا نسخۃ منہ۔ [2] دیکھو جمہرۃ ابن درید ۱: ۳ س ۱۴

طبع کی۔ ابوبکر محمد الزبیدی اللغوی کی مختصر العین کے خطی نسخے بھی بعض یورپی کتاب خانوں میں موجود ہیں اور قاہرہ اور استنبول اور قاہرہ وغیرہ میں بھی اور ایک مختصر لابی الحسین النحوی مدینہ شریف میں ہے۔

کتاب کی ترتیب نرالی ہے۔ اس لئے کہ سوائے حروف علت کے باقی حرفوں کو اُن کے مخرج کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے[1] یعنی اس طرح سے:

ع[2] ح ہ خ غ ق ک ج ش ض ص س ز ط د ت ظ ذ ث ر ل ن ف ب م و ا ی۔

ہر حرف کے نیچے وہ تمام الفاظ دیئے گئے ہیں جنہیں یہ حرف آتا ہے اور اس سے پہلے حرف نہیں آتے، پہلے ثنائی پھر ثلاثی (پہلے صحیح۔ پھر وہ جن کا ایک حرف۔ پھر وہ جن کے دو حرف غیر صحیح ہیں) پھر رباعی۔ پھر خماسی۔ مثلاً ع کے نیچے وہ تمام لفظ دیئے ہیں جن کے مادّے میں یہ حرف شامل ہے، ح کے نیچے وہ تمام لفظ دیئے ہیں جن میں ح تو آتی ہے مگر ع نہیں آتی، اسی طرح ہ کے نیچے وہ تمام لفظ درج ہیں جن کے مادّہ میں ہ موجود ہے مگر ع یا ح موجود نہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس، مثلاً ل کے باب میں پہلی فصل میں لن ہے، پھر لف اور فل وغیرہ وغیرہ، دوسری فصل میں نفل ہے۔ اور فلن، پھر لبن اور نبل وغیرہ وغیرہ۔ یہ بیان لبن کا ہے۔

علماء میں بہت اختلاف ہے۔ کہ کتاب العین خلیل کی تصنیف ہے۔ یا نہیں۔ ابن المعتز کا بیان اس بارے میں اوپر درج ہوا۔ بقول ابن ندیم خلیل نے کتاب تصنیف کرنے کے بعد حج کیا اور کتاب خراسان ہی میں چھوڑی اور بنو طاہر کے کتابخانوں سے وہ عراق میں پہنچی۔ مگر کسی شخص نے اس کتاب کو خلیل سے روایت نہیں کیا۔ اور نہ قطعی روایت اس امر کی موجود ہے کہ اس نے یہ کتاب تصنیف کی۔ بعض کہتے ہیں کہ لیث جو اولاد نصر بن سیار سے تھا۔ تھوڑی مدت تک

---

[1] مرحوم محمد بن شنب نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ج ۲ ص ۸۸۱ میں لکھا ہے کہ خلیل نے حروف ابجد کو حلقیہ سے شروع کر کے شفویہ پر ختم کرنے میں سنسکرت نحویوں کی ترتیب حروف کا تتبع کیا ہے۔ فاضل مذکور نے فہرست حروف میں ن ف ب م کی بجائے م۔ف۔ن لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سہو کتابت ہے کیونکہ العین کی ترتیب حروف ابو الفرج سلامۃ المعافری الجزیری کی منظوم ترتیب حروف العین کے عین مطابق ہے۔

[2] چونکہ حرف ع ترتیب میں پہلے آیا ہے اسلئے کتاب کا نام کتاب العین رکھا گیا۔

[illegible]

خلیل کی صحبت میں رہا۔ خلیل نے کتاب بنانی شروع کی اور لیث کو اپنے طریقے پر چلایا، مگر موت نے خلیل کو تکمیل کتاب سے پہلے آ لیا، بعد میں لیث نے کتاب کو مکمل کیا (الفہرست ص ۴۲) ابن ندیم نے ایک اور روایت بھی دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیل نے کتاب مرتب کی اور لیث کو جو کچھ یاد تھا لکھایا اور جہاں شک پڑا لیث نے پوچھا اور بعد تحقیق ثبت کیا اور اس طرح لیث کا نسخہ مکمل ہوا۔

ابن الانباری کا بیان اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ خلیل پہلا آدمی ہے جس نے لغت کو ضبط کیا۔ اور کتاب العین لیث کو لکھائی، مگر سیرافی (ص ۳۸) کہتا ہے کہ خلیل نے کتاب کا پہلا حصہ بنایا، ابن خلکان کی رائے سنئے "لغت کے پہچاننے والے اکثر علماء کہتے ہیں کہ کتاب العین فی اللغۃ جو خلیل بن احمد کی طرف منسوب ہے اس کی تصنیف نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ اس نے کتاب کو تصنیف کرنا شروع کیا تھا اور اس کا ابتدائی حصہ مرتب کر کے اس کا نام العین رکھا تھا۔ اس کے بعد وہ فوت ہوا تو اس کے تلامذہ النضر بن شمیل اور اس کے طبقے کے لوگوں مثلاً مؤرج السدوسی، نصر بن علی الجہضمی وغیرہما نے اس کو مکمل کیا، مگر ان کا نام خلیل کے کام کے ساتھ جو کتاب کے شروع میں تھا مناسبت نہ رکھتا تھا۔ اس لئے انہوں نے خلیل کے کام کو خارج کر کے پہلے حصے کو بھی پھر سے مرتب کیا۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب میں بہت سا خلل واقع ہوا اور خلیل سے بعید تھا کہ وہ ایسی غلطیاں کرے (وفیات ۱: ۱۷۳)، نووی نے اس سے مختصر لکھا ہے کہ "بعض علماء کتاب العین کو خلیل کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بعض اس بات سے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ مقطعات تھے جو لیث بن نصر بن سیار صاحب خلیل نے جمع کئے اور ان میں کمی بیشی کر کے ان کو خلیل کی طرف منسوب کیا۔ حالانکہ خلیل کو ان مقطعات سے کچھ واسطہ نہیں، کتاب العین میں اغلاط کی کثرت پر سب کو اتفاق ہے۔ الازہری تہذیب اللغۃ میں کتاب العین سے بہت غلطیاں نقل کرتا ہے اور کہتا ہے "یہ منجلہ غدد[1]

---

[1] مطبوعہ نسخہ میں "غدد لیث" ہے۔ مگر وہ یقیناً غلط ہے۔ یہ اشارہ ہے ثعلب کی رائے کی طرف۔ ثعلب سے پوچھا گیا تھا کہ کتاب العین کیسی ہے تو اس نے کہا: "ذاک کتاب ملیٔ غدد" یعنی بزبان عوام بمعنی ملآن غددا وارادات فی جواب العین حروفاً کثیرۃ قد ازیلت عن صورہا و معانیہا بالتصحیف والتغییر فہی تضر حافظہا کما تضر الغدد آکلہا۔ (معجم الادباء ۶: ۲۲۲)

لیث ہے"۔ ان غلطیوں کے متعلق لین نے جو کچھ کہا ہے وہ یہاں ثبت کرنا ضروری ہے، وہ کہتا ہے
کتاب العین میں غلطیاں بے شمار ہیں۔ اور اس کے نسخوں میں بہت سے الحاقات ہیں، متعدد
مصنفین نے ان غلطیوں کو واضح اور صحیح کرنے کی طرف توجہ دی ہے، بعض نے مختصرات کتاب العین
میں اور بعض نے کتب لغت میں، مگر عموماً یہ غلطیاں تصریف اور اشتقاق سے متعلق امور میں منحصر
ہیں۔ اور یہ نہیں کہ مصنف نے کاذب یا غیر معروف الفاظ درج کردئے ہوں، اور ایسی غلطیاں چنداں
اہمیت نہیں رکھتیں[1]۔ لین کا یہ بیان بظاہر المزہر ۱: ۵۲ سے ماخوذ ہے۔ دیکھیں تکملہ جو اس مضمون کے آخر میں درج ہے۔

سیوطی نے حمزہ اصفہانی کی ایک کتاب سے ابنیۂ کلام عرب کی تعداد جو خلیل نے بقید ثنائی
وثلاثی ورباعی وخماسی بدون تکریر بتائی نقل کی ہے اور پھر کہا ہے کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ
کتاب خلیل نے مکمل کی[2]، ہمارے زمانہ کے فضلاء میں سے محمد بن شنب نے یہ رائے ظاہر کی ہے
کہ یہ مانا جاسکتا ہے کہ وہ جو لوگ جو خلیل کو کتاب العین کا مصنف نہیں مانتے وہ خلیل کی
شہرت کو کم کرنے کی فکر میں ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام بذیل الخلیل بن احمد)، تکملۂ براکلمن (۱:
۱۵۹) میں ہے کہ علی رغم معترضین اغلب ہے کہ کتاب العین کا خاکہ خلیل نے بنایا اور لیث بن مظفر
بن نصر نے کتاب کو مکمل کیا۔

کتاب العین مدتوں فضلاء کی توجہ کا مرکز بنی رہی اور بہت سی کتابیں اس کے موافق اور مخالف
لکھی گئیں، کوفی المذہب المفضل بن سلمہ نے "کتاب الرد علی الخلیل واصلاح ما فی کتاب العین من الغلط

---

[1] ابن درید نے مفضل کی کتاب الرد علی الخلیل جبکا ذکر آگے آتا ہے پڑھائی تو کہیں کہا: ٹھیک کہتا ہے"۔ اور کہیں کہا: "جھوٹ کہتا ہے"! (الفہرست ص ۶۲)، [2] خلیل کے نزدیک ابنیۂ کلام عرب کی تعداد یہ ہے۔ ثنائی ۷۵۶، ثلاثی ۱۹۶۵۰، رباعی ۴ لاکھ ۹۱ ہزار چار سو اور خماسی ۱ کروڑ ۱۷ لاکھ ۹۳ ہزار چھ سو۔ ان کی میزان ہے ایک کروڑ ۲۳ لاکھ ۵ ہزار چار سو چھ۔ مگر بغیۃ الوعاۃ میں جو میزان دی ہے وہ بقدر دس ہزار چھ کے زیادہ ہے۔ جو مطبوعہ نسخہ کی غلطی ہے۔ اسلئے کہ المزہر طبع ۱۳۲۵ھ ۱: ۳۲ اور کشف الظنون ۲: ۲۹۱ اور روضات الجنات میں جہاں یہ بیان نقل ہوا ہے میزان میں خمسۃ آلاف لکھا ہے بجای بقیہ کے خمسۃ عشر آلاف کے، اس سے دس ہزار کا فرق تو نکل گیا، صرف چھ کی زیادتی رہ گئی [3] مترجم در نزہۃ الالبا، ص ۲۶۵ ۔

والمحال والتصحیف" لکھی (الفہرست ص ۷۳) اور نفطویہ نے مفضل کی اس کتاب کا رد لکھا۔ (الفہرست ص ۸۲)
الکرمانی نے کتاب ما اغفلہ الخلیل فی کتاب العین وما ذکر انہ مہمل وھو مستعمل و ما ھو مستعمل وقد اہمل" لکھی (الفہرست ص ۸۹)
اسی طرح کی کتابیں ابو تراب اور ابن المراغی نے لکھیں (الفہرست ص ۸۴ و ۸۵) اہلوارٹ کی فہرست
برلین ۹ : ۲۳۸ (نمبر ۶۹۵۲) میں ایک مجموعہ مذکور ہے۔ جس میں عراق سے سکیجیان اور قرطبہ تک کے بسنے
والے اور تیسری صدی سے لے کر چھٹی صدی تک کے مصنفوں کی سات کتابیں موجود ہیں۔ جو
کتاب العین کے مواد سے بحث کرتی ہیں یا اس کی اصلاح و تتمیم۔

کتاب العروض

ابن رشیق (کتاب العمدہ ج ۱ : ۸۸) نے لکھا ہے۔ کہ "پہلا وہ شخص جس نے وزنوں کو تالیف اور
اعاریض و ضروب کو جمع کیا خلیل بن احمد تھا۔ اس نے اس بارے میں ایک کتاب لکھی اور آسانی
کے خیال سے اس کا نام العروض رکھا، 'عروض' اصطلاح میں بیت کے پہلے مصرع کے جزء آخر کو
کہتے ہیں اور وہ مؤنث کا صیغہ ہے اور عربی میں اس کا تثنیہ اور جمع بھی مستعمل ہے، بجز اس صورت کے
کہ اس کلمہ کا اطلاق علم پر ہو، اور 'ضرب' بیت کے جزء آخر کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی بحر سے ہو"۔
یہ کتاب اب ناپید ہے۔ گو کتاب العین کی طرح یہ بھی معرکۃ الآرا کتاب تھی، چنانچہ فہرست
ابن ندیم میں دو کتابوں کا ذکر ہے جو اس کے رد میں لکھی گئیں، ایک تو برزخ العروضی کی کتاب
النقض علی الخلیل و تغلیطہ فی کتاب العروض، (برزخ نحاۃ کوفہ میں سے تھا اور الفضل بن یحییٰ کے دربار
کا آدمی تھا) دوسری ابوالحسن علی بن ھرون (م ۳۵۲) کی کتاب الرد علی الخلیل فی العروض، انکے
علاوہ ابونصر اسمٰعیل بن حماد الجوھری اور اور کئی لوگوں نے اپنی تصنیفات میں خلیل سے اختلاف کیا
(کتاب العمدہ ۱ : ۸۸) ان اختلافات کے باوجود اس پر سب کو اتفاق ہے کہ الخلیل ہی وہ شخص ہے

لہ کتاب الفہرست (ص ۹۳) پر ابن درستویہ کی ایک کتاب کا ذکر ہے۔ جس کا نام ہے "کتاب الرد علی المفضل فی نقل کتاب
العین عن الخلیل" یہ کتاب بقول ابن خلکان (۱ : ۳۱۱) مفضل اور مفید ہے، لہ المزہر جلد ۱ ص ۴۰ پر کتاب العین
پر نہایت مفصل بحث کی ہے وہاں ملاحظہ ہو۔ چند مختصر باتیں اس بحث کی اس مضمون کے آخر میں بطور تکملہ درج کی گئی ہیں۔

جس نے علم عروض نکالا۔ تمام اشعار عرب کو جانچا۔ اور ان کے بحور کو پانچ دائروں میں منقسم کرکے ان
بحور کی تعداد ۱۵ مقرر کی، پھر اس کے بعد الاخفش نے ان بحروں میں بحر خبب کا اضافہ کیا (وفیات
۱ : ۱۷۲) خلیل نے انواع شعر ایسے بھی ایجاد کئے جو اوزان عرب میں شامل نہ تھے (المزھر ۲ : ۲۴۹)،
اوپر وہ روایتیں مذکور ہو چکی ہیں جن کی رو سے قصّارین یا صفّارین کے محلّے سے گذرنے پر
اور وہاں کی آوازیں سننے پر خلیل کا ذہن بحور کی طرف منتقل ہوا، معجم الادباء (۴ : ۱۸۱) میں ایک
روایت اور بھی دی ہے اور وہ یہ کہ خلیل نے مکہ شریف میں دعا کی تھی کہ اس کو ایسا علم دیا جائے جو
اس سے پہلے کسی نے دریافت نہ کیا ہو۔ لوگ مجبور ہوں کہ وہ علم اسی سے حاصل کریں۔ جب
وہ حج سے واپس آیا تو علم عروض کے دروازے اس پر کھل گئے، اس کے بعد یاقوت کہتا ہے :
"وہ سُروں کے تناسب اور گانے کے علم (علم الایقاع والنغم) سے واقف تھا۔ اور یہی واقفیت علم
عروض کی ایجاد کا موجب بنی، کیونکہ بقول ابن خلکان "ان دونوں علموں کی اصل ایک دوسرے سے
قریب ہے"

الخلیل نے نہ صرف بحور نکالے بلکہ بجز پانچ سات اصطلاحوں کے جو پہلے مروّج تھیں۔ تمام اصطلاحات
عروض وضع کیں، ان کی تعریفیں بتائیں اور قواعد و ضوابط تیار کئے، کتاب البیان والتبیین (طبع قاہرہ
۱۳۳۲ھ) ۱ : ۷۷، پر جاحظ نے کہا ہے کہ عربوں نے اپنے شعروں میں سناد، اقواء اور اکفاء کا ذکر کیا ہے
البتہ میں نے ایطاء کا ذکر اشعار عرب میں نہیں سُنا، انہوں نے القصید، الرجز، السجع اور الخطب کا ذکر بھی کیا ہے
نیز حروف الروی، اور القوافی کا اور انہوں نے کہا ہے۔ کہ یہ بیت ہے اور یہ مصراع ہے، ان اصطلاحوں
کو چھوڑ کر باقی تمام اصطلاحات خلیل نے وضع کیں، جاحظ کہتا ہے : خلیل بن احمد نے قصیدے اور
چھوٹے چھوٹے رجز کے ٹکڑوں کے اوزان کے لئے وہ القاب وضع کئے جو ان اعاریض کے لئے
عربوں کے ہاں متعارف نہ تھے، نہ وہ ان اوزان کو ان ناموں سے پکارتے تھے یعنی طویل،
بسیط، مدید، وافر، کامل وغیرہ، اور نہ اُنکے ہاں کلمات "الاوتاد" "الاسباب" "الخرم" "الزحاف" ان معنوں

لہ یہ حالہ براکلمن کے تکملہ ج ۱ ص ۱۵۹ سے ملا۔

میں مستعمل تھے۔

کتاب العمدہ (۱: ۸۹) پر خلیل کا ایک مفصل بیان منقول ہے جس میں اس نے اخفش کو بتایا کہ اس نے بحور (طویل، بسیط، مدید وغیرہا) کے یہ نام کیوں رکھے، یہی بیان کسی اَور ماخذ سے بعض اختلافات کے ساتھ شذرات الذہب ۱: ۲۷۷ پر نقل ہوا ہے۔ خوف طوالت سے اس بیان کو یہاں درج نہیں کیا گیا۔ الموشح (طبع مصر ۱۳۴۳ھ) ص ۲۱ پر المرزبانی (م ۳۸۴) نے خلیل کا ایک دوسرا بیان دیا ہے۔ جس کے رُو سے اُس نے بیت شعر کو "البیت من بیوت العرب الشعر۔ یرید الخباء" پر ترتیب دیا ہے، اور اسی بنا پر اُس نے اقواء، سناد، اور اکفاء کی تشریح کی ہے کہ یہ سب اصطلاحیں خیمہ کے ساتھ کسی نہ کسی طرح سے تعلق رکھتی ہیں۔

کتاب العقد میں متعدد اقوال خلیل کے جو عروض سے تعلق رکھتے ہیں دئے ہیں (دیکھیے فہارس العقد)، خصوصاً تیسری جلد میں بذیل کتاب الجوہرہ (ص ۱۵۶ ببعد)، اس حصّہ میں ابن عبد ربّہ نے بغرض حفظ ضروب عروض کی تعداد کے مطابق ۶۳ مقطعات خود نظم کرکے شامل کئے ہیں اور ہر قطعہ کے آخر میں ایک بیتِ قدیم تضمین کیا ہے، یہ بیت وہ ہے جس سے خلیل نے کتاب العروض میں استشہاد کیا تھا۔

اس میں کچھ کلام نہیں کہ کتاب الجوہرہ کی تصنیف کے وقت خلیل کا العروض ابن عبد ربہ کے سامنے ہے۔ اور وہ خلیل کا بے حد معترف ہے (گو بعض جگہ اس سے اختلاف بھی کرتا ہے) چنانچہ وہ العقد ۳ ص ۱۲۵ پر کہتا ہے:-

ولیس للخلیل من نظیر　　　فی کل ما یأتی من الامور
لکنه فیه نسیج وحده　　　ما مثله من قبله و بعده

العقد ۳: ۱۵۹ پر کہتا ہے:

ما فیلسوف الطب[1] جالینوس　　　وصاحب القانون[2] بطلیموس

---

[1] قال ابن القفطی (ص ۲): والفلاسفة من الملوک والعلماء جماعة وکانوا یخصون کل واحد بصفة ثابتة علی النسبة یتمیز بہا۔ [2] طبقات الامم لابن صاعد ص ۴۰ پر ہے کہ بطلیموس القلوذی صاحب المجسطی ... وکتاب [illegible]

ولا الذی یدعونہ بھرمس وصاحب الارکند والاقلیدس

فلسفۃ الخلیل فی العروض وفی صحیح الشعر والمریض

کتاب العروض کا کچھ مواد متفرق کتابوں میں جا بجا منقول ملتا ہے، اس میں عروضی معاملات پر خلیل
کی تردید کی تھی۔ ابن رشیق لکھتا ہے کہ خلیل کے بعد اور لوگوں نے عروض پر کتابیں تالیف کیں اور اپنے استنباط کی مقداروں
میں اختلاف کیا۔ یہاں تک کہ ابو نصر اسمٰعیل بن حماد الجوہری تک نوبت پہنچی، اس نے اختصار کیساتھ باتوں
کو واضح اور روشن کیا، اور اس زمانے کے حاذق اور ارباب صناعت اسی کی پیروی کر رہے ہیں۔ پہلی
بات جس میں اس نے خلیل کی مخالفت کی یہی کہ خلیل نے اجزاء وزن شعر آٹھ قرار دیئے، دو پنج حرفی یعنی
فعولن اور فاعلن، چھ شش حرفی یعنی مفاعیلن، فاعلاتن مستفعلن، مفاعلتن، متفاعلن اور مفعولات، جوہری
نے مفعولات کو حذف کر دیا اور دلیل یہ دی کہ مستفعلن مفروق الوتد سے منقول ہے یعنی ایسے مستفعلن سے جس میں
نون لام سے پہلے آجائے، کیونکہ اس کے زعم میں اگر مفعولات جزو صحیح ہوتا تو صرف اُس سے بھی کوئی بحر
بنتا جس طرح باقی اجزاء سے بحر بنتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ کہ اوزان میں کوئی وزن ایسا نہیں جس میں صرف
مفعولات ہی آتا ہو، اور نہ وہ کسی وزن میں مکرر آیا ہے (العمدہ ۱: ۸۸) یہ کتاب العروض کی تنقید کا
ایک نمونہ ہے لیکن گو ابن رشیق کے معاصرین نے چنے جوہری کی پیروی کی ہے دنیا اب تک خلیل کے
عروض کی پابند ہے۔ (باقی دارد)

ل میکڈانل نے تاریخ ادب سنسکرت ص ۲۲۶ پر کہا ہے کہ کتاب Ahragana (ارکند) برہما گپتا کی طرف منسوب ہے، نیز دیکھیں
مروج الذہب (طبع پیرس) ۱: ۱۵۰ و آئین اکبری (ترجمہ جیرٹ) ۳: ۱۰، ۲ ملاحظہ ہو علاوہ العقد کے کتاب الشعر والشعراء ص ۲۱
المرشح مرزبانی ص ۷۰، ۱۸۱، اور العمدہ کے بہت سے مواضع مثلاً ۱: ۹۹ بعد، ۱۰۳، ۱۰۶ و ۱۰۹ وغیرہا، ۳ جوہری کے بعض اوزان
استنباطات العمدہ ۱: ۸۹ پر ملاحظہ ہوں۔

در مدح شیخ جمال الدین ابو اسحٰق اینجو پادشاهِ شیراز

صفحه ۹۷ الف

رسید موکبِ کوکب نثارِ خسروِ اعظم — پناهِ ملکِ سلیمان خدیوِ اعدلِ اکرم

سپهرِ مهرِ معالی مهِ سپهرِ معانی — فروغِ دیدهٔ[۱] دولت چراغِ دودهٔ آدم

جمالِ دولت و دین پیل تن تهمتنِ ثانی — که شد بوصفِ جمالش زبانِ ناطقه ابکم

بساطِ چینِ[۲] نخایش هزار طغرل و سنجر — نواله گیرِ نوالش هزار[۳] یحیی و مُکرم

ز صحنِ بارگهش بسته کار ساحتِ یثرب — ز خاکِ پیش گهش رفته آبِ چشمهٔ زمزم

بعهدِ معدلتش گوشِ[۴] پیل خانهٔ پشه — بدورِ مرحمتش جای مور دیدهٔ ضیغم[۵]

زهی قواعدِ عالم بدولتِ تو ممهد — خهی معارجِ گردون بهمتِ تو مقدم[۶]

درِ تو اوجِ معالی دلِ تو بحرِ معانی — کفِ تو کانِ مکارم تنِ تو روحِ مجسم

بوقتِ بذلِ[۷] چه بهمن فسرده نزدِ تو حاتم — بگاهِ کینه[۸] چه پیرانِ شکسته پیشِ تو رستم

دلِ منیرِ تو مشاطهٔ سریرِ عالمِ معنی — صریرِ کلکِ تو تفسیرِ سرِّ معنیٔ عالم

۹۷ ب

جهان بدولتِ تو نوش کرده رطلِ پیاپی — فلک بیادِ[۹] تو بر دَور کرده جام دمادم

ظفر بقوتِ رایت کشیده (رأیتِ رایت)[۱۰] — اجل بماتمِ خصمت کشوده پرچمِ[۱۱] پرچم

کواکبِ فلکی را رکابِ تست مقبل — طوائفِ ملکی را جنابِ تست مخیم[۱۲]

---

[۱] اصل- دیدهٔ دولت- و دوده و دودمان یعنی خانواده- این قصیده در نسخهٔ ز موجود نیست۔ [۲] اصل- چینِ، [۳] اصل- هزار بخشی و مکرم، [۴] اصل- کوس پیل، [۵] اصل ضیغم، [۶] کذا فی الاصل معظم؟ [۷] اصل- بذلی، [۸] اصل- کینه جو پیران [۹] اصل- پیاده، [۱۰] در اصل بیاض است- و رایتِ رایت یعنی رایتِ رای و تدبیرِ تو، [۱۱] اصل برجم جم (کذا) و پرچم پرچم یعنی گیسوی سیاه که پرچم موی دم گاو دشتی را گویند که بر شقهٔ علم می بندند و از پرچم کنایه از شام و تاریکی هم هست، [۱۲] اصل- مخیم ۰

عری نوالِ تو از حرف لا و ذات تو از لن — بری جلالِ تو از لفظ کیف وجود تو از کم

سرائر محجبِ[1] غیب در لسان تو مضمر — نتایج[2] تحفِ عقل در بیانِ[3] تو مدغم

[4] .... — رموز لطفِ الهی در اهتمامِ تو پیهم[5]

نجوم ثابته پای بوس جاهِ تو کوکب — قوام نامیه با جذبهٔ رضای تو همدم

کلاه زرکشِ انجم بدولتِ تو مکلل — قبای اطلس گردون باصطناعِ تو معلم

کمینه[6] خادمِ قصر معالیت شه خاور — کهینه هندوی ایوانِ عالیت شب مظلم

محررات سماوی بنوکِ کلکِ تو مغرب[7] — مرکبات هیولی بلطفِ طبعِ تو معجم

بعزِ دولتِ تو کارِ روزگار[8] ممشی — بیمنِ همتِ تو عقدِ کائنات منظم

ز رشکِ دستِ تو افتاده آب در جگرِ کان — ز بیم جودِ تو افتاده لرزه‌ها بدل یم

عدو چو زیرِ نگین تو دیده ملکِ سلیمان — برو شدست جهان بر مثالِ حلقهٔ خاتم

چگونه رازِ فلک ماند از ضمیرِ تو پنهان — که هست در حرم کبریا ضمیرِ تو محرم

ز جامِ بندگیت هر که نوش کرد شرابی — چه التفات نماید بجاه[9] و مملکتِ جم

ز شرم رای تو آبست دستِ موسی عمران — بجنبِ خلقِ (تو) بادست روح عیسیِ مریم

کجا بگردِ جنابت رسد سپهر معلی — کسی چگونه رود بر رواقِ چرخ به سلّم

اگر چنانکه بباد هم سوار گشت حسودت[10] — تفاوتی نکند زانکه اوست در خورِ ادهم[11]

دلِ تو عرشِ مجید است و عالمین[12] چو ذره — کفِ تو بحرِ محیط است و خافقین[13] چو شبنم

ز شورِ[14] جعدِ عروسِ تتق نشینِ ضمیرت — فلک چو حلقهٔ مرغولِ دلبران شده درهم — ۹۵ و

---

[1] اصل- محجب غیب در لسان تو مضمر، [2] اصل- نتایج، [3] اصل- بیان، [4] روس معنی ثنای در اهتمام پوشلت (کذا)، [5] اصل- سهم، [6] اصل- بکینه، [7] یعنی چیز عجیب و غریب آرنده، [8] اصل- روزکار، [9] اصل- باه و ملکت جم، [10] اصل- چسودة، [11] بمعنی بندِ آهن، [12] اصل- حوذره، [13] تثنیهٔ خافق است بمعنی لرزنده و جنبنده یعنی کنارهٔ عالم و خافقین دو کرانهٔ آسمان و زمین، [14] اصل سور.

کنند کاز نشینان حجلهٔ خانهٔ طبعت ‌‌ ‌ شکارِ آهوی چینی[1] بچین طرّهٔ پرچم

همیشه تا متعاقب بود خزان و بهاران ‌ همیشه تا متواتر بود ربیع و محرّم

بهارِ بخت[2] ترا از خزان مباد زیانی ‌ که بر حسودِ تو باشد ربیع عمر محرّم

مرا جهانِ معانی بدولتِ تو مسخّر

ترا ز جاه[3] و جلال آنچه ممکن است مسلّم

در نعتِ نبی صلّے اللہ علیہ وسلّم

ای مگس رانِ وثاقت شهپرِ روح الامین[4] ‌ نقش توقیعِ جلالت رحمة اللعالمین ‌ صفحہ ۱

طاقِ ایوانِ نبوّت را ز فرطِ کبریا ‌ بردہ[5] بر کیوان و آدم در میانِ ماء و طین

دادہ هفت اختر به تیسیرِ[6] زمزم فضلت لیار ‌ خوردہ نه منظر به یمنِ کعبهٔ قدرت یمین

بستہ حرزِ نامِ میمونت فریدون بر علم ‌ کردہ نقشِ خاتمِ لعلت سلیمان را نگین

شُسته آبِ دعوتت زنگ از دلِ شاهِ حبش[7] ‌ جسته تیغِ هندویت تاج از سرِ فغفورِ چین

بر جناب درگهت صانع غلامی خامه‌دار ‌ در حریمِ حضرتت آدم گدای خوشه‌چین

سدّهٔ مرفوعِ شرعت عرش را اعلی الوری ‌ حلقهٔ مفتولِ جعدت روح را حبل المتین

---

[1] اصل - چینی بچین ، [2] اصل - محمت ، [3] اصل - چاه ، [4] این قصیده در نسخهٔ ۱ موجود نیست

[5] اصل - پردہ بر کیوان آدم ..... الخ ، اشارہ بحدیث شریف کنت نبیًا و آدمُ بین الماء و الطین - که من نبی بودم وقتیکه آدم هنوز در منزل آب و گل بود یعنی پیدا نشده بود ،

[6] اصل ، بسیر ،

[7] اشارہ بسفارت مبارک است که آنحضرتؐ به نجاشی پادشاه حبشه فرستادند ،

۸۰ ب
بُرجِ اَوْ اَدْنیٰ[۱] ز رخسارت پر از بدرِ منیر — دُرجِ لا اُحصی[۲] ز گفتارت پُر از دُرِّ ثمین

ابرویت بکشوده تیرِ قابَ قوسین[۳] از کمان — غمزه‌ات بنموده تیغِ قُم فَاَنذِر[۴] را کمین

بر سپهرِ لی مع اللّٰه عارضت ماهی تمام — در ریاضِ فَاستَقِم[۵] قدِّ تو سروِ راستین

آهوی مستت که دارد کحلِ مازاغ[۶] البصر — خورده آب از جویبارِ قاصراتُ الطرفِ عین

(سطری از) آیاتِ تعظیمت رسول قد خلت — لفظی از عنوانِ توقیرت شفیعُ المذنبین[۷]

(رو) بمولا کرده دهر دو ملاء بر آستان[۸] — ترکِ دُنیا گفته و گنجِ دَنی در آستین

باد بر خاکت ز آب دیدهٔ خواجو درود
و آفرین بر جانِ پُر نورِ تو از جان آفرین

ایضاً

صفحه ۸۰ ا
دوش چون در جُنبش آمد قلزم سودای من — موج خون بر اوج زد چشمِ محیط آسای من

بلبل آوا[۹] که دستان سازِ بزمِ انجم است — در سماع آمد به بانگِ نغمه و آوای من

بس که با لب گشت جانِ سوزناکم هم‌نفس — می زند دم دائما از جان لبِ گویای[۱۰] من

---

[۳] اشاره به آیهٔ کریمه متعلق معراج رسول کریم چنانکه گذشت ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ (سورهٔ نجم ۵۳-۸)

[۱] اشارات است بحدیث شریف نبوی صلعم لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک یعنی شمار نتوانم کرد صفات را بر تو۔ تو ئی حق تعالی چنانکه توصیف کردی بنات خود، [۴] اشاره به آیهٔ کریمه چنانکه گذشت قُم فَاَنذِر وَرَبَّکَ فَکَبِّر۔ (سورة المدثر ۷۴-۲)، و در اصل نسخه۔ مابدر۔ (کذا)، [۵] اشاره به آیهٔ کریمه چنانکه گذشت فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ۔ الخ سورة هود (۱۱-۱۰۷)، [۶] اشاره به آیهٔ کریمه مازاغ البصر وماطغی۔ سوره نجم (۵۳-۱۷)، [۷] اصل۔ لفظی از عنوان توقیرت شفیع المذنبین (کذا)، [۸] اصل: بمولا کرده دگر دو ملا بر آستان (کذا)، دهر دو ملاء یعنی ملاء اعلیٰ که گروه فرشتگان باشد و ملاء دیگر از آدمیان،

[۹] ا۔ آوای۔ ب۔ او آهی

[۱۰] ب۔ میزوی دم دایما جان بالب گویای من

من چنین در آتش[1] و جیحون[2] عمان شبنمی | از محیط[3] چشم دریا بار خون[4] پالای من
چون[5] بود چشم زمانه تیره گون از دود شب | بر فروزد مشعل صبح از دم گیرای من
گرچه بحر ادرار گیرد چشم فیاض من است | دیدهٔ دریا دل از گوهر دهد اجرای من
تیغ هجر دوستان هر دم که می آید[6] بیاد | می زند تیغ از سیاست موی بر[7] اعضای من
منزلم در کوی مستی ساز کز آشوب عشق | شد ملول از ملک هستی طبع ناپروای من
آب در زنجیر از آن افتد بفصل نوبهار | کاورد یاد از دل دیوانهٔ شیدای من
گر نه هر دم آتش مهرم فرو بندد نفس | کر شود گوش سپهر از صدمهٔ غوغای من
در جهان گنجست واژدرها[8] (دو) در ملک جهان | گنج من شعر روان و خامه[9] اژدرهای من
کی بسماران[10] سودائی دهم کالای خویش | زانکه جز من کس نداند قیمت کالای من
خرقه ام بنگر چنین خلقان و از فرط جلال | اطلس افلاک چسبت[11] افتاده بر بالای من
گنجها دارم نهانی در دل ویران ولیک | هست پیدا سکهٔ بی سیمی[12] از سیمای من ۴۸ ب
درچنان بزمی که شعر ساقی مجلس بود | راح روح افزا چه[13] باشد شعر جان افزای من
پیش نظمم نام لولو بردن از بی آبی است | زانکه لولو از بن دندان بود لالای من
نور شمع عالم افروز فلک دانی[14] ز چیست | از فروغ مشعل رای جهان آرای من
گرچه از رخ آل زر در مهر حال کرده ایم | اشک شنگرفی بخون دل کشد طغرای من

---

۱ ب- آتش جیحون، ۲ ب- در، ۳ ب- خون بالای من، ۴ ب- چون برد چشم کواکب ......الخ، ۵ ب می آرم، ۶ ب- از، ۷ د. در جهان گنجست واژدرها در ملک جهان، ب- در جهان گنجست واژدرها دور ملک جهان، ۸ ب- خاصه از درهای من، ۹ ب- خریداران. و بسمار بمعنی دلال است و فارسیان بمعنی شخصی که چیزهای مختلف مردم فروشد چون سپر و شمشیر و زین و لگام وغیره آن- استعمال نمایند- و بسماسو جمع آن. بسمار الارض کسی را گویند که نیک ماهر از احوال زمین باشد، ۱۰ و جست، ۱۱ ب- بی سیمین، ۱۲ ب- چو شعری روان افزای من-
۱۳ ب- ز

خسروا شد رقم ده حکم جهانگیری و باز　　هر سر مه نو کند تیغ[1] سپهر امضای من

لاف خاقانی[2] زنم در ملک معنی زانکه هست　　گرمی بازار شمس از انوری رای من

محترق گردد عطارد ز آفتاب خاطرم　　چون شود ناظر بسوی[3] کلک چون جوزای من

گر چو[4] سوسن در بیان عشق گردم ده زبان　　بلبلان گلشن قدسی کنند[5] املای من

گرچه از باد حوادث چون فلک گشتم[6] دوتاست　　کی بعالم سر فرود آرد دل[7] یکتای من

بگذر از گردون که این نه طارم گردنده است　　گردی از خاک ره[8] صیت جهان پیمای من

شد دلم دریای بی پایان وگر باور کنی　　ملک هستی نیست الا رشحی از دریای من

آسمان کو خسرو سیاره را بخشد شرف　　از شرف بر دیدهٔ سیاره ساند جای من

بر سر بازار دانش چون کنم سوداگری　　ره نیابد مشتری در حلقهٔ سودای من

عقل کو لاف افادت می زند در حل عقد　　استفادت می کند از خاطر دانای من

در طریقت گرچه طفل راه پیرانم ولیک　　چرخ[9] پیر آمد طفیل دولت برنای من

گر خرد فردوسیم خواند نباشد عیب از آنک　　جنت فردوس بابی شد از[10] ماوای من

چون خضر شد خاطرم آئینهٔ اسکندری　　و آب حیوان جرعهٔ از ساغر صهبای من

۱۴۹ د　منزل و ماوای من بستان سرای علویست　　وین نشیمن گاه سفلی مولد و منشای من

تا برون بردم ز منزلگاه هستی جای[11] خویش　　نیست الا آستان نیستی ملجای من

کی کند قاضی القضاة چرخ[12] یعنی مشتری　　در قضایا[13] حجتی محکوم بی امضای[14] من

---

[1] ب - بر - بیرد، [2] ب - خاقان، [3] ب - بسوی آسمان جوزای من، [4] د - همچو سوسن ده زبانم در بیان عشق از آنک، [5] د - کنند، [6] د - بشتم، [7] ب - دلی، [8] ب - ره صیت جهان آرای من (کذا)، [9] د - چرخ برامد - ب - چرخ طفل آمد - [10] ب - جان، [11] د - چرخ پیر یعنی مشتری (کذا)، [12] د - قضایا،

[13] یعنی بی پیغام و ایما و اشارهٔ من •

طائرِ طورم ز بانگِ لحن[1] ترانی گشته مست   سحرِ بابل در نگیرد با ید بیضا ی من

ای برادر[2] گر تو مستمسک بچیزی دیگری   هست لطف لایزالی عروة الوثقی من

چون شدم هندوچهٔ[3] بستانِ نعتِ مصطفیٰ   طوطی شیرین زبان شد طبع[4] شکرخای من

شهسوارِ عرصهٔ قدس آنکه گر گوید سزد   کادمِ خاکی غباری باشد از صحرای من

یوسفِ چاهی[5] اگر دیدی مرا یکشب بخواب   آب گشتی از حیای طلعتِ زیبای من

من همان غنچه گزار قلبِ اعجازم[6] که شد   ماه را سیمین سپر مشق بیک[7] ایمای من

شاه چرخ چنبری از طارمِ نیلوفری   زان سبب بر خاکِ ره[8] افتد که بوسد پای من

اطلسِ گردون نبود آندم که می پرداختند   کسوتِ لولاک بهر قامتِ رعنای من

چون علم بر صحنِ شادروان اَو اَدنیٰ زدم   خرگه اعلیٰ[9] سزد منزل گه اَدنای من

ماهِ برجِ وحدتم خواند خرد زان[10] رو که هست   نورِ چشمِ آسمان از غرهٔ سیمای من

چرخ کحلی دور بود از دیدهٔ اختر که بود   کحلِ ما زاغ البصر در دیدهٔ بینای[11] من

گرچه در درجِ هدی درِ یتیم می نهند   کی بود در بحر فطرت گوهری[12] همتای من

زهره از بامِ فلک خواهد که افتد بر زمین   تا ببوسد خاکِ ره پیشِ رخِ زهرای من

دامنِ گرد و بیان پُر عنبرِ سارا شود   گر برافشاند صبا گیسوی عنبر سای من

خامهٔ مستوفیِ[13] دیوانِ اعلیٰ قاصر است   از سوادِ نسخهٔ اخلاق مستوفای[14] من

در رهِ صورت هنوز آوازهٔ دریا نبود   کامد از دریای معنی گوهرِ والای من[15]   ۴۹ب

---

[1] د- جام، [2] د- برادر، [3] د- هندوچه بستان نعت مصطفیٰ (کذا)، هندوچه یعنی پاسبان، [4] ب- از صحرای من،
[5] د- جای- ب- جاهی، [6] د- اجازم، ب- اعجازم- صرف نظر از هر دو تصحیح شده، [7] د- بیک ایای، ب- بیک الای
(مشق یعنی شگافته واز هم دریده، [8] د- راه افتد که بوسد خاک- (کذا)، [9] د- ادنی- ب- خرگه اعلی سزد منزلگراه ادنای
من، [10] ب- زان راه، [11] د- بینای، [12] ب- هیچکس، [13] ب مستوفی، [14] یعنی مکمل،
[15] ب- کامد از دریای گوهر ادنای من- (کذا)

داستان قاف[1] و عنقا شهرتی دارد و[2] لے — عالم جان را منم قاف و فرد عنقای من

می نماید هر مه استاد سپهر از ماه نو — نقشی از نعل براق آسمان فرسای من

پادشاها نفس خواجو از ضمیرم محو کن — کاندرین ره صورت او میکند اغوای[3] من

من چنین مستقی و دریای فضلت بیکران[4] — شربتی ده زانکه بگذشت از حد استسقای من

دوش می گفتم که فردا[5] آبروی باشدم — چون بدیدم باد بود اندیشهٔ فردای من

هیچ نقصانی نیاید در کمال قدرتت

گر برحمت روز گردانی شب یلدای من

در مناقب جناب امیر حضرت علی کرم اللّٰه تعالیٰ وجهه

صفحه ۵۰ ب

قرطهٔ زر چاک زد لعبت سیمین بدن — اشک ملمع فشاند شمع مرصع لگن

خیری خور بر دمید از دل خارای کوه — مرغ چمن برکشید زمزمهٔ خارکن[6]

۱۵ ا

دانهٔ گاورس[7] چید باز سپید سحر — داغ گلستان باند در دل زاغ و زغن

طایر طاوس بال کرد نشیمن بباغ[8] — گلرخ بستان فروز گشت چمان در چمن

طارم ششش روزه شد رشک ریاض بهشت — حقهٔ پیروزه گشت درج عقیق یمن

زآتش خور بر فروخت عرصهٔ میدان چرخ[9] — چون زتف تیغ گیو قلب سپاه پشن

جوهری چرخ چون[10] لولوء لالا خرید — داد زر مغربی در ثمین را ثمن

---

[1] ب - قاق ، [2] ب - دلیک ، [3] ا - غوغای من ، [4] ا - بی حساب ۔

[5] ب - فردای ، [6] خارکن نام نوای وصوتی است از موسیقی و نام شخصی است که سرود خارکن منسوب بدوست ،

[7] ا - کاورس جند - ب کاوز ، [8] ا - بباغ ،

[9] ب - جور ، [10] ا - جوہ

دهرِ معربد کشید خنجرِ تیز[1] از نیام چرخ[2] مشعبد فشاند سونش[3] لعل از دهن

زالِ زرِ مهربان از پیِ دیوِ سپید رخش بمیدانِ کین تاختہ چون تهمتن

قیصرِ قصرِ فلک کرده کمین بر حبش سیف یمانی بدست چون پسرِ[4] ذوالیزن

خیمۂ پیروزه[5] گون یافتہ سیمین ستون شمسہ زر رشتہ تاب تافتہ زرین رسن

یوسفِ گلروی شرق جستہ ز چنگالِ گرگ[6] لیک بخون کرده رنگ لالہ صفت پیرهن

خنجرِ سرخابِ مهر آتشِ بهرام سوز لشکرِ جمشید شید قلبِ شیاطین شکن

محملِ سلطانِ مصر آمد بیرون ز شام مشرقی[7] تیز رو گشتہ[8] پدید از عطن

صبحِ مسیحا نفس از رهِ بام آمده ساغرِ زرین بچنگ چون صنمی سیم تن[9]

سالکِ دل یافتہ نکهتِ روح القدس چون نبی بیثربی بوی اویس قرن[10]

انوریِ خاوری از سرِ صدق و صفا وردِ زبان ساختہ مدحتِ بوالحسن

قاضیِ دینِ رسول ۔ خازنِ گنجِ بتول[11] قامعِ کیشِ هبل ۔ ماحیِ نقشِ وثن[12]

شاهدِ شامی برید شعرِ سیہ بر[13] بدن واقعی سیمین کشید مهرۂ زر در دهن

---

۱ ب۔ تیغ، ۲ د۔ خرج، ۳ ب۔ سوسن و سونش بروزنِ سوزش بمعنی ریزۂ آهن یا سیم و زر کہ بسوهان کردن سوده و ریختہ شود و افادۂ معنیِ سائیده شده ہمی کند، ۴ د۔ بسرزوالیزن۔ ب۔ بسرزوالیعزن (کذا)؛ و مراد از پسرِ ذوالیزن سیف ابنِ ذویزن است کہ از سردارانِ حمیری بوده و در دلیری و نیزه بازی بے نظیرِ زمان بود و چون حبشیان بر یمن استیلا یافتند بطورِ سفیر از اهلِ یمن بدربارِ کسری نوشیروان رفت و امداد خواست، ۵ د۔ پیروزه گون۔ ب۔ فیروزه گون، ۶ د۔ گرگ، ۷ ب۔ مشرق، ۸ د۔ کشتہ بدید از عطن۔ ب۔ پدیدار عطن۔ و عطن خوابگاهِ شتران باشد بر حوض و آغلِ گوسپندان کہ نزدیکِ آب بود، ۹ ب۔ بت شکن، ۱۰ ب۔ جان، ۱۱ لقبِ سیدة النساء فاطمة الزهرا است ازان کہ بتل بالفتح در لغت بمعنی قطع است و بتول بمعنی قطوع باشد یعنی قطع کننده چون حضرتِ فاطمہ قاطعِ علائقِ دنیا بود لهذا بتول گفتند و بمعنی زن دوشیزه جدا شده از مردان و بریده از دنیا هم هست ۰

۱۲ یعنی صنم و بت ۰

۱۳ د۔ در دهن ۰

۱۵ ب

چرخ سراسیمه زاد مهر سلیمان باد — صرح ممرّد فتاد بر گذر اهرمن

زد شب زنگی نژاد از پی تسخیر ملک[1] — خیمهٔ مهراج زنگ بر در شاه ختن

روز درخشان درفش جم شد و شب بیوراسپ[2] — ماه فروزنده روی رای و زحل برهمن

مادر پیر جهان سینهٔ[3] سیه کرده است — تا دل شمس الضحی سرد شود بر لبن

چون مه مصر سپهر در چه کنعان فتاد — تیره چه غرب را منقطع آمد شطن[4]

ترک فلک را ببین داغ حبش بر جبین — طرهٔ شب را نگر نافهٔ چین در شکن

چرخ جواهر فروش بر سر بازار صنع — بر طبق لاجورد ریخته دُرّ عدن

خیل شه نیمروز رانده جنیبت بشام — خسرو هندوستان برده بچین تاختن

مهر چو مه روی مصر گشته بزندان اسیر — قطب چو یعقوب پیر ساکن بیت الحزن

مطرب دستان سرای کوهه[5] کاوش مقام — خسرو ضیغم سوار بیشهٔ[6] شیر[7] شیر وطن

ساقی زرّینه کاس از پی بزم طرب — در بن طاس افق[8] ریخته دُردی دَن[9]

رامح چرخ از سماک سایس[10] دور از قمر — آخته زرّین سنان ساخته سیمین مجن[11]

کوکب سیاره را پیر فلک راهبر — موکب انوار را ظل زمین راهزن

دود کش چرخ را انجم ثاقب چراغ — بتکدهٔ دهر را ظلمت ظالم شمن[12]

خون شفق[13] در کنار چرخ بسوگ حسین — دود غسق در جگر دهر بداغ حسن

آنکه بود رعد را از غم او ناله کار — وانکه بود ابر را بی رُخ[14] آن گریه فن

---

[1] ب - جمع ، [2] د - چوراسب ، ب - بیور نوشتش (کذا) و بیوراسب یعنی ده هزار اسپان و این لقب ضحاک است که مالک چندین عدد از اسپان بود ، [3] ب - جامه ، [4] ب - سطن و شَطَن رسن دراز را گویند و مطلق یعنی رسن نیز استعمال شود ، [5] د - کوهه کاوش - ب - کوه کاوش یعنی زهره در برج ثور بود ، [6] اصل - پیشه د - و بیشهٔ شیر کنایه از برج اسد است ، [7] د - باه ، [8] د دَن خُم بزرگ قار اندود ، [9] ب - سپهر و سایس نگهبان اسپان و مطلق نگهبان را هم می گویند ، [10] د - محن - و مجن یعنی سپر ، [11] یعنی بت پرست ، [12] ب - غسق ، [13] اصل - او ،

روضهٔ تحقیق را گیسوی او ضیمران — گلشن توحید را عارضِ این[1] نسترن

یافته خلدِ برین از لبِ آن ناردان — وآمده در باغِ دین قامتِ این نارون — ۱۵۲ ر

نیست بجز ذکرِ شان مفتیٔ جان را فنون — نیست بجز فکرِ شان دوحهٔ دل را فنن[2]

دوش که بود از دلم از حزن[3] شمع دلم شعله زن — سینهٔ انجم فروز مشعلهٔ انجمن

تارِ تنِ ناتوان سوخته از تابِ دل — مرغِ دلِ خونچکان دوخته بر بابزن[4]

زمزمهٔ زیر و بم[5] از نالهٔ شبگیرِ خویش — بادهٔ گلگونم از خونِ دلِ خویشتن

آتشِ می ریخته آبِ منِ خاکسار — نعرهٔ بربط زده راهِ منِ ممتحن

مهدیِ مهدِ دماغ آنکه خرد نامِ اوست — از غرفهٔ[6] کبریا کرده نظر سوی من

گفت که تا کی بود در شبِ حیرت ترا — شمعِ دلِ تابناک دود زبان[7] از سخن

چند درین تنگنای دل ببلا مبتلا — چند درین تیره جا جان بعنا مرتهن

خیز و چو عیسی برین طارمِ خضرا خرام — گوشِ[8] ثوابت بمال چشمِ ثواقب بکن

دلو ز حل باز گیر از کفِ گردونِ پیر — وز سرِ سلطانِ شرق افسرِ زر در فکن

در کندت آرزوی پایهٔ قطبِ فلک — باز ستان مرد وار پایهٔ نعش[9] از سه تن

آتشِ خور برفروز کلکِ عطارد بسوز[10] — خنجرِ بهرام گیر گردنِ گردون بزن

راهِ ملاهی[11] مپوی باغِ الٰهی بجوی — وز پی سبزی[12] مشوی دست ز سلوی و من

گرچه نهٔ یارِ غار از درِ غارِ هدی — درگذر[13] چون عنکبوت پردهٔ غفلت متن

چون زدم کوسِ دین بر سرِ کوی یقین — تختِ اقامت مزن بر درِ درگاهِ ظن

---

[1] ب۔ او، [2] ب۔ دوحه دل را فن۔ (کذا)، وفنن یعنی شاخ۔ افنان جمع و افانین جمع الجمع آن است، [3] ب۔ جنون، [4] ب۔ بر بال زن (کذا)، و بابزن سیخ کباب را گویند مطلقاً خواه آهنی باشد خواه چوبی، [5] ب۔ ریزم۔ [6] ب۔ حرف، [7] ب۔ دردو دمان از سخن (کذا)، د۔ دوذ زبان باز سخن، [8] د۔ گوش، [9] ب۔ نعش، [10] د۔ بوزه [11] ب۔ سلاقی، [12] ب۔ نسرین بشوی، [13] د۔ مگذر۔ می گذر۔

۲۵ ب

درگذر از چند و چون تا یکی از کیف و کم — برگذر از نفی و نهی تا بکے از لا و لن

چون برسیدی بکمال دم مزن از قیل[1] و قال — چون بگذشتی ز قال[2] بیش مگو ما و من

تا نکنی ورد[3] خویش مدح شهٔ اولیا — از ورق خاطرت[4] محو نگردد محن

شیر دل لافتی۔ شیرِ خدا مرتضیٰ — حیدرِ خیبرکشا صفدرِ عنتر فگن

ناصبِ رایاتِ علم۔ شارحِ آیاتِ حق — واسطهٔ کاف[5] و نون۔ کاشفِ سرّ و علن

شاہِ ولایت پناہ میرِ ملائک سپاہ — کهفِ مکین و مکان زینِ زمین و زمن[6]

مرغِ سلونی[7] صفیر بحرِ خلیلی گهر — تازی دلدل سوار مکیِّ قدسی سخن

از پیرِ زهرا حرم۔ گوهرِ دریا کرم — روحِ مسیحا شیم[8]۔ خضرِ سکندر فطن

مکتبِ دین را ادیب[9] راهِ خدا را دلیل — ملکِ ملک را خطیب۔ شاهِ رسل را ختن[10]

گفته ز تعظیم شان محمدتش مصطفیٰ — خوانده ز فرطِ جلال منقبتش ذوالمنن[11]

نعلِ سمِ دلدلش تاجِ سرِ فرقدین — خاکِ رهِ قنبرش سرمهٔ چشمِ پرن[12]

سُبحه[13] طرازانِ قدس در حرمش معتکف — قلعه کشایان چرخ بر علمش مفتتن[14]

دست مده جز بدو تا نشوی پای مال — فتنه مشو جز برو تا برهی از فتن

جانِ ثنا خوانِ من تا ابد از مدحتش — باز نیاید چو مرغ از گل و برگِ سمن

در رهِ مهرش فلک مشوره با من کند — زانکه بود مستشار[15] نزد خرد موتمن

چون ببرم از جهان حسرتِ آلِ رسول — روز جزا در برم سوخته بینی[16] کفن

---

[1] ا۔ قال و قیل، [2] ا۔ زقال۔ ب۔ زقال، [3] ب۔ مدح، [4] ب۔ خاطرست، [5] ب۔ کاف نون، [6] نسخه ا این شعر ندارد، [7] اشاره بقول جناب امیر است۔ سلونی قبل ان تفقدونی فانی اعلم بطرق السموات من طرق الارض و قلیلی هم کنایه از قولی از اقوال جناب امیر است، [8] د۔ مرغ صفیر بحر خلیل گهر، [9] ا۔ شیم، [10] داماد و پدر زن و برادر زن و مانند آن اختان جمع۔ اینجا مراد داماد است۔ [11] ب۔ بچشن۔ و بمعنی پرن، [12] ب سبحه، [13] در متن انداخته شده۔ در نسخه ا و ب مفتتن ثبت شده۔ [14] ا۔ منتشار (کذا)، [15] ب۔ بین، [16] ب۔ ادب۔ [17] نسخه ب این شعر ندارد ۔

سرو قدِ کلکِ من چون متمائل شود　　ریزدش از چین زلف نافهٔ چینی بمن

گفتهٔ خواجو گلیست رستہ ز گلزار جان

کابد از انفاس او بوی خرد بی سخن

در مدح قاضی شمس الدّین محمود صائن حاکم سیرجان

آلا ای جعد چین بر چین مشکین کمند افگن　　گرفته آفتابت جیب و ماه مشتری دامن صفحه ۱۲ ب

تو آن جادوی کشمیری که از بادش بود مرکب　　تو آن هندوی خونخواری که بر آتش کند مسکن

شکست[1] مشک چین از تو فریب عقل و دین از تو　　همه روی زمین از تو پر[2] از آشوب مرد و زن

نسیمت مشک را مایه شکنجت مهر را سایه　　همت خورشید پیرایه همت سیاره پیرامن

مگر شبرنگ بهزادی[3] که بر آتش کنی جولان　　ولیکن سرکشت بینم بسان کرّهٔ توسن

ز هندوستان سپه رانی و بر خاور زنی خرگه　　بترکستان فرود آئی و سازی[4] روم را مکمن

چو[5] در چینی خطا باشد که بر چین ترکتازآری　　فرس با[6] شاه خاوران و قلب شام را بشکن ۱۴ الف

بسر حدِ ختن در تاز و لشکر عرض ده در چین　　حبش را در شکن[7] بر روم و ملکِ زنگ بر هم زن

مگر بر قلبِ جانبازان شبیخون[8] می کنی امشب　　وگرنی در شب تاری چرا پوشیدهٔ جوشن

شبستان تو پر نسرین و از نسرین ترا بستر　　بغلطاقِ تو مشک آگین و مشک آساست پیراهن

بشاخِ خیزران مانی که بر آب افگند حلقه　　ببرگِ ضمیران مانی که در باغش بود معدن[9]

---

[1] شکیب (کذا)، [2] ل. بر، [3] بهزاد. نام یکے از پسران جمشید بود حکیم و فرزانه خوی و نام اسپ بوده. اسدی طوسی گفته ؎

برانگیخت شب رنگ بهزاد را　　که بگذاشتی روز تنگ باد را　　(فرهنگ آنندراج)

[4] ب. وساز روم را مسکن (کذا)، [5] ب. بر، [6] ب. برشکن در روم، [7] ب. می بری. [8] بمعنی مکان و اصل و مرکز چیزی ؟

ترا خون سیاوش گرچه دامن گیر شد لیکن[1] — بترکستان منه[2] رخ تا نیفتی در چه بیژن

گر نعل بسم شبرنگ هندوی گر می زیبد — کمینه خادمش بهرام و کمتر چاکرش بهمن

گهی خورشید تابان را ز عنبر مشک در دامن — نهی سرو خرامان زسنبل طوق بر گردن

شوی در حلق[3] جان چنبر چو از عنبر شوی حلقه — زنی در خرمنم آتش چو بر[4] آتش زنی خرمن

خلیل آسا است هر ساعت بتی در آتش اندازد — ولی پیرامنت پیداست[5] کاتش می شود گلشن

چو شادروانت[6] بر باد دست پنداری سلیمانی — که در هر حلقه ات بینم هزاران گونه اهرمن

اگر پیچنده[7] ثعبانی مپیچ از دست موسی سر — ور از نکهت روان بخشی دم از انفاس عیسی زن

بشب رو زنگی مانی که سر بالشش بودا شود[8] — بسرکش هندوی مانی که جلبابش بود[9] ادکن

توئی آن سنبل هندی که بر طرف گلستانت — نماید بندگی ریحان و آزادی کند سوسن

چه میمون هندوئی آیا که ایمن باشی از آتش — چه مقبل زنگئی یا رب که فردوست بود مامن

اگر شخصی شود[10] تاری منم تاری[11] و تاری تو — وگر لیلی بود لیلی توئی لیلی و مجنون من

مپیچ از خط خوبان سر که هم[12] کاری بود در خور — متاب از ماه تابان رو که هم وجهی بود احسن

بگو تا خود چه سر داری که مه را در کمند آری — ندانم کز سیه کاری کمندی یا کمند افگن[13]

۱۴ب چرا پیوسته گرد[14] طلعت شیرین لبان گردی[15] — بدور آصف دوران دل از مهر بتان برکن

پناه ملک شمس الحق والدین آن فلک رفعت — که گردد چشم هفت اختر ز خاک درگهش روشن

---

[1] ب دامن، [2] ب مه، [3] ب. حلقه، [4] ب. در آتش، [5] د. پیداست، [6] پ. شادروات (کذا)

[7] د. چنید، [8] ب. بشب روز یکی مانی که شب از مالش سوداست (کذا)، [9] ب. دودامن. داد کن یعنی مائل بسیاهی

[10] ب بوی، [11] ب. یاری یاری تو، [12] ب. هم داری بود خور (کذا)، [13] در نسخهٔ ب بجای این مصرع دوم شعر

لاحقه ثبت شده و این مصرع بجای آن، [14] د ب گرد،

[15] د. ب. گردی.

سلیمان قدرِ موسی کفِ خضرِ عمرِ سکندر در — محمد خلق عیسی دم علی تیغ[1] تهمتن تن

بدل دانا ترا ز لقمان بجود افزون تر از حاتم[2] — بثروت غالب[3] از قارون بشوکت[4] برتر از قارن

صدای صدمهٔ صیتش ز مشرق تا حدِ مغرب — اسیر چنبرِ حکمش ز خلخ[5] تا در ارمن

بگاه رزم او بوسد زمین بهرام خنجر کش — بیاد بزم او نوشد قدح ناهید بربط زن

ندا از آسمان خیزد عدوش را که لا تفرح — نوید از اختران آید ولیش را که لا تحزن

ز سهمش کوه بگدازد چو موم از حدّت آتش — ز تیغش فتنه بگریزد[6] چو دیو از جنبش آهن

عدو از نوکِ پیکانش بخواند نامهٔ ماتم — فلک بر مرگِ[7] بدخواهش بپوشد جامهٔ شیون

ایا قطب فلک رفعت که مرغان جلالت را — سزد گر زانکه ریزند[8] از نجوم ثابتات ارزن

بران کشور که اقبالت به تختِ ملک بنشیند — ورای هفتمین اقلیم گردون باشدش برزن

بنای[9] قبهٔ قدرت چنان عالیست کز رفعت — سپهرِ هفتمین پیروزه گون خشتیست بر روزن

عقودِ گوهرِ تیغت عروس ملک را زیور — زلالِ چشمهٔ طبعت چراغِ صبح را روغن

من اندر مدحتِ شاهان چو شمع آتش زبان گردم[10] — بوقت گفتن مدحت شوم همچون لگن الکن

الا تا امر را قائل[11] بگاهِ لفظ گوید قل — الا تا نفی را نحوی[12] بجای ما نیارد من

زوال[13] دستِ تو بادا فزون از لفظ کیف و کم — مثالِ امر تو بادا برون از[14] نفی لا و لن

بکامِ[15] دوستان در بوستان بنشین[16] که بنشیند — ز رشکِ دولتت[17] دائم بکامِ دوستان[18] دشمن

---

[1] ب- تهمتن تن، [2] و- حاتم، [3] ب بهتر- بهتر، [4] ب- سوکت (کذا)، [5] ب- زابیان، [6] ب- برخیزد

[7] ب- مرکب (کذا)، [8] ب- ماشند- باشند، [9] ب- چگریم من که قدر توچنان [10]، و- بناه قبهٔ [11]

[12] ب- کردم، [13] و- لویل (کذا)، ب- قابل- صرف نظر از هردو تصحیح شد، [14] ب- مجوی (کذا) بجای ما بیاردمن،

[15] ب- زبان، [16] ب- ازلا ونفی ولن، [17] ب- بنام، [18] ب- و، [19] ب- دولت، [20] و- دوشمنان (کذا)

در مدح جلال الدین ارپا بیگ چنگیزی[1]

صفحه ۱۲۱ و

آن چیست عکس بترق[2] زرین آسمان — یا برق تیغ خسرو کیخسرو آستان

چون چرخ بیقرار[3] و ازو ملک را قرار — زو فتنه بی نشان و ازو فتنه را نشان

همچون سماک رامح و زو راس را[4] هراس — همچون شهاب ثاقب زود دیو را زیان

چون لعل دلبران پری چهرهٔ آبدار[5] — چون چشم عاشقان جگر خسته خونفشان

آیا چه جوهریست که هنگام کارزار[6] — هم طبع نار گیرد و هم رنگ ناردان

در گنج شایگان بود الماس و زگهر — الماس پاره[7]ایست در و گنج شایگان

مانند اژدهای دهانست زهردار — یا فی بگاه حمله نهنگیست جانستان

چون طبع در تحرک و چون وهم تیز رو — روشن تر از یقین و ازو عقل در گمان[8]

چون برگ گندناست ولیکن ز خون خصم — گردد بروز معرکه چون شاخ ارغوان

در آب اگر چه قطره گهر گردد این عجب — در آب قطرهٔ شده چندین گهر نهان

آتش کسی نگفت که بیرون جهد ز آب — کس آب را ندید کش آتش بود مکان

در دست شهریار بهنگام کارزار — چون آب قطره ایست بدریای بیکران

خضر[9] سکندر آیت[10] جمشید معدلت — عنقای قاف مرتبت سدره آشیان

---

[1] چون از نسل ابوسعید بهادر خان کسی نبود که بعد از و پادشاه شود بسعی وزیر غیاث الدین محمد رشید ارپا بیگ را بپادشاهی برداشتند و این اقتدار او بیش از شش ماه طول نکشید از همان روز اول سلطنت ارپا خان مسخرهٔ عوام گشت و حتی سلمان ساوجی نیز با وجود علاقه که به پیشرفت مقاصد غیاث الدین داشت حکمرانی ارپا را ناپایدار دیده مستهزانه گفته است سه چون مملکت بوسعید آرپا دارد۔ خوش دولت و نعمتی است ارپا دارد۔ (سلمان ساوجی مؤلفه رشید یاسمی)، [2] ا۔ بندق، [3] ا۔ پی قرار، [4] ب۔ در، [5] ب۔ آفتاب، [6] ب۔ کام دار (کذا)، [7] ا۔ باره، [8] د۔ کمان، [9] ب۔ قصر، [10] ا۔ رایت +

کشورکشای ملک و جهاندار ملک بخش ۔ صاحبقران عصر[۱] و خداوند انس و جان

قطب سماک[۲] نیزهٔ مریخ انتقام ۔ گردون آفتاب دل صاعقه سنان

مالک رقاب ملک عرب خسرو عجم ۔ دیهیم[۳] بخش تاجوران شاه کامران

اعظم جلال دنیا و دین آنکه از علو ۔ شد پایمال همت او فرق فرقدان

والا امیرزادهٔ آفاق ارپه بیگ ۔ آنکه بمهر و کینه جهانیست در جهان

ایام زیر دستش و اجرام زیر پای ۔ گردونش[۴] در جنیبت[۵] و درباش دربان

تیغش گرفته ملکت کسری و کیقباد ۔ صیتش شکسته رونق دارا و اردوان

شاها عرش ز فطرت عالم تو بوده ۔ ورنی[۶] که داشتی خبر از کاف کن فکان

منسوخ کرد قصهٔ یک روزه رزم تو ۔ جنگ[۷] دوازده رخ و ناموس هفتخوان

چون بر فراز رخش تگاور شوی[۸] سوار ۔ گوئی تهمتن است که آید ز سیستان

نوک سنانت حلقهٔ زرین آفتاب ۔ برباید از کنارهٔ میدان آسمان

خصم تو چون سخن بزبان سنان کند ۔ ساکت[۹] شود چو تیغ تو بیرون کند[۱۰] زبان

گیتی عنان حکم[۱۱] بدست تو داد از آن[۱۲] ۔ پیریست چرخ سرکش و بخت تو نوجوان

گردون بر آستان[۱۳] جلال تو پرده دار ۔ کیوان فراز قبهٔ[۱۴] قدر تو پاسبان

آنجا که آتش سر تیغت زند شرار ۔ دوزخ[۱۵] چو انگری[۱۶] بود و آسمان دخان

خصم ترا ز آتش آن تیغ آب رنگ ۔ بس دود فتنه که بر[۱۷] آید ز دودمان

---

۱ ب- عهد، ۲ ب- شمال، ۳ د- دیهیم، ۴ ب- اسیر، ۵ ب- گردش، ۶ ب- حیثیت رکنا، ۷ ب- ورنه، ۸ ب- حل رکنا، و جنگ دوازده رخ جنگی بوده است عظیم میان گودرز و پیران و آن جنگ در دامن کوهی در [illegible] واقع شد و هم در ان جنگ پیران ویسه با چند پهلوان دیگر کشته شد [illegible] فتنی، ۱۰ ب- ساکن، ۱۱ ب- کند، ۱۲ ب- حکم تو، ۱۳ د- ازانکست [illegible]

[illegible]

صاحبقران عهد[1] ازان روکه اخترت[2] — با مشتری ببرج شرف میکند قران

از قلزم عطای تو یک قطره بیش نیست — درکن فکان نتیجهٔ بحر و دفین کان

با مسرع قضا شده حکم تو همرکاب[3] — با نصرت و ظفر شده بخت تو هم‌عنان

۱۲۲ د — در شان تست آیت شاهی ازانکه تو — هم پادشه نشانی و هم پادشه نشان

چون در فضای[4] معرکه افتد غریو کوس — گردد ز هیبت[5] از تن دشمن روان روان

کوه گران رکاب ز تیغ سبک سرت — گردد عنان سبک چو رکابت شود گران

شیر[6] فلک ز بیم کمند تو در گریز — گاو زمین ز سم سمند تو در فغان

سلطان یک سوارهٔ گردون بزینهار — در دست و پای مرکبت افتد که الامان[7]

کوه گرکش ار بخلاف تو سرکشد — بشگاف سینه اش بسر[8] تیغ تا میان

حکم تو گشته مرکز آفاق را محیط — جود تو روز نامهٔ ارزاق را ضمان[9]

قاضی القضاة مسند پیروزه از شرف — در زیر شقهٔ علمت بسته[10] طیلسان

اجرام را صلابت تیغ تو رهنمای — و ایام را مهابت قهر تو قهرمان

با پرتو ضمیر تو خورشید گو مباش — در جنب کبریای تو خورشید گو ممان

آب حیات را که ز ظلمت نشان دهند — خاک جناب تست درین تیره خاکدان

در ملک چون سکندر ثانی توئی کنون
[11] ... عمر جاودان

---

[1] ب- عهد، [2] ب- اخترت ... [3] ب- ... [4] ب- قضای، [5] ب- بهیت (کذا)، [6] ب- سبز (کذا)، [7] ب- لامکان [8] ... [9] نسخهٔ ب این شعر ندارد، [10] ب- ... (کذا)،
[11] و- یادگار ... ب- یاد اکرام

در مدح امیر مبارز الدّین محمّد اوّلین سلسلهٔ مظفّری

وصفِ حمّام

صفحه ۷۲ ب

ای پیکرِ منوّرِ محترّه[1] پرخوی چکان   ثعبان[2] دم آتشین رخ روئینه استخوان

گوئی سمندری که در آتش کنی قرار   یا مرغ آبی[3] ای که در آبت بود مکان

با آتشت مقارنه و ز خاکت ارتفاع   با اخترت مقابله با راست اقتران[4]

اوج تو در حضیض و وبالِ تو در هبوط[5]   وضع تو بر اثیر و بخارت بر آسمان

از چرخت استفاضت و از بحرت اجتناب   هم چرخ زیر دستت و هم بحر زیر ران

با خاک در تواضع و ز باد محترز   در آتشت نشیمن و در آبت آشیان

ترکیبت[6] از طبائع و مستغنی از حواس   در موقفت[7] جهنم و در ساحتت[8] جنان

خاکست طینتِ تو و با آب هم مزاج   دلوست طالعِ تو و با چرخ هم عنان

از آبت استطاعت و[9] از آتشت نظام   با آبت استقامت و با آتشت قران

هم دیو در هوای فضایت گرفته اُنس   هم انس در مصاحبت پروریده جان

سطحِ تو دلگشا و مقامِ تو دلپذیر   صحنِ تو دلنشین و هوای تو دل نشان[10]

در تحتِ تُست دوزخ و در صحن[11] باغِ خلد   در جنبِ تست گلخن[12] و در جوف[13] گلستان

---

[1] ب - مجرور، [2] ب - شعبان آتشین دم ورای این تحریر محو شده است، [3] ا - آبیی ب آبی، [4] در نسخهٔ ب عبارت این شعر با دو اشعار لاحقه غلط شده است، [5] ب - هبوط، [6] ا - ترکیبت دکذا، [7] ب - موقفت، [8] ب - ساختت، [9] ا - در، [10] ب دل فشان، [11] یعنی است باغ خلد، [12] ب - گلشن،

[13] ب - دق، کذا،

۲۰۸ ل همواره در فضای تو هم دیو و هم پری | پیوسته در هوای تو هم پیر و هم جوان

چون کی جدا نمی‌شوی از تخت یک نفس | چون جم[1] گریز نیستت از جام یک زمان

از باد و خاک و آتش و آبت زیان مباد | تا باد و خاک و آتش و آبست در جهان

محروری و (تو) دفع حرارت کنی بآب | لیکن[2] ترا ز فرط رطوبت بود زیان[3]

هردم که از جگر نفس سرد برکشی | در دم ز چشمهات شود چشمه‌ها روان

خلقی فرو بری ز زن و مرد دمبدم | یک یک برآوری همه را دیگر از دهان

در آب و آتشی ز دل گرم و چشم تر | چون دشمنان خسرو کیخسرو آستان

چرخت بسال هفت[4] صد و چار و پنج و شش | چون مه تمام کرد بمهر خدایگان

صاحب قران مبارز دین صفدر عجم | شاه ملک نشان و امیر ملک نشان

آن کو روان[5] رستم زال از حیای او | چون آب خوی برآورد از خاک سیستان[6]

وز بیم نوک[7] خنجر گردون شکاف او[8] | شیر فلک بروش[9] جهد از راه کهکشان

آبست پیش خنجر او تیغ اردشیر | خاکست نزد منظر او کاخ[10] اردوان

عاجز ز کنه رفعت او وهم دوربین | قاصر ز درک رتبت او عقل خرده دان

روزی که تیر[11] موی شکاف دلاوران | چون موی سر بدون زند از فرق فرقدان

از نوک ناوک و سم اسبش برآورد | شیر سپهر غرش[12] و گاو زمین فغان

ای در زبان سخن به ثنای تو کامگار | وی در دهان زبان بدعای تو کامران[13]

سطری ز کارخانهٔ حلم تو کاینات[14] | سطری ز کارنامهٔ علم تو کن فکان

---

۱ ب- چشم (کذا)، ۲ ب- از ترا (کذا)، ۳ ب زبان، ۴ یعنی بسال ۷۰۰+۴۰+۵+۶ = ۷۴۶ ہجری. مقصود ازین زمان امیر مبارز الدین فقط حاکم یبنه و یزد بود، ۵ ب- برزم، ۶ ب- چون آب خوی ـــــ از خاک سیستان (کذا)، ۷ ب- برک- ترک، ۸ ب- را، ۹ ب روان هم، ۱۰ ب خاک (کذا)، ۱۱ ب- از ... برآید ... ۱۲ ب- ... رش (کذا)، ۱۳ این دو مصراع از نسخهٔ ب ساقط شده است ۔

گیتی بطبع عنصریت گشته مدح گوی — واختر برای انوریت گشته مدح خوان

کف بر[1] دهان فگنده ز رشک دل تو بحر — بر خاک رو نشسته ز دست کف تو کان

قلب فلک شکسته سنانت بحکم آنک — روئین تن است عمت افلاک هفتخوان ۲۸ ب

هر حلقهٔ ز چین کمند تو روز کین — بر چرخ بسته تیر[2] فلک را بریسمان

انداخته کمان توزه در کمان تیر — برده زبان کلک تو آب از رخ سنان

تیغت سماک رامح[3] و زو راس را هراس — تیرت شهاب ثاقب و زو دیو را هوان

چون حجت حسام تو برهان قاطع است — شمع فلک ز بهر چه بیرون کشد زبان

هر دم ز تیر شیر شکار تو مشتری — افغان زنه[4] بر آورد از خانهٔ کمان

شاید که چرخ سرکش کژ رو چو بندگان — بندد کمر ز منطقهٔ پیش[5] تو بر میان

تا گاو[6] آسمان نکند قصد سنبله — تا راه کهکشان نبود راه کهکشان

بادا قضیم[7] توسنت از خرمن قمر — داغ کینه ز اختجیان[8] تو توامان

جاه تو بر دوام و جلال تو مستدام
ملک تو بی زوال و بقای تو جاودان

در مدح شیخ کامل سیف الدین فتح آبادی

دوش چون سیمرغ زرین کرد بر قاف آشیان — آمدند از هر طرف مرغان شبخوان در فغان (صفحه ۵۸۸)

---

۱ ب - در ، ۲ ب - پیر فلک را ز ریسمان ، ۳ ب - بمدح (کذا) ، ۴ ب - ره ، ۵ ب - باش تو درمیان (کذا)
۶ ب - گاو ، ۷ ب - قسیم توست و قضیم جو و علف ستور باشد ، ۸ اصل - اختیان - واختجی آخته چی یعنی آخته بیگی شخصی که آخته کردن حیوانات باستصواب او باشد ٭

شیشهٔ شفاف گفت از دودهٔ ظلمت سیاه — آتش نشاف[1] شد در شیشهٔ شامی نهان

بسکه موج قیرگون برخاست از دریای قا[2] — قیرفام آمد جهان از قیروان تا قیروان

عنبر[3] خادم سر صندوق جوهر بر گشاد — تا مرصع کرد گردون لاجوردی پرنیان

مصریان از نیل بگذشتند و از اقصای شام — گشت پیدا سایهٔ چتر شه هندوستان

شب که شاهان حبش مهراج زنگش می نهند — بر فراز او هم افگند از غسق برگستوان[4]

منطفی گشت آتش خورشید و شد سطح هوا — از دل پرتاب شب گردان گردون پردخان

بدر شامی کو چراغ بزمگاه کبریاست — از رخ رخشنده روشن کرد بزم اختران

داده گلرویان نرگس چشم علوی از شفق[5] — درد نوشان افق را بادهٔ چون ارغوان

من بخوناب جگر بر چهره میکردم سواد — هر سپیده آن در باب خون دیده می شد بردوان[6]

چاره سازان غمم را چون گران می شد رکاب — باد پایان سرشکم را سبک می شد عنان

گه چو ماهی می شدم مستغرق دریای دل — گاه چون مه می نهادم روی در صحرای جان

مهد انس از چار طاق عنصر آوردم برون — وز فراز هفت خرگه برکشیدم سایه بان — ۵۴ ب

چرخ اطلس را بخون دل بشستم آستین — قطب گردون را بمژگان نقش بستم آستان

چون نمی دیدم مقامی در خور تمکین خویش — از مکان بگذشتم و کردم وطن در لامکان

گلشنی دیدم همه پر گل و لیکن بی ذبول — بلبلان در وی همه گویا و لیکن بی زبان

عرصهٔ از چار[7] حد طبع و ارکان بر کنار — خطهٔ از شهر بند چرخ و انجم بر کران

قائلان آن شبستان همچو طوطی بی سخن — طائران[8] آن گلستان همچو عنقا بی نشان

بی تکلم هریکی[9] با اهل منطق[10] در حدیث — بی تلفظ جمله با اهل معانی در بیان

---

۱ ا. نشاق - ب. نشان. صرف نظر از هردو تصحیح شد، ۲ ب. تار، ۳ ب. قنبر، ۴ ا. بر فراز او هم چرخ افگند بر کستوان (کذا)، ۵ ب. را (کذا)، ۶ کذا فی نسخهٔ ا. ب. روان. (کذا)، ۷ ا. چار حد. ب. چار حد بر، ۸ ب. طائران گلستان مانند عنقای بی نشان، ۹ ب. یکیک. یک بیک؟، ۱۰ ب. معنی.

فصل[1] شان بی انفکاک[2] و وصل شان بی اجتماع — بعد شان بی انند او قرب شان بی اقتران

خاطرم گاهی نظر می باخت بار خسار این — فکرتم گاهی فرس می تاخت در مضمار آن

گفتم آیا این جماعت را که باشد مقتدا[3] — عقل مرشد گفت مقصود وجود انس و جان[4]

گوهر درج ولایت قبلهٔ روی زمین — اختر برج هدایت زبدهٔ دور زمان

سیف دین الحق و الدنیا[5] امام الخافقین — شمع جمع اولیاء سر الٰه المستعان

در حدیث ار خوانده[6] کالسیف ماحی الذنوب — از پی محوگنه[7] نام بزرگ او بخوان

آنکه پای منبرش بودی فلک را بوسه جای — وانکه رای انورش بودی ملک را ترجمان

شد سپهر از خاکروب معبد او سرفراز — واختران از همت عالی او صاحبقران

از تفاخر نعل اسپش یاره کف الخضیب[8] — وز شرف نعلین او اکلیل[9] فرق فرقدان

خوانده روح قدسی او را موسی عیسی نفس — گفته عقل علوی او را عیسی موسی بنان

زاسمان[10] تا آستانش پیش عقل دوربین — بوده چندان مراتب[11] کز زمین تا آسمان

مدحت او شیرگیر[12] آن سپهری را شراب[13] — همت او گوسفندان سماوی را شبان[14] ۵۵ و

در حقیقت ره نشینان درش سلطان نشین — در طریقت بی نشانان رهش سلطان نشان[15]

قدر او از غایت رفعت سپهری بر سپهر — صدر او در عالم معنی جهانی در جهان

گوشهٔ سجادهٔ او ملک[16] و ملت را پناه — التفات خاطر او دین و دولت را ضمان

پیر گردون[17] خادم درگاه او را طفل راه — شاخ طوبی باغبانش را گیاه بوستان

---

[1] ب. فصل (کذا)، [2] گسسته شدن، [3] ب. اقتدا، [4] د. عقل برشد گفت مقصود انس و جان (کذا)، [5] ب. والدین (کذا)، [6] سیف محو کنندهٔ گناهان باشد. د. کالسیف ما الذنوب. (کذا)، ب. کالسیف فی الذنوب (کذا)، [7] د. کنه، [8] ب. مهروجه (کذا)، [9] ب. اقلیل و فرق فرقدان (کذا)، [10] ب. آسمان تا آستانش .. الخ، [11] ب. مسافت، [12] ب. گردون، [13] ب. بشرار. و شیرگیر یعنی مست و دلیر، [14] د. آشیان (کذا)، [15] ب. شان (کذا) [16] ب. ملک ملکت (کذا)، [17] ب. پیر گردون (کذا)

کمترین مولای او صد یزدجرد و کیقباد　　کمترین لالای او صد هرمز و نوشین روان

بی وجود طاعتش مستوجب خواری عزیز　　بی ولای حضرتش مستغرق طغیان لغان

بندهٔ رای گدایان درش جیپال[1] و رای　　خانه روب ساکنان کوی او فغفور و خان

جسته سلطانان ز فتح آبادِ او فتح و ظفر　　یافته شاهان ز حرز نامِ او امن و[2] امان

میزبان همتش را بوده از فرطِ جلال　　کاسه‌های سبز زرکار فلک بر روی خوان

گشته[3] طاوسان قدسی در وثاقش جلوه گر　　کرده شهبازان عرشی بر رواقش آشیان

عکش[4] دستارش شکسته رونق تاج قباد　　مسندش کیبو نهاده نام تخت اردوان[5]

تا زدم بر چرخ اخضر سایه بانِ مهر او　　شد دل دانش فروزم با عطارد هم عنان[6]

تا نه بیند گنبدِ شش طاق را کس بی هوا　　بی هوای او مبادا حاصل کس جز هوان

صیتِ خواجو باد همچون نام او آفاق گیر

زانکه در قلبِ سخن چون سیف شد رطب اللسان

در مدح امیر مبارز الدین اولین سلسلهٔ مظفری بتقریب تهنیت فتحی

صفحه ۱۴۱ ب　　شاید ار ساید علم زین فتح سر بر آسمان　　کز فرح[7] اقبال را بر هم نمی آید دهان

منکشف شد سر تؤتی الملک بر ابنای دهر　　منتشر شد رمز جاء الحق در اقطار جهان

---

[1] ب. چپور. [2] ب. پور؛ [3] اصل. کشته ، [4] و. مکس. ب. متن صرف نظر از هر دو تصحیح شد عکش دستار یعنی پیچهٔ دستار، [5] ب. اوحان (کذا)؛ [6] ب. توامان ،
[7] اصل. کد. نسخهٔ د این قصیده ندارد.

معنی اِنَّا فَتَحْنَا می دہد سیارہ شرح　　وآیۂ نصرٌ مِنَ اللہ میکند گردون بیان

می زند اورنگ پہلو از ترفع با فلک　　می کشد افسر سر از گردن کشی بر فرق دان

بادۂ نوشین روان دردہ ز جام جم کہ باز　　عدل خسرو تازہ کرد آوازۂ نوشیروان

چرخ می نازد بدور تاج بخش بحر و بر　　ملک می[۱] بالد بعہد شہریار انس و جان

مونس آزادہ بنگر ز آرزوی بندگی　　در مدیح[۲] داور دور زمان رطب اللسان

رستم سہراب گیر و بیژن دستان فروز　　خسرو کسری نشین و کسری خسرو نشان

دین یزدان را مبارز شمع ملت را فروغ　　حیدر ثانی محمد خسرو کیخسرو مکان

کمترین[۳] دربان ایوان جلالش اردشیر　　کمترین فراش شادروان قصرش اردوان　　د ۳۲

ہفتمین قصر سپہرش[۴] یک رواق از بارگاہ　　ہشتمین باغ بہشتش از چمن یک بوستان

دوختہ بر دامن خرگاہ او خیاط صنع　　چرخ اطلس را بخیط الشمس ہمچون پرنیان

خوشۂ از خوان جودش گردۂ[۵] خورشید و ماہ　　قطرۂ از ابر دستش حاصل دریا و کان

کوہ آہن چنگ را در دل بجوشاند چو لعل　　چون بکہ پیکر براندازد زکین برگستوان

پیش رای عالم آرایش بود روشن چو روز　　ہرچہ انجم را بود در پردۂ اخفا نہان

برنیاید اختری مثلش ز برج کبریا　　برنخیزد گوہری شبہش زکان کن فکان

موہبت با طبع او چون مہر و ماہ شد مجتمع　　منقبت با ذات او چون یک خمیر[۶] شد توامان

ای ذباب[۷] بارگاہت طغرل زرین جناح　　وی تذرو گلشنت عنقای مغرب آشیان

حزم[۸] ہشیار تو عقل کاردان را پیشوا　　بخت بیدار تو ملک معدلت را پاسبان

چشمۂ آب سنانت آبگاہ پیل[۹] مست　　ترکش تیر[۱۰] خدنگت سینۂ ببر[۱۱] بیان

نیزۂ[۱۲] گیتی کشایت شداعل را دیدہ دوز　　خنجر[۱۳] ہندی زبانت شد اجل را ترجمان

---

[۱] اصل- می لد، [۲] اصل- مدح، [۳] اصل- کہترین، [۴] اصل- شہرش، [۵] اصل- گرد، [۶] اصل- منابش، [۷] اصل- ببیم [illegible] [۸] اصل- بپندار، [۹] اصل- بیل، [۱۰] اصل- بیر، [۱۱] اصل- پیان- شیر ژیان، [۱۲] اصل- تیوہ، [۱۳] اصل- خجر،

چون قلم می راند رمزی از زبان شمع تو[1] — دردمش خون[2] سیه جاری شد از تیغ زبان

با فروغ خاطرت خورشید گو[3] هرگز متاب — با کمال رتبت جمشید گو[3] هرگز ممان

بحر و کان را از خزاین[4] منقطع گشتی امید — گر نگشتی خازن گنجینهٔ جودت ضمان

ماس را هست از سماک رامح رحمت هراس[5] — واهرمن را از شهاب ثاقب تیرت هوان

روز کین کز[6] سهم نوک ناوک شیر افگنان — گاو گردون منهدم گردد ز راه کهکشان

چون[7] سر اندازان سرکش را گران گردد رکاب — ناوک اندازان بی دل را سبک گردد عنان

بید برگ بوستان کین که نامش خنجر است — در کف گردان شود مانند شاخ ارغوان

۲۴۲ چون مگس گردد مقید در بیوت[8] عنکبوت — کوس حربی از نهیب جنگجویان در فغان

نیلگون گردد سپهر از گرد موکب چون زمین — سیگون[9] گردد هوا از دود دم چون آسمان

ـــــ[10] را شود اجزای خاکی توتیا — چرخ کحلی را بود چشم جهان بین[11] سرمه دان

رزمگه باشد ز تاب حملهٔ طوفان خون — قلزم دوزخ بخار و دوزخ گردون دخان

از مهابت آب گردد زهرهٔ ببر[12] دلیر — وز سیاست آتش افتد در دل شیر ژیان

قلعه گیران را شود قالب پر از خشت دو سر — بددلان را غرقه دریای خون گردد روان

بستگان را شد سنان همچون تنگان برکنار — خستگان گیرند شان همچون پلنگان از میان

از صف[13] هیجا بمیدان در جهانی بادپا — همچو روئین تن که آرد تاختن بر هفتخوان

چرخ سرکش زیر پای و پای فرقد زیر سر — بحر زاخر[14] زیر دست و برق بازی زیر ران

آید از نعل سمندت لرزه در پشت زمین — وافتد از بند کمندت عقده در برد[15] زمان

---

[1] اصل - حون ، [2] و [3] اصل - کو هرکز ، [4] اصل - جز این ، [5] اصل - هرس ، [6] اصل - کر ، [7] اصل - چون بسراندازان سرکش . . . ۶/۷ ، [8] اصل - بیوت ، [9] اصل - سیلگون ، [10] اصل - مرد آهی (کذا) ، [11] اصل چشم جهان سرمه دان (کذا) ، [12] اصل - ببر ، [13] اصل صیف ، [14] اصل - زاخر ، [15] کذا فی الاصل - برد بالضم جامهٔ خطدار و بالفتح سرما .

چون به بندد تاب تیغ آتش افشانت زرنگ — آب گردد در کف بهرام خنجرکش سنان

شیر چرخ چنبری ای بس که یابد سرزنش — چون شود بدوی عمود گاوسارت[1] سرگران

از شرف مرقاضی دین کواکب را قضا — شقهٔ رایات میمون تو سازد طیلسان

خنجرت شیر فلک را بر شگافد حنجره — توسنت گاو زمین را سرمه سازد استخوان

وز غبار خاره سا آیان[2] سپاهت در نبرد — قیرگون گردد بیکره قیروان تا قیروان

فرش غبرا گردد از خون یلان گلگون بساط — طارم خضرا رود[3] در زیر نیلی سایه‌بان

بر زبان باشد زبان وقت ثنایت کامکار — در دهان گردد دهان گاه دعایت کامران

تا برین عالی حصارش در فیروزه رنگ — خرگه زرین زنند از بهر شاه اختران

خسرو مشرق که شاه اخترانش می نهند — بادت از روی شرف خاشاک[4] روب آستان — ۳۲۲ و

چون سکندر تابع حکم (تو) ملک شرق و غرب
چون خضر یزدان عطایت داد ملک جاودان

در مدح شاه شرف الدین مظفر بن مبارز الدین محمد[5]

اوّلین مظفّری

وقت صبحم گذر افتاد بر اطراف چمن — با بتی ماه رخ سنگدل سیمین تن — صفحه ۲۲ ب

برکشیدیم چو سرو از لب سرچشمه[6] علم — تا بشوئیم[7] ز رخسارهٔ دل گرد حزن

---

[1] اصل۔ کارسادت، [2] اصل۔ خاره سامیان، [3] اصل۔ زود در،
[4] اصل۔ خاک، [5] اصل۔ سرچشمه۔ نسخهٔ ل این قصیده ندارد،
[6] اصل۔ بشویم ٭

ماجرای ز قضا گشت بدان سان واقع — که نبودیم دمی بی شغب و شور[1] و حسن

چشم آن ماه پری چهره چو بر[2] چشمه فتاد — گفت ماهیت این با تو بگویم روشن

آنکه گویند که دارد روشی بادهواست — زانکه چون او نبود بی قدم[3] تردامن

دیده اش گرچه پُرآبست دراو نیست حیا — ابر از این رو فگند بر رخ او آب دهن

چشم[4] را این سخن افتاد ناگه در گوش — گفت بنگر که چه آید بسر ما ز سخن[5]

دست شستن ز روان به که شنیدی زین دوست — سخن باده پرستی که نه مردست و نه زن

بدرخشید دلش زد[6] بر او از جای برفت — گفت کای بر تو بهر گوشه هزاران شیون

ما[7] همانیم که هر دم که بهنگام ربیع — خیل نوروز کشایند کمین از مکمن[8]

یا چو چتر از سر داراب شجر دور شود — بزند نوبت شاهی بگلستان بهمن

گه[9] علم بر سر ما بینی و گاهی[10] بیرق — گه زره[11] در بر ما یابی و گاهی[12] جوشن

۳۴۵ ده بهاران که کنم بر طرف باغ گذار — بفزاید ز من آب رخ نسرین و سمن

ز آتش مهر روان بس که دلم جوش زند — در دل لاله سیراب شود دود فگن

بی وجودم نبود سرو خرامان را جان — که روان شد تنم و سرو خرامان هم تن

بی حضورم نبود طرف گلستان را نور — که چراغست گلستان و من او را روغن

چشم سرمست نیم[13] گفت که ای عشق فروش — برو[14] از پیشم و شوخی مکن و لاف مزن

حرکتهای تو سر دست و سخنهای[15] تو باد — لاجرم بر تو بخندند[16] عروسان چمن

گر[17] چو روشن گهری یک سخن از ما بشنو — نام خود را مبر و[18] قیمت گوهر مشکن

---

[1] اصل - شور، [2] اصل - چشم، [3] اصل - بی قدمی - و بیقدم کنایه از بی اصل و بی بنیاد، [4] اصل - چشم، [5] اصل - سخن
[6] اصل - در سرو از جای رفتم (کذا)، [7] اصل - با همانیم که مردم ... الخ، [8] اصل - مکین، [9] اصل - گاهی،
[10] اصل - که، [11] اصل - زر، [12] اصل - [illegible]، [13] اصل - نیم، [14] اصل - برد، [15] اصل - سخهای، [16] اصل - بخندند عروسان (کذا)، [17] اصل - که، [18] اصل - مبرو قیمت گوهر مشکن - (کذا)

با من از بند زره بگذرد[1] و جوشن بگذار — که بود تیغ زدن کارم و خون خوردن فن

من که هر نقش که باشد بنظر[2] بگشایم — تو ازین گونه کنی نقش کشائی با من

همه را بینم[3] و خود بین بنوم زیرا ازانکه — خویش بینی نبود نزد خرد مستحسن[4]

مست خوانندم و مخمور ولی نیست مرا — بجز از گوشهٔ محراب شب و روز وطن

فرض عین است مرا بندگی درگه شاه — نیستم آنکه فرائض نشناسم ز سنن

شرف و قدر من این بسکه بمژگان روبم[5] — خاک میدان شه تیغ کش قلب شکن

خسرو شرق مظفر شه خورشید ظفر — مغز روی زمین واسطهٔ عقد زمن

هم دل وافی او فضل[6] و هنر را جامع — هم کف کافی[7] او جود و کرم را معدن

ای تهمتن تن دارا در افریدون دل — که بنزد تو بود گاه[8] شجاعت بیژن

بجناب تو گدای ز فقیران قارون — در سپاه تو بزرگی ز امیران قارن

گرز که کوب تو بنیان امل را هادم — نوک پیکان تو پیکان اجل را مامن

روح را چشمهٔ خورشید ستانت[9] مشرب — فتح را سایهٔ میمون هلالت مسکن   ۲۵ب

گلشن قدر ترا روضهٔ رضوان ساخت[10] — خطهٔ جاه ترا ملک ملائک برزن

همچو جمشید بهر جا که روی بگزیند[11] — فتنه از نعل سمند تو چو[12] دیو از آهن

سر تیغ تو زمرد شد و اعدا افعی — نوک تیر تو شهاب آمد و خصم اهرمن

چرخ فیروزه نهد قبلهٔ اقبال ترا — خشت زرین خور از بهر شرف بر روزن[13]

دشمن سرزده بی خنجر[14] عالم سوزت — بار سر[15] چند تواند که کشد به گردن

---

[1] اصل - بگندد، [2] اصل - بنظر، [3] اصل - بینم، [4] اصل - مستحسن (رکنا)، [5] اصل - رودم، [6] اصل - فضل بهنر، [7] اصل - کلفز، [8] اصل - کاه شجاعت شیرین (رکنا)، [9] اصل - ستانت، [10] اصل - ساخت، [11] اصل - بگزیند، [12] اصل - چو دیو از آهن (رکنا)، [13] اصل - بردون، [14] اصل - خنجر، [15] اصل - بار مچند تواند که کشد بهگردن •

بدهگالاین توگر شمع فروزان کردند — سرفرازی نتوان لبست (بزنجیرو)[1] رسن

گر فلک نوبت خود با تو گذارد شاید — زانکه بخت تو جوانست و فلک پیر کهن

بید برگ چمن معرکه یعنی تیغست — هر کجا سایه برافگند بروید رودن[2]

خصم اگر یاد کند ز آتش خشمت در خاک — بر تنش روز جزا سوخته بیند کفن

بحر خلق تو چون دم زند از خوش[3] خوئی — از[4] حسد دود بر آید ز دل مشک[5] ختن

چرخ اگر قرچی[6] خاص تو نگشت[7] از چه سبب — گر[8] ز خورشید کمند تیغ و گه از ماه مجن[9]

دل گردون بتف تیغ جهان سوز بسوز — چشم اختر بسر رمح جگر دوز بکن

پیش ابکار ضمیرم که بر نه آب صنم — قامت چرخ مگر خم شده چون پشت شمن[10]

خاطرم چون خلل[11] بکر مدیحت دوزد — سازدش خسرو سیاره (ز) مژگان[12] سوزن

چون بیاد کفت از خامه در افشان[13] گردم — از حیا آب شود رشته[14] لولوی عدن

مرغ مدحت چو دم صبح ببازار آرم[15] — بینم از دور که ریزند کواکب ارزن

تا بود شمع سپهری ز لگن مستغنی — شمع اقبال ترا باد فلک سبز لگن

حرم دولتت[18] افواج فلک را معبد — دل دین پرورت اسرار[16] ملک را مخزن[17]

تحفهٔ عالم بالا سخن قدر تو باد

که یقین است که بالاتر ازین نیست سخن

---

[1] اصل بیاض است ، [2] اصل - روتن - درودن گیاهی است که چیزها را بدان رنگ کنند ، [3] اصل - خولی ، [4] اصل - ار ، [5] اصل مسک ، [6] اصل - قرجی ، و قرچی یعنی قورچی سلاحدار را گویند چه قور در ترکی سلاح را گویند [7] اصل - نکشت ، [8] اصل - که ، [9] اصل - محن ، [10] اصل - بیمن ، وشمن یعنی بت پرست است ، [11] اصل خلل (کذا) [12] اصل - مرکان ، [13] اصل - درافشان کردم ، [14] اصل - رسته ، [15] اصل - مرغ مدحت چو دم صبح ——— از آرم (کذا) ، [16] اصل - اسراد (کذا) ، [17] اصل مخزن ، [18] اصل - دولت

در مدح خواجه فخر الدین که در صفهان بتقریب صحت یابی وزیری درویشان و عامه خلائق را سیم و زر داد

صفحه ۹۹۴ و

چون سرخ گل برآمد ازین سبز بوستان — آفاق شد ز مرغ سحر خوان پر افغان[1]

خاتون نیم روز برون آمد از تتق — از روی دل فروز برافگنده طیلسان

پیدا شد از افق علم خسرو خطا — وز دیده گشت رایت شاه حبش نهان

رفتم ز شهر صفه نشینان شهر خویش — دیدم جماعتی همه گویای بی زبان

مستنشق روائح بستان سرای قدس — مستنطق بدایع سکان لامکان

حرف وجود شسته ز لوح مکونات — خط[2] عدم کشیده ز آیات کن فکان

لاهوتی از سیاست ناسوتی زیر پی — ناسوتی و مراکب لاهوت زیر ران

چون بحر در تموج[3] و از موج در کنار — چون شمع در میانه و از جمع بیکران[4]

منظور عین ناظر و ناظر همه نظر — صورت همه معانی و معنی همه بیان

قائم[5] بجوهر دل و دل خالی از عرض — وز بیخودی متقین و خود مانده در گمان[6]

اوراد شان ثنای وزیر جهان خدیو — تسبیح شان دعای خدیو جهان ستان

دیدم دران میانه بزرگی فرشته وش — اقطاب را امام و امم را خدایگان

در بر ز اطلس فلک سیگون لباس — بر سر ز چتر زرکش خورشید سایه بان

پرسیدم از خرد که چه نامند[7] و حال چیست — کاینسان[8] نهاده اند درین روضه آشیان

---

[1] این قصیده در نسخه و نیست، [2] اصل خط، [3] اصل بموج، [4] یعنی ملخص، [5] اصل تایم، [6] اصل وز خود مانده در گمان (کذا)، [7] اصل نامند،

[8] اصل کاینان.

قطب فلک که دیدوان گشته در زمین[1] — نفس ملک که دید عیان گشته در جهان

۴۳ و ب

این زمره ساکنان بهشت اند یا ملک — وین خطه تخت[2] گاه عراقست یا جنان

دل راکه بود[3] معتکف آشیان شوق — آمد ندای هاتف غیبی بگوش[4] جان

کان خواجه فخر دولت و دین است کز علو[5] — شد پایمال همت او فرق فرقدان

کاورد بهر تهنیت صحت وزیر — روحانیان عالم جان را بمیهمان

زین مژده بس که سیم بیفشاند[6] در عراق — امروز کس نمی دهد از مفلسی نشان

در دور آن بزرگ فلک قدر در جهان — کس بی نوا نماند خصوصًا در اصفهان

شاه فلک که قیصر قصر زبرجد[7] است

بادش فتاده همچو گدای بر آستان

در مدح وزیر تاج الدین عراقی

صفحه ۴۴ ب

ای توتیای[8] چشم فلک خاک پای تو — بر دین کرده خسرو سیاره جای تو

کیمخت لاجوردی زر دوز آسمان — از بهر موزه آمده در شان[9] پای تو

قطبی که در صوامع افلاک منزویست — اوراد[10] خویش ساخته دائم دعای تو

آن[11] کوکبی که هست طلوع وی از زمین — کرده روان چو حرز[12] یمانی ثنای تو

این چنبر[13] مرصع سیمین زرنگار — یک حلقه بر در حرم کبریای تو

---

[1] اصل۔ جهان، [2] اصل۔ تختگاه، [3] اصل۔ زود، [4] اصل۔ بلوش (کذا)، [5] اصل۔ کر، [6] اصل بیفشاند، [7] اصل۔ ربرجد، [8] د۔ توتیای جنم۔ ب۔ توتیای حشمه۔ صرف نظر از هر دو تصحیح شد، [9] د۔ تان، تصحیف۔ اوراد، [10] ب۔ وان، [11] ب۔ یاتی بپای تو (کذا)، [12] د۔ جنبر۔ ب۔ چنبر ۰

سنة ست عشرة وستمائة ودفن بباب ابرز؛

(١٤٤٣) **معين الدولة** ابو نصر **سقمان** بن ارتق بن اكسب التركماني[1]

صاحب ديار بكر،

ذكره ابو الحسن محمد بن عبد الملك الهمداني في تاريخه وقال: كان من الامراء المعروفين فى ايام السلاطين من بنى سلجوق وكان مستقرهم الصحاري التى بين ارمينية والروم ويتطرفون ديار بكر وكان اخوه ايلغازى بن ارتق شحنة ببغداد، ولما استولى الفرنج على بلاد الاسلام وساروا الى حران سنة سبع وتسعين واربعمائة وبلغ مسيرهم معين الدين سكمان فسار اليها ومعه الامراء نصر الله الاسلام واراد ان يكشف الفرنج عن طرابلس ويقصد بيت المقدس فعرضت له علة الخوانق وكانت تعتريه فمات؛ وهو الذي اخذ حصن كيفا من موسى التركماني؛

(١٤٤٤) **معين الدين** ابو الفوارس **سلمان** بن رجب بن مهاجر الراذاني المقري،

قدم بغداد واستوطنها وسمع من الكاتبة شهدة وطبقتها، ذكره محمد بن سعيد فى تاريخه وقال: سمعنا منه، وتوفي يوم الاربعاء عاشر ربيع الاول سنة ثمان عشرة وستمائة ودفن بالوردية؛

(١٤٤٥) **معين الدين** ابو الخير **سلمان** بن محمد بن عبد الحق البغدادي المقرى؛

كان من ظراف المقرين واعلمهم بحفظ نوادر القراء، قال: انتهى الاعمش

---

[1] من قبيل برد كيارق. انظر لنا الوفيات (١١٠٩١)، وابا الفداء ٢: ٢١٧ وللمترجم سقمان ترجمة طويلة عند هذا الاخير فى ٢: ٢٠٩؛

الی نهر فاراد ان یعبره فتعذر علیه فطأطأ له رجل ظهره لیعبره فلما استوی الاعمش علی ظهره قال: "سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ"[1] فلما توسط النهر رمی بنفسه علی جنب وقال: "أَنزِلْنِي مُنزَلًا مُّبَارَكًا وَأَنتَ خَيْرُ الْمُنزِلِينَ"[2]

(١٤٤٦) **معین الدین** ابو نصر **سلیمان**[3] بن محمد۔ یعرف بپروانه

ذکره انه من مرند۔ الکارزی۔ نزیل الروم الوزیر بالروم؛

کان جوادا کریما رئیسا حلیما، استوزره السلطان رکن الدین بن علاء الدین کیقباد سنة تسع وخمسین وستمائة لما فارقه اخوه عزالدین وتوجه الی القسطنطینیة، وکان محبا للعلماء الصوفیة وله خیرات دارة، وقصده الشیخ مظهرالدین المطهر بن سیف الدین الباخرزی فی جماعة من اصحابه فاقام بهم فی جوارح ولم یزل علی اجمل عاداته الی ان کاتب الی الشام [؟ امراء الشام] بتسلیم بلاد الروم الیهم، وجرت فی ذلک حروب وخطوب وقتل من المغول مقتلة عظیمة وفیهم الامیر طوغو بن ایلکای نویان، وکانت الوقعة بابلستان سنة خمس وسبعین وستمائة وقتل معین الدین پروانه، قیل انه طبخ فی قزغان[4] واکلوا لحمه، وفی هذه الوقعة یقول شیخنا رشید الدین ابو طالب یحیی بن محمد بن زید المشهدی القصیدة الغراء التی اولها:۔

لم ینج من موتهم الاحمر

بالبیض لولات بنوا الاصفر

---

[1] القرآن الکریم سورة الزخرف (٤٣) الآیة (١٢)، [2] سورة المؤمنون (٢٣) الآیة (٢٨)، [3] غدر بالسلطان رکن الدین واتفق مع التتر حتی قتلوا السلطان سنة ٦٦٤ھ وتولی الروم، ثم تثلث المغول واتهموه بالغدر: ر: ابا الفداء (٣: ٢٩: ١٠)

[4] القدر؛

منها فی ذکره :-

خانهم الدهر واخنی علی　　　معینهم فی الجلل الاحظر

یعنی معین الدین سلیمان؛

(١٤٤٧) **معین الدین** ابو المظفر **شاهنشاه** بن الامجد مجد الدین بهرامشاه بن شاهان شاه بن ایوب الشاذی البعلبکی صاحب بعلبک[1]،

کان من اولاد[2] الملوک والامراء اصحاب الفضل والعطاء؛

(١٤٤٨) **معین الدین** ابو یحیی شعیب بن الحسن بن عبد الباقی سبط عمر بن عبد الله الحربی المحدث؛

سمع جدّه لامّه وغیره؛ ذکره محمّد بن سعید فی تاریخه وقال کتبنا عنه؛ وتوفی یوم السبت تاسع عشر شهر ربیع الآخر سنة ثمان عشرة وست مائة؛ وقرأت بخط الشیخ معین الدین شعیب :-

استرزق الله فالارزاق فی یده　　　ولا تمدّ الی غیر الاله یدا

وحاذر الدّهر ان یلقاک منفردا　　　فمفرق الفرد مأخوذ اذا انفردا

(١٤٤٩) **معین الدین** ابو الشمس بن المهذّب ابی محمّد بن ناصر الدین عبد الرّحیم المحتشم[3] القهستانی؛

کان کاتبا شاعرا بالفارسیة؛

(١٤٥٠) **معین الدین** ابو الشمس بن ناصر الدین عبد الرّحیم؛

هذا هو الّذی صنّف مولینا نصیر الدین ابو جعفر محمّد بن محمّد بن الحسن

---

[1] کیف یکون صاحب بعلبک وقد تسلّمها الاشرف من ابیه قبل قتله؛ [2] قد مرّ ذکر ابیه م قبل فی م۲۲ وکان قد قتل سنة ٦٢٨ھ او ٦٢٧ھ؛ ر: ابا الفداء ۳: ١٤٥، ١٤٦؛ [3] من بیت المحتشمات ر: کتاب الکاف ص ۳۳؛

الطوسی لوالدہ کتاب الاخلاق الناصریہ وصنف لاجلِ معین المذکور الرسالۃ المعینیہ فی علم الهیئۃ؛

(۱۴۵۱) **معین الدین** ابوالورد **صالح** بن علی بن احمد بن خلیفۃ القریسیتی المصری،

قرأ القرآن العظیم علی الشیخ ابی محمد من بیت الشیخ ابی منصور الخیاط واقرأ بقریتہ فی سنۃ تسع وتسعین وخمسمائۃ؛

(۱۴۵۲) **معین الدین** ابونصر **طاهر** بن عیسی بن ابی الفتوح البادشتی[1] الصوفی،

قال. اخذ ابودلامۃ سکران فخرقوا ثیابہ واودعوہ السجن فکتب من محبسہ الی المنصور:-

امن صهباء صافیۃ المزاج	کأن شعاعها ضوء السراج
وقد طبخت بنار اللہ حتی	لقد صارت من النُّطَف النضاج
أُقادالی السجون بغیر جرم	کأنی بعض عمّال الخراج

فامرلہ بالف درهم فلما خرج قال لہ الربیع: اراد بنار اللہ الشمس؛ فردّہ وقال: ما عنیت بنار اللہ؟ قال. الموقدۃ التی تطّلع علی فواد من اعلمت؛ فضحك منہ وخلاہ؛

(۱۴۵۳) **معین الملك** ابومنصور **عباد** بن الحسین بن غانم المعروف بابن ابی الجیشان وزیر الخاتون،

کان وزیر بنت جلال الدولۃ ملکشاہ بن الب ارسلان السلجوقی، وقدم معین الملك صحبۃ الخاتون لما زفّت علی المقتدی بامر اللہ سنۃ ثمانین واربعمائۃ و

---

[1] بادشین قریۃ کبیرۃ کالبلدۃ تحت واسط علی عقبۃ دحنۃ (معجم البلدان ۱. ۴۶۱)

واحترمه الخليفة غاية الاحترام؛

(۱۴۵۴) **معين الدين** ابوذر **عبد الله** بن الجنيد بن روزبه الفارسي الكتكي الصوفي العارف،

كان من اعيان مشائخ فارس العارفين الابدال اصحاب القال والحال والرياضات والمجاهدات، رأيت سماعه على صحيح مسلم وقد سمعه على شيخ الشيوخ ضياء الدين ابي احمد عبد الوهاب[1] بن على بن على، وصيته قد سار في الاقطار، ونسبة خرقته قد ذكر انه لبس الخرقة من الخطيب الامام تاج الدين ابي القاسم عبد الكريم بن محمد بن عبد الكريم وهو لبس من عمه الخطيب ابي حامد عبد الكريم وهو لبس من عمه ابي بكر محمد بن محمود بن عبد الكريم وهو صحب الشيخ المرشد ابا اسحق ابراهيم بن شهريار الكازروني ويذكر حفيده مغيث الدين[2] بن روح الدين بن معين الدين وسمع معنا؛

(۱۴۵۵) **معين الدين** ابو احمد **عبد الله** بن علوان بن رضوان بن معالي الباعشيقي الصوفي،

كان ظريفا حسن المعاشرة طيب المحاضرة، قال: رئي اعرابي يأكل فاكهة في نهار رمضان فقيل له في ذلك فقال: سمعت الله يقول: "كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ"[3] فخشيت ان اموت قبل الليل فاكون عاصيا؛ وسئل هذا الصوفي عن منزله فقال: مالي منزل انما اشتمل بالليل اذا عسعس واظهر بالصبح اذا تنفس؛

(۱۴۵۶) **معين الدين** ابو محمد **عبد الله** بن منصور بن المظفر

---

[1] م ۶۰۷ھ؛ الشذرات ص ۲۵،

[2] عبد المجيب بن عبد الرقيب الآتي ذكره،

[3] سورة انعام (۶) الآية ۱۴۱،

بن القاسم ابن الشهرزوري الموصلي القاضي؛

سمع صحيح الامام ابی عبد الله محمد بن اسماعيل البخاري على الشيخ مجد الدين ابی الفرج يحيیٰ بن سعد الثقفی الاصبهانی فی جماعة فی جمادی الآخرة سنة اثنتين وثمانين وخمسمائة؛

(١٤٥٧) معين الدين ابو الفضل عبد الجبار بن علی بن سعيد التبريزی الفقيه؛

كان فقيهاً اديباً، قرأت بخطه فی بعض المجاميع قال: وقف اعرابی على ابی المكنون النحوی يسأله، فقال له: مكانك حتی افرغ من دعائی؛ ثم قال: اللّهم اسقنا غيثاً مغيثاً مجلجلاً مسحنفراً هزجاً سفوحاً مثعنجراً ودقاً؛ فولی الاعرابی يعدو، فقال له: ابو المكنون: الی اين؛ فقال: اٰوِیٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعۡصِمُنِیۡ مِنَ الۡمَآءِ؛[3]

(١٤٥٨) معين الدين ابو احمد عبد الرحمن بن احمد بن علی بن ابی نصر- يعرف بابن الفُطَيْس- الموصلی البزاز؛

كان شاباً كيساً له حانوت بمراغة فی سوق البزازين يجتمع اليه الاصحاب وعنده معاشرة ومحاضرة وكان له معرفة واجتماع بمولينا نصير الدين ابی جعفر الطوسی، انشدنا:-

خذوا قودی من اسير الكلل   فلا تعجبوا من اسيرٍ قتل

ونادوا علیّ اذا متُّ   طعينُ القدود جريحُ المُقَل

وبی قمر ما بدا فی الدجیٰ   وشاهده البدر الّا افل

---

[1] تقدم ذكره ترجمة ص ٢٤٣؛

[2] الفاظ تقرب معانيها؛ انظر التفصيل عنها فی المخصص (٩: ١١٥)

[3] سورة هود (١١) الآية (٤٣)؛

یُضِلُّ بطرتہ من یشا ویھدی بغرتہٖ من اضلّ

(۱۴۵۹) **معین الدّین** ابوالفرج **عبد الرّحمٰن** بن اسمٰعیل بن محمّد ابن الزّبیدیّ البغدادیّ شیخ رباط الشونیزیہ،

ذکرہٗ الحافظ محب الدّین محمّد بن النجار فی تاریخہٖ وقال: ھو من اھل الحریم الظّاھریّ سمع من ابی الفتح محمّد بن عبد الباقی ابن البطّیّ وقرأ الفقہ وصار معیداً بمدرسۃ الاصحاب، وکانت لہٗ ید حسنۃ فی الفرائض وعلم الحساب ثُمّ رتّب شیخًا برباط الشونیزیۃ وکان متدیّناً حسن الاخلاق جمیل الطریقۃ کتبت عنہٗ وکان صدوقًا، قال: وسألت معین الدین عن مولدہٖ؛ فقال: فی سنۃ ثلاث وخمسین وخمس مائۃٍ؛ وتوفّی یوم الجمعۃ سلخ شھر رمضان سنۃ عشرین وستمائۃٍ ودفن بالقرب من رباط الزوزنیّ؛۔

(۱۴۶۰) **معین الدّین** ابوالفتوح **عبد الرحمٰن** بن انر صاحب راوند ان الامیر،

ذکرہٗ ابن الشعّار وقال: خرج نور الدّین محمود بن زنکی فی جماعۃٍ من عسکرہٖ یضرب الصوالجۃ فی میدان حلب ومعھم معین الدّین، وکانَ ملیح الوجہ ومعھم مسعود الاسود اخو عبد الدّینؒ ابن الدایۃ وکان قبیح الوجہ فضرب الکرۃ فوقعت فی فم معین الدّین فجرحتہٗ، فقال فی ذالک الادیب ابوالعبّاد الحسن بن الحسین بن ابی الندی المعرّتی من ابیات:۔

شھد المیدان فی اترابہٖ فرأینا فی فلاۃٍ ربربا

منھا:۔

اذا تاح اللہ علیھا ماردًا طائش الکفّ اذا ما ضربا

لہ ابوبکر بن عبد اللہ المتقدم ذکرہٗ (ص ۱۲۱)

منها :-

ضربت بمناء منه شفة　لم يزل نشنار فيه الضربا

بالها الجوبة نادرة　رجم العفريت فيها الكوكبا

(۱۲۶۱) معین الدین ابوعلی عبد الرحمن بن علان بن سالم البعقوبی المقری،

اسند عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الیاس انهت الامانی یا صاحب العافیة؛ قال قبیصة بن ذویب كنا نسمع نداء عبدالملك بن مروان من وراء الحجر: یا اهل النعم لا تشتغلوا شیئاً من النعم مع العافیة؛

(۱۲۶۲) معین الدین ابوالفرج عبد الرحمن بن محمد بن علی بن محمد بن یعیش،

اخبرنا الشیخ شمس الدین محمد بن محمد بن المرلخ قراءة علیه وانا اسمع فی یوم الخمیس سابع عشر شهر ربیع الآخر سنة ست و ثمانین وستمائة قال: اخبرنا الشیخ معین الدین ابوالفرج یوم الخمیس ثانی عشری الذا ، صفر سنة ست عشرة وست مائة قال: اخبرنا الشریف الخطیب ابوالمظفر محمد بن احمد بن علی بن الحسین الهاشمی قال اخبرنا الشریف ابونصر محمد بن محمد الزینبی عن ابی بکر محمد بن عمر بن علی بن خلف یعرف بابن زنبور قال: حدثنا ابوبکر عبدالله بن ابی داوود السجستانی؛ سمعت علیه كتاب البعث بهذا الاسناد؛

(۱۲۶۳) معین الدین ابوعلی عبد الرحمن بن ابی نصر الموصلی الصوفی،

له م ۱۱۹ ؛ اسندرات رقم: ۱۹۹ ،

مئی ۱۹۴۶ء

اورینٹل کالج میگزین

حصہ اوّل

ایڈیٹر

محمد اقبال

(پروفیسر پنجاب یونی ورسٹی)

اورینٹل کالج میگزین

عرض واجب

اغراض و مقاصد | اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے کہ احیا و ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تا حدِ امکان تقویت دی جائے۔ اور خصوصیت کیساتھ ان طلباء میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ؀

کِس قسم کے مضامین کا شایع کرنا مقصود ہے | کوشش کی جائیگی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شائع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں۔ غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابلِ قبول ہوگا۔ اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شائع کئے جائینگے ؀

رسالے کے دو حصے | یہ رسالہ دو حصوں میں شائع ہوتا ہے حصۂ اوّل عربی، فارسی، پنجابی بحروف فارسی، حصۂ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی بحروف گورمکھی، ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے۔

وقتِ اشاعت | یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شائع ہوگا

قیمتِ اشتراک | چندہ حصۂ اردو کے لئے عہ اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا کسی سہ ماہی رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شائع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہئے۔ ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری و مئی و ستمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہئے ؀

خط و کتابت و ترسیل زر | خرید رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیلِ زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہئیں ؀

محلِ فروخت | یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جا سکتا ہے ؀

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شائع ہوتا ہے ؀

جلد ۲۲ - عدد ۳ | بابت ماہ مئی ۱۹۴۶ء | عدد مسلسل ۸۵

فہرست مضامین

نوٹ :- ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے ۔

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر چھپا۔ اور بابو محمد صدیق لمعان
نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا ۔

الخلیل بن احمد العروضی

(گذشتہ سے پیوستہ)

کتاب النغم وکتاب الایقاع

اوپر ذکر آچکا ہے کہ یہ اب ناپید ہیں۔ مگر ان کے متعلق ذیل کی اطلاعات دلچسپی سے خالی نہیں ہیں۔ کتاب الفہرست اور معجم الادبا میں ان کا ذکر دو کتابوں کی حیثیت میں کیا گیا ہے۔ گو حقیقت میں نغم اور ایقاع ایک ہی مضمون کے دو پہلو ہیں، چنانچہ کشف الظنون (طبع استنبول) ۱: ۵۶۹ پر بذیل علم الموسیقی لکھا ہے: فظهر لنا انہ یشتمل علی بحثین البحث الاول عن احوال النغم والبحث الثانی عن الازمنۃ فالاول یسمی علم التالیف والثانی علم الایقاع۔ اور ابوبکر محمد بن حسن الزبیدی اللغوی مؤلف مختصر العین کے ایک اقتباس میں جو المزہر جلد اول میں منقول ہے صفحہ ۵۰ پر خلیل کو مصنف "کتاب الموسیقی"[1] ہی کہا ہے۔ اور اس کتاب کی نسبت لکھا ہے: "(خلیل) نے اس میں نغموں کے اقسام کو جمع کیا ہے۔ اور لحون کے انواع کا اس کے ذریعے سے احاطہ کیا ہے۔ اور ان سب کی تحدید[2] و تلخیص کی ہے۔ اور جہاں تک اس کی قسمیں پہنچتی ہیں اور جہاں تک اس کے اعداد کی انتہا ہوتی ہے ان سب کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح سے یہ کتاب عبرت گیروں کے لئے سرمایۂ عبرت اور حقیقت شناسوں کے لئے ایک نشان بن گئی ہے"۔ جب اسحٰق بن ابراہیم نے

---

[1] العقد الفرید ۳: ۱۹۷، سطر ۲۸ میں بھی موسیقی کو الموسیقی لکھا ہے۔

[2] تحدید کسی چیز کی حد پیدا کرنے کو کہتے ہیں۔ یعنی خلیل نے نغموں اور لحنوں کے اقسام میں سے ہر ایک کی خصوصیتیں بتا کر ان کو ایک دوسرے سے متمیز کیا ہے۔

نغموں اور لحنوں کے متعلق اپنی کتاب تصنیف کی اور اسکو ابراہیم بن المہدی کے سامنے پیش کیا تو ابراہیم نے اس کو داد دی۔ اور کہا۔ اے ابو محمد! بہت چیزیں ہیں جن میں تم کو کمال حاصل ہے اسحق نے کہا۔ حقیقت میں داد کے لائق خلیل ہے۔ کہ اس نے اس کام کو بخوبی سرانجام دینے کی راہ کھولی *

کتاب النقط والشکل

خلیل کی اس کتاب کا ذکر کتاب الفہرست ص۴۲ پر تو اسی نام سے ہؤا ہے۔ مگر ص۳۵ پر اس کا نام کتاب الخلیل فی النقط ص۳۵ ہے اور چونکہ اسکو ابن ندیم نے بذیل "الکتب المؤلفۃ فی النقط والشکل للقرآن" درج کیا ہے۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ اس کتاب کا موضوع قرآن مجید میں نقطوں اور حرکات کے لکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ اور چونکہ ابن ندیم کی فہرست میں یہ اس فن کی پہلی کتاب ہے۔ اس سے بعض فضلاء یوروپ نے (دیکھیں تاریخ ادب عربی از براکلمن ۱: ۱۵۹) یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ کہ غالباً خلیل ہی وہ شخص ہے جس نے سریانی نمونے کو سامنے رکھ کر نقطوں اور علامات شکل (فتحہ، کسرہ، ضمہ، شدہ، جزمہ کو) وضع کیا، یہ کتاب بھی اب ناپید ہے۔

اب ہم خلیل کی نثر و نظم کے چند نمونے درج کرتے ہیں جو متفرق مواضع میں نظر سے گزرے ہیں:

کلمات منثورۂ خلیل

خلیل کے حکمت آمیز کارآمد فی کلمات بعض کتابوں میں مذکور ہیں۔ اس کے کلمات جو نحو اور عروض اور لغت سے تعلق رکھتے ہیں بکثرت ملتے ہیں مگر ادبی کلمات نسبتاً کم ہیں، ذیل میں کچھ ادبی کلمات درج کئے جاتے ہیں۔ خلیل کے کلمہ کے پہلے لفظ کے اعتبار سے ان کو ترتیب دیا گیا ہے:۔

لہ اصل کی عبارت یہ ہے: فقال لہ ابراھیم بن المھدی) لہ رأی الاسحٰق): لقد احسنت یا ابا محمد وکثیراً ما تحسن، فقال اسحٰق بل احسن الخلیل لانہ جعل السبیل الی الاحسان *

(۱) قال ابن احمد یعنی الخلیل: اِجْعَلْ ما فی کُتُبِکَ رأس مالٍ ومافی صدرک للنفقۃِ (الکتاب الکامل ص ۱۷۱)۔

(۲) قال الخلیل: اذا رأیتُ من ھو اعلیٰ منّی فذاک یوم استفادتی واذا رأیتُ من ھو دونی فی العلم فذاک یوم افادتی، فاذا رأیتُ من ھو مثلی فی العلم فذاک یوم مصیبتی (الخوانساری ص ۲۷۴)۔

(۳) قال[1]: اذا نسخ الکتاب ثلاث نسخ ولم یعارض تحوّل بالفارسیۃ۔ (الخوانساری ص ۲۷۴)

(۴) وکان یقول: اَکمل ما یکون الانسان عقلاً وذھناً اذا بلغ اربعین سنۃ وھی السن التی بعث اللہ فیھا محمّداً ثم یتغیّر وینقص اذا بلغ ثلاثاً وستّین وھی السن التی قبض فیھا رسول اللہ واصفی ما یکون ذھن الانسان فی وقت السحر (وفیات ۱: ۱۲۳ والخوانساری ص ۲۷۴)۔

(۵) و[2]یحکی عنہ انہ قال[3]: اِن لم تکن ھذہ الطائفۃ یعنی اھل العلم اولیآء اللہ تعالیٰ فلیس للہ ولیٌّ (نزھۃ الالبّاء ص ۵۸)

(۶) وفی العقد: قال الخلیل بن احمد. انّک لا تعرف خطأ معلمک حتّی تجلس عند غیرہ" وکان الخلیل قد غلب علیہ الاباضیۃ حتی جلس ایوب[4] (العقد ۱: ۱۴۳)

---

[1] العقد ۱: ۱۹۶ س ۳۱ پر ہے وذکر اٰخر رجلا بالتّصحیف فقال کان اذا نسخ الکتاب مرتین عاد سُریانیا۔ [2] معجم الادباء (۴: ۱۸۲)؛ فکان یقول (بجای عبارتِ متن)۔

[3] معجم الادباء (ترجمۂ خلیل) میں یعنی اھل العلم نہیں ہے، خلاصۃ تذھیب تھذیب الکمال للخزرجی (طبع میریہ ۱۳۰۱ھ) ص ۱۰۹ پر "ان لم تکن طائفۃ اھل العلم" ہے (بجای ان لم تکن ...... یعنی اھل العلم، خوانساری ص ۲۷۴ میں عبارت یوں ہے: لولم یکن الولیّ من اللہ فی اھل العلم فلیس للہ ولیّ فی الارض۔ [4] یعنی ایوب السختیانی۔

(۷) قال الیزیدی[1]: رأیت[2] الخلیل بن احمد فوجدته[3] قاعدا علی طنفسة فاوسع[4] لی فکرهت التضییق[5] علیه[6]. فقال: انه لا یضیق سم الخیاط علی[7] متحابین[8] ولا تسع الدنیا متباغضین، (عیون الاخبار ۳: ۱۲)

(۸) قال النضر بن شمیل. ولقد سمعته یوما یقول: انی لاغلق علی بابی فما یجاوزه ھمی (وفیات ۱: ۱۷۳، والخوانساری ص ۲۷۵)

(۹) وقیل للخلیل ای بیت تقوله العرب اشعر، قال البیت الذی یکون فی اوله دلیل علی قافیته[9] (العقد ۳: ۱۱۹)

(۱۰) قال السیوطی: ومن کلامه: ثلاثة تنسینی المصائب: مر اللیالی والمرأة الحسناء ومحادثات الرجال (بغیة الوعاة ص ۲۴۴)،

(۱۱) قال الخلیل. الدنیا مختلفات تأتلف ومؤتلفات تختلف (الخوانساری ص ۲۷۵)

---

[1] العقد (۱: ۱۸۷) محمد بن یزید النحوی (بجای الیزیدی). نزهة الالباء ۵۵ پر اس قصہ کو بذیل الیزیدی ابو محمد بن یحیی بن المغیرہ دیا ہے۔ اور کہا ہے۔ دخل الیزیدی یوما علی الخلیل وعنده جماعة وهو جالس علی وسادة فاوسع له فجلس معه الیزیدی علی وسادته فقال له الیزیدی احسبنی قد ضیقت علیک فقال الخلیل. ما ضاق مکان علی اثنین متحابین والدنیا لا تسع اثنین متباغضین، (الاغانی ۱۷: ۷۶) پر ہے۔ حدثنی عمی قال حدثنی عبید اللہ بن محمد الیزیدی قال حدثنی اخی ابو جعفر قال سمعت جدی ابا محمد یقول صرت یوما الی الخلیل بن احمد والمجلس غاص باهله فقال لی ههنا عندی، فقلت اضیق علیک فقال ان الدنیا بحذافیرها تضیق علی متباغضین وان شبرا فی شبر لا یضیق عن متحابین، وکان الخلیل لابی محمد صافی الود، [2] العقد: اتیت (بجای رأیت)، [3] العقد: فوجدته جالسا علی طنفسة صغیرة فوسع، — الطنفسة البساط الذی له خمل رقیق، [4] العقد: ان اضیق علیه فانقبضت فاخذ بعضدی وقربنی الی نفسه، [5] العقد. بمتحابین، [6] کتاب الشعر لابن قتیبة (طبع لیڈن) ص ۲۶ پر ہے: والمطبوع من الشعراء من سمح بالشعر واقتدر علی القوافی وارات فی صدر بیته عجزه وفی فاتحته قافیته، نیز دیکھیں محاضرات راغب ص ۴۱ ٭

(۱۲) قال الخلیل بن احمد: الرّجال اربعة: رجلٌ یدری ویدری أنّه یدری فذالك عالم۔[۱] (العقد ۱: ۱۸۱) فسلوه[۲]، ورجل یدری ولایدری أنّه یدری فذالك[۳] ناسٍ فذکّروه، ورجلٌ لا یدری ولا یدری أنه لایدری فذالك[۴] مسترشد فعلّموه، ورجلٌ لایدری ولا یدری أنّه لا یدری فذالك جاهل[۵] فارفضوه[۶]،

(عیون الاخبار ۲: ۱۲۶)

(۱۳) قیل للخلیل بن احمد: ایّهما افضل العلم اوالمال، قال العلم، قیل له فما بال العلماء یزدحمون علی ابواب الملوك والملوك لایزدحمون علی ابواب العلماء، قال ذالك لمعرفة العلماء بحقّ الملوك وجهل الملوك بحق العلماء (العقد ۱: ۱۹۳)

---

[۱] خوانساری نے اس کا قصّہ بھی دیا ہے: قدم رجل من فزارة علی الخلیل بن احمد وکان الفزاری غبیًّا فقال مسئلة فابطأ الخلیل فی جوابه فتضاحك الفزاری فالتفت الخلیل الی بعض جلسائه وقال الرّجال اربعة الخ القصّة، پھر کہتا ہے۔ ثم انشد الخلیل لوکنت تعلم ما اقول عذرتنی الابیات، (روضات الجنات ص ۲۷۵)، [۲] روضات: فاذروه (کذا) [۳] روضات: فذلك غافل فایقظوه، [۴] العقد (۱: ۱۸۱)۔ الجاهل (بجای مسترشد)، روضات، جاهل، [۵] العقد: الاحمق (بجای جاهل، روضات: مائق، [۶] روضات فقط۔ فاجتنبوه، — خوانساری نے اس حکایت میں ابیات کے بعد کہا ہے: وقد نظم هذه المقالة بعضهم بالفارسیة:

آنکس کہ بداند و بداند کہ بداند	گوی سبق از گنبد گردون بجهاند
وآنکس کہ نداند و بداند کہ نداند	بارخرک خویش بمنزل برساند
وآنکس کہ بداند و نداند کہ بداند	بیدار کنش زود کہ درخواب نماند
وآنکس کہ نداند و نداند کہ نداند	در جهل مرکب ابد الدهر بماند

(۲۴) قال: العلم لا یعطیك بعضه حتّٰی تعطیه کلّك ثم انت فی اعطاءه ایاك بعضه مع اعطائك ایاه کلّك علی خطر (خوانساری ص۲۷۴ نقلاعن محاضرات الراغب)۔

(۲۵) قال ابو زید: قلتُ للخلیل بن احمد: لِمَ قالوا فی تصغیر واصل اُوَیْصِل ولم یقولوا وُوَیْصِل، فقال: کرهوا ان یُشَبِّهَ کلامُهم بنبح الکلاب (عیون الاخبار ۲: ۱۶۰)

(۲۶) قال المبرد، قال الخلیل بن احمد: کن علی مُدَارَسَة ما فی قلبك احرصَ منك علی حفظ ما فی کتبك (کتاب الکامل ص۱۳)

(۲) قال صاحب العقد: هل یجوز فی وهم او یتمثل فی عقل ان یُحصَدَ زَرْعٌ بغیر بذرٍ او تُجتنی ثمرة بغیر غرس ولهذا قال الخلیل بن احمد: لا تصل الی ما تحتاج الیه الا بالوقوف علی ما تحتاج الیه* فقال له ابو شمس المتکلم. فقد احتجت اذاً الی ما لا تحتاج الیه اذ کنت لا تصل الی ما تحتاج الیه الا به، قال الخلیل: ویحك وهل یقطع السیف الحسام الا بالضرب او یجری الجواد الا بالرکض او هل تنال نهایة او تدرك غایة الا بالسعی الیها والایضاع نحوها (العقد ۱: ۲۵۱)

(۲۸) وقیل للخلیل بن احمد ما البلاغة فقال: ما قرب طرفاه و بَعُد منتهاه (العقد ۲: ۱۶۸)

(۲۹) وقیل للخلیل بن احمد: من ازهد الناس فی الدنیا، قال من لم یطلب المفقود حتی یفقد الموجود (العقد ۱: ۳۱۰)

له خوانساری ص۲۷۴ میں صرف یہ ہے: لا یصل احد الی ما یحتاج الا بعلم ما لا یحتاج الیه۔

کلمات منظومۂ خلیل

الخلیل بن احمد کی شاعری

خلیل شاعر بھی تھا مگر شاعر مُقِل، ابن انباری (اور اس کے تتبع میں السیرافی) نے لکھا ہے۔ کہ وہ دو دو تین تین یا اس تعداد کے لگ بھگ شعروں کے ایسے قطعات کہا کرتا تھا۔ جن کا مضمون ادب سے تعلق رکھتا تھا۔ بقول ابن المعتز اس کی کم گوئی کی وجہ یہ تھی۔ کہ وُہ شعر کی نسبت علم میں بہت زیادہ مشغول رہا کرتا تھا۔ خود خلیل نے اس کی وجہ یہ بتائی تھی۔ کہ وہ سان کی مانند ہے جس کا کام تیز کرنا ہے کاٹنا نہیں (وقیل للخلیل بن احمد مالک تروی الشعر ولا تقولہ؟ قال[1] لانی کالمسن اشحذ ولا اقطع: العقد ۱: ۱۸۹) ایک اَور موقعہ پر شعر نہ کہنے کی وجہ اُس نے یہ بتائی کہ جیسا شعر وہ چاہتا ہے ہو نہیں سکتا۔ اور جو ہوسکتا ہے اسکو وہ چاہتا نہیں (وقیل للخلیل مالک لا تقول الشعر قال الذی ارید لا اجدہ والذی اجدہ منہ لا اریدہ[2] العقد[۵۳] ۳: ۱۱۴) فہرست ابن ندیم (ص ۱۹۲ و ص ۱۵۹) سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابن ندیم کو جو اشعار خلیل کے معلوم تھے۔ ان کی تعداد ۸۰۰ سے کم ہی کم تھی۔ کیونکہ ان اشعار کا مجموعہ ۲۰ ورق کا تھا۔ اور ہر صفحہ میں ۲۰ سطریں تھیں، لیکن کچھ سطریں یقیناً سُرخیوں وغیرہ میں اور نثر کی عبارتوں میں صرف ہوئی ہوں گی۔ اِس لئے میرے اندازے میں اصلی تعداد اشعار کی ۸۰۰ سے کافی کم ہوگی۔ اور شاید پانچ چھ سَو سے زیادہ نہ ہو۔ متفرق کتابوں میں جو دو دو چار چار شعر خلیل کے نظر آتے ہیں یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ بنا بر روایت عموماً اقدم مآخذ پر رکھی گئی ہے۔ اور اختلافات قرأت حواشی میں درج

---

[1] محاضرات الادبا (ص ۴۵) پر اس قول کو ابن المقفع کی طرف منسوب کیا ہے،

[2] محاضرات الادبا (ص ۱۲) میں ہے کہ ابن المقفع کو کسی نے کہا۔ تم شعر کیوں نہیں کہتے تو اس نے کہا الذی ارتضیہ لا یجیئنی والذی یجیئنی لا ارتضیہ، ۱۳۲۱

کردئے گئے ہیں۔ اشعار جو اس طرح جمع کیے گئے ہیں ان میں سے بعض کی نسبت خلیل کی طرف مشکوک ہے۔ اس شک کا اظہار ساتھ ساتھ کر دیا گیا ہے۔ اشعار مندرجہ ذیل کی تعداد ۳۵ ہے[2] مزید تلاش سے ممکن ہے کچھ اَور شعر بھی مل جائیں، ان شعروں کا ادبی پایہ اس قسم کے اَور اشعار سے کم نہیں ہے۔ گو ابن قتیبہ نے خلیل کی ایک نظم کی جس میں محبوبہ کا نام ام البنین آیا ہے سخت مذمت کی ہے۔ ابن المعتز[1] اور عسکری نے اس کے بعض اشعار کا باستحسان ذکر کیا ہے۔ اور بعض کو مشہور بلکہ مشہور عالم کہا ہے۔ ابن عماد (۱: ۲۷۶) نے اسکی بابت لکھا ہے، وکان شاعرا مغلقا مطبوعا۔ اور خوانساری نے کہا ہے کہ خلیل کے اشعار رائقہ بہت سے ہیں+ اب ہم ان اشعار کو درج کرتے ہیں

(۱)

قال العسکری: ومن اجود ما قیل فی البساتین ومواضع الاشجار قول الخلیل بن احمد، اخبرنا ابو احمد عن رجل عن الریاشی قال کان فی ید الخلیل بن احمد ارض من اراضی البصرۃ لیتیم، فلما بلغ الیتیم مضی بہ الخلیل الی الارض ومعہ قارورۃ من ماء زمزم، فلمّا جاء المدّ صبّ ما فیھا فی فوھۃ نھرھا لیخلص الی جمیعھا ثم قال یا بنیّ ھذہ ارضک فقم فصلّ فیھا رکعتین واشکر للہ علی ما اعطاک منھا وادعُ بالبرکۃ لک ولمن بعدک، ثم انشأ یقول فی وصفھا:

تزفّعت عن ید الاعماق وانخفضت عن المعاطش واستغنت بسُقیاھا
فالتفّ بالزھر والریحان اُسفلھا ومال بالنخل والرمّان اُعلاھا
وصار یحسدہ فیھا اُصادقہ ولا ثمّ لام فیھا من تمنّاھا
ابا معاویۃ اشکر فضلَ واھبھا وکلما جئتھا فاعمر مصلّاھا

(دیوان المعانی للعسکری ۲: ۳۰)

(۲)

قال المبرد: ؎ قال الخلیل بن احمد وکان نظرَ فی النجوم فابعدَ ثم لم یرضَھا

[1] طبقات ابن المعتز ص ۲۱: ومتن سار لہ فی الدنیا قولہ (بجای عبارت متن)۔ [2] اس تعداد میں دو محض شعر شامل [illegible]

فقال[1]:

أَبَلِغَا عنّي المنجّم أنّي ... كافرٌ بالذي قَضَتْهُ الكواكبُ

عالِمٌ أنّ ما يكون وما كا ... نَ قضاءٌ[2] من المهيمن وَاجِبْ

(الكامل للمبرد ص ۲۳۲)

(۳)

قال ابن خلكان: ويقولون انه انشد ولم يذكر لنفسه ام لغيره[3]:

يقولون لي دار الاحبّة قد دَنَتْ ... وانتَ كئيبٌ انّ ذا لعجيبُ

فقلتُ وما تُغني الديارُ وقُربُها ... اذا لم يكن بين القلوبِ قريبُ

(وفيات الاعيان ۱: ۱۴۳)

(۴)

قال ابن الانباري: (و) رُوِّي[4] عنه[5]:

وَقَبْلَكَ دَاوَى الطبيبُ المريضَ[6] ... فعاش المريضُ ومات الطبيبُ

وكن مستعدًّا لداعي[7] الفناءِ ... فانّ الذي هو آتٍ قريبُ

(نزهة الالبّاء ص ۵۶)

---

[1] لسان: بَلِّغَا، خوانساری ص ۲۰۵ مثل متن ــــ شاعر کے ذہن میں اس حدیث کے الفاظ ہیں جس میں ہے: اصبح عبادی مؤمنًا بی وکافرًا بالکواکب وکافرًا بی ومؤمنًا بالکواکب (دیکھیں کامل مبرد ص ۷۵۴)، [2] خوانساری: نحتم (بجای تضاء)، [3] السیرافی ص ۳۹: یروی له فی الزهد، معجم الادباء (۴: ۱۸۳) من شعره ایضًا، خوانساری: ومن شعره ایضًا بنقل صاحب البغیه، [4] السیرافی وبغیه ص ۲۲۲ (و خوانساری): المریضَ الطبیبُ، معجم الادباء مثل متن، [5] نزهه: لداء الفناء، السیرافی: لداعی الفتی، معجم الادباء و بغیه (محل مذکور): لداعی الفناء، خوانساری (محل مذکور، از روی بغیه) لدار البقا،

(۵)

قال ابن قتیبة : انشدنا ابو عبد الرحمٰن صاحب الاخفش عن الاخفش للخلیل بن احمد العروضی :-

کن کیف شئتَ تقصرکَ[1] الموتُ ۔۔۔ لا مَزحَلٌ عنہ ولا فوتُ

بینا غنی بیتٍ و بھجتہ ۔۔۔ زَالَ[2] الغنیٰ و تقوَّضَ البیتُ

(عیون الاخبار لابن قتیبة ۲ : ۳۰۷)

(۶)

وقال الخلیل فی[3] ظھر البصرة مما یلی قصر اوس من البصرة[4] :-

زُرْ[5] وادیَ القصر[6] نعم القصر والوادی ۔۔۔ لا بدّ[7] من زورةٍ عن غیر میعادِ[8]

تُرْفَا[9] بہ السُّفن والظُلْمان واقفة[10] ۔۔۔ والضبُّ والنون والملّاح والحادی

(عیون الاخبار ۱ : ۲۱۷)

(۷)

قال العسکری : ومما حث بہ علی تحفظ العلوم قول بعض الاوائل : خیر العلم ما اذا غرقت بسفینتک سبح معک ، وقال الخلیل :

---

[1] حاشیۂ عیون : نقصرک ۔ قصارک وغایتک ، [2] لسان (۱۲ : ۲۱۳) ۔ ذَھَبَ (بجای زال) ، [3] العقد (۳ : ۱۵۹) : بن احمد (بجای عبارت متن) ـــ اغانی (طبع دوم ج ۱۸ ص ۱۵ اور معجم الشعراء للمرزبانی ص ۲۶۷ پر ان ابیات کو ابو عیینہ کی طرف منسوب کیا ہے ، اغانی میں ہے ۔ قال الفضل بن الربیع اشعر اھل زماننا الذی یقول فی قصر عیسی بن جعفر بالخریبة یعنی ابا عیینة : زر وادی القصر الخ ،

[4] العقد ، یا صاحب القصر[5] نعم منزل حاضر ان شئت او بادی ، اغانی وجدنا اھلہ من حاضر بادی ، المرزبانی : فی منزل حاضر ان شئت او باد ، [6] عقد : ترق الخ ، اغانی ترقی قراقیرہ والعیس الخ ، المرزبانی : ترفی بہ السفن والغلمان الخ ، ـــ الظُلْمان جمع الظلیم ،

افخر و كاثر بالقرعية ... إنما فخر المكاثر

واعلم بأن العلم ما ... اوعيت في صحف الضمائر

وقال ابو هلال رحمه الله تعالى لو قال "ما ضمنته صحف الضمائر" كان اجود،

(ديوان المعانی لابی هلال العسكری، قاهره ۱۳۵۲ھ، ۱۴۶:۱)

(۸)

قال ابن المعتز، ومما يستحسن للخليل بن احمد من شعره قوله:

وما هی الا ليلة ثم يومها ... وحول الی حول وشهر الی شهر

مطايا يقربن الجديد الی البلی ... ويدنين اشلاء الكريم الی القبر

ويتركن ازواج الغيور لغيره ... ويقسمن ما يحوی الشحيح من الوفر

(طبقات ابن المعتز ص ۳۹)

(۹)

قال الخوانساری: وله ايضًا اشعار رائقة كثيرة منها قوله:

كتبت بخطی ما تری فی دفاتری ... عن الناس فی عمری وعن كل غابر

ولولا عزائی انه غير مخلد ... علی الارض لاستودعتها فی المقابر

(روضات الجنات للخوانساری ص ۲۷۵)

(۱۰)

قال القتبی: وقال الخليل بن احمد:

۱؎ طبقات: البلاء، شذرات الذهب لابن عماد (۱: ۲۷۶) مثل متن،

۲؎ شذرات، الكرام بجای الكريم،

۳؎ خالد؛ یہ اشعار سوائے روضات کے اور کہیں نظر نہیں آئے۔

اِعمَل بقولی[1] ولا تنظر الی عملی[2] ینفعک قولی ولا یضرُّک تقصیری

(عیون الاخبار ۲ : ۱۲۵)

۱۱

قال السیوطی: هو (ای الخلیل) اول من جمع حروف المعجم فی بیت واحد وهو:

صِف خَلقَ خَودٍ کمثل الشمس اذ بزغت یحظی الضجیعُ بها نَجلاءَ مِعطارِ

(بغیة الوعاة ۲۴۴ وشذرات الذهب ۱ : ۲۷۵)

(۱۲)

قال القالی: انشدنا ابوبکر الاموی عن الحسین بن عبد الرحمن للخلیل ابن احمد:

اِن کُنتَ لستَ معی فالذِکرُ منکَ هُنا یرعاکَ قلبی وان غُیّبتَ عن بَصَری

العینُ تفقِدُ من تَهوی و تُبصِرُہ وناظرُ القلبِ لا یخلو من النَّظَرِ

(کتاب الامالی لابی علی القالی ۲ : ۱۹۹)

(۱۳)

وصنّف (ابوعمرو عیسی بن عمر والثقفی) فی النحو الاکمال والجامع وفیهما یقول تلمیذہ الخلیل:

بطَل النحو جمیعًا کلّہ غیرما احدث عیسی بن عمر

---

[1] کتاب المعارف ص ۲۶۹ و خوانساری: بعلمی (بجای بقولی)، مصراع دوم: علمی (بجای قولی)، [2] فی العقد (۲، ۱۵۱) وان قصرت فی عملی (بجای ولا تنظر الی عملی)، خوانساری نے لکھا ہے کہ الخلیل وعظ کہہ رہا تھا کہ ایک جاہل وہاں سے گزرا۔ اُس نے کہا۔ وغیر تقی یأمر الناس بالتقی۔ طبیب یداوی والطبیب مریض، خلیل نے اسکا جواب متن کے شعر سے دیا، العقد میں ہے کہ یہ شعر زیاد بن ابیہ (م ۵۳ھ) نے اپنے خطبہ میں پڑھا اس صورت میں یہ شعر خلیل کا نہیں ہوسکتا۔ خوانساری ص ۲۷۳: بخلا بقنطار (یہ تصحیف ہے)۔

ذاک الکمال[1] وھذا جامع　　فھما للناس شمسٌ وقمر

(السیرافی ص۵۳ والفہرست ص۴۲ وروضات الجنات للخوانساری ص۲۷۴)

(۱۴)

قال ابو محمد (ای ابن قتیبۃ)، وضربٌ منہ (ای من الشعر) جاد معناہ وقصرت الفاظہ کقول ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وکقول الخلیل بن احمد العروضی:

انّ الخلیط تصدّعْ　　فطِر بدائک اَو قَعْ

لولا جوارٍ حسانٌ　　حُورُ المدامع اربعْ

امّ البنین واسماءُ　　والربابُ وبوزعْ

لقلتُ للراحلِ ارحَل　　اذا بدا لک اَو دَعْ

وھذا الشعر بیّن التکلّف ردیُ الصنعۃ وکذلک اشعار العلماء لیس فیھا شیٔ جاء عن اسماح وسھولۃ کشعر الاصمعی وشعر ابن المقفّع وشعر الخلیل خلاَ خَلَف الاحمر فانّہ (کان) اجودھم طبعًا واکثرھم شعرا، ولو لم یکن فی ھذا الشعر الّا اُمّ البنین وبوزعِ لکفاہ،

(کتاب الشعر والشعراء طبع یورپ ص۱۰ تا ۱۱)

(۱۵)

قال ابن قتیبۃ، انشدنا[2] عبد الرحمٰن بن ھانی صاحب الاخفش عن

---

[1] سیرافی کے مطبوعہ نسخہ میں الکمال ہے، السیرافی نے ان شعروں کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ دو کتابیں ہم تک نہیں پہنچیں اور نہ مجھے کوئی شخص ملا جس نے کہا ہو کہ اس نے یہ کتابیں دیکھی ہیں۔ المزہر ۲: ۲۴۸ پر پہلا شعر یوں ہے ۔ بطل النحو الذی الفتمو۔ غیر ما الف عیسی بن عمر۔ الفہرست میں یہی لکھا ہے کہ طویل مدت سے یہ کتابیں گم ہیں۔ اسی موقع پر سیوطی نے کہا ہے کہ الجامع مبسوط تھی اور المکمل مختصر، اسکے بعد لکھا ہے قال محمد بن یزید قرأت اوراق من احد کتابَی عیسی بن عمر وکان کالاشارۃ الی الاصول، [2] کتاب المعارف ص۲۶۹، وانشد (ابن ہانی) لہ (ای للخلیل ایضًا) (ہجا ی عباسۃ بن ؟) لسان العرب (۱۰: ۲۲۱)؛ وانشد الخلیل یذم رجلا، عقد (۳: ۲۶۹): وقال الخلیل بن احمد،

الاخفش الخلیل[۱]:

کفّاہ لم تُخلَقا للندی ولم یکُ بُخلُهما بِدعَة
فکفٌّ عن الخیر مقبوضةٌ کما نُقِصت مائةٌ[۲] سبعَة
وکفٌّ[۳] ثلاثةُ آلافها وتسعُمئیها[۴] لها شِرعَةٌ[۵]

(عیون الاخبار ۲ : ۳۵)

(۱۶)

قال ابن خلکان: ومن السائر الذی یروی له قوله[۶]:

لوکنت تعلم ما اقول عذرتنی اوکنت تعلم ما تقول عذلتکا
لکن جهلت مقالتی فعذلتنی وعلمت انّک جاهلٌ فعذرتکا

(طبقات ابن المعتز ص۳۰، ونزهة الالباء ص۵۵، ووفیات الاعیان ۱ : ۱۴۳)

(۱۷)

قال القتبی: وقال الخلیل بن احمد[۷]:

اَبلِغ سلیمان انّی عنهُ[۸] فی سَعَةٍ وفی غِنیً غیرَ انّی لستُ ذا مالِ

---

[۱] عقد: یخلقا، معارف مثل متن، [۲] عقد: خلقهما، [۳] معارف (مصحّفا)، نقصت ما به (بجای نُقِصت مائةٌ)، کتاب الشعر (ص ۲۹۶) میں ایک روایت، حطّ عن مائة، [۴] عیون (مصحّفا)، تسعه، تصحیح از روی معارف وکتاب الشعر وعقد ولسان، [۵] کتاب الشعر ولسان واخری (بجای کفٌّ)، [۶] معارف: وتسع ملیئُها شرعه (بجای عبارت متن)، عقد: وتسع میاء لها شرعه، [۷] العقد (۱ : ۱۹۱): وجاء کیسان الی الخلیل بن احمد یسأله عن شیء ففکر فیه الخلیل لیجیب فلما استفتح الکلام قال له لا ادری ما تقول فانشاء الخلیل یقول (بجای عبارت متن)، نزهة الالباء ص ۵۶ ورُوی عنه انه کان یقطع العروض فدخل علیه ولدُه فی تلک الحالة فخرج الی الناس وقال ان ابی قد جنّ فدخل الناس علیه وهو یقطع العروض فاخبروه بما قال ابنه فقال له [illegible] نزهة کا بینا من شعره بجای العروض اول والبیت بجای العروض ثانی، حاشیہ کلام ابن خلکان بھی مثل متن، بغیة ص۲۴۴: وکان یقول الشعر فمنه، [۸] عقد: اعلم (بجای تعلم)، سیرافی: اجهل، بغیة: تجهل، [۹] ان ابیات کا قصہ پہلے آچکا ہے، [۱۰] صرف سیرافی: عنک (بجای عنه)۔

(۱۹)

قال العسکری، واجود شیٔ قیل فی الحلم من الشعر ما اخبرنا به ابو احمد اخبرنا ابن درید اخبرنا ابو عثمان عن الاخفش قال: قال رجل من الخلیل بن احمد واُسمعه فقال الخلیل:

سأُلزمُ نفسی الصفحَ عن کُلِّ مُذْنِبٍ وان کثرت منه علیّ الجرائمُ

وما النّاس الّا واحدٌ من ثلاثةٍ شریفٌ ومشروفٌ ومثلٌ مُقاومُ

فأمّا الذی فوقی فاعرفُ فضلہ وأتبع فیه الحقَّ والحقُّ لازمُ

واما الذی مثلی فان زلّ اوهفا تفضّلتُ اِنّ الفضل بالعزِّ حاکمُ

واما الذی دونی فان قال صُنتُ عن اجابته عرضی وان لام لائمُ

...م هذا الشاعر ثم نثر فاحسن ولم یدع مزیداً ،

(دیوان المعانی لابی هلال العسکری ۱: ۱۴۴)

(۲۰)

قال ابن عبد ربه: مدح قوم من الشعراء جعفر بن سلیمان بن علی ...عبد الله بن عبّاس فما طلهم بالجائزة وکان الخلیل بن احمد صدیقه ...ن وقت مدحهم ایاه غائبا فلمّا قدم الخلیل اتوه فاخبروه فاستعانوا به ...یه فکتب الیه:

لا تقبلنّ الشعر ثمّ تعقّه وتنام والشعراء غیرُ نیامِ

واعلم بأنّهم اذا لم ینصفوا حکموا لانفسهم علی الحکّامِ

وجنایة الجانی علیهم تنقضی وعقابهم باقٍ علی الایّام

...جازهم واحسن الیهم ،

(العقد الفرید ۳: ۱۲)

(۲۱)

قال القتبی: وقال الخلیل بن احمد:

وَذَمَّنَتُ کلّ صدیقٍ وَدَّنی ثمناً ۔۔۔ الّا المؤمّل دولاتی وایّامی

(عیون الاخبار ۳: ۱۵)

(۲۲)

قال ابن المعتز: وأهدى الیه سلیمان من السند هدیة نزرة فرد...
وقال:

وخصلةٍ یکثر الغیظان ان ذکرت ۔۔۔ منها التعجّب جاءت من سلیمانا

لا تعجبنّ لخیرٍ زلّ عن یده ۔۔۔ فالکوکب النحس یسقی الارض احیانا

(طبقات ابن المعتز ص ۳۲)

(۲۳)

قال الخلیل:

انّ الذی شقّ فمی ضامنٌ ۔۔۔ للرزق حتّی یتوفّانی

حرمتنی مالاً قلیلاً فما ۔۔۔ زادک فی مالک حرمانی

(وفیات الاعیان ۱: ۱۷۳)

---

[۱] وفیات (۱: ۱۷۳) میں اس قصّہ کو نظم نمبر ۲۳ کے ساتھ متصل کیا ہے یعنی سلیمان نے راتب بند کیا تو خلیل نے نظم نمبر ۲۳ لکھی جس نے عذر کیا اور راتب دگنا کر دیا تو خلیل نے یہ نظم لکھی، دوسرا شعر دیوان المعانی للعسکری ۱: ۱۸۵ پر بھی ہے، وفیات (۱: ۱۷۳) و روضات، ص ۲۷۵: نزلة (بجای خصلة [۳] روضات (ص ۲۷۵): لم یزدنا وینقص (بجای عبارت متن)، محاضرات راغب (طبع مصر) ص ۲۱۳ میں یہ شعر ایک اعرابی کی طرف منسوب ہوئے ہیں جس نے کہا ہے: واجری بعض الکبار علی اعرابی شیئاً ثم قطعه عنه فقال فیه: ان الذی شق ابی... محاضرات میں بلی الرزق ہے (بجای للرزق)، اور نفعاً (بجای مالاً) اور نفعک (بجای مالک)،
[۴] روضات: خیراً (بجای مالاً)

سے علم حاصل کیا۔ اور اُن کے پاس آتا جاتا رہا ۔

معجم الادبا ر ۷ : ۱۰۷ پر ہے۔ کہ محمد بن مناذر زاہد اور امام لُغت نے خلیل بن احمد اور ابو عبیدہ سے علم ادب اور لغت تحصیل کیا۔ معجم الادبا کی اسی جلد میں ص ۱۵۹ پر مروان بن سعید ابن مروان بن المہلبی کی نسبت کہا ہے۔ کہ وہ متقدمین اور مبرزین نحاۃ میں سے تھا۔ اور اصحاب خلیل میں شامل تھا۔ اور ص ۲۸۹ پر ہے کہ ابو محمد یحیی بن المبارک الیزیدی نے لغت اور عروض خلیل سے حاصل کیا۔ اسی طرح معجم الادبا ر ۴ : ۱۳۵ پر امام حماد بن سلمہ بن دینار ابو سلمہ البصری کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ نحو میں خلیل کا شاگرد تھا ۔

راجع بہ ص ۴۲ (س) بعض معاصرین سے خلیل کے تعلقات

اس سلسلے میں ایک دو حکایتیں اور بھی نظر آئی ہیں۔ ذیل الامالی والنوادر لابی علی القالی ص ۱۰ پر ایک قصہ دیا ہے۔ جس میں خلیل بن احمد اور اس کا دوست ابو المعلی مولای بنی یشکر ایک عورت کیساتھ باتیں کرتے ہیں جو فصحاء عرب میں سے تھی۔ یہ قصہ فحش ہونے کی وجہ سے یہاں درج نہیں کیا جاتا ۔

صاحب روضات الجنات ۱ : ۲۷۵ پر ایک شخص کا قصہ کسی معتبر شخص سے نقل کیا ہے۔ یہ شخص اپنے لڑکے کو لیکر خلیل کے پاس آیا۔ اور اس سے کہا : اے شیخ! میں دُور سے آپ کے پاس آیا ہُوں۔ میرے لڑکے کو کچھ علم نجوم اور نحو اور طب اور فرائض فقہ پڑھا دیجئے۔ مگر گدھا دروازے پر تیار کھڑا ہے۔ خلیل نے اس لڑکے سے کہا : جان لو کہ ثریا آسمان کے درمیان میں ہے۔ فاعل مرفوع ہوتا ہے۔ ہلیلہ کابلی دافع صفراء ہے۔ اور اگر کوئی آدمی دو بیٹے چھوڑ مرے تو مال متروکہ ان کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا۔ پھر کہا۔ اُٹھ اے میرے بیٹے! صاحب روضات ہی نے کہا ہے۔ کہ مجمع البیان میں خلیل کی نیک باتوں کے متعلق نضر بن شمیل کی ایک روایت دی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ کسی نے خلیل سے قولہ تبارک وتعالی رَبِّ ارْجِعُونِ

---

[1] قرآن مجید ۲۳ (سورۃ المومنین) : ۱۰۱

کے معنی پُوچھے، وہ سوچ سوچ کر کہنے لگا۔ تم مجھ سے ایسی بات پوچھتے ہو۔ جس سے میں بھی واقف نہیں ہوں۔ اسکے معنی مَیں نہیں جانتا۔ لوگوں کو خلیل کی یہ بات پسند آئی۔

راجع بہ صفحہ ۴۴ (ط) مصنّفاتِ خلیل

کتاب العین

سیوطی نے المزهر (۱: ۷۰ بعد) پہ کتاب العین کے متعلق بہت سے اقوال نقل کئے ہیں۔ ان میں سے بعض اقوال اوپر آچکے ہیں۔ بعض اَور باختصار یہاں درج کئے جاتے ہیں:-

امام فخرالدین نے المحصول میں لکھا ہے۔ کہ لغت کی کتابوں کی اصل کتاب العین ہے۔ اور جمہور اہل لغہ اس کی قدح پر متفق ہیں۔

بعض نے کہا کہ کتاب العین خلیل کی نہیں، لیث بن نصر بن سیار خراسانی کی تصنیف ہے[1]

الازہری نے کہا ہے کہ لیث مرد صالح تھا۔ اس نے کتاب العین بنا کر خلیل کی طرف منسوب کردی۔ اس خیال سے کہ کتاب خلیل کے نام کی بدولت رواج پاجائے۔ اور لوگوں کو اس کی طرف رغبت پیدا ہو۔

بعض نے کہا ہے: خلیل نے کتاب العین کو شروع سے حرف العین تک مرتب کیا۔ اور لیث نے کتاب مکمل کی۔ اسی لئے کتاب کے پہلے حصّے اور پچھلے حصّہ میں کوئی مشابہت نہیں۔

ابو الطیب عبدالواحد بن علی اللغوی نے کتاب مراتب النحویین میں لکھا ہے۔ کہ خلیل نے بعض ایسی نئی نئی باتیں نکالیں جو اس سے پہلے کسی کے خیال میں نہ آئی تھیں۔ منجملہ ان باتوں کے یہ ہے کہ اُس نے کلام عرب کو حروف کی بنا پر کتاب العین میں جمع کیا۔ اس لئے کہ اسی نے اس کتاب کے ابواب مرتب کئے۔ گو وُہ ان ابواب کے پُر کرنے سے پہلے فوت ہوگیا۔ ہم کو محمد بن یحییٰ نے بتایا۔ کہ اس نے احمد بن یحییٰ ثعلب کو کہتے سنا۔ کہ کتاب العین میں غلطیاں یوں ہوئیں کہ خلیل نے اس کتاب کا خاکہ تو بنایا۔ مگر اُس کو پُر نہ کرسکا۔

---

[1] قول سیرانی و ابن المعتز۔

اگر اس کو ٹیپ کرنے والا وہ ہوتا تو کتاب میں نقص نہ رہتا۔ اس لئے کہ خلیل بے مثل انسان تھا۔ یوں خاکے کو ٹیپ کرنے والے بھی عالم لوگ تھے۔ مگر کتاب ان لوگوں سے اوروں تک روایت کے ذریعہ نہ پہنچی۔ بلکہ کاتبوں کی نقل ہی سے ملی۔ اس لئے اس میں خلل واقع ہوا ہ

محمد بن عبد الواحد الزاہد نے کہا ہے کہ ایک نوجوان نے جو خراسان سے آیا تھا۔ اور اس (محمد بن عبد الواحد) سے کتاب العین پڑھتا تھا۔ اس کو بتایا کہ اس نوجوان نے اپنے باپ سے اور اس نے اسحٰق بن راہویہ سے سُنا کہ لیث صاحب خلیل بن احمد نیک آدمی تھا۔ خلیل نے کتاب العین میں سے صرف باب العین مرتب کیا۔ لیث نے خلیل کی گرم بازاری کے خیال سے کتاب کو مکمل کیا۔ اور اپنا نام خلیل رکھا (ایک دوسرے موقعہ پر اُس نے کہا: اس نے خلیل کی محبت کی وجہ سے اپنی زبان کا نام خلیل رکھا)، پس جہاں جہاں کتاب میں اُس نے کہا ہے، قال الخلیل بن احمد، وہاں تو اس سے مراد خلیل بن احمد ہی ہے اور جہاں اس نے صرف "وقال الخلیل" کہا ہے۔ وہاں وہ اپنی ذات سے حکایت کر رہا ہے۔ اور کتاب میں جو خلل ہے وہ اس سے ہے (یعنی لیث سے) نہ کہ خلیل سے، انتہی ہ

النووی نے تحریر التنبیہ میں کہا ہے: کتاب العین جو خلیل کی طرف منسوب ہے وہ لیث ہی نے خلیل سے جمع کی ہ

طعن بر کتاب العین

امام فخر الدین کا قول اوپر گذر چکا ہے ابن جنی نے الخصائص میں لکھا ہے: اب رہی کتاب العین سو اس میں تخلیط اور خلل و فساد اس قدر ہے کہ خلیل تو کیا اس کے ادنیٰ شاگرد پر بھی اس کی ذمہ داری عائد کرنا جائز نہ ہوگا،

لا محالہ یہ تخلیط غیر خلیل سے کتاب میں آئی۔ اگر خلیل نے اس کتاب میں کچھ کام کیا ہے۔ تو وہ شاید اس صورت میں ہوا ہو کہ اُس نے اس کتاب کے مرتب کرنے کی طرف اشارہ کیا ہو۔ اور خود اس کا متکفل نہ ہوا ہو۔ نہ اس کا خاکہ بنایا ہو اور نہ اسکو لکھا ہو۔ دلیل اس بات کی کہ

اُس نے اس طرح کیا یہ ہے۔ کہ مجھے اس کتاب میں گہرے مطالب اور فکر کی لطیف جست و خیز اور بعض صورتوں میں مستحکم صیغے نظر آئے ہیں ؛

ابوبکر محمد بن حسن الزبیدی اللغوی مؤلفِ مختصر العین (م ۳۷۹) نے اپنی کتاب استدراک الغلط الواقع فی کتاب العین میں لکھا ہے۔ کہ کتاب العین کا خلیل کی تصنیف ہونا ثابت نہیں اس بارے میں گمان غالب یہ ہے کہ خلیل نے اس کی بنیاد رکھی اور کلام عرب کو ضبط[1] کیا۔ مگر وہ اس کے مکمل ہونے سے پہلے مرگیا۔ اور تکمیل کا کام ایسے لوگوں نے کیا۔ جو اس باب میں اس کی جگہ نہ لے سکتے تھے۔ یہی سبب تھا۔ کہ اس میں خلل پیدا ہوا اور غلطیاں رہ گئیں۔ الزبیدی کہتا ہے۔ کہ یہ رائے اس نے[illegible] قائم کی تھی[2]۔ اس کے بعد ابوالعباس ثعلب کی رائے اس کی نظر سے گزری تو وہ بھی اس کے مطابق تھی۔ (ثعلب کی رائے اوپر[3] سطر آخر پر آچکی ہے۔ ثعلب کی اس رائے کے دلائل کہ لوگوں کے الحاقات کتاب میں [illegible] یہ ہیں :-

(۱) کتاب کے نسخوں کا اختلاف اور اس کی روایتوں کا اضطراب علاوہ اس کے کہ متاخرین کے بیانات اس میں درج ہیں۔ اور محدثین کے نحو[4] اور بیچ اشعار بطور شواہد اس میں لائے گئے ہیں۔ چنانچہ ہم نے قاضی منذر[5] بن سعید (م ۳۵۵) کے نسخہ کا مطالعہ کیا۔ جس کی کتابت قیروان میں ہوئی تھی۔ اور جس کا مقابلہ اس سے پہلے ابن ولاد [illegible] کے ساتھ مصر میں کیا تھا۔ پھر ابن ثابت کے نسخہ کے ساتھ جو مکہ شریف میں نقل ہوا تھا۔ اس نسخہ کے [illegible]

---

[1] اصل: تثقف کلام العرب۔ [2] الزدول۔ [3] کتاب العین کے راویوں کا سلسلہ الزہر ۔۔ ۵ میں یوں دیا ہے۔ ابوعلی غسان عن الحافظ ابی عمر بن عبدالبر عن عبدالوارث بن سفیان عن القاضی منذر بن سعید عن ابی العباس احمد بن محمد بن ولاد النحوی عن ابیہ عن ابی الحسن علی بن مہدی عن ابی معاذ عبدالجبار بن یزید عن اللیث بن المظفر بن نصر بن سیار عن الخلیل،
منذر بن سعید کیلئے ملاحظہ ہو معجم الادباء ۷۔ ۱۷۸۔

ابواب میں آتا تھا" ہم کو المسعری نے ابوعبید کی زبانی بتایا" اور بعض ابواب میں آتا تھا: "ابن اعرابی نے کہا" "الاصمعی نے کہا" اب بتائیے کہ یہ جائز ہے کہ خلیل اصمعی اور ابن الاعرابی یا ابوعبید سے راوی ہو؟ المسعری کا تو ذکر ہی کیا ہے، خلیل ابوعبید سے کیونکر روایت کر سکتا تھا۔ جب کہ اس کا سنہ وفات ۱۷۰ (اور بعض روایات میں ۱۷۵) تھا۔ اور ابوعبید اسوقت ۱۴ برس (یا ایک اَوْر روایت کے مطابق ۲۱ برس) کا تھا۔ اس لئے کہ ابوعبید ۱۵۴ھ میں پیدا ہُوا۔ اور ۲۲۴ھ میں فوت ہُوا۔ اور المسعری سے ابوعبید کے معلومات کا سماع ابوعبید کی موت کے بعد ہی جائز ہو سکتا تھا۔ تو مُردوں کو بحالِ موت کس طرح علم سُنایا جا سکتا تھا! اور کس طرح وہ علم کی نقل ایسوں سے کر سکتے تھے جو اُن کے زمانے کے بعد پیدا ہوئے؟ ابوعلی القالی نے الزبیدی کو بتایا۔ کہ جب کتاب العین خراسان سے آئی۔ تو ابوحاتم (تلمیذ اصمعی) اور اصحاب ابی حاتم نے کتاب کو بہت زور سے رد کیا۔ اور ابوحاتم اگر اسکو خلل سے بری اور لغزش سے خالی پاتا تو اسکو رد نہ کرتا۔ اصحاب خلیل نے مدتوں تک نہ اس کتاب کو پہچانا نہ اسکا ذکر سُنا۔ اس میں ایسے لوگ شامل تھے جیسے النضر بن شمیل، مُؤرج، نصر بن علی، ابوالحسن اخفش اور دُوسرے اسی پائے کے لوگ۔ اگر خلیل یہ کتاب لکھتا تو مذکورین اُس سے کتاب کی روایت کرتے (کیونکہ) یہ لوگ ایک مجہول الحال، علم میں غیر مشہور شخص سے اس روایت کیلئے زیادہ اہل تھے جس نے انفرادی طور پر کتاب کی روایت کی اور اکیلا کتاب کا ناقل بنا، پھر اصحاب خلیل فوت ہو گئے۔ النضر ۲۰۴ھ میں، اخفش ۲۱۵ھ میں، مُؤرج ۱۹۵ھ[1] میں، اور ایک طویل مُدت گزر چکی تب کہیں جا کر ابوحاتم کے آخری زمانے میں جبکہ رئیس علم وہ تھا یہ کتاب ظاہر ہوئی یعنی کوئی ۲۵۰ھ

له صفحہ ۴۰ پر ذکر آیا تھا کہ ابن القفطی صفحہ ۱۷۱ اور ابن ابی اصیبعہ (۱: ۱۸۹) نے لکھا ہے کہ حنین بن اسحٰق نے جو خلیل کا شاگرد تھا کتاب العین بغداد میں داخل کی، ابن القفطی (ص ۱۷۱) نے حنین کا سنہ وفات ۲۶۰ دیا ہے۔ اور ابن ابی اصیبعہ نے ۲۶۴، اس صورت میں حنین کا شاگردِ خلیل ہونا جو ۱۷۰ھ یا ۱۷۵ھ میں فوت ہُوا بعید از قیاس ہے سوائے اس صُورت کے کہ حنین نے تقریباً سو برس عمر پائی ہو مگر یہ بات کہیں نظر نہیں آئی۔ یاقوت نے معجم البلدان (۳: ۷۹ س ۲۱) میں لکھا ہے کہ قاسم بن ثابت بن حزم العوفی السرقسطی (م ۳۰۲) نے کتاب العین کو اندلس میں داخل کیا، یہ ۲۸۸ھ کے بعد کی بات ہوگی جبکہ قاسم اور اسکے باپ ثابت نے مشرق کا سفر کیا۔

کے لگ بھگ۔ اس لئے کہ ابو حاتم ۲۵۵ھ میں فوت ہُوا۔ اس وقت علماء میں سے کسی نے اس کتاب کی طرف توجہ نہ کی۔ اور نہ اس کے ایک حرف کی روایت کو اُنھوں نے جائز سمجھا۔ اگر کتاب خلیل کی ثابت ہوتی۔ تو اصمعی، یزیدی، ابن اعرابی وغیرہم خلیل کی روایت اور اس کے علم کی نقل سے اپنی کتابوں کو سجاتے۔ اور اپنے علم کو زینت بخشتے۔ اور یہی حال ان لوگوں کا ہے جو اُنکے بعد کے دَور کے ہیں مثلاً ابو حاتم ابو عبید، یعقوب، اور اَور مصنفین۔ ہم کو تو ان میں سے ایک بھی معلوم نہیں جس نے اپنی کتاب میں لُغت کے متعلق خلیل سے ایک حرف بھی نقل کیا ہو۔

(۲) نحوی باتیں جو کتاب العین میں درج ہوئی ہیں وہ مذہب بصریین کے خلاف اور مذہب کوفیین کے مطابق درج ہوئی ہیں۔ الزبیدی نے اس کی متعدد مثالیں دی ہیں۔ مثلاً خارج حروف کی تقدیم و تاخیر کا ذکر[۲]، جو سیبویہ کی ترتیب کے خلاف ہے۔ حالانکہ سیبویہ حامل علم خلیل ہے۔ اسی طرح ساری کتاب میں رباعی مضاعف کو ثلاثی مضاعف میں داخل کیا گیا ہے۔ جو خصوصیت کے ساتھ کوفیوں کا مذہب ہے۔

علامہ سیوطی کی رائے

الزبیدی کی تنقید درج کرنے کے بعد سیوطی نے لکھا ہے: مَیں نے کتاب (العین) کا شروع

---

[۱] اصمعی کی ایک تنقید معجم البلدان ۲: ۴۹۰ س ۴ پر دی ہے۔ اصمعی نے خلیل سے خورنق کے معنی پوچھے اور جواب کی نسبت کہا لم یصنع شیئاً مگر ظاہر ہے یہ تنقید کتاب العین سے متعلق نہیں۔ کتاب الکامل للمبرد (طبع یورپ) میں لیڈن کے ایک نسخے سے جو غالباً پانچویں صدی کے ابتدا میں لکھا گیا۔ اکیس لغوی حاشیے منقول ہیں جو غالباً کتاب العین سے لئے گئے ہیں۔ مگر ان حواشی کا سنہ کتابت معلوم نہیں، کتاب معجم البلدان میں تیس مقامات پر صاحب العین کے اقوال نقل ہوئے ہیں جو لغت سے تعلق رکھتے ہیں۔ غرض یہ سب بعد کی صدیوں کے اقتباسات ہیں*۔ [۲] صاحب العین (طبع عراق ص ۱) نے کتاب کو حرف عین سے شروع کرنے کی وجہ یہ بتائی ہے۔ کہ عین مخرج کے اعتبار سے اقصی الحروف ہے۔ مگر سیبویہ نے ہمزہ کو اقصی الحروف بتایا ہے۔ اگر وہ عین سے شروع کرنے کی وجہ یہ بتاتا کہ عین کلام میں سب حرفوں سے زیادہ آنے والا اور دیگر حروف سے زیادہ مختلط ہونے والا حرف ہے تو زیادہ مناسب ہوتا (المفضل بن سلمہ منقول در المزھر ۱: ۵۵) خلیل نے ہمزہ کی بجائے عین سے شروع کرنے کی جو وجہ بتائی ہے المزھر ۱: ۵۶ پر ملاحظہ ہو۔

* کتاب الجماہر للبیرونی میں چار اور اتنے ہی اقتباسات خلیل سے تبریزی شارح حماسہ نے دیئے ہیں۔

سے آخر تک مطالعہ کیا ہے۔ اس میں جو غلطیاں نکالی گئی ہیں ان کا اکثر حصہ تصریف اور اشتقاق سے متعلق ہے۔ مثلاً حرف مزید کا ذکر مادۂ اصلیہ میں کر دیا گیا۔ یا مادۂ ثلاثہ کو مادۂ رباعیہ میں درج کر دیا گیا۔ اور بعض جگہ اس میں تصحیف کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بات کہ لغت کے اعتبار سے اس میں غلطی ہو۔ یعنی یہ کہا جائے کہ فلاں لفظ جھوٹ ہے یا غیر معروف ہے۔ تو معاذ اللہ ایسا نہیں ہے۔ اس صورت میں کتاب العین پر طعن نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ کتاب کے رد کی ابتدا ترتیب اور وضع تالیف سے متعلق ہے اور یہ سہل بات ہے اور اسکا حاصل یہ ہے کہ کہیں کہ اس لفظ کو اس باب سے ہٹا کر اس باب میں رکھنا چاہیئے۔ اور یہ معمولی سی بات ہے گو خلیل کا مقام اس قسم کی غلطیوں سے بالاتر ہے، تاہم یہ بات نقل لغت کے بارے میں وثوق و اعتماد سے مانع نہیں ہے۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ تصحیف کا جو دعویٰ کیا گیا ہے وہ درست ہے تو جواب وہی ہے جو ائمہ نے دیا ہے۔ اور یوں تصحیف سے بچا ہی کون ہے ..... مع ہذا تصحیف اس کتاب میں ہے بھی بہت کم۔

المفضل بن سلمہ کوفی کا استدراک کتاب العین پر

ابو الطیب لغوی نے کہا ہے۔ کہ مفضل کی کتاب میں کتاب العین کی بہت سی باتوں کو رد کیا گیا ہے۔ مگر اکثر صورتوں میں وہ رد درست نہیں۔ (معجم الادبا ۷: ۱۷۰ و المزہر ۱: ۵۳)

مختصرات و ردود کتاب العین

ابو الحسن الشاری کہتا ہے کہ لوگوں نے زبیدی کی مختصر العین کو بہت پسند کیا۔ کیونکہ اس میں مختلف شواہد اور تصحیف زدہ حروف اور خلل ناک ابنیہ کو حذف کیا گیا ہے۔ علاوہ بریں اسکا حجم بھی کم ہے۔ بعض لوگوں نے مختصر العین کیساتھ ابو علی بغدادی کے زیادات پر کتاب العین کو ملحق کر دیا ہے۔ جس سے کتاب اور بھی زیادہ مفید بن گئی ہے۔ لیکن اس میں یہ نقص ضرور موجود ہو گیا ہے

---

[1] المزہر ج ۲ صفحہ ۲۳ تا ۲۴ میں الزبیدی کی استدراک سے تصنیفات کتاب العین کی فہرست دی گئی ہے۔

کہ قرآن وحدیث اور صحیح اشعار عرب کے شواہد بھی حذف کر دئے گئے ہیں۔ اس نقص کو رفع کرنے کے لئے امام ابو غالب تمام بن غالب المعروف بابن التیانی نے فتح العین لکھی جو بغایت مفید ہے اور اس میں صرف قرآن وحدیث وصحیح اشعار عرب کے شواہد لے لئے گئے ہیں۔ اور باقی چھوڑ دئے گئے ہیں۔ پھر زیادات ابن درید جو جمہرہ میں ہیں اس کتاب میں شامل کر دئے گئے ہیں اور یہ کتاب کتاب العین اور جمہرہ دونوں کو شامل ہوگئی ہے . . . گو ہے قلیل الوجود، انتہی، یاقوت نے معجم الادباء ۷: ۲۹، ۲۲۲ پر اور حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (طبع استنبول ۲: ۲۹۱) پر مذکورہ کتابوں کے علاوہ کتب ذیل کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو کتاب العین سے متعلق ہیں۔ (۱) مدخل علی کتاب العین للنضر بن شمیل (م۔ ۲۰۴)، (۲) تکملۃ کتاب العین لاحمد بن محمد الخارزنجی (م۔ ۳۴۵) (۳) فائت العین لابی عمر محمد بن عبدالواحد المعروف بغلام ثعلب (۴) کتاب فی غلط العین لمحمد بن عبداللہ الاسکافی الخطیب، ان میں سے مدخل اور فائت کا ذکر یاقوت اور حاجی دونوں نے کیا ہے۔ اور باقی کا صرف حاجی نے، کشف الظنون (۱: ۵۳۷) میں الرد علی الخلیل لابن درستویہ عبداللہ بن جعفر النحوی بھی مذکور ہے ❊

❊ کالظن بہ بعض الناس گویا کتاب العین اور کتاب العروض دونوں پر گویا اثر ہندوستان کا پڑا ❊

کتاب العروض

الزبیدی نے لکھا ہے کہ خلیل نے اختراع وابداع کے طریق پر دو کتابیں الفرش والمثال فی العروض لکھیں۔ اور اس طرح تمام اوزان شعر اکٹھے کر لئے۔ اور شعر کی ہر چیز اسکے محیط میں گھیر لی۔ اور ہر چیز کو اس کی متجانس چیز کے ساتھ ملحق کیا۔ او یہ سب کچھ دوائر کی بنیاد سے اٹھایا جن سے ذہن عاجز، فہم مغلوب اور عقلیں مغفول ہوگئیں۔ (المزہر ۱: ۵۰) اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عروض کی دو کتابیں خلیل نے لکھی تھیں۔ اگرچہ تفصیل ذکر کہیں نظر نہیں آتی۔ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی کتاب کے دو حصے تھے جن کو اس مصنف نے دو کتابوں کے نام سے بیان کیا ہے۔ ایجاد عروض کے متعلق کتاب الہند للبیرونی ۳۳ پر ذیل کی عبارت دی ہے جو دلچسپی سے پڑھی جائیگی۔ سنسکرت کے عروض کے ذکر کے بعد بیرونی لکھتا ہے:

ولنا طولت فی الحکایۃ وان نزرت عائدتہا لیشاھد...... ولیعلم بکیفیۃ تراکیبہم وتقطیم ابیاتہم وفیہ ان الخلیل بن احمد کان متوقفاً فی الاقتضابات وان کان ممکناً ان یکون سمع ان للہند موازین فی الاشعار

عبدالرحیم خانِ خاناں کا کتب خانہ

(از محمد شجاع الدین ایم۔اے۔ یونیورسٹی ریسرچ سکالر)

مجھے اے ہمنشیں رہنے دے شغلِ سینہ کاوی میں
کہ میں داغِ محبت کو نمایاں کر کے چھوڑوں گا

دورِ مغلیہ کی تاریخی اہمیت

اکبر اور جہانگیر، شاہجہان اور عالمگیر کے عہدِ حکومت کو ہندوستان کی تاریخ میں جو اہمیت حاصل ہے محتاجِ شرح نہیں۔ تمام جدید و قدیم مؤرخین نے اس عہد کو ملک کی تاریخ کا سُنہری دور قرار دیا ہے۔ اور اس وقت کے درخشاں کارناموں کو مزے لے لے کر بیان کیا ہے۔ اس عہد میں جہانگیر اور شاہجہان کا دور خصوصیت سے قابلِ توجہ ہے۔ اکبرِ اعظم کے زمانے میں ہندوستان کا بہت سا حصہ فتح ہوگیا۔ اور اس زمانے کے حالات اور دیگر ممالک کی کیفیت کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا معلوم نہیں ہوتا۔ کہ ملک میں ایک عدیم النظیر نظامِ حکومت نافذ کیا گیا تھا۔ جس کے باعث اندرونی امن و امان کی یہ کیفیت تھی۔ کہ کوئی متمرد بھی کسی بیگناہ کو ستا نہ سکتا تھا۔ ملک میں دولت کی افراط تھی۔ اور ہندوستان کا زر و مال ہندوستانیوں کے لئے ہی تھا۔ بلند مرتبت ایرانی اور تُورانی امراء اور ملازمانِ سلطانی کو بھی اجازت نہ تھی۔ کہ اگر وہ ہندوستان سے اپنے ملکوں کو واپس جانا چاہیں تو اس ملک میں کمائی ہوئی دولت کو ساتھ لے جاسکیں۔

اہلِ ہند کے تموّل کا وہ عالم تھا۔ کہ آج ہم اس کا صحیح اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ ان حالات میں قدرتی طور پر لوگوں کی توجہ علم و حکمت اور تجارت و صنعت کی [illegible]

ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہر تجارت اور صنعت و حرفت کے مرکز بن چکے تھے ہندوستانی مصنوعات کی دُور دُور تک مانگ تھی۔ اور اس کے بازاروں میں دُنیا کی کوئی جنس بھی نایاب نہ تھی۔ امراء و سلاطین کی معارف پروری کے سبب مقامی علماء کے علاوہ خراسان عراق اور فارس تک سے اہلِ علم اس مُلک میں کھنچے آرہے تھے۔ چنانچہ عبدالباقی نہاوندی لکھتا ہے۔ کہ "ایران مکتب[1] خانہ ہندوستان است و مستعدان کسب حیثیات در آنجا می نمائند کہ در ہندوستان در مجلسِ سامیٔ این سپہ سالار (یعنی عبدالرحیم خانخانان) بکار برند"۔ اسی باعث عہدِ جہانگیر و شاہجہان میں اس قدر شعراء واُدباء و فضلاء ہندوستان میں موجود تھے۔ کہ اس کی مثال نہیں ملتی ۔

دورِ مُغلیہ کا تمدّن

آلِ بابر چغتائی تُرک تھے۔ اس لئے لازمی طور پر اُنکا تمدّن خراسان اور ترکستان کے قدیم تمدّن سے متاثر تھا۔ علاوہ ازیں کسی نہ کسی رنگ میں چنگیز خان اور ہلاکو خان کی روایات بھی اُن کی تہذیب میں موجود تھیں۔ اگرچہ یہ لوگ راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ لیکن اسلام ان تک عباسی[2] دور سے گزرنے کے بعد پہنچا تھا۔ اس لئے انکا "اسلامی تمدّن" نیم ایرانی اور نیم اسلامی تھا۔ ہندوستانی مغلوں کے تمدّن پر ایرانی اثرات کے غلبہ کا ایک

---

[1] مآثر رحیمی جلد سوم ص۲۵ ،

[2] اسلامی سطوت کا علمبردار ہونے کی وجہ سے اگرچہ عباسیوں کے تمدّن کی عمارت اسلامی بنیادوں پر قائم کی گئی تھی۔ لیکن اس پر ایرانی تمدّن طرزِ معاشرت اور افکار و خیالات کا اثر اس قدر غالب تھا۔ کہ عباسی امراء اور صحابۂ رسولؐ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین میں زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ اور ہارون رشید۔ مامون الرشید وغیرہ امام الاشجعین حضرت عمر فارُوق نور اللہ تعالےٰ مضجعۂ اور امیر المومنین حضرت علیِ مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی بجائے ساسانی بادشاہوں کے مسند نشین اور اخلاف معلوم ہوتے ہیں ۔

اور سبب یہ بھی تھا۔ کہ ہندوستان کے تختِ حکومت پر ہمایوں کا دوبارہ متمکن ہونا ایرانیوں کی امداد کا مرہونِ منت تھا۔ اس لئے ایرانیوں کی اکبر اور اُس کے جانشینوں کے دربار میں اُن کے ہم وطن اور ہم مذہب تورانیوں سے کم آؤ بھگت نہ ہوتی تھی ؛

ہندوستان میں آباد ہو جانے کے بعد آلِ بابر کا پراچین ہندی تہذیب سے اثر اندوز ہونا بھی ناگزیر تھا۔ بلکہ اکبر کی نئی حکمتِ عملی کے پیشِ نظر تو اُس کی اہمیت اَور بھی بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندی مغلوں کے عہد کے طرزِ تعمیر، نظامِ حکومت۔ اور آدابِ معاشرت وغیرہ غرضیکہ تمام تہذیب و تمدن پر مذکورہ صدر اقوام کے تہذیب و تمدن کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور تھا۔ اس مقام پر گنجائش نہیں کہ ہم اسکے ارتقا پر پوری پوری بحث کر سکیں۔ چنانچہ اس خوشگوار فرض کو کسی اَور فرصت پر چھوڑا جاتا ہے ؛

ترویجِ علوم میں مسلمانوں کا حصّہ

ترویجِ علوم میں بہرۂ اسلامیان دُنیا کی کسی قوم سے کم نہیں۔ مسلمان نہ صرف میدان وغا ہی میں تیغ زنی کے جوہر دکھانا جانتے تھے۔ بلکہ علم و ادب کی محفلوں میں بھی سربرآوردہ تھے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ میں جہاں مسلمانوں کو طاغوتی طاقتوں کے ساتھ ٹکرانے کا حکم ملتا ہے۔ وہاں حصولِ علم کے متعلق اور علمار کی فضیلت میں بھی بیشمار روایات نظر آتی ہیں ؛

اِن ارشادات پر عمل پیرا ہونے ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ چند سالوں میں جہاں مسلمانوں نے دُنیاوی سطوت و حکومت کا تاج زیبِ سر کر لیا۔ وہاں سپہر علم و دانش کے بھی مہر و ماہ بن کر اس ارضِ خاکی کے کونے کونے کو منوّر کرنے لگے۔ چنانچہ عباسی دور میں مسلمانوں کے علمی ذوق کا یہ عالم تھا کہ اس کا مختصر سا ذکر کرنے کے لئے بھی ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ ملک میں جا بجا تعلیمی ادارے طبّی دار العلوم اور کتب خانے موجود تھے۔ مسلمان علمار کی سب سے اہم خصوصیت یہ تھی۔ کہ وُہ ہر طرح کی امداد سے بے نیاز اور اپنی علمی قابلیت کے

اعتراف سے بے پروا ہو کر محض اللہ کے بھروسے پر علم و حکمت کی خدمت کے لئے کمربستہ رہتے تھے۔ اور ہفت خوان رستم طے کر کے نایاب کتابوں کی نقول حاصل کرتے تھے۔ اور پسِ مرگ اپنی عمر بھر کے اندوختہ کو عام مسلمانوں کے استعمال کے لئے وقف قرار دے دیتے تھے۔

عہدِ مُغلیہ کے نظامِ تعلیم کے اثرات

سطورِ بالا میں بیان ہو چکا ہے کہ مغلوں کے تمدن پر عباسی سلاطین کے دور کی روایات کا بہت اثر تھا۔ چنانچہ جہاں تک کتابوں کی محبت اُن کے جمع کرنے کا شوق اور ترویج علوم کا تعلق ہے۔ تیمور کی اولاد منصور کے اخلاف سے کم نہ تھی۔

آلِ بابر کے دورِ اقتدار میں ہندوستان کے مختلف شہر مثلاً آگرہ۔ لاہور۔ دہلی۔ احمد آباد وغیرہ کوفہ۔ دمشق۔ بغداد اور قرطبہ کی طرح اسلامی علوم کے مرکز بن گئے تھے۔ اور شاہی خاندان کے اثر سے اور ہر طرح کا سامانِ راحت و اطمینان میسر ہونے کے سبب لوگ کسبِ علوم کی طرف متوجہ تھے۔

دورِ مغلیہ کے ہندوستان میں ترویج علوم کا ایک ایسا عظیم الشان نظام رائج تھا۔ کہ جس کی نظیر ہمعصر تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔ اس نظامِ تعلیم کی اہم خصوصیات یہ تھیں:-

(۱) تعلیمی اداروں سے ملحق اوقاف ہوا کرتے تھے۔ جن کی آمدنی سے طلباء اور اساتذہ کے سب اخراجات پورے کئے جاتے تھے۔ اور طالبانِ علم ہر قسم کے ذہنی تفکرات سے آزاد ہو کر تحصیلِ علوم میں منہمک رہتے تھے۔ اس لئے اُن کا علم عمیق اور ٹھوس ہوا کرتا تھا۔

(۲) طلباء کا کام محض امتحان پاس کر کے سند حاصل کرنا نہ تھا۔ بلکہ وہ حقیقی معنوں میں تحصیلِ علم کیا کرتے تھے۔ اور جب اساتذہ دیکھتے تھے۔ کہ طالب علم مجوزہ علوم میں پوری طرح ماہر ہو گیا ہے۔ تو وُہ اُسے سندِ فضیلت عطا کر کے رُخصت کرتے تھے۔

(۳) اس دور کے طلباء کی ایک بہت بڑی تعداد رضائے باری تعالیٰ اور خدمت دینِ قیم کی خاطر علم حاصل کرتی تھی۔ اور تحصیلِ علوم کے دوران میں یہ خیال اُن کے ذہنوں پر مستولی نہ رہتا تھا۔ کہ جلد مکتب سے نکلتے ہی اُنہوں نے علم یا سندِ تعلیم کو طلبِ زر کا ذریعہ بنانا ہے۔ بلکہ اُن کے ماحول اور اُن کے تفکرات پر بُلند رُوحانی اور مُخلصانہ جذبات چھائے رہتے تھے۔ اِس لئے علم و دانش سے اُن کی دلچسپی سطحی اور عارضی نہ تھی۔

ان خصوصیات کے سبب تعلیم یافتہ افراد مدرسوں سے کتاب بینی کا بے پایاں شوق لے کر نکلتے تھے۔ اور اپنے لمحاتِ فرصت کے لئے کتاب کو بہترین رفیق خیال کیا کرتے تھے۔

اگرچہ اس دور میں بھی حکومت کے اعلیٰ عُہدوں پر مدرسوں کے فارغ التحصیل افراد ہی فائض کئے جاتے تھے۔ لیکن وہ لوگ اپنے بُلند مراتب کے گونا گوں فرائض کی بجا آوری میں منہمک ہو جانے کے باوجود کتابوں کو فراموش نہیں کرتے تھے۔ اِس سلسلے میں ہم ابوالفضل۔ فیضی۔ وزیر خاں سعداللہ خاں اور ظفر خان احسن وغیرہ سرکاری منصبداروں کے نام پیش کر سکتے ہیں۔

کتابوں کی عسیر الحصُولی

اُس دَور میں چھاپہ خانہ نہ ہونے کی وجہ سے کتابیں بہت محنت سے تیار ہوتی تھیں۔ لیکن مطبع کی عدم موجودگی اُن لوگوں کے علمی ذوق کی راہ میں سنگِ گراں نہ تھی۔ اکثر صاحبِ ثروت حضرات کے ہاں تو کاتب اور صحاف تنخواہ دار ملازم تھے۔ جن کا کام اپنے ولی نعمت کے لئے کتابیں تیار کرنا تھا۔ چنانچہ دورِ اکبری کا ذکر ہے۔ کہ ایک روز شہزادہ سلیم ابوالفضل کے ہاں گیا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ ۴۰ الیس کاتب[1] بیٹھے تحریرِ کُتب میں مصروف ہیں۔

---

[1] مآثر الامرا جلد دوم ص۶۱۰

پیشہ ور کاتب تو الگ رہے۔ اُس دور کے عام تعلیم یافتہ لوگوں کا خط اتنا عمدہ اور پاکیزہ ہوتا تھا۔ کہ اگر آج اُن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی چند سطریں بھی مل جائیں۔ تو دل بے اختیار یہ چاہتا ہے کہ اُنہیں آنکھوں سے لگائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں ہر طالبعلم کیلئے فنِ خطاطی میں مہارت حاصل کرنا از بس ضروری تھا۔ کیونکہ صاحب مآثر الامرا اکثر لوگوں کے حالات میں[1] بطور اعزاز یہ لکھتا ہے۔ کہ وہ فنِ تحریر کی مختلف اقسام سے آگاہ تھے۔

علاوہ ازیں بڑے بڑے شہروں میں صحافوں کی دکانیں تھیں۔ جو پیشہ ور خطاطوں سے کتابیں لکھوا کر فروخت کیا کرتے تھے۔ کتاب کی قیمت کا انحصار کاغذ کی نوعیت۔ خط کی کیفیت اور صفحات کے حواشی اور سرِلوح کی آرائش و تزئین پر ہوتا تھا۔

لاہور میں کتابوں کی سب سے اہم منڈی نواب وزیر خان کی دلفریب اور دیدہ زیب مسجد کہ جسے ہم سُجان[2] رائے بٹالوی کے بیان کے مطابق رخسارۂ شہر کا "خال زیبا" کہتے ہیں۔ تھی۔ اس کے بانی نے وصیت[3] کی تھی کہ "بیست قطعہ دکاکیں بیرونِ دروازۂ شرقی و بالاخانہائے آنہا محض برائے نشستن صحافانِ کتبِ اسلامیہ بے کرایہ باشد۔ علے سبیل الدوام"۔

چنانچہ دورِ اسلامیہ میں اور اس کے بعد رنجیت سنگھ کے عہد میں بھی اس جگہ دُور دُور سے شیدایانِ علم و دانش کتابوں کی خرید کے لئے آیا کرتے تھے۔ اللہ اللہ کاشی کا دیواروں کے زیرِ سایہ منقش و رنگین کتابوں کی نمائش کس قدر دلکش معلوم ہوتی ہوگی۔

دورِ مغلیہ کے کُتب خانے

دورِ مغلیہ میں چار قسم کے کُتب خانے تھے:-

---

[1] مثلاً ملاحظہ ہو کتاب مذکور جلد اوّل ص۳۳ (حالات محمد اشرف اصغر خاں)

[2] خلاصۃ التواریخ ص۹۵، [3] "لاہور" از سید محمد لطیف ص۲۱۹، تحقیقات چشتی صفحہ ۶۹۹-۷۰۰

(۱) شاہی کتب خانہ ،

(۲) مدرسوں کے ملحقہ کتب خانے ،

(۳) تکیوں خانقاہوں اور مسجدوں کے کتب خانے ،

(۴) امراء کے کتب خانے ،

ان تمام اصناف کے کتب خانوں پہ مدلل و مفصل بحث کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ اور اگر گردش روزگار اور حوادث و آلام نے فرصت دی تو بہت جلد اس ملی فریضہ کو ادا کرنے کی کوشش کروں گا ۔

مغل امراء کا شوق مطالعہ

بابری سلاطین کے درباری امراء اور فوجی اور ملکی عہدوں پر سرافراز ہونیوالے افراد خاندانی رئیسوں کا گروہ نہ تھے۔ بلکہ سوائے غالباً راجپوت اُمراء کے یا ایک دو مسلمان خاندانوں کے باقی تمام مغل منصب دار وہ لوگ تھے جنہوں نے محض اپنی علمی قابلیت اور ذاتی لیاقت کے بل پر بلند مدارج حاصل کئے تھے۔ ان میں اکثر غریب الوطن باکمال تھے یا سعد اللہ خان اور حکیم علم الدین وزیر خان کی طرح بالکل معمولی خاندانوں کے فرزند تھے اس دور کے نظام تعلیم کے سبب یہ لوگ بلند علمی مذاق رکھتے تھے۔ اور مدرسوں سے کتابوں کی ایک بے پایاں محبت دل میں لے کر نکلتے تھے ۔

مآثر الامراء میں اکثر منصبداروں اور امیروں کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن کے محلوں میں کتب خانے موجود تھے۔ اور اُن کے روزانہ پروگرام میں کتاب بینی کے لئے اوقات مقرر تھے۔ چنانچہ اکبری دور کا ایک امیر محمد خان نیازی[۱] اشراق کی نماز سے فارغ ہو کر "بمطالعہ کتب تفسیر و سیر" مصروف رہا کرتا تھا۔ اسی طرح دیپالپور کا فوجدار مبارز خان[۲] جو ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۶۴۶ء میں فوت ہوا اپنے لمحات فرصت

[۱] مآثر الامراء، جلد سوم صفحہ ۶-۲۷۵ ، [۲] ایضاً صفحہ ۳۴۳ ،

"بمطالعہ کتب تفسیر و فقہ" گزرتا تھا۔ بخوفِ طوالت ان مثالوں پر اکتفا کرتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ اکثر مغل منصبدار وسیع کتب خانوں کے مالک تھے۔ ان میں ابوالفضل فیضی۔ عبدالرحیم خانخانان۔ منعم خان۔ ظفرخان احسن۔ مرزا امان اللہ خان امانی کے کتب خانے نادرِ زمانہ تھے ⁂

خانِ خاناں کی زندگی پر ایک نظر

عبدالرحیم خانِ خاناں کی لائبریری کا ذکر کرنے سے قبل اس کی زندگی کے بعض واقعات کا بیان ضروری سمجھتا ہوں ⁂

عبدالرحیم بیرم خان کا[1] فرزند تھا۔ جو کہ ہمایوں کا جان نثار مشیرکار تھا۔ بیرم خاں نے ہمایوں اور اکبر کے عہد میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد ہندوستان میں مستحکم کرنے کے لئے جو مساعی کیں ہندوستان کی تاریخ میں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں ⁂

جب ہمایوں نے دوسری بار ہندوستان کو فتح کیا۔ تو اپنے قدم جمانے اور اپنے خاندان کے خلاف تجانب اور بیگانگی کی فضا دور کرنے کے لئے اس نے باہمی شادیوں کے ذریعے شاہی خاندان کا اور اپنے معتبر متوسلین کے خاندانوں کا مقامی رؤسا اور اکابر سے ملاپ و اتحاد کرانا شروع کیا۔ چنانچہ اسی حکمتِ عملی کے پیشِ نظر ہمایوں نے حسین خان میواتی کے عمزاد جمال خاں کی ایک لڑکی سے خود شادی کی۔ اور دوسری کو بیرم خان سے بیاہ دیا۔ اس قسم کی سیاسی شادیاں پہلے پہل صرف مسلمان خاندانوں میں کی گئیں لیکن بعد ازاں اکبر کے عہد میں ہندو راجپوتوں کے ہاں بھی شاہی خاندان کے افراد کی رشتہ داریاں ہونے لگیں ⁂

بیرم خاں کے ہاں صبیۂ جمال خاں کے بطن سے ۹۶۴ھ (۱۵۵۶ء) میں بمقام لاہور عبدالرحیم پیدا ہوا۔ ابھی چار برس ہی کا تھا۔ کہ بیرم خاں بمقام پٹن مارا گیا۔ اس حادثہ[2]

---

[1] مآثر رحیمی جلد دوم صفحہ ۳۲، [2] مآثر الامرا، جلد اوّل صفحہ ۶۹۳ و مابعد،

جاں کاہ کے بعد عبدالرحیم شاہی نگہداشت میں پرورش پانے لگا ۔
اکبر اعظم نے اس کی تعلیم و تربیت کا نہایت اعلیٰ پیمانے پر انتظام کیا۔ اس کے
اُستادوں میں سے ملا محمد امین اندیجانی اور غازی خاں بدخشی کے نام ملتے ہیں۔ عبدالرحیم کو
عربی فارسی ترکی اور ہندی زبانوں کے علاوہ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ ریاضی۔ تاریخ۔ ہیئت۔
اور فلسفہ وغیرہ تمام مروجہ علوم پڑھائے گئے۔ فرنگی سفروں اور سیاحوں سے بات چیت
کرنے کے لئے اُس نے پرتگالی زبان بھی سیکھی۔ علاوہ ازیں اس نے جنگی اور فوجی علوم و
فنون میں بھی مہارت حاصل کی۔ خان خانان کی تعلیم و تربیت کا نظام اکبرِ اعظم کے تعلیمی نکتۂ
نظر کی وضاحت کرتا ہے ۔

جب عبدالرحیم سنِ بلوغت کو پہنچا۔ تو بارگاہِ خسروی سے اُسے مرزا خان کا خطاب
عطا ہوا ۔

عبدالرحیم ایک یگانۂ روزگار شخص تھا۔ ہم اُسے حقیقی معنوں میں صاحب سیف و قلم
کہہ سکتے ہیں۔ وہ ایک نبرد آزما جرنیل اور جہاں دیدہ سالار ہونے کے علاوہ فضائے علم و
حکمت کا بلند پرواز شاہباز تھا۔ اکبر اور جہانگیر کے عہد میں اس کی مساعی سے بے شمار
علاقے فتح ہوئے۔ جن میں سندھ۔ خاندیش اور گجرات جیسے اہم صوبے شامل ہیں۔ عربی۔
فارسی۔ ترکی اور ہندی زبان میں رحیم تخلص سے اشعار لکھا کرتا تھا۔ نثر نویسی میں مہارت
کا یہ عالم تھا "کہ در جمیع نوشتہ جات مہام سلطنت و سپہ سالاری از کلی و جزوی بدبیری و
منشی محتاج نیستند۔ و خود بنفسِ نفیس متوجہ تحریر آنہا می گردیدند"[1] بقول نہاوندی "الحال در[2]
ہندوستان مکاتبات و فرامین را بہتر از ایشان کسی نوشتہ و نمی تواند نوشت"[3]۔
علماء و فضلاء کی سرپرستی اور زرپاشی کے معاملے میں خان خاناں کی روایات تاریخ

---

[1] مآثر رحیمی جلد دوم صفحہ ۱۰۴، ۵۳۹،
[2] ایضاً صفحہ ۵۹۰، [3] ایضاً صفحہ ۵۵،

عالم میں اپنی مثال آپ ہیں ؎

آں کس کہ ز شہر آشنا ہست
داند کہ متاعِ ما کجا ہست

کے مصداق فیضِ ازلی کے اس سرچشمے کے گرد دُور دُور سے تشنہ لب آکر جمع ہونے لگے
اس عہد کا کوئی عالم۔ واعظ۔ درویش۔ شاعر اور گویا ایسا نہ ہوگا۔ جو خانِ خاناں کے
خوانِ کرم سے بہرہ ور نہ ہُوا ہو۔ ہندو مسلمان۔ سُنّی۔ شیعہ اور صوفی وغیرہ ہر خیال اور
ہر عقیدے کے انسان کے لئے اس کے دروازے وا تھے۔ حجاز۔ کربلا یا مشہد کے
زائر ہوں یا ہندو جوگی۔ اس کی محفل ہر ایک کا خیر مقدم کرتی تھی۔ اور اس معاملہ میں
وہ حقیقی معنوں میں اسلامی روایات کا نمونہ تھا۔ ان علماء۔ فقراء اور شعراء کے ناموں
کی فہرست بہت طویل ہے۔ لہٰذا اسے ترک کرتا ہوں۔ لیکن اتنا یاد رکھئے کہ دہلی
کی خاکِ پاک میں خوابِ ابدی کے مزے لینے والے خانخاناں کے مداحوں میں نظیری
عرفی۔ فیضی۔ ظہوری اور شکیبی جیسے فارسی زبان کے مایۂ افتخار شعراء شامل ہیں۔ ہند
ایران اور دیگر ممالک سے بے شمار اہلِ کمال اس کے حضور میں کھچے آتے تھے۔ جیسا کہ
عبدالباقی نہاوندی لکھتا ہے:۔

"دربارش از کثرتِ مستعدان طعنہ زنِ یونان گشتہ[1]۔ شعرا جواہر معنی و نقدِ طبیعت
نثارِ خاکِ راہش ساختند و دواوینِ خود را بمدحِ این ممدوحِ عالیان مزین ساختند۔

تا دہر شکوہِ خانِ خانی دید	بر عہد سکندر و سلیمان خندید
ازبس کہ نہاوند بدرگاہش رُو	ایران شد ہند و ہند ایران گردید

---

[1] ماثرِ رحیمی جلد سوم صفحہ ۸۔ ماثر کی اس ضخیم جلد میں ان تمام علماء شعراء اور دیگر اہلِ کمال کے
حالات درج ہیں۔ جو فیضِ خانِ خاناں سے بہرہ ور ہوئے۔ اور مختلف شعراء نے جو قصائد اس کی
مدح میں لکھے وہ بھی درج ہیں ؎

اکبری اور جہانگیری دور میں خان خاناں بلند اور ذمہ دارانہ عہدوں پر فائض رہا۔ اکیسویں سال جلوس میں (سنہ ۱۵۷۶ء) اکبر نے اسے گجرات کا حاکم مقرر کیا۔ حل و عقدِ مہمات کے لیئے وزیر خان کا انتخاب ہوا۔ اٹھائیسویں سالِ جلوس میں اُسے شہزادہ سلیم کا اتالیق بنایا گیا۔ اور اسی سال اس نے سلطان مظفر گجراتی پر فتح پائی۔ جو کہ پانچ سال پہلے قیدِ شاہی سے بھاگ گیا تھا۔ اور اب فتنہ و فساد کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ اسی سال اُسے خانِ خانان کا آبائی خطاب[1] اور پنج ہزاری منصب عطا ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس موقع پر جو کوئی بھی اُسے مبارکباد کہنے آیا خالی نہ گیا۔ اور سخاوت کا اس قدر مظاہرہ کیا۔ کہ قلمدان تک بھی باقی نہ رہا *

چھتیسویں سالِ جلوس میں سنہ ۹۹۹ھ (سنہ ۹۱-۱۵۹۰ء) میں اُسے ملتان کا حاکم مقرر کر کے ٹھٹھہ اور سندھ کی تسخیر کا حکم دیا گیا۔ اگلے برس اُس نے سہوان اور ٹھٹھہ مرزا جانی خان ترخان سے فتح کر لیا۔ شکیبی نے بطور تہنیت ایک مثنوی لکھی جس کے صلہ میں خانخانان نے اُسے ایکہزار اشرفی دی *

سنہ ۱۰۰۴ھ (سنہ ۶-۱۵۹۵ء) میں خانخاناں کو دکن روانہ کیا گیا۔ تاکہ مہمات پر اس کی نگرانی رہے۔ اکبری اور جہانگیری دور میں اس کا بہت سا وقت وہیں گزرا۔ اقامت دکن کے زمانے میں اس کا مستقر برہان پور تھا *

جہانگیر کے عہد میں بمقام لاہور بیمار ہوا۔ اور سنہ ۱۰۳۶ھ (سنہ ۱۶۲۶ء) میں دہلی جا کر راہیِ ملکِ بقا ہوا۔ اس کا شکستہ حال مقبرہ ہمایوں کے مقبرہ کے قریب دہلی میں اب بھی موجود ہے۔ اور اربابِ بصیرت اس سے دریوزۂ عبرت کرتے ہیں *

خانخانان کا کتب خانہ

عبدالرحیم خانِ خانان نے کتابوں کی محبت اپنے باپ سے ورثہ میں حاصل کی تھی

---

[1] مآثر رحیمی جلد دوم صفحہ ۱۱۷ *

اس کے باپ بیرم خاں کے پاس بھی ایک کتب خانہ تھا۔ مگر افسوس ہے کہ ہمیں اسکی تفصیلات معلوم نہیں۔ اس کے کتب خانے کی یادگار ایک کتاب اب بھی بوہار لائبریری کلکتہ میں[1] موجود ہے۔ یہ کتاب علامہ محیٰ لاری کی فتوح الحرمین کا ایک نادر نسخہ ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہوش سنبھالتے ہی خانِ خاناں نے کتابوں کا ذخیرہ جمع کرنا شروع کیا۔ اگرچہ اس کو مختلف مہموں کے سلسلے میں گجرات سندھ اور دکن وغیرہ کی خاک چھاننی پڑی۔ لیکن خیال ہے کہ اس دور کے دوسرے اہلِ علم کی طرح وُہ بھی دورانِ سفر میں کچھ کتابیں[2] اپنے ہمراہ رکھا کرتا تھا۔

خانخاناں نے احمد آباد۔ گجرات۔ بُرہان پور۔ آگرہ۔ لاہور اور دہلی وغیرہ مختلف مقامات پر عالیشان حویلیاں باغات اور دیگر عمارات تعمیر کرائیں۔ اور وہ مختلف اوقات میں مُلکی اور حکومتی فرائض کی بجاآوری کے سلسلے میں مختلف مقامات پر مقیم رہا۔ اس عہد میں دستور تھا۔ کہ جب ایک منصبدار ایک مقام سے دُوسری جگہ روانہ ہوتا۔ تو اسکا سامان

---

[1] Catalogue of Buhar Library Vol I P. 260)

[2] چنانچہ اس سلسلے میں ہمایوں بادشاہ کی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ جو باوجود ہمیشہ پا برکاب رہنے کے چیدہ چیدہ کتابیں اپنے پاس رکھا کرتا تھا۔ اور فرصت کے لمحات میں اُن سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ جب کہ وہ بہادر شاہ والئی گجرات کی سرکوبی کے سلسلے میں کنبائت کے علاقے میں مقیم تھا۔ تو رتن داؤد اور ملک احمد والئی گجرات کے دو امیروں نے شاہی لشکر کی کم مائگی کو فرصت شمار کرتے ہوئے شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ ادھر انہیں بھی کسی نہ کسی طرح خبر مل گئی اور بادشاہ چوکس ہوگیا۔ سحر کے قریب پانچ یا چھ ہزار گنوار بھیلوں اور کولیوں کا لشکر شاہی کیمپ پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ خود ایک ٹیلہ پر فروکش تھا۔ شاہی لشکر نے خوب مقابلہ کیا۔ ان گنواروں کی تاخت کے سبب بادشاہ کی کئی کتابیں کہ مصاحبان معنوی بودند و پیوستہ با خود می داشتند تلف شد" تاریخ حقی جلد اوّل صفحہ ۱۱۹۔ اکبرنامہ (فارسی) جلد اوّل صفحہ ۱۳۲ انگریزی ترجمہ بیورج جلد اوّل صفحہ ۲۱۵۔

بھی وہیں منتقل کیا جاتا تھا۔ اعلیٰ پائے کے منصبدار جو کہ اہم اور مرکزی مقامات پر اپنی حویلیاں اور جائداد رکھتے تھے۔ ایک جگہ سے روانگی پر یا علی الخصوص جنگی مہموں پر جاتی دفعہ اپنا سامان یا اسکا بہت سا حصّہ کسی قریبی اہم مقام پر جہاں ان کی ذاتی جائداد ہوتی تھی محفوظ کر جایا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب خانخانان احمد آباد گجرات۔ ملتان یا برہانپور میں بحیثیت صوبہ دار مقیم ہوگا۔ تو اس کا کتب خانہ بھی وہیں ہوگا۔ اور جب دکن یا سندھ کی مہموں کے سلسلے میں اُسے مختلف مقامات پر گھومنا پڑا ہوگا۔ تو اُس کے کتب خانے کا زیادہ حصّہ متعلقین و ملازمین کے برہان پور یا ملتان ہی میں رہا ہوگا۔ اور صرف کچھ دلپسند اور اہم کتابیں اور چند ملازمین اس کے ہمراہ ہونگے۔ ۱۰۲۲ھ مطابق ۱۶۱۳ء میں کتب خانہ آگرے میں تھا۔ کیونکہ اس سال نظیری نے اپنا دیوان اسی جگہ سپرد کتب خانہ کیا۔ (مآثر رحیمی جلد سوم صفحہ ۱۱۸)

اس زمانے کے تمدنی حالات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہی محلات[1] میں اور خانخانان جیسے اوّل درجے کے امراء کے محلات میں کتب خانوں کیلئے علٰحدہ عمارات تھیں۔ ذرا کمتر درجے کے امراء کی حویلیوں میں بھی کتب خانے علٰحدہ کمروں میں تھے جو کہ

---

[1] اس سلسلے میں یہ مثال قابلِ ذکر ہے۔ ہمایوں بادشاہ نے تختِ دہلی دوبارہ حاصل کرنے کے بعد قلعہ دین پناہ میں شیر شاہ کی بنوائی ہوئی عمارت شیر منڈل میں کتب خانہ قائم کیا۔ وہ علم نجوم کا بدرجۂ کمال شائق تھا۔ ایک شام اسی کتب خانے کی چھت پر وہ طلوع زہرا دیکھنے کے لئے چڑھا۔ جب اُترنے لگا تو نماز مغرب کی اذان کی آواز کان میں پڑی۔ احترامِ اذان کے لئے سیڑھیوں میں بیٹھ گیا۔ جب اذان ختم ہوجانے پر اُٹھنے کے لئے عصا پر بوجھ ڈالا تو وہ سیڑھی پر سے پھسل گیا۔ بادشاہ ایسا بے ڈھب گرا کہ بیہوش ہوجانے کے بعد پھر ہوش نہ آیا اور چھٹے روز رہرو ملکِ عدم ہوا۔ ہمایوں کے کتب خانے کی عمارت شیر منڈل دہلی کے پُرانے قلعے میں کھڑی اربابِ بصیرت کو درسِ عبرت دے رہی ہے۔ اس کے قریب ہی شیر شاہ کی بنوائی ہوئی مسجد ہے جس سے بانگِ اذان آئی تھی۔ ہمایوں نامہ مسز بیورج صفحہ ۱۵۴۔ فرشتہ انگریزی ترجمہ جلد دوم صفحہ ۱۷۱۔

ہر طرح کے سامانِ نوشت و خواند سے مزیّن رہتے تھے ۔

کتابوں کی تعداد

اگرچہ عبدالباقی نہاوندی نے اپنی ضخیم کتاب مآثرِ رحیمی میں خانخاناں کے سیاسی اور علمی کارناموں کے متعلق بیش بہا معلومات بہم پہنچائی ہیں ۔ چنانچہ یہ کتاب خان خاناں کی لائبریری کے حالات پر بھی بعید روشنی ڈالتی ہے ۔ اور جس قدر معلومات ہمیں عبدالرحیم کے کتب خانے کے متعلق حاصل ہیں ۔ اتنی اکبر کے کتب خانے کے متعلق بھی حاصل نہیں ۔ لیکن افسوس ہے کہ نہ نہاوندی نے اور نہ کسی اَور مؤرخ نے بتایا ہے ۔ کہ خان خاناں کے کتب خانے میں کس قدر کتابیں تھیں ۔ اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے ۔ کہ کتب خانے میں آئے دن کتابوں کا اضافہ ہوتا رہتا تھا ۔ اور کتب خانہ سے متعلق ملازمین ہمیشہ تیاریٔ کتب میں مصروف رہتے تھے ۔ اس حالت میں کتابوں کی کل تعداد کا اندازہ لگانا شاید مشکل ہو ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شہنشاہِ اکبر کے کتب[1] خانہ میں ۲۴ ہزار کتابیں تھیں ۔ اور اسی طرح فیضی کے کتب خانہ میں چار ہزار چھ[2] سَو کتابیں تھیں ۔ اگرچہ فیضی بھی ایک علم دوست شخص تھا ۔ تاہم خانخاناں کے تموّل اور اس کے کتب خانے کے اہتمام کے پیشِ نظر خیال ہے کہ اس میں فیضی کے کتب خانہ سے زیادہ کتابیں ہوں گی ۔

میرا خیال ہے کہ خانِ خاناں کی لائبریری کی کتابوں کی تعداد شاہی کتب خانہ کی تعداد کے لگ بھگ ہی ہو گی ۔ اگرچہ اکبر کا جمعِ کُتب کا شوق خانِ خاناں کے شوق سے کم نہ تھا ۔ اور دوسرے اس کے حصولِ کُتب کے ذرائع بہت وسیع تھے ۔ مالِ غنیمت کے

(بقیہ صفحہ ۱۳) اسی طرح قلعہ آگرہ میں مثمن برج کے متصل اور اکبری محل کے قریب ایک بڑا سا کمرہ ہے ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں اکبر کا کتب خانہ تھا ۔ (Havell's Handbook to Agra p. 66)

[1] De Laet's Empire of the Great Mogal p. 10[illegible]

[2] منتخب التواریخ بدایونی الیٹ جلد پنجم صفحہ ۵۴۸-۹ ۔

علاوہ نظامِ منصبداری کے ماتحت ہر مرنے والے امیر کا کُتب خانہ بھی اس کے دیگر سامان کے ساتھ ہی ضبط بحق سرکار ہوجاتا تھا۔ لہٰذا اکبر کے کُتب خانے میں اس سے بُہت زیادہ کتابیں ہوتیں۔ لیکن اِس کا دستور تھا۔ کہ وہ اکثر اوقات اچھی اچھی کتابیں درباری امیروں میں تقسیم کردیا کرتا تھا۔ چنانچہ فتحِ گجرات کے بعد جب[1] مالِ غنیمت میں اعتماد خان گجراتی کا کُتب خانہ بھی ہاتھ آیا۔ تو اُس کی بُہت سی کتابیں علماء میں تقسیم کردی گئیں۔ ملا عبدالقادر بدایونی کو انوار المشہود نام ایک کتاب مرحمت ہوئی۔

خانِ خانان کا علمی ذوق

یُوں تو دورِ مغلیہ کے امراء علم و ادب کے شیدائی تھے۔ لیکن خانخاناں کا علمی ذوق اپنی مثال آپ تھا۔ اُسے مطالعۂ کُتب کا بے پایاں شوق تھا۔ اور گوناگوں سرکاری فرائض کی بجا آوری کے باوجود اُس کے لئے وقت نکال لیا کرتا تھا۔ چنانچہ نہاوندی[2] راوی ہے کہ "در خلوت و انجمن بتلاوت کلامِ ملکِ علام و مطالعۂ کتب علمی مشغولی دارند"۔ خانِ خاناں کی کتابوں سے دلچسپی کے بعض بجید دلچسپ کوائف نہاوندی کی وساطت سے ہم تک پہنچے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ سیر و شکار کے لئے جاتے ہوئے بھی "ہمیشہ در بالائی اسپ[3] جزو در دست ایشاں بودہ مطالعہ می کردہ اند"۔

قارئین کو معلوم ہے کہ خانِ خانان کے ذمّے حکومت کے مختلف نوع کے فرائض تھے۔ اس لیے کئی دفعہ مطالعۂ کتب کے لئے بُہت کم فرصت ملتی ہوگی۔ اس حالت میں خیال فرمائیے۔ کہ خانِ خانان کے حضور ایک نادر و بیش بہا کتاب لائی جاتی ہے۔ ادھر وقت کی تنگی ہے۔ ادھر وہ اس کے تمام مطالب سے آگاہی حاصل کرنے کا مشتاق ہے۔ ایسی حالت میں خانِ خاناں کھانا کھانے کپڑے بدلنے نہانے اور اسی نوعیت

---

[1] تاریخ بدایونی الیٹ جلد پنجم صفحہ ۵۱۲۔ [2] مآثر رحیمی جلد دوم صفحہ ۵۳۹
[3] کتاب مذکور صفحہ ۵۴۰۔

کے دُوسرے کاموں کے دوران میں بھی کتاب سے متمتع اندوز ہونے کی کوشش کیا کرتا ہوگا جیسا کہ نہاوندی لکھتا ہے[1] "ذوق مطالعۂ ایشان بمرتبۂ بودہ کہ در وقت آب در آمدن و غسل نمودن جزو را بدست یکے از ملازمان می دادہ کہ در کنارِ آب می ایستادہ و خود در درونِ آب مطالعہ نمودہ اند"۔

اسلامی تاریخ کے ہر دور میں ایسے علماء گزرے ہیں کہ جن کا شوقِ مطالعہ جنون کی حد تک پہنچا ہُوا تھا۔ چنانچہ بقول ابوالفدا[2] امام ابن شہاب زہری کو مطالعۂ کتب کا اس قدر شوق تھا کہ وہ تمام دُنیاوی امور سے بے نیاز ہوکر شب و روز کتاب بینی میں مصروف رہا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایکدن تنگ آکر اُن کی زوجہ کو یہ کہنا پڑا۔ کہ بخدا یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں۔ ہمارے خان خاناں کو کتابوں سے جو شغف اور دل بستگی تھی اس سے قارئینِ کرام بخوبی واقف ہیں۔ معلوم نہیں کہ ان کی بیگمات کی ان کتابوں[3] کے متعلق کیا رائے تھی۔

کُتب خانہ کا افادی پہلو

خانِ خاناں کا کُتب خانہ ایک عجوبۂ روزگار ادارہ تھا۔ یہ کتب خانہ کیا تھا۔ ایک

---

[1] مآثر رحیمی جلد دوم صفحہ ۴۰ ۵ ، [2] تاریخ ابوالفداء جلد اول صفحہ ۲۰۴ ،

[3] خانِ خاناں کی سب سے اہم بیگم ماہ بانو بیگم تھی۔ یہ شمس الدین اتگہ کی لڑکی اور مرزا عزیز کوکلتاش کی ہمشیرہ تھی۔ یہ شادی اکبر اعظم کے حکم سے ہوئی۔ اور اس کی سیاسی اہمیت یہ تھی۔ کہ بادشاہ ان دو حریف خاندانوں میں رفاقت و مودّت پیدا کرکے باہمی تنافر و تجانب دور کرنا چاہتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خانِ خاناں کے بیگم کے ساتھ بہت اچھے تعلقات رہے۔ بیرم خان امامیہ مذہب کا پیرو تھا۔ لیکن عبدالرحیم اور اس کی اولاد کے مذہبی عقائد بدل گئے۔ (مآثر الامراء جلد اول ص ۱۰۰) ظاہر ہے کہ یہ تبدیلی بیگم ہی کے اثر سے ہوئی۔ جو کہ کٹر حنفی ترکی الاصل خاندان کی چشم و چراغ تھی۔

عدیم النظیر علمی مرکز تھا۔ ہر شخص اس کی کتابوں سے تمتع اندوز ہو سکتا تھا۔ کئی علماء و فضلاء دُور دراز کے علاقوں سے آکر اس دریا دل درویش صفت رئیس کے ہاں مقیم رہا کرتے تھے۔ یہ لوگ شب و روز مطالعۂ کتب سے علمی تشنگی دُور کرتے اور مایحتاج زندگی خانخانان کے خوانِ کرم سے حاصل کرتے تھے۔ کتب خانہ کا مستقل عملہ ان سے علٰحدہ تھا[1]۔

یہ تمام لوگ مقررہ اوقات پر جمع ہوکر علمی مجالس منعقد کرتے تھے۔ جن میں مشاعروں کے علاوہ مختلف علمی مسائل پر بحث و مباحثہ ہوتا تھا[2]۔ خانِ خانان بھی بنفسِ نفیس ان میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اور مشاعروں کیلئے طرحی غزلیں لکھا کرتے تھے۔

اکثر لوگ اسی کتب خانے کے سبب مختلف علوم میں ماہر ہوگئے۔ بقول نہاوندی "دانشمنداں در کتاب خانہ اش کہ مکتب خانۂ ہوشمندانست[3] بافادہ واستفادہ شہرۂ عصر شدند" یہی شخص ایک اَور مقام پر لکھتا ہے۔ "بسیاری ازین دانشمندان کہ در خاتمہ[4] ذکر شدہ (مراد از خاتمۂ کتاب مآثر رحیمی است) ...... از فاتحہ تا خاتمہ در کتابخانۂ عالیش درسِ فضل و افضال خواندہ اند۔ و کسب آداب نمودہ شہرۂ شہر و معروفِ عصر گردانیدہ اند" ایک اَور جگہ نہاوندی یُوں گوہر افشاں ہوتا ہے[5] "گم گشتگان بوادئ تربیت واخلاص معمورۂ دانشمندی رسیدہ اند۔ والحال ازیمن تربیتش چراغ افروز محفلِ دانش و بینش اند۔ چوں نشوند کہ ازینا کتابخانہ جواہر معنی اندوختہ اند۔ و درین مجلس راہِ سخنوری یافتہ اند"[6]

مولانا صُوفی کے حالات[7] میں نہاوندی لکھتا ہے۔ کہ "در سلکِ دیگر مستعدان و طالبعلمان کہ در کتابخانۂ عالی می بودہ اند۔ منسلک گشتہ بود" اسی طرح مولانا محب علی سندھی نے کہ بقول نہاوندی "مشاہیر[8] روزگار" میں سے تھا۔ اسی جگہ تربیت حاصل کی۔ علاوہ زرو جواہر

---

[1] مآثر رحیمی جلد سوم صفحہ ۵۹، [2] ایضاً جلد سوم صفحہ ۸۰، [3] ایضاً جلد دوم صفحہ ۵۸۵،
[4] ایضاً صفحہ ۵۹۵، [5] مآثر رحیمی جلد سوم صفحہ ۵۷،
[6] مآثر رحیمی جلد سوم صفحہ ۴۸۹ و جلد دوم صفحہ ۵۸۵،

کے خانِ خاناں کی بارگاہ سے علماء کو کتابیں بھی عطا ہوا کرتی تھیں ⁂

دار الترجمہ

کُتب خانے سے ملحق ایک دار الترجمہ بھی تھا۔ اس کے مہتمم ملا محمد علی کشمیری تھے۔[1] اس ادارہ کے اراکین عربی ترکی سنسکرت وغیرہ مختلف زبانوں کی کتابوں کے فارسی تراجم تیار کیا کرتے تھے۔ خانِ خاناں نے خود بھی تزکِ بابری کا ترجمہ ترکی سے فارسی زبان میں کیا۔ جس کی دلکش عبارت اس کی علمی قابلیت کی آئینہ دار ہے ⁂

کتابوں کی نوعیت

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس عظیم الشان کُتب خانے میں کس نوعیت کی کتابیں تھیں۔ ہمعصر ماخذ اس کے متعلق خاموش ہیں۔ مآثرِ رحیمی کے اوراق سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ تمام ہمعصر شعراء نے جو کہ خانِ خاناں کے جود وسخا سے بہرہ ور ہوئے اپنے اپنے دیوانوں کے خود نوشت نسخے اس کتب خانے میں رکھتے ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ اکبری اور جہانگیری میں جو کتابیں تالیف یا تصنیف ہوئیں۔ یا دوسری زبانوں سے ترجمہ کی گئیں۔ اس کُتب خانے میں موجود تھیں۔ اس دور میں ہندوستان نے جو علمی ترقی کی اور جو جو کتابیں اس وقت منصۂ شہود پہ جلوہ گر ہوئیں۔ اُن کی تفصیل کو بخوفِ طوالت ترک کرتا ہوں۔ علاوہ ہمعصر کتابوں کے تمام قدیم کُتب کے نسخے کُتب خانے میں موجود تھے۔ خیال ہے کہ کچھ کتابیں وہ ہوں گی جو خانِ خاناں کو[3] اپنے شہید باپ کے ترکے کے طور پر ملی ہوں گی۔ علاوہ ازیں کئی کتابیں شہنشاہ اکبر نے اُسے عطا کی ہونگی۔ بہت سی کتابیں مفتوحہ ممالک سے مالِ غنیمت کے طور پر ہاتھ آئی ہوں گی۔ کئی ایک نایاب

---

[1] مآثرِ رحیمی جلد سوم صفحہ ۳۹ ، [2] ایضاً صفحہ ۹-۵۸ ،

[3] مآثرِ رحیمی جلد دوم صلا ، نہاوندی لکھتا ہے۔ کہ اس نے عبد الرحیم کے کتب خانہ میں بیرم خان خانخاناں کا دیوان دیکھا۔ جس میں ترکی اور فارسی کے دو ہزار بیت تھے ⁂

علمی جواہر خانخاناں نے پانی کی طرح روپیہ بہاکر حاصل کئے ہونگے۔ اور بقیہ کتابیں کُتب خانے کے ملازم کاتبوں اور صحافوں نے تیار کی ہوں گی ؛

خیال ہے کہ اس بے نظیر کُتب خانے میں اُن تمام علوم کی کتابیں موجود تھیں۔ جن میں خانِ خاناں مہارت رکھتا تھا۔ یا جن سے اُسے دلچسپی تھی۔ ان میں شاعری۔ تاریخ انشا۔ صرف و نحو۔ نجوم و فلسفہ وغیرہ دُنیاوی علوم کے علاوہ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ تصوف اور اخلاق وغیرہ دینی علوم بھی شامل ہیں۔ خانِ خاناں کے کتب خانے کی جو جو کتابیں باقیات الصالحات کے طور پر مشرق و مغرب کے کُتب خانوں میں موجود ہیں۔ وہ اس مسئلے کی تفہیم میں بہت مدد دیتی ہیں کہ خانِ خاناں کے کتب خانے میں کس نوعیت کی کتابیں تھیں ؛

نظامِ کتب خانہ

مُغلوں کے دور عروج میں تمدن کے اوجِ کمال پر پہنچ جانے کے باعث ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں نفاست اور سلیقہ شعاری کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ اِس دَور کی عمارتیں کتابیں۔ کپڑے اور ظروف یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ لوگ ہر معاملے میں سجاوٹ اور آرائش کو پیشِ نظر رکھا کرتے تھے۔ اس امر کے علاوہ خانخاناں کے تموّل اور نازک طبعی کے پیشِ نظر بھی یہ خیال ہے کہ اس کا کُتب خانہ نہایت اچھی حالت میں ہوگا۔ کتابیں عمدہ الماریوں میں محفوظ ہوں گی۔ کمروں میں کشمیری اور ایرانی قالینوں کے فرش ہوں گے۔ اور اُس زمانے کے حالات کے مطابق آرائش و زیبائش کا پورا اہتمام ہوگا ؛

آج کل کی طرح اس دور میں بھی کتابوں کو مضمون وار مرتب کرکے رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ فیضی[1] کی وفات کے بعد جب اسکا کتب خانہ دیگر املاک کے ساتھ نظامِ منصبداری کی شرائط کے مطابق ضبط بحقِ سرکار ہوا۔ تو اُس کی چار ہزار چھ سَو کتابیں تین شعبوں میں

---

[1] بدایونی منتخب التواریخ (رالیبط جلد پنجم) صفحہ ۵۲۸-۹ ؛

مرتب کر کے زیب کُتب خانۂ شاہی کی گئیں۔ پہلے حصے میں شاعری۔ حکمت۔ نجوم اور علم موسیقی۔ دُوسرے حصے میں فلسفہ۔ تصوف اور علم اقلیدس اور قسمت سوم میں تفسیر حدیث اور فقۂ اسلامی کی کتابیں مدوّن کی گئیں۔ یہ مثال ظاہر کرتی ہے۔ کہ کتابوں کو ترتیب سے رکھنا اس وقت رائج تھا۔ خان خانان کے کُتب خانے کی کتابیں بھی اسی طرح بلحاظ نوعیتِ مضمون مرتب تھیں ۔

کتب خانے کا عملہ

اب ہم خان خانان کے کُتب خانے کے عملے کا ذکر کرتے ہیں۔ اس بیان کے ملاحظے سے آپ پر واضح ہو جائیگا۔ کہ جس کُتب خانے میں اس قدر لوگ مختلف غرائض کی بجاآوری کیلئے مامور ہوں۔ اس کی اہمیت اس دور میں کیا ہوگی ۔

شاہی کُتب خانے میں۔ مدرسوں اور مسجدوں سے ملحق کُتب خانوں میں اور خانخانان جیسے جلیل القدر امراء کے کُتب خانوں میں سب سے بڑا عہدیدار ناظمِ کُتب خانہ ہوتا تھا۔ اسے معتمدِ کُتب خانہ بھی کہتے تھے۔ اس کا فرض کتب خانے کے اخراجات کا حساب ماتحت عملے کی نگرانی اور جدید کُتب کی خرید و تحریر کا انتظام تھا۔ کتابوں کے پڑھنے یا دیکھنے کیلئے اجازت بھی غالبًا اسی سے لینی پڑتی تھی۔ شاہی کُتب خانے میں یہ عُہدہ کسی اہم منصبدار کی تحویل میں ہوتا تھا۔ چنانچہ شاہجہان کے عہد میں کچھ عرصہ مرزا محمد طاہر[1] عنایت خان آشنا مؤلف کتاب قرنیہ (یا ملخص) اس عہدے پر فائض رہا۔ یہ شخص ظفر خان احسن سابق صوبہ دار لاہور و کشمیر و کابل کا لڑکا اور ابوالحسن[2] تربتی کا پوتا تھا ۔

خان خانان کے کُتب خانے کا ناظم میر[3] باقی تھا۔ یہ شخص ماوراء النہر کا سید تھا۔

---

[1] مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۷۹۳ ۔ الیٹ جلد ہفتم صفحہ ۷۳-۷۴ ، [2] ابوالحسن تربتی کے حالات کیلئے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مضمون "مقبرۂ ابوالحسن تربتی" رسالہ معارف بابت جنوری ۱۹۴۵ء ۔

[3] مآثر رحیمی جلد سوم صفحہ ۱۶۸۰ ۔

صوبہ داریٔ گجرات کے زمانے میں خان خاناں کے حضور باریاب ہُوا۔ اور کچھ عرصہ کتب خانے میں کام کرتا رہا۔ اور بعد ازاں اس کی قابلیت سے مرعوب ہوکر اس کے ولی نعمت نے اُسے یہ جلیل القدر عُہدہ عطا کیا۔ ناظم کے بعد داروغۂ کتب خانہ یا مہتمم کُتب خانہ کا درجہ تھا۔ یہ شخص ناظم کی ہدایت کے مطابق کتب خانہ کے اندرونی معاملات کا انتظام کرتا تھا۔ نئی کتابوں کی کتابت اسی کے زیر اہتمام ہوتی تھی۔ اور جدید کتابوں کی خرید کے لئے بھی اس کی رائے کو ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ خیال ہے کہ کتابوں کی ترتیب کا انتظام۔ انکا مطالعہ کے لئے مقررہ جگہوں سے مطالعہ کے کمروں میں لانا۔ پھر حفاظت سے اُنہیں وہیں رکھوانا اسکے زیر نگرانی ماتحت عملہ کے ہاتھوں انجام پاتا تھا۔

اس عُہدے پر کسی فاضل اجل کا تعین ہوا کرتا تھا۔ خانخاناں کے ہاں اس عُہدے پر شیخ برہمی فائز تھا۔ یہ شخص ہندی زبان کا شاعر ہونے کے علاوہ اَور بہت سے علوم میں دسترس رکھتا تھا۔ جب یہ فریضۂ حج کی بجا آوری کے لئے حجازِ مقدس کو روانہ ہُوا۔ تو یہ منصب اس کے لڑکے شیخ عبد السلام کے سپرد کیا گیا۔ یہ لوگ بھڑائچ کے شیخ زادوں میں سے تھے۔[1]

داروغہ کے زیرِ نگرانی کام کرنے والے عملے میں وراق اور صحاف قابلِ ذکر ہیں۔ یہ لوگ کتابوں کو صندوقوں اور الماریوں میں ترتیب سے رکھتے تھے۔ اور اُن کی حفاظت کرتے تھے۔ غالبًا یہ لوگ کتابوں کو گرد و غبار سے صاف رکھنے کے ذمّے دار بھی ہوتے تھے۔

کتابوں کی تیاری

چونکہ اس دور میں مطبع نہ تھا۔ اس لئے شاہی کُتب خانے میں اور امراء کے کتبخانوں میں حسب حیثیت کتابیں تیار کرنے والا عملہ موجود رہتا تھا۔ جو کہ داروغہ کے زیرِ نگرانی کتابوں

---

[1] مآثر رحیمی جلد سوم صفحہ ۱۶۶۲-۱۶۶۲۔

کی تحریر اور تزئین و آرائش کا کام کرتا تھا۔

اس عملے میں کاتب۔ خوش نویس۔ مقابلہ نویس۔ نقاش۔ جلد ساز۔ جدول ساز۔ اور مصور وغیرہ شامل تھے۔ عام کتابیں کاتب تحریر کر کے جلد ساز کے حوالے کر دیتے تھے اور وہ ان پر جلدیں چڑھا دیتے تھے۔ اس کے بعد کتاب مقابلہ نویس کے پاس جاتی تھی جو کہ رقم شدہ نسخے کا اصل کیساتھ مقابلہ کرتا تھا۔ اور اغلاط کی اصلاح کر دیتا تھا۔ ان کے علاوہ مصحح ہوتے تھے۔ اگر کوئی ایسا قدیم نسخہ مل جاتا۔ جس کے بعض اوراق گم ہوتے یا بعض الفاظ کرم خوردہ ہونے یا پانی وغیرہ کے اثر سے پڑھے نہ جاتے۔ تو یہ شخص اپنے علم و فہم سے کام لیکر ان عبارات و الفاظ کو اصل کے مطابق مہیا کرنے کی کوشش کرتا۔ اس لئے یہ عہدہ عموماً کسی فاضل کے سپرد کیا جاتا تھا۔

بعض کتابوں کے نسخے بڑی محنت سے تیار کئے جاتے تھے۔ اور ان پر ہزارہا روپے خرچ ہوتے تھے۔ ان کے لئے نہایت عمدہ کاغذ مہیا کیا جاتا تھا۔ ان کی کتابت کے لئے بہترین خوشنویس متعین کئے جاتے تھے۔ حاشیوں پر مختلف رنگوں میں نہایت دیدہ زیب گلکاری کی جاتی تھی۔ سرلوح خاص طور پر بہت محنت سے مزین کرتے تھے۔ یہ سجاوٹ بھی کئی نوع کی ہوتی تھی۔ کئی کتابیں زرافشاں کاغذ پر لکھی جاتی تھیں۔ اور ان پر نقش و نگار بھی طلائی ہوتے تھے۔

تین صدیاں گذرنے پر بھی اس دور کی کتابوں کی دلفریبی اور چمک دمک کا یہ عالم ہے۔ کہ جب کبھی کسی کتاب کے دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ تو صفحۂ قرطاس پر صحن گلشن کا گماں ہونے لگتا ہے۔ ان کتابوں کے پاکیزہ مضامین۔ دیدہ زیب کتابت۔ نظر فریب جداول اور حواشی گوکہ فخر روزگار فن کاروں کی معجز نگاری کا مرقع ہوتے ہیں۔ دیکھ کر چشم عبرت بین اشکبار ہو جاتی ہے۔ خبر نہیں کہ کن ہاتھوں سے اس قدر نازک خط کھینچے ہیں۔ اور کس کس نوعیت کے عجیب و غریب رنگوں سے مونشگافی اور گلکاری کے جوہر دکھائے

ہیں کہ کئی کئی گھنٹے کمالِ محویت سے انہیں دیکھنے سے بھی طبیعت سیر نہیں ہوتی ؎

اس قسم کی کتابوں کو جب خان خاناں کاشی کار دیواروں والے ایوانوں میں کشمیر اور ایران کے منقش اور طلاکار قالینوں پر بیٹھ کر ملاحظہ فرماتے ہونگے۔ تو عجیب سماں نظر آتا ہوگا ؎

کتابوں کی قیمت

قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ اس دور میں ایک کتاب کافی محنت کے بعد عالم وجود میں آتی تھی۔ اس لئے یقیناً اس کی قیمت مقابلتہً زیادہ ہوتی تھی۔ کتاب کی قیمت کا انحصار اس کے کاغذ کی نوعیت، کتابت اور تزئین و آرائش پر ہوتا تھا۔ اس لئے کئی کتابیں ہزار ہا روپے کے عوض بھی ارزاں سمجھی جاتی ہوں گی ؎

شہنشاہ اکبر کے کتب خانے کی کتابوں کی مالیت کا اندازہ لگاتے ہوئے ڈی لائٹ[1] نے ایک کتاب کی اوسط قیمت ۱۲۷ روپے مقرر کی ہے۔ علاوہ ازیں بعض قدیم خطی نسخوں کے شروع یا آخر میں اُن کے مالکوں کی تحریریں ملتی ہیں کہ فلاں صاحب نے فلاں مقام پر اس نسخے کو فلاں قیمت پر خریدا تھا۔ اس قسم کی مختلف تحریروں کے معائنے سے ایک معتبر اس نتیجے پر پہنچتا ہے۔ کہ اس دور میں کتابیں کافی گراں تھیں۔ اس امر کے علی الرغم ان لوگوں میں فراہمی کتب کا بے پایاں شوق ہونا ان کی بہت زیادہ علمی اور تمدنی ترقی پر دلالت کرتا ہے ؎

کتب خانہ کے ماہرِ فن ملازمین

عبدالباقی نہاوندی نے خانِ خاناں کے کتب خانے میں کام کرنے والے بہت سے فن کاروں کا ذکر کیا ہے۔ تصویر سازی کا کام میاں فہیم اور میاں ندیم کے سپرد[2]

---

[1] De Laet's Empire of the Great Mogul P. 108

[2] مآثر رحیمی جلد سوم صفحہ ۱۶۸۱، مآثر الامراء جلد اول صفحہ ۷۱۲،

تھا۔ یہ دونوں بھائی نومسلم راجپوت تھے۔ اور انہوں نے خان خاناں ہی کے زیر سایہ تعلیم وتربیت حاصل کی تھی۔ مادھو نام ایک ہندو فن کار بھی ان کا ساتھی تھا۔ نقاشوں میں مولانا مشفق[۱] اور بہبود[۲] قابلِ ذکر ہیں۔ بہبود مرزا باقی کا غلام تھا۔ نقاشی کے علاوہ خطِ نسخ اور تعلیق میں بھی دسترس رکھتا تھا۔ بقول نہاوندی "بزیب وزینتِ کتب وکتابت و طلادوزی اشتغال دارد۔ راقم (یعنی نہاوندی) تصویر وخطِ ایشاں را بنظر درآوردہ۔ الحق نادرۂ زمانِ خود است"[۳]۔

علاوہ ازیں مولانا ابراہیم نقاش[۴] بھی سلکِ ملازمانِ خانِ خاناں میں منسلک رہ چکے تھے۔ یہ صاحب بقول نہاوندی "نقاش وخوشنویس و مذہب وصحاف وحکاکِ بنظیر وہمال بود" "واکثری از صنائع را خوب میدانست وبکمالِ حیثیات واستعداد آراستہ بود" شعر بھی خوب کہہ لیتا تھا۔ "واشعارِ او در سفائن اہلِ دکن خصوصًا مردم احمد نگر بسیار است" احمد نگر میں خانِ خاناں کی ملازمت اختیار کی۔ لیکن بعد ازاں "بوسیلۂ کہ بہ راقم (نہاوندی) ظاہر نیست از سعادت بندگیٔ ایشاں محروم ماند" اگرچہ بارِ دیگر اس نے بارگاہِ خانخاناں میں رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ نہاوندی کا بیان ہے کہ "تصویر وتذہیب وخطِ او در ایں مکتب خانۂ دانشمندان بسیار است"[۵]۔

کاتبوں اور خوشنویسوں کے لئے ضروری تھا۔ کہ وہ مختلف اقسام کے خطوں میں چابکدستی سے لکھ سکتے ہوں۔ یہ لوگ بڑی مشقت سے خط میں پختگی پیدا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس ادارے میں بہت سے کاتب تھے۔ جن میں ملا عبدالرحیم عنبریں قلم

---

[۱] مآثر رحیمی جلد سوم صفحہ ۱۶۸۲، [۲] ایضًا، [۳] ایضًا صفحہ ۱۶۸۱

[۴] مآثر رحیمی جلد سوم صفحہ ۱۶۸۸،

[۵] ایضًا صفحہ ۱۶۷۸،

ہروی سب سے ممتاز تھا۔ خط نسخ اور تعلیق کو خوب لکھتا تھا۔ آغازِ عمر ہی سے ہرات سے خان خاناں کے دربار میں آگیا۔ اور بہمن شاگردی و تربیت این سپہ سالار ترقی تمام درخلش پدید آمد وآوازۂ خوشنویسیٔ او ہندوستان را فرو گرفت"۔ کچھ عرصہ بعد خان خانان اسے بادشاہ کے حضور لے گئے اور یہ شاہی ملازمت میں لے لیا گیا۔ عبد الباقی کا بیان ہے۔ کہ" اکثر کتب این سرکار بخط آن نادرۂ زمان است"۔

ملا محمد مومن[1] خط نسخ تعلیق اور جلی نویسی میں ماہر تھا۔ ہرات کا باشندہ تھا۔ بوقت تالیف مآثر رحیمی راہیٔ ملک عدم ہوچکا تھا۔ اس کا بھائی محمد حسین بھی کتب خانے سے متعلق تھا۔ یہ شخص صحاف اور جلد ساز تھا۔ اور" درعکس کار از ملا محمد امین گنبدنیۂ بوقتِ تالیف مآثر اس کو کتب خانہ کی خدمت کرتے ۳۵ برس گزر چکے تھے۔ اور اس وقت تمام کام کا دارو مدار اسی پر تھا۔ نہاوندی لکھتا ہے "این دو برادر از روزی کہ داخلِ ہندوستان شدہ اند بغیر از دربارِ فیض آثارِ این سپہ سالار وکتابخانۂ عالی ایشاں بر در دیگری نرفتہ اند"۔

مولانا درویش[2] خراسان کے مردم خیز قصبہ تربت حیدری کا باشندہ اور مولینا عبدالصمد کا لڑکا تھا۔ خطِ تعلیق کو خوب لکھتا تھا۔ پہلے مشہد میں امام رضا علیہ السلام کے روضہ کے دار الانشار میں محرر تھا۔ وہاں سے خانِ خاناں کی خدمت میں آیا۔ اور سالہا سال تک اُن کا محرر رہا۔ خوشخطی کی وجہ سے خانِ خانان اُسے انعامات سے نوازتے رہے۔ عالمِ پیری میں کاشان چلا گیا۔ اور اپنی جگہ اپنے فرزند خواجہ محمد قاسم کو چھوڑ گیا۔

---

[1] مآثرِ رحیمی جلد سوم صفحہ ۱۶۸۰۔

[2] مآثرِ رحیمی جلد سوم صفحہ ۱۶۸۳۔

عملۂ کتب خانہ کے ایک رکن ملا محمد حسین خراسانی تھے۔ یہ صاحب" درفنِ تذہیب و جدول و عکس" میں "بے نظیر زماں تھے۔ پہلے روضۂ حضرت امام رضا علیہ السلام کے کتب خانہ میں کام کرتے تھے۔ جب عبد اللہ ازبک نے خراسان فتح کیا۔ اور اس کی تاخت سے مشہد میں بدامنی کا دور دورہ شروع ہؤا تو یہ شخص بادیہ گردی پر مجبور ہو گیا۔ آخر اپنے فرزندوں سمیت خان خاناں کے دامن عاطفت میں پناہ حاصل کی۔ اور کتب خانے کی اکثر کتابوں کی تزئین کی۔ کاغذ ابری ایجاد کیا۔ عکس کا کاغذ اس سے پہلے موجود تھا۔ اور خانِ خاناں اسے بہت پسند فرماتے تھے۔ اس فخر روزگار نے "عکسِ ہفت رنگ" کا اختراع کیا۔ اور معاملۂ عکس را بجای رسانید کہ در متقدمین و متأخرین ہیچ کس پیرامونِ آن نمی تواند گردید" سرِ دست مجھے معلوم نہیں کہ عکس کا کاغذ کیا ہوتا تھا۔ اور عکس ہفت رنگ کیا شے تھی۔

خانِ خاناں اس پر بہت مہربان تھے۔ اور "شرحِ انعام و احسانی کہ از ایشان یافتہ بتید تحریر و تقریر در آوردن خالی از اشکالی نیست" یہ صاحب شاعر بھی تھے تخلص [illegible] تھا۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

هرکرا دادی میانِ جان و دل جا دشمن است
وانکه با اہلِ زماں بد نیست با ما دشمن است

ادارۂ کتابت اور ترویجِ فنون

کتب خانہ کا "ادارۂ کتابت" محض کتابیں تیار کرنے کا کارخانہ ہی نہ تھا۔ بلکہ اس میں نو آموزوں کو متعلقہ فنون کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ چنانچہ ہم مآثرِ رحیمی میں بہت سے باکمالوں کے حالات میں دیکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے فنون

؎ مآثر رحیمی جلد سوم صفحہ ۹-۱۶۷۸۰

میں مہارت اسی کُتب خانے میں حاصل کی۔ جیسا کہ سطورِ بالا میں بعض اشخاص کے حالات میں مرقوم بھی ہوچکا ہے۔ چنانچہ نہاوندی میاں ندیم کے حالات میں لکھتا ہے۔" در فنِ نقاشی و تصویر بعدؔ از مانی و بہزاد مثل او از مادر متولد نشدہ بود و این کسب درین کتاب خانہ و در خدمتِ این سپہ سالار نمودہ بود"۔ اسی طرح مولانا مشفق نقاش نے بھی یہیں تربیت حاصل کی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فنِ کتابت۔ نقاشی۔ جدول سازی اور مصوری وغیرہ کے ماہر تیاریٔ کتب کے علاوہ بقیۃ وقت یہ فنون دُوسرے لوگوں کو سکھاتے تھے۔ جو بعد ازاں یا تو کُتب خانے میں ان کی جگہ کام کرتے۔ یا کہیں اَور ملازمت حاصل کر لیتے تھے۔ جیسا کہ عبدالرحیم عنبریں قلم نے فنِ خوش نویسی یہیں سیکھا۔ اور تکمیلِ تربیت کے بعد خانِ خانان نے اُسے سلکِ ملازمانِ شاہی میں منسلک کرا دیا۔

اختتامِ کلام

خانِ خاناں کے شہرۂ آفاق اور نادرِ روزگار کُتب خانے کے حالات پہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اِس علمی ادارے کا اکبری اور جہانگیری عہد کی تعلیمی اور تمدّنی ترقی میں بہت زیادہ حصّہ تھا۔ اور اس دور میں شاہی کتب خانے کے بعد اسے اور بعض دوسرے امرار کے کتب خانوں کو جو اہمیت حاصل تھی۔ اور ضیائے علم کے پھیلانے میں ان اداروں نے جو کام کیا۔ ہم

لہ مآثر رحیمی جلد سوم صفحہ ۱۶۸۱،

لہ ایضاً صفحہ ۱۶۸۲، لہ ایضاً صفحہ ۱۶۲۸،

شاید آج اُسے بخوبی ذہن نشین نہ کر سکیں۔ بہرکیف سطورِ بالا میں خانِ خاناں کے کُتب خانے کی جو تصویر کھینچنے کی کوشش کی ہے۔ اُس نے عہدِ مُغلیہ کی تمدنی تاریخ کے اس باب کو کافی اُجاگر کر دیا ہے ؎

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

تنقید و تبصرہ

نادراتِ شاہی

شاہ عالم ثانی متخلص بہ آفتاب تین زبانوں کے شاعر تھے۔ اردو، فارسی اور ہندی، لیکن انکی زباندانی کا کمال یہیں ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ ترکی عربی اور سنسکرت میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے مغلیہ خاندان کے شہزادوں کو عربی فارسی اور ترکی لازماً سیکھنی پڑتی تھیں۔ عربی اس لئے کہ دینداری کا تقاضا تھا۔ فارسی اسلئے کہ حکومت اور ادب کی زبان تھی۔ اور ترکی اسلئے کہ آبائی زبان تھی۔ ان کے علاوہ اکبر کے زمانے سے سنسکرت اور ہندی بھی ان کے نصاب میں داخل ہوئیں۔ اکثر شہزادوں کی مائیں ہندو رانیاں تھیں اُنکے اثر سے ان زبانوں کو اَور ترقی ہوئی۔ اور قلعۂ معلی کی دیواروں کے اندر اسلامی اور ہندوانی زبانوں کا امتزاج وجود میں آیا۔ ہندی اور فارسی کے ملاپ سے وہ دلفریب زبان پیدا ہوئی جس کو ہم آج اُردو کہتے ہیں اور قلعۂ معلّے ہی میں پرورش پانے کی وجہ سے وہ اردوئے معلّٰے کہلاتی ہے۔

اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ شاہ عالم نے تین زبانوں میں شاعری کی اور متعدد دیوان یادگار چھوڑے۔ افسوس ہے کہ اُنکا اُردو کلام دلّی کی تباہی کیساتھ تلف ہوگیا۔ اور چار دیوانوں اور متعدد مثنویوں میں سے اب کسی کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ کتاب زیر تبصرہ یعنی "نادرات شاہی" انکے مخلوط اردو اور ہندی کلام کا مجموعہ ہے۔ جس کا ایک قیمتی نسخہ رامپور کے شاہی کتاب خانے میں محفوظ ہے اور جسکو اب تصحیح و تحشیہ کیساتھ ہمارے فاضل دوست سید امتیاز علی صاحب عرشی ناظم کتاب خانہ نے ہندوستان پریس رامپور میں چھپوا کر شائع کیا ہے۔

نادراتِ شاہی کا یہ نادر نسخہ ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء میں یعنی شاہ عالم کے اپنے عہد میں لکھا گیا اور اسی کے حکم سے اسکا نام نادراتِ شاہی رکھا گیا۔ شروع میں ۷۴ غزلیں ریختہ کی ہیں۔ جن میں آفتاب تخلص کیا گیا ہے۔ شاہ عالم کا عہدِ سلطنت، ۴۷ برس کا طویل زمانہ ہے (۱۷۵۹ء سے ۱۸۰۶ء

تک) اور یہ وہ زمانہ ہے جس کو زبانِ اُردو کے عنوان شباب کا دور سمجھنا چاہئے۔ شاہ عالم نے چونکہ اسّی برس کی طویل عمر پائی۔ اس لئے اُسنے اپنی زندگی میں اردو شاعری کے وہ دور دیکھے جس کو آزاد نے آبحیات میں دُوسرے اور تیسرے دور سے نامزد کیا ہے۔ اس کی اردو شاعری میں ان دونوں دورں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اگر ایکطرف وہ شاہ حاتم اور میر سوز کے انداز میں معشوق کو سجن اور پیارا اور صاحب کے القاب سے یاد کرتا ہے۔ اسکے حسین چہرے کو مکھڑا اور دیدار کو درس کہہ کر دیکھنا چاہتا ہے۔ تو دُوسری طرف میر کے بیان کی صفائی اور رچستگی کے نمونے دکھاتا ہے۔ دونوں مثالیں دیکھئے ؎

کرتا ہوں عرض جو میں سُن لیجے میرا صاحب!
سُن کر جو آوے دل میں کہہ دیجے میرا صاحب!

ذیل کی غزل ہم کو میر کا انداز یاد دلاتی ہے ؎

جب وہ نظریں دو چار ہوتی ہیں — تیر سی دل کے پار ہوتی ہیں
رنجشیں میری اور اس گُل کی — رات دن میں ہزار ہوتی ہیں
قمریاں بندگی میں تجھ قد کی — سر بسر طوقدار ہوتی ہیں
آفتاب اسکے وصل کی باتیں — باعثِ اضطرار ہوتی ہیں

کلام میں بعض اشعار ایسے بھی ہیں جو ضلع جگت کے اعتبار سے امانت لکھنوی کی واسوخت میں جگہ پانے کے قابل ہیں ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

کل کا وعدہ نہ کرو دل مرا بیکل نہ کرو — کل پڑیگی نہ مجھے مجھ سے یہ کل کل نہ کرو

غزلوں کے بعد ۲۶ عدد سیٹھنوں کا ایک مجموعہ ہے۔ یہ ایک طرح کے گیت ہیں جو آج بھی ہندوؤں اور مسلمانوں کی بعض برادریوں میں بیاہ شادی کے موقعہ پر دُہرائے جاتے ہیں ان کے مضامین بالعموم فحش ہوتے ہیں۔ اور یہی حال شاہ عالم کے سیٹھنوں کا بھی ہے۔ انکو نظر انداز کرنا چاہئے لیکن ایک بات جو ہمیں دلچسپ معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ بعض سیٹھنوں میں جہاں سمدھنوں کے نام لئے ہیں وہ مغل بیگمات کے نام ہیں مثلاً صاحب محل۔ زبدۃ الزمانی وغیرہ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مغل خاندان میں شادیوں کے موقع پر سیٹھنوں کا رواج تھا۔

سیٹھنوں کے بعد باقی سارا کلام ہندی ہے۔ جس میں دوہے کبت۔ گیت۔ ترانے وغیرہ ہیں
زبان ٹھیٹھ اور رواں معلوم ہوتی ہے اور صاف واضح ہے کہ شاعر کو ہندی پر بڑی قدرت حاصل
ہے۔ اس سے زیادہ ہم زبان پر کوئی رائے ظاہر نہیں کر سکتے۔ اس حصے میں ہمارے لئے دلچسپی
کی بات یہ ہے کہ بہت سے دوہے حضرت پیران پیر (غوث الاعظم) اور حضرت خواجہ معین الدین
چشتی اور خواجہ قطب الدین کی مدح میں ہیں یا ان سے طلب اعانت کے طور پر بطور دعا کے لکھے
گئے ہیں۔ مثلاً :-

(۱) کرم کی نظر کیجے خواجہ معین الدین پیر چشتی شاہ عالم کے رہو پشتی
بنتی کر کہت ہوں مان لو میری پار لنگھاؤ مراد کی کشتی

(۲) حضرت قطب الدین کی دیکھ جاگتی جوت
شاہ عالم پادشاہ کی انچھا پورن ہوت

لیکن پیروں میں سب سے زیادہ ارادت حضرت پیر دستگیر کے ساتھ جتائی گئی ہے۔ بہت
سے دوہوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا عرس بڑی دھوم سے قلعے میں منایا جاتا تھا۔ اور ایک
رسم مہدی کی ادا کی جاتی تھی۔ "مہدی غوث الاعظم" کے عنوان سے بیس کبتوں کا ایک سلسلہ الگ
لکھا ہے۔

ہمارے نزدیک ان کبتوں کی تاریخی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اکثروں سے پتہ چلتا
ہے کہ شاہی قلعے میں زندگی کیسی تھی۔ ان سے پایا جاتا ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تہوار
یکساں دھوم دھام کیساتھ منائے جاتے تھے۔ ہولی، دیوالی، بسنت، شب برات، بلکہ یہ دکنا (؟)
آخری چہارشنبہ اور نوروز کا جا بجا ذکر ہے۔ بلکہ یہ بھی بتایا ہے کہ وہ کس طرح منائے جاتے تھے۔
ہولی دیکھئے :-

عطر گلاب، ارگجا، چوا، چندن سب ہیں تم نت رنگ رچایو
عبیر، گلال، کمکما، کیسر، راگ اور رنگ، ناچ سہایو
کون ہے ایسی وہ پیاری تیا ہم کو تج کے من واسوں لگایو

سانچی کہو تم موسوں پیا یا پھاگ کے رنگ میں تم کو نکے چاہت جایو

شب برات ؎

پُھلجھڑی، ہتھ پھول، انار، چھوٹے گھن چکر اور ہوائی
چدر جاہی جوہی مہتاب ستارے کی ات ہیں جوت سہائی
جھاڑ، پھپھینے چھوٹے گھن چکر ہاتھن میں کر کے روشنائی
دیت سبے شاہ عالم کو شب رات کی رات کوں لوگ بدھائی

بکرید (بقرعید) کے موقع پر بادشاہ اونٹ کی قربانی دیتا تھا ؎

شتر کی قربانی کرے شاہ عالم جج ثواب لیو ہے
لاکھوں تمہے بکرید نصیب ہو، ایہی مبارک دیو ہے

غرض یہ کہ شاہ عالم کے ہندی کلام کی تاریخی قیمت بہت زیادہ ہے ؞

کتاب کے فاضل مرتب سید امتیاز علی صاحب عرشی نے تصحیح کے کام میں بہت محنت کی ہے۔ شروع میں ۶۲ صفحے کا مقدمہ لکھا ہے جس میں شاہ عالم کے عہد کے پورے حالات اور اسکی شاعری اور دربار کی زندگی پر مفصل تبصرہ ہے۔ کتاب کا متن فارسی اور دیوناگری دونوں خطوں میں ساتھ ساتھ چلتا ہے گویا کتاب ہندو مسلم اتحاد کی علمبردار ہے ؞

ضخامت ۲۲۷ صفحے، طباعت ٹائپ کے حروف میں نہایت دلکش، سلسلۂ مطبوعات کتابخانہ عالیہ رامپور کی پانچویں کڑی ہے۔ ہم ریاست کو اور بالخصوص اپنے مکرم دوست سید امتیاز علی صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ ان کی نیک کوششوں سے یہ سلسلۂ مطبوعات نہایت خوبی کیساتھ چل رہا ہے ؞

اڈیٹر

سلطان چار بالش نُه طاقِ ششدری | روشن بدان که هست بمعنی گدای تو
تاجِ سرِ سپهری ازان صبحدم کند | سیاره را نثارِ سرِ سدره سای تو
سررشتهٔ دوام که[1] آید زان عبار نیست | تاریست از نسیج قبای بقای تو
دیباچهٔ[2] آمد که ازل مبنی است ازان | محفوظ[3] لوحِ خاطرِ گیتی کشای[4] تو
شمعی که نورِ مجلس کرو بیان از دست | عکسیست از اشعهٔ[5] قندیلِ رای تو ۱۳۵
ای با محیطِ جودِ تو نیل[6] فلک سراب | یک قطره بیش نیست محیط از عطای تو
آن طائری که گلشنِ روح آشیانِ اوست | هنگام نغمه بلبلِ مدحت سرای تو
آن لعبتی که مردمکِ چشمِ عالم است | پرده نشینِ خاطرِ خورشید رای تو
چون تیغِ تیزِ خسروِ گیتی ستان[7] چرخ | گیتی کشوده خامهٔ[8] گیتی کشای تو
هر چند شد ترا بدل و دیده مشتری | بگذر[9] ز مشتری که ندارد بهای تو
بهرِ شرف مطبقِ[10] زربفتِ چرخ را | دوزد[11] بخیط شمس قضا بر قبای تو
سرّی[12] که در حجابِ قضا باز مانده است | موقوف یک اشارتِ چشمِ رضای تو
قرصی[13] که بر طبقچهٔ زرکوبِ چرخی است | نان ریزهٔ زگوشهٔ خوانِ سخای تو
آن دوحه‌ٔ که سدره بود نام اصلِ او | شاخی که زباغِ دولتِ بی منتهای تو
نصرت که قلعه گیرِ اقالیم صفدریست | لشکرکشِ سپاه نبرد[14] آزمای تو
هر صبحدم عروسِ سپهر از رواقِ بام | بر خاکِ ره فتاده چو باد از هوای تو
پر می‌زند تذروِ گلستانِ طبعِ من | از شوقِ طوطیِ قلمِ قند خای تو

---

[1] بصورت مصنف کیه باید خواند بلکه بودش غبار نیست، [2] ب. نساج، [3] ب. آمد که از دل مبنی است ازان (کذا)، [4] ب. محفوظ، [5] ب. نمای، [6] ب. اشغته (کذا)، [7] ب. بل، [8] ب. وان نعمت (کذا)، [9] و. زرین سنان، [10] ب. خانهٔ، [11] ب. یک روز (کذا)، [12] نوعی از پارچه از طرف خلخ آرند فرهنگ آنندراج)، [13] و. دوزخ (کذا)، [14] ب. شبی که بر، [15] ب. ترص، [16] ب. بنبرد

خواجو چو درک او بجلالت نمی رسد / مدحی چگونه در قلم آرد سزای تو
اقبال کو کمینه غلامی ز کوی تست / بادا ملازم در دولت سرای تو[۱]
شادی که هست بندهٔ هندوی درگهت / فراش صحن مجلس شادی[۲] فزای تو

در صفت باری تعالیٰ عزّ اسمه[۳]

ای به قدرت لعل را سنگ بدخشان ساخته / ماه[۴] بر منجوق این فیروزه ایوان ساخته
شه سوار[۵] نقره خنگ چرخ[۶] را یعنی قمر / گاه سیمین گوی و گه زرینه چوگان ساخته
صف شکافان سپاه شوق یعنی عاشقان / خویش را در کیش سودای تو قربان ساخته
زردهٔ گردون نورد نیر تا ز شرق را / بر فراز قلهٔ کهسار میدان ساخته
در کمین کن کمانداران ملک کبریا / ناوک از شاخ گل و از غنچه پیکان ساخته
قلعه گیران خدنگ انداز حکمت از شهاب / هر شبی بر دیو سرکش تیر باران ساخته
بی نوایان چمن را قدرتت در ماه مهر / از درست جعفری برگ زمستان ساخته
کرده ابداع تو رمان را به از یاقوت ناب / وانگهی از قبه یاقوت رمان ساخته
در ضیافت خانهٔ فضل تو خوان سالار صنع / ماه را قرص و فلک را سبزهٔ خوان ساخته
حکمتت هر سال بر این گرد خوان نقره کوب / بره را از آتش خورشید بریان ساخته
تا ز بهر گوسفند آب آورد بر روی کار / دلو چرخ آبگون از بهر ایوان ساخته

---

۱ این شعر از نسخهٔ ب افتاده است، ۲ ب - شادی سرای تو، ۳ اصل - آه - نسخهٔ و این قصیده ندارد،
۴ اصل - چنگ، ۵ اصل - کرد،
۶ اصل - باد

بلبلان[1] را بارها از آتشِ دل سوخته — واهلِ دل را کارها در عالمِ جان ساخته
خلعتِ خلقت کرامت کرده ابراهیم را — وآتشِ نمرود را بروی گلستان ساخته
غیرتِ یعقوبِ محنت دیده را جانِ عزیز — در فراقِ ماهِ کنعان بیتِ احزان ساخته
تیره شب را طرهٔ چون موی صفوان تافته — روز را رخ چون کفِ موسیٔ عمران ساخته
امرِ عونِ تو ز مورِ ناقصِ بی وقع را — پایهٔ تختِ از کفِ دستِ سلیمان ساخته
بر جبینِ چرخ روئین تن بفرمان هلال[2] — هر سرِ مه نقشی از ابروی فتّان[3] ساخته
شام را چون چینِ جعدِ حور کرده مشکفام — باغ را خرّم چو صحنِ باغِ رضوان ساخته

جانِ خواجو را که مرغِ بوستانِ کبریاست
شکّرِ شکرِ تو طوطیِ خوش الحان ساخته

در مدحِ جانی بیگ خان پادشاهِ دشتِ قبچاق[4]

ای ز خاکِ درگهت خضر آبِ حیوان یافته — عمرِ خضر و مالِ اسکندر ز زیندان یافته (صفحه ۲۷ ب)
اختران از نعلِ شبرنگِ تو افسر ساخته — وآسمان از دامنِ قدرت گریبان یافته
طوقِ فرمانِ تو بر سلطانِ این فیروزه طاق — از شرف بر گردنِ گردونِ گردان یافته

---

[1] اصل. گلبنان و بلبلان را بارها — الخ (کذا)، [2] اصل جبین چرخ روی تن بفرمان هلال (کذا)، [3] اصل. الجی و فتان، [4] واو پادشاه قبچاقیان بود که بتحریک قاضی محی الدین بردعی متوجه آذربایجان شد و ملک اشرف بن تیمورتاش بن امیر چوپان را که بعد از برادرِ خورد امیر شیخ حسن کوچک حاکم آنجا گشته ظلم بیحد در آن دیار روا می داشت بکشت. و این مهم در اوایل ۷۵۸ هـ بود و خواجو که رفتن و بستگی او بدربار قبچاق خیلی مستبعد می نماید و چون قصائدِ دیگر در مدح این پادشاه ندارد شاید بهمین موقع این قصیده را سروده باشد پس لا اقل تا ۷۵۸ هـ زنده بود.

طبع فیاضت نظر[9] بر کن فکان انداخته — وآفرینش را غریقِ بحرِ احسان یافته
هم ز پاست توسنِ ایام رهوار آمده — هم ز فرمانِ تو گوی چرخ چوگان یافته
نسرِ طائرِ خویشتن را از هوای مجلست — هر شبی پروانهٔ شمعِ شبستان یافته
اطلس[1] نه توی سبز سیم[2] دورِ چرخ را — شش جهت در بارگاهت فرشِ ایوان یافته
طول و عرض و بسطتِ (حکم)[3] جهانگیر ترا — مرغِ گردون (وهم) برون از حدِ امکان یافته
هر کجا لطفت چو عیسی دم بجان[4] بخشی زند — مردهٔ صدساله از بادِ هوا جان یافته
شاهِ شرق و غرب جانی بیگ سلطانِ جهان — بر جنابت چرخ را مامورِ فرمان یافته
ای زمین بوسِ حریم حضرتت سیارگان — کارِ خود چون زلفِ مه رویان پریشان یافته
آسمان در مطبخت شعر[5] غرهٔ فصلِ ربیع — تبهٔ از آتشِ خورشید بریان یافته

(۴۳۸)

کاسه‌های سبزِ زنگارِ فلک را وقتِ (چا)شت — میزبانِ همتت برگوشهٔ خوان یافته
روضهٔ قدرت که رضوانش فرستد باغِ خلد — قدسیانش پای از گلزارِ رضوان یافته
گاو چنبر[6] شاخِ چرخِ چنبری را روزگار — بر سرِ کویت بروزِ عید قربان یافته
خسروِ انجم که شرق و غرب[7] در فرمانِ اوست — بر درت خود را بزیرِ پای دربان یافته
فتنه را مانندِ بیژن در چهِ افراسیاب — چرخ رویین تن در ایامت بزندان یافته
چون ز مشرق گشته طالع آفتابِ عدلِ تو — کافرانِ تیره خاطر نورِ ایمان یافته
عقل کو معمارِ دارالملکِ دین و دولت است — ملکِ بدعت را بدورانِ تو ویران یافته
شمس زرگر آنکه اکسیر آیتی در شانِ اوست — خونِ لعل از بیم[8] دستت دردِ دل کان یافته
هر چه دشوار است بر مشکلگشایانِ ضمیر — اهلِ دانش پیشِ اقبالِ تو آسان یافته
ای بعز و دولتت بلقیس شادروانِ چرخ — تا ابد زیرِ زمین ملکِ سلیمان یافته

---

[1] اصل - اطلسی، [2] اصل - سم، [3] اصل - شاه، [4] اصل - جان پردازند، [5] اصل - مسر، [6] اصل - چنبر، [7] اصل - عرب، [8] اصل - پیم، [9] اصل - نظر، نسخهٔ ل این قصیده ندارد،

بحر اخضر با وجود جود دریا موج تو	شور و غوغا در دل جیحون و عمان[1] یافته
نیر[2] اعظم که سلطان سپهرش می نهند	تیر[3] منشی خاطرت را مشرف آن یافته
وآنچه مضمونست در طی طوامیر سپهر	فتح را در سایهٔ چتر تو پنهان یافته
هر که روی بندگی ننهاده بر خاک درت	آسمانش روز و شب دربند خذلان یافته
توسن گردون خرام ماه نعلت[4] روز رزم	از تنزل[5] رخنه در ایوان کیوان یافته
در سر[6] رمح دو شاخ و خنجرت گردن کشان	قلع[7] اصل خصم و قطع نسل عدوان یافته
واقفان[8] از انعکاس تیغ مرجان پیکرت	لاجورد چرخ را لعل بدخشان یافته
بر فراز[9] گنبد گردنده گاه دار و گیر	دور بنیان طارمی از گرد میدان یافته
بس که خون دشمنت بر اوج کشته موج زد	مهر و مه فلک[10] فلک را غرق طوفان یافته (۳۸ب)
در صف هیجا کمینه مفردی از لشکرت	رزم رستم را سراسر مکر و دستان یافته
ترک تیر انداز پنجم[11] را ز پنجم[11] رزمگاه	چرخ بر[12] آن پیکر پیکار حیران یافته
هر که سر پیچیده[13] از حکم مطاعت چون کمند	از کمندت صدگره (چون[14] کار خوبان) یافته
شهسوار تیز تاز چرخ یعنی آفتاب	گاه جولان از هلالت نعل یکران یافته
در گشاد ناوک اندازان خیلت تیز چرخ	دیدهٔ سیاره را بر نوک پیکان یافته
ای ز دار و خانهٔ انعامهای لایزال	دردمندان بلای فاقه[15] درمان یافته
در سرابستان معنی کی شود مانند من	نغمه سازی بلبل آوازی خوش[16] الحان یافته
ساحران گاه مدیحت خامه و طبع مرا	شکل ثعبان و کف موسی عمران یافته

---

[1] اصل - غمان، [2] اصل - نیرو اعظم، [3] اصل - پیر، [4] اصل - رملت، [5] اصل - تنزل، [6] اصل - در سر رمح و داخت خنجر گردن کشان (کذا)، [7] اصل - طمع (کذا)، [8] اصل - واقفان، [9] اصل - برفروز، [10] اصل - فلک و فلک، [11] اصل - پیچم، [12] اصل - بیان، [13] اصل - پیچده، [14] اصل - دکار خوبان (کذا)، [15] اصل - ناقه، [16] اصل - خوش الحان (کذا)

باکمال مکرماتت چند بینند اختران | ما و مقصود مرا هر روز نقصان یافته
آن همه محنت که ایوب پریشان حال یافت[1] | بنده را اضعاف آن بنگر ز کرمان یافته
دمبدم روی مزعفر[2] کرده عنابی ز چشم | وز عنا روی جهان چون چشم عمان یافته
دختران بکر فکرم بین که ایتام امید | باغ رخشان آب و رنگ از برگ احسان یافته
دور دَور تست و چون من بندهٔ در دور تو | حیف باشد این همه آسیب دوران یافته
تا بود قاضی القضاة چرخ یعنی مشتری | از سعادت جای خود بر صدر ایوان یافته
هر مثالی کان ز دیوان قضا یابد نفاذ | بادی[3] توقیع رایت نقش طلان یافته
نامهٔ دور[4] آن که تاریخ دوام عمر تست | زامتداد دولت باقیت عنوان یافته

۴۳۹

ای فلک را تُتمهٔ سقف شبستان یافته | ای ملک را طایر طرف گلستان یافته
روحهٔ ملت بفرّت[5] طعنه بر طوبی زند | دولت رضوان باقبال[6] تو رضوان یافته
باغ مینو را بوقت بزم مجلس ساخته | راغ[7] مینا را بگاه رزم میدان یافته
از جهانگیری هر آن دعوی که کرده شاه شرق | از سر منجوق رایات[8] تو برهان یافته
پایهٔ تخت بلندت را ز فرط کبریا | تاجداران فلک بر فلک کیوان یافته
آفتاب از سایهٔ چتر همای آسای تو | هر چه ممکن بود از زمین و شرف آن یافته
کوس ترین چون خروشان گشته، در نوبت گهت[9] | کوه آهن دل طنین[10] در هفت پنگان[11] یافته
هندوی تیغت ز حد شرق تا[12] اقصای غرب | چون شه سیارگان در تحت فرمان یافته

---

[1] اصل۔ یافته، [2] اصل۔ مرغفر، [3] اصل۔ بادی، [4] اصل۔ دور، [5] اصل۔ بعزت، [6] اصل۔ باقبال
[7] اصل۔ داغ، [8] اصل۔ را یاقوت (کذا)، [9] اصل۔ نوبه کهت (کذا)، [10] اصل۔ طیین۔ و طنین آواز مگس و
آهنگ تشت و پنگان و بط و جز آن و بانگ کوس روئینه و مسینه، [11] اصل۔ پیکان که ظاهراً سهو کاتب است برای پنگان
و پنگ و پنگان که فنجان معرب آن است یعنی کاسهٔ لاس روئین و مسین که ظرف طعام یا آب باشد، [12] اصل۔ با اقصای عرب ۰

روزگار این چار طاقِ بند درِ ششش سقف[1] را — روز بارت غرفهٔ در صحن ایوان یافته

پادشاهِ غازی کشورکشای سلطان جیل — ای زجودت نامه اوراق عنوان یافته

گوهرِ تاجِ خواقین[2] خان کیخسرو مکان — ای کمینه خادمی را صد چو خاقان یافته

ای زدادت خستهٔ بیداد مرهم ساخته — وی زعونت کشتهٔ امید باران یافته

نوکِ پیکانِ تو آب برقِ خاطف[3] ریخته — وز آتش تیغت شرر در سنگ و سندان یافته

یوسفِ قصرِ فلک هر شام خود را از حیا — پیش[4] ماهِ رایتت در چاه کنعان یافته

از تو هر موری که حاصل کرده نام بندگی — جلوه گه بر گوشهٔ[5] تخت سلیمان یافته

آفتابِ صیرفی کو بر معادن مشرف است[6] — پیش دستت شیم[7] را در سنگِ پنهان یافته

ماه کو چشم و چراغِ اختران شب می نهند — خویشتن را هر شبت[8] شمع شبستان یافته

سدره را کو دوحهٔ بستان سرای کبریاست — باغبانانت گیاهِ صحنِ بستان یافته

وآن نهالِ گلشنِ (خوبی) که طوبی[9] نام اوست — روضهٔ قدر تواش یک شاخ ریحان یافته

خان که خضرِ ظلمتِ هستی نهندش اهلِ دل — از لبِ جامِ جلالت آبِ حیوان یافته (۲۹ ب)

قیصرِ قصرِ فلک[10] گر چه که شاه انجم است — بر درِ دولت سرایت چرخ دربان[11] یافته

هر که در دستِ تو دید رمح عقرب سوز[12] را — در کفِ موسیِ عمران شکل ثعبان یافته

از نسیمِ درگه[13] الطافِ روح افزای تو — شیرِ شادروانِ چرخِ چنبری جان یافته

تشنگانِ آب را در خشک سالِ حادثات — اصطناعت[14] غرقهٔ دریای احسان یافته

چون کند عدل تو در راه[15] هدی احیای دین — کافرِ گمراه بین تشریف ایمان[16] یافته

خصم اشتر دل که باشد شیر گردون را شکار — دمبدم خود را بشمشیر تو قربان یافته

---

۱ کذا فی الاصل، ۲ اصل - قراقین، ۳ اصل - حالف، ۴ اصل - بیش، ۵ اصل - کہ، ۶ اصل مشرف (کذا)، ۷ اصل - سیم، ۸ اصل - مرشبت، ۹ اصل - طوبی، ۱۰ اصل - ملک، ۱۱ اصل - دربان، ۱۲ اصل - سوز، ۱۳ اصل - درکہ، ۱۴ اصل - اسطاعت (کذا)، ۱۵ اصل - رہ، ۱۶ اصل - یمان ٭

حاصلِ دریا چه باشد زانکه کمتر سائلی　　بیتم[1] از ابرِ کفت هردم[2] دو چندان یافته

شاخِ عریان را تفرّج کن بفصلِ نوبهار　　از ایادیِ تو خلعت[3] های الوان یافته

ابرِ نوروزی که در بستان درافشانی کند　　فیضی از دریای جودت ابرِ نیسان یافته

چون بباغ مهر گردد سکّه در عالم فراخ　　باغ بین از دولتت برگ زمستان یافته

ای براق همّت بر هفت میدان تاخته　　وآسمانها صد شکن در چار ارکان یافته

روزِ هیجا قلعه گیر آن[4] سیاست را سپهر　　از نجوم آئینه را بر طرفِ خفتان یافته

حورِ عین از رشکِ گیسوی سیاهِ پُرفنت　　کارِ زلفِ عنبرافشان را پریشان یافته

تیرِ قوسِ چرخ را گاهِ خدنگ انداختن　　صفدرانِ لشکرت در کیش و قرباش[5] یافته

بسکه عکس افگنده بر افلاک خونِ دشمنت　　سقفِ ایوانِ زبرجد[6] رنگِ مرجان یافته

خاره[7] فرسایانِ خیبت بارهٔ در بزمگاه　　فرقِ فرقد را بزیرِ پای یکران یافته

ناوک اندازان پُر دل درمیانِ دار و گیر　　دلکشائی و دلآویزی زپیکان یافته

در کفت هرکس که دید خنجرِ سیماب گون[8]　　ابرِ دستش بارور دریای عمان یافته

از هوای بیکرانِ خونِ خصمت[9] اختران　　ماه را مانندِ ماهی غرقِ طوفان یافته

صف شگافانِ اجل بر عرصهٔ میدانِ قهر　　مرگ را در زخم گوپالی تو پنهان یافته

بادپای سرکشِ گیتی نوردت در مصاف　　قلعهٔ کهسار را با خاک یکسان یافته

پیشِ تیغت هفت عضو آسمان را آفتاب[10]　　از سیاست همچو برگِ بید لرزان یافته

چرخِ رویین تن چو دید صولتت روزِ نبرد[11]　　داستانِ[12] زال زر تزویرِ دستان یافته

---

[1] اصل - بینم، [2] اصل - مردم، [3] اصل خلقهای (کذا)، [4] اصل - کیوان سیاست، [5] بمحاورهٔ ایرانیان یعنی کمان و آن دوالی باشد که در ترکش دوخته حائل وار در گردن اندازند بطوریکه ترکش پسِ دوش می نماید - گاهی سپاهیان کمان خود را دران دوال نگاه دارند، [6] اصل - زبرجدت (کذا)، [7] اصل - چاره فرسایان، [8] اصل - گون، [9] اصل - بادرد، [10] اصل جهنت (کذا)، [11] اصل - برده [12] اصل - وآستان ٭

با کمالِ کبریایت عقلِ مدرک صد قصور — در شکوهِ قیصر و قدرِ قدر خان یافته

پیرِ منشی آنکه او هم رادی[1] طبع من است — مطلع خورشیدِ قدرت صدرِ دیوان یافته

چون بوی گل بر آیم گردِ باغ مدحتت — گرد از نرگس شگوفه مرغ الحان یافته[2]

تا بنوروزی شود در خرگه[3] ترکِ سپهر — قرص گرم[4] از جرم خور بر گوشهٔ خان یافته

چرخ گردان گرد خوانِ مطبخ جود تو باد — از مجره سفره و ز پروین نمکدان یافته

نیک خواهت را فلک بر چشم انجم کرده جای
بدسگالت را همه در قید خذلان یافته

در مدحِ جلال الدین مسعود شاه

ای ابره[5] نزدِ کلک تو تیغ[6] اکاسره — ای خاک پیشِ کاخ تو قصر قیاصره — ۴۸ ب

مرغانِ خوشنوای گلستانِ خاطرت — با طائرانِ عالمِ جان در مناظره

یک مفرد از سپاهِ تو دو[7] پاره کرده است — هفت آشکوی قصر فلک را به ششپره[8]

روشن دلانِ رهروِ شب خیزِ چرخ را — افزوده از غبارِ درت نورِ باصره

رای ترا ز اوجِ شرف در علوّ قدر — با ناظرانِ منظرِ علوی مناظره

طبعت که هست بلبلِ بستان سرای قدر — با طوطیانِ سدره نشین در محاوره[9]

---

[1] اصل - رادی، [2] اصل - گرد دار نرگس کوشه مرغ الحان یافته - (کذا)، [3] اصل - خرکه، [4] اصل - کرم

[5] اصل - ابر - و ابتو یعنی سوزن (نسخهٔ لا این قصیده ندارد)، [6] اصل - تیغ، [7] اصل - دوباره ٭

[8] یعنی ششپر و آن گرز آهنی باشد که سر آن شش پهلو دارد ٭

[9] اصل - محادره ٭

از رشکِ نقش بندیِ کلکِ مصوّرت | افگنده خامه نقش نگارانِ فاکره
سلطانِ تیز تاز فلک را عاشره[١] | با خاطرِ خطیرِ تو عینِ مخاطره
ابری که آفتاب نماید معاینه | گوی که با سپهر دواند مکابره[٢]
آن خنجرت بود به براهینِ قاطعه | وین لشکرت بود بدلیلاتِ باهره
رمحِ تو سنبحِ[٣] دیدهٔ اجرامِ ثابته | تیغِ تو حرزِ بازوی ارواحِ طاهره
قدرِ تو از تصورِ اوهام مختفی | ذاتِ تو چون لطائفِ افهامِ نادره[٤]
مثبت بامرِ صاحبِ دیوانِ کن فکان | محصولِ کان بنامِ کفت در مواجره[٥]
باز سپید ماه که چرخ آشیانِ اوست | با تابِ آفتابِ ضمیرِ تو شب پره[٦]
طاؤسِ بوستانِ فلک[٧] گرد آشیان | بر آستانِ قصرِ تو چون کبک برده
بادِ صبا بپشتیِ[٨] خلقِ تو در چمن | با شاخهای سنبل و گل در مشاغره[٩]
شیر[١٠] افگنانِ قلب شکن را بروزِ رزم | رفته ز تابِ خنجرِ تو آبِ حنجره
شمشیرِ تست بادمِ اهلِ (فراعنه)[١١] | گوپال تست عاملِ کسرِ اکاسره
دل گرچه هست صدر نشینِ بی هوای تو | در تنگنای سینه بود در مصادره[١٢]
۳۴۹ دانی که چیست این پلِ نُه طاقِ شش در | بستند بر مسیلِ[١٣] سخای تو قنطره[١٤]
در دُوم[١٥] بسوزد از تفِ تیغت بوقتِ کین | درهای شش دریچهٔ این هفت پنجره
چندان برند از کفِ دستت نگاه خود | گر از کنند پایهٔ پیروزه منظره

---

١ اصل۔ مخاطره۔ و مخاطره سوال و جواب کردن باهم و برابری کردن در دویدن وغیره، ٢ یعنی بزرگی خود بر دیگری ثابت کردن و معارضه و غلبه و جنگ کردن باکسی، ٣ اصل۔ سیج۔ و سنبح یعنی خواب و آرامش، ٤ اصل۔ بیداهره۔ ٥ در مواجره یعنی بطور اجره و کرایه داده شده، ٦ اصل۔ پره، ٧ اصل۔ ملک، ٨ بامهر گیر عقد شغار بستن و شغار یعنی نکاح جاهلیت و بمعنی ستم کردن دو کس مردی را، ٩ اصل۔ سیر، ١٠ اصل۔ مراعیه، ١١ مصادره کردن کسی را بمعنی خون او را بال او طرد شغل و تاوان فرمودن، ١٢ بمعنی آب رود جیحون مسائل، ١٣ یعنی پل بزرگ و هر بنای بلند، ١٤ خاقانی گفته

ذوج در ره گر نبود گو پل رمن مذبحا | قنطره بستی ز حیح سر خوشنا بها

١٥ اصل۔ دزدم،

شمس فلک که مطبخی بارگاه تست — نوروز بهر طوی[1] تو بریان کند بره
اعظم جلال دنیا و دین آنکه سروران — گردن نهاده اند بحکم تو یکسره
مسعود شاه شاه جهان کز علو قدر — ذات تو گشت نقطه[2] و افلاک دائره
بهرام زان سبب که غلامی[3] ز خیل تست — گردون دهد ز خرمن ماهش مشاهره
این گوی[4] آتشین که برین طاق چنبریست — گرد و ز بوی خلق تو زرینه مجمره
باشد درست مغربی مهر[5] و سیم و ماه — بی سکهٔ قبول تو در شهر نا سره
هر شب کنند هفت[6] تنان درس خدمتت — در کاخ هفت روزن ششش در مذاکره
از مه رخان پرده نشین ضمیر تو — مهر جهان فروز بود یک خدره[8]
سوداالمزاج خصم تو چون از برودت[9] است — از بارد آنگه اشک چه سازد مزوره[10]
بردست بحر جود تو آب برامکه — (خوروشت)[11] تیغ تیز تو جیبد جابره
هرچند نادرسی[12] تو و خصم تو ده هزار — دادت رسید و شد[13] بتمامی ششدره
طبعم که طوطی شکرستان مدح تست — با نغمهٔ هزار[14] کند صد مفاخره
کلکم بگاه مشق مدیح[15] تو خضروار — سرچشمهٔ حیات بیآرد نه مجبره[16]
در باب قلعه گیری ملک سخنوری — با من کنند شاهسواران مشاوره

---

[1] طوی (املا موجوده) در ترکی شادی را گویند و از کتاب معتبر بثبوت رسیده که طو بضم طاء و واو غیر ملفوظ که علامت ضمه است و سکون واو در ترکی شادی را گویند (فرهنگ آنندراج)، [2] اصل. نقطهٔ الملاک، [3] اصل. غلام، [4] اصل. کوی، [5] اصل. جهر سیم و ماه، [6] اصل. هفت تبان. و هفت تنان یعنی هفت اختیار [8] بمعنی زن پرده نشین ماخوذ از خدر که بمعنی پرده است، [9] اصل. بمبرودست، [10] اصل. از ماردانگه اشک چه سازد مرده (کذا)، [11] اصل. سکردست تیغ نیز توحید جابره، [12] اصل. فاروی، [13] اصل. شند،
[14] اصل. هزار، [15] اصل. مدیح،
[16] اصل. سیاور زجره (کذا)

هر گه که بر مهاری[1] دانش شوم سوار | کس با مهارتم نبرد نام مهره[2]
اشعار من که یوسف ملک لطافتست | باشد عزیز[3] پیش سلاطین قاهره
با انوری مهر کنم وا ازرقی چرخ | هر ساعتی که حکم تو باشد مشاعره
چون جرعه سیر کی شوم از خاک درگهت | گر چون صراحیم برسد جان بغرغره[4]
آیم چو نوک خامه[5] بدیوانت موکشان | هرچند رانده ام چو قلم بر سر ان
تا از فراز قلعه نه گنبد سپهر | پیدا شود علامت نیران نیره
یک حجره باد برد[6] در حصن جلال تو | این برج هفت غرفه شش گوشه کنگره
خالی مباد یک نفس از عیش و خرمی | چون زهره ات مجاری ایام زاهره
لطف تو باشمال و صبا در مطایبه | صیت تو با صباح و مسا در مسافره

در مدح شیخ جمال الدین ابو اسحق اینجو پادشاه شیراز

(۵۰ ب) اهل دل را بین پیام از کوی جانان آمده | جان عالم را نوید از عالم جان آمده
صادقان را صبح امید از افق طالع شده | عاشقان را مدت هجران بپایان[7] آمده
تنگدستان پریشان حال محنت دیده را | مژدهٔ دولت زپای تخت سلطان آمده

---

[1] اصل - با مجازی - مجاری ؛ مجاری بمعنی باهم رونده - خیال می کنم که برعایت مهارتم و مهره در مصرع ثانی شاعر دربیتیا مهاری نوشته باشد که بردست کاتب محرف به مجازی شد ، [2] اصل - مهرو - و مُهره جمع است ماهر را و نام مردی هم هست ، [3] اصل - عریز ، [4] یعنی حالت جان کنی و جان طلبی شاعرے گفته سے آنگه که بغرغره برسد جان بپاشنه چه سوداست و غرغره ، [5] اصل - چهخامه ، [6] اصل - برد و حصن (کذا) ، [7] اصل - بیابان - نسخهٔ ا - این قصیده ندارد ؛

جانِ پُردرد[1] اسیران بوی جانان یافته — کارِ بی سامانِ بی سیمان بسامان آمده

باز مرغانِ سحرخیزِ ترنم ساز را — صبحدم بوی گل از طرفِ گلستان آمده

یارب انفاس مسیح[2] ست یا نسیمِ روح بخش — از دمِ او دردِ ما را بوی درمان آمده

گوییا خاص از برای روح[3] روحِ آدم است — این نسیمِ جان فزا کز باغِ رضوان آمده

ای عزیزان این بشیر از مصر کی تشریف داد — زسروری با مقیمِ بیتِ احزان آمده

خاتمِ دولت که در چنگالِ دیو افتاده بود — بنگرید این لحظه با دستِ سلیمان آمده

کوس دعوت گو بزن هارون که بینم در دولت — بهجتی از مقدمِ موسیِ عمران آمده

آمد از ظلمت برون آن خضر اسکندر حشم — کز[4] لطافت خاک[5] پایش آبِ حیوان آمده

مر[6] درین عالم ببینم در امورِ مملکت — رونقی از موکبِ دارای دوران آمده

رستمِ کشورکشای (و) گیوِ کیخسرو نشان — سوی دارالملک شیراز از بیابان[7] آمده

خسروِ اعظم جمال الدین والدنیا که هست — از شکوهش رخنه در قدرِ قدرخان آمده

شیخ ابواسحقِ ابراهیم خلعت را ببین — کامیاب و کامجوی از فرِ یزدان آمده

گر ندیدی خسروِ پرویز را کز ملک روم — بار[8] دیگر برفرازِ تختِ[9] ایران آمده

آن شه[10] خورشید رایت ماه رای را نگر — نعلِ خنگش شمسهٔ ایوانِ کیوان آمده[11]

آنکه شد مجموعهٔ فرِ الهی ذاتِ او — از پیِ جمعیتِ جمعی پریشان آمده

چرخِ روئین تن چو دیدش روی در بهرام کرد — گفت رستم بین دگر باره بمیدان[12] آمده

هرچه بر لوحِ ازل تحریر کرده دستِ صنع — نامهٔ اقبالِ او را عین عنوان آمده[13] (۵۴ ب)

---

[1] اصل ـ بهدرد، [2] اصل مسیحیت تا نسیم روح بخش، [3] اصل ـ بیاض است، [4] اصل ـ از، [5] اصل ـ خاکپایش. [6] اصل ـ مردهٔ این عالم ببینم در امور مملکت ـ (کذا)، [7] اصل ـ سپاهان، [8] اصل ـ باز، [9] اصل تخت، [10] اصل ـ ای شه خورشید رایت رای ماه را نگر ـ (کذا)، [11] این شعر در اصل نسخه بعد از دو اشعار لاحقه درج شده است، [12] اصل ـ بمیدان، [13] اصل ـ نامه ـ

هر طوی قدرِ او هر سال بر سیمین طبق — برهٔ ترکِ سپهر از مهر بریان آمده

چون شنیده نام دست گوهر افشانش زرشک — آب در چشم پر آب بحرِ عمان آمده

این کرامت بین که می بینم جهان را از علو — در پناهِ دولت شاه جهانبان آمده

شعرای[1] پیروزهٔ گردونِ چرخِ سیم دور — پای قدرش را ز بهرِ موزه در شان آمده

ای ربیع[2] عمر را قهرت محتشم ساخته — واصطناعت[3] باغِ دل را ابرِ نیسان آمده

خرمنِ (ادبار) را عنفِ تو[4] آتش برزده — وآیتِ[5] اجلال را تیغِ تو برهان آمده

کشتهٔ امید را ابرِ عطایت داده آب — خشک سالِ آز را ابرِ تو باران آمده

در ضیافت خانهٔ انعامِ عامت (بهرِ نقل) — ماه قرص و سبز اخضر سبزهٔ خوان آمده

در معانی[6] بندهٔ رایت شده سلطانِ هند — وز معالی خاکِ پایت تاجِ خاقان آمده

شاهِ مشرق افروز گیتی (سوز) زنگاری (سلب) — بر جنابِ درگهِ قدرِ تو دربان آمده

کسوتی[7] کان دوخته بر قدِ اقبالت قضا — جیبِ چرخِ اطلس آن را عطفِ[8] دامان آمده

چار طاقِ شش درِ هفت آشکو یعنی فلک — در گهت را غرفهٔ در جنبِ ایوان آمده

قرصِ سیمین جهان آرا[9] که خوانندش قمر — ......[10] ... گوی گریبان آمده

چون زند بختِ جوانت نوبت کیخسروی — با دطفل دانش پیر تو پیران آمده[11]

تا کشیده طبعِ حکمت بر درت خانِ هنر — لقمه خوارِ سفرهٔ فضلِ تو لقمان آمده

با هزاران دیده گردون پایهٔ قدرِ ترا — دیده از رفعت برون از حدِ امکان آمده

چون شهِ ملکِ رسالت بحر احسانی و من — در مدیحت قابلِ تحسین (چو) حسّان آمده

صبر ایوبی بباید تا به بیند روزگار — همچو داعی مدح پردازی ز کرمان آمده

---

[1] اصل ـ شعری. و شعرا بمعنی پوستین است، [2] اصل ـ ربیع، [3] اصل ـ اصطناعت (کذا)، [4] اصل ـ توابش، [5] اصل ـ وایت احلال، [6] اصل ـ معانی، [7] اصل ـ کسوه، [8] اصل ـ بعلف و دامان، [9] اصل آزا، [10] بیاض است، [11] اصل ـ با دطفل انش پر تو پران آمده ؛

تا بود سلطان سیمین تخت زرین تاج را — هفت اقلیم فلک در تحت فرمان آمده (۵۱ ب)

منشی دیوان گردون بادت از فرط جلال[1] — کمترین دفترکش نواب دیوان آمده

وآنکه او نخجیر[2] شیر آسمان گیر تو نیست

همچو گاو چرخ در کیش تو قربان آمده

ایضاً

بنوروزی بیا[3] یارا بیارا اشتر و حجره[4] — که آرایند از بهر تماشا اشتر و حجره[5] (۵۲ ب)

(بگو)[6] چون صالح و یوسف حدیث از ناقه در زندان[7] — که نبود پای بند مرد دانا اشتر و حجره

ز ابر چشم گوهر بار و موج قلزم طبعم — کند سیاره در لولوء لالا اشتر و حجره

بیا و منزل مالوف و روی یار گلرویم — نگر چون باد صبح و طرف صحرا اشتر و حجره

رفیقان را بدشت[8] و شهر بین کز سرعت[9] و طینت — زمین فرسا شدست و خشت آسا اشتر و حجره

چو طاوس است در جولان بلغ خلد در نزهت — بدوران جمال الدین و دنیا اشتر و حجره

شه گردن کش عادل ابواسحق دریا دل — که کمتر جا کرش بخشد گدا را اشتر و حجره

جهانداری که گر خنطش[10] نگشتی راعی و حامی — نماندی در جهان امروز بر جا[11] اشتر و حجره

---

[1] اصل - حلال، [2] اصل - نحچر، [3] اصل - پیا یارا پیارا - و حُجره خانه خورد و حظیرهٔ شتر باشد، [5] نسخه را این قصیده ندارد - و می گویند که سخن فلان شتر گربه است یا سرفش شتر حجره است یعنی کلام او بی ربط است - با این ردیف بی ربط چه طور قصیدهٔ مربوط پیوسته گفته نشان می دهد که خواجو مانند شاه نصیر دهلوی که شاعر زبان اردو است چه قدر قدرت داشت که با وجود ناهمواری ردیف و قافیه بآسانی شعر بگوید - این قصیده را خواجو بفرمایش شیخ ابواسحق شاه شیراز نوشته است چنانکه خود تصریح کرده است، و این فرمایش از روی امتحان بوده است، [6] اصل - ماجون صالح و یوسف حدیث ناقه در دیدن (کذا)، [7] اصل - بدست، [8] اصل - کر، [9] اصل - خنطش، [10] اصل - هرجا ۰

(۵۴ ر)

شود هردم که نام رزم و بزمش بر زبان آرم — چو رخش رستم و ایوان دارا اشتر و حجره

برای محمل تمکین و منزل گاه تعظیمش — بود کهسار و گردون معلی اشتر و حجره

چو گردد ملک هستی را شکوه عدل ادهارش — امان یابند از تاراج و غوغا[۱] اشتر و حجره

اگر رای قضا حکمش ببین معنی بود در غیب — برآرد اختر از ثور و ثریا اشتر و حجره

وگر حکم جهانگیرش برین موجب شود نافذ — پدید آرد جهان از خان و خارا اشتر و حجره

ز لطف شاملت یابند سرداران گردنکش — زبخت و تخت[۲] باغ و بوستان با اشتر و حجره

[۳] . . . . — کنند از مستی و هستی مبرا اشتر و حجره

زقربانی و دیراتی مصون مانند تا محشر — اگر خواهد دل محروم دی را اشتر و حجره

برای مفرش و فرش جلال اوست پیدای[۴] — که آرد در ظهور[۵] ایزد تعالی اشتر و حجره

زمین و آسمان گاو محیط رحل احسانش[۶] — سراسر گشته بینی زیر و بالا اشتر و حجره

زروی امتحان دارای ملکت بخش ملک آرا — ردیف شعر من کرده تمنا اشتر و حجره

دمای دولتش قاف است و مرغ طبع من عنقا — چه وزن آرد بجنب قاف و عنقا اشتر و حجره

ضمیر گوهر افشانم بود در مدحتش دریا — کسی هرگز طلب دارد ز دریا اشتر و حجره

مرا چون نیست در عالم نه مرکوبی[۷] نه ماوای — حدیث اشتر و گندم[۸] کنم یا اشتر و حجره

اگرچه کوس سلطانی زنم در عالم معنی — بود محصولم از مجموع اشیا[۹] اشتر و حجره

کسی کو را نبود ملاشه یا خانهٔ هرگز — شده است اکنون بفر[۱۰] دولتش با اشتر و حجره

---

۱ اصل۔ غوما، ۲ اصل تخت و باغ، ۳ اصل۔ بعلاوہ حرم هشیار و نهیب آسایش هرش۔ (کذا)،
۴ اصل۔ سداری، ۵ اصل۔ طهور، ۶ اصل۔ زمین و آسمان گاه محیط در خل احسانش (کذا)،
۷ اصل۔ کوبی طجائی، ۸ و شاید از اشتر و گندم نیز کلام بی ربط مراد است،
۹ اصل۔ اشیا۔ (کذا)،
۱۰ اصل۔ بفر،

کان من عباد الله الصالحین، سمع الاحادیث والاخبار، وسافر فی طلب العلم الی اقطار الامصار؛

(۱۲۶۴) معین الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن یوسف بن نصر الراوندی الادیب،

انشد:-

کریم الخلال قدیم الجلال	وسیم الجلال جمیل المعانی
وفی المقال علی الفعال	سنی النوال سری البیان
توئم السبیل عمیم الجمیل	مثیب الجزیل مجیب الامانی
له خلق کریاض الربیع	نواها الحیا وعقود الجمان

(۱۲۶۵) معین الدین عبد الرزاق بن ابی الرضا بن سلیمان الفراهانی المحدث:-

سمع جمیع صحیح الامام محمد بن اسمعیل البخاری علی الشیخ الشریف کمال الدین ابی الحسن علی بن شجاع بن سالم العباسی بالجامع العتیق بمصر سنة اثنتین واربعین وستمائة؛

(۱۲۶۶) معین الدین ابو جعفر عبد السلام بن عثمان بن الضو[ء] النابلسی الطبیب

کان عالما ادیبا کتبت من خطه:-

ساس البلاد واهلها ببراعة	شأت السیوف بفضلها الاقلام
فکأنما یوم الوعید مدادها	دم ظالم وکأنهن سهام

(۱۲۶۷) معین الدین ابو القاسم عبد الملک بن ابی محمد بن ابی الغنائم البزدانی المحدث؛

ذکرہ محمد بن سعید فی تاریخہ وقال: سمع ابا الفتح محمد بن عبد الباقی ابن البطی سمعت منہ، وتوفی فی یوم الاثنین الخامس والعشرین من شوال سنۃ اثنتی عشرۃ وستمائۃ؛

(۱۴۶۸) معین الدین ابو القاسم عبد الملک بن یعیش بن محمد الدسکری الفقیہ؛

کان الدسکری فقیہاً فاضلاً، قال سئل بعض العامۃ عما قرأ الامام فی صلاۃ العشاء فقال: ما ادری الا انہ اوقع شراً بین موسیٰ وفرعون؛

(۱۴۶۹) معین الدین ابو محمد عبد المنعم بن علی بن نصر-یعرف بابن الصیقل-الحرانی الواعظ؛

ذکرہ شیخنا تاج الدین علی بن انجب وقال: کان اماماً حافظاً فقیہاً واعظاً، قدم بغداد وعقد بہا مجلس الوعظ ومن شعرہ:-

وکنا نری حران الطیب منزل ... فمذ غبتم عنہا استبان عیوبہا

وبان لنا صدق الذی قال قبلنا ... ہوی کل نفس حیث حل حبیبہا

وتوفی ببغداد فی شہر ربیع الاول سنۃ احدی وستمائۃ؛

(۱۴۷۰) معین الدین ابو الفضائل عبد المنعم بن عمر بن ابراہیم ابن الترکی الواسطی؛

سمع ابو الفضائل کتاب الغیلانیات[1] علی القاضی تاج الدین ابی الفتح محمد بن احمد بختیار ابن المندائی فی ذیقعدۃ سنۃ ستمائۃ؛

(۱۴۷۱) معین الدین ابو علی عبد المنعم بن محمد بن

---

[1] س: الشذرات (۵: ۳۰، بعدہا)، [1] من حدیث ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم المعروف بالبزار المتوفی سنۃ ۳۵۴ھ روایۃ ابی طالب محمد بن ابراہیم بن غیلان المتوفی سنۃ ۴۴۰ھ/کشف الظنون (۲: ۱۹۳)؛

هبۃ اللہ الدمشقی الکاتب؛

من کلامہ: لو اخلدت الی عذر فی الاخلال بحضرته توجهاً وقصداً لکان العذر علی معتذراً جداً اخلا ان مکاتبۃ تعقل جوارحی بالمهابۃ و تحجم خاطری عن الاجابۃ وتشغل حواسی بتصفحها وتأخذ قلبی بلطیف تحفها ومنحها؛

(١٤٧٢) معین الدین ابو محمد عبد المهیمن بن علی بن یوسف الخلاطی المقریء؛

روی بسندہ عن العرباض بن ساریۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: المومنون هینون لینون کالجمل الانف ان قدته انقاد وان انخته علی صخرۃ استناخ؛ یقال: جمل أنف وآنف قد عقر الخشاش انفہ لانہ اذا عقرہ الخشاش انقاد ویقال: بعیر مأنوف، یُستاق بانفہ؛

(١٤٧٣) معین الدین ابو الفضل عبد الواحد بن ضیاء الدین عبد الوهاب[١] بن علی بن علی یعرف بابن سکینۃ البغدادی الصوفی الرسول من بیت العلم والزهد والمعرفۃ والفضل والعبادۃ، ذکرہ ابن النجار وقال: حفظ القرآن المجید وسمع الحدیث من ابیہ ومن ابی الفتح محمد بن عبد الباقی ومن جدہ لامہ شیخ الشیوخ عبد الرحیم بن اسمعیل وغیرهم وحج وجاور وسافر الی الشام واقام بها مدۃ واجتمع بالملک الناصر یوسف بن ایوب وعاد الی بغداد وحضر عند الناصر الدین اللہ وانفذہ رسولاً وکان حسن السیرۃ متودداً، ولہ شعر تغنی بہ الصوفیۃ؛ وارسلہ الامام

---

[١] هو مسند العراق ابو احمد بن سکینۃ الحافظ ضیاء الدین عبد الوهاب المولود سنۃ ٥١٩ھ والمتوفی سنۃ ٦٠٧ھ لہ اصناف حسنۃ؛ م. الشذرات (٢٥:٥)؛

الناصر الی امیر جزیرۃ کیش رسولاً فادرکہ اجلہ بہا فی ثانی شعبان سنۃ ثمانین وخمسمائۃ وکانت مولدہ فی شہر ربیع الاول سنۃ اثنتین و خمسین وخمسمائۃ؛

(۱۴۷۴) **معین الدین ابو الفتح عثمان بن احمد بن عیسی النفسیّ الفقیہ؛**

روی باسنادہ الی محمد بن عبد اللہ بن عمر بن معاویۃ بن عمرو بن عتبۃ بن ابی سُفیان العُتبی؛

قال: قدم علینا اعراب من قیس وفیہم اعرابیٌ فہِم عاقِل فقلت لہ: کیف الحب فیکم؟ فقال: المراسلۃ والمحادثۃ والغمزۃ والقُبلۃ؛ فقلت: لیس ھو عندنا ھٰکذا حتیّٰ یتبطّنَ فخذیہا؛ فقال: ھٰذا طالب ولد ولیس بعاشق، وانشد:-

ما الحبُّ الّا قُبَل وغمز کفٍّ وعضد

ما الحب الّا ھٰکذا ان نکح الحِبُّ فسد

من لم یکن ذا حُبِّہٖ فانّما یبغی الولد

(۱۴۷۵) **معین الدین ابو القاسم علیؒ بن سعید بن احمد الخراسانی الرئیس؛**

کان من صدور خراسان المعروفین بالحسن والاحسان، کتب الیہ الادیب بدیع الزمان طاھر بن یحییٰ بن ابراھیم النّاویؒ[2]:-

بلغت معین الدین فی العزّ رتبۃً یردّ مداھا الطرف وھو حسیرُ

---

[1] کان نائب الوزارۃ علی عہد سنجر، تاریخ بیہق ص ۲۶۵؛

[2] ناویۃ اسم لمدینتین بمصر، راجع معجم البلدان (۴: ۷۴۳)؛

رای الدهر بدراً زاهراً منك حوله درارئ من زهر النجوم تنير
ثناءك ملبوب على كل ناطق وانت بما يُثنى عليك جدير
اذا ناب حزاً فی خراسان معضل فليس له فيها سواك نصير
رضاك مَرامی واقتناءك حليتی واسعاف ما ارجو عليك يسير

(۱۴۷۶) **معين الدين ابوالحسن علی بن سنان الدّوسریّ الصّوفی**؛

قال: احتُضِر رجل يقال له معمر من بنی ضبة، فنظر الی بُنَیّ له يدرج عند رأسه فاقبل علی امه فقال يا هذه :-

انی لاخشی ان اموت وتنكحی ويقذف فی ايدی المراضع معمر
فحالت امورٌ دونه ووليده ويشغلها عنه خلوق ومجمر

فلمّا مات تزوّجت كما قال؛

(۱۴۷۷) **معين الدين علیّ** بن عمر بن عثمان بن علی بن ابراهيم بن ابی البركات - يعرف بابن تغلب - التغلبی البغدادی الكاتب؛

رأيته سنة عشرين وسبعمائة وهو من الكتاب المتصرفين؛

(۱۴۷۸) **المعين ابوالحسن علی** بن قاسم بن يُوزتَش - المعروف بابن الزقاق المغربی الاديب؛

ذكره ياقوت الحموی فی كتابه وقال: قرأت بخط ابی الفتح النقاش الحلبی الشاعر من شعر ابی الحسن بن الزقاق :-

ومقلة شادنٍ اودت بنفسی كأن السقم لی ولها البأس
يسل اللحظ منها مشرفيّا لقتلی ثم يغمده النعاس

لـه ليس له ذكر فی معجم البلدان ولا ترجمة فی معجم الادباء والله اعلم ايّ كتبه اراد؛

[وكانت] وفاته سنة اربع وستمائة؛

(١٢٧٩) **معين الدين - المنتجب - ابو الفضل علي بن محمد بن ارسلان - يعرف بابن المنتجب - المروزي الكاتب الاديب؛**

ذكره العماد الكاتب في الخريدة[1] وقال: كان من اهل مرو وسافر الى العراق ورجال في بلادها وكان فصيح العبارة مليح الاشارة تجمعت فيه آداب الكتابة واسباب المنادمة وصحبة الملوك ولم يرَ في فنه مثله، وقتل بمرو في وقعة الخوارزمشاهية سنة ست وثلثين وخمسمائة، ومن شعره في خراسان :-

خراسان يا ارض الاماني والمنى	ويا ساكنيها يا حلول فؤادي
رعاكم ضمان الله في وخصكم	روائح من الطافه وغوادي
فانتم وان طال الفراق اعزتي	وانت وان شط المزار بلادي

(١٢٨٠) **معين الدين ابو الحسن علي بن محمد بن الحسين بن احمد بن ابراهيم القيرواني الاديب؛**

قدم بغداد وكان شاعراً، وتفقه على ابي اسحق الشيرازي وسمع الحديث من ابن النقور[2] وطبقته، وكان فاضلاً شاعراً ومن شعره :-

سمعنا بالوفاء وما رأينا	لذاك حقيقة في ذا الانام
كعنقاء جرت مثلاً قديماً	يطير بها جناح من كلام
فلا تفتح على دنياك جفناً	فما احد تراه من الكرام

---

[1] في فهرست روزن (ص ٢٣٩) الامير معين الدين ابو الحسن علي بن محمد بن ارسلان بن محمد الكاتب؛ والده مؤيد الدين ابو علي محمد بن ابي الحسن ارسلان؛ [2] وهو ابو الحسين احمد بن محمد بن احمد البزاز ابن النقور، م، معجم البلدان (١ : ٢١٩)؛

(١٤٨١) **معين الدين ابُو القاسم علىّ** بن محمد بن علوان بن علىّ بن مهاجر المَوصلىّ الوزير بسنجار[1]؛

كان من اولاد الاكابر والوزراء، وبيتهم معروف بالعلم والفضل والحشمة والنبل؛

(١٤٨٢) **معين الدين ابو الحسن علىّ** بن يحيى بن يوسف الحلبى الاديب؛

انشد:—

ارى الموت يغتال الفقير وذا الغنى ‏ فلا شافع عُدْمٌ ولا نافع وفرٌ

فيا عجبًا من جاهل كيف يرعوى ‏ ويا عجبًا من عاقل كيف يغترُّ

ومن ذى فهمٍ لا ينتهى عن غباية ‏ ويعلم حقًّا انّ غايته القبرُ

ومن واثقٍ بالدهر يبغى وفاءه ‏ وهل من وفاءٍ عند من طبعه الغدرُ

(١٤٨٣) **معين الدّولة ابو موسى عمران** بن شاهين الليثىّ البطائحىّ الجامدىّ صاحب البطيحة؛

ذكره الحكيم ابو علىّ احمد بن محمّد بن يعقوب المعروف بمسكويه في كتاب تجارب الامم[2] وقال: وفي سنة ثمان وثلثين وثلثمائة انحدر ابو جعفر الصيمرى لمحاربة معين الدولة عمران بن شاهين، وكان هذا

---

[1] كتب فوقه، معين الدّين ابو القاسم علىّ بن علوان بن مهاجر بن على التكريتىّ ثمّ الموصلى الوزير بسنجار، كان من اهل الخير والصّلاح والسماح وبنى بالموصل فى سكة بنى انجم دار الحديث ووقف عليها الوقوف الحسنة والكتب النفيسة؛ انتهى ويمكن ان يكون المترجم ولدًا لكمال الدّين ابى الكرم حميد بن على بن مهاجر المذكور فى كتاب الكاف ص٢٦٣، [2] راجع الكتاب المذكور طبع وقف جيب جلد ٢ ص٥٣، ٥٠٠، ١٢٠، ٥١٢؛ وايضًا ابا الفداء ص ٥٥٥؛

الرجل من اهل الحامدة، جنى جناية فهرب الى البطيحة من سلطان الناحية واقام بين القصب واقتصر على ما يصيده من السمك، ثم اضطر الى معارضة من يسلك البطيحة متلصصا، واجتمع معه جماعة وقوي فغلب على تلك النواحي ونصبت له الارصاد اربعين سنة واذل الجبابرة ولم يظفروا به وتوفي فجأة في المحرم سنة تسع وستين وقام بالامر ولده الحسن بن عمران؛

(١٤٨٤) معين الدين ابو محمد عمر بن حسين بن قراخوان البغدادي الصوفي؛

شيخ عالم عامل رايته وكتبت عنه سافر الكثير واقام ببغداد صوفيا بالرباط الجديد المنسوب الى ام الناصر؛

(١٤٨٥) معين الدين ابو المحاسن عمر بن علي بن الخضر القرشي الدمشقي القاضي؛

ذكره محمد بن النجار في تاريخه وقال: سمع الحديث بالشام والعراق والجزيرة والحجاز، وخرج لنفسه معجما ذكر فيه نحو ثمان مائة شيخ ممن اجتمع به واستفاد منه وقرأ عليه وكتب عنه، قدم بغداد و استوطنها وشهد عند قاضي القضاة روح بن احمد الحديثي سنة ست و ستين وخمسمائة وولاه القضاء بحريم دار الخلافة وكان عاقلا، ونفذ من الديوان رسولا الى الملك العادل وله شعر حسن ومولده في شعبان سنة ست وعشرين وخمسمائة بدمشق وتوفي ببغداد سنة خمس وتسعين[٢] و خمس مائة؛

---

[١] م ٥٧٠، معجم البلدان (٢: ٢٢٥)،

[٢] وذكره ابن العماد في المتوفين سنة ٥٧٥؛ الشذرات

(۱۴۸۶) **معین الدین عمر** بن محمد بن احمد البخاری الفقیہ
کان من فقہاء الائمۃ الکبار، وسمع الاحادیث وکان حسن السیرۃ
مناظراً ولہ تعلیقۃ فی الفقہ کُتبت عنہ، ونقلت و تخرج بہ جماعۃ
من الفقہاء؛

(۱۴۸۷) **معین الدین** ابو محمد **عمر** بن محمد بن عمر یعرف
بالملاّ۔ الموصلی الزاھد؛
ذکرہ القاضی تاج الدین یحیی بن عبد اللہ التکریتی فی تاریخہ
وقال کان شیخاً صالحاً، وقال: لمّا مضیت الی الموصل مع اخی موفق الدین
یونس کنا نتردد الی الشیخ عمر الملاّ ونمضی معہ الی تنورہ الذی کان
یملؤہ بالحجارۃ تحرق الجص، ومعہ ممالیک لہ یقدمون لہ الحجارۃ وکل
یعمل شغلہ وھو یتلوا القرآن الکریم، وکان من جملۃ خلالہ انہ کان یعمل
مولد النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ویصنع الطعام الکثیر بحیث یحضرہ سلطان
الموصل والاکابر والاعیان؛

(۱۴۸۸) **معین الدین عمر** بن حمید الدین محمد بن عمر
السمرقندی المنجّم؛
متن ینتمی الی خدمۃ ......[۲]

(۱۴۸۹) **معین الدین** ابو عبد اللہ **عیسیٰ** بن ھبۃ
اللہ بن عیسیٰ بن ھبۃ اللہ۔ یعرف بالنقاش۔ البغدادی الادیب؛
کان احد البغدادیین الموصوفین بالظرافۃ وخفۃ الروح وحسن

---

[۱] م ۵۲۰ھ؛ کشف الظنون طبع فلوجل بحسب الفہرس (نمبر ۳۹۰۲)
[۲] بیاض بالاصل؛

الاخلاق، سمع الحديث من ابی القاسم علی بن احمد بن البسری کتب عنه الحافظ تاج الاسلام السمعانی وابو الیمن[1] الکندی وحکی عنه ابو الفرج بن الجوزی ومن شعره :-

اذا وجد المرء فی نفسه نشاطاً فذالک موت خفی
الست تری ان ضوء السراج له لهب قبل ان ینطفی

وکان مولده فی ربیع الاوّل سبع وخمسین واربعمائة، وتوفی فی جمادی الآخرة سنة اربع واربعین وخمس مائة؛

(۱۴۹۰) معین الدّین ابو الفرج غالب بن العبّاس بن اللیث الرّقی الادیب؛

[قال] قال ابو الحسین بن الصابیٔ فی تأریخه[2]: ورد کتاب رکن الدولة ابی علی بن بویه علی (؟ الی) ابی محمّد المهلّبی یقول فیه: بلغنا کثرة المساجد والحمّامات ببغداد وانّهما بالبعض ممّا کانا (کذا) علیه من قبل؛ ناحصیت المساجد وکانت تتجاوز حدّ الاحصاء، ولا اذکر ما قیل فیها واما الحمّامات وکانت سبعة عشر الف حمام؛ وعجبنا من تفاوت النّقصان؛ وقد ذکر الخطیب انّ حمّامات بغداد کانت سبعین الف حمام؛

(۱۴۹۱) معین الدین ابو محمّد الفضل بن محمود بن

---

[1] تاج الدین زید بن الحسن المتوفّی سنة ۶۱۳ھ؛ [2] لیس هذا من کلام ابن الصابیٔ فانّه توفی سنة ۴۴۸ھ وتوفّی الخطیب بعده سنة ۴۶۳ھ فهو امّا من کلام المصنّف او من معین الدّین غالب المذکور، وقد ذکر الخطیب کلام ابن الصابیٔ هذا مفصّلاً قد اختصره ههنا اختصاراً مخلّاً؛ ومن اراد معرفة الحال فلیراجع تاریخ الخطیب (۱: ۱۷-۱۸)؛

الفضل الاصبهانی المحدث ؛

ذکرہ الحافظ صائن الدین ابو رشید الاصفهانی فی کتاب الجمع المبارك والنفع المشارك ؛ وقال اجاز لجمیع المسلمین الموجودین فی جمادی الآخرة سنة تسعین وخمسمائة ؛

(۱۴۹۲) معین الدین ابو علی القائد بن علوان بن علوی التغلبی الحدیثی وزیر امیر الحدیثة ؛

ذکرہ القاضی تاج الدین یحیی بن عبد اللہ بن المفرج التکریتی وقال کان وزیر امیر الحدیثة فخر الدین احمد بن محمد وزوج ابنته وکان رجلاً لبیباً کثیر التعبد عارفاً بتدبیر الدولة وامور الرعیة وکان بدوی اللسان یعقد القاف ، وله فی النظم الید البیضاء ، ومن شعره :-

لا تسأل البان عهد الحی ان بانوا ... رفقاً فما الشان الا ما ها الشان

هو المعارف والآیات اخلقها ... من الجدیدین احقاب وازمان

(۱۴۹۳) معین الدین ابو الفوارس قی آبه بن عبد اللہ القفجاقی الامیر الادیب ؛

ذکرہ شیخنا تاج الدین ابو طالب علی بن انجب فی تاریخه و قال ، کان فارساً شجاعاً وفقیهاً فاضلاً اشتغل وحصّل ، وحفظ کتاب المقامات الحریریة وتکلم فی المسائل النحویة واللغویة وکتب خطاً ملیحاً ومن شعره :-

یارب ان کان ما قدمت من عمل ... یرضیك فاختم بخیر ذلك العملا

وان یکن سیئاً فالعفو منك اذن ... یا من باحسانه کل الوری شملا

قال : وفی جمادی الآخرة سنة احدی وستمائة وقویل علی اشیاء

انكرها، وكانت وفاته فى جمادى الآخرة سنة ثلاث وست مائة، بالبند نيجين؛

(۱۲۹۴) **معين الدين** ابو الفضل **كثير** بن عبد الله بن ابى الفرج المنبجي المحتسب:

انشد:-

اذا[1] مضت للمرء سبعين[*] والطوت | عليها من الاعوام عشر كوامل
فلم يبق الآن يودع ما مضى | ويعتد للامر الذي هو نازل
وما صاحب السبعين والعشر بعدها | باخوف ممن حنكته القوابل
ولكنها الايام يأملها الفتى | وفيهن للراجين حق وباطل

(۱۲۹۵) **معين الدين** ابو على **المبارك** بن على بن الحسن بن احمد بن عبد الله - يعرف بابن الحلاوى - البغدادى المؤدب؛

ذكره العدل زين الدين ابو الحسن ابن القطيعى فى تاريخه، وقال: روى عن ابى غالب احمد بن الحسن ابن البناء؛ سمع منه القاضى عمر ابو على وخرج عنه، وتوفى فى صفر سنة اثنتين وتسعين وخمسمائة[2]؛

(۱۲۹۶) **معين الدين** ابو حامد **محمد** بن ابراهيم بن احمد الابرقوهى الكاتب؛

من كلامه: انا وان اخللت بمكاتبة لعذر يثنى عنان القلم و يذعر سوام[3] الكلم، وحواجز الاعراض تحول دون الاغراض فانى اعكف من وده على مسطور فى الجوانح مقرو بسائر الجوارح مستودع المآثر فى

---

[1] كذا بالاصل وصوابه ان يكون: اذا ما مضت للمرء سبعون؛
[2] م ۵۲۰ھ؛ [3] السوام بالفتح الابل الراعية؛

صحف الضمائر، واین یقع مداد الطرس من وداد النفس وعبارة الکتب من اشارة القلب الا ان المسارعة الی رضاه والمتابعة لما یهواه؛

(۱۴۹۷) **معین الدین ابوحامد محمد** بن ابراهیم بن ابی الفضل السهلی الجاجرمی المفسر العلامة؛

کان عالماً، توفی یوم الجمعة بعد فراغه من صلوٰة الصبح الثامن والعشرین من رجب سنة ثلاث عشرة وستمائة؛

(۱۴۹۸) **معین الدین ابوعبد الله محمد** بن الحسن محمد بن رزقان البغدادی الفقیه؛

ذکره ابن الدبیثی وقال: تفقه علی ابی الحسن محمد بن المبارک بن الخل، وسمع ابا الوقت عبد الاول واستنابه قاضی القضاة ابوطالب علی بن علی ابن النجار، وقبل شهادته وتوفی بخلاط سنة تسعین وخمس مائة؛

(۱۴۹۹) **معین الدین ابوعبد الله محمد** بن حمویه بن محمد بن حمویه بن احمد بن ابی جعفر حمویه بن علی بن جعفر الحمویهی الجوینی صاحب کتاب الاربعین؛

(۱۵۰۰) **معین الدین ابونصر محمد** بن رمضان التبریزی المقریء؛

رأیت بخطه لابن طباطبا الاصفهانی :-

یا من یزیل خلقه الرحمان عما خلقت
تب وخف الله علی نفسك فیما اجترحت

ـه ذکره صاحب طبقات الشافعیة (۵: ۱۹)، وابن خلکان (۲: ۵۱ طبعة ایران)

هل لك عذر عنده[1]	اذا الوحوش حشرت
فی لحیة ان سئلت	بای ذنب نتفت

(۱۵۰۱) **معین الدین** ابوعبدالله **محمد** بن ابی المرجا سالم بن عبد السلام بن علوان البوازیجی الصوفی؛

کان من اولاد الفقهاء والحفاظ، ذکره محمد بن سعید ابن الدبیثی وقال: توفی یوم الاحد الثالث والعشرین من شهر ربیع الآخر سنة ثمان وتسعین وخمسمائة؛

(۱۵۰۲) **معین الدین** ابوعبدالله **محمد** بن عبدالله بن الحسن البغدادی الصوفی؛ کان صوفیاً حافظاً للقرآن الکریم وسمع الحدیث، وکان یوصف بکثرة الاکل، وفیه یقول المفید ابن المقامر[2] بلسان بغداد:-

ما رأیت فی زمانی	من اکل شبه المعین
قد اکل عشرین فرضه	بحمل مشوی سمین

منها:-

اضرعوا ابن الدامغانی	فی شکارا تو امین (؟)
فاکل فی فرد لیله	ما زرع سبع سنین
وشرب من نهر عیسی	بقیت ارضه . . . .[3]

وهی طویلة، ولمعین الدین الصوفی اشعار جیدة منها قوله من قصیدة اولها:-

قسماً شهاب الدین بالحلواء
فرق الرقائق وبین خبز الماء

وهی طویلة یصف فیها انواع الطبائخ والحلاوات، رأیته غیر مرة وقتل فی الوقعة سنة ست وخمسین وستمائة؛

(۱۵۰۳) **معین الدین** ابوعلی **محمد** بن عبدالله بن

---

[1] ل: عبدة؛ [2] معید الدین یوسف بن محمد البغدادی الآتی ذکره؛ [3] بیاض بالاصل؛

عبد الغنیّ البیضاویّ ؛

ذکر بسندہ عن النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم انّہٗ قال: من اصبح آمنًا فی سربہٖ معافیً فی بدنہٖ عندہٗ قوت یومہٖ فکأنّما حیزت لہ الدّنیا بحذافیرھا ؛

(۱۵۰۴) معین الدّین ابو المجد محمّد بن عبد اللہ بن عمر بن سنان البغدادیّ الکاتب ؛

کان کاتبًا سدیدًا بلیغًا مجیدًا، قرأ المقامات الحریریّۃ علی القاضی ابی العبّاس احمد بن المنداءیّ بسماعہٖ من منشئھا ابی محمّد القاسم بن علیّ بن عثمان الحریریّ ؛

(۱۵۰۵) معین الدّین ابو عبد اللہ محمّد بن عبد اللہ بن عمر المعینیّ البروجردیّ المحدّث ؛

کان کثیر الروایۃ سریع الکتابۃ ردیئھا، سمع ابا علیّ الحسن[1] بن احمد الحدّاد الاصفہانی فی سنۃ ثمان وخمس مائۃ، وروی عنہ فوائد ابی بکر احمد[2] بن یوسف بن خلاد النّصیبیّ، انتقاء الحافظ ابی الحسن علی[3] بن عمر الدارقطنیّ ؛

(۱۵۰۶) معین الدّین ابو عبد اللہ محمّد بن عبد اللہ بن محمّد البغدادیّ المعروف بابن البیضاویّ المعدّل ؛

کان من اعیان العدول واکابر الفضلاء والعلماء، سمع الکثیر من کتب الادب والفقہ، وکان حسن المعرفۃ بالکتابۃ، سمع الشیخ العالم

---

[1] م ۵۱۵ھ؛ الشذرات (۴: ۴۷)، [2] م ۳۵۹ھ؛ الشذرات (۳: ۲۸)؛

[3] م ۳۸۵ھ؛ الشذرات (۳: ۱۱۶)؛

[illegible] ابا الخطاب محفوظ[1] بن احمد بن الحسن الكلوذاني، ومن جملة مسموعاته عليه كتاب الجليس الصالح الكافي والانيس الناصح الشافي للقاضي ابي الفرج المعافى[2] بن زكريا بن يحيى النهرواني الجريري برواية ابي علي محمد[3] بن الحسين الجازري، وهو شيخ ابي الخطاب الكلوذاني؛

(١٥٠٧) **معين الدين ابوعبدالله محمد** بن عبد الرزاق بن محمد الجعفري الزاهد؛

هو ابو عبدالله محمد بن عبدالرزاق بن محمد بن عبدالرزاق ابن اميره بن ابي المعالي بن ابي منصور بن طالبي بن اسحٰق بن محمد بن علي بن الحسن بن احمد بن احمر[4] عينه حمزة بن القاسم بن اسحٰق ابن عبدالله بن جعفر بن ابي طالب بن عبدالمطلب الهاشمي الطالبي الجعفري، ذكره شيخنا جمال الدين ابوالفضل ابن المهنا العلوي في مشجره، وقال: هو عم الصدر عزيز الدين شرفشاه ووصفه بالزهد والعلم والعبادة؛

(١٥٠٨) **معين الدين ابونصر محمد** بن عبدالسيد ابن علي بن محمد بن الطيب بن المهدي المعروف بابن الزيتوني المقرئ المحدث؛

ذكره ابوعبدالله محمد بن سعيد ابن الدبيثي في تاريخه،

---

[1] م ٥١٠ هـ، الكامل (١٠: ٢٢١) [2] م ٣٩٠ هـ، الشذرات (٣: ١٣٤)،

[3] م ٤٢٥ هـ، الكامل (١٠: ٥)، [4] كذا بالاصل والصحيح ان احمر عينه لقب لاحمد بن حمزة راجع عمدة الطالب ص ٢٣،

اگست ۱۹۴۶ء

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

منجانب

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی لاہور

نوٹ :- یہ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے

فہرست مضامین

ضمیمہ بابت ماہِ اگست سنہ ۱۹۴۶ء

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس

پرنٹر چھپا۔ اور بابو محمد صدیق احمد خان نے اورینٹل

کالج لاہور سے شائع کیا ؎

شیخ عراقی ہندوستان میں

(پروفیسر یوگ دھیان صاحب آہوجہ ایم۔ اے۔ دوآبہ کالج جالندھر)

صاحب قصر عارفان[1] کی بیان کردہ تفصیلات کے مطابق ہندوستان کے مشہور قلندر شاہ شرف پانی پتی کے حالاتِ زندگی لکھتے ہوئے بعض سوانح نگاروں نے یہ غلط تصور کیا ہے کہ اُنکے والد شیخ فخرالدین عراقی تھے۔ حالانکہ اُنکے پدر بزرگوار کا نام سالار فخرالدین عراقی تھا۔ مختصر الفاظ میں سالار فخرالدین عراقی نواحئ کرمان کے رہنے والے تھے۔ اور شاہ محمد کرمانی کے پیروؤں میں سے تھے۔ بی بی حافظ جمال حضرت شاہ شرف کی والدۂ ماجدہ شاہ کرمانی کی بہن تھیں۔ جن سے سالار فخر عراقی کے دو بیٹے ہوئے۔ شاہ نظام الدین عراقی اور شاہ شرف پانی پتی۔ سالار عراقی ہندوستان میں آئے۔ اور اُنھوں نے پانی پت میں بود و باش اختیار کی۔ شاہ شرف کی پیدائش یہیں ہوئی اور اسی مقام پر بالآخر اُنکے والدین نے رحلت کی۔ اور شہر کے شمال میں دفن کئے گئے۔

شاہ شرف کی پیدائش کا سنہ ۶۰۲ھ ہے اور شیخ فخرالدین عراقی نے ۸۲ سال کی عمر پاکر ۶۸۸ھ[2] میں انتقال کیا۔ اِس صورت میں اُن کی ولادت ۶۰۶ھ[3] میں ہوئی۔ جو کہ شاہ شرف کی پیدائش سے صرف چار سال بعد کی تاریخ ہے۔ اس لحاظ سے مندرجہ بالا غلط فہمی کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

---

[1] قصر عارفان مؤلفہ احمد علی۔ نسخۂ خطی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور۔ منزل نود و سوم ص۱۲۵۔ ص۱۲۹ (۱۲۹؟)

[2] مطابق (۱) دیباچہ: عشاق نامۂ عراقی۔ مؤلفہ و مترجمہ ڈاکٹر اے۔ جے آربری۔ متن فارسی ص۲۱

(۲) میخانۂ عبدالنبی۔ مؤلفہ خان بہادر مولوی محمد شفیع ص۴۴،

(۳) ہفت اقلیم مؤلفہ امین احمد رازی۔ نسخۂ خطی۔ پور نعہ سٹیٹ لائبریری۔ ص۱۸۷ ب،

(۴) قصر عارفان مؤلفہ احمد علی۔ نسخۂ خطی پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور۔ ص۱۲۵،

(۵) لطائف اشرفی تالیف نظام حاجی غریب یمنی نسخہ خطی۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ ص ۵۹۳/۱۱۹۱ فیو

[3] (۱) قصر عارفان مؤلفہ احمد علی ص۱۲۵، (۲) ڈاکٹر ہرمن ایتھے۔ فہرست انڈیا آفس۔ جلد دوم۔ کالم ۱۰۶۹۔

شیخ عراقی نے زندگی کا ایک معقول حصّہ ہندوستان میں بسر کیا۔ اور اگرچہ پروفیسر ای جی براؤن[۱] کی یہ رائے بہت حد تک درست ہے۔ کہ شیخ عراقی کا کلام اُن کی زندگی پر کچھ روشنی نہیں ڈالتا۔ لیکن شیخ کی زندگی کے اس دَور کے متعلق اصلیت شاید برعکس ہے۔ عام تذکرہ نویسوں اور سوانح نگاروں نے جہاں شیخ کی باقی زندگی کے بارے میں کہیں نہ کہیں قدرے تفصیل سے کام لیا ہے وہاں ہندوستان میں شیخ کی اقامت کے حالات کا بیان چند ایک حقائق کے اجمالی اشارے تک ہی محدود ہے۔ تاہم شیخ عراقی کے کلام کا مطالعہ تھوڑی بہت وضاحت کا سامان مہیا کرتا ہے ؛

بہ ظاہر ہے کہ ہندوستان کی طویل اقامت میں شیخ عراقی اپنے پیر طریقت شیخ الشیوخ شیخ بہاء الدین زکریا کے دامن تربیت میں نفس کُشی کی منزلیں طے کرتے رہے۔ دولت شاہ سمرقندی[۲] اور صاحب مخزن الغرائب[۳] کا یہ قول ہے کہ ہندوستان میں چار سال کی مدّتِ اقامت میں عراقی نے چودہ بار چلّہ کشی کی۔ لیکن باقی ارباب تذکرہ جو شیخ عراقی کے متعلق نسبتہً زیادہ تفصیل پیش کرتے ہیں اس بیان پر متفق ہیں کہ شیخ الاسلام شیخ زکریا نے شیخ عراقی کو صرف ایک ہی بار چلّہ کشی کی ہدایت کی۔ جس کے بعد پھر خلوت نشینی کی رُخصت نہ دی[۴]۔ اور اس چلّہ

---

[۱] تاریخ ادبیات ایران۔ جلد سوم صفحہ ۱۲۴،

[۲] تذکرۃ الشعراء۔ مؤلفہ پروفیسر ای۔ جی براؤن۔ صفحہ ۲۱۹،

[۳] مخزن الغرائب سندیلوی۔ نسخہ خطی پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور۔ ترجمۂ عراقی،

[۴] (۱) دیباچۂ عشاق نامہ عراقی مؤلفہ ڈاکٹر آر۔ اے۔ جے۔ آربری۔ فارسی متن صفحہ ۱۱

(۲) میخانۂ عبدالنبی۔ مؤلفہ خان بہادر مولوی محمد شفیع صفحہ ۳۳،

(۳) نفحات الانس جامی۔ نولکشور پریس ایڈیشن۔ صفحہ ۳۹۳،

(۴) ہفت اقلیم تالیف امین احمد رازی۔ نسخۂ خطی۔ کپورتھلہ سٹیٹ لائبریری۔ صفحہ ۱۸۱ و،

(۵) لطائف اشرفی تالیف نظام حاجی غریب یمنی۔ نسخۂ خطی۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال صفحہ ۵۹۲/۱۱۸۹ ب وغیرہ

کے گیارھویں دن شیخ عراقی پر حالت طاری ہوئی۔ اور اُنہوں نے یہ غزل لکھی مطلع :-

نخستیں بادہ کاندر جام کردند
زچشم مست خوباں وام کردند[1]

جب یہ ساری غزل شیخ الشیوخ شیخ زکریا کو سُنائی گئی۔ تو اُنہوں نے فرمایا کہ عراقی کا کام ہو چکا۔ اور اسی وقت جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے تن مبارک سے خرقہ اتار کر عراقی کو پہنا دیا[2]۔ اور اسی پہلے چلّہ کے بعد ہی شیخ زکریا نے اُنہیں اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اور اُن کی دختر نیک اختر کے بطن سے عراقی کے ایک فرزند ہؤا۔ جس کا نام کبیرالدین رکھا گیا[3]۔

---

[1] یہ غزل ان کتابوں میں دی ہے :-

(۱) کلیاتِ عراقی۔ نسخۂ خطی مجموعہ پروفیسر شیرانی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور ص۳۳ ب، ۳۴ و ۔

(۲) مجموعۂ کلام ہشت شعرا۔ نسخۂ خطی نمبر ۱۸۹۔ کپورتھلہ سٹیٹ لائبریری۔ ص۱۲۹ ب، ۱۳۰ و ،

(۳) دیوان عراقی۔ نسخۂ خطی م۵۲۳ ن ب ۹۳۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ص۴۴ ب، ۴۵ و وغیرہ ،

[2] (۱) دیباچہ، عشاق نامہ ؛ مؤلفہ ڈاکٹر اے۔ جے۔ آربری۔ فارسی متن صفحہ ۱۱ ،

(۲) میخانۂ عبدالنبی۔ مؤلفہ خان بہادر مولوی محمد شفیع ص۳۳ ، (۳) نفحات الانس جامی۔ نولکشور ایڈیشن ص۳۹۳

(۴) مرآۃ الخیال۔ شیر خان لودھی بمبئی ایڈیشن۔ صفحہ ۴۶ وغیرہ ،

[3] قصر عارفان : احمد علی : نسخۂ خطی پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور ص۱۲۶ میں یہ نام کبیرالدین اسمٰعیل دیا ہے۔ اور مندرجہ ذیل کتب میں "کبیرالدین" :-

(۱) دیباچہ، عشاق نامہ : مؤلفہ ڈاکٹر اے۔ جے آربری۔ فارسی متن ص۱۱ ،

(۲) میخانۂ عبدالنبی۔ مؤلفہ خان بہادر مولوی محمد شفیع ص۳۳ ،

(۳) ہفت اقلیم ، امین احمد رازی ، نسخۂ خطی کپورتھلہ سٹیٹ لائبریری۔ ص۱۵۸ و ،

(۴) لطائف اشرفی ؛ نظام حاجی غریب یمنی ؛ نسخہ خطی۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال $\frac{۵۹۲}{۱۱۸۹}$ ب ،

(۵) نفحات الانس : جامی : نولکشور پریس ایڈیشن۔ ص۳۹۳ وغیرہ ۔

ہندوستان میں شیخ عراقی کے قیام کا زمانہ ان کی روحانی زندگی کا تعمیری دور ہے۔ شیخ الشیوخ شیخ بہاء الدین زکریا کے سرچشمۂ فیض سے شیخ عراقی نے جو استفادہ کیا۔ وہ اُن کیلئے تا زندگی رہنمائی کرتا رہا۔ اس آفتاب سپہرِ حقیقت کے نور نے شیخ عراقی کی راہ حیات میں مشعل کا کام دیا۔ جمالی صاحب سیر العارفین[1] نے جو رائے ظاہر کی ہے وہ بُنیادی حقیقت کا اظہار کرتی ہے۔ اُن کے الفاظ میں شیخ عراقی نے لمعات کی تصنیف اگرچہ اس وقت کی جب کہ وہ قونیہ میں شیخ صدر الدین کے مُریدوں کے حلقہ میں منسلک تھے لیکن درحقیقت عراقی کی یہ تصنیف دریائے معرفت شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا قدس روحہ کے سحاب فیض کا ایک قطرہ ہے۔

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ملتان میں رہتے ہوئے شیخ عراقی نے "زیادہ از وصف"[2] روحانی فتوح حاصل کیں۔ اور یہاں کے لوگوں کے دِلوں میں شیخ عراقی کے لئے گہرا جذبۂ عقیدت پیدا ہوا[3]۔ ہندوستان سے واپس جاکر اُنہوں نے عدن اور مصر و شام میں جو پر شکوہ جاہ و اقتدار حاصل کیا وہ شاید اپنی قسم کی گنتی کی مثالوں میں سے ہے۔ اور اس حقیقت سے انکار نہیں ہوسکتا کہ اس ساری تعمیر کا سنگ بنیاد شیخ زکریا کے مبارک ہاتھوں سے رکھا گیا تھا۔ شیخ زکریا کی شفقت کی بدولت شیخ عراقی کو اپنی دینی اور دُنیاوی ترقی کے لئے حوصلہ افزائی کے تمام اسباب میسر تھے۔ شیخ زکریا عراقی کے پیر طریقت تھے۔ محسن اور مربی۔ اور یہ اُن کی مردم شناس اللہ وقیقہ رس نگاہ تھی۔ جس نے عراقی کی روحانی استعداد کو بھانپ کر اس کی زندگی کے رُخ کو بدل دیا۔ اور اُنہی کی کیمیا اثر تربیت سے عراقی وہ کچھ بنا جو کچھ کہ بنا۔ شیخ عراقی کے دل

---

[1] سیر العارفین۔ نسخۂ خطی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور صفحہ ۱۵ ب،

[2] دولت شاہ: تذکرۃ الشعرا: مؤلفہ پروفیسر ای۔ جی براؤن صفحہ ۲۱۵، تاریخ فرشتہ: ابو القاسم فرشتہ: نولکشور ایڈیشن صفحہ ۴۰۵،

[3] دولت شاہ: تذکرۃ الشعراء: مؤلفہ پروفیسر ای۔ جی براؤن صفحہ ۲۱۵، ۲۱۶۔

کو اس کا پورا احساس ہے اور اُن کے مقصدوں میں ہم انہیں اپنے پیرو مرشد کی تعریف میں رطب اللسان پاتے ہیں۔ اور اس طرح اُنھوں نے ایک احسان شناس اور مخلص مُرید کے طور پر سپاس گزاری کے متبرک فرض کا ایک حصہ ادا کیا ہے۔ شیخ زکریا کی توصیف میں جو اشعار شیخ عراقی نے لکھے ہیں وہ ان کے مجموعۂ قصائد میں صرف توحید اور آنحضرت صلعم کے نعتیہ قصیدوں سے ہی دُوسرے درجے پر ہیں۔ اور یہ اشعار شیخ زکریا کے لئے شیخ عراقی کی گہری دلی عقیدت اور احترام کو ظاہر کرتے ہیں۔ ایک قصیدہ اپنے بیانِ حال میں اور اپنے پیرِ طریقت شیخ زکریا کی مدح میں لکھا ہے۔ مطلع اور چند اشعار یہ ہیں:۔

روشناں آئینۂ دل چو مصفا بینند　　روی دلدار دراں آئینہ پیدا بینند

خوشدلان از رخش امروز بہشتے دارند　　نہ بہشتے کہ دگر طایفہ فردا بینند

ساغ دل زمیٔ عشق لبالب دارند　　دمبدم حُسنِ رُخِ یار دران جا بینند

خانقاہِ کہنش گنبدِ اعلا یابند　　پایگاہِ نو او جنّتِ ماوا بینند

در چنین مجمع اکبر بہ عراقی نگرند　　دلِ محنت زدہ اش درکفِ غوغا بینند

دوستانش چو بہ بینند بموینند بر او　　دل او را چو بہ کام دلِ اعدا بینند

مکرما بر در لطفِ تو پناہ آوردست　　بندگان ملجاء خود درگہ مولا بینند

زآفتابِ نظرت بر سرِ او سایہ فگن
تا مگر بر کسی سایۂ عنقا بینند[1]

---

[1] یہ قصیدہ ان کتب میں دیا ہے:۔

(۱) کلیاتِ عراقی۔ نسخہ خطی مجموعہ پروفیسر شیرانی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور نمبر ۲ (نامکمل)،

(۲) دیوانِ عراقی۔ نسخہ خطی نمبر ۵۲۳ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ص ۲۳ ب تا ۲۵ و،

(۳) کلیاتِ عراقی، نولکشور پریس کانپور ایڈیشن ص ۱۸ تا ص ۱۹،

(۴) کلیاتِ عراقی، لاہور ایڈیشن ص ۱۲ تا ص ۱۳۔

ایک قصیدہ میں شیخ زکریا کی عظمت اور ان کے لئے اپنے جذبہ عقیدت کا اظہار بے تکلف اور پر جوش انداز میں کیا ہے۔ کچھ شعر یوں ہیں :-

مے بیاور ساقیا تا خویشتن را کم زنیم کار خود چو زلفِ خوباں درہم و برہم زنیم
بگسلیم از ہم طناب خیمہ ہفت آسمان خیمہ ہمت ورائے نیلگون طارم زنیم
جام کیخسرو بکف داریم بس زیبد کہ ما دمبدم در بزم وصل یار جام جم زنیم
خاک رہ بیم از سر کوئیش بہ جاروب مژہ ور بماند گردکے از دیدہ آنرا نم زنیم
پائے چوں معرج القدس بر ذروہ سدرہ نہیم دست بر فتراک صاحب ہمت اعظم زنیم

شیخ ربانی بہاء الحق والدین آنکہ ما[1]
بوسہ بر خاکِ درش چون قدسیان ہر دم زنیم

ایک اور قصیدہ میں شیخ زکریا کی مدح سرائی کی ہے۔ وہ قصیدہ اُن کی روحانی عظمت کا شاہد ہے۔ شیخ عراقی مندرجہ ذیل اشعار میں اپنا خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں :-

راہ برِ اصفیا پیش رو اولیا ہم کنفِ انبیاء صاحبِ حق کامیاب
شیخ شیوخ جہاں قطب زمین و زمان غوث ہمہ انس و جان مہدئ ہادی خطاب
مُفضِلِ فاضل پناہ عالمِ عالم نواز مُکمل کامل صفات عالی عالیجناب
پرسی اگر از جہان کیست امامِ زمان نشنوی از آسمان جز زکریا جواب

---

[1] یہ قصیدہ مندرجہ ذیل کتب میں دیا ہے :-

(۱) کلیاتِ عراقی : نسخہ خطی ، مجموعۂ پروفیسر شیرانی - پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور صفحہ ۲۰ الف و ۲۰ ب ،

(۲) دیوانِ عراقی : نسخۂ خطی نمبر ۵۲۳ - رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ صفحہ ۲۵ الف و ۲۵ ب ،

(۳) غزلیاتِ عراقی ، مجموعۂ کلام ہشت شعراء ، نمبر ۱۸۹ نسخۂ خطی کپورتھلہ سٹیٹ لائبریری صفحہ ۱۴۴ الف ،

(۴) کلیاتِ عراقی ؛ نولکشور پریس کانپور ایڈیشن صفحہ ۱۹ - ۲۰ ،

(۵) کلیاتِ عراقی : لاہور ایڈیشن ، صفحہ ۱۸ - ۱۹ ۔

در نظر ہمتش ہر دو جہان نیم جو — در کف دریا کشش ہفت فلک یک حباب

چاکر درگاہ تو اہل سما چوں ملک — خاک کف پای تو اہل زمین چوں تراب[1]

شیخ زکریا کی وفات پر جو مرثیہ شیخ عراقی نے لکھا ہے وہ سوز و گداز کی پُردرد تصویر ہے اور رنج وغم کا دلگداز بیان۔ اپنے مربی و محسن کی یاد میں شیخ عراقی نے جو آنسو برسائے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کو شیخ زکریا کے ساتھ کتنی گہری دلبستگی تھی۔ اور اُن کی وفات سے شیخ عراقی کے دل کو کیا صدمہ پہنچا۔ اسّی کے قریب اشعار پر مشتمل اس مرثیہ کا پہلا بند حسب ذیل ہے ؎

کارم از دست رفت و ست از کار — دیدہ بے نور ماند و دل بے یار

دل نگارم چرا نہ گریم خون — درد مندم چرا نہ نالم زار

خاک بر فرق سر چرا نہ کنم — چون نشویم بخون دل رخسار

یار غارم ز دست رفت دریغ — ماندم افسوس پائے بردم مار

آفتابم ز خانہ بیرون شد — منم امروز و وحشت شب تار

چون ننالم چرا نہ گریم زار — چون نجویم چو می نہ بینم یار

خود ہمہ خون گریستے بر من — بودے ار چشم بخت من بیدار

---

[1] (۱) کلیات عراقی: نسخہ خطی: مجموعہ پروفیسر شیرانی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور۔ صفحہ ۱۹ و ۲ ب (آخر کے کچھ اشعار حذف ہیں)،

(۲) دیوان عراقی۔ نسخہ خطی نمبر ۵۲۳۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ صفحہ ۲۲ ب تا ۲۳ ب،

(۳) کلیات عراقی، نولکشور پریس کانپور ایڈیشن: صفحہ ۱۷-۱۹ (عنوان غلط طور پر فی مدح شیخ شہاب الدین زکریا ملتانی دیا ہے)

(۴) کلیات عراقی، لاہور ایڈیشن، صفحہ ۱۵-۱۶، (عنوان کی غلطی اس مقام پر بھی دی ہے جو کہ کلیات عراقی نولکشور ایڈیشن میں ہے)۔

روشنائی دیدہ رفت افسوس — منم امروز و دیدۂ خون بار
آنچنانم کہ دشمنم چو بدید — زار بگریست بر دل من زار
حال بے چارۂ چگونہ بود — رفتہ از سر مسیح و او بیمار
خاطر عاشقی چسان باشد — ہم دل از دست رفتہ ہم دلدار
سوختم زآتش جدائی او — مرہمم نیست جز غم و تیمار
کارم از گریہ راست می نشود — چکنم چیست چارۂ این کار

دلم از من بسے خراب تراست
خاطرم از جگر کباب تراست[1]

یوں نظر آتا ہے کہ قیام ہندوستان کے دوران میں شیخ عراقی کے دلی لگاؤ کا مرکز شیخ زکریا کی ذات ہی تھی۔ ان کے علاوہ شیخ عراقی کے محدود دائرہ تعلقات میں شیخ عماد الدین کا نام آتا ہے۔ آپ شیخ زکریا کے نزدیکی اصحاب میں سے تھے۔ شاید ایکبار یہ علیل ہوئے۔ اور ان کے صحتیاب ہونے پر شیخ عراقی نے ان الفاظ میں تہنیت پیش کی:-

راحت جان من عماد الدین — چونی امروز بہترک ہستی
ورگنی گفتئے چو دی امروز — یا نہ از دست رنج وارستی
ہمچو ماہی بر آسمان نشاط — یا چو ماہی فتادہ درشستی
یا بہانہ است آن ہمہ خود تو — از قدح ہائے عشق سرمستی

---

[1] یہ مرثیہ مندرجہ ذیل کتب میں دیا گیا ہے:-

(۱) کلیات عراقی۔ نسخہ خطی مجموعہ پروفیسر شیرانی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور ص ب تا ۲۳ و ،
(۲) دیوان عراقی۔ نسخہ خطی ۵۲۳۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ ص ب تا ط ب ،
(۳) کلیات عراقی۔ نولکشور پریس کانپور ایڈیشن۔ صفحہ ۵۷ تا ۵۸ ،
(۴) کلیات عراقی لاہور ایڈیشن۔ صفحہ ۵۰ تا ۵۴ ۔

خاطر دوستانت غمگین است تا تو در خانہ شاد بنشستی
مرہمے ساز بہر خستہ دلان خیز و بنگر کہ جملہ را خستی[1]

ایک طویل قصیدہ شیخ زکریا کے فرزند اکبر شیخ صدرالدین کی مدح میں ہے۔ جس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اُنھوں نے شیخ عراقی کو تین شعر پیش کئے تھے ؎

دل ترا دوست تر ز جان دارد جان ز بہرِ تو درمیان دارد
منعا ذکر شکر تو پیوست خاطرم بر سرِ زبان دارد
زندہ کردی شکستہ را بسہ بیت کز دم عیسوی نشان دارد
در مدح تو چون زنم کہ ز عجز خاطرم قفل بر دہان دارد
با در انوار تو جہان روشن تا جہان نور چون جنان دارد[2]

شیخ عراقی وطن سے دور ایک اجنبی سرزمین میں تھے۔ ہر گھڑی انہیں غریب الوطنی کا احساس دامنگیر رہا۔ اپنے وصف الحال میں ایک قصیدہ ان اشعار کے ساتھ

---

[1] (۱) کلیات عراقی، نسخۂ خطی۔ مجموعہ پروفیسر شیرانی: پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور، ص۲۴ و،
(۲) کلیات عراقی، نولکشور پریس کانپور ایڈیشن ص۳۱،
(۳) کلیاتِ عراقی۔ لاہور ایڈیشن: ص۲۹،

[2] (۱) دیباچہ عشاق نامہ ص۱۳-۱۴۔ (۲) میخانۂ عبدالنبی صفحہ ۲۵-۲۶ کے بیان کے مطابق یہ قصیدہ شیخ عراقی نے حج کے بعد روضۂ مطہرہ کی زیارت کے وقت تحریر کیا۔

[3] (۱) کلیاتِ عراقی۔ نسخۂ خطی۔ مجموعۂ پروفیسر شیرانی پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور ص۲۳ ب تا ۲۴ ب،
(۲) خرابات عراقی۔ مجموعۂ کلام ہشت شعراء نسخۂ خطی نمبر ۱۸۹۔ کپورتھلہ سٹیٹ لائبریری ص۱۳۱ و تا ص۱۳۱ ب،
(۳) دیوانِ عراقی۔ نسخۂ خطی نمبر ۵۲۳۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ ص۲۵ ب تا ۲۶ ب،
(۴) کلیاتِ عراقی۔ نولکشور پریس کانپور ایڈیشن ص۲۱ تا ص۲۳،
(۵) کلیاتِ عراقی۔ لاہور ایڈیشن صفحہ ۲۰-۲۱،

ختم کرتے ہیں ؎

زمرغزارِ عراق آمدہ بوادیٔ ہند ازان ریاض نسیمے برابر آوردہ
بہند طوطیٔ طبعم طبرزد افشاند بو لتان سخنے ہمچو شکر آوردہ[1]

شیخ عراقی نے اشتیاق وطن میں جو اشعار سپردِ قلم کئے ہیں وہ شام غربت میں ایک مہجورِ وطن کے دلگداز جذبات کا مرقع ہیں۔ شیخ الشیوخ شیخ زکریا کی ملازمت شیخ عراقی کے لئے سرمایۂ تسکین تھی۔ لیکن اس کے علاوہ شاید گھر بار کے دائرہ سے باہر کوئی اَور اطمینان انہیں حاصل نہ تھا۔ بہرکیف اُن کا کلام اُن کے دوستوں کے ذکر یا اشارے سے تقریباً خالی ہے۔ علائق دنیوی سے آزاد شیخ عراقی کے دل کے لئے ہندوستان کی سرزمین میں وہ کشش نہ تھی۔ جس نے ابوطالب کلیم جیسے شعراء کو اپنی محبت میں پابند کر رکھا تھا۔ حقیقی تھی یا خیالی ایک دوست کے ساتھ اپنی گفتگو ان اشعار میں پیش کرتے ہیں ؎

بطعنہ گفت مرا دوستی کہ اے مشتاق چرا ہمیشہ حکایت کنی ز دردِ فراق
وصال یار ندیدہ فراق را چہ شناسی نشانِ عشق ندیدہ چہ لافی از عشاق
بے بگفتمش از ین گونہ گفتمش بشنو جواب من ز سرِ صدق بے ریا و نفاق

---

[1] قصیدہ کا مطلع یہ ہے :-

منم بعشق سر از عرش برتر آوردہ بزیر پائے سرِ نہ فلک در آوردہ

یہ قصیدہ ان کتب میں دیا ہے ؎

(۱) کلیاتِ عراقی۔ مجموعۂ پروفیسر شیرانی۔ نسخہ خطی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور ص۲ ب تا ص۴ ا،

(۲) غزلیاتِ عراقی مجموعۂ کلام ہشت شعراء نسخہ خطی ۱۸۹ کپورتھلہ سٹیٹ لائبریری ص۱۵۳ ب تا ص۱۵۴ ا،

(۳) دیوانِ عراقی۔ نسخہ خطی نمبر ۲۳۵۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ ص۳۰ ا و ۳۰ ب،

(۴) کلیاتِ عراقی۔ نولکشور پریس کانپور ایڈیشن ص۲۶، ۲۷،

(۵) کلیاتِ عراقی۔ لاہور ایڈیشن صفحہ ۲۴-۲۵،

تو گیر خود کہ نبود دست ہیچ دوست مرا　　　بہیچ دوست نیم در جہاں بدل مشتاق

خیال چہرۂ خوبان ندیدہ چشم ہیچ　　　بگوش تا نشنیدم خطاب در میثاق

گرفتم اینہمہ طامات وز رق و تلبیش　　　مرانہ بس کہ بہند او فتادہ ام ز عراق[1]

یادِ وطن عراقی کے دل کو بے طرح ستاتی رہی۔ ہم اس کا اندازہ شیخ عراقی کے اس قصیدہ سے لگا سکتے ہیں جو انھوں نے ملتان سے الواعظ حمید الدین احمد کی مدح میں تحریر کیا ہے۔ مطلع اور چند اشعار حسب ذیل ہیں :-

اے صبا جلوہ دہ گلستان را　　　با نوا کن ہزار دستان را

دوست مخلص حمید احمد خلق　　　کہ جلالش نمودہ برہان را

قصۂ دردِ من بیا بشنو　　　کہ نیابم در یغ درمان را

باز سرگشتہ ام ہمی خواہد　　　تا چہ قصد است چرخ گردان را

می کند خاطرم بپای عزیم　　　کہ کند یک نظارہ کنعان را

دیدہ امیدوار می باشد　　　تا ببیند جمال اخوان را[2]

---

[1] (۱) کلیاتِ عراقی مجموعہ پروفیسر شیرانی۔ نسخۂ خطی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور ص۲۹ و (۲) کلیاتِ عراقی۔ نولکشور پریس کانپور ایڈیشن ص۱۲۔ (۳) کلیاتِ عراقی لاہور ایڈیشن ص۲۹ و ص۳۰۔

[2] (۱) کلیاتِ عراقی۔ نسخۂ خطی۔ مجموعہ پروفیسر شیرانی پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور ص۲ تا ص۲ ب،

(۲) دیوانِ عراقی۔ نسخۂ خطی نمبر ۵۲۳۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ ص۲ ب تا ۱۴ ب،

(۳) کلیاتِ عراقی۔ نولکشور پریس کانپور ایڈیشن ص۲۳۔ ص۲۴۔

(۴) کلیاتِ عراقی۔ لاہور ایڈیشن۔ صفحہ ۱۲ تا ۸۲۳

(۵) غزلیاتِ عراقی۔ نسخۂ خطی نمبر ۹۱۸۱۔

مجموعۂ کلام ہشت شعراء کپور تھلہ سٹیٹ لائبریری ص۲۲ ب تا ص۲۳ و میں صرف غزل کا ہی حصہ دیا ہے اور حمید الدین یا کنعان کے ذکر والے اشعار حذف ہیں۔

اپنے وطن کمجان کو دیکھنے کی بے تاب تمنا کا اظہار شیخ عراقی نے اُن اشعار میں بھی کیا ہے جو اُنہوں نے اپنے بھائی شمس الدین کے جواب میں تحریر کیے۔ کمجان سے بھائی کا خط آیا۔ اور اس کے ساتھ وطن کی یاد۔ سوئی ہوئی آرزوئیں جاگ اُٹھیں۔ اپنے جذبات کی تصویر ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:-

یارب این بوئے چنین خوش ز گلستان آمد ... یا ز باغ ارم و روضۂ رضوان آمد
یا صبا بوئے سر زلف نگارم آورد ... یا خود این بوی ز خاک خوش کمجان آمد
شمس دین آنکہ بدین دیدۂ من روشن شد ... نور او در ہمہ آفاق درخشان آمد
تا مرا در نظر آمد خط جان پرور او ... ای بسا آب کہ در دیدۂ گریان آمد
شکر کردم کہ پس از مدت سی وشش سال ... یادش از یادگی بے سر و سامان آمد
چند سرگشتہ دویدم چو فلک سرگردان ... حاصلم سوز دل و دیدۂ گریان آمد
این ہمہ ہست ونیم از کرم حق نومید ... گرچہ جانم بلب از محنت ہجران آمد

بتغییر ردیف

کاخر این بخت من از خواب در آید سحری ... روز آخر نظرے بر رخِ جانان آید
بلبل آسا ہمہ شب تا بسحر نعرہ زنم ... بو کہ بوئے بمشامم ز گلستان آید
گر بخواہد کہ ہمی با وطن آید لیکن ... تا خود از درگہ تقدیر چہ فرمان آید

بعراق ار نرسد باز عراقی چہ عجب
کہ نہ ہر خار و خسے لائقِ بستان آید[1]

---

[1] (۱) کلیاتِ عراقی نسخۂ خطی مجموعہ پروفیسر شیرانی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ۲۵ ب تا ۲۶ و،
(۲) دیوان عراقی نسخۂ خطی نمبر ۵۲۳ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ ۲۸ ب تا ۲۹ ب (عنوان ندارد)
(۳) کلیاتِ عراقی۔ نولکشور پریس کانپور ایڈیشن صفحہ ۲۴-۲۵ (عنوان ندارد)
(۴) کلیاتِ عراقی۔ لاہور ایڈیشن صفحہ ۲۳-۲۴ (عنوان ندارد)،

شیخ عراقی کو اپنے وطن سے دُور مدّتِ دراز گزر چکی تھی ۔ جیسا کہ معتبر استاد کا بیان ہے ۔۵۵ ۱۸۔ ۱۷ؔ سال کی عمر میں یعنی ۲۴ - ۶۲۳ھ کے لگ بھگ ہمدان سے جُدا ہوئے ۔ اپنے بھائی شمس الدین کا خط انہیں ۳۶ سال کے بعد ملا جیسا کہ شیخ عراقی کے اوپر بیان کئے ہوئے جواب سے ظاہر ہے ۔ باقی سیر و سیاحت کے علاوہ ملتان میں شیخ کی اقامت جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے ۲۵ سال تک رہی ۔ اور شیخ عراقی کی زندگی کا یہ دور اُن کے پیر و مرشد شیخ زکریا کی وفات کے ساتھ یعنی ۶۶۶ھ میں ختم ہوا ۔ اس کے جلد ہی بعد وُہ ہندوستان سے واپس ہوئے ۔ اور اس وقت تک انہیں اپنے وطن سے جُدا ہوئے ۴۲ - ۴۳ سال کے قریب گزر چکے تھے ۔

لہ (۱) دیباچہ ۔ عشاق نامہ ۔ مؤلفہ ڈاکٹر اے ۔ جے آربری ۔ فارسی متن صفحہ ۷ و ۱۱ ۔

(۲) میخانہ ۔ عبدالنبی ۔ مؤلفہ خان بہادر مولوی محمد شفیع صفحہ ۳۳ - ۳۴ ۔

(۳) ہفت اقلیم ۔ امین احمد رازی ۔ نسخۂ خطی کپور تھلہ سٹیٹ لائبریری صفحہ ۱۸۷ ؤ ۔

(۴) لطائف اشرفی ۔ نظام حاجی غریب یمنی ۔ نسخۂ خطی ۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ صفحہ ۵۹۲/۱۸۹ فج
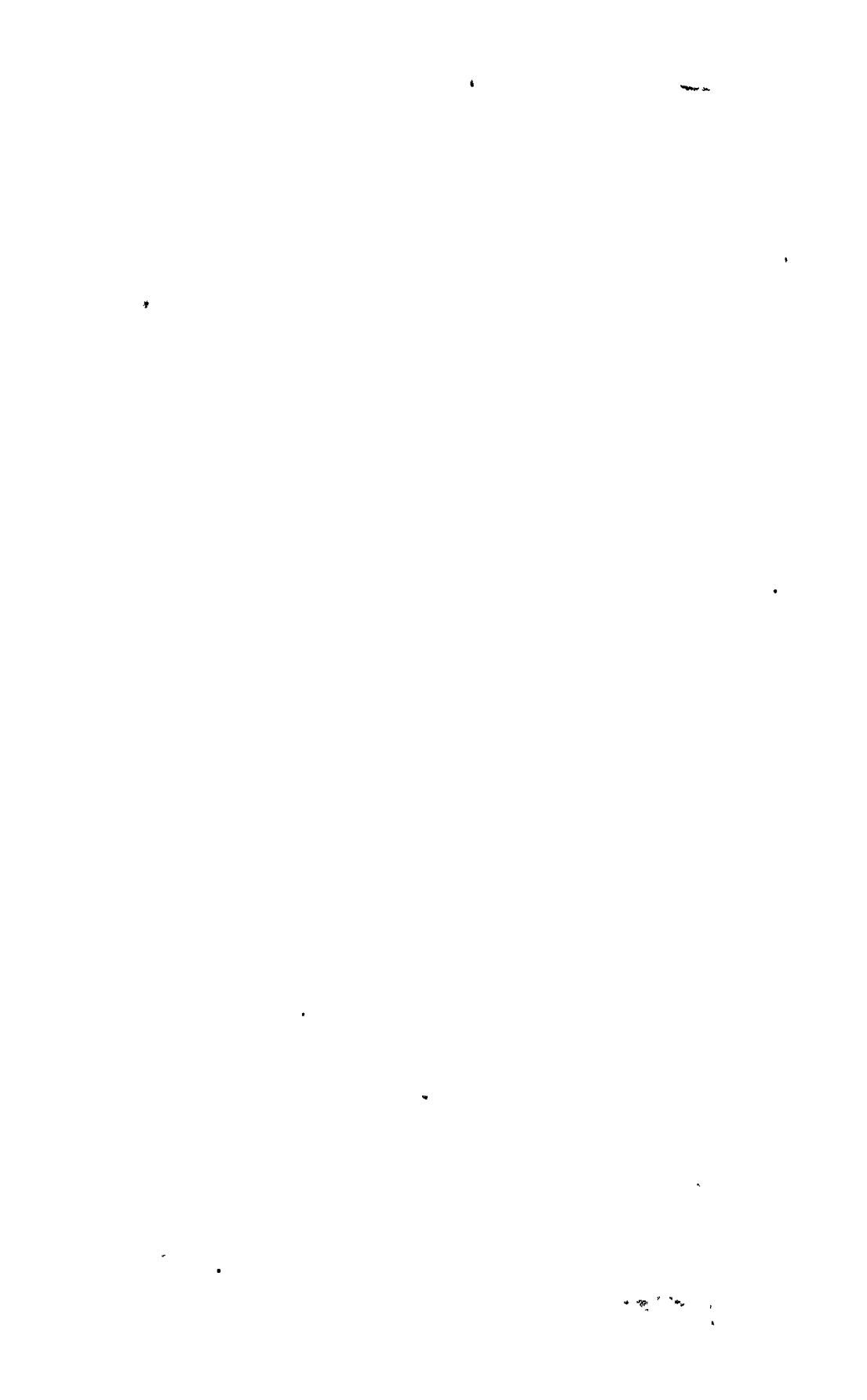
شاهزادهٔ جهانیان بیت

گرامی دُرّی از دریای شاهی
چراغی روشن از نور الهی

ابوالقاسم[۱] نورالدین میرزا سلطان محمد را در[۲] دارالسلطنهٔ هراة* بضبط و دارائی گذاشته امیر نظام الدین احمد[۳] حاجی، و صاحب[۴] اعظم کمال[۵] الدین مولانا امیرزا* پیش او باز داشت و رکاب ظفر انتساب بجانب آب مرغاب روان شد و ده روز در قریهٔ پنج[۶] ده و مرو چاق[۷] توقف افتاد[۸] و اوایل[۹] جمادی الاولی در بلدهٔ مرو اتفاق قشلاق فرمود و سلاطین روی زمین در مقام ارادت و اعتقاد و اساطین مصر و چین بر جادهٔ اطاعت و انقیاد *

و درین ولا از جانب ولایت آذربایجان ایلچیان بدارالسلطنهٔ هراة رسیدند، چهل سوار، و ایشان[۱۰] را در مقام مناسب فرود آورده علوفه معین فرمودند، و قاصدی جهت اعلام همعنان باد بسوی اردوی همایون در راه ایستاد * ۱۰

و آنحضرت اواخر جمادی الاولی جمیع امراء عظام را بیراق تمام فرمود که عازم جانب میرزا سلطان حسین شدند چه خبر او از طرف موضع سه[۱۱] پایه که در بیابان بی پایان خوارزم بودنی رسید، و امراء بموجب فرمان روان شدند *

و آن سال در تمام خراسان خاصه بلدهٔ هراة زمستان سرد گذشت، و از اوایل دلو[۱۲] تا اواخر حوت[۱۳] برفهای عظیم اُفتاد *

---

[۱] فقط آ ـــــ، اسفزاری هم او را ابوالقاسم نوشته است، [۲] اک: در دارالسلطنهٔ هرات بل تمام خراسانات، آ ـــــ، آ، [۳] مذکور بر ص ۳۹۶، [۴] فقط اک: خواجه (بجای صاحب اعظم)، [۵] اک: کمال الدین مولانا امیرزا (بجای کمال الدین مولانا امیرزا)، آ: مولانا کمال الدین میرزا، رک به ص ۳۹۲، [۶] رک برای این به بیستر پنج ص ۴۰۲، [۷] در حبیب السیر مذکور نیست، ـــــ برای مروچاق نیز رک به بیستر پنج محل مذکور، [۸] فقط اک: اواخر ربیع الآخر (بجای اوایل جمادی الاولی)، حبیب السیر مثل متن، [۹] اک: بچهارشنبه چهاردهم جمادی الاولی ایلچیان را بمقام مناسب (بجای آنچه در متن است)، [illegible]

و اواسط جمادی الاخری از طرف اردوی اعلی نشان همایون آمد که سیدیک سلطان برادر
ابوالخیر خان اوزبک را که امراء در نواحی خوارزم گرفته بودند و چند گاه در هراة محبوس بود
باردوی همایون فرستند، و او جوانی نیک اخلاق (ورق ۴۹۵ ب) پاک اعتقاد بود، و پیوسته
بتلاوت قرآن اشتغال می نمود، و درین وقت که از حبس خلاص شد چند گاه ملازم اهل الله
بود، و از باطن فیض بخش ایشان استمداد می نمود، و امراء و دیوانیان یراق پادشاهانه و اسباب
خسروانه ترتیب داده او را روان ساختند، و چون باردوی همایون رسید حضرت میرزا سلطان
ابوسعید او را بعواطف و مراحم مخصوص گردانیده اسپ و زر و کلاه و کمر انعام و اکرام فرمود و
شاکر و خوشنود بولایت اوزبک ارسال نمود.

و فرمان اعلی شرف نفاذ یافت که ایلچیان میرزا جهانشاه که از آذربایجان بخراسان آمده
اندبدرگاه عالم پناه آیند[1]، و ایلچیان عزیمت نمودند و چون بدرگاه همایون رسیدند آنحضرت انواع
رعایت و عنایت دربارهٔ ایشان مبذول داشته از احوال میرزا جهانشاه استفسار نمود، و محبت و
اعتقاد اظهار فرمود، و ایلچیان را بتشریف خاص اختصاص داده مبلغ گرامند انعام فرمود، و بصوب
هراة اجازت مراجعت نمود، و ایلچیان بهراة آمده و یراق راه عراق کرده عزیمت نمودند، لشکر
سرما از طلیعهٔ سپاه ربیع عزیمت هزیمت نمود.

ذکر معاودت رایات ظفرآیات از یورت قشلاق بجانب دار السلطنهٔ هراة

موسم بهار که خورشید عالم آرا روی بشرف خانهٔ خویش آورد و سحاب نیسانی لآلی[؟] تر
خوشاب بر اطراف باغ و بوستان نثار کرد و عقدهای مروارید در دامن گلزار ریخت طفلان

---

[1] فقط ک ـــــ،

رضیع بستان از پستان ابر مطیر شیر ترشح و تربیت نوشیدند، و بالغان نوخاستهٔ اشجار از خزانهٔ عنایت پروردگار حُلّهای مرصّع و جامهای ملمّع[1] پوشیدند، عارض دلفروز[2] چمن بخطّ زبرجد رنگ سبزه زیوری تمام گرفت[3]، و[4] اطراف جویبار از فروغ[5] بوستان افروز مجلسی[6] خرّم و آراسته شد، و خوش آوازان طیور و مغنّیان شاخسار موسیقار بر منقار بستند، و بلبل ارغنون ساز با شاخ گل با هزار نیاز خروش و فغان بآسمان می رسانید، و قمری خوش آواز بالحان دلنواز گنبد گردون پُرصدا می گردانید، در چنین فصلی که جهان جوانی از سر گرفته بود و نسیم باد صبا اعجاز مسیحا می نمود رایات ظفر آیات قصد نهضت و عزیمت حرکت بصوب دار السلطنه هراة فرمود، شهباز فتح و ظفر جهان زیر شهپر گرفته، و همای دولت همایون فرّ سایهٔ اقبال بر عالمیان مبسوط ساخته، رکاب نصرت انتساب بجانب مرکز دایرهٔ سلطنت و مستقرّ سریر خلافت روان شد، و جمعهٔ دوم شعبان[7] که آفتاب در هفتده[8] درجهٔ حمل بود موکب همایون نیز چون خورشید در باغ سفید در خانهٔ عزّ و شرف نزول فرمود[9] تخت بخت بدولت و سعادت او استقرار یافته، و آفتاب عنایت از افسر[10] عالم افروز او بر همهٔ جهانیان تافته بود *

و اواسط این[11] ماه * قاصد و عرضه داشت از طرف ما وراء النهر رسیده بموقف عرض رسانید که مغولان قلماق که از کفّار فجّار آن دیارند و در اقصای[12] آن ممالک یورت[13] مقام دارند

---

[1] اک: اخضر ملمع (بجای ملمّع)، [2] اک: خوب (بجای دلفروز)، [3] فقط ک: واز (بجای و)، [4] اک ———، [5] فقط آ: مجلس، [6] اک. شعبان بعد از (کذ) بطالع اسد موافق هفده هم حمل بیان آفتاب (بجای شعبان) حبیب السیر ۳/۳: ۲۰۹ بمتن مطابقت دارد، [7] آ آب ب: هفده، [8] اک بعد ش، : و چند روز پیوسته بطرف مزارات متبرکه متردد بود و بشرایط زیارات قیام نمود و مشایخ عظام که جهان بمین همت ایشان مشرف است همه را زیارت فرمود و از هر یک استمداد همت نمود، [9] آ آب ب: گوهر افسر (بجای افسر)، ——— صحبت فقره هدا ک: آفتاب عالمتاب از افسر عالم افروز او می تافت)، [10] اک: شعبان (بجای این ماه)، [11] آ: اقصیٰ، بآ اک: اقصی،

قصدِ بلادِ اسلام کردند و آنچه مقدورِ ایشان بود بظهور آوردند، و بندگانِ دولت خواه و دلاورانِ
رزم خواه کمین ساخته و ناگاه از کمین بیرون تاخته اساسِ (ورق ۴۹۶ و) جمعیت خالفان را
از بنیاد برانداخته اند، و بسیار از کفرهٔ فجره بتیغ قهر گذرانیده و سرها بعراها بماوراء النهر رسانیده[۱]*
وچون موکبِ نصرت آیت چند روزی در هراة توقف نمود میلِ یورتِ ییلاق و سرد
سیرهای ولایتِ بادغیس فرمود، و بموجب فرمودهٔ بارک[۲] الله فی سبتها[۳] شنبهٔ چهارم
شهرِ رمضان از تختِ هراة بجانب[۴] رباطِ سنجاب و ییلاق مزل[۵] (کذا) روان شد و در آن
منزلِ دلکشا و فضای جانفزا تاعید رمضان گذرانید و اسبابِ جشنِ عید و آدابِ آن روزِ سعید
در آن منازل بتقدیم رسانید، و چون آفتاب و ماه در آن نزهت گاه و درجات و منازل مشرف
می ساخت، و هرجا خاطرِ همایون میل نمود[۶] رایتِ اقامت می افراخت، و در آخر ماه شوال امیر
سید اصیل[۷] ارغونی که از امرارِ نامدار بمزید اعتبار اشتهار داشت جهانِ فانی را بهزار حسرت باز
گذاشت، و بیادر[۸] او[۹] امیر سید مزید در ییلاقِ بادغیس رسم و یوسون عزا بجای آورد، و حضرتِ
سلطنت بمجلسِ عزا فرمود، و بازماندگانِ او را تعزیت رسانیده شفقت و مرحمت نمود[۱۰]، و اردوی

---

۱ اک بجایش: باوراءالنهر و خراسان رسانیدند و مبی سر بر هر دروازه اویختند و بندیان بسیار در هر کوچه و بازار مدتی زار و خوار میکردیدند، ۲ ک: تبارک (بجای بارک)، ۳ بعدش فقط اک + : وخمیسها. ۴ اسفرانی (۲۳۶ ب) بجایش: بجانب بادغیس و تخت ملک میل فرمود و عید رمضان در آن مراتع دلکشا و منازل جانفزا گذرانیده، ۵ آ: مرل (بجای مزل که صورت صوابش معلوم نشد)، ب: مرل، اک: منزل ـــــ دراک، از ارکان (کذا) عازم ییلاق بادغیس شد و چند روز در سرخیابان توقف. ۶ آ ب: می نمود (بجای نمود، اک: کرد. ۷ فقط اک: اصلی (بجای اصیل)، ۸ اک: برادر بزرگ او (بجای بیادر او)، ۹ اک بعدش + : ارغونی که از امراء جهان اصلی ... و اموال نیشابور برسم سیورغال او امی نمود، ۱۰ اک بعدش + : ـ و نعش او را بلخ نقل کرده در گنبدی که امیر سید مزید جهة مرقد پدر خود را (کذا) امیر سید پیر محمد ساخته بود مدفون شد و کشتی عمر او که بمساکه بقا دوخته بود بساحل فنا رسید و در کردات گرداب حیرت و غرقاب حسرت نیم جانی که داشت استانان تمام بشست مصراع نشنیده که هر که بمیرد تمام شد

عالم پناه یک دو ماه در ییلاق بخرّمی و نشاط گذرانید، و ایام عید اضحی عنانِ کمیت جهان پیما بصوبِ[۱] مطلعِ خورشیدِ کامگاری و مستقرِ سریرِ جهانداری[۲] معطوف گردانید، و اوایلِ ذی الحجه موکب همایون در مستقرِ دولت نزول فرمود، و در آن ایام هر صورتِ خوب و نقشِ مرغوب که در آیینهٔ خیال مصوّر بود بخوبترین وجهی روی نمود[۳].

و درین سال[۴] جناب فضایل مآب حاوی المعقول والمشروع جامع الاصول والفروع مولانا شریف[۵] الدین عبد القهّار[۶] غفر الله له که در انواعِ علوم و اصنافِ فنون بحری زاخر و حبری ماهر بود[۷] و حفظِ کلامِ ملکِ علّام و شرفِ طوافِ بیت الله الحرام و سعادتِ زیارتِ النبی علیه الصلوة[۸] والسلام و لطافتِ آواز و فنِ ادوار و حسنِ خط و مهارت در علم سیاقت[۹] و فنِ انشاء و صنعتِ کیمیا[۱۰] در مناقبِ ثواقب[۱۱] می افزود[۱۲]، و بدایع[۱۳] رسایل که شواهد و دلایل اند بر علمِ[۱۴] کامل و فضلِ شامل و دیوانِ اشعار چون دُرِ آبدار فضلای روزگار را یادگار گذاشت و نیّرِ عالم افروزِ سخن را چون نظمِ ثریا تا اوج جوزا برافراشت بیت

زان خانهٔ تیرِ سخنش ترکشِ جوزاست کان عقدِ دُرِ تاب به از نظمِ ثریاست[۱۵]

---

۱ اک بعدش + : دار السلطنه هرات که، ۲ اک بعدش + : است، ۳ اک بعدش + : بیستم ماه معظم مکرم شهر الاصم رجب المرجب فاصبت انوارو، ۴ فقط آ : شرف (بجای شریف)، ۵ فقط آ : عبد الستار (بجای عبد القهار) ——— حبیب السیر ۴ : ۳ : ۱۹۷ مثل متن شریف الدین عبد القهار نوشته است ترجمه اش در لطایف نامهٔ فخری ۵۵ نیز وارد، ۶ آ با اک ——— ، ۷ حبیب السیر : سیاق (بجای سیاقت)، ۸ راجع باین در لطایف نامه گوید : خیال مولانا بکیمیا گری کشیده دران کار بسیار چیز ضایع کرد و هیچ کار نتوانست ساخت، ۹ اک بعدش + : ایشان، ۱۰ بعدش اک + : و در اصولین شرح تهذیب و شرح منتخب حسامی بنهایت تحقیق و کرامی تالیف نمود، ۱۱ اک : دیگر بدایع (بجای بدایع)، ۱۲ ک : علوم (بجای علم)، ۱۳ بعدش در اک + : بعد نسبت بانچه ایشان را عنایت الهی از حقایق علوم و دقایق مفهوم کرامت فرموده بود قسم شعر اگرچه بمنزلهٔ سحر باشد امری بنهایت نازل می نمود اما طبایع دهر بسبب کمال قصور که جبلت ایشان بر آن مفطور (منطور) است از جمیع تالیفات و تصنیفات آن ذات پسندیده صفات دیوان ایشان بیشتر با بنا منان بسیار مقبول و مشهور است و عجب ما را از ابناء روزگار که از بدایع فنون لطایف آثار بکلّی چند نظم و تالیف کتاب فارسی رغبت نمایند و آنرا از کمال نقصان چون هلال بیکدیگر نمایند.

الفقصہ[۱] برادرِ اکبر واستادِ[۲] دانشور بیستم ماه رجب المرجب چنانچه حسابِ حروف افسوس از شریفِ دین[۳] ۸۶۹ بزبانِ راز از سال و واقعهٔ جانگدا زخبر داد جناب استاد از سرای غرور بآدای سرور خرامید، و مجلس رضوان را بحضورِ[۴] شریف مشرف گردانید، و در مزارِ مورد الانوار قدوهٔ[۵] اولیاء کبار شیخ بهاءالدین عمر قُدِسَ سرّهٔ مدفن مقرر شد و باحترام تمام در آن پاکیزه مقام نزدیک مرقدِ منوّر مدفون گشت.

---

[۱] بود ش بت رس، : مخدوم مرحوم، با. مرحوم مخدوم، اک: جناب مخدوم، [۲] اک : مربی استاد (بجای استاد)، [۳] فقط بت ————، [۴] آ با بت اک. بوجود (بجای بحضور)، [۵] اک (بجای آنچه در متن است)؛ وچون در سفر حجاز ملازم قبله اہل نیاز مخصوص صاحب را ز حضرت ولایت منقبت شیخ الاسلام مغفور مبرور شیخ بهاءالدین عمر قدس سره بود و در سر بیابان که حضرت ولایت نشان برای هر دو کس دو کجاوه بر یک شتر تعیین می نمود فرزند سعادتمند یعنی شیخ الاسلام غوث الانام شیخ نورالدین محمد دام ظله العالی را بموافقت مخدومی اخوی مقرر فرموده

رفت آوازه که امسال بحج رفعت کمال
خوش مبارک سفری جو نتو باد [بود] هم سفری

و در رفتن و آمدن صحبت شریف سرمایه سعادت جاودانی و پیرایه دولت دو جهانی بود و زیادت از شصت سال والد غفران مآل و برادران بزرگوار این فقیر بی مقدار نسبت بآنحضرت ولایت منزلت ارادت و اعتقاد تمام ثابت داشتند درین وقت که مخدوم مرحوم بعالم بقا رفت حضرت شیخ الاسلام شیخ نورالدین محمد مدظله در مزار مورد الانوار والد بزرگوار مدفن مقرر فرمود و نزدیک مرقد مقبو تعیین نمود، ———— کلمهٔ «عمر» فقط در بکو قدس سره یافته در کت ندارد.

وقایع سنه سبعین (و ثمانمایه)

رفتن امرای کبار بایلغار

آمدن احشام از ولایت عراق

درین سال عالمیان در سایهٔ رایت همایون فال بغایت فارغ بال و مستقیم احوال
بودند و پیوسته بفراغت تمام در اتمام (ورق ۹۶ ۴ ب) مهمات قیام و اهتمام می نمودند، پرتو ۴۹۶
نور عدل زنگ ظلام ظلم از عذار آیینهٔ روزگار نابود ساخته و بنیاد ستم و بیداد از بسیط جهان
بر انداخته، از سرحد ولایت چین و صحرای قلماق تا اقصی[1] ممالک مازندران و حدود عراق و از
پیشان مغولستان[2] تا پایان هندوستان فرمان حضرت خلافت پناهی را تابع حکم الهی
میدانستند و سر انقیاد و تسلیم از خط حکم او بر نمی داشتند، از فروغ آفتاب عاطفت او شب
مظلم ظلم روی از جهان در کشید، و از فیض سحاب عدالت او عرصهٔ عالم تازه و خرم گردید بیت ۱۰

در مزاج دهر عدل او چنان تاثیر کرد
کز پی فکر رمه گرگست همراز شبان

درین ولا رای اعلی اقتضاء آن فرمود که جمعی امرا مثل امیر شجاع الدین شیر حاجی
و امیر نظام الدین احمد یار و چند امیر تومان و دلاوران نامدار بطرف مملکت ماوراء النهر روند و از
آن حدود با خبر باشند چه آوازهٔ میرزا سلطان حسین از آن جانب می رسید و امراء بموجب فرمان
روان شدند *

---

[1] بمبئی، [2] استخواری (۲۳۹ ب): اقاصی خوارزم و از اسامازندران تا آنجا که مولتان و ارض از پیش تا ترکستان *

ودرین اثنا[1] از اطراف[2] ممالک عراق پانزده هزار خانه کوچ احشام وصحرانشینان بولایت خراسان آمدند که از ظلم وجور تراکمه بجان آمده بودند، ودرین وقت فرصت یافتند، چه میرزا جهانشاه بمحاربهٔ ولدا میرزاده پیر بوداق[3] ومحاصرهٔ بغداد اشتغال داشت، واندیشهٔ امری دیگر پیرامون خاطر همایون نمی‌گذاشت، وچون رای آفتاب اشراق سلطان آفاق از آمدن احشام عراق خبر یافت انوار آفتاب عنایت آنحضرت بر صفایح احوال پریشان ایشان تافت وسرخیلان احشام را رعایت تمام فرموده همه را بعواطف پادشاهانه خاطرجوئی نمود، وایشان را در اطراف ممالک خراسان یورت ومقام داد[4] وابواب مرحمت وعنایت بر روی امید همگنان کشاد، ومجموع در آن مملکت وسیع مقام وآرام گرفتند بیت

آرام یافت در حرم امن وحش وطیر

آسوده گشت در کنف عدل انس وجان

ودرین ایام که سلطان آسمان احتشام در دار السلطنهٔ هراة اقامت فرموده بود ورعیت در ریاض رفاهیت بفراغت معیشت می‌نمود وگلشن سلطنت با نوائر[5] معدلت وآثار مرحمت نضارت وطراوت تمام داشت، ورایت دین ودولت ولوای ملک وملت سر بفلک می‌افراشت، وحلاوت فراغت بمذاق خاص وعام می‌رسید، وتوسن بدلگام ایام در رکاب سپهر فرسای رام گردیده آرمید، بمسامع جلال پیوست که جمعی مردم هزاره که در ولایت گرمسیر وقندهار می‌باشند متعرض آینده ورونده می‌شوند، ومسلمانان را از ایشان زحمت میرسید، وشرح این سخن آنست که

---

[1] اسفزاری: وصیت معدلت وآوازهٔ مرحمتش جنان دراطراف واقطار بلاد وامصار شایع ومنتشر گشت که ساکنان اقلیم مساکن واماکن قدیم را گذاشته التجا بسایه عاطفتش می‌نمودند از انجمله درین سال از نواحی ممالک عراق الخ

[2] آ، آ: طرف (بجای اطراف)، [3] آ، آ: بداق (بجای بوداق)،

[4] اسفزاری (۲۲۷ ل) یورت وعلف خوار ومراتع ومواشی ومرابع قرار وتعیین نموده .

[5] ک: بعد ازین شامل مقابله نیست، تا ص ۵۳۴ (ذکر نهضت الخ) .

قوم هزاره که بهزارهٔ آقا مشهور ند ایل والوس بسیارند و گله و رمهٔ بی شمار دارند، و سالهاست که در آن نواحی بفراغت و جمعیت روزگار می گذارند، و در زمان حضرت خاقان سعید گاهی داروغه متصل بآن سعدی می رفت و اموال مقرری از ایشان مستخلص گردانیده بدیوان اعلی می رسانید،
چون آن پادشاه سعید از دار فنا بدار بقا خرامید و مزاج روزگار بهم برآمد و از هر طرف فتنه انگیزی سر برآورد پادشاهان مملکت خراسان را چندان مهم کلی روی نمود که کسی را پروای قضایای مردم هزاره نبود ایل و الوس هزاره چندین سال (ورق ۴۹۷ و) از روی فراغت و استقلال بجمع اموال و ضبط احوال خود پرداختند، و با آنکه ایشان را هرگز سرداری و سری[1] نمی بود، درین فرصت ملک و وزیر و امیر مقرر ساختند، و کرپاس و درگاه و اساس و بارگاه پدید[2] آمد، و اگرچه مال و منال ایشان از حد و عد تجاوز نمود همچنان قطع طریق و قتل مسلمانان شعار و دثار آن زمرهٔ اشرار بود، درین سال که عنایت ملک خلاق از اقصا[3] صحاری قلماق تا حدود ممالک عراق سلطان آفاق را مسلم فرمود و تمام آن ممالک شرقاً غرباً و براً و بحراً در قبضهٔ اقتدار بندگان جانب قرار یافته بود. حکایت عصیان آن جماعت که پای از سر حد بندگی بیرون نهاده اند و دست جور و بیداد بغارت و تاراج کشاده بر خاطر کوه وقار بسیار گران و دشوار آمد، و عزیمت پادشاهانه و همت خسروانه بتدارک آن مهم قرار یافت، و فرمان همایون نافذ شد که لشکرهای جهان در ظل رایت فتح آیت که مطلع آفتاب نصرت و ظفر است جمع آمدند، و موکب همایون بطرف ولایت نوشنج نهضت نمود و از آنجا بجانب پل مالان و قروق هزار جریب میل فرمود، و آوازهٔ عزیمت حضرت خلافت پناهی سیل اضطراب و اضطرار در خان و مان آن سرگشتگان برگشته روزگار انداخت، و صولت لشکر منصور اساس جمعیت آن جماعت یکبارگی مستأصل ساخت، و آن بی باکان جان و مال خود را در معرض خطر دیدند و در تدبیر آن واقعهٔ صعب متحیر گردیدند، و بهیچ وجه صورت بهبود در آیینهٔ اندیشهٔ ایشان روی ننمود، و سرانجام آن حال نابسامان نتوانستند

---

[1] آ با ب: سروری (بجای سری) [2] ک آ: بدید، [3] آ: اقصی،

عاقبت بیچاره گشته چاره جز آن ندانستند که التجا بمشایخ عظام نمایند و بیمن همت ایشان عقدهٔ
آن مشکل کشایند، چه در ضمایر و سرایر کبار، و صغار قرار یافته بود که از جمیع طوایف عالم و قاطبهٔ
اکابر بنی آدم سخن شاهبازان طریقت و حدیث صاحب رازان حقیقت پیش آنحضرت
اثری تمام دارد، بنابران ارباب و کلان تراِن الوس هزاره عرضه[۱] داشتها نوشته بدار السلطنه
هراة فرستادند، و روی طاعت بر زمین ضراعت نهادند، و از جناب ولایت مآب شیخ الاسلام
قدوهٔ اولیاء الله[۲] الکرام شیخ نور الدین محمد[۳] التماس شفاعت نمودند و همچنین بمشایخ دیگر متوسل
بودند، و جناب ولایت مآب باردوی اعلی فرمود، و شفاعت خون مردم هزاره نمود، و حضرت
خلافت پناهی ملتمس مبذول داشته فسخ عزیمت فرمود، و عنان دولت بصوب معاودت انعطاف
داد، و مشایخ دیگر همین معنی التماس نمودند، و سخن همه محل قبول یافت وَالْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ
۱۰ و جناب فضایل مآب مولانای اعلم حاوی معالم العلوم بجوالی الهمم مولانا شمس[۴] الدین علی الفارسی
برسالت آن طرف معین آمد تا آن جماعت را نصیحت کرده در مقام اطاعت آورد، و امیر
نظام الدین احمد حاجی مقرر شد که اموال چند ساله که تا غایت بکسی نداده اند بوصول رساند، و
رایت همایون فال بال اقبال بازکرده سایهٔ چتر خورشید فر بمستقر سلطنت انداخت و سرور[۵]
۲۷۵ ب حضور آنحضرت (ورق ۲۷۷ ب) اطراف مملکت معمور ساخت، و چون لشکر بسیار و سپاه بیحد
و شمار و اصناف خدم و حشم از اساطین سلاطین عالم بدرگاه جهان پناه جمع آمده بودند و همه
بشرایط خدمتگاری قیام می نمودند رای صواب نمای اقتضاء آن فرمود که لشکریان خندق بلدهٔ
هراة را پاک ساخته مغاک[۶] کنند، و حکم همایون صدور یافت که امرای تومان و وزرای دیوان و
سایر مقربان و[۷] ایچکیان[۸] ایستادگی نمودند و باهتمام تمام لشکریان را کار فرمایند، و بندگان دولتخواه[۹]
بموجب فرمودهٔ پادشاه درکار آمدند و چند روز از صبح تا شام بآن کار قیام نمودند، و باوجود

۲۰ [۱] آ: عرض داشتها، [۲] ک ت — ، از روی آ آ ب ب، [۳] بعدش آ ب ب، « مدظله العالی، [۴] رک ک برص ۲۷۰
بروی در، [۵] فقط آ: سرور (بجای سرور)، [۶] بعنی گود و گودال، [۷] فقط ک ت — ، از روی نسخ دیگر ثبت شده،

برودت هوا و شدت سرما خندق را بنوعی پاک و مغاک ساختند که زیادت از آن در گمان نبود.

و درین اثنا مزاج همایون را ضعف قوی عارض شده طبیعت از جادهٔ اعتدال عدول نمود، و صداع که سر همهٔ دردهاست دماغ قوی نهاد را پایمال ضعف و فتور گردانید، و قوای[1] طبعی که باعتدال ربیعی آراسته بود روی بتغییر[2] و تبدیل آورد، و شجرهٔ وجود چون درخت بید نام و نشان ثمرهٔ صحت گم کرد، و خیمهٔ تن که بچهار میخ عناصر بر پا[3] یست بر شکل خیمهٔ حباب از آسیب تند باد مرض درهم افتاد، و استخوان که قوام و عمود استوار بدنست ببلای إِنِّي[4] وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي مبتلا شد، و حرارت غریزی که گرمی مجلس بقا و نور شمع وجود انسان بدآن منوط و مربوط است چون انگشت در آب فسرده گشت، و حرارت غریبه[5] در اطراف قلب و قالب موجب علت خفقان گشته چون لمعان آفتاب اشتعال یافت، و حواس ظاهر و باطن که کارکنان مصر جامع بدن اند دست از تدبیر مهمات آن ملک باز داشتند، و سرانجام تمام امور آن ملک معمور بحسن رای حمی و تبیان هذیان[6] که مقتضی آنست باز گذاشتند، و ذات همایون از زیور صحت و زینت عافیت عاطل گشت، و صبح نورافزای روح و راحت بشام ظلمت نمای مرض و علت بدل شد ع

زاید همه این را شد و ناقص همه آن[7] را

و اطبا مسیح دم مبارک قدم مثل مولانا اعظم مقرب الحضرت السلطانیه مولانا قطب الدین محمد النفیسی[8]

---

[1] ک: قوی، [2] آ: بتغییر و تبدل (بجای بتغییر و تبدیل)، بت: بتغیره و تبدل، آ مثل بت بدون ضبط تشدید، [3] آ با. برپاست، آ: برپای است، [4] قرآن مجید ۱۹ (سورهٔ مریم): ۴، [5] ک: غریبه، آ: غریزی، بت مثل متن — حرارت غریبی گرمی غیر طبیعی است که خلقی و اصلی نباشد. چنانچه گرمی که از ملاقات آفتاب بمزاج در آید (رک به فرهنگ آنند راج)، [6] ک: هذیان، [7] فقط ک: او (بجای آن)، [8] ظاهراً منسوب است به برهان الدین نفیس بن عوض الکرمانی طبیب الغ بیگ و مصنف شرح اسباب و العلامات و شرح موجز و غیرها، و شاید که مولانا قطب الدین النفیسی متهم در حبیب السیر (۳: ۳: ۱۹۹) طبیب زمان ابو سعید و شامل نمو خواص آن بادشاه همین است. النفیسی سهو کاتب بجای النفیسی.

و مولانا اصیل الدین حسین[1] التونی که شفاخانهٔ لطایف معالجت و خزانهٔ غرایب مداوات بوده و در معرفت دقایق نبض موسی آسا ید بیضا می نمودند، و در ازالت استقام از اعراض و اجسام آثار انفاس عیسوی باظهار می رسانیدند، و بحسن تدبیر صایب و فروغ اندیشهٔ ثاقب علت مزمن دوّار را[2] از چرخ دوّار زایل می گردانید[3]، و در معرفت تشریح ابدان و کیفیت ترکیب انسان گوی سبقت و رجحان از حکماء جالینوس منزلت و اطباء بقراط منقبت ربوده، و بر زبان شکربار ایشان اگر حدیث سموم[4] قاتل در زهر هلاهل گذشته مزاج تریاک و نوش دارو گرفته، و خاصیت فاروق اکبر نموده، و بکثرت ممارست کلیات قانون این علم لطیف و جزئیات این فن شریف را نبض آسا در بنان تصرف آورده بودند در اثبات فضیلت این صنعت دقیق و منافع و فوائد این حکمت بدیع دلایل واضح

و براهین لایح می نمودند، و بترتیب و ترکیب اشربه و ادویه و تنقیح و تدبیر تنقیه (ورق ۴۹۸ د) ۴۹۸ د

و تصفیه کمر کوشش و توان بر میان جان بستند، و مدتی مدید در منهاج علاج و طریق تعدیل مزاج بر مسند سعی و اجتهاد نشستند، و بشربتهای موافق اشارت نمودند، و بغذاهای ملائم ترغیب فرمودند تا بیمن همت رعیت و حسن دعای غلمان و صدق عقیدهٔ ایشان صبح صحت از مطلع امید و مشرق مراد طلوع آغاز نهاد، و مزاج همایون خورشید مثال از حضیض اعتلال روی باوج صحت و اعتدال آورد، و عنایت بی نهایت از شفاخانهٔ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ[5] شفای کلی کرامت فرمود، و شاهزادگان و امراء و ارکان دولت صلات و صدقات بفقراء و مستحقان[6] رسانیدند، و بندگان بسیار در سلک احرار منتظم گردانید، و حضرت سلطنت بشکرانهٔ صحت و سلامت نسبت با حکماء و اطباء انعام و اکرام فرمود، و همه را بتشریفات خاص خاطر جوئی نمود و همت آفتاب رفعت ثریا منزلت خواست که دریای سخا و معدن مکرمت او فیض عام بعامهٔ خلایق رساند، و قاطبهٔ رعایا را بحسن رعایت محظوظ گرداند حکم همایون فرمود که در تمام مملکت خراسان مال سردرخت[7] که مبلغی

---

۲۰ [1] فقط ب، حسن (بجای حسین)، [2] ک، دوارا (بجای دوار را)، [3] آ، گردانیدند، [4] ک، سوم (بجای سموم)، [5] قرآن مجید ۲۶ (الشعراء)، ۸۰، [6] آ ب، مساکین (بجای مستحقان)، [7] اسفزاری، سردرختی، حبیب السیر مثل متن؛ سردرختی آنچه از سردرختان حاصل شود مثل میوه (فرهنگ آنندراج).

گرامند بودنستانند، و دیوانیان و عمّال قلم و قدم از رقم آن کشیده و کوتاه داشته تعرض نرسانند، و عام و خاص چنان نهال اعمال در جویبار سعادت و اقبال سرسبز و خرم گردانیدند که آبیاری عدالت در بستان نشو و نما بمقام اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَ فَرْعُهَا فِی السَّمَاءِ رسانیدند، امید بکرم الله تعالی آنست که ثمرهٔ این شجرهٔ نامی هر چند زودتر بروزگار گرامی وصول یابد، انشاء الله تعالی۔

و درین ولا جناب فضایل مآب مولانا شمس الدین علی الفارسی که برسم رسالت بجانب هزاره رفته بود مراجعت نمود، و آن بی عاقبتان مبلغی که تقبل کرده بودند از اداء آن ابا نمودند و خدمت مولوی را خدمتی مناسب نکردند ع

گر طالع است مانع گر روزگار حائل

ذکرِ ولادتِ شاهزاده بایسنغر و ختانِ شاهزادگان و جشنِ بزرگ

حق سبحانه و تعالی حضرت خلافت پناهی را کوکب مسعود از مطلع سلطنت عنایت فرمود، و ماهی از برج شاهی کرامت نمود، و اوایل شوال بأسعد ساعات و ایمن احوال پادشاهزادهٔ

---

۱ بجایش اسفزاری (۲۳۷ ب)، همس ان بخشش و عاطفت جنداں نهال بارور و درختان سایه گستر در اطراف عالک نشو و نما یافت که اصحاب عالمسات را از تشابک اغصان، در ظلال ان راه نبود، حبیب السیر (۳: ۳؛ ۱۸۹)؛ و بدین واسطه دوحهٔ امال و امانی طوایف انسانی شجرهٔ طیبه اصلها ثابت و فرعها فی السماء نضارت یافته سر باوج ثریا کشید، ۲ قرآن مجید ۲، (سورة ابراهیم)؛ ۲۹، ۳ آ، ب، (مصارعهای تعالی)، آ، شامل متن،

۴ رک به ص ۸۱۳ ،

۵ ب: تصپنل ۔

همایون فال جهان را بنور حضور مشرف فرمود بیت[1]

طالع عالم همایون شد بمیمون اختری
گردنان ملک[2] را دوشینه پیدا شد سری

و نام خجسته فرجام میرزا بایسنغر معین شد. بیت[3]

غنچهٔ بخت از بهار خسروی بشگفته بود
نوبهاری دیگر از بستان شاهی در[4] رسید[5]

و سرور حضور مشرف[6] آن فرزند سعادت مند نوعی در خاطر و ضمایر اکابر و اصاغر سرایت کرد که همه را میل عیش و عشرت درود و سرود شد، و حکم همایون نفاذ یافت که رعایا چهار طاق بندند، و غایت دقت و کمال صنعت بظهور آورند، و مجلس طرب[7] و عیش[8] و بزم سرور را از خلد برین دلکش
۱۰ تر و از هر[9] چه خوش خوشتر ترتیب دادند، و ابواب مسرت و عشرت برروی امید جهانیان گشادند
(۴۹۸ ب) مغنیان خوش الحان بآواز رود و سرود و نوای (ورق ۴۹۸ ب) روح افزا زهره را در چرخ آوردند، و چرخ در غایت حیرت در نظارهٔ آن مجلس زمین آسا بر جا ماند، و چنگی دلنواز بادای ترانهای تر پردهٔ راست[10] در دماغ خشک سودازدگان پیدا می ساخت، و بنواهای روح افزا پیران صد ساله را که چون چنگ شکسته بودند و لباس جوانی ایشان تار تار شده رونق ایام صبا می بخشید، و باقی سازندگان و سایر نوازندگان عود و نی و کمانچه و قانون و رباب و دف را براه عیش ساز داده نواهای دلفریب باوج سپهر برین می رسانیدند، و گوشه نشینان صومعهٔ افلاک را در چرخ و نشاط می آوردند، و ساقیان ماه رخسار که مجلس انس از تاب عارض ایشان گلستان بود و خورشید جهان افروز از خجلت طلعت ایشان غرق[11] عرق و زرد روی گشته

---

[1] فقط آ: نظم (بجای بیت)، [2] فقط با: مملکت را دوش (بجای ملک را دوشینه)، [3] فقط با: نظم (بجای بیت)، [4] فقط
۲۰ بت: بر دمید (بجای در رسید)، [5] آ با بت ـــ، [6] آ با بت ـــ، [7] فقط با: هر (بجای هرچه)، [10] راست نام مقامی از دوازده مقام موسیقی است. و بعضی گفته اند که بهندی سیری راگ گویند، (فرهنگ آنند راج)
[11] فقط آ: زرد (بجای غرق)،

میلِ زوال[1] و آهنگِ غروب می نمود هر کرا نظر برابر[2] و کمان مثالِ شان می افتاد ماه نو را در گوشهٔ طاقِ نسیان می نهاد، و هر که در قامتِ تیر اعتدالِ شان می نگریست بر راستی بالای سرو سهی و سرکشی قامتِ صنوبر چشم نمی انداخت و بادهٔ خوشگوار گلرنگ گلزار طرب و نشاط را آب میداد، و گرهِ غم و اندوه از دلهای تنگ می کشاد تلخی[3] که اربابِ طبعِ لطیف و اصحابِ عقلِ شریف شیرین تر از جان میدارند و از غایتِ عزّت بهار یک جرعهٔ آن را ملکِ جهان ارزان می شمارند از عکسِ حبابِ آن اوجِ هوا سپهری پر کواکبِ ثواقب بود، و جرمِ زمین معدنِ یاقوتِ احمری نمود، جرمش از غایتِ صفا با هوای صافی دعوی برابری می کرد، و رنگش از کمالِ لطافت و لمعان با فروغِ لعلِ بدخشان لافِ یکرنگی می زد، ساغرِ مالامال لبان پیالهٔ لاله خالی می نمود، و جام بلورین از عکسِ بادهٔ گلگون لباسِ ارغوانی پوشیده بود، و هرچند مردمِ دیده بقوّتِ بصیرت هر طرف نظر می انداخت از غایتِ صفا باده را از جام و جام را از مدام باز نمی شناخت بیت　　۱۰

از[4] صفای می و لطافت جام　　در هم آمیخت رنگ جام و مدام

همه جامست و نیست گوئی مے　　یا مدامست و نیست گوئی جام

و در آن جشن همایون انواع طعامهای گوناگون افزون از چند و چون و خوانهای خطائی و شیرهای اینجائی[5] و دیگر ترتیب های مجلس آرائی که عقل در مشاهدهٔ آن حیران مانده بود و دیده در نظارهٔ آن سرگردان، مهیا ساخته بودند و از اوایل شوال تا اواخر ذی الحجّه چهار طاقها و تعبیهها در باغ زاغان[6] ایستند

---

[1] فقط بب: زوان (بجای زوال)، [2] آ آب بب. ابروان (بجای ابرو)، . . . [3] فقط آ: و تلخی (بجای تلخی)، [4] ترجمه است ابیات ذیل را :

رقّ الزجاج ورافت الخمر　　وتشابها فتشاکل الامر

فکانه خمر ولا قدح　　وکانه قدح ولا خمر

[5] ک: ابخالی، آ آ: اینجایی، آ: اینجالی، رس: اینجایی، [6] در حبیب السیر ۳ : ۳ : ۱۸۶ گفته است　　۲۰

که رعایا و مزارعان « در باغ زاغان آغاز بر افراختن چهار طاق کرده آن روضه را بلعبتهای فسیح و ایوانهای منقّح که به بیاوند بغت مزین بود آراسته ساختند»

واطراف آنرا بدیباهای[1] روم وزربفت چین آیین بستند[2]، قبهای خوب منظر که شرفات آن در بلندی از اوج فلک اخضر وذروهٔ برج دوپیکر گذشته بود[3] واز[4] ایوان سیم اندود وبارگاه زرنگار[5] تجاوز می نمود ترتیب یافت، لمعانِ بروقِ تیغها واشعهٔ اسلحهٔ دیگر که از اطرافِ آن آویخته بودند گاهی دیدها را فروغ وضیا می بخشید وگاهی چشمها را چون چشمهٔ آفتاب پرآب وخیره می گردانید ۰

وارباب صنائع انواع بدائع بقوتِ طبیعت ولطافتِ فطنت استخراج واستنباط (۴۹۹ ر) نمودند، ودر غایتِ حذاقت وکمالِ (ورق ۴۹۹ ر) مهارت در محلِ مناسب بازداشته بودند، چه هنرمندان[6] اطرافِ عالم بتخصیص ممالک محروسه بر درگاهِ معظّم حاضر بودند، وهمه بقوتِ ذهنِ خود غرایب وعجایب نمودند، از آنجمله خواجه علی ارده[7] گر اصفهانی در شیشهٔ گلاب دانی سی ودو بحجاب[8]

۱۰ محترفه را که در کارخانهٔ عالم در حسابند نموده بود، چنانچه هر پیشه در بصنعتِ مخصوص خود اشتغال می[9] نمودند[10]، وسی ودو دکان وکارخانه کشوده، وهرکس بحرفهٔ خاص خویش قیام نموده، بعضی[11] که در صنعت بحرکت احتیاج داشتند مثل خیاط ونداف ونجار وحداد بصورتی جنبش وحرکت آنرا نگاه[12] داشته بود که صورتی در آیینهٔ خیال خوبتر از آن نمی نمود، وجمعی دکانها آراسته[13] کشاده[14] وپشت فراغت بر تکیه گاهِ عزت باز نهاده وخدام بپای خدمت ایستاده چنان بحسن تصویر کرده ومتکلف پرداخته که عقول عالمیان را در بیابان اندیشهٔ آن سرگردان ساخته بود، حضرت خلافت پناهی چون

---

[1] اسفزاری (۲۳۸ ر)، ماالوان دیباهای چین وزربفتهای رومی بیاراستند؛ حبیب السیر مثل متن، [2] فقط آ، وازان (بجای واز)، [3] فقط آ زنکاری (بجای زرنگار)، [4] حبیب السیر هنرمندان جهان (بجای هنرمندان اطراف عالم)، [5] آ: آماواه کرد بت. آرده کر، آ مثل متن، حبیب السیر آرده گر — آرده بمعنی آسیاست ما آرده کفگیر بیست که بدان شکر صاف کننده آرد مالع (مدان) مثل کنجد ومغز بادام، [6] آ با آ بت، می نمود (بجای می نمودند)،

۲۰ [7] حبیب السیر، بعضی ازان صور (بجای بعضی)،

[8] حبیب السیر، مرقوم قلم تصویر گردانیده بود (بجای نگاه داشته بود)،

[9] آ گشاده آراسته (بجای آراسته کشاده)، با مثل متن، آ بت: آراشته کشاده ۰

آن شیشهٔ اعجوبه را تماشا فرمود در نظارهٔ آن نادره تعجب فراوان نمودند[1]، و از غایت التفات و اهتمام بجرم سرادر آورده بیرون نیاورد، و بحقیقت صورت مصنوعات عالم و سمایه و سودای محترفهٔ بنی آدم که در هنگامهٔ حقه باز فلک و کارخانهٔ شیشه ساز سپهر واله و حیران مانده اند و لبسر رشتهٔ تقدیر بازبستهٔ زنجیر تدبیر گشته مطابق واقعه نمود، و شایستهٔ هزار تحسین و بسیار استحسان بود ❊

و درین اثنا شاهزادهٔ جوان بخت شایستهٔ تاج و تخت جلال الدین میرزا سلطان[2] محمود که بموجب فرمان همایون از مازندران عزیمت خراسان نمود تا با سایر شاهزادگان که هر یک دُرِّ دُرجِ سلطنت و دری برج مملکت اند سنّت ختان بجای آورند شاهزاده اواخر ماه ذی قعده بدار السلطنهٔ هراة رسید - بیت

سرو باغ سلطنت، نخل ریاض مملکت
کز قدوم او بهار نو بهر کشور رسید

۱۰

و روز جمعه پنجم شهر ذی الحجه طوی بزرگ دادند، و سنّت ختان بآداب شرع نبوی و آیین دین مصطفوی بجای آوردند، و درین روز بحسب حسن اتفاق سرآمد اکابر آفاق، برهان الشریعة والدین شیخ الاسلام خواجه مولانا مدظلّه العالی از دار الملک سمرقند تشریف آورد، و بغایت ملایم مزاج حضرت سلطنت آمد، و آنحضرت دست دریا نوال ببذل اموال برگشاد، و مراد عالمیان نابنقد در آستین امید ایشان نهاد، و جناب شیخ الاسلام و سایر اکابر ایام ابتشریفات پادشاهانه و انعامات خسروانه اختصاص داد، و داستان این سال بافسانهٔ طوی بپایان آمد ع

بپایان آمد این دفتر حکایت همچنان باقیست

---

[1] بعض در حبیب السیر. دربارهٔ آن نادره در میان اصناف تحسین داستان بجای آوردند ❊
[2] ولادتش در ۸۶۴ بود (حبیب السیر ۴:۳ : ۱۹۲) و عمرش در ۸۷۰ قریب به شش ساله بود ❊

وقایع سنہ احدی وسبعین

ذکرِ فتح قلعۂ بغداد و قتلِ امیرزادہ پیربداق

عنایتِ الٰہی حضرت خلافت پناہی را صحتِ کُلّی کرامت فرمود، و قوّتِ طبیعت[1] غبارِ تغیّری کہ بر دامنِ مزاجِ ہمایون نشستہ بود افشاند، و عالمیان بصحّتِ پادشاہِ جہان خوشوقت وشادمان شدند، و اخبارِ امتدادِ ایامِ جشنِ بزرگ باطرافِ عالم رسید، وہمچنانکہ اخبارِ ضعف و آثارِ مرض در ممالکِ آفاق انتشار یافتہ بود باز بشارت صحّت و خرّمی[2] و بیاحت در ہمۂ جہان مشہور شد، و رای صواب نمای (روق ۴۹۹ ب) حضرت اعلی (۴۴پ) اقتضای آن فرمود کہ صاحب اعظم قدوۂ وزرا رفی العالم خواجہ قطب الدین طاووس[3] سمنانی را منصبِ وزارت دیوانِ اعلی ارزانی داشت، و زمامِ حل وعقد وعنانِ قبض وبسطِ مہمات[4] دیوانی را بحسنِ کفایتِ او باز گذاشت، واو باندک زمانی ملکتِ خراسان را بنوعی معمور و آبادان گردانید کہ آثارِ عدالت و انصافِ آنحضرت باطرافِ بحر و برّ و ممالک ہفت کشور رسانید، و ملوکِ اطراف و گردن کشانِ اکناف رسل و رسایل وہرگونہ وسایل بدرگاہِ عالمپناه[5] فرستادند، و خیالِ سرافرازی و داعیۂ ہمبازی از سر نہادند۔ قطعہ[6]

[1] آ آ ب ۔۔۔، [2] فقط ک ۔۔۔، [3] کذا فقط در ک، در باقی نسخ: طاوس، ۔۔۔ در حبیب السیر ۳: ۴: ۱۸۶ گفتہ است کہ سلطان سعید "نوبت دیگر پرتوِ التفات بر تدارک احوال خواجہ قطب الدین طاوس انداختہ امر اشراف دیوان اعلی را بوی مفوض گردانید"، عزلش در وقایع ۸۶۸ مذکور است بر ص ۳۹۹، در دستور الوزراء ص ۳۸۲ گفتہ است کہ کرۂ دیگر شغل وزارت را بخواجہ بہ سفارش شیخ کمال الملۃ والدین محمد شاہ فراہی دادند، [4] آ آ ب، [5] آ آ ب: جہان پناه، [6] آ آ ب: بیت (بجای قطعہ)

فلک کلاه غرور این زمان ز سر بنهد ۔۔۔ که هست ایت شه بر سر سرافرازی
خطاب خسرو انجم کنون بگردانند ۔۔۔ که مصلحت نبود خسروی بهم بازی[1]

میرزا جهان شاه که پادشاه ممالک[2] فارس و عراق و آذربایجان و حدود روم و شام بود و از دیر باز در فتح دار السلام بغداد سعی و اجتهاد تمام می نمود درین ولا بحسب عنایت ملک ملک بخش تعالی و تقدس آن خطه را فتح فرمود و ایلچیان سخن دان بدرگاه همایون فرستاد، و شرح فتح بغداد اعلام داد و این کلام بنوع بسطی در سلک انتظام خواهد آمد، و آن چنانست که امیرزاده پیر بداق[3] اشجع اولاد میرزا جهانشاه بود، و[4] پدر مملکت فارس را باو عنایت فرموده بود[5]، و او چندگاه در آن مملکت رایت سلطنت برافراخت، و اطراف آنرا تا حدود جزایر و نواحی بغداد مسخر ساخت، و در آن ولایت کسی را با او مجال جدال و خیال حکومت و استقلال نماند، و آسمان مثال سمند دولت و اقبال در کمال عظمت و جلال می راند، و چون میرزا جهانشاه فتح خراسان فرمود و چندگاه آن ولایت[6] در قبضهٔ اقتدار او بود و آوازهٔ توجه حضرت خلافت پناهی سیل اضطراب در اساس لشکر ترکمان انداخت، و میرزا جهانشاه طالب صلح شده عزیمت معاودت مصمم ساخت، در آن[7] اثنا امیرزاده پیر بوداق[8] از طرف مملکت فارس و عراق رسید، و سبب قوت و مزید شوکت والد خود گردید و شرح این سخن در محل آن مسطور است، و چون لشکر ترکمان از ولایت خراسان بازگشت امیرزاده پیر بداق از راه طبس[9] بر ولایت یزد گذشت و در آن شهر انواع خرابی کرد، و بسبب مددی که در خراسان بوالد خود رسانید دیگر خود را از پدر مستغنی می دید[10] و خیالات[11] فاسد و تصورات باطل در

---

[1] فقط آ: باتبازی (بجای بهم بازی)، [2] فقط آ ـــــ، [3] فقط آ: بوداق، [4] فقط آ ـــــ، [5] آ با ب: فرمود (بجای فرموده بود)، [6] آ با ب: بلاد و دیار (بجای ولایت)، [7] فقط آ: درین (بجای دران)، [8] آ ب: بیاق، با (بر متن): بداق، [9] فقط ب: قرن و طبس (بجای طبس)، [10] فقط آ: می دید (می دید)، [11] فقط آ ـــــ، ۲۰

عرصهٔ دماغ او جای گرفت، و آن رسید که سر از طوق اطاعت پدر[1] باز کشید[2] و ارکان دولت
جهانشاهی امیرزاده پیر بوداق را نصیحت کرده قرار دادند که مملکت شیراز را بدیوان پدر باز
گذارد، و عازم دار السلام بغداد شود، و بموجب فرموده با خیل و حشم و عبید و خدم و صد هزار
اندوه و الم متوجه بغداد شد و چندگاه در آن شهر گذرانیده آن ولایت را مزروع و معمور
گردانید امّا خیال شهر شهرهٔ شیراز از خاطر او بیرون نرفت[3]، و از غبن و غدر پدر در هیچ
مقام قرار و آرام نمی یافت، با پدر[4] مخالفت در اطراف بحر و برّ اظهار کرد[5] و در نواحی ممالک از و
خرابی بسیار واقع شد[6]، و هرچند میرزا جهانشاه تغافل پادشاهانه و تسامل مشفقانه فرمود (ورق
۵۰۰ ر) آن[7] خود رای عاقبت نا اندیش ترک خونریزی و فتنه انگیزی ننمود، و ارسال رسل و
رسایل با او مفید نیامد، و سود نداشت، و هر روز رایت غوایت[8] بر ترا فراشت، میرزا جهانشاه[9]
دفع شر او بر ذمّت همّت او[10] واجب دید، و با ازدحام تمام عازم دار السلام بغداد[11] شد،
شاهزاده پیر بداق چون از عزیمت پدر آگاه شد رای بر آن قرار داد که بغداد را پناه ساخته
بعمارت و مرمّت برج و بارو قیام نماید، و لشکر خود را انعام و اکرام و الکاء[12] تمام داده دل
بر مقابله و مقاتله نهادند، و در اطراف بغداد چون کوه فولاد ایستادند، و چون آفتاب رایت
میرزا جهانشاه سایهٔ همایون بر دار السلام انداخت لشکر میرزا[13] پیر بداق را از ذرّه وار سراسیمه
و بیقرار ساخت، و شاهزاده چاره همان دید که در چهار دیوار بغداد در خزید و دم درکشید،
و چون[14] دار السلام در غایت متانت و استحکام بود و فتح و تسخیر آن بسیار دشوار می نمود مدت

---

[1] آ ب ت: بیرون کشید (بجای باز کشید)، [2] آ: کشید، [3] آ ب ت. نمی رفت (بجای نرفت)، [4] آ: رفت، [4] آ ب ت: وشعار خلاف پدر (بجای با پدر مخالفت)، [5] حبیب السیر (۳: ۳: ۱۸۷) بجای آنچه در متن است و از غایت غصه پیوسته متعرض حواشی مملکت جهانشاه می گردید و انواع ظلم و تعدی بتقدیم می رسانید، [6] آ: و آن (بجای آن)، [7] فقط ب ت ـــ، [8] آ: خود (بجای او)، [9] ب ت ـــ، [10] از روی آ نوشته شد، [11] آ ب ت ـــ، [12] حبیب السیر: در شهور سنه سبعین و ثمانمائه، [13] آ ب ت: امیرزاده با ـــ، [14] حبیب السیر: بنا بر متانت دار السلام و شجاعت اتباع شاه زاده مدت یکسال صورت فتح چهره نگشود (بجای آنچه در متن است)

محاصره متمادی شد*، و سپاه میرزا جهان شاه از گرمای بغداد در زحمت عظیم افتاد چه تابستان اکثر ایام بمحاربه و محاصره قیام نمودند و صبح و شام در مقام مجادله و مقاتله بودند، و امیرزاده پیربوداق[1] آتش فتنه را بالا داده و مقناطیس وار بلا را بخود کشید و نیندیشید که سطوت خشم و صولت قهر دمار از نهاد او برآورد[2]، و بغداد را حصار ساخته طرح محاصره انداخت، و میرزا جهانشاه لشکرهای جهان را[3] جمع آورده در فتح بغداد غایت سعی و اجتهاد می نمود و تمامی همت در بند استخلاص آن بود، و قریب یکسال محاصره و محاربه بر یک حال بود و احوال رعایا روی باختلال آورده[4] اهالی بغداد پایمال قضا و قدر و دست فرسای خوف و خطر گشتند، و فرماندگان شهر و درماندگان زندان قهر در زحمت و عنا و محنت و بلا روزگار می گذرانیدند، و هرچند شاهزاده پیربداق در مقام عجز و بندگی می آمد و رسل و رسایل و انواع وسایل می فرستاد اصلاً و قطعاً مفید نمی افتاد، و بلیت قحط و بلای نایافت بحدی رسید که ادیم و چرم جوشانیده سد جوع[5] ۱۰ می گردانیدند، و سگ و گربه ناپیدا گردید[6]، و بیشتر حیوانات بکار رسید، عاقبت اهل بغداد[7] بیکبار فغان و فریاد برآوردند، و ایلچیان آمد شد کرده امان طلبیدند، و میرزا جهانشاه داد مرحمت داد و اهل بغداد خرم و دلشاد شدند، و دروازهای بغداد را کشادند ع

باز بکشادند بر گیتی در دارالسلام

و سپاه میرزا جهانشاه بدارالسلام[8] (درآمد، و ـ ط آ) بغدادیان نیز با بدوی اعلی آمدند[9]، درین اثنا

---

[1] آ: بداق، [2] آ با بب: برآرد، [3] آ با بب ـــــ، [4] آ با بب: آوردو (بجای آورده)، [5] فقط بب: جوجه (بجای جوع)، [6] حکی لی بعض من کان فی العسکران رأس الغنم بیع بما یوازی مائة دینار مصریة والرطل البغدادی من الثوم بنحو خمسة عشر دیناراً قال واکلت لحوم البغال والحمر الاهلیة و نحوها: (الضوء اللامع ۳ : ۳)، [7] متن ازینجا ناقص است، عجب نیست که قریب سطری از متن رفته است اما بوقت مقابله از نسخ دیگر هم چیزی ضبط نشد، [8] بعدش در حبیب السیر: اما پیربداق پنهان پای در دامان ۲۰ تمکن و وقار پیچیده در وثاق خویش نشسته بوده گمان نمی برد که پدر درباره او قصدی اندیشید ◆

ناگاه میرزا جهانشاه امیرزاده محمدی را فرمود که بشهر بغداد درآمده امیرزاده پیربداق را که برادر او بود نابود گرداند[1] و خاطر پدر را از دغدغهٔ او[2] بازرهاند، و برادر نامهربان بر چنان کاری خطیر اقدام نمود، و نماز شام با غلبهٔ تمام بدارالسلام درآمد، و بوثاق شاهزاده رفته آن سرو جویبار جوانی را از پای درآورد، و بر آن نهال دولت واقبال ترحم ننمود، و بغدادیان را دیدهاگریان[3] و دجله از چشمها روان شد[4]، و میرزا جهانشاه را آن حرکت مبارک نیامد، و مردم را از و نفرت شد، و حال دولت واقبالش چون زلف خوبان وطرهٔ دلبران آشفته و پریشان گشت.

۵ب القصه میرزا جهان شاه خبر (ورق ۵۰۰ ب) فتح بغداد و در صحبت قاصدان اعلام داد، و حضرت خلافت پناهی فرستاده را[5] بنوازش پادشاهانه اختصاص فرمود و بعد از چند روز اجازت مراجعت نمود ع

۱۰ سوی ملک خویشتن شادان وخندان گشت[6] باز

و درین سال جناب ارشاد مآب ولایت انتساب شیخ صدرالدین محمد الرواسی قدس سره[7] ماه[8] رمضان[9] بریاض رضوان ارتحال نمود، و شیخ مرحوم حاوی علوم ظاهر و فنون باطن

---

[1] فقط ک: گردانید (بجای گرداند)، [2] آ، ب، ب: جانب او (بجای او)، [3] ک: فقط ماند — در حبیب السیر گفته است که میرزا جهانشاه محمدی را با جمعی از امرا بکشتن میرزا پیربداق مامور گردانید وایشان بیک ناگاه بارویهای بسته بسر شاهزاده رسیده دست بامدن تیغ کشادند محمدی بالقصد شمشیر بر دیوار زده دیگران مهم او را فیصل دادند، نیز رک به دولتشاه ملا[؟] بقولش محمدی از خلاصی برادر و تسلط او اندیشه مند گردیده پدر را برآن آورد که قتل پیربداق بخاموشی رضا داد، [4] فقط ک —، [5] بعدش در آ، ب، ب: بود از اشک جگرگون دجلهٔ خون در کنار — علامه سخاوی در ترجمهٔ بداق گفته است: وکان شجاعا کریما ظهر له کنز کبیر قیل انه اثنا عشر الف دینار[؟] ذهبا فرقه على العسكر ولم ينظر اليه بل قال ان اصحابه لم ينتفعوا به فخن اولى، هذا مع

۲۰ شيعيته وفساد عقيدته وتجاهره بالمعاصي بحيث يأكل في رمضان نهاراً على الملأ مع كثيرين. (الضوء اللامع ۳: ۲)، [6] فقط آ —، [7] فقط آ: بازگشت، [8] فقط ک —، [9] آ، ب، ب: شهر رمضان (بجای رمضان).

بود و سالها[1] در دیارِ عرب و مصر و شام و مجاورت بیت الله الحرام و زیارت النبیّ[2] علیه الصّلوٰة والسّلام[3] گذرانید، و اربعینات در آن مواضع[4] منوّره با شروطِ مقرّره باداء رسانید، و چون در هراة جهان[5] فانی را گذاشت حضرتِ خلافت پناهی بنماز گاه[6] تشریف حضور ارزانی داشت[7]، و فرزند سعادتمند او شیخ قطب الدّین محمّد رضا را اعزاز رسانید و خلفِ صدقِ او نعشِ مرحوم را بولایتِ جُوین برده در خانقاه و مقبره که ساخته او بود مدفون شد[8] ٭

و هم درین سال بیستم شهر ذی الحجّة جناب فضایل مآب مولانا جلال الدّین لطف الله قاضی بخارا که در انواع علوم صاحبِ کمال بود، بجوار رحمتِ ایزدی رحلت نمود[1]، و فرزندان او جناب صدارت مآب مقرّب السّلطان الملقّب بشرف جهان[2] مولانا جمال الدّین[3] عبدالرّحیم و جناب شجاعت انتساب امیر نظام الدّین عبد الوهاب عزا بعظمت داشتند، و حضرت[4] خلافت پناهی دو نوبت بمجلسِ عزا و آشِ تعزیت آمده عنایتِ آنحضرت شاملِ احوالِ وارثانِ او شد، و همه را از جامهٔ عزا بیرون آورده تشریفاتِ پادشاهانه عنایت فرمود، و نعشِ مغفور را ببلدهٔ فاخرهٔ بخارا نقل کرده مزارِ عالی ساختند ٭

---

[1] در حبیب السّیر (۳ : ۳، ۱۹۷) اختلاف گونه دارد از متن، و گوید: "در اوایل حال چندین سال در مدینهٔ طیّبه اوقات گذرانید و در ولایت مصر و شام اربعینات بر آورد" و بمتن افزوده که بعد از مراجعت از عربستان در ولایت اسفراین که منشاء و مولدش بود ساکن شد و بارشاد مشغول گشت و در زمان سلطان سعید از اسفراین بدار السّلطنه هراة خرامید و رحل اقامت انداخت[4]. [2] آ: بـ... [3] حبیب السّیر (بجای آنچه در متن است): "متابعة جنازه فرموده بر وی نماز گذارد". [4] ک: موضع، تصحیح از روی آ. [4] نیز رک به عبارت حبیب السّیر که در حاشیهٔ گذشته درج است. [5] صاحب حبیب السّیر تتبع الفاظ متن کرده است، امّا میر علی شیر گفته است که نعشِ او را بولایت شقان بردند و آنجا مدفون است (لطائف نامه ص ۵۵)، و قریهٔ شقان در ولایت جوین است، رک به مطلع ۲ : ۳ : ۹۰۴ ح ۱، [6] حبیب السّیر (۳ : ۳ : ۱۹۷): "در دار السّلطنه هراة". [8] فقط ک: بشرف، دیگر نسخ و حبیب السّیر: بشرف جهان، [8] فقط ب: جلال الدّین، [9] آ: آنحضرت دیابی حضرت خلافت پناهی)، [10] ازین موضع تا ورق ۵۰ ب الف آخر فقره و هشت فرسخی در تبریز آمد) ساقط است از نسخه ...

وقایع سنه اثنین[1] و سبعین

آوردن امیر نور سعید از جانب خوارزم

حضرت خلافت پناهی شایستهٔ سریر سلطنت و پادشاهی در دار السلطنهٔ هراة استقرار داشت و نقش تسخیر بقایای ممالک[2] ربع مسکون بر لوح خاطر همایون می نگاشت، و مملکت او که از اقصی ولایات[2] قلماق تا نواحی عراق و از پیشان ترکستان تا پایان هندوستان بود بغایت معمور و آبادان بود و هیچ آفریده را مجال جدال نسبت با آنحضرت در خاطر خطور نمی نمود و مملکت ماوراء النهر که هر سال از تعرض مردم اوزبک زحمت و غارت می دید درین سال آسیب آن بی باکان بآن ولایت نرسید، اما از طرف ولایت خوارزم قاصد امیر نور سعید رسید و عرضه داشت رسانید مضمون آنکه: میرزا سلطان حسین که در طرف دشت قبچاق[3] مدتی قزاق[4] بود درین ولا بجانب ولایت خوارزم عزیمت نمود، و امرا و سرداران که درین طرف بودند یک حمله[5] تاب مقاومت او نیاوردند و روی فرار براه ادبار آوردند، و اطراف مملکت خوارزم از غارت و تاراج لشکر او بکلی خراب شد، و غیر از نفس[6] خطهٔ خوارزم در بیرونها کسی را مجال توقف نماند.

حضرت خلافت پناهی فرمود که جمعی امرا عزیمت ولایت خوارزم نمایند و صورت محاربه و مسابلهٔ که از امرا در آنجانب واقع شده تفحص فرمایند[7]، و هر کس را که ازو تقصیری واقع[8] شده باشد جزا و سزا دهند، و بعضی را بقتل آورده باقی را بند نهند، و از آن جمله امیر نور سعید

---

[1] ک: اثنین، [2] آ: ممالک (بجای ولایات)، [3] آ: قبچاق (بجای قبچاق)، [4] ک: قزاق (بجای قزاق)، آ: قزاق، [5] کذا، [6] ک: نفس (بجای نفس)، آ: مثل متن، [7] فقط آ: نمایند (بجای فرمایند)، [8] فقط آ: ظاهر (بجای واقع)،

نیز[۱] متهم بود که در روز معرکه مساهله نمود، امرا، بموجب فرمان اعلی روان شدند، و چون بخوارزم رسیدند، و شرح (ورق ۵۰۱ ل) احوال پرسیدند، همین قدر معلوم شد که لشکر خوارزم با آنکه (۵۰۱ ل) بسیار بوده[۲] اند[۳] از صدمت حملهٔ میرزا سلطان حسین بیکبار فرار نموده اند[۴] بیت

کوه از نهیب حملهٔ او گشت همچو کاه ـ

روباه را چه طاقت زور غضنفر است ۔

امیر پیر درویش قوچین که حضرت[۵] خلافت پناهی[۶] را در آن ایام بحال او التفات و اهتمام بود و تومان بزرگ باو عنایت فرمود ناگهان امیر نورسعید را گرفته همعنان ابرو باد بصوب هراة فرستاد، و تمام اموال و جهات او را بغارت و تاراج داد، و امیر نورسعید[۵] بیستم ربیع الاول بهراة رسید، و او را[۷] در حصار اختیارالدین باز داشتند و در آن ایام سلطان فلک احتشام بزیارت شیخ الاسلام نورالدین محمد مدظلہ فرمود و از ضمیر منیر و خاطر آفتاب تاثیر استمداد نمود، و جناب شیخ گناه امیر نورسعید درخواست کرده حضرت خلافت[۸] پناهی[۹] ملتمس مبذول داشت، و جرم و جناح او را نابوده انگاشت و او را از حصار بیرون آورده، پادشاه[۱۰] زادگان ابوالقاسم نورالدین سلطان محمد میرزا و شاهرخ میرزا در دیوان اعلیٰ مهم او را پرسیده بعرض حضرت خلافت پناهی رسانیدند، و او را امرای بارگاه عالمپناه درآوردند، و آنحضرت او را نیک دیده و از احوال پرسید، و باز در سلک امرای عظام انتظام یافت، اما بغایت محجوب و شرمنده بود، روزی که آثار فلاکت بر صفحات احوال او واضح بود و اسپی چنان نداشت که ملازمت تواند نمود رباعیی[۱۱] گفته بمجلس همایون فرستاد و عجز و درماندگی خود را یاد داد ـ رباعی

---

۱ فقط در ک دارد، در نسخ باقی (آ، آ، س، اک) ندارد، ۲ فقط آ: بودند، ۳ فقط آ این کلمه را ندارد، ۴ آ: آنحضرت، ۵ آ: به بستم (بجای بیستم)، آ: هشتم، ۶ فقط آ ـــــ، ۷ آ: خلافت (بجای خلافت پناهی)، آ: خلافت پناه، ۸ آ ـــــ، ۹ این عبارت را در آ ندارد، ـــــ آ: خلافت (بجای خلافت پناهی)، ـــــ در آ کلمهٔ لعله و اندا، ۲۰

۱۰ فقط آ: رباعی (بجای رباعیی)، آ. رباعیی، ک: رباعیی ۔

این بندهٔ شده مندهٔ درمانده بجان — دارد اسپی توقع از شاهِ جهان
چون همتِ او بلند و چون بخت قوی — چون دولتِ او جوان و چون حکم روان

وآنحضرت بر حالتِ عجز و درماندگی او ترحم کرده انعام و اکرامِ تمام فرمود و چند اسپ تازی راهوار[1] و استران قطار و شتران مهار و خیمه و خرگاه و سراپرده و بارگاه و دیگر اسبابِ عظمت و آیینِ امارت تعیین نمود، و سوابقِ خدماتِ او را کبرات بر زبان آورده رعایتِ حقوقِ آن را بر ذمتِ همت واجب دانست - بیت

آفرین حق بر آن سلطان که حقِ خدمتی
هر کرا نسبت باو باشد رعایت می کند

و امیرِ بی نظیر که در زمان[2] که هنوز خطبهٔ شاهی و سکهٔ شاهنشاهی بنامِ همایونِ آنحضرت مقرر و معین نبود[3] او انواعِ خدماتِ پسندیده بجای آورده بود درین ولا بغایت ضعیف شده مریض گشته، و در ایامِ طغیانِ بحران که هذیان[4] صفتِ[5] لازمهٔ آنست در گفت و شنود بر لوحِ خیال چنان نقش می بست که مگر حضرتِ خلافت[6] پناهی[7] بعیادتِ او آمده است - قطعه

گویند پشه بر لبِ دریا نشسته بود[8] — میگفت خواهم آنکه بود این همه مرا
گفتند حوصله چو نداری مگوی[9] این — گفتا بنا امیدی از و چون دهم رضا
منگر بنا توانیِ شخصِ ضعیفِ من — بنگر که این طلب ز کجا خاست[10] و این هوا

اطبای مجلسِ همایون که معالجهٔ او متردد بودند صورتِ این حکایت در حضرتِ اعلی عرضه داشتند[11]، آنحضرت از کمالِ مروت میلِ عیادتِ او فرمود، و اوایلِ ربیع الآخر بشهر آمده بوثاقِ امیر

---

[1] فقط آ: و راهوار (بجای راهوار)، برص ۴۰۰ نیز همین طور عبارت را دارد، [2] آ با: دران زمان (بجای زمان)
[3] آ ---، [4] کت: بدبان ضعف تصحیح از روی نسخ دیگر اما با کلمهٔ صفت را ندارد، [5] ... [6] آ: آنحضرت (بجای خلافت
۲۰ پناهی)، [9] آ: بگوی: بجای مگوی) [10] کت: خواست، [8] فقط آ: داین،
[11] آ، باز نمودند (بجای عرضه داشتند)،

بی نظیر التفات نمود (ورق ۵۰۲ ب) و زبانِ حالِ او مضمون این مقال با دا میرسانید که بیت ۵۰۲ ب

گر بر سرِ بالین من آئی بعیادت

صدسال بامیدِ تو بیمار توان بود

دامیر یراقِ تمام سرانجام نموده ته اسپ بازین کشید، و بیمنِ مقدمِ همایون بعد از چند روز صحت تمام یافت ❊

ذکرِ[1] نهضتِ حضرتِ خلافت پناهی بجانبِ ولایتِ مرو و خبرِ واقعۀ میرزا جهان شاه

درآن زمان که آفتابِ جهان تاب از نقطۀ اعتدال خریفی تجاوز نمود و جمشیدِ[2] خورشید بارگاهِ فلک احتشام در دولت خانۀ بهرام نصب فرمود، و شترِ سوارِ آسمان تیرِ در کمانِ فلک می راند، و چمن از زینتِ انوار و گلزار از زیورِ ازهار خالی می[3] ماند[4] و اشجار از حلیۀ ۱۰ اثمار و[5] پیرایۀ برگ و بار بی بهره شد، و گلشن از لباسِ مستعار و جامۀ زرنگار برهنه گشت. قطعه[6]

زفر و زیب تهی شد بسان ربع و طلل	همان چمن که چو بُت خانه بود در تصویر
گمان برم که گلستان گناهِ آدم کرد	که شد برهنه چو آدم ز جامهای حریر

و خورشید[7] از شترِ زرد رویانِ چمن[8] سر در نقابِ سحاب می کشید و گاهی بجمالِ جهان آرا عالمیان

---

[1] ازین جا اک با زشامل مقابله است، [2] اسفزاری (۲۳۸ ل)، خسرو خاور از طرفخانۀ زهره بقور خانۀ بهرام انتقال نمود، و سپاه کینه خواه خزان بباغ و چمن تاختند (تاختن) آورد و سلطان سعید میرزا بعزم قشلاق الخ، [3] آ ب: مانند بجای می ماند)، [4] درک ـــ، از روی آ و ب و اک، [5] آ ب: بیت (بجای قطعه)، [6] آ اک: از شرم زرد رویان چمن (بجای آنچه در متن است)، ب: شرم روی خوبان ❊

را فروغ و تاب می بخشید، درچنین فصلی حضرت خلافت پناهی بطرف ولایت مرو عزم قشلاق فرمود، و هژدهم[1] ربیع الثانی که آفتاب در[2] سه درجه قوس بود[3] از دار السلطنه هراة نهضت نمود، و صدای نهضت همایون غلغله در گنبد گردون انداخت، و طنطنهٔ نقارهٔ سلطان ربع مسکون گوش کیوان کر ساخت. و درایات ظفر آیات در ضمان عنایت ملک مستعان بجانب ولایت مرو روان شد، و امرا و حکام با تعداد سران سپاه و استحضار گردن کشان درگاه نفاذ یافت، و همای رایت خورشید فرسای سایهٔ دولت بر آن ولایت انداخت، و یورتچیان منزلی که لایق قشلاق باشد یراق دیده بموقف عرض رسانیدند، و فراشان قبهٔ بارگاه از ذروهٔ مهر و ماه گذرانیدند[4]، و امرا و عظام و خواص و عوام قوریا بسته بعز و دولت و امن و فراغت نشستند. قطعه

نشسته منتظران تا سروش عالم غیب　　بگوش هوش بگوید بدولت و اقبال

همای همت او ملک ربع مسکون را　　بزیر چتر همایون گرفت فارغ بال

و پیوسته شعشعهٔ ضمیر منیر و اندیشهٔ خاطر جهانگیر که

نقش تسخیر ربع مسکون را

بر لوح خاطر می نگاشت و فتح ممالک فارس و عراق و آذربایجان از عین عنایت الهی چشم می داشت، و بموجب اَلْمَرْءُ[5] یَطِیرُ بِهِمَّتِهِ کَالطَّیْرِ بِجَنَاحَیْهِ شهباز همت در هوای تسخیر آن ممالک پرواز می داد، و مبشر دولت و سعادت ساعت بساعت نوید این بشارت بزبان الهام بپیام می فرستاد، درین ولا از طرف ممالک عراق و فارس قاصدان رسیدند و عرضهٔ اشتهار رسانیدند[6] مضمون آنکه: امیر حسن بیگ سپاه میرزا جهانشاه را شکست داد[7] و او[8] با یکدو[9] نفر

---

[1] آ: سیزدهم (بجای هژدهم)؛ آک: دوشنبه سیزدهم. آ: هشتم، اسفزاری (۲۳۸ ب). سیزدهم. [2] اسفزاری: در خانهٔ قوس بود (بجای در سه درجه قوس)، [3] آ: گذرانید (بجای گذرانیدند)، آ اک: مثل متن، [4] ک: اَلْمَ (بجای اَلْمَرْءُ)، [5] آ: رسانید (بجای رسانیدند) آ اک و اسفزاری مثل متن، [6] فقط ک ــــ، [7] اک ــــ، [8] اسفزاری: دو ــ (بجای یک دو)،

بیرون رفت و در برف و سرما هلاک شد *

و تفصیل این اجمال طوطی شیرین مقال قلم برین منوال رقم می زند که چون میرزا جهانشاه را مکنت سلطنت و بسطت مملکت بآن مرتبه رسید که هرگز[1] آبا و اجداد او را عشر عشیر آن در خیال نمی گردید. تمام ممالک عراق عرب و عجم و فارس[2] و سواحل دریای عمان[3] و تبریز و آذربایجان[3] و ارمن و گرجستان تا حدود مملکت شام و روم در زیر نگین حکم او چون موم بود، و هر صورت که در خاطر خطیرش چهره می گشود (ورق ۵۰۲ ل) بخوبتر وجهی روی می نمود و از اعیان طرفداران ۵۰۲ ل آن ممالک امیر حسن بیگ از اولاد امیر قرا عثمان که همیشه میان ایشان و پدران میرزا جهانشاه عداوتی عظیم بود متابعت[4] و انقیاد[5] میرزا جهان شاه نمی نمود جناب جهانشاهی را با وجود آن تمکین و اقتدار با وجود این اندوه بر خاطر کوه وقار گران و دشوار می آمد و هر چند پرکار وار گرد[6] اندیشه و تدبیر آن کار برمی آمد بواسطه متانت و حصانت قلاع بر و هیچ دست نداشت، عاقبت ۱۰ نقش این صورت بر لوح اندیشه نگاشت که با لشکرهای جهان قصد استیصال آن خاندان کند، و آتش طغیان در آن دودمان زند، و بدین نیت و همین عزیمت سپاهی گران و لشکری بیکران جمع آورده بصوب ولایت[7] امیر حسن بیگ[8] روان شد[9] *

و چون مسافت نزدیک رسید و میدان جدال[10] و معرکهٔ قتال متقارب گردید امیر حسن بیگ از آنجا که وفور درایت و فرط کیاست او بود میل صلح نمود، و رسل و رسایل[11] و هرگونه وسایل[12] بدرگاه میرزا جهانشاه فرستاد و پیغام داد که سایهٔ آنحضرت بغایت گرانست و آفتاب

---

[1] فقط آ ---، [2] دولت شاه ص ۴۶۲، و کرمان تا هرموز (بجای آنچه در متن است)، [3] ک: و سریر آذربایجان تصحیح از روی آ، آ: تا سریر سلطنت آذربایجان، آ: و سریر سلطنت آذربایجان --- سریر ملکی است میان بلاد الان و باب الابواب (فرهنگ آنندراج)، [4] فقط آ ---، [5] حبیب السیر (۳:۳:۱۸۷): دیار بکر (بجای ولایت امیر حسن بیگ)، [6] در حبیب السیر گفته است که امیر حسن بیگ چون از توجه دشمن آگاه شد بنا بر عدم استطاعت ۲۰ مقابله در عقبهٔ بغایت مستحکم تحصن نمود، [7] فقط ک. ضلال (بجای جدال)، [8] فقط آ ---

سلطنت در اوج رفعت تابان ذرّات حقیر در پرتو آن نور درچه شمارند، و در برابر آفتاب
عالمتاب تاب مقاومت ندارند. اگر خاطر همایون بضبط این محقر ولایت التفات فرماید بهر که
اشارت شود کلید قلاع تسلیم نماید، واگر مطلوب[1] خزانه و نقود است ع

در پای تو ریزم آنچه در دست منست

میرزا جهانشاه تواضع امیر حسن بیگ را حمل بر ضعف و عجز او نمود، و بتمامی همت عزم
استیصال او جزم فرمود، و چندگاه با لشکر و سپاه بحر جوش ابر خروش در صحرای موش و ارض
روم و نواحی آن مرز و بوم گذرانید، و بعیش و عشرت و امن و فراغت تابستان و خزان را
بقلب زمستان رسانید[2]، و لشکر او از برودت هوا و شدت سرما بفریاد و فغان آمدند[3]، و او نیز
عزیمت معاودت نمود، و کوهی عظیم میان لشکر او و سپاه امیر حسن بیگ واقع بود، و پیوسته
۱۰ امیر حسن بیگ تفحص احوال میرزا جهانشاه می نمود، درین وقت که معلوم فرمود که رایت مراجعت
برافراخت و بیشتر لشکر خود را بجانب ولایت ارجیس و عبد الجوز[4] روان ساخت و او با امرا نامدار
و جمعی مقربان و اهل اعتبار قریب[5] سی صد سوار در لشکرگاه ایستاد[6] ناگاه امیر حسن بیگ[7] با دوسه[8]
هزار سوار[9] نامدار از طرف کوهسار پیدا شد، همه زره داودی در بر و خود در بندی بر سر، هر یک تمام[10]
اسلحه تکمیل ساخته و اسپان بجیم انداخته چون بلای[11] ناگاه بر سر میرزا جهانشاه رسیدند، و امرا و جهانشا

---

[1] فقط آ. مقصود (بجای مطلوب)، [2] آ آ رساند (بجای رسانید)، اکت درین موضع اختلاف عبارت
دارد از متن، [3] در حبیب السیر گفته است که "لشکریان از توقف دران صحرا و بیابان ابا نموده رخصت انصراف
طلبیدند"، وخسرو تکمان آن طایفه را اجازت داده خود با خواص و مقربان روزی چند درهمان مکان بعیش و
عشرت مشغولی کرد، [4] کت: عید لجوز (بجای عبد الجوز)، آ: عبل جوز، [5] آ آ. قرب (بجای قریب)،
[6] آ آ. است (بجای ایستاد)، [7] آ ——، [8] حبیب السیر ندارد، [9] آ آکت، بدوی سوار (بجای سوار
۲۰ نامدار)، آ. سوار، [10] آ: اسلحه تمام،
[11] آ، ناگاهان الخ (بجای آنچه درمتن است)، اکت: ناگاه بر سر سپاه *

سراسیمه و مضطرب گردیدند، و میرزا جهانشاه را چندانی[1] مجال شد که براستری نشسته از آن[2]
وحشت گاه بیرون تاخت و راهِ گریز دست آویزِ خلاصِ جان ساخت، و امیر حسن بیگ امرا و
میرزا جهانشاه را بدست آورده کسی را امان نداد، و همه را از پا در آورده براهِ عدم فرستاد،
واردوی اورا غارت و تاراج فرمود، و اموالِ او که فزون از گنجِ قارون بود تصرّف نمود، و بعد
از دو سه روز جامهٔ میرزا جهانشاه را که بوقتِ فرار در برداشت در اردو بازار شناختند[3]، و بواجبی
تفحّص نموده اورا در پای درختی که از سرما مرده بود و خشک شده[*][4] یافتند، و سرِ اورا بدرگاهِ
امیر حسن بیگ آوردند[5] (ورق ۵۰۲ ب) و اولادِ میرزا جهان[شاه] را گرفته امیرزاده محمدی[6] بقتل ۵۰۲ ب
رسید، و امیرزاده یوسف نابینا گردید، و امیر حسن بیگ را کاری چنین بزرگ دست داد، و آوازهٔ
این فتح مبین در بسیط روی زمین افتاد ◆

و باقی امرای[7] میرزا جهانشاه چون ازین احوال آگاه شدند روی امید بدرگاهِ ۱۰
امیرزاده حسین علی[8] آوردند که اکبر و ارشدِ[*][9] اولادِ میرزا جهانشاه بود، و چند قلعهٔ معتبر مشحون

---

[1] آ با اک: خنداں (بجای چندانی)، [2] فقط آ: از (بجای ازان)، —— صاحب حبیب السیر گفته است که
طایفه‌ای از مردم جهانشاه که فی الجمله شعوری داشتند بر وصول اطلاع یافته آغاز اضطرار کردند و میرزا محمدی و میرزا یوسف
بجنگ پیش رفته تاب یک حمله نیاوردند و بمعسکر باز آمدن پدر را از آن واقعه واقف ساختند و میرزا جهانشاه جیبه پوشیده یک
زانو بسته بود که آن خبر شنود و بی از آنکه زانو بند دیگر مستحکم سازد سوار شده عنان بصوب فرار گردانید. [3] در حبیب السیر
(۳: ۳: ۱۸۸) صورت این واقعه مختلف است، او گوید که چون میرزا جهانشاه بگریخت مجهولی از لشکریان امیر حسن بیگ اسکندر نام بوی
باز خورده بطمع اسب و جامه اورا کشته بلشکر باز آمد، در ان اثنا سر شخصی را آوردند که به جهانشاه مشابه بود، از محمدی و یوسف
پرسیدند و معلوم شد که سر دیگریست اسکندر مذکور جامهای پادشاهانه در برداشت حسن بیگ اورا طلبیده پرسید و به نشاندهی
او سر جهانشاه را از تن جدا کرده آوردند و موتش متحقق شد، [4] فقط آ —— ، [5] بقول دولتشاه ص ۴۶۲ مدت عمرش
هفتاد سال بود، [6] اسفزاری: محمدی آقا (بجای محمدی)، —— در حبیب السیر گفته است که امیر حسن بیگ محمدی را ۲۰
به تیر کشته و یوسف را بمیل آتشین نابینا ساخته ، [7] اسفزاری: امراءِ متجنده (بجای امرای)، [8] آ با اک (بهر موضع):
حسن علی (بجای حسین علی)، اسفزاری: حسن علی بیک (اما حسین علی در سطور آینده)، زامباور ص ۲۵۷: حسن علی، حبیب السیر
مثل متن ◆ [9] حبیب السیر: اسن

بسیم و زر و سایر نفایس دیگر گشادند، و یکصد و هشتاد هزار سوار علوفه دادند و حاوی اوراق از معتمدی استماع نمود که گفت میرزا سلطان ابوسعید می فرمود که از وقت چنگیزخان تا این زمان کس از پادشاهان صد و هشتاد هزار سوار علوفه نداد، و از سلاطین ماضیه بجز ع

هیچ کس این چنین ندارد یاد

فی الجمله امیرزاده حسین علی لشکری عظیم آراسته اساس مقابله و مقاتله بنیاد نهاد، و شرح احوال بدرگاه سلاطین پناه فرستاد، و پیغام داد که ممالک فارس و عراق و آذربایجان بل تمام جهان آنحضرت را مسلم است بیت

شاها در تو قبلهٔ شاهان عالمست
گردون ترا مسلم و گیتی مسخر است

امید ارکان دولت نظر عنایت از عمال بندگان دریغ نفرمایند و باندک التفاتی تمام این ممالک را در قید ضبط و قبضهٔ اقتدار آورند چه آن باعث امن و امان و موجب آسایش جهانیان خواهد بود، و تمام رعیت در سایهٔ عاطفت و آفتاب عنایت آنحضرت خواهند آسود، و امیدوار گرداد این مظلومان ستانند و دست تطاول از گریبان جان بیکسان کوتاه گردانند.

چون شرح این احوال بمسامع جلال رسید و رای جهانگشا بمضمون این مقال واقف گردید نشاط و انبساط فراوان نمود و فرمان فرمود که لشکر بسیار و سپاه بی شمار از سرحد ولایت

---

۱ اسفزاری: ... اسلحه (بجای سایر نفایس دیگر)، ۲ آ، آک: صد (بجای یکصد)، ۳ فقط آ: سوارها (بجای سوار)، ۴ حبیب السیر: مواجب (بجای علوفه)، ۵ این عبارت را در آ ——— ، اسفزاری: که گویند از زمان (بجای حاوی اوراق تا ... وقت) در حبیب السیر نیز بطور اسفزاری گفته است، ——— صد و هشتاد هزار سوار دیگر (بجای صد و هشتاد سوار)، ۶ بجایش فقط در آ: تمام، اسفزاری: تمامی عرصهٔ آفاق، ۷ بجایش در آ: گیتی ترا مسخر و گردون مسلم است، آک: گردون را مسخر و گیتی مسلم است، ۸ آک: خواهم آسود (بجای خواهند آسود)، ۹ آ: متن، ۱۰ اسفزاری (۲۲۹) بر این افزوده: داعیهٔ جهانگیری که همیشه پیش نهاد خاطر خطیر او بود در حرکت آمده.

اورینٹل کالج میگزین

حصۂ اوّل

ایڈیٹر

محمد اقبال

(پروفیسر پنجاب یونیورسٹی لاہور)

اورینٹل کالج میگزین

عرض واجب

اغراض و مقاصد | اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے۔ کہ احیاء و ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تا حدِ امکان تقویت دی جائے۔ اور خصوصیت کیساتھ ان طلباء میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے۔ جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ۔

کس قسم کے مضامین کا شائع کرنا مقصود ہے | کوشش کی جائیگی۔ کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شائع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں۔ غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابلِ قبول ہوگا۔ اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شائع کئے جائینگے ۔

رسالے کے دو حصے | یہ رسالہ دو حصوں میں شائع ہوتا ہے۔ حصۂ اول عربی، فارسی، پنجابی (بحروف فارسی)، حصۂ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی)، ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے ۔

وقتِ اشاعت و قیمتِ اشتراک | یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شائع ہوگا
سالانہ چندہ حصۂ اردو کیلئے عا،

کسی سہ ماہی رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شائع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے۔ ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہوسکیگا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری و مئی و ستمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیئے ۔

خط و کتابت و ترسیلِ زر | خرید رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیل زر صاحب پرنسپل بہادر اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہیئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہیئں ۔

[illegible] فروخت | یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جاسکتا ہے ۔

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند رہتا ہے۔ اسلئے یہ نمبر مجبوراً جلائی یا ستمبر میں شائع ہوتا ہے ۔

اورینٹل کالج میگزین

حصّہ اردو

جلد ۲۳ - عدد ۱	بابت ماہ نومبر ۱۹۴۶ء	عدد مسلسل ۸۷

ایڈیٹر

محمد اقبال

(پروفیسر پنجاب یونی ورسٹی)

فہرستِ مضامین

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ ایشرداس
پرنٹر چھپا۔ اور بابو محمد صدیق احمد خان نے اورنٹیل کالج لاہور سے
شائع کیا۔

پروفیسر ڈاکٹر لکشمن سروپ - ایم- اے- ڈی- فل (آکسن) افسر اکاڈمی
(فرانس)

تاریخ پیدائش 2 مئی 1892 تاریخ وفات 26 اکتوبر 1946

شاها درین فراق خدایت نصیر باد | قصر فلک بجنب جنابت قصیر باد
نه جلد لاجوردی زرکار تیر[1] پیر | آن دفتر محاسب است و پیر[2] دبیر باد
هرکس که سر ز حکم تو برتافت چون کمند | در حلقهٔ کمند تو دائم اسیر باد
بادا نظیر قصر سپهر آستان تو | وانگه ترا هر آنچه نباشد نظیر باد
پیر و جوان چو در کنف دولت تواند | بخت جوان و رای فروزنده پیر باد

تابنده باد اختر اگر برج مانده نیست[3]
پاینده باد گوهر[4] اگر درج مانده نیست

در مدح دلشاد خاتون

خیر مقدم ای بشیر عاشقان شاد آمدی | گوئیا از پیش آن نوبسته شمشاد آمدی
چون سحرگاه از هوای دوستان در بوستان[5] | دین و دل بر باد می دادم تو ام یاد آمدی
نکهت خلد برین می آید از انفاس تو | یا ز نشادروان آن حور پری[6] زاد آمدی
شاد کن ما را و پیغام دل غمگین بیار | گر ز چین زلف بت رویان تو شاد[7] آمدی
آن همه فریاد کردم تا بفریادم رسی | چون فغان کردم ز فریادم بفریاد آمدی
گرچه هر عهدی که با ما کرده بودی باد بود | جان فدا بادت که خرم رفتی و شاد آمدی
نوبتی دیگر چه باشد گر بر نجانی عنان | گرنه چون آن سرو سیمین انگشت آزاد آمدی

---

[1] ب- تیر پیر، [2] ب- دین دبیر، [3] ب- تابنده باد اخترت از برج مانده نیست (کذا)، [4] ب- گوهر از درج (کذا)، [5] اصل- بوستان، [6] اصل- پری زاد، [7] اصل- تو شاد- نسخهٔ ق این ترکیب بند ندارد،
[8] اصل- کز چه سر،

وقتِ کار است این زمان گر زانکه کاری می کنی
بر سرِ کوی دلآرامم گذاری می کنی

آخر ای پیکِ صبا یک ره دلم را شاد کن — وز رهِ چاکر نوازی روی در بغداد کن
ماجرای آبِ چشمم بر لبِ شط بازران — وز دل با زاریم در شوقِ سلطان یاد[۱] کن
چون گذارت بر حدودِ قصرِ شیرین اوفتد — وصفِ سیلاب سرشک دیدهٔ فرهاد[۲] کن
زلفِ خوبان گیر و دست از دستهٔ ریحان بدار — ترکِ ترکان[۳] گیر و قصدِ قامتِ شمشاد کن
بیدلِ شوریده را پیغام دلبر باز گوی — بندهٔ دل خسته را از بندِ غم[۴] آزاد کن
گر ز احوالِ دلِ ویرانِ ما داری خبر — در چنین معموره یاد این خراب آباد کن
تا بخواهند از فلک دادِ دلِ غمگین من — روی در درگاهِ سلطانِ جهان دلشاد کن

مهد اعلیٰ خدر[۵] اعظم داورِ دورِ زمان
دُرِّ دُرجِ سلطنت خورشید برجِ ایلخان

نعلِ شبرنگش مگر اکلیلِ جوزا آمده — خاکِ پایش سرمهٔ چشمِ ثریا آمده
در ضیافت خانهٔ احسان او خورشید و ماه — کاسهٔ زرّین و صحن سیم سیما آمده
طارم نه روزن علوی که خوانندش سپهر — بر درِ ایوانِ قدرش طاق خضرا آمده
ز کرهٔ شش گوشهٔ سفلی که خوانندش زمین — در خمِ چوگانِ زلفش گوی غبرا آمده
خاطرش تا سایه در کار نجوم انداخته — آب روی چشمهٔ خورشید پیدا آمده
تابِ تیغ گوهر افروز سپاهش در نبرد — سیل خون در چشم گوهر بار دریا آمده

۴۴ ب

---

[۱] اصل - کار ، [۲] یاد کردن بمعنی مدح کردن یاد بمعنی مدح و ثنا قطران گوید ؎

گر کند بلبل بالحان در سرا و باد ہیست — باد اصل او خدای عرش در فرقان کند (فرہنگ آنندراج)

[۳] اصل سفر یاد ، [۴] اصل - ترک کان گیر ، [۵] اصل - غم بند ؛

[۶] اصل - خدر ؛

(۱۰) ریاضِ مقتش کلک سهی بالای من　　نغمه ساز بزم گُل رویان بالا آمده

آنکه بوسد پیش رویش خسرو خاور زمین

ظلِ یزدان عصمتِ حق صفوتِ دُنیا و دِین

از سپهر که پیکرش بین اختر افسر ساخته　　در رکابش آسمان طوق دو پیکر ساخته

زرگران[1] رستهٔ بازار شهرستانِ صنع　　مهچهٔ[2] خرگاهش از خورشید انور ساخته

چرخ زرین گوی گز[3] صنعت گرانِ خاصِ اوست　　گوی زرین بغلطاقش ز اختر ساخته

ساقیان بزمگاه سدره هنگام صبوح　　در هوای مجلسش از دیده ساغر ساخته

تیر کو را منشئ دیوان اعلیٰ می نهند　　نسخهٔ القاب او فهرست دفتر ساخته

از غبار موکبش کحالِ کحلی پوش چرخ را　　توتیای دیدهٔ ماهِ منور ساخته

چون بگلگون بر نشیند عقل گوید بنگرید　　آفتاب از ماهِ نو نعل تگاور ساخته

مرغ فکرت کی بشا درِ ایوانِ ادراکش[4] رسد

بحر خاطر کی بکُندِ گوهر پاکش رسد

ای گدای درگهت سلطانِ چرخ چنبری　　سبزه زاری از ریاضت گلشنِ نیلوفری

چرخ توسن بر درت گیتی نوردی[5] توسنی　　شمس انور بر درت مشعل فروزی[6] خاوری

گر کنیزی[7] خویش خوانی دُخترانِ نعش را　　قطب گردنکش[8] نیارد بُرد نام شوهری　　۲۷ ر

چون بخورشیت کنم نسبت که از فرِ جلال[9]　　معجرت[10] دارد شرف بر طیلسانِ[11] مشتری

همتت را سر بافسر کی فرود آید از آنکه　　پایهٔ تخت[12] کند بر فرقِ فرقد افسری

---

[1] اصل - زرکران رشته ، [2] اصل - مهچه ، [3] اصل - کز ، [4] اصل - اوراکش رسید (کذا)، [5] اصل - نوردی

[6] اصل - فروری ، [7] اصل - کنیز ، [8] اصل - کردون کس نیارد برد بام شوهری (کذا) ، [9] اصل - جلال ،

[10] اصل - معجزت ، [11] اصل - طلیلسان ،

[12] اصل - تخت ۔

گر سلیمان زنده گشتی[2] از کمال کبریا　　شاید از سر بر خطِ حکمت (نشستی) دیو و پری[1]

چشمهٔ خورشید را بی خاکِ پایت آب نیست

پیش ماه رایت شمع فلک را تاب نیست

ای بدین دار السلام تو بیان من کلی باب　　تیغ حکمت در جهان سلطنت مالک رقاب

صبح ساز د خیمهٔ قدر ترا سیمین عمود　　مهر تابد خرگهِ جاه ترا زرین طناب

آسمان کز هفت کشور بر سر آمد ساخت ست　　در بیان کبریایت نسخهٔ در هفت باب

کی توانستی که بر بام تو روزی بگذرد　　گر نبودی از کنیزان سرایت آفتاب

در گشتی حرز بازوی کواکب نام تو　　چون توانستی شکستن قلب اهریمن شهاب

گر قصب را حامی لطفِ تو گیرد در پناه　　تا جهان باشد برو غالب نیاید آفتاب

چرخ سرکش چون جنیبت دار تست از بهر آن　　نقره خنگت[3] را زماهِ نو کند زرین رکاب

[4]

. . . .

. . . .

خان[5] اردوی سپهرت بنهٔ یا ساق باد　　بوسه گاهِ اخترانت کوکب بشناق[6] باد

بارگاه کسری آن[7] در هفت کشور طاق بود　　طاق ایوان تو جنت طایم شش طاق باد

چون شه قبچاق[8] و کشمیرت گدای درگه اند　　جوشن حشمت[9] از در کشمیر تا قبچاق باد

همچو نابینا بنور چشم و مستسقی آب　　چرخ سرگردان بخاک درگهت مشتاق باد

توسنت را چون (قضیم) از مرغزار علوی ست[10]　　پایهٔ اعلی خصم سرکشت معلاق باد

---

[1] اصل. شاید از سر بر خطِ حکمت دیو و پری (کذا)، یک شعر ازین بند افتاده است، [2] اصل. بکشتی،
[3] اصل. خنگت، [4] از متن افتاده است، [5] اصل. خانه ازدوی سپهرت بنه یا ساق باد (کذا). و مراد از.
خان اردوی سپهر شمس است. یاسا و یا ساق یعنی قاعده و قانون مغولان، [6] اصل بشتاق، و بشناق (؟) پیشکشی باشد.
[7] اصل. از، [8] اصل. قبجاق، [9] جوشن حشته (کذا)، [10] اصل. علوی *

تا بود بغلطاق[1] پوش قصر اخضر آفتاب[2]　　آفتاب انورت در سایهٔ بغلطاق باد ۴۷ ب

تیغ ملکت را که از مه تا باهی جا رسی است[3]　　گوهر رخشندهٔ خورشید بر برطاق باد

هیچ (سری) طوق فرمان تو بر گردن مباد

بی چراغ دولتت شمع فلک روشن مباد

در مدح جلال الدین

ای خادم سنبل تو عنبر　　وز لعل تو رفته آب کوثر ۹۵ ب

وز تنگ دو تنگ شکرت قند[4]　　در شور ز پستهٔ تو شکر

هندوی خط تو نافهٔ چین　　لالای لب تو لولوی تر

با مهر رخ جهان فروزت　　از چشم فلک افتاده اختر

داریم در آرزوی رویت　　سر بر کف دست و دست بر سر

بگشای[5] ز صبح شام شبگون　　بنمای ز شعر نقش ششتر

پیش آر بوقت صبح باده　　پر کن بگه صبوح ساغر

زان صافی پیر خاص و عامی

روشن دل شمس دور جامی[6]

خلقت که شد از خطا بشسته　　خطیست بخون ما بشسته

---

[1] اصل - غبطلق ، [2] اصل - اصاب ، [3] کذا فی الاصل ، [4] اصل - و تنگ رتنگ شکرت قند ، (کذا) ، نسخهٔ دیگر شکیب بند تنازد ، [5] اصل بگشایم ،

[6] اصل - روشن دل دور شمس جامی ،

ای بر مه عارض تو وجهی — در معنی والضحی نبشته
بر حاشیهٔ بیاض رویت — واللیل اذا سجی نبشته
شاه حبشت بخطهٔ روم — خطی ز رو خطا نبشته
یا تیر بوجه قرص خورشید — بر مشتریت بها نبشته
بر صفحهٔ رویم آب دیده — والنجم اذا هوی نبشته
خط تو که نسخهٔ بوجه است — بی وجه نبود تا نبشته

۱۹۶

فیروزه نگین لعل کانیست
یا خضر بر آب زندگانیست

ای شادی جان شاد[۱] خواران — وی مرهم ریش دلفگاران
یا قوت تو قوت باده نوشان — بادام تو نقل می گساران
زان پختهٔ پیر نوجوان طبع — در ده قدح به پخته خواران
آبی که بعینه روان است — وآرند بباغ باز یاران
باهم بچه[۲] رو قرار گیریم — بی ناله و نالهٔ هزاران
دستی بزنیم و خوش بر آئیم — چون سرد بطرف جویباران
بی بزم نهال[۳] باغ دولت — بادست هوای[۴] نوبهاران

دریای سخا و کوه تمکین
فرخنده جلال دولت و دین

چون خنجر خون فشان برآرد — گردون ز فزع[۵] فغان برآرد
از آتش تیغ آسمان رنگ — دود از دل آسمان برآرد

---

۱ اصل- شاده خواران، ۲ اصل- بجه، ۳ اصل- نهالت، ۴ اصل- هوان بر بهاران (کذا)
۵ اصل- فزع ٭

آن برگ سداب آب گونش شاخیست که ارغوان برآرد
از بهر قضیم[1] توسنش چرخ گرد اثر[2] ره کهکشان برآرد
مغز از سر دشمنان سرکش مومو بسر سنان بر آرد
دریای کف گهرفشانش شور از دل بحر و کان برآرد
از دست کفش بود که دریا در شور کف از دهان برآرد
زان سکه درست کرد دینار
کاورد به بندگیش[3] اقرار
ای اختر برج کبریائی در چشم زمانه روشنائی
لفظ تو لطیفهٔ بدیهی طبع تو حدایقهٔ ثنائی[4]
گردون برفع گاه مدحت هم ازرقی[5] است وهم علائی
بر شاخ گل از هوای[6] بزمت مرغان همه شیوه دلربائی
در سایهٔ رایتت رود مهر زان روی که سایهٔ خدائی
مشهور بود حسام هندوت در شهر بخویشتن نمائی
دریاب[7] که نیست مرغ طبعم برگ سخنم زبی[8] نوائی
ذاتت ز بساط لایزالی
آورد[9] مثال بی مثالی
ای دست تو بر فلک زبردست دریای تو فرق فرقدان پست[10]
گردون جفا نمای کج رو از جام جلالت تو سرمست
ناوک فگنان نوک کلکت بر پیر[11] فلک کشیده صد شست

---

[1] اصل۔ قصیم، [2] اصل۔ ار، [3] اصل۔ به بندکیس واقرار، [4] اصل۔ شنای، [5] اصل۔ ررزقی، [6] اصل۔ هوا، [7] اصل۔ دریاکه، [8] اصل۔ تی نوالی، [9] اصل۔ اودد مثالی (کذا)، [10] اصل۔ بست، [11] اصل۔ پهر

نہ تخت زمرّدین فگندہ تا قدر تو تکیہ کرد و بنشست
شمشیر تو باد آب بنشاند واقبال تو پشت چرخ بشکست
.... [1] از دستِ کفِ تو چون کفِ دست
از خارہ کہ سمِ سمندت گردون ز ہلالی نعل بربست
شد تیغ تو کام حیدرش کام
خصم تو زبانِ خنجرش کام

۱۹۷
در دستِ تو ملکِ بحر و بر باد کز دستِ تو رفت بحر بر باد
بر گرد [2] معسکرِ جلالت از حشر ز معدلت حشر باد
شیر علم اسد شکارت از چشمۂ مہرت آبخور باد
سلطان سریرِ نیلگون را خاکِ قدمِ تو تاج سر باد
بر کوکبۂ تو کوکبِ چرخ چون کوکب خورد [3] بی سپر باد
شد اطلسِ سبزکارِ گلریز بر ابرۂ جاہت آستر باد
شکر شکنانِ خاطرت را از شکر تو در دہن شکر باد
شامت ہمہ صبح باد و شب [4] روز
روزت ہمہ عید و عید نوروز

---

[1] اصل۔ سمان کان وکفت پیادہ شدشد۔ (کذا)، [2] اصل۔ کرد، [3] اصل۔ خورہ۔ وکوکب مرد باصلاح ما شد
[4] اصل۔ تقدر۔

ڈاکٹر لکشمن سروپ آنجہانی

سالِ حاضر کی ۲۶ر اکتوبر کو ہمارے کالج کے پرنسپل ڈاکٹر لکشمن سروپ صاحب حرکتِ قلب کے بند ہو جانے سے اچانک وفات کر گئے۔ اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، آنجہانی کے احباب و اقربا اور علماء سنسکرت نے اُن کی وفات سے شدید صدمہ اُٹھایا ہے۔

ڈاکٹر لکشمن سروپ ۲۱ر مئی ۱۸۹۲ء کو ضلع مظفر نگر (یو۔پی) کے قصبہ کیرانا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد زمیندار تھے۔ جب سروپ صاحب سات برس کے ہوئے۔ تو اُن کا خاندان فاضلکا (ضلع فیروز پور) میں چلا آیا۔

سروپ صاحب کا طالب علمی کا زمانہ شاندار رہا۔ سکول کی تعلیم آپ نے فیروز پور ہی میں پائی۔ ۱۹۰۹ء میں آپ نے میٹریکولیشن پاس کیا اور ڈی۔ اے۔ وی کالج میں داخل ہوئے۔ ۱۹۱۳ء میں بی۔ اے اور ۱۹۱۵ء میں ایم۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۶ء میں آپ ڈی۔ اے۔ وی کالج میں وید پاٹھ کے لیکچرار مقرر ہوئے۔ اور اسی سال آپ نے ولایت جانے کے لئے وہ وظیفہ حاصل کیا۔ جو زبانوں کے طالبعلموں کیلئے مخصوص تھا۔ یورپ میں آپ نے آکسفورڈ کو انتخاب کیا۔ اور بیلیل کالج میں داخل ہوئے۔ وہاں پروفیسر میکڈانل کی نگرانی میں تحقیق کا کام کرتے رہے۔ ۱۹۲۰ء میں آپ نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ قیامِ یورپ کے دوران میں آپ کو مختلف علمی حلقوں اور تعلیمی اداروں کے گوناگوں تجربات حاصل ہوئے۔

۱۹۲۰ء ہی میں ڈاکٹر سروپ صاحب اورینٹل کالج میں ادبیاتِ سنسکرت کے پروفیسر مقرر ہوئے ۲۶ سال اس منصب پر فائز رہے۔ اور اس دوران میں نہایت خاموشی، استقلال

اور تندہی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے شعبۂ سنسکرت میں مخطوطات کا جو مجموعہ محفوظ ہے۔ اس کی جمع آوری بہت حد تک آپ ہی کی ہمتوں کا نتیجہ تھی ؀

ڈاکٹر صاحب نے جو بلند پایہ علمی کام کیا۔ اس کی جانچ ہم نہیں کرسکتے۔ لیکن اتنا بتائے دیتے ہیں۔ کہ آپ کی علمی خدمات کا ہندوستان سے باہر بھی اعتراف ہؤا۔ چنانچہ ۱۹۳۷ء میں حکومتِ فرانس نے آپ کو officier de Academie Francaise بنا دیا۔ آپ ۱۹ سال تک آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کی مجلس منتظمہ کے ممبر رہے ؀

اپنے اختصاصی علوم کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے دوسری دلچسپیوں کا بھی ثبوت دیا۔ بہت سی زبانیں جانتے تھے۔ آپ کو فارسی کے کئی شعر زبانی یاد تھے۔ پاکیزہ اُردو بولتے تھے۔ آپ نے مولیئر کے ناٹک "ژوردین" کا اردو ترجمہ بھی شائع کیا۔ پنجاب یونیورسٹی عربک اینڈ پرشین سوسائٹی میں آپ نے چند مقالے پڑھے۔ آپ "اورینٹل کالج میگزین" کے حصّۂ ہندی کے اڈیٹر بھی تھے ؀

ڈاکٹر صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ کے گرویدگان کے لئے آپ کی بے وقت موت بہت افسوسناک حادثہ ہے ؀

(اڈیٹر)

مثنوی سوہنی مہینوال (فارسی)

از صالح

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از جناب فضل حسین صاحب تبسم)

جب برات دریا پار اپنے گاؤں میں پہنچی تو سوہنی کی حالت غیر ہو گئی۔ وہ فراق یار میں ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگی۔ کھانا پینا حرام ہو گیا ؎

چونکہ برفتند بآں سوئے آب — داشتہ سوہنی دل و جانِ خراب

عشق مہینوال فگارش نمود — شیفتۂ زار و نزارش نمود

طرفہ مہینوال نمودش جمال — بے خور و بے خواب نمودش خیال

آں بُتِ چیں روئے بدیوار بود — زندہ دل مردۂ بیمار بود

اس کی یہ حالت دیکھ کر عروسانِ شہر چہ میگوئیاں کرنے لگیں۔

چیست کہ نای بہ تماشا بروں — چوں گل و چوں لالہ بصحرا بروں

لعل ترا شغلِ تبسم کم است — چشم تو برہم شدہ از مردم است

در شب و در روز در افتادۂ — سرو روانی۔ بسر افتادۂ

ہم چو عروساں نکمی شستہ شو — طرفہ گلے۔ تن زدہ از رنگ و بو

بلکہ گل روئے تو شد زرد فام — معجر تو چرک بخوردہ تمام

جامۂ چرکین سوئی گازر فرست — عود و سپندے سوئے مجمر فرست

نرگس تو از چہ بود اشکبار — وسمہ و غازہ نکشی بر عذار

درکفِ مشاطہ نہ گیسو نہی   سرمہ نہ با نرگس جادو نہی
وقت تو آں است کہ خنداں شوی   زیب گرایندہ دو چنداں شوی

یہ شباب انگیز پہیلیاں سُن کر سپیت کی ماری سہنی کہنے لگی۔ وطن اور عزیز واقارب کی دُوری ستا رہی ہے۔ جس سے میری یہ حالت ہے۔

سوہنئ خونین دل و پنہاں گداز   بہر شکر ریز دہاں کرد باز
گفت کہ چوں از وطنم ماندہ دُور   از ہمہ تکلیف۔ بماندم نفور
چشم تر از دوریٔ خویشاں بود   کاکل برباد پریشان بود

انہیں تو اس قسم کے بہانوں میں ٹال دیا۔ مگر دردِ نہاں کے ہاتھوں خواب و خور حرام تھا۔ نہ دن کو چین نہ رات کو آرام۔ ہر وقت مہینوال کے خیال میں مگن رہتی ——— مہینوال بھی اپنی عادتِ مستمرہ کے مطابق آدھی رات گئے سُہنی! سُہنی!! کی ہانک لگاتا۔ چونکہ دونوں دریا کے آر پار رہتے تھے۔ اور فاصلہ زیادہ نہ تھا۔ اس لئے جب رات کو مہینوال کی پکار سُنتی غم کی ماری بے خود ہو کر پچھاڑ کھا کر زمین پر گر پڑتی۔ صبح آپ میں آتی۔ تو یادِ یار سے دِل کو جلاتی۔

سُہنی و سُہنی چو صدا بر کشید   ہر شبے آوازہ بہ سہنی رسید
سُہنئ جان برلب و اختر شمار   خواندنِ سُہنی چو شنیدے زیار
مست در افتادہ بخاک نژند   بے خبر از خود بدلِ مستمند

یہ حالت کئی رات دن قائم رہی۔ آخر ایک رات عشق اسے کشاں کشاں دریا کے کنارے لے گیا۔ وہ خدا کا نام لے گھڑے کے سہارے پیرتی مہینوال کے ڈیرے پر پہنچی۔

تا بشبے عشق عنانش گرفت   جاذبۂ او رگ جانش گرفت
چوں بدلش صبر نماند و قرار   بُرد سُبوئے سوئے دریا کنار
کرد سُبو کشتیٔ بے ناخدا   از ہمہ بیگانہ۔ بسوز آشنا

دگھڑے کو بے ملاح کی کشتی بنایا۔ سب سے الگ تھلگ۔ مگر سوز نہاں کی معیت میں)

سہنی شکر لب چوں آفتاب شد چو بروں بر لب آں روئے آب

پانی سے نکلی تو مہینوال کا نام و نشاں نہ تھا۔ یہ دیکھ کر پاگلوں کی طرح تلاش یار میں ماری ماری پھری۔

دید۔ مہینوال کہ گم کردہ پے گم سخن نش ساختہ مجنوں سے

در تپ و در تاب تپیدن گرفت در چپ و در راست دویدن گرفت

با دلِ سوا زدہ ہر سو شتافت زاں مہ گم گشتہ نشانے نیافت

کبھی دریا کے اِس پار آتی کبھی اُس پار جاتی۔ مگر بے چینی کم نہ ہوتی۔ جب تھک گئی۔ تو گھڑے کو ایک پودے کی جڑوں میں چھپا کر بستر پر آپڑی۔

سوہنی از اں روئے بایں روئے آب آمد مانند چکاوک بتاب

قطرہ فشاں سنبل مرغولۂ داشت سبو در بن پیغولۂ

خارِ غمش بر دلِ ریشش اوفتاد آمد بر بسترِ خواب اوفتاد

جب بیقراری حد سے بڑھ گئی۔ مہینوال کے نام ایک خط بھیجا۔

کای صنم گل رُخِ مہ پارۂ غمزہ زناں ترک ستم کارۂ

غنچہ دہاں۔ سروِ خرامانِ من جانِ جہاں دلبرِ جانانِ من

چارہ ندارم کہ بہ بینم رُخت چارۂ من چیست؟ رُخِ فرخت

(تیرے دیدار کی تدبیر نہیں معلوم۔ میرا علاج تیرے رُخِ فرخندہ کے سوا کیا ہو سکتا ہے!)

آخرِ شب چونکہ برآری ندا بشنود ایں مردۂ از تو جدا

(تیری آدھی رات کی صدا تجھ سے بچھڑا ہوا مُردہ سُنتا ہے)

پر زنم و ہم چو چکاوک پرم پائے ز سر کردہ چو ناوک پرم

(چکاوک کی طرح بے تاب ہو کر اُڑتی ہوئی۔ تیر کی طرح سر کے بل دوڑتی ہوئی)

چوں بتمام تو رسم دل فگار پیش بری گلہ سوئے مرغ زار
(جب میں خستہ دل تیرے ہاں پہنچتی ہوں تو اس سے پہلے ہی گلہ ہانک کر چراگاہ کا رستہ لیتا ہے)

روے تو نادیدہ پریشاں شوم باز سوئے کلبۂ احزاں شوم
(تجھے نہ دیکھ کر گھبرا اٹھتی ہوں۔ اور اپنے غم خانہ کو لوٹ آتی ہوں)

در شب و در روز پریشانی است بلکہ شب و روز پشیمانی است
(دن رات پریشان رہتی ہوں۔ اپنے کئے پر پشیمان ہوتی ہوں)

چارۂ من چیست! کہ بےچارہ ام کیست بجز دردِ تو غم خوارہ ام
(مجھ لاعلاج کا کیا علاج! تیرے درد کے سوا میرا کون غمخوار ہے!)

مہینوال نے اس کے جواب میں لکھا

گفت کہ اے بادلِ جانِ غمیں ریختہ دُردانہ ز چشم نمیں
(اے غم زدہ۔ ڈبڈباتی آنکھوں سے موتی برسانے والی!)

نامہ نوشتی و گہر ریختی موجِ دُر از اشک برانگیختی
(تو نے خط لکھا۔ کہ موتی بکھیرے۔ آنسوؤں کو موتیوں کی لڑیاں بنا دیا)

یک نظرے بر رُخِ تابانِ تو من نبودم بہ خیابانِ تو
(میں نے تیرے رُخِ روشن کی ایک جھلک تیرے ہاں دیکھی تھی)

شور تو پنہاں بدلم جا گرفت در دلِ من سوزِ تو ماویٰ گرفت
(میرے دِل میں پوشیدہ بے چینی نے گھر بنا لیا۔ اور تیری محبت نے میرے دِل کو نشیمن بنا لیا)

چوں خبر از تاب خیالت شود نیست وصالے و وصالت شود
(تیرے خیال کی ایک کرن مجھے تجھ سے ملا دیتی ہے)

ہر قدمے کو بوصالم زنی - قرعۂ دولت بوصالم زنی

مرغ چکاوک کہ ہمہ شب پرد رشک زہجراں بوصال آورد

(چکاوک کا ساری رات اُڑنا۔ بحالتِ مہجوری ہمارے وصل پر رشک کھانا ہے)

پختہ شو و خامئ خود را بسوز سرد مشو گرم شو اے دل فروز

(اپنی خامی جلا اور پختہ ہو جا۔ اے دل فروز دل کی آگ بجھنے نہ دے)

مہینوال کا جواب پاکر سوہنی کی بے چینی میں اَور اضافہ ہوگیا۔

نامہ بوسید و ز خونِ جگر ریخت نثار اشک چوگوہر ببر

اتنے میں عید آگئی۔ اور گاؤں کی چھوکریاں اُسے کھینچ گھسیٹ کر سیر و تماشا کے لئے ساحلِ سندھ پر لے گئیں۔

زمرۂ ہمزاد پری پیکراں گفت یکے روز ہمہ ہمسراں

خیز کہ عید است تماشا کنیم دفعِ ملالِ تو ز صحرا کنیم

(عید ہے۔ آ کہ تماشائے صحرا سے تیرا غم غلط کریں)

چوں نگری لالہ بروُ خندہ زن گریہ نسازی ز فراقِ وطن

(تو لالہ کو دیکھ کے قہقہہ لگائے اور فراقِ وطن میں رونا بند کر دے)

وہ دل میں یہ سوچ کر کہ اس بہانے چند قدم مہینوال کے قریب ہو جاؤں گی۔ اُن کے ساتھ چل کھڑی ہوئی۔

ایں ہمہ زاں بود کہ چندیں قدم سوئے مہینوال کشد از حرم

اب سوہنی کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ رات کے پردہ میں دریا کے اُس پار جاتی اور دن کے وقت کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر مکان کے اندر پڑی رہتی۔

در ہمہ شب آمدن و رفتنش بود چو دُزداں ز درِ مسکنش

روز چو شد پائے بداماں درُوں سر نکشیدے بہ تماشا بروں

گفت کہ سرو دلی من شد بلند　　سر بگریبان بہ بہانہ فگند
گاہ بگفتے کہ خیالِ پری است　　زخم ز سایہ شدہ دردِ سری است
نرم و نرمک کہ نبالید زار　　مندل، تعویذ بمالید زار
گاہ ز افسوس بسگالش گری　　دم بفزو بُرد ز نالش گری
گفت ہمہ ہم نفساں زیر لب　　یافتہ آرام ز رنج و تعب

(بھولی عورتیں چپکے چپکے کہتیں اب کچھ آرام پایا ہے)

جملہ بخیزند مبادا کہ کس　　نزدِ وی آواز کند چوں جرس

(سب اٹھ کھڑی ہو۔ مبادا کسی کے مُنہ سے اونچا بول نکل جائے)

بو کہ دمے چند رہد از عذاب　　سر بسر زانویش آید بخواب

(خدا کرے یہ کچھ دیر کے لئے عذاب سے چھوٹ جائے اور گھٹنے پر ہی سولے)

سوہنی کے شوہر نے یہ حال دیکھ اپنے خسر اور خوشدامن کو بُلوایا۔ جب وہ آئے۔ اور اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ تو اُس نے انکار کیا۔ اور زبانِ طعن دراز کی۔

چوں پدرش آمد و مادر رسید　　بہرِ ملاقات۔ برادر رسید
گفت ہمہ ہمرہِ ما شو رواں　　زود شو۔ امشب بردد کارواں
گفت پدر را کہ نکردی تو یاد
. . . .
گفت بمادر نشدی مہرباں　　با پسران است دلت شادماں!
اے تو برادر طربِ خانہ کن　　خار جم از خانہ تو شکرانہ کن

(بھائی گھر میں عیش لوٹو۔ میں خانہ بدر ہوں ۔شکرِ خدا بجا لاؤ)

(یہ سب باتیں اِس لئے تھیں کہ وُہ سمجھتی تھی اگر میکے چلی گئی تو مہینوال کی جاں نواز آواز نہ سُنوں گی۔ یہاں تو امید ملاقات بھی ہے۔ وہاں یہ صورت نہیں پیدا ہونے کی۔ نہ پاؤں گی۔ مگر یہاں سے نہ ٹلوں گی۔ نو نقد نہ تیرہ اُدھار۔ میرا یار، ہی اب تو میرا

قبیلہ ہے۔ یہی میرا رشتے دار ہے۔ حُبِ وطن اپنے شوخ نگار کی محبت ہی ہے۔

این ہمہ تہمت کہ بر ایشاں نہاد   مشورتِ خویش بدل یاد داد
گر بروم در وطنِ خویش باز   نشنوم آوازِ مہِ دل نواز
نسیہ خزم نقد زکف چوں دہم   سر دہم و پائے نہ بیروں نہم
خویش و قبائل۔ ہمہ یارِ من است   حُبِ وطن۔ حبِ نگارِ من است

وہ لوگ چلے گئے تو اس کے شوہر نے طرح طرح کے ستم توڑے ساس بھی جفاکاری میں بیٹے سے پیچھے نہ رہی۔ بلکہ اب وہ اس کی ٹوہ میں رہنے لگی۔ کیونکہ رات کے پردے میں سُہنی کے دریا پر آنے جانے کی سن گن پاچکی تھی۔

شوہر او کرد بر او جور رہا   جور و ستم کردہ بصد طور رہا
مادرکِ شوہرِ سُہنی بدور   بر زدہ صد نیش بسُہنی ز جور
آمدن و رفتنِ سُہنی کہ بود   چو سگ بد زہرہ تجسس نمود

ایک رات سوہنی چوری چھپے جانے لگی۔ تو بڑھیا (ساس) بھی اُس کے پیچھے ہولی۔ اور گھڑے کو نیستاں میں رکھا ہُوا دیکھ لیا۔

تا کہ شبے سُہنئ خستہ جگر   دزد صفت رفت قدم کردہ سر
در عقبش قحبہ زن اندر نہاں   دید سبو داشتہ در نیستاں

آفت کی پُڑیا بُڑھیا نے اگلی رات سُہنی کے پہنچنے سے پہلے گھڑا تبدیل کر دیا۔

در شبِ دیگر زنِ نیرنگ زاد   خام سبو بُرد۔ بجایش نہاد
سُہنی سیر از نفس زیستن   ماتم خود کردہ ز بگریستن

شامت کی ماری سوہنی اندھیری رات میں کچے پکے گھڑے کی تمیز کیا کر سکتی تھی۔ نیز عشق و سرمستی کے ہاتھوں فرصت ہی کب تھی۔ کہ جانچ پڑتال کرتی۔

گلفتہ رواں۔ خام سبو بر گرفت   نوح صفت نوحہ ز سر در گرفت

چاشنیٔ شربتِ دوشینہ داشت خام سبُو بُردہ تہِ سینہ داشت

آنکہ بود ہوش بروزش حرام درشبِ تاریک چہ داند زخام

رفت دلش سوئے مہینوال شوخ پختہ و ناپُختہ چہ داند کلوخ

ابھی چند قدم پیرنے پائی تھی کہ گھڑا ٹوٹ گیا۔ اور وہ بھنور میں پھنس کر غوطے کھانے لگی۔

چونکہ سبو گنبدِ واژوں شکست گنبدِ گرداب بروبافت دست

آبِ غمِ دل زسرش برگزشت آخرش آبِ سراو درگزشت

اپنے مرنے کا تو غم نہ تھا۔ کیوں وہ تو اب درپیش تھا۔ البتہ مہینوال کے دیکھنے کی تمنا تھی اس خیال سے آنکھوں سے خونیں آنسوؤں کے دریا بہنے لگے۔ آنکھیں مہینوال کے مقام کی طرف گڑی ہوئی تھیں۔

باک نمی داشت زمُردن کہ داشت سُوئے مہینوال نظرمی گماشت

آب زدیدہ کہ زدہ موجِ خون گشت سرشکِ آبِ درونِ بدون

آخر مایوسی کے عالم میں غرق آب ہوگئی۔ مچھلیاں۔ گھڑیال اور دُوسرے دریائی جانور اس کے جسم کا گوشت پوست چٹ کر گئے۔ البتہ ہڈیوں کا ڈھانچ سا کنارے پر جا لگا۔ جسے کسی ملاح نے دیکھا اور مہینوال کو بھی خبر ہوئی۔

. . . . غرق بدریا شدہ چوں دُرِ ناب

رفت چو بے چارہ فرو بد نہنگ تیز بدو ساختہ دنداں پلنگ

پارۂ او بود گوہر نگار یافتہ ملاح بدریا کنار

سُہنی کے بے گوشت و پوست ڈھانچے کو دیکھ کر مہینوال کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔

پیکرِ سادہ زہمہ لحم و پوست یافت مہینوال دلارام دوست

زاں بُتِ گل چہرہ بماند استخواں عاج شدہ عارض چوں ارغواں

مہینوال نے ہڈیوں کو ہاتھ لگایا۔ تو اُن سے فریاد نکلی۔

کرد مہینوال بدست استخواں　　　مردہ برآورد بگردوں فغاں

میرے مرنے کے کیا کہنے ہیں ——!

مردہ ہمی گفت زہے مُردنم　　　یافتہ دل دار دل آرز دنم
مردۂ من غوطہ زدہ جاں نثار　　　گوہر جاں یافت بدریا کنار
مردہ کہ با دوست رساند بگام　　　زندگیٔ شیفتہ باشد حرام

مہینوال نے لاش کو زیرِ زمیں دفن تو کر دیا۔ مگر اپنا صبر و قرار بھی ساتھ ہی کھو بیٹھا۔

پیکرِ سیمینش نہاں درکفن　　　عاج نہاں گشتہ بہ برگِ سمن
قالبِ بے گوشت و رگ پوتنش　　　زیرِ زمیں شد زکفِ دوستنش
دستِ مہینوال بگورش سپرد　　　طرفہ زمیں گنج ز قاروں ببرد
ماند مہینوال بغم دل فگار　　　چند گہے با جگرِ خار خار

چند دنوں کے اندر غمِ عشق نے مہینوال کو خزاں دیدہ پتّہ بنا دیا۔ اور اسے بھی سوہنی کے پہلو میں ساحل کے قریب دفن کر دیا گیا۔

چوں بشب و روز کشید آہِ سرد　　　ہم چو خزانش گل او گشتہ زرد
دردلِ او آتشِ اندوہ بود　　　طرفہ بکاہے غم چوں کوہ بود
جاں کہ مہینوال بسوزش سپرد　　　خاک فرو برد کہ آتش بخورد

دریائے سندھ اپنے گم شدہ خزانہ سوہنی کی لاش کی تلاش کرنے لگا۔ تو اُسے سود سمیت مال وصول ہو گیا۔ ایک کی جگہ دو لاشیں سطح دریا پر تیرنے لگیں۔

گشت چو دریا بروِ جُستجو　　　گم شدہ یک سُہنی و دریافت دو
خاک۔ ز دریا کہ یکے بُردہ بُود　　　در دہاں یک۔ بدگر وقت سُود
سندھ چہ دریاست کہ گویند نو　　　یک چو در افگند۔ برآورد دو
در طلبِ گم شدہ چوں سپے فشرد　　　جست یکے ماہ دو مہتاب بُرد

ماند ازاں ہردو نشاں داستان
ہردو گروہ شدہ بر آسمان

جس قدر ممکن تھا۔ ترکِ اشعار و انتخابِ اشعار کے ذریعہ سلسلۂ نظم کو نقصان پہنچائے بغیر صائع کے اپنے الفاظ میں کہانی کا خلاصہ لکھا جاچکا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ داستان میں کوئی رنگینی ہے نہ ندرت۔ البتہ نظم شاعر کی سریع الاعتقادی اور پیر پرستی کا عمدہ مظہر ہے۔ یہ بھی عیاں ہے کہ صائع کوئی بلند مرتبہ شاعر نہیں۔ ایک اوسط درجہ صوفی مزاج نظم نگار ہے۔ جو خیالی گھوڑے دوڑا سکتا ہے۔ اگرچہ وہ بھی بسا اوقات لنگڑا کر چلتے ہیں۔ لیکن بیان واقعے پر قدرت نہیں رکھتا۔ بعض اوقات تخیل کے زور سے آسمان کے تارے ضرور توڑ لاتا ہے۔ لیکن اثر آفرینی اس کے بس کی چیز نہیں۔ اس کی زبان میں گھلاوٹ اور شیرینی نہیں پائی جاتی۔ بلکہ وہ نرا ملّائے مکتبی نظر آتا ہے۔ جو مخزن اسرار مطلع الانوار اور تحفۃ الاحرار کا جواب لکھنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے کتابی علم سے استمداد کرتا جاتا ہے۔ البتہ استعارات میں جدت اور تازگی ضرور موجود ہے۔ بیان میں سلاست و روانی مفقود نہیں۔ اس کی عمدہ مثال وہ اشعار ہیں جہاں گاؤں کی لڑکیاں سُہنی کے دل کا حال کرید کرید کر پُوچھنے کی کوشش کرتی ہیں۔

صائع کی اس مثنوی میں ایسے اشعار بھی ہیں جو مولانا نظامی۔ امیر خسرو اور جامی رحمہم اللہ کے بلند اشعار میں شامل کردئے جائیں۔ تو باریک بین نظر بھی امتیاز نہ کرسکے۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے مثنوی کو بلند پایہ نظم نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے نظرانداز کردیا جائے۔ یہ اپنے موقف اور تاریخی پوزیشن کے لحاظ سے ہماری توجہ کی مستحق ہے۔ میری دانست میں یہ سلسلۂ فتوحاتِ خمسہ (نظامی) کی آخری کڑی ہے۔ اس لئے اسکو کم وقیع نہیں سمجھنا چاہئے۔ قاآنی کی موجز (جو نہایت مختصر نظم ہے) شاید اسکے معصر ہو۔

صائح چونکہ صوفی منش شاعر ہے۔اس لئے باوجود اختلافِ موضوع مخزنِ اسرار وغیرہ صوفیانہ و اخلاقی مثنویوں کا جواب لکھنے کی کوشش کرتا ہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ زبان میں وہ لوچ نرمی اور ترنم نہیں جو عشقیہ نظم کا لازمہ ہے۔اور نظم خشک متصوفانہ مضامین سے گران بار نظر آتی ہے۔ایک ہزار سات سَو نوّے (۱۷۹۰) اشعار میں سے ابتدائی سات سَو بیس (۷۲۰) اشعار تحفۃ الاحرار اور مطلع الانوار کے خالص رنگ کے ہیں۔ایک ہزار ستر (۱۰۷۰) اشعار میں قصّہ بیان ہُوا ہے۔لیکن ان ہزار شعروں میں بھی رنگ تصوّف پُوری طرح جھلک رہا ہے ؛

اس میں صرف ایک ہی ایسی خصوصیّت ہے جو اسے مخزنِ اسرار اور تحفۃ الاحرار وغیرہ سے ممتاز کرتی ہے۔وہ ہے سکندر نامہ کے طرز پر ہر فصل کے آخر میں براَت استہلال کے طور پر ساقی نامہ کے دو اشعار کا لانا —— ؛

کہانی کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے جو اشعار اس مقالہ میں درج کئے گئے ہیں۔ وہ صائح کی شاعری اور قصّہ گوئی پر پوری روشنی ڈالتے ہیں۔البتہ یہاں تمہیدی مضامین کا انتخاب اس لئے ضروری ہے۔کہ اس نوع کی دُوسری نظموں سے مقابلہ کیا جاسکے ؛

انتخاب از سوہنی مہینوالِ صائح

در تحسین جمال تسمیہ از رُوئے اجمال و طلب حُسن کلام بزیبائش کمال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نورِ تجلّی است ز طورِ کلیم

فال لقا نامۂ تنزیل را — بال کشا شہپرِ جبریل را

مصرعِ رنگین نظامِ کلام — سحر حلال است بہ بیت الحرام

سجع لطیف است نگین کندۂ — بر لب لعل است شکر خندۂ

شانۂ گیسوئ دل آرام عشق — وسمۂ ابروئے گل اندامِ عشق

نافہ کشایندۂ بزمِ وصال قبلہ نمائندۂ عشقِ کمال
دستہ گلہاست ز باغِ وفا خود یدِ بیضا است ز نورِ لقا
مشعلِ اعجاز فروغِ بیاں منظرِ مصباح فروزِ عیاں
شملۂ دوشِ صنم سرداست بر درِ کعبہ حجرِ اسوداست
تاجِ ہدیٰ ہدہدِ اسرار را شکرِ لبِ طوطیٔ اسرار را
ابجدِ زرّین رقمِ لوحِ راز مہرِ سرِ نامۂ راز و نیاز
کحلِ بصر دیدۂ مشتاق راست گوہرِ کفِ محفلِ عشاق راست
بہرِ تماشاگریِ خاص و عام ماہ ازل رفتہ بہ بالائے بام

سپاسِ یکتائیِ بے نشان ویے چوں نقاشِ صورت خانۂ صورِ بوقلمون

پاک خدای کہ بپاکیٔ خویش چید و گزید آدمِ خاکیٔ خویش
ہست کنِ ہرچہ شماریش داد نیست کنِ ہرچہ نگاریش داد
رنگ دہِ صفحۂ نورانیاں سنگ نہِ کفۂ میزانیاں
فتنہ کنِ بلبلِ افسانہ گوی شیفتہ سازِ دلِ دیوانہ پوی
آب دہِ سبزۂ بادِ بہار تاب دہِ جلوۂ روئے نگار
زر کنِ گل سیم کنِ یاسمیں دُر کنِ دنداں لبِ لعل انگبیں
مہر نمای دہنِ گفتگوی غالیہ سای چمنِ جستجوی
داغ دہِ جان و دلِ سوختہ باغ کنِ آتشِ افروختہ
کعبۂ ہر دل کہ کشودیش ہست شاہدِ ہر جاں کہ شہودیش ہست
کاخ فرازندۂ اختر شمار شاخ طرازندۂ باغِ بہار
آئینہ بخشِ دلِ روشن ضمیر شمع فروزندۂ بدرِ منیر

آب زن شعلۂ آتش کدہ　　تاب دہ سینۂ آتش زدہ
طرفہ نمایندۂ اسرار غیب　　غرفہ کشایندۂ انوار غیب
شاہ کن ہر کہ نوالش خرید　　ماہ کن ہر کہ جمالش بدید
نقش نگاریں کن لوح بہار　　ابجد زریں دہ خط عذار
داور بیچوں و نشانے کہ ہست　　پاک تر از شرح و بیانے کہ ہست
گوش کن شور مناجات دل　　کام روا ئے ہمہ حاجات دل
مہر کن محضر جود و عطا　　پارہ کن دفتر جرم و خطا

باز شکر نمودن بتکرار در سپاس پروردگار

آنکہ جہاں گلشن جود و ے است　　غنچۂ از باغ وجود وے است
جلوہ دہد پیکر زیبندہ را　　غمزہ دہد چشم فریبندہ را
خواب دہد نرگس بیمار را　　تاب دہد جلوۂ رخسار را
آب دہد دیدۂ نمناک را　　آتش دل سینۂ غمناک را
جلوۂ او پردہ ندارد بروئے　　پردہ برو کردہ ز روئے نکوئے
عشق یکے بے دل کوئے وی است　　حسن یکے جلوۂ روئے وی است
خار رہ او کہ بہ از گل بود　　چاک کن سینۂ بلبل بود
گفتہ بپاکاں بہ طریق یقین　　ازلفت الجنۃ للمتقین
دل کہ نہاں خانۂ اسرار اوست　　آئینۂ جلوۂ انوار اوست
عقل کہ اندر رہ او راہ بری　　شیفتہ بے دل و بے راہ روی
جان کہ معمائے کمال وے است　　طنطنۂ بزم وصال وے است
بر در او تاجوراں خاکروب　　وز غم او جملہ سراں پائے کوب

ملست خوباں کہ چو آتش فروخت   شعلہ بر آوردہ جہاں را بسوخت

دست نیاز آوردن مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

وسے شدہ از داغ تو جان لالہ زار   گلشن و گلزار دل خار خار
تختہ ابداع نگاریں کنی   طرفہ بہ و نقش نو آئیں کنی
ابر عنایت کہ بر انگیختی   دُر ہمہ در جیبِ صدف ریختی
ناز دہی شوخ شکر خندہ را   تاب دہی زلف پراگندہ را
فرشِ زمیں معرضِ انعامِ تو   عرش بریں مسندِ اکرامِ تو
اے تو منزہ ز درون و بروں   طرفہ توی جملہ بدون و دروں
از کم و افزوں چو فزونی و پاک   از حد گفتار بعد نی و پاک
ہستیٔ تو ہست کن و نیست کن   ہستیٔ من ہست شدہ از امر کن
ہستیٔ تو اصل اصول آمدہ   ہستیٔ من فرع حصول آمدہ
با تو کسے چیز مقابل نشد   ہم بعدم نیست کہ قابل نشد
حسن مظاہر کہ نمودار شد   جلوۂ روئے تو پدیدار شد
مثل خورشید کہ تاباں کنی   تاب زناں ریگ بیاباں کنی
ساز زباں مطرب راز تو شد   پردۂ زیر و بم ساز تو شد
ہر کہ ز کُنہ تو بر آرد سخن   نخلِ بلند است و کمندِ کہن
نقش بر آبم چکنم داد ۔ داد   وصف تو ام حرف بر آرد بباد
چوں بنویسم بشگافد قلم   نالہ بر آرد ز صریر قلم
سجدہ کناں پیش تو گوید کہ بس   نقشِ من این است کہ خوردہ مگس
صالح مسکیں کہ کمیں بندہ ایست   بر در تو بندۂ شرمندہ ایست

در مُناجاتِ دوم رُوئے بخاک مالیدن و از خطا کاریٔ خویش نالیدن

اے غمِ تو مژدہ دہِ جانِ زار — طرفہ خزانے کہ بود نوبہار

ہستیٔ ہستی ز تو ہست آمدہ — کور دلاں ہست پرست آمدہ

گوہریانِ تو بصد جاں کنی — گوہرِ جاں یافتہ بے کاں کنی

از غمِ عشق آتشِ من بر فروز — زاں کہ بود تابشِ مشعل بسوز

شمع بجز سوز چہ روشن شود — باغ بجز مہر چہ گُلشن شود

من بسرِ خویش جفا کردہ ام — دیدہ و دانستہ خطا کردہ ام

جُز تو کسے نے کہ امیدم دہد — از لبِ عفوِ تو نویدم دہد

دیدہ پُر از خاکِ خطا و گُناہ — مُوئے سفیدم شدہ و او سیاہ

کوہ کن وعدۂ یکتا دلی — تیشۂ کلکم شدہ ناقابلی

نورِ بصیرت کہ ز چشم گریخت — آب مرا آتشِ عصیاں بریخت

لطفِ تو شاید کہ شود آب ریز — کآتشم آوردہ گریزا گریز

اے بخطا کاریٔ من پردہ پوش — مژدۂ ستاریم آور بگوش

نیست چو من کس بدو عالم لئیم — جز درِ تو ہیچ ندانم کریم

یک نظرے کن کہ یکے جو ہمت — یک دلیم دہ کہ یکے گو ہمت

جانِ مرا بوئے وفائے بہ بخش — با دلِ من نورِ صفائے بہ بخش

یافتنِ تو کہ بود کامِ من — یافتنِ من بود انجامِ من

دل بدرِ فضلِ تو نالندہ است — رُخ بسرِ خاکِ تو مالندہ است

نیستم از ہست کراں کردہ ام — ہستیِ خود را زمیاں بردہ ام

ہر کہ نہ بینائے تو کوریش بہ — آنکہ نہ جویائے تو دوریش بہ

نُورُكَ مِنْ كُلِّ بَسِيطٍ بسيط — اَنْتَ عَلىٰ كُلِّ مُحِيطٍ مُحِيط

مُناجات سوم

اے دو جہاں یک خطِ احسانِ تو — داشتہ سر بر خطِ فرمانِ تو

پردہ بر افگن کہ توئی جلوہ گر — پردگیٔ پردہ گر و پردہ در

چیست کنوں پردۂ یکتائیت — کیست بروں از خطِ تنہائیت

ہرچہ پدید است توئی رُو نما — ہرچہ نہاں است توئی دل رُبا

نعتِ اوّل در جنابِ ختم المرسلین محمّد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ اجمعین

احمدِ مرسل کہ رسولِ خدا است — بر سرِ اُو تاجِ قبولِ خدا است

میم محمّد ز ہمہ برتر است — حمدِ خدا یافتہ زو افسر است

نام زدِ ناموری شد بسے — پیشتر این نام ندیدہ کسے

از الف احمد قلم آغاز کرد — حمد خدا را علم افراز کرد

سرورِ عالم سرِ پیغمبران — گوہرِ شہوار بلند افسراں

صدر نشین ہمہ چو شاہ بیت — پست نشان ہمہ ازمارمیت

ابرِ کرم بر سرِ خاک آمدہ — طرفہ کہ خود گوہرِ پاک آمدہ

نامورِ عالمِ نام آوری — تاجورِ مسندِ پیغمبری

محتشمِ پاک جنابِ خدا — محترمِ خاص تر از انبیاء

منعمِ انعامِ کمالِ کرم — قاسمِ اقطاعِ حدوث و قدم

مشعلِ تابندۂ عالم فروز — برقِ درخشندۂ اغیار سوز

مخزنِ اسرارِ نہاں در نہاں — مطلعِ انوارِ جہاں در جہاں

شافعِ ہر گُم رہِ بدکارۂ — مرہمِ ہر جانِ جگر پارۂ

افسرِ لولاک سرِ سروراں — گوہرِ تاجِ سرِ پیغمبراں

صالحؔ قرباں چہ ثنایش کند بہ کہ دلِ زار فدایش کند

نعتِ دوم

قرعہ چو بر دولتِ سرمد زدند دست بدامانِ محمد زدند
جاں کہ کند از دو جہاں برتری بوسہ زند بر درِ پیغمبری
گرچہ شہاں تاجورِ مسندند از دل و جاں خاکِ درِ احمدند
ہر کہ بسر تاج مبارک نہد خاک درش تاج تبارک نہد
کون و مکاں بستہ بموئے ویست جانِ جہاں بستہ بموئے ویست
فرشِ زمیں تختِ معلّائے او عرش بریں خاک مصلّائے او
طرفہ سہیلے کہ بغار آمدہ گنج رواں بر سرِ مار آمدہ

در معراج

بود شبے ساختہ روشن چو روز انجمن انجمِ مشعل فروز
چرخ زناں چرخ کہ خنداں شدہ خندہ زناں برہنہ دنداں شدہ
صاحبِ لولاک حبیبِ خدا ناصیہ سودہ بدرِ کبریا
لطف ازل طرفہ تریں کار کرد خفتنِ وے بخت چہ بیدار کرد
دل کہ بہ تسلیم تسلّی گرفت جان و دلش نورِ تجلّی گرفت
جذبِ تجلّی کہ دلش نرم کرد گرمیِ ہنگامہ دل گرم کرد
دیدہ پر از شوقِ جمالِ قدیم سینہ پُر از ذوق وصالِ کریم
قاصد لازال نویدش بدرد طایرِ اقبال امیدش بدرد
نفحۂ از دوحۂ انس آورید مژدۂ از روضۂ قدس آورید
طرفہ تر آورد پیامے ز دوست تحفہ رسانید سلامے ز دوست
رازِ ازل بُود پیامے کہ بُود نورِ قدم بود سلامے کہ بُود

وحیِ امیں طائرِ قدسی سرشت — داد بوے طرفہ براقِ بہشت
اوج پر و تیز تگ و تیز رو — طرفہ تر و جلوہ گر و تیز دَو
پیکرے از نور ز پا تا بسر — چرخ زناں کردہ ز گردوں گزر
نور قدم برد بعرش ارمغاں — سود قدم بر سرِ کون و مکاں
کرد چو آہنگ ببالا فراز — زہرہ زدہ جنگ بساز حجاز
دید جمالے کہ مثالے نداشت — یافت کمالے کہ زوالے نداشت
دیدہ و نادیدہ ہمہ دیدہ گشت — کارِ وی از دیدنِ دیدہ گزشت
دائرۂ ہستیٔ خود در نوشت — نقطہ ز نہ دائرہ بیروں گذشت
دل ہمگی مخزنِ اسرار دید — دل ہمگی مطلعِ انوار دید
تحفہ کہ از لطفِ خداوند یافت — بخش کناں جانبِ یاراں شتافت

نعت سوم

دیر شد از شام تو اے آفتاب — خیز چو خورشیدِ درخشاں بتاب
روزِ قیامت شدہ نزدیک تر — گشتہ جہاں چوں شبِ تاریک تر
ظلمتِ عالم ظلماتی بود — خاک تو چوں آبِ حیاتے بود
باد بکف بے تو کہ خیلِ توایم — دست زدہ جملہ بذیلِ توایم
گمرہیٔ ما ز نہایت فزود — رہزنیٔ دیو ز غایت فزود
مہدیٔ ما خیز و سوئے ما بیا — زندہ کنِ مردہ - مسیحا بیا
باز نما طلعتِ تابندہ را — باز کشا نرگسِ خوابندہ را
از رخِ خود روئے شفائے نما — رنجہ قدم بہر دوائے بیا
خلق کہ از دیں شدہ بیگانہ است — دین چو در خلق چو افسانہ است
بلکہ نہ بیگانہ کہ دشمن شدند — راہ نمایاں ہمہ رہزن شدند

جاہلیٔ ملک خرابی نمود — کاہلیٔ خلق ز حد بر فزود
علم کہ رشوت خورِ مردم شدہ — رونق اسلام ہمہ گم شدہ
دیدہ براہ ایم بصد جستجو — روئے براہ آر۔ براہ آر رو
وقت رسیدہ کہ قیامت رسید — شامت شومی بہ غرامت رسید
رہزنِ دین است اگر ظالم است — ظالم نفس است اگر عالم است
شور بعالم کہ ز و تابی است — شورشِ او سوز جگر تابی است
خیز و بیا رونقِ اسلام شو — سنگ زن شیشۂ اصنام شو
تا ہمہ در دین تو آرند روئے — از گل تو باز بیابند بوئے
صلّ الا دل شیفتۂ کوئے تو — زندہ کند مردۂ او بوسئے تو

نعت چہارم

گرچہ نخواندی تو بہ مکتب سبق — از ہمہ بردی انا اطلب سبق
اے شرف علم بتو بس بلند — وے گہر فقر بہ تو ارجمند
گرچہ نیا موخت معلّم ترا — سبع مثانی است مسلّم ترا
خصم تو سوزاں بہ سیہ ناصیہ — نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ
روئے غلامانِ تو تاباں چو مہ — يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ

نعتِ پنجم

اے بشفاعت بشفا گستری — وے بخدا کردہ گدا پروری
اے ز ازل پایۂ تو بس بلند — وے باید سایۂ تو ارجمند
مثلِ تو در عالمِ آدم نزاد — سایہ مثالِ تو ازاں ہم نزاد
اَی بعنایت علم افراختہ — سوئے غریباں نظر انداختہ
باز بکشا ہنگِ بیمار۔ خیز — بر دلِ بیمار بہ تیمار خیز

بیں بکرم سوئے تباہیٔ من زرد رُخ رُوئے سیاہی من
در تو گریزم کہ پناہم توئی سُرخ کن رُوئے سیاہم توئی
بامنِ مفلس کہ خزینہ دہی کحل بصر خاکِ مدینہ دہی
یک نظرے کن بجگر خستۂ طوق دفا دہ بکمر بستۂ
بر در خوان منِ گمراہ را لقمہ در افگن سگِ درگاہ را
مردہ بجز تو۔ سگِ کوئے توام مردہ ام و در تگ و پُوئے توام
دست دہ از پائے در اُفتادہ را نعرہ زنان بر درت استادہ را
ساز نوازش کہ کمیں بندہ ام سر بدرت سودہ سر افگندہ ام
شاہ توئی دولتِ دینم بدہ ماہ توئی نور یقینم بدہ
کیست بجز تو کہ قلم برکشد خط بخطا کاریٔ من برکشد
صالح مسکین سگِ درگاہِ تُست در دو جہاں خاک سرِ راہِ تُست

درمنقبت پیر طریقت رنگریز دکانِ حقیقت حامی رموز رشا خیز حضرتِ عبدالحکیم رنگریز

ہر کہ بود خاک رہ رہ نمائے بر سرِ افلاک بود پارسائے
تن نبود زندہ بجز جان پاک جان بجز از پیر بود در ہلاک
گرچہ بجز پیر شوی راہ داں ہمتِ پیراں بود اندر نہاں
ہر کہ بجاں خاک رہ پیر نیست چوں مس خس طالب اکسیر نیست
ہست گمانش انا خیرٌ بخاک لیک نداند کہ دلِ خاک پاک
گرچہ نخاکم شدہ پاک ار ہوا خاکِ درِ پیر کنم توتیا
ہر کہ ز کوریٔ دل آمد سقیم بادِ مسیحش درِ عبدالحکیم
دارِ شفایش در درگاہ او داروئے جاں خاک سرِ راہ او
جاں چو ز کوریٔ دل آید بلب از درِ او کحل جواہر طلب

خاکِ در او چه عجب کیمیاست	نورِ جهان است و جهانِ ضیاست
قافله بر قافله از عام و خاص	سر بدرش سوده چو زرّ خلاص
بر سرِ زر خاک مصلاّئے او	سیم معارف شده سیمائے او
بر درِ او خلق ز سر کرده پائی	کاه صفت بر درِ آں کهربائی
جذبِ درونی دلِ محتاج را	یاد دهد دولتِ معراج را
خلق بدینساں بدرش در طواف	کعبهٔ جاں کرده طوافِ غلاف
طالب بے رنگ چو یکرنگ گشت	رنگِ وی از رنگرزی برگذشت
گازریش ساخته چوں شست و شوی	پاک شده جامه پلیدان کوئی
جامه چه باشد دل ناپاکِ جاں	پاک نماید چو رود بر دکاں
خوانده بهر جامه کش خم نیل	حَسْبُکُمُ اللهُ وَ نِعْمَ الوَکِیل
طینتِ او گرچه ز خاک آمده	همتِ او گوهر پاک آمده
جامه فشاری چو بکف خواست کرد	مسجد کژ راچه بنا راست کرد
صالح اگر کژ منشی۔ در نهاں	از درِ او راست شوی در زماں

در بارگاهِ جہاں مطلعِ آفتابِ شعاع بادشاہ جہاں پناہ شاہ شجاع

دل که ستائش گر شاه خود است	حلیه نگارندهٔ ماه خود است
مانم ز نظارهٔ او بر کنار	جاں بخیالش شده گوهر نثار
چونکه خورم غوطه به بحر خیال	موج زند گوهر جود و نوال
مسندِ دربار تصور کنم	دامنِ دولت ز گهر پر کنم
دولت فرخندهٔ شاه شجاع	نقش نگیں کرده خط مَن اَطاعَ

در حسبِ حال راز پوشی عشق که همچون گنبدِ بے در است و رفتن درین راه سر تا پائے بے پائی و بے سر

من که ز هر دائره در پرده ام	راه درین دائره گم کرده ام

گرچہ من از شاہ خودم دُور تر | دائرہ ساں چست بہ بندم کمر
دور ز نظارۂ شاہ خودم | مستِ خیالِ رُخِ ماہِ خودم
دائرہ بے سرو پائے من | گرد بمن قبلہ نمائے من
گفت کہ بے خویش جگر ریش کرد | پائے بدرماں شدہ بر خویش کرد
دائرۂ پائے بدامانِ خویش | کردہ طوافِ سرو سامانِ خویش
شاہ توئی راہ توئی نوش و نیش | دائرہ را پویہ بود گردِ خویش
ہر کہ بود راست بسوزِ دروں | پائے کشد پس چہ سر آرد بروں
من چو شنیدم خبرِ شاہِ خویش | ماہ بدیدم خضرِ راہِ خویش
تاب درونم قدم از سر نمود | تاب نماندم کہ ز خویشم ربود
ہاتفے از غیب ندایم بداد | جملہ یکے ہست یکے رونہاد
مرگ نباشد کہ ہمہ زندگی است | زندگی اوہست کہ پائندگی است
دائرۂ ہستی من دور گشت | پائے من از تارکِ من بر گذشت
رہبرِ من بُرد مرا پیشتر | پیرویم پائے نمودہ ز سر
از سرِ اخلاص دویدم براہ | حیرتِ من بود در آں جلوہ گاہ
ایں ہمہ حیرت کہ در آمد پدید | بود مثالے کہ مثالے ندید
جاذبۂ جذبۂ رُوحانیم | تاب بر آوردہ بہ پیشانیم
گر بودم طالعِ بیدار بخت | بر درِ آں قبلہ کشم باز رخت
صائح ازیں خواب چہ تعبیر تست | ساقی تو خاکِ درِ پیرِ تست

در التماسِ بیخودی از بزمِ ساقی فیضانِ ازلی و بعض اشاراتِ عشق از بارگاہِ لم یزلی

ساقیِ من بیں کہ یتیم درم | قبلہ و بر قبلہ توئی رہبرم
من کہ منم ہیچ مئے نیستم | جانِ جہاں جان و تنے نیستم

نیست منم ہست منم حیرت است — جاں توئی و جانِ تنم حیرت است
لیک مسیحا نفسی یافتم — روئے دل از مُردہ دلاں تافتم
زندہ کنم جان و دلِ مُردہ را — تازہ نمایم دلِ افسردہ را
خامۂ من طرفہ نگاری کند — جاں دہی مردہ بیاری کند
زندگی نام نمائیم ہوس — زندگی نام سخن ہست و بس
زندگیٔ تام بنامہ بود — پختن سوداش بخامہ بود
علم ادب ہرچہ بود دقت است — شور و طرب ہرچہ بود رقت است
مِن اَدَبِی قَیدٌ حَدِیدٍ لَذِیذ — فِي شَغَبِی کُلٌّ جَدِیدٍ لَذِیذٌ
عشق چو اکسیرِ دوِ زندگی است — قصۂ عشاق بپائندگی است
از ہمہ افسانہ کہ روشن بود — قصۂ عشق است کہ احسن بود
عشق اگرچہ ہمہ باشد مجاز — زندہ کند نام بعمرِ دراز
ساقیِ من عشق تو دارم بدل — بادۂ تو پائے برآرد زگِل
چونکہ دہی جام شرابم بدست — حسن زند تاب و شود عشق مست

در بیانِ آنکہ اول ہر چیز جلوہ گری حُسنِ مطلق بود و عشق تقاضائے ظہور جلوہ می نمود

حُسن ز اوّل کہ نہاں داشت روئے — جلوہ گری داشتہ بے رنگ و بوئے
آئینہ و جلوہ گر و جلوہ بیں — ہیچ نبودہ بجز او تا زمین
حُسن ز جلوہ چو در آمد بہ تنگ — آئینۂ خواستہ از آب و رنگ
چونکہ بہاراں نبود آشکار — آئینۂ جلوہ کند لالہ زار
عشق جو آئینہ نو خواستہ — کُن فَیَکُوْن غلغلہ برخاستہ
چوں قلم ایں طرفہ ترانہ شنید — بر سرِ لوح ایں رقم خوش کشید
ہرچہ نمودار شدہ بے نقاب — رُوئے نمودہ است ز اُمّ الکتاب

نامہ کہ گلدستۂ این گلشن است	باغ بود ورنہ گِل گلخن است
ہر کہ بود جلوۂ مطلق شناس	قید و مقید ہمہ داند لباس
گرچہ بعالم ہمہ چیز است و کس	جلوہ و عشق است و سخن است و بس
جلوۂ مطلق بمقید درون	تافتہ ز آئینہ صورت برون
ساقی من گردِ تو دارم طواف	کعبہ جان دہ قدحِ صاف صاف
نقطہ توئی حرکتِ دوریم را	مرکز جان دایرہ طوریم را

دربیان آنکہ چون حسن مطلق تقاضائے عشق جلوہ ساختہ بتماشاگری آئینۂ رنگارنگ پرداختہ

حسن چو آئینہ طلب ساختہ	عشق روان جان طلب تاختہ
جلوہ ہمہ بیاختہ پوشیدہ تر	عشق ز خوبی شدہ جوشیدہ تر
عشقِ حقیقی چو کند دیدہ تر	خوش بمجاز آمدہ خونِ جگر
ہر کہ بجان راہ مجازی نوشت	خوش بسرِ کوئے حقیقت گذشت
حسن بداند صفتِ ذاتِ پاک	چون بمجاز آمد سر زد ز خاک
شور و طرب در سرِ بیرونی است	در سرِ لیلیٰ ہمہ مجنونی است
حسن چو تاب است فروزان شدہ	عشق چو شمع است کہ سوزان شدہ
آتشِ گل چہرہ بہ سنبل درون	برق زد از وادیٔ ایمن برون
حسن کہ از ناز شدہ جلوہ گر	تاب دہد گوش سرِ شیرِ نر
پر شکند شہپرِ جبریل را	دادہ فغان صورِ سرافیل را
ناز بتان آفتِ جان و دل است	شوخیٔ شان آتشِ آب و گل است
صائم ازین گونہ نگارستے طلب	جان برہش بہر نثارے طلب
ساقی من بادہ دہ از جامِ عشق	در بر من بادِ دلآرامِ عشق
عشق دلآرام چو گیرم بہ بر	عمر تلف ساختہ گیرم ز سر

در بیان آنکہ عشقِ مطلق جلوہ نما گردید طنطنۂ کن فیکون بگوشِ اعیان ثابتہ رسید

کن کہ نخست آمدہ آوازِ اُو — پردگیِ عشق زدہ سازِ او
عشق زند کوس بہ بانگِ فلک — ولولہ اُفتد بہ دیارِ ملک
غول دریں راہ غرور است و بس — زور دریں بادیہ زور است و بس
عشق بود پاک رود پاک باد — خاک بسر باد دلِ خاک باز
غمزۂ خونی بکار آورد — فتنۂ منصور بدار آورد
نامہ کہ از عشق براتے برد — مردہ بود آب حیاتے برد
صانع مطلق کہ نمودہ جہاں — نامۂ عشق است کشودہ عیاں
صورت افسانۂ دردی خوش است — خوش دم سرد و رخِ زردی خوش است
تاج دروں گرچہ حشم داشتہ — ناموری تیغ و علم داشتہ
عشق بعالم چو بود نامدار — نامہ بنامش شدہ طرفہ نگار
عشق بہ افسانہ بپوشید رُو — چونکہ بجوش آمدہ جوشد چو جُو
نرم کند قصّۂ او جان و دِل — گرم کند آتشِ او آب و گِل
آنچہ غرض از ہمہ نشو و نماست — گرمی و نرمیِ دلِ آشناست
صانع ازیں گونہ چو داری ہوس — زندۂ جاوید بمانی و بس
ساقیِ من ساغرِ صہبا کجاست — جام شرابِ دلِ شیدا کجاست
مژدۂ عشقم چو در آمد بگوش — بخش لبالب قدح نوش نوش

در بیان آنکہ تمام عالم ہمچوں کتابے است کہ از حُسن و عشق و لوح و قلم انتخابے است

آدمی از نُطق ز حیواں بہ است — حسن اَدا از ہمہ انساں بہ است
نظم کہ موزوں بود و دلربائے — قامتِ موزوں بود و جانفزائے

نظم دلاویز ز ہاتف بود
برق درخشندہ خاطف بود

شاہ ولایت کہ سخن پرور است
سیف لساں گشتہ زباں آور است

نامہ او دفتر سلطانی است
مظہر قرآن خدا دانی است

نامہ بود نامہ کہ باشد درست
نظم بدیعش بود و طرز چست

نظم کہ سنجیدہ میزان بود
قند تراز وسئے عزیزاں بود

نقش کہ در نامہ غلط برکشند
بہ کہ براں خط ہمہ خط برکشند

نام مصنف کند آں نامہ بد
نام زدِ بد بود آں نامہ رد

گر بود آں راست ونگارندہ چست
پیشِ خساں نیز بود نا درست

حسن بچشم آمدہ گریاں کند
سینہ بآتش شدہ بریاں کند

ہیچ مدانے چو لوا برکشند
تہمتش از خطِ خطا درکشند

گرچہ خطا نیست بخط سجل
من بخاکاریِ خویشم خجل

حاتمے از دہر نشد یارِ من
یوسفے از شہر خریدارِ من

بلکہ نماندہ بجہاں حاتمے
چند سلیماں شدہ بے خاتمے

بو بمن بوئے کریمے رسد
از چمن غیب نسیمے رسد

گر نبود منعم تشریف کس
منعم سرمایہ خداوند بس

حاتمِ من بس درِ زنداں دلاں
قبلہ من خاک درِ مقبلاں

صائح ازیں خاک در افسانہ گو
تو کہ بیاید دلِ دیوانہ بو

تا بچساں یافت مہیناں بہر
از درِ درویش میحائے دہر

ساقیِ من دہ قدحِ پُر زِ مے
تا بخورم بادہ بآوازِ نے

چوں بدہی ساغرِ زرین نگار
مژدۂ دولت رسد از شہریار

ای ز دستِ کفِ دُرپاشِ تو کان چون بنزدست[1] چرخ کژ رو شده از جامِ جلالت سرمست

گرم در پای تو اُفتد چو برآید خورشید تا ازین روی شود قبلهٔ خورشید پرست

شاید ار[2] باره برین قلعهٔ قلعی سانی تا که بر کوههٔ زین چون تو سواری بنشست

پردهٔ زرکشِ چرخی ز سنانت بدرید زهرهٔ زُهرهٔ زَهرا ز خدنگِ تو بخست

با کمانِ تو اگر چرخ نزاعی می کرد تا چه افتاد که چون تیر[3] ز شستِ تو بجست

دست انسان پیشِ تو آورده ام از سر مستی[4] که چو از دست شدم لطفِ توام گیرد دست

ای خطا بخش بلطف و بکرم عذر پذیر

نظر عاطفت از بندهٔ خود باز مگیر

گرچه گویند که گل خسرو ملکِ چمن[5] است لیکن از جود تواش خرده زر در دهن است

کمترین بندهٔ درگاهِ تو شد شاهِ فلک کهترین گوهرِ جامِ[6] تو سهیلِ یمن است

هرکه در مدحِ تو چون شمع کشد تیغِ زبان بکشش گر مثلِ شمع زمرد لگن است

خردهٔ گر ز من از بیخردی صادر شد[7] آن هم از بختِ بد و طالعِ وارون[8] من است

مردمیهای من ار لعل نبودم زان روی که ز سرخابِ زبون[9] آید اگر تهمتن است

من چو بی خویشتن از بزمِ تو بیرون شده ام ار که نالم که فغانم همه از خویشتن است

زین پس[10] از بختِ مرا لطفِ تو بیدار کند

هر عزیزی نتواند که مرا خوار کند

ای شه ملکستان ملکِ جهان زانِ تو باد قصر نه پنجره یک غرفه ز ایوانِ تو باد

شیر این بیشه کش از چشمهٔ مهر آبخورست صید کمتر سگِ صید افگنِ سگبان[11] تو باد

---

[1] ب۔ دریای، [2] ب۔ از قلعه برین، [3] ب۔ سر زدست، [4] د۔ شاه فلک است، [5] ب۔ خادم،
[6] د۔ بگه، [7] د۔ وارون، ب۔ دوران، [8] ب۔ بردن، [9] ب۔ لب،
[10] د۔ دربان ٭

چون بزین درکشی آن توسنِ روئین سم را | صحنِ مضمارِ فلک عرصهٔ میدانِ تو باد
با تو گر[1] زانکه عدو روی بمیدان آرد | سرش افتاده چو گو در خمِ چوگانِ تو باد
دیرگه مشعله داران شبستانِ سپهر | روشن از شعشعهٔ شمعِ شبستانِ تو باد
چون فلک کاسهٔ فیروزه بود بر خوانت | قرصِ زرّینِ فلک ریزهٔ از خوانِ تو باد

جشنِ میمون و دم عید همایون[2] بادت
حکمتِ بوعلی و فهم[3] فلاطون بادت

در مدحِ شیخ جمال الدّین ابو اسحٰق اینجو پادشاهِ شیراز

۵ ب

بلبلان را نکهتی از گلستان آورده اند | بیدلان را مژدهٔ از دلستان آورده اند[4]
کشتگانِ[5] تیغِ هجران را امان بخشیده اند | تشنگان را بر لبِ آبِ روان آورده اند
مهدِ[6] شاهان را بشادروان سلطان برده اند | حکمِ درویشان زپای تخت خان آورده اند
نغمه سازِ مجلسِ گلشن که بلبل نامِ اوست | باز پیغامش بطرفِ بوستان آورده اند
جامِ مخموران زجامِ روح بخش افزوده اند | نزلِ میخواران ز آبِ ناردان آورده اند
پیشِ وامق بین که از عذرا[7] حکایت کرده اند | نزدِ مفلس بین که گنجِ شایگان آورده اند
ذرّه را با مهر عقدِ مهربانی بسته اند | اهلِ دل را بوی یارِ مهربان آورده اند

آفتابِ راوقی را در هلال افگنده اند
وآتشِ سیّال در آبِ زلال افگنده اند

---

[1] و. اگر، [2] ب. مبارک، [3] ا. دیهم، [4] نسخهٔ ا این ترکیب بند ندارد،
[5] اصل کشتگان را تیغ هجران امان بخشیده اند (کذا)، [6] اصل. مهدی سیان،
[7] اصل. عذر،

تیهو را امان از چنگ شاهین داده اند — نامهٔ ویس پری پیکر برامین داده اند

باغ ما از شهپر طاوس آذین بسته اند — کاخ را چون منظر کاوس تزئین داده اند

خاک را خاصیت آب روان بخشیده اند — سبزه را انفاس جان بخش ریاحین داده اند

بندگان را خلعتی از سوی شاه آورده اند — خسروان را شربتی از شهد شیرین داده اند

این جماعت بین که اورنگ پریشان حال را — ره بخلوتگاه گل چهر خور آئین داده اند

شاخ عریان را قبای فستقی پوشیده اند — مرغ خوش خوان را نوا از برگ نسرین داده اند

شد مشام جان مجنون مشکبو از باد صبح — در شکنج طرهٔ لیلی مگر چین داده اند ۵۱ و

خیر مقدم ای بشیر عاشقان احوال چیست
حال آن شمشاد نسرین بوی مشکین خال چیست

پیر کنعان بین که دیگر ماه کنعان بازیافت — خضر در ظلمت نشان آب حیوان بازیافت

کان گوهر را خرد در گوهر جان باز دید — جان عالم را روان در عالم جان بازیافت

بلبل بستان سرای خلد یعنی بو البشر — نکهت جان پرور گل را ز رضوان بازیافت

عندلیب خوش نفس گر زانکه دم دربسته بود — شد هزار آوا چو انفاس گلستان بازیافت

ذرهٔ سرگشته کو هست از هواداران مهر — (راوج) طالع بین که خورشید درخشان بازیافت

گرچه طبع هفت گردون را بچوگان می ربود — این زمان گوی تواند زد که میدان بازیافت

دل کنون از غم فرج یابد که شادی رخ نمود — سر کنون گردن برافرازد که سامان بازیافت

صادقان را صبح بخت از مطلع شادی دمید
بنده را از بند غم هنگام آزادی رسید

گل رخان از لب شراب ارغوانی می دهند — روح را با جام می پیوند (جانی) می دهند

---

۱ اصل - چنگ، ۲ اصل - فریس پری جنگر زکفتا، ۳ اصل - رنگ، ۴ اصل - گل چهره رنگ، ۵ اصل - رخ،
۶ اصل - گردن،

این کرامت ها که هردم ساکنانِ خاک را ‌‌‌‌‌‌ ‌ رفعتِ آتش[1] رخانِ آسانی می دهند

باز مرغِ جان شکارِ دل شکن یعنی فراق ‌ ‌ همچو سیمرغش نشان از بی نشانی می دهند

طائرِ جان را که دارد آشیان در باغِ قدس ‌ ‌ هر نفس بُو از ریاضِ لامکانی می دهند

دوستان هردم[2] بر غمِ دشمنان در بوستان ‌ ‌ می پرستان را شرابِ ارغوانی می دهند

بزم را نسبت با یوانِ سکندر می کنند[3] ‌ ‌ جامِ مے را ذوقِ آبِ زندگانی می دهند

از وصولِ[4] موکبِ سلطان نشان[5] انس و جان ‌ ‌ منهیانِ عالمِ جان مژدگانی می دهند

سایهٔ یزدان جمال الدین شهِ گیتی پناه

۵۲ ب

خسروِ اعظم ابواسحٰق بن محمود[6] شاه

آنکه از کان هر زرو گوهر که سر بر می کند ‌ ‌ پیشِ دستِ کان نثارش خاک بر سر میکند

جودِ او گر بحرِ اخضر را نپوشد هر نفس ‌ ‌ جامهٔ سیابیِ[7] موجش که در بر می کند

چون صبا از مجمرِ اخلاقِ او دم می زند ‌ ‌ دامنِ این پردهٔ کحلی معطر می کند

پیشِ دستش ابرِ دریا بار بنگر کز حیا ‌ ‌ آب چشمش را فلک نسبت بگوهر می کند

شعلهٔ از آتشِ طبعِ جهان افروزِ اوست ‌ ‌ آنکه نامش پیر[8] گردون شاه اختر میکند

رشحهٔ از قلزمِ دریای احسان موجِ اوست ‌ ‌ آنکه اسمش ابرِ نیسان بحرِ اخضر می کند

هفت چرخ از عرصهٔ قدرش غباری بیش نیست

هشت خلد از مجمرِ خلقش بخاری[9] بیش نیست

ای خور از خاکِ درت زرینه افسر ساخته ‌ ‌ وی محیطِ چرخ بحری از کفت بر ساخته

منشیانت[10] هر جواهر کز انامل ریخته ‌ ‌ تیر از آن طرفِ کمربند[11] دو پیکر ساخته

---

[1] اصل ـ معانی ، [2] اصل ـ مردم ، [3] اصل ـ کنند ، [4] اصل ـ اصول ، [5] اصل ـ نشانی ، [6] اصل ـ مسعود ، [7] اصل ـ سیای ، [8] اصل ـ ده باد ، [9] اصل ـ پر ، [10] اصل بجای ، [11] اصل ـ مشیانت ،
[12] اصل ـ کربندت ۰

در فضای صحن ایوان تو معماران صبح — گنبد پیروزهٔ نه طاق ششدر ساخته
ماه کو نقال دار الملک چرخ چنبریست — هر سحرگه نعل شبرنگ تو از زر ساخته
رود سازِ مجلس سیاره هنگام صبوح — نوبت جاهِ تو بر آهنگ مزمر ساخته
آنکه خوانند آفتابش میخ نعل خنگ تست — اختر آتش بچهٔ خرگاه اخضر ساخته
از عقود گوهر نظم بگاو مدح تو — نو عروسان ریاض خلد زیور ساخته

روضهٔ اقبال را بی احتشامت حور نیست
دیدهٔ آمال را بی اهتمامت نور نیست

۵۳

اطلس گلبرهٔ چرخت دامن خرگاه باد — چنبر سیمین ماهت چتر و تخت وگاه باد
تا شه انجم بر آرد سر ز جیب آسمان — دست احداث زمان از دامنت کوتاه باد
روح قدسی کو هزار آوای باغ کبریاست — همچو او بر شاخسار رفعتت پنجاه باد
هر قضا کان در حجاب غیب ماند مختفی — رای ملک آرایت از اسرار آن آگاه باد
از پی رفعت چو مجلس خانه آراید سپهر — آفتابش ساغر گلگون و ساقی ماه باد
گر نه دشمن با تو از صدق عقیدت دم زند — همچو صبح از آتش دل همدم او آه باد
هر کجا (تیر) فلک سیرت عنان افشان شود — فتح و نصرت همرکاب و دولتت همراه باد

شیر گردون صید تیر آسمان گیر تو باد
شاه انجم بندهٔ حکم جهان گیر تو باد

---

۱ اصل- مه ، ۲ اصل- ده ساز مجلسی ، ۳ اصل- ترا ، ۴ اصل- خنکتست ، ۵ اصل- قصه ، ۶ اصل- بی ، ۷ اصل- آفتاب ، ۸ اصل- تیر ◆

در مدح وزیر تاج الدین عراقی

۲۳ و

مژدهٔ مقدمِ مخدومِ جهان آوردند — خبرِ داورِ دورانِ زمان آوردند

توسنِ[1] طبع مرا در جولان افگندند — طائرِ روحِ مرا در طیران آوردند

عطرم از طبلهٔ سنبلِ حوزا[2] سودند — تحفهٔ جانِ من از عالمِ جان آوردند

ذره را شعشعهٔ چشمهٔ[3] خور بخشیدند — بنده را خلعتی از حضرتِ خان آوردند

کشتگان[4] را ز روان باز بشارت دادند — تشنگان را بلبِ آبِ روان آوردند

ای حریفان بچمن برگِ صبوحی سازید[5]

خاک در چشمِ جهان بینِ سپهر اندازید[6]

۲۳ ب

گره عنبری از طرهٔ شب بگشائید — طلعتِ مشتری از اوجِ شرف[7] بنمائید

درعِ سیمین مه از دوشِ افق باز کنید — تیغِ زرینِ خور از چنگِ[8] فلک بربائید

همچو صبح از[9] نفسِ صدق زنید از سرِ مهر — زنگِ شب زین فلکِ آئینه گون بزدائید

زهره چون چنگ برین پردهٔ عودی سازد — برفروزید چو مه چهره و در چرخ آئید

آخر ای پرده سرایانِ سراپردهٔ انس — هم ازین پرده درین پرده سرا بسرائید[10]

کین چه صبحست که از مطلعِ شادی بدمید

وین چه بادست که از گلشنِ دولت بوزید

چرخ را[11] مشعلهٔ صبحِ درخشان دادند — رونقِ طرفِ گلستان بشبستان دادند

---

۱ ب. عروس، ۲ ب. حوزا، ۳ ب. نورِ خور، ۴ ب. کشتگان راه روان، ۵ ب. سازند،
۶ ب. اندازید، ۷ د. فلک، ۸ ب چنگ، ۹ ب. از، ۱۰ د. هم ازین پرده درین پرده سر آئید،
۱۱ ب. ز

کاخ را مرتبهٔ قصر فلک بخشیدند — بزم را منزلت روضهٔ رضوان دادند

تشنگان را قدحی[1] زآب زلال آوردند — طوطیان را شکری از شکرستان دادند

بازیان[2] صفت مجلس سامی کردند — بغریدون خبر از سام نریمان دادند

مژدگانی بده ای دل که تن خاکی را — جان فزودند[3] و بجان مژدهٔ جانان دادند

بگدا خلعتی از حضرت شاه آوردند

بسها پرتوی از غرهٔ ماه آوردند

باز بر ابلق گردون زکمر زین بستند — باز بر پرچم[4] شب طاسک پروین[5] بستند

زاغ شب باز بپرواز در آمد چو بشرق — بال این طغرل آتش پر زرین بستند

شاهدان بالب شیرین چو شکر خای شدند — خسروان دل همه[6] در شکر شیرین بستند

شب نشینان سحر خیز سراپردهٔ چرخ — نقره[7] بر قبهٔ قصر گهر آئین بستند

کز پی تهنیت مقدم مخدوم[8] امروز — هفت اقلیم فلک را همه آئین[9] بستند

۱۳۴ و

تاج دنیا و دول صاحب اعظم که سپهر

گردن عجز[10] نهد بر در او از سر مهر

آنکه سلطان فلک خاک نشین در اوست — قاضی چرخ ثنا خوان و قضا چاکر اوست

تیر بر صفحهٔ ایام نویسد نامش — زانکه این هفت طبق[11] یک ورق از دفتر اوست

خصم[12] اگر شمع صفت کرد زبان پیشش تیز — لاجرم شهر[13] دلش بین که قفای سر اوست

بحر و بر یکسر مو قدر ندارد بر او — دل[14] این ازانست که چون بحر دلی در بر اوست

---

[1] ب ـ قدح، [2] ب ـ ندیمان، [3] ب ـ فرودند، [4] ب ـ رقم (کذا)، [5] ب ـ برجشم (کذا)، [6] ب ـ پرودین، [7] و ـ همه دل، [8] ذ ـ نقره در، [9] ب ـ دستور، [10] ب ـ آدین ـ آذین؛ [11] ب ـ عمر ـ گردن عجز بهر در او نهد از سر مهر (کذا)، [12] ب ـ هفت ورق یک طبق از دفتر اوست، [13] شمع گر شمع صفت کرد زبان پیشش تیز، [14] و ـ تردلش بین که قفای سر اوست (کذا) ب ـ سر ـ صرف نظر از هردو تصحیح شد، [15] ب ـ دلی

اینکه[1] گویند عرض هست بجوهر قایم   غرض از نظرت جوهر عرض وجوهر اوست

شاه سیاره در اُفتد ز شرف در پایش

و آب جیحون برود از دلِ چون دریایش[2]

ای ز ایوانِ زحل تا بسرا پردهٔ ماه   یزکِ لشکرِ اقبال ترا لشکرگاه

چشمِ آن صبح که از مهرِ تو دم زد روشن   روی آن چرخ که بی[3] رای تو گردید سیاه

نه سرا پرده بر ایوانِ جلالِ[4] تو دلیل   هفت[5] سیاره ز[6] آثارِ کمالِ تو گواه

بدرفشید[7] ز سهمِ تو و بر خاک افتاد   چون بر آمد شه این طارم فیروزه نگاه

ماه از آن روی که فراشِ سراپردهٔ تست   می نهد بر فلک از بهرِ جلالت[8] بگاه

گوی خورشید بچوگان سعادت بربای

کمرِ کوه ببازوی شجاعت بگشای

کاف و نون صفرهٔ از دفترِ ایوانِ تو باد   قاف تا قاف جهان جزوی از احسانِ تو باد

شمع این طارم نُه پنجرهٔ زنگاری   عکسی از شعشعهٔ شمع شبستانِ تو باد

اطلسِ زرکشِ پیروزهٔ گُلریزِ فلک   کمترین شقهٔ از پردهٔ ایوانِ تو باد

شهسواری که بود عرصهٔ چرخش میدان   خاکِ پای سگِ صید افگن دربانِ تو باد

هفت جلدِ[9] فلک و منشیِ دیوانِ سپهر   نسخهٔ دفتر و دفترکش[10] دیوانِ تو باد

باد دورانِ تو غایت بری از عین کمال[11]

کز شرف صدر تو شد مطلع خورشیدِ جلال

۴۴ب

---

۱ ا- آنکه، ۲ ب- دیباش، ۳ ب- که چرخ از تو به پیچد سیاه- (کذا)، ۴ ب- حلال، ۵ ا- هست، ۶ ب- ز، ۷ ا- بدرخشید، ۸ ب- جلادت، ۹ ب- خلد، ۱۰ ب- دفتر دفترکش-... الخ

۱۱ نسخهٔ ب این شعر ندارد ٭

ایضاً

۸۴ و

آنکه زلفت شب قدراست ولب تو ما عید ... عیدها بی تو بعید است و توئی ما را عید

کوثر است ار شکر از چشمهٔ حیوان یالب[1] ... عارضت ار قمر از لالهٔ نعمان یا عید[2]

شکری از لب شکر شکنت می خواهم ... زانکه خواهند ز ارباب کرم حلوا عید

غم ابروی تو پیوسته بلائیست ولیک ... روی زیبائی[3] دل افروز جهان آرا عید

گرچه در مذهب هر طائفه عیدی دگرست ... نیست در مذهب وامق بجز[4] از عذرا عید

عید گفتی که من از رخ بگشایم پرده ... روی بنمای که من صبر ندارم تا عید

گر ترا خاطر باغ و سر صحرا باشد ... روضهٔ خلد بود باغ و سر صحرا عید

خط عنبر شکنت شرح مصابیح[5] من است

سجدهٔ قامت تو عین تراویح[6] من است

چون خورم خون جگر هر[7] نفسی در روزه ... نتوان داشت امید از من مخمور روزه

قدح دیده پر از خون جگر چند کنم ... زانکه باطل شود از بادهٔ احمر[8] روزه

ابروت ماه من و عید من سوخته دل ... چون[9] هلالی شده از مهر رخت در روزه

روزی هیچکس این روز مبادا که منم ... همچو موی شده بی روی تو بر سر روزه[10]

ماه روزاست و تو با خسته دلان در تزویر[11] ... چند باطل کنی آخر بزور روزه

عید[12] در مذهب صاحب نظران آن روز است ... که کشاید[13] بدان لعل چو شکر روزه

هرکرا[14] فرض کنی روزهٔ ادمی روز است ... روزهٔ من زلب لعل لبت هر روزه[15]

---

[1] اصل - کوشاست از شکرا رچشمه حیوان بالب (کذا)، نسخهٔ ۱ این ترکیب بند ندارد، [2] اصل - عارصت از قمر از لالهٔ نعمان یاعید، [3] اصل - زیبای، [4] اصل - بجز، [5] اسل مصابح، [6] اصل - تراواح، [7] اصل - سر، [8] اصل جمرا (کذا)، [9] اصل - جو هلالی، [10] اصل - هجو موسی شده بی رویت برسر روزه (کذا)، [11] اصل - تذدیر، [12] اصل - این دو مصرعه بجای یکدیگر نوشته شده است، [13] اصل - کشاید، [14] اصل - پنی، [15] اصل - روزه من لب لعل لبت هر روده (کذا) +

زآتش عشق توام شعله زند چون قندیل
زانکه سوزد همه شب از دلِ پرخون قندیل

۳۸۴
درشبِ زلفِ تو دارد دلِ من کارِ نماز — خرم آن دل که گزارد بشبِ تار نماز
در حریم حرمِ کعبهٔ کوی تو بود — شب نشینانِ هوا را همه شب کارِ نماز
پیشِ رخسارِ تو سلطانِ سراپردهٔ چرخ — می کند در پیشِ[1] این پردهٔ زنگار نماز
با خرد رو بسراپردهٔ عشق آوردن — همچنانست که در کعبه بزنّار نماز
پیشِ دیوار اگر سجده کنم نهی مکن — زانکه مشروع بود روی بدیوار نماز
قصهٔ من که رساند به سپهرِ ایوانی — که برد پیشِ درش گنبدِ[2] دوار نماز

تاجِ دین آنکه بود خاکِ درش کحلِ مسیح
ذکرِ او هست مقیمانِ فلک را تسبیح

ای گرفته زر و سیم از صدقت کان صدقه — از گدایانِ درت خواسته سلطان صدقه
توئی آن خضر که خاصیتِ جان بخشیدن — گیرد از خاکِ درت چشمهٔ حیوان صدقه
فلک از خانِ[3] تو هر روز ستاند یک قرص — کیست فاضلتر ازان کس که دهد نان صدقه
گیرد از شعشعهٔ رای تو سلطانِ فلک — روشنی همچو مه از مهرِ درخشان صدقه
خاتمِ ملک بدشمن چه سپاری کاصف[4] — بشیاطین ندهد ملکِ سلیمان صدقه
سایهٔ بر سرِ سلطانِ فلک مے انداز[5] — که بدرویش فرستند[6] کریمان صدقه
در قضایا[7] مکن از شاه سپهر استمداد — زانکه شاهان نستانند ز دربان صدقه

چرخ را سیم و زر بنده طلبگارِ[8] زکوة
خیزد از گردنِ گردون بفگن بارِ زکوة

---

[1] اصل۔ بس، [2] اصل۔ کبند، [3] اصل۔ جان، [4] اصل۔ کاسف، [5] اصل۔ اندازد، [6] اصل۔ فرستد، [7] اصل۔ قضاپا (کذا)، [8] اصل۔ طلبکار ٭

ای ز جان خوانده جهان بهر تو همواره دعا — بر درت وردِ جهانی شده یکباره دعا
خسروِ طارمِ فیروزه که شمس[1] لقبست — کرده بر جانِ[2] تو چون سائرِ سیاره دعا
چون چراغِ[3] فلک از رای تو می افروزد — می کند انجم و چرخت[4] بشب تا ره دعا
گر کند موکبِ میمونِ تو بر خاره گذر — با وجود دلِ سنگین کنند خاره[5] دعا — ۱۸۵ ل
چون بود چارهٔ کارِ منِ بیچاره ز تو — از[6] تو احسان بود و از[7] من بیچاره دعا
من تنها نه که از جان و دلت می گویند — پیرِ قدخم[8] شده با کودکِ گهواره دعا
گرچه ابرام روا نیست ازین تصدیعات[9] — هست مقصود منِ خستهٔ غمخواره دعا

باد هر شام ترا صبحی و هر روز شبی[10]
هر زمان عیدی و هر روز[11] تو نوروزی

در مدح صاحب اعظم جمال الدین

پسته[12] شکری ست آنچه تو داری نه دهن — شکرِ عسکری است آنچه تو باز[13] می سخن — صفحه ۱۸۱ ل
هر که او دل برخِ ماه رخی خواهد[14] داد — باری آن روی دل افروز که در جهیست حسن
ای سرِ زلفِ ترا مرغِ دلم دست آموز — وآتشِ مهرِ رخت در جگرم دود فگن
بندهٔ پرتوِ روی چو مهت بدرِ منیر — هندوی زنگیِ خالِ سیهت مشکِ ختن

---

[1] اصل. بشمس، [2] اصل. حان، [3] اصل. مراغ، [4] اصل. جرخت، [5] اصل. جاره، [6] اصل. بر، [7] اصل. قدخم، [8] اصل. قدخم، [9] اصل. تصیدقات، [10] اصل. شهی، [11] اصل. مردو نرد تو نوروزی. (کذا)، [11] ب. بسته، [12] ب. گوئی. و شکر عسکری منسوب به عسکر که شهریست در خوزستان، [13] ب. میدادست، [14] ب. چه ٭

دست بر سر زده و پای فرو رفته بگل — بر لب جوی ز رشک قد تو سرو چمن
پیش ازین ابر سیه بر مه شب پوش مپوش — بعد ازین خیل حبش بر سپه[1] روم مزن
پرده بردار که در تاب شود[2] شمع فلک — پسته بگشای که تا آب شود دُرِّ عدن

باد چشم بد ازان روی چو گلنار تو دور
دود دل سوختگان ز آتش رخسار تو دور

چون ربودی ز من خسته بعیاری دل — نبود عیب اگر[3]م زانکه نگه داری دل
می فزاید لب لعلت بشکر بار[4]ی جان — می رباید سر زلفت بسیه کاری دل
گرچه آزار تو راحت بود اما بی جرم — من دل سوخته را تا بچی آزاری دل
۱۴۳ ب
دلم از دست ربودی و فگندی در پای — ای عزیزان که شنیدست بدین خواری دل
بخیال سر زلف سیه و چشم خوشت — می کنم خوش به پریشانی و بیماری[5] دل
ای بسا کز غم هجران تو هر شب تا روز — خون کنم خلق جهان را بجگر خواری دل
بی دلی را چو[6] دل از دست ربودی نشد[7] — چه تفاوت کند ار[8] زانکه بدست آری دل

جادوی مست تو افسون گر بیمارانست
طرهٔ پست تو در حلقهٔ طرارانست

ای ز خورشید رخت گرمی بازار جمال — خال عنبر شکنت نقطهٔ پرکار جمال
جادویت معتکف گوشهٔ محراب[9] و مدام — مست[10] و در خواب شده بر سر بازار جمال
بی قدت کار من خسته نمی آید راست — راستی را ز تو بالاست کنون کار جمال
پیش رویت سخن مهر نمی شاید گفت — کافتابست کنون بر سر دیوار[11] جمال

---

[1] ب ـ از سپه ، [2] ب ـ رود ، [3] ب گرم زانکه بیازاری دل (کذا) ، [4] ب ـ بازی ، [5] ب می کنم خلق جهان را بجگر خواری دل . (کذا) ، [6] ر چوست دل . الخ (کذا) ، [7] ب از ، [8] ب ـ محراب مدام ، [9] ب ـ مست درخواب ، [10] ب بازار ،

مشک چون بر گلِ رخسار تو می افشانند — می کشودند سر طبلهٔ عطارِ جمال

مردمِ چشم مرا می نشود از مهرِ رخت — دیده هر لحظه پُر از پرتو انوارِ جمال

تا[1] هوادارِ جمال[2] دول و دین نشوی — نشوی بارِ دگر نکهتِ گلزار[3]ِ جمال

خاتمِ دستِ قضا منشئ دیوانِ قدر
خواجهٔ شاه نشان آصف جمشید حشر

آن کریمی که گذشتست ز حاتم کرمش — آن بزرگی که فزونست ز انجم حشمش[4]

حلقهٔ گوشِ فلک نعلِ سمِ شب رنگش — علمِ دوشِ ملک نقش طرازِ علمش[5]

ره نشین سرکو چرخ زمرّد سلبش — خاکروب در خرگه شهِ نیلی خیمش[6]

هشتمین روضه فنای ز دربار گهش — هفتمین پنجره بابی ز حریم حرمش

ساکنِ زاویهٔ چرخ[7] که قطبش لقب است — بارها کرده تیمم[8] بغبار قدمش ۱۴۲ ا

کرگس و شیر فلک صیدِ خدنگِ سخطش — ماهی و گاو زمین غرقهٔ بحرِ کرمش[9]

چرخِ سرکش نکشد سر ز[10] خطش زانکه کنون — راست آمد چو قلم کار جهان از[11] قلمش

ای گل باغ هنر و اختر گردونِ جلال
دُرِ دریای کرم شمعِ شبستانِ کمال[12]

علمِ قدر تو بر عالمِ بالا زده اند — خیمهٔ جاهِ تو بر طارمِ خضرا زده اند

پیشِ[13] خورشید جهان تاب ضمیرت مه را — ای بسا طعنه که بر غرّهٔ غرا زده اند

دل و دست[14] تو بهنگام گهر بخشیدن — خاک در دیدهٔ موج افگن دریا زده اند

---

۱ ب-با، ۲ ب-جمال الحق والدین -د- جمال دول والدین، ۳ ب- بازار، ۴ ب- سپهش، ۵ ب- خاک روب درخرگه نیلی شهِ نیلی خیمش، ۶ نسخهٔ ب این شعر ندارد- د- نیلی حشمش، ۷ در نسخهٔ ب لفظ چرخ حذف شده است، ۸ ب تسیمم (کذا)، ۹ ب- بحرامش (کذا)، ۱۰ ب- به، ۱۱ ب- ار، ۱۲ ب- جمال، ۱۳ ب- سپهر، ۱۴ ب- دست بهنگام (کذا)

ره نشینانِ سر[1] کوی تو از استغنا　　هفت اقلیم فلک را بسرِ پا زده اند
نوعروسانِ سراپردهٔ اقبال ترا　　تاب در سلسلهٔ زلفِ سمن سا زده اند
پیش ایوانِ رفیع تو مقیمانِ سپهر　　سنگ تشویر برین قبهٔ مینا زده اند
عرشیانِ کرسیِ[2] جاهِ تو ز تعظیم جلال　　بر نهم غرفهٔ این قصرِ معلی زده اند

تا فلک را حرکاتست و زمین را آرام
فلکت باد زمین بوس و شهِ چرخ غلام

در مرثیهٔ مقربِ حضرت ایلخانیه ناصر الدین محمد بن برهان

۱۶۰

رنگِ شفق نگر که چو خورشید روشن است　　کز خونِ چشمِ ما فلک آلوده دامن است
بیژن کجاست ورنه[3] چو نیکو نظر کنی　　این خاک توده[4] تیره[5] تر از چاهِ بیژن است
بهمن پدید نیست وگرنه چو بانگِ رعد　　در مغزِ چرخ دمدمهٔ کوسِ بهمن است
گیرم که سبز خنگِ فلک زیرِ رانِ تست　　خود را نگاه دار که آن کره[6] توسن است
دی سور بود و عیش[7] و تماشا و خرمی　　و امروز آه و ناله و زاری و شیون است

قطبِ ملوک[8] ناصرِ دنیا و دین نماند
فرماندهٔ اکابرِ روی زمین نماند

بیچاره ما که بستهٔ این دارشش دریم　　بر بوی مهره خستهٔ این مارِ نه سریم

---

۱ ب- سری کوی توار استغنا (کذا)، ۲ ب- قبه، ۳ ب- زانکه، ۴ ب- بوده،
۵ ب- خیره، ۶ ب- دستش، ۷ ب- ملک،
۹ ب- تا ‌

خیز[1] تا بصدمهٔ صور سحر گهی — گرد از نهاد خاکی و آبی بر آوریم

از هفت پرده بیرق فریاد بر کشیم — بر شش جهت پلاس مصیبت بگستریم

بارانی سحاب که ترشد ز چشم[2] ما — از جیب تا بدامن کهسار بر دریم

رفت آن همای[3] گلشن شاهی و در هوا[4]ش — گو بال[5] و پر کزین قفس خاک به[6] پریم

دردا که آن خلاصهٔ ایام در گذشت

از کام دست شسته بنا کام در گذشت

کاوس رفت و ملکت ایران وداع کرد — طاوس رفت و گلشن بستان وداع کرد

شمعی که نور ملکت[7] و پادشاه بود — ناگه فرو نشست و شبستان وداع کرد

آیا سکندر از طلب آب زندگی — کی باز گشت و چشمهٔ حیوان وداع کرد

یعقوب را چه[8] بود که بی هیچ موجبی — یوسف ز دست داد و عزیزان وداع کرد — ۲۰ب

ایمن بود ز محنت کرمان بزیر خاک — کو مدتی گذشت که کرمان وداع کرد

خورشید زین سپس ز جهان سیر[9] گو برای

بکری چو قطب در پی نعشش بهای[10] های

ای صبح گر ز مهر زنی دم فغان بر آر — وی ابر ارتجا[11] بود از دیده خون[12] ببار

وی تخت بعد ازین زجهان پای باز گیر[13] — وی تاج زین سپس بکسی سر فرو[14] میار

چون شد شه سریر[15] معالی اسیر خاک — گو خاک شو معارج این[16] قصر شاهوار

او رفته از میانه و ما در میان[17] خون — او را ز ما کناره و ما اشک در کنار

---

[1] ب- برخیز، [2] چشمها، [3] ب- هوای، [4] ب- در هوا، [5] ب- کو پال، [6] ب بپریم (کذا)، [7] ب- ملک جهان بادشاه بود، [8] ب- چبود، [9] ب- کوسه رای، [10] ب- بها بهای، [11] ب- صبا، [12] ب- جان ببار، [13] ب- واگیر، [14] ب- وی سرو از تن ـــ کسی سرفرو میار، ۱- دی تاج ازین سپس بکسی سرفرو میار، متن بر نظر از هر دو تصحیح شد، [15] ب- سر معانی بزیر خاک (کذا)، [16] ۱- معارج وای قصر شاهوار، [17] ب- در میانه ❊

زانجا که می رسید همه[1] نغمه های زیر — بر آسمان رسید کنون نالهای زار

بر جای باد قطب اگر شد سپهر[2] پشت

جم سرفراز باد گرش[3] جام شد ز دست

دهر این چه داغ بود که بر جان ما نهاد — چرخ این چه تیر[4] بود که بر قلب ما کشاد

ناگه[5] چه چشم بود که در عیش[6] ما رسید — وآخر چه رخنه بود که در کار ما فتاد

یا رب چه روز بود که شد[7] روز ما سیاه — زین چرخ تیره روز که روزش[8] سیاه باد

آن خاتمی که ملک بدو پایدار بود — از دست جم بخاک در افتاد و شد بباد[9]

طاؤس باغ سلطنت از گلشن فنا — عنقا صفت بقاف بقا آشیان نهاد

دریا برفت و گوهر ازو[10] بر کنار ماند

کسری نماند و هرمز[11] ازو یادگار ماند

خیزید و خاک بر سر انجم پراگنید[12] — خورشید را ز طارم چارم در افگنید[13]

درهم کشید چتر زر اندود آفتاب — وین تخت[14] لاجورد فلک خرد بشکنید[15]

چشم سپیده از سر روشن دلان صبح — گر[16] اشک چون ستاره نبارند بر کنید

چون[17] نوبهار گلشن شاهی[18] بباد شد — آتش درین حدیقهٔ نیلوفری زنید[19]

سلطان چار بالش ملک از سر سریر — در خاک تیره رفت و شما چشم روشنید[20]

درهم درید پردهٔ کحلی دین را

در خون کشید مردمک هر دو[21] دیده را

---

۱ ب. بهر، ۲ این شعر از نسخهٔ ب افتاده است، ۳ و. اگرش، ۴ ب. تیز بود اثر قلب ما کشاد، و. تا که،
۵ ب. برعین، ۶ ب. شب، ۷ ب. روزش، ۸ این شعر از نسخهٔ ب افتاده است، ۹ ب. زود در کنار ماند،
۱۰ ب. نیز، ۱۱ ب. براکند، ۱۲ ب. درافکند، ۱۳ ب. بخت، ۱۴ ب. بشکند، ۱۵ ب. از... برکند، ۱۶ ب. جو
۱۷ ب. شادی، ۱۸ ب. زند، ۱۹ ب. روشند، ۲۰ ب. هجر ٭

مسمطات[۲]

مثمن در نعتِ نبی صلّی اللّه علیه وسلّم

صبحدم چون نوبتِ سلطان اختر می زدند — وآتش اندر خرمنِ زهد مزور می زدند — صفحه ۴ب

حلقهٔ زر بر درِ فیروزه منظر می زدند — وین کلاهِ سایه بان را قبه از زر می زدند

[۱]

. . . .

شب نشینان چونکه دم از مهر خاور می زدند

صبحدم بر می کشید از مهر آهِ آتشین

خطهٔ دیدم برون از شهر بندِ جسم وجان — ساکنانش بی سکون وقائلانش بی زبان

رخت بیرون بردم از معمورهٔ کون ومکان — توسن همت براندم تا به اوجِ لامکان

مجتمع بر حلقهٔ آن جملهٔ کروبیان — وز زبرجد منبری عالی نهاده درمیان

من زجام بیخودی سرمست[۳] وبر بالای آن

واعظی می گفت هر ساعت بآواز حزین

یا جمیع المسلمین صلّو علیٰ خیر الوریٰ — قائدِ الغرِّ الذی فاحت به التیج[۴] الهدیٰ

مصطفیٰ خسرو نشینِ بارگاهِ اصطفیٰ — مطلعِ صبحِ نبوت آفتابِ انبیاء

مفتیِ درسِ الٰهی صوفیِ صفِ صفا — معنیِ گیسوی او واللیل[۵] وعارض والضحیٰ[۶]

---

۱ یک شعر ازین بند افتاده است، ۲ نسخهٔ ل این مثمن ندارد، ۳ اصل. سرمست بر، ۴ اصل. قائد الغر الذی فاحت التیج الهدیٰ (کذا)، ۵ اشاره بسورة اللیل (۹۲)، ۶ اشاره بسورة الضحیٰ (۹۳) ؛

خسرو عرش آشیان کرسی نشین کبریا

مهبطِ ناموسِ اکبر رحمةٌ للعالمین

ای علم بر تخت گاهِ عالم بالا زده | خیمهٔ لولاک زیر خرگهِ مینا زده
در دلِ شب بانگِ سُبحانَ الّذی اَسریٰ زده[1] | بر درِ قصر فاَوحیٰ کوس ما اوحیٰ زده[2]

[3] .... ۵ د

آدم خاکی هنوز از آب و گل دم نا زده

خاک پایت بوده کحلِ قاصِراتُ الطَّرفِ عین[4]

ای بطاق لعمرک[5] بر قدِ قدرِ تو راست | چون تو شمشادی ز باغ قُم فاَنذر بر نخاست[6]
در هوای خاک بوست قامت گردون دوتاست | بی درود تو صومعه در خورد لفظ و بوریاست
ابر اگر سقای درگاهت نگردد بی حیاست | مشک چین کو نکته از مویت نمی گوید خطاست

بر سر دوشِ تو آن مرغولِ جعدِ مشک ساست

یا فراز شاخ سدره شهپرِ روح الامین

ای تو در بستان سرای لی مع اللّه[7] نظر[8] | کرده بر صدر اَلَم نَشرح[9] دلِ پاکت مقر
در شبستانِ ابیت[10] افگنده خوان ما حضر | وز سرِ انگشت تو شق ماه را سیمین سپر
نرگسِ کحولت از بستان مازاغ[11] البصر | در عقیقت درج لا احصی ثناءک[12] پر گهر

سر برآر از مرکز و مستانِ غفلت[13] را نگر

دیده بکشای و گنهکارانِ اُمت را ببین

---

[1] اشاره بسورۂ بنی اسرائیل (۱۷،۱)، [2] اشاره بسورۂ النجم (۵۳-۸) اصل - ما اوحی (کذا)، [3] از متن افتاده است، [4] اشاره بآیۂ کریمه لعمرک انهم فی سکرتهم یعمهون. (سورۂ حجر ۱۵-۷۲)، [5] سورۂ المدثر (۷۴-۲)، [6] اشاره بحدیث شریف لی مع اللّه وقتٌ لا یَسَعُنِی ملکٌ مقرّبٌ ولا بشر، [7] اشاره بسورۃ الانشراح (۹۴)، [8] اشاره بحدیث شریف انی ابیت یُطعمنی ربّی ویَسقینی، [9] اشاره بسورۂ نجم (۵۳-۱۷)، [10] اشاره بحدیث شریف لا احصی ثناءک. یعنی ای خدا وصف ترا احصا نمی توانم کرد، [11] اصل. غفلت نگر.

بود در ہجرت ترا صدیقؓ اکبر یار غار   گشت اسلام از عمرؓ بعد از وفایت آشکار

نورِ قرآن ماند از عثمانؓ عفان استوار   وز علیؓ قانون دین و رسم ملت برقرار

ساعدینِ عرش را سبطین معصومت سوار   ....[1]

باد بر اولاد و اصحاب تو[2] در لیل و نہار

صد ہزاران آفرین از حضرت جان آفرین

یا شفیع المذنبین عذر گناہ ما بخواہ   زانکہ بیرون از تو نبود عاصیان را عذر خواہ

چون محاسن در مفاتح[3] شد سفید و دل سیاہ   می کنم خرگاہ زنگاری کبود از دود آہ

دارم از حسرت دلِ آشفتہ و حال تباہ   وین قد ہمچون الف نون گشتہ از بار گناہ

دست خواجو گیر و بیرون آر ازین تاریک چاہ

تا شود ادرا بشادی عالم علوی قرین

معشر در مدح وزیر تاج الدین عراقی

صفحہ ۲۴ ب

باز طاؤس فلک را بالِ زر[4] بر بستہ اند   زنگہا[5] بر پای زاغانِ سیہ پر بستہ اند

چرخ را مندیلِ[6] اسود بین کہ بر[7] سر بستہ اند   بر عروسان رواقِ چرخ زیور بستہ اند[8]

کلۂ زربفت بر[9] ایوانِ اخضر بستہ اند   طارم پیروزہ را گر زانکہ در در بستہ اند

---

[1] اصل۔ باز داعی شرع را مین مغفورت سوار۔ (کذا)، [2] اصل۔ تو دلیل و نہار (کذا)، [3] اصل۔ مفارج،

[4] ب۔ پر، [5] ب۔ زنگ ہا، [6] ب۔ قندیل۔ و مندیل دستار و دستارچہ کہ بربیان ہند و بمعنی رعال و پارچۂ نادوختہ نیز نوشتہ اند، [7] ب۔ اندر، [8] ب۔ تر،

[9] ب۔ ہیچ میدانی چادر ہا خاور بستہ اند ۔

این همه زرین جلاجل از چه بر در بسته اند　　　　هیچ میدانی چادرهای[1] خاور بسته اند

زان که تا رهٔ[2] بر سپاه شاه خاور بسته اند

هندوان یکباره آوردند بر عالم حشر

رای را بنگر که بر خاقان مظفر کرده اند　　　　زنگیان را بین که ترکستان مسخر کرده اند

مهر و مهر درخشان[3] را مشتشدر کرده اند　　　　واختران منزل برین نه قصر ششدر کرده اند

زاغ مشکین بال شب را عنبرین[4] بر کرده اند　　　　حقهٔ پیروزه را پر دُر و گوهر کرده اند

وین همه دُر در کنار بحر اخضر کرده اند　　　　دیده بانان سپهری دیدها بر کرده اند

ملک را بر خسرو مغرب مقرر کرده اند

زانک شاه خاوری محبوس شد در باختر

بُختیان نیلگون[5] بین کف فشانان از دهن　　　　بیضهٔ کافور بار آورد شاخ کرگدن

زاغ[6] قاقم پوش گشت و باغ زرکش پیرهن　　　　چرخ شد مشکین نقاب و کوه[7] شد سیمین بدن

ابر را بین اشک ریز و[8] برق را بین خنده زن　　　　کرده صراف خزان پُر زر همه صحن چمن

کشته[9] گشت از باد دی ماهی چراغ نسترن　　　　در چمن بر جای بلبل بانگ زاغست و زغن

ساقیا گلگون می بر خیز و در میدان فگن

زانکه آورد و[10] شست بهمن تاختن بر زال زر

من[11] چنین اُفتاده دور از یار و محزون[12] از دیار　　　　در میان بحر خون و موج خونین در کنار

روز و شب بر بستر درد و غم و هجران یار　　　　سر بالین ندامت بر نهاده سوگوار

۴۴ د

---

[1] د - و باهر خاور این شعر از نسخه ب افتاده است ، [2] ب - درافشان ، [3] ب - عنبری ، [4] د - پیلگون ،

[5] ب - زاغ ، [6] ب - کو سیمین بدن ، [7] برق بارق خنده زن ، [8] ب - کشت ،

[9] ب - اورا دست ، [10] ب - بارہ ،

[11] د - مه

نی رفیقی بر یمین[1] و نی شفیقی بر یسار　　روز روشن گشته بر من تیره چون شبهای تار

تن نزار و جان محنت کش بزاری های زار　　دل فگار[2] و دیده همچون کلک صاحب درنثار

کرده از عالم جناب کهف عالم اختیار

زبدة الارکان غوث الملک مختار البشر

صاحب خضر اعتقاد و احمد آدم قدم　　چون کلیم الله بمیقات و چو روح الله بدم[3]

قطب گردون کرامت سرور کوکب حشم[4]　　نقطهٔ پرکار دانش مقتدای محترم

مفخر آفاق و در آفاق ذاتش[5] مغتنم　　عالم احسان و در عالم بدانائی علم

گوهر کان فتوت دُرّ دریای کرم[6]　　مرکز دور زمان عون الوری فخر الامم

قهرمان مملکت فرماندهٔ ملک عجم

خواجه تاج الحق والدین آصف جمشید فر

ای ز رفعت بر سریر[7] سروری صاحبقران　　طالعت را با سعود آسمانی اقتران[8]

طاق ایوان ترا قصر زبرجد آستان　　سقف مرفوع ترا کیوان هندی پاسبان

پایهٔ قدر معلایت بر اوج لامکان[9]　　گوهر ذات مزکایت ز کان کن فکان[10]

منهیان غیب را مصری کلکت ترجمان　　خدمتت[11] را آسمان چون بندگان بسته میان　　۳۴ب

هم بهمت برتر ارباب کامگار و کامران

هم برتبت بر ممالک نامدار و نامور

ترک آتش روی زرین سنجق شمعی[12] قبا　　تا بود بر ملک هفت اقلیم گردون پادشا[13]

---

[1] ب - بمن دلی (کذا)، [2] ب - نگار، [3] ب - برم، [4] ب - جشم (کذا)، [5] و - دانش، ب - زاتش - صرف نظر از هر دو تصحیح شد، [6] ب - سراپای (کذا)، [7] ب - حکم، [8] ب - برسرو برسروری [9] ب - اختران، [9] ا - پایه قدر معالیت را بر اوج لامکان، [10] با مرکن فکان، [11] ب - خدمت، [12] ب - شمع - و سنجق و سنجوق بمعنی کمربند و علم و دامن قبا - پرچم علم و ساختگی آن علم ۔

بادسلطانِ جهان بر درگهِ امرت گدا — بر فلک حکمت روان و در جهان کامت روا
پیشِ رایت جرمِ خور چون پیشِ خورجرم سها — هرچه از مشکِ ختن گویند با خلقت خطا
وآنچه از درک خرد گویند باذهنت هبا — ور داختر روز و شب بر خاک درگاهت دعا

بندهٔ از بندگانِ آستینٔ بوست قضا
چاکری از چاکران آستان روبت قدر

مخمس در مدح نظام الدّین کیقباد الهروی

صفحه ۲۹ ر

برآمد آن مهِ خورشید منظر از خرگاه — کشوده بندِ بغلطاق وکژ نهاده کلاه
بمژده گفت که امروز بر کرانهٔ راه — مرا مبشر اقبال بامداد پگاه
نوید عاطفت آورد از آستانهٔ شاه

۲۹ ب

نمود چهره و پنداشتم که صبح دمست — گرفت ساغر و شد روشنم که جام جمست
شراب داد بدین بنده کاصغر الخدمست — چه گفت گفت که رویت بکعبهٔ کرمست
نیاز عرضه کن و حاجتی که هست بخواه

بساط مجلس او جوی و باغ خلد مجوی — بیک اشارت او ترک هر دو کون بگوی
بجنب خاک درش دست از آب خضر بشوی — وزآستانهٔ او برمگیر ازین پس روی
که نیست دولت و دین را جزین حوالتگاه

---

۱ ب۔ حرم، ۲ ب۔ حلقت، ۳ ا۔ صبا، ۴ ب۔ آستان، ۵ ب۔ رویت، ۶ ب۔ کناره، ۷ ب۔ حرم،
۸ ب۔ بساط او را جوی و جوی خضر مجوی،
۹ ب۔ خرد کوش،

وجود اورا گوهر شناس و کون عرض کز آفرینش عالم جز و نبود غرض[۱]
چو قهر و مرحمتش عین صحت ست و مرض[۲] رضای خاطرش[۳] از کائنات گیر عوض
جناب اورا از حادثات ساز پناه

شهی که پیر سپهر است خاکبوس درش قبای اطلس چرخ ست ترکی از کلهش
شه فلک بود ابلق سواری از سپهش خدایگانی کاندر فضائی[۴] بارگهش
عدیل قبهٔ چرخست قبهٔ خرگاه

نظام دولت و دین کیقباد کسری فر مه سپهر معالی[۵] سپهر فضل و هنر
شهنشهی که نهد کوه تیغ اورا سر به[۶] پیش موکبش از فتح و نصرت ست حشر
بگرد رایتش از یمن و دولت ست سپاه

چو ماه رایت او بر فلک تجلی کرد زمانه نسبت رایش بدست موسی کرد
ز کامگاری قدرش بهر چه دعوی کرد خدنگ[۷] چار پرش قصد چرخ اعلی کرد
فلک مقر شد و حاجت نیامدش بگواه

تهمتنی که بود بزم رزم و رزمش[۸] بزم بحرف قاطع تیغست عین عامل جزم ۲۴۰
هر آنگهی که نماید بسوی میدان رزم به بینش خنجر بجاده ننگ او در رزم[۹]
بود ز بی خطری کوه را مشابت[۱۰] کاه

زهی شکوه تو در چشم[۱۱] اختران زده خاک مهابت تو گریبان آسمان زده چاک[۱۲]
زمانه تیغ ترا خوانده آب آتشناک رسیده خاک جنابت ز قدر بر افلاک

---

۱ ب- عرض، ۲ ب صحت است عین مرض، ۳ و- خاطر ز کائنات گیر عوض، ب- رضای اورا ارکاینات گیر عرض؛ صرف نظر از هردو تصحیح شد، ۴ ب- قضای، ۵ ب- معانی، ۶ ب- نه پیش، ۷ ب عقاب، و چار پر نوعی از تیر که چار پر دارد، ۸ ب- زرهش، ۹ ب- مشابت (کذا)، ۱۰ ب- جشم، ۱۱ و- بزم، ۱۲ ب- خاک،

فتاده نام بزرگت ز عدل در افواه

با بر تیغ دوتا کن قد هلالی خصم چو روشنت ترا حال سست حالی خصم
نهال رمح تو در خون کشد نهالی خصم مثال قهر تو و مکر بدسگالی خصم
حدیث حملهٔ شیرست و حیلهٔ روباه

چو غنچه نفحهٔ خلق تو از صبا بشنید چو صبح بردم گلبوی بوستان خندید
سپهر سر زده از چنبر تو سر نکشید تو ئی که سر بسر آثار تاجداری دید
هران زمان که خرد در جبینت کرد نگاه

ز چشم زخم سپهرت مباد نقصانی که جز سپهر نزیبد ترا ثناخوانی
چو در جهان چو تو پیدا نشد جهانبانی بقای عمر تو در ملک باد چندانی
که حصر آن نکند دور سال و مدت ماه

مسدس در مدح شیخ ابو اسحق ابراهیم بن شهریار قدس سره گازرونی

صفحہ ۴۶ب

دوش بردم بر اوج همت بصدر کبریا برق استغنا زدم در خرمن کبر و ریا
بر فراز سدره دیدم عالی بی منتها بر کشیده بلبلان گلشن قدسی نوا
کای بمعنی کرده حق در ملک وحدت پادشا
مرشد الدین قدوة الاقطاب بو اسحق را

بالانبار سنۃ خمس واربعین واربعمائۃ ؛

(۱۵۹۵) مفید الدین ابوعبداللہ محمّد بن محمد بن الحسین المعروف بابن الخراسانی الناسخ ،

ذکرہ محمد بن سعید بن الدبیثی فی تاریخہ وقال ، کان من اھل باب المراتب ، سمع ابا منصور عبداللہ بن محمد بن حمدیہ والاعزّ بن علیّ بن الظھیری ، وکان مولدہ سنۃ ست وعشرین وخمس مائۃ و توفی یوم الاربعاء خامس شھر رجب من سنۃ ست وستمائۃ ودفن بباب حرب ؛

(۱۵۹۶) المفید ابوبکر محمّد بن ابی حامد محمد بن ابی مسعود عبدالجلیل ـ یعرف بابن کوتاہ الاصبھانی المحدث ؛

ذکرہ صاحب تاریخ اصبھان وقال ، من ابناء المشائخ والمحدثین ، سمع اباعبداللہ الحسن بن العباس الرستمی وسمع جدّہ وتوفی ببلدۃ نائین فی شھر رمضان سنۃ احدے عشرۃ وست مائۃ ؛

(۱۵۹۷) المفید ابوبکر محمّد بن محمد بن النعمان الحارثی الفقیہ الاصولی ؛

یروی عن والدہ ولہ تصانیف منھا کتاب نھج البیان فی حقیقۃ الایمان

لہ ھو الحافظ عبدالجلیل بن محمد بن عبدالواحد الاصبھانی المعروف بکرتاہ الحافظ توفی سنۃ ۵۵۳ھ ؛ الشذرات (۴: ۱۶۳) لہ قال یاقوت : بعد الالف ھمزۃ فی صورۃ الیاء ثم یاء خالصۃ وزن قریۃ من قری اصبھان ؛ معجم البلدان (۴ : ۴۳۳) ؛

لہ ھو من علماء الشیعۃ المعروفین توفی سنۃ ۴۱۳ھ انظر المصادر عنہ فی زیادات کتاب الکاف (ص ۳) ؛

رواه عبد اللہ بن جعفر بن محمد بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن احمد بن العباس الدوریتی عن جدہ ابی جعفر محمد بن موسیٰ عن جدہ ابی عبد اللہ عن المصنف، ومن تصنیف المفید کتاب الرسالۃ المقنعۃ فی شرائع الاسلام ووجوہ القضایا والاحکام، وکتاب شرح المتعۃ وکتاب الاشراف فی عامۃ فرائض الاسلام علی مذہب آل رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وکتاب مختصر احکام النساء فی شرائع الدین؛

(۱۵۹۸) **مفید الدین** ابو الفتح نصر اللہ بن ابراهیم بن عبد الجبار الطوسی الکاتب؛

من کلامہ: وان یختار للخدمۃ من احمدت مقامہ فی ما یوکل الیہ بلاءً وارتضیت مع التجربۃ اختبارہ وابتلاءہ وتحققت اضطلاعہ وغناءہ، وسبرت من ثقتہ وامانتہ ما یوجب تقریبہ وادناءہ لیکون ما یتولاہ علی سنن الاستقامۃ جاریا ومن ملابس الخلل والریب عاریا؛

(۱۵۹۹) **مفید الدین** ابو الکرم نصر اللہ بن محمد بن مخلد الازدی الواسطی البزاز المحدث؛

ذکرہ الحافظ ابو طاہر احمد بن محمد السلفی وقال: حدثنا بواسط عن والدہ؛

(۱۶۰۰) **مفید الدین** ابو القاسم هبۃ اللہ بن بدر المعروف بابن الصیاد المصری الخطیب؛

ذکرہ العماد الکاتب فی قسم اہل مصر من کتاب خریدۃ القصر وقال کان من شعراء الصالح بن رزیک، وکان القاضی الجلیس کبیر الانف فهجاہ

لہ م: فہرست دوزی ص ۲۷۵؛

بقوله :- ....[1]

وله اشعار كثيرة منها :-

لله انت على اقبّ مطهّم نهدٍ بجوزاء السماء مشنّف

اضرمت فى اكبادهم من بعده بالنصل نارٍ تأسّفٍ وتلهّف

(۱۶۰۱) **المفيد** ابو زكريا **يحيى** بن اسمعيل بن اسحق الدرزيجانى المؤدّب ؛

كان من المتأدبين العارفين ......[2]

(۱۶۰۲) **المفيد** ابو يوسف **يعقوب** بن عبد الملك بن ابى الحسن ابن على الاسدىّ السنجاريّ الحافظ الواعظ ،

كان من محاسن الزمان واعظًا حافظًا شاعرًا ناثرًا له مجالس فى الوعظ وكان مفتوق اللسان طيّب الحنجرة بتلاوة القرآن وقتل شهيدًا بقرية بارموني[3] فى ذى الحجّة سنة احدى وثلثين وستمائة على يد التتار ومن شعره :-

ظعن الحبيب وشطّ عنك مزاره وتباعدت عن قرب دارك داره

ناِلامَ تسترما تجنّ من الجوى والصبر منك تهتّكت استاره

فى ابيات ؛

(۱۶۰۳) **مفيد الدين** ابو العزّ **يوسف** بن محمّد بن عبد الله يعرف بابن المقامر البغدادى الشاعر ،

كان من شعراء زماننا ومن ظراف اهل بغداد وله شعر حسن بلسان اهل بغداد فمن ذلك قوله :-

---

[1] بياض بالاصل ، [2] انقطعت كلمات فى التجليد ، .

[3] لم اقف بعد على ذكر هذه القرية ؛

لت مقیار ولکن هو بالعث مُصکتلُ

مثل حبل القت لاینلم وقتًا یتحلل

وقمیص رث حتّٰی صار فی الذهن مخیل

منها :-

ای رقیم العقل قل لی فبش تری انت مشکّل

تی تهوُ تشمر علینا بسراویل مذیّل

انعت واللّٰہ وباللّٰہ و تااللّٰہ مثکّل

لت کفیفیہ عتیقہ عمرها من عام الاوّل

وخلق مُوزہ خلیعہ نعلها داثر منفتل

المیمُ والقافُ ومَا یَثلُثھُمَا

(۱۷۴ھ / ۱۷۹ھ)

(۱۹۰۴) **مُقبِل الملک** ابو عبداللہ **احمد** بن علی بن احمد ابن عبداللہ البیهقیؒ المستوفی؛

ذکرہٗ الصدر الفاضل شرف الدین ابوالحسن علیّ بن زید بن محمّد ابن امیرک الانصاری البیهقیّ فی تاریخ بیہق، وقال: کان صدراً کاتباً عالماً حاسبًا وکان مستوفی الممالک فی ایام السلطان سنجر، وقال فی قول النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم: من اصبح آمنًا فی سربہٖ معافیً فی بدنہٖ عندہٗ قوت یومہٖ فکأنما حیزت لہ الدنیا بحذافیرها؛ انشد:-

یا ثکلها قد ثکلتہ اترعا ابیض یحمی السرب ان یفزعا

لہ لم اجدہ فیہ؛

بالفتح ویروی السِرب بالکسر؛ قال: وطلاق الجاهلیۃ اذہبی فلا انده سَرْبکِ ای لا اَدفَعُ من جاء یأخذ نعَمکِ، و یقال: مر بنا سِرْبٌ من قطًا اوظباءٍ وسرب من النساء ایضًا؛

(۱۶۰۵) **مُقَبِّلُ الظعن ربیعۃ بن عامر بن جذیمۃ الربعی** الفارس الشاعر؛

کان فارسًا شاعرًا[1]، ذکرہ محمد بن السائب بن ہشام الکلبیّ فی کتاب جمہرۃ النسب؛ قرأتُ فی کتاب لطائف المعارف، کان ربیعۃ بن عامر ابن عامر بن جذیمۃ بن علقمۃ بن فراس طویلًا وکان یماشی الظعینۃ فیُقبّلها فسمّی مقبّل الظعن؛

(۱۶۰۶) **المقتدر باللّٰہ ابو محمد احمد بن المستعین سلیمان** ابن ہود الجذامیّ المغربیّ صاحب سَرَقُسطہ؛

قد تقدم ذکر والدہ[2]، ذکرہ الغرناطیّ فی تاریخہ، وقال، کان من قوّاد المنذر المتلقب بالمنصور علی مدینۃ لاردہ واستفحل امرہ وتغلّب علی الثغر الاعلیٰ وسرقُسطہ وما یجاورها وولی بعدہ ابنہ احمد وتلقب بالمقتدر وہو عظیمہم وکبیرہم فی الملک بعد ابیہ، وکان عظیم القدر جلیل القدر جلیل الذکر تہابہ الملوک، ولہ غزوات کثیرۃ، وہو الذی تغلّب علی دانیۃ وسائر بلاد بنی مجاہد العامری فی شہر رمضان سنۃ ثمان و سبعین واربعمائۃ[3]؛

---

[1] کتب علیہ المصنف، بالتشدید؛ [2] لم نجد اسم المترجم فی المظان من الاغانی والعقد وفہرس وستنفیلت؛ [3] المقتدر بن ہود ذکرہ المقری فی نفح الطیب (بحسب الفہرس) وذکر انہ کان ایۃً فی الفلسفۃ؛ [3] کذا بالاصل ولا یصح فانہ توفی سنۃ ۴۷۴ھ؛ راجع دائرۃ المعارف الاسلامیۃ (ج ۴ مادۃ سرقسطۃ *Saragossa*)؛

المقتدر باللّٰہ ابو الفضل جعفر بن المعتضد احمد بن المتوکل جعفر العباسی الخلیفۃ؛

امہ ام ولد تسمّٰی شغب ادرکت خلافتہ ومولدہٗ فی شہر رمضان سنۃ اثنتین وثمانین ومائتین بویع لہٗ بالخلافۃ یوم مات اخوہ المکتفی باللّٰہ یوم السبت ثالث عشر ذی القعدۃ سنۃ خمس وتسعین ومائتین وھو ابن ثلاث عشرۃ سنۃً ولم یل الخلافۃ اصغر سنًّا منہ وخلع مرّتین و اعید، وکان کثیر التجمّل فی الآلات والمساکن واتّخاذ الزینۃ وفی ایامہ نقص ارتفاع البلاد وخربت الدّنیا فی ایامہ وخرجت فارس من یدہ و کرمان وخراسان واذربیجان ومصر، وکانت والدتہ والقھرمانات یدبّرن الامر، وکانت خلافتہ الی ان قُتِل اربعًا وعشرین سنۃً واحد عشر شہرًا وخمسۃ عشر یومًا، وقتل یوم الاربعاء لثلاث بقین من شوّال سنۃ عشرین وثلاثمائۃ، وکان المدبّر لامرہ حتّی ادبَر امّہ شغب وخالتہ وامّ موسٰی ودیدان وشمل وکان یولّی [وزیرًا رجلًا] ثم یعزلہ ولم یتّفق لاحد من بنی ا[لعباس] اکثر وزیرًا منہ وولّی علیّ بن محمّد ا[بنَ الفرات] الوزارۃ ثلاث مرّات ینکبہ ^ط^ .. ویعیدہٗ وکذلک علی بن [عیسٰی] وغیرھما؛

(۱۴۰۸) **المقتدی بامر اللّٰہ** ابو القاسم عبد اللّٰہ بن الذخیرۃ محمّد بن القائم عبد اللّٰہ العبّاسی الخلیفۃ؛

امہ ام ولد تسمّٰی علم وقیل قرّۃ العین واسمھا أرجُوان الیھا ینسب رباط الارجوانیۃ، ومولدہٗ یوم الاربعاء ثامن جمادی الاولٰی سنۃ ثمان و

ا انقلعت کلمات فی التجلید شغلنا فراغھا عن القیاس؛

ط انقطاع لم نتمکن من تکمیلہ؛

اربعین واربعمائۃ بعد وفاۃ والدہٖ بسبعۃ اشہرٍ، وبویع لہٗ لیلۃ وفاۃ جدّہٖ القائم بامراللہ لیلۃ الخمیس ثالث عشر شعبان سنۃ سبع وستّین واربعمائۃ وفی ایامہٖ بنی جامع المدینۃ وھو جامع السلطان وکان بلیغًا لہ شعر والسلطان (فی) ایامہٖ ملکشاہ بن الب ارسلان والوزیر نظام الملک وکانت وفاۃ المقتدی بامر اللہ لیلۃ السبت ثامن عشر المحرم سنۃ سبع وثمانین واربعمائۃ ومدّۃ خلافتہٖ تسع عشرۃ سنۃ وخمسۃ اشہرٍ ودفن بالرصافۃ ؛

(۱۴۰۹) **المقتفی لامر اللہ** ابوعبد اللہ **محمّد** بن المستظہر احمد ابن المقتدی عبد اللہ العبّاسیُّ الخلیفۃ ؛

امّہٗ ستّ السادۃ نزھۃ حبشیّۃ ادرکت خلافتہٗ، ومولدہٗ فی الثانی والعشرین من شھر ربیع الاوّل سنۃ تسع وثمانین واربعمائۃ، وکان تامّ الطول عبل الجسم بویع لہٗ یوم الاحد خامس عشر ذی القعدۃ سنۃ ثلاثین وخمسمائۃ، وعمرہٗ اذ ذاک احد واربعون سنۃً وثمانیۃ اشھرٍ، وکان المقتفی عارفًا باقدار الرّجال ذا فضلٍ وافرٍ وعدلٍ شاملٍ، وھو الذی قطع طمع الاعاجم عن بغداد بیمن نقیبۃٖ ووزیرہٖ عون الدّین یحیی بن محمّد بن ھبیرۃ، وکان قد نسخ الکتب قبل ان یفضی الخلافۃ الیہ وکتب ثلاث ربعاتٍ[1] بخطہٖ وتوفی فی شھر ربیع الاوّل سنۃ خمس وخمسین وخمسمائۃ ؛

(۱۴۱۰) **المقدّامُ** ابومقاتل **الطمتکین** بن عبد اللہ الترکی الزوبینیّ الامیر ؛

ذکرہٗ ابن الصّابیُّ فی تاریخہٖ، وقال: کان شجاعًا مقدامًا کنعتہٖ، وھو الذی

---

[1] الربعۃ صندوق یحمل فیہ المصحف ویطلق علی المصحف مجازًا؛ ر: القاموس للفیروزابادی وذیل المعاجم العربیۃ لدوزی ؛

سکن الفتنة التی هاجت سنة ثمان وتسعین وثلثمائة بین السنة و الشیعة، وقال ابن الهمذانی فی تاریخہ: لما توفی سلطان الدولة بن بهاء الدولة بشیراز ونهب الدیلم ما امتدت ایدیهم الیه فنهاهم الاوحد عن ذالك وامرهم ان یخطبوا لابنہ ابی کالیجار المرزبان وشجعہ المقدام فخطب لہ فی شوال سنة خمس عشرة واربعمائة؛

(۱۶۱۱) **المقدام** ابو حرب **عبد اللّٰہ** بن مالك الدیلمی الاصفهسالار ذکرہ غرس الدولة ابن الصابئ فی تاریخہ فی ذکر من تخلف من الاصفهسالارة والامراء، ادرك الدولة السلجوقیة وکان من المذکورین توفی سنة تسع واربعین واربعمائة؛

(۱۶۱۲) **مقدم الدولة** ابو عبد اللّٰہ **حسین** بن مملرك التکریاتی الرئیس؛

کان رجلاً جمیل السیرة محبوباً الی اصحابہ یؤثر الاجتماع بالمشایخ والزهاد روی بسندہ عن شمیط الزاهد: کل یوم تمضی من اجلك وانت لاتحزن ودائت توفی رزقك، کل یوم تحزن علی رزق غیرك، عندك ما یکفیك وتلتمس ما یطغیك، لا بقلیل تقنع ولا من کثیر تشبع؛

(۱۶۱۳) **مقدم الملك** ابو الشمس **عبد الباقی** بن عبد الغفار بن محمد بن منصور بن علان الرئیس الشجاع؛

کان من الاکابر الامراء، قرأت بخطہ: اشتری بعضهم جاریة فرأت منها وافراً الان قوة الانتصاب لیست فیہ، فقالت یا مولای من الذی یقول: لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ؛ فقال: لوط؛ قالت: انت احق بهذا الکلام منہ؛

(۱۹۱۴) **المقدّم** ابو الفضل **محمّد** بن عيّاش بن دويد بن صالح بن زيد بن عمرو بن الزبّان بن جابر بن عليم بن جناب العرمانی، والعرمان من (قرى[1]) صرخد من عمل ...[2] من اعمال دمشق؛

ذكره ياقوت الحموی فی معجم البلدان[3]، وقال: انشدنی لنفسه:-

يُعَادی فلان الّذين قوم لو انّهم — لاخمصه ترب لكان لهم فخر

ولكنّهم لم يُذكروا فتعمّدوا[4] — عداوته حتّى يكون لهم ذكر؛

قال: وانشدنی لنفسه:-

ولمّا اكتسى بالشوك توريد خدّه — وما حالةٌ الّا تزول الى حال

وقفت عليه ثمّ قلت مسلّماً — الا انعم صباحاً ايها الطّلل البالی

[۳۹۴/۴۰۰][5] (۱۹۱۵) **مقدّم الرؤساء** ابو الشمس **منصور** بن محمّد بن اسحٰق البيهقی الكاتب؛

ذكره شرف الدين ابو الحسن علی بن زيد البيهقی فی تاريخه[6]، وقال: كان رئيساً كبيراً من ناحية بيهق عالماً باسباب الرّياسة، وله نسب ضارب فی شجرة نظام الملك، وروى الحديث عن الشيخ ابی مسلم عبد الله بن المعتزّ بن المنصور[7] ولمّا توفّی رثاه شرف الدّين بقوله:-

ضاعت خراسان واخلّ النّظام بها — وبدّلت من صفايا صدقها الزورا

لفقدها مجتبی السّلطان سيّدها — مقدّم الرّؤساء الشيخ منصورا

---

[1] انقطاع فی الاصل واتممناه من معجم البلدان، [2] كذا بالاصل مع بعض انقطاع والصحيح حذفها؛ [3] ۳/۳۵۵، [4] كذا فی الاصل وفی المعجم، تعمّدوا؛ [5] ص ۲۲۱ بما بعدها، [6] وذكر البيهقی حديثه الذی رواه بهذا الاسناد، [7] هو شرف الدين ظهير الملك علی بن الحسن غير صاحب تاريخ بيهق؛ [7] تاريخ بيهق (ص ۲۱۲)؛

قد عاش بالعرف والمعروف مشتهراً　حتی توسط فی جوار الله مشکوراً

(۱۶۱۶) **مقرّب الدّین** ابو العبّاس **احمد** بن ارسلان بن احمد الهمذانی الصّوفی؛

سمع کتاب عوارف المعارف علی مصنّفه شیخ الشیوخ شهاب الدّین عمر بن محمّد السُّهروردی وسمع علیه خطبة الکتاب شیخنا شمس الدّین ابو المناقب محمّد بن احمد بن عبد الله الهاشمیّ الکوفی فی جماعةٍ منهم شیخنا شرف الدّین محمّد بن عبید الله بن معدّ العبّاسیّ وناولهم الکتاب فی رابع عشر شوّال سنة ستّ وستّین وستّمائةٍ؛

(۱۶۱۷) **مقرّب الدّین** ابو بکر **احمد** بن مقرّب بن الحسین الکرخیّ[1] المحدّث؛

ذکره تاج الاسلام ابو سعد السّمعانی فی المذیّل، وقال: کان من اولاد المحدّثین، سکن مدرسة نظام الملک وسمع نقیب النقباء ابا الفوارس طراد بن محمّد بن علی الزینبی وابا عبد الله الحسین[2] بن احمد بن طلحة النّعالی وابا الخطّاب نصر بن احمد بن البطر وغیرهم؛ قال السمعانی: سمعت منه وسألته عن مولده فقال: ولدت فی لیلة عرفة من سنة تسع وسبعین واربعمائةٍ؛ وتوفی ....[3]

(۱۶۱۸) **مقرّب الدّین** ابو القاسم **اسماعیل** بن جامع بن عبد الرّحمن

---

[1] س: الشذرات (۴: ۲۰۸)، [1] توفی سنة ۵۴۹ھ؛ الشذرات (۳: ۳۹۹)، [2] توفی سنة ۴۹۳ھ، وکان رجلاً عامیّاً من اولاد المحدّثین عمّر دهراً وانفرد باشیاء؛ الشذرات (۳: ۳۹۹)، [2] توفی سنة ۴۹۴ھ؛ الشذرات (۳: ۴۰۲)، [3] بیاض بالاصل وقال ابن العماد: توفی فی ذی الحجّة (سنة ثلاث وستّین وخمسمائةٍ)؛

الخراسانی ثم الاصفهانی المقریء؛

ذکره شیخنا الفاضل مجد الدین ابو الفضل عبد الله بن محمود بن بلدجی فی مشیخته، وقال: خرج له ابو الحسین علی بن عمر بن علی الطوسی کتاب الاربعین من مسموعاته، روی عن ابی القاسم عبد الرحمن بن احمد الواحدی وابی تراب عبد الباقی بن یوسف المراغی وابی عمر واحمد بن علی بن خلف الشیرازی وغیرهم، روی عنه شیخنا رضی الدین ابو الحسن مؤید بن محمد بن علی الطوسی؛

(۱۶۱۹) **مقرب الدین جمال الملک ابو المحاسن بکتمر بن سعید بن عبد الله الزعیمی البغدادی؛**

سمع من النقیب مجد الدین ابی عبد الله احمد بن علی بن المعمر الحسینی سنة اربع وستین وخمسمائة بمدینة السلام؛

(۱۶۲۰) **مقرب الدین جعفر بن علی بن سبیعة القوسانی الرئیس؛**

کان رئیسا منعما ممدوحا؛

(۱۶۲۱) **مقرب الدولة ابو الیمن جوهر بن عبد الله الخادم السنجری الامیر؛**

ذکره العماد الکاتب فی کتاب نصرة الفترة وعصرة القطرة، وقال: کان المقرب جوهر مملوکا لام السلطان سنجر ومن خواص خدمها، ولما توفیت فی شوال سنة سبع عشرة وخمسمائة انتقل هذا الخادم الیه وبلغ عسکره من الخیل ثلاثین الفا وکان اذا رکب مشی الامراء فی رکابه واذا نزل وقفوا الی ان یؤذن لهم علی بابه، وطالت مدته فمل السلطان من طول مدته فدس بعض الباطنیة

لعله یوجد کتاب النصرة ولم یذکره البنداری فی زبدة النصرة؛

علی قتلہ؛

(۱۴۲۲) **مقرب الدین** ابو المعیوف **سلامۃ** بن ثابت بن سلامۃ العدوی البصری الادیب المقری؛

کان من حفاظ البصریین وادبائہا روی عن الحافظ ابی القاسم عبد[1] الملک بن علی بن شغبہ وعن القاضی ناصح الدین[2] ابی بکر الارجانی الشاعر ذکرہ السلفی فی کتابہ؛

(۱۴۲۳) **المقرب** ابو محمد **عبد اللّٰہ** بن عبد العزیز بن احمد الدوانی؛

قدم بغداد واستوطنہا وخالط الصالحین، سمع ابا محمد عبد اللّٰہ بن[3] الخشاب وغیرہ، وتوفی ببغداد فی شہر ربیع الاٰخر من سنۃ ست وستمائۃ[4] ودفن بالشونیزیۃ ومولدہ سنۃ تسع عشرۃ وخمسمائۃ؛

(۱۴۲۴) **المقرب** ابو محمد **علی** بن بختیار البغدادی الصوفی؛

کان حسن السیرۃ ظریفا، قال: اخذ الجماز غلاما کان یمیل الیہ وخلا بہ فی خربۃ فلما تمکن منہ واراد ان یأخذ فی شانہ احس الغلام بداخل فوثب من تحتہ وفر فنظر الجماز الی احلیلہ وقال: ﴿وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾؛

(۱۴۲۵) **مقرب الدین** ابو الحسن **علی** بن ہبۃ اللّٰہ الفارقی الخطیب؛

ذکرہ الحافظ ابو طاہر السلفی، وقال: کتبت عنہ بثغر امد. وکان خطیبہا

---

[1] عبد الملک بن علی بن خلف بن شغبۃ الشغبی محدث بصری، تاج العروس (۱: ۳۲۳) ولم یذکر سنۃ وفاتہ، [2] احمد بن محمد بن الحسین المتوفی سنۃ ۵۴۴ھ، الشذرات (۴: ۱۳۰)، [3] ۴۹۲-۵۶۷، الشذرات (۴: ۲۲۰)؛

عن ابی اسمٰعیل عبد اللّٰہ بن محمّد بن علی الانصاری الحافظؒ ؛

(١٦٢٦) **مقرّب الدّین محمّد** بن ابراھیم البھلوان الخوارزمی الرئیس ؛

کان من اکابر دولۃ خوارزمشاہ والمعتمد علیہ فی معرفۃ الجیوش والعساکر یلقّب مهتر مهتران، ولہ الحرمۃ الوافرۃ عند ولدہ السّلطان جلال الدین منکبرنی وھو الّذی فُوّض الیہ امر مدرستہ الّتی انشأھا باصبھان سنۃ عشرین وستمائۃ وانفذ علی یدیہ برسم العمارۃ ثلاثین الف دینار، وکانت وفاتہ سنۃ خمسۃ وعشرین وستمائۃ باصفھان؛

(١٦٢٧) **مقرّب الدّین** ابو المظفر **یوسف** بن رُستم بن تاوان یعرف بالسفتری المراغی الصُّتریؒ ؛

کان المقرّب کلقبہ مقرّبًا عند الملوک والسلاطین ولہٗ مرتبۃ الحجابۃ والستر مسلّم الیہ لایدخل الی السّلاطین الایلتیۃ الامن یعرفہ ممّن یعتمد علیہ وھو والد فخر الدّین احمد وشمس الدّین محمّد ؛

(١٦٢٨) **المقرّب** ابو منصور **یونس** بن احمد التُّرْقُوبِّی الشاعر؛

ذکرہ ابن الشعّار فی کتاب عقود الجمان فی ترجمۃ الادیب یوسف بن سلیمان بن صالح بن مذھج، وانشد لہٗ فی جواب کتاب وصلہ (وصل الیہ) من المقرّب

وافی کتابک یا مقترب فبدا یذکرنی واغرب

لہ م ١٨٢ھ وکان صوفیًا احد الاعلام من الحنابلۃ ؛ الشذرات (٣٩٩:٣) لہ لا نعرف حقیقۃ النسبۃ ولمّا قولہٗ : یعرف بالسِتری؛ فانّہ منسوب الی حملہ الستارۃ وھو لفظ عربیٌ لا یجوز تبدیل سینہ صادًا ؛ لہ نسبۃ الیٰ قُرقوب بالضم بلدۃ متوسطۃ بین واسط والبصرۃ والاھواز ؛

معجم البلدان (٤: ٦٥)؛

عن طیب ریعان الشبا * ب وخص بالزوراء تلعب
فلقیت اسطرہ وجد * ت الحیر من فرحی والطرب

(۱۴۲۹) المقصور، عمرو بن اکل المرار حجر بن عمرو بن معاویة الکندي الملك؛

کان من ملوك العرب وھو عمرو بن حجر بن عمرو بن معاویة بن الحارث ابن معاویة بن الحارث الاکبر بن معاویة بن ثور بن مرتع۔ وھو عمرو۔ ابن ثور۔ وھو کندة۔ ابن عفیر بن عدی بن الحارث بن مرة بن أدد بن زید ھمیسع ابن عمرو بن عریب بن زید بن کھلان؛ وھو جد امرئ القیس بن حجر بن الحارث ابن الملك عمرو المقصور؛

(۱۴۳۰) مُقَطِّعُ الجذم عامر بن تیم اللہ بن ثعلبة بن عکابة الربعي الامیر؛

لقب لانه قال لاصحابه یوم التحالق قطعوا ثمار سیاطکم فان الرجل منکم یضرب فرسه فینقب بطنه ولا یعلم ویعقرہ او یؤثر به اثرا قبیحا؛ ففعلوا ذلك، وھو اول یوم قطعت فیه ثمار السیاط علی ما یزعمون، فسمی عامر مقطع الجذم؛

(۱۴۳۱) مقطع النجد معاویة بن الحارث بن عمرو الکندي الامیر؛

کان امیرا مطاعا، وله حکایات مدة حکمه وطاعة الاعراب له، وھو معاویة

ع تاریخ ابن خلدون (۲۶۳:۲) وفیه نبذة من اخبار کندة وانظر ایضا مادة کندة من دائرة المعارف الاسلامیة؛ وفی نسبه اختلاف لایھمنا؛ ع یوم تحالق اللمم کان لتغلب علی بکر بن وائل لان شعارھم کان التحالق؛ تاج العروس (۳۰:۹)؛ ع ویسمی ایضا مجیر الفزر ولقب مقطع النجد لانه ما مشی معه احد بالسیف الاقطع نجادہ؛ العقد الفرید (۲: ۹۹)؛

بن الحارث بن عمرو بن معاویة ، وھو عمّ عمرو بن حجر المذکور انفا الملقب بالمقصور ؛

(۱۶۳۲) المُقفّی ابوالقاسم مُحمّد بن عبد المطلب الھاشمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ؛

ومن القابہ صلی اللہ علیہ وسلم المقفی ؛ عن ابی موسی الاشعریؓ قال ؛ سمّی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسماء منھا ما حفظنا فقال : انا محمّد واحمد والمقفی والحاشر ونبی الرحمۃ ونبی التوبۃ ونبی الملحمۃ ؛ وروی عبد اللہ بن مسعود قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، مالی وللدنیا ؛ انما مثلی ومثل الدنیا کمثل رجل سار فی یوم صائف فقال تحت شجرۃ ثمّ راح وترکھا ؛

(۱۶۳۳) مقلّد الذھب عامر بن قداد بن ثعلبۃ بن معاویۃ الازدی ؛

کان رئیسا کامل الوصف ، لہ مع الامراء الذین عاصروہ ... وکان شجاعا سخیا لہ مروۃ تامۃ ؛

(۱۶۳۴) المقنّع حکیم بن عبد اللہ المروزی الخارج بما وراء النھر ؛

قرأت فی کتاب السیرۃ العباسیۃ : کان مبدأ خروج المقنّع فی سنۃ تسع وخمسین ومائتین وکان قصارا اعور ، زعم ان اللہ فی صورۃ آدم ثمّ فی صورۃ نوح ثمّ فی واحد واحد من الانبیاء الی ان ینتھی الی ابی مسلم ثمّ یقودہ الی نفسہ

؎ الحدیث بلفظہ رواہ احمد فی مسندہ (ج ۴ ص ۴۰۴) ، طہ ر ومسند احمد ج ۱ ص ۴۴۱ ؛

؎ کذا بالاصل ، کم نعرف الکتاب بعد ، واخبار المقنع مذکورۃ فی کتب التواریخ ، ر الکامل ج ۶ ص ۱۴ ، ۲۱ ؛

فكثر اتباعه فوجّه ابو النعمان سعيد بن يحيى الى صغد جنداً فيهم الليث بن نصر بن سيّار وجرت لهم حروب، ولمّا احسّ المقنّع بالهلكة جمع نساءه وحرمه وسقاهنّ سُمّاً حتّى مُتن ثم شرب هو ايضاً، فلمّا دخل المسلمون قلعته وجدوهم موتى فاحتزّوا رأسه وبعثوا به الى المهدى؛ قال الجاحظ وهذا المقنّع كان قصّاراً من اهل الكوفة وكان اعور الكن. فلا يُدرى ايّما اعجب دعواه انّه ربٌّ او ايمان من آمن به وقاتل دونه؛ قال[a] وكان اسمه عطاء[b]؛

(١٤٣٥) المقنّع سعيد بن هريم؛

ذكره ابن الجوزى فى كتاب كشف النقاب؛

(١٤٣٦) المقنّع ابو حرب محمّد بن عميرة بن ابى شمر بن فرعان بن قيس بن الاسود الكندى الشاعر. واسمه محمّد بن عمير. لا يزال الدهر مقنّعا، والقناع من سيما الرؤساء، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يُرى الّا مقنّعاً؛

الميم والكاف وما يثلثهما

(١٤٣٧) المكتفى بالله ابو محمّد على بن المعتضد ابى العبّاس احمد ابن الموفّق ابى احمد طلحة العبّاسى الخليفة ببغداد؛

---

[a] وكان هذا سنة احدى وستّين ومائة لمّا حاربه معاذ بن مسلم باصحابه؛ [b] كذا بالاصل والتصحيح انه كان من اهل مرو؛ [c] قد وقعت هذه العبارة مكررة فى الاصل فحذفنا عنها التكرار؛ [d] وفى تاج العروس (٥ : ٩٨) بالقاسم ذر بن عميرة . [e] كذا بالاصل والصحيح «عميرة»؛ وقد ذكر فى تاج العروس (٥ : ٣٢٩) ايضاً؛

امه ام ولد ترکیة تسمی جیجک ومولده فی ثانی عشر شهر رجب سنة اربع وستین ومأتین، بویع له وهو بالرقة، فوافی بغداد فی الماء یوم اثنین لسبع خلون من جمادی الاولی سنة تسع وثمانین ومأتین، وکانت وفاته فی منتصف ذی القعدة سنة خمس وتسعین ومأتین عن احدی وثلثین سنة وستة شهور، فکانت خلافته ست سنین وستة اشهر وعشرین یوماً وکان یضرب به المثل فی الجمال، ولبعض الشعراء :-

قایست بین جماله وفعاله　　فاذا الملاحة بالقباحة لاتفی

والله لاکلمته ولوانه　　کالشمس اوکالبدر اوکالمکتفی

وامر بهدم مطامیر کان المعتضد بناها بالقصر الحسنی وامران یجعل مکانها مسجد جامع یصلی فیه وهو جامع القصر، فصار الناس یأتون الیه فلایتنعون ویسمعون الحدیث والقصص، وفی ایامه ظهرت القرامطة وتلعوا الحجر الاسود من الکعبة، وله شعر، وکان ذکی الخاطر حسن الکلام؛

(۱۴۳۸) **المکتفی** ابو العباس **الولید** بن القادر بصنع الله یزید بن الموفق عبد الملک الاموی الخلیفة بدمشق؛

امه ام الحجاج بنت محمد بن یوسف بنت اخی الحجاج بن یوسف، مولده سنة تسعین بویع له فی شهر ربیع الاول سنة خمس وعشرین ومائة، وکانت خلافته سنة وشهرین وقتل فی جمادی الآخرة سنة ست وعشرین ومائة وعمره ست وثلاثون سنة وقتل بالبخراء من تدمر علی امیال و

۱؎ وفی ابی الفداء ان ذالک کان لثنتی عشرة لیلة خلت منها (ج۲ ص ۵۹-۶۲)؛

۲؎ کان تلع حجر الاسود فی ایام المقتدر سنة ۳۱۷ھ؛

۳؎ البخراء بالمرحلة ثم بالخاء المعجمة (معجم البلدان ۲۳۱:۱ھ)؛

کان الذی قتلہ ابن عمہ الشاکر للہ یزید بن الولید الذی یقال لہ یزید الناقص، وکان ابیض مشربا حمرۃ، وکان شریبا لہ فی الشراب اخبار لا تلیق بھذا المختصر؛

(۱۶۳۹) **المکحل** ابو الفضل **عمرو** بن الاھتم۔ وھو سنان بن خالد ابن منقر بن عبید بن الحارث بن مقاعس بن عمرو بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم۔ التمیمی البلیغ المتکلم؛

ذکرہ الشیخ العلامۃ جمال الدین ابو الفرج ابن الجوزی فی کتاب کشف النقاب عن الاسماء والالقاب؛ وکان عمرو یلقب المکحل لجمالہ، و بنو الاھتم اھل بیت بلاغۃ فی الجاھلیۃ والاسلام وھو الذی تکلم عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم الزبرقان، وھو القائل ؎

ذرینی فان البخل یا ام مالک	لصالح اخلاق الرجال سروق
لعمرک ما ضاقت بلاد باھلھا	ولکن اخلاق الرجال تضیق

(۱۶۴۰) **المکدد شریح** بن مرۃ بن سلمۃ بن مرۃ بن حجر بن عدی الکندی الامیر؛

من امراء العرب ذوی النسب والحسب، کان فارسا شجاعا ملکا مطاعا؛

(۱۶۴۱) **المکرم** ابو نصر **احمد** بن علی بن محمد الصلیحی القائم بالیمن؛

ذکرہ القاضی الارشد عمارۃ الیمنی وقال: کان المکرم الصلیحی قد عزم علی السفر الی العراق وله فی ذلک اشعار منھا ؎

اصابۃ (ج ۲ ص ۱۲۴۰) وفی سیرہ ونسبہ اختلاف یسیر؛

[illegible] اخبار المکرم فی تاریخ عمارۃ بحسب الفہرس والظاھر ان المطبوع من تاریخہ (لندن ۱۸۹۲م) قطعۃ

وَاَلَذُّ من وقع المثانی عنده ۤ — فی الحرب اَلْجِمْ یا غلامُ واَسرِجِ
خیلٌ باعلی حضرموتٍ اُسدها — وزئیرها بین العراق فمنبجِ

وانشد لہٗ ابوالنجم هبة الله بن محمّد الاصفهانی فی کتاب صناعة الشعراء و بضاعة الندماء من قصیدةٍ اوّلها :-

اعلیّ تشهر بالرماح نزار — وابو نزارٍ منهمُ لی جارُ

(١٦٤٢) **المکرّم** ابوالعبّاس **احمد** بن یوسف بن عبدالرّحیم الشیبانی الفقیه ؛

کان فقیهًا عالمًا ، حکی قال ، بینا القاضی[1] فی مسجدہٖ یدرّس ویفتی ویقری ویملی اذ دخل علیہ غلام صبیح الوجہ تأخذہ العین ، فلمّا خلا المجلس ولم یبق فیہ الّا سائل فی زاویۃ المسجد وقد استغشی طمرہٗ قال یحیی : لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ[2] ؛ فقال الغلام : اَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدٰى[3] الآیۃ ؛ فقال یحیی : نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا الآیۃ[4] ، فقال الغلام : لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ[5] الآیۃ فاخرج یحیی من کمّہٖ صرّۃ [فیها دراهم] وقال ، هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ[6] ، فقال السائل [من] زاویۃ المسجد : فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ [الفقیر[7]] ؛

(١٦٤٣) **المکرّم** مجد الدّین ابوالطّاهر **اسمٰعیل** بن احمد بن الحسن بن موسی اللمطی الامیر ؛

کان من الامراء النجباء ، تقدّم ذکرہٗ فی اوّل کتاب الجیم ، وهو ممدوح بهاء

---

[1] الله اعلم ای القضاۃ اراد والمشهور من القضاۃ باسم یحیی یحیی بن اکثم قاضی المأمون ؛ م ، اقلیدالعقد الفرید. [2] القرآن الکریم سورۃ سبا (٣٤) الآیۃ (٣١-٣٢) ، [3] سورۃ المائدۃ (٥) الآیۃ (١١٣) ، [4] سورۃ آل عمران (٣) الآیۃ (٩٢) ، [5] سورۃ ق (٥٠) الآیۃ (٢٣) ، [6] سورۃ الحج (٢٢) الآیۃ (٢٨) ، [7] کذا ذکرہٗ المصنّف وکان المناسب ان یذکرہٗ ایضًا فی ذیل من کان لقبہٗ مجد الدّین ولکنّہٗ لم یفعل وهٰذا سهو منہٗ ؛

زهیر المصری، ومن شعرہ فیہ :-

اعلمتم ان النسیم اذا سرے ... نقل الحدیث الی الحبیب کما جری

بین المکارم والمکرم نسبۃٌ ... فلذاک لا تھویٰ سواہ من الوری

من معشرٍ نزلوا من العلیاء فی ... مستوطن سامی الذری رحب الذُری

(١٤٤٤) المکرّم ابو منصور شاذی بن عبد اللہ العادلی الاصفہسالار؛

کان من اکابر دولۃ العادل سیف الدین ابی بکر محمد بن ایوب، وولی عندہ الولایات الجلیلۃ، وکان ذا سیرۃٍ حسنۃٍ جمیلۃٍ، ولہٗ یقول الادیب ابو عبد اللہ الدراقی :-

ك

. . . .

(١٤٤٥) المکرّم ابو القاسم عبید اللہ بن عبد اللہ بن احمد

یعرف بابن زین الخذ. المصریّ الادیب؛

کان من الادباء المجیدین، یذکر فی فضلاء مصر من کتاب نظم الدُرّ الناصعۃ فی شعراء المائۃ السابعۃ، من ذلک :

ومابی حاجۃ التجریب انّی ... عرفتُ الناس معرفۃً صحیحہ

رأیت ودادھم کذبًا وزورًا ... ودینھُم مداھنۃٌ صریحہ

(١٤٤٦) المکرّم ابو عمرو عثمان بن عبد اللہ بن ابی الغزیم الدمیاطی الامیر؛

کان من امراء الدیار المصریۃ انشد فی بعض الاصحاب : قال انشدت بعظلم :-

ھنیئاك یا من دأبہ کرم العھد ... ومن ھو فی الاعراض واسطۃ العقد

ابق لی ما ھذا الجفاء الذی ارے ... وھل ذا عتاب منك جاء علی جد

له (٥٠٠ - ٦١٥) ابو الفداء (٣: ١١٩) بما بعدھا)، ٢ه بیاض بالاصل؛

أَعِدْ نَظَراً فی ذاتِ الغبیّ فانّنی　　علی العهد داعٍ للاخوّة والعهدِ
متی ظهرت لی من ودادکَ نَبوةٌ　　فلا کان لی فی شرعِ الفضل من وِدِّ

(۱۴۴۷) المکرّمؒ ابوالحسن علی بن محمّد الصلیحی الامیر الناجم بالیمن؛

کان قد استولیٰ علی ممالک الیمن وجبالها، ذکرہ القاضی الارشد عمارۃ الیمنی فی کتابہ الذی جمعہ فی اخبار الیمن، وقال: کان ادیباً فاضلاً، ومن شعرہٖ۔ وقد عزم علی السفر الی العراق من ابیاتٍ :۔

واللّٰہ من قرع المثانی عندہٗ　　فی الحرب لِلجَمِّ یا غلامُ واسْرِجِ
خیل با علی حضرموت اسدھا　　وزئیرھا بین العراق فمنبجِ

(۱۴۴۸) المکرّم ابوالحسن علی بن محمّد بن علی الفراساتی المستوفی؛

کان من العارفین بالحساب والاستیفاء، وھو من فضلاء بیھق، رأیت لہٗ ھذہ الابیات قد نسبت الیہ :۔

من این یُجحد ما اولیت من مِنَنٍ　　انبعت فی الناس اولاھا باخرِھا
رَعَیتَ حقّ الرعایا اذ رعیتھم　　وطالما راعھا من کان یسرعھا
اصلحت بالعدل دنیاھا فحین صفت　　اصلحت مجتھداً باالجِدّ اخریھا

(۱۴۴۹) المکرّمؒ ابوموسیٰ عمران بن المترجم محمّد بن سبا بن ابی السعود زریع بن العبّاس الیامی الیمنی داعی امیر المؤمنین؛

ذکرہ القاضی الارشد عمارۃ بن ابی الحسن بن علی بن زیدان الیمنی فی

---

۱ توفی سنۃ ۴۵۹ھ او سنۃ ۴۷۳ھ ؛ ر: تاریخ عمارۃ (ص ۱۵ - ۲۲) والکامل حوادث سنۃ ۴۵۹ (ج ۱۰ ص ۲۳)، ۲ قد نسب ھذہ الاشعار وقبیل ھذا الی ابنہ احمد المکرّم احمد بن علی؛

كتابته، وقال: كان يقال له عظيم اليمن فريد الزمن داعی امیر المؤمنين، وكان رجلاً فاضلاً، وكان الأديب ابوبكر احمد بن محمد العيدي من مدّاحه، فمن قوله من قصيدة اولها :-

ذكر العذيب وما تلاث قبابه   وقف الفؤاد على اليم عذابه
وهبّت انفاس الصبا من حوّه   فيه شفاء الصبّ من اوصابه

منها :-

وسقى ندى كف المكرم ملتقى   عقد باجرعه وشمّ هضابه
ملك لو استسقى الزمان بجوده   اغناه عن سقيا مُلِث سحابه

(٥٠ ١٤) المکرم ابو الفتح نصر الله بن محمد بن عبد القوی اللاذقي ثم المصيصي المحدث؛

ذكره الحافظ ابو طاهر احمد بن محمد السِلفی فی کتاب معجم السفر، وقال: حدثنا بدمشق عن الحافظ ابی بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب، ومولده باللاذقية سنة ثمان واربعين واربعمائة؛

(٥١ ١٤) المکرم ابو عبد الله یحیی بن عمر بن ابی البرکات النابلسی الشاعر؛

کان من الشعراء الادباء المجيدين، ينسب اليه :-

له (ص ٥٥) وبحسب الفهرس واخباره هذه ليس لها ذكر في الجزء المطبوع؛

له من ادباء اليمن ذكر صاحب معجم البلدان نبذاً من قطع اشعاره ذیل مادة اسكندرية وتعكر وجياد وعدن ابين وهذه الاخيرة في المكرم كما يشهد به قوله :-

وعلام استسقی الحیا من بعد ما   ضمن المکرم بالندى سقیاك

له م ٥٤٢ ه؛ الشذرات (٢: ١٣١)؛

لا يأسف المرء للارزاق ان قصرت ... ولا يطيلن طول الدهر من أمله
فان المنايا لدى الآمال راصدة ... والرزق اسرع نحو العبد من أجله

(۱۶۵۲) المكرّم، ابو يحيى اليسّع بن عيسى بن حزم بن اليسع الغافقی[1] الاندلسی الادیب؛

كان عالماً فاضلاً، سكن الديار المصرية، وكان كاتباً شاعراً عارفاً بعلم النجوم والهندسة، من شعره في الغزل :-

غازلته من حبيب وجهه فلق ... فما عدا ان بدا فی خده شفق
وارتج يعثر فی اذيال خجلته ... غصن بعطفيه من استبرق ورق
تخال خيلانه فی نار وجنته ... كواكبا فی شعاع الشمس تحترق

(۱۶۵۳) المكرّم، ابو محمد يوسف بن محمود بن ابی الشكر الشامی الصوفی؛

قرأت بخطه قال : من عرف ما يضره مما ينفعه فهو مريض؛ قال الحسن البصری: نعم الله اكثر من أن تشكر الا ما اعان الله عليه؛

[۱۶۵۴][2] (۱۶۵۴) مكلم الذيب ابو عقبة اهبان[3] بن الاكوع بن عبد الله بن قشير القيسی الصحابی؛

ذكره ابو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر النمری الاندلسی فی كتاب الاستيعاب، وقال كان من اصحاب الشجرة فی الحديبية، وبايع النبی صلى الله عليه وسلم، وابتنى داراً بالكوفة فی اسلم، ومات بها فی صدر ايام معاوية

---

[1] توفی سنة ۵۷۵ھ بمصر، ر: نفح الطيب (۲: ۴۱۳)؛

[2] كذا ذكره فی المتن ثم كتب فوقه: اهبان بن اوس الاسلمی؛

[3] ج ۱ ص ۳۱ وذكر فی نسبه اهبان بن اوس الاسلمی فقط؛

ابن ابی سفیان، والمغیرة بن شعبة یومئذٍ امیر لمعاویة علیها، یقال: انه مکلم الذئب، روی عنه مجزأة بن زاهر الاسلمیٌ؛ وقیل، ان مکلم الذئب اهبان ابن عیاد[1]؛

(۱۲۵۵) **مکلم الذیب** ابو الحسن رافع بن ابی رافع عمیرة[2] بن جابر ابن حارثة بن عمرو السنبسی الوائلی الطائی الصحابیؓ ذکره ابو عمر فی کتاب الاستیعاب، وقال: کان لصا فی الجاهلیة فدعاه الذئب الی اللحوق برسول الله صلی الله علیه وسلم، وانشد ابن اسحٰق لطیئ شعراً فی ذالک، وزعموا ان رافع بن عمیرة قاله فی کلام الذئب ایاه، وهو:-

رعیت الضأن احمیها بکلبی	من اللصت الخفی وکل ذیب
فلما ان سمعت الذئب نادی	یبشرنی باحمد من قریب
سعیت الیه قد شمرت ثوبی	عن الثوبین قاصدة الرکیب
فالفیت النبی یقول قولاً	صدوقا لیس بالقول الکذوب
فبشرنی بدین الحق حتی	تبینت الشریعة للمنیب

اللصت لغة فی اللص؛

(۱۲۵۶) **المکین احمد** بن ابراهیم بن ابی الفضائل الکوفی المقریؒ کان من القراء المجودین، قرأت بخطه: دخل بعض الظرفاء علی نفر من الخوانه فی یوم باردٍ، وقد اججوا ناراً علی دجاج یشوی بین ایدیهم فقال: بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا[3]؛

---

[1] وفی الاستیعاب: اهبان بن عیاذ؛

[2] کتب فوقه: عمیرة، وقد ذکر ابو عمر وفی اسم ابی رافع عمراً وعمیراً وعمیرة، راجع الاستیعاب (۱۱۰:۱)

[3] سورة النمل (۲۷)، الآیة (۸)؛

(۱۹۵۷) **المکین** یمین الدین ابو علی **احمد** بن اسمعیل بن احمد الاصفہانی العارض؛

ذکرہ العماد الکاتب فی الخریدۃ[1]، وقال صدر کبیر حصّل صدراً من العلم، کان ثاقب الرأی نافذ الفہم وھو من الاکابر واصحاب المناصب، وتولی وزارۃ الامیر یرنقش الزکوی، ثم صار عارض عساکر السلطان وترشّح للوزارۃ فی اٰخر عمرہ وکانت وفاتہ سنۃ ثلاث وخمسین وخمس مائۃ، وقال ابو سعد السمعانی: سمع باصبہان الرئیس ابا عبد اللّٰہ القاسم بن الفضل بن محمود الثقفی، وحدّث ببغداد سنۃ احدی واربعین وخمسمائۃ، سمع منہ ابو محمّد بن الخشّاب، ولہ شعر، وسیأتی ذکرہ فی اٰخر الکتاب ان شاء اللّٰہ تعالیٰ؛

(۱۹۵۸) **مکین الدّین** ابو محمّد **بقا**[2] بن ابی شاکر بن بقا[3] یعرف بابن العلّیق البغدادیّ الزاھد؛

انقطع واظہر الزھد، وکان لہٗ قبول عند جماعۃ یتبرّکون بہ، وادّعی الروایۃ والسّماع من جماعۃٍ لم یدرکھم فترکوا حدیثہٗ، وحجّ سنۃ احدی وستّمائۃٍ، ودفن بخیمتی امّ معبدٍ؛

(۱۹۵۹) **المکین** ابو الجیوش **جیاش** بن نجیح الصّنعانیّ صاحب زَبید؛

کان من المتغلّبین علی زبید واعمالہا، قالہ: ومن شعرہ من قصیدۃ یخاطب الاحبوش:-

عبید العصا انّی لاربأ اَنْ اُرٰی   خضیب قناۃٍ منکم وحسام

---

[1] لم اجدہ فی فہرست شعراء الخریدۃ؛

[2] شدّد اللام بالاصل وقال الزبیدی کالقبیط، ر: تاج العروس (۷، ۲۲۰)، [3] کذا بالاصل ولا نعلمہ ارادہ؛

اما النار شبّت فی بقاع لمدلج   فجلّت عن الآفاق کلّ ظـلام

(۱۶۶۰) مکین الدّین ابومحمد جعفر بن محمّد بن ابی الفرج الانباریّ الصوفیّ؛

قال: کان المرادیّ[1] اذا انشد لنفسه :-

انّما همّتی کسیرة   نشفت ماء قدیره

وخمیره فی رکیره   بُلغتی منها سُکیره

وصبیّغ او قبیّخ   قد کفی جلد عمایره

من رأی عیشی هذا   عاش لا یطلب غیره

تلا به[2] تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ؛

(۱۶۶۱) المکین ابو شرف حُسام بن عبد الله بن عز العرب بن حُسام المهدویّ الفقیه؛

سمع بدار الحدیث الکاملیة بمصر علی الشیخ الافضل ابی محمّد عبد الله ابن ابی عیسی لُبّ بن ابی عبد الله محمّد بن خیرة الاموی جمیع کتاب المصابیح للامام الحافظ ابی محمّد الحسین بن مسعود الفرا (ء) بقراءة محمّد بن عبد الحکم السعدیّ الشافعیّ فی شوّال سنة اثنتین وخمسین وستمائة؛

(۱۶۶۲) مکین الدین ابو عبد الله الحسین بن ابی البرکات محمّد بن عبد القاهر بن الوکیل بن الشطوی الکرخیّ العدل المنتسب من بیت العدالة والروایة، شهد عند قاضی القضاة ابی الفضائل القاسم بن یحیی

---

[1] لانتمکّن من تعیین المرادیّ هذا؛

[2] سورة القصص (۲۸) الآیة (۸۳)؛

الشہرزوری، وتولی الحسبۃ بجانبی مدینۃ السلام، توفی فی جمادی الآخرۃ سنۃ ثلاث عشرۃ وست مائۃ، ومولدہ سنۃ سبع وخمسین وخمسمائۃ؛

(۱۶۶۳) **مکین الدولۃ** ابوالغنائم **حمید** بن مالک بن مغیث بن منقذ الشیزری الامیر الادیب؛

من بیت الریاسۃ والتقدم والشجاعۃ، مولدہ بشیزر سنۃ احدی و تسعین واربعمائۃ، وانتقل إلی دمشق فسکنها وحفظ القرآن الکریم فی مدۃ قریبۃ وکان فیہ شجاعۃ وعفاف، ومن شعرہ:-

وسلافۃ ازری احمرار شعاعها ۔۔۔ بالورد والوجنات والیاقوت

جاءت مع الساقی تنیر بکأسها ۔۔۔ فکأنها اللاهوت فی الناسوت

توفی بحلب لیلۃ النصف من شعبان سنۃ اربع وستین وخمسمائۃ؛

(۱۶۶۴) **المکین** ابوجعفر **الخلیل** بن احمد بن روزبہ التستری الفقیہ، ذکرہ ابوطاهر السلفی فی کتابہ۔ وقال: روی لنا عن ابی نصر محمد بن سلمان التستری، وسافر الکثیر، وکان حافظاً لکل ما یعیہ مشتغلاً بما یعنیہ؛

(۱۶۶۵) **مکین الدین** ابوالمظفر **راشد** بن علی بن المعلی البغدادی المقری؛

روی عن ابی بکر محمد بن الحسین المزرفی، توفی سنۃ ثلاث وثمانین وخمسمائۃ؛

(۱۶۶۶) **مکین الدین** ابوشجاع **زاهر** بن ابی الرجاء۔ نزیل مکۃ حرسها اللہ تعالیٰ۔ الاصفهانی المقری؛

لہ ر: معجم الادباء (ج ۴: ۱۹۲) ترجمۃ الامیر اسامۃ بن منقذ؛

سلہ ۵۲۴ھ؛ الشذرات (۴: ۲۲۵)، سلہ ر: الشذرات (۵: ۲۷)؛

ذکرہ ابن الدبیثی فی تاریخہ، وقال: ھو اصفہانی الاصل بغدادی المولد و المنشأ، قرأ بکتاب القرآن الکریم بالقراءات علی الشیخ ابی محمد سبط ابی منصور الخیاط، وسمع منہ ومن ابی الفضل محمد بن عمر الارموی وطبقتہ؛ قال: سمعت منہ بواسط، واقام بمکۃ وبہا مات فی تاسع ذی القعدۃ سنۃ تسع و ستمائۃ ودفن بالمعلّی؛

(۱۴۴۷) المکین زید بن حدید المصری القاضی المحدث؛

قرأت مدیحۃ [فی] دیوان ابی الفضل عبد العزیز بن ابی الصلت المغر[بی] قال یمدحہ ویذکر قصد زید الروم وھجرتہم مینا الروسک وذالک سنۃ خمس و خمسمائۃ من قصیدۃ:

حلفت بما حوتہ منیٰ وجمع ... وزمزم والمصلیٰ والحجون

لقد ساد الانام بنو [حدید] ... بمجدھم وسادھم المکین

جحاجح ما ادلھمّ الخطب الّا ... دُعُوا ورُجُوا وزدوا واستعینوا

(۱۴۴۸) مکین الدین ابو القاسم عبد الحمید بن احمد بن محمد یعرف بابن الزجاج العلثی البغدادی المعدّل؛

کان من اعیان العدول بمدینۃ السلام، شھد عند قاضی القضاۃ عز الدین ابن الزنجانی سنۃ احدی وسبعین وست مائۃ، واحد الرواۃ للحدیث وقد تقدم ذکر عمہ شیخنا عفیف الدین عبد الرحیم، وسمع بافادۃ عمہ من جماعۃ وسمع جمیع الجامع الصحیح لابی عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری عن ابن القطیعی، سمعت علیہ ثلاثیات البخاری بالبیمارستان العضدی لثلاث خلون

---

۱ عبد اللہ بن علی المتوفی سنۃ ۵۴۱ھ؛ الشذرات (۴: ۱۲۸) بما بعدھا، ۲ م ۴۲ ۵ھ؛ الشذرات (۴: ۱۲۵)، ۳ لم نطلع علیہ فی المصادر؛

من شهر رجب سنة تسع وسبعين وست مائة، واجاز لنا جميع مسموعاته ومروياته، وسمعت عليه كتاب الامر بالمعروف والنهي عن المنكر تاليف ابن ابي الدنيا بسماعه من الشيخ ابي الفضل محمد بن محمد بن الحسن السباك:

(۱۴۶۹) **المكين** ابو الفرج عبد **الرحمن** بن ابراهيم بن عبد الرحمن السبتي الاديب:

كان من الادباء البلغاء واعيان الفضلاء: انشد:-

الم تر ان نرجيع العتاب لها دأب ... وقد عرفتنا ثم قالت من الركب

فقلنا لها نحن الأولى قد تها لكوا ... على غادة من شانها اللوم والعتب

فانضت إلى جاراتها وتبسمت ... وقالت وايم الله لج بنا الحب

منها:-

اقمنا واوقات السرور قصيرة ... وهيهات ان يحظى بلذاتها صب

(۱۴۷۰) **المكين** الجليس ابو المعالي عبد **العزيز** بن الحسين بن عبد الله ابن الجباب التميمي الاغلبي السعدي المصري القاضي:

ذكره العماد الكاتب في الخريدة، وقال: كان من العلماء المتقدمين في الفضلاء المبرزين، ويعرف بالقاضي الجليس، وقد تقدم ذكره في كتاب الجيم، ومن شعره:

ومن عجب ان الصوارم والقنا ... تحيض بايدي القوم وهي ذكور

واعجب من ذا انها في اكفهم ... تؤجج نارا والاكف بحور

ومن شعره:-

لا تعجبي من صده ونفاره ... لولا المشيب لكنت من زواره

لم تترك الستون اذ نزلت به ... من عهد صبوته سوى تذكاره

۱؎ لم اجد اسمه في فهرست دوزي

وهو الذي رتب شعر الملك الصالح طلائع بن رزيك، وتوفي سنة احدى وستين وخمس مائة؛

(۱۶۷۱) **مكين الدين** ابو المعالى **عرفة** بن علي بن الفضل المعروف بابن البقلي المقري؛

شيخ صالح سمع ابا الفتح ابن الكرخي، توفي سنة ثمان وثمانين وخمس مائة؛

(۱۶۷۲) **مكين الدين** ابو الحسن **علي** بن محمد بن احمد ابن يوسف بن محمد بن اسمعيل بن محمد بن سهم من ولد عمرو بن العاص السهمي المعروف بابن البيتاني من اهل غرناطة،

كان شاعراً فاضلاً، قدم بغداد سنة ثلاثين وستمائة ومدح الامام المستنصر بالله بقصيدة فريدة اولها:-

حرم الخلافة قصد كل متيم ... ومحل موثوق العقيدة مسلم

شرفت قواعده فبان سماكه ... في جو قبة سمكه كالدرهم

منها:-

ومن سمت شرفا بساكن افقها ... من ال احمد سر صفوة آدم

اسنى الخلائف والخلائق محتداً ... واجلهم ذكراً لدى نطق الفم

مستنصر بالله في افعاله ... ماضي العزيمة في المهم المبرم

(۱۶۷۳) **مكين الدين** ابو حفص **عمر** بن عبد الله بن عثمان بن عبد الله، يعرف بابن نزال، الباجي الاديب؛

كان عالماً عاملاً، سمع بمكة المحروسة على الشيخ مكين الدين ابي شجاع زاهر بن رستم بن ابي الرجا الاصفهاني بالحرم الشريف تجاه الكعبة المعظمة في

جمادی الآخرۃ سنۃ تسع وست مائۃ؛

(١٦٧٤) المکین ابوسهل محمد بن ابراهیم بن سعدویه الاصفهانی المحدث؛

اورد بسندہ عن ابی الدرداء رضی اللہ عنه قال. قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: أُخْبُرْ مَنْ شِئْتَ تَقْلِه؛ قال: اراد النبی صلی اللہ أنك اذا اختبرت الناس وعرفتهم قلیتهم ای ابغضتهم، وقال مجاهد: وجدت الناس کما قیل اخبر تقله؛ وقد نظمه ابو العتاهیة :-

أُبْلُ من شِئْتَ تَقْلِه عن قلیلٍ لفعله

وتبدّ له هجرةٌ بعد ودّ و وصله

ضاع معروف واضع المعروف فی غیر اهله

(١٦٧٥) المکین ابونصر محمد بن احمد الاسفرائنی الصوفی؛

کان عالماً فاضلاً، ترك الدنیا عن قدرةٍ، وکان عالماً عابداً، وقد سمع الحدیث، قال: وقف سائل بباب قوم فی یوم اضحی فقال له صاحب الدار وهو یشرح اللحم القدید: صنع اللہ لك! فقال له السائل: یا هذا الم تحضر الصلوٰة الیوم؟ قال: بلی، قال: اما سمعت الخطیب یقرأ علیکم: فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِیْرَ[1]؛ ولم یقل. وکلوا منها وامنعوا البائس القدید؛

(١٦٧٦) المکین ابوعبد اللہ محمد بن سبا بن ابی السعود بن زریع الیامی سلطان الیمن؛

ذکرہ القاضی الارشد عمارۃ الیمنی فی کتابه[2]، وذکرہ عماد الدین الکاتب

---

[1] سورۃ الحج (٢٢) الآیۃ (٢٨)؛

[2] انظر الکتاب بحسب الفهرس؛

فی الخریدۃ وقال[1]: وھب الداعی المکین محمد بن سبا سلطان الیمن لابی سلمان الف دینار، فارتجل القاضی یحییٰ بن احمد بن ابی یحیی الیمنی فی ذالک المجلس مخاطباً للداعی :-

لا تخز الّا اذا اقبلت مستلماً　　کف المکین ظھیر الدین مولینا
ھی التی تھب الآلاف وافیۃ　　ان کنت غراً فسل عنھا ابن سلمانا

فقال لہ الداعی: انا عبد اللّٰہ اما ابن سلمان فھو ابن عمی ولکن تسأل انت عنھا؛ ثم امر لہ فی الحال بالف دینار؛

(۱۶۷۷) **المکین** ابو المعالی **محمد** بن علی بن خلف البغدادی المقرئ

ذکرہ تاج الاسلام ابو سعد السمعانی فی کتابہ، وقال: حدث بشیئ یسیر، روی لنا عنہ ابو المعمر الانصاری وعبد الخالق بن احمد بن یوسف؛ قال: وذکرہ ابو الفضل محمد بن ناصر فاساء الثناء علیہ، وخالفہ غیرہ علی ذالک قال: و توفی لیلۃ الخمیس العشرین من المحرم سنۃ احدی عشرۃ وخمسمائۃ، ودفن بالشونیزیۃ الی جانب قبر سمنون المحب؛

(۱۶۷۸) **مکین الدین** ابوبکر **محمد** بن عیسی بن عبد الغفار البسندیجی المحدث؛

اورد بسندہ عن انس قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انصر اخاک ظالماً او مظلوماً، قیل: کیف ینصرہ ظالماً؟ قال: ردہ الی الحق فذالک نصرۃ لہ و فی روایۃ عائشۃ (رضی اللّٰہ عنھا) ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: انصر اخاک ظالماً او مظلوماً، فان کان مظلوماً فخذ لہ حقہ وان کان ظالماً فاعنہ

---

[1] لم اجد اسم المکین ولا القاضی یحیی ولا ابی سلمان فی فھرست شعراء الخریدۃ؛

نومبر ۱۹۴۶ء

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

منجانب

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی لاہور

نوٹ: یہ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے۔

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون نگار	مضمون	نمبر شمار
۳ تا ۱۶	پروفیسر عباس شوستری	جامعہ اسلام	۱
۴۴۱ تا ۴۷۲	خان بہادر مولوی محمد شفیع صاحب ایم۔اے،	مطلع سعدین (مسلسل)	۲

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر چھپا
اور بابو محمد صدیق احمد خان نے اورینٹل
کالج لاہور سے شائع کیا ۔

جامعۂ اسلام

(از پروفیسر عباس شوستری)

کائنات یعنی آنچہ بدیدہ تن می بینیم و بقوہ اندیشہ می سنجیم، آیا ہمین است کہ پدید است یا پس این پردہ ظاہر، باطنی می باشد کہ اصل آن است و ظاہر مظہر آن است و انسان چیست آیا ہمین است کہ سر و صورتی دارد و دست و پائی می جنباند و پس از چندی از جنبش باز می ایستد و نابود میشود یا محرک حرکات تن حقیقتی دیگر است و آنکہ محرک تن است آیا اندرون تن است یا بیرون است اگر اندرون است کجای اندرون و اگر بیرون است چگونہ بہ تن پیوستہ است حرکات ستارگان قہری و اضطرابی است یا بہ میل و ارادہ است زندگی یعنی چہ ؟ آیا مانند این زمین بسیاری از ستارگان جانداری میباشد کہ خلقت او کامل تر از انسان و پایۂ دانش او بیش از قوہ سنجش بشر است آیا گردش ستارگان و زیست باشندگان انہا، بہ گردش زمین و زندگی باشندگانش اثری دارد یا ہرکدام در محور خود مستقل می باشند آیا یک زمانی خواہد رسید کہ بشر از کینہ و کدورت و حب تفوق دست بکشد و برادروار عائلہ بشری را تشکیل بدہد۔ ہمہ از یکدیگر بہرہ مند بشوند و باہم چون شیر و شکر گردند و بہ اندازہ ای حقوق ہمدیگر را محترم بشمارند کہ مجبور بہ اطاعت و حکمیت دیگران نگردند و آیا یکوقتی خواہد رسید کہ مخلوق ہمہ ستارگان باہم آشنا بشوند و یک عائلہ بسیار بزرگ از موجودات تشکیل بدہند یا ہمچو اکنون از ہم جدا و بی اطلاع خواہند ماند۔ آیا چگونگی ہر عصر نتیجۂ اعمال عصر گذشتہ می باشد و از عمل آدمی زا است یا از پردۂ غیب دستی بیرون می آید و بشر را بہ یک نوع تازہ میرسانند آیا انسان اختیاری از خود دارد یا بگفتہ حافظ آنچہ استاد ازل گفت بگو، میگویید، این افکار از وقتیکہ بشر پدید شد و شعور یافت ذہن او را مشغول ساختہ و بسیاری از دانشمندان این معما را خواستند حل بکنند و این عقدہ را بگشایند ولی گرہ ہم چنانکہ بستہ بود ماندہ

است برخی گفتند همین است که می بینیم واین را "ماده" نامیدند و علم و حیات وادراک وحواس را صورتهای مختلف ماده دانستند وگفتند "ماده" را یک دریای بیکران تصور بکنیم که امواج آن متصل بلند میشوند و فرومیریزند واز عروج و نزول انها، در آب تکانی و هیجانی پیدا میشود واز تکان آن اشکال گوناگون پدید و ناپدید میشوند که بنظر ما بصورت زیست و مرگ، جلوه گر می شوند وبرخی گفتند که صورت از هیولی و هیولی بصورت ظاهر می شود شبستری می فرماید :-

هیولی چیست جز معدوم مطلق — که می گردد بدو صورت محقق

چه صورت بی هیولی درقدم نیست — هیولی نیز بی او جز عدم نیست

شده اجسام عالم زین دو معدوم — که جز معدوم زایشان نیست معلوم

پس می پرسیم که اگر تن دراصل ماده و ماده معدوم است، اندیشهٔ "من" که در همه ما می باشد از چیست آیا این نیز یکی از خصوصیات تن است یا چیزی علاوه به تن است، برخی گفتند جنبشی که در دریای ماده می بینیم از او نیست بلکه محرک آن یک قوه جداگانه می باشد که ناپدید است وانرا میتوان به قوه کهربائی هم مانند کرد که چون ظرفی بیاید که بتوان دران تجلی نماید، تجلی نموده آنرا روشن می سازد و همین که آن ظرف یا بگوئیم حباب شکست، روشنائی ناپدید میگردد حباب فانی وآنچه آنرا روشن کرده بود پاینده است آیا حباب وآنچه آنرا روشن نموده بود درذات وصفات عکس و مخالف یک دیگراند یا لازم ملزوم می باشند و اتصال و انفصال اینها غیرطبیعی و قسری است، یا لازمی است اگر عکس همدیگر اند چگونه می آمیزند و اگر لازم ملزوم یکدیگر می باشند چرا جدا میکردند، مانی که یکی از متفکرین بزرگ ایران است گفته است که عکس یکدیگرند و اتصال انها غیرطبیعی است واز اینرو انفصال لازمی است و زندگی اضطراب یا کوشش است برای جدا شدن بنابر آموزش اسلام حقیقت یگانه است وعظمت وقدرت او نامحدود است نه ماده یا تن وجودی مستقل می باشد و نه روح هردو از یک چشمه در می آیند یکی از عالم خلق است است و دیگری از امر روان فرمان ایزدیست و تن خلقت اوست هردو از او میباشند که به دونام و خصوصیات پدید میشوند

اوست که آنها را بهم نزدیک میکند و از هم جدا می نماید آمیزش برای چیست؟ و جدائی برای چه؟
او که میامیزد و جدا می سازد، میداند، در این زمینه فکر و بحث بیهوده است روان و تن چون
آب شور و شیرین باهم روان و از هم جدا هستند چنانکه در قرآن مجید میفرماید :-

هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ — این شیرین است و بسیار شیرین و این شور است
اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا — و بسیار شور و گردانید میان شان حایلی و
وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا — مانعی ٭

نه روان مادی میشود و نه ماده روان میگردد بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ ؛ و میان آنها خط فاصل
است که از حد خود تجاوز نمی کند، از آنکه از یک چشمه می باشند یگانه و از اینکه خصوصیات ممتاز
دارند بیگانه هستند برای تن زاد و مرگ هست ولی روان پاینده می باشد و روان است که از
عالمی به عالمی روان است و هر عالمی را یک زندگی بینامیم زندگی ها بسیار ولی گوهر یکه ملت زندگیست
یگانه است - محمود شبستری میفرماید :-

هزاران نشاء داری خواجه در پیش — برو آمد شد خود را بیندیش

از جمله عوالمی که باید طے بکند عالمی است که برزخ بینامند که پس از مرگ ازین زندگی که داریم به آن
در می آئیم حافظ میفرماید - عالمی هست که این عالم ازان تمثالیست و شبستری میفرماید :-

کدام است آن جهان کو نیست پیدا — که یکروز ش بود یکسال اینجا
همین نبود جهان آخر که دیدی — نه مالا تبصرون آخر شنیدی
بیا بنما که جابلقا کدام است — جهان شهر جابلسا چه نام است

و مقصود شبستری از جابلقا عالمی است که روان، پیش از اینکه براین تن تجلی کند، دران بوده است
و آنرا عالم مثال نیز میگویند و جابلسا عالمی است که پس از مرگ، به آن در می آید و آنچه را که اینجا آرزو
میکرد بنا بر عمل در آنجا می یابد لذتهای آنجا مانند لذتهای اینجا ولی با دوام تر خواهند بود و برخی عالم
برزخ را که نام دیگر این عالم است، به یک آئینه تشبیه نموده اند که دران صور و اشکال منعکس میشوند

و بنظر می آیند و اینها اعمالی میباشند که پیکر یافته اند ولی جسمانیت و مادیت پیکر را ندارند بلکه مانند عکسی میباشند که در آئینه دیده میشود و البته این گونه افکار استدلالی نمی باشند بلکه نتیجۂ تخیل بشر هستند و اساس آموزش اسلام بر آن نیست، آنچه اسلام می آموزد این است که مرگ در حقیقت مرگ نیست بلکه انجام یک زندگی و آغاز زندگی دیگر است که ماحصل اعمال این زندگی میباشد و بنا بر اعمال صورت می یابد امتیازی که میان آموزش بودا و پیغمبر اسلام می باشد این است که بودا سخنی از روان نمی فرماید و سلسله اعمال را زندگی مینامد و اعمال از اراده یا خواهش پدید میشوند پس زندگی مادی، بر اساس خواهش است و معنی حقیقی خواهش نیازمندیست یعنی بشر خود را نیازمند گمان میکند و میخواهد بی نیاز بشود در کیش مسیحی نیازمندی، هبوط و گناه بشر است و بعز موده بودا هنگه حس احتیاج یا نیازمندی به انجام رسید رشتۂ اعمال خود به خود گسیخته می شود و بنا برین عمل خواه درست یا نادرست نقصی است و تا نیازمندی پاینده است خواه در دنیا باشد یا آخرت، در بهشت یا دوزخ، در گدائی یا شاهی، در جاهلی یا دانائی نقصی است، مولانا بلخی میفرماید ؎

آنکه شیران را کند رو به مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

و مفهوم احتیاج را بودا بسیار وسیع گرفته که بحث در ان خارج از موضوع این مقاله است و تا خواهش یعنی نیازمندی باقیست، کیفیت نه یک نوع بلکه انواع بشر را احاطه کرده است پس بشر باید بکوشد که بی خواهش یعنی بی نیاز بشود و این عالم بنیازی را بودا "نزوان" می نامد که مانند آن در هیچ کیش فکری نمی یابیم بی خواهشی، فنای خواهش است ولی فنای حقیقت نیست بلکه نام دیگر از بے نیازی است و اسلام این اندیشه را اساساً نمی پذیرد زیرا که انسان را ذاتاً نیازمند تصور میکند و او که در ذات محتاج است ممکن نیست که از دام احتیاج کاملاً رہائی یابد اگر محتاج نبود به احتیاج کاری نداشت، ذات یا فطرت را نمی توان تغییر داد ولی به اندازه ایکه استعداد تکمیل دارد میتوان کامل نمود و استعداد کمال در بشر می باشد و آن بنا بر آموزش اسلام قرب ایزدی یا نزدیکی

بسرچشمهٔ زندگیست چون به ایزد قریب شد نواقص یا احتیاج او در پرتو ایزدی ناپدید میشوند و تا وقتیکه به نور ایزدی روشن است می تابد حقیقت بشر را تشبیه میدهند به آهنی که ذاتًا سیاه است و سرد ولی چون در آتش ماند گرم و سُرخ میشود و مانند آتش است و برای تحصیل چنین سعادت، اسلام توجه را می آموزد و هرچند توجه بشر به آفریننده اش بیشتر بشود نواقص او کمتر میگردند و توجه عمل لازم دارد و اینگونه عمل را در قرآن مجید عبادت یا خدمت فرموده است که نتیجه آن شناسائیست وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ یعنی ما نیافریدیم جن و انس را مگر اینکه خدمت بکنند۔ پس زندگی ما خدمت است، اگر داوطلبانه و بنابر آموزش اسلام بکنیم که فبها وگرنه طبعیتًا خواهیم کرد زیرا که طبیعت ما را برای خدمت آفریده است او که شاه است و همه آسودگی و وسائل آرام را دارد باز مجبور است که خدمت بکند خدمت به معدهٔ خدمت به شهوت، خدمت به افکار غضب و بد و یک لمحه نمی تواند بدون خدمت بگذراند و از کمال سادگی اینگونه خدمت های پست را گمان دارد که کامرانی میکند و از لذتهای دُنیا بهره مند می شود پس خدمت به میل و اراده ما نیست بفرمان طبیعت است و ما ناچاریم که فرمان را اطاعت بکنیم و چون بنیادِ زندگی بر خدمت شد، اسلام میفرماید که به بزرگترین و اعلیٰ ترین فرمانده بنده شویم و او را خدمت کنیم که خدمت به او ما را بلند می نماید و چون او را خدمت کردیم دایره خدمت بسیار وسیع میشود و بار زندگی که بر همه ما طبیعت نهاده است متفقاً و متحداً بر میداریم تا برای همه سبک بشود و از این اتحاد و حس خدمت، جامعه اسلام تشکیل می شود و این نوع خدمت را که ظاهراً به خودمان است در حقیقت به آفریدگار است، زیرا که بفرمان اوست اگر معده را خدمت میکنم برای این است که این معده را آفریدگار در تن ما قرار داده تا از خوراکی که میخوریم نیرو برای دوام زندگی ما تهیه کند پس همه اعمال ما باید محض بجا آوردن فرمان ایزدی باشد گویا ما یک ماشین هستیم که دستِ قدرت آنرا حرکت میدهد چنانچه در قرآن مجید میفرماید قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ بگو بدرستیکه نماز من و پرستش من و زندگی و مرگ من برای الله ربّ عالمین است و چونکه زندگی ما برای خدمت به احد

است و خدمت او بجا آوردن فرمان اوست اگر از فرمان او سر تابیم خطا کرده ایم و فرمان او به چند طریق
بما میرسد یکی اقتضای طبیعت است که هر لحظه وظیفه ما را معین میکند و دیگر قوه ممیزه و عقل و تجربه است که به آن اشارهٔ
طبیعت را درک میکنیم و سیوم فرموده اشخاص بزرگواریست که به رموز طبیعت بیش از ما پی برده اند، بنا بر آموزش
اسلام آفرینش ایزدی محدود نیست و همچنان خدمت ما نیز نباید به خود یا چند نفر محدود باشد،
بلکه همه کائنات را در خود و خود را در همه کائنات پنداشته دائره خدمت را وسعت دهیم و آنچه از ما
ممکن است بجا آورده، به یاری خداوند متعال امیدوار باشیم و از این است که در قرآن مجید با کلمه خدمت
کلمه یاری را افزوده میفرماید" إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" فقط ترا خدمت میکنیم و تنها از تو
یاری میجوئیم و بر این اساس جامعه اسلام تشکیل شده اسلام رهبانیت و دوری از مخلوق را اجازه
نمی دهد - زیرا که زندگی بشر را انفرادی نمیداند، بگفته مولانای بلخی :-

درمیان امتِ مرحوم باش   سنت احمد مهل محکوم باش
راهِ سنت با جماعت به بود   اسپ با اسپان یقین خوشتر رود

ولی همراهی باید در پیوستگی کارهای جامعه باشد چنانچه در قرآن مجید میفرماید :-
تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا   یعنی یاری بکنید همدیگر را در نیکی و پرهیزگاری و
عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۲/۵   یاری نکنید در بدی، و افراط یا تفریط،

این بود، پیامی که از درگاه ایزدی، محمد مصطفٰے به ما رسانید و خود او نمونه پیام بود گوینده تا بگفتار خود عمل
نکند گفتهٔ او اثر پذیر نمیشود چون بیست و سه سال ایام نبوت و تبلیغ او را بتامل بنگریم یک نفر وجود
بزرگوارامی بابیم که کار چندین نفر را می نمود از یک پهلو بزرگترین مصلح اخلاقی بود که آنچه میکرد میفرمود
و آنچه میفرمود، میکرد و گاهی سردار اولوا لعزم بود که سپاه را به میدان رزم می بُرد و زمانی داد ور که
به همه شکایتها میرسید و کشاینده عقده های مشکل می شد، بیست و چهار ساعت شبانه روز یا به خدمت
خلق یا به عبادت خالق مشغول بود جسم و ذهن و روح او درکار بودند، یکپارده عمل بود، در جنگ
بهترین اصول رزم را می آموخت و در صورتیکه سپاهش گریزان بودند، با معدودی از جان نثاران

استقامت میکرد تا پیروز می شد و زمانی با سیصد واند مردم مفلوک با هزار نفر رزم آزما، پنجه نرم میکرد
ودر میان ستیز و آویز و باران تیر و شمشیر او رو به خدا می نمود و تمنا میکرد که حق را بر باطل پیروز سازد
و گاهی در مسجد روی حصیر یا بر خاک نشسته، به پیروانش بهترین روش زندگی می آموخت و از
جزئیات تا کلیات لوازم بشر را می فرمود و گاهی با جویندگان دانش که از ثروت دنیا بهره
نداشتند و بنام اصحاب صفه معروف شدند، همزانو می نشست و به اینها رموز عرفان و تهذیب
اخلاق بیان میکرد و زمانی عمال به اطراف میفرستاد و هنگام رفتن به آنها دستور حکمرانی رامیداد
و دعاة برای تبلیغ میفرستاد شکایتهای گوناگون می شنید و پاسخ صحیح میفرمود آیات میراث را تلاوت
می نمود جرائم را نشان میداد و سزا را تعیین میکرد پیمانهای آشتی و دوستی را می بست وفود عرب را
مهمان میکرد، پذیرائی می نمود، واگر تمنائی یا شکایتی داشتند، به کمال بردباری و خنده روئی می شنید و
مشکلات انها را حل میکرد، و انها را خوشنود مرخص میفرمود، داد و دهش او با وجود کمی سرمایه به اندازه
ای بود که همه وقت دیگران را سیر میکرد و از گرسنگی بر شکم خود سنگ می بست روزها می گذشتند که
صورت نان را نمیدید، مردم دانا و وحشی و نیمه وحشی متصل به مدینه می آمدند، شرف خدمت او را می
یافتند سخنان گوارا و ناگوار، سنجیده و ناسنجیده می گفتند و همه برضامندی و خوشی، با انعام واکرام،
به جای خود بر میگشتند، از حدود خبرگیری میکرد به کشت تشویق می نمود و به تحصیل دانش تحریص
می فرمود مسجد بنا میکرد و با دیگر کارکنان شریک شده، سنگ بر میداشت، چشم او باز و گوش او شنوا
لحظه ای آرام نداشت و پس از آنکه همه روز را به مشقت و زحمت گذرانیده بود، شب یکی دو ساعت
غنوده، بیدار می شد و بمصداق آیه وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا "و از شب
او را سجده کرده و زمان طولانی او را تسبیح کن" و هنوز دیگران خواب بودند که او بیدار می شد و به وظائف
روز آماده میگشت روح توانائی بود که در تن ناتوان جا گرفته، کارهای عجیب میکرد، به اندازه ای که
روش زندگی او، نمونه زندگی برای پیروانش شد و آنها که به او اخلاص داشتند، کوشیدند که به روش
او زندگی کنند و در تعلیم ملتی که به رهزنی و غارت زندگی می نمود جهانگیر شد و افراد آن از بزرگان

دبرگزیدگان بشر شدند میگویند معاذ بن جبل را چون بر یمن حاکم نمود هنگام وداع فرمود چگونه به شکایتهای مهم، رسیدگی خواهی کرد عرض نمود از روی احکام قرآن و آنچه از شما شنیده ام فرمود شاید مشکلی پیش آید که حل آنرا از من نشنیده باشی گفت در آن صورت به رای و اجتهاد خود عمل خواهم کرد آنحضرت فرمود خدا را شکر آنچه دوست داشتم از تو شنیدم دیگی دیگر از صحابه را چون به جانبی حاکم کرد به او فرمود در امور مردم آسانی پیدا کن و سخت مگیر و نویده ولی در بیم و وحشت مینداز، بهم وصل کن فصل مکن دیگی دیگر را فرمود، با مردم به حسن خلق رفتار کن، اشخاصی را که برای گرفتن زکاة میفرستاد سخت تاکید میکرد که بیش از آنچه باید بگیرند، نگیرند و مامورین نیز بنا بر تاکید آنحضرت به اندازه ای مقید بودند که اگر زکاة دهنده، بجای بچه گوسفند، گوسفند بزرگ میداد رد میکردند در سخت میکوشیدند که چیزی فزون نگرفته باشند و باوجود چنین دقت چون به مدینه برمیگشتند آنحضرت محاسبه میکرد و در نگهداشتن پیمانی که می بست، بسیار مقید بود. مثلاً در صلح حدیبیه ابو جندل نام یکی از مسلمین خویش را از چنگ کفار رهانیده، به هزار زحمت با غل و زنجیر به لشکرگاه اسلام رسید، پدرش که کافر بود بنا به شرایط صلح اورا باز خواست و هرچند مسلمین التماس کردند و خود او داد و فریاد کرد، نتیجه نه بخشید و بموجب پیمان آنحضرت اورا به پدر تسلیم نمود و پسر را به شکیبائی اندرز کرد، این روش ستوده را پیروانش نیز از دست ندادند و اسلام را در نظر غیر مسلم ارجمند ساختند، با اسیران جنگ به شفقت رفتار میکرد و میفرمود از آنها توجه بشود و خوراک درست بدهند از نیز و بعضی اوقات صحابه اسیران را نان میدادند خود به خرما قانع می شدند، اگر از دشمنان یکی خدمت آنحضرت میرسید اورا گرامی میداشت، به احترام او، بر میخاست، ردایش را برای او میگسترد، نوازش میفرمود چنین بود وقتیکه عکرمه پسر ابی جهل که او و پدرش از سخت ترین دشمنان آنحضرت بودند و چون پدر در جنگ بدر کشته شد و پس از کشودن مکه، راه چاره بر عکرمه مسدود گشت، به رهنمائی همسرش خدمت آنحضرت آمد، و بجای سرزنش مرحمت دید، آنحضرت برخاست، پیش رفت از او پذیرائی کرد، دلجوئی نمود، و اورا مطمئن و خورسند ساخت، میان عرب مرسوم بود که چون به جنگی میرفتند سوار

و پیادہ در دشت پخش می شد و میان راہ ہر کسی کہ را می یافت مال او را بہ غارت می ستاند آنحضرت فرمود کہ لشکر اسلام منظم و نزدیک بہم و در صف حرکت بکنند کسی را آزار نرسانند و بجز دشمن بر کسی حملہ نیاورند، غارت نکنند و چون بہ میدان جنگ میرسید، بدست خود صفوف را راست و منظم می نمود - در قرآن می فرماید :-

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ ۝ ۶۱/۴

بدرستیکہ خدا دوست دارد اشخاصی را کہ در راہ او کارزار میکنند و صف می بندد چنانکہ گویا ساختمانی استوار می باشند ۔

عرب غزوہ یا جہاد را بہ نیت چپاول میکرد و آنحضرت بہ پیروانش آموخت کہ مقصود جہاد یا غزو چپاول نیست، بلکہ وظیفہ ای برای رفع فتنہ می باشد و برای دنیا نیست، برای دین است، چنانچہ در قرآن می فرماید :-

قَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ ۝

کہ با دشمنان (صلح و امن) جنگ کنید تا اینکہ فتنہ و فساد باقی نماند ،

و فرمود مقصود از شکستن دشمن، ذلیل و زبون ساختن او نیست، بلکہ برای رہنمائی و شایستہ کردن اوست - میفرماید :-

اَلَّذِينَ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۝

اشخاصی را کہ ما بر زمین چیرگی و بزرگی میدہیم برای این است کہ نماز را برپا دارند و زکاۃ را بدہند و بہ آنچہ نیک است رہنما باشند و از انچہ بد است، منع کنند ،

پس یکی از اصل مہم جامعہ اسلام، ہمراہی در امور نیک و منع از کارہای بد میباشد ۔ مسلم باید آئینہ برای دیگر مسلم باشد کہ او در آن، خوب و بد خود را بہ بیند و آنچہ خوب است نگاہ دارد و آنچہ بد است انرا از خود دور نماید بگفتہ مولانا بلخی :-

مومنان آئینہ یکدیگرند　　این خبر را از پیمبر آورند

از کثرت کار و شدت زحمت و مشقت، در دو سال آخر از عمرش آنحضرت ضعیف گشته بود و در بعضی اوقات نشسته نماز بجا می آورد و در سال آخر خستگی و ضعف شدید تر شد، تا اینکه در آخرین حجی که بجا آورد در مکه و حین مراجعت میان راه، دو خطبه بیان فرمود و چگونگی جامعه اسلام را توضیح داد از جمله فرمود :- الا کل شئ من امر الجاهلیة تحت قدمی موضوع - یعنی آگاه باشید همه دعوی که زمان جاهلیت بود اکنون زیر پای من می باشد و این جمله مختصر شرحی لازم دارد مقصود اینکه خرافات پرستش بت و همه ادعای خود پرستی و خود ستائی و نفاق و تکبر و فساد اخلاق و رسوم ناشایسته و بیهوده و جنگ و جدل و چپاول و غارت و رقابت عشیره وغیره وغیره، همه اکنون باطل و آغاز یک تمدن و فرهنگ جدید است که هیچ نسبت به گذشته ندارد، باید اولاً عرب و پس از آن همه بشر یک جامعه تشکیل بدهند و صورت اجتماعی اختیار کنند که در آن نه تعصب نژاد باشد و نه حب زمین زیرا که نژاد بشر، چه سفید و چه سیاه، چه جاهل و چه دانا، چه پست و چه بلند از یک مادر و پدر است و زمین از خداوند متعال است و هیچ کس را نرسد که از خود داند باین ترتیب از ملیت محدود در آمده و شرق و غرب آمیزش کرده، ملتی تشکیل بدهند که از نوع بشر باشد - همه متحد و یگانه گردند - میفرماید

ایها الناس! الا ان ربکم واحد وان	ای مردم! آگاه باشید که پروردگار شما یگانه است
اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی	و پدر بزرگ شما یکی است (که پدر همه می باشد) از نیرو
عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر	امتیاز رنگ و نژاد بی معنی است نه عرب را بر غیر عرب
علی اسود ولا لاسود علی احمر الا	بزرگی است و نه غیر عرب را بر عرب فضیلتی است و نه سرخ
بالتقوی!	را بر سیاه و نه سیاه را بر سرخ ترجیحی می باشد مگر به پرهیزگاری

هر مسلمی از هر نژاد و رنگ و کشور باشد برادر است یعنی در شخصیت و حقوق جامعه مساوی است توانگر و بینوا، شاه و گدا هیچ گونه امتیاز ندارند اگر امتیازی هست در وظیفه می باشد در شخصیت نیست و شخصیت هر مسلمی محترم و محفوظ است و خبردار باشید از بندگان شما که بدست شما اسیر هستند، از آنچه میخورید به آنها بخورانید و از آنچه

می پوشید، انہارا بہ پوشانید، آنچہ در زمان جاہلیت خون ریختہ شد کہ بہ آئین عرب باید کین آن گیرید اینک میگویم کہ باطل شد و برای اینکہ این احساس بیہودہ از میان برداشتہ شود، من از خون ربیعہ بن حارث کہ عموزادہ ام باشد درگذشتم، شما نیز از کین گرفتن باز آئید و خون مردم بیگناہ را مریزید و من سود خواری را باطل کردم و نخستین سودیکہ باید گرفتہ شود، سودیست کہ عموی من عباس از مردم میخواہد البتہ مقصود سود را باید بہ مفہوم وسیع بگیریم یعنی سود تنہا در پول دادن و گرفتن نیست بلکہ در ہمہ امور زندگیست زیرا کہ اساس زندگی اجتماعی اسلام بر تعاون و ہمراہی از یکدیگر است و ہرگاہ یکی بخواہد از دیگری سود ناروا ببرد، او گیرندہ "ربا"ست یعنی از آنچہ استحقاق دارد افزون می خواہد، بازرگانی وسیلہ غارت کردن و اندوختن ثروت نیست، بلکہ یک گونہ خدمت است کہ بہ جامعہ میکند و ضمناً حق الزحمہ خود را میگیرد بمنفعت بازرگانی باید بہ اندازۂ حق الزحمہ باشد۔ افرادی کہ مردم را بنام بازرگانی غارت میکنند، اینہا بازرگان نیستند، بلکہ قسمی از راہزنان میباشند و این نوع وسیلہ کامرانی بدترین رباست

و نیز آنحضرتؐ فرمود :۔

فاتقوا اللہ فی النساء انّ لکم علی النساء حقا ولہن علیکم حقا۔

درخصوص زنہاتان از خدا بترسید زیرا کہ اگر شما را برانہا حقی است انہارا نیز بر شما حقی میباشد،

خونہای شما و اموال شما بہ ناروا ریختن و بردن حرام است، و من میان شما چیزی بگذارم کہ اگر آنرا استوار گرفتید گمراہ نخواہید شد و آن کتاب خداست و بدرستیکہ خداوند عزّوجل حق ہر وارثی را معین فرمودہ است بنابرین پس از شما بموجب فرمان ایزدی حق انہا دادہ میشود و فرزند اوست کہ در بستر خواب شما نطفہ او منعقد گردد بہ پسر خواندگی کسی پسر نمیشود و بدانید کہ روا نیست زن مال شوہرش را بدون اجازہ او بہ کس بدہد و بدانید کہ وام را باید بپردازید و آنچہ عاریت گرفتہ اید، بہ صاحبش برگردانید و اگر ضامن از کسی بشوید حق ضمانت را بجا آورید پس ازین فرمایش آیۂ زیر را تلاوت فرمود :۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ

امروز برای شما دین تان را مکمل نمودم و بر شما نعمت (الطاف و رہنمائی) را بہ انجام رسانیدم و برای شما

اَلْاِسْلَامُ دِیْنًا

دین اسلام (کہ امن و سلامت است) برگزیدم،

چنین بود، آخرین خطبہ آنحضرت کہ در مکہ بیان فرمود و این خطبہ را می توان گفت کہ اساس جامعہ اسلام است و بر این اساس بہ اضافہ آموزشی کہ در قرآن مجید می یابیم زندگانی اجتماعی مسلمین باید تشکیل بشود و پس از آنحضرت تا روح این خطبہ در جامعہ اسلام بود، آن جامعہ در آزادی و احترام شخصیت افرادِ جامعہ نظیر خود در ہیچ کشور نداشت چون مسلمین عرب بایران رو آوردند، زمانی بود کہ ایرانی ہا بہ خم شدن و نماز بردن و دست بکش ایستادن عادت کردہ بودند۔ فرمان دہان را زادہ از آسمان و خداوند و خود را زبون و بیچارہ می شمردند، با گروہی مواجہ شدند کہ خود را با ہمہ مساوی و ہمہ را با خود یکسان تصور میکردند۔ ایرانی کہ بہ این طریق زندگی آشنا نبود شگفتی نمود نہ تاجی دید و نہ تختی نہ کسی سر نیاز فرود می آورد، و نہ ترس از دژخیم داشت خلیفہ پادشاہ بود ولی با رعایا بہ جز نام امتیازی نداشت بگفتہ مولانا بلخی :-

بر عمر آمد ز قیصر یک رسول　　در مدینہ از بیابان نغول
گفت کو قصر خلیفہ آن حشم　　تا من اسب و رخت را آنجا کشم
قوم گفتندش کہ او را قصر نیست　　مر عمر را قصر جانِ روشنیست
گرچہ از میری ورا آوازہ ایست　　ہمچو درویشان مر او را کازہ ایست
چون رسول روم این الفاظ تر　　در سماع آورد شد مشتاق تر
دیدہ را بر جستن عمر گماشت　　رخت را و اسپ را ضایع گذاشت
دید اعرابی زنی او را دخیل　　گفت عمر نک بزیر آن نخیل
زیر خرمابن ز خلقان او جدا　　زیر سایہ خفتہ بین سایہ خدا

دیدہ ایرانی از این منظر خیرہ گشت۔ نہ موبدی بود کہ بر او بزرگی بفروشد و ناز کند و نہ سپہبد کہ از روی نخوت فرمان دہد ہمہ ہمرنگ و ہمہ سر نیاز بہ خدائیکہ آفریدگار ہمہ بود فرود می آوردند اگر ترسی بود از او بود و اگر امیدی بود بہ او بود از ہمہ آزاد زندگی مردانہ زیر سایہ شمشیر می نمودند ایرانی گردیدہ چنین زندگی گشت خوش درخشید ولی دولت مستعجل بود چندی نگذشت کہ آن سبو بشکست و آن پیمانہ ریخت در بار

خلیفة المعتمد با دربار خسرو پرویز هم چشمی می نمود و حرم خلیفه مکان عیش و عشرت بود در انجام مغول بممالک
اسلام ریختند و شیرازهٔ اسلام و فرهنگ ایران را ازهم گسیختند مسلمی که پرچم بیدار مساوات و آزادی بود و شخصیت
هر کس را چه مرد و چه زن چه توانگر و چه بینوا یکسان محترم میشمرد یادگار تاریخی شد و در عمل گروهی ستم پیشه
بر گروهی از عاجزان و درماندگان مانند گرگ و شیر چیره شدند و انها را ذلیل و درمانده و زبون ساختند رعیت
بیچاره در حضور هر گردن کشی بایستی به کمال عاجزی و فروتنی بنده وار بایستد روحانیان بی روح دماغ
شان از خرافات پر و افکار شان به موهومات غرق در ادعا بر ثریا و در عمل تحت الثری بودند گروه
جنگی در میدان جنگ روباه صفت ولی برای رهزنی و تاخت نمودن و غارت کردن شیر و پلنگ شدند
گروه کشتورز زبون و گروه بازرگان حریص و بی انصاف و بی همت و بی اطلاع گروه عرفا گدا پیشه و
فریبنده باین ترتیب اسلامی که در مکه فرموده شد و آموزشی که در قرآن میخوانیم با اسلامی که در عمل می بینیم
هیچ مربوط نیستند اگر آن ایزدیست این اهریمنی است و اگر آن روشنائیست این تاریکی میگویند بهترین
آئین چون دست نا اهل افتد به بدترین شکلی اجرا میکند پس خوبی آئین زمانی خوب به نظر میرسد که درست
اجرا بشود ای بسا عناوین زیبا که به اعمال زشت ختم میشوند و ای بسا افکار زشت که در بیان آب و
تاب سراب را دارند دریا سالار انگلستان که نلسن نام داشت و قوه دریائی فرانسه را درهم شکست،
آخرین فرمانی که به سربازان خود داد این بود که "انگلستان میخواهد که شما وظیفه خود را بجا آورید" و این جمله
روح ترقی و نظم است افراد هر جامعه که وظیفه خویش را بجا آورد رستگار میشود و آزاد زندگی میکند همچنان
پیروان هر کیش چون مقصود موسس را دانستند باید به آن عمل بکنند و اگر نکردند به اخلاق ناستوده خود، نام
کیش ستوده را بد میکنند موسس همواره پیروانش را به فرا گرفتن علوم تشویق میفرمود شخص عمل بود و میخواست
که پیروانش دانشمند و عملی بشوند از اینرو نخستین وظیفه مسلم تحصیل علم و پس ازان عمل است هر چیزیکه می
بینیم یا به نقطهٔ نظر علم یا از روی جهل است اگر از روی دانش باشد، بهره مند میشود و اگر از روی نادانی
باشد، خوب را زشت و زشت را زیبا بنظر می آورد والبته اگر فکر ما محدود و سینه ما تنگ و چشم و گوش
بصیرت کور و کر باشد، ممکن نیست، حقیقت را دریابیم مسلم تا شخصیت مسلم دیگر را محترم نشمرد ،

آموزش اسلام را ندانسته و مسلمی که بر خود ستم روا داشت یا بر دیگران ستم نمود و زبون ساخت، به روح اسلام پی نبرده و مسلمی که عظمت و کبریائی خالق را اندازه نکرده و به جز او سرنیاز فرود آورد، از اسلام بی بهره است و مسلمی که او بیاد مسلم بدگوئی کرد، از اصول اسلام آگاه نیست و مسلمی که عزت نفس و همت بلند و ایثار نفس ندارد، سودی از عقیده خود بر نمی دارد و مسلمی که بزرگی اسلام را در بزرگی خود شمرد اسماً مسلم و رسماً از یادگار کفار قریش است زیرا که انها نیز میخواستند، خود را عزیز و جهانی را ذلیل بینند و مسلمی که زن را مایه شهوت رانی دانست و به این نیت او را همسر خویش ساخت، نمی تواند ادعای اسلام بکند، زیرا که اسلام فرموده است که زن مایه آسایش روح مرد، و چون لباس اوست که او را آرام میدهد و زنیکه سرمایه شوی را مایه هوس رانی ساخت، زن مسلمه و مومنه نیست، مسلم نباید ربا بگیرد زیرا که ربا یعنی چیزی افزون از استحقاق در نظر رهبر او بسیار قبیح بود و اگر این کلمه را بمفهوم وسیع بگیریم مسلم باید نه تنها در پول بلکه در همه جهات زندگی، از حق خود، چیزی افزون نخواهد مسلمی که تن به بیکاری و بیعاری و دلآزاری داده و به انواع وسایل گدائی را پیشه ساخته، رباخوار است و جامعه اسلام باید به زمانه نگاه کند و در تهذیب و اخلاق ستوده همواره پیش از دیگران باشد و پس نماند و مسلمین باید جامعه اسلام را براساس خطبه حجة الوداع و آموزش اسلام برپا کرده، چنان به نظم زندگی کنند که نه تنها به یکدیگر بلکه به غیر مسلم نیز یار شاطر بشوند و بار خاطر نگردند تا دامن مقصود را بکف آورند و در جد و جهد به رسیدن چنین نظم، جهاد فی سبیل الله بکنند و یقیناً به هر کاریکه همت بسته گردد۔ اگر خاری بود گلدسته گردد؛ و به نستعین ۔

انجمن عربی و فارسی پنجاب یونیورسٹی

کے زیر اہتمام

تقریروں اور مقالوں کا سالانہ پروگرام

نومبر [illegible] ۱۹۴۶ء

پروفیسر عباس شوستری۔ "چند معصر ایرانی شعراء"

(بزبان فارسی)

مولانا محمد العربی المراکشی "عربی پڑھانے کا قدرتی طریقہ"

(بزبان عربی)

مسٹر شجاع الدین ایم۔اے "لفظ ایبک کا لغوی مفہوم"

دسمبر [illegible] ۱۹۴۶ء

جناب محمد داؤد رہبر بی۔اے "علی بن الجہم کے حالات اور شاعری"

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی "ایران میں یونانی اثرات"

ملک شمس الدین صاحب بی۔اے "اسلامی مصوری کا دورِ اول"

جنوری [illegible] ۱۹۴۷ء

جناب فضل [illegible] قریشی ایم۔ایس سی "عربوں کی ٹرگنامٹری"

ڈاکٹر [illegible] قریشی ایم۔اے پی۔ایچ۔ڈی "اسلام کا اثر مغربی تہذیب پر"

پروفیسر لوگ دھان امرجہ ایم اے "عراقی بحیثیت ایک غزل گو شاعر کے"

فروری ۱۹۴۷ء

"ڈاکٹر سید عبداللہ ایم اے ڈی لٹ "اقبال کی شاعری پر ایک نظر"

پروفیسر خواجہ عبدالحمید ایم-اے پی-ای ایس "ابن الطفیل کی کتاب حی بن یقظان کی فلسفیانہ تعبیر و توجیہ -

پروفیسر سید عابد علی ایم-اے ایل ایل-بی "سعدی پر مزید روشنی"

مارچ ۱۹۴۷ء

پروفیسر بشیر احمد ہاشمی ایم-اے، ایم-ای-ڈی "سرمد"

مولانا عبدالرشید فاضل دیوبند "ہندوستان کی عربی شاعری"

پروفیسر سلیم خاں فارانی ایم-اے "عرفی"

شائع کنندہ

سید عبداللہ سکرٹری

کاشغر و قلماق و ترکستان و ماوراء النهر و خراسان تا حدود عراق و از اقصای مغولستان تا نواحی هندوستان جمع آیند،

و چون آنحضرت همیشه در مهمات کلّی و مصالح ملکی با حضرت ارشاد منقبت[1] خواجه ناصر الدّین[*] عبیدالله سلّمه الله[2] مشورت می فرمود و از فرمودهٔ جناب ولایت مآب عدول نمی نمود درین ولا که عزم جانب عراق جزم فرمود خدمت شرف جهان امیر[3] جمال الدین عبدالرّحیم[*] صدر را بجانب سمرقند ارسال نمود، و حکایات ولایات عراق را به نیاز تمام پیغام داد، و مکتوبی مشتمل برین معنی فرستاده نمود که ملاقات حضرت هدایت منزلت مهمّ است، اگر صلاح باشد اینجانب بماوراء النهر آید و سخنی که باشد عرضه داشت نماید، و الّا هر چه یراق و مصلحت دانند[4] هر چه زود تر بشرف اعلام ممنون گردانند، و جناب خواجه چون بر شرح احوال اطلاع یافت

۱۰ عنان عزیمت بصوب مملکت خراسان تافت، و در قشلاق مرو شرف ملاقات میسّر شد، وحضرت خلافت پناهی شرایط استقبال و مراسم تعظیم و اجلال بجای آورد چنانکه[5] روزی آنحضرت بصحبت ارشاد منزلت می رفت و روز دیگر جناب ولایت انتساب بدرگاه عالمپناه می آمد[6]، و بعد از مشورت بسیار رائی[7] بر آن قرار گرفت[*] که ماه چتر آفتاب اشراق بجانب ممالک عراق روان شود، و ندانستند که در آن راه بپای خود بقتلگاه می روند وَمَا تَدْرِی نَفْسٌ (ورق

۵۰۳ الف) بِأَیِّ أَرْضٍ تَمُوتُ، و خدمت[8] خواجه بطرف ماوراء النهر عود نمود و رایات ظفر آیات بجانب ممالک عراق عزیمت فرمود،

---

[1] اک بجایش: ارشاد منزلت ولایت منقبت شیخ الاسلام ناصر الملّه والدین خواجه، [2] فقط آ ـــ، اک: سلّمه الله وابقاه، [3] حبیب السیر: میرک کمال الدین عبدالرّحیم (بجای امیر جمال الدین عبدالرّحیم)، [4] آ: باشد (بجای دانند)، [5] بجایش در اسفزاری: چنانکه دو نوبت پادشاه بصحبت خواجه می رفت و یکروز خواجه بمجلس او می آمد، [6] اسفزاری: خاطر بر عزیمت عراق قرار گرفت (بجای رای بر آن قرار گرفت)، حبیب السیر: خواطر بر امضاء آن عزیمت قرار یافته، [7] آ ـــ، [8] بعد این مضمون اسفزاری افزوده: شعر: کبوتری که دگر آشیان نخواهد دید ـ قضا همی بردش تا بسوی دانه و دام، و حضرت خواجه قدس سرّه العزیز بطرف ماوراء النهر بسعادت معاودت فرمود، (معاودت خواجه در حبیب السیر هم مذکور است)،

ذکرِ عزیمتِ حضرتِ خلافت پناهی میرزا سلطان ابو سعید کورگان بصوبِ عراق و آذربایجان

حضرت سلطانِ آفاق از یورتِ قشلاق بعزمِ یورشِ ممالکِ عراق رایتِ آفتاب اشراق برافراخت، و غلغلهٔ[1] کوچ قیامت اثر زلزله در اطرافِ بحر و بر و ولوله در ممالکِ هفت کشور انداخت ولشکرها که باستحضارِ ایشان فرمانِ همایون نفاذ یافته بود در ظلالِ اعلامِ ظفر اعلام که مطلعِ آفتابِ فتح و فیروزیست جمع آمدند، سپاهی که از عقابِ خدنگِ بلند پرواز ایشان نسرِ طایر بر فلک بالِ فراغت نمی توانست گشاد، و نوکِ ناوکِ هریک در شبِ تار سینهٔ مور و دیدهٔ مار در یک سلک انتظام می داد، و از بیم سنانِ چون ثعبان و گوهرِ تیغِ خونفشان جگرِ ماه و تیر و زهرهٔ زهره و برجیس خونِ ناب می گشت و رخسارِ چون گلنارِ شیر سوارِ گردون لبانِ چهرهٔ آبی زرد فام می شد، بهرام

۱۰ خون آشام بسانِ کیوان سر در پسِ سپرِ زنگاری می کشید، آنحضرت بهوسون و آیینی که زیادت[2] از آن نتواند بود اواخرِ حوت موافقِ اوایلِ شعبان از یورتِ قشلاق نهضت فرمود، و صحراء لشکر[3] از نهیبِ غلبه و کثرتِ دشتِ محشر شد، و مرکزِ خاک از بیقراری فلکی دیگر گشت[4]۔

و چون سپاهِ نصرت پناه روبراه آورده یک دو منزل نهضت نمود آنحضرت بصدقِ نیّت[5] و صفای طویّت عزمِ زیارتِ[6] مشایخ عظام و اولیاء کرام قدّس الله سرّهٔ تعالیٰ ارواحهم فرمود و با جمعی

---

[1] آ — ، ک، آ: جهت تسخیر (بجای بصوب)، [1] آ. قلقلهٔ (بجای غلغلهٔ)، — صورت جملهٔ در استغراری: و از غلغلهٔ طبل کوچ و نفیر رحیل و (کذا) ولولهٔ زلزلة الساعة شيء عظيم در ساحت اقالیم بحر و بر انداخت، [2] آ: آیش، صحراء لشکر، ا ک: مستقر لشکر، آ: مثل متن، [4] استغراری (۲۳۹ ب) درین موضع افزوده است: شعر، گردسواران که بخورشید جست قطره بر چشمهٔ خورشید بست بلکه ازان گرد سر افراشته چشمهٔ خورشید شد انباشته [5] آ، ا ک: زیارات (بجای زیارت)، آ: مثل متن، [6] فقط ک ——

ازروی نیاز و اخلاص باطراف مملکتِ خراسان روان شد، و اوّل بظاهر بلدۂ سرخس آمده و بجانب[1]
مهنۂ مبارکه رفته و عازمِ تربتِ مقدّسه جام گشته همه جا طریقِ زیارت مسلوک داشته رایتِ عزیمت
بصوبِ ولایتِ باخرز و خواف و زاوه برافراخت و[2] آداب و شرایطِ زیارت　　چنانچه باید و
شاید در جمیع مزارات بتقدیم رسانید، و در ولایتِ نیشاپور[3] از ارواح تمام اکابر استمداد نمود، و
بجانبِ مشهدِ مقدّس معلّی[4] عزیمت فرمود، و روحانیتِ مشایخ عظام وسیله ساخته متوجّهِ قبّه و بارگاه[5]
آفتابِ آسمانِ حقیقت و قطبِ سپهر طریقت، شاهبازِ بلند پروازِ سدرۂ آشیان و همای همایون
فالِ سعادت نشان یعنی[6] سلطانِ خراسان[7] علی بن موسی الرضا علیه[8] التحیة والثناء[9] شد، و
در تمامِ مزارات صلات و صدقات بفقراء و مستحقّان رسانید، و همه را بمواهبِ انعام و موجبِ
اکرام خوش وقت و شادمان گردانید ❊

۱۰　و موکبِ[10] ظفر نشان عازمِ رادکان گشت، و چند روز آن منزلِ دلفروز مستقرِ موکبِ میمون و
معسکرِ اردوی همایون شد، در وقتی که آفتابِ عالمتاب سایه بر برجِ شرف انداخت و جمشیدِ خورشید
ایوانِ حمل مشرّف می ساخت، و فریدونِ گردون از گلها و ریاحین در اطرافِ باغ و بساتین مثالِ
درفشِ کاویان برافراشت، و نقشبندِ چابک دستِ قوی طبیعی از آثارِ اعتدالِ هوا[11] ربیعی هر
۵۰۳ ب　صورت که در آیینۂ خیال او روی نمود بخوبتر وجهی می نگاشت، و هریک (ورق ۵۰۳ ب) طلیعۂ

---

[1] بجایش در ماک: وزیارت شیخ برهان الدّین علیه الرحمة و شیخ زین الدّین ابوبکر تایبادی و شاه سنجان و امیر
قوام الدین خوافی و قطب الدین رحمة الله علیهم اجمعین جنانچه باید و شاید بتقدیم رسانید در باط زره و رباط هر دکنا) فرموده و
زیارت صحابه کرام رضی الله عنهم که دران فرخنده مقام اند بآداب تمام رعایت نموده و از راه زاوه بولایت نیشاپور آمد،
رش مثل متن، [2] آ اک ـــــ ، [3] آ اک ـــــ ، [4] بعدش در آبا: امام علی مقام، [5] آ علیه التحیة والغفران، با علیه و آبائه و اکم
الصلوة والسّلم علیه الرحمة والغفران ، [6] در حبیب السیر نیز گفته است که وقتی که آفتاب در درجۂ شرف بود سلطان
۲۰　سعید در الکسدادکان نزول اجلال فرمود و چند روز در آن مرغزار گذرانید،
[7] فقط آ ـــــ ، [8] فقط با ـــــ ،

حیات پوشیده زیورِ جانور داشت بیت

زاعتدالِ هوا حکمِ جانور گیرد اگر بنوکِ قلم صورتی کنند نگار

وموکبِ سلطانِ جهان ستان از اُلنگِ رادکان به دولت وسعادت نهضت نمود، و در کمالِ عظمت و غایتِ ابهت منازل ومراحل می پیمود، ومدّتی در مرغزار وچشمه سار و اطرافِ کوهسارِ کالپوش[1] بطریقِ ییلاق گذرانید، وشادروانِ عظمت وجلال بایوانِ کیوان رسانید وفرمانِ جهان مطاع نفاذ یافت که سه‌هزار[2] عرابه که در ولایت هراة رود[3] مکمّل[4] بود[5] با جیباخانهٔ همایون و پیادهٔ[6] لشکرِ[7] خراسان بطرف اردوی اعلی روان شوند، و امیر[8] کریم داد بموجبِ فرمان عازمِ ولایت[9] مازندران[10] و مملکتِ استراباد وجرجان شد که پیش ازین حکمِ جهان مطاع شرف نفاذ یافته بود که چندهزار عرابه ترتیب نمایند، وعرابها مکمّل شده امیرکریم داد معین شد که عرابها را باردوی همایون رسانند[11]، واز

۱۰ آن زمان که موکبِ ظفر نشان از یورت قشلاق عزیمت نمود تا اکنون که چند روز در ییلاق کالپوش اقامت فرمود پیوسته از اطرافِ ممالکِ فارس وعراق صنادیدِ عالم ومشاهیرِ آفاق روی امید باردوی جمشیدِ خورشید آثار و فریدونِ سکندر اقتدار آورده بودند وبسعادتِ بختِ یاور ومساعدتِ اخترِ راهبر بدرگاهِ عالمپناه توجه نمودند[12]، وهرکرا از جهتِ موانعِ روزگار آن دولت دست نداد عرضه داشتها وتحفها در صحبتِ قاصدان فرستادند[13]، وتسخیرِ آن ممالک را در

---

[1] آ: کالبوش، اک: کالبوش، ــــ رکت برای این چمن بزرگ ووسیع که از سمتی بگرگان وازسمتی بجاجرم وازجانبی بنردین وازطرفی بفرهنگ فارسیان محدود است به فرهنگ ناصری، بقولش ممکن است که پنجاه هزار سوار روزِ تابستان مدّتها دران چمن ییلامشی نمایند، [2] آ آ اک: سه‌هزار، [3] فقط آ: فراه رود (بجای هراة رود) اسفزاری مثل متن، [4] فقط آ ــــ، [5] اسفزاری: لشکر پیاده، [6] آ آ اک: امیرغیاث الدّین (بجای امیر)، اسفزاری مثل متن، [7] اسفزاری ذکر ولایت مازندران نه کرده است، [8] آ آ اک: رساند (بجای رسانند)، ــــ در اسفزاری صورت

۲۰ فقره اینست (فلان را بطرف استرآباد) فرستاد که چندهزار عرابه سرانجام داده باردو رسانید، [9] در حبیب السیر گفته است که مشاهیر[10] بشرف ملازمت رسیده نیاز ونثار عرض میکردند، [11] آ اک: فرستاد (بجای فرستادند)، آ مثل متن،

آیینهٔ خاطر همایون ع[1]

باسان ترین صورتی جلوه دادٔ[2]

وحضرت خلافت پناهی[3]* مقربان ومعتمدان را بضبط آن ممالک تعیین نموده همه را نشان همایون ارزانی داشته روان فرمود، واز حدود قشلاق مرو به دیگران فایق وبر همگنان سابق دستور اعظم[4]* خواجه شمس الدین محمد ع

چون باد وزان[5] باصفهان تاخت

وآن بلده را که در همه روی زمین قرین ندارد باسان ترین وجهی مسخر ومضبوط ساخت، وجمعی ترا کمه باتفاق ولد میرزا جهان شاه امیرزاده قاسم[6] بحوالی اصفهان آمده غایت جرأت وجلادت نمودند، وتمامی همت در بند استخلاص آن بودند اما اصفهانیان ترا کمه را پیرامون شهر نگذاشتند، وهمه را ازیک سر تیر دور باز داشتند، وترا کمه را چون کاری از[7] پیش[8]* نرفت مجموع پس رفته سر خود گرفتند، وخواجه شمس الدین محمد خبر فتح وتسخیر اصفهان وشرح محاربهٔ ترکمان بپایهٔ سریر اعلی روان داشت، واحوال استخلاص آن ممالک را بر لوح ضمیر منیر نگاشت، وهر کس بولایتی که نامزد شده بود عزیمت نمود ۞

۱۰

---

[1] آ: مصاع (بجای ع)، [2] فقط بآ: دادند (بجای داد)، [3] بآ: آنحضرت (بجای حضرت خلافت پناهی)، [4] حبیب السیر بجایش: صاحب السیف والقلم، [5] بآ: روان (بجای وزان)، [6] رامباور برص ۲۵ ذکرش را ندارد، [7] کذا فقط در کت - در نسخ دیگر فقط پیش،

وقایع سنهٔ ثلث و سبعین

ذکر امرا و مقربان که نامزد ممالک عراق و فارس شدند و آمدن ایلچیان

امیر نظام الدین احمد برلاس ولد امیر غیاث الدین علی[1] فارسی نامزد ولایت فارس[2] و
تخت شیراز[3] شد و امیر جلال الدین محمود برلاس متوجه مملکت کرمان شد، و امیر سید محمد برادر امیر
سید مراد عنان عزیمت بصوب قزوین و سلطانیه داد و (به) همدان و درگزین امیر حسین علی
قوچین و (به) یزد امیر فرمان شیخ مقرر شدند، (ورق ۵۰۴ ل) و امیر حاجی پیر[4] یساول بابرقوه (۵۰۴ ل)
رفت، و اسکندر رکابدار عازم ولایت قم شد، و دیگر شهرها و قصبهای عراق و[5] فارس نامزد
مقربان درگاه و بندگان دولتخواه[6] شد، و هرکس از بندگان حضرت که عنان عزیمت بصوب
ولایتی انعطاف داد دست عنایت ملک معبود نقد آن مقصود در آستین مراد او[7] نهاد، تا اکثر
ممالک عراق و فارس در قبضهٔ تسلط و اقتدار امراء نامدار و بندگان جان سپار قرار یافت، ۱۰
و انوار آفتاب عدالت و آثار سایهٔ مرحمت آنحضرت[8] براطراف و اکناف آن ممالک تافت*

و از آن وقت که میرزا جهانشاه را در مملکت آذربایجان صورت واقعه روی نمود و هنوز
موکب همایون در یورت قشلاق بود تا این زمان که رایت نصرت نشان از ییلاق کالپوش
نهضت فرموده بکرات ایلچیان میرزا[9] حسن بیگ آمده عرض اخلاص و شرح اختصاص بموقف نیاز

---

[1] اک: ـــــ، [2] فقط آ. بجایش. شیراز و تخت فارس حبیب السیر (۳: ۴: ۱۸۸) گفته است که وی راه شیراز پیش گرفت، [3] آ: ـــــ، اک: پیر (بجای پیر)، [4] فقط ک: ـــــ، [5] فقط ک. درگاه (بجای دولتخواه)، [6] فقط آ: ـــــ، [7] فقط آ: ـــــ، [8] آ و اک: امیر (بجای میرزا)،

رسانیدند، مضمون آنکه[1] این بنده اباً عن جدٍّ از زمرهٔ فرمان بردار انست، و فرزندانِ امیر قرایوسف هرگز با خاندانِ حضرتِ صاحبقران از صمیم دل صادق و موافق نخواهند شد[2]، بمقتضی تورهٔ بزرگ ایشان را از بنیاد بر می باید انداخت[3]، و مجموع را پریشان گردانید[4]، خاطر همایون از طرفِ ایشان جمع باید ساخت، حضرت خلافت پناهی در ییلاق کالپوش ایلچی امیر حسن بیگ را طوی داده رعایت و عنایت فرمود، و جهت امیر حسن بیگ دکلاه[5] زردوزی و کمر شمشیر طلا[6] و کلاه نوروزی ارسال نمود، و فرمود که با لشکرهای خود از آن طرف عزیمت نماید که عساکرِ منصوره ازین جانب متوجه اند تا بکلی دفعِ موادِّ فساد و قلعِ فتنه و عنادِ ایشان کرده آید *

و امیرزاده حسین علی[7] ولد میرزا جهان شاه تحفه و تبرک بسیار و نقود و جواهرِ بیشمار فرستاده به نیاز هرچه تمامتر عرضه داشته[8] بود که مملکتِ آذربایجان و توابعِ آن و عراق عرب و عجم و فارس تا سواحل عمّان باگنجهاء جهان در تصرف بنده است و بنده با هرچه در قبضهٔ اقتدارِ او ست ملکِ[9] یمینِ[10] حضرتِ سلطان السلاطین است ع

اَلْعَبْدُ وَمَا فِي يَدِهٖ كَانَ لِمَوْلَاهُ

و اکابر و اعیانِ این ممالک امیدوارند که بندگانِ درگاهِ عالمپناه نظرِ عنایت و مرحمت از احوالِ این بیچارگان باز مدارند، و بنده بر همان عهد که میانِ آنحضرت و پدرم موکد شده راسخم، و بعضی ممالک موروثِ ایشان که پدرم درین چند سال بتغلب گرفته بود چون عراق و فارس بتصرفِ دیوانِ

---

[1] فقط آ: آنک، [2] فقط آ: نبودند (بجای نخواهند شد)، [3] آ اک —، آ: می باید ساخت (بجای باید ساخت)، [4] فقط آ —، [5] آ: دکلاه، اسفزاری (۲۲۹ ب) وحبیب السیر (۳:۴ : ۱۸۹): دکله، [6] آ: کمر و شمسر (بجای کمر شمشیر طلا)، اک مثل متن، اسفزاری: بیک شمشر طلا، حبیب السیر: کمر شمشیر مرصع، نیز رک به ص ۳۳۹، [7] فقط آ: حسن علی (بجای حسین علی)، اسفزاری: حسن علی، حبیب السیر مثل متن، [8] اسفزاری نیز مضمون این عرضداشت را کم و بیش همین طور بیان نموده است، [9] آ —، [10] ک —، از روی آ و اک نوشته شد، اسفزاری (۲۴۰ و) هم دارد، اما بمعنی زر، در حبیب السیر بجایش: ع ما زان توئیم و هرچه داریم،

اهلی گذاشتم و بیمن[1] دولت آنحضرت متوجه دفع مخالف که چنین غدری نسبت بخاندان ما پیش برده، شد[2] [م] ، حضرت[3] خلافت پناهی ایلچی او را اجازت داد و پیغام فرستاد که ما نیز بنفس مبارک متوجه شدیم، هرچه[4] صلاح وقت باشد بتقدیم رسیده[5] خواهد شد[6]؛ آنحضرت چون بر تفصیل این قضایا اطلاع یافت عنان سمند جهان پیما بر صوب تسخیر آن ولایت تاخت، و از کالپوش براه خیره[7] مغز در خلال جبال بسعادت و اقبال چند روز کوچ فرموده[8]، و اطلال شامخات

(۴ ۵۰ ب) پیموده اردوی فلک احتشام (ورق ۴ ۵۰ ب) در ظاهر بسطام منزل و مقام ساخت، و رایت نصرت آیت تا اوج سپهر برافراخت، و شرف زیارت سلطان العارفین شیخ ابو یزید بسطامی و قدوة المشایخ شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرهما دریافت و آداب زیارات بجا می آورده صلات و صدقات بفقرا[8] و مستحقان[*] عنایت فرمود، و بولایت دامغان آمده بجانب هزاره[9] جریب[10] عزیمت

۱۰ نمود، و از آنجا نیز در خلال جبال چند روز نزول و ارتحال بود[11] ع

کذا الدنیا نزول و ارتحال

و درین اثنا از طرف ولایت ساری امیر[11] سید عبد الله والده و ولد خود را با[12] قریب شصت[13] هفتاد تومان[*] از نقود و جواهر و اقمشه فرستاده بود، و تمهید معذرت نموده برین وجه که بنده میخواست که بخود متوجه بساطبوس شود اما بواسطهٔ ترددی که از بعضی مخالفان سرحدها داشت علی الفور میسر نشد،

---

[1] در حبیب السیر وی سلطان سعید را می گوید که همت عالی بر دفع مخالفان که بشمشیر غدر پدر مرا شهید کرده اند گمارند. [2] ک: شده، آ، ک: شدم (بجای شد)، آ: شدیم. [3] آ: آنحضرت (بجای حضرت خلافت پناهی)، [4] ک: به هرچه (بجای هرچه)، [5] آ، ک، آ: مثل متن، [6] کذا در ک، در باقی نسخ و حبیب السیر: خواهد رسید، اسفزاری: رسانم، [7] آ: خیره مغز، آ: چه و معر، اک: مثل متن، بقول صاحب نزهة ص ۲۴۱ از بسطام تا مغز هفت فرسنگ است، [8] آ: فرمود (بجای فرموده)، اک ـــــ، [8] آ، ک، آ ـــــ، [9] آ: هزار جریب، هزاره را با همزه فقط در ک نوشته است، و بظاهر در اسفزاری نیز، [10] ک و آ

۲۰ ـــــ از روی آ و اک نوشته شد، [11] برای امیر سید عبد الله که در مازندران از ۸۴۵ تا ۸۷۲ فرمانروائی کرد رک به زامباور ص ۱۹۱، و مازندران و استراباد (از رابینو) ص ۱۴۲، [12] ک: تا، [13] اسفزاری بجایش هفتاد تومان کپکی.

و پسرِ ملک اسکندر[1] رستمداری جوانی بغایت پاکیزه منظر با تحفهٔ بسیار آمده عرضه داشت که بنده و خدمتگارم، و هرچه اشارتِ عالی باشد فرمان بدارم، و از جانبِ ولایاتِ گیلانات[2] ایلچیان آمده پیشکشها و تحفها آوردند و اظهارِ بندگی و خدمتگاری نمودند، و در تمامِ آن ممالک سکّه و خطبه بنام و القابِ همایون موشّح ساخته بودند[3]، و آنحضرت ایلچیان را رعایت نموده و استمالت نامها عنایت فرموده همه را اجازتِ مراجعت ارزانی داشت، و نقوشِ متابعت و صُوَرِ اطاعت بر صحایفِ خواطرِ حکّامِ آن ممالک نگاشت، و از راهِ فیروزکوه بعد از چند روز بملکِ رَی در آمد بیوسُون[4] و آیینی که از سلاطینِ جهاندار و خواقینِ جم اقتدار کسی بآن عظمت و ابّهت در ولایتِ رَی در نیامده باشد[*]، و قربِ ده روز در ولایتِ رَی بمقامِ چارکلی[5] توقّف نمود، و امرا و مقرّبان که بضبطِ ممالکِ عراق و فارس رفته بودند مجموع آن ولایت را بواجبی ضبط نمودند، و سکّه و خطبه بنام و القابِ همایون زیب و زینت دادند، و اموالِ آن ولایات بخزانهٔ عامره فرستادند، مگر ۱۰ مگر حاکمِ شیراز امیر سید علی که سر از طوقِ فرمان باز زد ❊

و شرحِ این سخن آنست که امیر سید علی از ولایتِ کُردستان از امرای امیرزاده پیر بوداق[6] بود، و بعد از فوتِ او میرزا جهانشاه بفروغِ رُشدی که در جبینِ او مشاهده نمود او را تربیت فرمود، و ضبطِ مملکتِ فارس و سَریرِ سلطنتِ شیراز را بحسنِ رای او باز گذاشت و دستِ تصدّیِ او را در

---

[1] اسکندر بن کیومرث از ۸۵۷ تا ۸۸۰ در کجور فرمانروائی کرد، رک به زامباور ص۱۹۱، [2] برای شجرهٔ نسب ملوکِ گیلان رک به زامباور ص۱۹۳، بر مطلع ۲: ۲: ۸۶۵ امیر ناصر کیا را بادشاهِ اکثرِ گیلان گفته است در ۸۰۵ معلوم نشد که در ۸۶۳ وی بادشاه بود یا پسرش سلطان محمد ثانی، از ورق ۱۱۵ و ظاهر می شود که در ۸۷۵ سلطان محمد در گیلان مشرقی فرمانروا بود، [3] اسفرای (۲۴۰ ب): ساختند (بجای ساخته بودند)، [4] بجایش در اسفرائی: باشکوهی که در (ع) در اندا[شت] هرگز (و) کادس رای است، [5] آ، آبا: چال کلی (بجای چارکلی)، اک: جمال کلی، — نزهة القلوب ص۵۳ س ۹، جال کولی (که در ناحیت فار است و بقولش نمک یکی از چهار ناحیهٔ ولایت ری است، برای فارکنونی که یکی از دوازده تقسیمات حکومتی تهران است رک به مسعود کیهان ۲: ۲۵۴ و خرابه که مقابل است بص۳۵ در همین جلد، محل قصبهٔ فار در جنوب مغرب شاه عبد العظیم است بر جادهٔ که از تهران به قم می رود، [6]

اعتناقِ آن مهم، قوی و مطلق[1] داشت، و امیر سید علی بعد از واقعهٔ میرزا جهانشاه آن ملک را در
قبضهٔ اقتدار آورد، و چون ممالک مشوش و پریشان بود و احوالِ عراق و فارس بی سر و سامان شد
امیر سید علی دل در حکومتِ مملکتِ فارس بست، و بطریقِ فتنه انگیزی بر سرِ پا و خونریزی نشست،
و امیر نظام الدین احمد برلاس چون بحوالی تختِ فارس رسید و بر مکنونِ ضمیرِ امیر سید علی واقف
گردید دانست که خیالِ استقلال دماغ او را اختلال داده، و ابوابِ محنت و بلا بر روی روزگارِ
خود گشاده، و از راه کان جناب مولانا شمس الدین علی الفارسی مدظلّه[2] بموجبِ فرمان روزِ
(۵ ل) ۵۰۵ ل) برسالتِ شیراز مقرر بود که حضرت خلافت پناهی او را بجانب امیر سید علی ارسال
نمود، و امیر سید علی مقدمِ مولوی را گرامی داشته شرایطِ احترام بجای آورد، و چندگاه مولانا
را نگاه داشت، و گفت هرگاه موکبِ گردون اساس بجانبِ مملکتِ فارس گذر فرمایند این
۱۰ مخلص سریرِ سلطنتِ شیراز را تسلیم نماید، و باقی احوال گفته شود، انشاء الله وحده*

وحضرت خلافت پناهی صاحبِ اعظم خواجه قطب الدین طاوس را بضبطِ ممالکِ فارس
و عراق تعیین فرمود و استخلاصِ اموالِ دیوانی و استحصالِ جهاتِ سلطانی و تعمیرِ مواضع و تکثیرِ مزارع
بحسنِ کفایت و لطفِ درایتِ او رجوع نمود، و امیر جلال الدین سید مزید[3] و جمعی امراء عظام که
برسمِ قراولی[4] پیش رفته بودند در موضعِ خزوله[5] با امیرزاده قاسم ولد میرزا جهانشاه که از اصفهان
مایوس بازگشته بود مصاف داشتند، و او را شکسته قریب[6] دوهزار تومان از جهاتِ او گرفتند،
و او گریخته پیشِ برادرِ خود امیر[7] حسین علی رفت و آنجا بقتل آمد، و امرار نصرت شعار برسمِ ایلغار
بجانبِ ولایتِ آذربایجان روان شدند، و امیر مزید بسلطانیه رسیده جمعی امراء عنان ریز

---

[1] فقط ک ـــــ ، [2] فقط ک ـــــ ، [3] حبیب السیر: مظفری (بجای قراولی)، [4][5] آ ک، مزوله (بجای خزوله)
آ ک ، بظاهر همان خزیره یا مزوره است که ذکرش بج ۲ جزو ۱ ص ۲ آمده است و در نواحی درگزین است و در
۲۰ یبندی ا، ۴۲۲ او را خوره و در دولت شاه ص ۳۰۱ س ۱۲ خزوره نوشته اند، [6] فقط آ، قرب (بجای قریب)، فقط
ب ـــــ ، [7] فقط ب، امیر سید (بجای امیر)،

بدار الملک تبریز[۱] در آمدند[۲]، وامیر حسین[۳] علی در موضع مرند[۴] ویران شد، واین اخبار از انهاء امراء در حدود ری بسمع حضرت اعلی رسید،

ذکر ویران شدن امیرزاده[۵] حسین[۶] علی وعزیمت موکب همایون بجانب قراباغ

امیرزاده حسین علی در موضع مرند لشکر[۷] بسیار وسپاه[۷] بیشمار ساختهٔ حرب وقتال و آمادهٔ جنگ وجدال مرتب داشته ورایت محاربه ومقابله[۸] افراشته[۹] در برابر امیر حسن بیگ نشسته بود، ودر مقام عناد غایت سعی واجتهاد می نمود، وامراء خود امیر شاه علی وامیر ابراهیم شاه وباقی امراء[۱۰] را برسم قراولی[۱۱] بجانب امیر حسن بیگ فرستاده بود، وامراء بسبب توهمی که ازو داشتند سوابق حقوق[۱۲] نابوده انگاشتند وباردوی امیر حسن بیگ ملحق شدند، امیرزاده حسین علی چون از بیوفائی امراء وقوف یافت وشنید که لشکرهای چغتای بسلطانیه رسیدند[۱۳] جمعی به تبریز درآمدند مردم او بنوعی بهم برآمد که ضبط احوال لشکر نتوانست کرد، بضرورت ویران شد، و بسیار بسبب قرب جوار اردوی امیر حسن بیگ را امن[۱۴] اخلاص ونجات ساختند، وغلبهٔ عظیم بدرگاه عالم پناه آمدند، و

---

[۱] فقط آ: آمدند (بجای درآمدند)، [۲] فقط آ: حسن (بجای حسین)، اک: شل متن، [۳] فقط اک: اینجا دبعد: مزید (بجای مرند)، [۴] کت: میرزاده، آ: شل متن، [۵] آ: حسین (بجای حسن)، اما باقی بهرجا حسن، رس ونسخ دیگر شل متن، [۶] اک: فقط، سپاه بسیار وسپاه (بجای لشکر بسیار وسپاه)، یعنی سپاه دوم را خط کشیده وبجایش چیزی ننوشته، [۷] آ: وحبیب السیر (۳؛۳؛ ۱۸۹)، بجایش: مقابله ومقاتله، [۸] آ: واسفزاری ۴۰ ب: برافراشته (بجای افراشته)، اک شل متن، [۹] حبیب السیر: جمعی دیگر از امراء (بجای باقی امراء)، [۱۰] فقط آ: قراول، [۱۱] در حبیب السیر بعدش: جهانشاهی، [۱۲] آ اک: رسیده (بجای رسیدند)، [۱۳] فقط کت: مامن (بجای امن)،

داعیۂ تسخیر مملکتِ آذربایجان بیشتر از پیشتر شد[1]،

وچون موکبِ سلطانی بسلطانیه رسید عرضه داشتِ امیر مزید[2] و باقی امرا که با او بودند رسید، مضمون آنکه: موکبِ همایون هرچند زودتر باین طرف عزیمت[3] نماید هر آینه صورتِ بهبود در آئینۂ مقصود بخوبتر وجهی روی نماید، وامیر حسن[4] بیگ که تا غایت نسبت[5] با امیر مزید مکتوب نوشته مُهر بر پشتِ مکتوب می زد این[6] زمان نشان نوشته مُهر بر رُو فرمود، و نوشته بود که: من تبریز را به پسر خود اُقرلو[7] محمد داده ام، امرا که به تبریز آمده اند بیرون روند، وامیر مزید نشان را بپایۂ سریر اعلی فرستاد و پیغام داد که امیر حسن بیگ روی از جادۂ متابعت برتافته و داعیۂ گردن کشی و دق

(۵۰۵ ب) وسرافرازی در خاطر او تمکین یافته خیالِ جدال و اندیشۂ حرب وقتال دارد، وامیر حسن بیگ به هشت فرسخی تبریز آمده[8] پسر خود را بظاهر تبریز فرستاد، وامراء دولت نیز[9] ازین

۱۰ طرف[9] در بیرونِ تبریز برابر یکدیگر[10] نشستند[11] واز هر دو گروه لشکریان بشهر آمده سودا و معامله می کردند، ومتعرض هم نمی شدند ٭

وامیر حسن بیگ چون شنید که حضرت اعلی بسلطانیه رسید تبریز را گذاشته متوجه قراباغ شد، وحضرت اعلی پهلوان یوسف شیرازی یساول[12] را بداروغگی تبریز فرستاد، وموکبِ همایون درمیانه

---

[1] حبیب السیر: در ضمیر آنحضرت متمکن شد و از ری بسلطانیه شتافت (بجای شد)، [2] از اک افتاده، ـــــ ترتیب مطالب این عبارت تا "اندیشۂ حرب وقتال دارد" در اسفزاری مثل متن است امّا در حبیب السیر مختلف، وی گفته است که امرا نوشته بودند که امیر حسن بیگ نشان بمضمون کذا و کذا فرستاده است انسب آن که موکب همایون هرچه زودتر باین طرف عنان[1] "تا صورت بهبود در آیینۂ مقصود چهره کشاید"، [3] اک ـــ، [4] اک ـــ، [5] اسفزاری گوید که "چون از آثار رحمت ورافت سلطان بالکل مأیوس شد" فرمان نوشت، [6] آ انرو، اک مثل متن، اسفزاری. اقرلق، حبیب السیر: اغورلو، زامباور ص ۲۵۹: ــــــ ، [8] ازینجا یعنی از "و پسر خود را" بب بازشال مقابله است، از "و همه را از جانبه" (ص ۴۲۱

۲۰ س ۱۱) همین جزء چند اوراق از بب افتاده است، [9] فقط آ: ازین طرف نیز (بجای نیز ازین طرف)، [10] فقط بآ: باهم (بجای یکدیگر)، [11] فقط آ: نشسته (بجای نشستند)، [12] فقط بآ: یساول شیرازی (بجای شیرازی یساول)، در اسفزاری (ص ۲۴۱ ب)،

توقف نمود[1]، و در آن مقام قریب پنجاه هزار سوار با امرای نامدارِ قرا ایلوق[2] مثل امیر حسین[3] علی و ولدِ او امیر سلطان علی، جوانی بغایت خوب منظر، و امیرزاده یوسف پسرِ دیگرِ میرزا جهانشاه که امیر حسن بیگ او را میل کشیده بود، و امرای ترا که عمر[4] بیگ پسرِ امیر بایزید بسطام و پیر علی، و یار علی، و پیری بیگ پسرانِ امیر علی شکر، و حاجی قنبر که در زمانِ میرزا جهانشاه حاکم یزد بود، و شاه حاجی از فرزندانِ امیر بابا حاجی گاورودی، و حاجی پیاده*، این جماعت باردوی همایون آمدند و حضرتِ اعلی همه را دلجوئی و نوازش فرمود و در آن ممالک الکها تعیین نمود، و امیرزاده یوسف میل کشیده، محنت رسیده را مقرّر فرمود که در تبریز به سرِ قبرِ والدِ خود مجاور باشد، و نشان نوشت[5] که تولیت تمام اوقافِ[6] آنجا با و مفوّض باشد، و مددِ معاش پادشاهانه فرمود، و امیر حسین[7] علی که نخست پسرِ خود امیرزاده سلطان علی را با انواعِ پیشکشها و تحفها بدرگاه سلاطین پناه فرستاده و عرضِ اخلاص[8] و شرحِ نیاز[9] پیغام داده بود[10]، و بعد از آن خود نیز بسعادتِ ملازمت استسعاد یافت، و روی اطاعت و انقیاد بر زمینِ اخلاص نهاد، حضرت خلافت پناهی او را نیک دید و احوال پرسید و بزبانِ عنایت بشارت داد که دادِ او از خصم خواهد ستاند *

و در خلالِ این احوال بکرّات و مرّات ایلچیانِ امیر حسن بیگ با انواعِ تبرّکات و سوقات آمده شرحِ نیاز و اخلاص بموقفِ عرض رسانیدند، و از آنجمله برادر زادهٔ خود امیر جلال[11] الدین یوسف

---

[1] در اسفزاری + : تا درمیانه خواسته کرد کار چیست، [2] ک ت : قرا ایلوق، آ ب ت مثل متن، ب آ : قراقوینلو (صوابش: قراقویونلو)، اسفزاری : قرا ایلوق، [3] ب ت ا ک و اسفزاری : حسن بجای حسین)، حبیب السیر مثل متن، [4] اسفزاری : پسر امیر بایزید بسطام و اولاد امیر علی شکر و غیرهم (بجای آنچه در متن است)، در حبیب السیر اسامی این امرا را ندارد، — ک ت : پیری بیگ (بجای پیری بیگ)، آ : پیرم بیگ، ب آ : پیرام بیگ، * ا ک ب ت : پیرم بیگ، [5] فقط ب آ : موقوفات، [6] ا ک ب آ : حسن، آ مادر ا ک در مواضع دیگر حسین دارد، [8] فقط ب آ : نیاز (بجای اخلاص)، [9] فقط ب آ : اخلاص (بجای نیاز)، [10] آ ا ک ب ت — ب آ : داد بجای داده بود)، [11] در شجرهٔ آق قوینلوها که زامباور در ص ۲۵۹ دارد مذکور نیست، — از آخر این فصل ظاهر است که امیر یوسف بیگ چون رخصت معاودت یافت سلطان ابوسعید بجانب میانه کوچ فرمود *

بیگ را فرستاد، و بهرکس از نوّاب توسل نموده استشفاع[1] فرمود، و از جمله در مکتوب امیر عبدالرحمن[2] صدر نوشته بود که "هنوز آفتاب از طرف مغرب[3] طلوع نکرده که در توبه بسته شده باشد، اگر از من گناهی واقع شد عفو فرمایند، قرب صد سالست که اباعن جد طریق اخلاص مسلوک میداریم، و خود را از مخصوصان این خاندان می شماریم، ممالک فارس و عراق که چند قرن تعلق بدولت همایون داشت و سالی چند مخالفان قدیم گرفته بودند از ایشان ستاندم بنوّاب حضرت گذاشتم، و ولایت آذربایجان که ایشان را در آن ملک مدخلی نمی بود سکّه و خطبه بنام ایشان آرایش داده مملکت را بایشان مسلّم داشتم، و هرچند درخواست می کنم که مرا درین[4] زمستان درین نیستان چندان امان دهید که ضعف از راه مراجعت[5] برخیزد قبول نمی فرمایند، و اگر نوّاب این عذر از من باور نمی نمایند از دشمنان من که در اردوی اعلی ملازم اند سوال فرمایند که درین ولا امکان مراجعت هست، اگر ممکن باشد تکلیف

۱۰ فرمایند، و این بیت نوشته بود که بیت

گرت هواست که معشوق[6] نگسلد پیوند
نگاه دار سر رشته تا نگه دارد

(۵۰۶ ر). (ورق ۵۰۶ ر) امراء عظام درگاه فلک احتشام بیوسون تمام ترتیب داده وچاوشان بهرام حسام در مقام خدمت ایستاده اطراف اردوی همایون را بنوعی آراستند که جهان در نظارهٔ آن حیران

---

[1] بجایش در "ک" "آ" و "ب" "فرمود که" "استغفار" "اظهار ایلی و مطاوعت کرده پیغام داد که"، در حبیب السیر درین موضع تصرف گونه دارد، وی اوّلاً ذکر ترتیب مجلس کرده است، بازگفته که یوسف بیگ را پیش بدو دوی بوسیله امراء معضوفی که در متن مضمون مکتوبات عرض نمود، و این هم گفته است که عرضداشتی هم آورد که بیت فلان در آن درج بود ــــ "ک" "د" استشفاع تصحیح قیاسی است، ــــ [2] "آ" عبدالرحیم (بجای عبدالرحمن)، [3] فقط "ک" مشرق (بجای مغرب)، [4] از "روی آ"، در نسخ دیگر نیست،

۲۰ [5] در حبیب السیر "مراجعت بدیار بکر" مذکور است،

[6] منتوفا لوزرا ص ۱۲۴ "ایام" (بجای معشوق)،

ماند، و گردون در مشاهدهٔ آن سرگردان گشت، و امیر یوسف بیگ را پیش آورده فرمودند که بیست و هفت جا زانو زد و آنحضرت او را بشرف دستبوس سرافراز ساخته، اسرار سخن او بعرض حضرت رسانیده آنحضرت فرمود که موکب همایون عازم آن طرف است هرچه یراق و مصلحت باشد چنان خواهد شد، و امیرزاده محمود خواجه لاق را که پسر عمّهٔ حضرت اعلی بود برسالت جانب امیر حسن بیگ تعیین نمود، و امیر یوسف بیگ را رعایت فرموده اجازت معاودت داد، و امیرزاده محمود را همراه او فرستاد ٭

و چون بأردوی حسن بیگ رسیدند، امیر یوسف در مجلس خاص بعرض او رسانید که میرزا سلطان ابوسعید گنبهار جهانشاهی را طمع کرده بحکایت دست از تو و این مملکت باز نخواهد داشت، و نخوت و عظمت او را چنانچه مشاهده کرده بود عرضه داشت نمود، امیر حسن بیگ نیز فرمود که اطراف لشکر او را آرایش داده و تخت زرّین نهاده شاهزادهٔ عالمیان قطب السلطنة والدین ابوالمظفر ۱۰ میرزا یادگار محمد بن میرزا سلطان محمد بن میرزا بایسنغر بن حضرت خاقان سعید را برسم پادشاهی بر آن تخت نشاندند، و طبقهای زر و جواهر بر سر همایون افسر او افشاندند، و خود بر جانب یسار در کمال عظمت و اقتدار در مقام اطاعت و خدمت استقرار فرمود، و چند هزار دلاوران شجاعت شعار پیرامون بارگاه صف زدند، و تیغهای گوهردار با قبضهای زنگار بر دوش نهادند بیت

همه چو لاله کُله کج نهاده بر تارک　　همه چو غنچه قبا تنگ بسته تا دامن

---

۱ اسفزاری، امیر (بجای امیرزاده)، حبیب السیر امیرزا، ۲ ک، عمّهٔ (بجای عمّهٔ)، آ: عم، اک عمه بیّ، عمّهٔ تصحیح از روی آ، حبیب السیر نیز «عمّهٔ» دارد، در زامباور شجرهٔ تا هیچ عمّهٔ سلطان ابوسعید مذکور نیست، عُمّه و قُمّه بمعنی شُتریّ است رک به لغات نوائیه ص۴۲۶ و فرهنگ آنندراج بذیل قمّه، ۳ آ آ بیّ: یوسف بیک (بجای یوسف)، ۴ اسفزاری: عالم (بجای جهانشاهی)، ۵ فقط آ: بسخن و حکایت (بجای بحکایت)، ۶ فقط آ ـــ، ۷ ازینجا باز در بیّ یک ورق نایابست تا «آخر و چون بمقابلهٔ محمود» (ص ۴۵۸ س ۲)، ۸ ک ـــ، از روی آ نوشته شد، اک: نموده، ۹ اسفزاری، کشف الکبیر ۲۰ مع الکبیر صد و پس فرمود (بجای آنچه در متن است)، ۱۰ بجایش در آ اک، بر مسند سلطنت الخ، آ: در مقام خدمت الخ، اسفزاری

وجمعی حجاب چون ماه و آفتاب بایستادند، و دستها بعلاقهٔ شمشیر و دستهٔ تیغ بردند و چشم و گوش
بر اشارت گماشتند، و عامهٔ لشکر زرههای داؤدی در بر[1] و سلاحها بر تن راست کردند، و امیرزاده
محمود را در آن موقف درآورده و چند[2] جا زانو زده با دهشتِ هرچه تمامتر بپایهٔ تخت رسید و ابهر شرایط
خدمت و وظایف اطاعت قیام نمود، امیر حسن بیگ فرمود که خواجهٔ خود یعنی میرزا یادگار محمد را دریاب
وا و با هیبتِ عظیم پیش تخت رفته بشرفِ دستبوس مشرّف شد، و بعد از آن امیر حسن بیگ را
دریافت، و سخنان که مناسبِ آن مقام تواند بود از دو طرف[3] درمیان آمد، و امیر حسن بیگ بعد
از دو سه[4] روز امیرزاده محمود را اجازتِ مراجعت فرمود *

و حضرت خلافت پناهی چون امیر یوسف بیگ را رخصتِ معاودت نمود متعاقبِ او کوچ
فرمود، و در منزلِ میانه سخنِ یراقِ قشلاق درمیان آوردند[5] *

ذکرِ نهضت و عزیمتِ سلطانِ آفاق بجانب یورتِ قشلاق

۱۰

در آن زمان که اردوی جهانستان در منزلِ میانه بود و مستقرِ لشکر صورتِ محشر می نمود درین
اثنا جیشِ پرجوشِ سرما در عرصهٔ گیتی دست بیغما برآورد، و مهابتِ بردِ ابر آن نفوس و ابدان[6] را
(۵۰۶ ب) چون برگِ بید (ورق ۵۰۶ ب) درلرزه افگند، و مزاجِ هوا چنان برودت پذیرفت که خسروِ سیارگان
بی سنجابِ سحاب سر از کمینِ مشرق بیرون نمی کرد، و سمندر در آتشکده ها پوستین از روباه بعاریت
میخواست، و مرغِ آتشینِ شرار بهیچ حیله از قفصِ[7] آتش زنه درفضاء هوا بیرون نمی توانست آمد،

[1] بدنش درپا، و خود های دربندی برسر، [2] اسفزاری: چندس (بجای چند)، [3] آ با: طرفین (بجای دو طرف)،
[4] اسفزاری: سه (بجای دو سه)، حبیب السیر (۳: ۳: ۱۹۰) مثل متن، [5] فقط آ: آمد (بجای آوردند)، در اسفزاری
صورت جمله اینست: و در منزل میانه جهت اتفاق یورت قشلاق کنکاج کردند، [6] اک: ابدوان (بجای ابدان)، آ با،
ایوان، آ مثل متن، [7] آ اک: قفس،

وسپاه ابر را بی منقل ابر حرکت سیر دست نمی داد، و حال خلق بجایی که در سجن های سحری ظهور وعید النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا[1] بهزار نیاز میخواستند، و با نالهاء شبگیر مشاهدهٔ حالت بهم مجاهدهٔ أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا[2] بآرزو می جستند، و چون دود یک زمان از سر آتش دور نمی شدند، و انگشت صفت ملازم تنور بودند، رای اعلی بقوریلتای بزرگ اشارت فرمود و فرمان فرمود که امراء و ارکان دولت واعیان حضرت مشورت نموده موضع یورت قشلاق یراق ببینند[3]، بعضی گفتند قشلاق در میان هر دو آب می باید کرد، در موضعی که اِکِی سُوَارسی[4]* گویند، و جمعی گفتند مقام قشلاق سلاطین آفاق قراباغ ارانست، موکب عالم ستان را با لشکرهای جهان[5] می باید راند و امیر حسن بیگ را از قراباغ بیرون کرده جای او را[6] گرفت[7] که جائی[8] دیگر مناسب قشلاق نیست، و بدین عزیمت رایات منصور نهضت نمود، و تبریز را بر دست چپ گذاشته بطرف دست راست از راه اردبیل[9] متوجه قراباغ شدند، و چون بهفت فرسخی قرا باغ رسیدند بسبب[10] قلت قوت یراق چنان دیدند که بطرف محمود آباد روند[11]، و ازین طرف آب ارس در برابر* محمود آباد که بر آن طرف آبست مقام سازند تا شروانشاه[12] که پیوسته ایلچیان بدرگاه عالمپناه فرستاده اظهار دولتخواهی میکند باردوی همایون ملحق شود، واردوی همایون کوچ کرده بصحرایی رسیدند که علف آنجا زهردار بود[13] و هرچهارپا که از

---

[1] قرآن مجید ۴۰ (سورة المؤمن)، ۴۹، [2] قرآن مجید ۱۸ (سورة الکهف)، ۲۸، [3] فقط آ: به بینند، [4] آ: الکه سوارسی (بجای اِکِی سُوَارسی)، اک. اکی سوارسی، —— ذکر این موضع در جای دیگر بنظر نیامد، [5] فقط ک: عالم (بجای جهان)، [6] ک: گرفتند (بجای را گرفتند)، [7] آ: گرفت تصحیح از روی آ ک، [8] اک ——، [9] آ ——، [10] آ آ ک: اردبیل، [11] مضمون از اینجا تا «زهردار بود» را اسفزاری (۲۴۲ ر) باختصار آورده است که بسبب کمی غله بجانب محمود آباد روان گشتند زهرگیا بود، [12] رک به نزهة ص۹۱، و بیستر نج ص۱۴۱، [13] از آ افتاده است، از خریطهٔ آذربایجان و موغان که لیسترنج دارد معنی این فقره راجع به محمود آباد واضح نیست، [14] آ اک، شیروانشاه، —— مراد از فرخ سیر بن خلیل الله بن ابراهیم است که بعد از پدرش در ۸۶۹ شروانشاه شد و تا ۹۰۶ فرمانروائی کرد، رک به زامباور ص۱۸۲، [15] رک به نزهة ص۹۱ که آنجا در ص۹۱ این نواحی که در با بیز زهردار بود مذکور است ٭

آن می خوردمی مرد، و در بیشتر منزلها مطلقاً علف و چیزی که چارپا از آن تمتع یافتی نبود، و آب نیک نیز نداشت، و چون بمقابلهٔ محمودآباد[۱] رسیدند امیر علی بیگ پسر امیر بایزید بسطام باُردوی اعلی آمد، و در اُردوی همایون مواد خوردنی روی در کم و کاست نهاد[۲]، و آتش بلای غلاء[۳] چنان بالا گرفت که تمامت وضیع[۴] و شریف بصعوبت نایافت[۵] مبتلا شدند، و یکمن[۶] بار از جو و گندم بپنج تنکه نمی یافتند[*]، و بیشتر چارپایان و لشکر هلاک شدند، متمولان و اغنیا، با اغنیاء فقراء[۷]* بر سر سفرهٔ همرنگی هم کاسه شدند، شریف با مشروف در درجهٔ مساوات فرود آمد، اصحاب عیش و عشرت با احزاب ذلّ و عسرت اُنس کردند، و چندگاه از شروان بکشتیها خوردنی می آوردند[۸] *

ذکرِ چند واقعه که در مدّتِ اقامتِ سلطان آفاق در یورت قشلاق در ممالک واقع شُد

امیر حسن بیگ در آن مقام که مضربِ خیامِ او بود براه نزدیکتر واقع شده بود، جمعی بر سر راه فرستاده راه[۹] را بغایت مضبوط داشت، و از طرفِ خراسان و عراق و فارس کسی را باُردوی اعلی ۱۰

---

[۱] ازین کلمهٔ "آباد" ب بآز شامل مقابله است، بر ۴۵۵ س، گفته شد که باندازهٔ یک ورق از ب غایب است، — در حبیب السیر (۳ : ۳ : ۱۹۰) گفته است که جلکای محمودآباد معسکر شد (بجای بمقابله الخ)، [۲] اسفزاری: قلت غله بجایی انجامید که نرخ گندم از سنبله گردون بالاتر رفت و جوقیمت جوهر گرفت، [۳] فقط ک: غلاّ (بجای غلا)، [۴] فقط آ ———،

[۵] فقط آ: نایاب (بجای نایافت)، [۶] حبیب السیر: بهاء یکمن غله بده دینار کپکی رسید (بجای آنچه در متن است)، [۷] ک بجایش: اغنیاء فقرا، بآ: اغنیا و فقرا، [۸] فقط بآ: آمد (بجای آوردند)، — در حبیب السیر گفته که "اطعمه فراوان باردو می بردند"

[۹] حبیب السیر (۳ : ۳ : ۱۹۰) شوارع (بجای راه)،

نمی گذاشت، و جیبا خانه[1] که از طرفِ خراسان می آمد[2] گرفته و جمعی[3] که همراه بودند در قیدِ إسار گرفتار ساختهٔ[4] پیشِ امیر حسن بیگ بردند، از آنجمله جنابِ صدارت مآب مولانا شمس[5] الدین محمد بخاری بود که میرزا سلطان ابوسعید او را جهتِ تهنیتِ فتحِ مملکتِ آذربایجان (ورق ۵۰۷ و) بجانبِ ملکِ[6] فارس ارسال نمود، و شرحِ آن خواهد آمد[7]، و دیگر استادانِ حاذق و هنرمندانِ مدقّق مقیّد و محبوس شدند، و جمعی از مشهورانِ مردمِ خراسان اکثر بقتل آمدند، و مولانا شمس[8] الدین محمد بخاری را مولانا صدرالدین[9] طبیب اصفهانی تعریف کرده و صلابتِ او در دین و تقویتِ شرعِ مبین باز نموده، امیر حسن بیگ او را امان داد و در مجلسِ خاص رخصتِ جلوس ارزانی داشت، و همچنین بعضی[10] از آن مهلکه خلاص یافته عنایتِ امیر حسن بیگ شاملِ حالِ ایشان شد ◆ (۵۰۷ و)

و چون شروانشاه گذرگاه در برابرِ لشکرِ منصور مقرر نکرده بود بلکه دو فرسخ پایان تر در جانبِ اُردوی امیر حسن بیگ معبر مقرر بود امیر حسن بیگ[11] دویست سوار تعیین نمود که گذرگاه را تاخت کنند، اتفاقاً ده کس از اردوی همایون برسمِ خبرگیری پیش رفته بودند ناگاه بهروس بیگ که از جانبِ[12] حسن بیگ مقرر بود که با آن دویست کس پیوند رسیدند، و او را گرفته بپایهٔ سریرِ اعلی رسانیدند و او صورتِ حال عرضه داشت کرده، فی الحال جمعی امرا و دلاوران بجانبِ آن دویست کس رفته بایشان رسیدند و جمعی را دستگیر کرده بازگشتند، و بعد از چند روز شبی[13] غلبهٔ عظیم از جانبِ مخالفان بکنارِ اُردوی همایون آمده سورنِ مهیب انداختند، و پادشاه زادگان میرزا سلطان محمد

---

[1] اسفزاری (۲۴۲ ب) : جیبا خانۂ، [2] فقط کت : آید (بجای آمد)، [3] اسفزاری بجایش جمعی را که همراه بودند قتل آورده بعضی دیگر را اسیر گرفته بودند، [4] یعنی مولانا محمد معمائی، رکت برای ترجمه اش به دولت شاه ص ۴۳۰، لطائف نامهٔ فخری ص ۴۴ و ۹۴، و حبیب السیر ۳ : ۳ : ۱۹۹ ببعد، [5] فقط آ ـــــ، [6] برهٔ بهیچ[7] صاحب حبیب السیر (۳ : ۳ : ۲۰۰) هم این قصه را دارد، [8] حبیب السیر : صدرالدین محمد (بجای صدرالدین)، [9] فقط ب ـــــ، [10] این سطور از کت افتاده است، ـــــ در آ کلمهٔ امیر را ندارد، ـــــ کت : معتبر (بجای معبر)، ـــــ مضمونِ این عبارت در اسفزاری : و چون گذرگاه که شروانشاه کس مقرر ساخته در برابر اردوی سلطان سعید نبود بلکه دو فرسنگ دورتر بود و حسن بیگ دویست سوار فرستاده بود که گذرگاه را

و میرزا سلطان محمود و امراء بزرگ و ایچکیان و مقربان جوق جوق زانو زده اجازت خواستند که بیرون روند، و حضرت اعلی می فرمود که در شب بر سر یاغی نمی باید رفت، علی الصباح هزار نامدار در عقب مخالفان رفتند و پی اسپان احتیاط کرده چنان معلوم شد که آن جماعت هزار و پانصد سوار بیش نبوده اند تأسف بسیار اظهار کردند[1]، و چون اولاغان لشکر منصور بواسطهٔ قحط و نایافت قوی ضعیف شده بودند مجال آن نبود که برسم تاخت بیرون روند ٭

و پیوسته مردم امیر حسن بیگ که اولاغان ایشان بغایت قوی و آبادان بودند[2] در[3] حوالی اردو بتاخت می آمدند و از لشکریان ترک و تازیک هر کرا می یافتند قتل میکردند، و چهارپایان می راندند[4]، و اردوی اعلی چند گاه باین حال تباه[5] در آن وحشت گاه بودند[6] ٭

احوال ممالک عراق و فارس

۱۰ مملکت عراق بیمن معدلت حضرت سلطان آفاق بغایت معمور و آبادان بود و هر یک از امراء و مقربان ولایتی و ناحیتی که نامزد او شده بود در رفاهیت رعیت و معموری ولایت سعی و اجتهاد تمام می نمود، و از مجموع ممالک عراق خزاین و تبرکات و هرگونه بیلاک و سوقات بدرگاه جهان پناه می آوردند، و دستور اعظم خواجه قطب الدین طاوس در آن ممالک صاحب اختیار و مطلق العنان بود، و حل و عقد مهمات و رتق و فتق کلیات بمقتضی رای صواب نمای خود میفرمود، و رعیت را بزراعت و عمارت ترغیب می نمود و مملکت فارس (ت)[7] دار الملک شیراز چنانچه سابقاً[8]

---

[1] اسفزاری: بعد از ان ترکمانان دلیر شده تاخت می آوردند (بجای و چون اولاغان ...... بتاخت می آمدند)، [2] آ با بت اک: بود (بجای بودند)، [3] ک. و در (بجای در)، [4] بعدش اسفزاری (۲۴۳ ل) افزوده: نه رای "سفر کردن و نه روی اقامت، [5] آ ب بت اک: بود (بجای بودند)، با: می بود، [6] ک ت با: ـــ، آ مثل متن، [8] بر ص ۴۵۰،

مذکور شد در قبضهٔ اقتدار امیر سید علی قرار داشت، و آن ملک را ملکِ طلق خود می پنداشت، و امیر
نظام الدین احمد برلاس که بموجب فرمان متوجهِ آن ولایت شده بود چون بکوتل مایین[1] رسید امیر
سید علی شیراز را مضبوط ساخته با دو[2] هزار سوارِ نامدار ایلغار کرد، و نزدیکِ امیر نظام الدین احمد رسید
و چون امیر احمد را در خاطر نمی گردید که (ورق ۵۰۷ ب) خدمتِ سید در مقامِ جنگ و جدال رایتِ ۵۰۷ ب
قتال نصب خواهد کرد و مردم او بی ضابطه بودند با وجودِ آن سازِ محاربه ساخته و تیغ مقابله[3] آخته
آغازِ حرب و کوشش نمود و چون ساعت بساعت مددِ امیر سید می افزود احمد مایلِ جانبِ بلدهٔ
ابَرقوه شد، و آن دو سپاه کینه جو از اولِ بام تا هنگامِ شام جنگ میکردند و تمام دشت و صحرا بخونِ
پُر دلان رنگ می کردند، و شب هنگام امیر نظام الدین احمد بابَرقوه در آمد، و امیر سید علی عنان
باز کشید و مظفّر و منصور عازمِ شیراز شد، و عظمت و اُبّهتِ او زیادت از زمانِ سابق گشت ❊

۱۰ و حضرت خلافت پناهی در آن زمان که اخبارِ فتحِ مملکتِ آذربایجان بسمعِ همایون رسید
جنابِ[4] مولانا شمس الدین محمد بخاری را بجانبِ دار الملکِ شیراز تعیین نمود، و خدمتِ مولوی متوجه
شده چون باصفهان رسید جناب دستور اعظم خواجه شمس الدین محمد که در اصفهان فرمان روان بود
مولانا را مانع شده گفت که امیر سید علی بجزم[5] یاغی است بجانبِ[6] او رفتن بغایت بعید است، و
این صورت عرضه داشتِ پایهٔ سریرِ اعلیٰ نمود، و مولانا را خدمات شایسته بجای آورده بازگردانید،
و خدمت مولانا همراه جیباخانهٔ همایون که از طرف خراسان می آمد شده، مردم امیر حسن بیگ جیباخانه[7]
و او را گرفتند، چنانچه مذکور شد ❊

---

[1] آ: بکتل مابین، بت: بکوتل مابین، اک: بکوتل تامین، آ: بکوتل تاآمین بابین، کُتل مایین بقول صاحب فارس‌نامهٔ ناصری صـ۲۸۵ «درین زمان بکتل امامزاده مشهور گشته»؛ رک برای مایین به لیسترینج صـ۲۸۱، محلّش بر راهی نشان داده است که از شیراز باصفهان می رفت، برای مائین کنونی رک به مسعود کیهان ۲: ۲۲۵، [2] آ: یک دو (بجای دو)، [3] آ اک: مقاتله (بجای مقابله)، بت: مقاتله، بآ: مثل متن، [4] آ اک ـــ، [5] اک بآ بت: نجوم (بجای بجزم)، [6] آ: ۲۰
جانب (بجای بجانب)، [7] بر ص ۷۵۹،

و قلاعی که در حوالیِ ملکِ ری بود از هزارهٔ[1] جریب[2] و دماوند و فیروزکوه و جلاو[3] و رستمدار و طارمین تا حدودِ سلطانیه، هیچ یک فرمانِ همایون را چنانچه شرط بود انقیاد ننمودند[4]، و لشکرِ منصور هنگامِ عبور بتسخیرِ آن قلاع مطلقاً التفات نکرد، چه مهماتِ کلّی در پیش بود بیت

ننگِ شاهین بود آن روز که گنجشک خورد،

عارِ شنقار در آن دم که کبوتر گیرد

و چون آن قلاع مسخّر و مفتوح نشده بود مردمِ ماوراء النهر و خراسان که عازمِ اردوی اعلی بودند عبور و مرورِ ایشان از حوالی و نواحیِ آن بغایت صعب و دشوار بود، و از تعرّضِ آن بی باکان زحمتِ بسیار بآینده و رونده می رسید ٭

احوالِ مملکتِ خراسان

۱۰ دار[4] السلطنهٔ هراة و سایرِ ولایاتِ خراسان[5] بانوارِ معدلت و آثارِ مرحمتِ میرزا سلطان ابوسعید نور و ضیا و رونق و بها داشت، و قلمِ لطفِ ملکِ علّام رقمِ انتظام بر چهرهٔ ایام می نگاشت، و حلاوتِ فراغت و رفاهیت بمذاقِ خاص و عام رسیده، و توسنِ سرکشِ ایام و سمندِ سپهر بدرام آرمیده بود، روز بازارِ امن دامان رو[6] بروائی[*] نهاده، و شبِ دیجورِ ظلم و فتنه پشت بهزیمت داده بود - بیت

بعونِ عدلِ شه آن انتظام یافت جهان

که از حمایتِ جو بی نیاز شد کافور

---

[1] آ ب بت: هزاره جریب، آ ک ت: هزار جریب [2] ک ت آ: جلاو، اک: جلان و، مسعود کیهان بر ۲: ۲۹۷، آن را در توابع آمل شمرده است، نیز رک بر ص ۲: ۲۹۵، [3] آ ب بت: ننمود (بجای ننمودند)، با آک مثل متن؛ [4] ک ت. در دار السلطنه، [5] آ اک بت: خراسانات (بجای خراسان) با ـــــ،

[6] اک بت: روی بروای (بجای رو بروای)، آ: رو براه،

اطرافِ ممالک و اکنافِ مسالک آبادان و معمور شد، و ابوابِ فتنه و فساد و اسبابِ جور و بیداد مسدود و مطرود گشت، از تجلّیِ نورِ عدل زنگِ ظلامِ ظلم از صفحهٔ روزگار زدوده[1] مرآتِ کاینات روشنی یافت و بنیادِ بیداد و ستم در عرصهٔ عالم انهدام[2] تمام پذیرفت، و مأکولات و ملبوسات و باقی اسبابِ معاش و سایر موادّ انتعاش چنان ارزان بود که زیادت از آن در آیینهٔ گمان ردی نمی نمود، و عنایتِ مالک الملک ابوابِ رَوح و راحت بر روی جهانیان کشاده، و فراغت و رفاهیت عالیان را دست داده بود، و اعیانِ مملکتِ خراسان قیمتِ این نعمت (ورق ۵۰۸ ل) می دانستند، وشکرِ مواهبِ الٰهی ادا می نمودند تا آنچه می توانستند[3]. ۵۰۸ ل

و در وقتی که سلطانِ ممالک ستان در اطرافِ ولایاتِ خراسان بود جناب دستور اعظم خواجه قطب الدین طاوس سمنانی مهمّاتِ دیوانی ضبط نموده در اجراء آبِ جُویِ سلطانی[4] سعیِ جمیل بظهور آورد، و از مسافتِ چهار فرسنگ[5] درمیانِ کوه و سنگ از جانبِ شرقیِ شهر هراة جویی احداث نمود، و در بسی مواضع سنگ بریده و بطریقِ قنواة سوف[6] کشیده و بسیار مواضع طاق و پُل بسته، و در اطرافِ سنگهای عظیم شکسته بعد از چند ماه آبِ بسیار بجرگاهِ[7] کوه مختار آورد، و در شمالِ شهر در دشتِ مزار گازرگاه و صحراء باولیگاه[8] مواضع مزروع شد، و محصولات مرفوع گشت، و در مدّتِ دو سه هزار سال که بناء شهر هراة شده چنین کاری کسی را میسّر نشد، و خواص و عوام بهجت و مسرّت تمام نمودند، وجناب دستورِ اعظم را بالسنهٔ مختلفه و افئدهٔ متّفقه ستودند، و این خبر در زمانِ توجّه رایتِ آفتاب اشراق

---

[1] فقط ک: زدوده و دیگر (بجای زدوده)، [2] ک: انهدام، [3] فقط ک: میدانستند، [4] راجع به حفرِ جوی سلطانی صاحب دستورالوزراء بر ص ۳۸۵ بعد بعضی اطلاعات مفیده دارد، اسفزاری (۲۲۳ ب) گوید: جوی سلطانی ...... که از رود باشتان برداشته اند و در کمر کوه زنخرگاه روانست و مساعی معمار بدایع نگار اس پادشاه جم جاه از نواحی کازرگاه ماجشمه ماهیان که قریب یک فرسنگ است ملک از مک دهن باشتان تا قریه سقسلمان که شش فرسنگ باشد تمام دشت و دامن کوه باغ و چمن و حظیره و گلشن شده، [5] ک: فرسخ، [6] کذا فقط در ک، در باقی نسخ. بکر، [7] فقط هب بجایش، آبادلیگا
—— ظاهرا بیابان دامن کوه زنجیرگاه دستورالوزراء (ص ۳۸۵) است، [8] ظاهرا گویا جمع ساف ساخته است،

۱۰ ۲۰

بجانبِ عراق بجناب میرزا سلطان ابوسعید رسید، وآنحضرت بغایت مسرور ومنبسط گردید وفرمود که
مرا بشارتِ این خبر خوشتر از فتحِ ملکِ عراق است، وسعیِ جمیل خواجه قطب الدین طاؤس محل
قبول یافته، وآفتابِ عنایت پادشاهانه بر صفحهٔ روزگارِ او تافته، حضرت خلافت پناهی نوازش نامه
وتشریفاتِ خاص ارسال نمود، ودستورِ اعظم را بجانبِ اردوی معظم طلب فرمود، وهنوز اردوی
فلک احتشام در حدودِ بسطام بود که دستورِ نیک خواه بدرگاهِ عالمپناه رسید، واز آنجا بدارائی ممالک
عراق مقرر گردید[1]، چنانچه مذکور شد،

درین اثنا آوازهٔ میرزا[2] سلطان حسین از طرفِ خوارزم ونسا وابیورد پیدا شد، وروز بروز
این حکایات[3] زیادت می گشت، ع

حکّام که در هراة بودند

۱۰ مثل امیر تاج الدین حسن ملکی، وامیر غیاث الدین بنظیر باتفاقِ عالیجناب فضایل مآب مولانا
قاضی قطب الدین احمد الامامی، وجنابِ شریعت انتساب مولانا کمال الدین شیخ حسین وسایر
اکابر واشراف وعامهٔ سوقیه واصناف وارباب وکلانترانِ بلوکات وامرا، وتعیینانِ ولایات
بضبطِ شهر وبرج وباره قیام نمودند، واطراف وجوانبِ حصار را مرمّت وعمارت فرمودند، وبرجها
بر محلّها قسمت کرده آنچه در بابِ استحکامِ قلعه داری می بایست باندک فرصتی مرتّب ومهیا شد،
ومردمِ بیرونها وبلوکاتِ مُغَل وتازیک بیکبار عزمِ شهر نمودند، وبتمامی همّت دربندِ محافظتِ

---

[1] بقول صاحب دستور الوزراء (ص ۳۸۷) اورا فرمان شده بود که لشکر پیاده از خراسان فراهم آورده بموکب همایون ملحق شود و خواجه با سپاه متوجه گردید و در راه جمعی از مخالفان را که سد راهش شدند شکست داده بپایه سریر اعلی رسید وملقب بصاحب السیف والقلم شد، [2] فقط آ : از نجامی (بجای از آنجا)، [3] در دستور الوزراء محل مذکور گفته است که پادشاه مهر بزرگ بدو تسلیم کرد که حیث یشاء امور جمهور را سرانجام دهد و سایهٔ «عدالت» بر فرق آفتاب نشینان بلاد ظلم تراکم» اندازد، [4] بجایش در بت : بادشاه اسلام پناه ، [5] آ آب بت اک : حکایت (بجای حکایات)، [6] فقط اک ـــــ ،

۲۰

شهر و در بندان بودند، و در داخل بلده هر محلّه[1] و چهار دیواری[2] که بود (جمعی) کثیر[3] آنرا تصرف نمودند و بسیار خانها در زیر زمین ساختند و بجهت دفع سرما و بارندگی پل و نی بر انداختند، و حکام حکم فرمودند که در هر محلّه از ده سرا چهار سرا[4] خالی کنند و بسپاهیان و جمعی که خان و مان در بیرون گذاشته بشهر آمده اند دهند، و رعیت اگر چه در زحمت بودند بموجب فرموده عمل نمودند، و در شهر و بیرون فزع اکبر و غوغاء روز محشر ظاهر شد، و شب دوشنبه نوزدهم جمادی الاولی که آفتاب در بیست و دوم درجهٔ قوس بود مردم بنوعی که مقرّر شده بودند بر بالای برج و باره رفتند، و در هر برج بسبب بارندگی تالار و پناه ساختند، و بر سر باره جهت (ورق ۵۰۸ ب) آمد شد در شش گز پهنا از خشتِ پخته فرش انداختند، و از اوّل شب تا صباح سر باره باره با فروختنِ مشعله و مصباح چون روز روشن گردانیدند، و صداء نعره و حاضر باش با وج سپهر برین رسانیدند[5]، و با آنکه میرزا سلطان حسین[6] و لشکرِ او نزدیک شهر نبود ند رعیت از صولتِ او بغایت متوهم شده بنوعی محافظت شهر نمودند که مگر لشکر بیگانه در برابر است، و شب همه شب پاس می داشتند، و در شرایطِ محافظت دقیقه[7] نامرعی نمی گذاشتند، و مدّتِ محافظت بدور و دراز کشید، و احوالِ رعایا بتنگ رسید، هر چند[8]* قیمتِ اشیاء زیادت تفاوت ننمود و همه چیز یافت بود بهیچ صورت عسرت روی ننمود، امّا شهر از جهتِ غلبهٔ انبوه بستوه آمد، و کار بر فقیران وضعیفان دشوار شد، و در بیرونها خرابی بسیار از ممرّ اشرار ظاهر گشت، و[9] دهاقین را کارِ زراعت خاصّه سبز بر[10]* میسّر نشد، و این حال تباه قریب بچهار ماه از آخر خزان تا پایانِ زمستان امتداد یافت، و تا چهارم ماه رمضان رعیت باره نگاه داشتند *

---

[1] آ اک ببت: چار دیوار (بجای چار دیواری)، [2] فقط ک ندارد، از روی آ بب اک نوشته شد، [3] فقط آ: کثیر (بجای کثیر)، [4] فقط ک: سرا آ —، [5] آ آ ببت: رسانید (بجای رسانیدند)، [6] اک: هرچه (بجای هر چند)، ببت: هر، [7] آ —، [8] اک: سر بر (بجای سبز بر)، — بر مخفف برگ است،

درین اثنا جمعهٔ بیست و پنجم شعبان بعد از نماز در مسجد جامع سخنی غریب شایع شد، دیساقی[1] که از بلوکات هراة بلشکر رفته بود نقل کرد که چهاردهم ماه رجب که آن شب تمام جرم ماه در برج دلو بعقدهٔ رأس سیاه شده بود سلطان ایران و توران میرزا سلطان ابوسعید کورگان در هفت فرسخی قراباغ اران ویران شد، سُبْحَانَ مَنْ لَا یَجْرِي فِي مُلْكِهٖ اِلَّامَا یَشَاءُ وَاللّٰهُ یُؤْتِي مُلْكَهٗ مَنْ یَشَاءُ[2]

شرحِ واقعهٔ سلطان سعید شهید میرزا سلطان ابوسعید

اِذَا مَا اَرَادَ اللّٰهُ تَغْیِیْرَ دَوْلَةٍ فَاِنَّ قَضَاءَ الْحَقِّ بِالْقَطْعِ وَاقِعٌ

فَکَیْفَ بَقَاءُ الْمُلْكِ مِنْ دُوْنِ حُکْمِهٖ وَلَا یَنْفَعُ التَّدْبِیْرُ وَالْحُکْمُ قَاطِعٌ

نظم[3]

دلا نیست دایم بقا و حیات که عالم ندارد قرار و ثبات

رسد تخت بخت ار باوج کمال چو خورشید رخشنده یابد زوال

بیا[4] تا بگویم بآواز نَے که جمشید کَی بود و کاوس کَے

کسی[5] را که زد[6] کوس بر پشتِ پیل زدندش بناکام کوسِ رحیل

[1] کت: یساقی، [2] اسفزاری (۳۴۴ و) نیز در ابتدای این فصل باختصار چند سطور آورده است از خودش که مضمون آنها مثل متن است، اما همان مرحله الخ، و بجوز خاک الخ، را مثل مطلع دارد، [3] کت ب: ——، —— شش بیت اوّل را فقط بٓ دارد، [4] دیوان حافظ (طبع خلخالی) ص ۲۵۹: به (بجای بیا) در دیوان حافظ (طبع لکهنو) سنه ۱۸۹۳ء مصراع اوّل این طور است: که میدانه از فیلسوفان حی ، [5] بجایش در دیوان حافظ (طبع لکهنو) ص ۲۵۹ اکزدی، این بیت را در طبع خلخالی ندارد، [6] دیوان حافظ (طبع لکهنو) طبل (بجای کوس)،

منوچهر و کیخسرو و جام[1] کو | کجا رفت شاپور و بهرام کو
همان منزلست این جهان خراب | که انداخت[2] ایوان افراسیاب
هر آن پارهٔ[3] خشتی که بر منظریست | سر کیقبادی و اسکندریست
همان مرحله است این بیابان دور | که گم شد درو لشکر سلم و تور[4]
بجز[5] خاک خوبان برین دشت نیست | بجز خون شاهان درین طشت نیست
چه[6] خوش گفت جمشید با تاج و گنج | که یکجو نیرزد سرای سپنج
جهان را نباشد وفا با کسے | نه بندد درو دل مگر ناکسے

مالک ممالک افناء و انشاء بمقتضی تُؤْتِي[7] الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ باکمال استغنا و نهایت عظمت و کبریا نسبت با آدمی تشریف خطاب گرامی یَابْنَ آدَمَ خَلَقْتُ الْعَالَمَ[8] لِأَجْلِكَ وَخَلَقْتُكَ لِأَجْلِي ارزانی داشته، و رایت[9] عزت او باوج رفعت إِنَّا جَعَلْنَاكَ[10] خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ برافراشته، و بقدرت شامله و حکمت کامله از ذات معلی صفاتش در وسط اعتدال عالی باستقلال ساخته و در قصری که آنچه در آسمان و زمین نمی گنجد درو می گنجد پرداخته، پس رفعت منزلت بلند پایه که خلعت افتخارش بطراز اعزاز چنان منقبتی مطرز و محلی باشد (ورق ۵۰۹ ل) برتر از آن شاید که میدان جولان و مضمار اقتدار او همین مرحلهٔ ناپایدار (۵۰۹ ل) باشد، بلکه فضاء دلکشاء خلد برین و لقاء جانفزاء حور عین مناسب علو منقبت و ملایم سعت

---

[1] فقط آ: وجام (بجای جام)، [2] دیوان حافظ (طبع خلخالی) ص ۲۵۹ و طبع لکهنؤ ص ۳۴۸: دیدست (بجای انداخت، [3] دیوان حافظ (طبع لکهنؤ) ص ۳۵۸: که هر پاره (بجای هر آن پاره)، طبع خلخالی این بیت را ندارد، [4] کت بت: طور (بجای تور)، دیوان حافظ (طبع خلخالی) ص ۲۵۹، و طبع لکهنؤ ص ۳۴۸، [5] در دیوان حافظ (طبع لکهنؤ) مصراع دوم مصراع اول است و بالعکس طبع خلخالی این بیت را ندارد، [6] دیوان حافظ (طبع خلخالی) ص ۲۶۰، و طبع لکهنؤ ص ۳۴۵، [7] قرآن مجید ۳ (سورهٔ آل عمران): ۲۵، [8] فقط آ: الآدم (بجای العالم)، [9] فقط ک: امرا (بجای رایت)، [10] قرآن مجید ۳۸ (سورهٔ ص): ۲۵.

قابلیتِ او تواند بود، عالی مقامی که در دار السلام حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِي الْخِيَامِ[1] از انتظارِ او نعل بر آتش دارند او را بیش از چند سال درین دارِ الملال[2] لازم الانتقال شتویش نگذارند، و هرچند ارتحال ازین منزلِ پُر وحشت و ملال، و انتقال بنزهت آبادِ قربت و وصال عین سعادت است و اقبال، امّا بازماندگان از وقوعِ آن حادثه نه چنان و چندان مضطرب و پریشان می شوند که نهایتِ بیان بیداً شرحِ شمّهٔ از آن رسد، و چون بحقیقت صاحبِ واقعه را غیر انتقال از تنگنای مرحلهٔ غرور بفضاء بهجت سرور امری دیگر پیش نیامده دستِ اعتصام بحبلِ بی انفصامِ اصطبار استوار می باید داشت و نقشِ معدلتهٔ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ[3] بر نگینِ خاطرِ غمگین نگاشت

هرچند عارفِ خبیر از قلمِ تحریر رقمِ تقدیر داند که مقصود چیست، و مطلوب ازین تشبیب[4] شرح واقعه کیست؛

۱۰ امّا صورتِ حال از روی اجمال شرحِ انتقال، وارتحالِ پادشاهِ غفران مآل سلطان عادل کامل است که صداء این صیتِ هایل نسبت بانضارتِ ریاضِ عالم سمِّ قاتل بود، و زهرِ هلاهل در مزاجِ بنی آدم بیت

ازسیلِ اشک بر سرِ طوفانِ واقعه خوناب قبّه قبّه بشکلِ حباب شد

ماتم سرای گشت سپهرِ چهارمین روح القدس بتعزیتِ آفتاب شد

و شرحِ احوال بتفصیل و اجمال آنست که چون سلطانِ آفاق در یورتِ قشلاق چند گاه باحوالِ تباه گذرانید و سپاهِ ظفر پناهِ امیر حسن بیگ آثارِ تسلط و اقتدار بظهور آورده هرکرا می یافت بقتل می رسانید، و میرزا سلطان ابو سعید را عزیمت آن بود که اولا خان قربه ساخته اوّلِ بهار عازمِ جانبِ خصم شود، درین اثنا چهارم رجب شروان شاه یاغی شد، و کشتیها بدان طرف کشیده خلقی بسیار از سپاهِ منصور که در ولایتِ او بجهتِ معاملات رفته بودند همه را غارت کرد، و سببِ یاغی شدنِ شروان شاه[5] آن بود که امیر حسن بیگ قاصدی بجانبِ او ارسال نموده

---

۲۰ [1] قرآن مجید ۵۵ (سورة الرحمن)، ۷۲؛ [2] نفطک: دار ملال، [3] قرآن مجید ۳۹ (سورة الزمر)، ۱۰؛ [4] نفطک: ـــــ،
[5] نفطک؛ واسفزاری (۲۴۳ ب): شیروانشاه (بجای شروانشاه)،

بود و فرموده که عاقبت لشکرِ جغتای[1] معاودت خواهد کرد آن زمان بینیم که دوستیِ ایشان ترا چه فایده خواهد داد، شروان شاه بغایت اندیشه ناک شده آثارِ مخالفت اظهار کرد، ولشکر از جهتِ نایافت وگرانی عاجز و حیران گشته همه را[2] بسببِ عدمِ قوت[3] قوّتش[4] فوت شد[5] و بعزمِ معاودت طبلِ رحیل بصوبِ اردبیل کوفتند، و در راه بموضعی رسیدند که چندان گل ولای بود که زیادت از نیم فرسخ در راه پلاس و نمد و خیمه و خرگاه و سراپرده و بارگاه[6] می انداختند، و درمیانِ آب وگل بانواعِ حیَل راه می ساختند، وآنحضرت بنفسِ شریف ایستادگی فرمود تا لشکر بتمامی عبور فرمود، و قریب سه چهار هزار چهارپای و دیگر اشیا در آن آب ولای ضایع و ناچیز شد، و بموضع تاتیان[7] رسیده و جرزده[8] و خندق کنده تورها[9] نصب کردند، و پسرانِ امیر بایزید بسطامی[10] (ورق ۵۰۹ ب) و خواجه برهان دیوان بموجبِ فرمانِ سه هزار[11] زر بردند که از قول آغاج غلّه وگوسفند آورند، (۵۰۹ ب)

۱۰ و روزِ پنجشنبه دوازدهم رجب امیر سید مراد برسم قراولی مقرّر شد و چون او[12] اندک راهی بطرفِ مخالفان رفت، ناگاه[13] چهارصد سوار مکمّل که امیره[14] بیگ سرکردهٔ ایشان بود پیدا شدند امیرو گفت که حضرت میرزا دشمنانِ صد ساله را دوست گردانید و بندگانِ صد ساله را دشمن ساخت اکنون صلح نموده وجنگ ناکرده بکجا می روید، فردا امرار بزرگِ خود فرستید که امیر حسن بیگ هجیان[15] درمقامِ دولت خواهی است، ما نیز از ین طرف امرار کبار فرستیم تا کارِ صلح قرار گیرد، روزِ دیگر امیر جلال الدین سید مزید[16] و باقی امرار[17] نامدار بیرون رفتند، و در همان موضع ترکمانان روزِ گذشته پیش

---

[1] اسفزاری بدش + : اگر زنده بمانند، [2] فقط ک: ـــ، [3] ک: ـــ، از روی آ نوشته شد، [4] ک: شدند بجای شد، [5] اسفزاری بدش + : وجهاز شتران، [6] آ: تاتیان، ب‌ت: تاتان، آ: باسان اک: پاتیان، اسفزاری: ماتیان، حبیب السیر: تابتان، صواب این کلمه معلوم نشد، [7] آ‌ب‌ت اک: سه هزار، فقط آ: بجرکه (بجای جر)، [8] فقط اک: توره‌ها، [9] آ‌ب اک: بسطام (بجای بسطامی)، [10] آ‌ب‌ت ـــ، [11] فقط آ ـــ، [12] اک: امیر (بجای امیرو)، آ: امیرحسن، ب‌ت مثل متن، اسفزاری جایی مثل متن و جایی: امیر؛ حبیب السیر: امیر، [13] حبیب السیر: با جمعی کثیر از امرا (بجای و باقی امرا)،

۲۰

آمدند، امیر سید[1] مزید چون دید که آن جماعت بغایت اندک اند برایشان تاخت، واساس جمعیت ایشان پریشان ساخت، و هرچند امیر سلطان[2] ارغون گفت که اینها چنین که ایستاده اند کمک دارند توقف می باید نمود، امیر مزید نشنود تا ایشان راشکسته و بعضی را دستگیر کرده بدرگاه فرستاد، و چند فرسخ در قفای گریختگان راند، و[3] اسباب همراه نه[4]، واسپان ضعیف ولاغر از کار ماندند[5]، ناگاه امیر حسن بیگ با دو سه هزار سوار همه اسپان خوب آسایش داده از کمینگاه بیرون آمده[6] و بر سپاه منصور که هر طرف بجهت ایلجا متفرق شده بودند حمله کرد، و در هر گوشه جمعی را گرفته قریب پانصد کس همه امیر و امیرزاده چون[7] سلطان جنید و پهلوان حسین دیوانه[8] و حسین علی ارلات و شیر محمد بغدادی[9] و پیر محمد[10] بغدادی کشته شدند، و امیر مزید گرفتار گشت، و باقی امرا و سرداران یک یک و دو دو گریخته باردوی آمدند، و پسران امیر علی شکر که همراه قراول بودند بعد از هزیمت بکنار خندق رسیده در نیامدند، و امیرزاده سلطان[11] علی همراه ایشان رفته در همدان او را بقتل آوردند[12]، و پدر او

۱۰ امیرزاده حسین علی از صحرای موغان که یورت قشلاق بود بموجب حکم بجانب تبریز رفته بود.

و چهار دهم رجب که آن[13] شب جرم ماه در برج دلو بعقدهٔ رأس تمام سیاه شده بود امیر مزید که پشت و پناه سپاه بود گرفتار گشت، درین روز میرزا سلطان ابوسعید امرا[14] را طلبید رسم چاپقی

---

[1] فقط در ک، [2] در اسفزاری (۲۴۲) و نسخهٔ حاشیه: سید (بجای سلطان)، حبیب السیر مثل متن، [3] آ اک ب ت ـــــ، آ: واسپان (بجای واسباب همراه نه)، [4] اک آ ب ت اسفزاری: فروماند (بجای ماندند)، آ: فروماندند، [5] آ آ ب ت: آمد (بجای آمده)، اک مثل متن، [6] بعدش آ ب ت اک +: بقتل آورد، اسفزاری مثل متن، [7] آ ب ت اک: و چون (بجای چون)، اسفزاری مثل متن، [8] ب ت بعدش +: کشته شدند، [9] آ ب ت: بغداد (بجای بغدادی)، اک: بعداد، آ: بغداد قوریی، حبیب السیر مثل متن، [10] اک: و پیر محمد قوریی (بجای پیر محمد بغدادی)، آ ـــــ، حبیب السیر: و پیر محمد قورچی، [11] حبیب السیر (۳: ۳: ۱۹۱) سلطان علی ولد سلطان حسین علی میرزا بطرف همدان گریخته آنجا کشته شد (بجای آنچه در متن است)، [12] آ آ اک ب ت: شب آن

۲۰ (بجای آن شب)، [13] در آ ب ت اک ـــــ، آ: مردم ما را گرفته (بجای مردم ما را که گرفته)، ـــــ ک ت: می کنند (بجای کنند)، ـــــ چاپقی یعنی مشورت و تدبیر آ (رسالهٔ فضل الله خان)، ء ـــ رک ت ب آ آ بذیل بیرم خان،

مرعی داشت[۱] و فرمود که کار از آن گذشت، تدبیر چیست که مردم ما را که گرفته ضایع مکنند، بعد از مشاورت[۲] مصلحت وقت چنان دیدند که از اعیان روزگار کسی که بمزید افتخار اشتهار داشته باشد برسم اصلاح ارسال فرمایند، و رقم اختیار بنام اشرف صناوید ایام برآمد، و جناب سیادت مآب ایالت انتساب امیر غیاث الدّین محمد بن[۳] امیر جلال الدین[۴] عبد الوهاب بن امیر غیاث الدین بن امیر کمال الدین بن[۵] امیر سید قوام الدّین که قرنها پادشاه ولایت[۶] مازندران و ساری بوده اند[۷] قرار یافت، و جناب سیادت مآب متوجه گشت ❊

و چون باردوی امیر حسن بیگ رسید جناب ظفر انتساب شرایط استقبال بجای آورده از خرگاه بیرون آمد، و جناب سیّد را (ورق ۵۱۰ ل) در آغوش ملاطفت گرفت، و فرمود که هرچند مرا (۵۱۰ ل) داعیهٔ مصالحه نبود امّا با وجود وجود سیادت مآبی از فرموده تجاوز نخواهد فرمود و درین اثنا جناب فضایل مآب سیادت انتساب امیر سیّد[۸] صدر الدین[۹] ابراهیم قمی باتفاق مهد علیا والدهٔ میرزا سلطان ۱۰ ابوسعید بالتماس مصالحه آمدند، و سیّد اردبیلی که پیشتر امیر حسن بیگ او را برسالت[۱۰] فرستاده بود درین ولا معاودت نمود و بموقف عرض رسانید که لشکر چغتائی بغایت ضعیف است و ایشان بخود ویران می شوند بهیچ وجه صلح نمی باید کرد، و امیر[۱۱] حسن بیگ این سخن در حساب گرفت[۱۲]، و ایلچیان بعرضه داشتند که میرزا سلطان ابوسعید می گوید اوّل تو مصالحه طلبیدی و ما اجابت نکردیم تا ما را این روز پیش آمد، اکنون ما صلح می طلبیم هرچه[۱۳] صلاح باشد بتقدیم رسانیم[۱۴]، و چون آثار ضعف و فتور بر

---

[۱] فقط اک: امیر (بجای آنچه در متن است)، [۲] کمال الدین و پدرش مذکورند در زبدة ص ۱۹۲، [۳] اک —، [۴] فقط آ —، [۵] فقط ک: بودند (بجای بوده اند)، — در حبیب السیر گفته است که وی «آبا عن جد در سلک ولاة مازندران انتظام داشت»؛ [۸] بجایش در آ با ب: صدر الدین سید، رک برای ترجمه اش به حبیب السیر ۳: ۳ : ۱۹۹، وفاتش در اوائل عهد سلطان حسین واقع شد —، اک: سید، — در حبیب السیر گفته است که والدهٔ خود را مصحوب سید صدر الدین بجانب ۲۰ معسکر ارسال داشت»؛ [۱۰] فقط آ: برسم خبرگیری (بجای برسالت)، [۱۱] اصفزاری بجایش: و حسن بیگ مستظهر گشته، [۱۲] اصفزاری بجایش: هرچه مصلحت شماست ما بتقدیم رسانیم ❊

چون احوال سپاه میرزا سلطان ابوسعید در غایت ظهور بود امیرحسن بیگ ملتمس مبذول نفرمود، و قرینه که کار از آن[1] گذشته و ملک و دولت[2] میرزا سلطان ابوسعید زیر و زبر گشت[3] و تمام امراء خراسان خطها و عرضه داشتها فرستادند و پیغام دادند که کار میرزا سلطان ابوسعید نشد[*]، و امیرحسن بیگ امیر غیاث الدین را اکرام و احترام نموده فرمود که شنیده ام که میرزا سلطان ابوسعید ترا ولایت ساری وعده داده، و با آنکه[4] قادر بوده نداده[*]، و در مجلس منشی خود را طلبیده و نشان همایون نوشته و کمال ساخته تسلیم مرتضی اعظم نمود و همچنین سید ابراهیم و سید عبدالحی مشهدی و والدهٔ میرزا سلطان ابوسعید را اجازت معاودت فرمود ٭

و چون ایشان باردو[5] باز آمدند دلاوران لشکر امیرحسن بیگ[6] متعاقب باردوی رسیدند و درین حال امراء خراسان[7] مورچلهای خود گذاشته[8] بطرف امیرحسن بیگ رفتند، و چون میرزا سلطان ابوسعید بیوفائی امراء مشاهده کرد شانزدهم ماه رجب نیمروز عنان عزیمت بصوب هزیمت تافت، و دو[9] پسر امیرحسن بیگ در عقب رفته و او را گرفته[10] نیمشب باردوی خود رسانیدند، و مستحفظان برگماشته او را مضبوط نگاه داشتند، و بعد از دو روز امیرحسن بیگ او را طلب فرمود و چون نزدیک بارگاه رسید شرایط استقبال و مراسم تعظیم و اجلال بجای آورد[11]، و در مجلس ملاقات امیرحسن بیگ هرگونه

---

[1] اسفزاری: از مصالحه (بجای از آن)، [2] اسفزاری بجایش: دولت و ملک ابوسعد مرزا و جغتای برگشت، [3] ... کار میرزا سلطان ابوسعید بشد (بجای آنچه در متن است)، اسفزاری: کار سلطان سعید از دست رفت و روزگار او منقلب گشت، [4] اسفزاری بجایش: با وجود تمکن قدرت بدان نمارد، [5] آ ب: باردوی (بجای باردو)، آ ک مثل متن، [6] بعدش در حبیب السیر افزوده ... نمود سخن تمام نکرده بودند که طلیعهٔ سپاه ...... امیرحسن بیگ سپاهی نمود" [7] اسفزاری: ... از روی اضطرار، [8] ... دولتشاه ص ٤٧٨ آخر صفحه برای سبب بیوفائی امراء ــــــ در حبیب السیر گفته که بعضی از امراء خراسان ... پیوستند، [9] اسفزاری ــــــ ،

[10] دولتشاه ص ٤٧٨ گفته است که زینل بیگ ولد امیرحسن بیگ او را گرفته، حبیب السیر مثل متن،

[11] حبیب السیر افزوده که: در موضعی که مدعا داشت نشانده ٭